اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام

[اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے 25ویں فقہی سمینار مؤرخہ 5 تا 7 رفروری 2016ء منعقدہ جامعہ دارالحدیث بدرپور (آسام) میں پیش کئے جانے والے علمی وتحقیقی مقالات اور مباحثات کا مجموعہ]

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

D1

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	:	اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام
صفحات	:	۷۳۶
قیمت	:	600روپئے
سن طباعت	:	فروری2017

ناشر

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

161-ایف، جوگابائی، پوسٹ باکس نمبر:9746

جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

ای میل:fiqhacademy@gmail.com

فون:26981779 - 011

مجلس ادارت

۱- مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی

۲- مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

۳- مولانا بدر الحسن قاسمی

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

۵- مولانا عتیق احمد بستوی

۶- مفتی محمد عبید اللہ اسعدی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست

پیش لفظ	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۹

پہلا باب: تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ		۱۳
سوالنامہ		۱۵
تلخیص مقالات	مفتی احمد نادر القاسمی	۱۸
عرض مسئلہ:		
سوال نمبر (۱، ۲، ۳)	ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی	۴۹
سوال نمبر (۴، ۵)	مفتی محمد عثمان بستوی	۵۷
سوال نمبر (۶، ۷، ۸)	مولانا اقبال احمد قاسمی	۶۵

دوسرا باب: تفصیلی مقالات

اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام	ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی	۸۳
اہل کتاب اور اُن سے متعلق احکام	مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی	۹۲
اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام کا تحقیقی جائزہ	مفتی شبیر احمد قاسمی	۱۴۳
اہل کتاب سے متعلق احکام	ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی	۱۵۳
اہل کتاب سے متعلق چند مسائل	مفتی محمد جعفر ملی رحمانی	۱۷۳
اہل کتاب اور ہندوستان میں آباد غیر مسلم اقوام	(مفتی) محمد اشرف قاسمی گونڈوی	۱۸۷
اہل کتاب- مسائل واحکام	مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی	۲۰۷
اہل کتاب سے متعلق بعض احکام	مولانا اقبال احمد قاسمی	۲۱۶
عصر حاضر کے اہل کتاب اور ان کا حکم	مولانا محمد عثمان بستوی	۲۳۲
اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام	مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی	۲۵۷

اہل کتاب اوران سے متعلق بعض جدید فقہی مسائل	مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی	۲۷۰
فرقہ باطلہ کا تعارف اوراہل کتاب کے احکام	مفتی سید باقر ارشد بنگلوری	۲۸۲
اہل کتاب سے متعلق احکام کا جائزہ	مولانا عبیداللہ ندوی	۳۰۴
اہل کتاب،فرق باطلہ اور ہندو مذہب سے متعلق بعض احکام	مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی ارریاوی	۳۱۵
دورحاضر کے اہل کتاب اوران سے متعلق احکام	مولانا محمد ارشد علی رحمانی	۳۳۰
عہد حاضر کے چند فرق باطلہ کا تعارف اوراحکام	مولانا شاہ عالم گورکھپوری	۳۳۹
کتابیہ عورت سے نکاح،حکم اوراصول	مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی	۳۶۴
موجودہ دور کے اہل کتاب کا حکم اورفرق باطلہ	مولانا محمد شکیل سعادتی اسلام پوری	۳۷۴
کیا ہندو اہل کتاب ہیں؟ ایک فکر انگیز بحث	جناب عبدالرشید اگوان	۳۸۹
صابئین اوران سے متعلق احکام ایک تحقیقی جائزہ	مولانا ابوعبداللہ عظمت اللہ ہدایت اللہ میر	۴۰۲
دارالاسلام اورغیر مسلم ممالک میں کتابیہ سے نکاح	مولانا آزاد بیگ	۴۱۴
موجودہ دور کے اہل کتاب سے متعلق احکام	مولانا شوکت ثنا قاسمی	۴۲۴
صابی اوربعض دیگر مذاہب کی تحقیق اوراحکام	مولانا ریحان مبشر مئوی قاسمی	۴۳۴
اہل کتاب اوران سے وابستہ شرعی احکام	مولانا محمد ریاض ارمان القاسمی	۴۵۲
اہل کتاب کی تعریف اورمصداق	مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی	۴۶۳
ہندو مذہب کی مذہبی کتابیں اورشخصیات سے متعلق احکام	مولانا عبدالرب سعادتی	۴۷۱
اہل کتاب اسلام کی نظر میں	مفتی عابدالرحمٰن مظاہری بجنوری	۴۷۹
برادران وطن کے اوتار اورمذہبی کتابوں کا حکم	قاضی محمد حسن ندوی مدھوبنی	۴۸۹

تیسرا باب: مختصر تحریریں

اہل کتاب سے متعلق سوالوں کے جوابات	مولانا زبیر احمد قاسمی	۵۰۱
اہل کتاب اوران سے متعلق مسائل	مولانا ابوسفیان مفتاحی	۵۰۷
اہل کتاب سے متعلق احکام ومسائل	مولانا اختر امام عادل قاسمی	۵۱۱
اہل کتاب اوران سے متعلق احکام	پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی	۵۱۷
اہل کتاب اوران سے متعلق احکام	مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی	۵۲۲
عام اہل کتاب اوراہل ہنود کے احکام	مولانا محمد نعمت اللہ قاسمی	۵۲۵
اہل کتاب کی حقیقت اوران سے متعلق احکام	مولانا بدر احمد مجیبی ندوی	۵۳۲
اہل کتاب اوران کے متعلق احکامات شرعیہ	مفتی حبیب اللہ قاسمی	۵۳۹
اہل کتاب اوران سے متعلق احکام	مفتی عبدالرحیم قاسمی	۵۴۲
عہد جدید کے اہل کتاب	مفتی سلمان پالنپوری قاسمی	۵۴۵

موجودہ عہد میں کتابیہ سے نکاح اور احکام	مولانا محمد جلال الدین چودھری	۵۵۲
اہل کتاب سے وابستہ احکام ومسائل	مولانا محمد ممتاز خان ندوی	۵۵۶
اہل کتاب کی شرعی حیثیت	مفتی محمد ارشد فاروقی	۵۶۴
اہل کتاب سے متعلق احکام ومسائل	مفتی سعید الرحمٰن فاروقی قاسمی	۵۷۳
قرآن مجید میں اہل کتاب کا تذکرہ اور ان سے متعلق احکام	مفتی اشرف عباس قاسمی	۵۷۷
اہل کتاب سے متعلق بعض فقہی احکام	مفتی محمد سلطان القاسمی	۵۸۵
کتابیہ خواتین سے نکاح اور اہل کتاب کے ذبائح	مولانا محمد صادق مبارکپوری	۵۹۲
اہل کتاب کے ساتھ نکاح	مفتی رحمت اللہ قاسمی	۵۹۶
ہندو مذہبی کتابیں اور شخصیات اسلامی تناظر میں	مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری	۶۰۰
اہل کتاب عورتوں سے نکاح اور اس سے متعلق احکام	مولانا اشتیاق احمد قاسمی	۶۰۳
اہل کتاب اور کتابیہ خواتین سے نکاح	اُبومحمد محمد سعد نور قاسمی	۶۰۹
موجودہ دور کے یہود ونصاریٰ اور ذبیحہ ونکاح کے احکام	مولانا عبد الرحیم سعادتی	۶۱۶
اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام	مولانا تبریز عالم	۶۲۲
کتابیہ خاتون سے نکاح کا شرعی حکم	مولانا ثابت شمیم رشادی	۶۲۹
اہل کتاب کی شرعی حیثیت اور ان سے متعلق احکام	مولانا محمد صابر حسین ندوی	۶۳۵
اہل کتاب خاتون سے نکاح کے احکام	مفتی اعجاز الحسن باندے القاسمی	۶۳۹
اہل کتاب سے نکاح	مولانا نعیم اختر قاسمی	۶۴۸
ہندو مذہبی کتابیں اور مذہبی شخصیات کی شرعی حیثیت	مولانا محمد قمر الزماں ندوی	۶۵۲
موجودہ دور کے اہل کتاب کے احکام	مفتی صادق محمد پٹیل دہلوی	۶۵۹
ادیان باطلہ مثلاً بہائی، سکھ اور قادیانی کے احکام	مولانا محمد سمیر قاسمی	۶۶۳
اہل کتاب کا مصداق اور احکام	مفتی شبیر احمد دیولوی	۶۶۷
ہندوستانی مذاہب کی مذہبی کتابیں اور احکام	مولانا مظاہر حسین عماد ثاقب القاسمی	۶۷۱
چند فرق معروفہ اور ان کا حکم	مولانا محمد فاروق	۶۷۶
اہل کتاب کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح	مفتی محمد ارشاد پالنپوری	۶۸۱
اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے احکام	مفتی محبوب عالم قاسمی	۶۸۵
اہل کتاب سے متعلق دینی احکام	مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی	۶۸۹
ادیان باطلہ سے متعلق بعض شرعی امور	مولانا اسرار احمد آبادی قاسمی	۶۹۳
عصر حاضر میں کتابیہ عورتوں سے نکاح	مفتی ارشاد اللہ قاسمی	۶۹۷
اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام	مفتی عبد المنان	۷۰۲
اسلام کی آمد کے بعد ظاہر ہونے والے نئے مذاہب	مولانا اکرام الحق ربانی ندوی	۷۰۵
عصر حاضر میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کا مسئلہ	مولانا ابوالمکارم معروفی	۷۱۳

ہنود کی مذہبی کتاب وشخصیات سے متعلق احکام	مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی	۷۱۷
مسلم، عیسائی اور یہودی کے علاوہ دنیا کی دوسری قومیں	مفتی ابوحماد غلام رسول منظور القاسمی پہراوی	۷۲۰

چوتھا باب: اختتامی امور

مناقشہ	۷۲۵

☆☆☆

پیش لفظ

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کی کامیابی اور آخرت کی نجات ایمان لانے سے متعلق ہے، جو لوگ کفر پر مصر ہیں، وہ آخرت کے ناقابل تلافی نقصان کا راستہ اختیار کررہے ہیں؛ اس لئے آخرت میں ان تمام لوگوں کا یکساں حشر ہوگا، جنہوں نے ایمان کے بجائے کفر کا راستہ اختیار کر رکھا ہے؛ لیکن کفر سے بہت سے احکام دنیا میں بھی متعلق ہیں، ان احکام کے سلسلے میں شریعت میں غیر مسلموں کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک وہ لوگ جو سرے سے عقیدہ توحید کا انکار کرتے ہیں، اور مشرک یا ملحد ہیں، دوسرے وہ جو عقیدہ توحید کا اقرار کرتے ہیں؛ لیکن توحید کے خالص اور حقیقی تصور سے دور ہیں، اس دوسری قسم کے اہل کفر کو قرآن نے ''اہل کتاب'' سے تعبیر کیا ہے، یعنی ایسے لوگ جو آسمانی کتاب کے حامل ہیں؛ اگرچہ کہ ان کتابوں میں آمیزش ہوچکی ہے، اور وہ عقیدہ توحید کا اقرار کرتے ہیں؛ اگرچہ کہ ان کا عقیدہ اسلام کی نظر میں مکمل اور معتبر نہیں ہے۔

قرآن مجید نے بھی اہل کتاب کی حیثیت سے تین گروہوں کا ذکر کیا ہے، یہود، نصاریٰ اور صائبین، یہود و نصاریٰ کا گروہ تو آج بھی موجود ہے، اور سرزمین حجاز یا اس کے گرد و پیش میں عہد نبوی ﷺ میں بھی موجود تھا؛ لیکن صائبین پیغمبر اسلام ﷺ کی بعثت کے وقت حجاز اور اس کے قریب موجود نہیں تھے؛ اس لئے صائبین سے کون سا گروہ مراد ہے؟ اس کے بارے میں ہمیشہ سے اہل علم کے درمیان اختلاف رہا ہے، اور مفسرین اور فقہاء نے اپنے اپنے اندازوں کے مطابق صائبین کا گروہ متعین کرنے کی کوشش کی ہے؛ لیکن کچھ ایسی قومیں بھی ہیں، جو اپنی کتاب کو الہامی کتاب قرار دیتی ہیں، ان کے یہاں توحید، رسالت اور آخرت کا ذکر موجود ہے؛ لیکن چونکہ قرآن و حدیث نے ان کی مذہبی کتابوں کی تصدیق نہیں کی ہے؛ اس لئے ان کا اہل کتاب میں شامل ہونا یقینی نہیں ہے، دوسری اقوام کے علاوہ ہمارے برادران وطن کے بارے میں بھی کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ ان کو اہل کتاب میں شمار کیا جائے۔

پھر موجودہ دور میں جو یہود و نصاری ہیں، کیا وہ واقعی اہل کتاب ہیں، یا صرف نام کے یہودی اور عیسائی ہیں؟ یہ بات قابل غور ہے، اور مغربی ملکوں سے ذبیحوں کی سپلائی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کے رجحان کی وجہ سے اس مسئلہ کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔

اور اس طرح کے دوسرے مسائل پر غور کرنے کے لئے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے پچیسویں فقہی سمینار منعقد جامع دار الحدیث بدر پور، آسام فروری ۲۰۱۶ء کے لئے جن موضوعات کا انتخاب کیا گیا، ان میں ایک ''اہل کتاب اور ان سے متعلق مسائل'' بھی ہے، سمینار کے چار موضوعات میں اسی موضوع پر سب سے زیادہ مقالات آئے، یہ مجموعہ ان ہی مقالات، مناقشات، سوالنامہ، عرض مسئلہ اور فیصلہ پر مشتمل ہے جس کو عزیزی احمد نادر القاسمی (رفیق شعبہ علمی) نے بڑی خوش اسلوبی سے مرتب کیا ہے، امید ہے کہ یہ مجلّہ موضوع سے متعلق چشم کشا مواد فراہم کرے گا، اور اہل علم کے لئے نفع کا ذریعہ ثابت ہوگا، اللہ تعالی اکیڈمی کی کوششوں کو قبول فرمائے، **ربنا تقبل منا إنک أنت السمیع العلیم۔**

(خالد سیف اللہ رحمانی)

جنرل سکریٹری، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

تاریخ: 9/دسمبر 2016ء، مطابق 9 ربیع الاول 1438ھ

باب

تمہیدی امور

اکیڈمی کا فیصلہ:

اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام

۱- اہل کتاب قرآن وحدیث کی ایک اصطلاح ہے اور عہد نبوت سے ہی اہل کتاب کا لقب یہود ونصاری دوگروہوں کے ساتھ خاص ہے جمہور فقہاء بشمول متاخرین احناف نے اسی کوراجح قرار دیا ہے۔

۲- صائبین کی تحقیق میں آراء انتہائی مختلف رہی ہیں اس لئے ان کا معاملہ ہنوز مشتبہ ہے اس لئے کسی ایک رائے کواختیار کرنا مشکل ہے۔

۳- یہود ونصاری جب تک تورات وانجیل اور اپنے پیغمبر کے ماننے کے مدعی ہیں وہ قرآن وحدیث کی اصطلاح میں اہل کتاب کہلائیں گے، جو عیسائی یا یہودی جو منکر خدا اور مذہب بیزار اور وحی وپیغمبر کے سرے سے منکر ہیں وہ اہل کتاب کے ہرگز مصداق نہیں، نکاح وذبیحہ کے باب میں ان کا حکم اہل کتاب کا نہ ہوگا۔

۴، ۵- بابی، بہائی، سکھ اور قادیانی خواہ نسلی ہو یا بذات خود ان مذاہب کو اختیار کیا ہو وہ اہل کتاب میں داخل وشامل نہیں۔

۶: الف، ب- کتابیہ سے نکاح فی نفسہ جائز ہونے کے باوجود موجودہ دور میں کسی بھی ملک میں کتابیہ سے نکاح عموماً مفاسد ومضرات سے خالی نہیں، لہذا مسلمانوں کو اس سے گریز کرنا چاہئے۔

۷- کسی کتاب کا آسمانی اور کسی انسان کا نبی ورسول ہونا یہ دونوں مسئلے اعتقادات سے متعلق ہیں اور اعتقادات کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری ہے اور دیگر اقوام کی مذہبی کتابوں اور ان کے مقتداؤں کے نبی ورسول ہونے پر کوئی یقینی دلیل نہیں لہذا دیگر اقوام کی مذہبی کتابوں کا قرآن مجید کی بہت سی اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں محض موافقت کی وجہ سے ان کتابوں کے آسمانی کتاب ہونے کا یقین نہیں کیا جاسکتا اسی طرح ایسی شخصیتوں کے پیغمبر ہونے کا بھی یقین نہیں کیا جاسکتا ہے جن کے بارے میں کتاب وسنت خاموش ہیں۔

۸: الف- ہمدردان قوم وملت علماء وعوام پر لازم ہے کہ ایسے عصری معیاری تعلیمی اداروں کے قیام پر توجہ دیں جن میں عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی واخلاقی تعلیم وتربیت کا بھی نظم ہو، جب تک ایسے اداروں کا نظم نہ ہوتو بدرجہ مجبوری ان اداروں میں جہاں اخلاق ودینی عقائد کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو احتیاطی تدابیر کے نظم کے ساتھ تعلیم دلانے کی گنجائش ہے۔

ب- نان ونفقہ، حقوق زوجیت اور حسن معاشرت کے تعلق سے جو حقوق مسلمان بیویوں کے ہیں وہی حقوق کتابیہ بیویوں کے بھی ہیں محض کتابیہ ہونے کی بنا پر ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا اور چھوڑ کر بھاگ آنا درست نہیں، ہاں اگر کتابیہ بیویوں کی رفاقت سے دین متاثر ہو رہا ہوتو پھر اس سے علاحدگی اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

ج- اگر زوجہ کتابیہ اپنے مذہب کے مطابق مذہبی رسوم انجام دینا چاہے تو شوہر اس حد تک اس سے چشم پوشی سے کام لے گا کہ جس کا ضرر خود پر یا اپنے بچوں پر نہ پڑے۔

د-　　غیر مسلم رفاہی اداروں میں خدمت کرنے اور ان سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کو احتیاط برتنا چاہئے اگر ان اداروں میں کسی ملازم کے ذمہ کوئی ایسا کام سپرد کیا جائے یا فرض وغیرہ سے استفادہ کے نتیجہ میں کوئی ایسا کام کرنا پڑے جس میں عیسائیت کے مشن کی اعانت یا ترویج ہو یا باطل عقائد ونظریات سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی خدمت سے انکار واجب ہے اور استفادہ جائز نہیں۔ ملی وسماجی مسلم تنظیموں کی یہ ذمہ داری ہے کہ متبادل نظام پر توجہ دیں۔

☆☆☆

سوالنامہ:

اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام

نکاح سے نسل انسانی کی بقاء، عفت وعصمت کی حفاظت اور خاندان کا وجود متعلق ہے، یہ مرد کے لیے بھی وجہ سکون ہے اور عورت کے لیے بھی، اسی لیے شریعت میں نکاح وطلاق سے متعلق احکام میں اس بات کو ملحوظ رکھا گیا ہے کہ اس رشتہ کو سوچ سمجھ کر وجود میں لایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو، برقرار رکھنے اور ٹوٹنے سے بچانے کی کوشش کی جائے، اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا ہے کہ زوجین کے درمیان فکری، سماجی، معاشی اور تہذیبی ہم آہنگی پائی جائے، اسی نقطۂ نظر سے کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلم مرد سے یا کسی مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب عورتوں کے سوا کسی اور غیر مسلم عورت سے نہیں ہوسکتا، اس کا ایک خصوصی سبب یہ بھی ہے کہ نکاح کے ذریعہ زوجین ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اور دونوں مل کر اپنے بال بچوں کی فکری واخلاقی تربیت کرتے ہیں، تو ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان خاندان میں غیر مسلم مرد یا عورت کا داخل ہوجانا اس خاندان کے دینی مزاج پر اثر انداز ہونے لگے۔

غیر مسلموں سے نکاح کے سلسلہ میں شریعت نے دو بنیادی اصول مقرر کیے ہیں: اول یہ کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلم مرد سے نہیں ہوسکتا، خواہ وہ عام مشرکین میں سے ہو یا اہل کتاب میں سے، دوسرا اصول یہ ہے کہ مسلمان مرد کے غیر مسلم عورت سے نکاح کرنے میں غیر مسلموں کے دو درجات متعین کیے گئے ہیں، ایک: عام کفار ومشرکین، دوسرے: اہل کتاب۔ پہلے درجہ کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں، دوسرے درجہ کی غیر مسلم عورتوں سے نکاح کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

اس کے علاوہ بعض اور مسائل میں بھی اہل کتاب کے احکام دوسرے غیر مسلم بھائیوں سے مختلف ہیں، جیسے عام کفار ومشرکین کا ذبیحہ جائز نہیں، اہل کتاب کا ذبیحہ بعض شرطوں کے ساتھ جائز ہے، اکیڈمی کے ساتویں فقہی سمینار میں ''مشینی ذبیحہ'' کے عنوان کے تحت یہ موضوع آچکا ہے۔ قرآن مجید میں اہل کتاب کو مسلمانوں کے ساتھ مشترکہ اقدار (کلمہ سواء) پر آنے کی ترغیب دی گئی ہے، وہ جن کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، مسلمانوں کو اجمالی طور سے ان پر ایمان رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ جن مقدس شخصیتوں کو تسلیم کرتے ہیں، قرآن مجید نے ان کے نبی ہونے کی تصدیق کی ہے؛ اس لیے ان کے نبی ہونے پر ایمان رکھنا ایک مسلمان کے لیے جزو ایمان ہے۔

اس پس منظر میں اہل کتاب کی حقیقت اور ان سے متعلق احکام پر غور کرنے کی ضرورت ہے؛ کیونکہ آج دنیا کے بیشتر علاقوں میں انسان ایک کثیر مذہبی معاشرہ میں زندگی گزارتا ہے، جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان سماجی تعلقات پائے جاتے ہیں اور میل جول کا ماحول رہتا ہے، چنانچہ درج ذیل سوالات آپ کی خدمت میں پیش ہیں، امید کہ آپ کتاب وسنت، آثار صحابہ نیز ائمہ متبوعین اور سلف صالحین کے اجتہادات سے استفادہ کرتے ہوئے تفصیل کے ساتھ جوابات تحریر کریں گے۔

۱- اہل کتاب کی تعریف کیا ہے؟

۲- قرآن مجید میں اہل کتاب کی حیثیت سے یہود ونصاریٰ اور صائبین کا ذکر آیا ہے، ان میں سے یہود ونصاریٰ تو معروف ہیں؛ لیکن

صائبین سے کون لوگ مراد ہیں اور کیا اب یہ گروہ پایا جاتا ہے؟ اس بات کی وضاحت فرمائیں۔

۳- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو یہود ونصاریٰ تھے، وہ بھی بہت سی گمراہیوں کے باوجود ایک خدا کے قائل تھے، اگرچہ عیسائی تین کے مجموعہ کو ایک مانتے تھے۔ اسی طرح وہ وحی، نبوت، ملائکہ اور آخرت میں جزا وسزا کو بھی تسلیم کرتے تھے؛ البتہ رسول اللہ ﷺ کو نبی نہیں مانتے تھے؛ لیکن موجودہ دور میں یہ صورت حال نہیں ہے، خاص کر مغربی ملکوں میں جو لوگ اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتے ہیں، ان میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جو خدا کے وجود ہی کی قائل نہیں ہے، اگر خدا کو مانتے ہیں تو وحی ورسالت اور آخرت کو نہیں مانتے، کیا ایسے لوگوں کا شمار بھی یہود ونصاریٰ میں ہوگا اور نکاح وذبیحہ کے معاملہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کیا جائے گا؟

۴- بعض ایسے باطل ادیان بھی ہیں، جو شریعت محمدی کے نازل ہونے کے بعد ایجاد کیے گئے ہیں، جیسے بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی، ان میں سے بعض گروہ قرآن کو بھی اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں یا محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے بعد کسی اور الہامی کتاب کے اور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعویدار ہیں، کیا ان کا شمار بھی اہل کتاب میں ہوگا؟

۵- قادیانی دو طرح کے ہیں: ایک: وہ جو خود مرتد ہوئے ہیں، دوسرے: وہ جن کے آبا واجداد مرتد ہوئے اور وہ نسلی طور پر قادیانی ہیں، اگر قادیانی اہل کتاب میں سے نہیں ہیں تو کیا قادیانیوں میں سے دوسرا گروہ یعنی نسلی قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار کیا جاسکتا ہے؟

۶- بعض فقہاء نے اہل کتاب سے نکاح کے مسئلہ میں دار الاسلام اور دار الکفر کے درمیان فرق کیا ہے، دار الاسلام میں مباح قرار دیا ہے اور دار الکفر میں مکروہ، لیکن:

الف: آج کل مسلم ممالک میں اگر کوئی مسلمان لڑکا یہودی یا عیسائی لڑکی سے نکاح کرلے تو مغرب کے فکری تسلط کی وجہ سے بیوی کے شوہر پر اثر انداز ہونے کا پورا خطرہ رہتا ہے، خاص کر عرب ملکوں میں مسلمان حکمرانوں، فوجی کمانڈروں اور اعلیٰ سرکاری عہدہ داروں کے یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے نے عالم اسلام کو غیر معمولی فوجی، سیاسی اور معاشی نقصان پہنچایا ہے۔ ان حالات میں دار الاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

ب: مغربی ممالک میں مسلمان مختلف محرکات جیسے مزاجی ہم آہنگی، ویزہ کی سہولت وغیرہ کے تحت یہودی وعیسائی کی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ نکاح دعوتی نقطۂ نظر سے کیا ہے اور یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اکثر وبیشتر مسلمان مردوں کے نکاح میں آنے والی عورتیں دامن اسلام میں آجاتی ہیں اور پھر وہ ایمان کی روشنی اپنے خاندان اور سماج تک بھی پہنچانے کی کوشش کرتی ہیں تو کیا اس صورت حال میں بھی ان لوگوں کے قول پر اہل کتاب سے نکاح کرنے کی کراہت باقی رہے گی، جو دار الکفر میں اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟

۷- قرآن مجید میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر زبان میں اپنی کتاب نازل فرمائی ہے؛ لیکن جن انبیاء اور آسمانی کتابوں کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے، ان کے علاوہ دوسری شخصیتوں اور کتابوں کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ کیا وہ اپنے عہد کے پیغمبر تھے اور کیا ان کے ماننے والوں کے پاس جو مذہبی کتاب موجود ہے، اور وہ ان کو خدائی تعلیمات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں، کیا وہ آسمانی کتابیں ہیں، جن میں تورات وانجیل کی طرح ان کے ماننے والوں نے آمیزشیں کردی ہیں؟ اسی سے یہ سوال ابھرتا ہے کہ ہندو

مذہب کی کتابوں خاص کر ویدوں میں توحید کی واضح تعلیمات موجود ہیں، آخرت کا تصور بھی ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خوش خبری بھی ہے اور اس میں قریب قریب صراحت کے ساتھ آپ کے اسماء مبارکہ 'احمد' اور 'محمد' کا لفظ استعمال ہوا ہے تو کیا برادران وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں، کیا یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ اپنے اپنے عہد میں اللہ کے پیغمبر رہے ہوں گے اور جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے معاملہ میں مبالغہ سے کام لیا، ان کے ماننے والوں نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہوگا اور کیا ان کی کتابوں کو قرآن مجید کی بیشتر اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

۸- اہل کتاب سے سماجی تعلقات کے سلسلہ میں چند باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

الف: عیسائی مشنریز تعلیم پر خصوصی توجہ دیتی رہی ہیں اور پورے ملک میں ان کے اسکولوں کا جال بچھا ہوا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان اسکولوں سے پڑھ کر نکلنے والے طلبہ وطالبات کی ایک اچھی خاصی تعداد الحاد ودہریت کا شکار ہوجاتی ہے اور ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ پکڑ لیتے ہیں، ان حالات میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینے کا کیا حکم ہے، کیا مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے؛ تاکہ ان کے بچے عصری تعلیم سے آراستہ ہوسکیں اور ان کو روزگار کے مواقع حاصل ہوسکیں، یا اس سے اجتناب کرنا چاہیے اور متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر توجہ دینی چاہیے؟

ب: اگر اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے تو اس کے کیا حقوق ہوں گے؟ کیا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں، کیا نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دے دینے کی اجازت ہوگی۔

ج: جو اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں، وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہیں یا نہیں؟

د: عیسائی مشنریز کثرت سے ہاسپٹل اور قرض مہیا کرنے والے ادارے بھی قائم کرتی ہیں، یہ ادارے خدمت خلق کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ اور کم سے کم دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کردینے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں، ایسے اداروں میں خدمت کرنے اور ان کی خدمات سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کا کیا رویہ ہونا چاہیے؟

☆☆☆

تلخیص مقالات:

اہل کتاب اوران سے متعلق مسائل

ملخص: مفتی احمد نادر القاسمی ☆

ہندوستان کے مشرقی خطہ اورعود کی لکڑی، فرحت بخش چائے کے باغات، اور دیگر خوشبودار پودوں کی کاشت کے لئے مشہور اور کثیر مسلم آبادی والے صوبہ آسام کے مشہور شہر بدر پور میں منعقد ہونے والے اسلامک فقہ اکیڈمی کے ۲۵ ویں فقہی سمینار کا ایک اہم موضوع ''اہل کتاب کے احکام'' سے متعلق ہے، اور ۸ / مرکزی سوالات اور ٦ / ذیلی دفعات پر مشتمل ہے، جن میں دنیا کے تبدیل شدہ سماجی اور معاشرتی نظام، فکری تنوع، اور مذہبی عقائد و مسلمات کو مدنظر رکھتے ہوئے عصری پس منظر میں اہل کتاب کی صحیح تعیین ومصداق، کتابیہ خواتین سے نکاح، اہل کتاب کے ذبائح، قادیانی جیسی مرتد جماعت کے اہل کتاب کا حصہ ہونے یا نہ ہونے، نیز سماج کی وہ اکائیاں جو اپنے آپ کو کسی نہ کسی طرح مذہبی اور الہامی کتاب کا حامل تصور کرتی ہیں، ان سے متعلق بعض شرعی احکام ومسائل پر مشتمل امور کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔

فقہ اکیڈمی نے جو سوالنامہ جاری کیا تھا، اور اہل علم و دانش نے جو اس کے جوابات، علمی مقالات، تحریریں اور اپنی قیمتی آراء اکیڈمی کو بھیجی ہیں، ان کی تلخیص اور دلائل پیش خدمت ہے:

مقالات کی تلخیص کرتے وقت جن ٦۵ / حضرات اہل علم کی تحریریں راقم الحروف کو موصول ہوئی تھیں ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

ڈاکٹر مولانا شاہ جہاں ندوی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، قاضی محمد حسن ندوی (ماٹلی والا گجرات)، مفتی سلمان پالن پوری قاسمی، مفتی محمد ارشاد پالن پوری، مفتی محمد سلطان قاسمی کشمیری، مفتی شبیر احمد دیولوی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی صادق محمد پٹیل، مفتی محمد عثمان، مفتی محمد شباب، مولانا عبید الرحیم سعادتی، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا محمد اکرم رشید لوناواڑا، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا اسرار احمد آبادی، مفتی لطیف الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد شکیل سعادتی، مولانا ثابت شمیم رشادی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، مفتی باقر ارشد قاسمی بنگلوری، مولانا محمد احسن عبد الحق ندوی، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی عبد المنان (آسام)، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی (آسام)، مولانا عبد الرب (ہانسوٹ)، مفتی ابوحماد غلام رسول منظور القاسمی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی عابد الرحمٰن مظاہری بجنوری، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد ارشد علی رحمانی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مفتی اعجاز الحسن بانڈے قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا مصطفیٰ قاسمی آواپوری، مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مولانا عظمت اللہ میر، قاضی تبریز عالم، مولانا محمد آزاد بیگ، مفتی

☆ رفیق شعبہ علمی، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)۔

محمد یوسف قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی، جناب عبدالرشید اگوان۔

اس موضوع پر جو سوالنامہ جاری ہوا تھا اس کا پہلا سوال ہے:

۱- اہل کتاب کی تعریف کیا ہے؟

اہل کتاب کی تعریف تمام مقالہ نگاران نے تقریباً وہی نقل کی ہے جو عام طور سے فقہ وتفسیر کی کتابوں میں منقول ہے، یعنی ایک تعریف وہ ہے جو جمہور نے کی ہے اور دوسری تعریف وہ ہے جو فقہاء حنفیہ نے کی ہے، دونوں یہاں نقل کی جاتی ہے:

جمہور کی تعریف:

جمہور علماء کے نزدیک اہل کتاب سے مراد اپنے تمام فرقوں کے ساتھ صرف یہود ونصاری ہیں۔

اس تعریف کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنے مقالات میں نمایاں طور پر نقل کیا ہے:

پروفیسر سعود عالم قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی محمد سلطان قاسمی کشمیری، مفتی شبیر احمد دیولوی، مولانا مظاہر حسین عماد القاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبیدالرحیم سعادتی، مولانا عبیداللہ ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا محمد شکیل سعادتی، مفتی باقر ارشد بنگلوری، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا عبدالرب سعادتی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی۔

دلائل اور حوالہ جات:

مذکورہ حضرات مقالہ نگاران نے عام طور سے حنفیہ کی نقل کردہ اہل کتاب کی تعریف کے علاوہ مندرجہ ذیل آیات واحادیث اور فقہاء کی نقل کردہ تعریفات قلم بند کئے ہیں:

- ''**أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا و إن كنا عن دراستهم لغافلين**'' (سورہ انعام:۱۵۶)۔اس آیت میں حضرات ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین کی رائے کے مطابق ''طائفتین'' سے مراد یہودی اور نصرانی ہی ہے (دیکھئے مقالہ: مولانا ریحان مبشر قاسمی)۔
- قرآن کریم میں ۳۱؍مقامات پر اہل کتاب کو مخاطب کیا گیا ہے اور چار قسم کے صیغے استعمال ہوئے ہیں، مثلاً: ''**أوتوا الكتاب، و أتيناهم، أورثوا الكتاب، و طعام الذين أوتوا الكتاب**''۔ اور اسی طرح ''**يأهل الكتاب**'' ان تمام آیتوں اور صیغوں میں یہود ونصاری کو ہی مراد لیا اور مخاطب کیا گیا ہے (دیکھئے: قرطبی ۲؍۲۶، دعوۃ التقریب بین الادیان ؍۴۳، جامع البیان ۳؍ ۳۰۴،۳، ۸؍ ۹۳، البحر المحیط ۳؍۴۳۱، احکام القرآن للجصاص ۳؍۱۱۸، ماخوذ از مقالہ: مولانا عبدالرب سعادتی)۔
- ''**واستدل الجمهور بقوله تعالىٰ: ''أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا'' قالوا: ولأن تلك الصحف كانت مواعظ وأمثالاً لا أحكام فيها، فلم يثبت لها حكم الكتب المشتملة على أحكام**'' (الموسوعۃ الفقہیۃ ۷؍۱۴۰)۔
- ''**اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم**'' (سورہ مائدہ:۵)۔
- علامہ ابن قدامہ نے ان فرقوں کو اہل کتاب سے موافقت اور مشابہت رکھنے کی وجہ سے ان کو اہل کتاب قرار دیتے ہوئے لکھا ہے: ''و

أهل الكتاب .... وهم أهل التوراة، و أهل الإنجيل، قال الله تعالیٰ: و أن تقولوا أيضاً الخ .... فأهل التوراة اليهود والسامرة وأهل الإنجيل النصارى و من وافقهم فی أهل دينهم من الأفرنج والأرمن وغيرهم " (المغنی مع الشرح الکبیر ۷/ ۵۰۱،قاضی محمد حسن ندوی)۔

احادیث میں اہل کتاب کا ذکر:

- "و روی عبادة بن نسّی عن غضيف بن الحارث أن عاملا لعمر بن الخطاب رضی الله عنه كتب إليه أن خامسا من السامرة يقرؤن التوراة ويسبتون السبت ولا يؤمنون بالبعث فما ترى؟، فكتب إليه عمر أنهم طائفة من أهل الكتاب" (أحکام القرآن للجصاص ۲/ ۳۲۳،ماخوذ از مقالہ: قاضی محمد حسن ندوی)۔
- "عن ابن عمر مرفوعاً مثلكم ومثل أهل الكتابين كمثل رجل استاجر أجراء، فقال: من يعمل لی من غدوة إلى نصف النهار على قيراط؟، فعملت اليهود ثم قال: من يعمل لی من نصف النهار إلى صلاة العصر على قيراط؟ فعملت النصارى، ثم قال: من يعمل لی من العصر إلى أن تغيب الشمس على قيراطين؟ فأنتم هم، فغضب اليهود والنصارى" (صحیح البخاری ۳/ ۴۹، ۵۰)۔
- "عن أبي هريرة مرفوعاً أ تريدون أن تقولوا كما قال أهل الكتابين من قبلكم سمعنا وعصينا، بل قولوا: سمعنا و أطعنا غفرانك ربنا و إليك المصير" (صحیح مسلم ۱/ ۱۱۵)۔
- "أيضاً عن أبی هريرة مرفوعاً افترقت اليهود على إحدى أو ثنتين و سبعين فرقة، وتفرقت النصارى على إحدى أو ثنتين وسبعين فرقة" (أبوداؤد ۵/ ۴-۶،ماخوذ از مقالہ: عبدالرب سعادتی)۔
- "ذهب جمهور الفقهاء إلى أن أهل الكتاب هم اليهود والنصارى بفرقهم المختلفة، وتوسع الحنفية فقالوا: إن أهل الكتاب هم: كل من يؤمن بنبي ويقر بكتاب، ويشمل اليهود والنصارى، ومن أمن بزبور داؤد و صحف إبراهيم وشيث وذلك، لأنهم يعتقدون دينا سماويا منزلاً بكتاب" (الموسوعۃ الفقہیۃ ۷/ ۱۴۰)(اس تعریف کو تقریباً تمام ہی مقالہ نگاران نے نقل کیا ہے)۔
- "وأهل الكتاب كانوا ينصرون دين الأسباط، ويذهبون مذهب بنی اسرائيل ...... اليهود والنصارى وهاتان الأمثال من كبار أمم أهل الكتاب والأمة اليهودية أكبر، لأن الشريعة كانت لموسى عليه السلام وجميع بنی اسرائيل كانوا متعبدين بذلك، متكلفين بالتزام أحكام التوراة والإنجيل النازل على المسيح عليه السلام ولايتخذ أحكاما ولا يستبطن حلالا ولا حراماً، ولكنه رموز وأمثال ومواعظ ومزاجر وما سواها من الشرائع و الأحكام، فمحالة على التوراة كما سنبين، فكانت اليهودية بهذه القضية لم ينقادوا بعيسى بن مريم عليه السلام و أدعوا عليه أنه كان ماموراً بمتابعة موسى عليه السلام و موافقة التوراة، فغيّر وبدل، وعدوا عليه تلك التغيرات، منها: تغير السبت إلى الأحد، ومنها: تغيير أكل لحم الخنزير وكان حراما فی التوراة، ومنها: الختان والغسل وغير ذلك .... وهم أمة موسى عليه السلام وكتابهم التوراة، وهو أول كتاب نزل من السماء" (الملل والنحل للشہرستانی ۱/ ۲۰۸-۲۱۰،ماخوذ از مقالہ ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی)۔

احناف کے نزدیک اہل کتاب کی تعریف:

حنفیہ نے اہل کتاب کی جو تعریف کی ہے اس میں عموم رکھا ہے اور ہر اس جماعت کو اہل کتاب قرار دیا ہے جو کسی بھی نبی مرسل پر ایمان اور ان پر نازل ہونے والی کتاب کا اقرار کرتی ہو۔ اکثر اہل علم نے فتاوی ہندیہ، شامی، اور موسوعہ فقہیہ کے حوالہ سے اہل کتاب کی یہ تعریف اپنے مقالے میں درج کی ہے، اور صرف جمہور اور احناف کی نقل کردہ تعریف نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ ترجیحی پہلو پر کوئی گفتگو نہیں کی ہے، اس اعتبار سے محض تعریفات نقل کرنے پر مقالہ نگاران کا اتفاق کہا جا سکتا ہے۔ ہم یہاں مقالہ نویسوں کے اسمائے گرامی بخوف طوالت حذف کرتے ہیں اور چند تحریروں کے حوالہ سے احناف کی تعریف بطور مثال پیش کرتے ہیں:

- ''وتوسع الحنفية، فقالوا: إن أهل الكتاب هم: كل من يومن بنبى ويقر بكتاب، و يشمل اليهود والنصارى، ومن آمن بزبور داؤد وصحف إبراهيم وشيث، وذلك، لأنهم يعتقدون دينا سماويا منزلاً بكتاب'' (موسوعہ فقہیہ ۱۴۰/۷، مادہ: اہل الکتاب)۔
- ''وفى النهر عن الزيعلى: واعلم أن من اعتقد دينا سماويا، وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث و زبور داؤد، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم'' (ردالمختار ۱۳۵/۴، فتاوی الہندیہ ۲۸۱/۱)۔
- ''أهل الكتاب هم اليهود المشهور ببني اسرائيل والنصارى وغيرهما، وممن اعتقدوا دينا سماويا، ولهم كتاب منزل كصحف إبراهيم وتوراة موسى و زبور داؤد و إنجيل عيسى على نبينا عليه الصلاة والسلام'' (التعریف الفقہیۃ/۱۹۷)۔
- ''فأهل الكتاب – هو كل من يؤمن بكتاب سماوى و ينتمى إلى نبى من الأنبياء السابقين، فمن يؤمن بالتوراة أو الإنجيل أو الزبور بصحف إبراهيم وشيث، فهو من أهل الكتاب، وهذا ما ذهب إليه الأحناف من الفقهاء و بنوا عليه مسائل كثيرة'' (قضایا فقہیۃ معاصرۃ، للدکتور بدر الحسن القاسمی/۱۰۱، ماخوذ از مقالہ قاری ظفر الاسلام)۔

مذکورہ تعریفات کے علاوہ بہت سے مقالہ نگاران نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کتاب ''قاموس الفقہ''، حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''جواہر الفقہ''، اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب ''الفتح الملہم'' اور ''الفقہ الاسلامی وأدلتہ للزحیلی'' کے حوالہ سے بھی اہل کتاب کی تعریف نقل کی ہے۔

مولانا ریحان مبشر قاسمی نے تجزیاتی انداز میں بحث کرتے ہوئے اہل کتاب کو چار گروہوں میں تقسیم کیا ہے اور چاروں کی تفصیل اس طرح کی ہے:

- **پہلا گروہ:** حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے تمام فرقے اہل کتاب ہیں، یہ جمہور علماء اور احناف میں سے امام ابو بکر جصاص رازی کی رائے ہے۔
- **دوسرا گروہ:** اہل کتاب سے مراد بنی اسرائیل کے صرف وہی لوگ ہیں جنھوں نے یہودیت یا نصرانیت اختیار کی، ان کے علاوہ عرب وعجم میں سے جنھوں نے بھی یہودیت یا نصرانیت اختیار کی وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہیں، خواہ نزول قرآن سے پہلے یا بعد میں، اس رائے کو سیدنا امام شافعی کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔
- ''ومن الناس من يزعم أن أهل الكتاب هم بنو إسرائيل الذين ينتحلون اليهودية والنصرانية دون من سواهم من

العرب و العجم الذين دانوا بدينهم، ولم يفرقوا في ذلک بين من دان بذلک قبل نزول القرآن و بعده“ (احکام القرآن للجصاص ۳/ ۳۲۲)۔

- نیز:”ولقد آتينا بني إسرائيل الكتاب والحكم والنبوة و رزقناهم من الطيبات وفضلناهم على العالمين“ (سورہ الجاثیہ/ ۱۶)۔
- نیز:”عن على أنه قال: لا تأكلوا ذبائح نصارى العرب، فإنهم لايتمسكون من النصرانية، إلا بشرب الخمر“ (مصنف عبدالرزاق:۷/ ۱۸۶، حدیث:۱۲۷۱۵)۔
- ”أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: ما نصارى العرب بأهل الكتاب وما تحل لنا ذبائحهم وما أنا بتاركهم حتى يسلموا أو أضرب أعناقهم“ (مسند الشافعی ۳/ ۲۴۸، اثر نمبر:۱۴۵۵)۔
- **تیسرا گروہ:** اہل کتاب سے مراد ہر وہ شخص ہے جو کسی نبی پر ایمان رکھتا ہو اور ساتھ ساتھ کسی آسمانی کتاب کو تسلیم کرتا ہو، یہ رائے احناف اور ابن حزم ظاہری کی ہے، دلیل میں ”موسوعہ فقہیہ“ کی عبارت پیش کی ہے جو اوپر درج ہو چکی ہے۔
- **چوتھا گروہ:** بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مجوس بھی اہل کتاب میں شامل ہیں، مگر یہ شاذ رائے ہے اور امام جصاص رازی نے اس کی صراحت کی ہے:
- ”عن عبد الرحمن بن عوف مرفوعاً: إنما المجوس طائفة من أهل الكتاب فأحملوهم على ما تحملون عليه أهل الكتاب“ (اعلاء السنن ۱۱/ ۴۰)۔
- ”واختلف في المجوس، فقال جلّ السلف وأكثر الفقهاء، ليسوا أهل الكتاب، وقال آخرون: هم أهل الكتاب والقائلو ن بذلک شواذ“ (احکام القرآن ۳/ ۳۲۶، ماخوذ از مقالہ مولانا ریحان مبشر قاسمی اجراڑہ)۔
- ”ما رواه الشافعي ...... فقال على: أنا أعلم الناس بالمجوس كان لهم علم يعلمونه وكتاب يدرسونه و إن ملكهم سكر، فوقع على ابنته أو أخته فاطلع عليه بعض أهل مملكته، فلما أصبح جاؤوا ليقيموا عليه الحد، فامتنع منهم، فدعا أهل مملكته فقال: تعلمون دينا خيرا من دين آدم؟ قد كان آدم ينكح بنيه من بناته فأنا على دين آدم، فما ترغب بكم عن دينه، فبايعوه على ذلک، وقاتلوا من خالفهم، فأصبحوا وقد أسرى على كتاب بهم فرفع من بين أظهرهم، وذهب العلم الذى فى صدورهم، وهم أهل كتاب، وقد أخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم عنهم الجزية“ (اعلاء السنن ۱۱/ ۴۰) ساتھ ہی موصوف نے حضرت علی اور عبدالرحمٰن بن عوف والے اثر کا جواب بھی نقل کیا ہے (دیکھئے: موصوف کا مقالہ)

سوال نمبر ۲: قرآن مجید میں مذکورہ صابئین سے مراد اور اس کی موجودگی:

لغوی تعریف:

”صبأ“ لغت کے اعتبار سے ’نکلنے‘ کو کہتے ہیں، جب اندھیرا ہونے کی وجہ سے ستارے آسمان پر نمودار ہو جاتے ہیں تو کہا جاتا ہے۔ ”صبأت النجوم“ (تارے نکل آئے) اسی طرح ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لینے والے شخص کو بھی صابی کہا جاتا ہے، یعنی ”من خرج من دين إلى دين“ (وہ شخص آبائی دین چھوڑ کر نئے دین میں داخل ہو گیا) (دیکھئے: فتح القدیر ۳/ ۱۳۵، الموسوعۃ الفقہیۃ ۷/ ۱۴۰)۔

اہل عرب بھی ان لوگوں کو صابی کہتے تھے جو ان کا آبائی مذہب چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوجاتے تھے۔"وكانت العرب تسمى بالنبي ﷺ الصابی، لأنه خرج من دين قريش إلى دين الاسلام" (النہایۃ المحتاج)۔

موقف اور آراء:

یہ فرقہ اہل کتاب میں سے تھا، یا ہے؟ یا نہیں ہے اس بارے میں ماضی میں بھی اہل علم، فقہاء اور مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا رہا ہے، اور اب بھی ہے، اس کا اظہار سبھی حضرات اہل علم اور مقالہ نویسوں نے کیا ہے، بلکہ یوں کہئے کہ اسی قدیم اختلاف آراء کی وجہ سے ہمارے مقالہ نگاران حضرات کے درمیان بھی اس کی تشریح وتعیین میں مختلف رائیں پائی جاتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

پہلی رائے:

صابئین کے بارے میں پہلی رائے یہ ہے کہ اس فرقہ کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہے، بلکہ یہ ستارہ پرست قوم ہے۔ اس رائے کے حامل مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مولانا عبید الرحیم سعادتی، مفتی محمد یوسف قاسمی، مفتی محمد سلطان قاسمی، مفتی شبیر احمد دیولوی، مفتی شاہ جہاں ندوی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، مفتی اشرف قاسمی گونڈوی، مولانا محمد شباب، مفتی عبدالمنان آسام، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا ارشد علی رحمانی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا آزاد بیگ، مولانا محمد مصطفی قاسمی، مفتی اعجاز الحسن بانڈے کشمیر، مفتی عابد الرحمٰن مظاہری بجنور، مولانا اختر امام عادل۔

مذکورہ حضرات نے یہ رائے قائم کرنے کے لئے انہیں تفسیری عبارات اور فقہاء کی تصریحات کو بنیاد بنایا ہے اس سلسلہ کی تمام عبارات چونکہ مشترک ہیں اور سبھوں نے انہیں عبارتوں کو بنیاد بنایا ہے، اس لئے انہیں ہم آگے ذکر کریں گے، سنذكرها آنفاً إن شاء الله۔

دوسری رائے:

صابئین کے بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ یہ فرقہ اہل کتاب میں سے تھا، ابتداء میں توحید ورسالت پر قائم اور انبیاء سابقین پر ایمان رکھتا تھا، بعد میں وہ یہود ونصاری کے ساتھ ضم ہوگیا، اس رائے کو مندرجہ ذیل حضرات نے اختیار کیا ہے:

مولانا ریحان مبشر قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا فاروق دربھنگوی، قاضی تبریز عالم، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مفتی شبیر احمد قاسمی مراد آبادی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی۔

تیسری رائے:

صابئین کے بارے میں تیسرا موقف یہ سامنے آیا ہے کہ ان حضرات نے صرف فقہاء اور مفسرین کے اقوال نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے، کوئی رائے قائم نہیں کی ہے کہ اس گروہ کو کس زمرے میں رکھا جائے۔

ان کے اسمائے گرامی اس طرح ہیں:

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، ڈاکٹر قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد سعود عالم قاسمی، مولانا عبدالرب سعادتی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا احسن عبدالحق ندوی، مفتی سلمان پالن پوری، مولانا غلام رسول منظور قاسمی، مولانا عظمت اللہ میر، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی اشرف عباس باسمی)۔

مذکورہ تینوں موقف کے حاملین نے جن عبارات کو بنیاد بنایا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

الف: قرآن کریم کی وہ آیات جن میں صابئین اور انبیاء سابقین کی شریعت کا ذکر آیا ہے:

- ''إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من آمن بالله واليوم الآخر و عمل صالحاً فلهم أجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون'' (سورہ البقرہ:۶۲)۔
- ''و إذا أخذنا من النبيين ميثاقهم ومنک ومن نوح و إبراهيم و موسى و عيسى ابن مريم، و أخذنا منهم ميثاقا غليظاً ليسئل الصادقين عن صدقهم''(سورہ الاحزاب:۷)۔
- ''شرع لكم من الدين ما وصى به نوحا والذى أوحينا إليک وما وصينا به إبراهيم وموسى وعيسى أن أقيموا الدين ولا تتفرقوا فيه'' (سورہ الشوریٰ:۱۳)۔
- ''إن الذين آمنوا والذين هادوا والصابئين والنصارى والمجوس والذين أشركوا إن الله يفصل بينهم يوم القيامة، إن الله على كل شئى شهيد'' (سورہ الحج:۱۷)۔
- ''والصابئين طائفة من اليهود والنصارى''(روح القرآن ۱/۷۷)۔
- ''الصابؤن فرقة من أهل الكتاب يقرأون الزبور ويصلون للقبلة .... قوم يعبدون الكواكب بمعنى أن الله جعلها قبلة إليها'' (ابن کثیر ۱/ ۱۴۰)۔
- ''الصابئين يصلون إلى القبلة ويصلون الخمس'' (عن حسن البصرى) والصابئون قوم بين المجوس واليهود والنصارى وليس لهم دين .هم قوم يشبه دينهم دين النصارى إلا أن قبلتهم نحو مهبّ الجنوب، يزعمون أنهم على دين نوح عليه السلام، الصابئون الذين لم تبلغهم دعوة نبي أنهم قوم ليسوا على دين اليهود و لا النصارى ولا المجوس ولا المشركين، و إنما هم باقون على فطرتهم، ولا دين مقررلهم يتبعونه ويتفقونه، ولهذا سائر أديان أهل الأرض إذ ذلک، فمن أجل ذلک كان يشبهونهم بهم، يعنى فى قول لا إله إلا الله. الصابؤن قوم مما يلى العراق وهم بكوثى''(تفسیر ابن کثیر ۱۴۰-۱۳۹،تفسیر ماجدی ۱/ ۱۵۱)۔دیکھئے: مقالہ اکرام الحق ربانی ندوی)۔
- ''وحكى القرطبى عن مجاهد والحسن أنهم قوم تركب دينهم بين اليهود والمجوس، ولا تؤكل ذبائحهم، وقال ابن عباس: ولا تنكح نسائهم'' (ابن کثیر ۱/ ۲۵۶)۔
- ''وذكر الكرخى رحمه الله تعالىٰ: أنه لا خلاف بينهم فى الحقيقة، و إنما اختلفوا؛ لأنهم صنفان،صنفاً منهم يقرون نبوة عيسى السلام، و يقرون الزبور، الصابى إذا كان من هذا الصنف، منهم ينكرون النبوة والكتاب أصلا ويعبدون الشمس فهم كعبدة الأوثان لا يؤكل صيدهم ولا تحل ذبيحتهم، وإنما أجاب أبو يوسف ومحمد رحمهما الله بحرمة الصيد والذبح فى حق هؤلاء''(فتاویٰ قاضی خان ۳/ ۲۶۲-۲۶۱)۔
- ''والصابؤن جمع صابى، وقيل: صاب، ولذلک اختلفوا فى همزه و همزةٗ، الجمهور، إلا نافعا فمن همزةٗ جعله صبأت النجوم إذا طلعت وصبأت تنية الغلام إذا خرجت ومن لم يهمز جعله صبا يصبو إذا مال، فالصابى فى اللغة من خرج ومال من دين إلى دين، ولهذا كانت العرب تقول لمن أسلم قد صبأَ فالصابؤن قد خرجوا من

دین أهل الکتاب'' (الجامع لأحکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۹۵)۔

- ''وأما الصابئات فتجوز للمسلم عند أبی حنيفة، وتکره، ولا تجوز عندهما، وکذلک ذبائحهم، وهذا الاختلاف بناء علی أنه وقع عند أبی حنيفة أنهم قوم من النصاری يقرؤن الزبور ويعظمون بعض الکواکب کتعظيمنا القبلة، وهما جعلا تعظيمهم لبعض الکواکب عبادة منهم لها، فکانوا کعبدة الأوثان، کذا فی الکافی وهکذا فی أکثر شروح الهداية''(فتاویٰ ہندیہ ۱/ ۲۸۱)۔
- ''الصابؤن هم الذين اعرضوا عن الأديان کلها واشرکوا بالله تعالیٰ واختاروا عبادة الملائکة والکواکب هذا عند أبی يوسف و محمد وعند أبی حنيفة قوم من النصاری''(التعریفات الفقہیۃ مع قواعد الفقہ/ ۳۴۵،مفتی عمیم الاحسان المجد دی البرکتی)۔
- '' واختلف فی الصابئين: فقال السدی هم فرقة من أهل الکتاب، وقاله اسحاق بن راهويه، قال ابن المنذر: وقال اسحاق: لا بأس بذبائح الصابئين، لأنهم طائفة من أهل الکتاب، وقال أبو حنيفة: لا بأس بذبائحهم ومناکحة نسائهم، وقال الخليل: هم قوم يشبه دينهم دين النصاری، إلا أن قبلتهم نحو مهبّ الجنوب، يزعمون أنهم علی دين نوح عليه السلام، وقال مجاهد والحسن وابن أبي نجيح: هم قوم ترکب دينهم بين اليهودية والمجوسية، لا تؤکل ذبائحهم، وقال ابن عباس: ولا تنکح نسائهم، وقال الحسن أيضا و قتادة: هم هو قوم يعبدون الملائکة ويصلون إلی القبلة ويقرؤن الزبور ويصلون الخمس، راٰهم زياد بن أبی سفيان، فأراد وضع الجزية عنهم حين عرف أنهم يعبدون الملائکة، والذی تحصل من مذهبهم، فيما ذکره بعض علمائنا، إنهم موحدون معتقدون تأثير النجوم، وإنها فعالة، ولهذا أفتی ابو سعيد الاصطخری القادر بالله بکفرهم حين سأله عنهم''(الجامع لأحکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۹۵)۔
- ''السامرة والصابئة: السامرة طائفة من اليهود، والصابئة طائفة من النصاری، قال الحنفية والحنابلة: إنهم أهل الکتاب، فيجوز للمسلم الزواج بالصابئات، لأن الصابئة قوم يؤمنون بکتاب، فإنهم يقرون الزبور ولايعبدون الکواکب ولکن يعظمونها کتعظيم المسلمين اللکعبة فی الاستقبال إليها .... وقال الصاحبان: لا يجوز الزواج بهن، لأن الصابئة قوم يعبدون الکواکب وعابد الکواکب کعابد الوثن، فلا يجوز للمسلمين مناکحتهم'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۹/ ۶۶۵۵) .وقيل: ليس هذا باختلاف فی الحقيقة، وإنما الاختلاف لاشتباه مذهبهم لذا من اعتبر الصابئة من عبدة الأوثان، وهم الذين يعبدون الکواکب حرم مناکحتهم، ومن فهم أن مناکحتهم حلال أن لهم کتابا يؤمنون به۔ و هذا هو الحق ويتفق مع رأی الشافعية القائلين إن خالف السامرة اليهود والصابؤن النصاری فی أصل دينهم حرمن وإلا فلا، أی إن وافقت السامرة اليهود والصابئة النصاری فی أهل دينهم حلت'' (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۹/ ۶۶۵۶)، دیکھئے مقالہ: مفتی سلمان پالنپوری)۔
- ''الصابئين طائفة من اليهود والنصاری قوم بين النصاری والمجوس وقيل: عبدة الملائکة وقيل: عبدة الکواکبُ ومنهم عبد الأصنام''(حاشیہ مکمل بیان القرآن، اشرف علی تھانوی ۱/ ۳۶)۔

- ''فعند أبی حنیفة هم قوم یؤمنون بکتاب، فإنهم یقرون الزبور ولایعبدون الکواکب، ولکن یعظمونها کتعظیم المسلمین الکعبة فی الاستقبال، إلا أنهم یخالفون غیرهم من أهل الکتاب فی بعض دیاناتهم، و ذا لایمنع المناکحة کالیهود مع النصاری، وعند أبی یوسف و محمد: أنهم قوم یعبدون الکواکب وعابد الکواکب کعابد الوثن، فلا یجوز للمسلمین مناکحاتهم''(بدائع الصنائع ۴/ ۵۵۴)۔
- ''وفی الکشاف: إنهم قوم عدلوا من دین الیهودیة والنصرانیة وعبدوا الملائکة من صبأ إذا خرج من الدین'' (الکشاف بحوالہ البحر الرائق ۳/ ۱۸۴، حاشیہ جلالین ۱۱)۔
- ''لیسوا بأهل الکتاب''(تفسیر قرطبی)۔
- ''أهل دینهم دین نوح علیه السلام، وقیل: هم عبدة الکواکب''(تفسیر بیضاوی/ ۷۹)۔
- ''وقیل: هم قوم یؤمنون إدریس علیه السلام ویعظمونه، وقیل: إنهم یزعمون علی دین نوح علیه السلام و قبلتهم مهبّ الجنوب''(الجوہرۃ النیرہ ۲/ ۶۹)۔
- '' و روی عبادة بن نسی عن غضیف بن الحارث أن عاملا لعمر بن الخطاب رضی الله عنه کتب إلیه أن ناسا من السامرة یقرون التوراة ویسبتون السبت ولا یومنون بالبعث فما تری؟ فکتب إلیه عمر: أنهم طائفة من أهل الکتاب '' (احکام القرآن للجصاص ۲/ ۳۲۳)۔
- ''الصابؤن الذین یعرفون بهذا الاسم فی هذا الوقت لیس قسم أهل کتاب''(احکام القرآن للجصاص ۳/ ۲۲۷)۔
- ''إنهم قوم کانوا یقولون: لا إله إلا الله، ولیس لهم عمل ولا کتاب ولا نبی (تلبیس ابلیس لابن الجوزی/ ۴۷)وقال عبد الله بن وهب: قال عبد الرحمن بن زید: الصابؤن أهل دین من الأدیان کانوا بجزیرة الموصل یقولون: لا إله إلا الله ولیس لهم عمل و لا کتاب ولا نبی إلا قول: لا إله إلا الله، قال: ولم یؤمنوا برسول، فمن أجل ذلک کان المشرکون یقولون للنبی صلی الله علیه وسلم وأصحابه: هؤلاء الصابؤن یشبهونهم بهم، یعنی فی قول: لا إله إلا الله'' (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۸۶، ماخوذ از مقالہ: مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی)۔
- ''وأما الصابؤن فالخلاف فی شأنهم بیّن، و تضاربت النقول والأقوال حولهم''(فقہ النوازل للأ قلیات المسلمہ محمد یسری إبراہیم ۲/ ۲۳۹، ماخوذ از مقالہ: مولانا ظفر الاسلام صدیقی)۔
- '' وقال أبو العالیة: قوم من أهل الکتاب ذبائحهم کذبائح أهل الکتاب''(البحر المحیط لأ بی حیان ۱/ ۲۳۹)۔
- ''الصابئین هم قوم مدار مذهبهم علی التعصب للروحانیین وإتخاذهم وسائط''(روح المعانی للآ لوسی ۱/ ۲۷۹)۔
- '' صابی کون ہیں، زیادہ راجح بات یہ ہے کہ صابی وہ گروہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اپنی قوم کی بت پرستی کے بارے میں شبہ میں مبتلا ہوا اس نے صحیح عقیدے کی تلاش شروع کی اور بالآ خر توحید کو پالیا، یہ لوگ کہتے تھے کہ وہ حنفیت اولی (ملت ابراہیمی) کے طریقے پر خدا کی پرستش کرتے ہیں وہ اپنی قوم کی بت پرستی سے الگ ہو گئے، مگر وہ اپنی قوم کو اس کی دعوت نہ دیتے تھے، اور اسی لئے انہیں صابی کہا جانے لگا'' (فی ظلال القرآن سید قطب شہید ۱/ ۲۰۲)۔
- ''وکان أهل هذا الدین نبط فی بلاد العراق فلما ظهر الفرس علی إقلیم العراق ازالوا مملکة الصابئین و منعوهم

من عبادة الأوثان، فلم يجرو بعد على عبادة أوثانهم'' (تفسیر التحریر والتنویر شیخ طاہر بن عاشور ا/ ۵۳۴)۔

- '' وفي العراق وفي وقت الحاضر أقلية من الصابئة وهم يعتقدون بالخالق عز وجل و يؤمنون بالآخرة ويدعون أنهم يتبعون تعاليم آدم عليه السلام و أن نبيهم يحى جاء لينقى دين آدم مما علق به، وعندهم كتاب يسمونه ''الكانزاربا'' أى صحف آدم، ومن عباداتهم الصلوة وتقتصر على الوقوف والركوع والجلوس على الأرض دون سجود و يؤدونهما فى اليوم ثلاث مرات قبل طلوع لاشمس وعند زوالها وقبيل غروبها ويتوجهون فى صلاتهم إلى النجم القطبى'' (قضایا فقہیہ معاصرۃ للدکتور بدر الحسن القاسمی ر ۱۰۲، طبع ایفا، ماخوذ از مقالہ: قاری ظفر الاسلام صدیقی)۔

مذکورہ عربی عبارات کے علاوہ مقالہ نگاران نے معارف القرآن، ارض القرآن، تفہیم القرآن، تفسیر عثمانی، بیان القرآن، تفسیر معانی، تفسیر مظہری، القاموس الفقہ وغیرہ سے بھی تقریباً یہی تفصیلات درج فرمائی ہیں۔

متفرق خیالات:

مذکورہ مسئلہ میں قاری ظفر الاسلام، مولانا اختر امام عادل، مظاہر حسین عماد قاسمی، وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اس فرقہ کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم ہی نہیں کی جاسکتی۔ بعض حضرات کی رائے یہ بھی ہے کہ جب اس فرقہ کا وجود ہی نہیں رہا تو پھر بحث سے کیا فائدہ؟ جبکہ مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی کہتے ہیں کہ اس فرقہ کی مختلف شاخیں ہیں پہلے ان کے بارے میں غور کرنا ہوگا، پھر کوئی رائے قائم کی جائے گی۔

اس سوال کی دوسری شق یہ ہے کہ:

کیا صابی فرقہ اب دنیا میں موجود ہے؟

اس بارے میں مندرجہ ذیل حضرات کی رائے یہ ہے کہ کسی زمانے میں یہ قوم تھی، بلکہ رسول کریم ﷺ کے دور اور اس کے بعد بھی کچھ زمانے تک عراق اور موصل کے علاقے میں یہ قوم موجود تھی، مگر اب اس دنیا میں اس نام کی کوئی قوم موجود نہیں ہے۔

مولانا اسرار احمد آبادی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مولانا ثابت شمیم رشادی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپوری، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مولانا ارشد علی رحمانی، مولانا محمد شوکت ثناء قاسمی، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد ارشاد پالن پوری، محمد اکرم رشید، مفتی عابد الرحمٰن، مولانا آزاد بیگ قاسمی، محمد فاروق دربھنگوی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا احسن عبد الحق ندوی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مفتی محمد سلمان پالن پوری، مفتی محمد یوسف قاسمی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا مفتی محمد جعفر ملی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبد الرب سعادتی، مولانا محمد شکیل سعادتی۔

- '' قد درجوا وانقرضوا فلا عين ولا أثر'' (دیکھئے: جواہر الفقہ ۶/ ۲۰۳-۲۰۴، بحوالہ بنایہ شرح ہدایہ ۵/ ۵۴۵، عن عبد العزیز بن یحی)۔
- اس بارے میں اکثر مقالہ نگار حضرات نے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی کتاب '' قاموس الفقہ'' کے حوالہ سے اس گروہ کے ختم ہوجانے کا قول نقل کیا ہے (دیکھئے: قاموس الفقہ ۴/ ۲۱۶)۔

جبکہ مندرجہ ذیل حضرات علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ قوم اب بھی دنیا کے مختلف خطوں، جیسے ایران، موصل عراق، روم اور شام کے جزیرے، کناڈا وغیرہ میں منتشر طور پر اب بھی موجود ہے جن کی مجموعی تعداد ۷۰۰۰۰ تک بتائی جاتی ہے۔

مفتی اعجاز الحسن باندے، مولانا عظمت اللہ میر، مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی صادق محمد پٹیل، مولانا صادق مبارکپوری، مفتی محمد شباب، اکرام الحق ربانی ندوی، محمد ریاض ارمان قاسمی، محمد صابر حسین ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد سلطان قاسمی، مفتی شبیر احمد دیولوی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، قاری ظفر الاسلام صدیقی، محمد جمشید جوہر قاسمی، مظاہر حسین عماد القاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی)۔

- اور مفتی اشرف گونڈوی، حافظ کلیم اللہ عمری، ڈاکٹر شاہ جہاں ندوی، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا سفیان مفتاحی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا مصطفیٰ آواپوری، قاضی تبریز عالم، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی ابو حماد غلام رسول قاسمی، مفتی عبد المنان قاسمی آسام، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی اور مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مولانا ابو المکارم معروفی، مفتی اشرف عباس قاسمی وغیرہ حضرات نے اس فرقہ کے وجود اور عدم وجود سے متعلق کوئی واضح عندیہ پیش نہیں فرمایا ہے۔ البتہ مولانا اختر امام عادل قاسمی کہتے ہیں کہ یقین سے کوئی بات نہیں کہی جاسکتی۔

دلائل:

اس سلسلہ کی تمام عربی عبارات اور تفصیلات اسی سوال کی پہلی شق کے ضمن میں ذکر کی جاچکی ہیں، بخوف طوالت یہاں حذف کی جاتی ہیں، حسب ضرورت اپر صفحہ ۱۹-۲۶ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

صابئین کی تعریف میں اختلاف کی وجہ اور ہندو قوم:

صابئین کے سلسلہ میں مولانا اسرار احمد آبادی نے یہ نوٹ بھی لکھا ہے:

''بندہ کے خیال کے مطابق یہ ایک قوم تھی جو مرور زمانہ کی وجہ سے مختلف علاقوں میں بٹ گئی اور اپنے مذہبی عقائد سے بے توجہی اور اغیار کے عقائد سے متاثر ہوکر اپنے اصل عقائد محفوظ نہ رکھ سکی اور مختلف گروہوں اور عقائد میں منقسم ہوگئی، بنابریں جس نے جس گروہ کو دیکھا اس کے مطابق صابئین کی تعریف کردی اور فی زمانہ ایسی کوئی قوم روئے زمین پر موجود نہیں ہے، جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''اس دور میں اس نام سے کوئی قوم معروف ومتعارف نہیں ہے'' (قاموس الفقہ ۲۱۶/۴) (دیکھئے مقالہ: مولانا اسرار قاسمی)۔

- مولانا اشرف قاسمی گونڈوی کا خیال ہے کہ ہندو قوم کا وہ طبقہ جو نجوم پرست ہے وہ صابئین ہے۔
- مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کی رائے یہ ہے کہ آریوں اور یزیدیوں پر صابئین ہونے کا شک ہے۔
- مولانا غلام رسول منظور قاسمی کی رائے یہ ہے: مفسرین اور علماء کے یہاں صابئین کے بارے میں کسی قدر متضاد اور مختلف تصورات ہیں، اور حیرت واستعجاب کی بات یہ ہے کہ وہ سب کے سب اقوال مختلفہ ہندو قوم پر فٹ ہوتے ہیں۔ چاہے مختلف ادوار واطوار میں حضرات مفسرین کرام الگ الگ قوموں کو صابئین سمجھتے رہے ہوں، لیکن موجودہ دور میں تقریباً یہ بات طے ہے کہ ہندو قوم میں یہ ساری خصوصیات کسی نہ کسی درجہ میں ضرور پائی جاتی ہیں۔ اس لئے ہم یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اب اس امر میں کوئی شک وشبہ باقی ہے کہ صابئین کون ہیں۔ یہ ممکن ہے زمانہ ماضی میں مختلف گروہوں پر صابئین کی تعریف فٹ آتی ہو، لیکن کم از کم فی زمانہ صابئین سے کون سی قوم مراد ہے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے، اور اپنی اس رائے کی تائید میں رسالہ الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر خطبہ صدارت سید سلیمان ندوی، بحوالہ حکومت الٰہیہ اور علماء مفکرین اور کتاب: ''اگر اب بھی نہ جاگے تو'' شمس نوید عثمانی، کے حوالے دیئے ہیں۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی جوخود وید اور پران کا علم رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ'' ہندوستان کے ہندو کا صابئین میں شمار نہیں ہے، ان کے احکام صابئین سے جدا ہیں، نیز ان کا اہل کتاب ہونا سب کچھ معلوم ہے، جبکہ ہندو قوم کے بارے میں یہ ساری چیزیں غیر متعین، نامعلوم اور مجمول ہیں (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

سوال نمبر ۳: کیا موجودہ دور کے وہ عیسائی جو اللہ کے وجود ہی کو نہیں مانتے ان کا شمار اہل کتاب میں ہوگا اور نکاح وذبیحہ کے سلسلہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کیا جائے گا؟

اس سوال کے جواب میں ۶۵ میں سے ۶۶ر مقالہ نگاران حضرات کی رائے یہ ہے: وہ عیسائی یا یہودی جنہوں نے جودہریت کی راہ اختیار کرلی، کمیونسٹ ہوگئے، نہ ان کا ایمان توریت وانجیل پر ہے اور نہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر ایمان رکھتے ہیں، اور نہ ہی وجود باری تعالیٰ کے قائل ہیں، صرف مردم شماری میں کرسچن یا یہودی قوم شمار ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر قومی اور نسلی اعتبار سے تو یہودی اور عیسائی ہے، مذہبی اعتبار سے اپنی کتاب اور وجود باری تعالیٰ سے بیزار ہے تو ان کے اوپر نہ تو اہل کتاب کے احکام جاری ہوں گے اور نہ ہی نکاح وذبیحہ کے معاملہ میں اہل کتاب کا سا معاملہ کیا جائے گا۔

استشہاد:

دلیل اس کی یہ ہے کہ جس علت کی بنیاد پر ان کا ذبیحہ حلال ہوا تھا اور کتابیہ عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا گیا تھا وہ علت مذہب سے بغاوت کی وجہ سے فوت ہوگئی (دیکھئے مقالہ: مولانا زبیر احمد قاسمی)۔

- اس کے علاوہ مقالہ نگار حضرات نے اس موقف کو اختیار کرنے کے لئے مفتی شفیع صاحب کی معارف القرآن، حضرت تھانویؒ فتاوی رحیمیہ، فتاوی محمودیہ، اور احسن الفتاوی وغیرہ سے فتاوی نقل کئے ہیں، نیز کتابیہ خواتین سے نکاح کے سلسلہ میں فقہ کی کتابوں میں مذکور احکام اور فقہی عبارات نقل کئے ہیں، جو سوال نمبر: ا کے تحت ذکر کئے جاچکے ہیں ان کا یہاں دہرانا تحصیل حاصل ہے۔
- مولانا محمد اشرف قاسمی گونڈوی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی کی رائے یہ ہے کہ:

عیسائی جب تک خود کو عیسائی کہتے ہیں خواہ وہ انحراف وتحریف دین کے کتنے ہی بڑے مجرم ہوں اگر کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں تو وہ اہل کتاب شمار ہوں گے، اور ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ان میں تمام فساد کے باوجود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کے علی الرغم تمام صحابہ نصاری بنی تغلب کو اہل کتاب مانا گیا۔ نیز یہ کہ یہود ونصاری میں بے شمار اعتقادی اور عملی فسادات تو نزول قرآن میں بھی پائے جاتے تھے، پھر بھی وہ اہل کتاب شمار ہوئے اور قرآن نے ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی۔

جبکہ مولانا کلیم اللہ عمری نے اپنے مقالہ میں صرف کتابیہ عورتوں سے نکاح کی تفصیلات لکھی ہیں، اہل کتاب کے تعلق سے کوئی رائے نہیں دی ہے، اسی طرح مفتی ثناء الہدی قاسمی نے بھی صرف کتابیہ سے نکاح کا مسئلہ درج کیا ہے موجودہ اہل کتاب پر کوئی رائے نہیں دی ہے۔

سوال نمبر ۴: بابی، بہائی، سکھ اور قادیانی کیا ان کا شمار اہل کتاب میں ہوگا؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاران کی اتفاقی رائے ہے کہ بابی، بہائی، قادیانی خواہ نسلی ہو یا از خود اس نے اسلام کو چھوڑ کر قادیانیت اختیار کی ہو سب کے سب مرتد، زندیق اور کافر ہیں، ان کا شمار کسی بھی حیثیت میں اہل کتاب میں نہیں ہوگا، نیز بہائی فرقہ چونکہ نئی شریعت کا مدعی اور اسلام کے لئے اپنے نظریات کو ناسخ مانتا ہے، اس لئے یہ فرقہ مرتد ہے۔ بس حافظ کلیم اللہ عمری اور مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی، چونکہ انہوں نے صرف ایک سوال کا جواب دیا ہے اس بارے میں خاموشی اختیار کی، اس طرح یہ اتفاقی رائے ہے۔

دلائل واستشہادات:

- ''من لم یقر ببعض الانبیاء بشئی أو لم یرضی بسنة من سنن سید المرسلین علیه السلام فقد کفر'' (مجمع الانہر ۶۹۱/۱)۔
- ''لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام، و إن کان من أهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات'' (کما فی شرح التحریر، مجموعہ رسائل الکشمیری ۷۱/۳، وکذا فی مرقاۃ المفاتیح ۸۶۱/۸)۔ نیز بابی اور بہائی عقیدے کی تفصیلات کے لئے دیکھئے ریحان مبشر قاسمی اور مفتی جمشید جوہر قاسمی صاحب کے مفصل مقالات)۔
- ''ویوجد فی العالم الاسلامی فرق خارجة عن الاسلام وهی تنتسب إلیه، وتدعی أنها مسلمة، لکنها فی الحقیقة غیر مسلمة، لأن عقائدها عقائد کفر بالله وبآیاته و وحدانیته''...(اس کے بعد باطنی، جو ہندوستان، شام، ایران، عراق میں ہیں، اور قادیانی و بہائی کا ذکر کیا ہے (وبن الحق ۱۴۵/۵، مصنف: عبدالرحمٰن بن حماد آل عمر)۔
- ''أخذت من هذا أن مدعی النبوة کافر إجماعاً و واجب القتل، وشأن الملعون القادیانی بعینه شأن مسیلمة الکذاب، بأنه ادعی النبوة، ولم ینکر رسالة النبی صلی الله علیه وسلم ونبوته'' (العرف الشذی للعلامۃ انورشاہ الکشمیری ۳۷۰/۳)۔
- آیت: ''لقد کفر الذین قالوا إن الله هو المسیح بن مریم'' کے تحت وضاحت سے بہائی فرقہ کو کافر قرار دیا ہے۔ ''سواء کان المسیح أو البها أو الحاکم بأمر الله الفاطمی أو القادیانی أو غیره مدعیا أنه یعبد الله فی هذا الشخص، وکذلک حکم بالکفر علی من عبدة الملائکة أو الأنبیاء، فقال سبحانه: ''ولا یأمرکم أن تتخذوا الملائکة والنبیین أربابا أیأمرکم بالکفر بعد إذ أنتم مسلمون'' (فتنۃ البہائیۃ ۵۱/) نیز: ''وقد افتی به العلماء سواء فی مشیخة الأزهر أو مجمع البحوث الإسلامیة بمصر، أو دار الإفتاء بمصر، أو المجلس الشرعی الإسلامی الأعلی بفلسطین، أو لجان الفتوی بمصر والمملکة السعودیة فتاوی العلماء هذه لیست تعبیراً عن آرائهم الشخصیة، ولکنها تعبّر عن حکم فی هذه الطائفة'' (حوالہ سابق ۵۱/)۔
- ''و أماما ادعاه میرز اغلام أحمد من النبوة والرسالة ونزول الوحی علیه إنکار صریح لما ثبت من الدین بالضرورة ثبوتاً قطعیاً یقینیاً من ختم الرسالة والنبوة بسیدنا محمد، وأنه لاینزل وحی علی أحد بعده، وهذه الدعوی من میرزا غلام أحمد تجعله و سائر من یوافقونه علیها مرتدین خارجین عن الإسلام و أما اللاهوریة فإنهم کالقادیانیة فی الحکم علیهم بالرد' بالرغم من وصفهم میرزا غلام بأنه ظل وبروز لنبینا محمد'' (قرارات وتوصیات مجمع الفقہ الاسلامی التابع لمنظمۃ المؤتمر الاسلامی ۱-۱۷۴ (ص: ۴)، قرار نمبر: ۴ (۳/۴) بشأن القادیانیۃ مجلۃ المجمع عدد ۲، ۲۰۹/۱)۔
- ''ومن هنا أجمع المسلمون علی أن العقیدة البهائیة أو البابیة لیست عقیدة إسلامیة، وأن من اعتنق هذا الدین لیس من المسلمین'' (فتنۃ البہائیۃ ۴۴/، فتوی: شیخ احمد محمد عبدالعال ہری، الامام الاکبر الشیخ جاد الحق علی جاد الحق)۔
- شیخ عبدالعزیز بن باز کا فتوی: ''أنه لاشک فی کفرهم، وقال رحمه الله: لایجوز دفنهم فی مقابر المسلمین، لأن من

أدعى النبوة بعد نبينا ﷺ فهو كاذب و كافر بالنص وإجماع المسلمين، لأن ذلک تکذیب لقوله تعالى: "وما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين" ولما تواترت به الأحاديث عن رسول الله ﷺأنه خاتم الأنبياء" لا نبى بعده" (فتنة البهائية/ ۴۷). البهائية مرتدون عن الاسلام ويجب أن ينفذ فيهم حكم الله" (حوالہ سابق/ ۵۰)۔

- "عقيدة البابية قد اسفرت الديانة البابية عن إنكار القيامة و ما جاء فى وصفها فى القرآن، و زعم أنها قيام الروح الإلهية فى مظهر بشرى جديد و أن البعث هو اليمان بألوهية هذا المظهر، وعن لقاء الله يوم القيامة بأنه لقاء الباب، لأنه هو الله، وعن الجنة: بأنها الفرح الذى يجده الشخص عندما يؤمن بالباب، وعن النار: بأنها الحرمان من معرفة الله فى تجلياته فى مظاهره البشرية، وزعم أنه البرزخ المذكور فى القرآن، لأنه كان بين موسى وعيسى، كما أنه خرج عن تعاليم الإمامية الاثنى عشرة حول مفهوم الرجعة، حيث بينها بأنها رجوع الصفات الإلهية وتجليها مع آثارها فى مظهر جديد للحقيقة الإلهية" (فرق معاصرہ لغالب عواجی، ۲/ ۶۵۵، الموسوعۃ الفرق المنتسبۃ للإسلام)۔
- البابية أو البهائية فرقة ضالة كافره انبثقت من الشيعة الاثنى عشرية (الرافضة)، (الموجز فی الادیان والمذاہب المعاصرۃ لناصر القفاری وناصر العقل/ ۱۵۶)۔
- "ومن خيال زعيمهم الأول دعواه فى تفسيره لسورة يوسف أنه أفضل من رسول الله صلى الله عليه وسلم وعلل هذا الكلام بما لايفهمه إلا من يفهم لغة المبرسمين إذا قال: (لأن مقامه (الباب) مقام النقطة، ومقام النبى ﷺمقام (الف) وقال: (كما أن محمد امن عيسى فكتابه (البيان) أفضل من القرآن، وقال: إن أمر الله فى حقى أعجب من أمر محمد رسول الله من قبل لو كنتم تتفكرون" (رسائل الاصلاح لمحمد الخضر حسین ۲/ ۱۹۰، الموسوعۃ الفرق المنتسبۃ للإسلام الدرر السنیۃ ۹/ ۴۶۳، الشاملہ)۔
- " السيخ جماعة دينية من الهنود الذين ظهروا فى نهاية القرن الخامس عشر الميلاديين داعين إلى دين جديد، زعموا أن فيه شيئاً من الديانتين الإسلامية والهندوسية تحت شعار (لا هندوس ولا مسلمون) وقد عادى المسلمين خلال تاريخيهم وبشكل عنيف، كما عادى الهندوس بهدف الحصول على وطن خاص بهم، وذلک مع الاحتفاظ بالولاء الشديد للبرطانيين خلال فطرة استعمار الهند، وكلمة سيخ كلمة سنسكرتية تعنى المريد أو التابع" (موسوعۃ الملل والأدیان المبحث الخامس: السیخیۃ ۲/ ۱۳۴)، (تفصیل کے لئے مقالات: مفتی باقر ارشد قاسمی، مفتی جمشید جوہر قاسمی وغیرہ)۔

سوال نمبر ۵: نسلی قادیانی اور ازخود قادیانیت اختیار کرکے مرتد ہونے والے قادیانی کے احکام میں فرق ہے؟ کیا نسلی قادیانی کو اہل کتاب کہا جاسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں بھی تمام مقالہ نگاران متفق ہیں کہ ازخود اس ملعون فرقہ کی پیروی کرنے والا، اور نسلی طور پر چلے آرہے اس نظریہ کے حامل قادیانی چونکہ جب اس کے باپ دادا نے ہی کتاب چھوڑ دی تو پھر یہ اہل کتاب کہاں رہے، دونوں کا فروزندیق اور مرتد ہیں، اس

پر پوری امت کا اتفاق ہے، اور اس پر کسی کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

دلائل:

- "دعوة النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالإجماع" (شرح الفقہ الاکبر للقاری ۱۶۴)۔
- "ولاينجو من الكفر إلا من أكفر ذلك الملحد (اى غلام احمد القاديانى) بلا تلعثم و تردد" (رسالہ اکفار الملحدین ۱۰)۔
- "وفى فتح القدير: ويدخل فى عبدة الأوثان، عبدة لاشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية، وفى شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده، فهو يحرم نكاحها، لأن اسم المشرك يتناولهم جميعا" (البحر ۸/ ۵۴)۔
- "يعتقد القاديانيون أن الله يصوم ويصلى وينام ويصحو ويكتب ويخطى ويجامع تعالى الله عما يقولون علوا كبيراً، ويعتقد القاديانى بأن إلهه إنجليزى، لأنه يخاطبه بالإنجليزية، تعتقد القادنية بأن النبوة لم تختم بمحمد صلى الله عليه وسلم، بل هى جارية، والله يرسل الرسول حسب الضرورة و إن غلام أحمد هو أفضل الأنبياء جميعا، يعتقدون أن جبريل عليه السلام كان ينزل على غلام أحمد وأنه كان يوحى إليه و إن إلهاماته كالقرآن" (موسوعة الفرق المنتسبة للإسلام ۱/ ۹۸)۔

نیز تفصیل کے لئے دیکھئے: (قاموس الفقہ ۲/ ۲۵۷، فتاوی دار العلوم دیوبند، اور دیگر سلف وخلف کے فتاوی)، مزید دلائل سوال نمبر: ۴ / کے ضمن میں نقل کئے جاچکے ہیں، حسب خواہ وہاں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

سوال نمبر ۶: دار الاسلام میں رہنے والے اہل کتاب اور دار الکفر میں رہنے والے کے درمیان نکاح میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا حکم یکساں ہے؟

اس سوال کی دو شقیں ہیں:

الف- دار الاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں ۴۰/ مقالہ نگاران نے دار الاسلام میں کتابی عورتوں سے نکاح کو مکروہ تحریمی، یا تنزیہی، یا پھر مطلق مکروہ، اور نکاح نہ کرنے کو اولی قرار دیا ہے، اس وجہ سے کہ آج کل عام طور سے بجائے شوہروں کے بیوی پر اثر انداز ہونے کے بیویاں ہی اثر انداز ہوتی ہیں، اور بچے چونکہ ماں سے زیادہ مانوس ہوتے ہیں، انہیں کے عادات واطوار کو اپناتے ہیں، اس لئے مسلم ملکوں میں بھی نہ تو دینی فوائد حاصل ہوں گے اور نہ سماجی، لہٰذا اس کو ممنوع قرار دیا جانا ہی مستحسن ہے۔

جبکہ مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا عظمت اللہ میر، مفتی شبیر احمد دیولوی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا شاہ جہاں ندوی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی عبد المنان آسام، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی۔

ان حضرات کی رائے یہ ہے کہ جو صورت حال ہے اور سیاسی اور سماجی طور پر جو نقصانات اب تک سامنے آئے ہیں ان کو مدنظر رکھتے ہوئے قطعاً ناجائز ہے۔

البتہ مولانا جمشید جوہر قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی کے نزدیک مباح ہے۔ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کہتے ہیں کہ سیاسی قائدین، مذہبی شخصیات، مصنفین ومبلغین، افسران اور ملکی عہدداران کے لئے درست نہیں ہے۔ عام لوگوں کے لئے بعض شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ مولانا اختر امام عادل کی رائے یہ ہے کہ یہ حکم معلل بالفتنہ ہے، جہاں فتنہ کا اندیشہ ہوگا وہاں ممنوع اور جہاں نہیں ہوگا وہ مباح ہوگا۔ دارالاسلام اور دارالکفر کی کوئی قید نہیں ہے۔

کتابیہ سے نکاح سے متعلق دلائل آگے ذکر کئے جارہے ہیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

ب- دعوتی مقاصد کے پیش نظر مغربی ممالک یا دارالکفر میں اہل کتاب خواتین سے شادی:

اس مسئلہ میں مقالہ نگاران کی دوآراء سامنے آئی ہیں:

ایک: مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا ممنوع کی۔ دوسرے جواز کی۔

جو حضرات دعوتی یا مغربی ملکوں میں معاشی اور ویزہ وغیرہ کی سہولت کے پیش نظر کتابیہ عورتوں سے نکاح کی گنجائش دیتے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا عبدالرب سعادتی، مولانا محمد شکیل سعادتی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مولانا محمد شوکت ثناء قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی عابد الرحمٰن بجنوری، مولانا محمد سعد نور قاسمی، مفتی صادق محمد پٹیل، مولانا محمد شباب، مولانا سعود عالم قاسمی، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مفتی باقرارشد قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی۔

مباح قرار دینے والوں میں مولانا شوکت ثناء کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمہ میسر نہ ہو اور گناہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو جائز ہے۔ باقرارشد کہتے ہیں تحفظ جان اور تحفظ ایمان اور دعوت کے پیش نظر مستحسن ہے، اسی طرح مولانا محمد عثمان بستوی کہتے ہیں کہ دارالکفر میں قیام کا مقصد دعوت وتبلیغ یا اضطرار ہو اور نکاح فرض یا وجوب کے درجہ میں ہو اور مسلمہ سے نکاح کی قدرت بھی نہ ہو تو بلا کراہیت جائز ہے۔ مجوزین میں حافظ کلیم اللہ عمری کہتے ہیں کہ جو حضرات قوی ایمان کے حامل ہوں ان کے حق میں کتابیہ سے نکاح جائز اور اگر کمزور ہو اور دیندار گھرانہ میسر نہ ہو تو دور رہنے میں ہی سلامتی ہے اور کراہیت سے خالی نہیں ہے۔ مفتی اشرف عباس قاسمی کی رائے یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ اسے جائز ہی ہونا چاہئے، مگر مخصوص حالات اس جواز کے دروازے کو بند رکھنا ہی اولیٰ ہے۔

دلائل:

- **”الأمور بمقاصدها“**(الأشباہ)۔
- **إنما الأعمال بالنيات“** (صحیح بخاری)۔
- **”وقد أجمع العلماء على إباحة الزواج بالكتابية، لقوله تعالى: ”اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم، والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم“. والمراد بالمحصنات فى الآية: العفائف ويقصدها حمل الناس على التزوج بالعفائف ولما فيه تحقيق الود والألفة بين الزوجين و إشاعة السكون والاطمينان“** (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/ ۱۵۳)
- **”الراجح لديّ هو قول الجمهور لا طلاق الأدلة القاضية بجواز الزواج بالكتابيات دون تقييد بشئ“** (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/ ۱۶۱)۔

D3

- ”واتفق جماعة من الصحابة رضى الله عنهم على إباحة أهل الكتاب الذميات سوى ابن عمر رضى الله عنه“ (احکام القرآن ۲/ ۴۰۹)۔
- ”يجوز تزوج الكتابيات والأولى أن لايفصل ولا يأكل ذبيحتهم إلا لضرورة“ (الدرمع الرد ۳/ ۴۵، البحر الرائق ۳/ ۱۱۱، أحکام القرآن للرازی ۲/ ۲۳۶)۔

دوسری رائے:

اس بارے میں دوسری رائے یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا ممنوع ہے اور کسی بھی طرح اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس دوسری رائے کے حاملین کے اسمائے گرامی درجہ ذیل ہیں:

مولانا محمد یوسف قاسمی، مفتی سلطان قاسمی، مفتی محمد ارشاد پالن پوری، مولانا اکرم رشید لوناواڑا، مولانا ثابت شمیم رشادی، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا ارشد علی رحمانی، مولانا محمد فاروق دربھنگوی مفتی اعجاز الحسن باندے، مولانا عظمت اللہ میر، مفتی شبیر احمد قاسمی، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی شبیر احمد قاسمی دیولوی، قاری ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، اکرام الحق ربانی غلام رسول منظور القاسمی، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مفتی شاہ جہاں ندوی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مفتی عبد المنان قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، مولانا اسرار احمد آبادی، مفتی ثناء الہدی قاسمی، مولانا احسن عبد الحق ندوی، مولانا آزاد بیگ قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا جعفر ملی، مولانا اشرف گونڈوی قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مفتی اشرف عباس قاسمی۔

متفرق خیالات:

البتہ مولانا ابوسفیان مفتاحی کہتے ہیں کہ اگر کوئی مفاسد نہ ہوں تو جائز ہے، اور مفتی سلطان قاسمی کہتے ہیں کہ جواز کے باوجود حالات کی وجہ سے کلی اجتناب ضروری ہے۔ اور مولانا محمد شکیل سعادتی کہتے ہیں کہ اگر ایمان کی امید ہو تو جائز، ورنہ مکروہ، جبکہ ان مانعین میں مفتی شاہ جہاں ندوی، عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، قاضی محمد حسن ندوی نے مکروہ تحریمی کو حرمت پر محمول کیا ہے۔

عدم جواز اور کراہیت کی دلیل:

- ”إذا تعارض المانع والمقتضى فإنه يقدم المانع“ (الاشباہ لابن نجیم، دیکھئے مقالہ قاضی محمد حسن ندوی)۔
- ”وفى البحر: والأولى أن لايتزوج كتابية ولا يأكل ذبائحهم إلا لضرورة“ (مختارات النوازل ۲/ ۴۰، فتح القدیر ۳/ ۲۱۸، البحر الرائق ۳/ ۱۱۰)۔
- ”ويحرم تزوج الكتابية إذا كانت فى دار الحرب غير خاضعة لأحكام المسلمين، لأن ذلک فتح لباب الفتنة، فقد تزعمه على التخلق بأخلاقها التى يأبها الإسلام ويعرض ابنه للتدين بدين غير دينه، و يزوج نفسه فيها لا قبل له به من ضياع سلطته التي يحفظ بها عرضها وغير ذلک من المفاسد، فالعقد وإن كان يصح، إلا أن الإقدام عليه مكروه تحريماً لما يترتب عليه من المفاسد، و أما إذا كانت ذمية و يمكن اخضاعها للقوانين الاسلامية، فإنه يكره نكاحها تنزيها“ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴/ ۷۴، مبحث المحرمات لاختلاف الدین، فتاوی فریدیہ ۴/ ۱۷۴، مایجوز تزویجہا ومالا یجوز، دیکھئے: مقالہ مولانا محمد جعفر ملی رحمانی)۔

- ''يكره تزوج نساء أهل الحرب من الكتابيات''(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۱۵۹)۔
- ''أما الحربية، فيحرم تزوجها عند الحنفية إذا كانت فى دار الحرب، لأن تزوجها فتح لباب الفتنة، و تكره عند الشافعية، وعند المالكية فى رأى، والزواج بها خلاف الأولى عند الحنابلة، ففى الزواج بالكتابيات، وبالأولى الحربيات مضار اجتماعية و وطنية ودينية، فقد ينقلن لبلادهن أخبار المسلمين، و قد يرغبن الأولاد فى عقائد وعادات غير المسلمين، و قد يؤدى الزواج بهن إلى إلحاق ضرر بالمسلمات بالإعراض عنهن، وقد يكون الكتابية منحرفة السلوك''(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۱۵۴، ماخوذ از مفتی باقرارشد بنگلوری)۔
- ''تنكح المرأة لاربع لما لها، ولحسبها، وبجمالها، ولدينها فاظفر بذات الدين''(مشکوۃ کتاب النکاح)۔
- ''الدنيا كلها متاع و خير متاع الدين المرأة الصالحة'' (مسلم،مشکوۃ)۔
- ''لاتزوجوا النساء لحسنهن .... ولكن تزوجوهن على الدين، ولأمة خرماء سوال ذات دين أفضل'' (ابن ماجہ)۔
- ''إذا خطب إليكم من ترضون دينه و خلقه فزوجوه أن تفعلوه تكن فتنة فى الأرض وفساد عريض''(ترمذی،مشکوۃ علی مرقاۃ المصابیح ۶/ ۱۸۸-۱۹۲، مکتبہ اشرفیہ)۔
- ''والواقع فى الزواج الكتابيات و بالأولى الحربيات مضار اجتماعية و وطنية و دينية .... تبين من ذلك أن عمر رضى الله عنه منع حذيفة من الزواج بالكتابية لما فيه من الضرر، و هو إما الوقوع فى زواج المؤمنات منهن، أو تتابع المسلمين فى زواج الكتابيات و ترك المسلمات بلازواج''(الفقہ الاسلامی ۹/ ۶۶۵۴)۔
- ''وتكره الحربية إجماعا لانفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دار الحربُ وتربصن الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر الخ ''(فتح القدیر ۳/ ۲۲۹)۔
- ''لاتتخذوا اليهود والنصارى أولياء بعضهم أولياء بعض ومن يتولهم منكم فإنه منهم'' (مائدہ:۵۱)۔
- ''لاتتخذوا عدوى وعدومكم أولياء''(سورہ ممتحنۃ:۱)۔
- ''إلا أن تتقوا منهم تقة'' (سورہ آل عمران:۲۸)، دیکھئے:تفصیل بیان القرآن/ ۱۰۸)۔
- ''و أصحابنا يكرهون مناكحات أهل الحرب من أهل الكتاب'' (أحکام القرآن خصاص رازی ۲/ ۴۱۱)۔
- ''إثمهما أكبر من نفعهما''(سورہ البقرہ:۲۱۹)۔
- مذکورہ فقہی نصوص کے علاوہ بہت سے مقالہ نگاران نے حضرت تھانوی کی ''الحیلۃ الناجزۃ''، مفتی محمود گنگوہی کے فتاوی جواہر الفقہ، مفتی شفیع ''احسن الفتاوی''، ''فتاوی دار العلوم'' نیز مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے حوالے سے اکابر کے فتاوی بھی نقل کیے ہیں اور الحیلۃ میں درج اہل کتاب سے نکاح کے دونوں شرائط: یعنی اصل یہودیہ، نصرانیہ اسلام سے مرتد ہوکر اہل کتاب میں شامل نہ ہوئی ہو، بھی درج کی ہیں۔
- ''درأ المفاسد أولى من جلب المصالح، فإذا تعارض مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً، لأن اعتناء الشارع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمامورات'' (الاشباہ والنظائر/ ۸۷)۔

- ''إني أخشى أن تدعوا المسلمات وتنكحوا المؤمسات'' (السنن الکبری للبیہقی ۱۷۲/۷ (۱۴۳۶۱)، ابن ابی شیبہ ۱۵۸/۴، (۱۶۴۱۷)۔
- ''الحنفية قالوا: يحرم تزوج الكتابية إذا كانت فى دار الحرب غير خاضعة لأحكام المسلمين، لأن ذلك فتح لباب الفتنة .... والمالكية: لهم رأيان فى ذلك أحدهما: أن نكاح الكتابية مكروه مطلقا سواء كانت ذمية أو حربية، ولكن الكراهة فى دار الحرب أشد، ثانيهما: أنه لايكره مطلقا عملا بظاهر الآية، لأنها قد اباحته مطلقاً .... والشافعية قالوا: يكره تزوج إذا كانت فى دار الاسلام وتشتد كراهة إذا كانت فى دار الحرب، كما هو رأى بعض المالكية، ولكنهم اشترطوا للكراهة شروطا: الأول أن لايرجو إسلام الكتابية، والثانى: أن يجد مسلمة تصلح له، والثالث: أنه إذا لم يتزوج الكتابية يخشى الزنا .... والحنابلة قالوا: يحل نكاح الكتابية بلا كراهة لعموم قوله تعالى: والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم'' (الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ۴۵/۴، ماخوذ از مولانا جمشید جوہر قاسمی)۔
- ''عن جابر بن عبد الله: أنه سئل أ يتزوج الرجل المرأة من أهل الكتاب؟ فقال: ماله و لأهل الكتاب وقد أكثر مقال المسلمات، فإن كان لا بد فاعلاً فليعمد إليها حصانا غير مسافحة قال الرجل: ما المسافحة؟ قال: هى التى إذا لمح الرجل إليها بعينه تبعته'' (روح المعانی للآلوسی ۳۸۴/۴)۔

سوال نمبر ۷: کیا ویدوں کو الہامی کتاب اور ہندوؤں کے اوتاروں کو پیغمبر تصور کیا جاسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں اکثر یعنی ۶۴/میں سے ۵۰/مقالہ نگار حضرات نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ کسی بھی ہستی کو اللہ کا رسول یا پیغمبر اور کسی بھی مذہبی کتاب کو الہامی اور منزل من اللہ ماننے کے لئے قطعی دلائل درکار ہوتے ہیں، اور کتاب وسنت میں ان شخصیات اور ہندوؤں کے اوتاروں کے نبی ہونے کا ذکر نہ صراحتاً ہے اور نہ دلالتہً، نہ اشارۃً اور نہ اقتضاءً۔ اس لئے نہ تو ہندوؤں کے اوتاروں کو اللہ کا پیغمبر مانا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کی مذہبی کتابوں کو الہامی کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ توقف اور اس پر سکوت اختیار کیا جاسکتا ہے اور بس۔

نیز اس سلسلہ میں جتنی بھی تحریریں اور وضاحتیں اب تک سامنے آئی ہیں ان کی بنیاد پر نہ تو ان کو اہل کتاب قرار دیا جاسکتا ہے، نہ ان کے اوتاروں کو پیغمبر کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے، اور نہ ہی ان کی مذہبی کتابوں کو توریت وانجیل اور زبور کی طرح الہامی اور منزل من اللہ کتاب قرار دیا جاسکتا ہے۔

جبکہ ۱۳/حضرات مقالہ نگاران نے یا تو خاموشی اختیار کی ہے یا انہوں نے سوال نمبر ۷ کا جواب تحریر نہیں کیا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

مولانا ارشاد اللہ قاسمی، مفتی سلطان قاسمی، مفتی شباب، مفتی اعجاز الحسن بانڈے، مولانا محمد سعد نور، مفتی عابد الرحمٰن بجنوری، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا ثابت شمیم رشادی، مولانا اکرم رشید لوناواڑا، مفتی ارشاد پالن پوری، مولانا ریحان مبشر قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری، مفتی فضیل الرحمٰن عثمانی۔

متفرق آراء:

البتہ مولانا محمد صابر حسین ندوی کہتے ہیں کہ وید اور پران کا وہ حصہ جو توحید اور کتاب وسنت کی تعلیمات سے ہم آہنگ ہیں ان کو

الہامی کہا جائے، بقیہ کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے، اور فطرت سلیمہ کے خلاف ہونے کی تردید کی جائے۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہندو حضرات اپنے رشیوں کو رسول اور بھگوان کا اوتار کہتے ہیں تو زیادہ سے زیادہ ان کی حیثیت مبلغ کی ہوگی، ان کی کتابیں تو قطعی الہامی نہیں ہیں۔ مولانا فاروق در بھنگوی کہتے ہیں وہ تمام ویدوں اور اوتاروں جن کے پیغامات شریعت سے ہم آہنگ اور مبنی بر توحید ہیں اور آخرت کا تصور بھی ہے ان کے بارے میں رسول یا نبی ہونے اور ان کی کتاب کے الہامی ہونے کا امکان ہے، لیکن چونکہ کتاب وسنت میں ان کا ذکر نہیں، اس لئے حتمی نہیں کہہ سکتے اور مولانا عبیداللہ ندوی کی رائے یہ ہے کہ ان کے بارے میں صرف شک کیا جاسکتا ہے۔ اور مفتی شبیر احمد قاسمی کہتے ہیں کہ نہ انکار کرسکتے ہیں اور نہ ثابت کرسکتے ہیں (دیکھئے مذکورہ حضرات کے مقالات)۔

مولانا غلام رسول منظور القاسمی، مولانا جمشید جوہر قاسمی، مفتی باقر ارشد قاسمی اور بعض دوسرے مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ اس بارے میں توقف اختیار کیا جانا ہی بہتر ہے۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی صاحب فرماتے ہیں: ''ہندو بھائیوں کے پاس وید کی شکل میں جو کچھ موجود ہے وہ یقینی طور پر الہامی نہیں ہے، اس لئے محض امکان کی وجہ سے ہندوؤں کو اہل کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا، زیادہ سے زیادہ مشابہ اہل کتاب کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے''۔

موصوف کا ایک قیمتی اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

ہندو برادران وطن کا اہل کتاب ہونا:

''اب ایک اہم سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ ویدوں کے کچھ مضامین کی تعلیماتِ اسلامی سے مطابقت اور ان میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کو دیکھتے ہوئے کیا ویدوں کو کلام الٰہی اور خدائی الہام قرار دیا جاسکتا ہے اور اس بنیاد پر ہندو برادران کو اہل کتاب میں شامل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہمیں ایک قرآنی اصول کا بہر حال لحاظ رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ:

''اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِغَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا'' (سورۃ النساء آیت ۸۲)۔

(اگر یہ کلام اللہ کے سوا کسی (اور) کی طرف سے ہوتا تو اس کے اندر بڑا اختلاف پاتے)۔

اس اصول قرآنی سے معلوم ہوا کہ کلام الٰہی اور کلام انسانی میں یہ بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ کہ کلام انسانی میں بیان میں تناقض تحقیقات میں فرق مراتب، عبارت کی عدم یکسانی، معنوی اور ادبی بے آہنگی، ہر طرح کا جھول جھال پایا جاتا ہے، جبکہ کلام الٰہی ان سے یکسر خالی ہے۔ اور ویدوں میں کلام انسانی جیسی ناہموار باتیں پائی جاتی ہیں۔

خود ویدوں کی اندرونی شہادت سے اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ مختلف رشیوں نے اپنے اپنے دیوتاؤں کی عقیدت میں منتروں کو مختلف زمانوں میں وضع کیا ہے اور اپنے دشمنوں کی تحقیر وتذلیل اور ان کو نیست ونابود کرنے کی تمنا کی ہے۔ اس کی مثالیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے لئے مقالہ نہیں پوری کتاب درکار ہے۔

جہاں تک اسلامی تعلیمات سے مطابقت کی بات ہے تو اس میں بھی تضادات کی اتنی بھرمار ہے کہ اس کی موجودگی میں اسے کلام الٰہی قرار دینا بہت مشکل ہے۔ چند مثالیں دیکھئے:

(۱) ویدوں میں ایک طرف توحید ہے تو دوسری طرف ایشور اور برہم کی شکل میں دو خدا۔ اور برہما، وشنو، مہیش کی شکل میں تین خدا۔ اور دیوی دیوتاؤں کی شکل میں ۳۳ کروڑ خداؤں کا شرک آمیز تصور بھی موجود ہے۔

(۲) ایک طرف ویدوں میں عقیدۂ آخرت پرلوک، برزخ پتر لوک، جنت سورگ اور جہنم نرک کے ابدی قیام گاہ میں اعمال کی جزاء وسزا، اور دنیاوی زندگی کے خاتمہ کے بعد دوبارہ نئی زندگی جسے پنرجنم کہا گیا ہے کا اسلامی تصور پایا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف آواگون کا فلسفہ ہے جو مذکورہ عقیدے کے خلاف بالکل متضاد عقیدہ ہے۔

(۳) ایک طرف اوتارواد ہے جو اپنے مخصوص زاویۂ نگاہ سے بندے کو خدا بنا دیتا ہے۔ تو دوسری طرف۔ عقیدۂ رسالت ہے جس میں نبی ورسول صرف خدا کا بندہ اور انسان ہونے کی حیثیت سے خدائی احکام کی تبلیغ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس میں نہ خدا حلول کرتا ہے اور نہ وہ خدا کی ہستی کا کل یا جز ہوتا ہے۔

(۴) ایک طرف وید میں شراب پینے کی برائی بیان کی گئی ہے۔

شراب پینے کے بعد اس کا نشۂ شراب پینے والے کے دل میں اپنی جگہ بنانے کے لئے جنگ کرتا ہے۔ (رگوید ۸۔۲۔۱۲)

اے خدا! ریاضت نہ کرنے والے انسان شراب پی کر بدمست ہو جاتے ہیں اور وہ تمہیں تکلیف پہنچانے کی طرف مائل ہوتے ہیں، اس لئے تم ایسے لوگوں کو دولت ہونے پر بھی اپنا سہارا نہیں دیتے۔ (رگوید ۸۔۲۱۔۱۴)

دوسری طرف اسی رگوید میں ہے:

میں سوم رس (نشہ آور پتی) سے پیٹ بھر کر جو دھرم کا اپدیش کرنے لگا ہوں اس کو وہ لوگ جو اپنے مطلب کی سدّھی (درستی) چاہتے ہیں۔ بغور سنیں اگر اس حالت میں ہم سے کوئی لغزش ہو جائے تو آس پاس بیٹھنے والے لوگ ہمیں معاف کریں۔ (رگوید ۳۔۱۷۶)

''میں ان عالموں کے جو اعلیٰ درجہ کے عالم اور سورج کی ہیئت سے واقف ہیں، جو کوٹ پیٹ کر نکالے ہوئے سوم رس کو نوش کئے ہوئے لوگوں کے مانند بیٹھے ہوئے ہوں، ان کی بغل میں جیسے شہوت اکسانے والی عورت بغل گیر ہو، اسی طرح میں بھی بغل گیر ہوتا ہوں۔ (رگوید ۳۔۱۶۸)

پتہ چلا کہ شراب پینے کا تعلق ممانعت سے نہیں، بلکہ صرف ذاتی پسند اور ناپسند سے ہے۔

(۵) ایک طرف رگوید میں جوے کی سماجی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا:

اے جواری! جوا کھیلنا چھوڑ کر کھیتی کر۔ اس میں جو نفع ہے اسی میں مطمئن رہو۔ (رگوید ۱۰۔۳۴۔۱۳)

دوسری طرف جوا کھیلنے کی وعید یا سزا کا کوئی ذکر ہے نہ اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض تہواروں میں جوا کھیلنا مذہبی اعمال کا حصہ بن چکا ہے۔

(۶) رگ وید میں ایک طرف عورت کے لئے حیا اور پردے کا حکم ہے:

چونکہ برہم نے تمہیں عورت بنایا ہے اس لئے نظریں نیچی رکھو اوپر نہیں۔ اپنے پیروں کو سمیٹے ہوئے رکھو۔ ایسا لباس پہنو کہ کوئی تمہارا جسم دیکھ نہ سکے۔ (رگوید ۸۔۲۔۱۲)

دوسری طرف ''یجروید'' میں بے حیائی کی انتہائی مذموم صورت درج ہے جس کو لکھتے ہوئے قلم بھی شرمندہ ہے۔

معلومات کے لئے دیکھئے: (یجروید ۲۳۔ ۱۹، یجروید ۲۳۔ ۲۰، یجروید ۲۳۔ ۲۱/مترجمہ محترمہ سوما سبلوک، ہندی مضمون ''ویدوں میں عورت'')۔

اس طرح تضاد وتناقض کی ۱۹/مثالیں جناب محمد فاروق خاں صاحب نے اپنی کتاب ''اسلام کی اہمیت ہندو دھرم کے پس منظر میں''

اختصار کے ساتھ بیان کی ہیں جو بہت اہم اور قابل مطالعہ ہیں۔

رہ گئی ویدوں یا ہندو دھر پشتکوں کی کچھ باتوں کی قرآنی اور اسلامی تعلیمات سے مطابقت تو محض اس بنیاد پر انھیں الہامی یا آسمانی کتاب قرار دینا غیر حقیقی بنیاد ہے، کیونکہ خود قرآن میں لقمان حکیم یا سکندر ذوالقرنین اور خضر کے اقوال کو الہامی قرار نہیں دیا گیا، جبکہ ان کے نبی ہونے کا احتمال بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

دنیا کے بہت سے عبد صالح اور ریفارمر جیسے ایران کے زرتشت، ہندوستان کے مذہبی رہنما گرونانک جی اور مشہور فلسفی سقراط کی ایک عظیم الشان نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیدا ہونے کی خوشخبری، یا اٹلی کے سات سو سال سے مقفل چلے آرہے مکان کے اندر محفوظ کتبہ میں اسلام کی خوبی اور دور عمر فاروقؓ میں تالہ کھلنے اور خلیفہ ہونے کی پیشین گوئی اور ایمان لانے والوں کو مبارکباد وغیرہ۔اسی طرح ان مصلحین کی مذہبی کتابیں، زرتشت کی ''دساتیر (Dasatir) اور زندویستہ (Zendwasta) گرونانک جی کی ''گروگرنتھ صاحب'' بدھ جی کی ''مجھم نکائے اور دھمپڑ وگو'' اور (Gospelofbuddha)

نیز (Mohammad-Inbuddh-Ist Scriptures) میں اسلامی تعلیمات اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارات کی موجودگی کے باوجود جس طرح وہ الہامی اور آسمانی کتابیں قرار نہیں دی جاسکتیں، اسی طرح ویدوں کو غیر الہامی اور غیر آسمانی کلام مانتے ہوئے کلام صالحین قرار دے کر ان کی پیشین گوئیوں کو درست قرار دیا جاسکتا ہے۔جیسے بائبل کے'' مکاشفۂ یوحنا'' اور مسلمانوں کے بہت سے اولیاء جیسے حضرت شیخ عثمان کی پیشین گوئیوں کا حال ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندو بھائیوں کے پاس وید کی شکل میں جو کچھ موجود ہے وہ یقینی طور پر الہامی نہیں ہے، اس لئے محض وید کے امکانی الہامی بنیاد پر ہندوؤں کو'' اہل کتاب'' قرار نہیں دیا جاسکتا۔زیادہ سے زیادہ انھیں'' مشابہ اہل کتاب'' کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ پچھلے حوالوں میں ذکر کیا جاچکا ہے''۔

دلائل:

وہ حضرات جنہوں نے کسی بھی قیمت پر اوتاروں کو پیغمبر اور ویدوں کو الہامی کتاب ہونے سے انکار کیا ہے انہوں نے مندرجہ ذیل نصوص کو بنیاد بنایا ہے۔

- ''أولم یکفهم إنا أنزلنا علیک الکتاب یتلی علیهم إن فی ذلک لرحمة و ذکری لقوم یؤمنون'' (سورہ العنکبوت:۵۱)۔
- ''عن أبی هریرة قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما أدری تبّع أ کان نبیا أو غیر نبی'' (معالم التنزیل سورہ الدخان تحت آیۃ'' أہم خیر أم قوم تبع'')۔
- '' وید اور گرنتھ یا زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الٰہی اور آسمانی کتاب ہونے کا ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے اور یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا وید یا گرنتھ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، امکان محض اور احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں'' (معارف القرآن: مفتی شفیعؒ ۶۱/۳)۔
- ''عن أبی هریرة قال: کان أهل الکتاب یقرؤون التوراة بالعبرانیة ویفسرونها بالعربیة لأهل الإسلام فقال رسول الله ﷺ: لاتصدقوا أهل الکتاب ولاتکذبوهم، وقولوا آمنا بالله ما أنزل'' (بخاری ۱۱۲۵/۲، حدیث نمبر:۷۲۴۱،

۲۵۴۲ھ)۔

- ”ذهب الحنفية والحنابلة إلى أنه لايجوز النظر فى كتب أهل الكتاب، و نقل ابن عابدين قول عبد الغنى النابلسى:نهينا عن النظر فى شئ من التوراة والإنجيل سواء نقلها إلينا الكفار أو من أسلم منهم، وسئل عن أحمد عن قرأة التوراة والإنجيل والزبور ونحو ذلك فغضب، وظاهره الإنكار، وذخره القاضى واحتج بأن النبى ﷺلما رأى فى يد عمر قطعة من التوراة غضب، وقال: ألم آت بها بيضاء نقية، وقد ذكر ابن حجر نص الحديث قال: نسخ عمر كتابا من التوراة بالعربية فجاء به إلى النبى فجعل يقرأ، و وجه رسول الله ﷺيتغير فقال له رجل من الأنصار: ويحك ياابن الخطاب ألا ترى وجه رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ: لا تسألوا أهل الكتاب عن شئ فإنهم لن يهدوكم وقد ضلوا و أنكم إما أن تكذبوا بحق أو تصدقوا بباطل، والله لو كان موسى بين أظهركم ما حل له إلا أن يبتغى، وقد أهدى رجل إلى السيدة عائشة هدية فقالت: لا حاجة لى فى هديته بلغنى أنه يتتبع الكتب الأول، والله تعالى يقول: ”أولم يكفهم أنا أنزلنا عليك الكتاب يتلى عليهم“ (الموسوعة الفقہیۃ ۳۴/ ۱۸۳-۱۸۴، ماخوذ از مقالہ مفتی باقر ارشد قاسمی)۔
- ”إن كيت من أحسن الكتب فى فلسفة الدين والأخلاق مع أنه ليس إلهاميا مثل أسمرتى“ (مجلّہ الجامعۃ الاسلامیہ بالمدینۃ المنورۃ ۳/ ۴۶۵)(بقول ڈاکٹر رادھا کرشنا)۔
- ”أنا لا اعتقد فى كيتا صحة وجوده التاريخى، بل هو كتاب تمثيلى و تخيلى وضعه المصنف لتقريب معانى (مهابهارت)، لأنه لم يثبت عندى وجود كرشنا تاريخيا“ (ہندو دھرم/ ۱۸، مجلّہ الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ ۳/ ۴۶۶، (بقول مہاتما گاندھی)(تفصیل کے لئے دیکھئے مقالہ: مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی ارریاوی)۔
- ”ثم المشرك ثلاثة: مشرك ظاهرا و باطناً كعبدة الأصنام، ومشرك باطناً لا ظاهراً كالمنافقين، ومشرك معنىً كأهل الكتاب“ (البحر الرائق ۳/ ۱۱۱)۔
- ”قل الله ينجيكم منها ومن كل كرب ثم أنتم تشركون“ (سورہ الانعام: ۶۴)۔
- ”إن يتبعون إلا الظن وإن هم إلا يخرصون“ (سورہ انعام: ۱۱۶)۔
- ”ومايتبع أكثرهم إلا ظنا إن الظن لايغنى من الحق شيئاً إن الله عليم بما يفعلون“ (سورہ یونس: ۳۶)۔
- ”إن يتبعون إلا الظن وما تهوى الأنفس ولقد جائهم من ربهم الهدى“ (سورہ النجم: ۲۳)(ماخوذ از مقالہ: مفتی شاہ جہاں ندوی)۔
- ”و أما الأنبياء والمرسلون فعلينا الإيمان بمن سمى الله تعالىٰ فى كتابه من رسله والإيمان بالله تعالىٰ أرسل رسلا سواهم و أنبياء لايعلم أسمائهم وعددهم إلا الله تعالىٰ الذى أرسلهم، فعلينا الإيمان بهم جملة، لأنه لم يأت فى عددهم نص، وقد قال الله تعالىٰ: ورسلاً قد قصصنا هم عليك من قبل و رسلالم نقصهم عليك“ (شرح العقیدہ الطحاویۃ/ ۲۲۷ لابن العرض)۔
- ”و أما المبعوثون فالإيمان لهم واجب ومن ثبت شرعاً تعينه منهم وجب الإيمان بعينه، ومن لم يثبت تعينه كفى

الإیمان به إجمالاً" (المسامرة شرح المسایرة/ ۲۲۵، ماخوذ از مقالہ: مفتی اقبال احمد قاسمی)۔

سوال نمبر ۸: الف: عیسائی مشنریز کے تعلیمی اداروں میں داخلہ کا حکم:

اس مسئلہ پر تقریباً تمام مقالہ نگاران کا اتفاق ہے کہ ایسے تعلیمی ادارے جہاں دین واخلاق، عقائد ونظریات اور عادات واطوار تک تبدیل ہونے کا خطرہ ہو وہاں ایک مسلم والدین کے لئے اپنے بچوں کو تعلیم دلانا یا ان کو داخل کرنا بالکل درست نہیں ہے، بلکہ یہ تعاون علی الاثم اور اپنے بچوں کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے اور اپنے تعلیمی ادارے قائم کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے، نیز مشنریز کے لوگوں کی بالکل حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے۔

وہیں بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جب تک اپنا کوئی متبادل ادارہ نہ ہو اس وقت ایک وہیں تعلیم حاصل کرے اور دین وعقیدہ کی اصلاح وپختگی کے لئے کوئی نظم کرلے۔ اور کیا ہی اچھا ہو کہ مسلمان اپنے دینی ماحول کے ادارے قائم کرلیں اور مسلمان بچے وہاں تعلیم حاصل کریں۔

دلائل:

اور اس کے لئے مندرجہ ذیل کا سہارا لیا ہے:

- "یایها الذین آمنوا لا تتخذوا الیهود والنصاری أولیاء" (سورہ المائدہ: ۵۱)۔
- "تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (سورہ مائدہ: ۲)۔
- "من تشبه بقوم فهو منهم" (حدیث)۔
- "الحکمة ضالة المؤمن فحیثما وجده أحق بها" (ترمذی ابواب العلم)۔
- "أن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الرجل علی دین خلیله فلینظر أحدکم من یخالل" (سنن أبی داؤد، باب من یومر أن یجالس: ۲۶۴)۔
- "عن أنس رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: ومثل جلیس الصالح کمثل صاحب المسک إن لم یصبک منه شئ أصابک من ریحه، ومثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر، إن لم یصبک من سوائه أصابک من دخانه، وعن أبی سعید رضی الله عن النبی ﷺ قال: لا تصاحب إلا مؤمنا ولا یأکل طعامکم إلا تقی" (سنن ابی داؤد ۶۶۴، کتاب الأدب)۔
- "إثمهما أکبر من نفعهما" (سورہ البقرہ: ۲۲۹)۔
- "یا یها الذین آمنوا قوا أنفسکم و أهلیکم نارا وقودها الناس والحجارة" (سورہ التحریم: ۶)۔
- "کل مولود یولد علی الفطرة و أبواه یهودانه أوینصرانه أو یمجسانه" (مشکوۃ)۔

ان دلائل کے علاوہ بہت سی مصالح کی طرف بھی مقالہ نویسوں نے توجہ دلائی ہے ان کی تفصیلات کے لئے مقالہ کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

جبکہ مولانا سید باقر ارشد قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا پروفیسر سعود عالم قاسمی، مولانا اعجاز الحسن باندے، مولانا ثابت شمیم رشادی کی رائے ہے کہ وقتی طور پر اور مجبوری میں ناجائز نہیں ہے، ان اداروں میں بچوں کو تعلیم دیتے ہوئے دینی تعلیم کے ذریعہ اس کا تدارک کیا

جائے، متبادل کی تلاش ہر حال میں ضروری ہے، البتہ مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا ارشاد پالن پوری، مولانا عظمت اللہ میر، مولانا سلطان احمد قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا نعیم اختر قاسمی نے اس سوال کا جواب تحریر نہیں کیا ہے۔

متفرق خیالات:

مولانا اشرف گونڈوی قاسمی نے لکھا ہے کہ عیسائی مشنریز کے اسکولوں کی مخالفت نہ کی جائے اور اپنا متبادل نظام بنایا جائے، کیونکہ دور نبوی میں بھی بدر کے قیدیوں سے ان کی زبانیں سیکھی گئی اور یہودی اساتذہ سے بھی علوم حاصل کئے گئے ہیں جو تاریخی طور پر ثابت ہے، مفتی شاہ جہاں ندوی کی رائے یہ ہے کہ عیسائی مشنریز کے اسکولوں میں بھی بچوں کو داخل کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ والدین دینی تربیت پر قادر ہوں۔

سوال ۸ ب- کیا مسلمہ اور کتابیہ دونوں کے حقوق بیوی ہونے کی حیثیت سے برابر ہیں؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگاران اس بات پر متفق ہیں کہ حسن معاشرت، نان ونفقہ اور بیوی کے جو حقوق اسلام نے متعین کئے ہیں ان میں مسلمہ اور ذمیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ حقوق دونوں کے یکساں ہیں، البتہ اختلاف دین ہونے کی وجہ سے کتابیہ شوہر کے مال میں وراثت کی حقدار نہیں ہوگی، باقی حقوق دونوں کے مساوی ہوں گے، بلاضرورت جس طرح مسلمہ کو طلاق نہیں دے سکتا ہے، اسی طرح اسے بھی نہ چھوڑ کر فرار اختیار کرنا جائز ہے اور نہ ہی طلاق دینا، چونکہ حقوق کے وجوب کا سبب صرف نکاح ہے وہ یہاں بھی پایا جاتا ہے۔

دلائل:

دلائل وہی نقل کئے ہیں جو کتاب وسنت اور ذخائر فقہ میں ائمہ مجتہدین سے بیوی کے حقوق کے سلسلہ میں منقول ومصرح ہیں: مثلاً:

- ''ولهن مثل الذی علیهن'' (سورہ البقرہ:۲۲۸)۔
- '' وعاشروهن بالمعروف'' (سورہ النساء:۱۹)۔
- ''ولهن علیکم رزقهن و کسوتهن بالمعروف''(مسلم فی کتاب الحج باب حجۃ الوداع)۔
- ''فان خفتم ألا تعدلوا فواحدة أو ما ملکت أیمانکم'' (سورہ النساء:۳)۔
- ''لینفق ذو سعة من سعته ومن قدر علیه رزقه فلینفقه مما أتاه الله''(سورہ الطلاق:۷)۔
- ''وعلی المولود له رزقهن وکسوتهن بالمعروف''(سورہ البقرہ:۲۳۳)۔
- ''ولن تستطیعوا أن تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة''(سورہ النساء:۱۲۹)۔
- ''قال النووی: الکتابیة کالمسلمة فی النفقة والقسم والطلاق وعامه حقوق النکاح لکن لا توارث بینهما وبین المسلم''(روضۃ الطالبین ۵/ ۴۷۳)۔
- ''لاتوارث بین المسلم وغیره ولذلک لاترث الزوجة الکتابیة زوجها المسلم ولایرثها'' (فتاوی قطاع الافتاء الکویت ۵/ ۲۴)۔
- ''وکل الشروط التی تشترط لانعقاد الزواج وصحته ونفاذه کما یجب توافرها فی عقد زواج المسلم المسلمة یجب توافرها فی عقد زواج المسلم بالکتابیة وجمیع الحقوق والواجبات التی تترتب علی عقد زواج المسلم بالمسلمة تترتب علی عقد زواج المسلم بالکتابیة، فالکتابیتان المحرمان لایجوز للمسلم أن یجمع بینهما کالمسلمتین المحرمین، والکتابیة ان کانت کبیرة مکلفة تباشر عقد زواجها بنفسها کالمسلمة وإن کانت

صغيرة أو فى حكمها لجنون أو عنة يباشر عقد زواجها وليها المتحد معها فى الدين، و إذا تم عقد زواجها بالمسلم سواء أ كانت بمباشرتها أم بمباشر وليها وجب لها من المهر والنفقة وعدم الإضرار بها والعدل بينها بين ضرائها ما يجب للزوجة المسلمة ... ويجب لكل منهما على الآخر حسن المعاشرة" (احکام الاحوال الشخصية ۱/۱۲۶)۔

- "العدل بين الزوجات ولو مختلفان فى الدين واجب" (ابن عابدین ۲/۴۰۰، الشرح الکبیر ۲/۳۳۹، والمہذب ۲/۶۸، والمغنی ۷/۳۶، الموسوعۃ الفقہیۃ ۷/۱۴۶)۔
- "من كان له أكثر من واحدة وجب عليه العدل بينهن، فيجعل لكل واحدة يوما وليلة وتستوى المريضة والحائض والنفساء والمحرمة والكتابية"(القوانین الفقہیۃ لابن جزی ۲/۷۰)۔
- "ألا وحقهن عليكم أن تحسنوا إليهن فى كسوتهن وطعامهن" (ترمذی، باب فی حق المرأۃ)۔
- "لم يفرق الدين فى حقوق الزوجية بين الزوجة المسلمة والزوجة الكتابية" (الاسلام والآخر الحوار ہو الحل ر ۴۷، المفصل فی احکام المرأۃ ۵/۵۶)۔
- "قال ابن المنذر: أجمع كل من تحفظ عند من أهل العلم على أن القسم بين المسلمة والذمية سواء و ذلک؛ لأن القسم من حقوق الزوجية فاستوت فيه المسلمة والكتابية كالنفقة والسكنى، وهذا عند جميع الفقهاء" (ابن ۲/۴۰۰، والشرح الکبیر ۲/۳۳۹، والمہذب ۷/۶۸، والمغنی ۷/۳۶، الأم ۵/۲۱۵)۔
- "نفقة المرأة واجبة على زوجها سواء حرا كان أو عبداً والمرأة مسلمة كانت أو كتابية" (مختارات النوازل ۲/۱۹۱)۔

بعض حضرات مقالہ نگاران نے مسلمان اور کتابیہ بیوی کے درمیان پائے جانے موانع ارث کے فرق کے ساتھ ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ جو اولاد اس سے پیدا ہوگی وہ مسلم ہوگی، اگر نکاح کے بعد کوئی دوسرا آسمانی مذہب اختیار کر لیتی ہے تو نکاح باقی رہے گا، لیکن اگر بے دین ہوجاتی ہے، کمیونسٹ وغیرہ تو نکاح باقی نہیں رہے گا (دیکھئے احوال شخصیۃ عبدالوہاب خلاف ۱/۶۶۱، ماخوذ از مقالہ باقر ارشد قاسمی)۔

سوال ۸ ج- کتابیہ بیوی کا اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی رسومات ادا کرنا:

اس مسئلہ میں دو رجحانات ہیں:

پہلا رجحان:

اس سوال کے جواب میں ۲۶ مقالہ نگاران کی رائے یہ ہے کہ کتابیہ بیوی اپنے شوہر کے گھر میں اپنے عقیدے کے مطابق مذہبی رسومات ادا کرسکتی ہے، شوہر کو روکنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ دعوتی انداز سے افہام وتفہیم کا سہارا لے سکتا ہے، مذہبی آزادی دینا شوہر کی ذمہ داری اور بیوی کا حق ہے، اس رجحان کے حاملین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

مفتی شاہ جہاں ندوی، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی، مولانا محمد آزاد بیگ، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا اختر امام عادل، مولانا قمر الزماں ندوی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، مولانا غلام رسول منظور القاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، قاری ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مفتی شبیر احمد دیلوی، مولانا محمد سعد نور

القاسمی، محمد اکرم رشید لوناواڑا، مفتی عابد الرحمن بجنوری، مولانا ثابت شمیم رشادی، مولانا محمد شکیل سعادتی، مولانا عبد الرب سعادتی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا محمد فاروق دربھنگوی، مفتی باقر ارشد قاسمی۔

مجوزین میں بعض حضرات نے اپنے مقالہ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ مذہبی رسومات ادا کرنے کی اجازت تو ہے، تاہم اس کی ادائیگی کے لئے شوہر گھر سے باہر جانے سے کتابیہ بیوی کو روک سکتا ہے، انہیں میں سے بعض حضرات نے اس بات کی قید بھی لگائی ہے کہ شرکیہ اعمال نہیں کرسکتی، گھر میں صلیب نہیں لگاسکتی، اپنے مذہبی رسوم تنہائی میں انجام دے گی، جس سے گھر کے بچے اور افراد کے ایمانیات متاثر نہ ہوں، اور اس کی اسلامی اور اخلاقی تربیت پر پوری توجہ دے، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی نے اس بات کا اضافہ کیا ہے کہ جس طرح لہسن اور بدبودار چیز کھانے سے شوہر مسلمہ بیوی کو روک سکتا ہے اسی طرح کتابیہ کو شراب سے روکنے کا شوہر کو حق ہے (دیکھئے موصوف کا مقالہ)۔

دلائل:

- ”لا إكراه في الدين قد تبين الرشد من الغي“ (سورہ البقرہ:۲۵۶)۔
- ”لكم دينكم ولي دين“ (سورہ الکافرون:۶)۔
- ”لا يأذن لها أن تخرج إلى عيد أو تذهب إلى بيعة وله أن يمنعها ذلك“ (المغنی لابن قدامہ ۱۰/۶۲۰، ماخوذ از مقالہ: شوکت ثناء قاسمی)۔
- ”هل يمنعها أن تدخل منزله الصليب قال (احمد) يأمرها، فأما أن يمنعها فلا، (احکام الذمۃ فصل اداء الزوجۃ الکتابیۃ شعائرہا التعبدیۃ/ ۸۲۲) وقال في رواية محمد بن يحيى الكحال في الرجل: تكون له إمرأة أو أمه نصرانية تقول اشترلي زناراً فلا يشتري لها تخرج، تخرج هي تشتري“ (حوالہ سابق) وأما الخروج إلى الكنيسة والبيعة فله منعها منه، لا يأذن لها الخروج إلى عيد النصارى أو البيعة“ (أحکام الذمۃ/ ۸۱۹ فصل ۱۶۰)، ولہ منعہا من السکر، لأنہ یتأذی بہ“ (حوالہ سابق/ ۸۲۱، فصل ۱۶۱)، (دیکھئے مقالہ مفتی اقبال احمد قاسمی)۔
- ”وله منعها من السكر، لأنه يتأذى به“ (حوالہ سابق/ ۸۲۱، فصل ۱۶۱)، (دیکھئے مقالات: مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا محفوظ الرحمن شاہین جمالی)۔
- ”ويجب على أهل الذمة الامتناع عما فيه غضاضة على المسلمين و استنقاص دين الإسلام“ (موسوعۃ ۷/ ۱۳۴)۔
- ”وليس له منعها من صيامها الذي تعتقد وجوبه، و إن فوت عليه الاستمتاع في وقته، ولا من صلاتها في بيته إلى الشرق وقد مكن النبي صى الله عليه وسلم وفد نصارى نجران من صلاتهم في مسجد إلى قبلتها.... وليس له حملها على أكل الشحوم واللحوم المحرمة عليهم“ (احکام أہل الذمۃ لابن قیم ۲/ ۸۲۲)۔

دوسرا رجحان:

اس سلسلہ میں دوسرا رجحان یہ ہے کہ شوہر کو اس کا حق حاصل ہے کہ وہ کتابیہ بیوی کو مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکے، نیز اس کی وجہ سے گھر میں دین مخالف ماحول پیدا ہوگا اور شرکیہ اعمال انجام پائیں گے، اس لئے مذہبی رسومات ادا کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، اس نقطۂ نظر کے حاملین مندرجہ ذیل حضرات ہیں:

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا احسن عبد الحق ندوی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا اسرار احمد آبادی، مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مولانا محمد شباب، مولانا محمد صادق مبارکپوری، مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآباد، مولانا محمد ارشد علی رحمانی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد ممتاز خان ندوی، مفتی یوسف قاسمی۔

دلائل:

- ''تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر'' (سورہ آل عمران: ۱۱۰)۔
- ''من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده، و إن لم یستطیع فبلسانه و إن لم یستطیع فبقلبه'' وذلک أضعف الإیمان'' (ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء فی تغییب المنکر بالید (۲۱۷۲)۔
- ''یایها الذین آمنوا قوا أنفسکم وأهلیکم ناراً'' (سورہ التحریم)۔
- ''ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان'' (سورہ مائدہ: ۲)۔
- ''المسلم إذا تزوج ذمیة فله أن یمنعها عن الخروج إلی الکنائس والبیع وبیت النار، ولیس علی اجبارها علی الغسل من دم الحیض والنفاس والجنابة'' (فتاوی تاتارخانیہ ۴/۴۷)۔
- ''ولاتنصب فی بیته صلیبا وتصلی فی بیته حیث شائت'' (الجوہرۃ النیرۃ ۴/۳۰۸)۔
- ''وذکر الاسبیجابی أن للمسلم منع الذمیة إذا تزوجها من الخروج إلی الکنائس والبیع وله أن یمنعها عن إتخاذ الخمر فی المنزل'' (البحر الرائق ۳/ ۱۸۳، الہندیہ ۱/۲۸۱، ۱/۳۴۷، دیکھئے مقالات: مولانا زبیر احمد قاسمی، اور مفتی شبیر احمد قاسمی، مفتی یوسف قاسمی، محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی وغیرہ)۔

متفرق خیالات:

مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی کہتے ہیں کہ مذہبی رسومات کے لئے گھر میں تو اس کی اجازت نہیں دی جائے گی، البتہ علاحدہ کوئی نظم کرسکتی ہے۔ مفتی اشرف عباس قاسمی کہتے ہیں کہ گھر میں مذہبی رسوم انجام دے سکتی ہے، بشرطیکہ اولاد پر غلط اور منفی اثر نہ پڑے، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی کہتے ہیں کہ مباح امور کی انجام دہی کی اجازت دینا درست ہے، غیر مباح امور کے لئے اجازت کی گنجائش نہیں ہوگی۔ اور اکرام الحق ندوی کہتے ہیں کہ جب اس سے نکاح ہی جائز نہیں ہے تو پھر اس تفصیل کا کوئی فائدہ نہیں۔ جبکہ مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی اعجاز الحسن بانڈے، مولانا عظمت اللہ میر، مفتی صادق محمد پٹیل، مولانا سعود عالم قاسمی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، قاضی تبریز عالم، مفتی عبد المنان آسام نے اس سوال کا جواب تحریر نہیں فرمایا ہے (دیکھئے مذکورہ حضرات کے مقالات)۔

سوال ۸ د- عیسائی مشنریز کے رفاہی ادارے جو رفاہی کام بھی کرتے ہیں اور اپنے مذہب کی تبلیغ بھی کرتے ہیں ان اداروں میں کام کرنے اور ان کی خدمات سے استفادہ کرنے کا کیا حکم ہے:

اس سوال کے جواب میں ۳۸/مقالہ نگار حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسا ادارا جہاں ایمان واخلاق کو خطرہ میں ڈالنے کا اندیشہ ہو ایسے ادارے میں ملازمت اختیار کرنا یا ان سے استفادہ کرنا نا درست اور اس سے حتی الامکان محفوظ رہنا واجب وضروری ہے، اس رجحان کو مندرجہ ذیل حضرات نے ظاہر کیا ہے۔

مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآبادی، محمد صادق مبارکپوری، مفتی صادق محمد پٹیل، مفتی محمد یوسف قاسمی، محمد ممتاز خان ندوی، عبد الرب

سعادتی، محمد شکیل سعادتی، عقیل الرحمٰن قاسمی، سلمان پالن پوری، مولانا زبیر احمد قاسمی، محمد ارشد علی رحمانی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی اعجاز الحسن باندے، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی شبیر احمد دیولوی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، اکرام الحق ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا مصطفیٰ قاسمی، مولانا قمرالزمان ندوی، قاضی تبریز عالم، مفتی عبدالمنان آسام، مولانا اختر امام عادل، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا اسرار احمد آبادی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا محمد عثمان بستوی، مولانا احسن عبدالحق ندوی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، عبیدالرحیم سعادتی، جمشید جوہر قاسمی، باقر ارشد قاسمی، مولانا ارشاداللہ قاسمی، مفتی اشرف عباس قاسمی، مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی۔

دلائل:

۱- "ولا تعاونوا على الاثم والعدوان" (سورہ مائدہ:۲)۔

۲- "يريد الله بكم اليسر ولا يريد لكم العسر" (بقرہ:۱۸۵)۔

۳- "يحرم طلب العلم الدينى لأجل الدنيا ويحرم تعليم من يرى فيه الغرض الفاسد لوجوه منها: أن مثله لايخلو غالباً من تحريف الدين لأغراض الدنيا بتأويل ضعيف فوجب سد الذريعة"(حجۃ اللہ البالغۃ ۲/ ۱۳۳)۔

۴- "إني لم أبعث باليهودية ولا بالنصرانية ولكن بعثت بالحنفية السمحة" (مسند احمد ۴۵/ ۴۵۵، حدیث (۲۱۲۶۰)۔

۵- "خير رسول الله صلى الله عليه وسلم بين أمرين أحدهما أيسر من الآخر إلا اختار أيسرهما مالم يكن إثما" (صحیح مسلم ۱۱/ ۳۷۴، حدیث نمبر (۴۲۹۵)، بخاری ۲۱/ ۴۵، حدیث نمبر:(۶۲۸۸)۔

۶- "المشقة تجلب التيسير، إذا ضاق الأمر اتسع، الضرورات تبيح المحظورات، ما أبيح للضرورة بقدر بقدرها"

۷- "من قصد الكفر ساعة أو يوما فهو كافر جميع العمر" (البحر الرائق ۱/ ۱۲۳، باب المرتد)۔

۸- "إن المباح يجوز تركه والإتيان به إذا لم يترتب عليه محرم، لأن ما أفضى إلى الحرام حرام" (نتائج الافکار تکملہ فتح القدیر ۸/ ۱۷۳)۔

بدرجہ مجبوری جائز ہے:

ایسے ادارے سے حتی الامکان بچنا چاہئے، بدرجہ مجبوری منسلک ہونے کی گنجائش ہے۔مندرجہ ذیل حضرات نے یہ موقف اختیار کیا ہے:

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی شوکت ثنا قاسمی، مفتی عابد الرحمٰن بجنوری، مفتی شاہ جہاں ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، محمد صابر حسین ندوی۔

جائز ہے:

مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا ثابت شمیم رشادی، مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی، ڈاکٹر سعود عالم قاسمی کی رائے یہ ہے کہ مشنریز کے ادارے سے استفادہ کی گنجائش ہے۔

ثابت شمیم رشادی: اگر مذہبی دعوت وتبلیغ سے ہٹ کر صرف انسانیت کی خدمت ہو تو خدمت کرنا اور استفادہ دونوں جائز ہے:"وهذا كله إذا كان الإيجار لعمل لايتضمن تعظيم دينهم و شعائرهم، فإن كانت الإجارة على عمل يتضمن ذلک لم يجز"۔

متفرق آراء:

مفتی شبیر احمد قاسمی مرادآبادی: اور اگر کوئی مسلمان عالم دین اسلام کی تبلیغ کی خاطر ایسے اداروں میں رہ کر تبلیغ کرتا ہے تو اس کی گنجائش ہے۔

مفتی اقبال احمد قاسمی: علاج یا قرض کے لئے غیر مسلموں سے استفادہ میں فی نفسہ کوئی قباحت نہیں، البتہ ایمان پر استقامت ضروری ہے، مسلمانوں کی ایمان کی کمزوری کی وجہ سے امت مسلمہ متبادل اور معیاری اسپتال اور رفاہی ادارے قائم کریں یہ فرض کفایہ ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ اس کا جواب لکھنے سے پہلے امت مسلمہ کی زبوں حالی اور عالم اسلام کی مجرمانہ غفلت پر ایک بار پھر قائم کرتے چلیں کہ سرکار دو عالم کی "**خير الناس من ينفع الناس**" اور "**الخلق عيال الله فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلى عياله**" کے ہوتے ہوئے امت مسلمہ مفید ہونے کے بجائے اب مستفید بنی رہے گی پھر تو کاسۂ گدائی ہی اس کا مقدر بن گیا ہے؟

مولانا سعود عالم قاسمی: ایسے اداروں میں کام کرنا اور انسانی خدمت میں حصہ لینا درست ہے، البتہ جہاں عیسائی عقائد کی تبلیغ کا مرحلہ ہو یا شریعت اسلامی کے خلاف امر درپیش ہو وہاں اپنے آپ کو بچانا لازم ہے، تعاون خدمت میں ہو نہ کہ معصیت میں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صاف لفظوں میں اعلان فرمادیا ہے "**لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق**" (بخاری)۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی: اگر کسی اور جگہ سے قرض مل سکتا ہو تو وہاں سے لے لیں، بصورت دیگر اس شخص کو اجازت ہونی چاہئے جو اپنے دین میں پختہ اور راسخ العقیدہ ہو، ایسی حکم ملازمت کا بھی ہے، دوسری جگہ پر تلاش معاش کی کوشش کی جائے، ناکافی کی صورت میں اجازت ہونی چاہئے، پھر بھی دوسری جگہوں پر کوشش جاری رکھے، ملتے ہی وہاں سے مستعفی ہوجائے۔

مولانا محمد صابر حسین ندوی: ایسے میں ازراہ مجبوری، مجبوری شخص کے لئے ان اداروں میں خدمت وملازمت کی اجازت دی جاسکتی ہے ساتھ ہی ان کی خدمات سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، لیکن ضروری یہ ہے مسلمان خود خیر وفلاح کے کاموں میں پیش قدمی کریں اور ہر ممکن ان کی خدمات سے پرہیز کرنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

مولانا غلام رسول منظور القاسمی: احوط یہ ہے کہ ملازمت اختیار نہ کرے، اور خوب بڑھ چڑھ کر استفادہ بھی نہ کرے۔ ایمان وعقیدہ کو بچاتے ہوئے استفادے کی گنجائش ہے۔

مولانا لطیف الرحمٰن ممبئی: ایسے ادارے میں نوجوان ملازمت کرسکتے ہیں بشرطیکہ ان کی خدمات سے مرعوب ہونے کا اور اپنے دین اسلام کو ہلکا سمجھنے کی مصیبت میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی: دعوت دین کے ساتھ مشنری اسکولوں اور اسپتالوں میں خدمات انجام دینا جائز، بلکہ بعض حالات میں واجب ہوجاتا ہے۔

مولانا محمد شاہ جہاں ندوی: بدرجہ مجبوری استفادہ اور افادہ میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ محتاج رویہ اختیار کیا جائے اور ان شبہات سے بچنے کے لئے علماء کے ربط میں رہا جائے۔

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی: خدمت خلق کے لئے اسپتال قائم کرنا مسلمانوں کی روایت رہی ہے اور دینی ودعوتی ضرورت بھی ہے۔

خاموشی:

جبکہ محمد فاروق دربھنگوی، مولانا ارکرم رشید لوناواڑا، مولانا محمد سعد نورالقاسمی، مولانا عظمت اللہ میر، مولانا محمد شباب، مفتی محمد سلطان القاسمی، مفتی ارشاد پالن پوری، مولانا ریحان مبشر قاسمی، حافظ کلیم اللہ عمری، اور مولانا نعیم اختر قاسمی نے اس سوال کا جواب تحریر نہیں کیا ہے، بلکہ خاموشی اختیار کی ہے۔

☆☆☆

عرض مسئلہ:

اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام

(سوال نمبر ۱، ۲، ۳)

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی ☆

الحمد لله وحده والصلاة والسلام علی من لا نبی بعده وبعد

اس عاجز کو اہل کتاب اور ان سے متعلق مسائل کے سوال ۱ تا ۳ پر عرض کی ذمہ داری دی گئی ہے، اکیڈمی کے توسط سے کل ۶۲ مقالات موصول ہوئے جن میں سے دو مقالے مولانا محمد عمران فرید آبادی و مولانا محمد سلمان ندوی دہلوی کے ہیں، جو قسم الافتاء معہد الشریعۃ دار العلم ندوۃ العلماء کے طالب عالم ہیں اور ایک مقالہ مولانا محفوظ عالم شعبہ افتاء جامعہ ربانی منورا شریف سمتی پور کے طالب علم کا ہے، بقیہ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی عبدالرحیم قاسمی، مولانا محمد ثناء الہدی قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی، مولانا محمد ممتاز خاں ندوی، قاضی محمد حسن ندوی، مفتی سلمان پالنپوری، مفتی محمد ارشاد پالنپوری، مفتی محمد سلطان قاسمی کشمیری، مفتی شبیر احمد دیولوی، مولانا مظاہر حسین عماد القاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی صادق محمد پٹیل دیولوی، مفتی محمد عثمان، مفتی محمد شباب کیرالہ، مولانا عبید الرحیم سعادتی، مولانا حافظ کلیم اللہ عمری، مولانا محمد اکرم بن مولانا اسلم رشید، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا اسرار احمد آبادی قاسمی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، مولانا محمد صادق مبارک پوری، مولانا محمد شکیل سعادتی، مولانا ثابت شمیم قاسمی، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، مفتی باقر ارشد قاسمی بنگلوری، مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مولانا محمد صابر حسین ندوی، مفتی عبدالمنان، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا عبدالرب سعادتی، مفتی ابوحماد غلام رسول منظور قاسمی، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مفتی عابد الرحمٰن بجنوری، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا ابومحمد محمد سعد نور قاسمی، مولانا محمد ارشد رحمانی، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا قمر الزماں ندوی، مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی، مولانا تبریز عالم قاسمی، مولانا ابوعبداللہ عظمت اللہ میر، مولانا محمد فاروق قاسمی، مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی، مفتی اقبال احمد قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی اعجاز الحسن بانڈے قاسمی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا محمد یوسف قاسمی، راقم سطور ظفر الاسلام صدیقی۔

☆ شیخ الحدیث و پرنسپل، جامعہ دار العلوم مئو۔

D4

پہلا سوال-اہل کتاب کی تعریف کیا ہے؟

تمام مقالہ نگاروں نے اہل کتاب کی تعریف کی ہے، حضرت امام ابوحنیفہؒ اور جمہور ائمہ (مالکی، شافعی، حنبلی) کے اقوال پیش کئے ہیں، آیات قرآنی اور فقہاء کے اقوال سے استدلال کیا ہے، ۳۸/حضرات نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو ترجیح دی ہے، جبکہ ۱۳/حضرات جمہور ائمہ کی رائے کو راجح قرار دیتے ہیں، ۱۱/حضرات نے دونوں کے اقوال کو نقل کئے مگر کسی کو راجح قرار نہیں دیا، فقہاء احناف کے اقوال کو ترجیح دینے والے یہ ہیں:

مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی، مولانا ثابت شمیم رشادی، مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا ارشاد اللہ، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا شباب کیرالہ، مولانا اکرم بن مولانا اسلم، مولانا ارشد علی رحمانی، مولانا تبریز عالم، مولانا ممتاز خاں ندوی، مولانا اسرار احمد، مفتی ارشاد، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مفتی عابد الرحمٰن بجنوری، مولانا شوکت ثناء قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ، مولانا محفوظ عالم قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی، مولانا محمد نعیم اختر قاسمی، مولانا عبدالرحیم سعادتی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مولانا قمر الزماں ندوی، مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، مفتی عبدالمنان، مولانا محمد یوسف قاسمی، مفتی ابوحماد غلام رسول، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا محمد عمران فرید آبادی، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا محمد شکیل سعادتی، مفتی محمد عثمان بستوی۔

مولانا محمد شکیل سعادتی لکھتے ہیں: بظاہر احناف کا قول: ”**وكل من يعتقدد يناسماويا وله كتاب منزل كصحف ابراهيم وشيث الخ يا الكتابى من يؤمن بنبى ويقر بكتاب**“ (مجمع الانہر ۱/۳۲۸، شامی ۹/۴۳۱، فتح القدیر ۳/۱۳۵) راجح معلوم ہوتا ہے، اس لئے کہ کتاب ہونے کے لئے اس میں احکام کا ہونا کوئی ضروری نہیں، نیز یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف کتاب منزل پر ایمان لائے اور نبی وقت پر ایمان نہ لائے تو یہ ایمان معتبر نہیں ہے، ظاہر ہے جس طرح یہود تورات پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نصاری انجیل پر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو اہل کتاب کہا گیا اسی طرح جو قوم بھی منزل من اللہ صحیفہ اور وقت کے نبی پر ایمان رکھتی ہو وہ اہل کتاب قرار دی جائے گی، نیز صحیفہ اور کتاب میں کوئی فرق نہیں بلکہ دونوں ایک ہی چیز ہے، اسی لئے علامہ قرطبی نے ”**فيها كتب قيمة**“ کے ذیل میں ایک اعتراض کو ذکر کرتے ہوئے بعض اہل علم سے دونوں کا اتحاد نقل کیا ہے، ”**وقال بعض اهل العلم الصحف هى الكتب**“ (الجامع لاحکام القرآن ۲۰/۱۴۳)۔

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی دونوں اقوال مع دلائل نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس سے پتہ چلا کہ اہل کتاب صرف یہود ونصاری ہی نہیں بلکہ وہ تمام گروہ ہیں جو کسی نبی اور معتبر آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اگرچہ عملاً اس دنیا میں صرف یہود ونصاری ہی ہیں۔

مولانا زبیر احمد صاحب قاسمی بھی یہی کہہ کر آگے رقم طراز ہیں، البتہ اس میں وضاحت ضروری ہے کہ اس کتاب کو کتاب الٰہی ہونا بتصدیق قرآن ثابت ہو، مولانا ابوالمکارم معروفی ”**وإن كان متدينا ببعض الأديان المنسوخة والكتب المنسوخة خص باسم الكتابي**“ (شرح المقاصد ۲/۲۶۸) سے استدلال کرتے ہیں، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی تحریر فرماتے ہیں: بندہ کی رائے ہے کہ مصداق اور مراد کی حد تک تو اہل کتاب کو تو عام رکھا جائے یعنی ہر وہ شخص اہل کتاب کے زمرہ میں آئے گا جو کسی بھی آسمانی شریعت کا ماننے والا ہو در آں حالیکہ اس کے پاس آسمانی کتاب بھی ہو، خواہ وہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام سے پہلے کا زمانہ ہو لیکن ذبیحہ اور نکاح کی جب بات آئے تو پھر اہل کتاب سے صرف یہود ونصاری ہی کو مراد لیا جائے۔

مولانا عبدالرحیم سعادتی نے قاموس الفقہ (۲/۲۵۵) اور موسوعہ فقہیہ (۷/۱۴۰) سے تحریریں پیش کی ہیں، مفتی محمد اشرف قاسمی

نے حاشیہ کنز الدقائق (۹۹/) سے استدلال کیا ہے، مولانا ممتاز احمد خاں رقم فرماتے ہیں: انبیاء کی وحی پر کتاب کا اطلاق ہے خواہ وہ لکھی ہو یا نہ لکھی ہو (مفردات)۔

مولانا تبریز عالم صاحب لکھتے ہیں: راقم امام ابوحنیفہ وامام احمد بن حنبلؒ کی رائے کو مشروط طور پر راجح سمجھتا ہے کیونکہ ان کا نظریہ تمام آیات قرآنی کو جامع ہے کیونکہ قرآن میں صحف ابراہیم، زبور، داؤ داور...... کا تذکرہ اہل ایمان کے ساتھ بطور عطف بیان اس طرح آیا ہے، کہ دیگر آیات کے پیش نظر ان آیات سے صرف نظر کرنا مشکل ہے، قائلین عموم نے (تبیین الحقائق ۱۱۰/۲، بحر الرائق ۱۸۲/۳، عالمگیری ۲۸۱/۱، قواعد الفقہ از سید عمیم الاحسان ۱۹۷/۷، تفسیر ابن کثیر ۲۵۵/۱) وغیرہ سے استدلال کیا ہے۔

درج ذیل حضرات نے صرف فقہاء احناف و جمہور کے اقوال مع دلائل نقل کئے ہیں: مولانا محمد فاروق بارڈولی، مولانا کلیم اللہ عمری، مفتی شبیر احمد قاسمی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی شبیر احمد دیولوی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی محمد صادق مبارکپوری، مولانا ابوعبداللہ عظمت اللہ میران کے علاوہ بقیہ حضرات جمہور ائمہ کی تائید کرتے ہیں۔

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی علامہ شہرستانی کی تعریف "**أهل الكتاب الخارجون عن الملة الحنفية والشريعة الإسلامية ممن يقول بشريعة وأحكام وحدود أعلام......وما كان ينزل على ابراهيم وغيره من الأنبياء عليهم السلام ما كان يسمى كتاباً بل صحفاً**" لکھ کر کہتے ہیں کہ علامہ شہرستانی کی تصریح دل کو لگتی ہے کیونکہ اگر اس کو عام مان لیا جائے جیسا کہ احناف مانتے ہیں تو پھر ان ہی دونوں کو بطور خاص قرآن میں ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے، کیونکہ ان کے علاوہ جو چیزیں بھی آسمان سے اتری ہیں ان کو صحف کہا جاتا ہے، نیز دوسرے علماء کہتے ہیں کہ یہود و نصاری کے علاوہ حضرات اگر کسی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں تو ان میں مواعظ و امثال تھے احکامات ان میں نہیں تھے، لہذا ان پر ایمان لانے کی وجہ سے اہل کتاب نہیں ہوں گے، موصوف آیت ربانی: "**ان تقولوا انما انزل الكتاب على طائفتين من قبلنا**" (سورۂ انعام:۱۵۶) بھی پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "حتی کہ ابن عطیہ نے اس پر اہل تاویل کا اجماع نقل کیا ہے کہ طائفتین سے مراد یہود و نصاری ہی ہیں" آپ نے حاشیہ ابن عابدین (۱۹۸/۴)، المنتقی (۲۷۲/۲)، الاحکام السلطانیہ للفراء (۱۵۳/)، المحلی (۵۶۲/۷) سے بھی استدلال فرمایا ہے۔

مفتی اقبال احمد صاحب کانپور امام صاحب کی رائے کو فی زمانہ مرجوح قرار دیتے ہیں، نیز شیخ محمد عبدہ مصری کی دو لغزشیں اول اہل کتاب کے مفہوم میں دنیا کے کفار مجوسی، ہندو، سکھ وغیرہ سب کو داخل کر کے اتنا عام کر دیا کہ پورے قرآن میں جو کفار اہل کتاب و غیر اہل کتاب کی تفریق و تقسیم کی گئی ہے وہ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہو جاتی ہے، دوسری غلطی اس سے بڑی یہ ہوئی کہ طعام اہل کتاب کے مفہوم میں اہل کتاب کے ہر کھانے کو بلا کسی شرط کے حلال کر دیا خواہ وہ جانور کو ذبح کریں یا نہ کریں اس پر اللہ کا نام لیں یا نہ لیں"، ذکر کر کے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے تعاقب کو پیش کیا ہے، آپ نے احکام القرآن للجصاص (۴۱۰/۲) کی عبارت "**ان اطلاق اهل كتاب ينصرف إلى طائفتين الخ**"، نیز تفسیر قرطبی (۲۶/۲) "**وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم**" (سورۂ مائدہ:۵) یعنی ذبیحۃ الیہود والنصاری وغیرہ پیش کر کے جمہور کی تائید فرمائی ہے۔

مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی- راجح قول یہ ہے کہ یہود و نصاری اپنے تمام فرقوں اور گروہوں کے ساتھ اہل کتاب ہیں، مفتی سید باقر ارشد المغنی مع الشرح (۵۶۸/۱۰)، الفقہ الاسلامی وأدلتہ (۱۵۲/۷) کے حوالہ سے "**أهل الكتاب هم أهل التوراة والإنجيل**" پیش کرتے ہیں، مولانا محمد صابر حسین ندوی تحریر کرتے ہیں کہ اہل کتاب یہود و نصاری کو تسلیم کیا جائے اور دیگر ادیان جنہیں توسعاً فقہاء احناف نے

اہل کتاب میں شمار کیا ہے انہیں اس زمرہ سے باز رکھا جائے۔

راقم سطور کے خیال میں سارے وہ لوگ جو کتب سماویہ میں سے کسی کتاب پر اور کسی نبی پر جس کی تصدیق قرآن عزیز میں کی گئی ہے ایمان لانے والے اہل کتاب ہیں جس کی چند وجوہ ہیں، ۱-صحیفہ پر بھی کتاب کا اطلاق ہوتا ہے، شیخ محمد بن طاہر بن علی پٹنی (م:۹۸۶ھ) (۳/۲۹۹) پر لکھتے ہیں: "الصحیفه الکتاب"، ۲-تفسیر فتح القدیر للشوکانی (۵/۵۷۴) پر مرقوم ہے: "وبهذا يتدفع ماقيل الصحف هي الكتب"، ۳-شرح المقاصد (۲/۲۶۸) کی تحریر "وان كان متديناً ببعض الأديان المنسوخة والكتب المنسوخة خص باسم الكتابي" بھی اسی پر دال ہے، ۴-علامہ قرطبی نے "فيها كتب قيمة" (سورۂ بینہ:۳) کے تحت ایک اعتراض کو ذکر کرتے ہوئے بعض اہل علم سے دونوں میں اتحاد نقل فرمایا ہے، "وقال بعض أهل العلم الصحف هي الكتب" (الجامع لاحکام القرآن ۲۰/۹۷ عباس احمد الباز مکۃ المکرّمہ)، ۵-حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ کی بخاری کی تقریر جسے حضرت مولانا عبد الوحید صاحب فتحپوری نے مرتب کیا ہے (ص ۳۱) پر یہ تحریر موجود ہے: "نوح علیہ السلام سے اب باقاعدہ انتظام شروع ہوا، نوح علیہ السلام کے زمانہ میں سزا کا نفاذ ہوا، انہیں کے زمانہ میں احکام کا نزول ہوا، نیز تزکیہ نفس کی تعلیم دی گئی، ۶-بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تحریر فرماتے ہیں: "أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا، يعني اليهود والنصارى والاختصاص "بإنما لأن الباقي المشهور من الكتب السماوية حينئذ لم يكن غير التوارة والانجيل" (تفسیر مظہری ۳۰۸/۳ زکریا) کتب سماویہ مشہورہ میں سے اس وقت صرف توریت وانجیل ہی باقی تھی اس لئے انہیں دونوں کا ذکر کیا۔

سوال نمبر ۲-قرآن مجید میں اہل کتاب کی حیثیت سے یہود ونصاریٰ اور صابئین کا ذکر آیا ہے، ان میں سے یہود ونصاریٰ تو معروف ہیں؛ لیکن صابئین سے کون لوگ مراد ہیں اور کیا اب یہ گروہ پایا جاتا ہے؟ اس بات کی وضاحت فرمائیں۔

مفتی کلیم اللہ عمری مدنی نے صابئین سے کلیۃ تعرض نہیں کیا، مفتی عبد المنان، مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی نے اقوال مختلفہ نقل کئے مگر ان کے وجود وعدم وجود سے کلام نہیں کیا، بقیہ تمامی حضرات نے تعریف کے ساتھ ساتھ وجود وعدم سے بحث کی ہے، اس طرح نقاط نظر چار ہیں: ۱-ان کا وجود ہے، ۲-نہیں ہے، ۳-دوسرے مذہب میں ضم ہوگئے، ۴-یہ فطرت پر تھے نہ یہود نہ نصاریٰ نہ مجوسی نہ مشرک۔

تیسری رائے کے قائل مفتی محمد صادق مبارکپوری اور مولانا ارشاد اللہ ہیں، اول الذکر فرماتے ہیں مارے ڈر اور خوف کے نصرانیت میں داخل ہوگئے، مولانا ارشاد اللہ کی رائے ہے کہ ایک قول کے مطابق یہ فرقہ اس وقت قدریہ کے نام سے موسوم ہے، دوسرے قول کے مطابق یہ فرقہ دور حاضر میں حکمائے اشراقیین کے قول کے مطابق مستشرقین کی اتباع کرنیکی وجہ سے مستشرق قرار دیا گیا ہے، ۲۲ مقالہ نگار اس فرقہ کے وجود کے قائل ہیں، اور ۳۳ حضرات عدم وجود کے۔

اول الذکر کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں: مولانا صابر حسین ندوی، مولانا ریاض ارمان قاسمی، مفتی محمد سلطان قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مولانا عبید اللہ ندوی، مفتی اعجاز الحسن باندے، مولانا محفوظ عالم قاسمی، مولانا مظاہر حسین عماد القاسمی، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، مولانا ریحان مبشر قاسمی، مولانا محمد شباب کیرالہ، مولانا ابو عبد اللہ عظمت اللہ میر، مولانا اکرام الحق ربانی، مفتی صادق محمد پٹیل، مولانا نعیم اختر قاسمی، مولانا شبیر احمد دیولوی۔

ماقبل کی تحریر سے صنف ثانی کے اسماء از خود معلوم ہوسکتے ہیں، مفتی اقبال احمد قاسمی کانپور ائمہ اربعہ وصاحبین کے اقوال (الشرح

الصغیر ا/ ۱۵۴، المغنی ۹/ ۲۶۳، شرح المہذب ۹/ ۷۹، احکام القرآن بصاص ۲/ ۴۱۳) کی عبارات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں: ''صائبین کے بارے میں جس قدر تحقیق میں اختلاف در اختلاف اور اقوال پر اقوال ہیں اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ فرقہ کوئی چوں چوں کا مربہ تھا، جواب قصہ پارینہ بن چکا ہے، اور اب بعد کے محققین خواہ مخواہ ٹامک ٹنیاں مار رہے ہیں، اصولی بات طے ہوگئی کہ اس فرقہ کا حکم اس کے متعقدات پر موقوف ہے الخ۔

مفتی اشرف قاسمی صائبین اہل کتاب تھے، لا الہ الا اللہ کہتے تھے، لیکن مشرک تھے، یمن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، یمن میں آج بھی شیام اور ہندنامی قلعے موجود ہیں، فرشتوں کی پجاری قوم تھی، جماعت ستارگاں اور نجوم کے پرستار تھے، آگ کی پوجا کرتے تھے، مذہبا دن میں کئی مرتبہ اشنان کرنا وغیرہ۔

مولانا ثابت شمیم رشادی نے ان سے متعلق آٹھ اقوال نقل کئے ہیں، آٹھواں قول یہ ہے: ''**قال بعض العلماء الصائبون الذين لم تبلغهم دعوة نبي**'' (تفسیر ابن کثیر ا/ ۱۳۳)۔

مفتی عابد الرحمن مظاہری بجنوری: یہ لوگ روحانی طاقتوں کا احترام عبادت کی حد تک کیا کرتے تھے، حضرت یحیی علیہ السلام کو حضرت عیسی علیہ السلام پر ترجیح دیتے تھے، موصوف نے شہرستانی کی الملل (۳۵ صفحات پر اس موضوع پر مقالے) کا خلاصہ بھی درج فرمایا ہے، مولانا ریاض ارمان قاسمی نے ان سے متعلق گفتگو کے دوران یہ بھی ذکر کیا ہے کہ وہ اپنے عقیدے کو چھپاتے تھے، جہاں جیسا موقع ہوتا ویسا ہی اپنا عقیدہ ظاہر کرتے تھے، اسماعیلی فرقہ نے انہیں سے کتمان مذہب سیکھا ہے (بحوالہ احکام القرآن للجصاص ۲/ ۴۱۳)۔

قاضی محمد حسن ندوی نے لکھا ہے کہ مجموعی طور پر صائبین کے متعلق تین اقوال ہیں: اہل کتاب، اہل کتاب سے خارج، موحد راقم کے نزدیک پہلا قول راجح ہے، مولانا اکرام الحق ربانی ندوی نے ابن کثیر کے حوالہ سے کئی تحریریں پیش کی ہیں، ایک تحریر اس طرح ہے: ''**إنهم ليسوا على دين اليهود ولا النصارى ولا المجوس ولا المشركين، وانما هم باقون على فطرتهم ولا دين مقرر لهم يتبعونه وتقيفونه الخ**'' (ابن کثیر ا/ ۱۴۰)، مقالہ نگاروں میں سے کئی حضرات نے بھی اسے نقل فرمایا ہے، مولانا محمد صابر حسین ندوی لکھتے ہیں: انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹/ ۹۰۷) کے مطابق صابی کا نیم نصرانی فرقہ تھا جو الکسائیہ کے نام سے مشہور تھا،...... کے ساتھ ان کی بہت قریبی مشابہت تھی، یا سینٹ جون بپٹسٹ کے نام نہادی مسیحی تھے، ایک روایت کے مطابق وہ قدیم ایران اور خالدیہ کا ایک فرقہ تھا جو خدا کی توحید کا قائل تھا لیکن وہ بظاہر قدرت یعنی آسمانی مخلوقات کی عبادت کرتا تھا۔

مولانا عبد الرب رقم طراز ہیں: ان کے حالات مشتبہ ہیں، اس لئے مختلف اور منتشر اقوال ہیں موصوف (روح المعانی ا/ ۳۷۹، فتح القدیر للشوکانی ا/ ۸۷) سے لغوی تحقیق بھی پیش کرتے ہیں، ابن حزم اندلسی کی کتاب ''الفصل فی الملل والاہواء والنحل'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ان کے یہاں مدبر عالم ایک سے زائد ہیں کواکب سبعہ کی تعظیم کرتے ہیں، بارہ بروج کے قائل ہیں، اپنے بت خانوں میں ان کی تصویریں بناتے ہیں، قربانیاں چڑھاتے ہیں، عود کی دھونی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے (الرد علی المنطقی ر ۲۳۴-۲۳۶) پر بڑا محققانہ کلام کیا ہے، علامہ ابن الجوزی کی (زاد المسیر فی علم التفسیر ر ۶۵) سے صائبین کے تحت سات اقوال نقل کئے ہیں۔

مفتی صادق محمد پٹیل لکھتے ہیں ان کی بابت مفسرین کے اقوال میں اضطراب ہے، مولانا عقیل الرحمن قاسمی کے خیال میں ان تمام اور دیگر اقوال کی روشنی میں اگر صائبین کی مراد کو طے کیا جاتا ہے تو بہتر قول وہ ہوسکتا ہے جس کو امام رازی نے اختیار فرمایا ہے: ''**إن الصائبين قوم يعبدون الكواكب بمعنى ان الله جعلها قبلةً للعبادة والدعاء أو بمعنى أن الله فوض تدبير أمر هذا العالم إليها**''۔

مفتی ابوحماد غلام رسول منظوران کی بابت دس اقوال پیش فرماتے ہیں، ان اقوال میں سے اس عاجز نے چند کا ذکر مفتی اشرف گونڈوی کے ذکر میں کردیا ہے، مولانا محمد یوسف قاسمی راجستھان نے آٹھ اقوال ذکر کئے ہیں، ساتویں قول میں لکھتے ہیں: ابن سعید اصطخری ان پر کفر کا فتوی دیتے تھے، مولانا عبیداللہ ندوی رقم فرماتے ہیں: امام صاحب کا قول ناقص رائے میں بہتر وراجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ امام ابوحنیفہؒ بھی عراقی تھے، اس لئے براہ راست صابئوں کے واقفیت کا موقع رکھتے تھے، مولانا اکرام الحق ربانی لکھتے ہیں وہ لوگ اگرچہ عیسائی نہیں ہیں تاہم جان دی بپٹسٹ کو مانتے ہیں، عراق میں ان کو امت یحیی کہتے ہیں۔

عدم وجود کے قائلین نے اکثریت سے احکام القرآن للجصاص (۲/ ۴۱۳)، بنایہ (۵/ ۷۴)، قاموس الفقہ (۴/ ۲۱۵) وغیرہ کتب سے استدلال کیا ہے، راقم سطور نے بھی بغوی شافعی (م: ۵۱۶ھ) کی تفسیر معالم التنزیل (۱/ ۹۷ تالیفات اشرفیہ ملتان) کے حوالہ سے عبدالعزیز بن یحیی کا قول "انقرضوا فلا عين ولا أثر"، نیز امام طبرانی نے آیت ۶۲ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے، نیز شیخ محمد طاہر بن عاشور لکھتے ہیں: "**وكان اهل هذا الدين نبطا فى العراق فلما ظهر الفرس على اقليم العراق ازالوامملكة الصائبين ومنعوهم من عبادة الأوثان الخ**" (تفسیر التحریر والتنویر ۱/ ۵۳۴)، واحدی کی تفسیر بسیط (۲/ ۶۱۹) پر ہے کہ وہ فرقہ موجود نہیں، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی بھی یہی رائے ہے، جس کا اکثر مقالہ نگاروں نے حوالہ دیا ہے، جسے قاموس الفقہ (۴/ ۲۱۵) پر دیکھا جاسکتا ہے۔

مولانا محمد شکیل سعادتی عبدالعزیز بن یحیی کا قول "قد درجوا وانقرضوا الخ" نقل کرنے کے بعد کلبی کا قول نقل کرتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے عضو مخصوص کو کٹوادیا کرتے تھے، اس سے بھی یہی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ شاید ان کی نسل منقطع ہوگئی یا یہ کہ صابی کوئی مخصوص قوم نہیں بلکہ ہر اس شخص کو صابی کہا جاسکتا ہے جس نے اپنے سابقہ مذہب کو چھوڑ کر نیا مذہب اختیار کیا (دیکھئے: احکام اہل الذمہ ۱/ ۲۳۳ تا ۲۳۶)۔

محترم سعادتی صاحب کی دوسری رائے کے قائل مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی، ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی، مولانا عبدالرحیم سعادتی بھی ہیں، آخرالذکر لکھتے ہیں صابئین کا دو مفہوم ہے، لغوی اور اصطلاحی، لغوی موجود ہیں اصطلاحی نہیں۔

عضو مخصوص کے کٹوانے کا ذکر مولانا ابومحمد سعید نور قاسمی نے بھی کیا ہے، ڈاکٹر صاحب موصوف رقم طراز ہیں یہ گروہ نہیں بلکہ افراد ہوتے ہیں، ہر دور میں اس طرح کے دہرے ملحد اور زندیق لوگ پائے جاتے ہیں، مولانا تبریز عالم صاحب لکھتے ہیں عمومی اور جماعت کی شکل میں تو اس کا وجود نہیں ہے، البتہ جزئی طور پر پایا جاتا ہے کیونکہ ستارہ پرست لوگ آج بھی دنیا کے مختلف گوشوں میں موجود ہیں، مولانا ثابت شمیم رشادی "**لا يوجد فى هذا العصر**" (بحوالہ التسہیل الضروری ۲/ ۱۰۱ از عاشق الہی برنی) نقل فرماتے ہیں، پروفیسر سعود عالم قاسمی لکھتے ہیں: آج کل عراق میں یزیدی فرقہ کے لوگ اپنے آپ کو صابی کہتے ہیں، مولانا مظاہر حسین عماد القاسمی کی رائے ہے کہ آریوں اور یزیدیوں پر صائبین کا شبہ کیا جاسکتا ہے۔

مولانا اختر امام عادل بحوالہ (الموسوعة الميسرة فى الاديان والمذاهب المعاصرة ۱/ ۳۱۷ تا ۳۲۵) کہتے ہیں اس کا ایک فرقہ بطائحہ اب بھی موجود ہے، جو ایران وعراق کے سواحل پر پایا جاتا ہے، لیکن میرے خیال میں یہ بحث بے موقع ہے، کیونکہ اگر ان کا وجود آج متحقق بھی ہوجائے تو ان کا اہل کتاب ہونا متحقق نہیں الخ۔

مفتی محمد سلطان قاسمی اتحاد الجمعیات المندائیہ کے بیان کے مطابق اردن، شام، کردستان میں اب بھی تقریبا ستر ہزار کی تعداد میں موجود ہیں، تو مولانا صابر حسین ندوی کی بھی یہی رائے ہے کہ سانحہ بغداد کے بعد ان کی ایک بڑی تعداد کردستان ہجرت کرگئی جہاں وہ اب محفوظ ہیں، مولانا ریحان مبشر قاسمی بحوالہ "الصابئة المندائيون العقيدة والتاريخ منذ ظهور آدم حتى اليوم/ ۳۵۸" رقم فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد کناڈا،

ہالینڈ، برطانیہ، آسٹریلیا میں اب بھی موجود ہے۔

مولانا عبید اللہ ندوی نے تاریخ ایران پر ایک مستند مستشرق کی کتاب (جس کا خریج نے اردو ترجمہ شیخ محمد اقبال پرنسپل اورینٹل کالج لاہور نے کیا ہے) سے تفصیلات پیش کی ہیں، نیز (چمبیرسز انسائیکلوپیڈیا ۷۰۵/۱۷) سے عراق میں ان کی تعداد چھ ہزار بیان کی ہے۔

مولانا محفوظ عالم قاسمی نے بھی ان کے ایک گروہ بگائحہ کا ذکر کیا ہے، مولانا ابوعبداللہ عظمت اللہ میر بحوالہ (موسوعہ ماذا تعرف عن الفرق والمذاہب ۱۳۱۸/۳) لکھتے ہیں کہ صابئہ مندائیونی نہر دجلہ وفرات کے سفلی ساحل میں پائے جاتے ہیں، اسی طرح کچھ لوگ ایران کا رون اور دز نہر کے ساحلی علاقوں نیز بصرہ اور فارس کے نوآباد علاقوں کے پہاڑی علاقوں میں آباد ہیں۔

مولانا محمد قمر الزماں ندوی نے مفسرین کے اقوال پیش کئے ہیں، بعدہ لکھتے ہیں: صائبین دراصل وہ لوگ ہیں جو یقیناً ابتداء میں کسی دین کے پیرو رہے ہوں گے، اس لئے کہ قرآن مجید میں یہودیت وعیسائیت کے ساتھ ان کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن بعد میں وہ اپنے اصل مذہب سے بالکل الگ ہوگئے الخ، اب اس نام سے کوئی قوم معروف ومتعارف نہیں ہے۔

مولانا اعجاز الحسن، مولانا ابومحمد محمد سعد نور لکھتے ہیں اب بھی عراق وشام میں ایک قلیل فرقہ پایا جاتا ہے جو اپنے آپ کو صبی کہتا ہے، یہی مولانا ریاض ارمان بھی لکھتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ انہیں عراقی زبان میں صبہ کہتے ہیں، راقم عرض کرتا ہے کہ صائبین اصلاً کسی دین پر گامزن رہے ہوں گے حالات کی نامساعدت کے باعث مختلف علاقوں میں بودوباش اختیار کرلی اور ازخود یا بجبر واکراہ یا جیسا کہ جصاص کی تحریر کے مطابق ان میں غایت درجہ کتمان مذہب تھا اغیار کے مذاہب سے متاثر ہوکر مختلف گروہ اور فرقہ میں تقسیم ہوکر فرشتہ پرستی یا نجوم پرستی یا نصرانیت ویہودیت یا لامذہبیت ولادینیت اختیار کرلی ہو، سلف صالحین نے جس کو دیکھا اس کے مطابق صائبین کی تعریف کردی جن حضرات نے صائبین کی موجودگی کا ذکر فرمایا ہے ان کے یہاں بھی اس نام سے نہیں بلکہ کسی نے قدریہ، کسی نے استشراق، کسی نے مندئین، کسی نے امت یحیی، کسی نے بطائحہ، کسی نے جان بپٹسٹ کے حامی مسیحی، کسی نے خالدیہ، کسی نے الکسائیہ وغیرہ وغیرہ ذکر فرمایا ہے، اس لئے ان حضرات کا قول بظاہر بہتر معلوم ہوتا ہے، کہ اب اس نام سے کوئی قوم مشہور ومتعارف نہیں، لیکن مولانا ریاض ارمان قاسمی، مولانا اعجاز الحسن بانڈے ومولانا محمد سعد نور کے اقوال کے مطابق صبہ یا صبی نامی لوگ آج بھی عراق وشام میں پائے جاتے ہیں، احقر کی ناقص رائے میں یہ لفظ صابی کے کافی حد تک ہم آہنگ ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر یہ موجود ہوتے تو ان کی بابت اس قدر اضطراب واشتباہ نہ پایا جاتا۔

سوال نمبر ۳- رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو یہود ونصاریٰ تھے، وہ بہت سی گمراہیوں کے باوجود ایک خدا کے قائل تھے، اگرچہ عیسائی تین کے مجموعہ کو ایک مانتے تھے۔ اسی طرح وہ وحی، نبوت، ملائکہ اور آخرت میں جزا وسزا کو بھی تسلیم کرتے تھے؛ البتہ رسول اللہ ﷺ کو نبی نہیں مانتے تھے؛ لیکن موجودہ دور میں یہ صورت حال نہیں ہے، خاص کر مغربی ملکوں میں جو لوگ اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتے ہیں، ان میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے، جو خدا کے وجود ہی کی قائل نہیں ہے، اگر خدا کو مانتے ہیں تو وحی ورسالت اور آخرت کو نہیں مانتے، کیا ایسے لوگوں کا شمار بھی یہود ونصاریٰ میں ہوگا اور نکاح وذبیحہ کے معاملہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کیا جائے گا؟

۱- تحقیق حال کے بعد ہی کوئی حکم لگے گا، اس کے قائلین مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مفتی صادق محمد پٹیل، مولانا محمد فاروق، مفتی اقبال احمد قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا اختر امام عادل قاسمی، مولانا عبدالرب سعادتی ہیں۔

۲- سوائے ارتداد کے اہل کتاب سے بے نیاز کرنا مناسب نہیں، مولانا صابر حسین ندوی اس کے قائل ہیں اور استدلال میں

”الأحکام تتبني علی الظاهر لا تتوقف علی التحقیق، والأصل بقاء ما کان علی ما کان “ (الاشباہ والنظائر والشرح الصغیر) پیش کرتے ہیں، بعدہ لکھتے ہیں مگر کتابیہ سے شادی کر کے اس کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے بالخصوص ان ممالک میں جہاں دوشیزائیں حربے کے طور پر استعمال ہوتی ہیں اور مستقل مشن ومنصوبہ بندی کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو گزند پہنچانے کی سازشیں کی جاتی ہیں۔

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے شیخ جمیل محمد بن مبارک کی ایک تحریر” نظریۃ الضرورۃ الشرعیہ/ ۳۸۷“ **”إن ماذبحه أهل الکتاب الیوم بما لا یخالف الطریقة الإسلامیة فإنه جائز أکله نظراً؛ لأنهم یزعمون بأنهم أهل الکتاب؛ ولأن الذین یتولون الذبح لا یعلم هل هم متمسکون بدینهم أم لا، والحاصل أنهم متمسکون بدینهم“** پیش کرنے کے بعد ہندوستانی اکابرین افتاء کی دورائے حلت وحرمت پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:” دونوں آراء ہیں، معاملہ صرف اعتبار کا ہے، جن لوگوں نے انہیں دہریہ اور دین بیزار مانا ہے ان کے یہاں حرمت کا حکم ہوگا، اور جنہوں نے انہیں اپنے معتقدات پر قائم مانا ہے ان کے یہاں حلت کا حکم ہوگا“۔

مفتی اشرف قاسمی گونڈوی لکھتے ہیں: جب تک اپنے کو یہودی یا عیسائی ہونے سے صاف انکار نہ کریں یورپین قومیں اہل کتاب ہیں، ان کا ذبیحہ حلال ہوگا، البتہ شادی سے گھر وخاندان میں بددینی کے شیوع کا مشاہدہ ہوتا ہے، اس لئے شادی سے سختی سے منع کیا جائے گا۔

مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی کی بھی یہی رائے ہے، مولانا محمد عثمان گورینی، مولانا عبیداللہ ندوی لکھتے ہیں کہ نام سے اور ظاہری علامات سے نصرانی معلوم ہوتا ہے تو وہ نصرانی ہے، جب تک یہ ظاہر نہ ہو کہ اس کے عقائد مادہ پرستوں کے ہیں، مولانا اکرام الحق ربانی لکھتے ہیں کہ تقریباً تمام محققین ومورخین کا متفقہ فیصلہ ہے کہ آج جو لوگ یہودی ہونے کا دعوی کرتے ہیں وہ تاریخی اعتبار سے عہد قدیم میں فلسطین میں قیام پذیر یہودی نہیں ہیں، بنیا میں فریدمان نے اپنی کتاب” حقائق الحیاۃ“ میں اس فریب کا پردہ چاک کیا ہے کہ آج یہودی تاریخی اعتبار سے خزر کی نسل سے ہیں جو قدیم بت پرست فنصندی مغلانی قوم ہے الخ (موسوعہ یہودیہ ۱/۴-۵ یہود الیوم لیسوا یہودا بنیا مین فریدمان)۔

مذکورین کے ماسوا تمامی حضرت آج کل کے یہود ونصاری کو ملحد، دہریہ قرار دیتے ہیں، مفتی شکیل سعادتی کہتے ہیں:” حضرت علیؓ تو اپنے زمانہ کے نصاری بنو تغلب کے سلسلہ میں مقاتلہ کا ارادہ رکھتے تھے، صرف اس بنیاد پر کہ وہ حقیقی معنی میں نصرانی نہیں تھے اور انہوں نے نقض عہد کیا تھا، علامہ ابن القیم نے ابوداؤد شریف سے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے،**”ففی سنن أبی داؤد من حدیث ابراهیم بن مهاجر عن زیاد بن جدیر قال: قال علی: لئن بقیت لنصاری بنی تغلب لأقتلن المقاتلة ولا سبین الذریة فإنی کتبت الکتاب بینهم وبین النبی ﷺ إلا ینصروا أبناء هم الخ“** (احکام اہل الذمہ ۱/۲۷ تا ۲۹)۔

دیکھئے حضرت علیؓ نے بنی تغلب کے نقض عہد کی بنیاد پر ان سے قتال کا ارادہ فرمایا اور ان کی لادینیت کی بنیاد پر ان کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا تو موجودہ دور کے یہود ونصاری تو لادینیت میں ان سے کئی درجہ بڑھے ہوئے ہیں، ان کو اہل کتاب کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔

راقم سطور کے خیال میں انہیں قبل از تحقیق یا بعد از تحقیق ملحد ودہریہ مانا جائے یا نہ مانا جائے بہر دو صورت ان سے نکاح نہیں کرنا چاہئے نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال ہونا چاہئے، خواہ وہ حربیہ ہوں یا غیر حربیہ، اس کے مفاسد ومضرات اصحاب خبرۃ پر فی زمانہ بالکل مخفی نہیں، احقر کچھ مفاسد کا ذکر اپنے مقالہ میں بحوالہ کتاب الأم (۵/۶۷ دار الکتب العلمیہ، بیروت) اور فقہ النوازل للاقلیات المسلمۃ تاصیلا وتطبیقا للدکتور محمد یسری ابراہیم (۲/۹۶۷-۹۶۸) وکتاب الفتاوی (۴/۳۵۴-۳۵۵ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی) کر چکا ہے۔

نیز قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی تحریر فرماتے ہیں: **”ولا شک أن النصاری فی هذا الزمان لایزکون بل یقتلون بالوقد غالبا، فلا یحل طعامهم“** (تفسیر مظہری ۳/۷۱) بنابریں نکاح وذبیحہ دونوں درست نہیں۔

اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام

(سوال نمبر ۴-۵)

مفتی محمد عثمان بستوی ☆

الحمد لله كفى وسلام على عباده الذين اصطفىٰ۔

أما بعد! اہل کتاب اوران سے متعلق سوالات میں سے سوال نمبر۴(شریعت محمدی کے بعد ایجاد کئے گئے ادیان باطلہ مثلاً بابی بہائی سکھ قادیانی وغیرہ کا شمار اہل کتاب میں ہوگا یانہیں؟)اورسوال نمبر۵ (نسلی قادیانیوں کواہل کتاب میں شمار کیا جاسکتا ہے یانہیں؟) کے جوابات پرعرض مسئلہ کی ذمہ داری اس ناچیز کے سپرد کی گئی ہے،اس موضوع سے متعلق فقہ اکیڈمی کے توسط سے احقر کوکل ۶۳ رعلماء کرام ومفتیان عظام کے مقالات موصول ہوئے،جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

ڈاکٹر مولانا شاہجہاں ندوی،مفتی عبدالرحیم قاسمی،مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی،مولانا محمد ممتاز خان ندوی،مفتی محمد ارشاد پالنپوری،مفتی محمد سلطان قاسمی کشمیری،مفتی شبیر احمد دیولوی،مولانا مظاہر حسین حماد قاسمی،مولانا عبید اللہ ندوی،مفتی صادق محمد پٹیل دیولوی،مفتی محمد شباب،مولانا عبید الرحمٰن سعادتی،حافظ مولانا کلیم اللہ عمری،مولانا محمد اکرم بن مولانا اسلم رشید،مولانا ابوسفیان مفتاحی،مولانا ابوالمکارم معروفی،مولانا اسرار احمد،احمد آبادی قاسمی،مفتی لطیف الرحمٰن قاسمی،مولانا محمد صادق مبارکپوری،مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی،مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی،مولانا اختر امام عادل قاسمی،مولانا محمد جمشید عادل قاسمی،مولانا ارشاد اللہ قاسمی،مولانا ریاض ارمان قاسمی،مفتی اشرف،مفتی محمد حسن ندوی،مفتی سلمان پالنپوری،مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی،مولانا اکرام الحق ربانی،مولانا شکیل سعادتی،مولانا ثابت شمیم،مفتی سید باقر ارشد بنگلوری،مولانا مفتی ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی،مولانا ریحان مبشر قاسمی،مولانا محمد فاروق،مفتی اعجاز الحسن بانڈے کشمیر،مولانا محمد صابر حسین ندوی،مفتی عبدالمنان،مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی،مولانا عبدالرب سعادتی،مفتی ابوحماد غلام رسول منظور قاسمی،مولانا شوکت ثناء قاسمی،مولانا زبیر احمد قاسمی،مفتی عابد الرحمٰن مظاہری،مولانا ابومحمد محمد سعد نور قاسمی،مولانا محمد ارشد رحمانی،مولانا نعیم اختر قاسمی،مولانا قمر الزماں اختر ندوی،مولانا محمد آزاد بیگ قاسمی،مولانا تبریز عالم قاسمی،مولانا ابوعبداللہ عظمت اللہ میر،مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی،مفتی اقبال احمد قاسمی،مفتی محمد جعفر ملی رحمانی، مولانا محمد یوسف قاسمی،مفتی شبیر احمد قاسمی،مفتی حبیب اللہ قاسمی اوراحقر عارض محمد عثمان بستوی۔

موصولہ مقالات میں سے بعض میں متعلقہ سوالات کے جوابات بڑی تفصیل سے لکھے گئے ہیں،خصوصاً بابی، بہائی،سکھ، قادیانی جیسے فرقہ باطلہ کے عقائد اوران کی تعلیمات پر بہت ہی مفید معلومات پیش کی گئیں ہیں،اوربعض میں ’’خیر الكلام ماقل و دل‘‘ کانمونہ پیش کیا گیا ہے،اوربعض میں اس مسئلے سے چشم پوشی کی گئی ہے(مولانا حافظ کلیم اللہ عمری اورمفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی نے ان دونوں سوالوں سے

☆ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم چوکیہ، گورینی، جونپور۔

بالکل صرف نظر کیا ہے) بہر حال اگر سوال نمبر ۴؍ سے متعلق مقالات کا تجزیہ کیا جائے، تو کل تین امور زیر بحث لائے گئے ہیں: (۱) مسئولہ فرقوں کے عقائد ونظریات۔ (۲) ان پر عائد ہونے والے حکم شرعی اور اس کے دلائل۔ (۳) ان فرقوں کا اہل کتاب میں داخل ہونا اور نہ ہونا۔

مسئولہ فرقوں کا مختصر تعارف اور ان کا حکم:

(۱) **بابیہ اور بہائیہ مذہب کے بانی:**۔ مقالات میں جن حضرات نے بھی اس سے تعرض کیا ہے، ان سب کا اس پر اتفاق ہے کہ فرقہ بابیہ کا بانی ایران کے ''شیخیہ فرقہ'' سے تعلق رکھنے والا ''مرزا علی محمد'' ہے، پیدائش ۱۸۱۹ء اور سزائے موت ۱۸۵۰ء ہے اور فرقہ بہائیہ کا بانی ''علی محمد'' کا ایک معتقد شیعہ ''حسین علی نوری'' ہے مرزا علی محمد نے جن خیالات ونظریات کی اشاعت کی اسے بابیت سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ کیونکہ اس نے حضرت مہدی تک پہنچنے کا باب (دروازہ) ہونے کا دعوی کیا تھا اور اس کے جانشین حسین علی نوری نے جن خیالات ونظریات کی اشاعت کی اسے بہائیت سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ اس لیے کہ اس نے اپنے لیے بہاء اللہ اور اپنے ماننے والے کے لیے بہائی نام تجویز کیا تھا۔

(۲) **ان دونوں فرقوں کے عقائد ونظریات:**۔ اس سے متعلق مقالہ نگار حضرات کی گفتگو کا خلاصہ درج ذیل ہے:

۱ ختم نبوت کا انکار ۲ حسین علی بہاء اللہ میں الوہیت کا حلول کر جانا ۳ بہائیت کو تمام ادیان کے لیے ناسخ ماننا ۴ جہاد و جزیہ کا ناجائز و حرام ہونا اور سود کا جائز ہونا ۵ اپنی عبادتوں میں کعبۃ اللہ سے انحراف کرنا اور اپنی عبادت کا مرکز توجہ بہاء اللہ کی قبر کو بنانا ۶ نماز با جماعت کو حرام قرار دینا ۷ پنجوقتہ نمازوں میں سے صرف تین وقت: صبح، دوپہر اور شام کے اوقات میں تین تین رکعتوں کی نماز ادا کرنا ۸ مہینوں کے ایام ۱۹؍ دن متعین کرنا ۹ آخری مہینہ کا نام علاء رکھنا اور اس میں روزہ کو فرض قرار دینا اور جماع کو مباح سمجھنا ۱۰ ماں کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح کو مباح قرار دینا ۱۱ روز جزاء وسزاء کا انکار کرنا ۱۲ طلاق کی تعداد کا ۱۹؍ ہونا اور عدت طلاق کا ۱۹؍ دن ہونا اور عدت وفات کا ۹۵؍ دن ہونا ۱۳ میراث کا استحقاق صرف سات لوگوں یعنی بیٹے بیٹیوں، شوہر، بیوی، ماں، باپ، بھائی کو قرار دینا اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کے وراثت کی نفی کرنا وغیرہ ان جیسے عقائد ونظریات ان دونوں فرقوں کے بیان کئے گئے ہیں۔

قادیانی مذہب (۱) قادیانی مذہب کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہے، یہ صوبہ پنجاب کے قصبہ قادیان میں پیدا ہوا اور اس نے کبھی مسیح موعود اور کبھی نبی بروزی اور کبھی نبی ظلی، کبھی مستقل صاحب شریعت ورسالت ہونے کا دعوی کیا، اس فرقے کے دیگر بہت سے عقائد باطلہ حضرات اکابر کی کتابوں میں درج ہیں۔

سکھ مذہب کی تفصیل: ۱ سکھ مذہب کے بانی گرونانک ہیں، جو متحدہ ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں ایک ہندو کے گھر ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے، ان کی تعلیم میں توحید کے عقیدے پر بہت زور دیا گیا ہے، وہ بت پرستی کے مخالف تھے، ان کے جانشینوں میں یکے بعد دیگرے ۹؍ گرو ہوئے اور ان کے آخری گرو گووند سنگھ ہیں جن کی تعلیمات کے ۵؍ اصول یہ تھے (۱) ایک خدا کی پرستش کرنا (۲) گرونانک اور دوسرے گروؤں کی تعظیم کرنا (۳) ہر سکھ کے لیے یہ لازمی قرار دیا گیا کہ وہ کنگھی، کڑا، کرپان اور کیس رکھے اور کچھ جانگھیا پہنے (۴) آدی گرنتھ کو اپنی مقدس کتاب ماننا (۵) ایک خاص طریقے سے ایک دوسرے کو سلام کرنا۔

فرقۂ باطلہ کے عقائد ونظریات سے متعلق یہ تحقیق کم وبیش جن حضرات کے مقالوں میں موجود ہے، ان کے اسماء یہ ہیں:

مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی، قاضی محمد حسن ندوی مدھوبنی، مفتی سلمان پالنپوری قاسمی، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا محمد شکیل سعادتی، مولانا ثابت شمیم قاسمی، مفتی باقر ارشد بنگلوری، مولانا ریحان مبشر قاسمی، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی، مولانا محمد فاروق قاسمی، مفتی اعجاز الحسن بانڈے قاسمی واحقر محمد عثمان بستوی۔

۲۔ گرونانک کی تعلیمات: اس مذہب کی تعلیمات کونقل کرنے میں مقالہ نگار حضرات کے درمیان اختلاف موجود ہے، بعض لوگوں نے گرونانک کی ایسی تعلیمات نقل کی ہیں، جس سے انکا مومن خالص ہونا ثابت ہوتا ہے (مقالہ مفتی اشرف علی گونڈوی ومولانا فاروق قاسمی وغیرہ) اور بعض مقالات میں ان کی کچھ تعلیمات اسلام کے مطابق نقل کی گئی ہیں اور کچھ اسلام کے خلاف مثلاً تناسخ ارواح، شراب وخنزیر کو حلال قرار دینا اور گائے کو حرام (قاضی حسن مدھوبنی، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا ریحان مبشر مئوی، مولانا، ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی صاحبان وغیرہ) اور بعض حضرات نے ان کے عقائد ونظریات کے بیان سے سکوت اختیار کیا۔

سوال میں درج فرق باطلہ کے احکام:

فرقۂ بابیہ وبہائیہ وقادیانیہ اور سکھوں کے کفر اور ان کے اہل کتاب میں شامل نہ ہونے پر تمام مقالہ نگاروں کا اتفاق ہے، البتہ سکھ مذہب کے متبعین کے بارے میں ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی صاحب کو توقف ہے، وہ فرماتے ہیں: سکھوں کے بارے میں توقف معلوم ہوتا ہے، اور مولانا فاروق صاحب لکھتے ہیں کہ اگر کوئی سکھ اپنے اصلی مذہب گرونانک جی کے عقائد وملت پر موجود ہوتو اسے اہل کتاب کہنا برمحل ہوگا، لیکن بندہ عارض کا خیال اس سلسلے میں یہ ہے کہ گرونانک کی تعلیمات چونکہ یقینی ذرائع سے ہم تک نہیں پہنچیں اور جو تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں، اس میں انتہائی اضطراب ہے، جیسا کہ مقالہ نگار کی آراء سے ظاہر ہے، اس لیے گرونانک کے بارے میں توقف اور سکوت ہی انسب ہے، لیکن زمانہ موجودہ کے سکھ جب خود اپنے کو اسلام اور دیگر مذاہب سماویہ کا متبع ہونے سے انکار کرتے ہیں، اور اپنے معاملات اور معاشرت اور شادی بیاہ اور موت بعد الموت اور عبادات وغیرہ میں ہندوؤں کے طریقہ کو اختیار کرتے ہیں، لہذا ان کے انکار کے ساتھ ان کو اہل کتاب یا مسلمانوں میں نہیں شمار کیا جاسکتا، بلکہ ان کا حکم دیگر غیر مسلمین کی طرح ہوگا۔ اور یہی بات تقریباً مفتی اعجاز الحسن صاحب بھی نے لکھی ہے: "(الكفار اصناف اربعة صنف يقرون وجود الله ووحدانيته الا أنهم ينكرون النبوة والرسالة" (الفقہ الاسلامی: ۲۶ ۴/ ج ۶)، "الدروز والتيامنية والنصيرية فلا تحل مناكحتهم ولا تؤكل ذبيحتهم لأنهم ليس لهم كتب سماوى" (شامی: ۱۲۵/ ۴، م زکریا)۔

"وقال في البزازية: ويجب اكفار الروافض بقولهم برجعة الاموات الى الدنيا وتناسخ الارواح وانتقال روح الاله الى الأئمة الخ" (رسائل ابن عابدین: جلد ۱/ ص: ۳۳۷)۔

دلائل:

فرقۂ بابیہ بہائیہ قادیانیہ اور سکھ وغیرہ کے اہل کتاب میں داخل نہ ہونے پر مقالات میں جو دلائل دئے گئے ہیں وہ مع اسمائے ناقلین ذیل میں ذکر کئے جاتے ہیں:

(۱) "ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين الآية ، انا خاتم النبيين لا نبى بعدى" (الحدیث)۔

"دعوى النبوة بعد نبيناﷺ كفر بالاجماع" (شرح فقہ الاکبر: ۲۰۲)۔

مفتی سید باقر ارشد، قاضی محمد حسن ندوی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا محمد احسن عبدالحق، مفتی محمد شباب، مفتی عبدالمنان، مولانا محمد سلطان، مولانا سفیان احمد، مولانا ثابت شمیم صاحبان وغیرہم۔

(۲) "كل دعوة للنبوة بعده فكذب وضلال وغى وهوى" (عقیدۃ الطحاوی)۔

مولانا اختر امام عادل، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، ڈاکٹر محمد شاہ جہاں ندوی، مفتی شبیر احمد دہلوی صاحبان۔

(۳) "وكان يؤذن للنبى صلى الله عليه وسلم ويشهد فى الأذان أن محمدا رسول الله وكان يؤذن عبد الله بن النواحة وكان الذى يقيم له حجير بن عمير، ويشهد له وكان مسيلمة إذا دنا حجير من الشهادة قال: صرح حجير فيزيد فى صوته ويبالغ لتصديق نفسه" (تاریخ طبری: ۳/ ۲۸۳) (مفتی شوکت ثناء قاسمی حیدر آباد)۔

(۴) "ان انكر بعض ضرويات الدين كفر بها" (شامی: ۱/ ۵۶۱)۔

قاضی محمد ارشد علی رحمانی، مولانا محمد یوسف قاسمی، مولانا محمد آزاد بیگ صاحبان۔

(۵) "إن تصرفات المرتد نافذ بالاتفاق ...... وباطل بالاتفاق كالنكاح والذبيحة" (ہدایہ: ۲/ ۵۸۳) (مولانا عابد الرحمٰن بجنوری)۔

سوال (۵) (نسلی قادیانی اہل کتاب میں داخل ہیں یا نہیں؟) سے متعلق مقالات کا تجزیہ:

اس کے جواب میں مقالہ نگار حضرات کی جو آراء سامنے آئی ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) تمام حضرات کا نسلی قادیانیوں کے اہل کتاب میں شامل نہ ہونے پر اتفاق ہے اور اس سے متعلق مقالات میں جو دلائل درج ہیں وہ یہ ہیں:

۱ ......" الظاهر أن الغلاة من الروافض المحكوم بكفرهم لا ينفكون عن اعتقادهم الباطل فى حال اتيانهم بالشهادتين وغيرهما من أحكام الشرع كالصوم والصلاة فهم كفار لا مرتدون ولا أهل كتاب" (رسائل ابن عابدین بحوالہ فتاویٰ رحیمیہ)" المناكحة بين أهل السنة وأهل الاعتزال لا يجوز" (خلاصۃ الفتاویٰ ۲/ ۶)۔

مولانا زبیر احمد، مولانا ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا عبد الرب سعادتی، مولانا عبد الرحیم سعادتی، مولانا اعجاز الحسن، مولانا ممتاز خان ندوی، مولانا جعفر ملی رحمانی صاحبان۔

۲ ......"ويدخل فى عبد الأوثان وعبدة الشمس...... وفى شرح الوجيز وكل مذهب يكفربه معتقده فهو يحرم نكاحها؛ لأن اسم المشرك يتناولهم جميعا" (بحر الرائق: ۳/ ۱۱۰، شامی: ۴/ ۱۲۵)۔

مولانا اقبال کانپوری، مولانا شکیل سعادتی، مفتی ریحان مبشر قاسمی، مفتی ابو المکارم، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا محمد صابر، مفتی شبیر، مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی، مولانا ابو محمد ابو سعد نور قاسمی، مولانا نعیم اختر صاحبان۔

۳......" ان تقولوا إنما انزل الكتاب على طائفتين من قبلنا (انعام: ۱۵۶)۔ والمحصنات من الذين اوتوا الكتاب من قبلكم (مائدہ: ۵)۔وان كان متدينا ببعض الاديان والكتب المنسوخة خص باسم الكتابى وان كا ن مع اعترافه بنبوة النبى ﷺ واظهاره شعائر الاسلام يبطن عقائد وهى كفر بالاتفاق خص باسم الزنديق" (شرح المقاصد: ج ۲ ص ۲۶۹)۔

مولانا تبریز عالم، مولانا عبید اللہ، مولانا ابو حماد، مولانا اسرار احمد، مولانا محمد اکرم، مولانا محمد مظاہر حسین حماد، مولانا ابو عظمت اللہ صاحبان۔

۴......"فتاویٰ اکابر"۔

مفتی عبد الرحیم قاسمی، مولانا صادق، مولانا ارشاد اللہ قاسمی، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی سلمان پالنپوری، مولانا محمد مصطفےٰ قاسمی آوا پوری صاحبان۔

(۲) دوسری رائے: نسلی قادیانی اگر مرتد کی اولاد صلبیہ ہوں یعنی ان کے باپ نے ارتداد اختیار کیا ہے، تو وہ بھی مرتد ہیں، ورنہ دیگر مشرکین وکفار کے حکم میں ہوں گے۔

مولانا اختر امام عادل، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی، مولانا ابومحمد محمد سعد نور قاسمی، مفتی سلطان قاسمی کشمیری، مولانا شوکت ثناء قاسمی حیدرآباد، مولانا ارشد علی رحمانی، مولانا محمد یوسف قاسمی، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا زبیر احمد قاسمی، مولانا عبدالرحیم سعادتی، مولانا ابوالمکارم، مولانا عبیداللہ ندوی، مولانا ابوعبداللہ عظمت اللہ ہدایت اللہ صاحبان۔

(۳) کافروزندیق ہیں، اہل کتاب میں شامل نہیں۔

مولانا تبریز عالم، مولانا محمد اکرم لوناواڑی، مولانا محمد سفیان، مولانا آزاد بیگ، مفتی اعجاز الحسن باندے، مولانا ممتاز احمد خان ندوی، مفتی ارشاد پالنپوری، مولانا محمد جمشید جوہر، مفتی شبیر احمد دہلوی، مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا محمد صابر ندوی، مفتی مولانا اقبال کانپوری، مولانا محمد قمر الزماں ندوی، مولانا نعیم اختر، مولانا محمد صادق، مولانا محمد احسن عبدالحق، مولانا اسرار احمد احمد آبادی، مولانا محمد فاروق، مفتی لطیف الرحمٰن، مفتی عبدالرحیم، مولانا ریحان مبشر صاحبان، مولانا محمد عثمان بستوی۔

(۴) زندیق مرتد ہیں۔

مولانا ثابت شمیم، قاضی محمد حسن ندوی، مولانا سید باقر ارشد بنگلوری، مولانا سعود عالم قاسمی، مفتی عبدالرب، مفتی حبیب اللہ قاسمی، مولانا شکیل سعادتی، مفتی شبیر احمد، مفتی محمد شاہ جہاں ندوی، مولانا محمد مصطفےٰ قاسمی صاحبان۔

(۵) نسلی قادیانیوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ (محمد عثمان عفی عنہ)

(۶) ترجیح (محمد عثمان عفی عنہ)

جن مقالات میں نسلی قادیانیوں کا مطلقاً مرتد ہونا یا زندیق ومرتد ہونا بغیر کسی تفصیل کے مذکور ہے، یہ رائے حضرات فقہاء کی عبارات سے میل نہیں کھاتی ہے؛ کیونکہ محققین فقہاء کے مطابق قادیانی کی صرف اولاد صلبیہ ہی مرتد کے حکم میں ہوگی، اس کے بعد والی نسل پر ارتداد کے احکام عائد نہ ہوں گے، اسی طرح زنادقہ کی نسلی اولاد کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ زندیقیت ارتداد ہی کی ایک قسم ہے گو اس کے احکام اس سے کچھ سخت ہیں، زنادقہ کی اولاد صلبیہ کے علاوہ بعد والی نسل کو قتل وغیرہ کی اجازت نہیں، البتہ اہل عرب اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

" **وأما حكم ا لأولاد فولد الأب يجبر على الإسلام ولا يقتل؛ لأن هذا ردة حكمية لا حقيقية ولا يجبر ولد ولده على الاسلام؛ لأن ولد الولد لا يتبع الجد في الاسلام، إذ لوكان كذالک لكان الكفار كلهم مرتدين لكونهم أولاد آدم وليس كذلک بالإجماع**" (بدائع الصنائع جلد۶/ص ۱۲۶)، "**ان من اعتقد مذهبا يكفر به إن كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرک وإن طرا عليه فهو مرتد**" (شامی: جلد ۴/ص ۱۵۳، م زکریا)۔

"**الزنديق على ثلاثة اقسام: إما أن يكون زنديقا من الاصل على الشرک أو يكون مسلما فيتزندق أو يكون ذميا فيتزندق فالأول يترک على شركه إن كان من العجم بخلاف شرک العرب، فإنه لايترک، والثاني يقتل؛ لأنه مرتد والثالث يترک: لان الكفر ملة واحدة**" (شامی جلد ۶/ص ۳۸۳، رسائل ابن عابدین: جلد ۱/ص ۳۱۹)۔

مذکورہ بالا آراء کے بارے میں احقر کا خیال یہ ہے کہ مقالات میں درج آراء میں سب سے متوازن رائے مولانا اختر امام عادل و مولانا زبیر احمد صاحبان وغیرہم کی ہے کہ قادیانی باتفاق علماء مرتد ہیں اور مرتد کی اولاد کو بھی فقہاء نے والدین کے تابع قرار دیا ہے، البتہ ان کی

اولاد کی اولاد کو مرتد کے حکم سے خارج کیا ہے اور ان کو عام پیدائشی کافروں میں شمار کیا ہے، لیکن یہ اہل کتاب کسی حال میں نہیں ہیں۔

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواب نمبر ۴و۵ر کے تحت ذکر کردہ دلائل پر بھی ایک نظر ڈال دی جائے تاکہ پوری بصیرت کے ساتھ مسئلہ کی تنقیح ہو سکے، چنانچہ نقل کردہ دلائل میں بہت سی نصوص اور عبارت فقہیہ ایسی ہیں کہ ان سے اثبات کفر ہوتا ہے، اور ظاہر ہے صرف اثبات کفر نفی اہل کتاب کو مستلزم نہیں، اسی طرح "إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا(انعام:۱۵۶)۔ و المحصنٰت من الذين اوتو ا الكتاب من قبلكم"(مائدہ:۵) یہ جمہور کی دلیل تو ہے، لیکن احناف کے نزدیک یہ استدلال بالمفہوم المخالف ہے، جو شرعاً حجت نہیں، البتہ فتح القدیر، شامی، بحر کی نقل کردہ عبارات اور رسائل ابن عابدین کی عبارت اور علامہ تفتازانی کی شرح المقاصد سے کتابی اور زندیق کی نقل کردہ تعریف سے نسلی قادیانیوں اور اسلام کا دعویٰ کرنے والے فرق ضالہ مستحدثہ کا اہل کتاب میں داخل نہ ہونا واضح ہوتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ شامی کی یہ عبارت "على أنهم ليسوا بادنىٰ حالا من أهل الكتاب بل هم مقرون بأشرف الكتب" (شامی: جلد ۴رص ۱۳۵) "فكيف ادنى حالا من النصراني المثلث" (شامی: جلد ۹رص ۴۳۳)، مزید برآں بعض اکابر کا ان عبارتوں سے ان کے اہل کتاب ہونے پر استدلال سے اس مسئلہ کی پیچیدگی کچھ زیادہ ہی ہوگئی، اس لیے ضرورت تھی حضرات فقہاء و اکابر کے متعارض فتاویٰ و عبارات کو نقل کر کے کسی ایک جہت کو ترجیح دینے کی جس کی کوشش بندہ نے اپنے مقالے میں کی ہے، اور مقالہ میں احقر نے نسلی قادیانیوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا اہل کتاب میں شامل ہونا یا نہ ہونا غیر منصوص مجتہد فیہ ہے اسی بناء پر ان کے بارے میں حضرات فقہاء و مفتیان کرام کا اختلاف ہوا ہے، چنانچہ علامہ خیر الدین رملیؒ، علامہ نجیم مصریؒ، علامہ حصکفی، علامہ رافعی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبد الکریم گمتھلوی، مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی وغیرہم کی عبارات و فتاویٰ سے نسلی قادیانیوں کا اہل کتاب میں شامل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

"وجعل الرملي في حاشية المنح: المعتزلي والرافضي بمنزلة أهل الكتاب حيث قال: قوله (وصح نكاح كتابية) اقول: يدخل في هذا الرافضة بأنواعها والمعتزلة فلا يجوز أن يتزوج المسلمة السنية من الرافضي، لأنها مسلمة وهو كافر، فدخل تحت قولهم لا يصح تزوج مسلمة بكافر الخ. وقال الرستغني: لا تصح المناكحة بين أهل السنة و الاعتزال الخ. فالرافضة مثلهم أو أقبح. والرملي جعلهم من قبيل أهل الكتاب فيجوز نكاح نسائهم ولا يجوزون ولعله أعدل الاقوال ؛ لأنه لا يشك في كفر الرافضة الخ سندي" (تقریرات رافعی: ج ارص:۲۴۶)۔

"لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي ومرتد وجبري لو ابوه سنيا ولو ابوه جبريا حلت" (الاشباہ)۔

"الظاهر ان صاحب الاشباه أخذه من القنية ونص عبارتها بعد أن رقم لبعض المشائخ عن أبي علي أنه تحل ذبيحة المجبرة إن كان أباهم مجبرة، فإنهم كأهل الذمة، وإن كان أباهم من أهل العدل لم تحل؛ لأنهم بمنزلة المرتدين" (شامی: ج ۹رص:۴۳۲)۔

مولانا ظفر احمد صاحب کا فتوی(امداد الاحکام: ج ۲رص ۲۲۴-۲۲۵) اور مولانا عبد الکریم گمتھلوی کا فتویٰ (امداد الاحکام: ج ارص ۷۸-۸۰) اور مفتی کفایت اللہ صاحب کا فتویٰ(کفایت المفتی: ارص ۳۲۰) پر موجود ہے۔

اور اس کے برعکس علامہ شامی اپنے رسالہ "تنبيه الولاة والحكام علىٰ احكام شاتم خير الأنام أو أحد أصحابه الكرام" میں علامہ چلپی کا ایک سوال و جواب "(سئل ابن الشلبي عن طائفة ينطقون بالشهادتين غير انهم لايصلون ولا

يصومون ويعظمون الصليب والكنائس ويتبركون بها (فاجاب) بما حاصله إن نطقوا بالشهادتين مقرين بهما فی وقت ما ثم صدر منهم ما ذكر فهم مرتدون تجر ى عليهم أحكام المرتدين ويجبر نساؤهم وصبيانهم المميزون على الاسلام ولا يقتلون، وإن نطقوا بهما غير منفكين عن تعظيم الصليب فهم كفار ولا ينفعهم نطقهم بهما مالم يتبرؤا عما يخالف ملة الاسلام ثم اذا حكمنا بكفرهم، فإن كانوا أهل كتاب يحل وطئ نسائهم بالنكاح وملك اليمين وإلا فلا انتهى ملخصا) " نقل کرکے فرماتے ہیں:" الظاهر ان الغلاة من الروافض المحكوم بكفرهم لا ينفكون عن اعتقادهم الباطل فی حال اتيانهم بالشهادتين وغيرهما من أحكام الشرع كالصوم والصلاة فهم كفار لا مرتدون ولا أهل كتاب ، والله الموفق للصواب"(رسائل ابن عابدین: جلد ا رص ۳۴۸)، علامہ شامی کی اس عبارت سے اور حضرت تھانوی، مفتی محمد شفیع صاحب، مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی، مفتی عبدالرحیم صاحب، مولانا خالد سیف اللہ صاحب وغیرہ کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں کیا جاسکتا۔

اور یہ اختلاف ایسے ہی ہے جیسے کہ شرک وکفر میں مبتلا یہود ونصاریٰ کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، البتہ یہود ونصاریٰ کا باوجود شرک کے اہل کتاب میں داخل ہونا راجح ہے، اور نسلی قادیانیوں وغیرہ کا کفریہ عقائد وغیرہ کی بنا پر اہل کتاب میں شامل ہونا مرجوح ہے۔ جس کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) یہود ونصاریٰ کے عقیدہ تثلیث وغیرہ کے باوجود انکا اہل کتاب میں داخل ہونا منصوص علی خلاف القیاس ہے۔

(۲) اور منصوص علی خلاف القیاس اپنے مورد کے ساتھ خاص ہوتا ہے، اس کے حکم کا تعدیہ صحیح نہیں (یعنی اس پر کسی دوسرے کو قیاس کرنا صحیح نہیں)۔

(۳) دین محمدی کے بعد وجود میں آنے والے فرق باطلہ جو کتاب ورسالت پر بھی ایمان رکھتے ہوں ان کے اہل کتاب میں داخل ہونے پر قیاس کے علاوہ کوئی اور دلیل نہیں اور مقیس علیہ کے منصوص غیر معقول المعنی ہونے کی وجہ سے قیاس درست نہیں، لہٰذا قیاساً ان کو اہل کتاب میں شمار کرنا محل نظر ہے۔

(۴) ملحدانہ عقائد ونظریات کے تکذیب رسالت پر متضمن ہونے کی وجہ سے کفر اور حرمت نکاح اور حرمت ذبائح یقینی ہے، لہٰذا حرمت قطعیہ یقینیہ دلیل ظنیہ شکیہ سے زائل نہ ہوگی۔

"(اليقين لا يزول بالشك) فإذا كان جواز نكاح الكتابيات على خلاف القياس بآية المائدة أن يقتصر على الكتابيات التی علم كونهن من أهل الكتاب بالنص أو بدليل قطعی غيره" (اعلاء السنن: ۷ر ۴۲)۔

(۵) نکاح اور ذبیحہ دونوں میں اصل حرمت ہے، لہٰذا یہ دونوں احتیاط کے متقاضی ہیں اور احتیاط ان کو اہل کتاب میں شامل نہ کرنے میں ہی ہے۔

چنانچہ مفتی رشید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ اکثر علماء شیعہ کو اہل کتاب نہیں شمار کرتے، لہٰذا احتیاط واجب ہے (احسن الفتاویٰ: جلد ۵ رص ۹۰)۔

مذکورہ بالا تفصیل سے دو باتیں معلوم ہوئیں: نمبر ایک: نسلی قادیانیوں کو اہل کتاب میں شامل نہ کرنا اقوی بالدلیل اور احوط ہے اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اہل کتاب میں شمولیت کا قول بلا دلیل نہیں، گو دلیل مرجوح ہے۔

بہرحال اس مسئلہ کی تحقیق وتنقیح کے لیے درج ذیل امور پر توجہ لازم ہے۔

۱...... یہود ونصاریٰ کے شرک وکفر کے منصوص ہونے کے باوجود ان کے ذبائح اور عورتوں کی حلت کا استثناء معلول بعلت ہے یا نہیں؟

۲...... اگر استثناء معلول بعلت ہے، تو وہ علت متعدیہ ہے یا نہیں؟

۳...... اور اگر اہل کتاب کا استثناء معلول بعلت ہے تو وہ علت ان فرقوں میں موجود ہے یا نہیں؟

۴...... دین محمدی ﷺ کے بعد ایجاد کے گئے فرق ضالہ کے کتاب ورسالت کے اقرار کے باوجود ان کے اہل کتاب میں شامل نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ کیا ان کا کفر وشرک اہل کتاب کے کفر وشرک سے زائد ہے؟ یا کم؟ زائد اور کم ہونے کی وجہ کیا ہے؟

۵...... اسی طرح بعد کے ایجاد کئے گئے فرق باطلہ کا فسادِ اعتقاد اور تحریف دین اگر اہل کتاب ہونے سے مانع ہے، تو یہی فسادِ اعتقاد اور تحریف دین وکتاب یہود ونصاریٰ کے اہل کتاب ہونے سے مانع کیوں نہیں ہے؟

اس مسئلہ کی تحقیق کے لیے مذکورہ بالا امور پر غور کرنا بہرحال لازم ہے، اور صرف یہ کہہ دینے سے کہ یہ فلاں حضرت کی ذاتی رائے ہے، جس کی کوئی دلیل نہیں، اس سے نہ تو مسئلہ محقق ہوگا اور نہ ہی تشنگان طلب وتحقیق کو تشفی ہی ہوسکتی ہے اور اپنے اسلاف ومقتدیٰ جن کے دیانت، تقویٰ وطہارت علم وتحقیق کی ہم قسمیں کھاتے ہیں ان کے بارے میں اس طرح کے کلمات ہم جیسے خوردوں کے لیے ہرگز زیب نہیں دیتے، اور اگر انہیں حضرات کے فتاویٰ اپنی ذاتی رائے پر مبنی ہونے لگیں تو یہ مقولہ صادق آئے گا ''چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی''

نوٹ: اس عرض میں ذمہ داران اکیڈمی کو ترمیم وتنسیخ کا مکمل اختیار ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام

(سوال نمبر ۶-۸)

مولانا اقبال احمد قاسمی☆

معزز حاضرین وفقہاء عابدین!

مجھے اہل کتاب سے متعلق سوالنامہ کے آخری تین سوالوں کے بارے میں عرض ومعروض کا حکم ملا ہے۔ جملہ مقالات وہی پیش نظر ہیں جنکا ذکر پیش رو عارضِ محترم فرما چکے ہیں اس لئے مقالہ نگار حضرات کے اسماء گرامی حذف کرتے ہوئے عرض مسئلہ کو آگے بڑھاتے ہیں۔

اہل کتاب سے متعلق سوالنامہ کا چھٹا سوال کتابیہ سے نکاح کے بارے میں ہے اور فقہاء نے اس مسئلہ میں جو دارالاسلام اور دارالکفر کا فرق کیا ہے۔ موجودہ حالات میں مسلم ممالک اور مغربی ممالک کے حالات کے تناظر میں یہ حکم وہی رہے گا یا مختلف ہوگا (یہ سوال کا خلاصہ ہے تفصیل سوالنامہ میں ہے)۔

اس سلسلہ میں جہاں تک حقیقی کتابیہ سے نکاح کے نفسِ جواز کا مسئلہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ صحابی کی رائے مختلف رہی ہے ان کے نزدیک کتابیہ مشرکات میں داخل ہے اور ہر طرح کی کتابیہ سے نکاح ناجائز ہے۔ اس میں کوئی استثناء نہیں۔

”وكان ابن عمر يمنع نكاح الكتابيه مطلقاً حرة كانت أو أمة ذمية كانت أو حربية لاندراجها فى المشركات، وقال الله تعالى: ولاتنكحو المشركات حتى يؤمن“ (تفسیر مظہری ۲۷/۳)۔

جمہور صحابہ وفقہاء کے نزدیک کتابیہ سے نکاح اپنے شرائط کے تحت جائز ہے اور مشرکہ سے نکاح کی ممانعت والی آیت غیر اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے۔

”واتفق جماعة من الصحابة على إباحة أهل الكتاب الذميات سوى ابن عمر وجعلو ا قوله: ولاتنكحو المشركات، خاصاً فى غير أهل الكتاب“ (احکام القرآن للجصاص ۲/۴۰۹)۔

جمہور کے نزدیک کتابیہ سے نکاح کے جواز کیلئے ضروری ہے کہ (۱) واقعی وہ کتابیہ ہو (۲) اسلام سے مرتد ہوکر کتابیہ نہ بنی ہو (۳) نکاح طریقہ اسلام کے مطابق کیا ہو (۴) نکاح سے کوئی یقینی ضرر اسلام ومسلمانوں کو نہ ہو۔

نیز کتابیہ سے نکاح کی اجازت کے معنی یہ ہیں کہ ضرورت کے موقع پر اس جواز سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یعنی عام حالات میں ایسے نکاح پسندیدہ نہیں فقہاء نے بلا ضرورت نکاح کو خلاف اولی قرار دیا ہے۔

”ويجوز تزويج الكتابيات والأولىٰ أن لايفعل ولايأكل ذبيحتهم إلا للضرورة“ (فتح القدیر ۲/۳۷۲ المکتبۃ

☆ مدرسہ مظہر العلوم ۱۳۶/۹۸ بیکن گنج، کانپور (یوپی)۔

D5

الاسلامیہ بیروت)،علامہ ابن قدامہ حنبلی فرماتے ہیں: "إذا ثبت هذا فالأولى أن لايتزوج كتابية "(المغنی ۹/ ۳۱۲دار احیاء التراث)۔

امام مالک کا قول ہے: "أكره نكاح نساء أهل الذمة اليهود والنصرانية وما احرمه"(المدونۃ الکبریٰ للامام مالک بن انس ۲/ ۳۰۶)۔

امام شافعی کا فرمان ہے:"أحب إليّ لو لم ينكحهن مسلم"(الام ۵/ ۷ مکتبۃ الکلیات الأظہریۃ)۔

اگر کتابیہ حربیہ ہو تو اس سے نکاح کی کراہت اشد ہوجاتی ہے اسی لئے باتفاق فقہاء اربعہ دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے۔

"وتاكد الكره. أي الكراهة . إن تزوجها بدار الحرب، لأن لها قوة بها لم تكن بدرالإسلام فربما ربت ولده على دينها ولم تبال باطلاع أبيه على ذالك "(الشرح الصغیر ۲/ ۴۲۰)۔

کتابیہ سے نکاح کی کراہت کے اسباب بھی فقہاء نے ذکر کئے ہیں (جیسا کہ الفقہ الاسلامی ۹/ ۶۶۵۴ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج:۴:ص:۷۴ مبحث المحرمات لاختلاف الدین میں ہے) جسکا خلاصہ یہ ہے۔

۱-کتابیہ، فاسقہ ہوتی ہے کم از کم فسق اعتقادی میں مبتلا ہوتی ہے جبکہ اسلام میں دیندار سے نکاح پسند کیا گیا ہے۔

۲-کتابیہ سے نکاح غیر مسلم سے مؤدت ومحبت کا سبب ہے جسکی اسلام میں ممانعت ہے۔

۳-کتابیہ اگر غیر مسلم ملک کی باشندہ ہے تو یہ نکاح دارالکفر میں قیام کا سبب بنے گا۔

۴-کتابیہ کے دین مذہب واخلاق سے خود شوہر اور اولاد وخاندان کے متاثر ہونے کا شدید خطرہ ہے، دارالحرب میں مزید برآں۔

۵-اہل اسلام کے راز غیر مسلمین تک منتقل ہونے کا خطرہ ہے۔

۶-مسلم عورتوں کے بلا نکاح رہ جانے کا سبب ہے۔

۷-دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح مسلمانوں کا سرمایہ واملاک دارالکفر میں منتقل ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

اس ضروری تمہید کے بعد اب جو سوال اٹھایا گیا ہے اسلامی ممالک مغربی ممالک میں کتابیہ سے نکاح کے حکم کا تو موجودہ صورتحال یعنی بدلتے ہوئے حالات اور اسکے پس منظر میں مقالہ نگار حضرات کے چار نقطہائے نظر سامنے آئے ہیں۔

(ا) موجودہ زمانہ میں ہر قسم کی کتابیہ سے ہر جگہ نکاح مطلقاً حرام ہے خواہ دارالاسلام ہو یا دارالکفر (دونوں کے حکم یعنی عدم جواز میں کوئی فرق نہیں۔ یہ رائے ہے مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری اور ڈاکٹر مفتی شاہ جہاں ندوی کی اسی کی طرف میلان معلوم ہوتا ہے۔ مفتی محمد صاحب کیرالہ اور مفتی ابوعبداللہ عظمت اللہ کشمیری کا۔

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری فرماتے ہیں: فقہاء نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے دارالاسلام میں مباح اور دارالکفر میں مکروہ قرار دیا ہے مگر صحیح بات یہی ہے کہ عصر حاضر میں دارالاسلام اور دارالکفر دونوں میں یہ نکاح حرام ہے شرعاً عقلاً دیانۃً سیاسۃً کسی طرح یہ جائز نہیں حتی کہ امام حرم السدیس بھی بیت اللہ میں کسی یہودیہ کا نکاح مسلمان سے پڑھائیں گے تو وہ نکاح نہیں سفاح ہوگا۔ ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ ان خبیثوں کی ازلی دشمنی سے بچنا چاہتے ہیں تو اس موقع پر تمام علماء کرام ومفتیان عظام اتفاق واتحاد کے ساتھ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کے سلسلہ میں حرمت کا فتویٰ صادر فرمائیں اور اس سلسلہ میں پہل کریں ہمت مرداں مدد خدا۔

ڈاکٹر مفتی محمد شاہ جہاں ندوی لکھتے ہیں: موجودہ دور میں کتابی خواتین سے خواہ یہودی ہو یا نصرانی نکاح ناجائز ہے اس لئے کہ عقد

نکاح مصلحت پر مبنی عقد ہے۔''النکاح عقد مصلحة فی الأصل لاشتماله علی المصالح الدینية والدنیوية''(بدائع الصنائع ۲ر ۲۶۷ بیروت)۔

نیز قرآن کی آیت :''الیوم أحل لکم الطیبات'' الایة(المائدہ:۵)میں ''الیوم '' سے اسکی طرف اشارہ ہے کہ اس حالت میں کتابی خاتون سے نکاح درست ہے جس میں مرد مسلمان گھر کا مالک ہو اسکی مرضی کے مطابق گھر کا نظام چلے اور شوہر دین پسند ہو جسکی بنا پر عورت متاثر ہو نہ کہ مؤثر ہونے کا رول ادا کرے لیکن موجودہ دور میں اس نکاح کا اُلٹا اثر ہو رہا ہے سو ایسی حالت میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟ موصوف لکھتے ہیں کسی بھی محرک کے تحت دارالکفر میں اہل کتاب سے نکاح ناجائز ہے کیونکہ ایک دو نسل کے بعد اولاد یا تو عیسائیت کے دامن میں چلی جاتی ہے یا نام کی مسلمان باقی رہ جاتی ہے جیسا کہ موجودہ امریکہ صدر بارک اوبامہ کی مثال سامنے ہے جو مسلم اور عیسائی خاتون کے نکاح کا نتیجہ ہیں۔

(۲)دوسرا نقطہ نظر:یہ ہے کہ کتابیہ سے نکاح دور حاضر میں مکروہ تحریمی ہے دارالاسلام اور دارالکفر اب دونوں کا حکم یکساں ہے عوارض ومفاسد نقصانات ومضرات کے پیش نظر دارالاسلام میں بھی اب کراہت تحریمی ہوگئی ہے اور دارالکفر میں جو کرامت تحریمی تھی وہ برقرار ہے یہ رائے ہے ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی،مفتی شبیر احمد دیولوی،مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی،مولانا احسن عبدالحق ندوی،مفتی عبدالمنان آسام، مولانا محمد ارشد علی رحمانی،مولانا قمر الزماں ندوی،قاضی محمد حسن ندوی،مفتی حبیب اللہ قاسمی،مولانا جمشید جوہر قاسمی،مولانا محمد صابر حسین ندوی، مولانا محمد ممتاز خاں ندوی،مفتی سلمان پالنپوری،مفتی ارشاد پالنپوری،مولانا عبیداللہ ندوی،عبدالرحیم سعادتی،مولانا محمد اکرم لوناواڑی،مفتی لطیف الرحمٰن ممبئی،مولانا اسرار احمد آبادی،مولانا محمد صادق مبارکپوری،مولانا شکیل سعادتی،مولانا آزاد بیگ ممبئی،مولانا فاروق گجرات،مفتی ابوحماد،غلام رسول منظور قاسمی،مولانا ارشاد اللہ قاسمی،مفتی سعد نور قاسمی کانپوری،حافظ کلیم اللہ عمری مدنی،مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی کی۔

ڈاکٹر ظفر الاسلام صدیقی فرماتے ہیں فی زمانہ پورا عالم سلام مغرب زدہ ہے اور پورا تسلط صیہونیوں کا ہے اس لئے دارالاسلام میں بھی نکاح مکروہ تحریمی ہونا چاہئے۔آپ نے ''فقه النوازل للأقلیات المسلمة'' کے حوالہ(۲ر ۹۶۸)سے یورپی ممالک میں نصرانیہ سے نکاح کے برے نتائج کے واقعات بھی ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ کسی بھی مقصد کے تحت اُن سے نکاح پُرخطر ہے مفتی شبیر احمد دیولوی فرماتے ہیں تمام مفاسد کو بالائے طاق رکھ کر صرف ایک جزءِ دعوتِ اسلام کو مدنظر رکھتے ہوئے اتنا بڑا قدم اٹھانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اس لئے کہ یہ بات یقینی نہیں کہ وہ شادی کے نتیجہ میں اسلام کو قبول کرلے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی اسکے جال میں پھنس جائے اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے لہذا سدًا للباب کتابیہ سے نکاح ناجائز ہی کہا جائے گا۔

مفتی سلطان قاسمی لکھتے ہیں کہ مقاصد شریعت میں سے حفظ دین مقدم ہے اور حفظ نفس وحفظ نسل مؤخر ہیں لہذا اس بنا پر اسکی اجازت نہیں دی جاسکتی۔جہاں تک دعوتی نقطۂ نظر کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں بھی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ وہ نکاح سے پہلے مسلمان ہوجائے یا پھر نکاح کے بعد مسلمان ہوجانے کی شرط رکھی جائے۔

مولانا عبیداللہ ندوی دامن اسلام میں داخل ہوجانے کے احتمال کو ''إثمهما أکبر من نفعهما''(سورۂ بقرہ:۲۱۹)کا مصداق قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس احتمال کی وجہ سے کراہت کا حکم بدلا نہیں جاسکتا۔

قاضی محمد حسن ندوی،مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی لکھتے ہیں:

ویزہ وغیرہ کی سہولت کی بنا پر کتابیہ سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ جب دینی اور دنیاوی غرض کا ٹکراؤ ہو تو دینی غرض کو ترجیح دینا لازم

ہے یہاں مصلحت ومفسدہ کا ٹکراؤ ہے ،لہذا ''اذاتعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالباً''(الاشباہ والنظائر/ص ۳۲۲) کی رو سے یہ نکاح درست نہیں دعوتی نقطۂ نظر سے دارالحرب میں گنجائش پر قاضی حسن سوال کرتے ہیں کہ کیا اس وقت دارالحرب کا حال اچھا ہوگیا ہے؟ ساتھ ہی اس صورت میں مانع ومقتضی کا ٹکراؤ ہے، لہذا مانع کو مقتضی پر ترجیح ہوگی ''إذا تعارض المانع والمقتضی فانه یقدم المانع'' (الاشباہ والنظائر ۱/ ۳۹۵)۔

اکثر مقالہ نگار حضرات نے موجودہ مسلم ممالک میں کتابیہ سے نکاح کی کراہت تحریمی کی تائید میں مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے جو کتاب الفتاویٰ (۴/ ۳۵۴، قاموس الفقہ)وغیرہ میں ہے کو تفصیل سے نقل کیا ہے۔

(۳) تیسرا نقطۂ نظر: مقالہ نگار حضرات میں سے بعض کا نقطۂ نظر وہی ہے جو فقہاء کے یہاں پہلے سے موجود ہے یعنی دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح مکروہ تحریمی اور دارالاسلام میں مکروہ تنزیہی۔ یہ رائے ہے مفتی عبدالرحیم قاسمی بھوپال، مفتی جعفر ملی رحمانی، مفتی اعجازالحسن قاسمی، مفتی ثناءالہدیٰ قاسمی، مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی مفتی شوکت ثناء قاسمی مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی کی۔

مفتی عبدالرحیم قاسمی لکھتے ہیں کہ عیسائی عورتوں سے نکاح کرنا دارالکفر میں مکروہ تحریمی ہے اور دارالاسلام میں مکروہ تنزیہی ''والاولیٰ ان لایفعل یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة ومابعده یفید کراهة التحریم فی الحربیة''(شامی ۲/ ۲۸۹)۔

مفتی ثناءالہدیٰ قاسمی لکھتے ہیں: مقاصد خواہ ویزہ کا حصول ہو یا کچھ اور بہرصورت اس سے پرہیز لازم ہے اور جب امام محمدؒ نے فقہاء احناف کا قول دارالاسلام میں کراہت کا لکھا ہے تو دارالکفر میں بدرجہ اولی کتابیہ سے نکاح مکروہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں قبول اسلام کی بات جو کہی جاتی ہے وہ محض امکان ومظنہ ہے جبکہ اسکے مقابل مفاسد کثیر ہیں اس لئے کراہت سے خالی نہیں جیسا کہ علامہ شامی نے دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تحریمی اور دارالاسلام میں مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔ مولانا محمد ریاض، ارمان القاسمی نے بھی یہی بات لکھی ہے۔

مفتی شوکت ثناء قاسمی نے دارالحرب میں کتابیہ سے نکاح کے مکروہ تحریمی ہونے پر فقہاء اربعہ کے اقوال اور نکاح کے نقصانات کو ذکر کر کے کراہت تحریمی کو مدلل کیا ہے۔ البتہ دعوتی مقصد کے تحت گنجائش کی بات بھی لکھی ہے۔

(۴) چوتھا نقطۂ نظر: فقہاء کے بیان کردہ مذکورہ فرق وحکم کے برعکس آج کے بدلے حالات میں حکم کی تبدیلی کا ہے یعنی مصالح کی موجودگی میں دارالکفر میں نکاح کی حرمت وکراہت ختم ہوجائے گی اور دارالاسلام میں غیر معمولی نقصان کے مشاہدہ وتجربہ کی بنا پر کتابیہ سے نکاح کی کراہت بڑھ جائے گی یہ رائے ہے: مولانا اختر امام عادل، مولانا زبیر احمد قاسمی، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مفتی محمد اشرف قاسمی گونڈوی، مولانا ابوالمکارم معروفی، مفتی سید باقر ارشد بنگلوری، مفتی عابدالرحمٰن مظاہری بجنوری، مفتی صادق محمد پٹیل، مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی، مولانا اکرام الحق ربانی، مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا تبریز عالم دہلی، مولانا سعود عالم قاسمی، مولانا ممتاز خاں ندوی کا خیال ہے جو لوگ غیر مسلم ممالک میں یہودی یا عیسائی عورتوں سے نکاح دعوتی مقصد سے اشاعت اسلام کی خاطر کرتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں اس میں اصل اعتبار نیت کا ہے:'' انما الاعمال بالنیات وانما لکل امری مانوی''۔ اسلام کی دعوت اور اشاعت مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے اس میں ہر جائز طریقوں سے مدد لینی چاہئے۔

مفتی محبوب فروغ احمد قاسمی نے دارالکفر میں نیک جذبہ سے کتابیہ سے نکاح کے جواز کے لئے فقہ شافعی کی مشہور کتاب'' تحفة المحتاج'' سے ایک جزئیہ بھی نقل کیا ہے۔

''بحث الزرکشی ندب نکاحها اذا رجیٰ به اسلامها ولم یخش فتنة بها بوجه کما هو واضح''(تحفة المحتاج

۷/۷۷۳ فصل فی حل نکاح الکافرۃ)۔

(علامہ زرکشی نے بحث کرتے ہوئے ایسے نکاح کو مندوب کہا ہے جبکہ اسکے اسلام کی امید ہو اور کسی بھی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، جیسا کہ واضح ہے)۔

یہی بات مولانا ابوالمکارم معروفی نے صاحب نہایہ المحتاج کے حوالہ سے لکھی ہے:

"والأوجه كما بحثه' الزركشى ندب نكاحها كما وقع لعثمانؓ إنه نكح نصرانية كلبية فأسلمت وحسن إسلامها (وفى حاشية) قوله ندب نكاحها أى الذمية ويظهر أن مثلها الحربية"(۲۹۰/۶ داراحیابیروت)۔

مولانا اختر امام عادل لکھتے ہیں کہ فقہاء نے دارالاسلام اور دارالحرب کا جوفرق کیا ہے وہ منصوص نہیں ہے یہ حکم معلل بالفتنہ ہے آج اگر واقعی حالات بدل جائیں یعنی دارالاسلام میں اہل کتاب سے نکاح زیادہ باعث مضرت وفساد کا باعث ہو اور اسکے برعکس غیر مسلم ملکوں میں ان سے نکاح دعوتی مقاصد کو پورا کرنے کا سبب بنے یا مسلمانوں کیلئے باعث تقویت ہو تو اصول کے مطابق حکم تبدیل ہوجائے گا۔ زیلعی لکھتے ہیں:"وتكره الكتابية الحربية إجماعا لافتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دار الحرب أو تعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر"۔

مولانا زبیر احمد قاسمی نے یہی رائے اس عبارت کی روشنی میں اختیار کی ہے۔

مفتی محمد عثمان بستوی گورینی نے کتابیہ سے نکاح کا دارالاسلام اور دارالکفر میں مختلف صورتوں کے تحت مختلف حکم ذکر کیا ہے۔

یعنی (۱) اگر دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح کیا جائے اور ملکی قانون، شخصی احوال کی بناپر کتابیہ کے دین واخلاق سے آل واولاد کے متاثر ہونے کا نیز اسکی جاسوسی وغیرہ کا بھی ظن غالب اور یقین نہ ہو تو ایسی حالت میں کتابیہ سے نکاح کرنا مکروہ تنزیہی (خلاف اولیٰ) ہوگا۔

(۲) دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح کیا جائے اور ملکی قانون وشخصی احوال کی بناپر اسکے مذہب واخلاق سے آل واولاد کے متاثر ہونے کا ظن غالب ہو، یا جاسوسی کرنے کا ظن غالب ہو تو نکاح مکروہ تحریمی ہوگا اور اگر اسباب وقرائن سے یہ خطرہ حد یقین کو پہونچا ہو تو نکاح کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔

(۳) دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح کیا جائے اور دارالکفر میں قیام اضطرار ومجبوری کی بناپر ہو یا دعوت وتبلیغ کے مقصد سے ہو اور نکاح کی ضرورت حد فرض اور وجوب کو نہ پہنچی ہو اور کتابیہ سے نکاح کی مجبوری بھی نہ ہو تو اس صورت میں اس سے نکاح کرنا مکروہ تنزیہی ہوگا۔

(۴) دارالکفر میں قیام کا مقصد دعوت وتبلیغ یا اضطرار ہو اور نکاح کرنا فرض یا وجوب کے درجہ میں ہو اور مسلمہ عورت سے نکاح کی قدرت بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

(۵) دارالکفر میں قیام کا مقصد دعوت وتبلیغ اور اضطرار نہ ہو بلکہ صرف معاشی ترقی وخوشحالی مقصود ہو تو اس صورت میں نکاح فساق و فجار سے اختلاط وتکثیر سواد وغیرہ کی بناپر مکروہ تحریمی ہوگا۔

(۶) دارالکفر میں قیام کا مقصد دعوت وتبلیغ، ضرورت اضطرار اور معاشی خوشحالی بھی نہ ہو بلکہ غرض فاسد مثلاً انکی تہذیب سے مرعوبیت ان سے محبت وغیرہ کی بناپر ہو تو اس صورت میں نکاح سے اولاد کا متاثر ہونا ظن غالب ہی نہیں بلکہ یقین کے درجہ میں ہے لہذا ایسی حالت میں نکاح ناجائز وحرام ہوگا۔

احقر کا خیال ہے کہ دارالاسلام ودارالکفر (دارالحرب) کا جوفرق ہے وہ تقریبا مٹ چکا ہے زیادہ تر ممالک اب نہ دارالاسلام ہیں نہ

دارالحرب اب اکثر سیکولر اسٹیٹ بن گئے ہیں لہذا دار کے فرق کے بجائے مصلحت وفساد پر ہی بنا رکھی جاسکتی ہے ۔ اوراسکے لئے مفتی عثمان کی ذکرکردہ تفصیلات کے مطابق حکم لگانا انسب معلوم ہوتا ہے۔

سوال:۷-قرآن مجید میں یہ بات فرمائی گئی ہے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر زبان میں اپنی کتاب نازل فرمائی ہے۔لیکن جن انبیاء اور آسمانی کتابوں کا قرآن مجید نے ذکر کیا ہے۔ان کے علاوہ دوسری شخصیتوں اور کتابوں کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا دشوار ہے کہ کیا وہ اپنے عہد کے پیغمبر تھے اور کیا ان کے ماننے والوں کے پاس جو مذہبی کتاب موجود ہے۔اور وہ ان کو خدائی تعلیمات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں، کیا وہ آسمانی کتابیں ہیں جن میں تورات وانجیل کی طرح ان کے ماننے والوں نے آمیزشیں کردی ہیں، اسی سے یہ سوال ابھرتا ہے کہ ہندو مذہب کی کتابوں خاص کر ویدوں میں توحید کی واضح تعلیمات موجود ہیں آخرت کا تصور بھی ہے، یہاں تک رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خوش خبری بھی ہے اور اس میں قریب قریب صراحت کے ساتھ آپ کے اسماء مبارکہ احمد اور محمد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو کیا برادران وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں کیا یقین کیا جاسکتا ہے کہ یہ اپنے اپنے عہد میں اللہ کے پیغمبر رہے ہونگے اور جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسی کے معاملہ میں مبالغہ سے کام لیا، ان کے ماننے والوں نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہوگا اور کیا ان کی کتابوں کو قرآن مجید کی بیشتر اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں تمام مقالہ نگار حضرات نے ایک ہی موقف اختیار کیا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کتاب کا سماوی ہونا اور کسی شخص کا نبی ورسول ہونا یہ دونوں مسئلے اعتقادیات سے متعلق ہیں اور اعتقادیات کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا لازم ہے اور ہنود کی مذہبی کتب ویدوں اور ان کے مقتداؤں کے نبی ورسول ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں۔'' **لاعبرة باالظن فی باب الاعتقاد یات**'' (شرح عقائد مع نبراس ص:۲۸۲)،'' **ای لابد فی الاعتقادیات الدلیل الیقینی** '' (التعلیقات السنیہ مع شرح عقائد ص:۳۵۶) لہذا ادیانِ باطلہ (ہنود) کی کتابوں ویدوں وغیرہ کا قرآن مجید کی بہت سی اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر ان کتابوں کو آسمانی الہامی کتاب تسلیم ویقین کرنا صحیح نہیں ہے اور نہ ہی ان شخصیتوں کو پیغمبر تسلیم کیا جاسکتا ہے جن کو اہل وطن خدا کا اوتار مانتے ہیں، کسی کتاب کے منزل من اللہ ہونے یا کسی شخص کے نبی ہونے کا اعتقاد قائم کرنے کیلئے صرف امکان اور احتمال یا قرائن واشارات کافی نہیں بلکہ دلیل قطعی اور نص کا ہونا ضروری ہے۔البتہ امکان واحتمال کے درجہ میں گمان وشک ضرور پیدا ہوتا ہے اس لئے ان کی کتب مذہبیہ اور ان کے اوتاروں کے متعلق '' **لاتصدقوهم ولاتكذبوهم** '' کا معاملہ رکھنا ہی احوط ہے اور کتاب وسنت میں غیر مذکور انبیاء وکتب پر اجمالی ایمان کافی ہے اس موقف کو مقالہ نگار حضرات نے زیادہ تر (کفایت المفتی ۱/ ۹۹ص:۱۰۸، امداد الفتاوی ۵/ ۴۵۰، وجلد ۶/ ۱۱۷، مفتی محمود حسن گنگوہی کی فتاوی محمودیہ ۱/ ۴۵۵، و۳/ ۲۱۳ مفتی شفیع صاحب کی معارف القرآن ۳/ ۲۱۳، مولانا یوسف لدھیانوی کی آپ کے مسائل ۱/ ۳۳) کے حوالہ سے اختیار کیا ہے۔

مولانا ارشد علی رحمانی نے دارالعلوم دیوبند کے ایک مدلل فتوی کا حوالہ دیا ہے لکھتے ہیں: قطعی اور یقینی طور پر یہ کہہ دینا کہ کرشن وغیرہ نبی تھے جائز نہیں ہے۔ یہ امر بذریعہ وحی کسی نبی کو ہی معلوم ہوسکتا ہے۔حضور ﷺ کو جب تک وحی سے یہ معلوم نہ ہوا کہ فلاں شخص نبی ہے آپ ﷺ نے اسکی نبوت کا اظہار نہ فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:'' **لاأدری اتبع نبی ام لا** '' (میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یا نہیں؟)

'' **وفی معالم التنزیل بسنده : عن ابی هریرةؓ قال: قال رسو ل الله ﷺ:ماادری تبع أكان نبياً او غير نبی** '' (معالم التنزیل

سورۃ الدخان)۔

الغرض جن انبیاء کا نام اللہ تعالی نے نہیں بتلایا اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی نبوت ظاہر نہیں فرمائی ان کی نسبت یقین نبوت کا رکھنا خلاف حکم شریعت ہے (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ۱۸/۲۷۶)۔

مفتی سید باقر ارشد بنگلوری (موسوعہ فقہیۃ کویتیہ ۲۴/ ۱۸۳) سے ایک لمبی عبارت کے بعد لکھتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نے توریت کی تلاوت سے منع فرمایا تو پھر دوسری وہ کتب جو الہامی ہیں اور نہ آسمانی بلکہ ان کی صحت میں بھی شبہ ہے اور ادیانِ باطلہ سے منسوب ہیں ان کی تلاوت کرنا یا استفادہ کرنا کہاں سے جائز ہوسکتا ہے البتہ ان کی تحقیر و تنقیص بھی جائز نہیں۔

مولانا لطیف الرحمٰن ممبئی مولانا قاسم نانوتویؒ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ''وید کا کلام خدا ہونے کیلئے برہما کا دعوی پیغمبری کرنا پھر ان کا وید کو کلام خدا کہنا اسکے لئے روایت صحیحہ کی ضرورت ہے جو ان کے پاس نہیں ہے (ملخصاً قبلہ نما ص ۴۰)۔

مولانا شوکت ثنا قاسمی کہتے ہیں قرآن مجید کے نزول کے وقت یہود و نصاری کے علاوہ ہندومت، بودھ مت، اور جین مت وغیرہ مذاہب دنیا میں موجود تھے۔ اور ان کے مذہبی کتابیں بھی موجود تھیں اسکے باوجود انکو اہل کتاب میں شامل نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان کی کتابوں کو آسمانی اور الہامی کتاب قرار دیا گیا لہذا محض اس بنیاد پر کہ اس میں توحید ورسالت کا ذکر ہے آسمانی والہامی کتاب قرار دینا قطعا درست نہیں ہے اور نہ اسکی ضرورت البتہ برادران وطن میں دعوت و تبلیغ کے لئے ان کی مذہبی کتابوں سے توحید ورسالت والی عبارتوں سے استفادہ جائز و درست ہے۔ مفتی محمد ثناء الہدی قاسمی نے سوال میں لفظ الہامی پر تنقیح وتوضیح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ وحی الہی، کتاب الہی، اور الہامی کتابوں میں بڑا فرق ہے۔ شاعر کے تخیلات بزرگوں کے ملفوظات، ریشیوں کے اپدیش بھی الہامی ہوتے ہیں لیکن انہیں کلام الہی، احکام الہی وحی الہی کے مرتبہ میں قطعاً اور ہرگز نہیں رکھا جاسکتا۔ مفتی ابوحماد غلام رسول نے بھی لکھا ہے کہ ان کتابوں کو ملہم کہہ سکتے ہیں منزل من السماء نہیں، مولانا جمشید جو ہر قاسمی نے بھگوت گیتا اور چاروں وید ورمائن کا تفصیلی ذکر'' مجلة الجامعة الاسلامیہ بالمدینة المنورة ''(ضیاء الرحمٰن اعظمی ۳/......) کے حوالہ سے رقم فرمائی ہیں۔

اسی طرح مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی نے ''ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ'' مرتبہ پروفیسر محسن عثمانی اور'' ہندو دھرم ایک مطالعہ'' مرتبہ محمد فاروق خان سے بہت مفید معلومات مقالہ میں جمع کی ہیں اس میں مرزا مظہر جان جاناں خواجہ حسن نظامی، امیر خسرو کے خیالات (جس سے ہندوؤں کے اہل کتاب ہونے کا شبہ ہوتا ہے) نقل کر کے لکھا ہے کہ انہوں نے یہ باتیں بطور ظن کہیں ہیں نہ کہ بطور یقین نیز یہ حضرات صوفی و ادیب ہیں نہ کہ مفسر ومحدث وفقیہ، لہٰذا اس باب میں ان کا اعتبار نہیں مفتی محمد شاہجہاں ندوی لکھتے ہیں۔

مشرکین عرب بھی دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے اور کچھ مشترک چیزیں بھی تھیں لیکن قرآن نے سختی سے ان کی تردید کی۔

مولانا قمر الزماں ندوی نے بھولا ہوا سبق یاد دلاتے ہوئے (تعلیم الاسلام کے دو سوال جواب حصہ چہارم ص: ۱۲۔ ص: ۱۳) سے نقل کئے جو اس موضوع پر اہم ہیں ساتھ ہی موصوف نے بہت سے مقررین وخطیب جو اپنی تقریروں میں کھینچ تان کر کے رام جی کو ابراہیم، مہامنو کو نوح قرار دیتے ہیں ایودھیا کو جودی پہاڑ کہتے ہیں اسی طرح شمس نوید عثمانی مرحوم کی کتاب، اگر اب بھی نہ جاگے تو'' کی غلطیوں کو واضح کیا ہے اور اسکے لئے مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب کا انتہائی قیمتی مضمون کا اقتباس'' متاع علم وفکر'' (ص: ۸۱۔ ۳۸۰) سے نقل کیا ہے۔

مولانا موصوف نیز مولانا عبدالرب ہانسوٹ وغیرہ نے اُن آیات کریمہ کے تحت جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امت اور ہر قوم میں انبیاء بھیجے گئے مثلاً ''إنما أنت منذر ولكل قوم هاد'' (رعد: ۷) جن سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی ہر زمانہ میں پیغمبر

آئے ہونگے۔

اسکی وضاحت میں معارف القرآن کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ''اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ کوئی قوم اور کوئی خطۂ ملک اللہ تعالی کی طرف دعوت دینے اور ہدایت کرنے والوں سے خالی نہیں ہوسکتا،خواہ وہ کوئی نبی ہو یا اس کے قائم مقام نبی کی دعوت پھیلانے والا ہو جیسا کہ سورۂ یسین میں نبی کی طرف سے کسی قوم کی طرف پہلے دو شخصوں کو دعوت وہدایت کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے جو خود نبی نہیں تھے۔اور پھر تیسرے آدمی کو ان کی تائید ونصرت کے لئے بھیجنا مذکور ہے اس لئے اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی ورسول پیدا ہوا ہو البتہ دعوت رسول کے پہونچانے اور پھیلانے والے علماء کا کثرت سے یہاں آنا بھی ثابت ہے۔اور پھر یہاں بے شمار ایسے ہادیوں کا پیدا ہونا بھی ہر شخص کو معلوم ہے(معارف القرآن سورہ رعد ج ۵۔ص:۱۷۶)۔

حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ کے فتاوی میں ہے کہ لکل قوم ہاد سے استدلال تام نہیں ہے کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ خبر ثانی ہے مبتداء کی پوری آیت ہے: "إنما أنت منذر ولكل قوم هاد" (رعد:۷) حضور ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں:'' و أخرج ابن مردويه عن ابن عباس وابن جرير عن عكرمة وأبي الضحى أن المنذر والهادي هو رسول الله ﷺ وجه ذلك بأن (هاد) عطف على (منذر) ولكل قوم هاد متعلق به قدم عليه للفاصلة'' (روح المعانی ج ۱۳۔ص:۱۰۸)(محمودیہ ج ۱۔ص:۴۵۰)،مولانا عبدالماجد دریابادیؒ(تفسیر ماجدی ج:۲ص:۶۶۲) میں رقمطراز ہیں:

ولكل قوم هاد (رعد:۷) ''هاد'' لفظ ہادی عام ووسیع ہے پیغمبر کا مرادف نہیں،اسکے تحت میں نبی اور نائبان سب ہی آجاتے ہیں۔اس آیت سے جن لوگوں نے ہندوستان میں کسی نبی کا آنا لازمی قرار دیا ہے،ان کا استدلال قوی نہیں،البتہ درجۂ احتمال میں اسکا مان لینا ضروری ہے اور اسی لئے مفسر تھانوی نے فرمایا کہ اس میں زیادہ بحث ومباحثہ غیر ضروری ہے(تفسیر سورہ رعد)،لہذا اب ہم غیر ضروری بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے آخری سوال پر توجہ مرکوز کرتے ہیں۔

آٹھواں اور آخری سوال: اہل کتاب سے سماجی تعلقات کے سلسلہ میں ہے جسکے تین جزء ہیں۔

الف: عیسائی مشنریز تعلیم پر خصوصی توجہ دیتی رہی ہیں اور پورے ملک میں ان کے اسکولوں کا جال بچھا ہوا ہے یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان اسکولوں سے پڑھ کر نکلنے والے طلباء وطالبات کی ایک اچھی خاصی تعداد الحاد ودہریت کا شکار ہوجاتی ہے اور ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ پکڑ لیتے ہیں۔ان حالات میں مسلمان لڑکوں ولڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینے کا کیا حکم ہے؟ کیا مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے تاکہ ان کے بچے عصری تعلیم سے آراستہ ہوسکیں اور ان کو روزگار کے مواقع حاصل ہوسکیں یا اس سے اجتناب کرنا چاہئے اور متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر توجہ دینی چاہئے؟

اس سوال کے جواب میں تمام ہی مقالہ نگاران نے عیسائی مشنریز کے اسکولوں میں تعلیم کے ضمن میں پائے جانے والے برے نتائج اور دینی واخلاقی مفاسد کے پیش نظر یہی حکم لگایا ہے کہ جہاں اس بات کا قوی امکان ہو کہ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مسلم طلباء وطالبات الحاد ودہریت کا شکار ہوں گے اور ان کے ذہنوں میں اسلام کے تئیں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ پکڑیں گے اور وہ صرف نام کے مسلمان رہ جائیں گے ایسے اسکول اور کالجز میں مسلمانوں کو داخلہ تعلیم دلانا جائز نہیں،ایسے اسکولوں کی کسی قسم کی حوصلہ افزائی ناجائز اور تعاون علی الاثم ہے۔ ہمدردان قوم وملت علماء وعوام پر لازم ہے کہ اپنے اپنے علاقوں میں اس پر نظر رکھیں اور متبادل معیاری درسگاہوں کے قیام پر توجہ دیں۔

مولانا زبیر احمد قاسمی لکھتے ہیں جن مفاسد کے پیش نظر فقہاء کرام نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے وہ مفاسد (یعنی دین وایمان کا خطرے میں پڑ جانا، بچوں کے اخلاق وکردار کا بگڑ جانا وغیرہ) ان عیسائی اسکول میں بھی پائے جاتے ہیں لہذا ایسے اسکولوں میں داخلہ لینا مکروہ ہوگا۔

مولانا ارشد علی رحمانی نے ''فتاوی محمودیہ'' اور'' فتاوی دارالعلوم دیوبند'' کے فتاوی استدلال میں نقل کئے ہیں،'' فتاوی دارالعلوم'' میں ہے :مسلمانوں کے بچوں کو ایسے مشن اسکولوں اور بورڈنگ ہولوں میں تعلیم دلوانا اور رکھنا درست نہیں، دوسری جگہ لکھتے ہیں:'' جبکہ وارد ہے: ''الرجل علی دین خلیله'' اورصحبت کے آثار مروی ہیں اور وہ بھی استاد ومعلم کی صحبت وتربیت کے آثار تو کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ غیر مذہب والوں سے ناواقف اطفال کو تعلیم دلائی جائے اس سے لازمی نتیجہ یہ ہونے والا محسوس ومشاہد ہے کہ وہ اطفال خوگر اسی تربیت اور آثار کے ہونگے اور عقائد اسلامیہ میں فتور وقصور آوے گا (فتاویٰ دارالعلوم ۱۷/ ۲۵۲)۔

مولانا محمد ریاض ارمان قاسمی، مولانا اکرم لوناواڑی، مولانا ارشاد احمد قاسمی نے بھی فتاوی محمودیہ کی عبارات پیش کی ہیں (ج ۳:ص: ۳۹۰ تا ص: ۳۹۴)، نیز فتاوی رحیمیہ اور آپ کے مسائل وان کا حل (ج ۸۔ص:۱۶۹) کے حوالے نقل کئے ہیں۔

مولانا اختر امام عادل، مفتی شوکت ثنا قاسمی، مولانا ابوالمکارم معروفی نے الاشباہ والنظائر کا مشہور قاعدہ ''درألمفاسد اولی من جلب المصالح'' سے استدلال کیا ہے، مفتی محمد عثمان گورینی نے اسی کے ساتھ آیت :''یایھا الذین آمنو قولو انفسکم واھلیکم نارا الایة (سورۂ تحریم:۶) مع تفاسیر اورحدیث کل مولود یولد علی الفطرۃ'' الخ (مشکوۃ باب الایمان بالقدرص:۲۱)، اور ''کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته'' الخ سے بھی استدلال کیا ہے۔

مولانا محمد آزاد بیگ مولانا تبریز عالم نے بھی ان آیت واحادیث کو ذکر کیا ہے۔ مفتی جعفر ملی رحمانی نے مزید استدلال میں آیت:'' ولاترکنوا إلی الذین ظلمو فتمسکم النار'' (ہود: ۱۱۳) مع متعلقہ تفاسیر اور آیت:'' ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان'' (سورۂ مائدہ:۲) مع تفاسیر اور حدیث :''من تشبه بقوم فھو منھم ''(مشکوۃ کتاب اللباس) مع تشریح از مرقات کو ذکر کیا ہے، مفتی شبیر صاحب دیولوی نے ان آیات کے علاوہ ''فلاتقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین'' (سورۂ انعام:۶۸) کو ذکر کیا ہے۔

مفتی جعفر ملی رحمانی نے'' الاشباہ'' کے مذکورہ قاعدہ کے علاوہ ''کل ما أدّی الی مالایجوز لایجوز'' (درمختار مع الشامی کتاب الحظر والاباحۃ ۔ ج۹۔ص: ۵۱۹ فصل فی اللبس) اور موسوعہ فقہیہ تعلیم الصغار (ج ۱۳۔ص: ۱۲) سے لمبی عبارت استدلال میں نقل فرمائی ہے ،ساتھ ہی الموافقات للشاطبی (النوع الاول ۔ ج ۲۔ص: ۱۱) سے ''مجموع الضروریات خمسة وھی حفظ الدین والنفس والنسل والمال والعقل'' سے بھی استدلال کیا ہے۔

مفتی محمد شاہ جہاں ندوی نے بھی اس سے استدلال کیا ہے۔ مولانا مظاہر حسین عماد قاسمی نے عیسائی اسکول میں تعلیم دلانے والوں کیلئے آیت :''إن ھولاء یحبون العاجلة ویذرون وراٴھم ثقیلاً'' (دھر۔ ۲۷) کے ذریعہ تنبیہ کی ہے، جبکہ مولانا جمشید جوہر قاسمی نے'' ان ھذاالعلم دین فانظرو عمن تاخذون دینکم'' (مسلم ۱/ ۳۲) کے ذریعہ آگاہ کیا ہے لیکن محمد ابن سیرین کا یہ قول غالباً صرف علم دین اور اخذ حدیث کے حصول کے بارے میں ہے۔

مفتی سید باقر ارشد، پروفیسر سعود عالم قاسمی، مولانا عبدالرب ہانسوٹ، مفتی صابر حسین ندوی اور احقر اقبال احمد قاسمی نے لکھا ہے کہ غیر مسلموں سے تعلیم وتعلم فی نفسہ جائز ہے اسلام نے تعلیم وتعلم کے لئے کسی مخصوص ادارے، جماعت، کالج، یونیورسٹیز، ملک وشہر کے قیدوبند

نہیں لگائی۔ بلکہ فرمایا:’’الکلمة الحکمة ضالة المومن فھو احق بھا من حیث وجدھا‘‘(ترمذی ابواب العلم ص:۲۶۸۷)،آج جس تعلیم کو ہم عصری تعلیم یا جدید تعلیم کہتے ہیں وہ اس حکمت کا مصداق ہے۔اسیران بدر جو کفار تھے ان کا فدیہ مسلمان بچوں کو تعلیم دلانا جوطے کیا گیا تھا (مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۱۵ بروایت عبداللہ بن عباس، سیرت النبی ج ا۔ص: ۳۲۳) بہ ضرورت زید بن حارثہ کو یہودیوں سے عبرانی زبان سیکھنے کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا:’’ فامر زید اً فتعلمھا فی بضعة عشر یوما‘‘(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب۔ ج۲۔ص ۵۳۸، کنز العمال ۳۷۰۵۹)، یہ بھی ایک نظیر ہے۔لیکن جب تعلیم میں کفر وشرک کا زہر گھول دیا جائے اوراس تعلیم کو عریانیت وفحاشی سے آلودہ کردیا جائے ثقافت کے نام پر اسلامی تہذیب کا مذاق اڑایا جائے اور رقص وسرود کی محفل کو آرٹ اور ہنر کا درجہ دیا جائے تو کیا ایسے غیر اسلامی ماحول اور حیا سوز مخرب اخلاق لٹریچر کے ساتھ بھی مسلمان بچوں کو ایسے زہریلے اسکولوں میں خواہ وہ کتنے ہی معیاری ہوں بھیجنے کا جواز باقی رہ جاتا ہے؟ ظاہر ہے کوئی انصاف پسند اسکو جائز کہنے کی جسارت نہ کرے گا۔

مولانا عبدالرب ہانسوٹ گجرات نے حضرت تھانوی کی’’ امداد الفتاویٰ‘‘، اسکے بعد کتاب’’ مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں دین اسلام کی روشنی میں‘‘ کے حوالہ سے مشن اسکولوں کے ذریعہ عیسائیت کے ناپاک عزائم کوطشت از بام کرتے ہوئے حکم لگایا ہے کہ جو مباح کسی حرام کا ذریعہ بن جائے وہ بھی حرام ہوجاتا ہے اس لئے ایسے مشنری اسکولوں اور فرنگی درسگاہوں میں داخلہ لینا ناجائز وحرام ہے۔

پروفیسر مولانا سعود عالم قاسمی لکھتے ہیں مقابلہ کی دنیا میں مطلوب تو ہے کہ مسلمان خود اپنے تعلیمی ادارے قائم کریں اوران کو معیاری بنائیں، مگر جب تک ایسا نہ ہو مسلمان بچوں کو عیسائی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہوگی اور یہ والدین کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور تعلیم کے لئے دین وعقیدہ کو خراب نہ ہونے دیں۔دین برباد کرکے دنیا نہ آباد کریں۔ ورنہ ۔ؔ

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مولانا قمر الزماں ندوی نے حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر سے ایک اہم اقتباس نقل کرکے متبادل تعلیمی اداروں کے قیام کی طرف توجہ دلائی ہے (تحفۂ انسانیت)۔

مولانا محمد فاروق نے بھی مولانا تقی عثمانی کی ایک فکر انگیز تحریر ہمارا تعلیمی نظام۔ص:۱۳۱ سے نقل فرماکر عیسائی اداروں سے بچنے کی تلقین کی ہے۔لیکن ان سب کے برخلاف مولانا محمد اشرف قاسمی گونڈوی کا خیال ہے کہ کانوینٹ اسکولوں کا قیام ابتدائی دور میں اسلام کے خلاف سازش کے طور پر رہا ہے لیکن سب کو جوڑنے اور کمائی کی سوچ سے کلی طور پر اب یہ اسکول اسلام مخالف نہیں بچے بلکہ اسلام کے لئے بطور سیڑھی استعمال ہوسکتے ہیں۔موصوف نے ملک میں پائے جانے والے چار طرح کے نظام تعلیم (۱) مشنری اور کانوینٹ اسکولس (۲) آر ایس ایس کے اسکولس (۳) اسلامی مدارس (۴) سرکاری اسکولس کا تفصیلی تذکرہ تبصرہ تجزیہ کیا ہے۔اور آخر میں یہ رائے بھی دی ہے کہ دعوتی ذہن کے ساتھ مشنری اسکولوں اور اسپتالوں میں خدمات انجام دینا جائز بلکہ بعض حالات میں واجب کے درجہ میں ضروری ہوجاتا ہے۔ (لیکن یہاں بات ملازمت کے بجائے اصلاح گفتگو معصوم بچوں کو محفوظ تعلیم دلانے کی ہے) جہاں تک مشنری اور کانوینٹ اسکولوں کے حقائق کی ہے اسکا ذکر مولانا عبدالرب صاحب ہانسوٹ نے’’ مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں‘‘ کتاب کے حوالہ سے ہوچکا ہے۔

مفتی عابد الرحمٰن مظاہری بجنوری نے بھی اپنے مقالہ میں عیسائی اسکولوں کے داخلی نصاب ونظام کا قریب سے جائزہ لیا ہے اور اسلام مخالف ان کے طرز عمل کو مثالوں کی روشنی میں بے نقاب کیا ہے۔اور جو مسلم اسکول کالج کھل رہے ہیں وہ بھی انہیں کے نقش قدم پر نظر

آتے ہیں انہیں معیاری اور اسلامی اسکول بنانے کی کوشش کرنی چاہئے اسکے لئے موصوف نے لائحہ عمل بھی پیش کیا ہے۔قاضی حسن ندوی مدھوبنی نے بھی مفتی عتیق صاحب کی کتاب ''عیسائی مشنریز کی سرگرمیاں اور مسلمان'' سے کئی اقتباسات ذکر کئے ہیں۔

مفتی عثمان صاحب گورینی جونپور لکھتے ہیں: قدرت ہوتو شرعاً مسلمانوں کے ذمہ عصری تعلیم کا قیام واجب ہے لیکن اگر کسی علاقہ یا ملک میں مسلمان اپنی انفرادی قلت یا وسائل کی کمی یا قانونی مجبوری کی بنا پر ایسی تعلیمی ادارے قائم کرنے سے عاجز و مجبور ہوں اور غیروں کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی نہ ہوتو بدرجۂ مجبوری بقدر ضرورت عصری علوم ان کالجوں میں داخلہ لے کر حاصل کرنا جائز ہے لیکن دین وایمان کے تحفظ کے لئے ایسے بچوں کا مساجد ومکاتب کے نظام سے جوڑے رکھنا فرض ہوگا جیسا کہ آپ کے مسائل اور ان کا حل (۸/۱۶۹) میں ہے: اللہ تعالی نے اس عالم اسباب میں ہر چیز کا تریاق رکھا ہے جو اسکے زہریلے اور خراب اثرات کو ختم کرتا ہے دنیوی وعصری تعلیم کے زہر کیلئے صباحی ومسائی مکاتیب قرآن وحدیث کی تعلیم اور اسلامی تربیت تریاق ہے ایسے بچوں کی مساجد ومکاتب، علماء وصلحاء اور تبلیغی کاموں سے وابستگی ان کے مرض کا علاج ہے۔

آٹھویں سوال کا دوسرا جزء

(ب) کتابیہ کے حقوق سے متعلق ہے یعنی اگر اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے تو اس کے کیا حقوق ہونگے؟ کیا اسکے وہی حقوق ہونگے جو مسلمان بیویوں کے ہیں، کیا نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دے دینے کی اجازت ہوگی، جو اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہیں یا نہیں؟

سوال کے اس جزء میں تین بحثیں مطلوب ہیں (۱) کتابیہ منکوحہ مسلم کے حقوق (۲) کتابیہ منکوحہ کے حقوق سے فرار اور غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق کا حکم (۳) کتابیہ منکوحہ کو اپنے مذہبی مراسم انجام دینے کے حدود۔ ہر ایک پر مختصر تفصیل عرض ہے۔تمام مقالہ نگار حضرات کا کتابیہ کے حقوق کے بارے میں اتفاق ہے کہ (۱) اگر اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے اور وہ نکاح صحیح ہوتو پھر اسکے بھی وہی حقوق ہونگے جو مسلمان بیویوں کے ہیں کیونکہ حقوق نکاح کا سبب ''نکاح'' ہے اور اس سبب میں کتابیہ اور مسلمہ دونوں یکساں ہیں اور اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں مثلاً ''عاشروهن بالمعروف'' (النساء ۱۹)۔اور ''لهن مثل الذی علیهن'' (بقرہ۔۲۸۱) وغیرہ یہ تمام بیویوں کو شامل ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا کتابیہ: ''**والكتابية فی استحقاق النفقة علی زوجها المسلم كالمسلمة لاستوائهما فی سبب الاستحقاق**'' (بدائع الصنائع ج ۴ ص ۲۲/دار الکتب العلمیہ) ''**الكتابية كاالمسلمة فی النفقة والقسم والطلاق وعامة احكام النكاح**'' (روضۃ الطالبین۔ج ۷، ص: ۱۳۶/المکتب الاسلامی بیروت)۔

اس لئے جو بنیادی حقوقِ زوجیت ہیں مثلاً مہر، نان ونفقہ، سکنیٰ، کسوۃ، متعدد بیویوں کی صورت میں باری کی تعیین اور عدل ومساوات کا سلوک، حسن معاشرت، نیز بچوں کی پرورش کا حق (حضانت) اپنی ملکیت میں مالکانہ تصرف وغیرہ یہ سارے حقوق جیسے ایک مسلمان بیوی کے ہوتے ہیں ایسے ہی کتابی زوجہ کے ہونگے بعض مقالہ نگار مولانا شوکت ثنا قاسمی مفتی سعد نور قاسمی وغیرہ نے ہر ایک حق کی تفصیل بھی ذکر کی ہے البتہ بعض حقوق میں مسلمہ وکتابیہ میں فرق بھی ہے لیکن اکثر مقالہ نگار حضرات نے اس سے تعرض نہیں کیا ہے، البتہ مفتی سید باقر ارشد بنگلوری نے احکام الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ کے حوالہ سے اس سلسلہ میں اچھی وضاحت کی ہے۔جسکا خلاصہ یہ ہے:

(۱) مسلم عورت کے لئے عند النکاح دو مسلم گواہ ضروری ہیں مگر اہل کتاب عورت سے نکاح کے وقت دو اہل کتاب مرد بھی ہو سکتے

ہیں خواہ یہودی ہوں یا عیسائی۔

(۲) مسلم زوجین کے درمیان توارث جاری ہوتا ہے جبکہ اہل کتاب عورت اپنے مسلم شوہر کی وارث نہ ہوگی اسی طرح مسلم شوہر بھی کتابیہ کا وارث نہ ہوگا کیونکہ اختلاف دین موانع ارث میں سے ہے۔

(۳) مسلم شوہر کی کتابیہ زوجہ سے پیدا شدہ اولاد مسلم قرار پائے گی اور وہ صرف اپنے باپ کے تابع ہوگی دین اور وراثت میں ماں کے تابع نہ ہوگی جبکہ زوجین مسلمین میں اولاد دونوں کی وارث ہوتی ہے اور والدین بھی اولاد کے وارث ہوتے ہیں۔

(۴) کتابیہ زوجہ مذہب تبدیل کر کے دوسرے آسمانی مذہب کو اختیار کرے مثلاً عیسائی سے یہودی بنے تو نکاح باقی رہتا ہے جبکہ مسلمہ عورت کتابیہ ہوجائے تو ارتداد کے سبب نکاح ختم ہوجاتا ہے (عربی عبارت ص: ۱۲۶۔ج۔۱۔ احکام الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیہ)۔

مولانا جمشید جوہر قاسمی نے مزید فرق یہ ذکر کیا ہے کہ کتابیہ زوجہ پر مسلم شوہر کی وفات پر احداد یعنی ترک زینت ارتداد کے سبب واجب نہیں اسی طرح لعان کے لئے اسلام شرط ہے یعنی کتابیہ زوجہ پر تہمت سے لعان نہ ہوگا۔ اگر چہ ان دونوں مسئلوں میں فقہاء کا اختلاف بھی ہے۔ جیسا کہ (شرح النووی علی مسلم ج۔۱۰ ص: ۱۱۲۔ الخلاصہ فی احکام الذمہ۔ ج: ۲۔ص: ۲۱۰۔ الموسوعۃ الفقہیہ۔ ج ۳۸۔ص: ۱۵۶) سے موصوف نے نقل کیا ہے۔

اب رہا مسئلہ کتابیہ سے نکاح کر لینے کے بعد اسکے حقوق سے جان چرانے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر طلاق دیدینے کی اجازت کا تو سارے ہی مقالہ نگار جنہوں نے اس مسئلہ کو لکھا ہے ان کی رائے یہ ہے کہ اہل کتاب خاتون سے نکاح کر لینے کے بعد حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اسی طرح چھوڑ کر بھاگ آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ "**فتذروھا کالمعلقة التی لیست ذات بعل و لامطلقة**" (تفسیرات احمدیہ ص: ۲۱۱ و مدارک)۔

البتہ طلاق دینے کے سلسلہ میں مفتی محمد شاہ جہاں ندوی، مفتی محمد عثمان بستوی، مولانا عبدالرحیم سعادتی، مولانا محمد شکیل سعادتی، مولانا ابوالمکارم معروفی وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ اسکے غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دینا جائز ہے بلکہ بعض نے مستحب لکھا ہے دلیل میں حضرت عمرؓ کے طلاق دینے کے فرمان کا ذکر کیا ہے۔ باقی کئی مقالہ نگار حضرات کا کہنا ہے کہ محض غیر مسلم (کتابیہ) ہونے کی بنا پر طلاق دینے کی اجازت ہوتی تو نکاح ہی کیوں جائز کیا جاتا اس لئے محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دینا جائز نہیں۔ اگر نکاح کے بعد انفرادی یا اجتماعی نقصان کا اندازہ ہو تو پھر حضرت عمرؓ کے فرمان کے مطابق عمل کرنے کا موقع ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے اسی قسم کی مصلحتوں کے پیش نظر نکاح ختم کرنے کا حکم دیا تھا تا کہ کتابیہ سے نکاح کے اقدام سے لوگ دور رہیں۔ باقی کتابیہ سے نکاح کا جواز اور پھر محض کتابیہ ہونے کی وجہ سے طلاق کی اجازت یہ تو دھوکہ اور بدعہدی معلوم ہوتی ہے جسکی اسلام میں قطعاً گنجائش نہیں۔

اس سوال کی تیسری بحث کتابیہ منکوحہ مسلم کو اپنے مخصوص مذہبی مراسم وغیرہ شوہر کے گھر انجام دینے کا مسئلہ ہے۔ تو مذہبی مراسم میں عبادات نماز روزہ کو اپنے مذہب کے مطابق انجام دینے کی اجازت سارے مقالہ نگار دیتے ہیں باقی صلیب پہننے، رکھنے، گرجا و معبد میں جانے، خنزیر کھانے و شراب نوشی وغیرہ کے سلسلہ میں متضاد آراء ہیں۔

مولانا ابوسفیان مفتاحی، مولانا اسرار احمد آبادی، مولانا صادق مبارکپوری، مولانا ممتاز خاں ندوی کی رائے میں خلاف اسلام کسی قسم کے مذہبی مراسم کی اسکو اجازت نہیں شوہر "**من رایٔ منکم منکراً فلیغیرہ بیدیه**" (الحدیث) پر عمل کرے گا۔

مولانا محمد فاروق سورتی نے کتابیہ کے لئے خنزیر کھانے اور شراب نوشی کی اجازت کو بھی ثابت کیا ہے۔ "وعللوا الکراھۃبان الکتابیۃ تشرب الخمر وتاکل الخنزیر فلاتؤمن علی تربیۃ اولادہ" لخ۔

مولانا محمد اکرم لوناواڑی، مولانا عبدالرب ہانسوٹ، مفتی باقرارشد وغیرہ نے صلیب پہننے، مسلمان شوہر کے گھر میں صلیب رکھنے کا حق بھی ذکر کیا ہے۔ "قال أحمد فی روایة: منها وقد سأله هل یمنعها أن تدخل منزله' الصلیب ؟ قال یأ مرها فاما أن یمنعها فلا" (احکام اہل الذمۃ ج:۲ص:۸۲۲)۔لیکن شوہر کے لئے ان مذہبی مراسم میں شرکت یا کسی قسم کا عملی تعاون جائز نہیں ہے۔نہ ہی کتابیہ کو اجازت ہے کہ وہ اپنے بچوں یا دیگر اہل خانہ کو اس میں شریک کرے مفتی شاہ جہاں ندوی لکھتے ہیں کہ شوہر کے لئے صلیب کا خود خرید کر دینا یا ان کے مذہبی تہوار پر گفٹ دینا یا مبارکباد دینا جائز نہیں، احکام اہل الذمۃ لابن القیم کی لمبی عبارت ہے جس میں یہ بھی ہے:" فلایشتری لها، تخرج هی تشتری" (ج:۲ص:۸۲۲)۔

"وأما التهنیئة بشعائر الکفر المختصة به فحرام بالاتفاق" (احکام اہل الذمہ ج۱۔ص:۴۴۱)۔

مفتی محمد عثمان بستوی کی رائے ہے کہ چونکہ مسلمان گھروں میں شعائر اسلام کو ظاہر کرنا واجب ہے، لہذا علی الاعلان کتابیہ کو مذہبی رسوم وشعائر کفر کے اظہار کی اجازت نہیں ہوسکتی البتہ اہل کتاب کے جو معابد ہیں وہاں جا کر مذہبی رسوم انجام دے سکتی ہے لیکن اس سے بھی شوہر اپنی مصالح کے تقاضے سے روک سکتا ہے موصوف نے بدائع کی لمبی عبارت پیش کی ہیں جو بلا د اسلام میں شعائر کفر کے ظہار کی ممانعت پر دال ہیں، البتہ مولانا ابوالمکارم معروفی ومولانا جعفر ملی رحمانی نے صلیب کی ممانعت کا جزئیہ نقل کیا ہے:" کما کانت نصرانیة تحت مسلم لایمکنها نصب الصلیب فی بیته؛ لأن نصب الصلیب کنصب الصنم" (بدائع۔ج۶۔ص:۸۵۔زکریا دیوبند)۔

او پر صلیب کی اجازت کا ذکر آچکا ہے اس عبارت میں ممانعت ہے احقر کا خیال ہے کہ اگر نصبِ صلیب اور وضعِ صلیب میں فرق رکھا جائے تو علامہ کاسانی حنفی اور ابن قیم حنبلی کی عبارتوں کا تعارض نہ رہے۔یعنی نصب صلیب ناجائز اور وضعِ صلیب جائز رہے گا۔ واللہ اعلم۔اسی طرح حقوق کتابیہ زوجہ میں مذہبی عبادت کے لئے باہر نکلنے اور شوہر کو روکنے کے حق کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہوگیا ہے۔اکثر مقالہ نگاران نے احکام اہل الذمہ لابن القیم الجوزی اور المغنی لابن قدامہ حنبلی کی عبارت کی روشنی میں شوہر کو منع کرنے کا حق دیا ہے۔

"قال الامام احمد فی الرجل له المرأة النصرانیة لایأذن لها أن تخرج الیٰ عید أو تذهب الی بیعة وله أن یمنعها ذلک" (المغنی ج۔۱۰۔ص:۶۲۰)۔" وأما الخروج الی ا لکنیسة والبیعة،فله منعها منه نص علیه أحمد" (ج:۲۔ص: ۸۲۲)، جبکہ مولانا جمشید جوہر قاسمی ارریاوی نے لکھا ہے کہ کتابیہ زوجہ کو عبادت خانوں میں جانے سے شوہر کو روکنے کا حق نہیں ہے جیسا کہ امام مالک کا قول ہے:" ولا الذهاب الی الکنیسة" (الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ج۴:ص۴۵)۔

امام محمدؒ سے منقول ہے:"جعل من حقوق الزوجة الکتابیة علی زوجها المسلم أن تتمتع بالبقاء علی عقیدتها والقیام بفروض عبادتها والذهاب إلی کنیستها او بیعتها" الخ (الخلاصہ فی فقہ الاقلیات ج:۱۔ص:۹۷)۔

"المفصل فی شرح الاٰیة "لااکرها فی الدین" (ج ۲۔ص:۳۳)،فتاوی الشبکۃ الاسلامیہ میں ہے:" ولیس له منعهامن ذالک ولامن الذهاب للکنیسة" (ج:۹ص:۱۴۰۵)،لیکن غور کیا جائے تو مصنفین نے اپنے اپنے مذہب کے مطابق رائے کا اظہار کیا ہے اور یہ اختلافِ عبارت اختلافِ مذاہب کی طرف مشیر ہے یعنی مالکی وحنفی مذہب میں کتابیہ زوجہ کو کنیسہ میں جانے سے شوہر کو روکنے کا حق نہیں ہے جبکہ حنابلہ کے یہاں اس سے شوہر کو روکنے کا حق ہے۔اس طرح عبارتوں کا تضاد ختم ہوسکتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ زوجہ کتابیہ کو ابتداءً حکمت سے دین اسلام کی ترغیب دیتا رہے اور قبول ایمان کیلئے اسکی ذہنی تربیت کرتا رہے۔ کما قال تعالیٰ: ”قوا انفسکم و أهليكم ناراً“ (سورۂ تحریم: ۶) لیکن قبول اسلام پر جبرو اکراہ نہ کرے۔” لا اكراه في الدين“ (البقرہ۔ ۲۵۶)، اگر وہ مذہبی مراسم اپنے مذہب کے مطابق انجام دینا چاہے تو اس میں تعاون دلچسپی کا اظہار نہ کرے۔ خفیہ انداز میں بلا آواز ان امور کو انجام دینے کی چھوٹ دے دے اور خود اپنے بچوں کو اس سے علیحدہ رکھے یہ معتدل طریقہ ہوگا۔

اہل کتاب سے سماجی تعلقات کے تحت سوال کا آخری جزء (ج) کے تحت ہے کہ: عیسائی مشنریز کثرت سے ہاسپیٹل اور قرض مہیا کرنے والے ادارے بھی قائم کرتی ہیں یہ ادارے خدمت خلق کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ اور کم سے کم دوسروں کو انکے مذہب سے دور کردینے میں اہم کردار ادا کررہے ہیں۔ ایسے اداروں میں خدمت کرنے اور انکی خدمات سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟

ظاہر ہے اسکا جواب اسکے سوا کیا ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے اداروں میں خدمت کرنے اور انکی خدمات سے استفادہ کرنے سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہئے اکثر مقالہ نگار حضرات نے اس شق کو عیسائی منشریز اسکول کے تحت ملا کر جواب دیا ہے۔ بعض نے مستقلاً ذکر کیا ہے کچھ نے شدت کے ساتھ منع کیا ہے بعض نے نرم لہجہ میں احتیاط کی بات کہی ہے۔ دراصل فی نفسہ مسلمانوں کے لئے یہ بات درست ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کے یہاں ملازمت کریں خود حضرت علیؓ نے ایک یہودی کے یہاں مزدوری کی (کنز العمال۔ ج۔ ۲۔ ص: ۳۲۱) (مقالہ مولانا عبدالرب ہانسوٹ)۔ حضرت خباب نے عاص ابن وائل کے یہاں لوہاری کا کام کیا۔ ”قال خباب كنت رجلاً قينا فعملت للعاص بن وائل“ (بخاری ص: ۲۳۵۷) مسلم ص: ۷۰۶۲)، اسی طرح اہل کتاب سے قرض وغیرہ کا استفادہ بھی منقول ہے: ”انه اشترى من يهودى طعاماً الى اجله ورهنه درعه“ (اخرجہ البخاری فی الرہن)، اس لئے بوقت ضرورت عیسائی رفاہی اداروں میں خدمت کرنے اور استفادہ کرنے میں فی نفسہ کوئی قباحت ہے اور نہ کوئی حرج، یوں بھی مسلمان سرکاری اسپتالوں، بینکوں اور غیر مسلم ڈاکٹروں سے رجوع ہی کرتے ہیں علاج وقرض کا تعلق انسانی ضروریات سے ہے۔ مذہب کی بنا پر اس میں تفریق نہیں ہے، البتہ قرض کی فراہمی اور رفاہی خدمات کے ذریعہ خصوصاً طب کے میدان میں دعوت وتبلیغ کا اہم رول رہا ہے۔ لوگوں کی زندگی سے طبیب کا بڑا گہرا تعلق ہوتا ہے اور لوگ اس سے تعلق بنا کر چلتے ہیں اور الانسان عبدالاحسان بھی ایک حقیقت ہے اس لئے ان شعبوں کو تبلیغی مقاصد کے لئے بآسانی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ امام شافعیؒ نے علم طب میں مسلمانوں کی عدم دلچسپی دیکھ کر کہا تھا کہ مسلمانوں نے علم کا تیسرا حصہ یہود ونصاری کے حوالہ کرکے کھودیا ہے (مقالہ عبدالرب ہانسوٹ)۔

اس لئے اگر کوئی مسلمان ڈاکٹر عیسائی ہاسپیٹل میں کام کرے تو اس کے مغلوب ہونے کا گمان کم ہے۔ باقی بیماروں یا مقروضوں میں عیسائیت کے جراثیم کی بیماری لگ سکتی ہے۔ اس لئے ”حفظ الدين ارجح من حفظ النسل“ کے قاعدے کے مطابق محتاط رویہ رکھا جائے۔ اور اگر ان اداروں میں کسی ملازم کے ذمہ کوئی ایسا کام سپرد کیا جائے یا استفادہ کے نتیجہ میں کوئی ایسا کام کرنا پڑے جس میں عیسائیت کے مشن کی اعانت یا ترویج ہو تو ایسے عمل سے اجتناب واجب اور اس میں تعاون نہ کرنا لازم ہے۔ ”ولاتعاونوا على الاثم والعدوان“ (سورۂ مائدہ: ۲) اور یہ خدمت واستفادہ جب ہی جائز ہوگا جب کہ ان کے دین وشعائر کی تعظیم وتبلیغ لازم کے درجہ میں نہ ہو۔

”وهذا كله إذا كان الإيجار لعمل لايتضمن تعظيم دينهم وشعائره، فإن كانت الإجارة على عمل يتضمن ذالک لم يجز“ (احکام اہل الذمہ۔ ص: ۸۲۲۔ جلد ۲) (مقالہ مولانا ثابت شمیم رشادی)۔

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی لکھتے ہیں اس مسئلہ کا تعلق تسبب وتعاون علی الاثم سے ہے اس سلسلے میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر صلب عقد میں معصیت کا ارتکاب مشروط ہو یا اس محل میں معصیت کے ماسوئی کسی جائز استعمال کی گنجائش نہ ہو یا قصد ہی ارتکابِ معصیت کا ہو تو اس قسم کا تعاون حرام ہے۔ رفاہی اداروں کی ملازمت وخدمت میں تعاون حرام کی یہ تینوں صورتیں عام طور پر نہیں پائی جاتیں سبب کے درجہ میں شرکت مانی جاسکتی ہے، لہذا کراہت سے خالی نہیں۔ ساتھ ہی عامۃ المسلمین کو ایمانی کمزوری کے سبب انکے دام تزویر سے بچانے کے لئے متبادل معیاری اسپتال اور رفاہی اداروں کا قیام ملی تنظیموں اور باحیثیت افراد کے ذمہ فرض کفایہ ہے۔ ورنہ عیسائیت کے فروغ کے گنہگار یہ سب لوگ بھی ہونگے۔

☆☆☆

دوسرا باب

تفصیلی مقالات

اہل کتاب اوران سے متعلق احکام

ڈاکٹر قاری ظفرالاسلام صدیقی ☆

۱- ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن ابی بکر احمد الشہر ستانی (۴۷۹-۵۴۸) تحریر فرماتے ہیں:"وأهل الكتاب كانوا ينصرون دين الأسباط ويذهبون مذهب بنی اسرائيل......اليهود والنصارى وهاتان الأمتان من كبار أمم اهل الكتاب والأمة اليهودية أكبر؛لان الشريعة كانت لموسى عليه السلام وجميع بنى إسرائيل كانوا متعبدين بذالک، متكلفين بالتزام أحكام التوراة والإنجيل النازل على المسيح عليه السلام ولا يتضمن أحكاما ولا يستبطن حلالا ولاحراما، ولكنه رموز وامثال ومواعظ ومزاجرو ماسوا ها من الشرائع والأحكام فمحالة على التوراة كما سنبين، فكانت اليهودية لهذا القضية لم ينقادوالعيسى بن مريم عليه السلام، وادعوا عليه أنه كان مامورا بمتابعة موسى عليه السلام وموافقة التوراة فغير وبدل وعدوا عليه تلک التغيرات منها:تغيرا السبت إلى الأحد، ومنها: تغييرأ كل لحم الخنزير، يروكان حراما فى التوراة، ومنها: الختان والغسل وغير ذلک......وهم أمة موسى عليه السلام، وكتابهم التوراة، وهو أول كتاب نزل من السماء"(الملل والنحل ۱/ ۲۰۸ تا۲۱۰ دارالمعرفۃ بیروت)۔

(اہل کتاب وہی ہیں جنہوں نے اسباط (اولاد یعقوب علیہ السلام) کے دین کی نصرت اور بنی اسرائیل کے مذہب کی پیروی کی...... یہود ونصاری اہل کتاب میں بڑی امت ہیں،لیکن یہودی نصاری سے فائق ہیں،اس لئے کہ شریعت موسوی بھی اصل تھی اور بنی اسرائیل اسی کے مطابق عمل کے مکلّف تھے اور احکام تورات کے پابند بنائے گئے تھے،انجیل میں صرف رموز وامثال ومزاجر تھے اور اس میں جو کچھ احکامات تھے اس کا مدار تورات ہی تھی،اسی لئے یہود عیسی علیہ السلام کا اتباع نہیں کرتے تھے اور کہتے تھے کہ نصاری تو موسی علیہ السلام اور تورات کے مکلّف ہیں،لیکن انہوں نے بہت سے احکامات جو تورات میں تھے مثلاً سبت کی عظمت کو اتوار کی جانب اور خنزیر کے گوشت کی حرمت کو حلت کی جانب منتقل کردیا وغیرہ،یہود موسی علیہ السلام کی امت ہیں جن کی کتاب تورات ہے یہی وہ پہلی کتاب ہے جو آسمان سے اتری)۔

صاحب ''الجامع لأحکام القرآن'' امام ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی لکھتے ہیں:"(والذين هادوا)نسبوا إلى يهود أو هوأ كبرو لد يعقوب عليه السلام فقلبت العرب الذال دالا......سموا لذالک لقرية تسمى ناصرة كان ينزلها عيسى عليه السلام فنسب اليها "عیسی علیہ السلام کا نزول چونکہ قریہ ناصرہ کی طرف ہوا تھا اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے انہیں نصرانی کہا جاتا ہے(دیکھئے:۱/ ۴۳۲ تا ۴۳۴ داراحیاء التراث العربی بیروت)۔

شیخ محمد علی صابونی ''صفوۃ التفاسیر'' (۱/ ۶۳ دارالقرآن الکریم بیروت) میں تحریر فرماتے ہیں:"(والذين هادوا) اليهود اتباع

☆ شیخ الحدیث وپرنسپل،دارالعلوم مئو۔

موسی(والنصاری)اتباع عیسی"(نیز دیکھئے:المغنی مع الشرح الکبیر ۵۰۱/۷ مطبعہ المنار مصر)۔

امام محمود بن عمر الزمخشری (م ۵۲۸) لکھتے ہیں:"والذین ھادوا–وإما معرب یھوذا کانھم سموا باسم أکبرأولاد یعقوب علیہ الصلوٰۃ والسلام–والنصاری......سموا؛ لأنھم نصروا المسیح"(الکشاف ۱/۱۴۶ مطبعہ الاستقامۃ بالقاھرۃ)۔

تفسیر ابی سعود میں اس طرح ہے:"والنصآری جمع نصران کندامی جمع ندمان، یقال: رجل نصران وامرء ۃ نصرانۃ......سموا بذالک، لأنھم نصروا المسیح علیہ السلام أولأنھم کانوا معہ فی قریۃ، یقال لھا: نصران فسموا باسمھا"(علی حاشیۃ مفاتیح الغیب المشتہر بالتفسیر الکبیر ۱/۲۲۹-۲۳۰ المطبعۃ الخیریۃ مصر)۔

نیز مختصر تفسیر ابن کثیر من عماد الدین ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر دمشقی (م ۷۷۴)"فکان إیمان الیھودأنہ من تمسک بالتوراۃ وسنتہ موسی علیہ السلام حتی جاء عیسی فلما جاء عیسی کان من تمسک بالتوراۃ وأخذ بسنتہ موسی فلم یدعھا ولم یتبع عیسی کان ھالکا،وإیمان النصاری أن من تمسک بالإنجیل منھم وشرائع عیسی کان مؤمنا مقبولا منہ حتی جاء محمد ﷺ"(۱/۷۱ دار القرآن بیروت)۔

یہود موسیٰ علیہ السلام اور تورات کے مکلّف تھے،لیکن عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے بعد بھی دین موسوی پر عمل پیرا رہے،اس لئے ہلاک ہونے والوں میں شمار ہوئے اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کے مکلّف رہے،حضور اکرم ﷺ کی آمد تک،یعنی عیسائی حضور ﷺ پر اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور ﷺ دونوں پر ایمان نہیں لائے۔

صاحب سواطع الالہام لکھتے ہیں:"والذین ھادوا صاروا ھودا ھود ھم ھواھم والرھط النصاری ھم رھط روح اللہ سموا لما ھم راعوہ وأسعدوہ والرھط"(۵/۳ نولکشور)۔

علامہ شیرستانی ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:"النصاری أمۃ المسیح عیسی بن مریم رسول اللہ وکلمتہ علیہ السلام......وکانت مدۃ دعوتہ ثلاث سنین وثلاثۃ أشھر وثلاثۃ أیام"نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہیں......عیسیٰ مسیح کی دعوت تین سال تین ماہ تین دن تھی،اس کے بعد شہرستانی نے عیسیٰ علیہ السلام کے رفع سماء کے بعد خوار یین کے مابین اختلاف اوران کی نوعیّتوں کا ذکر فرما کر آخر میں لکھا ہے:"ثم افترقت النصاری اثنتین وسبعین فرقۃ وکبار فرقھم ثلاثۃ الملکانیۃ والنسطوریۃ والیعقوبیۃ"(تفصیلات کے لئے دیکھئے:الملل والنحل ۱/۲۲۰ تا ۲۲۸ دار المعرفہ بیروت)۔

"أھل الکتاب، ذھب جمھور الفقھاء إلی أن أھل الکتاب ھم الیھود والنصاری بفرقھم المختلفۃ وتوسع الحنفیۃ فقالوا: إن أھل الکتاب ھم کل من یؤمن بنبی ویقربکتاب یشمل الیھود والنصآری ومن آمن بزبور داؤد وصحف إبراھیم و شیث وذلک؛ لأنھم یعتقدون دینا سماویا منزلا بکتاب" (موسوعہ فقہیہ ۱۴۰/۲۶)۔

مولانا بدر الحسن قاسمی کی تحریر بھی اسی کے قریب ہے:"فأھل الکتاب ھو کل من یؤمن بکتاب سماوی وینتمی إلی نبی من الأنبیاء السابقین فمن یؤمن بالتوراۃ أو الإنجیل أو الزبور بصحف إبراھیم و شیث فھو من أھل الکتاب، وھذا ما ذھب إلیہ الأحناف من الفقھاء وبنوا علیہ مسائل کثیرہ"(قضایا فقہیہ معاصرہ ۱/۱۰۱،ایفائی دہلی، نیز دیکھئے: فقہ النوازل للاقلیات المسلمۃ تأصیلا وتطبیقاللدکتور محمد یسری ابراہیم ۲/۷ ۹۳) اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں اور انبیاء سابقین میں سے کسی نبی کی طرف منسوب ہوں،لہذا جو توریت یا انجیل یا زبور یا صحف ابراہیم وشیث پر ایمان رکھتے ہوں وہ اہل کتاب ہیں،فقہاء میں سے

احناف کی یہی رائے ہے،اسی پر بہت سے مسائل کی تخریج فرمائی ہے)۔

فی زمانہ عزیریہ ہیں یا نہیں؟اس سے قبل ابن العربی کا قول منقول ہے:

''قال ابن العربی فی شرح الترمذی: تبرأت الیہود فی ہذہ الأزمان من القول بأن العزیر ابن اللہ، وہذا لا یمنع کونہ موجودا فی زمن النبی ﷺ؛ لأن ذلک نزل فی زمنہ والیہود معہ بالمدینۃ وغیرہا فلم ینقل عن أحدمنہم أنہم رووا ذلک ولا تعقبہ، والظاہر أن القائل بذلک طائفۃ منہم لا جمیعہم بدلیل أن القائل من النصاری: إن المسیح ابن اللہ طائفۃ منہم لا جمیعہم، فیجوز أن تلک الطائفۃ انقرضت فی ہذہ الأزمان کما انقلب اعتقاد معظم الیہود عن التشبیہ إلی التعطیل وتحول معتقد النصاری فی الابن والأب إلی أنہ من الأمور المعنویۃ لا الحسیۃ، فسبحان مقلب القلوب''(فتح الملہم ۱/۱۸۹مدینہ پریس بجنور)۔

(ابن العربی ترمذی کی شرح میں لکھتے ہیں کہ عصر حاضر کے یہود عزیر علیہ السلام کے ابن اللہ کے قول سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہیں،حضور ﷺ کے زمانہ میں اس طرح کے یہودیوں کے وجود سے انکارنہیں کیا جاسکتا، نیز یہ عقیدہ یہودیوں میں سے کسی سے منقول بھی نہیں ہے،اگر یہود کا قول تسلیم کرلیا جائے تو ظاہر یہ ہے کہ اس کے قائل بعض ہوں گے نہ کہ سب،جیسا کہ عیسی علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے قائل بعض نصرانی ہیں نہ کہ سارے،لہذا یہ ممکن ہے کہ یہ گروہ فی زمانہ ختم ہو چکا ہو،جیسا کہ یہود کے ایک بڑے گروہ کا عقیدہ تشبیہ سے تعطیل کی طرف اورنصاری کا عقیدہ ابن اوراب سے امورمعنویہ کی جانب نہ کہ حسیہ کی جانب بدل گیا)۔

اس تحریر کے بعد علامہ عثمانی صاحبؒ رقم طراز ہیں:''قلت: وقداخبرنی بعض کبرائنا الثقات(الی مخدومنا الحاج امیر شاہ خانؒ) أنہ بالغ فی تفتیش مازعمتہ یہودعصرہ فی مسئلۃ ابنیتہ عزیر علیہ السلام واجتہد فی تحقیقۃ غایۃ الجہد فتبرأ لحل یہودی لقیہ من ہذا الاعتقاد والشنیع حتی لقی بعض علمائہم ببیت المقدس وسألہ فاعترف بأن فیہم شرذمۃ قلیلۃ تزعم بأن عزیرا ابن اللہ وہم موجودون الأن، وعددہم لا یزید علی مأتہ الف فی العالم، قال: ثم لقیت ببعض افراد تلک الفرقۃ وشافہتہم وہم فی نہایۃ من الذلۃ والصغار، ویقال لہم: العزیریۃ ولواحد ہم عزیری، فسئلتہ فأقربما اخبرت بہ، وقال نؤمن بأن عزیرا ابن اللہ من غیر شک وتردد تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا''(فتح الملہم ۱/۱۸۹)۔

الحاج امیر شاہ خاں صاحبؒ کی تفتیش سے معلوم ہوا کہ اب بھی تھوڑی تعداد میں عزیریہ ہیں جو بدون شک وتردد عزیر علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے قائل ہیں۔

۲- ''وأما الصائبون فالخلاف فی شأنہم بین وتضاربت النقول والأقوال حولہم''(فقہ النوازل للاقلیات المسلمہ از ڈاکٹر محمد یسری ابراہیم ۲/۹۳۹ادارہ شؤن الاسلامیہ دولۃ قطر)۔

ڈاکٹر صاحب کے قول کے مطابق صائبین کی بابت متضاد اقوال ہیں،علامہ قرطبی لکھتے ہیں:''فالصائبون قدخرجوا من دین أہل الکتاب-لاخلاف فی أن الیہود والنصاری أہل کتاب ولأجل کتابہم جاز نکاح نساء ہم وأکل طعامہم......فقال السدی: ہم فرقۃ من أہل الکتاب، وقال ابوحنیفۃؒ :لابأس بذبائحہم ومناکحۃ نساء ہم، وقال اسحاق بن راہویہ، قال ابن المنذر: وقال اسحاق: لا بأس بذبائح الصابئین؛ لأنہم طائفۃ من أہل الکتاب، قال الخلیل: قوم یشبہ دینہم دین

النصاری، وقال مجاهد والحسن وابن ابی نجیح ؛هم قوم ترکب دینهم ابن الیهودیة والمجوسیة لا تؤکل ذبائحهم وقال الحسن ا......وقتادہ: هم قوم یعبدون الملائکة ویصلون إلی القبلة ویقرء ون الزبور ویصلون الخمس......والذی یحصل من مذهبهم–فیما ذکره بعض علمائنا – أنهم موحدون و معتقدون تأثیر النجوم، وأنها فعالة، ولهذا افتی أبوسعید الأصطخری القادر بالله بکفرهم حین سأله عنهم"(الجامع لاحکام القرآن ۱/۴۳۲-۴۳۵ داراحیاء التراث العربی بیروت)۔

"وقال ابو العالیة: قوم من أهل الکتاب ذبائحهم کذبائح أهل الکتاب الخ"(التفسیر الکبیر المسمی البحر المحیط الاثیر الدین ابی عبداللہ محمد بن یوسف الشہیر بابی حیان ۱/۲۳۹ داراحیاء التراث العربی بیروت)۔

نیز ابوجعفر طبری (م ۳۱۰) تحریر فرماتے ہیں:"اخبرنا ابن وهب قال: قال ابن زید فی قوله: الصابئون، قال: الصابئون دین من الأدیان کانوا بجزیرة الموصل یقولون: لا اله الا الله ولیس لهم عمل ولا کتاب ولا بنی إلاقول لا اله الا الله قال: ولم یؤمنوا برسول الله" (جامع البیان ۱/ ۲۵۳)۔

قاضی ثناءاللہ عثمانی پانی پتیؒ تحریر فرماتے ہیں: "قال الکلبی: هم بین الیهود والنصاری وقال قتادہ:......هم قوم یقرء ون الزبور ویعبدون الملائکة ویصلون إلی الکعبة أخذوا من کل دین شیئا"(التفسیر المظہری ۱/۷۷ زکریا بکڈپو)،قاضی صاحبؒ کےقول کے بموجب ہر دین سے کچھ نہ کچھ لے لیا ہے۔

''موسوعہ فقہیہ'' (۲۶/ ۲۹۵) پر یہ تحریر موجود ہے:"وذکرهم المسعودی وأن لهم سبعة هیاکل بأسماء الزهره والمریخ والمشتری وزحل وغیرها وکذالک ذکرهم الشهرستانی وقداطنب"۔

سید ابوالفضل شہاب الدین محمود آلوسی (م:۱۲۷۰) لکھتے ہیں:"(والصابئین)هم قوم مدارمذاهبهم علی التعصب للروحانیین واتخاذهم وسائط ولمالم یتیسر لهم التقرب إلیها بأعیانها والتلقی منها بذواتها فزعت جماعة منهم إلی هیاکلها فصابئة الروم مغزعها السیارات وصابئة مغزعها الثوابت، وجماعة نزلواعن الهیاکل إلی الأشخاص التی لا تسمع ولا تبصر ولا نفی عن احد شیئا ......والإمام أبوحنیفةؒ یقول: إنهم لیسوا بعبدة أوثان، وإنما یعظمون النجوم، کما تعظیمة الکعبة......وفی جواز مناکحتهم وأکل ذبائحهم کلام للفقهاء"(روح المعانی ۱/۲۷۹ ادارۃ المنیریۃ مصر)۔

(صابی کے مذہب کی بنیادی علماء نصاری سے تعصب اوران سے ہٹ کر بیچ کی راہ اپنا لینے پر ہے لیکن جب انہیں اس طرح تقرب حاصل نہ ہوسکا تو ان میں سے بعض نے گھبرا کر ہیکل کو ہی مشکل کشا سمجھ لیا،روم کے صابیوں نے سیارات (متحرک ستارے یعنی سورج، چاند، زہرہ،مریخ،زحل،عطارد،مشتری) کواور بعض نے ثوابت وغیر متحرک ستارے) کواور بعض ہیکل سے اتر کر اپنی نچلی سطح پر آ گئے کہ انہوں نے ان کو جو نہ سکتے اور نہ دیکھ سکتے اور نہ کسی کے کچھ کام آ سکتے تھے اسے حاجت روا سمجھ لیا......امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے تھے ستاروں کی تعظیم ایسے ہی کرتے تھے جیسا کہ مسلمان کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں)۔

''موسوعہ فقہیہ''(۲۶/ ۲۹۳-۲۹۴) پر بھی صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین ومفسرین کے اقوال بڑی تفصیل سے نقل فرمایا ہے اور وہی اقوال وآراء ہیں جو اس عاجز نے ماقبل میں نجماً نجماً نقل کردیا ہے۔

جصاص رازیؒ لکھتے ہیں:"عن مجاهد قال: الصابئون قوم من المشرکین والنصاری لیس لهم کتاب، وکذلک قول الأوزاعی ومالک بن انس......والصابئون فریقان أحدهما عبدة الأوثان والآخر لا یعبدون الأوثان، ولکنهم

مشرکون فی وجود آخر"(احکام القرآن ۳/ ۱۱۳-۱۱۴)۔

صاحب کشاف کے قول کے مطابق یہودیت ونصرانیت کے درمیان ایک فرقہ ہے جوفرشتوں کی پرستش کرتا ہے،"وھو من صبا إذا خرج من الدين وهم قوم عدلوا عن دين اليهودية والنصرانية وعبدوا الملائكة"(الکشاف ۱/ ۱۴۶ مطبعۃ الاستقامۃ بالقاہرہ)۔

ان کے متعلق موسوعہ کی ایک دوسری تحریر پیش ہے:"وأن المامون مربديار مضر فتلقاه الناس وفيهم جماعة من الحرنانيين فأنكر المامون زيهم فلما علم أنهم ليسوا يهوديا ولانصرانيا ولا مجوسا انظرهم الى رجوعه من سفرته وقال: إن انتم دخلتم فى الإسلام أو فى دين من هذه الأديان التى ذكرها الله فى كتابه، وإلا امرت بقتلكم وأحل عنهم إلى أرض الروم وهى رحلته التى مات فيها......فمنهم من اسلم ومنهم من تنصر وبقى منهم شرذمة قليله على دينهم احتالوا بان سموا انفسهم الصابئة ليسلمواديبقوا فى الذمة وهذا ليقتضى ان هذه الطائفة لم يكن اسمهم الصابئة اولاوانهم تسموا بذلک فى آخر عهد المامون"(موسوعہ فقہیہ ۲۶/ ۲۹۳، ۲۹۶)۔

(مامون ارشید کا گذر دیار مضر سے ہوا تو لوگوں نے خلیفہ سے ملاقات کی، ملاقات کرنے والوں میں حرانیین کے لوگ بھی تھے(حران موصل وشام کے درمیان ہے) خلیفہ کو ان کی ہیئت عجیب سی لگی جب اسے معلوم ہوا کہ یہ لوگ نہ عیسائی ہیں نہ یہودی یا مجوسی تو اس نے اپنے سفر سے لوٹنے تک یہ کہہ کر مہلت دی کہ اگر تم لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تو بہتر یا اللہ کے دین میں سے کسی دین کی جس کا ذکر خدا نے اپنی کتاب میں کیا ہے تسلیم نہیں کیا تو تمہارے قتل کا حکم صادر کردیں گے)۔

امام فخرالدین رازی تفسیر مفاتیح الغیب میں صابین کے تعلق سے مفسرین کے تین اقوال نقل فرمائے ہیں جن میں سے تیسرے قول کے متعلق لکھتے ہیں:"وثالثها هو الأقرب أنهم قوم يعبدون الكواكب ثم لهم قولان: الأول أن خالق العالم هو الله سبحانه إلا أنه سبحانه أمر بتعظيم هذه الكواكب واتخاذها قبلة للصلواة والدعاوالتعظيم والثانى أن سبحانه خلق الأفلاك والكواكب، ثم إن الكواكب هى المدبرة للعالم الخ"(۱/ ۳۶۹ المطبعۃ الخیریۃ مصر)۔

ابن قدامہ حنبلی تحریر فرماتے ہیں:"وأما الصابئون فاختلف فيهم السلف كثيرا......والصحيح فيهم أنهم إن كانوا يوافقون النصارى أو اليهود فى أصل دينهم ويخالفونهم فى فروع فهم ممن وافقوه، وإن خالفوهم فى اصل الدين فليس منهم"(المغنی مع الشرح الکبیر ۷/ ۵۰۱ المنار مصر) صابین سے متعلق سلف میں بہت اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ صابی اگر یہود ونصاری کے اصل دین میں متفق ہیں، لیکن فروعات میں مخالف ہے تو انہیں میں شمار ہوگا، لیکن اگر اصل دین ہی میں مخالف ہو تو ان میں شمار نہ ہوگا۔

عبدالرحمٰن الجزیری لکھتے ہیں:"وعن عبدة الأوثان الصابئة وهم الذين يعبدون الكواكب ومن فهم أن مناكحتهم حلال أن لهم كتابا يؤمنون "(الکتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴/ ۷۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت) جن حضرات نے ان سے نکاح کے جواز کا قول فرمایا ہے وہ اس صورت میں کہ ان کے پاس کتاب ہے جس پر ایمان رکھتے ہیں۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:"والصحيح أنهم إن كانوا يعبدونها حقيقة فليسوا أهل كتاب، وإن كانوا يعظمونها كتعظيم المسلمين للكعبة فهم أهل الكتاب كذا فى المجتبى"(البحر الرائق ۳/ ۱۰۴ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان) اگر ستاروں کی پرستش حقیقت میں کرتے ہیں تو اہل کتاب نہیں، لیکن اگر ستاروں کی تعظیم ایسے ہی کرتے ہیں جیسے مسلمان کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں تو وہ اہل کتاب نہیں۔

مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلویؒ تحریر فرماتے ہیں: مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی (۱/ ۱۰۹) پر لکھتے ہیں: صابی ایک قدیم

فرقہ تھا،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اس فرقہ کا بڑا زور تھا،شہر بابل اور نینوی کے لوگ بھی یہی مذہب رکھتے تھے یہ معلوم نہیں کہ اس گروہ کی ابتداء کب سے ہوئی اس کا اعتقاد تھا کہ خدا تعالی جو ہر مجرد ہے بندہ کی (جو مادی ہے) خدا تک کسی طرح رسائی ممکن نہیں اس کی پرستش اس کے مظاہر کی پرستش ہے پھراس کے دو گروہ ہوگئے ایک وہ جو ستاروں آفتاب و ماہتاب اور عناصر کی پرستش کرتے تھے دوم وہ جو اصنام کو رب کا مظہر سمجھ کر پوجتے تھے،اس لئے یونان میں زہرہ وغیرہ ستاروں کے نام کے معبد بنے ہوتے تھے(معارف القرآن ۱/۱۴۷ مکتبہ عثمانیہ لاہور)۔

بعدہ سید قطب کی رائے عرض ہے:''صابی کون ہیں زیادہ راجح بات یہ ہے کہ صابی وہ گروہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل اپنی قوم کی بت پرستی کے بارے میں شبہ میں مبتلا ہوا اس نے صحیح عقیدے کی تلاش شروع کی اور بالآخر وہ توحید کو پا گیا یہ لوگ کہتے تھے کہ وہ حنفیت اولی (ملت ابراہیمی) کے طریقے پر خدا کی پرستش کرتے ہیں وہ اپنی قوم کی بت پرستی سے الگ ہوگئے،مگر وہ اپنی قوم کو اس کی دعوت نہ دیتے تھے اور اسی لئے انہیں صابی کہا جانے لگا(فی ظلال القرآن ۱/۲۰۲ ہندوستان پبلیکیشنز دہلی)۔

صابی فی زمانہ موجود ہیں یا نہیں؟ ذیل میں چند حوالے موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اب وہ گروہ نہیں ہے،محمد حسین ابن مسعود الفراء البغوی الشافعی (م۵۱۶)تحریر فرماتے ہیں:''والصابئين......قال عبد العزيز بن يحيى: انقرضوا ''(تفسیر البغوی المسمی معالم التنزیل ۱/۱۰۷۹ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)۔

امام طبرانی آیت نمبر ۶۲ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''وقال عبد العزيز بن يحيى: قد انقرضوا فلا عين ولا اثر''۔

شیخ محمد طاہر بن عاشورؒ لکھتے ہیں: ''وكان أهل هذا الدين نبطا فى بلاد العراق فلما ظهر الفرس على إقليم العراق أزلوا مملكة الصابئين ومنعهم من عبادة الأدمان ظلم ى......وأبعد على عبادة أوثانهم''(تفسیر التحریر والتنویر ۱/۵۳۴)۔

یہی رائے واحدی کی تفسیر (بسط ۲/۶۱۹) پر بھی ہے،مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی بھی یہی رائے ہے وہ لکھتے ہیں:سلف صالحین کے اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے آنے کے بعد بھی ایک ڈیڑھ سو سال تک یہ مذہب پایا جاتا تھا اور مختلف علاقوں میں شاید الگ الگ ٹکڑیوں میں آباد تھے(قاموس الفقہ ۴/۲۱۵)۔

ان سب کے برخلاف مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب کی تحریر یہ ہے:''وفى العراق وفى الوقت الحاضر أقلية من الصابئة وهم لعتيقدون بالخالق عزوجل يؤمنون بالآخرة ويدعون أنهم يتبعون لقاليم آدم عليه السلام وأن نبيهم يحيى جاء لينقى دين آدم مما علق به وعندهم كتاب سيمو به(الكانزابرا)اى صحت آدم ومن عباداتهم الصلواة وتقتصر على الوقوف والركوع والجلوس على الأرض دون سجود ويؤدونهما فى اليوم ثلاث مرات قبل طلوع الشمس وعند زوالها وقبيل غروبها ويتوجهون فى صلاتهم إلى النجم القطبى''(قضایا فقہیہ معاصرہ/۱۰۲ ایفا)۔

(مولانا بدرالحسن قاسمی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ صابی اب بھی پائے جاتے ہیں جن کا دعوی ہے کہ وہ آدم علیہ السلام کی تعلیمات پر کاربند ہیں اور ان کے نبی یحیی علیہ السلام ہیں جن کی بعثت آدم علیہ السلام کی تعلیمات کا تنقیہ ہے،ان کی ایک ہے جس کا نام'' کانزابرا''ہے ان کی عبادت نماز ہے،مگر نماز میں صرف رکوع وجلوس علی الارض ہے سجدہ نہیں ہے،دن میں تین بار یہ عمل ہے طلوع شمس سے پہلے زوال شمس کے وقت اور غروب آفتاب سے تھوڑا پہلے اور اس عمل میں اپنا رخ نجم قطبی (وہ دو ستارے جو شمال اور جنوب کے نقطوں کی سیدھ میں ہیں) کی طرف کرتے ہیں)۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ بھی ان کے وجود کے قائل ہیں،''عراق میں صابیوں کی اب تک تھوڑی سی آبادی ہے''(ارض القرآن/۲۰۵)،'[صابئین اپنے کو ماندیین کہتے ہیں ساحل فرات پر بصرہ اور خواستان کے پاس ان کی مختصر آبادی ہے'(ارض

القرآن ۲۰۵/) اس کے بعد سید صاحب نے ان کی زبان، رسم الخط، لٹریچر، رسوم عقائد واصول مذہب وغیرہ (رص ۲۰۰ سے رص ۲۱۶) تک بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے بعدہ ستارہ پرستوں اور صابیوں کے مابین تفریق کا ذکر ان الفاظ سے کرتے ہیں'' عام ستارہ پرستوں اور صابیوں میں فرق یہ ہے کہ وہ ان ستاروں کو درحقیقت خدا سمجھتے ہیں اور صابی خدا کے اقرار کے ساتھ ان ستاروں کو خدا کا مظہر سمجھ کر ان کی عبادت وتعظیم کرتے ہیں (ارض القرآن ۲۱۴/)۔

۳- مفتی محمد شفیع صاحبؒ (جواہر الفقہ ۱۲۳/۲) پر لکھتے ہیں: اگر عورت کتابیہ، یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہوتو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے، اول یہ کہ وہ عام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لا مذہب دہریہ نہ ہو، بلکہ اپنے مزہبی اصول کم از کم مانتی ہو اگر چہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ یا نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے، لیکن بلاضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اسی لئے فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کو منع فرمادیا تھا''، یہی قول (خیر الفتاوی ۴۵۶/۱) پر ہے'' عیسائی حضور ﷺ اور یہودی حضرت عیسی علیہ السلام اور حضور ﷺ دونوں پر ایمان نہ لانے کی وجہ سے کافر ہیں)۔

مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: جو دہریہ عقیدہ رکھتے ہوں، یعنی نبوت ورسالت ہی کے قائل نہ ہوں اور نہ آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں وہ اہل کتاب نہیں (کفایت المفتی ۱۱۰/۱، نیز دیکھئے: فتاوی رحیمیہ ۱۹۲/۸، فتاوی عثمانی ۲۵۷/۲)۔

ان تحریروں کی روشنی میں آج کل کے یہود ونصاری کا حال واضح ہے، لہذا اہل کتاب کا سا معاملہ ان کے ساتھ نہیں ہونا چاہئے۔

۴- بہائی کے عقائد، پیدائش وعبادت وکتب سے متعلق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: بہائی ایک گمراہ فرقہ ہے جو مرزا حسین علی بہاء کی طرف منسوب ہے، یہ ایران کے ایک گاؤں مازندان میں پیدا ہوا روس اور روسی حکمرانوں سے اس کے خاندان کے گہرے مراسم تھے، ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء میں جبکہ اس کی عمر ۲۷ سال تھی ایک اور مدعی نبوت ''باب'' کے دین میں داخل ہوگیا...... تاریخی شواہد بتاتے ہیں کہ ہمیشہ اس نے روس کے چشم وابرو پر مسلمانوں میں تفریق کا کام انجام دیا، ۱۸۵۴ء میں چار ماہ جیل کاٹنے کے بعد بغداد جلا وطن کردیا گیا، ۲۸ر مئی ۱۸۹۲ کو انتقال ہوا، اس کی سب سے اہم کتاب ''الاقدس'' ہے جو بہائیوں کے عقیدہ میں تمام آسمانی کتابوں کے لئے ناسخ ہے، صرف ۲۲ صفحات کی ہے، ان کے یہاں صبح دوپہر اور شام میں تین نمازیں ہیں اور ہر نماز میں تین رکعت، نماز میں جماعت حرام ہے، بہائیوں کے یہاں ۱۹ ماہ اور ہر ماہ ۱۹ دن کے ہوتے ہیں، آخری ماہ کا نام'' علاء'' ہے، جس کا روزہ فرض ہے، لیکن روزہ میں بھی جماع کی اجازت ہے (قاموس الفقہ ۲۳۹-۲۳۸/۲)۔

کسی سائل نے حضرت لدھیانوی سے بہائی عقائد نقل کرکے جواب مانگا اس پر مولانا لکھتے ہیں: بہائی مذہب کے جو عقائد سوال میں ذکر کئے گئے ہیں ان کے الحاد وباطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اس لئے کسی مسلمان کو ان کا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں، کیونکہ بہائی مذہب اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵۵۲/۱)۔

حاشیہ نجات پانے والے (رص ۲۱-۲۲ از ڈاکٹر عبد اللطیف محمود آل محمود بحوالہ مفاہیم اسلامیہ از ڈاکٹر محمد ابراہیم جیوشی ۷۳/۱) پر مذکور ہے: انہوں نے دعوی کیا کہ وہ خود قیوم ہیں پھر اس سے بھی آگے بڑھ کر انہوں نے نبوت کا دعوی کیا اور اخیر میں ربوبیت والوہیت کا دعوی کر بیٹھا یہ بھی دعوی کیا کہ وہ حقیقۃ الہیہ کا مظہر ہیں، حقیقت الہیہ ان کے جسم میں حلول کرنے کے بعد ہی اپنے کمال کو پہنچی ہے، حضرت آدم سے لے

کر تمام انبیاء تک جتنے بھی الٰہی ظہور رونما ہوئے وہ درحقیقت ادنی درجے کے تھے، الٰہی ظہور اپنے کمال کو اس وقت پہنچا جب اس نے ان کے جسم میں حلول کیا، بہاء اللہ ہمہ وقت اپنے چہرہ کو ڈھانپ کر رکھتا تھا......اس جماعت کے متبعین بہاء کی عبادت کرتے ہیں، عبادت کے وقت وہ ان کی قبر کی جانب رخ کرتے ہیں...... یہ حضرات طلوع شمس زوال شمس اور غروب شمس کے وقت ۹ رکعتیں نماز پڑھتے ہیں، یہ حضرات ۹ کے عدد کو مقدس مانتے ہیں، کیونکہ بہاء حروف کا مجموعہ ۹ ہے، بہاء اللہ کی زندگی میں ان کا قبلہ اس کا محل تھا اور موت کے بعد ان کی قبر ہو گیا، زکوۃ اس شخص پر واجب ہے جس کے پاس سو مثقال سونا ہو، زکوۃ ۱۹ مثقال لی جاتی ہے، ایک مرد دو عورتوں سے شادی کر سکتا ہے، مرد کے لئے ماں کے علاوہ کوئی عورت حرام نہیں، جہاد حرام ہے، بابیہ کی طرح یہ لوگ بھی آخرت کا انکار کرتے ہیں، ان کے یہاں بہت ساری تاویلات ہیں جو آخرت کے انکار پر مبنی ہیں، نیز قادیانی کے عقائد اس طرح ہیں: ۱-حضرت عیسی علیہ السلام اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر نہیں اٹھائے گئے، بلکہ ان کی روح آسمان پر اٹھالی گئی اور ان کے جسم کو ہندوستان میں دفن کر دیا گیا بعد کو انہون نے پھر دعوی کیا کہ حضرت مسیح کی روح ان کے اندر سما گئی، ۲-انہوں نے یہ بھی دعوی کیا کہ وہ مہدی منتظر ہیں، ۳-کسی بھی احمدی کی نماز غیر احمدی کے پیچھے نہیں ہوگی، ۴-احمدی خاتون کی شادی صرف احمدی سے ہوسکتی ہے (حاشیہ نجات پانے والے ر ۱۹-۲۰، از ڈاکٹر عبداللطیف محمود آل محمود، بحوالہ مفاہیم اسلامیہ از ڈاکٹر محمد شامہ ۱ ر ۷۰)۔

بابیہ فرقہ جس کے متعلق علی محمد شیرازی کا یہ دعوی تھا کہ وہ اس امام غائب کا باب ہے جس کا شیعی فرقوں کو انتظار ہے ان کے عقائد یہ ہیں: ۱-اللہ تعالی انسان میں حلول کر جاتا ہے، ۲-یہ حضرات آخرت کا بھی انکار کرتے ہیں ۳-موت کے بعد دوبارہ زندگی جنت وجہنم اور آخرت کے حساب وکتاب پر یہ حضرات ایمان نہیں رکھتے، ۴-انہوں نے پنج وقتہ نمازوں کو بھی منسوخ کر دیا، ۵-ان کے یہاں مرد اپنی بیوی کو ۱۹ طلاقیں دے سکتا ہے، اس کی مدت عدت ۱۹ ہے، ۶-اگر کوئی عورت بیوہ ہوجاتی ہے تو اس کی عدت کی مدت ۹۵ دن ہے، ۷-میراث کا حق سات لوگوں کو حاصل ہے، بیٹے اور بیٹیا بغیر کسی تفریق کے شوہر اور بیوی ماں اور باپ بھائی بہن (حاشیہ نجات پانے والے بحوالہ مفاہیم اسلامیہ از ڈاکٹر محمد ابراہیم جیوشی ۱ ر ۶۴)۔

قرآن میں قادیان کا ذکر ہے، کہتا ہے اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے "إنا أنزلناه قريبا من القاديان" (قادیانی مذہب کا علمی محاصبہ از پروفیسر الیاس برنی ر ۳۶۳)، مریم کی طرح عیسی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا......اور آخر کئی مہینے کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے مجھے مریم سے عیسی بنادیا گیا پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا (بحوالہ کشتی نوح رص ۴۷، روحانی خزائن ۱۹/۵ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی)۔

۱۲۲۷ صفحات پر مشتمل پروفیسر الیاس برنی نے قادیانی مذہب کا محاسبہ کیا ہے جو پڑھنے کے لائق ہے جوں جوں پڑھتے جایئے مرزا صاحب کے ہفوات کا پٹارہ کھلتا جاتا ہے، اسی لئے مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں: " قادیانیوں کا حکم مرتد کا ہے......قادیانیوں سے رشتہ ناتا جائز نہیں، جس طرح کسی سکھ اور ہندو سے جائز نہیں اسی طرح کسی قادیانی سے بھی جائز نہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۵ ر ۴۳-۴۷)۔

سکھ مذہب:

سکھ مت اس بات کا قائل ہے کہ خدا اپنے نیک بندوں کو بھیجتا ہے اور ان کے منہ میں اپنا کلام ڈالتا ہے یہ لوگ سکھ مت میں گرو کہلاتے ہیں، سکھ مت میں گرو کا تصور اسلام کے تصور رسالت کے کافی قریب ہے، لیکن اسلام میں حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کے آخری رسول ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا، جبکہ سکھ مذہب میں دسویں گرو گوبند سنگھ جی آخری گرو ہیں (قرآن مجید اور عصر حاضر ر ۲۱۹)۔

نانک جی کی تعلیمات میں توحید کا تصور جگہ جگہ ملتا ہے، لیکن ساتھ ہی تناسخ ارواح (آواگون) کے بھی قائل ہیں، جو اسلامی نقطہ نظر

سے درست نہیں، اسلام اور سکھ مت کا نقطہ دنیا کے بارے میں کافی حد تک ایک دوسرے کے قریب ہے (قرآن مجید اور عصر حاضر ص ۲۱۸ تا ۲۳۲)۔

ان تحریروں کی روشنی میں عاجز کی رائے یہ ہے کہ قادیانی، بہائی، بابی کے کفر میں شبہ نہیں ہونا چاہئے ہاں سکھوں کے بارے میں توقف معلوم ہوتا ہے۔

۵- اگر اس کے عقائد قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ یا احمدی فرقہ کے مطابق نہ ہوں اور ان عقائد باطلہ سے براءت کرتے ہوئے ''یومنون بنبی ویقرون بکتاب منز من الله'' کا قائل ہے تو اہل کتاب میں شمار کرنے کی گنجائش نکالی جاسکتی ہے۔

۶ الف، ب- کتابیہ سے نکاح:

اولا چند تحریریں پیش ہیں جن سے بعض مطلقا اور بعض غیر حربیۃ کی قید اور شرط کے ساتھ جواز کو بتلاتی ہیں تو بعض بلا ضرورت شدیدہ کتابیہ سے نکاح کو منع کرتی ہیں، موفق الدین محمود بن قدامہ (م ۶۳۰ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''**ليس بين أهل العلم اختلاف فى حل حرائر نساء أهل الكتاب، وبه قال سائر أهل العلم**'' (۷/ ۵۰۰)۔

''**النكاح الكتابية جائز للمسلم سواء كانت حربية أو غير حربية**'' (فتاوی تاتارخانیہ ۴/ ۷۰) مسئلہ ۱۸۱۷۔

''**وجائز للمسلم نكاح الكتابية وهى اليهوديه والنصرانية بالزواج**'' (محلی لابن حزم ۹/ ۴۴۵ منیریہ مصر)۔

''**والأولى أن لا يتزوج كتابية ولا يأكل ذبائحهم إلا لضرورة، وفى المحيط يكره تزوج الكتابية الحربية......وفى الخانية تزوج الحربيةمكروه، فإن خرج بها إلى دارالإسلام بقى النكاح**'' (البحرالرائق ۳/ ۱۰۳-۱۰۴، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان)، جصاص رازی لکھتے ہیں ''**يكره تزوج نساء أهل الحرب من الكتابيات**'' (احکام القرآن ۱/ ۳۳۳)۔

حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ لکھتے ہیں: ''**وأكره نكاح أهل الحرب ولونكح وهو مسلم حربية كتابية لم افسخه وإنما كرهته؛ لأنى أخاف عليه هو أن يفتنه أهل الحرب على دينه أو يظلموه، وأخاف على ولده أن يسترق أو يفتين عن دينه**'' (الام ۵/ ۷۶ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

حضرت الامام فرماتے ہیں اہل حرب سے نکاح کو میں مکروہ سمجھتا ہوں، لیکن اگر مسلمان نے حربیہ سے شادی کرلی تو میں اس نکاح کو فسخ نہیں کرتا، مگر مکروہ سمجھتا ہوں، اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حربیہ شوہر کو اس کے دین پر ثابت قدم رہنے پر فتنہ میں ڈال دے یا اہل حرب اس پر ظلم کرنے لگیں یا اس کی اولاد کو زیر کر کے انہیں دین سے باز رکھا جائے، حضرت امام شافعیؒ نے جو اندیشہ ظاہر فرمایا تھا وہ حقیقت بن کر بکثرت پیش آرہا ہے، فقہ النوازل للاقلیات المسلمۃ تأصیلا وتطبیقا میں دکتور محمد یسری ابراہیم لکھتے ہیں: ''**حدث أحد الباحثين المقيمين فى الغرب فقال صديق لى: تزوج بامرء ة ألمانية نصرانية ولم يكن حسن الالتزام بدينه وكانت هى أيضا بعيدة عن دينها ويسر الله لهذا الرجل أن تعرف على المسلمين الملتزمين وعلى المسجد حتى أصبح من أراده وأصبح داعيته للاسلام وكان له من زوجته خمسة أولاد لا تجاوز أعمارهم السبع سنوات الخ**'' (فقہ النوازل ۲/ ۹۶۷-۹۶۸)۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مسلمان نے جرمنی کی نصرانیہ سے شادی کی جس کے بطن سے پانچ اولادیں ہوئیں، مسلمان ان بچوں کو مسجد لے جاتا، اسلام سکھلاتا، عورت کا دل اس سے کڑھتا رہتا اور وہ اسلام سے شدید نفرت کرنے لگی حتی کہ طلاق کا مطالبہ کر بیٹھی اور طلاق کا فیصلہ بھی ہوگیا اور عدالت نے باپ کو بچوں سے ہفتہ میں صرف ایک دن ملاقات کا وقت دیا، اب یہ عورت قانونا پانچوں بچوں کی دیکھ ریکھ کرنے لگی اور اسے حق حضانت حاصل ہوگیا اور وہاں کے قانون کے اعتبار سے شوہر کے نصف مال کی بھی حقدار ہوگئی، اب آزادی سے اسے کنیسہ لے جاتی

سور کا گوشت کھلاتی ہے، اور اسلام سے متنفر کرنے کی پوری کوشش وسعی کرتی ہے۔

اسی طرح ایک دوسرا واقعہ بھی ڈاکٹر صاحب موصوف نے ذکر فرمایا ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد (جبکہ شوہر کے ورثاء مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہتے تھے) المانی قانون کے مطابق عورت کی بات مانی جاتی ہے، لہذا مسلمان شوہر نصاری کے قبرستان میں دفن کردیا گیا "**فأراد أهله وأصدقاه دفنه في مقبرة المسلمين فرفضت زوجة وأحدت على أن يدفن في مقابر النصارى......فلم تقبل ودفن في مقابر النصارى، فالزوجة في القانون الألماني هي التي تأخذ القرار وليس لأهله أو اسرته حق في الله خل بهذا لشان**" (فقہ النوازل للاقلیات المسلمہ ۲/ ۹۶۸)۔

انہیں وجوہات کے باعث حضرت مفتی نظام الدین صاحب تحریر فرماتے ہیں: لیکن فقہاء کرام نے دوسرے دلائل سے حربی کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تحریمی فرمایا ہے، اس لئے کہ اس سے فتنہ کے دروازے کھلنے کا خوف ہے، اس لئے اگر ہوسکے تو مسلمہ بنا کر نکاح کرے، ورنہ احتیاط کرنا اولی ہے (منتخبات نظام الفتاوی ۲/ ۷۷-۷۸)۔

فی زمانہ پورا عالم اسلام مغرب زدہ ہے اور پورا تسلط صہیونیوں کا ہے اس لئے دارالاسلام میں بھی نکاح مکروہ تحریمی ہونا چاہئے، جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: موجودہ حالات میں مسلم ملکوں میں بھی ایسی عورتوں سے نکاح کراہت سے خالی نہیں، علامہ شامی نے ان سے نکاح کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، "**يفيد كراهة التنزيهيه في غير الحرب**"، علامہ شامی نے یہ بات اپنے عہد کے لحاظ سے فرمائی ہے موجودہ دور میں عرب حکمرانوں اور اعلی عہدیداروں کی زوجیت میں یہودی اور عیسائی خواتین کے رہنے نے ایسے فتنے پیدا کئے ہیں، اور عالم اسلام کو ایسا ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح مکروہ تحریمی ہوگا (کتاب الفتاوی ۴/ ۳۵۴-۳۵۵)، اس لئے امکانی پہلو کی بنیاد پر احکام کو بدلا نہیں جاسکتا۔

۷-ہندومذہب کی مقدس شخصیات وکتابیں:

مفتی کفایت اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں: "کرشن جی کو نبی کہنا بے دلیل اور بے ثبوت ہے، وید کا الہامی کتاب ہونا بے ثبوت ہے......زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کرشن جی کی تعلیم صحیح اور ان کے افعال انبیاء علیہم السلام کے افعال کی طرح جادہ نبوت کے موافق تھے تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں، لیکن ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبی تھے" (کفایت المفتی ۱/ ۱۲۹)۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی ای سوال کے جواب "کیا گوتم بدھ کو پیغمبروں میں شمار کرسکتے ہیں" میں لکھتے ہیں: "قرآن وحدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں آیا، اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء گرامی قرآن میں ذکر کئے گئے ہیں ان پر تو تفصیلاً قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے، اور باقی حضرات پر اجمالاً ایمان رکھا جائے (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/ ۸۸، نیز دیکھئے: فتاوی محمودیہ ۱/ ۴۵۲-۴۵۳، کتاب الفتاوی از مفتی محمد اسماعیل بھڈکودروی ۱/ ۱۸۲)۔

اب رہا کہ ذوالکفل کپل وستو کا معرب ہے تو اس کی تردید سید محمود آلوسی نے کردی ہے "**وفي تسمية ذي الكفل أقوال مضطربه لاتصح**" (راح المعانی ۱۷/ ۶۷)، بدھ کا عقیدہ ناخدا پرستی بھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ پرستش نہ کر کے بھی نجات مل سکتی ہے، حقیقت میں اگر دیکھا جائے تو یہ فلسفہ سانکھیہ کی بنیادوں سے ملتا جلتا نظر آتا ہے...... بدھ مت کا سب سے بڑا نظریہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ زندگی ہی زندگی کی سب سے بڑی نیکی ہے (مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا/ ۲۳۹)۔

ایک مقالہ پر موصوف لکھتے ہیں: خدا کی ہستی کے بارے میں مہاتما بدھ خاموش رہے مسئلہ تناسخ یا آواگون کو قبول کیا (ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ از پروفیسر محسن عثمانی ندوی ص ۴۷)۔

بدھ مت اور جین مت دونوں اہنسا کے قائل ہیں، ایک جگہ پروفیسر محسن عثمانی ندوی لکھتے ہیں: رشیوں یا کسی رشی کا اکتسابی کلام جس کا اپنا وجود مشکوک ہو اور جس کی ذات میں پاکیزگی اور صداقت کا ثبوت نہ ملتا ہو واضح، شفاف اور اعلیٰ کلام کے مقابل کیسے ہوسکتا ہے، یا ان کائناتی صداقتوں کا کیسے حامل ہوسکتا ہے جو قرآن حکیم میں مذکور ہے (ہندو مذہب، مطالعہ اور جائزہ ص ۳۵-۳۶ یونیورسل پیس فاؤنڈیشن دہلی)۔

مذاہب عالم اور اسلام از متین طارق باغپتی مطبوعہ مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، مذاہب عالم ایک معاشرتی و سیاسی جائزہ از احمد عبداللہ المسدوسی مکتبہ خدام ملت کراچی پاکستان بھی رشی منی، اوتاروں کے تعلق سے مفید و معلوماتی بحث کرتی ہیں۔

۸-**الف:** متبادل معیاری تعلیم گاہوں کا نظم کرلینا چاہئے، بصورت دیگر دینی تعلیم کے حصول کی بھرپور کوشش کرنی چاہئے، چاہے کسی دینی ادارہ سے وابستہ ہوکر یا گھر پر یا جہاں کہیں ہوں راسخ العقیدہ اور متدین عالم سے دین و ایمان کی بقا کی خاطر تعلیم حاصل کرتے رہیں یعنی صلابت ایمانی اور بقاء روحانی کی جو بھی ممکن صورت ہو اپنا یا جائے۔

ب-حضرت امام شافعیؒ کتاب الام (۵/۲۲ مکتبہ عباس احمد الباز مکہ مکرمہ) پر تحریر فرماتے ہیں: "**وله عليها ماله على المسلمة، إلا أنهما لا يتوارثان باختلاف الدينين،فإن طلقها أو آلى منها أو ظاهرا وقذ فهالزمه فى ذلک كله ما يلزمه فى المسلمه إلا أنه لأحد على من قذف كتابيته ويعذروإذا طلقها فله عليها الرجعة فى العدة وعدتهاعدة المسلمة......وله جبرها على الغسل من الحيضته ولا يكون له إصابتها إذا طهرت من الحيض حتى تغتسل، لأن الله عز و جل يقول: "حتى يطهرن" فقال بعض أهل العلم الفرة الخ**" (شوہر پر عورت کتابیہ کی وہی ذمہ داری ہوگی جو مسلمہ کی ہے مگر یہ کہ اختلاف فی الدین کی وجہ سے وراثت کے دوران مستحق نہ ہوں گے، طلاق دینے، ایلاء کرنے، ظہار کرنے اور تہمت لگانے پر وہی احکامات ہوں گے جو مسلمہ کے ہیں الا یہ کہ جس نے کتابیہ پر تہمت لگائی ہے اس پر حد قذف کا اجراء نہ ہوکر اس کی تعزیر کی جائے گی، کتابیہ جب تک حیض سے فراغت کے بعد غسل نہ کرلے استمتاع نہیں کرے گا اسے غسل پر مجبور کرے گا)۔

ابن قدامہ بھی یہی کہتے ہیں: "**وللزوج إجبار زوجته على الغسل من الحيض والنفاس مسلمة كانت أو ذمية حرة كانت أو مملوكة ؛لأنه يمنع الاستمتاع الذى هى حق له**" (المغنی مع الشرح الکبیر ۸/۱۲۸-۱۳۰ مکتبہ منار مصر)۔

لیکن حنابلہ سے دوسرے قول کے بموجب جبر نہیں کرے گا، یہی مسلک امام مالک اور سفیان ثوری کا بھی ہے، "**فأما الذمية ففيه روايتان إحداهما له إجبارها عليه؛ لأن كمل الاستمتاع تعيف عليه......والثانية ليس له اجبارها عليه، وهو قول مالك والثورى؛ لأن الوطئ لا يقف عليه، فإنه مباح بدونه وللشافعى قولان كالروايتين**"۔

حنابلہ کی طرح شافعیہ کے بھی دو اقوال ہیں، نیز اس بابت حنفیہ کے بھی دو اقوال ہیں: "**وله أن يجبرها على الغسل من الجنابة والحيض والنفاس، إلا أن تكون ذميته**" (البحر الرائق ۳/۲۲۱ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ پاکستان، فتاوی ہندیہ ۱/۳۴۱) لیکن فریدالدین ابن العلاء اندرپتی دہلوی تاتارخانیہ میں یوں نقل کرتے ہیں: "**ولأجل أن يأمر جارية الكتابية بالغسل على الجنابة، ويجبرها على ذلک والمرءة الكتابيته إذا كانت تحت مسلم على هذا القياس**" (مسئلہ ۶۲۶۰، ۴/۳۰۶)۔

باری کے تعلق سے عالمگیری میں اس طرح ہے: "**ومما يجب على الأزواج للنساء العد والتسوية بينهن فيما يملكه**

والبينونة عندها للصحبته والمؤانسة لافيما لا يملك وهو الحب والجماع......فيسوى بين الجديدة والقديمة والبكر والثيب والصحيحه والمريضه والرتقاء والمجنونة التى لا يخاف منها والحائض والنفساء......وكذا بين المسلمه والكتابية، كذا فى السراج الوهاج"(۱/۳۴۰ دارالکتاب دیوبند)۔

"والقسم بين الحرائر على السواء سواء كن مسلمات أو كتابيات، وفى السراجية: وإن كانت إحداهما مسلمه والأخرى كتابيته فكذلك"(الفتاوی التاتارخانیہ لاندریتی دہلوی ۴/۸۶/۴۷، ۳۵۹)۔

"ويقيم لزوجته الأمة ليلة وللحرة ليلتين، وإن كانت كتابية"(مغنی مع الشرح الکبیر ۸/۱۲۸)۔

"الجوہرۃ النیرۃ" میں اس طرح ہے:"وإذا كان لرجل امرء تان حرتان فعليه ان يعدل بينهما فى القسم بكرا كانتا أو ثيبيتين أوإحداهما بكرا والأخرى ثيبا، أو كانت إحداهما حديثة والأخرى قديمة وسواء كن مسلمات أو كتابيات أو احداهما مسلمه والأخرى كتابية، فإنه ينبغى أن يعدل بينهما فى المأكول والمشروب والملبوس"(۲/۹۴ مکتبہ حقانیہ پاکستان)-

ج-حضرت امام مالکؒ کے نزدیک کتابیہ عورت کو شوہر ہر اس چیز پر جو اس کے مذہب میں حلال نہیں اس پر مجبور نہیں کرسکتا،"ونص المالكية على أنه لا يجوز للمسلم إكراه زوجته الكتابية على مالا يحل لها فى دنها" (موسوعہ فقہیہ ۴۵/۳۱۰)۔

شافعیہ کے یہاں کتابیہ کی خنزیر کے گوشت کے نہ کھانے پر مجبور کیا جائے، کیونکہ شوہر کو اس سے تنفر ہوگا جس سے کمال تمتع میں رخنہ پڑسکتا ہے، برخلاف مالکیہ کے شوہر گرجا اور یہودیوں کے معبد خانہ میں جانے سے عورت کو روکے گا، اسی طرح عید نصاری کی طرف جانے سے بھی، شوہر جنیؤ خرید کر کتابیہ کو نہیں دے گا عورت خود جا کر خریدے گی"وأما الخروج إلى الكنيسة والبيعة فله منعها منه نص عليه احمد فى رواية يعقوب بن نجتان فى الرجل تكون له المرء ة النصرانية لا يأ:فإن لها فى الخروج إلى عيد النصارى أو البيعة......وليس ومنعها من صيامها الذى تقتعد وجوبه......ولامن صلاتها فى بيته إلى الشرق، وليس له منعها من قراء ة كتابها إذا لم ترفع صوتهابه"(احکام اہل الذمہ لابن القیم الجوزی ۲/۸۱۹ تا ۸۲۳ نیز دیکھئے: کتاب الام ۵/۱۳)۔

عورت کے مذہب میں جس روزہ کا وجوب ہو اس سے شوہر منع نہیں کرے گا اسی طرح گھر کے اندر مشرق کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کے ساتھ ہی اگر تورات وانجیل بلند آواز سے نہ پڑھے تو اس کی قراءت کی بھی اجازت ہے، حنابلہ کے یہاں اسے سنیچر کے دن کی عظمت سے بھی روکا نہیں جائے گا"نص الحنابلة على أنه لا يكره المسلم امرء ته اليهودية على إفساد يوم السبت مع تاكد حقه"(الموسوعۃ الفقہیہ ۴۵/۳۱۰)۔

واضح ہو کہ یہودیوں کے مقدس دنوں میں اہم دن سبت ہے، یہودیت نے دنیا کو ہفتہ کے چھ دن کام اور ساتواں دن عبادت اور آرام کے لئے مخصوص کردینے کی تعلیم دی، سبت جمعہ کو غروب آفتاب سے شروع ہوتا اور ہفتہ کو غروب آفتاب تک جاری رہتا، جمعہ کی رات کو سبت کا آغاز شراب یا روٹی پر دعا پڑھنے اور گھر کی عورتوں کے ہاتھوں میں سبت مشعلوں کی روشنی اور رحمت سے ہوتا ہے، روایتی اعتبار سے ہفتہ کا بہترین کھانا جمعہ کی شام کو پیش کیا جاتا ہے، رجعت پسند اور راسخ العقیدہ یہودی ہفتہ کی صبح میں کنشت (یہود ونصاری کا معبد) کا اہتمام کرتے اور تورات کا ہفتہ وار حصہ تلاوت کرتے ہیں، سبت کے موقع پر راسخ العقیدہ یہودی آتش بازی، گاڑیوں میں سفر کرنے، تمبا کو نوشی، رقم ساتھ لانے یا کسی بھی قسم کی محنت مزدوری سے منع کرتے ہیں (مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا ۱/۱۰۶-۱۰۷، البلاغ پبلیکیشنز دہلی)۔

مولانا سید جلال الدین عنصر عمری صاحب فرماتے ہیں: نکاح اور ازدواجی تعلق کے معاملہ میں ذمی اسلامی قانون کے پابند نہیں ہوں گے، انہیں اپنے مذہب اور روایات پر عمل کی آزادی ہوگی (تحقیقات اسلامی کے فقہی مباحث ر ۸۳) معلوم ہوا کہ کتابیہ کو اس کے مذہبی مراسم کی ادائیگی سے روکا نہیں جاسکتا۔

د- اگر کسی اور جگہ سے قرض مل سکتا ہو تو وہاں سے لیں بصورت دیگر اس شخص کو اجازت ہونی چاہئے جو اپنے دین میں پختہ اور راسخ العقیدہ ہو یہی حکم ملازمت کا بھی ہوگا، دوسری جگہوں پر تلاش معاش کی کوشش کی جائے، ناکامی کی صورت میں اجازت ہونی چاہئے پھر بھی دیگر جگہوں پر کوشش جاری رکھی جائے کامیابی پر ادارے سے علی الفور مستعفی ہوجائیں۔

☆☆☆

اہل کتاب اور اُن سے متعلق احکام

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی☆

اہل کتاب کی تعریف کیا ہے؟

علامہ ابن نجیم تحریر فرماتے ہیں: "وفی "التبیین: ثم کل من یعتقد دیناًسماویاً، وله کتاب منزل کصحف إبراهیم وشیث وزبور داؤد فهو من أهل الکتاب" (البحر الرائق ۳؍۱۸۲ زکریا دیوبند)۔

("تبیین" میں لکھا ہے کہ جو شخص آسمانی شریعت کا اعتقاد رکھتا ہو اور نازل شدہ کتاب جیسے صحیفۂ ابراہیم وشیث اور زبور داؤد پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اہل کتاب تسلیم کیا جائے گا)۔

"وفی "فتح القدیر" الکتابی من یؤمن بنبي ویقر بکتاب" (البحر الرائق ۳؍۱۸۲)۔

(اور فتح القدیر میں ہے کہ جو شخص کسی نبی پر ایمان رکھتا ہو اور خدائی کتاب کا اقرار کرتا ہو وہ کتابی، یعنی اہل کتاب ہے)۔

صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟

اس سلسلے میں حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کی نہایت محققانہ جامع مانع تحریر کافی ہے۔

"الصابئون"۔ صابی کے لفظی معنی ہیں جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں آجائے یا اس کی طرف مائل ہو جائے۔

"قال أبو اسحٰق الزجاج: الصابئون الخارجون من دین إلی دین (تاج) قیل: لکل خارج من الدین إلٰی دین آخر صابی"

(راغب) خود رسول اللہ ﷺ کو شروع میں صابی اس لئے کہا جانے لگا تھا کہ آپ نے دین قریش کو چھوڑ کر دین اسلام اختیار کیا ہے۔

"وکانت العرب تسمّی بالنبی صلی اللّٰه علیه وسلم الصابی؛ لأنّه خرج من دین قریش إلٰی دین الإسلام"۔

اصطلاح میں صابیٔون (SABIANS) کے نام کا ایک مذہبی فرقہ جو عرب کے شمال ومشرق میں شام وعراق کی سرحد پر آباد تھا، یہ لوگ دین توحید اور عقیدۂ رسالت کے قائل تھے، اس لئے اصلاً اہل کتاب تھے، انھیں کو "نصارائے یحییٰ" بھی کہا جاتا تھا، گویا نسبت ایک پیغمبر حضرت یحییٰ کی جانب رکھتے تھے، حضرت عمرؓ جیسے مبصّر ونکتہ رس خلیفۂ راشد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے محقق صحابی نے صابیؤں کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان کا ذبیحہ بھی حلال مانا ہے۔

"قال عمر بن الخطّاب وابن عباس: هم قوم من أهل الکتاب، وقال عمر تحل ذبائحهم مثل ذبائح أهل الکتاب" (معالم)۔

☆ شیخ الحدیث مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ یوپی۔

اوراہل لغت بھی اسی طرف گئے ہیں، تابعین میں سے متعدد اکابران کے اہل کتاب یا موحد ہونے کے قائل ہیں:

''هم طائفة من أهل الكتاب(ابن جريرعن السدّى)فرقة من أهل الكتاب(ابن كثيرعن ابى العالية والربيع بن انس والضحاك والسدّى والاسحاق بن راهويه''

ابن زیداُن کے موحّد ہونے کے قائل تھے، اورقتادہ اورحسن بصری سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اہل قبلہ تھے اورنماز پانچ وقت کی پڑھتے تھے۔(ابن جریر)اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ جوخود بھی عراقی تھے، اس لئے صابیؤن سے براہ راست واقفیت کا موقع رکھتے تھے، ان کا فتویٰ ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی حلال ہے اوران کے ہاں کی عورتوں سے نکاح بھی جائز۔اوریہی قول بعض اورقدیم فقہاءِ اُمت کا ہے:

''ولهذاقال أبوحنيفة واسحاق: لابأس بذبائحهم ومناكحتهم(ابن كثير)قال أبوحنفية: لابأس بذبائحهم ونكاح نسائهم''(قرطبی)۔

تاریخ ایران پرایک مستند مستشرق کی کتاب کا فرنچ سے اردوترجمہ ابھی حال ہی میں سامنے آیا ہے(انجمن ترقی اردو، دہلی)اس کے صفحہ ۷۴ پرفاضل مترجم شیخ محمد اقبال مرحوم پرنسپل اورینٹل کالج لاہور، لفظ مینڈین(MANDAEAN)پرحاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مینڈین بہ زبان آرامی بمعنی اولوالعلم، اس فرقہ کے لوگ عراق میں اب بھی موجود ہیں اورصابون کہلاتے ہیں، وہ لوگ اگرچہ عیسائی نہیں ہیں، تاہم جان دی بپٹسٹ کو مانتے ہیں۔عراق میں عوام الناس ان کوحضرت یحییٰ کی امت کہتے ہیں''(ایران بعہدرساسانیان)۔

اور یہاں خود قرآن مجیدان کے نام کا عطف دو(۲)اہل کتاب قوموں پرکررہا ہے، یہ خودایک قرینہ ان کے اہل کتاب اوراہل توحید ہونے کا ہے۔''جیوش انسائیکلوپیڈیا''میں ان کے لقب''نصارائے یحییٰ''کواگرچہ ایک غلط تسمیہ ٹھہرایا گیاہے، تاہم یہ تصریحات اس میں درج ہیں:

''مینڈینہ(MANDAEAN)مشرقی مذہبی فرقہ ہےجس کے عقائد واعمال مسیحیوں، یہودیوں اورمشرکوں کے دین کا مخلوطہ ہیں، یہ لوگ جنوبی بابل، یعنی واسط وبصرہ کے علاقہ میں خوزستان کےقریب آباد ہیں اورمقامی زبانیں، یعنی عربی وفارسی بولتے ہیں، ان کے مذہبی نوشتے آرامی زبان میں ہیں جو بابل کے تالمود سے قوی مشابہت رکھتی ہے۔یہ اپنے کو دوسرے فرقوں کے سامنے صابی ہی کہتے ہیں''(تفسیر ماجدی۲۸۸/۸)۔

اسی میں آگے ہے کہ یہ لوگ اگرچہ اورانبیائے برحق حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ وغیرہ کے منکر ہیں، لیکن حضرت یحییٰ کی نبوت کے قائل ہیں۔''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس''میں اس فرقہ کی تاریخ عقائدوغیرہ پرمقالہ بڑی ہی شرح وبسط کے ساتھ ہے(جلد۸/ص۳۸۰/تاص۳۹۲)، ان کا دوسرالقب مغتسلہ بھی لکھاہے کہ یہ غسل اوربپتسمہ اورپانی میں غوطہ دینے کے بہت قائل ہیں۔ان کی تعدادقریب چارہزار کے بیان کی ہے۔نمازان کے ہاں پانچ وقت کی فرض ہے، تین باردن میں اوردوباررات میں اوران کا قبلہ قطب تارہ یاسمت شمال ہے۔''چیمبرسز انسائیکلو پیڈیا''(نیوایڈیشن)میں ان کی آبادی عراق میں چھ ہزار بیان کی گئی ہے(جلد۷/ص۷۰۵)(تفسیر ماجدی ص۱۵۱/۱۵۲/ج۱/مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ)۔

اس تحقیق سے واضح طور پرمعلوم ہوا کہ ہندوستان کے قدیم ہندو کہلانے والے باشندے خواہ وہ آرین نسل سے تعلق رکھتے ہوں''صابی''قرارنہیں دیئے جاسکتے، کیونکہ یہ ایک مستقل علیحدہ نام کی قوم ہیں۔اوربعض عقایدواعمال کی صابی قوم سے مشابہت محض اتفاقی امر ہے جس سے وہ صابئین میں شامل نہیں ہوسکتے اوران پر''اہل کتاب''کا اطلاق بھی نہیں ہوسکتا۔کیونکہ مذکورہ بالاتحقیق کے مطابق صابی قوم کا مقام رہائش، ان کی زبان، ان کا قبلۂ صلوٰۃ، ان کا نبی، ان کی تعداداوران کا''اہل کتاب''ہونا سب کچھ معلوم ہے، جبکہ ہندوقوم کے بارے میں D7

یہ ساری چیزیں غیر متعین نامعلوم اور مجہول ہیں۔

یہاں یہ بھی قابلِ غور ہے کہ صابئین مذکورۂ بالا تحقیق کے مطابق، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ کو نبی نہیں مانتے تھے۔ اس بنا پر انھیں حضرت نوحؑ کی قوم بتانا صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ شمس نوید عثمانی صاحب مرحوم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے (دیکھئے: ''اگر اب بھی نہ جاگے تو'' ص ۱۴۱)، بلکہ اس کے بالمقابل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقامِ پیدائش ''اُر'' کی نسبت سے آریہ اور موہن جوڈارو کے کھنڈرات کی کھدائی سے دونوں تہذیبوں کے قریبی روابط اور ہندو دھرم گرنتھوں میں خانہ کعبہ کے تذکرے کو دیکھتے ہوئے انھیں قومِ ابراہیم علیہ السلام میں شامل کیا جائے تو یہ زیادہ قرینِ قیاس ہوسکتا ہے، تاہم اس کی صحت پر اصرار نہیں کیا جاسکتا۔

رہ گیا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کہ:

''مسیح ضرور ایسے بزرگ تھے جنھوں نے اس تعلیم کو غیر اسرائیلی لوگوں میں بالفاظ دگر صابئین یا آرین قوموں میں بھی پہنچانے کی کوشش کی'' (رسالہ الفرقان بریلی، شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۰۴)۔

اور اس تحریر سے حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا ہندو قوم کو یہ لکھ کر ''صابی'' قرار دینا کہ:

''ایران اس زمانے میں آرین، یعنی صابی قوموں کا مرکز بن چکا تھا۔ اس سے پہلے ہندوستان کو یہ مرکزیت حاصل تھی'' (رسالہ الفرقان، بریلی شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۱۰/ از مضمون مولانا عبیداللہ سندھیؒ)۔

تو یہ ان کی انفرادی رائے قرار دی جاسکتی ہے جس کی پشت پر مضبوط تاریخی شواہد موجود نہیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے اگرچہ یہ خیال تو ظاہر کیا کہ:

مغضوب اور ضال جس طرح اہل کتاب میں ہیں۔ اپنی مزاجی کیفیت کی بناء پر وہی صورتیں متابعۃً ''شبہِ اہل کتاب'' میں بھی ہیں جن کی دو جماعتوں سے ہم کو قرآن نے واقف کرایا ہے اور وہ مجوس اور صابئین ہیں جن میں ایران قدیم اور ہند قدیم کے باشندے بھی داخل ہیں (ماخوذ از خطبۂ صدارت مولانا سید سلیمان ندوی سالانہ اجلاس جمعیۃ علماء بمبئی فروری ۱۹۴۵ء بحوالہ حکومت الٰہیہ اور علماء مفکرین ص ۲۱۲/ مرتبہ ابو محمد امام الدین رام نگری، مطبوعہ مکتبہ نشاۃِ ثانیہ حیدرآباد ۱۹۴۶ء)۔

مگر وہ ہندو قوم کو زیادہ سے زیادہ ''شبہ اہل کتاب'' کے ذیل میں ہی لاسکے اور اپنی دوسری عظیم تصنیف ''سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' میں ''اہل کتاب'' اور ''شبہ اہل کتاب'' میں فرق بیان کرتے ہوئے لکھا:

''شبہ اہل کتاب، یعنی وہ لوگ جو قرآن اور توراۃ و زبور کو نہیں مانتے، مگر وہ خودان کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان لانے کے مدعی ہیں، جیسے ''صابی'' جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کے دعویٰ کے باوجود ستاروں کو پوجتے تھے۔ اور مجوسی، یعنی پارسی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی سورج، آگ اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش کرتے ہیں۔ ترکستان اور سندھ کی فتح کے موقع پر علمائے اسلام نے ان ہی پر قیاس کرکے ہندوؤں اور بودھوں وغیرہ کو بھی اس صنف میں داخل کیا۔ ان دو باتوں کے علاوہ اہل کتاب کے بقیہ تمام حقوق آنحضرت ﷺ نے ان کو عطا کئے ہیں۔ وہ اسلامی حکومتوں میں ادائے جزیہ کے بعد ہر قسم کے ملکی حقوق میں شریک ہیں۔ ان کی جان و مال و آبرو اور ان کے معبدوں کی حفاظت اسلامی حکومتوں کا فرض ہے (سیرۃ النبی ﷺ ص ۱۱۳ / ج ۴/ مکتبہ مدنیہ ۱۷/ اردو بازار لاہور)۔

اس تحریر کو بہت غور سے پڑھئے۔ اس میں سید صاحب نے علماء اسلام کے حوالے سے یہ لکھا ہے کہ انھوں نے صابی اور مجوس پر قیاس کرکے ہندوؤں اور بودھوں کو شبہ اہل کتاب قرار دیا ہے اور یہ قطعی اصولی بات ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں فرق ہوتا ہے، دونوں ایک نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہاں صابی اور مجوس مقیس علیہ ہیں اور ہندو اور بودھ مقیس ہیں۔ لہٰذا دونوں الگ قومیں ہیں۔ اور یہی سید صاحب کی رائے ہے،

جیسا کہ ان کی تحریر سے ظاہر ہے۔اب اس تحریر کی روشنی میں خطبۂ صدارت والی عبارت کو پڑھئے تو صاف ہوجائے گا کہ ان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ مجوس اور صابئین کی جن دو جماعتوں سے قرآن نے واقف کرایا ہے وہ شبہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں اور اسی حکم میں ایران قدیم اور ہند قدیم کے باشندے بھی داخل ہیں۔ یہاں یہ معنی بالکل نہیں ہے کہ ایرانِ قدیم اور ہند قدیم کے باشندے صابی ہیں۔اگر ایسا ہو تو دونوں تحریروں میں تضاد پیدا ہوجائے گا جو سید صاحب جیسے بالغ نظر مؤرخ ومحقق کے شایان نہیں۔

عہد حاضر کے یہود ونصاریٰ کے ساتھ دینی معاملات:

اس سوال کا واضح جواب مفتی محمود حسن صاحبؒ نے دیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

’’آج کل کے عیسائی عامۃً مذہب کے منکر ہیں۔کسی کتاب اور دین کے قائل نہیں، نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے۔لہٰذا اس کا حکم اہل کتاب کا نہیں‘‘ (فتاویٰ محمودیہ ص ۳۱۴ ج ۲ مطبوعہ دیوبند)۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں:

’’آج کل کے اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا۔اگر کسی عیسائی یا یہودی عورت کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ یہ دہریہ نہیں تو اس سے نکاح ہوجائے گا۔مگر دوسرے خطرات کی بناء پر اس سے پرہیز واجب ہے، مثلاً اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے بلکہ خود شوہر کا دین بھی خطرہ سے خالی نہیں۔علاوہ ازیں ایسی عورتیں جاسوسی کا کام کرتی ہیں لہٰذا یہ ملک کی سالمیت کے لئے بہت خطرناک ہیں (احسن الفتاویٰ ص ۹۰ ج ۵ دار الاشاعت دیوبند)۔

علامہ ابن نجیم نے تحریر فرمایا: ’’وفی فتح القدیر، الکتابی من یومن بنبي ویقر بکتاب‘‘ (البحر الرائق ۳/ ۱۸۲)۔

اس سے واضح ہوا کہ جب اہل کتاب وہی ہوسکتا ہے جو کسی نبی کو مانتا ہو اور اللہ کی نازل کردہ کتاب کا اقرار کرتا ہو۔اور موجودہ دور کے یہود ونصاریٰ دونوں عقیدوں سے خالی ہیں تو اصولی طور پر نہ ان سے نکاح درست ہے نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

بابی، بہائی، سکھ اور قادیانی کیا ان کا شمار اہل کتاب میں ہوگا؟

جواب یہ ہے کہ: مذکورۂ بالا سارے فرقے نزول قرآن اور ظہور اسلام کے بعد کی پیداوار ہیں اور اپنے باطل معتقدات کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔یہ لوگ اگر قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہوں اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہوں تب بھی اپنے باطل نظریات اور قرآن اور محمد ﷺ سے متعلق اپنے اضافی افکار وغیر اسلامی کشف والہامات اور ان ہی پر مشتمل کتاب کے دعوے دار ہونے کے سبب قطعی طور پر ’’زندیق‘‘ اور کافر ہیں۔وہ ہرگز اہل کتاب میں شامل نہیں ہیں۔خواہ یہ نسلی طور پر بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی ہوں یا بعد میں ان فرقوں میں شامل ہوئے ہوں۔ان سے رشتۂ نکاح قائم کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانا قطعی حرام ہے۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ کمال ابن الھمامؒ کی ’’فتح القدیر‘‘ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

’’**ویدخل فی عبدۃ الأوثان عبدۃ الشمس والنجوم والصور التی استحسنوھا، والمعطلۃ والزنادقۃ والباطنیۃ والاباحیۃ**‘‘ (البحر الرائق ص ۱۸۱ ج ۳ مطبوعہ زکریا دیوبند)۔

(بت پرستوں میں سورج اور چاند کو پوجنے والے اور اپنی پسندیدہ مورتیوں کو پوجنے والے اور فرقہ معطلہ، زندیق، باطنیہ اور اباحیہ فرقے سب بت پرست مشرکین میں داخل ہیں)۔

مذکورہ بالا باطل فرقوں کے زمرۂ زندیق میں شامل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اصطلاح شریعت میں زندیق کی جو تعریف بیان کی گئی ہے

وہ پورے طور پران فرقوں پرصادق آتی ہے۔یہاں کچھ اہم حوالے ملاحظہ فرمائیں:

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں:

”وإن كان مع اعترافه بنبوة النبى ﷺ وإظهاره شعائرالإسلام ببطن عقائد هى كفربالاتفاق خص باسم الزنديق“(شرح المقاصدص۲۶۹رج۲)۔

(اوراگرمحمدرسول اللہ ﷺ کی نبوت کااعتراف اورشعائر اسلام کے اظہار کے ساتھ ہی ایسے عقیدے چھپائے رکھتاہوجو بالاتفاق کفر ہیں توایسے شخص کوخاص طور پرزندیق کہاجائے گا)۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے تحریرفرمایا:

”وإن اعترف به ظاهراًلكنهٗ يفسربعض ماثبت من الدين ضرورةً بخلاف مافسرهٗ الصحابة والتابعون واجتمعت عليه الأمة فهوالزنديق“(المسویٰ شرح الموطاص۱۳۰رج۲)۔

(اوراگروہ ظاہری طور پردین حق کااعتراف کرتاہو،مگروہ دین کے لئے ثابت شدہ بعض نقصان دہ باتوں کی تفسیر صحابۂ کرام وتابعین کی تفسیرجس پرامت کااجماع ہوچکاہواس کے برخلاف کرتاہوتووہ زندیق ہے)۔

محدثِ کبیرعلامہ انورشاہ صاحب کشمیریؒ نے زندیق کی اوربھی واضح تعریف لکھی ہے:

”قلت: الزنديق من يحرف معانى الألفاظ مع إبقاء الفاظ الإسلام كهذا للعين فى القاديان يدعى أنه يؤمن بختم النبوة، ثم يخترع لهٗ معنى من عنده يصلح لهٗ بعده الختم دليلاعلى فتح باب النبوة، فهذاهوالزندقة حقاً، اى التغييرفى المصاديق وتبديل المعانى على خلاف ماعرفت عند أهل الشرع وصرفها إلى أهوائه مع إبقاء اللفظ على ظاهره العياذبالله“(فیض الباری شرح البخاری ص۷۲رج۴)۔

(میں کہتاہوں کہ زندیق وہ شخص ہے جوالفاظ اسلام کوباقی رکھتے ہوئے اس کے معنی میں تحریف کرتاہو،جیساکہ یہ قادیان میں رہنے والالعین کرتاہے کہ وہ دعویٰ توختم نبوت پرایمان رکھنے کاکرتاہے،مگراپنی جانب سے ایسے معنی گھڑتا(اختراع کرتا)ہے جواس کے لئے لفظ ختم اپنی نبوت کے دروازہ کھولنے کے لائق دلیل بنتی ہے،تو یہی زندیقیت ہے یقیناً۔یعنی لفظ کے صحیح مصداق ومعانی کواس طرح بدل دیناکہ وہ اہل شریعت کے نزدیک متعارف معنی کے خلاف ہو۔اوراس کواپنی خواہشات کے موافق بنالینااگرچہ لفظ اپنے ظاہرمعنی پرباقی نظرآتاہو۔ایسی تحریف سے،ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں)۔

انھیں تعریفات کے خلاصہ کے طورپرحضرت مولانارشیداحمدلدھیانویؒ نے لکھاکہ:”تعریف زندیق۔لغت میں بے دین اور بداعتقادکوکہتے ہیں۔اصطلاح شریعت میں جواسلام ظاہرکرتاہواورغلط تاویلات سے اپنے ان عقائدکفریہ کواسلام قراردیتاہو(احسن الفتاویٰ ص۲۵۰رج۴ردارالاشاعت دیوبند)۔

مولاناخالدسیف اللہ صاحب رحمانی لکھتے ہیں:”اس مسئلہ پرفقہی جزئیات کے مطالعہ اوربعض اہل علم کی رایوں کے مطالعہ سے اب دل جس بات پرمطمئن ہے وہ یہی ہے کہ نسلی قادیانی کوبوجہ ان کی زندیقیت کے عام کفارومشرکین ہی کے حکم میں رکھاجائے گانہ کہ اہل کتاب کے حکم میں۔اورجومسلمان قادیانیت میں گئے ہوں(العیاذباللہ)وہ توسراسرمرتدہی ہیں(حاشیہ”قاموس الفقہ“ص۲۵۷رج۲)۔

براہ راست مرتداورنسلی قادیانی کاحکم:

اس سوال کامکمل مفصل جواب اوپربیان کیاجاچکاہے کہ نسلی قادیانی بھی اہل کتاب میں شمارنہیں ہوسکتے۔

’’وينبغي أن من اعتقد مذهبا يكفربه معتقده إن كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرک، وإن طرأ عليه فهو مرتد كمالايخفى‘‘(البحرالرائق ص۱۴۱/ج۳)۔

(جس شخص کے اعتقاد پر اسکو کافر قرار دیا جائے اگر چہ پہلے صحیح اعتقاد رکھتا تھا تو وہ مشرک ہے اور اگر بعد میں اس پر اعتقاد کفریہ طاری ہوا تو مرتد ہے)۔

اس عبارت سے واضح ہوا کہ نسلی اور بعد کا کفریہ اعتقاد رکھنے والا دونوں ہی اہل کتاب میں نہیں ہیں۔

دارالاسلام اور دارالکفر میں کتابیہ خواتین سے نکاح:

الف-اس سوال کی شق (الف) کا جواب ہے یہ کہ دارالاسلام میں یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح اصلاً حلال ہے۔قرآن وحدیث اور آثارِ صحابہ اور اجماعِ امت سے جواز ثابت ہے۔علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں:

اللہ کی حمد وثنا اور اس کا شکر ہے کہ اہل علم کے درمیان اہل کتاب کی آزاد عورتوں سے نکاح کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔جن اصحاب رسول ﷺ سے اس کا جواز منقول ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت حذیفہؓ، حضرت سلمانؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ امت کے ابتدائی دور کے اصحاب میں سے کسی سے بھی اس کی حرمت منقول نہیں ہے۔خلال کی روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ، حضرت طلحہؓ، جارود ابن المعلیٰؓ اور اذينة العبدی نے بھی اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کیا ہے۔یہی بات تمام اہل علم نے کہی ہے (ابن قدامہ، المغنی ص۵۴۵/ج۹)۔

لیکن موجودہ دور میں دینی وملی مصالح وسیاسی دوراندیشی کا تقاضہ ہے کہ دارالاسلام میں بھی کتابیہ کے نکاح سے پرہیز کو واجب قرار دیا جائے۔چنانچہ اسی مصلحت کے تحت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہؓ پر اپنی سخت برہمی کا اظہار کیا تھا۔

مشہور تابعی حضرت شقیق کی (صحیح سند کے ساتھ) روایت ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودیہ سے شادی کی تو حضرت عمرؓ نے انھیں لکھا کہ اُسے طلاق دے دو۔حضرت حذیفہؓ نے جواب میں دریافت کیا کہ اگر آپ اسے حرام سمجھتے ہیں تو بتائیں، میں اسے چھوڑ دوں۔حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا:

’’لاأزعم أنهاحرام، ولكن أخاف أن تعاطوالمومسات منهن‘‘(طبری جامع البیان ص۳۶۶/۳۶۷/ج۴/قرطبی، الجامع لاحکام القرآن ص۶۸/ج۳)۔

(میں یہ تو نہیں کہتا کہ وہ حرام ہے لیکن مجھے ڈر ہے کہ کہیں ان میں سے بدکار عورتوں سے نکاح نہ کرنے لگو)۔

حضرت عمرؓ کی دوراندیشی یہ تھی کہ صالح عورتوں سے نکاح کی حوصلہ افزائی کے راستہ سے غلط مقاصد کو بروئے کار لانے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشی ذہن رکھنے والی عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں نہ پہنچ جائیں، جیسا کہ آج کے دور میں اس کا بھرپور تجربہ ہو رہا ہے اور مسلم ملکوں میں یہ فتنہ اسلام اور مسلمانوں کے سر چڑھ کر بول رہا ہے۔

اسی طرح کے سوال کے جواب میں مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:

آج کل کے اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا۔اگر کسی عیسائی اور یہودی عورت کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہو جائے کہ وہ دہریہ نہیں ہے تو اس سے نکاح ہو جائے گا۔مگر دوسرے خطرات کی بناء پر اس سے پرہیز واجب

ہے ۔مثلاً اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے۔ بلکہ خود شوہر کا دین بھی خطرہ سے خالی نہیں ۔علاوہ ازیں ایسی عورتیں جاسوسی کا کام کرتی ہیں۔لہٰذا یہ ملک کے لئے بہت خطرناک ہیں (احسن الفتاویٰ ص ۹۰ ؍ج ۵)۔

ب-اس سوال کی دوسری شق (ب) کا جواب یہ ہے کہ غیر مسلم ملکوں میں مزاج کی ہم آہنگی یا ویزا حاصل کرنے کی سہولت کے پیش نظر کتابیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ دارالکفر میں ایسی عورتوں سے پیدا ہونے والی اولاد کو وہاں کی دہریت کے ماحول سے بچانا سخت مشکل کام ہے۔"**وتکره الکتابیة الحربیة إجماعًالافتتاح باب الفتنة**"(فتح القدیر)۔

(فتنہ کا دروازہ کھل جانے کے سبب مکروہ ہے)۔

"**وأصحابنایکرهون مناکحات أهل الحرب من أهل الکتاب**"(جصاص)(ہمارے احناف اہل کتاب کی عورتوں سے دارالحرب میں نکاح کو مکروہ کہتے ہیں)۔

"**ویجوزللمسلم أن یتزوج کتابیةً فی دارالحرب ولکنه یکره**"(مبسوط)(مسلمان کیلئے دارالحرب میں کتابیہ سے نکاح جائز ہے،لیکن مکروہ ہے۔یہی روایت حضرت علیؓ سے منقول ہے اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں)(مبسوط)۔

لیکن علامہ شامی نے دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے اور:"**ومابعده یفیدکراهة التحریم فی الحربیة**" (ردالمحتار)،اس کے بعد دارالحرب میں کتابیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے(تفسیر ماجدی ص ۸۵۷ ؍ج ۱)۔

"البحرالرائق"میں ہے:

"**والأولی أن لایتزوج الکتابیة ولایأکل ذبائحهم إلاللضرورةِ۔وفی "المحیط": یکره تزوج الکتابیة الحربیة؛ لأن الإنسان لایأمن أن یکون بینهماولدٌ فینشأعلی طباع أهل الحرب ویتخلق بأخلاقهم فلایستطیع المسلم قلعه عن قلبهِ العادة۔ والظاهر أنهاکراهته تنزیهیة؛ لأن التحریمیة لابدلهامن نهی أومافی معناه؛ لأنهافی رتبه الواجب**"(علامہ ابن نجیم"البحرالرائق"،ص ۸۳ ؍ج ۳ ؍زکریا دیوبند)۔

(اور بہتر یہی ہے کہ کتابیہ سے نکاح نہ کرے نہ ان کا ذبیحہ کھائے ،مگر کسی خاص ضرورت سے ایسا کرسکتا ہے اور"محیط" میں ہے کہ دارالحرب کی کتابیہ سے نکاح کرنا مکروہ ہے کیونکہ انسان اس بات سے مطمئن نہیں ہوسکتا کہ ان کی اولاد پیدا ہوتو وہ اہل حرب کے مزاج پر پروان چڑھے گی اور انھیں کے عادت واخلاق کے سانچے میں ڈھلے گی۔پس یہ مسلمان اس کی عادت واخلاق اور ان کے حربی مزاج کی بیخ کنی پر قادر نہیں ہوسکے گا)۔

اور ظاہر یہ ہے کہ نکاح کی کراہت تنزیہی ہوگی ،کیونکہ کراہتِ تحریمی کے لئے کوئی نہی یا اس کے ہم معنی کوئی دلیل چاہئے ،کیونکہ حرمت تحریمیہ واجب کے درجہ میں ہوتی ہے۔

البتہ دعوتی نقطۂ نظر سے دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح میں کراہت تنزیہی باقی نہیں رہے گی بشرطیکہ وہ اسلام کے مزاج سے آشنا ہو۔اور حربی عادات واطوار سے اس کو سروکار نہ ہو،ورنہ عام حالات میں دارالاسلام میں بھی کراہتِ تنزیہی باقی رہے گی۔

کیا ہندؤوں کی مذہبی اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

اس سوال کی کئی شقیں جواب طلب ہیں: (۱) ویدکا کتاب آسمانی،الہامی یا کلام انسانی ہونا۔ (۲) ہندو مہا پرشوں، اوتاروں کا اسلامی عقیدۂ رسالت کے مطابق نبی ہونا۔(۳) ویدک تعلیمات میں عقیدۂ توحید، تصورِ آخرت اور بشارات احمدی کا پایا جانا۔ (۴)

ہندو برادرانِ وطن کا اہل کتاب ہونا۔

پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ وید کے خدائی الہام ہونے کے سلسلے میں خود ہندو دھرم کے محققین کی آراء اتنی مختلف فیہ، متضاد و متناقض ہیں کہ کسی صحیح اور یقینی فیصلے تک پہنچنا سخت دشوار ہے۔ سوامی دیانند سرسوتی جی لکھتے ہیں:

''پرتھم سرشٹی کی آدی میں پرماتما نے اگنی، وایو، آدتیہ، تتھا انگرا چار رشیوں کی آتما میں ایک ایک وید کا پرکاش کیا'' (ستیارتھ پرکاش سملاس ۷ ص ۱۲۹)۔

یعنی پہلی خلقت کے آغاز میں پرماتما (ایشور) نے اگنی، وایو، آدیتیہ، اور اِنگرا ان چار رشیوں کی روحوں میں وید کا الہام کیا۔

پھر آگے ہندو قانون کی کتاب ''منواسمرتی'' کے حوالہ سے لکھا:

अग्नि वायु विभ्यस्तु त्रायं ब्रहम सनातनम दुदोह यज्ञ सिद्ध्यर्ई मृग्यजु: सामलक्षणम।

(11 euq09123)

جس پرماتما نے آدی سرشٹی میں منشیوں کو اُتپن کر کے اگنی آدی (وغیرہ) چاروں مہرشیوں کے دوارا وید برہما کو پراپت کرائے اور اس برہما نے اگنی، وایو، آدیتیہ، اور انگرا سے رگ، یجر، سام اور اتھر و وید کا گرہن کیا۔

یہاں ایک عجیب الجھن یہ ہے کہ آغاز تخلیق میں ایشور نے مذکورہ چاروں رشیوں کو وید کا الہام کیا، پھر برہما نے ان چاروں رشیوں سے وید کو حاصل کیا، تو مطلب یہ ہوا کہ برہما پر وید کا الہام نہیں ہوا بلکہ برہما ان چاروں رشیوں کے شاگرد ہوئے۔ جبکہ برہما کو منواسمرتی کے مطابق کائنات کا خالق بتایا گیا ہے، نہ کہ اگنی وغیرہ رشیوں کا شاگرد۔ دیکھئے یہ حوالہ:

مختلف قسم کی مخلوق کو پیدا کرنے کی غرض سے ان پرماتما نے دھیان کر کے سب سے پہلے اپنے جسم سے پانی پیدا کیا اور اس میں شکتی روپ بیج ڈال دیا۔ وہی بیج سورج کی مانند چمکنے والا سونے کا ایک انڈا سا بن گیا۔ اس میں سب جہانوں کے پیدا کرنے والے خود برہما پیدا ہوئے (منواسمرتی، ادھیائے ۱/ اشلوک ۸، ۹)۔

جب برہما جی سب جہانوں کے پیدا کرنے والے ہیں تو اگنی وغیرہ رشی بھی برہما کی مخلوق ہوئے، پھر خالق ہی اپنی مخلوق کا شاگرد کیسے بن گیا۔ اب اور آگے پڑھئے:

''اس انڈے کے اندر وہ برہما ٹھیک ایک برس تک رہا پھر اس نے خود اپنے دھیان سے اس انڈے کے دو ٹکڑے کر دیے اور اس کے بعد برہما نے ان دونوں ٹکڑوں سے ہی آسمان اور زمین کو بنایا'' (منواسمرتی ادھیائے ۱/ اشلوک ۱۲، ۱۳)۔

پھر سوامی دیانند جی نے اپنشد کا قول نقل کر کے خود ایک سوال اٹھایا اور جواب دیا:

यौ वै ब्राहनणा विदाधति पूर्व यो वै।

वेदाश्रं प्रहिणोति तस्मै श्वेताश्र ;अ0 61 म0 18द्ध

سوال: ''یہ اپنشد کا وچن ہے اس وچن سے برہما جی کے ہردیہ میں ویدوں کا اپدیش کیا ہے، پھر اگنی آدی رشیوں کے آتما میں کیوں کیا۔''

یعنی مذکورہ منتر اپنشد کا قول ہے، اس قول کے مطابق ایشور نے برہما کے قلب میں ویدوں کا الہام کیا ہے۔

پھر آپ نے رشیوں کی روحوں میں ویدوں کا الہام کیوں کہا۔

اُتّر۔ (جواب) برہما کے آتما میں اگنی آدی کے دوارا استھاپت کرایا (ستیارتھ پرکاس، سملاس ۷/ ص ۱۲۹)۔

اب یہاں سے کچھ آگے بڑھئے اور پڑھئے کہ برہما کسی شخصی وجود کا نام ہی نہیں، خواہ انسان ہو یا خالقِ کائنات جس پر وید کا الہام ہوا ہو۔

پنڈت مدن موہن مالوی جی ''شیوپُران'' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

وہ ایک جنار دھن بھگوان، سرشٹی، پالن، اور سنہار (تخلیق، پرورش اور موت) کرنے والی برھما، وشنو، شیو نام کی تین سنگیا پراپت کرتے ہیں۔یعنی وہ ایک ہی بھگوان پیدا کرنے والے، پالنے والے اور مارنے والے برہما وشنو اور شیو تین ناموں سے موسوم ہوتے ہیں (ایشور کی ستّا اور مہتّا ص ۳۹ ر بحوالہ عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۲۶ ر مصنفہ مولانا امام الدین رام نگری مکتبہ تحفظ ملت رام نگر، بنارس)۔

یہاں آکر برمہا تین خانوں میں بٹ گئے۔کبھی تو وہ دیوتا یا انسان دکھائی دیتے ہیں جس پر وید کا الہام ہوا۔کبھی وہ خالق کائنات نظر آتے ہیں جنھیں وید کا الہام کرنا چاہئے، مگر وہ خود اپنی مخلوق اگنی وغیرہ رشیوں کے شاگرد بن کر انھیں سے وید حاصل کرتے ہیں۔اور کبھی ان کا اپنا شخصی وجود ہی ختم ہو جاتا ہے اور وہ ایک ایشور کی صفت بن کر رہ جاتے ہیں۔اب اس مشکل کا حل کیا ہے؟ کچھ پتہ نہیں۔

ابھی وید کے سلسلے میں کچھ اور باتیں بھی قابل ملاحظہ ہیں۔جناب سید حامد علی اپنے مقالہ ''وید کیسے وجود میں آئے'' میں جو انھوں نے کتاب ''ویدوں کے ظاہر کنندہ'' مصنفہ پنڈت ستیہ دیو جی کے تعاون سے تحریر کیا ہے۔لکھتے ہیں:

(الف) برہما جی نے ویدوں کو گائتری منتر سے پیدا کیا۔

(ب) وید برہما سے نہیں اندر سے پیدا ہوئے۔

(ج) وید بجّیہ نامی دیوتا سے پیدا ہوئے۔

(د) وید کال نامی دیوتا سے پیدا ہوئے۔

(س) وید مہادیو کی سانس سے پیدا ہوئے۔

(ص) وید کو بہت سے دیوتاؤں نے دل کے سمندر سے کھود کر نکالا ہے۔

(ط) جناب ڈبلیو ہنٹر نے اپنی کتاب ''تاریخ ہند'' میں لکھا ہے کہ تین یا چار ہزار سال کا عرصہ ہوا کہ آریہ شاعروں نے وید تصنیف کئے (ہندومت ایک مطالعہ ص ۳۶ ر مصنفہ وصی اقبال جیلانی پبلیکیشنز نئی دہلی)۔

سنسکرت کے کثیر المطالعہ عالم جناب فاروق خاں صاحب لکھتے ہیں:

وید ویاس (osnO;kl) نے چہار کتب میں وید کے منتروں کو جمع کیا، یہ وید مختلف رشیوں کی تخلیق ہیں۔اور ان کی تخلیق کا زمانہ تین ہزار سالوں تک وسیع ہے (اسلام کی اہمیت ہندو دھرم کے پس منظر میں ص ۷ ر مکتبہ اسلامی، دہلی)

اور بہت سے ہندو دھرم کے محققین نے بھی وید کو غیر الہامی قرار دیا ہے۔چنانچہ پنڈت نردیو شاستری، پنڈت ستیہ دیو جی سوامی وویکانند، عبدالرحمٰن سابق سوریا نائیڈو وغیرہ اسی خیال کے حامی ہیں۔

سابق صدرِ جمہوریہ ہند اور ہندو دھرم کے بڑے فلسفی و محقق جناب رادھا کرشنن اپنی کتاب ''مذہب اور سماج'' میں لکھتے ہیں:

''وید کے منتر بہر حال اس وقت مرتب کئے گئے تھے جب ہندوستانی، ایرانیوں سے جدا ہو چکے تھے اور ان منتروں کی تخلیق کے وقت ان کا وطن سندھ کا علاقہ تھا'' (ہندومت ایک مطالعہ ص ۳۵ ر جیلانی پبلیکیشنز نئی دہلی)۔

سناتن دھرمی ہونے کے مدعی جناب مہاتما گاندھی اپنی کتاب ''ہندو دھرم'' میں لکھتے ہیں:

وید، اُپنشد، اسمرتی، پُران اور اتہاس ایک ہی وقت میں سامنے نہیں آئے۔ان میں سے ہر ایک کا ارتقا مخصوص ادوار کی ضرورتوں کی بناء پر ہوا۔اور اسی لئے ان میں ٹکراؤ محسوس ہوتا ہے (ہندومت ایک مطالعہ ص ۳۵)۔

یہاں تک ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سناتن دھرمی اور آریہ سماجی پنڈتوں کے اس دعویٰ کے باوجود کہ وید الہامی آسمانی کتاب ہے۔اس کے برخلاف وید کے غیر الہامی انسانی کلام ہونے کی شہادتیں آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ان کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وید اگر الہامی کلام رہے ہوں تب بھی موجودہ دستیاب شکل میں اس کو الہامی کلام الٰہی قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ہندو مہاپرشوں،اوتاروں کا اسلامی عقیدۂ رسالت کے مطابق نبی ہونا:

اسلامی عقیدہ کے مطابق رسول اور نبی کسے کہتے ہیں؟ علامہ نسفی فرماتے ہیں:

''والرسول انسان بعثهٗ اللّٰه تعالیٰ إلی الخلق لتبلیغ الأحکام وقدیشترط فیه الکتاب بخلاف النبی فإنه أعم'' (شرح عقائد نسفیہ ص۱۶/مکتبہ بلال دیوبند)۔

رسول ایک انسان ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے بھیجا ہو۔اور رسول کے لئے کتاب الٰہی کی شرط بھی ہوتی ہے جبکہ نبی عام ہوتا ہے،اس پر منجانب اللہ نزول کتاب کی شرط نہیں ہوتی۔

قاضی عبدالرسول احمد نگری نبی کے معنی شریعت کی اصطلاح میں بیان کرتے ہیں:

''وفی الشرع إنسان بعثهٗ اللّٰه تعالیٰ إلی الخلق لتبلیغ الأحکام''(دستور العلماء ص ۳۹۴/ج ۳)۔

اس تعریف کی روشنی میں ہندو عقیدۂ اوتار کو دیکھنا ضروری ہے۔

آچاریہ پرشوتم چترویدی راج پنڈت کاشی نریش (رام نگر) بنارس،سابق صدر شعبۂ سنسکرت میو کالج اجمیر نے اپنی کتاب ''بھارتیہ ورت اتسو'' میں اوتار واد کے سلسلہ میں لکھا ہے:

''سنسکرت میں اوپر سے نیچے اترنے (نازل ہونے) کو اوتار کہتے ہیں،لیکن یہاں اوتار کے معنی ایشور کا اترنا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ دیا پک روپ (حاضر وناظر) میں موجود پرمیشور جب ظاہری صورت میں ہماری آنکھوں کے سامنے اترتا ہے تو ہم اسے ایشور کا اوتار کہتے ہیں۔'' (بھارتیہ ورت اتسو،بحوالہ عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۶۰/مطبوعہ بنارس)

اوتار کے یہی معنی شری جے دیال گو بند کا جی نے ''اوتار سدھانت'' میں بیان کئے ہیں:

اوتار کے معنی ہیں غیر ظاہر صورت سے ظاہر صورت میں ظہور پذیر ہونا (عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۸۸)۔

اسی معنی کو لے کر ''بھگوت گیتا'' میں شری کرشن جی نے ایشور کے اوتار لینے کا مقصد بھی بیان کیا ہے:

''यदा यदा हि र्धमस्य ग्लानिर्भवति भारत।

अभ्युत्थानमर्धमस्य तदात्मान सृजाम्यहम्।।

परित्राणाय साधूनाम् विनाशाय च दुष्वृफताम।

र्धमसंस्थापनार्थाय संभवामि युगे युगे।।''

:श्रीमद्भगवद्गीता,अध्याय–4,श्लोक7–8द्ध

ترجمہ:''اے بھارت (ارجن) جب جب دھرم میں بگاڑ اور ادھرم (ظلم) کی زیادتی ہوتی ہے تب تب میں ہی اپنے وجود کو ظاہر کرتا ہوں (یعنی جسم اختیار کر کے ظاہر ہوتا ہوں) نیک لوگوں کو بامراد کرنے کے لئے،برے لوگوں کو تباہ کرنے کے لئے اور دھرم کو اچھی طرح قائم کرنے کے لئے میں ہر زمانے میں آتا ہوں۔'' (بھگوت گیتا،باب ۴/شلوک ۷،۸)۔

“यदा यदेह ध्र्मस्य क्षयो वृ(ियव नरन्मलः।

तदा तु भगवानीश आत्मान सृजते हरि।।”

;श्रीमद्भागवत1 / 24 / 56द्ध

ترجمہ: ”جب جب دنیا میں دھرم کا زوال ہوتا ہے اور پاپ (برائی) بڑھ جاتا ہے تب تب قادر مطلق بھگوان شری ہری اوتار لیتے ہیں“ (بھاگوت مہاپران ۹، ۲۴، ۵۶)

انھیں تصورات کو دورِ جدید میں تلسی داس نے اس طرح بیان کیا ہے:

“जब जब होई ध्रम के हानी।

बाढ़हि असुर अध्म अभिमानी।।

करहिं अनीति जाई नहिं बरनी।

सीदहिं बिप्र ध्ेनु सुर ध्रनी।।

तब तब प्रभू धरि बिबिध् सरीरा।

हरहिं वृफपानिध् सज्जन पीरा।।

असुर मारि थापहिं सुरन्ह राखहि निज श्रृति सेतु।

जग बिस्तााररहिं बिसद जस राम जन्म कर हेतु।।

;रामचरित मानस, बालकाण्ड—121द्ध

ترجمہ: جب جب دھرم کو نقصان پہنچتا ہے کمینے، برے اور مغرور لوگوں کا غلبہ ہو جاتا ہے تو وہ ایسے مظالم ڈھاتے ہیں کہ جو بیان میں نہیں آسکتا۔ اس سے براہمن، گائے، دیوتا اور دھرتی کو بڑی تکلیف پہنچتی ہے۔ تب تب وہ مہربان خدا طرح طرح کے جسم اختیار کر کے نیک لوگوں کی مصیبتوں کو دور کرتے ہیں۔ وہ ظالموں کو مار کر دیوتاؤں (نیک لوگوں) کو قائم کرتے ہیں، اپنے ویدوں کی عظمت کی حفاظت کرتے ہیں اور دنیا میں اپنے جس (نیک نامی) پھیلاتے ہیں۔ رام کا جنم بھی اسی سبب سے ہوا ہے۔“ (رام چرت مانس، بال کانڈ، ۱۲۱)

غور کیا جائے کہ اوتار کے اس معنی میں کتنی بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ غیر مجسم غیر مرئی اور لامحدود خدا (ایشور) مجسم، مرئی (دکھائی دینے والا) اور محدود ہو جاتا ہے۔ دوسری خرابی یہ کہ خدا جس اوتار کے جسم میں کامل یا جزوی طور پر حلول کرتا ہے وہ خود خدا بن جاتا ہے اسی واسطے ہندو دھرم میں اس کی پوجا کی جاتی ہے۔ ذرا سوچیے کہ اس تصورِ پیغمبری کا اسلامی تصور نبوت سے کیا جوڑ ہو سکتا ہے؟؟

پھر اوتار کی متعدد مختلف شکلیں سامنے آئیں۔ مختلف کتابوں میں اوتار کی تعداد مختلف بیان کی گئی ہے کہیں آٹھ، کہیں دس، کہیں سولہ، کہیں چوبیس اوتار بتائے گئے ہیں، لیکن دس اوتار کو قبولیت عام حاصل ہے۔ کلکی اوتار جسے دسواں مقام حاصل ہے وہ مستقبل میں ہونے والا ہے مشہور دس یہ ہیں:

۱- متسیہ (مچھلی)	मत्स्य	۲- کورم (کچھوا)	वूफर्म
۳- وراہ (سور)	वराह	۴- نرسنگھ (نصف انسان نصف شیر)	नृसिंह
۵- وامن (بونا)	वामन	۶- پرشورام	परशुराम

۷- رام	राम	۸- کرشن	वृफष्णा
۹- بدھ	बु(	۱۰- کلکی	कल्कि

پرانوں میں جن چوبیس اوتاروں کا ذکر ہے اس کی فہرست اس طرح ہے:

۱-نارائن (عظیم شخصیت)	۲-برہما	۳-سنک سنندن
۴-نرنارائن	۵-کپل	۶-دتاتریہ
۷-سویش	۸-ہے گریو	۹-رشبھ
۱۰-پرتھو	۱۱-متسیہ	۱۲-کورم
۱۳-ہنس	۱۴-دھنونتری	۱۵-وامن
۱۶-پرشورام	۱۷-موہنی	۱۸-نرسنگھ
۱۹-ویدویاس	۲۰-رام	۲۱-بلرام
۲۲-کرشن	۲۳-بدھ	۲۴-کلکی

دس مشہور اوتاروں کے اوتار لینے یا پیدا ہونے کی تاریخ کو تیوہاروں کی شکل میں منایا جاتا ہے، اس کے لئے ہر اوتار کی یوم پیدائش کا ذکر ملتا ہے، الگ الگ گرنتھوں میں اوتاروں کی تاریخ پیدائش میں بڑا فرق بھی پایا جاتا ہے۔ ذیل میں ان دس اوتاروں کی یوم پیدائش درج کی جاتی ہے۔ یہ تاریخیں کرت سار سموچے (वृफतसार समुच्चय) کتاب سے لی گئی ہے۔

۱-متسیہ اوتار چیت ماہ شکل ۳	۲-کورم اوتار، ویشاکھ پورنیا (یعنی شکل ۱۵)
۳-وراہ اوتار، بھادو شکل ۳	۴-نرسنگھ اوتار، ویشاکھ ۱۴
۵-وامن اوتار، بھادو شکل ۱۲	۶-پرشورام اوتار، ویشاکھ شکل ۳
۷-رام اوتار، چیت شکل ۹	۸-کرشن اوتار، بھادو کرشن ۸
۹-بدھ اوتار، جیٹھ شکل ۲ ویشاکھ پورنیا	۱۰-کلکی اوتار، ساون شکل ۶

کچھ گرنتھوں میں کلکی اوتار کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ وہ مستقبل میں آئیں گے، جبکہ بعض دوسرے گرنتھوں میں ان کا اوتار ہو جانا ظاہر کیا گیا ہے۔

اوتاروں کے اقسام:

ان اوتاروں کی پانچ قسمیں ہیں: (۱) پورن (۲) انش (۳) کلا (۴) آدیش (۵) ادھیکاری۔ اور فاروق صاحب نے سات قسمیں بتائی ہیں۔ انھیں میں ایک ارچا اوتار بھی ہے۔

پورن اوتار: اسے کہتے ہیں جس کی قوت پرماتما ہی کی قوت کی طرح لاانتہا اور لامحدود ہو۔ جیسے شری رام وشری کرشن۔

انش اوتار: اسے کہتے ہیں جس میں صرف کسی خاص کام کے لئے کسی خاص طرح کی قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسے نرسنگھ اوتار (آدھا شیر، آدھا انسان)۔

کلا اوتار: اسے کہتے ہیں جس میں انش اوتار سے بھی کم قوت کا ظہور ہوتا ہے۔ جیسے سنگ ومنوکشیپ وغیرہ۔

ادھیکاری اوتار: انھیں کہتے ہیں جو اپنے مقررہ کام کے لئے ایشورتو (خدائی طاقت) کا استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ویدویاس۔

آدیش اوتار: سے مراد ایک خاص کیفیت ہے جو انسان پر طاری ہوتی ہے (عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۶۵ تا ۶۹ ر نیز حاشیہ ص ۲۱۷ ر از ابو محمد امام الدین رام نگری)۔

اوتاروں کے مختلف اقسام و درجات کے تعین کا فلسفیانہ پہلو:

شاستروں میں سولہ کلاؤں کا ذکر ملتا ہے۔ یہ کلائیں خاص خوبیاں یا صفات ہیں۔ ویدانت کے فلسفے کے مطابق پوری کائنات میں صرف خدا کا وجود ہے۔ اس کے ماسوا کوئی چیز موجود ہی نہیں۔ اس لئے ہر مخلوق میں خدا کا جز شامل ہے۔ اس لئے خدا کے اوتار کو بھی مختلف قسموں میں تقسیم کر کے جزوی اور کامل اوتار مانا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ کچھ فوق البشری مخلوقات کو اوتار مانا گیا ہے۔ اس کی تفصیلات مندرجہ ذیل ہیں:

ذوی الارواح مخلوق میں نباتات کی دنیا خدا کی ابتدائی مخلوق ہے۔ اس لئے غذائی اجناس والے نباتاتی نوع میں خدا کی سولہ کلاؤں میں سے صرف ایک کلا کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح آگے کی مخلوق مثلاً جوں، کیڑے مکوڑے وغیرہ میں خدا کی دو کلا ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کے بعد انڈے سے پیدا ہونے والے جاندار (پرندے) میں تین کلاؤں کا اور جانوروں میں چار کلاؤں کا ظہور ہوتا ہے۔ انسان میں پانچ کلائیں ظاہر ہوتی ہیں لیکن یہ عام انسانوں تک ہی محدود ہے۔ جن انسانوں میں پانچ سے زیادہ آٹھ کلا تک کا ظہور ہوتا ہے وہ عام انسان سے بلند ''وبھوتی'' کے زمرے میں شمار کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ پانچ کلاؤں سے انسان کی معمولی قوت وصلاحیت کا ہی اظہار ہوتا ہے اور اس سے زیادہ چھ سے آٹھ کلاؤں کے اظہار سے خاص قوت وصلاحیت کا ارتقاء مانا جاتا ہے جسے وبھوتی کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔

اس طرح ایک کلا سے لے کر آٹھ کلا تک قوت وصلاحیت کا ارتقاء دنیاوی یا فطری سطح پر Natural ہوتا ہے۔ نویں کلا سے لے کر سولہویں کلا تک کا ارتقاء مافوق الفطری (Super Natural) جسے جانداروں (دنیاوی مخلوق) کی سطح سے بالا اوتار کی سطح پر رکھا جاتا ہے۔ اس لئے جن مراکز کے ذریعہ خدا کی قدرت نویں کلا سے لے کر سولہویں کلا تک ارتقاء پذیر ہوتی ہے وہ سبھی مراکز جیو (مخلوق) نہ کہلا کر اوتار کہے جاتے ہیں۔ ان میں نویں کلا سے پندرہویں کلا تک کا ارتقاء جزوی اوتار (अंशावतार) کہلاتا ہے اور سولہویں کلا سے بھرپور کلا کا مرکز کامل اوتار (पूर्ण अवतार) کا مرکز ہے۔

عقیدۂ اوتار کا معروضی مطالعہ:

اوپر کی پوری گہری تحقیق اور زبردست عالمانہ بحث کے بعد جناب ابوعبداللہ ثناء اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ:

''اس عقیدہ اوتار پر جب ہم معروضی نظر ڈالتے ہیں تو عجیب بے ترتیبی نظر آتی ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مختلف ادوار میں اس نظریہ کو ترتیب دیا گیا اور اسی وجہ سے ان میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش نہ کی جاسکی۔ اس لئے تعداد میں فرق، ناموں میں فرق ان کی تاریخ پیدائش میں فرق نمایاں ہے۔ اس کے ساتھ ہی کلاؤں پر مبنی جو فلسفہ پیش کیا جاتا ہے اس کی رو سے تو دس مشہور اوتاروں میں ابتدائی پانچ اوتار کا وجود ہی خطرے میں پڑ جاتا ہے، کیونکہ ان میں تین جانور ہیں جن میں اصولاً ایشور کی صرف چار کلاؤں کا ارتقاء ہونا چاہئے، جبکہ اوتار کے لئے کم از کم نو کلاؤں کا ہونا ضروری ہے۔ باقی دو بھی جانور سے تھوڑا آگے، یعنی معمولی انسان ہی ہوسکتے ہیں۔

آگے اس فہرست میں ایسی شخصیات ہیں جن میں سے کئی باہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں، مثلاً پرشورام اور رام۔ یہ دونوں ہم عصر رہے ہیں، جبکہ دو اوتار بیک وقت نہیں ہوسکتے۔ پرشورام شیو کا بھگت برہمن تھا، وہ چھتریوں کا بھاری دشمن تھا۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ اٹھارہ بار مارکاٹ کر کے اس نے زمین کو چھتریوں سے پاک کیا۔ رام چھتری خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، اسی لئے دشمنی لازمی تھی۔ تلسی

داس نے بھی ''رام چرت مانس'' میں پرشورام کے جھگڑے کا نقشہ کھینچا ہے اور پرشورام کا قول نقل کیا ہے کہ '' میں دنیا بھر میں چھتری کل کا دشمن مشہور ہوں۔''

बिस्व विदित छत्रियकु द्रोही।

;बालकाण्ड 272 / 3द्ध

اسی طرح کرشن کو بھی برہمن مخالف بتایا جاتا ہے۔ بدھ کے بارے میں تو تاریخی طور پر ثابت ہے کہ وہ برہمنی عقائد اور نظام کے مخالف تھے (سہ ماہی ''السلام'' نئی دلی ص ۴۴ تا ۵۰ مطبوعہ یونیورسل پیلیس فاؤنڈیشن نئی دہلی جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء جلد ۲ رشمارہ ۱)۔

ہندو دھرم کے اوتار اور اسلام کے نبی و رسول میں فرق:

اوپر کی نقل کردہ تفصیلات کی روشنی میں اوتار اور نبی و رسول کا فرق ملاحظہ کریں:

(۱) کلا کی کمی کے سبب اوتار جانور بھی ہوتا ہے جیسے متسیہ मत्सय (مچھلی اوتار) وراہ वराह (سور اوتار) کورم कुर्म (کچھوا اوتار) نرسنگھ नृसिंह (نصف انسان نصف شیر اوتار) ہنس हन्स (بطخ اوتار)

جبکہ اسلام میں نبی اور رسول صرف انسان ہی ہوسکتا ہے جانور نہیں۔

قرآن پاک میں ارشادِ ربانی ہے:

''وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ فَسۡئَلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ'' (سورۃ النحل آیت ۴۳)۔

(اور ہم نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے بھی یہی مرد (انسان رسول) بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی (احکام) بھیجتے تھے۔ پس اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)۔

دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے: ''قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُکُمۡ یُوۡحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ'' (سورۃ الکہف آیت ۱۱۰)۔

(آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں تمہاری ہی طرح ایک آدمی (انسان) ہوں صرف فرق یہ ہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود (اللہ) ایک ہی معبود ہے)۔

قرآن پاک میں ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَقَالُوۡا مَالِ ہٰذَا الرَّسُوۡلِ یَاۡکُلُ الطَّعَامَ وَیَمۡشِیۡ فِی الۡاَسۡوَاقِ لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مَلَکٌ فَیَکُوۡنَ مَعَہٗ نَذِیۡرًا'' (سورۃ الفرقان آیت ۷)۔

(اور یہ کافر لوگ (رسول اللہ ﷺ کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ بھی (ہماری طرح) کھانا (بھی) کھاتا ہے اور (انتظام معاش کے لئے ہماری ہی طرح) بازاروں میں چلتا پھرتا ہے (مطلب یہ ہے کہ رسول و پیغمبر انسان کے بجائے فرشتہ ہونا چاہئے جو کھانے پینے وغیرہ کی ضروریات سے مستغنی ہوتا اور کم از کم اتنا تو ضرور ہی ہونا چاہئے کہ رسول اگر خود فرشتہ نہیں ہے تو اس کا مصاحب و مشیر کوئی فرشتہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ) اس (رسول) کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر (لوگوں کو عذاب الٰہی سے) ڈراتا) (معارف القرآن ۱۷۱، ۱۷۲)۔

بشریتِ انبیاء کے سلسلہ میں قرآن پاک کی آیات اور احادیث و آثار اتنے زیادہ ہیں کہ حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے ''بشریتِ انبیاء'' کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔

(۲) ہندو دھرم میں فوق الفطرۃ ہستی دیوتا کو اوتار بتایا گیا ہے۔ ان لازوال ازلی دیوتا کو کوئی شیو کوئی سدا ستیہ سوروپ وشنو اور کوئی برہما کہتا ہے۔ (ایشور کی ستّا اور مہتا ص ۳۹ راز پنڈت مدن موہن مالوی) جبکہ اسلام میں انسانوں کی ہدایت کے لئے کوئی نبی انسان کے علاوہ

فرشتہ اور دیوتا نہیں ہوسکتا۔قرآن پاک میں ہے:

''وَمَامَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوۡااِذْجَاءَ ھُمُ الْھُدٰی اِلَّااَنْ قَالُوۡااَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًارَّسُوۡلًا۔قُلۡ لَّوۡکَانَ فِی الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّیۡنَ لَنَزَّلۡنَاعَلَیۡھِمۡ مِنَ السَّمَاءِ مَلَکًارَّسُوۡلًا''(بنی اسرائیل آیت ۹۴،۹۵)۔

(اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت (یعنی رسالت کی صحیح دلیل مثل اعجازِ قرآن کے) پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے اس کے سوا اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انھوں نے بشریت کو رسالت کے منافی سمجھا اس لئے کہا) فرمادیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے (رہتے) ہوتے کہ اس پر چلتے بستے تو ہم البتہ ان پر آسمان سے فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے۔(لیکن چونکہ فرشتے زمین پر بودوباش اور رہائش نہیں رکھتے اور وہ انسان کی جنس نہیں ہیں اس واسطے وہ ہدایتِ انسان کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے)۔

(۳) اوپر کی ذکر کردہ اوتار کی تفصیلات کے مطابق ایشور اوتار کے جسم میں کامل طور پر یا جزوی طور پر حلول کرتا ہے اور اس میں سما جاتا ہے۔اس طرح اوتار خود ایشور بن جاتا ہے جبکہ اسلام میں یہ کفر قرار دیا گیا ہے۔یہی معنی ہیں وحدۃ الوجود کے جسکی اسلام میں قطعی گنجائش نہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے:''لَقَدْکَفَرَالَّذِیْنَ قَالُوۡااِنَّ اللّٰہَ ھُوَالۡمَسِیۡحُ ابۡنُ مَرۡیَمَ''(سورۃ المائدہ آیت ۷۲)(یقیناًوہ کافر ہو گئے جنھوں نے کہا کہ خدا ہی تو مسیح ابن مریم ہے)۔

مولانا عبدالماجد دریابادی اسی آیت کے تفسیری حاشیہ میں نقل کرتے ہیں:

مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے فرمایا کہ آیت میں صاف رد ہے حلول واتحاد کا جس کے قائل جاہل صوفیاء ہوئے ہیں (تفسیر ماجدی ص ۹۴۸ ج ا نشریات اسلام لکھنؤ)۔

اسی بدعقیدگی کی بیخ کنی کیلئے جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے خبردار فرمایا:

''لا تطرونی کمااطرت النصارٰی عیسی ابن مریم فإنمااناعبدہٗ فقولواعبداللّٰہ ورسولہ''(جمع الفوائد ص ۱۵/ج ۲/کتاب الآداب والثناء والشکر)۔

(مجھے بندہ ہونے کی حد سے اوپر نہ اٹھاؤ (کہ خدا ہی بنادو) جیسے عیسائیوں نے عیسی ابن مریم کو بڑھا چڑھا کر خدا بنادیا تھا۔اور میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں۔پس مجھے خدا کا بندہ اور اس کا رسول کہا کرو)۔

(۴) نظریۂ اوتار کے مطابق خدا انتہائی پست سطح پر اتر جاتا ہے جو اسکی بلند وبالا ارفع واعلیٰ شان کے بالکل منافی ہے۔رگوید میں ہے:

اندر یعنی پرماتما پنی مایا (کرشمہ سازی) کے ذریعہ مختلف صورت اختیار کرکے وِچرتا (گھومتا پھرتا) ہے (رگوید ۶-۴۷-۱۸)۔

پرماتما بار بار مچھلی، کچھوا وغیرہ (جیسے سور) مختلف صورتیں اختیار کرتا ہے (رگ وید ۳-۲۷-۳)۔

مخلوق کی پرورش کرنے والا بھگوان حمل کے درمیان وِچرتا (گھومتا پھرتا) ہے اگرچہ وہ اَجنما (پیدا شدہ نہیں) ہے پھر بھی مختلف طریقوں سے پیدا ہوتا ہے۔

اسلام اس اوتارواد کے گھٹیا رجحان وفکر کا قطعی منکر ہے۔

''تَعَالَی اللّٰہُ عَنۡ ذٰالِکَ عُلُوًّا کَبِیۡرًا''(اللہ تعالی اس جاہلانہ وکافرانہ ذہنیت سے بہت بلند ہے)۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:"لِلَّذِیۡنَ لَایُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ مَثَلُ السَّوۡءِ وَلِلّٰہِ الۡمَثَلُ الۡاَعۡلٰی وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ"(سورۃ النحل آیت ۶۰)۔

(بری حالت ہے ان لوگوں کے لئے جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اللہ کے لئے اعلیٰ صفات ثابت ہیں اور وہ بڑا زبردست ہے بڑا حکمت والا ہے)۔

(۵) اسلام کے تصور رسالت کے مطابق نبی و رسول کی بعثت انسانوں کی دنیا و آخرت سنوارنے اور امن و امان قائم کرنے کیلئے ہوتی ہے، لیکن اوتاروں کی مذکورہ بالا فہرست میں پرشورام شری رام کی قوم چھتری کو نیست و نابود کرنے کیلئے اوتار لیتے ہیں۔ ہندو روایت کے مطابق پرشورام کا نام صرف رام تھا۔لیکن گندھ مادن پہاڑ پر تپسیا کرکے انھون نے مہادیو کو خوش کیا جس کے صلہ میں انھوں نے اپنے بھگت کو ایک جلالی پرشو، یعنی کلہاڑا دیا اس وقت سے ان کا نام پرشورام پڑ گیا۔انھوں نے اپنی ماں کا سر کاٹ ڈالا اور چھتریوں کا استیصال کرنے کے لئے ان پر اکیس ۲۱ بار حملہ کیا (بڑا ہندی شبدکوش۔ بحوالہ عقیدہ رسالت اور اوتار ص ۸۲)۔

(۶) اوپر ذکر آچکا ہے کہ ۲۴، اوتاروں کی لسٹ میں گوتم بدھ جی کا نام بھی شامل ہے۔ ہندو علماء کے بقول جو ویدوں کو ایشور یہ گرنتھ (خدا کی کتاب) نہ مانے وہ ناستک (کافر و بد مذہب) ہوتا ہے اور بدھ مذہب کی صحیح تحقیق کے مطابق بدھ جی نہ ایشور کے قائل تھے اور نہ وید و شاشتر کے اور نہ اوتار کے۔اسی وجہ سے ہندو دھرم بدھ جی کی تعلیمات کو نہیں مانتا، کیونکہ وہ وید کے خلاف ہیں۔

آریہ سماج دھرم کے بانی سوامی دیانند سرسوتی جی شری رام چندر اور کرشن جی کو اوتار نہیں مانتے لیکن ان کو بزرگ اور قابلِ احترام مانتے ہیں، لیکن مہاتما بدھ جی کو انھوں نے کھلے لفظوں میں ناستک قرار دیا ہے۔اس اعتبار سے ظاہر ہے کہ بدھ جی سناتن دھرم اور آریہ سماج دونوں کی رو سے نہ عوام کیلئے نمونہ ہو سکتے ہیں نہ سادھو سنتوں کیلئے اور نہ ان کا درشن بھگتوں کے لئے ایشور درشن ہو سکتا ہے، نہ ان کی اپاسنا ایشور کی اپاسنا ہی ہو سکتی ہے۔ پھر بھی ان کا اوتار ہونا چہ معنی دارد۔

(۷) شری رام و شری کرشن: ہندو دھرم میں ان کو وشنو کا پورن (کامل) اوتار مانا جاتا ہے اور بڑے دھوم دھام سے "رام نومی" اور "جنم اشٹمی" کا تیوہار بھی منایا جاتا ہے، لیکن تاریخی اعتبار سے ان کی شخصیتوں پر ایسے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں کہ حقیقت تک رسائی مشکل بن گئی ہے۔ یہاں ہم سب سے پہلے شری رام کا ذکر کریں گے کہ ان کو اساطیری کردار یا تاریخی شخصیت یا دھارمک اوتار کے تینوں خانوں میں سے کس خانے میں رکھا جائے۔ پریشانی یہ ہے کہ رام چندر جی، سیتا جی، راجا دشرتھ اور رامائن جدید تحقیق کے نتیجہ میں مشتبہ صورتِ حال سے دو چار ہیں۔آیئے ہم اپنی کھوج کا سفر سب سے پہلے لفظ،،رام،، سے شروع کرتے ہیں۔

رام کی تحقیق:

رام سنسکرت یا ہندی کا لفظ نہیں، بلکہ قدیم عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی اکبر اور اعظم کے ہیں، اور اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ہے جو قدیم عبرانی میں مستعمل تھا۔

"تورات" کے بیان کے مطابق حضرت "عبر" کے ایک پوتے کا نام جو قحطان کا بیٹا تھا ہدورام تھا یہ نام دو لفظوں کا مجموعہ ہے۔ہدو۔اور۔رام۔رام کے معنی بلند رتبہ، صاحب رفعت کے ہیں، یہ ایک تعظیمی لاحقہ ہے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نام "ابی رام" تھا پھر ابراہام ہوا اور قرآن میں ابراہیم آیا (نقش ملتان ص: ۴۷،۶،۷ ج ا)۔

اس تحقیق سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ "رام" خدا کے ہم معنی لفظ ہے اور اسی معنی میں تاریخ کے قدیم دور سے استعمال ہوتا آ رہا ہے

یہی وجہ ہے کہ یہ لفظ کسی مذہبی طبقہ اور کسی ایک ملک کے دائرے میں بند نہیں ہوا، ملیشیا اسلامی ملک ہے اور وہاں سلطان کے القاب میں سے ایک لقب ہے सिरि पादुका یعنی سلطان رام کے نمائندہ (خلیفۃ اللہ) ہیں۔ تھائی لینڈ کے موجودہ نریش کا لقب رام ہے (وشنو پربھا کرنونیت ہندی ڈائجسٹ جون ۱۹۶۸ء پیج ۸۵)۔

مسٹر ملاّ دی وینکٹا رتنام سابق پرنسپل گورنمنٹ ٹریننگ کالج راج مہندری کی کتاب ہی کا نام ہے ''رام مصر کا فرعون ہے'' (سید سلیمان ندوی معارف میگزین اعظم گڑھ ص ۱۰۶ / جنوری ۱۹۳۷ء)۔

یہی بات ''دی راگھون'' کی کتاب ''دی رامائن ٹریڈیشن ان ایشیاء'' میں کہی گئی ہے کہ رام مصر کے سب سے بڑے راجہ تھے' مطلب یہ ہے کہ بادشاہوں نے خدا سے اپنی نسبت جوڑنے کے لئے اپنا لقب یا نام ''رام'' اختیار کیا تھا۔

مولوی عبدالسمیع بیدلؔ رامپوری نے اپنی کتاب ''خالق باری'' کے سب سے پہلے شعر میں یہ کہا۔

رحمٰن، رام اللہ کرتار پروردگار رہے پالن ہار

قدیم ایران میں رام قائم، طاقت وغیرہ کے معنوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ فارسی کی پرانی ڈکشنریوں میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے (دیکھئے ''بہار عجم'' ص ۴ / ج ۲ / ''برہان قاطع'' ص ۵۴ / ج ۱ / اور ''فرہنگ آنندراج)۔

قدیم فارسی شاعروں میں خاقانیؔ، فردوسیؔ، فرخیؔ اور حافظؔ وغیرہ نے اپنے اشعار میں کثرت سے رام کو استعمال کیا ہے۔

سنسکرت کے ''نالندہ وشال شبد ساگر'' میں رام کے معنی لکھے ہیں۔ ایشور، گھوڑا، تین کی تعداد، راجہ رام چندر جی کا نام۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساری زبانوں میں طاقت وعظمت کے معنی مشترک ہیں۔ اور خدا کو بھی رام اسی لئے کہا گیا کہ وہ سب سے زیادہ طاقت وعظمت کا مالک ہے۔ وید میں بھی یہی معنی مراد لئے گئے ہیں اور کسی انسانی شخصیت سے اس کو منسوب نہیں کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شیو پرساد سنگھ ''دھرم یگ'' میں لکھتے ہیں:

رگ وید میں اس لفظ (رام) کا استعمال صرف ایک مرتبہ ہوا ہے وہ بھی جاہ وجلال والی معزز ہستیوں کے ضمن میں جس سے یہ تو پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی راجہ تھے، لیکن ان سے رامائن کی کہانی کا کوئی تعلق نہیں ہو پاتا (دھرم یگ ۴ / اپریل ۱۹۷۶ء)۔

ہندو روایتوں میں ایک بہت اہم منتر کا ذکر آتا ہے جسے رام جی کا تارک منتر کہا جاتا ہے، یعنی رام جی کا پار لگانے والا منتر रा रामायनम: اس کا مطلب رام کے رام (خدا) کی عبادت کرو، یعنی جن رام چندر جی کو جسمانی شکل میں دنیا میں مانتے ہیں ان کی طرف خود یہ منسوب کیا جارہا ہے کہ انہوں نے اپنی عبادت کرنے کو نہیں، بلکہ اپنے اوپر کسی اور رام کی عبادت کو نجات کا ذریعہ بتایا تھا (اب بھی نہ جاگے تو ص ۱۷۰)۔

یہاں ایک اور ذائقہ دار تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔ جناب ڈاکٹر سید یحییٰ نشیطؔ صاحب نے شیخ محمد قادری مہاراشٹری کی تصنیف ''یوگ سنگرام'' کے اٹھارہویں باب کا یہ خلاصہ اپنی زبان میں لکھتے ہیں:

رام سے مراد دشرتھی رام نہیں ہے۔ اپنے والدین کو کاندھے پر بیٹھا کر مقامات مقدسہ کی زیارت کرانے والے شراون کمار کو جب دشرتھ کا تیر لگا تھا تو مرتے وقت اس کی زبان پر ''رام'' کا نام آیا تھا۔ اس واقعہ کے ظہور کے وقت تو دشرتھ کا لڑکا ''رام' عالمِ وجود میں بھی نہیں آیا تھا۔

پس ثابت ہوا کہ شیخ محمد کا رام وہ وراء الوراء ہستی ہے جو دائم وقائم ہے (اردو مراٹھی کے تہذیبی رشتے ص ۱۶، ۱۷ / بحوالہ ''تسبیح وزنار''

مصنفہ ڈاکٹر محمد شرف الدین ساحل ص ۶۹ مطبوعہ سلمان فائن آرٹس موہن پورہ ناگپور)۔

اوپر کی تحقیقات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ، رام کسی خاص شخص کا نام نہیں، بلکہ یہ ایک لاحقہ یا لقب ہے جو کسی شخصیت کے نام کے ساتھ بطور عظمت یا خدائی نسبت کے جوڑ دیا جاتا تھا۔ مسٹر ملادی وینکٹارتنام نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ سیریا (ملک شام) کے بادشاہ کا بھی یہی نام تھا۔

اب آیئے اس وادیٔ پرخار کے سفر میں کچھ دور اور آگے چلیں اور شری رام چندر کی شخصیت کو تلاش کریں۔

ہندو عقیدہ کے مطابق زمانے چار ہیں (۱) ست یگ (۲) تریتیے یگ (۳) دواپر یگ (۴) کل یگ۔ شری رام تریتیے یگ میں پیدا ہوئے۔ ان سارے یگوں میں کلیگ سب سے چھوٹا ہے باقی سب یگ لاکھوں سال پر پھیلے ہوئے ہیں۔ ہندو مذہب کے مطابق اس دنیا کی عمر پونے دو ارب سال کے قریب ہے اور شری رام دس لاکھ سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ تاریخ کے وجود میں آنے سے پہلے کا زمانہ ہے۔ اس میں آدم علیہ السلام بھی وجود میں نہیں آئے ہیں اور ساری کائنات ارضی پر اس وقت جنات وشیاطین کا قبضہ ہے جن کی شرکشی کی سرکوبی کے لئے بعد میں خلیفۃ اللہ فی الارض (آدمؑ) کو پیدا کیا گیا۔

اگر شری رام اسی دور کی پیداوار ہیں جیسا کہ ہندو روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر شری جے دیال گوبندکا جی جو سناتن دھرمی ممتاز ومشہور عالم اور گیتا پریس گورکھپور اور اس کے ماہنامہ ''کلیان'' کے ادارہ کے رکن ہیں اپنے کتابچہ ''اوتار سدھانت'' میں فلسفۂ اوتار بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بھگوان شری رام کے بھی اسی طرح چار ہاتھوں والی صورت ہی میں ماتا کوشلیا کے سامنے ظاہر ہونے اور پھر ان کی درخواست پر دو ہاتھوں والے بچے کی صورت میں تبدیل ہوجانے کی بات آتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھگوان اپنے بھگتوں کی خواہش کے مطابق ان کو درشن دے کر غائب ہوجاتے ہیں (عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۹۷)۔

تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شری رام جنات کی نسل سے تھے جو ناری مخلوق ہونے کے سبب تبدیلیٔ شکل وصورت پر قادر ہوتے ہیں۔ اور ان کی پیدائش کا دور بھی جناتی دور تھا اور واقعہ بھی ان کے بچپن، یعنی ابتدائے پیدائش کا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہم جس پرشوتم (پرشوں میں اتم، انسانوں میں اعلیٰ انسان) رام کی تلاش میں ہیں۔ یہ وہ رام نہیں ہیں۔ یہ تو جنات رام لگتے ہیں، جبکہ ہمیں انسان رام چاہئے۔

آیئے پرشوتم رام یا اعلیٰ درجہ کے انسان رام کی تلاش میں ہم اور آگے بڑھتے ہیں۔ چونکہ رام چندر جی کی شخصیت اور اہمیت رامائن ہی سے متعین ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم ایک نظر اس پر بھی ڈالتے چلیں۔

''روایات سے اتنا تو پتہ چلتا ہے کہ بالمیکی (رامائن کے مصنف) رام کے ہم عصر تھے، لیکن یہ کونسا زمانہ تھا اس کا پتہ نہیں چلتا۔ شری چنتامنی ویدکی رائے ہے کہ رگوید کے دسویں منڈل میں جس رام کا تذکرہ ہے وہ یہی دشرتھ کے رام تھے۔ یورپین علماء نے دسویں منڈل کا عہد ڈیڑھ ہزار سال قبل مسیح قرار دیا ہے'' (عقیدۂ رسالت اور اوتار (۱۴۲)۔

''رام کی کتھا کے ارتقاء پر ریورنڈ رخاور کامل بُلکے، نے جو عالمانہ کتاب شائع کی ہے اس کے مطابق رام کتھا سے متعلق حکائیہ نظموں کی واقعی تصنیف ویدک عہد کے بعد اکچھواکو (इक्ष्वाकु) خاندان کے راجاؤں کی اولاد نے شروع کی تھی۔ انھیں نظموں کی بنیاد پر بالمیکی رامائن کی تصنیف عمل میں آئی۔ اس زمانے تک رامائن ایک انسان کی منظوم کتھا تھی۔ رام ایک آدرش چھتری کی حیثیت سے بھارتی عوام کے سامنے پیش کئے گئے تھے اس کا پتہ ''گیتا'' کے اس مقام سے چلتا ہے جہاں کرشن نے ارجن سے کہا ہے रामः शसत्रा भृतामहम رام شستر بھرتام اہم (میں ہتھیار اٹھانے والوں میں رام ہوں) (گیتا درشن ص ۱۱۳ / مصنفہ چودھری روشن لال)۔ D8

لیکن رام چرت (ترقی یافتہ رامائن) جیسے جیسے عوام میں مقبولیت حاصل کرتی گئی اس میں ماورائے انسانیت رنگ پیدا ہوگیا، یہاں تک کہ ایک صدی قبل مسیح تک رام وشنو کے اوتار قرار دے دیئے گئے۔

بودھ اور جین لٹریچر کے علاوہ تمام بھارتی لٹریچر میں رام وشنو کے اوتار کی صورت میں نظر آتے ہیں۔ البتہ بودھ دھرم کے ساتھ رام کا جو تصور بھارت کے باہر پہنچا اس میں رام نہ وشنو کے اوتار ہی رہے اور نہ ان کے متعلق عقیدۂ عبودیت ہی باقی رہا''۔

مولانا ابو محمد امام الدین رام نگری مذکورہ بالا عبارت کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

دِنکر جی (شری رام دھاری سنگھ دنکر جن کی کتاب ''ہندوستانی تہذیب کے چار باب'' ہے جس پر وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو کا مقدمہ ہے اور صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرساد کے نام منسوب ہے اور ۱۹۵۶ء میں چھپی ہے) رام چندر جی کی ہستی اور ان کی اوتاری حیثیت کے متعلق انھوں نے عالمانہ تحقیق پیش کی ہے اس کی رو سے اوتار کی حقیقت قطعاً مشتبہ اور ناقابل اعتبار ہوجاتی ہے (عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۱۴۸)۔

آگے ''رامائن'' سے دوسری زبانوں میں دسیوں رامائن کے وجود میں آنے کا تذکرہ یہاں تک کہ بھارت سے باہر تبت، سنہیل، کھوتان، ہند، چین، سیام، برما، انڈونیشیا وغیرہ میں بھی اس کتھا پر نظمیں لکھی گئیں۔ گویا اس نے ایک زمانے میں ایشیا کے ایک بڑے حصہ کو متاثر کیا، اب دنکر جی کے متن پر ہندو دھرم کے کثیر المطالعہ بنارسی عالم دین مولانا ابو محمد امام الدین رام نگری کا حاشیہ پڑھئے:

یہاں تک پہنچ کر یہ حقیقت بالکل عیاں ہوگئی کہ موجودہ رامائن یا رام کتھا داستان در داستان ہے جس کی حیثیت افسانہ سے زیادہ نہیں ہے، پھر رام کا اوتار ہونا تو اور بھی بعید از حقیقت ہوجاتا ہے۔ ایسی چیز چاہے اور جو کچھ ہو عقیدے کی بنیاد نہیں بن سکتی (عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۱۵۰)۔

ابھی اس سفر کو جاری رکھئے اور شری رام کے اوتار ہونے کی حیثیت کو خود بالمیکی رامائن میں تلاش کیجئے تو واضح ہوگا کہ ان کی شخصیت اور اوتار ہونے کی حیثیت تو مشتبہ ہے ہی خود رامائن بھی کوئی تاریخی مستند سوانح عمری نہیں، بلکہ ایک اُپنیاس اور ناول جیسی کتاب ہے۔

شری رام چندر اور بالمیکی बालमीकी ہم عصر ہیں۔ بالمیکی رامائن تصنیف ہونے کے بعد عوام میں رائج ہوتی ہے۔ رام چندر تک پہنچتی ہے۔ وہ اس کو سنتے ہیں، لیکن رامائن کی تصنیف سے پہلے نہ بالمیک رام چندر سے واقف ہیں نہ رام چندر سے متعلق معلومات رکھنے والا کوئی انسان ان سے رام چندر کے واقعات بیان کرتا ہے، بلکہ نارد منی دیولوک سے ان کے پاس آجاتے ہیں۔ اور رامائن کی کہانی سناتے ہیں۔ رامائن کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

تپسوی بالمیکی نے سدا تپسیا کرنے والے اور شاشتر چنتن (شاشتروں کا مطالعہ) کرنے والے سب سے ممتاز عالم اور منیوں میں سب سے عالی مرتبہ منی نارد سے پوچھا۔ اس وقت دنیا میں کون شخص گُنی (خوبیوں والا) بہادر، دھرم کا ماہر، شاکر، اپنے قول وقرار اور عہد کی پابندی کرنے والا ہے؟ (بالمیکی رامائن بال کانڈ، ہندی مترجم ساہتیہ آچاریہ پنڈت چندر شیکھر شاشتری، ناشر ساہتیہ پستک مالا کاریالیہ بنارس)۔

نارد منی جواب دیتے ہیں۔ میں سمجھ بوجھ کر آپ کو ویسا منشیہ (انسان) بتاتا ہوں۔ سنئے:

وہ پُرش (آدمی) جنتا میں رام کے نام مشہور ہیں۔ ان کی پیدائش اکچھواکو (इक्षुवाकु) خاندان میں ہوئی تھی۔ وغیرہ۔

نارد منی رام چندر کے وہ تمام اوصاف بیان کرجاتے ہیں جو کسی جامع الصفات انسان میں پائے جاسکتے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں کہتے کہ رام چندر ایشور کے اوتار ہیں حالانکہ اگر وہ اوتار ہوتے تو سب سے پہلے یہی بات بتانے کی تھی (عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۱۶۰، ۱۶۱)۔

نارد منی کے بعد اب برھما جی کے بالمیک کے پاس آنے اور رام کتھا لکھنے کی ہدایت دینے کو بھی دیکھ لیجئے:

''عالی قدر منی بالمیک کو دیکھنے کے لئے چار منھ والے نہایت پرجلال، خلقت کو پیدا کرنے والے برہما وہاں آئے۔ رام چندر جی کے بارے میں کہا'' رشی شریشٹھ (عالی قدر رشی) آپ دھرماتما بھگوان رام چندر کے تمام سوانح بیان کریں، کیونکہ رام چندر دنیا میں دھرماتما اور بدھیمان ہیں۔''

یہاں خیال رہے کہ برہمانے رام چندر جی کو دھرماتما (مذہبی عالم) اور بدّھیمان (صاحب عقل) تو کہا، لیکن اوتار نہیں کہا، البتہ ان کے معزز انسان ہونے کے لقب کے طور پر بھگوان کہا نہ کہ ان کے واقعی بھگوان ہونے پر۔ اس لئے کہ برہما تو خود بھگوان ہیں اور رام چندر بھگت ہیں، بھگوان نہیں۔ جیسا کہ پیچھے ان کے تارک منتر (پار اتارنے والا منتر) :رَاں رامای نمہ میں گزر چکا ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ بالمیکی رامائن سے رام چندر جی کے اوتار ہونے کا ثبوت فراہم نہیں ہوتا۔ رہ گئی تلسی کرت رامائن تو یہ اکبر بادشاہ کے زمانے کی تصنیف ہے اور ان دونوں رامائنوں میں باہم کافی اختلافات ہیں۔ پہلی رامائن واقعاتی رنگ میں ہے تو دوسری رامائن عقیدت و بھگتی کے رنگ میں ہے۔ بالمیکی رامائن میں رام چندر جی صرف اعلیٰ خوبیوں کے انسان ہیں، اور تلسی داس کی رامائن میں ان کی عقیدت کا رنگ چڑھا ہوا ہے، جس کی وجہ سے انھوں نے یکا یک شری رام کو اوتار بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ تلسی داس کی رامائن میں بال کانڈ اور اترا کانڈ کا اضافہ ہے جو بالمیکی رامائن میں نہیں ہے۔ جو حالات بالمیکی رامائن میں نہیں ہیں آخر وہ تلسی داس کی رامائن میں کیسے اور کہاں سے آگئے۔ یقیناً یہ خود ساختہ ہوں گے جن کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

ایشور کا اوتار ایشور بھگتی کی تعلیم، امن و امان کے قیام اور ظلم و ستم کی بیخ کنی اور دھرم کا بول بالا کرنے کے لئے آتا ہے، جیسا کہ گیتا کے حوالے سے پیچھے نقل کیا جا چکا ہے، لیکن بالمیکی رامائن میں اس واقعہ کو ہم پڑھتے ہیں تو رام چندر جی کے اوتار ہونے کی حیثیت پر ایک سوالیہ نشان لگ جاتا ہے۔

جناب جگدیش چاوَلہ صاحب بالمیکی رامائن کے سرگ 73 سے یہ واقعہ نقل کرتے ہیں:

ایک برہمن کے رام چندر جی سے یہ شکایت کرنے پر کہ شودر شنبوک کے ایشور کی تپسیا (خدا کی عبادت کرنے) کی وجہ سے اس کا بیٹا مر گیا۔ شری رام اس کے پاس جاتے ہیں اور اپنی کھنڈگ (اس زمانے کی تلوار) سے اس کا سر کاٹ دیتے ہیں اور اس کے قتل کر ڈالنے پر اندر، اگنی وغیرہ دیوتا شری رام کو مبارکباد دیتے ہیں اور ہوا کے دیوتا چاروں طرف سے ان پر خوشبودار پھولوں کی بارش کرتے ہیں۔

لیجئے پورا واقعہ حوالے کے ساتھ ہندی میں پڑھئے:

वाल्मीकि रामायण के 73 वें सर्ग में शंबूक वध का प्रसंग आता है। एक ब्राहमण द्वारा यह कहने पर राम उस का वध कर देते हैं कि उस का बेटा मात्रा इसलिए मर गया है क्यों की शुद्र शंबुक तपस्या करने लगा है नारद राम को समझाते हैं सत युग में ब्राहमण क्षत्रिाय आदि सभी लोग मांस खाते थे। इस;त्रोताद्धयुग में आमिष को मलवत समझा जाने लगा और खेतीबाडी से लोग जीवन निर्वाह करने लगे ।;74 / 17द्ध
त्रोता में केवल ब्राहमण और क्षत्रिाय को ही तपस्या करने का अध्किार है। दूसरों का ध्र्म सेवा है। ब्राहमणों एंव शुद्रों का और खासतौर से शुद्रों का परम ध्र्म है। ;74 / 16—20—21द्ध
त्रोता में शुद्रों का तप करना अध्र्म है जहां जहां ऐसा अध्र्म देखे उसे वहीं रोक दें इस से आप के ध्र्म और आयु की वृ(होगी और इस ब्राहमण का बालक भी जी उठेगा। ;74वां सर्गद्ध
बस राम पुष्पक विमान में बैठ कर जाते हैं और शंबूक से सिपर्फ इतना ही पूछते हैं कि वह तपस्या क्यों कर रहा है।? ;74वां सर्गद्ध

और शंबूक कहता है हे राम चंद्र मैं सत्य कहता हूं कि शूद्रयोनि में उत्पन्न हो कर मैं;शंबूकद्धदेवलोक जीतने की इच्छा से उग्र तप में संलग्न हूं। उस की इस बात के सुनते ही र्धमज्ञ राम ने म्यान से अपना दिव्य खडग निकाल कर उस शुद्र का सिर काट लिया। उस के मरते ही इंद्र अग्नि आदि देवता राम की बडाई करने लगे। वायु देवता ने उन पर चारों ओर से सूगंध्ति पूफलों की वर्षा की। ;76—3—6द्ध

सरिता अक्तुबर;प्रथमद्ध1988

یہاں یہ بھی قابلِ غور ہے کہ رامائن کا دوسرا زبردست کردار سیتا جی جنھیں عام ہندو عالم رام چندر جی کی بیوی اور ہریانہ کے ریسرچ اسکالر ڈاکٹر کوچھڑ ان کی بہن قرار دیتے ہیں۔ رامائن ہی کا بیان ہے کہ یہ نام اس لئے پسند کیا گیا کہ جنک نے ہل چلاتے وقت ان کو زمین سے پایا تھا۔ بالفاظ دگر وہ کسی عورت کے بطن سے پیدا نہ ہوئی تھیں، بلکہ دھرتی ماتا کی اولاد ہے۔ لیکن سیتا ایک بہت قدیم مصری نام ہے وہاں اب بھی دولت مند خواتین کے نام کے ساتھ عزت وادب کے لحاظ سے اس کو لگا دیا جاتا ہے۔ قاہرہ میں آج بھی ایک مسجد سیتا زینب کہلاتی ہے۔ مسٹر ملادی دینکا ٹارتنام لکھتے ہیں:

ہندوستان کے قدیم آثار میں ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی جس سے ثابت کیا جائے کہ رام چندر جی نے کسی خطہ پر حکومت کی تھی۔ یہ ایک مصری کہانی ہے جس کو ہندوؤں کے مزاج کے مطابق ایک مقدس رنگ دے دیا گیا ہے (ہندومت ص ۳۰،۳۱)۔

ایودھیا اور رام کی جائے پیدائش:

کرنل خواجہ عبدالرشید کی تحقیق کے مطابق تو راجہ دشرتھ کا تعلق بھی ہندوستان کے بجائے مصر سے ہے۔ راجہ دشرتھ کی قوم جس کو مات آکادی بھی کہا جاتا ہے یہ وادئ دجلہ وفرات کے شمالی حصے میں آباد تھی۔ بعض مستشرقین نے اس کا نام حل آغاد بھی کہا ہے اور بعض نے اسی علاقے کو ایودھیا جس کا ذکر رامائن میں پڑھتے ہیں کے ساتھ منسوب کیا ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ یہاں کے بادشاہوں کی فہرست میں ایک بادشاہ کا نام دشرتھ حل ہوا ہے۔ جب یہ لوگ مملکت آغاد پر حکمراں تھے تو ان میں ایک بادشاہ پیدا ہوا جس کا نام خط میخی کے کتبوں سے دشرتھ حل ہوا ہے۔ اس بادشاہ کی ایک نہایت دلچسپ خط وکتابت فرعون مصر ایمینوفس سوئم کے ساتھ ہوئی تھی جو اب تک برٹش میوزیم میں محفوظ ہے۔ اس بادشاہ کا زمانہ مؤرخین نے ۱۳۹۴ء سے لے کر ۱۳۶۲ء قبل مسیح بتایا ہے۔ یہ بادشاہ اپنے ذاتی عقیدہ کے مطابق آفتاب پرست تھا اور اپنے خاندان کا سولہواں فرد تھا (ہندومت ایک مطالعہ ص ۳۱)۔

اگر اس تحقیق کو صحیح مان لیا جائے تو مسٹر وینکٹارتنام کی رائے بالکل درست قرار پائے گی اور دشرتھ سے لے کر رام اور سیتا تک سب مصر سے وابستہ شخصیات ثابت ہوں گے۔ اور اس طرح شری رام کے ہندوستان میں پیدا ہونے اور ان کے اوتار ہونے کا تصور ثبوت کے درجہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

شری کرشن اوتار اور مہابھارت کی حقیقت:

شری رام چندر جی کے بعد اب دوسری شخصیت شری کرشن جی کو ہندو دھرم پستکوں میں تلاش کریں۔ شری کرشن دواپر یگ میں پیدا ہوئے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ زمین پر جب سے انسانی زندگی شروع ہوئی شری کرشن انسانی جسم کے دور سے پہلے کی شخصیت ہیں۔ بالفاظ دگر جنات یا کوئی اور مخلوق ہیں۔ اس کی تائید اس کتھا سے بھی ہوتی ہے جس کو شری دیال گوبند کا جی نے نقل کیا ہے:

کرشن جی جیل میں اپنے والدین کے سامنے اپنی وشنو کی اصل صورت میں ظاہر ہوئے۔ ان کے چار ہاتھ تھے ایک ہاتھ میں سنکھ،

دوسرے میں گدا، تیسرے میں چکر، اور چوتھے میں کنول کا پھول تھا۔

پھر اپنی ماں دیوکی کی درخواست پر دو ہاتھ والے بچے کی شکل میں لوٹ گئے (عقیدۂ رسالت اور اوتار ص ۱۶۷)۔

مہابھارت کی ایک کہانی سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ شری کرشن جنات کی نسل سے رہے ہوں گے۔ لکھا ہے کہ کورکشیتر کی جنگ میں ایک عورت کی چھاتی ۸۰ کوس تک لمبی تھی جس سے اس نے راکششوں کو مارا تھا اور اس جنگ میں شری کرشن پانڈووں کی رتھ بانی کررہے تھے۔

لیکن دوسرے ہندو علماء کہتے ہیں کہ ان کا زمانہ چھ ہزار سال پہلے تھا اور تین صدی قبل مسیح میں شری کرشن وشنو اوتار مانے جانے لگے۔ اس طرح ان کا زمانہ شری رام چندر کے مقابلہ تاریخ سے قریب العہد تو ہو جاتا ہے، لیکن ان کی شخصیت کی صحیح تصویر سامنے نہیں آتی۔ ان کے حالات زندگی اور کارناموں کی جو تفصیلات مہابھارت، وشنو پران، بھاگوت پران اور خود گیتا میں ملتی ہیں وہ متضاد اور حد درجہ مبالغہ آمیز اور اخلاق و کردار کے اعلیٰ معیار سے گری ہوئی، ناقابل یقین ہیں۔ یہاں مسٹروی آر نارلا کی کتاب ''The Truth About The Geeta'' ''گیتا حقیقت کے آئینے میں'' شائع کردہ نارلا انسٹی ٹیوٹ آف نیو تھاٹ حیدر آباد سے کچھ اقتباسات نقل کریں گے۔ پہلے کورکشیتر کی جنگ دیکھئے۔

کیا کورکشیتر میں واقعی کوئی جنگ ہوئی تھی؟ اگر ایسا ہے تو ویدک لٹریچر میں کوروؤں کا نام ہر جگہ ہے، مگر پانڈوؤں کا تذکرہ کیوں نہیں ہے؟ رگ وید میں ایک معمولی قبائلی لڑائی تک کا ذکر ہے جو (موجودہ) دریائے راوی کے کنارے ہوئی تھی۔

لیکن اتنی بڑی لڑائی کا اس میں ذکر بھی نہیں ہے۔ اس جنگ کے جو اعداد و شمار مہابھارت میں مذکور ہیں وہ صاف طور پر غلط ہیں۔ مہابھارت کے مطابق 118 کشوہنی (فوج کا ایک ڈویزن) اس جنگ میں شامل ہوئے تھے۔ 111 کشوہنی کوروں کے اور 7 پانڈوؤں کے، ایک کشوہنی میں 21870 رتھ 21870 ہاتھی 65610 گھوڑ سوار 109350 پیادے ہوتے تھے۔ اتنی بڑی فوج کی نقل و حرکت اس دور میں بھی ناممکن ہے پھر اگر ہر گھوڑے پر ایک سپاہی اور ہاتھی پر دو سپاہی اور ہر رتھ پر دو افراد کے حساب سے اندازہ لگائیں تو تقریباً 40 لاکھ افراد نے اس جنگ میں شرکت کی تھی جب کہ مہابھارت اس جنگ میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد ایک ارب 66 کروڑ بتاتی ہے۔ جس کا مطلب ہے کہ جنگ میں شریک ہر سپاہی چار سو مرتبہ ہلاک ہوا۔ یہ مبالغہ آرائی کی حد اور حساب سے لاعلمی کا ثبوت ہے۔

مہابھارت جس دور کی یہ جنگ بتاتی ہے وہ تاریخ کا حجری دور ہے ہڑپہ تہذیب اس دور کی سب سے ترقی یافتہ تہذیب تھی، کھدائی میں اس کے سارے اسلحہ جو برآمد ہوئے ہیں پتھر کے ہیں پھر اس جنگ میں لوہے کے تیر تلوار اور ہتھیار کس طرح استعمال ہوئے؟ سڑکوں اور رسل و رسائل کی عدم موجودگی میں اتنی بڑی فوج کس طرح اکٹھا ہوئی؟

اس جنگ کے اصل کمانڈر شری کرشن جی ہیں، لیکن عجیب بات یہ ہے کہ روایات کی بھول بھلیوں میں پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ کون ہیں۔

امریکہ کے مشہور ماہر ہندوستانیات اولڈ نبرگ نے اپنی کتاب ''گریٹ ایپک آف انڈیا'' میں سوال اٹھایا ہے کہ آخر کرشن کون ہے؟ ویدک لٹریچر میں دسیوں کرشن ہمارے سامنے آتے ہیں ایک کرشن وہ ہے جس کو رگ وید میں راکشش کہا گیا ہے'' دوسرا اپنشد کا ہے جس کا ذکر'' چانڈوگیا'' میں ہے تیسرا کرشن مہابھارت کا کرشن ہے، ایک وشنو پران کا کرشن ہے جو گوالیوں کی بیویوں اور لڑکیوں سے ہنسی مذاق کرتا ہے، اسی پران میں ایک دوسرا کرشن ہے جو تربوا ندی کے کنارے آباد بودھوں اور جینیوں کو راکشش بنا دیتا ہے، ایک کرشن وہ ہے جس کی تصویر ہم کو برہمادت پران میں ملتی ہے، کرشن شتو پال اور اپنے ماموں کنس کو دھوکے سے قتل کردیتے ہیں بھیشم ڈرونا چاریہ اور دریودھن کو حیلے سے قتل کرنے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے، ایک کرشن بھگت مفسر سکتھانکر یہ کہہ کر بات ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ممکن ہے ۱۸ دن کی طویل جنگ میں کوئی فروگذاشت ہوگئی ہو۔ ۱۸ دن کی جنگ اور طویل؟

منور باجوہری نے اپنی کتاب ''قدیم ہندوستان میں سیاست اور اقدار'' میں لکھا ہے کہ کرشن کی وجہ سے کروکشیتر کی جنگ میں کئی بے گناہ اموات ہوئیں۔ جب دریودھن اور بھیم میں جنگ جاری تھی تو کرشن نے چپکے سے بھیم سے کہا کہ اس کی جانگھیں توڑ دے، کیونکہ یہی اس کا کمزور مقام ہے'' یہ وہ حقیقت تھی جو صرف کرشن کو معلوم تھی اور پیٹ کے نیچے کے حصے پر وار کرنا اصول جنگ کے خلاف تھا، اس لئے کرشن کا سوتیلا بھائی بلرام جب غصے میں بھیم کی طرف بڑھا تو کرشن نے اسے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ وجہ؟ صرف یہ کہ اصل ذمہ دار کرشن تھا۔

ہندو دھرم پستکوں۔ مہابھارت، وشنو پران، بھاگوت پران اور گیتا میں ایک طرف شری کرشن وشنو کے جسمانی مظہر (وشنو اوتار) خالق موجودات اور مدبر کائنات خدا کی توحید کا نغمہ گانے والے۔ بھگتی۔ مکتی اور گیان کا درس دینے والے۔ بت پرستی اور توہمات وخرافات کی مخالفت کرنے والے موحد نظر آتے ہیں تو دوسری طرف انھیں کتابوں میں انکی ذات سے ایسے گندے واقعات منسوب ہیں کہ اوتار یا پیغمبر تو کجا ایک پاکیزہ اخلاق انسان تسلیم کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

کرشن کی ازدواجی زندگی بھی عجیب ہے، اس کی بیویوں کی تعداد ۱۶۰۲۲ بیٹوں کی تعداد ایک لاکھ اسی ہزار بتائی گئی ہے بہن کوئی نہیں ہے کرشن نے دوارکا شہر آباد کیا تو ہری ونش پران کے مطابق ہزاروں کی تعداد میں طوائفیں وہاں آباد کیں، ہزاروں شراب خانے بنائے۔

کرشن کے بیٹے سانبا نے تو غضب ہی کر دیا اور وہ کرشن کی سولہ ہزار بیویوں کو لے بھاگا جس پر کرشن نے اسے کوڑھی ہو جانے کی بد دعا دی (تلخیص وتعارف۔ سہ ماہی ''السلام'' نئی دہلی۔ جنوری تا مارچ ۱۹۹۷ء)۔

شری رام وشری کرشن کیا نبی ہیں؟:

ہم اپنے حسن ظن کی بنیاد پر یہی کہہ سکتے ہیں کہ جس طرح دنیا کی عظیم شخصیتوں کے ساتھ لوگوں نے اپنی کمزوریوں کو چھپانے کیلئے غیر واقعی کہانیاں منسوب کر دیں ایسا ہی کچھ شری رام چندر اور شری کرشن کے ساتھ بھی ہوا ہوگا۔

قرآن پاک میں معتقد شخصیات کے ساتھ حسن ظن اور جذبۂ احترام قائم رکھنے کی جو تعلیم ہے اسی کے عملی مظاہرہ کے طور پر ہمارے بزرگوں نے شری رام وشری کرشن کے نبی ہونے کے امکان کو ظاہر کیا یا وسیع المشربی کے ذیل میں ویدک بزرگوں کو پیغمبر کہا گیا۔ جیسا کہ معتبر مؤرخ ومحقق پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے مشہور بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں کے بارے میں لکھا ہے کہ:

ان کی وسیع المشربی کا یہ حال تھا کہ بڑی تعداد میں ہندوان کے معتقد تھے آخر عمر میں وہ اپنے ایک ہندو معتقد رام کیول کے مکان میں رہتے تھے وہ وید کو الہامی کتاب مانتے تھے اور جن اکابر کا اس میں ذکر ہے ان کو پیغمبر تسلیم کرتے تھے (دہلی کے صوفیاء۔ ماہنامہ، معارف اعظم گڑھ ص ۴۳۶ دسمبر ۱۸۹۰ء)۔

ایک وضاحت:

پچھلی تصریحات کی روشنی میں واضح طور پر سمجھا جا سکتا ہے کہ ہندو دھرم کے عقیدۂ اوتار سے جب تک نزول اور حلول کے تصور کو خارج نہ کر دیا جائے اس وقت تک اس کا اطلاق نبی اور رسول کے اسلامی تصور پر درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ نبی ورسول کے اسلامی مفہوم ومعنی سے قریب تر ہندو دھرم کے دو الفاظ ''دوت'' اور ''رشی'' ہو سکتے ہیں۔ پہلے لفظ دوت کو پنڈت درگا شنکر ستیارتھی نے اور دوسرے لفظ رشی کو پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے نبی ورسول کے ہم معنی قرار دیا ہے اور اپنی تحقیق کے مطابق ہندو دھرم گرنتھوں کی پیشین گوئیوں میں ان دونوں الفاظ کو مختلف دلائل وشواہد کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ پر منطبق کیا ہے لیکن یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ رگوید میں کہا گیا ہے۔ अगनि दुतं वृणीमहे (رگوید۔ ۱۔ ۱۲۔ ۱۰)

ہم اگنی کو دوت (پیغمبر) چنتے ہیں۔ (رگوید۔۱۔۳۱۔۱۵) त्वमगने प्रयत दक्षिण नरं اگنی وہ انسان ہے جو عبادت گزاروں سے خوش ہوتا ہے۔

یہ معنی تو نبی ورسول پر پیغمبر انسانیت ہونے کے اعتبار ے صادق آ سکتا ہے، لیکن دوسری جگہ رگوید کے منتروں میں اگنی کو خدا قرار دیا گیا ہے۔

اے اگنی (خدائے واحد) تم ہی نیکوں کی دلی تمنائیں پوری کرنے والے ہو وغیرہ (رگوید ۲۔۱۔۳)۔

اے اگنی (خدائے واحد) تم رُدر ہو تم پِتا ہو وغیرہ (رگوید ۲۔۱۔۶)۔

اے اگنی (خدائے واحد) تم وعدہ پورا کرنے والے راجہ ورن ہو وغیرہ (رگوید ۲۔۱۔۴)۔

اے اگنی (خدائے واحد) تم دولت دینے والے سویتا ہو وغیرہ (رگوید ۲۔۱۔۷)۔

اے اگنی (خدائے واحد) تم سب سے ادل ہو وغیرہ (رگوید ۲۔۱۔۱۱)۔

یہاں بات پھر الجھ جاتی ہے کہ اگنی دوت (انسان پیغمبر) ہے تو وہی پھر غیر مجسم اور غیر انسان خدا کیسے ہو سکتا ہے، البتہ رشی عام طور پر نیک صالح بندوں اور انسان پیغمبر پر بولا جاتا ہے اور اس معنی میں پنڈت وید پرکاش اُپادھیائے جی نے اپنی کتاب ''انتم رشی محمدؐ'' میں ویدک پستکوں میں مذکور رشی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو قرار دیا ہے اور یہ معنی اسلامی تصورِ نبی ورسول سے قریب تر ہے۔اس معنی میں رشی اپنی انسانی حیثیت سے بلند ہو کر خدا کی صف میں کھڑا نہیں ہوتا۔

ہندو دھرم گرنتھوں میں تصور توحید وآخرت اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت:

ویدوں کی بنیاد میں بلاشبہ توحید خالص کا تصور شامل ہے۔چند حوالے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) وہ ایک ہی ایش (خدا) سب لوگوں کا مالک ہے وہ ہی سب کا نگراں ہے۔ہم اپنی بھلائی کے لئے اس کے حکموں پر چلتے ہیں۔(رگوید ۸۔۲۵۔۱۶)

(۲) ایشور ہی ادل ہے اور تمام مخلوقات کا اکیلا مالک ہے وہ زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے اسے چھوڑ کر تم کون سے خدا کو پوج رہے ہو۔(رگوید ۱۰۔۱۲۱۔۱)

(۳) यो विश्वाभि वि पश्यति भुवना संच पश्यति

وہ ایشور ساری دنیا کو اچھی طرح جانتا ہے (رگوید ۱۰۔۱۸۷۔۴)۔

(۴) وہ ایشور (خدا) نہ دوسرا ہے نہ تیسرا اور نہ چوتھا کہا جاتا ہے۔وہ پانچواں۔چھٹا اور ساتواں بھی نہیں کہا جاتا ہے وہ آٹھواں ،نواں اور دسواں بھی نہیں کہا جاتا ہے۔وہ ایشور (خدا) حقیقۃً دنیا کے جانداروں اور غیر جانداروں کو مختلف انداز سے دیکھتا ہے۔اسے پوری قدرت حاصل ہے وہ اکیلا موجود ہے۔زمین وغیرہ سب اسی کے مظاہر ہیں (اتھروید ۲۱۔۱۶۔۴۔۱۳)۔

(۵) ایشور ہی روحانی اور جسمانی طاقتیں عطا کرنے والا ہے اور اس کی عبادت تمام دیوتا (فرشتے) کیا کرتے ہیں۔اس ایشور کی خوشی ہمیشہ کی زندگی عطا کرنے والی ہے اور موت کا خاتمہ کرنے والی ہے اس ایشور کو چھوڑ کر تم کس دیوتا کی عبادت کر رہے ہو (رگوید ۱۰۔۱۲۱۔۲)۔

یہاں ہم نے انہیں منتروں کو نقل کیا ہے جن میں لفظ ''ایشور'' شامل ہے اور یہاں تک ویدوں میں خدا کی توحید خالص بے آمیز اور اسلامی تصور توحید سے ہم آہنگ وہم رنگ نظر آتی ہے۔ویدوں کے بنیادی تصور توحید کو سمجھنے کیلئے لفظ ''ایشور کو خصوصی اہمیت حاصل ہے''۔ایشور

خدائے واحد کی ذات کا علم (ذاتی نام) ہے یہ وہی درجہ ہے جسکی تعبیر اسلامی روایت میں: ''کُنتُ کَنزًا مَّخفِیًا'' (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا) سے کی گئی ہے آگے چل کر اس میں ایک دوسری صفاتی حیثیت شامل ہوجاتی ہے جسکو فَاَرَدْتُّ اَنْ اُعْرَفَ فخلقت الخلق (میں نے ارادہ کیا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا) کہا گیا ہے یہاں آکر ایشور کو ''برہم'' قرار دیا جاتا ہے۔ پہلے درجہ میں وہ نرگن (معرّیٰ عن الصفات) ہے اور دوسرے درجہ (برہم) میں خدا سروگن متصف بالصفات کہلاتا ہے، اس طرح ایشور اپنی وحدت سے نکل کر ثنویت کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ اور یہاں سے دو متوازی خدا کا تصور ابھرتا ہے جو اسلامی عقیدۂ توحید کے برخلاف ہے۔

جناب عباداللہ گیانی اپنی کتاب، ہندودھرم۔ گرونانک کی نظر میں،، اس کی تشریح کرتے ہیں:

خداتعالی کے دوسروپ مذکور ہیں۔ ایک وہ جبکہ اس نے کوئی تخلیق نہیں کی تھی اور وہ اکیلا تھا۔ اس دور وحدت میں اس کے خالق یا اجونی وغیرہ ہونے کی صفات ظہور میں نہیں آئی تھی۔ اس سے متعلق ہم کچھ بھی خیال اپنے دل میں نہیں لا سکتے یہ خدا کا نرگن روپ ہے۔ پھر اس نے تخلیق کی اور خود کو اپنی قدرت کے ذریعہ ظاہر کیا۔ جتنے گن یا صفات اس کی بیان کی جاتی ہیں وہ سب کی سب اس سروگن روپ ''برہم'' کی ہیں۔ گویا ایک کا تعلق دور وحدت سے ہے، جبکہ خدا کے علاوہ کوئی چیز بھی وجود میں نہیں آئی تھی اور دوسرے کا تعلق دور خلق سے ہے، جبکہ اللہ تعالی نے عالم کائنات کو پیدا کیا (ہندومت ایک مطالعہ ص ۷)۔

ویدانت کے دو خداؤں کا یہ تصور بہت ممکن ہے ایران کے زرتشت مذہب سے لیا گیا ہو زرتشت اگرچہ خدائے واحد کے قائل تھے ،لیکن بعد میں اس میں دو خدا (۱) یزداں نیکی کا خدا اور (۲) اہرمن بدی کا، خدا کا تصور پیدا ہوگیا۔ ہندوستان آنے سے پہلے آریہ تہذیبی اور نسلی اعتبار سے ایران کے زرتشتی مجوسیوں کے عقیدۂ ثنویت دوخدا اور آتش پرستی سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہوں گے، کیونکہ وید کو چار حصوں میں تقسیم کرنے والے وید ویاس جی نے بھی شروع میں زرتشت کا دین اختیار کرلیا تھا۔ اس لئے اس کا قوی امکان ہے کہ ہندو مذہب میں دو خداؤں کا تصور اس دور کی پیداوار ہو۔

سوامی وویکانند جی ''ویدوں کا ہندومت'' میں لکھتے ہیں:

''یہ تصور توحید ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان میں بالکل ابتدائی دور میں آیا۔ وید سنہتاؤں کی اولین اور قدیم ترین حصہ میں موحدانہ نقطۂ نظر پایا جاتا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تصور آریوں کے لئے تسلی بخش ثابت نہیں ہوا، انھوں نے اسے ایک ابتدائی تصور سمجھ کر جیسا کہ وہ فی الواقع ہے ایک طرف پھینک دیا اور آگے بڑھ گئے'' (ہندومت ایک مطالعہ ص ۷)۔

مطلب یہ ہوا کہ آریہ لوگ خدا کی وحدت سے خدا کی ثنویت کی طرف بڑھ گئے، لیکن وہ یہاں بھی ٹھہر نہیں سکے، بلکہ زیادہ فلسفیانہ اور کامل ماورائی تصور تک رسائی حاصل کرنے کی جدو جہد میں وہ اور آگے نکل گئے اور ثنویت سے تثلیت (تین خداؤں) تک پہنچ گئے۔ وشنو پران میں لکھا ہے:

सृष्टि स्थित्यंत करर्णा ब्रहम विष्णु शिवामि धम स संज्ञा यति भगवानेक एक जनार्दन।

برھما۔ وشنو، مہیش، مہادیو کی شکل میں تین خداؤں کو تراش لیا گیا۔ اگرچہ ان کو، خدا کے تین صفات۔ برھما تخلیق کی صفت وشنو پرورش کی صفت اور مہیش مارنے کی صفت قرار دیا گیا۔ لیکن درحقیقت یہ تین مستقل خدا بن گئے۔ کیونکہ ان تینوں کا جسمانی وجود ان کی ولادت، شہوت اور بیوی کے ساتھ عیش وعشرت اور ان سے اولاد کی پیدائش وغیرہ کی پوری داستانیں اور کتھائیں لکھی گئیں اور ان کی پوجا پاٹ وغیرہ حالات پر ہر ایک کے نام سے الگ الگ پران مرتب ہوگئے اور ان کے نام سے الگ الگ دھرم اور وچار منچ قائم ہوا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اوتار واد کی تھیوری کے مطابق ان میں مکمل طور پر بھگوان (خدا) کو اتار لیا گیا۔ کیا یہ سب باتیں اس بات کے ثبوت کیلئے کافی نہیں ہیں کہ یہ تینوں نام خدا کی

صفت محض نہیں ہیں، بلکہ الگ الگ مستقل خدائی وجود ہیں۔

پھر بات یہاں آکر بھی رکی نہیں، بلکہ کئی قدم آگے بڑھ گئی۔

سنسکرت کے زبردست عالم جناب محمد فاروق خاں ''ویداور قرآن'' ہندی ایڈیشن کے باب ''ویدوں میں دیوتا واد'' کے تحت لکھتے ہیں:

''ویدوں کے ساتھ سب سے بڑاالمیہ یہ ہوا کہ جیسے جیسے ویدوں کو لے کر ہندودھرم آگے بڑھا آریہ اپنے آپ کو ویدوں کے مؤید کہہ کر اپنی عظمت کے اظہار کے لئے ویدوں میں دیوتا واد کی تھیوری لے کر آگے بڑھتے رہے۔''

اس کی مثال دیکھنی ہوتو وید کی سب سے پہلی قدیم کتاب رگوید کا مطالعہ کریں۔اس میں ۳۳ مختلف دیوتاؤں کی مدح وثنا کی گئی ہے ان میں سے ۱۱ دیوتا زمین کے ۱۱ فضا کے اور ۱۱ آسمان کے ہیں۔

جناب فاروق خاں صاحب لکھتے ہیں:

رگوید کے تقریباً ساڑھے چارسو(۴۵۰) سوکتوں، یعنی نصف رگوید میں اندر اور اگنی دیوتا کے روپ میں چھائے ہوئے ہیں(اسلام کی اہمیت ہندودھرم کے پس منظر میں ص ۷)۔

اور پروفیسر آرسی دت کے بقول دیوتاؤں کی شکل میں بڑھتے بڑھتے خداؤں کی تعداد ۳۳ کروڑ ہوگئی۔سنسکرت کے ماہر مناظر اسلام خلیل احمد بنارسی نے دیوتاؤں کی فہرست شمار کرنے کے بعد لکھا'' ہندوقوم کی رو سے دیوتاؤں کی تعداد ۳۳ کروڑ ہے(رسالہ مصلح ص ۱۴۔ بنارس)۔

خلاصہ یہ کہ ہندودھرم میں خدا کا خالص تصور توحید شرک آمیز تصور توحید میں جذب ہوکر رہ گیا۔اگر چہ ایک جگہ رگوید میں اس کی صفائی یہ کہہ کر پیش کی گئی کہ:

इन्द्र मित्राां वरफणमग्नि माहुरथौ दिव्य स नुपणों गुरफत्मान एवंपफ सद्रविप्रा बहुध वदन्तयग्निं यम मातरिश्वानामाहु ;द्दगवेद,1:164:46(द्ध

اندر، متر، اگنی، یم، وایو، تریشوا۔ایک ہی طاقت کے مختلف نام ہیں اور اہل بصیرت اور اہل علم نے ایشور کو صفات کی بنیاد پر مختلف ناموں سے پکارا ہے (رگوید ۴۶۔۱۶۴۔۱)۔

اپنشدیا ویدانت کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ ایک ہی برھم ساری کائنات میں ویاپت (سرایت کئے ہوئے) ہے یا ساری کائنات برھم ہی ہے۔رگوید کے پرش سوکت میں واضح طور پر کہا گیا ہے पुरूष एवंद सर्वसु یہ سب پرش ہے(رگوید ۲۔۹۰۔۱۰)۔

جب ساری کائنات اور سارے انسان برھم خدا ہی ہیں تو پھر توحید کہاں رہی۔ جناب پنڈت درگا شنکر ستیارتھی جی نے دیوتا واد'' کی مخالفت میں ویدوں کے حوالوں سے بڑی جاندار تحقیق پیش کی ہے۔ کیونکہ خدا کی توحید اور'' دیوتا واد''ایک دوسرے کی ضد ہیں۔انھوں نے لکھا ہے:

ہندو دھرم میں دیوی دیوتاؤں کی کثرت پر اعتقاد رکھنے والوں کو اندھکار اور توہم وخرافات میں گرفتار بتایا گیا ہے اور سینکڑوں دیوتاؤں کے بائیکاٹ کا حکم دیا گیا ہے۔دیکھئے رگوید اور یجروید کے حوالے:

ईश्वर स्पष्ट कहता है: देवैरा सत्सि बर्हिषी।

;द्दग्वेद 1/12/14द्ध

सैकडों देवताओं का बहिष्कार करो।

तथा—

अन्धतमः प्रविशन्ति ये.......संभूतिमुपासते।

;यजुर्वेद उ0 40/9द्ध

(अन्धकार में प्रविष्ट हेते हैं, जो देवी—देवताओं की उपासना करते हैं। (پنڈت درگا شنکر ستیارتھی۔ وید اور قرآن ص:۳۵)

ہندو دھرم میں دیوتا وادیوں کو ''جانور'' کی صف میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔

शतपत ब्राहमण में है:

योन्यां देवतामुपास्ते न स वेद यथा पशुरेवं से देवानाम्।।

;14/4/2/22द्ध

जो दूसरो में ईश्वर बुद्दि करके उपासना करता है वह कुछ भी नहीं जानता, इसलिए वह विद्वानों के बीच में पशु के समान है।

لیکن ان سب باتوں کے باوجود آج بھی عملی طور پر ہندو دھرم میں دیوتا واد ہی مروج ہے اور اس طرح عقیدۂ توحید حقیقی معنوں میں اپنا وجود کھو چکا ہے اور وحدت الٰہ کا تصور دیوتا واد کے فلسفہ میں الجھ کر گم ہو گیا ہے۔

ویدوں میں عقیدۂ آخرت:

جناب پنڈت درگا شنکر ستیارتھی جی لکھتے ہیں:

''ویدوں میں موجودہ زندگی اور مرنے کے بعد دوسری زندگی ملنے کے لئے ''دبیہ جنم'' کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ پیدائش کا عمل صرف دوبار ہوگا۔ تین چار ہزار بار نہیں اور نہ انسان کو ۸۴ لاکھ بار پیدا ہونا ہے۔ وید اس معاملہ میں کوئی گول مول بات نہیں کرتے ہیں کہ لوگوں کو شک وشبہ کا موقع ملے وید واضح طریقہ پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ انسان صرف دوبارہ پیدا ہوگا (وید اور پنر جیون، بحوالہ ہندو مت ایک مطالعہ ص ۱۷)۔

عالم برزخ یا پِتر لوک:

موت کے بعد آخرت سے پہلے جو وقفہ پایا جاتا ہے اس میں آدمی کہاں اور کیسے رہتا ہے۔ اس کے بارے میں بھی ویدوں میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس سلسلے میں وید میں پتر لوک (عالم اجداد) کا تصور ملتا ہے۔ پتر لوک سے مراد وہ عالم ہے جہاں ہمارے باپ دادا اور دوسرے لوگ مرنے کے بعد پہنچتے ہیں۔ وید کے علاوہ پران اور مہابھارت میں بھی پتر لوک کا ذکر تفصیل سے کیا گیا ہے۔ اس سلسلے کی چند ایک مثالیں ہیں:

مرنے والے کو نصیحت کرتے ہوئے رگ وید میں کہا گیا ہے:

''کچھ پتر گھی کے پاس بیٹھے ہیں جن کے لئے شہد بہتا ہے، تم اس کے پاس جاؤ۔ تپ کے زور سے جو لافانی ہیں، جو ریاضت کے زور سے سورگ کو چلے گئے ہیں، جنہوں نے بڑی جانفشانی کی ہے ان کے پاس تو بھی چلا جا۔ جو میدان جنگ میں لڑتے ہیں، یا جو مارے جاتے ہیں یا جو کافی خیرات کرتے ہیں، ان کے پاس تو بھی چلا جا۔ جو پہلے کے مرد نیک اعمال کے اجر کے مستحق ہوئے ہیں، جو نیکی کے چشمے کو وسیع کر چکے ہیں اور جنہوں نے محنت اور ریاضت کا ثمرہ مہیا کیا ہے، تو ان کے پاس پہنچ'' (رگ وید ۱۰، سوکت ۱۰۴)۔

نیکوں اور بروں کی روحوں کو نکالنے کی کیفیت:

''مہابھارت'' میں ہے:

(برے لوگ) کہیں روتے ہوئے اور کہیں درد سے کراہتے ہوئے یمراج کے گھر جاتے ہیں۔ ڈانٹ سہتے ہوئے ،گھبراتے ہوئے ،کانپتے ہوئے ،خوفزدہ، دھمکائے جاتے ہیں،جسم پر مار کھاتے ہوئے لوگ یمراج کے گھر جاتے ہیں'' (مہابھارت ص ۳۷۰)۔

''دنیا میں لوگ اعمال کے لحاظ سے تین قسم کے ہوتے ہیں......تین راستے بلند، پست اور درمیانی طبقوں کے انسانوں کے لئے ہیں۔ پاکیزہ، متبسم! کس طرح یمراج کے فرستادے لے جاتے ہیں؟ وہ سنو: یمراج کے فرستادے اچھے لباس میں ملبوس ہوکر (بلند) لوگوں کو آرام والے اور خوشگوار راستے سے عزت کے ساتھ لے جاتے ہیں۔ یم دوت سپاہی کے لباس میں درمیانی طبقے کے لوگوں کو درمیان والے راستے سے لے جاتے ہیں۔ یم دوت چنڈال کے لباس پہنے ہوئے نیچ (برے) لوگوں کو پکڑ کر جھڑکتے ہوئے ، پھندوں سے گھسیٹتے ہوئے دشوار گزار راستے سے لے جاتے ہیں۔ یمراج آئے ہوئے نیک لوگوں کا احترام کرتے ہیں۔ انہیں گلے لگا کر استقبال کرتے اور خیریت معلوم کرتے ہیں۔ان کے نیک اعمال کی تعریف کرکے یمراج ان کی قیام گاہ بتاتے ہیں۔ نیک لوگ یمراج کی اجازت پاکر سورگ چلے جاتے ہیں'' (ص ۴۵، ۲۲۶، ۲۲۷)۔

برزخ کی زندگی:

یجروید میں آیا ہے: ''یہ ان کی قوت مردانگی کو سلب نہیں کرتے انھیں سواری ملتی ہے۔ جس سے فضا میں طیران کرتے ہیں، انہیں شہپر عطا کرتے ہیں۔ جن سے وہ ماورائے فلک پر واز کرتے ہیں۔ اس خطے میں مکھن ،شہد، شراب، دودھ اور دہی کی موجودہ نہریں بھی پائی جاتی ہیں۔''

پترلوک کوئی بے لطف دنیا نہیں ہے۔ وہاں ہر طرح کے سامان عیش وعشرت پائے جاتے ہیں۔ اپنشد اور براہمن میں ہے:

''پتروں کا ایک لطف انسانوں کے سو لطف کے برابر ہے۔''

برزخ کہاں ہے:

مرے ہوئے لوگ کہاں رہتے ہیں۔ وید میں ان کا مقام خلا (अंतरिक्ष) بتایا گیا ہے۔ چنانچہ اتھر وید میں ہے:

''خلا کے اوپر تیسرے طبق میں پتر (آباء واجداد) رہتے ہیں۔'' (اتھر وید ۱۸۔ ۲۔ ۴۸)۔

شدھانت شرومنی میں ہے: ''چاند کے اوپر حصے میں پتر رہتے ہیں۔''

یجروید میں ہے: ''جو آگ سے جلائے گئے اور جو نہ جلائے گئے درمیانی آسمان میں نذر و نیاز سے لطف اٹھاتے ہیں'' (یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۶۰)۔

ویدوں اور شاستروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یم جس کا ذکر اوپر آچکا ہے پترلوک کا نگراں ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے: ''ارواح یم لوک یا یم کی سلطنت میں رہتی ہیں'' (یجروید ادھیائے ۱۹ منتر ۴۵)۔

نرکت کے مصنف نے بھی لکھا ہے: ''یم دیوتا چونکہ خلا میں رہتا ہے، اس لیے پتر جو گویا اس کی رعیت ہیں، خلا کے مقام والے مانے جاتے ہیں'' (نرکت باب ۱۱، کھنڈ ۱۸)۔

موت کے فرشتے کو ویدوں میں یم دوت یا مرتیو دوت کہا گیا ہے (اتھر وید ۱۱۔ ۸) ویدوں کے عقیدے کے مطابق انسان کی جان کو یم دوت (ملک الموت) نکال کرلے جاتے ہیں: ''ملک الموت بڑا عقلمند ہے وہ مردہ کی روح کو پترلوک میں پتر بننے کو بھیج دیتا ہے'' (اتھر وید کانڈ ۱۸، سوکت ۲، منتر ۲۷)۔

رگ وید میں ہے: ''یم سے ملاقات کر، بزرگوں کی ارواح سے مل آزادی اور نیک اعمال کے اجر اعلیٰ بہشت میں حاصل کر۔ گناہ اور بدی کو ہٹا کر روشن جسم حاصل کر۔''

یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ پتروں سے مراد صرف باپ دادا ہی نہیں ہیں، بلکہ اس میں دوسرے اعزا اور رشتہ دار بھی شامل سمجھے جاتے ہیں خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ چنانچہ باپ دادا، ماں اور دادی کے علاوہ اس میں بھائی، بہن، پھوپھی، اپنی بیوی، بیٹی، بیٹا اور پوتا وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

پتر لوک کو اسلامی اصطلاح میں عالمِ برزخ کہا جاتا ہے۔ عربی میں دو چیزوں کے درمیان کے پردے یا آڑ کو برزخ کہتے ہیں۔ اپنشد کی اصطلاح میں اسے سندھیا (सन्ध्या) کہا گیا ہے، کیونکہ یہ اس موجودہ زندگی کو آخرت کی زندگی سے ملاتا ہے۔ اپنشد کے یہ الفاظ ہیں:

''اس انسان کے لئے حقیقت میں دو عالم ہیں۔ ایک یہ سنسار اور دوسرا پتر لوک۔ تیسرے درمیانی کا نام سندھیا ہے۔ وہ نیند کا مقام ہے۔ اس مقام پر ٹھہرا ہوا وہ ان دونوں مقاموں، دنیا اور آخرت کو دیکھتا ہے۔'' (بر ہدارنیک اپنشد (ब्रहदारण्यक उपनिषद) باب ۴)

کٹھ اُپنشد اور شت پتھ برہمن میں بتایا گیا ہے کہ عالمِ برزخ میں روح کی حالت خواب کی سی ہوتی ہے۔ شنکر اچاریہ نے بھی جو اپنشدوں کے مشہور شارح ہیں۔ لکھا ہے کہ اصل میں عالم دو ہی ہیں۔ ایک یہ موجودہ دنیا اور دوسرا آخرت۔ تیسرا مقام سندھیا یعنی درمیانی سرحد کا ہے جو ان دو عالم کے درمیان واقع ہے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کی مذہبی کتابوں اور یہاں کے قدیم افکار میں زندگی بعد موت کے بارے میں اچھی خاصی روشنی ملتی ہے، جو اسلامی تصور سے بہت قریب اور آواگون کے نظریہ کے بالکل خلاف ہے۔

عالمِ آخرت یا پرلوک:

قرآن کا بیان ہے کہ ایک وقت آئے گا جب موجودہ نظام کائنات درہم برہم ہو جائے گا۔ اس کے بعد دنیا نئے سرے سے وجود میں لائی جائے گی۔ مرے ہوئے لوگ زندہ کئے جائیں گے اور ان کے اعمال وعقائد کا جائزہ لیا جائے گا۔ لوگ اپنے اعمال وعقائد کے مطابق جنت یا جہنم میں داخل ہوں گے۔ کائنات کے موجودہ نظام کے درہم برہم ہونے کو قیامت یا پرلے (प्रलय) کہا جاتا ہے۔ پرلے کی اطلاع قرآن اور بائبل کے علاوہ ہندوستان کی کتابوں میں بھی دی گئی ہے۔ مثال کے طور پر شریمد بھاگوت ۴: ۱۴۔ ۱۸ ر میں صاف کہا گیا ہے کہ نہ دھرتی رہے گی، نہ آکاش، صرف برہما رہ جائے گا۔ اس کے بعد آخرت کا مرحلہ پیش آئے گا۔

آخرت کی زندگی وید کے لحاظ سے نہایت شاندار ہوگی۔ وید میں اسے دبّیہ جنم (दिव्य जन्म) سے تعبیر کیا گیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ یہ زندگی ان کو حاصل ہوتی ہے جو اپنی زندگی میں ہر آن خدائے ودود کو اختیار کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کی پاکیزگی اور رفعت کا راز بھی یہی ہے کہ خدا ان کی زندگیوں میں شامل و داخل ہوتا ہے۔ یہ چیز محض ظاہر رسوم کی ادائیگی سے کبھی حاصل ہونے کی نہیں۔ وید کے الفاظ ہیں:

''دبّیہ جنم ہون کرنے والے کے لئے نہیں، ہر لمحہ ولی العالمین کو اختیار کرنے والے کے لئے ہے۔''

جنت یا جہنم روحانی کیفیت کا نام نہیں، بلکہ جائے قیام ہے:

آخرت میں اچھے لوگوں کو جنت میں جگہ ملے گی جب کہ برے لوگوں کا ٹھکانا جہنم قرار پائے گا۔ ویدوں میں جنت کو سورگ اور جہنم یا دوزخ کو نرک سے موسوم کیا گیا ہے۔ سورگ کسی محض کیفیت یا حالت کا نام نہیں ہے جو کسی انسان پر موجودہ دنیا میں طاری ہو، جیسا کہ بعض مفکر قسم کے لوگ سمجھتے ہیں بلکہ سورگ درحقیقت ایک مستقل عالم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سورگ اور اس کے مترادف الفاظ سکرتسیہ، سکرتام، دیو، ناکم کے ساتھ لوک (عالم) لفظ ویدوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی انھیں دیولوک، ناکم لوکم وغیرہ کہا گیا ہے (دیکھئے یجروید باب ۱۵، منتر ۱۰، ۱۴ر

اتھر وید کانڈ ۴،سوکت ۳۴، منتر ۲، ۵،تا ۷، ر کانڈ ۹ سوکت ۵ رمنتر ۱۸، اتھر وید کانڈ ۲، سوکت ۱۰، منتر ۷، رکانڈ ۹، سوکت ۵ رمنتر ۹، اتھر وید کانڈ ۱۸، سوکت ۳، منتر ۱۷ وغیرہ)۔

سورگ، سکرتسیہ، ناکہ، دیو وغیرہ الفاظ اعلیٰ لطفِ حیات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ناکہ کے معنی نرکت کے اس بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مقام کو حاصل کرنے والے کو کچھ بھی دُکھ نہیں ہوتا۔ (نرکت ادھیائے ۲ رکھنڈ ۱۴)۔ برہمن گرنتھ میں بھی یہی بات کہی گئی ہے کہ اس مقام پر پہنچنے والے کو کچھ بھی دُکھ نہ ہوگا۔ برہمن گرنتھ درحقیقت وید کی شرح ہے۔

سورگ، ناکم، دیو وغیرہ درحقیقت سکھ کے مقام کا نام ہیں۔ اسی نرکت کا بیان ہے کہ: ''جن کے اعمال نیک ہوتے ہیں وہی وہاں جاتے ہیں'' (نرکت ادھیائے ۲، کھنڈ ۱۴)۔

منو میں بھی سورگ کے جو استعمالات ملتے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص مقام کا نام ہے۔ مثلاً منو میں اس طرح کے فقرے ملتے ہیں:

''وہ سورگ کو جاتا ہے'' (منو ادھیائے ۳، اشلوک ۱۸)، ''وہ اوپر بلند مقام کو جاتا ہے'' (ادھیائے ۳، اشلوک ۹۳)، ''وہ عالم بقا کو جاتا ہے'' (ادھیائے ۲، اشلوک ۵)۔

ویدوں اور شاستروں میں لفظ لوک اکثر مقام اور جگہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ رگ وید میں یہ لفظ ۲۸ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔ دو مرتبہ جمع کے صیغے میں بھی آیا ہے۔ یجروید میں تقریباً ۵۰ مرتبہ یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ سائن آچاریہ نے ان مقامات میں اس کا ترجمہ اکثر ستھان یا مقام ہی کیا ہے۔ ان سے کوئی کیفیت یا قلبی حالت مراد لینا ہرگز صحیح نہ ہوگا۔

میزان عمل:

سورگ یا جنت ان ہی لوگوں کے حصے میں آئے گی جو صحیح معنی میں اس کے مستحق ہوں گے۔ دنیا میں لوگ جیسے کچھ اچھے یا برے اعمال کرتے ہیں ان کا ریکارڈ محفوظ کیا جارہا ہے۔ ہندوؤں کے مقدس نوشتوں کے مطابق یہ اعمال دیوتاؤں کے ذریعہ لکھے جارہے ہیں۔ منو میں ہے:

''گنہگار لوگ سمجھتے ہیں کہ یہاں تنہائی میں ہمیں گناہ کرتے کوئی نہیں دیکھتا، حالانکہ ان کو دیوتا دیکھتے ہیں اور وہ ان کے اپنے ضمیر کے بھی سامنے ہوتا ہے'' (منو ادھیائے ۸، اشلوک ۸۴)۔

اعمال کو محفوظ کرنے والے کو پرانوں میں چتر گپت کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اعمال کو محفوظ کرنے والوں کو قرآن میں ''کراماً کاتبین'' کہا گیا ہے۔ آخرت میں میزان عمل کا ذکر بھی شتپتھ برہمن میں ملتا ہے:

''آئندہ دنیا میں وہ اس کے بھلے اور برے اعمال کو ترازو میں رکھتے ہیں۔ ان دونوں میں سے جو بھاری ہوگا اسی کے پیچھے آدمی جائے گا، خواہ وہ بھلے ہوں یا برے۔ اب جو شخص اس بات کو مانتا ہے وہ اپنے آپ کو اس دنیا میں ترازوؤں میں رکھتا ہے اور آئندہ دنیا میں حساب سے چھوٹ جاتا ہے'' (کانڈ ۱۱ پاٹھک ۲ برہمن، کنڈکا ۳۳)۔

مطلب یہ ہے کہ جو میزان عمل پر یقین رکھتا ہے وہ اس موجودہ دنیا میں اپنے اعمال کو وزن کرتا رہتا ہے، تاکہ آئندہ زندگی میں برائیوں کا پلہ بھاری نہ ہونے پائے اور وہ مبتلائے عذاب ہونے سے بچ سکے۔

جنت یا سورگ کہاں ہے؟:

اسی موجودہ دنیا کو سب کچھ سمجھ لینا بہت بڑی گمراہی ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایک دنیا ہے، جہاں سورگ اور نرک ہیں۔ یہ بات قرآن

ہی سے نہیں ہندوؤں کے نوشتوں سے بھی واضح طور پر ثابت ہوتی ہے۔ویدوں کے بیان کے مطابق سورگ یا بہشت کی زندگی موجودہ زندگی کے علاوہ ہے۔یہی وجہ ہے کہ موجودہ دنیا کے لئے اگر اِمَم ،اَیَم ،اَتہَ ،اَترَ اَسمَن وغیرہ الفاظ اشارات قریبہ استعمال کیے گئے تو سورگ لوک کے لیے اَمَم ،تَتر ،تَسمن ،پَرامَن ،وغیرہ اشارات بعیدہ استعمال ہوئے ہیں۔جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سورگ لوک موجودہ دنیا میں نہیں، بلکہ کسی دوسرے عالم میں ہے۔

اس کے علاوہ ویدوں کے کتنے ہی منتروں میں سورگ لوک کو(۱) ترتیئے رجسے (۲) ترناکے(۳) ترود(۴) تری بھیہ کانڈئیہ (۵) ترتسیام بتایا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ کوئی تیسرا جہاں ہے، تیسری دنیائے راحت ہے، تیسری جگہ ہے آسمان کے اندر وہ تیسرے طبقے میں ہے اور یہاں سے تیسرا ہے۔

ویدوں میں موجودہ دنیا کو سورگ نہیں کہا ہے، رگ وید میں ہے:''تیسرا لوک (یعنی سورگ) وہ ہے جو اوپر آسمانی روشنی میں ہے۔''(۱۔۱۵۵۔۳)۔

اتھروید میں آیا ہے:''زمین کی پشت سے میں افق پر چڑھ گیا۔افق سے آسمان پر چڑھ گیا۔آسمان کی پشت سے میں روشن مقام سورگ کو چلا گیا''(اتھروید کانڈ ۴،سوکت ۱۴،منتر ۱۷،۶۷)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورگ ایک خاص عالم ہے جو موجودہ دنیا سے فائق اور اعلی ہے۔اتھروید میں اسے پرم لوک سے موسوم کیا گیا ہے۔

سورگ یا بہشت کیا ہے؟:

سورگ انسانوں کے لئے ایک مطلوب دنیا ہے۔ایسی دنیا جس کی آرزو کی جائے، جو انسان کی آخری جائے قرار ہے، جس میں کوئی کمی اور نقص نہیں۔رگ وید میں ہے:''اے اندر، مجھے اس جگہ پہنچا جہاں موت نہیں ،لازوال عالم میں جہاں روشنی ہے اور ابدیت کا نور برستا ہے''(رگ وید منڈل ۹،سوکت ۱۱۳،منتر)۔

''مجھے اس خوشگوار تمناؤں کی دنیا میں غیر فانی بنادے جو سراپا نور برھما (خالق) کی دنیا ہے، جہاں رزق اور کامل لطف و مسرت حاصل ہوتی ہے''(منتر ۱۰)۔

''جہاں سرور اور احظاظ ہیں، لذات ہیں، اعلی محویات ہیں، جہاں اہل ذوق کی تمنائیں پہلے ہی سے حاصل ہیں، اس عالم میں مجھے نجات عطا کر''(رگ وید منڈل ۹،سوکت ۱۱۳،منتر ۱۱)۔

''مجھے اس جگہ غیر فانی بنادے جہاں حسبِ خواہش چلتے پھرتے ہیں۔آسمان کے نہایت بالائی حصے میں جہاں روشن دنیائیں نور سے پُر ہیں''(منتر ۸)۔

جنت کی حوریں:

''مجھے اس لوک میں دوام عطا کر جہاں مود، مدہ اور پرمود تین قسم کی لذات حاصل ہوتی ہیں اور دیرینہ تمنائیں پوری ہوتی ہیں'' (منتر ۱۱)، یہ لذات (मोद, मुदः और प्रमोद) جن کا ذکر اس منتر میں کیا گیا ہے جماع سے تعلق رکھنے والی لذات ہیں اور خاص طور پر 'پرمود' تو ویدوں میں جماع ہی کی لذت کے لئے آیا ہے۔اس سے یہ معلوم ہوا کہ سورگ میں لوگوں کو بیویاں بھی میسر ہوں گی۔اس کا ثبوت وید کے دوسرے بیانات سے بھی ہوتا ہے۔

چنانچہ اتھر وید میں ہے: ''سخاوت کرنے والے نے پہلے سُر بھم مقام (خوشگوار جنت) کو حاصل کیا۔ پھر اچھے لباس والی خوبصورت عورت اور تیز شراب کو۔'' (۷۔۱۰۷۔۱۰۹)۔

''وہ استخوانوں سے پاک، صاف ستھری تابناک بہشت کو جاتے ہیں..........ان کے لئے جنت میں عورتوں کی کثرت ہے'' (اتھر وید ۴۔ ۴۳۔ ۲)۔

جنت میں آدمی بوڑھا نہ ہوگا اور نہ وہاں کسی کو موت آئے گی: ''جنت میں کوئی اندیشہ نہیں ہے۔ نہ وہاں موت ہے، نہ بڑھاپے کا ڈر ہے۔ انسان بھوک پیاس سے نجات پا کر جنت کی دنیا میں لطف اٹھاتا ہے۔'' (۱۳)۔

''یہ سورگ لوک امرت سے محیط ہے۔'' (اتھر وید ۱۸۔ ۴۔ ۴)۔

''اے انسان، رِت (ऋत) کے اس راستے کو دیکھ جس پر پرہیز گار، نیکوکار اور انگرس چلتے ہیں۔ ان ہی راستوں سے تو جنت کی طرف چل، جہاں ادتیہ دیو شہد کھاتے ہیں۔'' (اتھر وید ۱۸۔ ۴۔ ۳)۔

رگ وید میں ہے: ''جہاں تمناؤں کی تمنائیں پوری ہوجاتی ہیں، وہاں مجھے ابدیت عطا کر۔'' (رگ وید ۱۱۱۔ ۷۔ ۱۱)۔

اتھر وید میں ہے کہ وہاں سے کوئی نکالا نہ جائے گا: ''ایسا غیر فانی، تو نہ مرے گا، نہ مرے گا، خوف نہ کر۔ وہاں نہ تو لوگ مرتے ہیں نہ وہاں سے کسی تاریک پستی میں گرتے ہیں۔'' (اتھر وید ۸۔ ۲۔ ۲۴)۔

''اس نجات کی دنیا میں ابدی نور ہے۔ ہر طرح کی روشنی اور عیش ہے۔ اس جنت میں انوکام ہے۔ وہاں کی دنیائیں روشن ہیں۔ وہاں کام، نکام، سودھا، ترپتی، آنند، موداور پرمود ہیں۔ وہاں دل کی ساری آرزوئیں پوری ہوجاتی ہیں۔'' (رگ وید ۹۔ ۱۱۳۔ ۷۔ ۹)۔

''جس طرح لتا (بیلوں) سے ککڑی الگ ہوجاتی ہے اسی طرح میں موت سے آزاد ہوجاؤں اور ابدیت سے الگ نہ ہوسکوں'' (رگ وید، ۔۵۹۔ ۱۲)۔

جنت کی حیاتِ جسمانی:

جنت مجرد روحانی نہیں ہے، وہاں انسان جسم کے ساتھ رہے گا۔ چنانچہ وید میں ہے: ''اے ایشور ان کو عالم ارواح عطا کر اور ان کا اپنا جسم جیسا کہ تیری مرضی ہو'' (رگ وید ۱۵۔ ۴۔ ۱۰)۔

''اے پترو، جسم کے ساتھ سورگ میں شادماں ہو'' (اتھر وید ۱۸۔ ۴۔ ۶۴)۔

''میری آتما اچھا پرکاش پا کر جسم حاصل کرے'' (اتھر وید ۱۸۔ ۲۔ ۱۰)۔

شت پتھ براہمن (शतपथ ब्राह्मण) میں ہے:

''سورگ میں تو ہماری رہنمائی کر، وہاں ہم بیوی اور بچوں کے ساتھ رہیں..........اعضاء کی کمی اور نقص وعیب سے پاک ہو کر ہم سورگ میں اپنے والدین اور بیٹوں کو دیکھیں'' (۶۔۶)۔

کٹھ اپنشد میں جنت کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

''سورگ لوک میں کچھ خوف نہیں ہے.........وہاں کوئی بڑھاپے سے نہیں ڈرتا۔ سورگ لوک میں بھوک پیاس دونوں کو پار کر کے آدمی غم سے اوپر اٹھ کر شادماں ہوتا ہے'' (۱:۱۲)۔

سورگ کے کچھ مناظر:

ویدک سورگ کے کچھ مناظر اور خصوصیات ملاحظہ ہوں:

''ہزاروں نہریں شہد کی لذت والی تیسرے آکاش (یعنی سورگ) میں بہتی ہیں'' (اتھر وید ۴، ۳۴۔۶)۔

گھی کے حوض، شہد کے تالاب، شراب سے بہتی ہوئی، اور دودھ، دہی اور پانی کی لبریز سب شیریں نہریں تجھے سورگ میں ملیں گی اور سب نیلوفر والی جھیلیں تجھ کو حاصل ہوں گی'' (اتھر وید ۴، ۳۴۔۶)۔

''وہ ایشور میرے پاس شہد، گھی اور شراب کی نہر کے ساتھ آیا ہے'' (اتھر وید ۶۔۲۵۔۱۰)۔

''دان کرنے والوں نے پہلے عیش و آرام کا مقام (یعنی سورگ) حاصل کیا ہے۔ پھر اچھے لباس والی عورتوں اور نہایت تیز شراب کے جام کو'' (۱۰۔۱۰۷۔۹)۔

''میں ان اپسراؤں (حوروں) کے لئے پرارتھنا کرتا ہوں جو نہایت لطف دینے والی ہیں۔'' (اتھر وید ۲۔۲۔۲)۔

کوشتیکی براہمن میں ہے:

''اس کے پاس پانچ سو حوریں آتی ہیں۔ ایک سو پھولوں کے ہار لئے ہوئے۔ ایک سو خوشبودار منجن، ایک سو کچور اور زعفران کا سفوف، ایک سو قیمتی اور خوبصورت لباس اور زیورات اور ایک سو اپنے ہاتھوں میں پھول لئے ہوئے آتی ہیں اور اس بہشتی کو زیورات وغیرہ سے آراستہ کرتی ہیں'' (کوشتیکی براہمن ۱۔۴)۔

مہابھارت کے بیان کے مطابق حقیقت میں سورگ اچھے اعمال سے ملنے والی دنیا ہے۔ اندر پوری اس میں سب سے فائق و برتر ہے۔ وہاں پر وہ نندن بن ہے جہاں اپنی خواہش کے مطابق شکل و صورت اختیار کر کے لوگ اپسراؤں (حوروں) کے ساتھ رہتے بستے ہیں (آدی ۸۹۔۱۶۔۱۹)۔

''وہاں بڑھاپا، غم اور تکان نہیں۔ وہاں کوئی خوف بھی نہیں۔ وہاں گندھرا اور اپسراؤں (غلمان اور حوریں) رقص، ساز اور گیتوں کے ذریعہ سے جنتیوں کے دل بہلاؤ کا سامان کرتی ہیں'' (سبھا:۷)۔

اپنشد بھی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ برھم لوک یا سورگ لوک پہنچ کر انسانی ارواح واپس نہیں آتیں۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہاں نہ گناہ ہے اور نہ ظلمت اور تاریکی کا نام و نشان پایا جاتا ہے۔ وہاں کوئی بیماری بھی نہیں۔ وہ مقام جزا ہے، ہمیشہ روشن رہتا ہے۔

سورگ کے بعض درختوں کا بھی ذکر وید میں آیا ہے مثلاً:

''وہ درخت کہ جس پر خوبصورت پرند شیریں پھل کھاتے ہیں۔ اسی پر دہ رہتے ہیں............ اس کی چوٹی پر، وہ کہتے ہیں کہ پیلم بہت لذیذ ہے مگر وہ اس کو حاصل نہیں کر سکتا جو باپ (پرماتما) کو نہیں جانتا (رگ وید منڈل ۱، سوکت ۱۶۴ منتر ۲۰۔۲۲)۔

''ہمارے اوپر تیسرے آسمان (یعنی سورگ) میں پیپل کا درخت کھڑا ہے۔ جو دیوتاؤں کی جائے رہائش ہے۔ وہاں دیوتاؤں نے کشٹھ کے پودے کو حاصل کیا جو حیات ابدی کا چشمہ ہے یا جو حیات ابدی کے چشمہ سے پیدا ہوتا ہے'' (اتھر وید)۔

جنت میں ساز و نغمہ:

سورگ میں ساز اور گیتوں کا لطف بھی موجود ہے (رگ وید ۵ ۱۳۵/۷/۱۰۔ اتھر وید ۷ /۳/۴/۴)۔

''یہ گیت وشووسو بھی بہشتی گندھرو درمیانی خلا کا رہنے والا ہمیں گا کر سنائے گا'' (رگ وید منڈل ۱۰ سوکت ۳۹ منتر ۷)۔

اس ساز ونغمہ کا ذکر چھاوند گیہ اپنشد ۸۲۸ میں ملتا ہے: '' اگر وہ گیت اور ساز کے مقام کی خواہش کرتا ہے تو اس کے، خیال کے ساتھ گیت اور ساز ظاہر ہوتے ہیں۔اور وہ اسے پا کر لطف اٹھاتا ہے۔''

'' جنگ میں مارے گئے سورما (شجاع) کا غم نہیں منانا چاہیئے ، کیونکہ مارا گیا سورما ماتم کے لائق نہیں ہے ۔ وہ سورگ میں بزرگی حاصل کرتا ہے۔ جنگ میں مقتول کے لئے پنڈا پانی، غسل ونجاست کے احکام پر عمل نہیں کیا جاتا۔ کشتۂ جنگ کے استقبال کے لئے ہزاروں حسین اپسرائیں وحوریں دوڑتی ہیں اور آرزو کرتی ہیں کہ یہ میرا شوہر ہو'' (مہابھارت، شانتی: ۹۸۔ ۴۴۔ ۴۷)۔

جنت کی دلکش نعمتیں:

'' پاکیزہ نندن بن وغیرہ نیکو کاروں کی تفریح گاہیں ہیں ۔وہاں نہ بھوک پیاس ہے، نہ تکان ہے، نہ سردی گرمی اور نہ کوئی خطرہ پایا جاتا ہے۔وہاں کوئی گندی اور منحوس شے نہیں ہے۔ ہر اعتبار سے سکون بخش اور معطر ہوائیں چلتی ہیں۔منی وہاں نغمات لذت گوش اور ہر طرح سے دل پسند ہیں۔نہ غم ہے، نہ بڑھاپا، نہ مشقت اور نہ کوئی رنج وغم ۔منی یہ دنیا اپنے اعمال کے نتیجے میں ملتی ہے ۔اپنے اعمال کے سبب لوگ یہاں پیدا ہوتے ہیں۔مورگلیہ! یہاں پیدا ہونے والے کے نورانی جسم اعمال کے سبب سے پیدا ہوتے ہیں۔والدین کے سبب سے ان کی تخلیق نہیں ہوتی ۔انھیں پسینہ، بدبو، پیشاب پاخانہ نہیں ہوتا۔ ان کے لباس گرد وغبار سے میلے نہیں ہوتے ۔ ان کے ملکوتی ، معطر، دلکش ہار کبھی مرجھاتے نہیں ....حسد وحزن اور تکان ان کے قریب بھی نہیں آتے وہ حرص اور بغض سے خالی ہوتے ہیں'' (مہابھارت، بن ۲۶۱: ۹۔ ۱۶)۔

'' وہاں نہ غم ہے نہ حسد ہے، نہ حرص اور غصہ پایا جاتا ہے۔وہاں سبھی نوجوان اور بیویوں کے ساتھ رہتے ہیں۔اور ہزار آفتاب کے مانند چمکتے ہیں '' (دیوی بھاگوت ۱۲: ۱۲: ۵)۔

سورگ کے مستحق کون ہوں گے؟:

سورگ یا بہشت میں کون لوگ داخل ہوں گے اور کون لوگ اس سے محروم رکھے جائیں گے اس سلسلے میں بھی وید کے یا دوسرے بیانات یہاں نقل کیے جاتے ہیں: رگ وید میں ہے:

'' ایشور کے نزدیک نیک کام کرنے والا اور سوچنے سمجھنے والا شخص محبوب ہوتا ہے'' (رگ وید ۱۰۔ ۱۳۱۔ ۲)۔

'' انسان کو چاہئے کہ سچائی کے راستے پر عجز ونیاز کے ساتھ چلے'' (رگ وید ۱۰/ ۱۳۱/ ۲)۔

'' تونے اچھے اعمال کو جزا پانے والے مقام کو حاصل کرلیا'' (اتھروید ۲/ ۱۰/ ۷)۔

'' جو سفید پاؤں والی بھیڑ آگے مقام حاصل کرنے کی غرض سے صدقہ کرتا ہے وہ سورگ کو چڑھ جاتا ہے، جہاں کمزور طاقتور کو ٹیکس نہیں دیتا'' (ایضاً ۳/ ۲۹/ ۳)۔

'' دان (صدقہ) کرنے والے کے لئے آسمانی سورگ ہے۔'' (رگ وید ۱۰/ ۱۲۵)۔

'' عقیدت کے ساتھ دان کرنے والے سورگ حاصل کرتے ہیں۔'' (اتھروید ۹/ ۵/ ۱۸)۔

'' یہ دھن میں برہمنوں کو سونپتا ہوں۔ پترلوک ہی سے سورگ جانے کا راستہ بناتا ہوں۔'' (اتھروید ۱۸/ ۴/ ۲۵)۔

'' سورگ لوک میں امرت (آبِ حیات) سے بھرپور رزق اور طاقت اس کو عطا ہوئی جو قربانی کرتا ہے۔'' (اتھروید ۱۸/ ۴/ ۲۵)

بہشت حاصل کرنے کے لئے عمل ہی نہیں اخلاص بھی درکار ہے:

'' اخلاص رکھنے والے اس بہشت کو حاصل کریں گے۔'' (اتھروید کانڈ ۶، سوکت ۱۲۲/ منتر ۳)۔

D9

''اتھرو یدٗ' میں آیا ہے:'' جزااور انعام کے طور پر قربانی کرنے والا بہشت میں گھی سے لبریز نہریں اور اپنی خواہشات کو حاصل کرے گا۔''(اتھرو ید کانڈ ۴/۵/۱۸)۔

''ماں کی خدمت سے اِس دنیا کو، باپ کی خدمت سے درمیانی عالم کو اور اُستاد کی خدمت سے بہشت کو پا تا ہے۔''(منو ۲/۲۱۲)

ویاس منی کہتے ہیں:'' پروپکار (دوسروں کی بھلائی) کرنے والا سورگ میں جا تا ہے اور دوسروں کو تکلیف دینے والا نرک میں۔'' (اتھرو ید کانڈ ۶، سوکت ۱۲۲/ منتر ۳)۔

نرک یا جہنم:

آخرت کی زندگی میں نرک ان لوگوں کا ٹھکانا ہے جو حق کے مخالف اور بے کردار ہوتے ہیں۔ ویدوں کے مطابق جہنم تاریکی کا مقام ہے۔ اس میں اَدھرمی (بے دین) اور پاپی داخل کئے جائیں گے۔ جہنم کئی ہیں اور سبھی تاریک ہیں۔

نرک کے بارے میں'' یجروید'' کا بیان ہے:

''وہ دنیائیں بغیر سورج کے ہیں۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ ان میں وہ لوگ جاتے ہیں جو خودکشی کرتے ہیں'' (یجروید ۴۰/۲)

''جو دل کو ناپاک کرتا ہے اُس اسفل مقام میں گرنے والا بناتے ہیں۔''(اتھرو ید ۲۰/۱۲۸/۲)۔

ایشاواسیوپنشد (ईशावास्ययेपनिषद) میں بھی نرک کو ظلمت سے موسوم کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ جہالت کے پرستار گہرے اندھیرے والے لوگوں میں داخل ہوتے ہیں۔

پُرانوں اور خاص طور سے وشنو پران (۲/۶/۱/تا ۲۹) اور شریمد بھاگوت (۵/۶/۱/تا ۳۷) میں نرک کا ذکر تفصیل سے ملتا ہے۔ نرکوں کی تعداد سیکڑوں اور ہزاروں بتائی گئی ہیں۔ کم سے کم تعداد سات ہے جس کا ذکر وشنو پران، یوگ سوتر کا ویاس بھاشیہ (۲۶/۳) اور شنکر اچاریہ (ویدانت بھاشیہ ۳/۱/۱۵) کرتے ہیں۔ بعد میں یہ تعداد اکیس ۲۱/ تک پہنچ گئی ہے۔ یہ نام منوسمرتی (۴/۸۸/۹۰) اور شریمد بھاگوت (۵/۲۶/۷) میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ وشنو پران (۲/۶/۲ تا ۵) اور شریمد بھاگوت (۷/۲۶/۶) میں نرکوں کا ذکر ہے۔

جہنم میں لے جانے والے اعمال:

سُکھ ساگر میں بالتفصیل اس کی وضاحت کی گئی ہے کہ کس عمل کے سبب انسان کس نرک میں جھونکا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر سکھ ساگر صفحہ ۲۹۳/ تا ۲۹۶/ اور شریمد بھاگوت (۵/۲۶) کے کچھ فقرے ملاحظہ ہوں:

''جو میرا، اور 'میں' کے غرور میں آکر لوگوں سے دشمنی کرتا ہے اور اپنے ہی کنبے کی پرورش میں لگا رہتا ہے وہ رَے رو (रैरव) نام کے نرک میں پڑتا ہے........ جو مرد یا عورت اگمیہ (अगम्य) عورت یا مرد سے مباشرت کرے ان دونوں کو کوڑے سے مارتے پیٹتے تپر سرمی (तप्तसूर्मि) نام کے نرک میں لے جاکر پٹک دیتے ہیں۔ اور پھر گرم لوہے کے بنے بتوں میں باندھ دیتے ہیں جہاں وہ جلتے رہتے ہیں........ جو راجہ یا ان کے کارکن دھرم کی راہ یا عبادت گاہ وغیرہ مقامات کو برباد کرتے ہیں وہ غلاظت، پیشاب، خون، بال، ناخون، ہڈی، چربی وغیرہ سے بھری ہوئی بیتر نی ندی (वैतरणी नदी) میں غوطہ کھاتے ہیں......... جو گواہی میں جھوٹ بولتے ہیں وہ اَوِیچ (अबीचि) نام کے نرک میں سو یوجن اونچے پہاڑ سے گرائے جاتے ہیں۔ جو برہمن، چھتری، ویش یا ان کی عورتیں بے جھجک شراب پیتی ہیں انھیں اَیہ پان (अयः पान) نام کے نرک میں پٹک کر ان کے منہ میں آگ سے پگھلے ہوئے لوہے کے رس یم دوت ٹپکاتے ہیں............ جو دولت کے غرور میں آکر دولت ختم ہونے کی فکر میں افسردہ منہ، حریص ہو کر شیطان کی طرح دولت کو جوڑتا رہتا ہے اور اس کو استعمال یا خیرات نہیں کرتا وہ مرکر سوچی مکھ

(सूची मुख) نام کے نرک میں جا گرتا ہے۔ وہاں یم دوت اسے سوئیوں سے چھیدتے ہیں۔''

جہنم کے اکیس طبقات کی اگر تجرید کی جائے تو یہ سات طبقات ٹھہرتے ہیں۔ ویدوں میں جہنم کے اکیس طبقات ٹھہرتے ہیں۔ ویدوں میں جہنم یا نرک کا واضح بیان ملتا ہے۔ مثلاً ''رگ وید'' میں ہے:

''وہ گناہ سے بھرے ہوئے ہیں، جھوٹے، بے وفا ہیں۔ ان ہی نے اس انتہائی گہرے مقام (نرک) کو پیدا کیا ہے (یعنی ان کے برے اعمال ہی کی وجہ سے نرک کو وجود میں لانے کی ضرورت پیش آئی)'' (رگ وید ۷۔۱۰۴۔۲)۔

''برے اعمال کا ارتکاب کرنے والے اتھاہ گڑھے میں تاریکی کے اندر ڈال دو جہاں سے ایسے لوگ نکل نہ سکیں۔ کوئی ان میں سے کبھی بھی واپس نہ آئے گا۔'' (منتر ۳)۔

اس سے معلوم ہوا نرک کی سزا دائمی ہے، وقتی اور عارضی نہیں۔ یہ تصور اسلام کے عین مطابق ہے۔

نرک کس کا انجام ہوگا؟:

نرک یا جہنم ان لوگوں کے لیے ہے جو بے کردار اور برے ہوں۔ جو سورگ کے مستحق نہ ہو سکے ان کا ٹھکانا نرک ہے۔ اتھروید میں ہے:

''ورن (वरफण) سے ڈراتے ہوئے میرے مخالف قریبی شریک اس لوک میں داخل ہوں جہاں روشنی نہیں، انتہائی گہرے اندھیرے میں جائیں۔'' (اتھروید ۱۰۔۳۔۹)۔

''کہتے ہیں نرک اس کے لیے ہے جو برہمن کو مانگنے پر بھی دان نہیں دیتا۔'' (اتھروید ۱۲۔۴۔۳۶)۔

''بھاگوت'' میں ہے: ''جو شوہر کو فریب دے کر اس کی بیوی سے استمتاع کرتا ہے اس کو یم راج کے سپاہی تیرہ و تاریک نرک میں ڈالتے ہیں، جہاں گر کر آدمی درد سے کراہنے لگتا ہے۔ انسان وہاں فوراً اندھا اور خبط الحواس ہو کر رہ جاتا ہے اور جڑ کٹے درخت کے مانند پڑا رہتا ہے۔ (دیوی بھاگوت ۵۱۸۔۶)۔

''یہ میں ہوں اور یہ میرا ہے، یہ سمجھتا ہوا جو شخص مخلوق سے حسد کرتا ہے، فریب کاری کے ساتھ اپنے خاندان کی پرورش کرتا ہے وہ مرنے کے بعد اپنے برے اعمال کے سبب یہاں گرتا ہے۔'' (ایضاً ۸:۸۔۹)۔

''حد سے تجاوز کرنے والے لوگ 'بے ترنی' (ڈوبنے والی جس ندی سے تیر کر باہر آنا مشکل ہو) ندی میں گرتے ہیں۔ نارد! یہ ندی جہنم کے قلعہ کی خندق ہے۔'' (ایضاً ۸:۳۹۔۴۰)۔

بودھ مت اور پرلوک کا تصور:

جین اور بودھ مذہب میں بھی سورگ اور نرک کا تصور ملتا ہے۔ اس سلسلے کے کچھ اقتباسات یہاں نقل کیے جاتے ہیں:

''یہ خیال کہ دان کچھ نہیں ہے، نیک اعمال کچھ نہیں، بد اعمال کچھ نہیں، نہ لوک کچھ ہے نہ پرلوک کچھ ہے۔ گھر کے ذمہ دارو! یہ ہیں غیر مذہبی طرز عمل۔ اس طرح کے طرز عمل اختیار کرنے والے لوگ جسم چھوڑنے کے بعد نرک میں جاتے ہیں'' (مجھم نکائے ۱۔۵۔۱)

''دھرم کی پیروی کرے، برے کام نہ کرے، دھرم پر چلنے والا اس لوک اور پرلوک دونوں جگہ راحت کے ساتھ رہتا ہے'' (دھمپد: لوک وگو: ۳)۔

''یہ سنسار اندھے کی طرح ہے، اسے سجھائی کم پڑتا ہے۔ ایسے لوگ بہت ہی قلیل ہیں جو دام کی بندش سے آزاد پرند کی طرح سورگ

کو جاتے ہیں‘‘(دھمپڈ:لوک وگو:۸)۔
’’صداقت کو ترک کرکے جو کذب بیانی سے کام لیتا ہے، دھرم سے تجاوز کرتا ہے، پرلوک کی جس کو فکر نہیں ہے، وہ آدمی کوئی بھی بڑے سے بڑا پاپ کرسکتا ہے‘‘(ایضا:لوک وگو:۱۰)۔
’’جو بہکا ہوا شخص دوسرے کی عورت کو ہاتھ لگاتا ہے وہ چار برے نتائج سے دوچار ہوتا ہے: اسے (۱) پاپ ملتا ہے (۲) سکھ سے سو نہیں سکتا (۳) سنسار میں اسے ملامت کی جاتی ہے (۵) اور اسے نرک میں جانا پڑتا ہے۔‘‘(دھمپڈ:نرے وگو،۲۲:۴)۔
’’اسے (گنہگار کو) شعلہ زن جلتے ہوئے دہکتے انگاروں کے بڑے پہاڑ پر چڑھاتے اتارتے ہیں۔.........اسے اوپر پیر، نیچے سر پکڑ کر شعلہ زن جلتی دہکتی گرم لوہے کی کمبھی (دیگ) میں ڈالتے ہیں، جہاں وہ جھاگ پھینکتا ہوا پکتا ہے۔ وہ جھاگ پھینکتا ایک بار اوپر آتا ہے اور ایک بار نیچے جاتا ہے، ایک بار ترچھے جاتا ہے۔‘‘(خداوند کے پیامبر ۳:۳)۔
’’تب بھکشوؤ! اسے نرک کے سپاہی نکال کر زمین پر رکھ کر کہتے ہیں: اے شخص، تو کیا چاہتا ہے؟ وہ کہتا ہے، میں بھوکا ہوں، تب اے بھکشوؤ! نرک کے سپاہی جلتے ہوئے، تپتے لوہے کی سلاخ سے منہ پھاڑ کر، جلتے ہوئے، سرخ تپتے آہنی سلاخ منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ جو اس کے ہونٹ، حلق، سینے اور معدے کو جلاتا ہے اور انتڑیوں کو لیتا ہوا نچلے حصے سے باہر نکل جاتا ہے۔....... دوزخ کے سپاہی کہتے ہیں، اے شخص، تو کیا چاہتا ہے؟ وہ کہتا ہے، میں پیاسا ہوں۔ تب اس کو اے بھکشوؤ! دوزخ کے سپاہی جلتے، تپتے ہوئے لوہے کے چھڑ سے منہ کو پھاڑ کر جلتے تپتے تانبے کو پلاتے ہیں۔ وہ انتڑی کو لیتا ہوا نیچے کے حصے سے نکل جاتا ہے۔‘‘(ایضاً)۔

خلاصہ بحث:

اوپر کی طویل تفصیلات ہم نے جناب محمد فاروق خاں صاحب ایم اے کی کتاب ’’تصور آخرت اور ہندوستانی روایات‘‘ سے اس لئے نقل کی ہیں، تاکہ بالغ نظر قارئین خود فیصلہ کرسکیں کہ ہندو بھائیوں کے پورے ویدک سرمائے اور ان کے دوسرے دھرم گرنتھوں میں عقیدۂ آخرت کے خلاف آواگون کا نظریہ قطعی طور پر غیر ثابت شدہ اور گمراہ کن۔ باطل نظریہ ہے۔ یہاں تک کہ بودھ اور جین دھرم کے اصل ماخذ میں بھی اس کا وجود نہیں ہے۔ ان تفصیلات سے یہ بھی واضح ہوا کہ ویدک پستکوں میں آخرت اور اس کی جزئیات۔ قرآن، حدیث اور اسلامی روایات سے قریب تر ہیں۔

آواگون کی حقیقت:

یہاں ہم تھوڑی سی تفصیل عقیدۂ آخرت سے متصادم اور متضاد نظریہ آواگون سے متعلق پیش کریں گے تاکہ اس نظریے کی مدلل علمی تردید بھی قارئین کے سامنے آجائے۔

اس نظریہ کو ایک زمانے میں بہت مقبولیت حاصل رہی ہے۔ یونان میں بھی کچھ لوگ اسے ماننے لگے تھے، اور روم میں بھی اس کو پذیرائی حاصل ہوگئی تھی۔ مصر کی قدیم تاریخ میں بھی اس عقیدے کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ خارجی اسباب واثرات کی وجہ سے ایک زمانے میں یہودیوں میں بھی یہ عقیدہ داخل ہوگیا تھا۔ لیکن اب یہ عقیدہ یا تو دنیا کی وحشی اور غیر مہذب قوموں میں پایا جاتا ہے یا پھر ہندوستان کے ہندوؤں۔ بودھوں، جینیوں وغیرہ میں اسے مقبولیت حاصل ہے۔

وید اور براہمن ہندو دھرم کی دو بنیادی کتابیں ہیں ان دونوں دھرم گرنتھوں میں آواگمن نہیں ہے، اسکی تفصیل رام دھاری سنگھ دنکر جی کی تحقیقی کتاب ’’سنسکرت کے چار ادھیائے‘‘ میں ملتی ہے۔ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کا مقدمہ سابق

وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو نے لکھا ہے رام دھاری سنگھ دنکر جی نے پوری قوت سے لکھا ہے کہ۔

ابتدائی دور کے دو گرنتھوں میں جو ہندو دھرم میں سب سے بڑھ کر سند کی حیثیت رکھتے ہیں نہ آواگون مانا جاتا تھا نہ ان کا اعمال کے مطابق مختلف مخلوقات کی صورت میں پیدا ہونے کا عقیدہ تھا۔ نہ دنیا کی لا ابتدائیت کا۔ لا ابتدا چکر مانا جاتا تھا۔ نہ ایشور کو منصف ماننے کیلئے آواگمن کا اصول مانا جاتا تھا یہ سب بعد کے فلسفیوں کی اپج ہے (ہندومت ص ۱۹ بحوالہ سنسکرت کے چار ادھیائے)۔

جناب عباد اللہ گیانی جی اپنی کتاب، ہندو دھرم گرونانک جی کی نظر میں'' کے باب'' تناسخ یا آواگون اور گرونانک جی'' کے تحت لکھتے ہیں:

'' ہندو دھرم کا ایک نہایت اہم مسئلہ تناسخ یا آواگمن ہے، اسکی رو سے ہر انسان اپنے سابقہ جنم کے بھلے اور برے اعمال کے نتیجے میں دوبارہ پیدا ہوتا اور مختلف جونوں (صورتوں یا حالتوں) میں آتا ہے اس بارے میں ہندو دھرم کا ایک مشہور مقولہ ہے'' پنر جنم کرتم پاپنگ''، یعنی ہر شخص کو اس کے اچھے یا برے اعمال کے نتیجے میں بار بار جنم ملتا ہے، اس بناء پران کے ہاں ہر جنم کے بعد کرم (عمل) اور ہر کرم کے بعد جنم مانا جاتا ہے اور اس جنم اور مرن (پیدا اور مرنے) کا سلسلہ قدیمی ہے، نہ اس کا شروع نہ آخر۔ گویا کہ اس عقیدے کی رو سے دنیا میں جتنی بھی جاندار چیزیں سبزیاں۔ ترکاریاں۔ درخت، پرندے، چرندے اور درندے یا رینگنے والے جاندار ہیں وہ سب کے سب اپنے پہلے جنم میں انسان تھے۔

منو جی نے اپنی دھرم شاستر'' منوسمرتی''، میں ان اعمال کی تفصیل بیان کی ہے جن کے نتیجے میں ایک انسان مختلف جونوں (حالتوں) کو حاصل کرتا ہے اور مختلف جونوں میں پیدا ہوتا رہتا ہے۔ منوجی کے نزدیک دنیا میں جتنے بھی گائے اور بیل پائے جاتے ہیں وہ سبھی اپنے پہلے جنم میں انسان تھے اور انھوں نے براہمنوں کو قتل کیا تھا۔ ان کے اس جرم کے بدلے میں خدا تعالی نے انھیں گائیوں اور بیلوں کی جون میں پیدا کر دیا (ہندومت ایک مطالعہ ص ۲۰)۔

یہ نظریہ اپنی مقبولیت کے باوجود کب شروع ہوا؟ اس سلسلے میں جناب محمد فاروق صاحب لکھتے ہیں:

منتر (وید) اور برہمن (گرنتھ) کے زمانے میں پترلوک کا تصور پایا جاتا تھا جس میں آواگون کی سرے سے کوئی گنجائش نہ تھی۔ آگے چل کر سوتر کے زمانے میں (सूत्र काल) پترلوک کے تصور کے ساتھ آواگون کا نظریہ بھی سامنے آتا ہے۔ اور آگے پرانوں کا دور آتے آتے پرلوک اور آواگون دونوں ہی نظریات یکساں طور پر ملنے لگتے ہیں۔ وید آواگون یا پنر جنم کے حق میں نہیں ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ جو لوگ ویدوں سے آواگون ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ انصاف سے کام نہیں لیتے۔ بعض لوگوں نے تو قرآن سے بھی آواگون ثابت کرنا چاہا ہے (جیسا کہ پنڈت سندر لال نے اپنی کتاب'' گیتا اور قرآن'' شائع کردہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ ۱۹۹۱ء میں یہ کوشش کی ہے) لیکن اس طرح کی کوششوں کا حق اور صداقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے لکھا ہے کہ ویدوں میں آواگون کا نظریہ نہیں ملتا۔

اور یہی خیال کتنے ہی ہندو علماء (رام دھاری سنگھ دنکر۔ پنڈت درگا شنکر ستیارتھی۔ پنڈت ستیارتھ ودیا النکار۔ ڈاکٹر پیرا ڈا چوہان وغیرہ کا ہے) مشہور مستشرق میکسمولر جس نے ویدوں پر کام کیا ہے، لکھتا ہے:

'' ویدوں میں آواگون کا نظریہ نہیں ملتا بلکہ ایک یوم آخر کا نظریہ پایا جاتا ہے۔''

'' وید'' میں ہے:'' وہ یوم آخر کو فراموش کر کے اور علم و عمل کو بالائے طاق رکھ کر ہماری مقرر کی ہوئی حدوں کو پکڑ رہے ہیں۔'' (رگ وید، ۱۔ ۴۔ ۳)۔

''روز آنہ جیسے گھوڑے کے لیے گھاس مقرر کی جاتی ہے، اے اگنی دھن کے محافظوں سے بھی انتم دن (آخری دن) میرے ذریعہ پر سش ہوگی۔'' (یجر وید، ۵۔۱۱۔۷۵)۔

ستیارتھ ودیا النکار لکھتے ہیں: ''ویدوں میں آواگون کا نظریہ نہیں ہے، اس بات پر تو میں جوا بھی کھیل سکتا ہوں (یعنی بازی لگا سکتا ہوں)۔'' (آواگون ۱۰۴)۔

ڈاکٹر پیراڈا چوہان (Dr.Parada chaohan) نے لکھا ہے: ''ویدوں میں پنر جنم ملتا ہے، تو ضرور لیکن اس جنم کے بعد صرف ایک جنم کا ذکر ہے، ہزاروں جنموں کا نہیں'' (پنر جنم اور وید ص ۹۳)۔

''وید'' میں ہے: ''اگنی کی اہمیت کو جاننے کے لیے سورج کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ہمارے ذریعہ سے دونوں جنموں کو ماننے والے بھرگ، ماترشوا (भृग. मातरिश्वा) ہوئے ہیں۔'' (رگ وید، ۱۔۱۱۔۱)۔

نظریہ آواگون کے اختراع کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ویدوں میں پرلے (قیامت) پرلوک (آخرت) پترلوک (عالم برزخ) دبہ جنم (آخرت کی زندگی) سورگ (جنت) نرک (جہنم) اور پنر جنم (دنیا کی موت کے بعد آخرت کی دوبارہ زندگی) کے صحیح اور واضح معنوں کو بالکل الٹ دیا گیا اور سماج پر برہمنوں اور دھرم کے ٹھیکیداروں کی بالا دستی قائم کرنے کے لئے پہلے جنم سے آگے لا انتہا جنموں تک اعمال کی جزا و سزا کے چکر کا فلسفہ گھڑا گیا۔ اور پنر جنم کو بار بار جنم کے معنی میں لیکر جنت اور دوزخ کی ابدی قیام گاہ کو صرف اجنبی جسموں میں چکر لگاتے رہنے کے درمیان سکھ اور دکھ کے احساس کو ہی سورگ اور نرک کے ہم معنی قرار دیا گیا۔ اور اس نظریہ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے پرانک کتھاؤں کی بھرمار کر دی گئی۔ ورنہ ویدوں میں بیان کردہ حقائق اور عقلی، نفسیاتی اور عملی دلائل کی روشنی میں اس نظریہ کا کوئی جواز نہیں ہے۔

جناب محمد فاروق خاں صاحب لکھتے ہیں:

''یہاں اگر کوئی عقلمند، یہ کہے کہ سزا کے طور پر انسانی روح کو ایسی حیوانی یا نباتی روح میں بدل دیا گیا ہے جو شعور ذات سے خالی ہے، تو اسے سوچنا چاہئے کہ انسانی روح اور حیوانی روح میں اتنا فرق ہے کہ اگر کسی انسانی روح کو حیوانی روح میں بدل دیا جائے تو وہ روح اور شخصیت ہی باقی نہ رہے گی جو پہلے تھی۔ اس طرح تو ایک دوسری ہی روح وجود میں آجاتی ہے۔ جب ذات اور شخصیت ہی باقی نہ رہی تو سزا کسے ملے گی۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ جانور اور درخت وغیرہ کسی سزا کا ظہور ہیں تو یہ سزا تو انسانی ارواح کو نہیں، بلکہ دوسروں ہی کو مل رہی ہے، جن کا گناہ سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ یہ نباتات اور حیوانات تو انسان کے لئے نعمت ہیں۔ ان کو پاپ اور گناہ کی کرشمہ سازی قرار دینا انتہا درجہ کا ظلم ہے۔ اگر پاپ اور گناہ کی بدولت ہمیں یہ چیزیں میسر ہوتی ہیں پھر تو پاپ اور گناہ کو انسانیت کے لئے ایک ناگزیر ضرورت قرار دینا پڑے گا۔ بلکہ یہ ماننا پڑے گا کہ اس دنیا کی رونق اور آبادی ہی گناہ اور جرم کی بدولت ہے۔ اس صورت میں ہمارے دلوں میں خدا کے لئے شکر کا کوئی جذبہ نہ اُبھرے گا۔ ہم اس دنیا کو اور اس کی نعمتوں کو کسی اور ہی نگاہ سے دیکھنے لگیں گے۔ غریبوں اور مصیبت زدہ لوگوں کو ہم اس نظر سے دیکھیں گے کہ یہ بڑے پاپی ہیں۔ پاپی نہ ہوتے تو اس حالت کو کیوں پہنچتے (تصور آخرت اور ہندوستانی روایات ص ۲۴)۔

عجیب بات یہ ہے کہ آواگون کے چکر کو لا انتہاء زمانوں تک دراز کر کے بالآخر نجات اور مکتی کی شکل میں اس کی انتہا کر دی گئی۔ اور بندے کو خدا میں ضم کر کے اس کے علاحدہ وجود کو ہی ختم کر دیا گیا۔

جناب فاروق خاں صاحب لکھتے ہیں:

''نجات اور مکتی کا عقیدہ بھی ہندوؤں میں پایا جاتا ہے۔ سب سے بڑی مکتی تو ان کے نزدیک یہی ہے کہ آدمی آواگون یا پنر جنم کے

چکّر سے آزاد ہوجائے۔ لیکن تفصیلات میں جاکر اس کی کئی قسمیں قرار دی گئی ہیں۔ مثلاً:

۱- سالوکیہ ساندھیہ (सालोक्य सानिध्य) یعنی پربھو کے عالم میں قیام کرنا۔

۲- سامیپ (समीप्य) یعنی قربِ خاص حاصل کرلینا۔

۳- ساروپ (सारूप) یعنی ایشور جیسا ہوجانا۔

۴- سایجیہ (सायुज्य) یعنی ایشور میں مل جانا (اسلام کی اہمیت ہندو دھرم کے پس منظر میں ص ۱۸)۔

ویدوں اور ہندودھرم گرنتھوں میں بشاراتِ احمدی:

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا ویدوں میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارات موجود ہیں تو بلا شبہ ویدوں اور ہندودھرم گرنتھوں میں ان کی موجودگی ایک حقیقت ہے جس کا انکار اعترافِ حقیقت سے گریز کے ہم معنی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے ہم یہاں خود اپنی ایک کتاب ''کیا اسلام پر اعتراض ہے؟'' سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں:

''مشہور بزرگ شاہ عبدالحق کانپوری فرزند مولانا شاہ غلام رسول صاحب سے ایک وید کے ماہر پنڈت نے جو رام پور اور بریلی کے درمیان چوڑہ ندی کے کنارے رہتے تھے، بتایا تھا کہ چوتھے وید میں اتنا ذکر تمہارے پیغمبر (محمد ﷺ) کا ہے کہ رام چندر جی سے کسی نے پوچھا کہ کتنے درجے ہیں جن کے طے کرنے سے بندہ اللہ سے ملتا ہے۔ انہوں نے کہا چودہ درجے، اس نے پوچھا کہ آپ نے وہ چودہ درجے طے کیے ہیں؟ رام چندر جی نے کہا نہیں۔ اس نے کہا تم طے کروگے؟ کہا نہیں ہم اس سے آگے نہیں بڑھیں گے جتنے ہیں۔ اس نے کہا کوئی تم سے پہلے گزرا ہے جس نے یہ چودہ درجے طے کئے ہوں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا آپ کے بعد کوئی ایسا ہوگا کہ ان درجوں کو طے کرے گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں ایک شخص آنے والا ہے۔ وہ یہ سب درجے طے کرے گا، مگر اب سے بہت دور ہے۔ اس نے پوچھا کہ نام اس کا کیا ہے؟ رام چندر جی نے کہا کہ نام ان کا محامد (महामद) ہے۔ اس نے کہا وہ کہاں پیدا ہوں گے؟ رام چندر نے کہا ایک پتھروں کے ملک میں پیدا ہوں گے اور کھجوروں کے شہر میں جاکر رہیں گے اور وہیں سے ان کا دین ساری دھرتی پر پھیلے گا اور جو وہ کہیں گے وہی اللہ کرے گا جو ان کے دین کو پکڑے گا وہ بیکنٹھ میں جائے گا اور جو ان کے دامن کو نہ پکڑے گا یا پکڑ کر چھوڑ دے گا وہ نرک میں جائے گا۔ اس نے کہا ان کا لباس اور خوراک کیا ہوگی؟ رام چندر جی نے کہا ان کی خوراک دودھ اور گوشت اور شہد اور سرکہ ہے اور پوشاک ان کی تہمد اور پگیا ہے (بشارت احمدی ص ۱۱۸ رنول کشور پریس لکھنؤ ۱۸۴ء)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورۂ بالا پہچان اور نشانیوں کا پوری تفصیل سے تذکرہ جناب پنڈت سری واستو جی نے اپنی کتاب ''بھارتیہ دھرم گرنتھوں میں حضرت محمد صاحب'' میں کیا ہے۔ اسی طرح ''بھوشیہ پُران'' اور بھاگوت پران میں رسول پاک ﷺ کا اسم گرامی ''محمدؐ'' (महामद) صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اَلّو اپنشد अल्लोपनिषद (1ण2ण3) میں اور بھی کھلے لفظوں میں (अल्लो रसूल महामद) ''اللہ کے رسول محمدؐ'' کا تذکرہ ہے۔

ویدوں کے مرتب مانے جانے والے ویاس جی کے نام سے منسوب (व्यासोपनिशद) ''ویاس اپنشد'' میں کئی مقامات پر نام ''محمدؐ'' کی صراحت ہے۔ धर्मगुरफ मोहम्मद परावखया: دوسری جگہ मोहम्मद नम: नम: اور تیسری جگہ मोहम्मदेती موجود ہے۔ شریمد بھاگوت پران श्रीमद भागवत पुराण میں मोहमत اور उन्नमा اور کلکی پران कल्कि पुराण اور کھیل پران खेल पुराण میں ظہور قدسی کی بہت سی علامتوں کے ساتھ कल्कि बन्दे जगदगुरू آیا ہے۔ جس کی پوری تحقیقات وتفصیلات پنڈت وید پرکاش

اپادھیائے ایم.اے سنسکرت نے اپنی مشہور کتاب ''کلکی اوتار اور محمد صاحب'' میں پیش کی ہیں۔

چاروں ویدوں میں اسم گرامی احمد کے اشاراتی اسلوب میں अहमिदि اور वेदाहमेत آیا ہے۔

अहमद–

<u>दाहमेत</u> पुरफष महान्तमादित्तचवर्ण............यनाय।।

;यजुरवेद 31:18द्ध

अनुवाद– ''वेद अहमद महानतम पुरफष हैं सूर्य के समाम अंधेरों को परास्त करने वाले हैं उन्हीं को जानकर मृत्यु को पार किया जा सकता है इसके अतिरिक्त लक्ष्य तक पहुंचने के लिए और कोई रास्ता नहीं है।''

एक दूसरे स्थान पर–

<u>अहमिदि</u> पितुष्परि मेघामृतस्य जगभ अहं सूर्य इवा जानी।।

;भविष्य पुराण प्रतिसर्ग पर्व चतुर्थ अध्याय कलि वृफ तविष्णु स्तुतिद्ध

इस प्रकार 'अहमिद्' का इतना महत्व है कि ट्टग्वेद मं0 8 सूक्त 6–10 अर्थव वेद काण्ड 20 सूक्त 115, मंत्रा 1 तथा सामवेद 152 वां तथा 1500 वां मंत्रा में अहमिद् शब्द का प्रयोग है जो केवल हज़रत मुहम्मद;सल्ल0द्ध पर ही घटित होता है।

हज़रत मुहम्मद ;सल्ल0द्ध ने प़फरमाया– मेरे अनेको नाम हैं मैं मुहम्मद हूं, और अहमद हूं। ;बुख़ारी,मुस्लिमद्ध

मुहम्मद–

अज्ञान हेतु वृफत मोहमदान्धकार नाशं विद्यायं हित दो दयते विवेक।

;श्री मद् भागवत पुराण 2:72द्ध

''यहां स्पष्ट रूप से बताया गया है कि मुहम्मद के द्वारा अन्धकार का नाश होगा और ज्ञान व विवेक का प्रकाश उदय होगा।''

یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ آپ کے صفاتی نام ''تعرف کیا ہوا'' یا ستودہ صفات'' محمد جس کا ہم معنی سنسکرت لفظ नराशंस ہے اور ''رگوید'' میں ۱۶ جگہ۔ ''یجروید'' میں ۱ جگہ'' اتھر وید میں ۴ جگہ'' سام وید'' میں ایک جگہ کل ملا کر ۳۱ مقامات پر اسی لفظ نراشنس (محمد) کے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وشخصیت کے نقوش اجاگر کئے گئے ہیں۔

پنڈت وید پرکاش اپادھیائے جی نے اپنی کتاب ''انتم رشی اور محمد ﷺ'' میں پوری تفصیلات کے ساتھ نبوت محمدی کو ثابت کیا ہے۔ہم یہاں اسکی ہلکی سی جھلک دکھانا مناسب سمجھتے ہیں۔

1– नराशंस मिहाप्रिय मरिययज्ञे...............................;ट्टग्वेद संहिता 1:13:3द्ध

अनुवाद– ''नरशंस की प्रशंसा की जाएगी तथा सबको प्रिय होगा।''

2– उष्ट्रा यस्थ प्रवाहनो...;अथर्वेद 20:127:2द्ध

अनुवाद– ''नरशंस सवारी के रूप में उफंटों का प्रयोग करेगा।''

3– ....मधुजिहंव हविष्वृफतम्।। ;ट्टग्वेद संहिता 1:2:3द्ध

अनुवाद– ''नरशंस को परोक्ष ज्ञान दिया जाएगा।''

4– नराशंस प्रति धमान्यजन तिस्रो दिवः प्रतिमहा स्वर्चिः ;ट्टग्वेद 2:3:2द्ध

अनुवाद– ''नरशंस अत्यध्कि सुन्दर एवं ज्ञान के प्रासारक होंगे।''

5– नराशंस वाजिन वाजयत्रिाह...............................;ट्टग्वेद 1:106:4द्ध

अनुवाद– ''नराशंस लोगों को पापों से निकालेगा।''

6– एवं इषाय मामहे..;अथर्वेद 20:127:6द्ध

अनुवाद– ''नराशंस का एक संसारिक नाम मामह होगा।''

7– एष इषाय मामहे शवं निष्कान्.................................;अथर्वेद 20:127:6द्ध

अनुवाद– ''नराशंस को सौ निष्क प्रदान किए जाएंगे।''

8– ....दश स्रजः ;अथर्वेद 20:127:6द्ध

अनुवाद– ''नराशंस दस मालाओं वाला होगा।''

9– ....दस गोनाम्ः ;अथर्वेद 20:127:6द्ध

अनुवाद– ''नराशंस दस हज़ार गौओं से युक्त होगा।''

10– नराशंस मिह प्रियमस्मिन् यज्ञ उप हवेय। मधुजिहवं हविष्कृफतम्।। ;ट्टग्वेद 1:13:3द्ध

अनुवाद– ''मनुष्यों द्वारा प्रशांसित प्रिय अग्नि को इस यज्ञ स्थान में बुलाता हूं। वह मधुजिहवा और हवि के सम्पादक है।'' ;अनुवाद पं0 श्रीराम शर्माद्ध

11– नराशंसः प्रति धमान्यञ्जन् तिस्रो दिवः प्रति महनास्वर्चिः घृत पुषा मनसा हत्यमुन्दन मुर्धन् यज्ञस्य समनवुत देवान्। ;ट्टग्वेद 2:3:2द्ध

अनुवाद– ''नराशंस नाम वाले अग्नि देव अपनी महत्ता से प्रदीप हुए तीनों लोकोंको व्यापत करते है।''

12– नराशंस सुधृष्टम मपश्यं सप्रघस्तमम्। दिवोन सघम स्वसम्। ;ट्टग्वेद 1:18:9द्ध

अनुवाद– ''प्रतापी विख्यात तथा यशस्वी मनुष्यों द्वारा स्तुति किये गये अग्नि को मैने देखा है।''

13– नराशंस सुषूदतीमं यज्ञमदाम्यः कविर्हिमधुहस्त्यः। ;ट्टग्वेद संहिता 5:5:2द्ध

अनुवाद– ''सब मनुष्यों से प्रशंसा के योग्य अग्नि हमारे इस यज्ञ को प्रज्वलित करे वे अग्नि कर्म, कुशल विद्वान है।''

بشارت احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر جن حضرات کو تفصیل وتحقیق مطلوب ہے انھیں مندرجہ ذیل کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

(۱) میثاق النبیین: از عبدالحق ویارتھی (۲) بشارت احمدی مؤلفہ مولانا عبدالعزیز صاحبؒ۔ (۳) آخری فیصلہ از ڈاکٹر شعبان چترویدی۔ (۴) کلکی اوتار اور محمد صاحب۔ (۵) انتم رشی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولفہ پنڈت وید پرکاش اپادھیائے ایم اے سنسکرت۔ ڈی فل جرمن (۶) ہندو دھرم گرنتھوں میں محمد صاحب از پنڈت سری واستو (۷) انتم سنڈیشٹا۔ مؤلفہ آچاریہ مفتی سرورندوی۔

یہاں ایک بات وضاحت طلب ہے کہ بعض مسلم دانشوروں کا خیال ہے کہ بشارات احمدی کی تحقیق وجستجو اور ہندودھرم پستکوں میں اس کی شاندہی کرکے آپ ﷺ کی نبوت کا اثبات مغلوں کے دور سے شروع ہوا ہے جس کا مقصد اسلام کی خصوصیات کو ختم کرکے اس کو ہند ومذہب میں ضم کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو ہندو پستکوں میں گم شدہ اوتار قرار دے کر اسلام کا ہندو کرن کرنا ہے، جیسے گوتم بدھ کو اوتار قرار دے کر بدھ دھرم کو ہندو دھرم میں ضم کرلیا گیا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کسی حقیقت کی تلاش خواہ کسی دور میں کی گئی ہو۔ حقیقت ہی رہے گی۔ انجیل برناباس کو ڈھائی سو برس کے بعد دریافت کیا گیا جس میں خاص طور پر بشارات احمدی کا ذکر ہے تو کیا طویل دور تک گمشدگی سے اسکی صداقت مشتبہ ہوجائے گی؟

اسلام کو اللہ تعالی نے اتنا طاقت ور اور پاورفل بنایا ہے کہ قیامت تک وہ اپنی خصوصیات مٹا کر کسی دوسرے مذہب میں ضم نہیں ہو سکتا۔ وہ قانون قدرت کے مطابق لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ کا مصداق ہے لہٰذا اسکی مغلوبیت کا سوال کسی بھی دور میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ اسلام

بدھ دھرم جیسا کمزور مذہب نہیں ہے کہ اسکو بدھ دھرم پر قیاس کیا جا سکے۔

ہندو برادران وطن کا اہل کتاب ہونا:

اب ایک اہم سوال کا جواب دینا ضروری ہے کہ ویدوں کے کچھ مضامین کی تعلیماتِ اسلامی سے مطابقت اور ان میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت کو دیکھتے ہوئے کیا ویدوں کو کلام الٰہی اور خدائی الہام قرار دیا جا سکتا ہے اور اس بنیاد پر ہندو برادران کو اہل کتاب میں شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں ہمیں ایک قرآنی اصول کا بہر حال لحاظ رکھنا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ:

"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْآنَ وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا" (سورۃ النساء آیت ۸۲) (اگر یہ کلام اللہ کے سوا کسی (اور) کی طرف سے ہوتا تو اس کے اندر بڑا اختلاف پاتے)۔

اس اصول قرآنی سے معلوم ہوا کہ کلام الٰہی اور کلام انسانی میں یہ بنیادی فرق پایا جاتا ہے۔ کہ کلام انسانی میں بیان میں تناقض تحقیقات میں فرق مراتب، عبارت کی عدم یکسانی، معنوی اور ادبی بے آہنگی، ہر طرح کا جھول جھال پایا جاتا ہے، جبکہ کلام الٰہی ان سے یکسر خالی ہے۔ اور ویدوں میں کلام انسانی جیسی ناہموار باتیں پائی جاتی ہیں۔

خود ویدوں کی اندرونی شہادت سے اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ مختلف رشیوں نے اپنے اپنے دیوتاؤں کی عقیدت میں منتروں کو مختلف زمانوں میں وضع کیا ہے اور اپنے دشمنوں کی تحقیر و تذلیل اور ان کو نیست و نابود کرنے کی تمنا کی ہے۔ اس کی مثالیں اتنی زیادہ ہیں کہ ان کے لئے مقالہ نہیں پوری کتاب درکار ہے۔

جہاں تک اسلامی تعلیمات سے مطابقت کی بات ہے تو اس میں بھی تضادات کی اتنی بھرمار ہے کہ اس کی موجودگی میں اسے کلام الٰہی قرار دینا بہت مشکل ہے۔ چند مثالیں دیکھئے:

(۱) ویدوں میں ایک طرف توحید ہے تو دوسری طرف ایشور اور برہم کی شکل میں دو خدا۔ اور برہما، وشنو، مہیش کی شکل میں تین خدا۔ اور دیوی دیوتاؤں کی شکل میں ۳۳ کروڑ خداؤں کا شرک آمیز تصور بھی موجود ہے۔

(۲) ایک طرف ویدوں میں عقیدۂ آخرت پرلوک، برزخ پتر لوک، جنت سورگ اور جہنم نرک کے ابدی قیام گاہ میں اعمال کی جزاء وسزا، اور دنیاوی زندگی کے خاتمہ کے بعد دوبارہ نئی زندگی جسے پنر جنم کہا گیا ہے کا اسلامی تصور پایا جاتا ہے۔ تو دوسری طرف آواگون کا فلسفہ ہے جو مذکورہ عقیدے کے خلاف بالکل متضاد عقیدہ ہے۔

(۳) ایک طرف اوتار واد ہے جو اپنے مخصوص زاویۂ نگاہ سے بندے کو خدا بنا دیتا ہے۔ تو دوسری طرف۔ عقیدۂ رسالت ہے جس میں نبی و رسول صرف خدا کا بندہ اور انسان ہونے کی حیثیت سے خدائی احکام کی تبلیغ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس میں نہ خدا حلول کرتا ہے اور نہ وہ خدا کی ہستی کا کل یا جز ہوتا ہے۔

(۴) ایک طرف وید میں شراب پینے کی برائی بیان کی گئی ہے۔

شراب پینے کے بعد اس کا نشۂ شراب پینے والے کے دل میں اپنی جگہ بنانے کے لئے جنگ کرتا ہے (رگوید ۸۔۲۔۱۲)۔

اے خدا! ریاضت نہ کرنے والے انسان شراب پی کر بدمست ہو جاتے ہیں اور وہ تمہیں تکلیف پہنچانے کی طرف مائل ہوتے ہیں اس لئے تم ایسے لوگوں کو دولت ہونے پر بھی اپنا سہارا نہیں دیتے (رگوید ۸۔۲۱۔۱۲)۔

دوسری طرف اسی رگوید میں ہے: میں سوم رس (نشہ آور پتی) سے پیٹ بھر کر جو دھرم کا اپدیش کرنے لگا ہوں اس کو وہ لوگ جو اپنے

مطلب کی سدّھی (درستی) چاہتے ہیں۔ بغور سنیں اگر اس حالت میں ہم سے کوئی لغزش ہوجائے تو آس پاس بیٹھنے والے لوگ ہمیں معاف کریں (رگوید ۳۔۱۷۶)۔

''میں ان عالموں کے جو اعلیٰ درجہ کے عالم اور سورج کی ہیئت سے واقف ہیں، جو کوٹ پیٹ کر نکالے ہوئے سوم رس کو نوش کئے ہوئے لوگوں کے مانند بیٹھے ہوئے ہوں، ان کی بغل میں جیسے شہوت اکسانے والی عورت بغل گیر ہو، اسی طرح میں بھی بغل گیر ہوتا ہوں (رگوید ۳۔۱۶۸)۔

پتہ چلا کہ شراب پینے کا تعلق ممانعت سے نہیں بلکہ صرف ذاتی پسند اور ناپسند سے ہے۔

(۵) ایک طرف رگوید میں جوے کی سماجی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا گیا: اے جواری! جوا کھیلنا چھوڑ کر کھیتی کر۔ اس میں جو نفع ہے اسی میں مطمئن رہو (رگوید ۱۰۔۳۴۔۱۳)۔

دوسری طرف جوا کھیلنے کی وعید یا سزا کا کوئی ذکر ہے نہ اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض تہواروں میں جوا کھیلنا مذہبی اعمال کا حصہ بن چکا ہے۔

(۶) رگ وید میں ایک طرف عورت کے لئے حیا اور پردے کا حکم ہے:

چونکہ برہم نے تمہیں عورت بنایا ہے اس لئے نظریں نیچی رکھو اوپر نہیں۔ اپنے پیروں کو سمیٹے ہوئے رکھو۔ ایسا لباس پہنو کہ کوئی تمہارا جسم دیکھ نہ سکے (رگوید ۸۔۲۔۱۲)۔

دوسری طرف ''یجروید'' میں بے حیائی کی انتہائی مذموم صورت درج ہے جس کو لکھتے ہوئے قلم بھی شرمندہ ہے۔

یجمان کی سب بیویاں تین منتر (پڑھ کر) گھوڑے کے چاروں طرف چکر لگاتی ہیں وہ گھوڑے سے استدعا کرتی ہیں۔ اے گھوڑے! تم پیاروں کی پرورش کرنے والے ہو اور سکھ کا سامان ہو، اے گھوڑے! تم میرے پتی بن جاؤ۔ اے گھوڑے! میں حاملہ کرنے والا مادہ چھوڑتی ہوں اور تو بھی حاملہ کرنے والا مادہ (منی) چھوڑتا ہے (یجر گوید ۲۳۔۱۹)۔

اے گھوڑے اور اے خاص بیوی تم دونوں اپنی دو ٹانگوں کو پھیلاؤ۔ پھر پروہت کہتا ہے یگیہ کی جگہ کو ڈھانک دو۔ تب یجمان کی بیوی گھوڑے کے لنگ (عضو تناسل) کو کھینچ کر اپنی (شرمگاہ) میں داخل کرتی ہے اور کہتی ہے۔ یہ منی چھوڑنے والا گھوڑا میرے اندر منی چھوڑے (یجر گوید ۲۳۔۲۰)۔

اے گھوڑے! میری بیوی کی شرمگاہ کے اوپر سے منی چھوڑو۔ تم اپنے لنگ کو پھیلاؤ اور یونی (شرم گاہ) میں داخل کرو کیونکہ یہ لنگ (عضو تناسل) یونی میں جا کر عورتوں کو حیات اور مسرت دیتا ہے (یجروید ۲۳۔۲۱/مترجمہ محترمہ سوماسبلوک، ہندی مضمون ''ویدوں میں عورت'')۔

اس طرح تضاد و تناقض کی ۱۹/مثالیں جناب محمد فاروق خاں صاحب نے اپنی کتاب ''اسلام کی اہمیت ہندو دھرم کے پس منظر میں'' اختصار کے ساتھ بیان کی ہیں جو بہت اہم اور قابل مطالعہ ہیں۔

رہ گئی ویدوں یا ہندو دھر پستکوں کی کچھ باتوں کی قرآنی اور اسلامی تعلیمات سے مطابقت تو محض اس بنیاد پر انھیں الہامی یا آسمانی کتاب قرار دینا غیر حقیقی بنیاد ہے، کیونکہ خود قرآن میں لقمان حکیم یا سکندر ذوالقرنین اور خضر کے اقوال کو الہامی قرار نہیں دیا گیا، جبکہ ان کے نبی ہونے کا احتمال بھی ظاہر کیا گیا ہے۔

دنیا کے بہت سے عبد صالح اور ریفارمر جیسے ایران کے زرتشت، ہندوستان کے مذہبی رہنما گرونانک جی اور مشہور فلسفی سقراط کی ایک

عظیم الشان نبی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیدا ہونے کی خوشخبری، یا اٹلی کے سات سو سال سے مقفل چلے آرہے مکان کے اندر محفوظ کتبہ میں اسلام کی خوبی اور دور عمر فاروقؓ میں تالہ کھلنے اور خلیفہ ہونے کی پیشین گوئی اور ایمان لانے والوں کو مبارکباد وغیرہ۔ اسی طرح ان مصلحین کی مذہبی کتابیں، زرتشت کی ''دساتیر(Dasatir)اور زندویستہ (Zendwasta) گرونانک جی کی ''گروگرنتھ صاحب'' بدھ جی کی ''مجھم نکائے اور دھمپڑ وگو'' اور (Gospelofbuddha)۔

نیز (Mohammad-Inbuddh-Ist Scriptures) میں اسلامی تعلیمات اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارات کی موجودگی کے باوجود جس طرح وہ الہامی اور آسمانی کتابیں قرار نہیں دی جاسکتیں اسی طرح ویدوں کو غیر الہامی اور غیر آسمانی کلام مانتے ہوئے کلام صالحین قرار دے کر ان کی پیشین گوئیوں کو درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ جیسے بائبل کے ''مکاشفۂ یوحنا'' اور مسلمانوں کے بہت سے اولیاء جیسے حضرت شیخ عثمان کی پیشین گوئیوں کا حال ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ہندو بھائیوں کے پاس ویدکی شکل میں جو کچھ موجود ہے وہ یقینی طور پر الہامی نہیں ہے اس لئے محض وید کے امکانی الہامی بنیاد پر ہندوؤں کو ''اہل کتاب'' قرار نہیں دیا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ انھیں ''مشابہ اہل کتاب'' کے زمرے میں رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ پچھلے حوالوں میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

۷۔ الف، ب: اس سوال کی شق اول (الف) کا جواب یہ ہے کہ غیر مسلموں کی تعلیم گاہوں میں پڑھنے سے اگر مسلمان بچوں میں ان کے فکری الحاد و دہریت اور ان کی غیر اسلامی تہذیب وتمدن کے اثرات منتقل ہونے کا اندیشہ ہوتو ان درسگاہوں سے مسلم طلباء وطالبات کو بچانا واجب ہے مسلمانوں کو اپنے علاقوں میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے۔ بلکہ عصری تعلیم کے لئے متبادل مسلم اسکول وکالج قائم کرنا چاہئے۔ جس سے عصری تعلیم کی ضرورت بھی پوری ہو اور غیر اسلامی افکار ونظریات سے حفاظت بھی ہو۔ البتہ غیر مسلم ملکوں میں حکومت کی قائم کردہ درسگاہوں میں کسی خاص درجے تک تعلیم لازم ہوتو وہاں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنی اسلامی درسگاہوں کی تعلیم کا بندوبست کرنا لازم ہے۔ چنانچہ یورپ میں آباد مسلمانوں میں یہ طریقہ رائج ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کو اپنی امت سے اسی غیر اسلامی تہذیب وتمدن اور غیر اسلامی افکار ونظریات اختیار کرلینے کا اندیشہ تھا جس کی وجہ سے آپ نے تنبیہ فرمائی۔

''لتتبعن سنن من قبلکم شبراًبشبروذراعاًبذراع حتی لودخلواجحرضب تبعتموهم، قیل: یارسول اللّٰه! الهیود والنصاری، قال: فمن۔ متفق علیه (مشکوٰۃ باب تغیر الناس ص ۴۵۸)۔

(تم لوگ اپنے پہلے لوگوں کی پیروی کرنے لگو گے بالشت در بالشت اور ہاتھ در ہاتھ۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ کے سوراخ میں گھسے ہوں گے توتم بھی گھسو گے۔ عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ ﷺ کیا اس سے مراد یہودی اور نصرانی ہیں؟ توآپ نے فرمایا اور کون)۔

اکبرالہ آبادی مرحوم نے اسی ماحول کی خرابی پر طنز کرتے ہوئے کیا خوب کہا تھا۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا ‏ افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

سوال کی شق ثانی (ب) کا جواب یہ ہے کہ اسلام میں ''نکاح'' کوئی وقتی رشتہ نہیں بلکہ عمر بھر پاکیزہ زندگی گزارنے کا ایک معاہدہ ہے خواہ معاہدہ مسلمہ سے ہو یا کتابیہ سے دونوں کے حقوق معاشرت یکساں ہیں قرآن پاک میں ہے:

''وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ''(سورۃ البقرہ آیت ۱۲۸)(اور بیبیوں کے حقوق

شوہروں پر ایسے ہی ہیں جیسے شوہروں کے حقوق بیویوں پر ہیں۔ دستورِ شرعی کے مطابق۔ اور مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے)۔

بنا بریں ان کے حقوق کی ادائیگی سے راہِ فرار اختیار کرنا اور انھیں بلاوجہ چھوڑ کر بھاگ جانا جائز نہیں ہوگا۔ البتہ بچے کیلئے فتنۂ دینی و اخلاقی پیدا ہو جائے یا خود شوہر کے لئے باہمی اختلاط سے کوئی دینی واخلاقی مسئلہ ابھر جائے تو طلاق کے ذریعہ علٰحدگی اختیار کر لینے کی اجازت ہوگی۔

جہاں تک کتابیہ اور کتابیہ حربیہ کا مسلم شوہر کے گھر میں اپنے مذہبی مراسم انجام دینے کا مسئلہ ہے تو اس سلسلے میں اصولی طور پر حکم یہ ہے کہ جو امور مسلم بیویوں کیلئے درست ہیں وہ کتابیہ کیلئے بھی درست ہوں گے اور جو مسلم کیلئے نادرست ہوں گے وہ ان کے لئے بھی نادرست ہوں گے۔ مثلاً قرآن کی تلاوت اور نماز روزہ کی عبادت مسلم کے لئے درست ہے تو کتابیہ کیلئے بائبل کی تلاوت اور اپنے مذہبی طریقہ پر عبادت درست ہوگی۔ لیکن بت پرستی اور حضرت عیسی ومریم وحضرت موسی کی مورتی گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی اجازت مسلم کو بھی نہیں ہے، البتہ بعض چیزیں اس سے مستثنیٰ ہوں گی۔

"ذکر الاسبیجابی أن للمسلم منع الذمیة إذا تزوجها من الخروج إلی الکنائس والبیع و لیس لہٗ إجبارها علی الغسل من الحیض والجنابة۔

وفی الخانیة من فصل الجزئیة من السیر: مسلم له امرأة ذمیة لیس لہٗ أن یمنعها من شرب الخمر؛ لأن شرب الخمر حلال عندها وله أن یمنعها عن اتخاذ الخمر فی المنزل۔ اھ وهو مشکل، لأنه وإن کان حلال عندها لکن رائحتها تضرہٗ! فله منعها کمنع المسلمة من أکل الثوم وأکل البصل، ولذا قال الکرخی فی الفیض قبیل باب التیمم أن المسلم له أن یمنع زوجتہٗ الذمّیه من شرب الخمر کالمسلمة لو أکلت الثوم والبصل، وکان زوجها یکرہ ذالک له أن یمنعها۔ اھ هذا هو الحق کما لایخفیٰ" (البحر الرائق ص ۱۸۳ ج ۳)۔

(علامہ اسبیجابی فرماتے ہیں کہ مسلمان شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اگر ذمیہ (دارالاسلام میں کتابیہ) سے شادی کر لے تو وہ اپنی بیوی کو گرجا گھر اور یہودی عبادت خانے میں جانے سے منع کر دے، لیکن اسکو یہ حق نہیں ہے کہ ذمیہ بیوی کو حیض اور جنابت کے غسل پر مجبور کرے۔ اور فتاوی خانیہ میں کتاب اسیر کے فصل جزیہ میں ہے کہ کسی مسلمان کی ذمیہ بیوی ہو تو اس کو شراب پینے سے منع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے کیونکہ شراب اس کے نزدیک حلال ہے، البتہ وہ اپنے گھر میں شراب بنانے سے روک دینے کا حق رکھتا ہے۔ مگر یہ بات مشکل ہے (درست نہیں ہے) اس لئے کہ اگرچہ ذمیہ کے نزدیک شراب پینا حلال ہے مگر اس کی بدبو مسلم شوہر کے لئے تو مضر ہے لہٰذا اس کو شراب سے منع کرنے کا حق رکھتا ہے جیسا کہ خود مسلمہ بیوی کو لہسن اور پیاز کھانے سے منع کر سکتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ کرکی نے "فیض" میں باب التیمّم کے کچھ پہلے لکھا ہے کہ مسلمان شوہر کو یہ حق ہے کہ اپنی ذمیہ بیوی کو شراب پینے سے منع کر دے۔ جیسا کہ اسکو حق حال ہے کہ اپنی مسلمان بیوی کو لہسن۔ پیاز کھانے سے منع کر دے جبکہ شوہر اس کو ناگوار سمجھتا ہو۔ یہ حق بات ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے)۔

(ج) عیسائی مشنریز کے اداروں سے استفادہ:

مسلمان کیلئے کسی غیر مسلم ادارے کی ملازمت یا کسی غیر مسلم کی اجرت کے لئے خدمت کرنا حدیث سے ثابت ہے خود صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے چند قیراط کی اجرت پر غیر مسلم کی بکریاں چرائیں۔

فقہ حنفی میں تو یہاں تک اجازت ہے کہ مسلمان کنیسہ (گھر جا گھر) کی تعمیر بھی اجرت لے کر کر سکتا ہے (الرد المحتار علی الدر المختار ص ۳۴۴۔۳۴۵ ج ۵)۔

البتہ اس قسم کی ملازمت اور بالعوض خدمت کے لئے دو شرطیں ہیں:

حافظ بن حجر عسقلانی محدث مہلب کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''**کرہ أھل العلم ذالک۔إلا لضرورۃ۔بشرطین۔أحدھما أن یکون عملہ فیمایحل للمسلم، فعلہ والآخرأن لایعینہ علی مایعود ضررہ علی المسلمین**''(فتح الباری ص ۴۵۲ ج ۴)۔

(اہل علم نے اجرت پر غیر مسلم کا کام کرنے کو نا پسند کیا ہے، ہاں مجبوری ہوتو دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے ایک یہ کہ غیر مسلم جو کام لے اس کا کرنا مسلمان کے لئے حلال ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ کسی ایسے کام میں اس کی معاونت نہ کرے جس کا نقصان بالآخر مسلمانوں کو پہنچے)۔

مذکورہٗ بالا عبارت کی روشنی میں دو امور واضح ہوئے۔ایک یہ کہ غیر مسلم کا جو بھی کام کیا جائے وہ اسلام کی نظر میں حلال ہونا چاہئے۔دوسرا یہ کہ اس عمل سے اسلام یا مسلمانوں کے مفاد کو نقصان نہ پہنچنا چاہئے۔اس اصول کے پیش نظر عیسائی مشنریز اور اس کے رفاہی اداروں میں مسلمان کے لئے مستقل ملازمت کرنا جائز نہیں ہوگا۔اور نہ ایسے اداروں کی خدمات سے مسلسل فائدہ اٹھانا درست ہوگا، کیونکہ نتیجے کے اعتبار سے یہ دونوں اعمال مستقل ملازمت اور مسلسل حصولِ مفاد ایمان فروشی تک پہنچا سکتے ہیں۔جو ہرگز جائز نہیں، البتہ سخت مجبوری میں عارضی چندروزہ ملازمت اور حصول خدمت کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، جیسا کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ، آپ ﷺ کے اصحاب نے کیا تھا۔کیونکہ عینِ عمل (ملازمت وحصول مفاد) معصیت نہیں بلکہ اس کے اثرات اور نتائج معصیت ہیں، لہٰذا جہاں تک اثر نہ پڑنے کی صورت ہو وہاں تک جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔اور اس کے برعکس صورت کو جائز نہیں کہا جاسکتا۔

☆☆☆

اہل کتاب اوران سے متعلق احکام کا تحقیقی جائزہ

مفتی شبیر احمد قاسمی☆

۱- اہل کتاب اس قوم کو کہا جاتا ہے جو دین سماوی کا اعتقاد رکھتی ہو اور آسمانی کتاب پر بھی ایمان رکھتی ہو اور اس قوم کی کوئی ایسی کتاب بھی ہو جس کا اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہونا قطعی طور پر ثابت ہو۔ اور یہ بات الگ ہے کہ اس قوم نے اپنی کتاب کو تحریف کرکے بگاڑ دیا ہو؛ لیکن فی الجملہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہو، جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے:

اس کو ''تبیین الحقائق'' میں ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

وکل من یعتقد دینا سماویا وله کتاب منزل کصحف إبراهیم علیه السلام وشیث، وزبور داؤد علیه السلام فهو من أهل الکتاب، فتجوز مناکحتهم وأکل ذبائحهم۔ (تبیین الحقائق، زکریا ۲/ ۵۷۷-۵۷۸، هندیة قدیم ۱/ ۲۸۱، جدید ۱/ ۳۴۷)

اس کو ''الفقه الإسلامي وأدلته'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

''**الکتابیة: هي التي تؤمن بدین سماوي کالیهودیة والنصرانیة، وأهل الکتاب: هم أهل التوراة والإنجیل لقوله تعالیٰ:** ﴿اَنْ تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْکِتَابُ عَلٰی طَآئِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا﴾'' [الأنعام: ۶/ ۱۵۶] (الفقه الإسلامي وأدلته ۷/ ۱۵۸)

اس کو ''الموسوعۃ الفقہیۃ'' میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمایئے:

''**إن أهل الکتاب: هم کل من یؤمن بنبي ویقر بکتاب، ویشمل الیهود والنصاری، ومن آمن بزبور داؤد وصحف إبراهیم وشیث، وذلک؛ لأنهم یعتقدون دینا سماویا منزلا بکتاب**'' (الموسوعة الفقهیة ۷/ ۱۴۰)۔

۲- صابئین سے کون سی قوم مراد ہے؟

آج کے دور میں جب بھی اہل کتاب بولا جاتا ہے، تو اس سے یہود ونصاریٰ مراد ہوتے ہیں اور یہودی تورات کو مانتے ہیں اور نصاریٰ انجیل کو مانتے ہیں، اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صابئین کون سی قوم ہے؟ تو ان کے بارے میں علمائے محققین نے لکھا ہے کہ صابئین یہود ونصاریٰ میں سے ایک جماعت کا نام ہے، جو ان سے الگ ہوکر کے ایک فرقہ کی شکل اختیار کرلی تھی، جیسا کہ سامری اور سامری کے ساتھیوں کو صابئین سے تعبیر کیا جاتا ہے، گویا کہ یہود ونصاریٰ میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان سے الگ ہوکر کے الگ طائفہ زائغہ کی شکل اختیار کرلی ہے۔

اور بعض علماء نے صابئین کے بارے میں لکھا ہے کہ یہود ونصاریٰ کے درمیان ایک بین بین قوم ہے، من وجہ یہودی ہیں اور من وجہ نصاریٰ ہیں اور ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ان کے بارے میں یہی ہے کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہے اور ان

☆ جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی، مرادآباد۔

کے ساتھ مناکحت بھی جائز نہیں ہے، مگر امام قرطبیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کیا ہے کہ ان کے ساتھ یہود ونصاریٰ کا معاملہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی عورتوں کے ساتھ مناکحت بھی مباح ہے؛ لیکن حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان کی عورتوں کے ساتھ مناکحت جائز نہیں ہے اور یہی صاحبین کا قول زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کی تائید میں ہے، جیسا کہ ذیل کی عبارات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو امام قرطبیؒ نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

”**فقال السدى: هم فرقة من أهل الكتاب، وقاله إسحاق بن راهوية: قال ابن المنذر، وقال إسحاق: لا بأس بذبائح الصابئين؛ لأنهم طائفة من أهل الكتاب، وقال أبو حنيفة: لا بأس بذبائحهم ومناكحة نسائهم، وقال الخليل: هم قوم يشبه دينهم دين النصارى إلا أن قبلتهم نحو مهب الجنوب، يزعمون أنهم على دين نوح عليه السلام، وقال مجاهد والحسن وابن أبي نجيح: هم قوم تركب دينهم بين اليهودية والمجوسية لا تؤكل ذبائحهم، ابن عباس: ولا تنكح نسائهم ...... والذي تحصل من مذهبهم فيما ذكره بعض علمائنا أنهم موحدون معتقدون تأثير النجوم، وأنها فعالة، ولهذا أفتى أبو سعيد الإصطخري القادر بالله بكفرهم حين سأله عنهم**“ (الجامع لأحكام القرآن للقرطبي ۱/ ۴۳۴-۴۳۵)۔

اس کو ”تبیین الحقائق“ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

”**قال رحمه الله: (والصابئة) أي حل تزوج الصابئة، وقال أبو يوسف ومحمد: لا يجوز نكاحها، وهذا الخلاف بناء على أنهم عبدة الأوثان أم لا، فعندهما عبدة الأوثان، فإنهم يعبدون النجوم، وعند أبي حنيفة ليسوا بعبدة الأوثان، وإنما يعظمون النجوم كتعظيم المسلم الكعبة**“ (تبيين الحقائق، زكريا ۲/ ۴۷۸، هكذا في البناية ۵/ ۴۷)۔

اس کو ”الموسوعۃ الفقہیۃ“ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

”**اختلف الفقهاء في الصابئة، فذهب أبو حنيفة إلى أنهم من أهل الكتاب من اليهود أو النصارى**“ (الموسوعة الفقهية ۷/ ۱۴۰)

اس کو ”تفسیر مظہری“ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

”**قال عمر وابن عباس: هم قوم من أهل الكتاب، فقال عمر: يحل ذبائحهم، وقال ابن عباس: لا يحل ذبائحهم ولا مناكحتهم، وقال مجاهد: هم قوم نحو الشام بين اليهود والمجورس من أهل الكتاب، وقال الكلبي: هم بين اليهود والنصارى، وقال قتادة: هم قوم يقرؤون الزبور ويعبدون الملائكة ويصلون إلى الكعبة أخذوا من كل دين شيئا**“ (تفسير مظهري ۱/ ۸۸)

اس کو ”البنایہ“ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

”**وقال عبدالعزيز بن يحيىٰ: قد درجوا وانقرضوا فلا عين ولا أثر**“ (البناية ۵/ ۴۷)

موجودہ دور کے یہود ونصاریٰ کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے مناکحت:

موجودہ دور میں یہود ونصاریٰ کی دو قسمیں ہیں:

۱- پہلی قسم کے وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے ہیں اور جب وہ لوگ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں، تو اللہ کی طرف سے مبعوث کردہ نبی اور نازل کردہ کتاب کے بھی وہ لوگ قائل نہیں ہوں گے، تو ایسے یہود ونصاریٰ کی عورتوں کے ساتھ اُسی طرح نکاح جائز نہیں ہوگا جس طرح ایک مشرکہ عورت کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ اس طرح کی یہودیہ ونصرانیہ عورت خالص مشرکہ عورتوں کے حکم میں ہوگی۔

۲- دوسری قسم وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو مشرکانہ حرکتوں کے ساتھ خدا کے وجود کے قائل ہیں اور نبی مرسل کو بھی مانتے ہیں اور آسمانی کتاب کے بھی قائل ہیں، یہ وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام اور نزول قرآن کے زمانہ میں تھے؛ لہٰذا ایسے یہودیوں کا ذبیحہ حلال اور جائز ہے، جو اللہ کے نام سے ذبح کرتے ہیں اور ایسی یہودیہ عورت کے ساتھ مناکحت کا حکم بھی وہی ہے جو خیر القرون کے زمانے میں تھا۔

اب رہا نصاریٰ اور عیسائیوں کا مسئلہ تو عیسائی عام طور پر خدا کا نام لے کر ذبح نہیں کرتے؛ اس لئے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا اور جو عیسائی عیسائیت کی تبلیغ کرتے ہیں، ان کا حال وہی ہے جو سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں تھا؛ اس لئے ایسی عیسائی عورتوں کے ساتھ مناکحت کا وہی حکم ہوگا جو حضرت سید الکونین علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے میں اور خیر القرون میں تھا؛ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ قرآنی حکم کی وجہ سے عیسائی عورتوں کے ساتھ مناکحت کو حرام تو نہیں کہہ سکتے ہیں، مگر بہت سی وجوہات ایسی ہیں جن کی وجہ سے علی الاطلاق بلا کراہت ان کی عورتوں سے نکاح کو جائز اور حلال بھی نہیں کہا جاسکتا؛ اس لئے کہ اولاد ماں سے متأثر ہوا کرتی ہے، تو اگر ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے تو مسلمانوں کی اولاد کا معاشرہ اور عقیدہ انہیں جیسا ہونے لگے گا، اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا تھا کہ آپ نے جس یہودیہ عورت سے نکاح کیا ہے میرے خط کے پہنچتے ہی آپ فوراً اسے اپنے نکاح سے الگ کردیں، تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا تھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ میں اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام نہیں کرتا؛ لیکن جب آپ جیسے لوگ ان کی عورتوں سے نکاح کریں گے تو پھر ان سے نکاح کرنا عام ہوجائے گا، اور مسلمانوں کا معاشرہ خراب ہوتا جائے گا اور آئندہ ان سے پیدا ہونے والی نسلیں ان کی عورتوں کی طرح اسلام سے بیزار ہونے لگیں گی، نیز ان کی عورتیں عام طور پر بدکار ہوتی ہیں اور تم ان کی اطاعت کرنے لگوگے؛ لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس گہری دوربینی کے نقطہ نظر سے ایسے یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی کراہت سے خالی نہیں ہوگا، جو نزول قرآن کے زمانہ کے یہود ونصاری کی طرح ہیں۔

ہم اس سلسلے میں پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط کو نقل کرتے ہیں، اس کے بعد علماء امت کی تحریرات پیش کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط سنن کبریٰ کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیے:

”سمعت أبا وائل يقول: تزوج حذيفة –رضي الله عنه– يهودية، فكتب عمر –رضي الله عنه– أن يفارقها، فقال: إني أخشى أن تدعوا المسلمات وتنكحوا المومسات، وهذا من عمر رضي الله عنه على طريق التنزيه والكراهة، ففي رواية أخرى: أن حذيفة كتب إليه أ حرام هي؟ قال: لا، ولكنى أخاف أن تعاطوا المومسات منهن“
(السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر بيروت ۱۰/ ۴۲۵، رقم: ۱۴۳۱ ، ودار الحديث القاهرة ۷/ ۱۹۸، رقم: ۱۳۹۸۴)

مصنف ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط ملاحظہ فرمائیے:

”عن شقيق قال: تزوج حذيفة يهودية، فكتب إليه عمر: أن خل سبيلها، فكتب إليه: إن كانت حراما خليت سبيلها، فكتب إليه: إني لا أزعم أنها حرام، ولكني أخاف أن تعاطوا المومسات منهن“ (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ D10

۸۵، رقم: ۱۶۴۱۷)

اب علمائے امت کی تحریرات پیش کی جارہی ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔ تفسیر مظہری میں ہے:

"**قال ابن الجوزي: روی أصحابنا حديث ابن عباس أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن ذبائح نصارى العرب، وری ابن الجوزي بسنده عن علي رضى الله عنه قال: لا تأكلوا من ذبائح نصارى بني تغلب، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية بشيء إلا شربهم الخمر ...... فكذا حكم نصارى العجم إن كان عادتهم الذبح على غير اسم الله تعالى غالبا لا يؤكل ذبيحتهم، ولا شك أن النصارى في هذا الزمان لا يذبحون بل يقتلون بالوقذ غالبا، فلا يحل طعامهم**" (تفسير مظهري، زكريا ۳/ ۷۰-۷۱)

اس کو "**الفقه الإسلامي وأدلته**" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"**لا يحل للمسلم الزواج بالمرأة المشركة أو الوثنية، وهي التي تعبد مع الله إلٰها غيره كالأصنام أو الكواكب أو النار أو الحيوان، ومثلها المرأة الملحدة أو المادية، وهي التي تؤمن بالمادة إلها، وتنكر وجود الله ولا تعترف بالأديان السماوية مثل الشيوعية والوجودية والبهائية والقاديانية والبوذية**" (الفقه الإسلامي وأدلته ۷/ ۱۵۷)

اس سلسلے میں بنایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"**ويروى عن ابن عمر أنه كان لا يجوز نكاح الكتابية، وقالت الإمامية: لا يجوز نكاح الكتابية إلا عند عدم المسلمة لاختلاف العلماء في كونهم مشركين، قال الله تعالى: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾ أي حتى يسلمن من أهل الكتاب**" (البناية ۵/ ۴۳)

اس سلسلے میں بنایہ کی دوسری عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے:

"**وقال الكافي: الأولىٰ أن لا يتزوج الكتابية، ولا تؤكل ذبيحتهم إلا للضروة لما روى أن عمر رضى الله عنه غضب على حذيفة وكعب وطلحة غضبا شديدا**" (البناية ۵/ ۴۴)

دین محمدی کے نزول کے بعد پیدا ہونے والی قوم کا حکم:

شریعت محمدی اور دین محمدی کے نزول کے بعد جو نئی قومیں پیدا ہوئی ہیں اور انہوں نے اپنا الگ دین بنالیا ہے، تو وہ دو قسم کی ہوسکتی ہیں:

(۱) ان کے وجود میں آنے سے پہلے ان کے باپ دادا مشرک تھے، جیسا کہ سکھ وغیرہ ہیں، ان کا حکم وہی ہوگا جو پہلے سے تھا، یعنی ان کے باپ دادا بھی مشرک تھے اور نئی قوم بننے کے بعد بھی وہ مشرک ہی ہوں گے؛ لہٰذا سکھ وغیرہ کو اہل کتاب تسلیم نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ وہ مشرک ہی ہیں۔

(۲) وہ قوم ہیں جن کے باپ دادا پہلے مسلمان تھے، پھر انہیں میں سے نئے دین و مذہب کے ساتھ نئی قوم وجود میں آئی ہے، جیسا کہ قادیانی وغیرہ، یہ اگر چہ قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کو اللہ کا رسول بھی مانتے ہیں؛ لیکن قرآن کے علاوہ کسی الہامی کتاب کے قائل اور حضور علیہ السلام کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے: بلکہ کسی اور کے نبی ہونے کے دعویدار بھی ہیں؛ اس لئے یہ زندیق کے حکم میں ہیں؛ لہٰذا نہ تو ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ ہی ان کی عورتوں کے ساتھ مناکحت جائز ہے اور یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں، مسلمان نہیں ہیں، جیسا کہ ذیل

کی عبارات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو ’’ہندیہ‘‘ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

’’إذا لم يعرف الرجل أن محمدا صلى الله عليه وسلم آخر الأنبياء عليهم وعلى نبينا السلام فليس بمسلم‘‘ (هندية قديم ۲/ ۲۶۳، جديد ۲/ ۲۷۵)۔

اور ’’مجمع الانہر‘‘ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

’’وأما الإيمان بسيدنا عليه الصلاة والسلام فيجب بأنه رسولنا في الحال، وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الأنبياء لا يكون مؤمنا‘‘ (مجمع الأنهر ۲/ ۵۰۶)۔

اور اس کو ’’مرقاۃ شرح مشکوۃ‘‘ میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

’’وإنكار وجوب المجمع عليه إذا كان معلوما من الدين بالضرورة كفر اتفاقا، بل قال جماعة: إن إنكار المجمع عليه كفر وإن لم يكن معلوما‘‘ (مرقاة المفاتيح، أشرفيه ديو بند ۴/ ۱۳۶)۔

اور صاحب بزازیہ نے ان الفاظ میں نقل فرمایا ہے:

’’يجب الإيمان بالأنبياء عليهم السلام بعد معرفة معنى النبي (وقوله) وأما الإيمان بسيدنا عليه الصلاة والسلام، فيجب بأنه رسولنا في الحال وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الرسل لا ينسخ دينه إلى يوم القيامة لا يكون مؤمنا‘‘ (بزازية على الهندية ۶/ ۳۲۷)۔

اور ’’بنایہ شرح ہدایہ‘‘ میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے:

’’ويدخل في الوثنيات عبدة الشمس وعبدة النجوم والصور التي أنحتوها، والمعطلة، والزنادقة، والباطنية، والإباحية، وفي شرح الوجيز: وكذا كل مذهب يكفر معتقده؛ لأن اسم الشرك يتناولهم جميعا‘‘ (البناية ۵/ ۴۶)۔

نسلی قادیانی بھی زندیق:

قادیانی کی دو قسمیں ہیں: (۱) وہ لوگ جو بذات خود قادیانی بنے ہیں، ان کے مرتد اور زندیق ہونے میں سب کا اتفاق ہے۔

(۲) وہ قادیانی ہیں جو باپ دادا سے نسلی طور پر قادیانی کہلائے جاتے ہیں، ایسے قادیانی کو جن علماء نے اہل کتاب کے درجے میں قرار دیا ہے وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہے اور اس رائے پر کوئی دلیل نہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بھی کفایت المفتی قدیم ۱/ ۳۶۵، اور جدید ۱/ ۴۶۸ میں اپنا رجحان اسی طرف ظاہر فرمایا ہے؛ لیکن یہ صرف حضرت کی اپنی ذاتی رائے ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، حضرت نے شامی کی کسی عبارت سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے، مگر حضرت کی اس رائے سے دوسرے بڑوں نے اتفاق نہیں کیا ہے؛ لہٰذا نسلی قادیانی بھی مرتد ہیں اور ان قادیانیوں کی اولاد اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہے؛ بلکہ خالص زندیق ہیں۔ (حاشیہ کفایت المفتی جدید ۱/ ۴۶۸، فتاوی رحیمیہ زکریا ۱/ ۱۹۶، فتاوی حقانیہ زکریا ۴/ ۳۴۲، آپ کے مسائل اور ان کا حل زکریا ۲/ ۱۱۷، احسن الفتاوی ۶/ ۳۵۹)۔

اس سلسلے میں ’’بزازیہ‘‘ کی عبارت ملاحظہ فرمائیے:

’’يجب الإيمان بالأنبياء عليهم السلام بعد معرفة معنى النبي (وقوله) وأما الإيمان بسيدنا عليه الصلاة والسلام، فيجب بأنه رسولنا في الحال وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الرسل لا

ينسخ دينه إلى يوم القيامة لا يكون مؤمنا" (بزازية على الهندية ۶/ ۳۲۷)۔

اوراس کو"مجمع الانہر" میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"**وأما الإيمان بسيدنا عليه الصلاة والسلام فيجب بأنه رسولنا في الحال، وخاتم الأنبياء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم يؤمن بأنه خاتم الأنبياء لا يكون مؤمنا**" (مجمع الأنهر ۲/ ۵۰۶)۔

کتابیہ عورت سے مناکحت میں دارالاسلام ودارالحرب کا فرق:

بعض فقہاء نے کتابیہ عورتوں سے مناکحت کے بارے میں دارالاسلام اور دارالکفر کے درمیان فرق کیا ہے، چنانچہ دارالاسلام میں مباح قرار دیا ہے اور دارالکفر میں مکروہ؛ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان عورتوں سے نکاح کے بعد زندگی میں مرتب ہونے والی خرابی اور پیدا ہونے والی اولادوں کی تربیت اور ان کے عقائد کے بگاڑ کے خطرے کی وجہ سے دارالاسلام میں بھی ان کی عورتوں سے نکاح کرنا درجۂ کراہت سے خالی نہیں ہے؛ اس لئے جولوگ دارالاسلام میں مباح قرار دیتے ہیں وہ صرف اس نظریہ کے پیش نظر مباح قرار دیتے ہیں کہ اولاد اپنی نشوونما میں اسلامی عقائد اور اسلامی طور وطریق اور احکام اسلام کو اپنی زندگی میں داخل کرے گی؛ لیکن تجربہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اولاد باپ کے مقابلے میں ماں سے زیادہ متاثر ہوتی ہے؛ اس لئے اولاد کے عقیدہ کے بگڑنے کا زیادہ خطرہ ہے۔

لہٰذا دارالاسلام میں بھی ان کی عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، جیسا کہ ذیل کی احادیث اور فقہی جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں"مصنف ابن ابی شیبہ" کی روایت ملاحظہ فرمائیے:

"**عن ابن عمر: أنه كان يكره نساء أهل الكتاب ولا يرى بطعامهن بأسا**" (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۶، رقم: ۱۶۴۱۹)۔

اور"**المصنف لابن أبي شيبة**" کی دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

"**عن ابن عمر: أنه كره نكاح نساء أهل الكتاب، وقرأ: ﴿وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾**" (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۶، رقم: ۱۶۴۲۰)۔

اور"مصنف ابن ابی شیبہ" کی تیسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

"**عن شقيق قال: تزوج حذيفة يهودية، فكتب إليه عمر: أن خل سبيلها، فكتب إليه: إن كانت حراما خليت سبيلها، فكتب إليه: إني لا أزعم أنها حرام، ولكني أخاف أن تعاطوا المومسات منهن**" (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۵، رقم: ۱۶۴۱۸)۔

اس سلسلے میں"سنن کبریٰ بیہقی" کی روایت ملاحظہ فرمائیے:

"**سمعت أبا وائل يقول: تزوج حذيفة -رضي الله عنه- يهودية، فكتب عمر -رضي الله عنه- أن يفارقها، فقال: إني أخشى أن تدعوا المسلمات وتنكحوا المومسات، وهذا من عمر رضي الله عنه على طريق التنزيه والكراهة، ففي رواية أخرى: أن حذيفة كتب إليه أ حرام هي؟ قال: لا، ولكنى أخاف أن تعاطوا المومسات منهن**" (السنن الكبرى للبيهقي، دارالفكر بيروت ۱۰/ ۴۲۵، رقم: ۱۴۳۱۱، ودار الحديث القاهرة ۷/ ۱۹۸، رقم: ۱۳۹۸۴)۔

اور ''مصنف عبدالرزاق'' کی روایت ملاحظہ فرمائیے:

''عن قتادة: أن حذيفة نكح يهودية في زمن عمر، فقال عمر: طلقها، فإنها جمرة، قال: أ حرام هي؟ قال: لا فلم يطلقها حذيفة لقوله: حتى إذا كان بعد ذلك طلقها'' (المصنف لعبد الرزاق ۶/ ۷۸، رقم: ۱۰۰۵۷)۔

اور اس کو ''بحرالرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائے:

''وفي المحيط: يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن أن يكون بينهما ولد فينشأ على طبائع أهل الحرب، ويتخلق بأخلاقهم فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة'' (البحرالرائق، زکریا ۳/ ۱۸۳، کوئٹہ ۳/ ۱۰۳)۔

اور اس کو ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''والواقع في الزواج بالكتابيات وبالأولىٰ الحربيات مضار اجتماعية ووطنية ودينية، فقد ينقلن لبلادهن أخبار المسلمين، وقد يرغبن الأولاد في عقائد وعادات غير المسلمين، وقد يؤدى الزواج بهن إلى إلحاق ضرر للمسلمات بالإعراض عنهن، وقد تكون الكتابية منحرفة السلوك'' (الفقه الإسلامي وأدلته ۷/ ۱۶۰)۔

دعوتی نقطۂ نظر سے کتابیہ عورت سے نکاح کرنا:

اگر کوئی مسلمان کتابیہ عورت سے دعوتی نقطۂ نظر سے نکاح کرتا ہے اور واقعی وہ عورت دامن اسلام میں داخل ہوجاتی ہے، تو دارالاسلام اور دارالکفر دونوں میں اس کے ساتھ نکاح کرنا مباح ہوگا۔ اور یہ بات یاد رکھنا لازم ہے کہ عورت مسلمان مرد سے متأثر ہوجائے اور مسلمان مرد عورت سے متأثر ہو کر اس کے معاشرہ کو قبول نہ کرے؛ لیکن اگر شوہر منکوحہ کتابیہ سے اور ان کے معاشرہ سے متأثر ہوجاتا ہے اور بچوں کی طبیعتوں کے ان ہی کی فطرت کو قبول کرنے کا خطرہ ہو تو ان کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، جیسا کہ درج ذیل عبارات سے واضح ہوتا ہے۔

اس سلسلے میں مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ملاحظہ فرمائیے:

''عن ابن عباس –رضي الله عنه– قال: لا يحل نكاح نساء أهل الكتاب إذا كانوا حربا'' (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۸، رقم: ۱۶۴۳۱)۔

اور اس کے متعلق مصنف ابن ابی شیبہ کی دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے:

''عن أبي عياض، قال: نساء أهل الكتاب لنا حلال إلا أهل الحرب، فإن نسائهم وذبائحهم عليكم حرام'' (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۸۸، رقم: ۱۶۴۳۲)۔

اس کو علامہ ابن نجیم نے ''البحرالرائق'' میں ان الفاظ کے ساتھ تحریر فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن من أن يكون بينهما ولد فينشأ على طبائع أهل الحرب، ويتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة'' (البحرالرائق، زکریا ۳/ ۱۸۳، کوئٹہ ۲/ ۱۰۳)۔

اس کو علامہ شامیؒ نے ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:

''وتكره الكتابية الحربية إجماعا؛ لافتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها في دار الحرب، وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر'' (شامي، زکریا ۴/ ۱۳۴، کراچی ۳/ ۴۵، وتبيين الحقائق، زکریا ۲/ ۴۷۷)۔

اس کو "البنایہ" میں ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"**وقال الكاكي: الأولى: أن لا يتزوج الكتابية، ولا تؤكل ذبيحتهم إلا للضرورة لما روى أن عمر رضى الله عنه غضب على حذيفة وكعب وطلحة غضبا شديدا**" (البناية ۵/ ۴۴، كذا في تبييق الحقائق ۲/ ۴۷۷)۔

اس کو "ہندیہ" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"**وإذا تزوج المسلم كتابية حربية فى دارالحرب جاز ويكره**" (هندية، قديم ۱/ ۲۸۱، جديد ۱/ ۳۴۷)۔

کیا ہندوؤں کے اوتار نبی تھے؟ اور ویدیں آسمانی کتابیں ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ارشاد فرمایا ہے: "وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ" [الرعد: ۷]

اس کا مقتضی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں بھی یہاں کی قوم پر ہدایت لے کر کے کسی نبی یا رسول کو بھیجا ہو؛ لیکن ان کے اوتاروں میں سے کسی کا متعین طور پر اللہ کی طرف سے مبعوث کردہ نبی ہونا ہمارے سامنے ثابت نہیں ہے اور جب تک ہمارے سامنے متعین طور پر ثابت نہیں ہوگا، تب تک ہم کسی اوتار کو نبی مرسل تسلیم نہیں کر سکتے، اسی طرح ان کے ویدوں میں اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں؛ لیکن جب تک دلیل شرعی سے ان کی کسی کتاب کا آسمانی کتاب ہونا ثابت نہ ہوجائے، اس وقت تک ہم انہیں آسمانی کتاب نہیں کہہ سکتے۔

نیز اسی طرح ہم انہیں آسمانی کتاب ہونے کا نہ انکار کریں گے اور نہ ہی ثابت کریں گے اور یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔

حدیث پاک میں وارد ہوا ہے کہ تورات وانجیل میں یہود ونصاریٰ نے تحریف کر رکھا ہے؛ اس لئے ان کے بارے میں مثبت یا منفی پہلو سے متعلق امت محمدیہ کوئی بات ثابت نہیں کرے گی (مستفاد: کفایت المفتی قدیم ۱/ ۱۴۸، جدید ۴/ ۲۷۷-۲۷۸)۔

اس سلسلے میں بخاری شریف کی روایت ملاحظہ فرمائیے:

"**عن أبي هريرةؓ قال: كان أهل الكتاب يقرؤون التوراة بالعبرانية ويفسرونها بالعربية لأهل الإسلام، فقال رسول الله ﷺ: لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم، وقولوا: آمنا بالله ما أنزل**" (صحيح البخاري ۲/ ۱۱۲۵، رقم: ۴۲۷۱، ف: ۷۵۴۲)۔

عیسائی اسکولوں میں تعلیم:

عیسائی اسکولوں میں اگر عیسائی مشنریز تعلیم پر خصوصی توجہ دے رہی ہیں اور ان اسکولوں میں پڑھنے والے طلبہ وطالبات کو عیسائی مشنریز کے مطابق عیسائیت کا عقیدہ ان کے دلوں میں راسخ کیا جاتا ہے، جس سے طلبہ وطالبات کے عقائد کے بگڑنے کا سخت خطرہ ہوتا ہے، تو ایسے اداروں میں مسلمانوں کو اپنے بچوں کو تعلیم کے لئے داخل نہیں کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ ایسے اسکولوں میں تعلیم کے لئے طلبہ کو داخل کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ دین وایمان کو خطرے میں ڈالنا ہے اور مسلمانوں کو چاہئے کہ اچھی معیاری عصری تعلیم کے لئے اپنا متبادل اسکول قائم کریں، تاکہ ان اسکولوں میں پڑھنے کے بعد مسلمان بچوں کا عقیدہ اپنی جگہ برقرار رہے۔ اور اگر کہیں عیسائی اسکول میں داخلہ کی ضرورت پڑ جائے تو اس کے ساتھ ساتھ ان بچوں کی اسلامی تعلیم کا نظم بھی چالو رہنا چاہئے کہ دیگر اوقات میں بچے دینی اسلامی تعلیم بھی ساتھ ساتھ حاصل کرتے رہیں، تاکہ ان کے عقائد نہ بگڑیں اور وہ اپنے عقائد پر مضبوطی سے قائم رہیں، ورنہ ماں باپ اپنے بچوں کو ایسے اسکول میں داخل کر کے ان کی آخرت

برباد کرنے کے شکار بن جائیں گے، جس کی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے اور یہود ونصاریٰ کی فکر یہی ہوتی ہے کہ وہ اسلام کی مخالفت کریں اور مسلمان اور دیگر اقوام انہیں کے دین کی اتباع کریں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''وَلَنْ تَرْضَى عَنْکَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدَى وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآئَهُمْ بَعْدَ الَّذِيْ جَآئَکَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَکَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيْرٍ'' [البقرة: ۲۰]۔

اس آیت شریفہ کے مقتضی سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمانوں کو اپنے بچوں کو ان کے اسکولوں میں تعلیم کے لئے داخل نہیں کرنا چاہئے۔ اور بچے اپنی فطرت کے اعتبار سے اسلام سے قریب ہوتے ہیں، مگر ماں باپ یہودی ماحول یہودی بنادیتے ہیں اور عیسائی ماحول عیسائی بنادیتے ہیں اور مجوسی ماحول مجوس بنادیتے ہیں اور ہندو ماحول ہندو بنادیتے ہیں۔ حدیث شریف ملاحظہ فرمائیے:

''عن أبي هريرة –رضي الله عنه– قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه. الحديث'' (صحيح البخاري ۱/ ۱۸۵، رقم: ۱۳۶۹، ف: ۱۳۸۵)۔

اجتماعی کفالت کے لئے زکوۃ جمع کرنا:

اگر کوئی مسلمان کسی کتابیہ عورت سے نکاح کرلے، تو مسلمان شوہر پر وہ تمام حقوق لازم ہوجاتے ہیں جو ایک مسلمان عورت سے شادی کرنے کے بعد لازم ہوتے ہیں؛ لہٰذا جس طرح ایک مسلم خاتون کے ساتھ نکاح کرنے کے بعد حقوق ادا کرنا لازم ہوتا ہے، اسی طرح تمام حقوق اس پر لازم ہوجائیں گے، نیز اگر دو بیویاں ہیں، ایک مسلمان دوسری کتابیہ، تو دونوں کے ساتھ برابری کا معاملہ کرنا بھی شوہر پر لازم ہوجاتا ہے، جو ذیل کی روایات سے واضح ہوتا ہے، ملاحظہ فرمائیے۔

''مصنف ابن ابی شیبہ'' میں اس بارے میں کئی روایات ہیں، ملاحظہ فرمائیے:

''عن قتادة عن ابن المسيب والحسن في من يتزوج اليهودية والنصرانية على المسلمة قالا: يقسم بينهما سواء'' (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۴۷، رقم: ۱۶۳۵۲)۔

''عن الزهري قال: قسمتهما سواء'' (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۴۷، رقم: ۱۶۳۵۳)۔

''عن إبراهيم قال: يقسم لها كما يقسم للحرة'' (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۴۷، رقم: ۱۶۳۵۴)۔

''عن الشعبي في الرجل يتزوج المسلمة واليهودية والنصرانية، قال: يسوى بينهما في القسمة من ماله ونفسه'' (المصنف لابن أبي شيبة ۹/ ۴۷، رقم: ۱۶۳۵۵)۔

اس کو ''قاضی خان'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''النفقة تتعلق بأشياء منها الزوجية والاحتباس، فتجب على الرجل نفقة امرأته المسلمة والذمية'' (خانية على الهندية ۱/ ۴۲۴، جديد ۱/ ۲۵۴)۔

اس کو خانیہ میں مختصر الفاظ میں نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''والمسلمة والكتابية في القسم سواء'' (خانية على الهندية ۱/ ۴۳۹، جديد ۱/ ۲۵۹)۔

اس کو ''ہندیہ'' میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

''ويجوز نكاح الكتابية على المسلمة، والمسلمة على الكتابية، وهما في القسم سواء لاستوائهما في

محلیة النکاح" (ھندیة قدیم ۱/ ۲۸۲، جدید ۱/ ۳۴۷)۔

اس کو "البحر الرائق" میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"**تجب النفقة للزوجة علی زوجھا۔ (کنز الدقائق) وفي البحر: أطلق في الزوجة فشمل المسلمة والکافرة**" (البحر الرائق، زکریا ۴/ ۲۹۳-۲۹۴)۔

نیز جب کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں آجائے تو اس مسلمان کے ماتحت اور اس کے گھر میں رہتے ہوئے اپنے مذہبی رسوم ادا کرنا جائز نہیں ہے؛ لہٰذا شوہر کو حق ہے کہ وہ کنیسہ میں جانے سے روکے، اسی طرح گھر میں رہ کر کے اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکے، جیسا کہ درج ذیل جزئیات سے واضح ہوتا ہے۔

اس کو کو ہندیہ میں ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے:

"**إذا تزوج المسلم الکتابیة فله منعها من الخروج إلی البیعة والکنیسة ومن اتخاذ الخمر في منزله، کذا فی النھر الفائق**" (الھندیة قدیم ۱/ ۲۸۱، جدید ۱/ ۳۴۷)۔

"**وقال القدوري في النصرانیة تحت مسلم لا تنصب في بیته صلیبا وتصلی في بیته حیث شاء ت، کذا في المحیط**" (ھندیة قدیم ۵/ ۳۴۶، جدید ۵/ ۴۰۱)۔

عیسائی مشنریز اداروں میں ملازمت:

عیسائی مشنریز کے ادارے جس میں ہسپتال اور قرض مہیا کرنے کے ادارہ وغیرہ ہوں، اور ان اداروں میں خدمت خلق کے ساتھ ساتھ عیسائی مذہب کی تبلیغ ہوتی ہے، اور دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کر کے اپنے عیسائی مذہب سے قریب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور مسلمانوں کو ان کے اپنے مذہب سے دور کرنے کا کردار ادا کیا جاتا ہے، تو ایسے اداروں میں کسی مسلمان کے لئے ان کی جماعت میں کردار ادا کرنے کے لئے ملازمت کرنا جائز نہیں ہوگا؛ ہاں البتہ اگر کوئی مسلمان عالم دین اسلام کی تبلیغ کی خاطر ایسے اداروں میں رہ کر اسلام کی تبلیغ کرتا ہے، تو اس کی گنجائش ہوسکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس کے اندر معصیت پر تعاون سے ممانعت فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیے:

"**وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ**" [المائدة: ۲]

اور "حجۃ اللہ البالغۃ" میں اس کو ان الفاظ سے نقل فرمایا ہے:

"**أقول: یحرم طلب العلم الدیني لأجل الدنیا، ویحرم تعلیم من یری فیه الغرض الفاسد لوجوه، منها: أن مثله لا یخلو غالبا من تحریف الدین لأغراض الدنیا بتأویل ضعیف، فوجب سد الذریعة**" (رحمة اللّٰہ الواسعة شرح حجة اللّٰہ البالغة، مکتبہ حجاز دیوبند ۳/ ۱۳۳)۔

"**فصدیق الإنسان من یسعی في عمارة آخرته وإن کان فیه ضررا لدنیاه، وعدوه من یسعی في غارة آخرته وإن کان فیه نفع لدنیاه، وقد قال الله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾**" [المائدة: ۲] (مجالس الأبرار، ص: ۵۳۱، المجلس الخامس وثمانون، بحوالہ فتاوی محمودیہ میرٹھ ۶/ ۴۶)۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق احکام

ڈاکٹر مفتی محمد شاہجہاں ندوی☆

تمہید:

ایک ایسے سماج میں جہاں مختلف افکار ونظریات اور عقائد و مذاہب کے ماننے والے طبقات ایک ساتھ زندگی بسر کر رہے ہوں، اسلام انسانی تعلقات کو عدل وانصاف اور حسن اخلاق کے ساتھ نباہنے کی تاکید کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين ولم يخرجوكم من دياركم أن تبروهم وتقسطوا إليهم ، إن الله يحب المقسطين" (ممتحنہ: ۸) (اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملے میں نہ تم سے جنگ کی ہے اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے، اللہ انصاف کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے)۔

اس آیت سے واضح ہے کہ تعدد رکھنے والے سماج میں اتحاد واتفاق، الفت ومحبت، امن وامان اور سکون واطمینان کے پھول اسی وقت کھل سکتے ہیں، جبکہ سماج میں بسنے والے مختلف عناصر کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے، اور عدل وانصاف کے دامن کو کسی حال میں چھوڑا نہ جائے، اور دوست ودشمن سب کے ساتھ ایک ہی پیمانہ عدل اختیار کیا جائے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: "يأيها الذين آمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط، ولا يجرمنكم شنأن قوم على ألا تعدلوا، اعدلوا هو أقرب للتقوى" (سورۂ مائدہ: ۸) (اے ایمان والو، عدل کے علم بردار بنو، اللہ کے لئے اس کی شہادت دیتے ہوئے، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ ابھارے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو، یہی تقوی سے قریب تر ہے)۔

اسلام سماج کے تمام طبقات، خواہ اہل کتاب ہوں یا دیگر غیر مسلم گروہ ان کے ساتھ الفت ومحبت کی تعلیم دیتا ہے، اور نفرت وعداوت، ظلم وزیادتی اور استحصال اور حقوق کی پامالی سے روکتا ہے، کیونکہ وہ عالمی پیغام کا حامل مذہب ہے جو ساری انسانیت کی فلاح ونجات کا ذریعہ ہے، ارشاد الہی ہے: "قل يأيها الناس إني رسول الله إليكم جميعا، الذي له ملك السموات والأرض" (اعراف: ۱۵۸) (کہہ دو، اے لوگو، میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں، اس اللہ کا جس کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے)۔

اور یہ بات بالکل عیاں ہے کہ امن وامان کی فضا میں ہی دعوت کو پھلنے پھولنے کا موقع ملتا ہے، اس مختصر سی تمہید کے بعد سوالات کے جوابات درج ہیں:

۱- اہل کتاب انسانوں کا وہ گروہ یا افراد ہیں جو کسی معتبر آسمانی کتاب اور کسی نبی پر ایمان کا دعوی رکھتے ہیں، جیسے یہود ونصاری، چنانچہ

☆ جامعہ اسلامیہ، شانتاپورم، کیرالا۔

فخر الدین عثمان بن علی زیلعی حنفی لکھتے ہیں: "کل من یعتقد دینا سماویا، وله کتاب منزل، کصحف إبراهیم و شیث وزبور داؤد، علیهم السلام–فهو من أهل الکتاب" (زیلعی، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۲/۱۱۰، بیروت، دار الکتاب الإسلامی، قاہرہ ۱۳۱۳ھ) (ہر وہ شخص جو آسمانی مذہب پر عقیدہ رکھتا ہو اور اسے دل سے مانتا ہو، جیسے ابراہیم اور شیث کے صحیفے اور داؤد علیہم السلام کی زبور، تو وہ اہل کتاب میں سے ہے)۔

اور شیخی زادہ عبد الرحمٰن بن محمد (م:۱۰۷۸ھ) نے بھی یہی بات لکھی ہے (دیکھئے: شیخی زادہ، مجمع الأنهر في شرح ملتقی الأبحر ۱/۴۸۳، بیروت، العلمیہ، ۱۴۱۹ھ)، اور علامہ حصکفیؒ رقم طراز ہیں: "مؤمنة بنبي مرسل مقرة بکتاب منزل" (حصکفی، الدر المختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات ۳/۴۵، بیروت، دار الفکر ۱۳۸۶ھ) (کتابیہ خاتون وہ ہیں جو اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے نبی پر ایمان رکھتی ہو اور آسمان سے نازل کردہ کتاب کا اقرار کرتی ہو)۔

اور سامری افراد بھی یہود میں داخل ہیں، چنانچہ حصکفیؒ تحریر فرماتے ہیں: "یدخل في الیهود السامرة؛ لأنهم یدینون بشریعة موسی علیه الصلاة والسلام–وفي والنصاری الفرنج والأرمن" (حصکفی، الدر المختار ۴/۱۹۸) (سامری افراد بھی یہود میں داخل ہیں، اس لئے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو مانتے ہیں، اور نصاریٰ میں فرنگی اور ارمنی حضرات بھی داخل ہیں ۹۔

اس سے پتہ چلا کہ اہل کتاب صرف یہود ونصاریٰ ہی نہیں بلکہ تمام وہ گروہ ہیں جو کسی نبی اور معتبر آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، اگرچہ عملا اس وقت دنیا میں صرف یہود ونصاریٰ کا وجود ہے۔

اور یہی حنابلہ کے مسلک میں ایک رائے ہے، چنانچہ ابن قدامہ تحریر فرماتے ہیں: "وذکر القاضي فیهم وجها آخر أنهم من أهل الکتاب وتحل ذبائحهم ونکاح نسائهم" (ابن قدامہ، المغنی، کتاب النکاح ۷/۵۰۰، بیروت، دار الفکر، طبع اول، ۱۴۰۵ھ) (اور قاضی حنبلی نے دیگر آسمانی صحیفے ماننے والوں کے سلسلے میں ایک دوسرا پہلو یہ بیان کیا ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں، اور ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ان کی خواتین سے نکاح جائز ہے)۔

جبکہ شافعیہ اور مالکیہ کا مسلک ہے کہ اہل کتاب صرف یہود ونصاریٰ ہیں، چنانچہ احمد بن غنیم مالکی (م:۱۱۲۵ھ) لکھتے ہیں: "وأهل الکتاب هم الیهود والنصاری" (ابن غنیم، الفواکہ الدوانی ۲/۱۸۸، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۵ھ) (اہل کتاب یہود ونصاریٰ ہیں)، اور محمد بن عبداللہ خرشی مالی (م:۱۱۰۱ھ) تحریر فرماتے ہیں: "أهل الکتاب هم الیهود والنصاری، ومن عداهم مجوس تمسکوا بصحف شیث، أو إدریس، أو إبراهیم، أو زبور دائود، وذلک؛ لأن تلک مواعظ لا أحکام، وکذلک من جمع بین دینین" (خرشی مالکی، شرح خلیل ۱۱/۱۹۶ الشاملۃ) (اہل کتاب یہود ونصاریٰ ہیں، اور ان کے علاوہ آتش پرست ہیں، جنہوں نے شیث یا ادریس یا ابراہیم کے صحیفے یا داؤد کی زبور کو تھام لیا ہے، اسلئے کہ یہ سب پند ونصیحت ہیں، احکام نہیں ہیں، اور ایسے ہی وہ شخص کتابی نہیں جو دو دین کو جمع کرے)۔

اور دمیاطی شافعی (م:۱۳۰۲ھ کے بعد) تحریر فرماتے ہیں: "وأهل الکتاب هم الیهود والنصاری، وخرج بذلک الوثني، والمجوسي، ونحو هما ممن لا کتاب له، کعابدالشمس والقمر" (دمیاتی، حاشیہ اعانۃ الطالبین ۲/۳۹۲ طبع یعسوب) (اور اہل کتاب یہود ونصاریٰ ہیں، اور اس قید سے بت پرست اور آتش پرست وغیرہما نکل گئے، جن کے پاس کوئی معتبر آسمانی کتاب نہیں، جیسے سورج اور چاند پرست)۔

۲-صابئین کی تحقیق:

یہ لفظ''صبوء'' سے ماخوذ ہے،جس کے معنی ہیں: ایک شئ کو چھوڑ کر دوسری چیز اختیار کرنا، اور مذہب تبدیل کرنا، ابن فارس لکھتے ہیں:''فأما المهموز فهو يدل على خروج وبروز، يقال: صبأمن دين إلى دين، أي خرج، وهو قولهم: صبأناب البعير: إذا طلع، والخارج من دين إلى دين "صابئ"والجمع صابئون وصباء"(ابن فارس،معجم مقاييس اللغة ۳/ ۳۳۲،تحقیق:عبدالسلام ہارون، بیروت، دارالفکر، ۱۳۹۹ھ)(بہر حال صاد، باء اور ہمزہ تو یہ مادہ نکلنے اور ظاہر ہونے پر دلالت کرتا ہے، بولا جاتا ہے:''صبأ من دين ''(اس نے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرلیا)اور اسی سے اہل عرب بولتے ہیں:''صبأ ناب البعير ''(اونٹ کی کچلی کے دانت نکل گئے)،اور ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کو اختیار کرنے والے کو''صابئ'' کہتے ہیں،اور اس کی جمع ''صابئون''اور''صباء'' ہے)۔

اور فیومی لکھتے ہیں:''صبأ من دين إلى دين"يضبا" مهموز بفتحتين: خرج، فهو "صابئ" ثم جعل هذا اللقب علما على طائفة من الكفار، يقال: إنها تعبدالكواكب في الباطن، وتنتسب إلى النصرانية في الظاهر، وهم "الصابئة" و "الصابئون ويدعون أنهم على دين صابئ ابن شيث بن آدم"(فیومی، المصباح المنیر ص ۱۷۴،تحقیق: یوسف محمد،طبع المکتبۃ العصریۃ)(صبأ صاد اور باء کے فتحہ کے ساتھ یہ لفظ مہموز ہے، اس کے معنی ہیں: ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کی طرف نکل جانا اور مذہب تبدیل کرنے والے کو''صابئ'' کہتے ہیں، پھر اس لقب کو کفار کی ایک جماعت کا علم قرار دیا گیا ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بہ باطن ستارے کو پوجتی ہے، اور بہ ظاہر نصرانیت سے اپنی نسبت جوڑتی ہے، اور اس گروہ کو''صابئۃ'' اور''صابئون'' کہتے ہیں، اور اس کا دعوی ہے کہ وہ آدم کے پوتے اور''صابئ'' کے دین پر ہے)۔

اور مرتضی زبیدی لکھتے ہیں:''والصابئون في قوله تعالى: الخارجون من دين إلى دين، يقال: صبأ فلان يصبأ: إذا خرج من دينه، وهم أيضا قوم يزعمون أنهم على دين نوح عليه السلام بكذبهم وفي الصحاح، جنس من أهل الكتاب وقبلتهم من مهب الشمال عند منتصف النهار''(زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس ۱/ ۳۰۷ طبع دارالہدایہ)(اور اللہ تعالی کے ارشاد میں''الصابئون'' کا مفہوم ہے دین تبدیل کرنے والے''صبأ فلان......''اس وقت بولتے ہیں، جبکہ فلاں شخص دین سے نکل جائے، اور ''صابئون'' ایک قوم ہے جس کا جھوٹا دعوی ہے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کی ملت پر ہیں، اور''الصحاح'' میں ہے کہ یہ اہل کتاب میں سے ایک قوم ہے، اور ان کا قبلہ نصف النہار میں شمالی ہوا کا مقام ہے)۔

اس لغوی تحقیق کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ''صابئین'' سے کون لوگ مراد ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں کافی اختلاف ہے جو درج ذیل ہے:

۱-اہل علم کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ بے دین لوگ ہیں، یہ رائے مفسر قرآن مجاہد، حسن بصری اور ابن ابی نجیم وغیرہم سے مروی ہے۔

۲-یہ لوگ جزیرہ موصل کے رہنے والے تھے جو''لا إلہ إلا اللہ'' کہتے تھے، لیکن نہ ان کا کوئی دینی عمل تھا، اور نہ ہی کسی معتبر آسمانی کتاب اور نبی پر ایمان تھا، یہ ابن زید کا قول ہے۔

۳-یہ وہ لوگ ہیں جو فرشتوں کو پوجتے ہیں اور قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھتے ہیں اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں۔ یہ رائے قتادہ اور ابو العالیہ کی ہے۔

۴-یہ اہل کتاب کا ایک گروہ ہے، یہ قول سدی کا ہے(دیکھئے: طبری، جامع البیان فی تأویل القرآن ۲/ ۱۴۷،تحقیق: احمد محمد شاکر،

بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ طبع ۱۴۲۰ھ)۔

۵-ابوالزناد کی رائے ہے کہ "الصابئون قوم ممايلي العراق وهمب كوتى، وهم يؤمنون بالنبيين كلهم، ويصومون من كل سنة ثلاثين يوما، ويصلون إلى اليمن كل يوم خمس صلوات"(ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۲۸۶، تحقیق: سامی سلامی، دارطیبۃ طبع دوم، ۱۴۲۰ھ)(صابئون عراق سے متصل علاقہ کی قوم ہے، اور مقام "کوتی" کی باشندہ ہے، یہ لوگ تمام نبیوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور ہر سال تیس روزہ رکھتے ہیں اور یمن کی طرف رخ کر کے روزانہ پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں)۔

۶-وہب بن منبہ کی رائے ہے: "الذي يعرف الله وحده، وليست له شريعة يعمل بها، ولم يحدث كفرا"(مرجع سابق ۱/ ۲۸۶)(جو تنہا اللہ کی معرفت رکھتا ہو، لیکن اس کی کوئی شریعت نہیں جس پر عمل کرے، اور نہ ہی کفر کا شکار ہوا ہو، وہ "صابئین" میں سے ہے)۔

۷-بعض اہل علم کا قول ہے کہ "الصابئون الذين لم تبلغهم دعوة نبي"(مصدر سابق ۱/ ۲۸۷)(صابئین وہ لوگ ہیں جن کو کسی نبی کی دعوت نہ پہنچی ہو)۔

۸-آلوسیؒ کہتے ہیں کہ یہ اصل دین سے نکل جانے والے لوگ ہیں جو مادی کثافتوں سے پاک، اعلی صفات واقدار کے حامل انسان کے طرفدار وحمایتی ہیں، اور ان کو اپنے لئے واسطہ بناتے ہیں "هم قوم مدار مذاهبهم على التعصب للروحانيين واتخاذهم وسائط، ولما لم يتيسر لهم التقرب إليها بأعيانها، والتلقي منها بذواتها، فزعت جماعة منهم إلى هياكلها، فصابئة الروم مفزعها السيارات، وصابئة الهند مفزعها الثوابت، وجماعة نزلوا عن الهيا كل إلى الأشخاص التي لاتسمع ولا تبصر ولا تغني عن أحد شيئا، فالفرقة الأولى: هم عبدة الكواكب، والثانية هم عبدة الأصنام، وكل من هاتين الفرقتين أصناف شتى مختلفون في الاعتقادات والتعبيرات"(الوسی، روح المعانی ۱/ ۳۴۶-۳۴۷ طبع موقع التفاسیر)(یہ وہ لوگ ہیں جن کے مذہب کا دارومدار روحانی افراد کی سخت حمایت اور ان کو واسطہ بنانے پر ہے، اور چونکہ ان کی ذات اور شخصیات سے ان کو قربت اور وصال کا موقع نہیں ملا، سو ان کی ایک جماعت نے ان کے مجسموں کی پناہ لی، چنانچہ روم کے "صابئین" کی پناہ متحرک ستاروں میں ہے، اور ہندوستان کے "صابئین" کی پناہ ثابت اور ایک جگہ قائم رہنے والے ستاروں میں ہے، اور ایک جماعت مجسموں سے ان اشخاص کی طرف مائل ہوئی جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ کسی سے بے نیاز کرتے ہیں، سو پہلی جماعت ستارہ پرستوں کی ہے اور دوسری جماعت بت پرستوں کی ہے، اور ان دونوں جماعتوں میں سے ہر ایک کے مختلف گروہ ہیں جو عقائد اور عبادات میں مختلف ہیں)۔

۹-قرطبی کا خیال ہے کہ "أنهم موحدون معتقدون تأثير النجوم وأنها فعالة"(قرطبی، الجامع لأحکام القرآن ۱/ ۴۳۵، قاہرہ دار الشعب)(وہ توحید کے ماننے والے، اور ستاروں کی تاثیر اور کارکردگی کے قائل ہیں)۔

۱۰-رازی کی رائے ہے: "الأقرب أنهم قوم يعبدون الكواكب"(رازی مفاتیح الغیب ۱/ ۴۵۷، بیروت، داراحیاء التراث العربی)(زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ستاروں کو پوجتے ہیں)۔

۱۱-امام صاحب کی تحقیق کے مطابق "صابئین" ستارہ پرست نہیں ہیں، بلکہ کتاب ونبی پر ایمان رکھتے ہیں، محض ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں، اور صاحبین کے نزدیک وہ ستارہ پرست ہیں، لہذا ان کا ذبیحہ حلال نہیں، اور نہ ہی ان کی خواتین سے نکاح درست ہے۔

زیلعی حنفی لکھتے ہیں: "وهذا الخلاف بناء على أنهم عبدة الأوثان أم لا، فعندهما هم عبدة الأوثان، فإنهم يعبدون

النجوم، وعند أبي حنيفة يسوا بعبدة الأوثان، وإنما يعظمون النجوم" (زیلعی، تبیین الحقائق ۲/ ۱۱۰) (صابیہ خاتون سے نکاح کے حلال ہونے یا نہ ہونے کا یہ اختلاف اس امر پر مبنی ہے کہ وہ بت پرست ہیں یا نہیں؟ چنانچہ صاحبین کے نزدیک وہ بت پرست ہیں کیونکہ وہ ستاروں کو پوجتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک وہ بت پرست نہیں، وہ محض ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں)۔

اور امام سرخسیؒ لکھتے ہیں: "فوقع عند أبي حنيفة ؒ أنهم قوم من النصارى يقرؤون الزبور ويعظمون بعض الكواكب" (سرخسی، المبسوط ۴/ ۳۸۵، تحقیق: خلیل میس، بیروت، دار الفکر، طبع اول، ۱۴۲۱ھ) (سو امام ابوحنیفہؒ کی یہ تحقیق ہوئی کہ "صابئین" نصاری کا ایک گروہ ہے جو زبور کی تلاوت کرتا ہے)۔

۱۲- علامہ ماوردی شافعی لکھتے ہیں: "أحدها أن نعلم أنهم يوافقون اليهود والنصارى في أصول دينهم، وفروعه، فيجوز أن يقر وا بالجزية، وتنكح نساؤهم، وتؤكل ذبائحهم...... والقسم الثالث: أن يوافقوا اليهود والنصآرى في أصول دينهم ويخالفوهم في فروعى فيجوز أن يقروا بالجزية، وتستباح مناكحهم، وأكل ذبائحهم؛ لأن الأحكام تجري على أصول الأديان، ولا يؤثر الاختلاف في فروعها، كما لم يؤثر اختلاف المسلمين في فروع دينهم" (ماوردی، الحاوی الکبیر ۱۴/ ۶۵۳، بیروت، دار الفکر) (صابئین کی ایک قسم یہ ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ وہ یہود و نصاری کے دین کے اصول و فروع میں متفق ہیں، تو جزیہ لے کر ان کو ان کے مذہب پر برقرار رکھنا جائز ہے اور ان کی خواتین سے نکاح درست ہے، اور ان کا ذبیحہ کھانا حلال ہے، اور تیسری قسم یہ ہے کہ وہ یہود و نصاری کے دین کے اصول میں متفق ہوں اور فروع دین میں مختلف ہوں، تو ان کو جزیہ لے کر ان کے مذہب پر برقرار رکھنا جائز ہے، اور ان کی خواتین سے نکاح درست ہے، اور ان کا ذبیحہ حلال ہے، اس لئے کہ احکام مذاہب کے اصول پر جاری ہوتے ہیں، اور فروع دین میں اختلاف مؤثر نہیں، جس طرح اپنے دین کے فروع کے سلسلہ میں مسلمانوں کا اختلاف مؤثر نہیں)۔

۱۳- ابن مفلح حنبلی (م: ۸۸۴ھ) تحریر فرماتے ہیں: "وأما الصابئة فقال أحمد: هم من جنس النصارى...... وفي "المغنى": الصحيح أن من وافق اليهود والنصارى في أصل دينهم، وخالفهم في فروعه فهو منهم، ومن خالفهم في أصل دينهم فلا" (ابن مفلح، المبدع شرح المقنع ۷/ ۶۵، ریاض، دار عالم الکتب ۱۴۲۳ھ) (بہرحال "صابئین" تو امام احمد کا قول ہے کہ وہ نصاری کی قسم میں سے ہیں...... اور "المغنی" میں ہے کہ جو یہود و نصاری کے اصول دین میں ان سے متفق ہوں اور فروع میں ان سے مختلف ہوں، تو ان کا شمار ان ہی میں ہوگا، اور جو ان کے اصول دین میں مختلف ہوں، تو ان کا شمار ان میں نہ ہوگا)۔

۱۴- شہاب الدین احمد بن ادریس قرافی مالکی لکھتے ہیں: "ولا تجوز ذبيحة من ليس بكتابي، ولا الصابئة المعتقدة تأثير النجوم؛ لأنهم كالمجوس" (قرافی، الذخیرۃ ۴/ ۱۲۴، تحقیق: محمد حجی، بیروت، دار الغرب ۱۹۹۴ء) (جو کتابی نہیں اس کا ذبیحہ حلال نہیں، اور نہ ہی "صابئین" کا ذبیحہ حلال ہے، جو ستاروں کی تاثیر کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس لئے کہ وہ آتش پرستوں کی طرح ہیں)۔

قول راجح:

"صابئین" بے دین لوگ ہیں جو اصل دین اور فطرت سلیمہ کی آواز سے ہٹ کر مختلف چیزوں جیسے زمانہ اور ستارہ وغیرہ کو ذاتی مؤثر مانتے ہیں، ان کا شمار اہل کتاب میں سے نہیں ہے، نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے، نہ ہی ان کی خواتین سے نکاح درست ہے، یہ گروہ نہیں، بلکہ افراد ہوتے ہیں، ہر دور میں اس طرح کے دہریئے، ملحد اور زندیق لوگ پائے جاتے ہیں، اس ترجیح کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من آمن بالله واليوم الآخر وعمل

صالحا، فلهم أجرهم عندربهم ، ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون" (بقرہ:٦٢)(بے شک جو ایمان لائے، جو یہودی ہوئے اور نصاری وصابئ، ان میں سے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور جس نے نیک عمل کیا، تو اس کے لئے اس کے رب کے پاس اجروثواب ہے، اوران کے لئے کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:"إن الذين آمنوا والذين هادوا والصابئين والنصارى والمجوس والذين أشركوا، إن الله يفصل بينهم يوم القيامة، إن الله على كل شي شهيد"(سورۂ حج:۱۷)(جولوگ ایمان لائے، جنہوں نے یہودیت اختیار کی اور صابئین، نصاری، آتش پرست اور جنہوں نے شرک کیا، اللہ قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ فرمادے گا، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے)۔

ان دونوں آیتوں کو جب ہم ملاتے ہیں تو یہ بات بالکل عیاں ہوجاتی ہے کہ" صابئین" نہ یہود ہیں، نہ نصاری، نہ آتش پرست اور نہ ہی مشرکین، بلکہ ان سب سے الگ ہیں، کیونکہ عطف مغایرت کا تقاضا کرتا ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ" صابئین" بے دین لوگ ہیں، جو کسی مذہب پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔

۲- اس لفظ کے مادہ" صبوء" کے معنی نکلنے کے ہیں، یہ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ اصل اور صحیح دین سے الگ تھلگ ہیں۔

۳- یہ لوگ فطرت سلیمہ کی آواز پر لبیک کہنے سے گریزاں ہیں، لہذا ان کو" صابئین" کہا جاتا ہے۔

۴- ایسے لوگ جو اللہ کے وجود ہی کے قائل نہیں، یا اگر اللہ کو مانتے ہیں تو وحی ورسالت اور آخرت کو نہیں مانتے، ان لوگوں کا شمار یہود و نصاری میں نہیں ہوگا، خواہ قومی اعتبار سے وہ اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتے ہوں، لہذا ایسے لوگوں کا ذبیحہ حلال نہیں اور نہ ان کی خواتین سے نکاح درست ہے، اور یہی حکم مادہ پرستوں اور دہریوں کا ہے جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے ہیں، اور زمانہ کی بقا کے قائل ہیں، اس لئے کہ قرآن کریم نے یہود ونصاری کو ان کی گمراہیوں کے باوجود دیگر بت پرستوں سے ممتاز قرار دے کر ان کو اہل کتاب کے معزز لقب سے اس لئے نوازا ہے کہ وہ آسمانی کتاب کے دعوی دار ہیں، نبی پر ایمان رکھتے ہیں، اور آخرت اور دوزخ وجنت کا تصور رکھتے ہیں، لہذا جو لوگ اللہ کو نہیں مانتے ہیں، اور تورات اور انجیل پر ایمان نہیں رکھتے ہیں، اور نہ ہی یہودیت اور نصرانیت کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھتے ہیں، بلکہ سرے سے تمام مذاہب وادیان کا مذاق اڑاتے ہیں، ان کو محض اس وجہ سے اہل کتاب قرار دینا درست نہیں کہ وہ نصرانیت کی طرف منسوب ہوتے ہیں یا مردم شماری کے وقت ان کا نام" نصاری" کی فہرست میں شامل ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے لئے یہود ونصاری کے ذبیحہ کو حلال کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ذبیحہ پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام نہیں لیتے ہیں، اور جانور کو مشروع طریقے پر تیز دھار آلے سے ذبح کرتے ہیں، اور ان تمام لوگوں مثلاً گردن کی دورگیں، حلقوم (سانس کی نالی) اور کھانے کی نالی کو کاٹتے ہیں، جن کا ذبح کرتے وقت کاٹنا ضروری ہے۔

چنانچہ پولس اپنے انحراف کے باوجود اہل" کورنثوس" کو تاکید کرتا ہے کہ اللہ کے نام پر ذبح کرنا واجب ہے، جیسا کہ وہ ان کی طرف اپنے پہلے رسالہ میں لکھتے ہیں:"بل إن ما يذبحه الأمم، فإنما يذبحونه للشياطين، لالله، فلست أريد أن تكونوا أنتم شركاء الشياطين، لا تقدرون أن تشربوا كأس الرب وكأس الشياطين، ولا تقدرون أن تشركوا في مائدة الرب وفي مائدة الشياطين"(پولس، کورنثوس ۱۰/ ۲۰-۲۱)(بلکہ جو قومیں جانور ذبح کرتی ہیں، وہ شیطان کے نام پر ذبح کرتی ہیں، اللہ کے واسطے ذبح نہیں

کرتیں، میں نہیں چاہتا کہ تم شیطان کے ساجھیدار بن جاؤ، تم اس بات پر قادر نہیں کہ رب کے پیالے سے بھی پیو اور شیطان کے پیالے سے بھی پیو، اور نہ ہی تم اس پر قادر ہو کہ رب کے دسترخوان اور شیطان کے دسترخوان دونوں کو ایک ساتھ جمع کرلو)۔

اور ڈاکٹر ہربرڈ دینی لکھتے ہیں کہ ذبح کے جن احکام کا یہودی اعتبار کرتے ہیں، یہ اس شریعت کا ایک جزء ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہ طور پر دی گئی تھی، جس کا خلاصہ پانچ باتیں ہیں:

۱-جانور کے گلے پر چھری چلانے کے دوران کوئی وقفہ نہ ہونا واجب ہے، بلکہ واجب یہ ہے کہ چھری کو آگے پیچھے مسلسل چلایا جائے۔

۲-ذبح کرتے وقت جانور پر کسی بھاری چیز کا وزن نہ ڈالنا ضروری ہے۔

۳-ذبح کرتے وقت جانور کی کھال پر یا اس کے گلے پر یا اس کی رگوں پر چھری کا دباؤ بھی نہ ڈالنا واجب ہے۔

۴-یہ بھی لازم ہے کہ ذبح کرتے وقت چھری حلق کی اس جگہ سے تجاوز نہ کرے جس جگہ سے اس کو کاٹا جا رہا ہے۔

۵-یہ بھی ضروری ہے کہ ذبح کا عمل نرخرہ یا رگوں کو اس کی جگہ سے ہٹانے میں کوئی اثر نہ کرے (The Mishnahhullin, 1, p514, oxford, 1987)

اور یہ بالکل واضح ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کے قائل نہیں، یا اگر اللہ کو مانتے ہیں تو وحی و رسالت اور آخرت کو نہیں مانتے، وہ ان احکام کی پابندی بھی نہیں کریں گے۔

اور جب یہودیت اور نصرانیت کے بنیادی عقائد پر ایمان رکھنے والا کتابی، ان احکام کی پابندی نہیں کرے تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں، چنانچہ کاسانی لکھتے ہیں: "فأما إذا سمع منه أنه سمى المسيح عليه الصلاة والسلام، وحده، أو سمى الله سبحانه و تعالى المسيح، لا تؤكل ذبيحته، كذا روي عن سيدنا علي رضی اللہ عنہ ولم يروعن غيره خلافه، فيكون إجماعا" (کاسانی، بدائع الصنائع ۵/۴۶، بیروت، دارالکتاب العربی ۱۹۸۲ء) (سوا گر کتابی سے سنا گیا کہ اس نے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیا، یا اللہ تعالیٰ اور مسیح دونوں کے نام کو لیا، تو اس صورت میں اس کے ذبیحہ کا کھانا حلال نہیں، اسی طرح حضرت علیؓ سے مروی ہے اور کسی دوسرے صحابی سے اس کے خلاف کوئی بات مروی نہیں، لہٰذا یہ بات اجماعی ہوگی)۔

اور ابن قدامہ حنبلیؒ لکھتے ہیں: "فالتسمية مشترطة في كل ذبح مع العمد، سواء كان مسلما أو كتابيا، فإن ترك الكتابي التسمية عن عمد، أو ذكر اسم غير الله، لم تحل ذبيحته روي ذلك عن علي، وبه قال النخعي والشافعي وحماد وإسحاق وأصحاب الرأي" (ابن قدامہ، المغنی ۱۱/۵۵، بیروت، دارالفکر، طبع اول ۱۴۰۵ھ) (ہر ذبح کرنے والے پر قصداً بسم اللہ پڑھنا شرط ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا کتابی، سو اگر کتابی نے عمداً تسمیہ چھوڑ دیا، یا ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام لیا، تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، حضرت علیؓ سے یہی بات مروی ہے، اور امام نخعی، شافعی (جبکہ استخفافاً تسمیہ ترک کردے، اور یہ عیاں ہے کہ کافر استخفافاً ہی بسم اللہ پڑھنا چھوڑتا ہے) اسحاق اور حنفیہ کا یہی مسلک ہے)، اسلام حقائق اور مضامین پر نگاہ رکھتا ہے نہ کہ نام اور عناوین پر، "ہندیہ" میں ہے: "الاعتبار للمعاني دون الصور والمباني" (ہندیہ ۴/۳، بیروت، دارالفکر ۱۴۱۱ھ) (اعتبار معانی اور حقائق کا ہے نہ کہ اشکال والفاظ کا)۔

تو پھر جو لوگ حقیقت کے اعتبار سے کتابی نہیں ہیں، اور یہودیت اور نصرانیت کے بنیادی عقائد پر ان کا ایمان نہیں ہے، ان کو اہل کتاب کا درجہ کیسے دیا جاسکتا ہے؟ چنانچہ حقیقت پر نظر کرتے ہوئے ہی حضرت علی نے نصاریٰ عرب کے ذبائح کو حرام قرار دیا، چنانچہ امام

جصاص رازی رقم طراز ہیں:"وروی محمد بن سیرین عن عبیدة، قال: سألت علیا عن ذبائح نصاری العرب، قال: لا تحل ذبائحهم، فإنهم لم یتعلقوا من دینهم بشي إلا بشرب الخمر" (جصاص، أحکام القرآن ۳۲۱/۳،تحقیق:قمحاوی، بیروت، دارالإحیاء ۱۴۰۵ھ)(محمد بن سیرین نے عبیدہ سلمانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے نصاری عرب کے ذبائح کے بارے میں دریافت کیا،تو انہوں نے جواب دیا:ان کے ذبائح حلال نہیں،اس لئے کہ ان کا اپنے دین سے شراب پینے کے علاوہ اورکوئی تعلق باقی نہیں ہے)۔

۲-صابئین کو اسی وجہ سے اہل کتاب نہیں قرار دیا گیا ہے کہ وہ بے دین لوگ ہیں،جن کا کسی دین پر اعتقاد نہیں ہے، چنانچہ علامہ ماوردی شافعیؒ لکھتے ہیں:"والقسم الرابع: أن یوافقوا الیهود والنصاری في فروع دینهم، ویخالفوهم في أصوله، فلا یجوز أن یقروا بالجزیة، ولا تستباح مناکحهم، ولا أکل ذبائحهم تعلیلا باعتبار الأصول في الدین" (ماوردی، الحاوی الکبیر ۲۹۴/۱۴، بیروت، العلمیہ طبع اول، ۱۴۱۴ھ)(اور نصرانیت کی طرف منسوب ہونے کے اعتبار سے"صابئین" کی چوتھی قسم یہ ہے کہ وہ یہود و نصاری کے ساتھ دین کے فروعی امور میں متفق ہوں، اور دین کے اصولی امور میں مخالف ہوں تو ان کو جزیہ لے کر ان کے مذہب پر برقرار رکھنا جائز نہیں،اور نہ ان کی خواتین سے نکاح درست ہے،اور نہ ان کے ذبائح حلال ہیں،اس وجہ سے کہ دین میں اصولی اور بنیادی عقائد کا اعتبار ہے)۔

اور امام نووی شافعیؒ لکھتے ہیں:"وحکي أن القاهر العباسي استفتی في الصابئة، فأفتاه أبو سعید الإصطخری أنهم لیسوا من أهل الکتاب؛ لأنهم یقولون:إن الفلک حي ناطق، وإن الأنجم السبعة آلهة"(نووی، المجموع ۲۳۶/۱۶ طبع یعسوب)(اور نقل کیا گیا ہے کہ قاہر باللہ عباسی حکمراں نے"صابئین" کے بارہ میں فتوی دریافت کیا،تو ابوسعید اصطخری نے ان کو فتوی دیا کہ وہ اہل کتاب سے نہیں ہیں،اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ فلک زندہ اور متکلم ہے،اور سات ستارے معبود ہیں)۔

اور میدانی حنفیؒ تحریر فرماتے ہیں:"وإن کانوا کما قالا، فلا یجوز اتفاقا"(میدانی، اللباب في شرح الکتاب ۲۵۴/۱، بیروت، دارالکتاب العربي)(اور اگر"صابئین" ستارہ پرست ہوں، جیسا کہ صاحبین کا قول ہے،تو بالاتفاق ان کی خواتین سے نکاح جائز نہیں اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں)۔

تو پھر جو لوگ اللہ تعالی کو نہیں مانتے، یا یہودیت ونصرانیت کے بنیادی عقائد پر ایمان نہیں رکھتے، ان کا شمار اہل کتاب میں کیوں کر ہوگا؟

۴- بہائی، بابی،سکھ اور قادیانی کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہے، اس لئے کہ اسلام آخری مذہب ہے،جس کے ذریعہ اللہ تعالی نے انسانیت پر اپنی نعمت شریعت مکمل کردی ہے،جیسا کہ ارشاد ہے:"الیوم اکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتي، ورضیت لکم الإسلام دینا"(مائدہ/۳)(اب میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کردیا،اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی،اور تمہارے لئے اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند فرمایا)۔

اور نبی کریم ﷺ اللہ تعالی کے آخری نبی و رسول ہیں،جن کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:"ماکان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین، وکان الله بکل شي علیما"(احزاب/۴۰)(محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں،اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے)۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی رسالت تمام انسانیت کے لئے ہے،وہ کسی گروپ، جماعت، ملک

اور خطہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، ارشاد الٰہی ہے:"وما أرسلناک إلا کافة للناس بشیرا ونذیرا" (سبا:۲۸) (اور ہم نے تو تم کو سب لوگوں کے واسطے خوشخبری اور انجام سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے)۔

اور قرآن کریم کے مخاطب تمام انسان ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"قل یاأیھا الناس إني رسول الله إلیکم جمیعا الذي له ملک السموات والأرض" (اعراف:۱۵۸) (کہہ دو، اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں، اس اللہ کا جس کے لئے ہی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے)۔

اور قران کریم کو رہتی دنیا تک آنے والے افراد اور اقوام کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنا کر نازل کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:"وأوحي إلي ھذا القرآن لا نذرکم به ومن بلغ" (انعام:۱۹) (اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے کہ میں اس کے ذریعہ سے تم کو ڈراؤں، اور ان کو بھی جن کو یہ پہنچے)۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنی دعوت کے عالمی ہونے کے امتیاز کو واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا ہے، ارشاد ہے:"أعطیت خمسا لم یعطھن أحد قبلي: کان کل نبي یبعث إلی قومه خاصة، وبعثت إلی کل أحمر وأسود" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۳۵، ۴۳۸، صحیح مسلم رقم ۵۲۱) (پانچ چیزیں مجھے دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں: ہر نبی خاص طور سے اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، اور مجھے ہر سیاہ و سرخ کی طرف بھیجا گیا) اور ایک روایت میں ہے:"بعثت إلی الناس عامة" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۳۵) (اور مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا)۔

نیز آپ ﷺ کی دعوت کے عالمی ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کو پائدار اور دائمی معجزہ قرآن کریم کی شکل میں دیا گیا جو رہتی دنیا تک برقرار رہے گا، خود نبی کریم ﷺ نے اپنے اس امتیاز کو اس طرح بیان فرمایا ہے:"ما من نبي من الأنبیاء إلاقد أعطي من الآیات مامثله آمن علیه البشر، وإنما کان الذي أوتیته وحیا أوحی الله إلي، فأرجو أن أکون أکثرھم تابعا یوم القیامة" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۹۸۱، ۷۲۷۴، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۵۲) (ہر نبی کو وہ معجزہ دیا گیا جسے دیکھ کر اس زمانہ کے انسان ایمان لائے، اور مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ وحی ہے جو میری طرف بھیجی گئی، سو مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میں تمام انبیاء سے زیادہ پیروکار والا ہوں گا)۔

اور اس عالمی دعوت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ شروع میں نبی کریم ﷺ نے عرب کے قبیلوں کو دعوت دی، پھر بعد میں دنیا کے مشہور بادشاہوں کے نام دعوتی خطوط بھی لکھے، اور ان کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، لہذا حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی شخص کے پیروکار کو اہل کتاب قرار دینا محال ہے۔

۵- قادیانی خواہ خود مرتد ہوا ہو یا نسلی طور پر قادیانی ہو، کسی صورت میں اس کا شمار اہل کتاب میں سے نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کے بعد کسی درجہ اور کسی اعتبار سے خواہ نسلی طور پر کسی کو نبی قرار دینا مرتد ہونے کے لئے کافی ہے، کیونکہ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کا خاتمہ ہو چکا ہے، امام طحاویؒ لکھتے ہیں:"وکل دعوی النبوة بعده فغي وھوی" (طحاوی، العقیدۃ الطحاویۃ مع شرح ابن ابی العز الحنفی رص ۱۶۶، دار السلام، طبع اول، ۱۴۲۶ھ) (اور نبی کریم ﷺ کے بعد نبوت کا ہر دعویٰ گمراہی اور نفس پرستی ہے پھر جو اس نفس پرستی کی تائید کرے خواہ نسلی طور پر وہ بھی کافر، مرتد اور گمراہ ہے)۔

اور ابن ابی یعلی محمد بن محمد حنبلی (م:۵۲۶ھ) لکھتے ہیں:"ثم الإیمان بأن محمدا نبینا ﷺ خاتم النبیین وسید المرسلین، وإمام المتقین، ورسول رب العالمین، بعثه إلینا، وإلی الخلق أجمعین" (ابن ابی یعلی، الاعتقاد رص ۳۵، تحقیق: محمد

D11

الخمیس، دار طلس الفجر ا، طبع اول، ۱۴۲۳ھ) (پھر اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ ہمارے نبی محمد ﷺ نبیوں کے آنے کا سلسلہ ختم کرنے والے آخری نبی، رسولوں کے سردار، پرہیزگاروں کے امام اور سارے جہاں کے رب کے رسول ہیں، جن کو اللہ تعالی نے ہمارے اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا ہے)۔

اور امام محمد بن جریر، ابو جعفر طبری (م: ۳۱۰ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''**ولكنه رسول الله وخاتم النبيين، الذي ختم النبوة، فطبع عليها، فلا تفتح لأحد بعده إلى قيام الساعة**'' (طبری، جامع البيان في تأويل القرآن ۲۰/۲۷۸) (لیکن محمد ﷺ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں، جنہوں نے نبوت کا سلسلہ ختم کر کے اس پر مہر لگا دی، سو نبوت کا دروازہ قیامت ہونے تک آپ ﷺ کے بعد کسی کے لئے وا نہ ہوگا)۔

اور امام ابو حامد غزالی (م: ۵۰۵ھ) لکھتے ہیں: ''**وأنه ليس فيه تأويل ولا تخصيص**'' (غزالی، الاقتصاد في الاعتقاد ص ۸۳ طبع الوارق) (بہ اجماع امت آپ ﷺ کے آخری نبی ہونے کی صراحت کرنے والی آیت میں کسی تاویل یا تخصیص کی قطعا کوئی گنجائش نہیں ہے)۔

اور علامہ ابو الفضل قاضی عیاض (م: ۵۴۴ھ) تحریر فرماتے ہیں: ''**وأجمعت الأمة على حمل هذا الكلام على ظاهره، وأن مفهومه المراد به دون تأويل ولا تخصيص، فلا شك في كفر هؤلاء الطوائف كلها قطعا إجماعا وسمعا**'' (قاضی عیاض، الشفا بتعریف حقوق المصطفی ۲/۲۸۶ طبع یعسوب) (امت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ اس کلام یعنی محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے، اور اس پر بھی اجماع کیا ہے کہ اس آیت کا نفس مفہوم ہی بغیر کسی تاویل یا تخصیص کے مراد ہے، چنانچہ ان تمام فرقوں کے کفر میں اجماع امت اور نقل یعنی کتاب وسنت کی نصوص کی بنا پر بالکل کوئی شک نہیں (جو کسی مدعی نبوت کو مانیں اور پیروی کریں)۔

اس سے پتہ چلا کہ خواہ نسلی طور پر ہی سہی اگر کوئی فرد کسی مدعی نبوت کو مانتا ہو، تو وہ بلاشبہ کافر، مرتد، خارج از ملت، گمراہ، نفس پرست اور گمراہ شخص کی تائید کرنے والا ہے، چنانچہ کسی اعتبار سے اس کا شمار اہل کتاب میں ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

خود نبی کریم ﷺ نے اپنے آخری نبی ہونے اور اپنے بعد نبوت کا دروازہ بند ہونے اور کسی کتاب کے نازل نہ ہونے کا اعلان و اشگاف الفاظ میں فرمایا ہے اور جھوٹے مدیان نبوت سے خبردار کیا ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے: ''**وأنه سيكون في أمتي ثلاثون كذابون كلهم يزعم أنه نبي، وأنا خاتم النبيين لانبي بعدي**'' (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۴۲۵۲، بیروت، دار الفکر، سنن ترمذی، حدیث نمبر ۲۲۱۹، تحقیق: احمد محمد شاکر، بیروت، دار الاحیاء، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (اور یہ کہ میری امت میں تیس جھوٹے اشخاص ہوں گے جو سب کے سب اپنے نبی ہونے کا دعوی کریں گے، حالانکہ میں آخری نبی ہوں، اور میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں)۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''**إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي، كمثل رجل نبى بيتافاحسنه وأجمله إلا موضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون به، ويعجبون له، ويقولون، يصلا وضعت هذه اللبنة، قال: فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين**'' (صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۵۳۴، ۳۵۳۵، صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۲۸۶) (میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک مکان بنایا، اور بہت خوبصورتی اور آرائش وزیبائش سے اسے مزین کیا، مگر ایک گوشہ میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، چنانچہ لوگ اس میں گھومنے پھرنے لگے، اور اس کی خوبصورتیں پر حیرت زدہ ہو کر کہنے لگے کہ یہ اینٹ کیوں نہ رکھی گئی، آپ ﷺ نے فرمایا سو وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں آخری نبی ہوں)۔

اس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ کے بعد کسی مدعی نبوت کی پیروی خواہ نسلی طور پر ہو، ارتداد، گمراہی اور ضلالت ہے۔

یوں تو ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، لیکن عاقل بالغ ہونے کے بعد، اگر وہ اپنی فطرت کو برقرار نہ رکھے، تو اس پر کفر ہی کا حکم لگے گا، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه" (صحیح البخاری حدیث نمبر ۱۳۸۵، صحیح مسلم حدیث نمبر ۲۶۵۸) (ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی بنا دیتے ہیں)۔

اس سے پتہ چلا کہ اصلی اور نسلی دونوں مرتد کا حکم یکساں ہی ہے، ہر ایک انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی عقل وفکر کا صحیح استعمال کر کے صحیح دین اسلام کی طرف آنے کی کوشش کرے، جسے لے کر آخری نبی محمد ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے، چنانچہ آپ ﷺ کے بعد کسی کتاب کا نازل ہونا محال ہے، تو پھر کسی کو اہل کتاب میں شمار کرنا کیونکر صحیح ہوگا؟

۶، **الف:** موجودہ دور میں کتابی خاتون سے، خواہ یہودی ہو یا نصرانی، نکاح ناجائز ہے، اس لئے کہ عقد نکاح مصلحت پر مبنی عقد ہے، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: "النكاح عقد مصلحة في الأصل لاشتماله على المصالح الدينية والدنيوية" (کاسانی، بدائع الصنائع ۲/۲۶۷، بیروت، دار الکتاب العربی ۱۹۸۲ء) (نکاح اصل میں مصلحت پر مبنی عقد ہے، اس لئے کہ وہ دینی اور دنیوی مصلحتوں پر مشتمل ہوتا ہے)، فقہاء نے دار الاسلام میں کتابی خاتون سے نکاح اس لئے مباح قرار دیا تھا کہ اسلامی معاشرہ کی شاندار روایات سے متاثر ہو کر وہ اسلام کے دامن میں پناہ لینے کو اپنی آزادی اور مرضی سے پسند کرے گی، چنانچہ قرآن نے لفظ "الیوم" (آج) جو آیت "اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم، وطعامكم حل لهم، والمحصنات من المؤمنات، والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا آتيتموهن أجورهن محصنين غير مصافحين ولا متخذي أخدان" (مائدہ: ۵) (اب تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئیں، اور اہل کتاب کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے، اور شریف عورتیں مسلمان عورتوں میں سے اور شریف عورتیں ان اہل کتاب میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب ملی، تمہارے لئے حلال ہیں، بشرطیکہ ان کو قید نکاح میں لا کر ان کے مہران کو دو، نہ کہ بدکاری کرتے ہوئے اور آشنائی گانٹھتے ہوئے) میں وارد ہے، اس سے اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس حالت میں کتابی خاتون سے نکاح درست ہے، جس میں مرد مسلمان گھر کا مالک ہو، اس کی مرضی کے مطابق گھر کا نظام چلے، اور شوہر دین پسند ہو، جس کی بنا پر عورت متاثر ہو نہ کہ مؤثر ہونے کا رول ادا کرے، سو ایسی صورتحال میں قوی امکان ہے کہ وہ اسلام کے قلعہ میں داخل ہو جائے، یا کم از کم اسلامی روایات کی پاسداری کرنے والی بن جائے، اگر وہ عقیدہ کے اعتبار سے اسلامی معاشرہ میں مدغم نہ ہو تو کم از کم رویہ کے لحاظ سے اس میں ڈھل جائے۔

لیکن موجودہ دور میں اس نکاح کا الٹا اثر ہو رہا ہے، چنانچہ معروف کے فکری تسلط کی وجہ سے بیوی شوہر پر مکمل طور پر اثر انداز ہو رہی ہے، اور بالخصوص عرب ملکوں میں مسلمان ح کمرانوں، فوجی کمانڈروں اور اعلی سرکاری عہدہ داروں کے یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے نے عالم اسلام کو غیر معمولی فوجی، سیاسی اور معاشی نقصان پہنچایا ہے، اور یہ حضرات اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی بجائے مغرب کے دم چھلے بن گئے ہیں، اور پوری قوم کے مفاد کو نظر انداز کر کے یہود و نصاری کے خدمت گذار ہو گئے ہیں، اور یورپ کی منہ بھرائی کی خاطر اسلام پسندوں اور دینداروں کا جینا دوبھر کر رہے ہیں، سو ایسی صورت حال میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کیوں کر جائز ہو سکتا ہے؟

اور فقہاء کے کلام میں غور کرنے سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ کتابی خواتین سے نکاح بدرجہ مجبوری اس وقت مشروع ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اس کے اچھے نتائج برآمد ہونے کے امکانات ہوں، لیکن اگر ضرر کا قوی اندیشہ ہو تو یہ نکاح ممنوع ہوگا، ابن نجیمؒ لکھتے

ہیں:"والأولی أن لا یتزوج کتابیة، ولا یأکل ذبائحهم إلا لضرورة" (ابن نجیم، البحر الرائق ۳/۱۱۱)(بہتر یہ ہے کہ بدرجہ مجبوری کتابی خاتون سے نکاح کرے، اور اہل کتاب کا ذبیحہ استعمال کرے)۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ ضرر کا قوی خطرہ نہ ہو، سو جب ضرر قوی کا اندیشہ ہو، تو اس حالت میں یہ نکاح ممنوع ہوگا۔

ب- سوال کے اندر دار الکفر کی کتابی خواتین سے نکاح کے اثرات کو بہت خوشنما بنا کر پیش کیا گیا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ دار الکفر میں کتابی خواتین سے نکاح کرنے کی صورت میں ضرر قوی کا اندیشہ ہے، چنانچہ دیکھنے میں یہ آ رہا ہے کہ ایسے نکاح کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد، ایک دو نسل کے بعد یا تو عیسائی بن جاتے ہیں یا نام کے مسلمان باقی رہتے ہیں، جیسا کہ موجودہ امریکہ صدر براک اوبامہ کی مثال حقیقت کی آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے، جو مسلم اور عیسائی خاتون کے نکاح کا نتیجہ ہیں۔

اسی کے ساتھ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ اس وقت مغربی معاشرہ میں پاک دامن اور عصمت مآب عورتوں کا وجود نادر ہی نہیں، بلکہ شاذ ہے، عفت، پاکدامنی اور شرافت وغیرت کی ان کے یہاں کوئی سماجی قدر و قیمت نہیں رہ گئی ہے، بلکہ جس دوشیزہ کا دوست نہ ہو، اسے سہیلیوں، بلکہ گھر والوں اور قریبی لوگوں کے ذریعہ بھی عار دلائی جاتی ہے، لہذا اس وقت کسی بھی محرک کی وجہ سے عیسائی یا یہودی خواتین سے نکاح مکروہ ہی نہیں، بلکہ ناجائز ہے، کیونکہ ضرر راجح اور محقق ہے، اور عالمی سطح پر مسلمانوں کے کمزور ہونے کی بنا پر قوی خطرہ ہے کہ بچے ماں کے رنگ میں رنگ جائیں۔

اسی کے ساتھ، مسلم عورتوں کے بے شوہر رہنے کا قوی خطرہ ہے، کیونکہ موجودہ دور میں تعدد ازواج شاذ صورت بن گئی ہے، چنانچہ یہ اور دیگر اسباب کی بنا پر حضرت عمر نے ایسے نکاح کو مکروہ قرار دیا، جیسا کہ ابن کثیر طبری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:"وإنما کره عمر ذلک لئلا یزهد الناس في المسلمات، أو لغیر ذلک من المعاني"(ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱/۳۱۹، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۴ھ) (حضرت عمر نے کتابی خاتون سے نکاح کو مکروہ قرار دیا اس وجہ سے کہ لوگ مسلم خواتین سے نکاح کرنے میں بے رغبتی نہ کریں، یا دیگر اسباب و علل کی بنا پر مکروہ قرار دیا)۔

۷- اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وإن من أمة إلا خلافیها نذیر" (فاطر: ۳۴)(اور کوئی امت ایسی نہیں گزری ہے جس میں کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا ہو)، اس آیت سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں، اس کے باوجود ہندوؤں کے اوتار کو پیغمبر اور ان کی کتابوں کو الہامی کتاب تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے، اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- مشرکین عرب دین ابراہیمی پر ہونے کا دعوی کرتے تھے، اور ملت ابراہیمی کی بہت سی چیزیں ان کے اندر موجود بھی تھیں، چنانچہ وہ زمین و آسمانی کا خالق اللہ تعالی ہی کو مانتے تھے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:"ولئن سألتهم من خلق السموات والأرض وسخر الشمس والقمر لیقولن الله فأنی یؤفکون"(عنکبوت: ۶۱)(اور اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے پیدا کیا ہے آسمانوں اور زمین کو، اور کس نے مسخر کیا ہے سورج اور چاند کو؟ تو وہ جواب دیں گے کہ اللہ نے، تو وہ کہاں اوندھے ہو جاتے ہیں)، دوسری جگہ فرمان باری ہے:"ولئن سألتهم من خلق السموات والأرض لیقولن الله قل الحمد لله بل أکثرهم لا یعلمون" (لقمان: ۲۵)(اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو جواب دیں گے، اللہ نے، کہو شکر کا سزاوار بھی اللہ ہے، بلکہ ان کے اکثر اس بات کو نہیں جانتے)۔

اور ایک موقع سے ارشاد ہے:"ولئن سألتهم من خلق السموات والأرض لیقولن خلقهن العزیز العلم" (الزخرف: ۹)(اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ لازما یہی جواب دیں گے کہ ان کو اللہ غالب اور علم والے نے

پیدا کیا ہے)۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ مشرکین عرب اللہ تعالی کے خالق و مالک، علم وحکمت اور اقتدار کے قائل تھے، اس کے باوجود اللہ تعالی نے ان کو بت پرستی کی وجہ سے مشرک قرار دیا، اسی طرح ہندوستان کے ہندوؤں کی کتابوں کو قرآن مجید کی بیشتر اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر الہامی کتاب نہیں قرار دے سکتے ہیں، کیونکہ بت پرست قوموں نے بہت سی چیزیں، عقائد اور اعمال اللہ تعالی کی نازل کردہ کتابوں سے ہی لی ہیں، لیکن ان کو شرک کے رنگ میں رنگ دیا، اور ان کا قبلہ اللہ تعالی کی بجائے، انسانوں کو قرار دیا، جس کی بنا پر وہ شرک میں مبتلا ہوئے اور بت پرستی اختیار کی، البتہ یہ کتابیں ان کے خلاف حجت ہیں کہ آخری نبی پر ایمان لانے اور توحید کی دعوت دینے کے باوجود وہ اسلام کیوں قبول نہیں کر رہے ہیں؟

۲-خود ہندوستان کے بت پرست اپنا رشتہ کسی نبی سے نہیں جوڑتے ہیں، اور نہ ہی اپنی مذہبی کتابوں کو اللہ تعالی کی نازل کردہ کتاب سمجھتے ہیں۔

۳-قرآن کریم نے یہود ونصاری کو ان کی گمراہیوں کے باوجود دیگر بت پرست قوموں سے ممتاز قرار دے کر ان کو اہل کتاب کا معزز لقب دیا ہے، کیونکہ وہ آسمانی کتاب کے دعویدار اور بت پرستی سے الگ ہیں، جبکہ ہندوستان کی مشرک قوم سر سے پیر تک بت پرستی میں ڈوبی ہوئی ہے۔

۴-بت پرستی ایک ایسا سنگین جرم ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے آسمانی کتاب کا دعویدار ہونا اور کسی نبی سے رشتہ جوڑنا بھی مفید نہیں، چنانچہ مشرکین عرب کو دین ابراہیمی پر ہونے کے دعوت کے باوجود بت پرستی کی وجہ سے اہل کتاب کے درجہ میں نہیں رکھا گیا، اسی طرح اگر ہندو حضرات اپنے اوتاروں کو نبی بھی مانتے ہوئے، تو بھی بت پرستی کی وجہ سے ان کا شمار مشرکین میں سے ہوتا، اور اہل کتاب میں سے ہرگز نہیں ہوتا، کیونکہ اہل کتاب بھی اگرچہ ایک گونہ مشرک ہیں، جیسا کہ ابن نجیم ''معراج الدرایۃ'' کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''ثم المشرك ثلاثة: مشرك ظاهر أو باطنا كعبدة الأصنام، ومشرك باطنا لاظاهرا كلمنافقين، ومشرك معنى كأهل الكتاب'' (ابن نجیم، البحر الرائق ۳/۱۱۱) (پھر مشرک کی تین قسمیں ہیں: جو ظاہر و باطن دونوں کے لحاظ سے مشرک ہو، جیسے بت پرست، ۲-جو باطن کے اعتبار سے مشرک ہو نہ کہ ظاہر کے اعتبار سے، ۳-اور جو معنوی اعتبار سے مشرک ہو، جیسے اہل کتاب)۔

لیکن اہل شریعت کے عرف میں مشرک اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی نبی اور آسمانی کتاب کا دعویدار نہ ہو، اور غیر اللہ کی پوجا کرتا ہو، چنانچہ ہندو حضرات کسی آسمانی کتاب اور نبی کی پیروی کے دعویدار نہیں ہیں، لہذا وہ نرے مشرک ہیں، نہ ان کے اوتار کو پیغمبر ماننا صحیح ہے، اور نہ ہی ان کی کتابوں کو الہامی کتابوں کی فہرست میں رکھنا درست ہے۔

۵-ارشاد باری ہے: ''قل الله ينجيكم منها ومن كل كرب ثم أنتم تشركون'' (انعام: ۶۴) (کہہ دو اللہ ہی تم کو نجات دیتا ہے، اس مصیبت سے بھی اور دوسری ہر تکلیف سے، لیکن تم پھر شرک کرنے لگتے ہو)۔ اس آیت سے پتہ چلا کہ مشرکین عرب مصیبت کے وقت اللہ تعالی ہی کی دہائی دیتے تھے، لیکن نجات پانے کے بعد پھر بت پرستی میں مبتلا ہو جاتے تھے، جس کی وجہ سے ان کو مشرک قرار دیا گیا، جبکہ ہندو حضرات ہر وقت شرک میں مبتلا رہتے ہیں، محسوسات کے خوگر اور بت پرستی کے رسیا ہیں، لہذا اہل کتاب میں ان کا شمار ہرگز نہیں ہو سکتا ہے۔

۶-عقیدہ کے باب میں قطعی دلیل کی ضرورت ہوتی ہے، اور ظن پر اعتقاد کی بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''إن يتبعون إلا الظن وإن هم إلا يخرصون'' (انعام: ۱۱۶) (یہ محض گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اٹکل کے تیر تکے چلاتے ہیں)۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے: ''وما يتبع أكثر وهم إلا ظنا إن الظن لا يغني من الحق شيئا، إن الله عليم بما يفعلون'' (یونس: ۳۶) (اور ان میں

سے اکثر محض گمان کے پیچھے چل رہے ہیں، اور گمان حق کا بدل ذرا بھی نہیں ہوسکتا، اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے خوب باخبر ہے)۔

اور ایک موقع سے ارشاد فرمایا: "إن يتبعون إلا الظن وما تهوى الأنفس، ولقد جاء هم من ربهم الهدى" (نجم: ۲۳) (یہ لوگ محض گمان اور نفس کی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے نہایت واضح ہدایت آ چکی ہے)، اور ایک جگہ ارشاد ہے: "وما لهم به من علم، إن يتبعون إلا الظن وإن الظن لا يغني من الحق شيئا" (نجم: ۲۸) (حالانکہ اس باب میں ان کو کوئی علم نہیں، وہ محض گمان کی پیروی کر رہے ہیں اور گمان کسی درجے میں بھی حق کا بدل نہیں)۔

چنانچہ محض ظن کی بنا پر کسی کو نبی قرار دینا، یا کسی کتاب کو آسمانی و الہامی قرار دینا درست نہیں ہے، ابن حجر ہیتمی شافعیؒ لکھتے ہیں: "فكيف يثبت له ذلك بمجرد الإمكان، ويكتفي العاقل بذلك في باب العقائد" (ابن حجر ہیتمی الصواعق المحرقۃ ۲/ ۴۸۵، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ طبع اول، ۱۹۹۷ء) (پھر محض امکان سے اس کے لئے یہ بات کیسے ثابت ہوسکتی ہے، اور عقائد کے باب میں عقلمند آدمی اس پر اکتفا کیسے کرسکتا ہے؟)۔

۷-عقائد توقیفی چیز ہے، اس میں قیاس نہیں چلتا ہے، تو محض قیاس کی بنا پر ہندوؤں کے اوتار کو پیغمبر اور ان کی کتابوں کو الہامی کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے؟

۸-عقائد کے باب میں نص صحیح صریح اور قطعی کی ضرورت ہوتی ہے جو یہاں موجود نہیں، تو پھر کس بنیاد پر ہندوؤں کے اوتار کو پیغمبر اور ان کی کتابوں کو الہامی تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

۹-کسی عقیدہ کو سمجھنے کے لئے صحابہ اور سلف صالحین کی طرف رجوع ضروری ہے، اور سلف صالحین میں سے کسی نے ہندوؤں کے اوتار کو پیغمبر اور ان کی کتابوں کو الہامی تسلیم نہیں کیا ہے، جبکہ صحابہ اور تابعین کے قدم مبارک سے ہندوستان کی سرزمین پہلی صدی ہی میں مشرف ہوچکی ہے۔

۱۰-قران کریم کی اس صراحت کے باوجود کہ اللہ تعالی نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے، ماضی کے کسی عالم نے کسی دور میں بھی ہندوؤں کے اوتار کو پیغمبر اور ان کی کتابوں کو الہامی نہیں قرار دیا۔

۸-الف: امت اسلامیہ کا علم و تعلیم سے چولی دامن کا ساتھ ہے، چنانچہ اللہ تعالی نے اپنی پہلی وحی کے اندر ہی علم حاصل کرنے پر زور دیا ہے، ارشاد ہے: "اقرا باسم ربك الذي خلق" (العلق: ۱) (پڑھ اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا)، نیز فرمایا: "اقرأ وربك الأكرم الذي علم بالقلم علم الإنسان مالم يعلم" (العلق: ۳-۵) (پڑھ اور تیرا رب بڑا ہی کریم ہے جس نے قلم کے واسطہ سے تعلیم دی، اس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا)۔

کتاب و سنت کے اندر علم و تعلیم کی اہمیت پر دلالت کرنے والی نصوص بکثرت وارد ہیں، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے: "قل هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون، إنما يتذكر أولو الألباب" (زمر: ۹) (پوچھو، کیا علم و بصیرت رکھنے والے اور وہ جو علم و بصیرت نہیں رکھتے دونوں برابر ہوں گے، یاددہانی تو اہل عقل ہی حاصل کرتے ہیں)۔

نیز ارشاد ہے: "يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات" (مجادلۃ: ۱۱) (اللہ ان لوگوں کے جو تم میں سے اہل ایمان ہیں اور جن کو علم عطا ہوا ہے مدارج بلند کرے گا)۔

اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی نگاہ میں علم پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے، بلکہ تمام انسانی افراد کا یہ مشترکہ حق ہے، یہ مقابلہ آرائی کا کھلا بازار ہے جو چاہے مسابقت کرے، اور اپنی مہارت کا سکہ جمادے، اور اس کا حاصل کرنا صرف پسندیدہ امر نہیں بلکہ ایک

مسلمان پر فرض ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "طلب العلم فريضة على كل مسلم" (مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۲۸۳۷، ۲۹۰۳، ۴۰۳۵، ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۲۴، بیہقی، شعب الایمان حدیث نمبر ۱٦٦۳، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (علم حاصل کرنا ہر مسلم پر فرض ہے)۔

چونکہ امت اسلامیہ پر فرض ہے کہ اہل علم کے گروہ کو وجود میں لائے، تاکہ مختلف دینی اور دنیوی امور میں ان ماہرین کی طرف رجوع کیا جاسکے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون" (نحل: ۴۳) (تو اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے)، اس آیت سے عبارۃ النص کے طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ علم نہ ہونے کے وقت اہل علم سے سوال کرنا واجب ہے، جبکہ اشارۃ النص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اہل علم کو وجود میں لانا واجب ہے، تاکہ ان سے پوچھا جائے، کیونکہ اہل علم کے وجود کے بغیر ان کی طرف رجوع ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

لہذا امت پر واجب ہے کہ عیسائی مشنریز کے اسکول سے حتی الامکان اجتناب کرے، اور متبادل معیار تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر خصوصی توجہ دے، اور اس مقصد کے لئے امت کے اغنیاء پر لازم ہے کہ دین وایمان کے تحفظ کی خاطر اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے فاضل مال خرچ کریں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "ويسألونك ماذا ينفقون قل العفو" (بقرہ: ۲۱۹) (اور وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کتنا خرچ کریں؟ کہہ دو کہ جو ضروریات سے بچ رہے)، اور کار خیر میں تعاون امت کے اغنیاء پر فرض ہے، چنانچہ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: "والتعاون على البر والتقوى يكون بوجوه: فواجب على العالم أن يعين الناس بعلمه، فيعلمهم، ويعينهم الغني بماله، والشجاع بشجاعته في سبيل الله، وأن يكون المسلمون متظاهرين كاليدالواحدة" (قرطبی، الجامع الأحکام القرآن ٦/۴۷) (پھر نیکی اور پرہیزگاری کے کام پر تعاون مختلف شکلوں سے ہوتا ہے، چنانچہ عالم پر واجب ہے کہ لوگوں کی اپنے علم سے مدد کرے، سو ان کو علم سکھائے، اور مالدار اپنے مال کے ذریعہ لوگوں کی مدد کرے، اور بہادر اللہ کی راہ میں اپنی بہادری کے ذریعہ مدد کرے، اور مسلمان ایک ہاتھ کی طرح متحد اور متفق ہوں)۔

۲-لیکن بدرجہ مجبوری اگر کسی مسلم بچہ یا بچی کو عیسائی مشنریز کے ادارہ میں داخلہ لینا ہی پڑے تو ان کے ماں باپ کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس بچہ یا بچی کی ایسی تربیت کریں کہ وہ الحاد ودہریت کے زہریلے اثرات سے دور رہیں، اور ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ نہ پکڑیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: "يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا وقودها الناس والحجارة، عليها ملائكة غلاظ شداد لا يعصون الله ما أمرهم ويفعلون ما يؤمرون" (تحریم: ٦) (اے ایمان والو، اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے، جس پر درشت اور سخت گیر فرشتے مامور ہوں گے، اللہ ان کو جو حکم دے گا، اس کی تعمیل میں وہ اس کی نافرمانی نہیں کریں گے، اور وہ وہی کریں گے جس کا ان کو حکم ملے گا)۔

۳-اگر ماں باپ ایسے ہوں کہ ان کی تربیت پر قادر نہ ہوں، اور گمان غالب ہو کہ بچے الحاد ودہریت کے شکار ہو جائیں گے، یا ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ پکڑ لیں گے، جس سے وہ اسلام سے دور ہو جائیں گے یا کم از کم وہ اسلام سے غیر مطمئن ہو جائیں گے، تو ایسی صورت حال میں عیسائی مشنریز کے اداروں میں مسلمان لڑکے اور لڑکیوں کا داخلہ لینا ناجائز اور ممنوع ہے، کیونکہ دین وعقیدہ کا تحفظ جان ومال سب چیز پر مقدم ہے، علامہ شاطبی لکھتے ہیں: "ومجموع الضروريات خمسة، وهي حفظ الدين والنفس، والنسل، والمال والعقل" (شاطبی، الموافقات ۲/۲۰، دار عفان طبع اول ۱۴۱۷ھ) (شریعت کے ضروری مقاصد کا مجموعہ پانچ چیزیں ہیں اور وہ ہیں: دین کا تحفظ، جان کا تحفظ، نسل کا تحفظ، مال کا تحفظ اور عقل کا تحفظ) اور یہ امر اہل علم پر مخفی نہیں کہ اصول دین کا تحفظ تمام ضروری مقاصد

شریعت پر مقدم ہے۔

ب- (الف): وراثت کے علاوہ، مسلمان بیویوں کے جو حقوق ہیں وہی کتابی بیویوں کے بھی ہیں، مثلاً حسن سلوک، ارشاد ربانی ہے: "وعاشروهن بالمعروف" (نساء:۱۹) (اور ان کے ساتھ معقول طریقے کا برتاؤ کرو)، اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "خياركم خياركم نساء هم" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۹۷۸، اور یہ حدیث صحیح ہے) (تم میں سے سب سے بہترین وہ افراد ہیں جو اپنی خواتین کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں)۔

ب- نان ونفقہ: اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "لينفق ذوسعة من سعته، ومن قدر عليه رزقه، فلينفق مما آتاه الله، لا يكلف الله نفسا إلا ما آتاها، سيجعل الله بعد عيسرا يسرا" (طلاق:۷) (چاہئے کہ گشادگی والا اپنی حیثیت کے مطابق خرچ کرے اور جس کو کم ہی رزق دیا گیا ہے، وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اس کو دیا ہے، جتنا جس کو اللہ نے دیا ہے اس سے زیادہ کسی پر وہ بوجھ نہیں ڈالتا، اللہ تنگی کے بعد کشادگی بھی پیدا کرے گا)۔

اور ارشاد ربانی ہے: "وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف، لا تكلف نفس إلا وسعها" (بقرہ:۲۳۳) (اور بچے والے کے ذمے بچوں کی ماؤں کا دستور کے مطابق کھانا اور کپڑا ہے، کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالا جائے)۔

اور حضرت معاویہ بن حیدہؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: "ما حق زوجة أحدنا عليه؟ قال: أن تطعمها إذا طعمت وتكسوها إذا اكتسيت ولا تضرب الوجه ولا تقبح، ولا تهجر إلا في البيت" (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر ۲۱۴۲، مسند احمد حدیث نمبر ۲۰۰۲۲، اور یہ حسن درجہ کی حدیث ہے) (ہم لوگوں کی بیویوں کا ہم پر کیا ہے حق ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کھاؤ تو اس کو بھی کھلاؤ، اور جب تم پہنو تو اس کو بھی پہناؤ، اور یہ کہ چہرے پر نہ مارو، اور برا بھلا مت کہو، اور اس کو مت چھوڑو مگر گھر میں)۔

ج- پاکدامن رکھنا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "والذين هم لفروجهم حافظون إلا على أزواجهم أو ماملكت أيمانهم فإنهم غير ملومين" (مؤمنون:۵-۶) (اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظر کرنے والے ہیں، بجز اپنی بیویوں اور لونڈیوں کی حد تک، سو اس بارے میں ان کو کوئی ملامت نہیں)۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں: "وللزوج أن يطالبها بالوطء متى شاء إلا عند اعتراض أسباب مانعة من الوطء كالحيض والنفاس والظهار والإحرام وغير ذلک، وللزوجة أن تطالب زوجها بالوطء؛ لأن حله لها حقها كما أن حلها له حقه، وإذا طالبته يجب على الزوج ويجبر عليه في الحكم مرة واحدة، والزيادة على ذلک تجب فيما بينه وبين الله تعالى من باب حسن المعاشرة واستدامه النكاح......وعند بعضهم يجب عليه في الحكم" (کاسانی، بدائع الصنائع ۳۳۱/۲) (اور شوہر کو حق ہے کہ بیوی سے جب چاہے وطی کا مطالبہ کرے، مگر وطی سے مانع اسباب مثلاً حیض، نفاس، ظہار اور احرام وغیرہ طاری ہونے کے وقت مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، اور بیوی کو حق ہے کہ شوہر سے وطی کا مطالبہ کرے، اس لئے کہ شوہر کا اس کے لئے حلال ہونا اس کا حق ہے، جس طرح بیوی کا شوہر کے لئے حلال ہونا شوہر کا حق ہے، اور جب عورت مطالبہ کرے تو وطی شوہر پر واجب ہے، اور ایک مرتبہ قانونی طور پر مجبور کیا جائے گا، اور اس سے زائد بار حسن معاشرت اور نکاح برقرار رکھنے کے لئے دیانتاً واجب ہے......اور ہمارے بعض فقہاء احناف کے نزدیک قانوناً بھی واجب ہے)۔

د- مہر: مہر شوہر پر بیوی کا حق ہے اور شرعاً واجب ہے، چنانچہ شرعی طور پر مہر کے بغیر نکاح کا وجود نہیں ہے حتی کہ عقد کے وقت مہر

کاذکر نہ کرے پھر بھی مہرمثل دینا ہی ہوگا، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وآتوهن أجورهن بالمعروف محصنات غير مسافحات ولا متخذات أخدان"(نساء:۲۵)(اور دستور کے مطابق ان کو ان کے مہر دو، ان کو قید نکاح میں لاکر، نہ کہ بدکاری کرنے والیاں اور آشنائی گانٹھنے والیاں ہوں)، اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"فما استمتعتم فآتوهن أجورهن فريضة"(نساء:۲۴)(سو ان میں سے جن سے تم نے تمتع کیا ہو تو ان کو ان کے مہر دو فریضہ کی حیثیت سے)۔

(ھ) نکاح کے بعد عورت کو جو بچہ پیدا ہوگا اس کا نسب خود بخود شوہر سے ثابت ہوجائے گا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"الولد للفراش وللعاهر الحجر"(صحیح البخاری حدیث نمبر ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۷۴۵، ۵، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۴۵۷)(بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا جس کی عورت منکوحہ ہے، اور زنا کار کو ناکامی ہاتھ لگے گی)۔

(و) حرمت مصاحرت: یعنی رشتہ نکاح کی بنا پر بیوی کے کچھ رشتہ دار شوہر پر، اور شوہر کے کچھ رشتہ دار بیوی پر نکاح کرنے کے سلسلے میں حرام ہوتے ہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وأمهات نساء كم وربائبكم اللاتي في حجوركم من نساء كم اللاتي دخلتم بهن، فإن لم تكونوا دخلتم بهن فلاجناح عليكم، وحلائل أبناء كم الذين من أصلابكم، وأن تجمعوا بين الأختين إلا ما قد سلف إن الله كان غفورا رحيما"(نساء:۲۳)(اور تمہاری ساسیں اور تمہاری بیویوں کی لڑکیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہیں، اور تمہاری ان بیویوں سے ہوں جن سے تمہارا زن وشو کا تعلق ہو چکا ہو، سو اگر وہ تمہاری مدخولہ نہ رہی ہوں تو ان سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہیں، اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی حرام ہیں اور یہ بھی تم پر حرام کیا گیا ہے کہ تم دو بہنوں کو بیک وقت جمع کرو، مگر جو گزر چکا، بے شک اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے)۔

(ز) عدل کا برتاؤ: ایک سے زائد بیویاں ہوں تو سب کے درمیان نان ونفقہ، لباس وپوشاک، رہائش اور شب باشی میں برابری ضروری ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة"(نساء:۳)(اور اگر ڈر ہو کہ ان کے درمیان عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی پر بس کرو)۔

اسی آیت سے معلوم ہوا کہ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی صورت میں عدل واجب ہے کیونکہ ایک سے زائد بیویاں ہونے کی حالت میں عدل نہ کرنے کے اندیشہ کی صورت میں اللہ تعالی نے ایک خاتون سے نکاح کرنے کی ترغیب دلائی ہے، اور یہ واضح ہے کہ واجب کے چھوڑنے کا ہی اندیشہ ہوتا ہے، کاسانیؒ لکھتے ہیں:"ويستوي في القسم البكر والثيب والشابة والعجوز والقديمة والحديثة والمسلمة والكتابية، لما ذكرنا من الدلائل من غير فصل، ولأنهما يستويان في سبب وجوب القسم وهو النكاح، فيستويان في وجوب القسم"(کاسانی، بدائع الصنائع ۳۳۱/۲)(برابری اور باری مقرر کرنے میں کنواری، شوہر دیدہ، جوان، بوڑھی، پرانی، نئی مسلمان اور کتابی خاتون برابر ہیں، ان دلائل کی وجہ سے جو حقوق میں فرق نہیں کرتے، اور اس لئے کہ دو یا دو سے زائد بیویاں باری مقرر کرنے کے وجوب کے سبب یعنی نکاح میں برابر ہیں، لہذا باری مقرر کرنے کے وجوب میں بھی برابر ہوں گی)۔

(ح) حق میراث: البتہ وراثت کا سبب نکاح پائے جانے کے باوجود کتابی بیوی کو حق میراث حاصل نہ ہوگا، اس لئے کہ اس کے حق میں اختلاف دین مانع پایا جارہا ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"لا يرث المسلم الكافر، ولا الكافر المسلم"(صحیح البخاری حدیث نمبر ۶۷۶۴، صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۶۱۴)(مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا)۔

اور اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا، اور اہل کتاب کفار میں سے ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"لم يكن الذين كفروا من أهل الكتاب والمشركين منفكين حتى تأتيهم البينة"(البینہ/۱)(اہل کتاب اور مشرکین میں

سے جنہوں نے کفر کیا وہ اپنی ہٹ سے باز آنے والے نہیں ہیں، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی ہوئی نشانی آ جائے)۔

۲- نکاح کرنے کے بعد کتابی بیویوں کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنا یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دے دینا، دھوکہ دہی میں داخل ہے جو ایک مسلم کی شان نہیں ہے، چنانچہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:"من غشنا فليس منا" (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱۰۲، سنن ابی داؤد حدیث نمبر ۳۴۵۲) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں)۔

اور اس میں مسلمانوں کا ذکر محض تاکید واہتمام کے طور پر ہے، غیر مسلم کو دھوکہ دینا بھی درست نہیں ہے، اور حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فیصلہ فرمایا:"لا ضرر ولا ضرار" (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر:۲۳۴۰، مسند احمد حدیث نمبر ۲۲۷۷۸، اور یہ صحیح درجہ کی حدیث ہے) (نہ ابتداء ضرر پہنچانا درست ہے اور نہ مقابلہ کے طور پر)، اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"من غشنا فليس منا، والمكر والخداع في النار" (صحیح ابن حبان حدیث نمبر ۵۶۷، ۵۵۵۹، اور اس کی سند حسن درجہ کی ہے) (جو ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں اور دھوکہ اور فریب کا انجام جہنم ہے)۔

اور نکاح ایک عہد ہے جسے بلا سبب توڑنا جائز نہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"وأوفوا بالعهد، إن العهد كان مسئولا" (اسراء:۳۴) (اور عہد کو پورا کرو، کیونکہ عہد کی پرسش ہوتی ہے)، اور امام طبری اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:"وأوفوا بالعقد الذي تعاقدون الناس في الصلح بين أهل الحرب والإسلام، وفيما بينكم أيضا" (طبری، جامع البیان فی تأویل القرآن ۱۷/ ۴۴۴، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ طبع اول، ۱۴۰۲ھ) (اور اس عہد کو پورا کرو جو تم مسلمانوں اور کفار کے درمیان صلح کے سلسلہ میں لوگوں سے کرتے ہو، اور باہمی معاہدے کو بھی پورا کرو)۔

اور بلا وجہ طلاق دینا شرعا ممنوع ہے، طلاق دینا مباح تو صرف اس صورت میں ہے کہ میاں بیوی کی زندگی اس قدر پیچیدہ ہو جائے کہ اس کے بغیر چارہ کار نہ ہو، چنانچہ ابن ہمام لکھتے ہیں:"الأصل في الطلاق هو الحضر، لما فيه من قطع النكاح الذي تعلقت به المصالح الدينية و الدنيوية، والإباحة للحاجة إلى الخلاص" (ابن الہمام، فتح القدیر، کتاب الطلاق ۳/ ۴۶۲، بیروت، دار الفکر) (طلاق میں اصل ممانعت ہے، اس لئے کہ اس کے اندر اس نکاح کو ختم کرنا ہے جس سے دینی اور دنیوی مصالح وابستہ ہیں، اور طلاق کی اباحت نجات کی ضرورت کی وجہ سے ہے)۔

البتہ کتابی بیوی آزاد منش، بدچلن، پیشہ ور، آوارہ، بدقوارہ اور بداطوار ہو تو طلاق دینا مستحب ہے، لیکن واجب نہیں، علامہ حصکفیؒ لکھتے ہیں:"ولا يجب على الزوج تطليق الفاجرة" (حصکفی، الدر المختار ۳/ ۵۰) (بدکار بیوی کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں)۔

ج-۱- جو اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں، وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم پوری آزادی کے ساتھ انجام دے سکتی ہیں، اس سلسلہ میں فقہاء نے بڑی فراخدلی کا ثبوت دیا ہے، چنانچہ ابن القیم لکھتے ہیں:"هل يمنعها أن تدخل منزله الصليب؟ قال: يأمرها، فأما أن يمنعها فلا...... وليس له منعها من صيامها الذي تعتقد وجوبه، وإن فوت عليه الاستمتاع في وقته، ولا من صلاتها في بيته إلى الشرق وقد مكن النبي ﷺ وفد نصارى نجران من صلاتهم في مسجده إلى قبلتهم...... وليس له حملها على كسر السبت ونحوه، مما هو واجب في دينهم، وقد أقررناهم عليه وليس له حملها على أكل الشحوم واللحوم المحرمة عليهم" (ابن القیم، أحکام أہل الذمۃ ۲/ ۸۲۲-۸۲۳، بیروت، دار ابن حزم، تحقیق: یوسف بکری طبع اول، ۱۴۱۸ھ) (امام احمد سے پوچھا گیا کہ شوہر کتابی نصرانی بیوی کو اپنے گھر میں صلیب داخل کرنے سے روک سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہدایت کر سکتا ہے، لیکن روک نہیں سکتا ہے...... اور شوہر اسے اس روزہ کو رکھنے سے روک نہیں سکتا، جس کے واجب ہونے کا وہ عقیدہ

رکھتی ہے، اگرچہ وہ اس وقت میں اسے لذت اندوز ہونے سے محروم کردے، اور نہ ہی شوہر اسے مشرق رخ ہوکر اپنے گھر میں نماز پڑھنے سے روک سکتا ہے، جبکہ خود نبی کریم ﷺ نے نجران کے نصرانی وفد کو اپنے قبلہ کی طرف رخ کر کے اپنی مسجد میں نماز پڑھنے دیا......اور نہ ہی شوہر یہودی بیوی کو ہفتہ (سنیچر) کے دن مذہبی رسوم وغیرہ واجب دینی امور ادا کرنے کو چھوڑنے پر آمادہ کرسکتا ہے، جبکہ ہم نے ان کو ان امور پر برقرار رکھا ہے، اور نہ ہی شوہر یہودی خاتون پر ان حرام گوشت اور چربی کھانے پر ابھار سکتا ہے)۔

بلکہ شوہر شراب نوشی اور خنزیر خوری سے بھی کتابی بیوی کو منع نہیں کرسکتا ہے، البتہ شراب کی بو زائل کرنے کا حکم دے گا، کیونکہ یہ چیز بوسہ لینے اور لذت اندوز ہونے میں مانع ہے، ابن نجیم لکھتے ہیں: "**وفي التاتارخانية: مسلم له امرأة من أهل الذمة، ليس له أن يمنعها من شرب الخمر، وله أن يمنعها من إدخال الخمر بيته......قال القدوري: في النصرانية تحت المسلم: لا تنصب في بيته صليبا، وتصلي في بيته حيث شاء ت**" (ابن نجیم، البحر الرائق ۸/ ۲۳۰-۲۳۱) (تاتارخانیہ نامی کتاب میں ہے کہ مسلمان کی کتابی بیوی ہو، تو وہ اسے شراب نوشی سے منع نہیں کرسکتا ہے، البتہ گھر کے اندر شراب داخل کرنے سے منع کرسکتا ہے......قدوریؒ نے اس نصرانی خاتون کے بارے میں فرمایا جو مسلمان کی بیوی ہو کہ وہ اس کے گھر میں صلیب کھڑا نہیں کرے گی، البتہ جہاں چاہے اس کے گھر میں نماز پڑھ سکتی ہے)۔

اور ابن القیم تحریر فرماتے ہیں: "**رجل تزوج نصرانية أله أن يمنعها من شرب الخمر؟ قال: يأمرها، قيل له: لا تقبل منه، أله أن يمنعها، قال: لا**" (ابن القیم، أحکام أہل الذمۃ ۲/ ۸۲۱) (امام احمد سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے نصرانی خاتون سے شادی کی کہ کیا وہ اسے شراب نوشی سے منع کرسکتا ہے؟ تو امام احمد نے جواب دیا کہ ہدایت کرے، اس پر ان سے کہا گیا کہ وہ اس کی ہدایت قبول نہیں کرے گی، کیا وہ اسے شراب نوشی سے روک سکتا ہے؟ تو امام احمد نے جواب دیا نہیں)۔

غور کیجئے جس گھر میں خاتون شراب بھی پیئے اور خنزیر بھی کھائے تو بچوں کی تربیت پر کیسے سنگین اثرات مرتب ہوں گے، ان تمام پہلوؤں کو دیکھتے ہوئے میرے نزدیک ابن عمرؓ کا قول راجح معلوم ہوتا ہے کہ کتابی خاتون بھی مشرکہ خاتون ہے، اس سے نکاح درست نہیں ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب کی پاکدامن عورت جب اسلام لے آئے تو اس سے بصد شوق نکاح کرنا چاہئے، اور اس کے ماضی کے مذہب پر نظر نہیں ہونی چاہئے (ابن نجیم، البحر الرائق ۳/ ۱۱۰)۔

۲-شوہر کتابی بیوی کو مذہبی چیزوں جیسے صلیب وغیرہ کا گفٹ نہیں دے سکتا ہے، اور کتابی خاتون کے مذہبی تہوار کے موقع پر ہدیہ نہیں کرسکتا ہے کہ اس میں اگرچہ کفر کے شعائر کی موافقت نہیں ہے، لیکن ایک گونہ مشابہت ضرور ہے، ابن القیم لکھتے ہیں: "**في الرجل تكون له امرأة أو أمة نصرانية، تقول: اشترلي زنارا، فلا يشتري لها، تخرج هي تشتري**" (ابن القیم، أحکام أہل الذمہ ۲/ ۸۲۲) (امام احمد نے اس شخص کے بارے میں فرمایا جس کی نصرانی بیوی یا باندی ہو جو اس سے کہے کہ میرے لئے زنار خرید لاؤ، تو وہ اس کے لئے زنار (وہ پٹی جسے نصرانی کمر اور پیٹ پر باندھتے ہیں) نہ خریدے، بلکہ وہ خود جا کر خریدے)۔

۳-بعض معاصرین کتابی خاتون کے مذہبی تہوار کے موقع پر اس کو مبارکباد دینے کو جائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ اس میں اس کے دین کی موافقت یا اس کے باطل پر رضامندی نہیں ہے، بلکہ یہ خوش خلقی اور رکھ رکھاؤ کے کلمات ہیں جو لوگوں کے عرف میں جاری ہیں۔

لیکن میری رائے میں مبارکبادی کے مسئلہ کو اس سہل طریقہ پر لینے کے دور رس اثرات مرتب ہوں گے، اور یہ چیز غیر مسلم بیوی کے دل میں اپنے مذہبی تہوار کے صحیح ہونے کا احساس پیدا کرے گا، نیز یہ مبارکبادی بہت سے مسلمانوں کو اس میں شرکت کی طرف لے جائے گی، اسی لئے سلف میں سے کسی سے منقول نہیں کہ انہوں نے مسلم شہروں میں بسنے والے یہود و نصاری کو ان کے مذہبی تہوار کے موقع پر مبارکباد دی ہو،

چنانچہ ابن القیم لکھتے ہیں:"وأما التهنئة بشعائر الكفر المختصة به فحرام بالاتفاق"(ابن القیم، أحکام اہل الذمہ ۱/۴۴۱) (بہرحال کفر کے ساتھ مخصوص شعائر کی مبارکباد دینا تو بالاتفاق حرام ہے)۔

د-۱: ایک مسلمان کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی جگہ کام کرے جہاں اس کا دین وایمان محفوظ رہے کہ دین کا تحفظ تمام مقاصد شریعت پر مقدم ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"فمن الناس من يقول ربنا آتنا في الدنيا، وماله في الآخرة من خلاق"(بقرہ:۲۰۰)(لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جن کی دعا یہ ہوتی ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں کامیابی عطا کر، حالانکہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے)، اور ایک جگہ ارشاد ہے:"يعلمون ظاهرا من الحيوة الدنيا، وهم عن الآخرة هم غافلون"(روم:۷)(وہ اس دنیا کی زندگی کے صرف ظاہر کو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ بالکل ہی بے خبر ہیں)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:"من جعل الهموم هما واحداهم آخرته، كفاه الله هم ديناه، ومن تشعبت به الهموم في أحوال الدنيا، لم يبال الله في أي أو ديتها هلک"(سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۵۷، یہ حسن درجہ کی حدیث ہے)(جو تمام فکرمندیوں کو ایک فکرمندی یعنی آخرت کی فکر میں تبدیل کردے تو اللہ تعالی اس کی دنیا کی فکر سے حفاظت فرمائے گا، اور جس شخص کی فکرمندیاں دنیا کے حالات کے سلسلہ میں پھیل جائیں، تو اللہ تعالی کو کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ وہ فکرمندیوں کی کس وادی میں ہلاک ہوجائے)۔

۲-دین وایمان کی حفاظت کے ساتھ کسی بھی جگہ کام اور ملازمت کرسکتا ہے کہ اصلا کام کرنا مباح ہے، لہذا عیسائی مشنریز کے ہاسپیٹل اور ادارے میں خدمت کرنے اور ان کی خدمات سے استفادہ کرنے میں اصلا کوئی حرج نہیں ہے، البتہ ایک مومن کو ایسی جگہوں پر محتاط رویہ رکھنا چاہئے، اور عالم دین سے برابر تعلق رکھنا چاہئے، تاکہ ان کی طرف سے ابھارے جانے والے شکوک وشبہات دور ہوتے رہیں، نیز ان کے نیچر کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے، تاکہ ان کے کسی دھوکہ یا فریب میں نہ آئے، ارشاد باری تعالی ہے:"ولن ترضى عنک اليهود ولا النصارى حتى تتبع ملتهم، قل إن هدى الله هو الهدى، ولئن اتبعت أهواء هم بعد الذي جاء ک من العلم، مالک من الله من ولي ولا نصير"(بقرہ:۱۲۰)(نہ یہود تم سے راضی ہونے والے ہیں اور نہ نصاری تاوقتیکہ تم ان ہی کی ملت کے پیرو نہ بن جاؤ، ان سے کہو کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے، اور اگر تم اس علم حقیقی کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے، ان کی خواہشوں پر چلے، تو اللہ کے مقابل میں نہ تمہارا کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار)۔

☆☆☆

اہلِ کتاب سے متعلق چند مسائل

مفتی محمد جعفر ملی رحمانی ☆

۱- جمہور فقہاء (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کے نزدیک اہلِ کتاب سے مراد: یہود و نصاریٰ ہیں، اپنے تمام فرقوں کے ساتھ۔اور عند الاحناف- اہلِ کتاب سے مراد ہر وہ شخص ہے جو کسی نبی پر ایمان رکھے، اور کسی کتابِ الٰہی کو مانے۔ (اس تعریف میں یہودی و نصاریٰ اور حضرت داؤد پر نازل ہونے والی کتاب ''زبور''، اور حضرت ابراہیم وحضرت شیث علیہما السلام کے صحیفوں پر ایمان لانے والے لوگ داخل ہیں، اس لیے کہ یہ لوگ آسمانی دین کو جس کے ساتھ کتاب نازل ہوئی مانتے ہیں)۔(۱)

۲-[الف]: صابئین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات اور طرزِ عمل کے بارے میں چوں کہ کسی کو پورا پتہ نہ چلا، اس لیے ان کے متعلق مختلف اقوال ہیں(۲)۔الموسوعۃ الفقہیۃ میں صابئین کی تعریف میں دس اقوال مذکور ہیں۔(۳)

''صابئین'' کی تعریف میں مختلف اقوال ہیں، اس لیے اُن کے دین و مذہب کی حقیقت میں بھی فقہاء کرام کے مابین اختلاف ہے:

امام ابوحنیفہ و امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ اُن کو اہلِ کتاب مانتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ وہ ستاروں کی تعظیم کرتے ہیں عبادت نہیں، جیسے مسلمان کعبۃ اللہ کی تعظیم کرتے ہیں پرستش نہیں۔اور صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) اور علامہ قرطبی مالکی رحمہم اللہ اُن کو اہلِ کتاب نہیں مانتے، اس لیے کہ وہ ستارہ پرست ہیں جو بت پرستوں ہی کی طرح ایک قوم ہے۔(۴)

[ب]: آیتِ کریمہ: ﴿ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصّٰبئون والنصٰرٰی من اٰمن باللّٰہ والیوم الاٰخر﴾۔ [المائدۃ: ۶۹] کی تفسیر میں مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے چار قوموں کو مخاطب کر کے ایمان اور عملِ صالح کی ترغیب اور اس پر فلاحِ آخرت کا وعدہ فرمایا، ان میں سے پہلے- الذین اٰمنوا- یعنی مسلمان ہیں، دوسرے- الذین ہادوا- یعنی یہود، تیسرے صابئون، اور چوتھے نصاریٰ، ان میں تین قومیں؛ مسلمان، یہود، نصاریٰ معروف و مشہور، اور دنیا کے اکثر خطوں میں موجود ہیں، صابئون، صابئہ کے نام سے آج کل کوئی قوم معروف نہیں، اسی لیے اس کی تعیین میں علماء و ائمہ کے اقوال مختلف ہیں۔امام تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ نے بحوالہ قتادہ ایک یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ صابئون وہ لوگ ہیں جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور قبلہ کے خلاف نماز پڑھتے ہیں، اور آسمانی کتاب ''زبور'' کی تلاوت کرتے ہیں (جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی)۔ (معارف القرآن: ۳/ ۱۹۹، سورۂ مائدہ، آیت: ۶۹، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند)

۳- مغربی ملکوں میں مذہب بیزار یہود و نصاریٰ کے ساتھ کیا نکاح و ذبیحہ کے باب میں:

ایسے لوگوں کا شمار اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) میں نہیں ہوگا، اور نکاح و ذبیحہ کے معاملے میں اُن کے ساتھ اہلِ کتاب کا معاملہ نہیں

☆ دار الافتاء، جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا، نندربار، مہاراشٹر۔

کیا جائے گا۔ (۵)

۴-بابی، بہائی، سکھ اور قادیانی کا شمار اہل کتاب ہوگا؟

اُن کا شمار اہلِ کتاب میں نہیں ہوگا، اس لیے کہ نصوص میں اہلِ کتاب سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ (۶)

۵-نسلی قادیانی کا حکم:

مطلقاً قادیانی اہلِ کتاب میں شامل نہیں ہوں گے، خواہ مرتد ہوئے ہوں، یا نسلی قادیانی ہوں۔ (۷)

۶-دارالاسلام اور دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح:

[الف]: نکاح جائز اور درست تو ہے، لیکن احتیاط از یں ہر ہمہ اولیٰ است۔ (۸)

[ب]: مذکورہ صورت میں عدمِ نکاح اولیٰ وافضل ہے، اگرچہ نفسِ جوازِ نکاح (مع الکراہۃ) کا انکار نہیں، اگر اس کتابیہ کا اسلام قبول کرنا متیقن یا مظنون ہو، تو یہ نکاح مصلحتاً افضل ہے، ذاتاً افضل نہیں ہے، لیکن واقعات ومشاہدات یہ ہیں کہ ان کا اسلام قبول کرنا موہوم ہوتا ہے، اور شوہر، شوہر کی اولاد کا خلافِ اسلام اُمور سے مالوف و مانوس ہونا متیقن و مظنون ہوتا ہے، پس یہ حیلہ اور بہانہ کہ دعوتی نقطۂ نظر سے نکاح کر رہے ہیں، یا کتابیہ دامنِ اسلام میں آجانے کی امید ہے-سود مند نہیں۔ (۹)

۷-دیگر مذاہب کی مذہبی کتابوں اور شخصیات کا حکم:

[الف]: ایک مسلمان کے لیے جس طرح ثابت النبوۃ نبی کی نبوت کا انکار جائز نہیں ہے، اسی طرح نبی غیر ثابت النبوۃ پر ایمان لانا اور اس کا اقرار کرنا بھی جائز نہیں ہے، بعض انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے اسماء مبارکہ قرآن کریم اور حدیث شریف میں موجود ہیں، لیکن کرشن، رام چندر، گرونانک یا اُن کے علاوہ کسی بھی معین شخص کی نبوت پر ایمان واقرار شرعاً جائز نہیں ہے، البتہ اجمالاً جس قدر انبیاء مبعوث ہوئے اُن تمام پر ہم اہلِ سنت والجماعت کا ایمان ہے۔ (۹)

[ب]: ان کتابوں کو الہامی کتاب تسلیم نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ جن کتابوں کا سماوی وملہم من اللہ ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے، یعنی تورات، انجیل اور زبور، جب اُن کی صحت بھی مخدوش ہے، بوجہ اس کے کہ ان کتابوں کے ماننے والوں نے ان میں تحریف وتغییر کر دی ہیں، تو پھر دیگر غیر ثابت کتابوں کا کیا حال ہوگا! اس لیے جن انبیاء وکتب کے احوال کو رب سبحانہٗ نے پردۂ خفاء میں رکھا اُن پر اِجمالی ایمان کافی ہے، نہ تو ان کی بحث وتفتیش کرنی ہے، اور نہ اس کا علم انقطاعِ وحی (سلسلۂ وحی بند ہونے) کے بعد ہوسکتا ہے۔ (۱۰)

۸-عیسائی مشنریز کے اسکولوں میں تعلیم:

[الف]: عیسائی مشنریز کی ایسی اسکولوں میں مسلمانوں کا اپنے بچوں کو بغرض تعلیم بھیجنا، داخلہ لینا، بالکل جائز نہیں ہے، کیوں کہ ایسے اسکولوں میں مسلمانوں کا اپنے بچوں کو بغرضِ تعلیم بھیجنا درحقیقت اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کو تقویت وترجیح دینا لازم آتا ہے (۱۱)، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنے علاقوں میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی سے بالکلیہ اجتناب برتیں، تاکہ آیت: ﴿ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا فتمسّکم النار﴾ (۱۲) - اور آیت: ﴿ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (۱۳) - کی خلاف ورزی کا بار مسلمان بچوں کے والدین یا سرپرست پر عائد نہ ہو۔ اور اہلِ خیر حضرات وہمدردانِ قوم وملت (علماء وعوام) کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے علاقوں میں متبادل معیاری تعلیمی درس گاہوں کے قیام پر مکمل توجہ دیں! (۱۴)

[ب]: اگر اہلِ کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے، تو اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیوی کے ہوتے ہیں (۱۵)۔ اور نکاح کرنے کے بعد اُن کے حقوق سے راہِ فرار اختیار کرنے اور اُن کو چھوڑ کر بھاگ آنے کی، یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر، بلاضرورتِ شدیدہ طلاق دینے کی اجازت نہیں ہوگی (۱٦)۔ نیز جو اہلِ کتاب خاتون مسلمان مرد کے نکاح میں ہو، وہ اپنے شوہر کے گھر میں، اپنی مذہبی عبادتیں انجام دے سکتی ہے، البتہ شوہر کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں اس کو اعلانِ منکر، نصبِ تماثیل، ضربِ ناقوس اور اظہارِ شعائر سے منع کرے (۱۷)، اور اُس پر یہ بھی لازم ہوگا کہ اپنی اولاد کو بیوی کی عبادت میں شرکت اور اس کے عقائد سے متأثر ہونے سے بچائے۔ (۱۸)

[ج]: مسلمانوں کو ایسے اداروں میں خدمت کرنے اور اُن کی خدمات سے استفادہ کرنے سے حتی الامکان اجتناب کرنا لازم وضروری ہے۔ (۱۹)

تمام جوابات کے ترتیب وار دلائل اور حوالہ جات:

الحجة على ما قلنا :

(۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿لم يكن الذين كفروا من أهل الكتٰب والمشركين﴾ ۔ (سورة البينة : ۱)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قوله تعالى : ﴿من أهل الكتٰب﴾ – يعني اليهود والنصارى ... . قال ابن عباس : (أهل الكتاب) : اليهود الذين كانوا بيثرب وهم قريظة والنظير وبنو قينقاع (۱۴۰/۲۰، ط : دار الكتاب العربي بيروت ، المهذب للشيرازي :۲۵۰/۲، باب الجزية ، ط: عيسى الحلبي)

ما في " المغني والشرح الكبير " : فصل : وأهل الكتاب الذين هذا حكمهم ، هم أهل التوراة والإنجيل ، قال الله تعالى : ﴿أن تقولوا انما أُنزل الكتاب على طآئفتين من قبلنا﴾ – فأهل التوراة اليهود والسّامرة ، وأهل الإنجيل النصارى ، ومن وافقهم في أصل دينهم من الإفرنج والأرمن وغيرهم ۔ (۵۰۱/۷، ط: دار الكتاب العربي بيروت)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ذهب جمهور الفقهاء إلى أن (أهل الكتاب) هم : اليهود والنصارى بفرقهم المختلفة ۔ وتوسّع الحنفية فقالوا: إن أهل الكتاب هم : كل مَن يؤمن بنبيّ ويُقرّ بكتاب ، ويشمَل اليهود والنصارى ، ومن آمن بزبورِ داود وصُحف إبراهيم وشيث ، وذلک لأنهم يعتقدون دينًا سماويًا مُنزّلا بكتاب ۔ (۱۴۰/۷، أهل الكتاب ، التعريف ، و:۱۲۱/۷، أهل الذمة ، أهل الكتاب ، موسوعه فقهيه اردو :۲۰۲/۷، اهل كتاب)

ما في " حاشية ابن عابدين " : والكتابي : من يعتقد دينًا سماويًا أي منزّلا بكتاب كاليهود والنصارى ۔ (۲٦۸/۳، ط: احياء التراث العربي)

ما في " فتح القدير لإبن الهمام " : والكتابي : من يؤمن بنبيّ ويقرّ بكتاب ، والسّامرية من اليهود ، أما من آمن بزبور داود وصحف إبراهيم وشيث فهم أهل كتاب ۔ (۲۲۸/۳، ط: دار الفكر بيروت ، و:۳۷۳/۳، ط: بولاق مصر)

ما في " تفسيرات احمديه " : " اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذين اوتوا الكتٰب من قبلكم﴾ – یعنی اہلِ کتاب کی آزاد اور پاک دامن عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لیے حلال ہے، اور اہلِ کتاب یہودی ونصاریٰ ہیں۔" (ص/۳۷۷، حصہ اول، کتابیہ عورتوں سے نکاح کا حکم، سورۂ مائدہ: آیت:۵)

ما في " دعوة التقريب بين الأديان " : قال ابن جرير رحمه الله : (يعني تعالى ذكره بقوله : ﴿يا اهل الكتٰب﴾ : يا أهل التوارة والإنجيل) ۔ وقال أيضًا : (عني بقوله : يا أهل الكتٰب﴾ ؛ أهل الكتابين ؛ لأنهما جميعا من أهل الكتاب .... فأهل الكتاب إذًا هم اليهود والنصارى ، وهذا أمر واضح متقرر لدى جميع المفسرين ويزيد الأمر وضوحًا إضافة " الكتاب "

إلى هاتين الطائفتين خاصة ۔ اهـ ۔ (١/٤٣ ، ٤٤ ، التمهيد ، المبحث الثاني ؛ أهل الكتاب ، تأليف : الدكتور أحمد بن عبد الرحمن بن عثمان القاضي ، ط: دار ابن الجوزي – السعودية)(امداد الفتاویٰ: ٥/ ٤٥٠، رسالہ ارسال الجنود الی ارسال الهنود، الأحکام المستفادة من الروایات، نمبر:١)

(٢) (معارف القرآن شفیعی: ١/ ٢٣٩، سورۃ البقرۃ، الآیۃ/ ٦٢، بیان القرآن: ١/ ٤٣، ط: ادارہ تالیفات اشرفیہ پاکستان)

(٣) ما في " الموسوعة الفقهية " : وقد اختلف العلماء في تعريف الصائبة على أقوال هي : أ – أنهم قوم كانوا على دين نوح عليه السلام ، نقله الراغب في مفرداته ۔ونقل ابن منظور عن الليث : هم قوم يشبه دينهم دين النصارى ، إلا أن قبلتهم نحو مهب الجنوب ، يزعمون أنهم على دين نوح وهم كاذبون ۔ ونقل قريبا منه القرطبي عن الخليل ۔ ب – أنهم صنف من النصارى ألين منهم قولا ۔ وهو مروي عن ابن عباس وبه قال أحمد في رواية ۔ ج – وقال السّدي وإسحاق بن راهويه : هم طائفة من أهل الكتاب لأنهم يقرأون الزبور ، وبه قال أبو حنيفة ۔ د – قال مجاهد والحسن وابن أبي نجيح : هم قوم تركّب دينهم بين اليهودية والمجوسية ۔ هـ – وقيل : هم بين اليهود والنصارى ۔ و– وقال سعيد بن جبير هم قوم بين النصارى والمجوس ۔ ز – وقال الحسن أيضًا وقتادة : هم قوم يعبدون الملائكة ، ويصلّون إلى القبلة ويقرأون الزبور ، ويصلون الخمس ۔ رآهم زياد بن أبي سفيان فأراد وضع الجزية عنهم حين عرف أنهم يعبدون الملائكة ، ونقل القرطبي : أنهم موحدون يعتقدون تأثير النجوم ۔ ح – وقيل : إنهم قوم كانوا يقولون : لا إله إلا الله ، وليس لهم عمل ولا كتاب ولا نبي ۔ ط – وقال الصاحبان من الحنفية : إنهم ليسوا من أهل الكتاب ، لأنهم يعبدون الكواكب ، وعابد الكوكب كعابد الوثن ۔ ی – وقال أحمد في رواية ثانية : إنهم قوم من اليهود ؛ لأنهم يسبتون ۔ (٢٦/٢٩٣ ، ٢٩٤، صابئة)

(٤) ما في " الموسوعة الفقهية " : اختلف الفقهاء في حقيقة دين الصابئة أ هم من أهل الكتاب أم لا ؟ على أقوال : القوال الأول : أنهم من أهل الكتاب ، وهذا قول أبي حنيفة وأحمد ، وقد جعلهم أبو حنيفة من أهل الكتاب ؛ لأنهم يقرأون الزبور ولا يعبدون الكواكب ولكن يعظمونها كتعظيم المسلمين للكعبة في الاستقبال إليها ، وأما أحمد فقال في رواية : هم من النصارى ؛ لأنهم يدينون بالإنجيل ۔ اهـ ۔ .... القول الثاني : أنهم ليسوا من أهل الكتاب ..... قال : ولهذا أفتى أبو سعيد الاصطخري – القاهر بالله – بكفرهم حين سأله عنهم ، وهو قول أبي يوسف ومحمد بن الحسن فيهم ؛ لأنهم يعبدون الكواكب ، وعابد الكواكب كعابد الوثن ۔ (٢٦/٢٩٤، صابئة ، مذاهب الفقهاء في حقيقة الصابئة ، توضيح القرآن : ١/٦٧، سورة البقرة ، الآية/٦٢)

(٥) ما في " تفسير عثماني " : شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’ہمارے زمانے کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں، نہ مذہب کے نہ خدا کے، اُن پر اہلِ کتاب کا اِطلاق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہلِ کتاب کا سا نہ ہوگا، ......موجودہ زمانے میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بےضرورت اختلاط کرنا، اُن کی عورتوں کے جال میں پھنسنا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں، وہ مخفی نہیں، لہٰذا بدی اور بد دینی کے اسباب و ذرائع سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔‘‘ (ص/ ١٤٢، سورۂ مائدہ، آیت: ٥، حاشیہ نمبر: ١٢)

ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن شقيق قال : تزوج حذيفة رضي الله تعالى عنه يهودية فكتب إليه عمر رضي الله تعالى عنه : أن خلّ سبيلها فكتب إليه : إن كانت حرامًا فخلّيتُ سبيلها ، فكتب إليه : إني لا أزعم أنها حرام ، ولكني أخاف أن تعاطوا المومسات منهنّ " (٩/٨٥/ ١٦٤١٧ ، باب من كان يكره النكاح في أهل الكتاب ، المجلس العلمي أفريقيا)

ما في " المعجم الكبير للطبراني " : وأخرج الطبراني برواية ابن عباس رضي الله تعالى عنه قال : وقد نكح طلحة

بن عبد اللّٰه رضي اللّٰه تعالى عنه يهودية ونكح حذيفة بن اليمان رضي اللّٰه تعالى عنه نصرانية فغضب عمر رضي اللّٰه تعالى عنه غضبا شديدا حتى همّ أن يسطو عليها ، فقالوا : نحن نطلق ولا تغضب ، فقال عمر رضي اللّٰه عنه : لئن حل طلاقهنّ لقد حل نكاحهن ، ولكن لننزعهنّ صغرة قمأة " ـ (۱۲/۱۳/۱۳۰۱ ، مكتبة العلوم والحكم)

ما في " المصنف لإبن أبي شيبة " : عن عبد الملک قال : سألت عطاء عن نكاح اليهوديات والنصرانيات ؟ فكرهه ، وقال : كان ذلک والمسلمات قليل ـ

وعن نافع عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالى عنه : " أنه كان يكره نكاح نساء أهل الكتاب ولا يرى بطعامهنّ بأساً " ـ

وعن ميمون بن مهران عن ابن عمر رضي اللّٰه تعالى عنه : " أنه كره أهل الكتاب وقرأ : ﴿ولا تنكحوا المشركٰت حتى يؤمنّ﴾ ـ (۹/۸۵، باب من كان يكره النكاح في أهل الكتاب ، المجلس العلمي أفريقيا)

ما في " الفتاوى الهندية " : ويجوز للمسلم نكاح الكتابية الحربية والذمية حرة كانت أو أمة ـ كذا في محيط السرخسي ـ والأولى أن يفعل .... وكل من يعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم عليه السلام وشيث عليه السلام وزبور داود عليه السلام فهو من أهل الكتاب فتجوز مناكحتهم ـ (۱/۲۸۱ ، القسم السابع المحرمات بالشرک)

ما في " الشامية " : ففي الفتح : ويجوز تزويج الكتابيات ، والأولى أن لا يفعل ، ولا يأكل ذبيحها إلا لضرورة ، وتكره الكتابية الحربية إجماعا لافتتاح باب الفتنة ـ (۱۳۴/۴، كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، مطلب مهم في وطء السراري الخ ، البحر الرائق :۱۰۳/۳ ، فصل في المحرمات ، ط : رشيديه كوئٹه ، فتح القدير :۲۲۸/۳، فصل في بيان المحرمات، دار الفكر بيروت)

ما في " دعوة التقريب بين الأديان " : وجماع القول : أن القوم ما داموا ينتسبون إلى أديانهم ويظهرون تعظيم أنبيائهم وبيعهم وكنائسهم ويحتفلون بأعيادهم الدينية وغير ذلک من شعائرهم الظاهرة وتقاليدهم الدينية الخاصة ، فهم أهل الكتاب ، الذي عنى اللّٰه بكتابه ورسوله ﷺ في سنته ، فتتعلق بهم أحكام أهل الكتاب العلمية والعملية ، ولا يزول هذا الوصف عن جملتهم وآحادهم إلا إذا فارقوا ذلک بإيمان باللّٰه ورسوله ﷺ فيكونون من جملة المسلمين ، أو تحولٍ إلى ملة من الملل الإلحادية أو الوثنية سوى اليهودية والنصرانية فحينئذ تجري عليهم أحكام سائر المشركين والملحدين وتزول عنهم خاصية أهل الكتاب ـ (ص/۵۳، البحث الثاني ؛ أهل الكتاب)

ما في " إمداد الفتاوى " : حکیم الامت شاہ أشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’اس زمانے میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں، ایسوں کے لیے یہ حکم جوازِ نکاح کا نہیں ہے۔‘‘ (۲ / ۲۱۳، کتاب النکاح، بیان القرآن: ۳/۹)

ما في " فتاویٰ دار العلوم ديوبند " : ’’آج کل لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں، ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں، یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں، مگر حکمِ شرع میں ایسے لوگ اہلِ کتاب نہیں ہوسکتے۔‘‘ (بحوالہ فتاویٰ فریدیہ: ۴ / ۴۷۰، حاشیہ، معارف القرآن کاندھلوی: ۲ / ۴۴۶، سورۂ مائدہ، آیت: ۵، پارہ: ۶، ط: فرید بکڈپو دہلی، فتاویٰ فریدیہ: ۴ / ۴۷۲، عیسائی عورت سے نکاح الخ، فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۱۷ / ۳۹۳، سوال نمبر: ۱۸۵۶، موجودہ دور کے عیسائی اہلِ کتاب ہیں یا نہیں؟)

ما في " فتاویٰ دار العلوم زكريا " : ’’موجودہ زمانے کے اہلِ کتاب کے ساتھ نکاح مکروہ ہے، اگرچہ نفسِ جواز کا انکار نہیں، لیکن ان کے اندر زنا، فحاشی اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے کہ جس کو سن کر انسانیت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے، اور جس نے گویا حیوانوں کو بھے پسِ پُشت ڈال دیا ہے، اس لیے عدمِ نکاح اولیٰ اور افضل ہے، نیز کتابیات سے وہ مراد ہیں جو دین سماوی کا انکار نہیں کرتے، ہاں! جو انکار کرتے ہیں اُن کے ساتھ نکاح D12

بالکل حرام ہے۔'' (۳/ ۲۰۵، کتابیات سے نکاح کا حکم)(امداد الفتاویٰ: ۲/ ۲۱۲،فتاویٰ دار العلوم زکریا: ۳/ ۶۰۵، ۶۰۶، کتاب النکاح،فتاویٰ محمودیہ: ۱۱/ ۴۵۰-۴۵۴، کراچی، جدید فقہی مسائل: ۱/ ۲۸۳)

ما في " فتاوى محموديه " : ''عالمگیری میں ہے: " وكل من يعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم عليه السلام وشيث عليه السلام وزبور داود عليه السلام فهو من أهل الكتاب فتجوز مناكحتهم " ۔ نیز درمختار(مع شامیہ): میں ہے: "وصح نكاح كتابية "۔

نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے:﴿والمحصنٰت من المؤمنٰت والمحصنٰت من الذين اوتوا الكتٰب﴾ الخ ۔

مذکورہ بالاعبارتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد کتابیہ(عیسائی ہو یا یہودی) سے نکاح کرسکتا ہے۔الحیلة الناجزۃ:ص/ ۱۶۵/ میں لکھا ہے کہ- اگرعورت کتابیہ یعنی یہودیہ نصرانیہ وغیرہ ہو،تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے،اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لا مذہب (دہریہ) نہ ہو، بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم ازکم مانتی ہو، اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اصل سے یہودیہ ونصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔ جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں، تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے،لیکن بلاضرورتِ شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے،اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے،اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کو منع فرمادیا تھا،اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے،تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہے۔ بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقاتِ ازدواج تو بالکل ہی اُن کے دین ودنیا کو تباہ وبرباد کردینے والے ہیں،جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے،اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے،اور اس کے اثرات سے متأثر ہونے کا مظنہ غالب ہے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں حضرت حذیفہ وطلحہ وکعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کتابیہ سے نکاح کیا،تو آپ خفا ہوگئے،خفگی کہ وجہ ابن ہمام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:" وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد ؛ لأنه في صغره ألزم الأمة " ۔ [فتح القدير :۳/ ۲۳۹ ، كتاب النكاح ، فصل في بيان المحرمات ، بيروت]......نیز تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے نکاح میں آکر اکثر غدر اور نقصان کیا ہے،لہٰذا سلامتی اسی میں ہے کہ اُن سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے، اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال میں جائز نہیں ہے، خواہ کفر کی کوئی قسم ہو کتابی ہو یا غیر کتابی''- فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم ۔ (۱۷/ ۸۲، ۸۳، کتابیہ سے نکاح، حرمتِ نکاح بسببِ اختلافِ مذہب، مکتبہ محمودیہ میرٹھ، الحیلة الناجزۃ:ص/ ۱۷۰، خلاصۃ حکم الأزواج مع اختلاف دین الأزواج، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

ما في " فتاوى محموديه " : ''یہودی ونصرانی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے،مگر اس میں مفاسد زیادہ ہیں، اس لیے پرہیز کرنا چاہیے۔'' (۱۷/ ۸۴، یہود ونصاریٰ عورتوں سے نکاح، سوال نمبر: ۶۲۲۵، میرٹھ، فتاویٰ دینیہ: ۳/ ۳۴۸، ۳۴۹، کیتھولک عیسائی لڑکی سے نکاح الخ، درسی وتعلیمی اہم مسائل کا انسائیکلوپیڈیا: ص/ ۷۴، مسئلہ نمبر: ۱۸۴)

(۲) ما في " أشرف الأحكام تتمه إمداد الفتاوى " : '' فرمایا کہ: میرے نزدیک قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے، جب ان کا کفر مسلّم ہے، اور مرتد بحکم کتابی نہیں ہوتا، اس لیے اہل کتاب میں اُن کو داخل نہیں کرسکتے، اور لاہوری گو مرزا کو نبی نہ کہیں، لیکن اس کے عقائدِ کفر کو کفر نہ سمجھنا بھی کفر ہے۔'' (ص/ ۱۵۳، نکاح کے احکام، افادات تھانوی، جمع وترتیب: محمد اقبال قریشی، ط: ادارہ اسلامیات لاہور وکراچی، بحوالہ کمالاتِ اشرفیہ: ص/ ۱۲۳)

ما في " المجمع الفقه الإسلامي مكه مكرمه كے فقهى فيصلے " : '' قادیانیت (جسے احمدیت بھی کہتے ہیں) کا عقیدہ اسلام سے مکمل طور پر خارج ہے، اور اس کے ماننے والے کافر اور اسلام سے مرتد ہیں، اور ان کا اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا سراسر دھوکا ہے۔ المجمع الفقہی کا اجلاس اعلان کرتا ہے کہ مسلم حکومتوں، علماء، اہل قلم، مفکرین اور دعاۃ وغیرہ سبھوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ دنیا کے ہر گوشہ میں اس گمراہ فرقہ کا مقابلہ کریں۔'' (ص/ ۳۴، ۳۵، تیسرا فیصلہ: قادیانیت اور اس سے وابستگی کا حکم)

ما في " المجمع الفقه الإسلامي مكه مكرمه كے فقهی فیصلے " : ''بہایت کے اسلام کی اساس کو منہدم کردینے والے عقائد خصوصاً بہائیت کے بشری وثنیت پر مبنی دعوی الوہیت اور احکام شریعت میں تبدیلی کے اختیار سے متعلق واضح ومستند ثبوت اکیڈمی کے سامنے آئے، ان کی بنیاد پر اکیڈمی بالاتفاق طے کرتی ہے کہ بہائیت اور بابیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ اسلام کے خلاف جنگ ہیں، ان کے متبعین کھلم کھلا کافر ہیں، جس میں ذرا بھی کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ اکیڈمی دنیا کے تمام خطوں کے مسلمانوں کو اس کافر اور مجرم فرقہ سے چوکنا کرتی ہے، اور انہیں آمادہ کرتی ہے کہ وہ اس کا مقابلہ کریں، ان سے پوری طرح چوکنا رہیں، خصوصاً جب کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ استعماری ممالک اسلام اور مسلمانوں کی تباہی وانتشار کے لیے اس کا تعاون کرتے ہیں۔'' (ص/ ۷۳، چوتھا فیصلہ، بہائیت اور اس سے وابستگی کا حکم، ط: ایفا پبلی کیشنز)

(مزید دلائل کے لیے رجوع کریں جواب نمبر ۳؍ کے حواشی)

(۷) ما في " فتاوی ختم نبوت " : ''احمدیوں (قادیانیوں) کو مسلمان اس لیے نہیں مانتے کہ ان کے پیشوا نے قرآن، انبیائے کرام اور دینِ اسلام کی توہین کی۔ عقیدہ ختم نبوت کا انکار کیا، چوں کہ پہلے مسلمان تھے، ارتداد کے بعد مرتد ہوگئے، (اور اُن کی اولاد تمام قادیانیوں کی طرح زندیق وملحد [ہے]) لہٰذا وہ مرتد ہیں، اہل کتاب نہیں، وہ خود بھی اہل کتاب نہیں کہتے، مسلمان کہلاتے ہیں، جو ارتداد کی وجہ سے ختم ہوگیا۔ اسلام سے نکلے مرتد ہونے کی وجہ سے، اہل کتاب اس لیے نہیں کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں، نہ کہلاتے ہیں۔'' (۱/ ۶۰، کتاب العقائد، باب چہارم، قادیانی اہل کتاب نہیں ہیں، مرتب: مفتی سعید احمد جلال پوری، ط: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان، وایضاً: ۳/ ۲۳۵، لاہوری اور قادیانی مرزائی دونوں کافر ہیں، مفتی ولی حسن ٹونکی)

ما في " فتاوی رحیمیه " : ''قادیانیوں کی اولاد (نسلی مرزائی قادیانی) غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مسلمان مانتے ہو، تو بھی وہ کافر ہیں، ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہیے، ان کو اہل کتاب کے حکم میں قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا ہے، علامہ شامی غالی روافض کو کافر مانتے ہیں اور ان کو اہل کتاب نہیں سمجھتے، تو قادیانیوں کی اولاد کا شمار اہل کتاب میں کیسے ہوگا؟ والظاهر أن الغلاة من الروافض المحكوم بكفرهم لا ينفكون عن اعتقادهم الباطل في حال إتيانهم بالشهادتين وغيرهما من أحكام الشرع كالصوم والصلاة فهم كفار لا مرتدون ولا أهل كتاب. (رسائل ابن عابدین: ص/ ۳۷۰، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم جو اس موضوع پر کافی بصیرت رکھتے ہیں ردّ قادیانیت پر کئی رسائل تصنیف فرمائے ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں، ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے:

O جو شخص خود قادیانیت کی طرف مرتد ہوا، وہ مرتد بھی ہے اور زِندیق بھی۔

O اس کی صلبی اولاد بھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد ہے اور زندیق بھی۔

O اس کی اولاد کی اولاد مرتد نہیں بلکہ خالص زندیق ہے۔

O مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہیں، دونوں سے مناکحت باطل اور دونوں کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے، اس لیے کسی قادیانی کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں۔ (رسالہ قادیانی ذبیحہ: ص/ ۲۴، ۲۵، شائع کردہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ پاکستان) فقط واللہ اعلم بالصواب۔'' (۱/ ۱۹۶، قادیانیوں کا کیا حکم ہے؟)

ما في " إمداد الفتاوی " : ''آج کل فرقۂ مرزائیہ جن میں وہ مرزائی بھی داخل ہیں، جو مرزا کے صریح دعویٰ نبوت تاویل کرتے ہیں، کیوں کہ وہ منکر ضروریات کو کافر نہیں سمجھتے، جیسے کوئی شخص مسیلمہ کے دعویٰ نبوت میں تاویل کرکے اس کو مومن سمجھنے لگے کیا اس کو مومن کہا جاوے گا'' (۵/ ۴۵۰، رسالہ إرسال الجنود إلی ارسال الہنود، الأحکام المستفادۃ من الروایات، نمبر: ۴)

ما في " أشرف الأحكام تتمه إمداد الفتاوی " : ''فرمایا کہ: میرے نزدیک قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے، جب ان کا کفر مسلّم ہے، اور مرتد بحکم کتابی نہیں ہوتا، اس لیے اہل کتاب میں اُن کو داخل نہیں کرسکتے، اور لاہوری گو مرزا کو نبی نہ کہیں، لیکن اس کے عقائدِ کفر کو کفر نہ سمجھنا بھی کفر ہے'' (ص/ ۱۵۳، نکاح کے احکام، افادات تھانوی، جمع وترتیب: محمد اقبال قریشی، ط: ادارہ اسلامیات لاہور وکراچی، بحوالہ کمالاتِ اشرفیہ: ص/ ۱۲۳)

(مزید دلائل کے لیے رجوع کریں جواب نمبر ۱/ اور ۴/ کے حواشی)

(۸) ما في " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح ۔ (ص/۱۸۲، قواعد الفقه :ص/۸۱، قاعدة :۱۳۳، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۷۸)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز ۔ (۹/۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)

ما في " الفتاوى الحديثية " : القاعدة المشهورة المقررة أن درء المفاسد مقدم على جلب المصالح (ص/۲۰۳، مطلب ؛ الاجتماع للموالد والأذكار ، وأيضًا :ص/۱۱۹، مطلب يكره تعليم النساء للكتابة)

ما في " بدائع الصنائع " : الوسيلة إلى الحرام حرام ۔ (۱/۲۶۸)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ۔ (ص/۴۶)

(فتاوی دار العلوم دیوبند[عزیز الفتاویٰ]:۷/۱۹۶، کتاب النکاح، عیسائی عورت سے نکاح درست ہے یا نہیں؟، ط: دار الاشاعت کراچی، وأیضاً:۷/۲۰۷، یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟،و:۷/۲۱۴، کتابیہ سے نکاح درست ہے،فتاویٰ محمودیہ:۱۱/۴۵۰ تا ۴۵۴، باب المحرمات،ط:کراچی)

(۹) ما في " الفقه على المذاهب الأربعة " : قال العلامة عبد الرحمن الجزيري : الحنفية قالوا : يحرم تزوج الكتابية إذا كانت في دار الحرب غير خاضعة لأحكام المسلمين ؛ لأن ذلک فتح لباب الفتنة فقد ترغمه على التخلق بأخلاقها التي يأباها الإسلام ويعرض ابنه للتدين بدين غير دينه ويزج بنفسه فيما لا قبل له به من ضياع سلطته التي يحفظ بها عرضها وغير ذلک من المفاسد فالعقد وإن كان يصح إلا أن الإقدام عليه مكروه تحريمًا لما يترتب عليه من المفاسد ، أما إذا كانت ذمية ويمكن اخضاعها للقوانين الإسلامية فإنه يكره نكاحها تنزيها (۴/۷۴، مبحث المحرمات لاختلاف الدين) (فتاویٰ فریدیہ:۴/۱۷۴،مایجوز تزویجہا ومالا یجوز)

(مزید دلائل کے لیے رجوع کریں جواب نمبر ۳/ کے حواشی)

(۹-۱۰) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ورسلا قد قصصناهم عليک من قبل ورسلا لم نقصصهم عليک﴾ ۔ (سورة النساء :۱۶۴)

ما في " القرآن الكريم " : ﴿اٰمن الرسول بمآ أُنزل إليه من ربه والمؤمنون ، كل اٰمن بالله وملٰئكته وكتبه ورسله ، لا نفرّق بين أحد من رسله ، وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا واليک المصير﴾ ۔ (سورة البقرة :۲۸۵)

ما في " شرح الفقه الأكبر " : يجب أن يقول : آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله ۔ (ص/۲۶)

ما في " شرح العقائد النسفية " : والأولى أن لا يقتصر على عدد في التسمية ...... ولا يؤمن في ذكر العدد أن يدخل فيهم من ليس منهم أو يخرج منهم من هو فيهم .... ويحتمل مخالفة الواقع وهو عد النبي ﷺ من غير الأنبياء أو غير النبي من الأنبياء ۔(ص/۱۳۹،۱۴۰)

ما في " شرح عقيدة الطحاوية " : وأما الأنبياء والمرسلون فعلينا الإيمان بمن سمى الله تعالى فى كتابه من رسله ، والإيمان بأن الله أرسل رسلا سواهم وأنبياء لا يعلم أسمائهم وعددهم إلا الله تعالى الذي أرسلهم ، فعلينا الإيمان بهم جملة لأنه لم يأت في عددهم نص ۔ وقد قال الله تعالى : ﴿ورسلاً قد قصصناهم عليک من قبل ورسلاً لم نقصصهم عليک﴾

[النساء : ۱٦۴] وقال تعالى : ﴿ولقد أرسلنا رسلاً من قبلک منهم من قصصنا علیک ومنهم من لم نقصص علیک﴾ [الغافر : ۷۸] ۔ (ص/ ۲۸۹)

ما في" شرح المقاصد " : ذکر بعض العلماء أن الأولى أن لا یقتصر عددهم ، لأن خبر الواحد على تقدیر اشتماله على جمیع الاعتقادات ، وههنا حصر عددهم یخالف ظاهر قوله تعالى : ﴿منهم من قصصنا علیک ومنهم من لم نقصص﴾ ..... ویحتمل أیضاً مخالفة الواقع ، وإثبات نبوة من لیس بنبي إن کان عددهم في الواقع أقل مما ذکر ، ونفي النبوة عمن هو نبي إن کان أکثر ، فالأولى عدم التنصیص على عدد (۲/ ۳۱۷، فصل فی النبوۃ، بحوالہ فتاوی محمودیہ: ۱/ ۴۵۲، کراچی، کفایت المفتی: ۱/ ۱۰۸)

ما في " المسامرة شرح المسایرة " : وأما المبعوثون فالإیمان بهم واجب ومن ثبت شرعًا تعیینه منهم وجب الإیمان بعینه ومن لم یثبت تعیینه کفى الإیمان به إجمالا ۔ (ص/ ۲۲۵، الإیمان بالمبعوثین واجب ، مکتبه تجاریه مصر ، بحوالہ حاشیہ فتاوی محمودیہ میرٹھ: ۳/ ۲۱۵، وایضاً: ۱/ ۴۵۲، کراچی)

(امداد الفتاوی: ۵/ ۴۵۰، رسالہ إرسال الجنود إلی ارسال الهنود، الأحکام المستفادۃ من الروایات، نمبر ۳، وأیضًا: ٦/ ۱۱۷، کتاب العقائد والکلام، کیا بدھ نبی تھا اور کیا قرآن میں ایک پیغمبر کا نام ذوالکفل آیا ہے اس سے مراد بدھ ہے؟)

ما في " إمداد الفتاوى " : ''ہنود میں اہل کتاب ہونے کا ضعیف سے ضعیف احتمال بھی نہیں ہوسکتا، کیوں کہ کسی شخص کا نبی ومرسل ہونا اور کسی کتاب کا منزل من اللہ ہونا اور کسی دین کا سماوی ہونا جو مدار ہے کتابیت کا، ......امورِ قطعیہ سے ہے، اس لیے دلیل قطعی کا محتاج ہوگا، اور ظاہر ہے کہ اس قوم کے کسی پیشوا کے نبی ہونے پر یا ان کے کسی مذہبی کتاب کے آسمانی ہونے پر دلیل قطعی تو کیا ظنی بلکہ شکی بھی تک بھی قائم نہیں، جیسا کہ بلا شک وشبہ ظاہر ہے، پس یہ ایک ہی حکم مسئلہ زیر بحث کے فیصلے کے لیے کافی ہے، بقیہ احکام پر تفریع محض تبرّع ہے۔'' (۵/ ۴۵۱، کتاب العقائد والکلام، رسالہ در بیان صاحب کتاب نبودن ہنود، تفریع علی احکام المذکورۃ)

ما في " کفایت المفتي " : ''پس کسانے کہ شری کرشن را نبی می دانند خاطی ہستند چہ بر نبوت شری کرشن دلیلے در ادلۂ شرعیہ موجود نیست، وہم چنیں حال دیگر پیشوایان واوتار ہنود است۔'' (۱/ ۹۹، کتاب العقائد، انبیاء علیہم السلام۔تعلیم الاسلام: ۴/ ۱۲، مطبوعہ دہلی)

(فتاویٰ محمودیہ: ۱/ ۴۵۳، ۴۵۵، کراچی، فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۲۱۲، سوال نمبر: ۳٦۹، رام پچھمن وغیرہ، وایضاً: ۳/ ۲۱۳، سوال نمبر: ۳۷۰، و: ۳/ ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱٦، رام کرشن کے متعلق کیا عقیدہ رکھے؟ مہاتما بدھ اور رام چندر جی کیا نبی تھے؟ لکل قوم هاد سے استدلال، میرٹھ، محقق ومدلل جدید مسائل: ۲/ ۵۵، مسئلہ نمبر: ۱۴، درسی وتعلیمی اہم مسائل: ص/ ۱۸، مسئلہ نمبر: ۴۸، محقق ومدلل مسائلِ ارکانِ اسلام غیر مطبوعہ: مسئلہ نمبر: ۲٦)

(۱۱) ما في " القرآن الكريم " : ﴿إن الدین عند الله الإسلام﴾ ۔ [آل عمران : ۱۹] ۔ وقوله تعالى : ﴿ومن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه وهو في الآخرة من الخٰسرین﴾ ۔ (آل عمران : ۸۵)

ما في " روح المعاني " : ﴿ومن یبتغ غیر الإسلام دیناً فلن یقبل منه﴾ نزلت في جماعة ارتدوا وکانوا إثني عشر رجلا وخرجوا من المدینة وأتوا مکة کفارًا ، منهم الحارث بن سوید الأنصاري ، والإسلام قیل : التوحید والانقیاد ، وقیل : شریعة نبینا علیه الصلاة والسلام بَیَّنَ اللّٰه تعالى أن من تحرى بعد مبعثه غیر شریعته فهو غیر مقبول منه ، وقبول الشيء هو الرضا به وإثابة فاعله علیه ۔ (۳/ ۳۴۵)

ما في " مشکوة المصابیح " : عن جابر أن عمر بن الخطاب أتى رسول اللّٰه ﷺ بنسخة من التوراة فقال : یا رسول اللّٰه ! هذه نسخة من التوراة فسکت فجعل یقرأ ، ووجه رسول اللّٰه ﷺ یتغیر ، فقال أبو بکر : ثکلتک الثواکل ما ترى ما بوجه رسول اللّٰه ؟ فنظر عمر إلى وجه رسول اللّٰه ﷺ فقال : أعوذ باللّٰه من غضب اللّٰه وغضب رسوله ، رضینا باللّٰه رباً وبالإسلام دیناً ، وبمحمد نبیاً ، فقال رسول اللّٰه ﷺ : "والذي نفس محمد بیده لو بدا لکم موسى فاتبعتموه وترکتموني

لضللتم عن سواء السبيل ، ولو كان حياً وأدرك نبوتي لا تبعني ".(ص/ ۳۲ ، كتاب الإيمان ، باب الاعتصام بالكتاب والسنة)

(۱۲) ما في " القرآن الكريم " : قوله تعالىٰ : ﴿ولا تركنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار﴾ ۔ (سورة هود : ۱۱۳)

ما في " حاشية القونوي على تفسير البيضاوي " : قال ابن عباس : أي لا تميلوا ، والركون المحبة والميل بالقلب ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ، وقال عكرمة : لا تطيعوهم ؛ قال البيضاوي : لا تميلوا إليهم أدنى ميل ، فإن الركون هو الميل اليسير كالتزيى بزيهم وتعظيم ذكرهم ۔ (۱۰ /۲۲۶ ، تفسير المظهري : ۴۳۰/۴)

ما في " البحر المحيط لأبي حيان الغرناطي" : والنهي متناول لانحطاط في هواهم والانقطاع إليهم ومصاحبتهم ومجالستهم وزيادتهم ومداهنتهم ، والرضا بأعمالهم والتشبه بهم والتزي بزيهم ، ومد العين إلى زهرتهم وذكرهم بما فيه تعظيم لهم ۔ (۳۵۰/۵)

ما في " الجامع لأحكام القرآن للقرطبي " : قال قتادة : معناه لا تؤدوهم ولا تطيعوهم وقال ابن جريج : لا تميلوا إليهم ، وقال أبو العالية : لا ترضوا بأعمالهم ۔ (۱۰۸/۹)

ما في " التفسير المنير " : ولا تميلو إلى الظالمين بمودة أو مداهنة ، أو رضىً بأعمالهم ، أو استعانة بهم، أو اعتماد عليهم ، فتصيبكم النار بركونكم إليهم ۔ (۴۹۲/۶)

ما في " معارف القرآن شفيعي " : حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ " مراد ہے کہ ظالموں سے دوستی نہ کرو اوران کا کہنا نہ مانو"، ابن جریج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ " ظالموں کی طرف کسی طرح کا بھی میلان نہ رکھو"، ابوالعالیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ " ان کے اعمال وافعال کو پسند نہ کرو" [قرطبی]، سدّی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ " ظالموں سے مداہنت نہ کرو، یعنی ان کے برے اعمال پر سکوت یا رضا کا اظہار نہ کرو"، عکرمہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ " ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھو"، قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ " شکل وصورت اور فیشن اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب اسی ممانعت میں داخل ہے"۔ (۶۷۳/۴)

(۱۳) ما في " القرآن الكريم ": ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ ۔ (سورة المائدة: ۲)

ما في "روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام ------- وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه ۔ (۸۵/۴)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : قوله تعالى : ﴿وتعاونوا على البر والتقوى﴾ يقتضي ظاهره إيجاب التعاون على كل ما كان طاعة لله تعالى لأن البر هو طاعات الله ، وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى ۔ (۳۸۱/۲)

ما في " مختصر تفسير ابن كثير " :﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ قال الحافظ عماد الدين الدمشقي: نهاهم عن التناصر على الباطل والتعاون على المأثم والمحارم ۔ (۴۷۸/۱)

ما في " جامع الترمذي " : عن صفية قالت : قال رسول الله ﷺ :" لا ينتهي الناس عن غزو هذا البيت حتى يغزو جيش ، حتى إذا كانوا بالبيداء أو ببيداء من الأرض خسف بأولهم وآخرهم ولم ينج أوسطهم قلت : يا رسول الله ! فمن كره منهم ؟ قال : يبعثهم الله على ما في أنفسهم "۔ (۴۲/۲ ، كتاب الفتن)

ما في " تحفة الأحوذي " : قال النووي : وفي هذا الحديث من الفقه التباعد من أهل الظلم ، والتحذير من مجالستهم ومجالسة البغاة ونحوهم من المبطلين ، لئلا يناله ما يعاقبون به ۔ (۴۱۷/۶)

ما في " مشكوة المصابيح " : قوله عليه السلام : " أبغض الناس إلى اللّٰه ثلاثة ؛ ملحد في الحرم ، ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية ، ومطلب دم امرئٍ مسلم بغير حق ليهريق دمه " ۔ (ص/۲۷ ، صحيح البخاري :۲/۱۰۱۶)

ما في "فتح الباري شرح صحيح البخارى لإبن حجر العسقلاني " : قوله : ومبتغ في الإسلام سنة الجاهلية۔ قيل المراد من يريد بقاء سيرة الجاهلية أو إشاعتها أو تنفيذها ۔ (۱۲/۲۶۲ ، رقم الحديث: ۶۸۸۲)

ما في " مرقاة المفاتيح " :قوله ﷺ : (من تشبه بقوم فهو منهم) ۔ أي من شبه نفسه بالكفار ، مثلا في اللباس وغيره أو بالفساق والفجار أو بأهل التصوف والصلحاء والأبرار ۔ (۸/۲۲۲ ، كتاب اللباس ، الفصل الثاني ، رقم الحديث : ۴۳۴۷، موسوعة تكملة فتح الملهم : ۱۰ / ۷۷ ، كتاب اللباس والزينة)

ما في " المقاصد الشرعية للخادمي " : إن الوسيلة أو الذريعة تكون محرمة إذا كان المقصد محرما ۔ (ص/۴۶)

ما في " القواعد الكلية والضوابط الفقهية " : درء المفاسد أولى من جلب المصالح (ص/۱۸۲ ، قواعد الفقه :ص/۸۱ ، رقم قاعدة :۱۳۳ ، الأشباه والنظائر لإبن نجيم :ص/۷۸)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : كل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز ۔ (۹/۵۱۹، كتاب الحظر والإباحة ، فصل في اللبس)ما في " جمهرة القـواعد الفقهية " : بقاعد فقهية : " الإعانة على المحظور محظور "۔ (۲/۶۴۴)(فتاویٰ بسم اللہ:۱/۲۷۱،۲۷۲،مسئلہ نمبر:۱۷۰،۱۷۱،کتاب العقائد، پردیس میں غیر مذہبی اسکولوں میں بچوں کی تعلیم، نیز؛ عیسائی اسکولوں میں مسلمان بچوں کی تعلیم، مفتی اسماعیل بن محمد بسم اللہ، ناشر: جامعۃ القراٰت کفلیۃ سورت)

(۱۴) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا قوآ أنفسكم وأهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ ۔ (سورة التحريم :۶)

ما في " روح المعاني " : وأخرج ابن المنذر والحاكم وصححه ، وجماعة عن علي كرم الله تعالى وجهه أنه قال في الآية : علّموا أنفسكم وأهليكم الخير وأدبوهم ، والمراد بالأهل على ما قيل : ما يشمل الزوجة والولد والعبد والأمة ، واستدل بها على أنه يجب على الرجل تعلم ما يجب من الفرائض وتعليمه لهولاء ، وأدخل بعضهم الأولاد في الأنفس لأن الولد بعض من أبيه ، وفي الحديث : " رحم الله رجلا قال : يا أهلاه صلاتكم صيامكم زكاتكم مسكينكم يتيمكم جيرانكم لعل الله يجمعكم معه في الجنة " ۔ وقيل : إن أشد الناس عذابا يوم القيامة من جهل أهله ۔ (۱۵/۲۳۲ ، الجزء الثاني ، سورة التحريم : الآية/۶ ، معارف القرآن :۸/۵۰۳ ، سورة التحريم)

ما في " صحيح البخاري " : وقال مجاهد : ﴿قوا أنفسكم وأهليكم﴾ أوصوا أنفسكم وأهليكم بتقوى اللّٰه وأدّبوهم ۔ (ص/۹۰۰ ، باب قوله : أن تتوبا إلى الله فقد صغت قلوبكما ، بيروت ، و:۲/۷۳۰ ، كتاب التفسير ، التحريم ، قديمي ، معارف القرآن :۸/۵۰۳)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راع ، وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته ، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده ومسؤول عن رعيته " ۔ (ص/۱۶۹ ، رقم :۸۹۳ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، بيروت ، صحيح مسلم :۲/۱۲۶ ، رقم : ۱۸۲۹ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ ، بيروت)

ما في " اعلاء السنن " : تزكية الأخلاق من أهم الأمور عند القوم .... فكما أن العلم بالتعلّم من العلماء

كذلك الخلق بالتخلق على يد العرفاء فالخلق الحسن صفة سيد المرسلين ـ (١٨/ ٤٧٧ ، كتاب الأدب)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : وفي القنية : له إكراه طفله على تعلم قرآن وأدب وعلم لفريضته على الوالدين ـ (٦/ ١٣٠، كتاب الحدود ، باب التعزير ، مطلب في تعزير المتهم)

ما في " الموسوعة الفقهية " : على الآباء والأمهات وسائر الأولياء تعليم الصغار ما يلزمهم بعد البلوغ ، فيعلّم الصغير ما تصح به عقيدته من إيمان بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر ، وما تصح به عبادته ، ويعرفه ما يتعلق بصلاته وصيامه وطهارته ونحوها ، وذلك لقول النبي ﷺ : " مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين ، واضربوهم عليها وهم أبناء عشر سنين ، وفرقوا بينهم في المضاجع " ـ ويعرفه تحريم الزنا واللواط والسرقة وشرب المسكر والكذب والغيبة وشَبَهِهَا ، كما يعلم أنه بالبلوغ يدخل في التكليف ، ويعرف ما يبلغ به ـ وقيل : هذا التعليم مستحب ، ونقل الرافعي عن الأئمة وجوبه على الآباء والأمهات ، وهذا ما صححه النووي ـ ودليل وجوب تعليم الصغار قول الله عز وجل : ﴿يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارًا﴾ قال علي بن أبي طالب رضي الله عنه ومجاهد وقتادة : معناه علّموهم ما ينجون به من النار وهذا ظاهر ، وثبت في الصحيحين عن ابن عمر رضي الله عنهما عن رسول الله ﷺ أنه قال : " كلكم راع ومسئول عن رعيته " ـ قال القاضي أبو بكر بن العربي : إن الصبي أمانة عند والديه ، وقلبه الطاهر جوهرةٌ نفيسةٌ ساذجة خالية عن كل نقش وصورة ، وهو قابل لكل نقش ، وقابل لكل ما يُمال به إليه فإن عُوّد الخير وعُلّمه نشأ عليه وسعد في الدنيا والآخرة ، يشاركه في ثوابه أبواه وكل معلم له ومؤدب ، وإن عود الشر وأهمل شقي وهلك ، وكان الوزر في رقبة القيم به والولي عليه ، ومهما كان الأب يصون ولده من نار الدنيا فينبغي أن يصونه من نار الآخرة ، وهو أولى ، وصيانته بأن يؤدبه ويهديه ويعلّمه محاسن الأخلاق ، ويحفظه من قرناء السوء ، ولا يعود التنعّم ، ولا يحبب إليه الزينة وأسباب الرفاهية ، فيضيع عمره في طلبها إذا كبر ويهلك هلاك الأبد ـ وينبغي أن يعلّمه أيضًا من أمور الدنيا ما يحتاج إليه من : السباحة والرمي وغير ذلك مما ينفعه في كل زمان بحسبه ، قال عمر رضي الله عنه : " علموا أولادكم السباحة والرماية ، ومروهم فليثبوا على الخيل وثبًا " ـ (١٣/ ١٢ ، تعليم الصغار)

ما في " الموافقات في أصول الشريعة للشاطبي " : ومجموع الضروريات خمسة : وهي حفظ الدين والنفس والنسل والمال والعقل ـ (٢/ ١١ ، كتاب المقاصد ، النوع الأول ، المسئلة الأولى)

(١٥) ما في " القرآن الكريم " : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ ـ (سورة النساء : ١٩)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ويسوّي في القسم بين المسلمة والكتابية لما ذكرنا من الدلائل من غير فصل ، ولأنهما يستويان في سبب وجوب القسم وهو النكاح ، فيستويان في القسم ـ (١١/ ٣٥٧ ، تسوية ، التسوية بين الزوجات في القسم)

ما في " بدائع الصنائع " : ويستوي في القسم البكر والثيب ، والشابة والعجوز ، والقديمة والحديثة ، والمسلمة والكتابية ـ اهـ ـ (٢/ ٣٣٢ ، ط: المكتبة العلمية بيروت ، جواهر الإكليل شرح مختصر خليل : ١/ ٣٢٧ ، فصل ، ط: دار الفكر بيروت ، المغني لإبن قدامة : ٧/ ٣٠٩ ، مسألة ، ط: مكتبة القاهرة)

ما في " الموسوعة الفقهية " : ونصّ الحنفية والشافعية والحنابلة على أنه يستحب للزوج أن يسوّي بين زوجاته في جميع الاستمتاعات من الوطء والقبلة ـ اهـ ـ (٣٣/ ١٨٥)

ما في " الموسوعة الفقهية " : العدل بين الزوجات – ولو مختلفات في الدين – واجب ـ قال ابن المنذر : أجمع

كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن القسم بين المسلمة والذمية سواء ، وذلك لأن القسم من حقوق الزوجية فاستوت فيه المسلمة والكتابية كالنفقة والسكنى ، وهذا عند جميع الفقهاء ۔ (١٣٦/٧، أهل الكتاب ، العدل بين الزوجات المسلمات والكتابيات)

ما في " الدر المختار مع الشامية " : (والبكر والثيب ، والجديدة والقديمة ، والمسلمة والكتابية سواء) لإطلاق الآية ۔ (در مختار) ۔ وفي الشامية : قوله : (لإطلاق الآية) أي قوله تعالى : ﴿ولن تستطيعوا أن تعدلوا﴾ ۔ [النساء : ١٢٩] أي في المحبة ، فلا تميلوا في القسم ، قاله ابن عباس ۔ وقوله تعالى : ﴿وعاشروهنّ بالمعروف﴾ ۔ [النساء : ١٩] وغايته القسم ، وقوله تعالى : ﴿فإن خفتم ألا تعدلوا﴾ ۔ [النساء : ٣] ولإطلاق أحاديث النهي ، ولأن القسم من حقوق النكاح ، ولا تفاوت بينهما في ذلک ۔ اهـ ۔ (٣٨٤/٣ ، كتاب النكاح ، باب القسم ، ط : دار الكتب العلمية بيروت)

(١٦) ما في " سنن أبي داود " : عن ابن عمر عن النبي ﷺ قال : " أبغض الحلال إلى الله عزّ وجلّ الطلاق " ۔ (ص/٢٩٦ ، كتاب الطلاق ، باب في كراهية الطلاق)

ما في " الدرالمختار الشامية " : ومن محاسنه التخلص به من المكاره ۔ (در مختار) ۔ وفي الشامية : قوله : (ومن محاسنه التخلص به من المكاره) أي الدينية والدنيوية ۔ بحر۔ أي كأن عجز عن إقامة حقوق الزوج ، أو كان لا يشتهيها ۔ (٤٢٩/٣ ، كتاب الطلاق)

ما في " الشامية " :وأما الطلاق فإن الأصل فيه الحظر ، بمعنى أنه محظور إلا لعارض يبيحه ، وهو معنى قولهم : "الأصل فيه الحظر" ۔ والإباحة للحاجة إلى الخلاص ------ ولهذا قالوا : إن سببه الحاجة إلى الخلاص عند تباين الأخلاق وعروض البغضاء الموجبة عدم إقامة حدود الله تعالى --------- وعليه حديث : " أبغض الحلال إلى الله الطلاق " ۔ قال في الفتح : ويحمل لفظ المباح على ما أبيح في بعض الأوقات : أعني أوقات تحقق الحاجة المبيحة اهـ۔ وإذا وجدت الحاجة المذكورة أبيح -------- إن إباحته للحاجة إلى الخلاص ، فلم يبيحوه إلا عند الحاجة إليه لا عند مجرد إرادة الخلاص ، وإن أراد الخلاص عند الحاجة إليه فهو المطلوب ۔ (٤٢٨/٣ ، كتاب الطلاق ، دار الكتب العلمية بيروت)

(١٧) ما في " موقع الإسلام سوال وجواب " : فليس للزوج أن يكرهها على الإسلام ولا أن يمنعها من عبادتها الخاصة بها ، لكن له الحق في منعها الخروج من المنزل ولو كان خروجها للكنيسة لأنها مأمورة بطاعته ، وله الحق في منعها من إعلان المنكر في المنزل كنصب التماثيل وضرب الناقوس ۔ ------ والزوج ليس له أن يجبر زوجته النصرانية على ترک اعتقادها هذا ، ولكنه ينكر إشاعتها للمنكر وإظهارها له ۔ (رقم الفتوى :٤٠١٧٧ ، www.islamQA.com)

(١٨) ما في " القرآن الكريم " : ﴿يا أيها الذين اٰمنوا قوا انفسكم واهليكم نارًا وقودها الناس والحجارة﴾ ۔ (سورة التحريم : ٦)

ما في " تفسير القرطبي " : وقال بعض العلماء لما قال : ﴿قوا انفسكم﴾ دخل فيه الأولاد ، لأن الولد بعض منه كما دخل في قوله تعالى : ﴿ولا على أنفسكم أن تأكلوا من بيوتكم﴾ فلم يفردوا بالذكر إفراد سائر القربات ، فيعلمه الحلال والحرام ، ويجنبه المعاصي والآثام ، إلى غير ذلک من الأحكام ، وقال عليه السلام : " حق الولد على الوالد أن يحسن اسمه ويعلمه الكتاب ويزوجه إذا بلغ " ۔ وقال عليه السلام : " ما نحل والدٌ ولدًا أفضل من أدب حسن " ۔ وقد روى عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده عن النبي ﷺ : " مروا ابنائكم بالصلاة لسبع واضربوهم عليها لعشر وفرّقوا بينهم في المضاجع " خرّجه جماعة من أهل الحديث ، وهذا لفظ أبي داود ----- قال الكِيا : فعلينا تعليم أولادنا وأهلينا الدين والخير وما لا يستغنى عنه من

الأدب (١٨/١٩٥، ١٩٦، سورة التحريم ، الآية/٦)

ما في " صحيح البخاري " : عن عبد الله بن عمر – رضي الله عنهما – يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : " كلكم راع ، وكلكم مسؤول عن رعيته ، الإمام راع ومسؤول عن رعيته ، والرجل راع في أهله وهو مسؤول عن رعيته ، والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها ، والخادم راع في مال سيده ومسؤول عن رعيته " . (ص/١٦٩ ، رقم :٨٩٣ ، كتاب الجمعة ، باب الجمعة في القرى والمدن ، بيروت ، صحيح مسلم :٢/٦٢٠ ، رقم : ١٨٢٩ ، كتاب الإمارة ، باب فضيلة الإمام العادل وعقوبة الجائر والحث على الرفق بالرعية الخ ، بيروت)

(١٩) ما في " القرآن الكريم " : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ . (سورة المائدة : ٢)

ما في " روح المعاني " : فيعم النهي ما هو من مقولة الظلم والمعاصي ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداء والانتقام ------- وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما وأبي العالية أنهما فسّرا الإثم بترك ما أمرهم به وارتكاب ما نهاهم عنه . (٤/٨٥)

ما في " أحكام القرآن للجصاص " : وقوله تعالى : ﴿ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ نهي عن معاونة غيرنا على معاصي الله تعالى . (٢/٣٨١)

ما في " الشامية " : " ما كان سبباً لمحظور فهو محظور " (٥/٢٣٣ ، مكتبه نعمانيه)

ما في " جمهرة القواعد الفقهية " : " الإعانة على المحظور محظور " (٢/٦٤٤).

☆☆☆

اہل کتاب اور ہندوستان میں آباد غیر مسلم اقوام

(مفتی) محمد اشرف قاسمی گونڈوی☆

اہل الکتاب:

"کل من یعتقد دینا سما ویا وله کتاب منزل کصحف إبراهیم وشیث و زبورداوود علیهم السلام فهم من اهل کتاب" (نقلہ الشیخ محمد احسن النانوتوی عن العینی والفتح فی حاشیۃ کنز الدقائق ص ۹۹ رقم الحاشیۃ ۷/)۔

اہل کتاب ان لوگوں کو کہتے ہیں جو کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں۔ باتفاق امت آسمانی کتاب وہی کتاب کہلائے گی۔ جس کا کتاب اللہ ہونا، بتصدیق قرآن یقینی ہو، جیسے تورات، انجیل، زبور، صحف موسی وابراہیم وغیرہ، اس لئے وہ قومیں جو کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھتی اور اس کو وحی الٰہی قرار دیتی ہوں جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کے یقینی ذرائع سے ثابت نہیں، وہ قومیں اہل کتاب میں داخل نہ ہوں گی۔ جیسے مشرکین مکہ۔ قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق اہل کتاب سے مراد صرف یہود ونصاری ہیں سورہ مائدہ آیت نمبر ۵/ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے کہ

"و طعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم" (مائدہ:۵) یعنی "ذبیحة الیهود النصا ری" (تفسیر قرطبی ص ۲۶ جلد ۲)۔

یہود ونصاری میں وہ لوگ داخل نہیں، جو مذہباً دہریے ہیں، خدا اور رسول اور آخرت کے قائل ہی نہیں، جیسے آج کل یورپ کے بہت سے قومی عیسائیوں کا حال ہے کہ محض قومی طور پر وہ مسیحی یا عیسائی کہلاتے ہیں، مگر وہ خدا ہی کے وجود کے قائل نہیں پھر کسی رسول وپیغمبر کے کیا قائل ہوتے۔ اس لئے حضرت علیؓ نے نصاری بنی تغلب کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا اور فرمایا کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے سوائے شراب نوشی کے اور کسی چیز کو نہیں مانتے (تفسیر قرطبی ص ۲۶ جلد ۲)۔

ہاں جو لوگ اللہ تعالی کے وجود کے قائل اور حضرت عیسی علیہ السلام کو نبی اور توارت وانجیل کو اللہ تعالی کی کتاب مانتے ہیں وہ اہل کتاب میں داخل ہیں۔ اگرچہ انھوں نے اپنے دین کو بدل ڈالا ہے۔ تورات وانجیل میں تحریف کر ڈالی اور تثلیث وغیرہ جیسے مشرکانہ عقائد اختیار کر لئے ہیں۔ مگر یہ آج کے نہیں ہیں، نزول قرآن کے زمانے میں بھی ان کا یہ حال تھا ہیں' (ملخصا من جواہر الفقہ جلد ا ص ۴۷ ۳ رمفتی محمد شفیعؒ)۔

دور نبوی ﷺ میں یہود ونصاری کے اندر عملی اور اعتقادی فساد وبگاڑ کا تذکرہ بار بار قرآن میں آیا ہے۔

"یحرفون الکلم من مو اضعه" {سورۂ مائدہ:۴۱}، اور فرمایا گیا:" وقا لت الیهود عزیر بن الله و قا لت النصری المسیح ابن الله" (سورۂ توبہ:۳۰)، اور ان کے کفر کا اعلان اس طرح قرآن میں کیا گیا:

" یاأهل الکتاب لم تکفرون بآیٰت الله وانتم تشهدون" ﴿آل عمران:۷۰﴾ "یا أهل الکتاب لم تلبسون الحق با لبا طل

☆ دارالافتاء، موتی بازار، شہر مہد پور، ضلع اجین ایم پی الہند۔

و تکتمون الحق و انتم تعلمون‘‘(آل عمران:۷۱)۔

’’ ویقو لون علی اللہ الکذب وھم یعلمون‘‘(آل عمران:۷۸)۔

’’ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مر یم‘‘(مائدہ:۱۷)۔

’’ اتخذوا احبارھم ورھبا نھم اربا با من دون اللہ و المسیح ابن مریم الا لیعبد وآ إلھا وا حد لا آلہ الا ھو، سبحٰنہ عما یشر کون‘‘(توبہ:۳۱)۔

’’ یٰآیھاالذین أمنو إإن کثیر امن الأحبا ر و الرھبان لیأ کلون أموا ل الناس با لبا طل و یصدون عن سبیل اللہ‘‘(توبہ:۳۴)۔ نیز انھوں نے رسالت محمدی ﷺ کا انکار لاعلمی میں نہیں کیا،قرآن کہتا ہے:

’’ یعرفونہ کما یعرفون ابنا ئھم‘‘(بقرہ:۱۴۶)۔

اور یہ سب اعتقادی برائیوں اور کھلی ہوئی عملی بگاڑ کے باجود قرآن انھیں اہل کتاب قرار دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود ونصاری جب تک یہودیت ونصرانیت کو بالکل نہ چھوڑ دیں وہ اہل کتاب میں داخل ہیں خواہ وہ کتنے ہی عقائد فاسدہ اور اعمال سیئہ میں مبتلاء ہوں۔ان سطور سے معلوم ہوا کہ مغربی اقوام کو مطلقا دہر یہ اور ملحد نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ وہ اپنے کو قومی سطح پر ہی صحیح !اپنے کو یہودیت وعیسائیت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔اوراس وقت پوری دنیا میں جو معر کے یورپ کی طرف سے بر پا کئے گئے ہیں،تقریباًوہ سب کے سب یہودیت یا عیسائیت کے استحکام استمرار اور توسیع کے لئے ہیں۔اتنی ہمہ جہت،طویل المیعاد،صبر آزما،کامیاب اور دوررس لڑائی مذہبی جذبات سے خالی ہو کر وجود میں بھی آسکتی ہے۔اُن کی اپنی کتابوں میں جو قیام قیامت اور ورود مسیح الدجال کی علامتیں ہیں انھیں کوسامنے رکھ کر وہ اپنی تیاریاں کرتے اور آگے بڑھ رہے ہیں۔چند سائنس دانوں کے الحادی افکار وخیالات کو ملاحظہ کر کے تمام اہل یورپ کو ملحد اور بے دین نہیں کہا جاسکتا ہے۔حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرے علماء نے،تکرار کے ساتھ،صاف صاف لفظوں میں موجودہ دور کے عام یہود ونصاری کو ملحدوں کی فہرست میں رکھا ہے۔لیکن جس قسم کی عمومی بداعتقادی کو دیکھتے ہوئے ان بزرگوں نے انھیں اہل کتاب سے خارج کر کے ملحدوں کے صف میں کھڑا کیا ہے، وہی صورت حال عام مسلمانوں کی بھی ہے۔نام نہاد مسلم اور عرب ملکوں کے بجائے راقم الحروف کے سامنے ہندوستان کے دوضلعے سہارنپور اور مظفرنگر ہیں، جہاں کی دینی تعلیم کی صورت حال سے تقریباپوری دنیا کے مسلمان واقف ہیں۔وہاں دینی مدارس کی تعداد ۲۹۰۰رسو سے بھی زیادہ ہے ان مدرسوں میں پڑھنے والے بچے ۹۹رہزار سے بھی زائد ہیں۔(ماخوذ از ماہنامہ،ارمغان پھلت) دوسال قبل مظفرنگر میں مسلم مخالف فساد میں فساد زدہ مسلمان مختلف کیمپوں میں رہ رہے تھے۔ایک کیمپ میں ۵۰۰رسو کے قریب مسلمان پناہ لئے ہوئے تھے۔اس میں صرف ۲۰/۲۱رمسلمانوں کو کلمہ طیبہ یاد تھا۔اسی زمانے میں آسام میں اسی قسم کے ایک کیمپ میں ۳۰۰۰رمسلمان اقامت گزیں تھے۔اس میں جن لوگوں کو کلمہ طیبہ یاد تھا کی ان کی بھی تعداد اتنی ہی (۲۰/۲۱ر) تھی۔(ان دونوں مقامات پر رفاہی کاموں میں شریک،مولانا خالد بیگ ندوی ،بانی ڈی اے پی ایس بنگلور، سے زبانی گفتگو پر مبنی،اشرف) مسلمانوں کی دینی صورت حال یہ ہے۔اس کے باوجود انھیں مسلمان شمار کیا جاتا ہے۔اوران کے کفر کا فتوی نہیں دیا جاسکتا۔اسی طرح عام عیسائیوں اور یہودیوں کو اگر آخرت اور حشرنشر کا علم نہ ہوتو محض لاعلمی کی بنیاد پر اگر وہ حشرنشر کے بارے میں نہ بتاسکیں،تو انھیں ہل کتاب سے خارج کر دینا محل نظر ہے۔ہمارے موقف کی تائید میں،خود حضرت مفتی محمد شفیعؒ کی ایک تحقیقی شہادت کافی ہے۔اہل کتاب میں بنی تغلب کے ذبیحہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ممانعت کے باوجود دوسرے اصحابِ رسول ﷺ اپنی تحقیق کے مطابق انھیں عام نصرانیوں کی طرح تھے۔کیوں کہ بنی تغلب بالکل دین کے منکر نہیں ہیں۔اس لئے انھوں نے ان کا ذبیحہ بھی حلال قرار دیا۔جن علماء امت نے موجودہ یہود ونصاری کے تعلق سے جو خیال قائم کیا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سوچ کی طرح درست ہے۔لیکن

جمہور اصحاب رسول ﷺ کا موقف یہ نہیں ہے۔ ذبیحہ بنی تغلب سے متعلق بحث کے بعد حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ

”خلاصہ یہ کہ جن نصرانیوں کے متعلق یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ وہ خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے یا حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی نہیں مانتے۔ وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں“ (معارف القرآن جلد ۳ ص ۴۹ تفسیر سورہ مائدہ آیت ۵/)۔

یقینی معلومات کا ذریعہ یہ ہے کہ وہ آپ کے سامنے ایسا اقرار کرے یا پھر شرعی شہادت ہو کہ یہ منکرِ خدا اور رسول ہے۔ جب کہ عام حالات میں نہ کوئی ایسا مقر انکار ملتا ہے اور اس کے انکار رسالت وغیرہ پر شرعی شہادت دستیاب ہوتی ہے۔ اس لئے موجودہ دور کے عام یہودی و عیسائی اہل کتاب ہی کے حکم میں ہیں۔ اہل کتاب ساتھ احکام میں صائبین کو بھی شرک قرار دیا گیا ہے۔ ذیل میں صائبین کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

صائبین اور ہندو:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:”إن الذين أمنوا والذين ها دوا وا لنصا رى و الصّبئين .. من أمن بالله..الخ“(بقرہ:۶۲)۔

اس آیت میں صائبین کی تشریح کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

”....صائبین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات اور طرز عمل کے بارے میں کسی کو پورا پتہ نہ چلا، اس لئے مختلف اقوال ہیں واللہ اعلم۔“(معارف القرآن جلد ۱ ص ۲۳)

دوسری جگہ (سورہ مائدہ آیت نمبر ۶۹)”إن الذين أمنوا و الذين ها دوا و الصٰبئون و النصٰرى من امن با لله واليوم الا ٰخر....“کے ذیل میں لکھتے ہیں:

”صابون یا صائبہ کے نام سے آج کل کوئی قوم معروف نہیں۔ اس لئے اس کی تعیین میں علماء وائمہ کے اقوال مختلف ہیں امام تفسیر ابن کثیر نے بحوالہ قتادہؒ ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ صابون وہ لوگ ہیں جو فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، اور قبلہ کے خلاف نماز پڑھتے ہیں۔ اور آسمانی کتاب زبور کی تلاوت کرتے ہیں، (جو حضرت داوود علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی)“ (معارف القرآن جلد ۳ ص ۱۹۹/)۔

حضرت مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ سورہ حج کی آیت نمبر ۱۷ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”۲۵ صابئ کے نام سے قدیم زمانے میں دو گروہ مشہور تھے۔ ایک حضرت یحییٰ علیہ السلام کے پیرو، جو بالائی عراق (یعنی الجزیرہ) کے علاقے میں اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے تھے، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیروی میں اصطباغ کے طریقے پر عمل کرتے تھے، دوسرے ستارہ پرست لوگ جو اپنے دین کو حضرت شیث اور ادریس علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے تھے، اور عناصر پر سیاروں کی اور سیاروں پر فرشتوں کی فرمارروائی کے قائل تھے۔ ان کا مرکز حرّان تھا اور عراق کے مختلف حصوں میں ان کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ دوسرا گروہ اپنے فلسفہ وسائنس اور فن طب کے کمالات کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا ہے۔ لیکن اغلب یہ ہے کہ یہاں پہلا گروہ مراد ہے کیوں کہ دوسرا گروہ غالبا نزول قرآن کے زمانے میں اس نام سے موسوم نہ تھا۔“ (تفہیم القرآن جلد ۳ ص ۲۱۰ تحت آیت ۱۷/سورہ حج)۔

الشیخ احسن النانوتوی فتح اور عینی کے حوالہ سے کنز الدقائق کے حاشیہ پر نقل کرتے ہیں:

” والصا بية، الحا صل تزوجها عند أبي حنيفةؒ خلا فا لهما ، وهذا مبنيٌ على أنهم يعبدون النجوم فهم عبدا لأو ثان عندهما وعنده ليس كذا لک، وإنما هم يعظمون النجوم كتعظيم المسلم الكعبة فان كان الأمر كما فسره

یجوز المنا کحة با لإجماع وإن کان کما فسرا ہ لایجوز با لإجماع. فتح و عینی" (حاشیہ ۷ علی کنز الدقائق الصفحہ ۹۹ر)۔

صائبین کے بارے مختلف ومتضاد خیالات کو نوید عثمانی صاحب نے جمع کیا ہے۔جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔ صائبین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جائے پیدائش 'اُر' کے رہنے والے تھے۔'اُر' اور ہڑپا دراوڑ کے درمیان تہذیبی مماثلت موجود ہے۔جوکہ ہندوؤں کی نظریات کی بنیاد قرار دی جاتی ہے۔

۲۔اہل کتاب تھے۔

۳۔لاالہ الا اللہ کہتے تھے،لیکن مشرک تھے۔

۴۔یمن کی طرف منھ کرکے نماز پڑھتے تھے۔یمن میں آج بھی شیام اور ہند نامی قلعے موجود ہیں۔

۵۔فرشتوں کی پجاری قوم تھی۔(ہندوؤں میں دیوی دیوتاؤں کا تصور فرشتوں کے قائم مقام ہے۔)

۶۔صائبین عجمی (غیر عربی) نام ہے۔

۷۔جماعت ستارگان اور نجوم کے پرستار تھے۔

۸۔آگ کی پوجا کرتے تھے۔(زرتشتوں کی طرح ہندوؤں کے یہاں شادی بیاہ موت میت کے موقعوں پر 'اگنی' آگ جلانے کا معمول ہے)

۹۔زرتشت اور آرین دونوں آگ کی پوجا کرنے والے اور آرین ہیں۔

۱۰۔مذہباً دن میں کئی مرتبہ اشنان کرنا۔اجتماعی اشنان کرنا۔(اب بھی نہ جاگے تو..؟ص ۴۲ر)۔

۱۱۔" شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی صائبین کو آرین ہی مانتے تھے۔

'مسیح ضرور ایسے بزرگ تھے جنھوں نے اس تعلیم کو غیر اسرائیل لوگوں میں بالفاظ دیگر صائبین یا آرین قوموں میں بھی پہنچانے کی کوشش کی[۱]'[۱رسالہ الفرقان بریلی،شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۰۲ر]"(اب بھی نہ جاگے تو ص ۴۳ر)۔

بائبل میں ہے:"...عالی مرتبت صائبین تمہارے پاس آئیں گے اور وہ تمہارے ہو جائیں۔وہ تمہارے بعد آئیں گے۔بائبل یسیعاہ نبی کی کتاب ۴۵۔۱۴"

"..وہ سب کے سب شرمسار اور پشیمان ہوں گے، وہ صائبین جو بت بنانے والے ہیں،آپس میں شرمندہ ہوں گے۔" بائبل یسیعاہ نبی کی کتاب ۴۵۔۱۶۔(اب بھی نہ جاگے ص ۴۴ر)

اس قسم کے متضاد خیالات ومعتقدات کی مصداق دنیا میں ہندو قوم ہی ہے۔"ہندو قوم،قوم نوح" عنوان کے تحت مزید وضاحت ہوتی ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ صاحب کی تحقیق سے ایک قول فرشتوں کے پرستار کا نقل ہوا۔مولانا مودودیؒ کے تحقیق کے مطابق وہ عناصر پر سیارہ اور سیارہ پر فرشتوں کی فرمانروائی کے قائل ہیں۔یعنی وہ قوم، سیارہ پرست ہے عینی اور فتح القدیر کے حوالے کنز الدقائق کے حاشیہ میں گذرا کہ صاحبین اور امام ابوحنیفہؒ صائبین کو نجوم پرست مانتے ہیں۔لیکن امام ابوحنیفہؒ ان کے نجوم پرستی کو خدا پرستی کے قائم مقام نہیں مانتے ہیں، بلکہ جس طرح اللہ کی تعظیم وتکریم کے لئے حکم الٰہی کے مطابق نیک کام جان کر مسلمان کعبۃ کا سجدہ کرتے ہیں اُسی طرح صائبین بھی نجوم پرستی کے ذریعے محض قبلہ کی تبدیلی کے گناہ میں مبتلا ہیں ورنہ حقیت میں وہ اللہ کے پجاری ہیں۔ان تینوں تحقیقات کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ نجوم پرست قوم ہی صائبین ہے۔

ہندوقوم ومذہب:

ہندو مذہب ایک قدیم ترین ہندوستانی مذہب ہے۔"سناتن" دھرم کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔لفظ 'سناتن' سنسکرت زبان سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں قدیم، بہت پرانا، پراچین، مذہبی کتابوں میں اسی طرح مؤرخین نے اس مذہب کو سناتن دھرم ہی کہا ہے۔ یہ ایک قدیم آریائی مذہب ہے۔اسے عام طور پر ہندو مذہب نام سے شہرت ملی ہے۔جب کہ لفظ 'ہندو' خود سنسکرت یا ہندی کے بجائے 'فارسی' زبان سے بنا ہے۔اس لفظ سے مراد دریائے 'سندھ' سے ہے جو لوگ دریائے سندھ کے آگے علاقوں میں بود وباس اختیار کئے ہوئے ہیں وہ ہندو کہلاتے ہیں (تلخیص از، اقبال اور مذاہب عالم ص ۱۳۳/ ڈاکٹر سید عروج احمد صاحب، ۲۰۱۱ء بحوالہ مذاہب عالم میں خدا کا تصور ص ۸ ڈاکٹر ذاکر نائک الحسنات بکس پرائیویٹ لمیٹیڈ ۲۰۰۸ء)۔

بابائے قوم مہاتما گاندھی نے ہندو دھرم کی تعریف کرتے ہوئے کہا:"میرے خیال میں جو گائے کو ماں کے برابر درجہ دیتا ہے وہی ہندو ہوسکتا ہے۔"

سوامی وویکا نند فرماتے ہیں:"ہندو وہی ہوسکتا ہے جو ویدوں کو سپریم اٹھارٹی کے طور پر قبول کرتا ہے۔"(از 'اقبال اور مذاہب عالم ۱۴۷/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ ر لیجیس ٹیچر انڈین آرمی)

ڈاکٹر سید عروج احمد تحریر کرتے ہیں:"ہندو مذہب کی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مذہب کا بانیٔ اعلی کوئی ایک فرد نہیں جس کو ہم اس قدیم ترین مذہب کا مرکزی رہنما قرار دے سکیں، اسی طرح ہندو مذہب کی مقدس کتابوں کو بھی کسی ایک شخصیت کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔زمانہ مابعد میں بعض ممتاز مذہبی اشخاص منظر عام پر آئے، لیکن ہندو مذہب کے ابتدائی مزاج پر لاشخصیت کا ٹھپہ لگا ہوا ہے"(از 'اقبال اور مذاہب عالم ص ۱۳۴/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ ر لیجیس ٹیچر انڈین آرمی)۔

مشہور فرانسیسی محقق ڈاکٹر لیبان اپنی کتاب میں لکھتا ہے:"ہندوؤں کی کوئی تین ہزار سالہ تہذیب وتمدن کی کئی ہزار جلدوں میں جو تاریخ حال ہی میں سامنے آئی ہے اب تک اس کا ایک تاریخی واقعہ بھی صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہوسکا۔"(از 'اقبال اور مذاہب عالم ص ۱۴۳/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ ر لیجیس ٹیچر انڈین آرمی بحوالہ تقابل ادیان ص ۱۴۱/ پروفیسر محمد یوسف خان اریب پبلکیشنز نئی دہلی ۲۰۰۸ء بحوالہ تمدن ہند ص ۱۴۴/ ڈاکٹر لیبان)۔

ہندوستانی مذہب کی ابتداء یا ہندی تمدن کی بنیاد کہاں ہے۔ یہ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوسکتا ہے لیکن ہندوستان میں تاریخ نویسی کا عمل تعطل میں پڑا رہا۔

سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو لکھتے ہیں:"اہل چین، اہل یونان اور عربوں کے برعکس قدیم ہندوستان کے لوگ مؤرخ نہیں تھے، یہ ہماری بدقسمتی ہے، اور اس نے یہ دشواری پیدا کردی ہے کہ ہم گذشتہ عہد کے واقعاتِ زمانہ یا تاریخ متعین کرسکیں۔ یہ واقعات کچھ اس قدر خلط ملط ہوتے ہیں کہ ان سے عجیب خلفشار پیدا ہوگیا....ہمارے یہاں صرف ایک کتاب یعنی پنڈت کلھن کی 'راج ترنگینی' ایسی ہے جسے ہم تاریخی کتاب کہہ سکتے ہیں۔ یہ کشمیر کی تاریخ ہے اور بارہویں صدی ۱۲۰۰ء میں لکھی گئی۔"(از 'اقبال اور مذاہب عالم ص ۱۴۳/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ ر لیجیس ٹیچر انڈین آرمی بحوالہ تقابل ادیان ص ۱۳۵/ بحوالہ دی ڈسکوری آف انڈیا ص ۷۷/ پنڈت جواہر لا نہرو دہلی ۱۹۷۶ء)۔

ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ ر لیجیس ٹیچر انڈین آرمی، قاضی شہر کھاچرود ونا گدہ، اپنے تحقیقی مقالے میں تحریر کرتے ہیں:

’’محققین اس بات پر متفق ہیں کہ شرک و بت پرستی، ہندوستانی رواج نہیں تھا بلکہ آریوں کی آمد کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوئے اور انھیں دیکھ کر لوگوں نے اس عمل کو ایسا اپنایا کہ یہی ہندو مذہب کا اصل عقیدہ بن گیا....دریائے سندھ کی قدیم ترین تہذیب کے نشانات، ہڑپہ اور موہنہ جوڈروں کی کھدائی سے حاصل معلومات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ لوگ درختوں، جانوروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے، جو بابل مصر اور روم میں آباد بت پرست قوم ’دراوڑ‘ سے متاثر تھے، انھیں رواجات کو ہندو مذہب نے اپنی تہذیب اور مذہب کا اہم فریضہ سمجھ لیا‘‘ (اقبال کی شاعری پر مذاہب عالم کے اثرات ۱۳۶/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ لیکچیس ٹیچر انڈین آرمی)

ہندو مذہبی رواجات، آریوں کی مرہون منت ہیں، آریوں کے وطن اصلی سے ان رواجات کو جوڑ کر دیکھیں گے تو یہ سب غیر ہندوستانی تہذیب اور کلچر معلوم ہوں گے۔ آریوں کے وطن اصلی کے تعلق سے، مشہور ہندو دانشور اور سیاست داں بال گنگا دھر تلک کہتے ہیں، کہ ان کا وطن اصلی ’’منطقۂ باردہ‘‘ ہے جب کہ جرمن پروفیسر میکس مولر جو کہ سنسکرت زبان اور ہندو تہذیب کے محقق مانے جاتے ہیں، آریوں کو وسط ایشیاء کے باشندے بتاتے ہیں، جو زیادہ قرین قیاس ہے۔ بعض مؤرخین کے نزدیک ان کا وطن ’روس کے مشرقی علاقے‘ ہیں، اور ان کی آمد کا زمانہ تقریباً ۱۵۰۰ ق م ہے...آریہ قوم کا مذہب کیا تھا اس کی جھلک ویدوں میں ملتی، یہ مظاہر فطرت کی پرستش کرتے اور کھلی جگہوں پر عبادت کرتے تھے، مورتی کی پوجا کرتے تھے۔‘‘ (اقبال اور مذاہب عالم ۱۳۶/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ لیکچیس ٹیچر انڈین آرمی بحوالہ ہندومت اور اس کا فلسفہ ص ۳۰/ ڈاکٹر لوئیس رینو)۔

ہندو قوم قوم نوحؑ احتمال!

ہندو قوم کی بت پرستی اور اس کی تہذیب ورسوم کی درآمدگی کے بارے میں معلوم ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا باہری قوم وتہذیب اور عقیدہ سے متاثر ومؤثر طبقے کا تعلق کسی نبی ورسول سے جڑتا ہے؟ یا نہیں۔

فرانسیسی مصنف ڈیوبائس (A.J.A.Dubcls) جس نے چالیس سال تک ہندو مذہب اور ہندوستانی تہذیب کا مطالعہ کیا اور ہندو مذہبی رسم ورواج پر آج تک کی سب سے مستند اور ضخیم کتاب لکھی، اس نے اپنی کتاب (۱) Hindu Manners,Customs,Cermonies ہندو شعائر، مراسم ومناسک) میں جو حقیقتیں بیان کی ہیں مختصراً ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

۱۔....مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جس سے ہندوؤں کو بہت عقیدت ہے اور جسے وہ مہانوؤ و (MAHANUVU) کے نام سے جانتے ہیں، (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ نکلی، جس میں سات مشہور رشی بھی سوار تھے...مہانوؤ و، دو الفاظ کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نوؤ و، بلا شک وشبہ (حضرت) نوحؑ ہی ہیں ۲، (۲) Hindu Manners,Customs,Cermonies Page,N.40 ہندو شعائر، مراسم ومناسک)۔

۲۔....عملاً یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ ہندوستان اس سیلاب عظیم کے فوراً بعد آباد ہوا تھا جس نے پوری دنیا کو ویران کر دیا تھا۔ ۳ (۳. Hindu Manners,Customs,Cermonies,Page,N.100 ہندو شعائر، مراسم ومناسک)۔

۳۔ دنیا کی تما قو میں دو نسلوں میں تقسیم ہیں، سامی نسلیں (Semeticracens) غیر سامی نسلیں (Non.Semeticreces)

غیر سامی قوموں می آرین نسل آتی ہے، اور سامی میں یہودی، عیسائی اور جزیرہ نما عرب کی بنی اسمٰعیل۔

’’دنیا کی دونسلوں میں تقسیم ہونے اور ان میں سے ایک نسل کا تعلق حضرت نوحؑ سے ہے جس کی قرآن، بھی تصدیق کرتا ہے۔

’’ أولئک الذين أنعم الله عليهم من النبين من ذ رية آ دم ق وممن حملنا مع نوح و من ذرية ابراهيم و

اسرائیل"(مریم:۵۸)۔

قرآن کی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نسل آدمؑ میں سے حضرت نوح کے ساتھیوں کی نسل الگ ہے اور حضرت ابراہیم و یعقوب علیہما السلام کی نسل یعنی بنی اسماعیل اور بنی اسرائیل الگ نسلیں ہیں، ہم جانتے ہیں کہ بنی اسرائیل و بنی اسماعیل سامی نسلیں ہیں، صاف ظاہر ہے کہ حضرت نوحؑ کے ساتھیوں کی نسل غیر سامی یا آرین نسل ہونی چاہئے، آرین نسل دنیا کے بہت سے ملکوں کے علاوہ ہندوستان کے بیشتر حصے میں آباد ہے(اب بھی نہ جاگے تو؟ص ۳۶۔۷ ۳/)۔

ویدوغیرہ، جنات، انبیاء پر نازل ہونے کا احتمال:

قدیم ویدوں میں توحید کی تعلیم جنت، دوزخ اور دوسرے آسمانی الہامی عقائد موجود تھے۔(اقبال اور مذہب عالم، بحوالہ البیرونی، تاریخ ہند، تقابل ادیان ص ۴۴ محمد یوسف خان اریب پبلیکیشنز نئی دہلی ۲۰۰۸ء)۔

جس طرح اس مذہب کی کوئی تاریخ نہیں ملتی اسی طرح اس کی مذہبی کتابوں کی تخلیقی عہد کی صحیح تعیین کرنا بھی دشوار ہے۔

ویدوں کی تخلیق کس نے کی؟ یہ ٹیڑھا سوال ہے، راسخ العقیدہ ہندو مانتے ہیں وید غیر انسانی کلام ہیں، خدا کا کلام ہیں۔مقصد یہ کہ وید خدائی علم ہیں ۵(۵ڈاکٹر سمپورنانند۔ویدک ساہتیہ، پنڈت رام گوند تریودی، بھارتی پیٹھ، کاشی، صفحہ ۲۳/ ۲۴/ ہندی)۔

ہندو محققین نے اپنی مقدس کتابوں کی درجہ بندی کی ہے۔اور ان کو بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔اول۔شروتی۔ جو سچائیاں رشی منیوں نے قدیم زمانے میں سنی ہیں۔چاروں وید، رگ وید، یجروید، اتھروید، اور سام وید، شروتی کہلاتے ہیں۔یہ ہندو عقیدے کی اساسی کتابیں ہیں، جنھیں سب سے زیادہ مقدس تسلیم کیا جاتا ہے۔

دوم۔اسمرتی، یاد کیا ہوا۔مذہبی عالموں اوتاروں، رشیوں کے اقوال۔وید کے علاوہ تمام الہامی کتابوں کا شمار اسمرتی میں ہوتا ہے۔ان کتابوں میں انسانی معاشرے کے لئے ضابطۂ اخلاق، عبادت کی رسمیں، مذہبی مدارس، فلسفیانہ اسکول کی روداد ان کا موضوع ہیں۔ان میں دس کتابیں مشہور ہیں جن میں سے رامائن، مہابھارت، اور پران وغیرہ کو ہندو مذہب میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔پران کے معنی قدیم، پرانے، کے ہیں۔اس میں پرمیشور کے مختلف اوتاروں اور ان کے اعمال، عظیم شخصیتوں کے کارنامے اور کمالات بیان ہوئے ہیں۔یہ پران انسان اور خدا کے علاوہ کچھ اور ہی قسم کے مخلوق تھے۔جیسا کہ درج ذیل چند پرانوں کے نام سے، بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔

۴۔وایو پران(ہوا)۹۔اگنی پران(آگ)۱۱۔ابراہم پران(آسمان)۱۶۔کورم پران(کچھوا)۱۷۔متیسہ پران(مچھلی)۱۸۔گروڑ پران(وشنو کا پرندہ)(تخلیص از اقبال کی شاعری پر مذاہب عالم کے اثرات ۱۴۸/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ ریجیس ٹیچر انڈین آرمی بحوالہ ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ ص ۱۲۱/ پروفیسر محسن عثمانی ندوی، یونیورسل پیس فاؤنڈیشن نئی دہلی ۲۰۰۱ء)۔

جن اسلاف اور بزرگوں نے ویدوں کو جنات پر نازل ہونے کا احتمال ظاہر کرتے ہوئے ہندوؤں کے موجودہ معبودوں کی شکلوں سے اپنے موقف پر استدلال کیا ہے، پران کے مذکورہ بالا اسماء سے اس خیال کو مزید اعتماد حاصل ہوتا ہے۔انبیائے اجنۃ پر وحی نازل ہونے پر آیت ذیل سے استدلال کیا گیا ہے۔

"یمعشر الجن والإنس الم یأتکم رُسل منکم یقصون علیکم اٰیٰتی ویُنذرونکم لقاء یومکم ھذا ط قا لوا شھد نا علیٰٓ انفسنا و غرتھم الحیوٰۃ الدنیا"(انعام:۱۳۰)۔

حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحب تحریر کرتے ہیں کہ:’’...لیکن جماعتِ علماء اس آیت کے ظاہری معنی کے اعتبار سے اس کی بھی قائل ہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ سے پہلے ہر گروہ کے رسول اسی گروہ میں سے ہوتے تھے، انسانوں کے مختلف طبقات میں انسان رسول آتے تھے اور جناتوں کے مختلف طبقات میں جنات ہی میں سے رسول ہوتے تھے۔ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ ﷺ کو سارے عالم کے انسانوں اور جناتوں کا واحد رسول بنا کر بھیجا گیا اور وہ بھی کسی ایک زمانہ کے لئے نہیں، بلکہ قیامت تک پیدا ہونے والے تمام جن وانس، آپ ﷺ کی امت ہیں۔ اور آپ ﷺ سب کے رسول ہیں۔ ائمہ تفسیر میں کلبیؒ اور مجاہدؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری میں اسی قول کو اختیار فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام سے پہلے جنات کے رسول جنات ہی کی قوم میں سے ہوتے تھے، اور جب کہ یہ ثابت ہے کہ زمین پر انسانوں سے ہزاروں سال پہلے جنات آباد تھے اور وہ بھی انسانوں کی طرح احکام شرع کے مکلّف ہیں، تو از روئے عقل وشرع ضروری ہے کہ ان میں اللہ تعالی کے احکام پہنچانے والے رسول وپیغمبر ہوں۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہندوستان کے ہندو جو اپنی ویدوں کی تاریخ ہزارہا سال پہلے کی بتلاتے ہیں اور اپنے مقتداء وبزرگ جن کو اوتار کہتے ہیں۔ اسی زمانہ کے لوگوں کو بتاتے ہیں۔ کچھ بعید نہیں کہ وہ یہی جنات کے رسول وپیغمبر ہوں اور انھیں کی لائی ہوئی ہدایات کسی کتاب کی صورت میں جمع کی گئی ہوں۔ ہندوؤں کے اوتاروں کی جو تصویریں اور مورتیاں مندروں میں رکھی جاتی ہیں، وہ بھی اسی انداز کی ہیں۔ جو عام انسانی شکلوں سے بہت مختلف ہیں، اور جنات کا ایسی شکلوں میں متشکل ہونا کچھ مستبعد نہیں۔ اس لئے کچھ بعید نہیں کہ ان کے اوتار جنات قوم میں آئے ہوئے رسول یا ان کے نائب ہوں اور ان کی کتاب بھی ان کی ہدایات کا مجموعہ ہو۔ پھر رفتہ رفتہ جیسے دوسری کتابوں میں تحریف ہوگئی، اس میں بھی تحریف کر کے شرک وبت پرستی داخل کردی گئی‘‘ (معارف القرآن جلد ۳ ص ۴۵۵ و ۴۵۶ تفسیر سورہ انعام آیت نمبر ۱۳۰)۔

شروع کلام میں بات آئی تھی کہ ہندوؤں کا تعلق حضرت نوح علیہ السلام سے بھی جڑتا ہے۔ طوفان نوحؑ کے بعد ہی ہندوستان آباد ہوا۔ جہاں یہ احتمال ہے کہ ہندو قوم، حضرت نوحؑ کی قوم ہو اور اس کے موجود وید وغیرہ حضرت نوح کا صحیفہ ہو اسی طرح یہ بھی احتمال کہ جناتوں پر نازل شدہ آسمانی کتاب ہو، بہر حال دو جہتوں سے ان کتابوں کے آسمانی کتاب ہونے کا احتمال موجود ہے۔ گذشتہ سطور میں انسانی نسلوں کی صورت تقسیم بیان ہوئی، قوم نوح اگر عرب قوم نہیں ہے تو پھر اس خیال کو مزید تقویت ملتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ہم عصر، مرزا مظہر جان جاناںؒ، کے شاہ عبدالعزیز کے نام لکھے گئے ایک مکتوب پر تبصرہ کوتے ہوئے پروفیسر خلیق احمد نظامی تحریر کرتے ہیں۔

’’انھوں نے ہندوؤں کو مشرکانِ عرب کے مشابہ تسلیم کرنے سے انکار کیا بلکہ وید کو الہامی کتاب مانتے ہوئے ہندوؤں کو اہل کتاب کا مرتبہ دیا ہے[۱]‘‘ (تاریخ مشائخ چشت جلد پنجم ص ۵۸ / بحوالہ مولانا احسن حسین قاسمی رسالہ روبی دہلی فروری ۱۹۸۸ء ص ۱۳ /)۔

’’مظاہر العلوم سہارنپور کے مفتی مولانا محمد یحیٰ صاحب کے ایک سوال کے جواب میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں نور اللہ مرقدہ کے مکتوب میں ویدوں کے متعلق تحریر موجود ہے کہ انھوں نے اس کو آسمانی اور الہامی کتاب قرار دیا ہے.... نیز مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی کے فتاویٰ میں ان کے مقتداؤں کا ذکر موجود ہے۔ جن کو اوتار (اتارے ہوئے) کہتے ہیں۔ حاصل یہ کہ جو لوگ مثلاً آریہ اپنے مذہب کو آسمانی دھرم اور اپنی کتابوں کو الہامی کتاب کہتے ہیں، ان سے ان کے دعووں پر برہان طلب کی جاسکتی ہے، لیکن بے وجہ حتمی طور پر انکار نہ کیا جائے۔‘‘[۲] (۲ مولانا اخلاق حسین قاسمی رسالہ روبی، فروری ۱۹۸۸ء ص ۱۳ /) (اب بھی نہ جاگے تو؟ ص ۷۲ /)۔

ویدوں میں ذکر رسالت مآب ﷺ:

اس کتاب کے الہامی ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اس میں آج بھی توحید و معاد کے ساتھ ہی حضرت خاتم الانبیاء ﷺ کا ذکر موجود ہے۔ چوں کہ تقریباً ہر ہندو فی الواقعہ ایک ہی خدا کو مانتا ہے اور اور اپنے کرموں (اعمال) کے مطابق سورگ (جنت) و نرک (دوزخ) کا بھی یقین رکھتا ہے۔ اس لئے اصل مسئلہ رسالت محمدی ﷺ کا ہے۔ سطور ذیل میں ہم ویدوں کے حوالے سے آپ ﷺ کی آمد کی پیشین گوئی کو ذکر کرنا مناسب سمجھتے ہیں، کیوں کہ توحید و معاد کی بہ نسبت، دعوتی نقطۂ نظر سے یہ عقیدہ زیادہ دشوار ہوتا ہے۔

رگ وید (۸۔۶۔۹۷۔۱) میں'' (احمد) احامدٗ'' اور یجر وید (۳۱۔۱۸۔) میں'' (محمد) مہامیت'' اس کتاب میں 'ذ کُوت' سے عام طور پر لکھا جاتا ہے۔ اتھر وید (۲۰۔۱۲۵۔۱۴۔)'' (احمد) احِمدا اتا حمدیؔ'' آیا ہے۔ (اب بھی نہ جاگے تو؟)۔

مہاراجہ وکاسانند برہمچاری، اپنی کتاب 'انتم رشی، کلکی اوتار' میں ویدوں میں موجود علامات خاتم النبین ﷺ کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''[۴] ۱۸۔ مہاپرانوں میں سے ایک پران کا نام بھوِش پران ہے۔ اس پران میں پرتیٔ سرگ ترِتیٔ، ادھیائے میں 'محامدٗ' کے نام ایک اِیشدُ ود (خدا کے پیغمبر) کا اُلّیکھ (تصریح) ملتا ہے۔ اس کو ملیچھ آچاریہ بھی کہا گیا ہے۔

[۵] الّوپ نِشد نام سے ایک اُپ نشد ہے، اس اُپنشد کو **تَری لچھمپُپنشد** بھی کہا جاتا ہے۔ اس اُپنشد کے ۶/ ایوں (اور) ۹/ منتر میں 'محمدٗ' شبد (لفظ) کا الیکھ رسول کے روپ (صورت) میں، آرتھات (یعنی) اوتار (اُتارے گئے) کے روپ میں پایا جاتا ہے۔

جیم۔ اللّوہ۔ رسول+ مَحُمَدُ رکوں رسّیٗ۔ اللّو عالم۔ (اللوپنشد منتر ۶) اور، **هری اوم۔ اسّی اِللام اِلا لے منترا دروَنوں راجا پُنَر دُدهیو هَویا می میترو اِلا نکور الّا ں رسولر مَحُمَدُ، کموں رسّیٗ اللّے اللّو، پُنَر دُدهیو۔** (اللوپنشد منتر ۹۔)

پنڈت گریش چندرودھارتن کے شبدھ سار (لغت) میں 'اللہ' شبدھ (لفظ) کا ارتھ (معنی) پَرم دیوتا آرتھات (یعنی) پرمیشور، اُپرُوکت (مندرجہ بالا) کارنوں (وجوہات) کے درشٹی گت (روشنی میں) بھوش پرانوں تتھا (نیز) اللوپ نشد میں ورنت (بیان کردہ) 'محامدٗ' (محمد) نام سے ملیچھ آچاریہ، جو اسلامک سماج میں پیغمبر حضرت محمد ﷺ ہیں، کا انوسندھان کرتا ہے۔'' (مہاراجہ وکاسانند برہمچاری، انتم رِشی، کلکی اوتارص ۴۲/ مطبوعہ ستیہ مارگ پرکاش، ڈالی گنج لکھنؤ، دیوناگری رسم الخط میں، بین القوسین عبارت بطور ترجمانی ناچیز محمد اشرف نے بڑھائی ہے۔) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کریں 'کلکی اوتار اور محمد صاحب' از ڈاکٹر وید پرکاش اُپادھیائے، دیوناگری رسم الخط میں، مطبوعہ مکتبہ شاہ ولی اللہ دہلی۔ ۲۰۱۱ء اور 'انتم مہرشی' اردو، مولانا شمس الدین نعمانی چتر ویدی، الھلال بک ڈپو برہمپوری دہلی۔

وید آخری نبی ﷺ اور اللہ کی آخری کتاب کے بارے میں اپنے ماننے والوں کو اس طرح بتارہے ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ وید کے بعد انتم اوتار اور اِیشور کی انتم پستک کو ماننے کی تعلیم ویدوں میں، اللہ کے طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں اللہ تعالی نے قرآن کی درج ذیل آیت میں اسی بات کا اعلان کیا ہے:'' وانه لفی زبر الاولین'' (شعرا:۱۹۶)۔

حضرت نوح علیہ السلام سے متعلق واقعات کو بیان کرنے کے بعد اللہ تعالی فرماتے ہیں:

'' تلک من أنبآء الغیب نوحیها إلیک ج ما کنت تعلمهآ انت ولا قومک من قبل هذا ط''۔ کہیں نوحؑ کی

نامعلوم قوم، یہی ہندو قوم تونہیں!؟

مذکورہ بالا مطالعہ سے تقریباً یقین کی حد تک ہم کہہ سکتے ہیں، ہندو قوم قوم نوحؑ ہے۔ شریعت سے اگر چہ کوئی نص نہیں ملتی ہے کہ وید وغیرہ آسمانی کتابیں ہیں لیکن تاریخی قرائن اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ آسمانی کتابیں ہیں۔ تاریخی شواہد سے اگر چہ اس کے پیروکار کو اہل کتاب جیسے رتبے سے سرفراز کرکے، ان کے ذبیحہ اور بنات سے نکاح کی حلت کو، ہم ثابت نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ ان کتابوں کو آسمانی کتاب ہونے سے صاف صاف انکار کرنا بھی سمجھ داری کی بات نہیں ہوگی۔ نیز ہندوؤں کو دعوت الی الاسلام کے سلسلے میں، ویدوں کی تصریحات بالا، کلمہ سواء کی حیثیت سے کافی اہمیت رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کو اپنی دعوتی ذمہ داری کو محسوس کرکے ملک میں کم وبیش ایک ارب برادرانِ وطن کو اپنے کامل یقین اور دِرِڑ وِشوٗاس کے مطابق، نَرَک میں گرنے سے بچانے کے لئے ویدوں کی ان واضح ہدایات کو پیش کرکے اللہ ورسول پر ایمان لانے اور ان کے احکامات کی بجا آوری کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ آج ملک میں ہمارے ساتھ جو حالات پیش آرہے ہیں، ممکن ہے کہ یہ اسی ذمہ داری کی ادائیگی میں ہماری غفلت کا نتیجہ ہو۔ آج ہندو قوم فتوحات کی منزلیں طے، اور وجئے پراپت کرتی ہوئے آگے بڑھ رہی ہے، بہت ممکن ہے کہ یہی قوم، قوموں کی امامت اور پیشوائی کے مناسب سے سرفراز ہوجائے، اور ساتھ ہی حرم کی پاسبانی کی سعادتوں کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلیؒ نے کی پیشین گوئی شاید پوری ہونے جارہی ہے۔

جیسا کہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نقل کرتے ہیں: **" والذی اعتقد أنه انفق غلبة الهنود مثلا علی اقلیم هندوستان فلمه مستقرة عامة واجب فی حکمه الله تعالی ان یلهم رؤسا ئهم التدین بدین الا سلام"** (التفہیمات الالٰھیہ ص ۱۰۲)۔

تنبیہ۔ کاتب یا ناقل سے عربی عبارت نقل کرنے میں املاء میں فروگذاشتیں ہوئیں ہیں۔

" اور جس بات کا مجھے یقین ہے وہ یہ کہ اگر مثلاً ہندوؤں کا ہندوستان کے ملک پر تسلط قائم ہوجائے، اور یہ تسلط مستحکم اور ہر پہلو کے اعتبار سے ہو۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کی روسے یہ واجب اور ضروری ہے کہ ہندوؤں کے سردار اور لیڈروں کے دل میں یہ الہام کرے کہ وہ دین اسلام کو اپنا مذہب بنالیں" (تذکرہ شاہ ولی اللہ ص ۸۱ر مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)۔

دیکھنا یہ ہے کہ ہندوؤں کو اسلام کی طرف لانے میں ہمارا کیا کردار رہتا ہے۔ اسی کے ساتھ برادران وطن ہندو بھائیوں سے بھی درخواست ہے کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ ایشور کے آخری قانون اور اس کے انتم مھرشی اور رسول کو اپنے ویدوں اور مقدس کتابوں کی رہنمائی میں پہچان کر ایشور کے آدیشوں انُسار جیوَن وَیتیت کرکے سورگ کا مارگ چُنیں کریں۔

مختصر یہ کہ ہندوؤں میں جو نجوم پرست لوگ ہیں ان کے بارے میں صائبین ہونے کا رجحان، کافی قوی ہے۔ نیز وید وغیرہ کے بارے میں کوئی واضح نص نہیں موجود ہے کہ وہ آسمانی کتابیں ہیں۔ اس لئے یقینی طور پر انھیں آسمانی کتابیں تو نہیں کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے اہل کتاب کے سلسلے میں احکامات ہیں۔ ان کے ساتھ، ان احکامات کے اجراء سے رُکا جائے گا۔ البتہ اس بات پر بعض تاریخی اور عقلی، مضبوط قرائین موجود ہیں کہ وہ آسمانی کتابیں ہیں۔ اس لئے ان کا آسمانی کتاب ہونے انکار بھی نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ ان کو دعوت الی الاسلام کا سہارا بنا کر سو کروڑ سے انسانوں کو سورگ کا راستہ بتانا چاہئے۔

بدھ دھرم:

بدھ دھرم کے بانی مہاتما گوتم بدھ کی پیدائش ۵۳۶ ق م شمالی ہند کے علاقہ نیپال کی ترائی میں واقع کپل وستو کے قریب لمبینی کے جنگل میں ہوئی تھی۔ ان کا نام سدھارتھ رکھا گیا۔ ان کا گل "شاکیہ کشتریہ" تھا ان کا والد مہاراجہ شدودھن شاکیوں پر حکمراں تھے۔

بدھ مذہب قدیم آریائی مذاہب میں ایک غیر ویدک مذہب ہے اس کی ابتداء چھٹی صدی قبل مسیح ، ہوئی۔اس طرح یہ مذہب تقریباً ۲۶۰۰/سال کی زائد مدت سے ہندوستان میں جاری ہے۔ڈاکٹر سید عروج احمد نقل کرتے ہیں۔

’’جس علاقے میں یہ مذہب ظہور میں آیا وہ اب بہار اور مغربی بنگال کے صوبوں پر مشتمل ہے۔مؤرخین کے مطابق مہاتما بدھ کا علاقہ کلکتہ کے شمال مغرب میں ہمالیہ کے دامن میں واقع ہے۔اس لئے خیال ہوتا ہے کہ مہاتما بدھ کا تعلق کسی ہندوستانی قوم سے تھا، یہی وجہ ہے کہ ان کے دل میں برہمنوں اور ان کی روایات کا کوئی احترام نہیں تھا۔‘‘(اقبال اور مذاہب عالم ۲۲۶/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ رلیجیس ٹیچر انڈین آرمی بحوالہ مذہب عالم ص ۲۰/محمد مظہر الدین صدیقی فرید بک ڈپو، نئی دہلی ۲۰۰۵ء)۔

’’اس بات پر مذہبی رہنماؤں کا اتفاق ہے کہ گوتم بدھ نے کوئی تحریر شدہ کتاب نہیں چھوڑی، ان کے بعد راج گرہ میں پانچ سو (۵۰۰/) بودھ بھکشو جمع ہوئے اور آپس میں گوتم بدھ کی تقریروں کے متعلق تبادلۂ خیال اور غور وفکر کیا اور اس کی بنا پر سری لنکا میں تین اہم کتابیں ’’تری پٹک‘‘ کے نام سے پالی زبان میں گوتم بدھ کے عقائد اور اصولوں کو مرتب کیا گیا۔ان تین کتابوں کے نام یہ ہیں۔اول۔ونئے پٹک۔دوم۔ستیہ پٹک۔سوم ابھی دھم پٹک۔ایک اور گرنتھ ’’ملنڈ وں‘‘ ہے جو راجہ ملند اور بدھ بھکشوؤں کے درمیان بات چیت سے ماخوذ ہے۔ گوتم بدھ،تصور خدا، اور حیات بعد الموت کے تعلق سے خاموش ہیں۔’نروان‘(خود اعتمادی) ہی ان کی زندگی کا نصب العین ہے۔‘‘(اقبال اور مذاہب عالم ۲۳۶/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ رلیجیس ٹیچر انڈین آرمی، دنیا کے بڑے مذاہب،ص ۱۰۱/عماد الحسن آزاد، بحوالہ بدھاز اینیشیٹ پاتھ ص ۱۶/لندن ۱۹۶۴ء)۔

گوتم بدھ کے یہاں چوں کہ خدا کا تصور نہیں ہے،اس لئے گوتم بدھ کے پیروؤں نے انھیں کو خدا کے مسند پر لا کر رکھ دیا۔مولانا آزاد تحریر کرتے ہیں۔

’’گوتم بدھ اور ان کی تعلیم کی شرح وتصریحات، خدا کے بارے میں کچھ بھی رہی ہوں، مگر یہ واقعہ ہے کہ ان کے پیروؤں نے خدا تصور کی خالی مسند بہت جلد بھر دی۔‘‘(اقبال اور مذاہب عالم ۱۹۸/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ رلیجیس ٹیچر انڈین آرمی بحوالہ ام الکتاب ص ۲۰۴ مولانا ابو الکلام آزاد، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس نئی دہلی ۱۹۸۷ء)۔

بدھ مت کا ایک فرقہ ہنیان ہے۔جس میں خانقاہوں کی مشقت بھری زندگی ہوتی ہے۔جس میں شامل ہونے کی شرائط میں یہ ہے کہ امیدوار، مجرم، قرض دار، غلام، دق، مرگی، برص والا نہ ہو، عمر بیس (۲۰) سال سے کم نہ ہو اور والدین کی رضامندی ہو۔

گوتم بدھ کے چار عظیم حقائق ہیں۔جنھیں ’’آریہ ستیہ‘‘ بھی کہا جاتا ہے۔ان میں چوتھا عظیم سچ ’’جو اشٹانگ مارگ (ہشت راستہ)‘‘ ہے۔ان میں پانچواں راستہ سمیک اپارچن (صحیح رزق، حلال روزی) ہے۔بدھ نے پانچ پیشے اختیار کرنے سے منع فرمایا۔[۱] اسلحہ سازی [۲] جانوروں کا گوشت، کھال کا کاروبار [۳] نشہ آور اشیاء [۴] غلاموں کی خرید وفروخت [۵] زہریات کا کاروبار (تخلیص از اقبال اور مذاہب عالم ۲۳۳/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ رلیجیس ٹیچر انڈین آرمی ۲۰۱۱ء)

لاکھوں کی تعداد میں انسانوں کو قتل کرنے والے فاتح مہاراجہ اشوک کے مقابلے میں جب خواتین فوجی لباس میں میدان کارزار میں اتر آئیں، تو مہاراجہ اشوک نے جنگ سے توبہ کر لی۔اور امن پسند سلطان بن کر حکومت کرنے لگا۔مہاتما بدھ کے فلسفۂ مساوات انسانی سے متأثر ہو کر اس مذہب کی اشاعت کے لئے مہاراجہ اشوک نے ہندوستان کے آس پاس اور دور دراز ملکوں میں مبلغین بھیجا۔اس کی کوشش سے بدھ مت مشرق سے ایشاء میں جنوبی ممالک مثلاً سری لنکا، برما، سیام میں پھیل گیا۔

اس وقت یہ ممالک ہنیان فرقے کے مرکز ہیں (تخلیص از، اقبال اور مذاہب عالم ۲۳۹/ پی ایچ ڈی مقالہ، وکرم یونیورسٹی اجین ایم

پی، ڈاکٹر سید عروج احمد ریٹائرڈ ریلیجیس ٹیچر انڈین آرمی بحوالہ اسلام اور مذاہب عالم ص ۳۳ / محمد مظہر الدین صدیقی فرید بک ڈپو نئی دہلی ۲۰۰۵ء)۔

اسی امن پسند راجہ اشوک کا چکر ہندوستانی جھنڈے کا نشان ہے جس کے نیچے ملک امن وانصاف اور سکون وچین کے ساتھ منزلیں طے کررہا ہے۔ گوتم بدھ نے زندگی اور کائنات کی علت العلل (خدائی تصور) کے بارے میں کسی قسم کا دعویٰ نہیں کیا، نیز انھوں نے پیغمبری کا بھی دعویٰ نہیں کیا، اس لئے ان کے مخصوص حالات اور تعلیمات کی روشنی میں انھیں ایک عظیم تر مصلح ضرور کہا جاسکتا ہے۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے ہندو قوم میں برہمنوں کی عصبیت اور شودروں پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف بدھ کے افکار کی تبلیغ کی ہے۔ اور ہندوستان کی بدقسمتی بتائی کہ برہمنوں نے بدھ مت کے مساوات نسل انسانی کے فلسفہ کو رد کرکے اسے ہندوستان سے ہجرت کرنے پر مجبور کردیا۔ لیکن ایشیا کے دیگر ممالک مثلاً چین، جاپان تھائی لینڈ، کمبوڈیا، منجوریا، انڈونیشیا، وغیرہ میں وہ خوب ترقی کیا۔ اقبال کہتے ہیں۔ ع

قوم نے پیغام گوتم کی ذرا پرواہ نہ کی　　قدر پہچانی نہ اپنے گوہر یک دانہ کی
آہ! شودر کے لئے ہندوستاں غمخانہ ہے　　درد انسانی سے اس بستی کا دل بیگانہ ہے
برہمن سرشار ہے اب تک مئے پندار میں　　شمع گوتم جل رہی ہے محفل اغیار میں

(کلیات اقبال اردو ص ۳۳۷/۳۳۸/ بانگ دار، سرگذشت آدم کتابی دنیا دہلی)

گوتم نے انسانوں کی طبقاتی تقسیم اور برہمن ازم کو توڑا اور شودروں کو انسانی تقدس واحترام دلانے کی تعلیم پیش کی۔ اس لحاظ سے گوتم بدھ، کی ذات میں شریعتِ اسلامیہ کے نزدیک کلمۂ سواء ہوسکتا ہے۔ لیکن چونکہ ان کے یہاں خدا کا تصور نہیں ہے، جنت دوزخ اور دوسرے عقائد حقہ کا کوئی سراغ نہیں ملتا ہے۔ اس لئے اب طبقہ کے پاس کوئی مضبوط کلمہ سوا نہیں ہے۔ پھر انسانی جانوں کا تقدس، مظلوں سے ہمدردی، اس طبقہ میں کس قدر ہے، عورتوں سے مقابلے سے قبل تک اس دھرم کے مبلغ اشوک کی زندگی۔ اور آج موجودہ دور میں سری لنکا اور خاص طور پر برما میں (جہاں مسلمانوں کو انسانی حقوق سے کلی طور پر محروم کردیا گیا۔ یہی نہیں ڈھائی تین سال کے بچوں تک کو اجتماعی طور پر آگ کے الاؤ میں زندہ بھونا گیا، مردوں کو صف بستہ اوندھے منھ لٹا کر، ان کے ہاتھوں کو باہر نکال کران پر موٹر سائیکل چلائی گئی۔ تعلیم، علاج، موبائل، آمدورفت ،شادی بیاہ پر پابندی، مستزاد ہے۔) ان کے کردار وعمل کو دیکھ کر نہیں محسوس ہوتا ہے کہ بدھسٹ قوم انسانی محاسن واخلاق سے روآشنا ہے۔

سکھ طبقہ کے پیشوا حضرت گرونانکؒ:

کوئی بھی مذہب اس کے بانی کے نظریات اور معتقدات پر قائم ہوتی ہے۔ سکھ فرقے کا مستقل تعارف بیان کرنے کے بجائے سطور ذیل میں اولا حضرت گرونانک کے معتقدات کو پیش کیا جارہا ہے جس سے اندازہ ہوگا کہ گرنانک کے نظریات درحقیقت اسلامی نظریات ہیں اور سکھوں کی اصل بنیاد اسلام ہے۔

توحید:

گرونانک فرماتے ہیں کہ: ''کرنی اکھ کلمہ کے تان مسلمان سدائے''

(ہر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے اعمال کو کلمہ طیبہ کے مطابق بنائے، وہی حقیقی مسلمان کہلانے کا حق دار ہے) (گروگرنتھ دار مابھ شلوک محلّہ ا ص ۱۴۱/)۔

ایک دوسری جگہ گرونانک کہتے ہیں:

''مر نے کی چنتا نہیں جیون کی نہیں آس
توسرب جیاں پر تپالدا لیکھے سا س گراس''

''اے میرے خدا میرے دل میں نہ تو موت کی فکر ہے اور نہ ہی زندگی کا لالچ ہے۔اے خدا تو ہی تمام جانداروں کو پال رہا ہے۔تو ہی ہر شخص کی زندگی کے اعمال کا حساب لے گا۔''

گرونانک نے پنجابی کی طرح فارسی اور عربی میں بھی اشعار کہے ہیں۔سطور ذیل میں فارسی میں گرونانک کے عقیدہ توحید اور آخرت کے تعلق سے ایک مناجات ملاحظہ کریں۔

''یک عرض گفتم پیش تو در گوش کن کرتار — حقا کبیر کریم تو بے عیب پروردگار
دُنیا مقام فانی تحقیق دل،دانی — سم سر موئے پدر عزرائیل گرفتہ دل ہیچ نہ دانی
زن پسر پدر برادراں کس نیست دستگیر — آخر بیفتم کس نہ دارد چوں شود کبیر''(گروگرنتھ صاحب تلنگ محلّہ ا ص ۷۲۶ /)

''اے اللہ میں آپ سے یہ التجا کرتا ہوں کہ آپ میری دعا قبول فرمالیں۔آپ تو سچے ہیں،اور سب سے بڑے کریم ہیں۔اور پورے عالم کو پالنے والے ہیں،میں نے بڑی تحقیق کے بعد یہ بات سمجھ لی ہے کہ یہ دنیا فنا اور ختم ہونے والی ہے اور موت کے فرشتے عزرائیلؑ نے میری پیشانی کو پکڑ لی ہے،مگر میرا دل اس سے بے پرواہ اور غافل ہے،یعنی مجھے اس کی کوئی فکر نہیں ہے کہ ایک نہ ایک دن عزرائیل میری پران اور جان میرے بدن اور تن سے نکال لیں گے۔اور یہ بیوی بچے،ماں باپ اور بھائی وغیرہ میرا ہاتھ پکڑنے والے نہیں ہیں،مجھے یقین ہے کہ جب میں بے جان ہو جاؤں گا تو یہ لوگ میرے اوپر نماز جنازہ پڑھ کر مجھے دفن کر دیں گے،تو اس وقت تیرے علاوہ تیرے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہوگا،اے مالک تو ہی میرا سہارا بن جا بقیہ کسی کے سہارے کا کوئی بھروسہ نہیں ہے''(گرونانک اور ان تعلیم ودعوت ص ۲۹ /)۔

رسالت محمدی ﷺ:

گرونانک فرماتے ہیں:

''محمد من توں من کتاباں چار — من خدائے رسول توں سچّا اے دربار''

''اے لوگو! محمد ﷺ پر ایمان لاؤ اور آسمانی چار کتابوں کو مانو،یاد رکھو! خدا اور خدا کا رسول حضرت محمد ﷺ پر ایمان لا کر ہی انسان خدا کے سچے دربار میں مقبول ہو سکتا ہے،اس کے علاوہ خدا سے چھوٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے''(جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۴۱ /)۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

''لے پیغمبری آیا اس دنیا ماہے
ناؤں محمد مصطفٰے ہوآبے پرواہے''

''جس کا نام محمد مصطفٰی ﷺ ہے وہ اس دنیا میں پیغمبر بن کر آئے ہیں۔ان کو کسی باطل شیطانی طاقت کا خوف اور ڈر نہیں ہے وہ بالکل بے پرواہ ہیں''(جنم ساکھی والا یت والی ص ۱۴۸ /)۔

''پاک پڑھیو کلمہ بکس واحمد نال ملائے ☆ ہو یا معشوق خدائے واہو یاتل الال ہے''۔

''کلمہ طیبہ میں خدائے واحد کا ذکر ہے اور محمد ﷺ کی رسالت کا ذکر ہے جو خدا کے محبوب ہیں''(جنم ساکھیا ص ۱۱۷ / مہمان کو ص ۲۳۲ / گروگرنتھ کو س ص ۳۴۷ / جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۴۱ / بحوالہ گرونانک اور ان کی دعوت ص ۸۳ /)۔

دیگرانبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

''سوالاکھ پیغمبرتاں کے''(گروگرنتھ صاحب بھیرو کبیر ص۱۱۶ر)

''خدا کی طرف سے دنیا میں سوالاکھ پیغمبرآئے ہیں۔''

''سوالاکھ پیغمبرآئے دُنیاماہیں۔

آپوا پنی نوبتیں بھوں چلائے راہے''(جنم ساکھی بھائی بالاصاحب ص ۱۴۳ر)۔

''اس دنیا میں سوالاکھ پیغمبر بھیجے گئے ہیں،ان لوگوں نے اپنے اپنے وقت پرلوگوں کوصراط مستقیم یعنی سیدھے راستے کا پتہ دیا ہے۔ اورلوگوں کوخداتک پہنچایاہے''(گرنانک اوران کی تعلیم ودعوت ص ۹۷ر)۔

مزیدتفصیلات کے لئے رجوع کریں جنم ساکھی والایت والی ص ۱۶۸ر وص ۱۹۵روص ۲۴۷ر۔اور جنم ساکھی بھائی سنی سنگھ ص ۳۶۰روص ۴۵۲رنیز گروگرنتھ صاحب ص ۴۲۰ر۔گرنانک اوران کی تعلیم ودعوت ص ۶۶ر

ارکان اسلام کے بارے میں گرونانک کےفرمودات

نماز کے بارے میں گرونانک کاقول ہے۔

''جماعت جمع کرپنج نمازگذار

باجھوں یادخدائیدے ہوسیں بہت خوار''(جنم ساکھی بھائی بالاصاحب ص ۲۴ر)

''اے لوگو پانچوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کیا کرواوراس بات کوہمیشہ یادرکھوکہ انسان خدا کی عبادت کے بغیرہی ذلیل وخوارہے۔''

مزیدوضاحت کے ساتھ عبارتیں ملاحظہ کریں۔جنم ساکھی ولایت والی بھائی بالاصاحب ص ۲۵روص ۳۲۷راورجنم ساکھی بھائی منی سنگھ جی ص ۹۷راوردین اسلام،گرونانک کی نظرمیں،ص ۱۰۳رتا۱۰۵راورگرونانک اوران کی تعلیم ودعوت ص ۷۰ر)

روزہ کے سلسلے میں کہتے ہیں۔

''دس دوارے مرداہوئے رہورنجول

مارمنوآدرشٹ بادھودوڑطلب دلیل

تیس دن سیون رنگ راکھوپاک مرداصیل

سیرت کاتوں راکھ رُوزہ نرت تجھے چاؤ

آتمےکونگاہ راکھیوسنی توعُلماؤ

تج سوادسہج بےکاراندیش من دلگیر،

مہرلےمن ماہیں راکھیوکفرتج تکبیر

نام لہربوجھائےمن تے ہوئے رہوٹھرور

کہئے نانک راکھ روزہ صدق رہی معمور''(مہان کوش ص ۲۳۶رگروگرنتھ کوش ص ۵۶۸رشبدارتھ گروگرنتھ ص ۲۴رگروگرنتھ صاحب مترجم گرونانک درشن ص ۳۴ر سری راگ مترجم پنڈت تاراسنگھ نروتم والی ص ۴۴ر بانی پرکاش ص ۲۵ر)۔

’’روزہ اور بندگی اسی صورت میں قبول ہوگی کہ انسان اپنے منہ اور کان اور آنکھ اور جسم کے ہر ہر حصے کو دھیان رکھ کر ہر وقت فکر مند رہے کہ اُن سے کوئی بُرا کام نہ ہوا پنے نفس کو مار کر اپنی آنکھو کو قابو میں رکھو۔ اور مرشِد کامل کی تلاش میں دوڑ بھاگ کرو ایسا مرد پاک اور اصیل کہلا نے کا حق دار ہے جو اپنے پانچوں حصوں یعنی ناک، کان، منہ، آنکھ اور زبان کا بھی روزہ رکھتا ہے، تا کہ وسوسہ پیدا نہ ہو۔ اے عالم میری بات غور سے سُن، اپنی زبان کے سارے چسکے چھوڑ دے، اس طرح سے تیرے دل کے تمام اندیشے اور وسوسے دُور ہو جائیں گے‘‘ (گرونانک اور ان کی تعلیم دعوت ص ۷۴ ر)۔

گرونانک جی مکہ شریف میں ایک سال تک رہے اس سلسلے میں ان کے خادم مردانہ نے گواہی دی کہ گرونانک وہاں مکہ شریف میں امامت کرتے تھے اور رمضان شریف کا روزہ رکھتے تھے اور اس کے علاوہ بھی اکثر روزہ سے رہا کرتے تھے، گرونانک کی اس حالت کو دیکھ کر مکہ والے کہا کرتے تھے کہ، نانک اس زمانے کا ولی پیدا ہوا ہے۔ (گرونانک اور ان کی تعلیم دعوت ۷۴ ر بحوالہ جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۹۶ ر)

سوڈھی مہربان جی لکھتے ہیں کہ۔

’’گرونانک جی نے مجھ سے فرمایا کہ میں روزے سے رہوں۔‘‘ (گرونانک اور ان کی تعلیم دعوت ص ۷۵ ر بحوالہ جنم ساکھی گرو نانک دیو جی ص ۴۵۲ ر)۔

زکوۃ کے تعلق سے گرونانک کا یہ فرمان ملاحظہ کریں:

’’لعنت بَر سے تنہاں جو زکوۃ نہ کڈھ دے مال
دھکا پوندا غیب دا ہوندا سب زَوال‘‘ (جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ص ۹۹ ر اور جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۲۵ ر)۔

’’ ان پر خدا کی لعنت ہو جو لوگ اپنے مال سے زکوۃ ادا نہیں کرتے، ان کا سارا مال سی نہ کسی آفت سے ضائع اور ہلاک ہو جاتا ہے‘‘ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ گروگرنتھ صاحب سارنگ محلّہ ا ص ۱۲۲۹ ر جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۸۵ ر جنم ساکھی بھائی منی سنگھ ۴۱۱ ر تاریخ گروخالصہ ص ۴۱۰ ر گرونانک اور ان کی تعلیم دعوت ص ۷۷ ر)۔

گرونانک کی سوانح حیات میں ان کے اذان دینے اور امامت کرنے اور سفر حج کے شواہد موجود ہیں (ملاحظہ ہوں۔ دارا بھائی گرداس دار کیم پوڑی ص ۲۵ ر وص ۱۳۲ ر جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۲۰۳ ر)۔

کعبۃ اللہ و اہل بیت رسول ﷺ اور اصحاب رسول ﷺ سے عقیدت و محبت بھی گرونانک کی زندگی کا حصہ ہے (تحقیق کے ملاحظہ ہوں۔ جنم ساکھی بھائی منی سنگھ قلمی نسخہ ورق ۱۱۴ ر جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۴۶ ر وص ۵۳۶ ر وص ۲۱ ر)۔

قرآن اور دیگر کتب سماویہ پر ایمان:

گرونانک کہتے ہیں: ’’سوئی کلمے جوئیس رب کلام‘‘

’’کلمہ کے ذریعہ وہی شخص پاک صاف ہو سکتا ہے جو اللہ کے کلام یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے‘‘ (جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۸۳ ر)۔

دوسری جگہ گرونانک کہتے ہیں: ’’کل پروان کتیت قرآن ☆ پوتھی پنڈت رہے پوران
نانک ناؤں بھیا رحمٰن ☆ کر کرتا تو ایکو جان‘‘ (گروگرنتھ رام کلی محلّہ ا ص ۹۰۳ ر)۔

ترجمہ۔’’ کل یگ زمانہ میں صرف قرآن خدا کی طرف سے منظور شدہ کتاب ہے، اس کے نازل ہونے کے بعد ساری دوسری پوتھیاں اور پوران وغیرہ ساری کتابیں منسوخ ہوچکی ہیں ۔ اب خدا کی صفت رحمٰن ہی کا سکہ بازار میں چل رہا ہے‘‘ (گرونانک اوران کی تعلیم دعوت ص ۱۰۱)۔

حق وصداقت کے عاشق وشیدائی، گرونانک، قرآن کے بارے میں اپنا فیصلہ سناتے ہیں:

’’ ترہے کوٹا بھالیاں ترہے سودے بھید
توریت انجیل زبور ترے بڑھ سن ڈٹھے وید
رہیا فرقان کتیبڑے کلجگ میں پروان‘‘ (جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ۲۷۴)۔

’’ میں نے چاروں طرف تلاش کیا اور بہت سوچ اور بچار اور تحقیق سے کام لیا، میں نے توریت اور انجیل اور زبور کو بھی خوب پڑھا اوران کی چھان بین کی، ان کے علاوہ میں نے ویدوں کو خوب غور سے پڑھنے اور سننے کی کوشش کی، میری چھان بین اور کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب ساری کتابوں کا زمانہ ختم ہو چکا ہے، موجودہ زمانے کولوگوں کے لئے منظور شدہ اور قابل عمل کتاب صرف قرآن شریف ہے، بقیہ ساری دھرمی کتابیں مٹ چکی ہیں، قرآن شریف کو چھوڑ کر ان کے قانون پر عمل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا‘‘ (گرونانک اوران کی تعلیم دعوت ص ۱۰۲)۔

گرونانک فرماتے ہیں:

’’ ترہیے حرف قرآن دے ترہیے سپارے کین
تس وچ بہت نصیحتاں سن کر کر ویقین‘‘ (جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۲۲۱)۔

’’ قرآن شریف کے اندر لوگوں کی ہدایت کے لئے بہت سی نصیحتیں ہیں ۔ ان کو غور سنو اور یقین کر کے ان پر عمل کرو۔‘‘

دیگر کتب سماویہ کے بارے میں گرونانک کہتے ہیں:

’’ چار کتابیں اک ہیں چاروں قول خدائے
چاروں قدم ثواب دے قاضی دل دچ لائے‘‘ (جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۴۸)۔

’’ چاروں کتابوں میں خدا ہی کا ذکر ہے اوران چاروں میں انھیں کی باتیں ہیں قاضی صاحب ثواب کے چاروں قدم اپنے دل میں بساؤ ثواب کی سچی عبادت اور ذکر الٰہی ہے‘‘ (گرونانک اوران تعلیم دعوت ص ۸۹)۔

مزید فرماتے ہیں:

’’ دیکھو توریت انجیل نوں زبورے فرقان
ایہو چار کتیب ہیں پڑھ کر دیکھ قرآن‘‘ (جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۷۶)۔

’’ چاروں کتابیں خدا کی طرف سے اتاری گئیں ہیں، قرآن پڑھ کر دیکھ لیجئے ،ان چاروں کتابوں کا تذکرہ اس میں موجود ہے‘‘ (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ کریں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۲۲۲ و ص ۱۶۶/جنم ساکھی ولایت والی ص ۲۶۵/گرونانک اوران کی تعلیم دعوت ص ۱۰۱ و ۹۹)۔

فرشتوں کے بارے میں گرونانک کا عقید:

’’ صبر صبوری صادقاں توشہ ملائکاں‘‘ (گروگرنتھ صاحب سری راگ محلہ ا ص ۸۴)۔

''فرشتوں کا توشہ صبر ہے ان کو کھانے پینے کی ضروت نہیں۔''

چار بڑے فرشتوں کے بارے میں گرونانک کہتے ہیں۔

''اسرافیل، جبرائیل، میکائیل پچھان
عزرائیل فریشتہ چار موکل جان
چاروں وارث تخت دے حکمی بندے چار
سدا حضوری تس رہیں جوتھیوں سے اوتار'' (جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۲۴۱/)۔

''اسرافیل، جبرئیل، میکائیل، عزرائیل یہی چار فرشتے ہیں جو اللہ کے خاص موکل کہلائے جاتے ہیں، یہ چاروں اللہ کے تخت کے وارث ہیں اور اللہ کے ہر حکم کی اطاعت پوری طرح انجام دیتے ہیں، ان کے اندر حکم کے خلاف کے کام کرنے کا مادہ ہی نہیں ہے، اور وہ اپنے وقت کے نبی اور رسول کے پاس آتے تھے اور پیغام بھی ان کے پاس لاتے تھے۔'' (گرونانک اور ان کی تعلیم دعوت ص ۱۰۴/)۔

ان چاروں فرشتوں کے بارے میں گرونانک کا وہی عقیدہ ہے جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ کریں۔ جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۲۲۳/وص ۱۳۹/ وص ۳۶۱/ اور جنم ساکھی منی سنگھ ص ۴۲۸/ وص ۵۶۱/ اور گروگرنتھ صاحب تلنگ ص ۷۲۱/گرونانک اور ان کی تعلیم ودعوت ص ۱۰۶/)۔

قیامت اور یوم الحساب پر ایمان:

گرونانک فرماتے ہیں:

''اللہ الکھ اگم قادر کرن ہار کریم
سب دنی آون جاونی مقام ایک رحیم
مقام تس نوں آکھئے جس سس ہوئے دیکھ
آسماں دھرتی جلسی مقام اوہی ایک
ون ردِ چلے تس سس چلے تارکا لکھ پلوئے
مقام اوہی ایک ہے تا نکا سچ بگوئے'' (گروگرنتھ صاحب، سری راگ محلّہ ا ص ۶۴/)۔

''نہ سس سور منڈلو☆ بہت دیپ نہ جلو
آن پون تھر نہ کوئی ☆ ایک توہی ایک توہی'' (شبدارتھ گروگرنتھ صاحب ۶۴/)۔

ترجمہ۔''ایک دن ایسا بھی آئے گا کہ یہ ساتوں آسمان اور چاند سورج ٹوٹ پھوٹ جائیں گے اور زمین کے اندر کی ساری چیزیں بھی ختم ہوجائیں گی۔ اس وقت صرف ایک ہی خدا کی ذات باقی رہے گی۔'' (گرونانک اور ان کی تعلیم ودعوت ص ۱۱۰/)۔

حساب وکتاب اور یوجزاء کے بارے میں فرماتے ہیں:

''نانک آکھے رے منانی سنئے سکھ سہی
لیکھا رب منگسیا بیٹھا گڈھ وہی
طلباں پوس عاقیاں باقی جہاں رہی

عزرائیل فرشتہ ہوسہی آتے تہی
آون نہ جان سوجھئی بھیڑی گلی پھہی
کوڑلکھوٹے نانکااوڑک سچ رہی۔'' (گروگرنتھ صاحب داررام کلی شلوک ص ۹۵۲ر)

'' اللہ تعالی ہر شخص سے اس کے اعمال کا حساب لے گا اور اسی کے مطابق ہر شخص کو سزا اور جزاء دے گا، جن کے اعمال اچھے ہوں گے ان سے اچھا سلوک کیا جائے گا، اور جن لوگوں کے اعمال برے ہوں گے ان کو سزا دی جائے گی اور ان کے گلے میں طوق ڈالے جائیں گے، آخر جیت حق اور سچائی کی ہوگی، غلط اور باطل ہار جائے گا'' (گرونانک اوران کی تعلیم دعوت ص ۱۱۱)۔

گرنانک قیامت کی ہولناکی کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

'' ہیبت تت دن کی جس دن عدل کرے
باب اساڈے رکن دین کہیاں حکم کرے'' (جنم ساکھی ولایت والی ص ۲۵۰ر)۔

'' مجھے اس دن کا خوف اور ڈر ہے۔ جس دن اللہ تعالی لوگوں سے ان کا حساب لے گا اور ان کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرے گا اے رکن الدین، ہم اس دن سے اس لئے ڈر رہے ہیں کہ اللہ تعالی اس دن ہمارے ساتھ کیسا فیصلہ کرے گا؟'' (مزید تفصیل کے لئے رجوع کریں، گروگرنتھ صاحب آسا محلّہ ا ص ۲۳ ۴ر اور گروگرنتھ صاحب موہی محلّہ ا ص ۱۵۱۷ر گرونانک اور ان کی تعلیم دعوت ص ۱۱۳ر)۔

پل صراط اور جنت دوزخ کے بارے میں عقیدہ:

پل صراط کے بارے میں گرونانک فرماتے ہیں:

'' سنو کنیس پُل صراط والوں کی کہائے
کھنڈے نالوں تر کھڑی اگ لوہے جیون تپتائے
تلے ندی خون رت دی او تھے لیت ترائے
سب اٹھوئیں وچ پھریں جو کٹ کٹ پاپیاں کھائے
کٹ تارے پر صلات ایہہ کر کے کہے کھائے'' (جنم ساکھی بھائی بالا صاحب ص ۱۴۸ر)۔

'' پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا اور جس طرح لوہا آگ میں گرم ہوجاتا ہے اسی طرح وہ تپ رہا ہوگا، اس کے نیچے خون اور پیپ کی ندی ہوگی اور اس ندی میں سانپ اور بچھو ہوں گے جو بُرے لوگ اس میں کٹ کر گر جائیں گے وہ سانپ اور بچھو ان کو کاٹ کاٹ کر کھائیں گے اور دوزخ میں گرنے والے خوب شور مچائیں گے اور چلائیں گے مگر ان کی ایک بات بھی سنی نہیں جائے گی وہ لوگ اپنی بُرائیوں کی سزا پاتے رہیں گے۔'' (گرونانک اور ان کی تعلیم ودعوت ص ۱۱۵ر)۔

جنت کے سلسلے میں ارشاد فرماتے ہیں:

'' گلیں بہشت نہ جایئے ☆ چھوٹے عمل کمایئے'' (گروگرنتھ صاحب داررام کلی شلوک محلّہ ا ص ۹۵۱ر)۔

'' کوئی انسان صرف باتیں بنانے سے جنت میں نہیں جائے گا اس کے اندر تو وہی لوگ جائیں گے جو لوگ اپنی زندگی نیکیوں میں گذارتے ہیں، اور اچھے کام کرتے ہیں۔''

دوزخ کے بارے میں کہتے ہیں:

’’اُٹھے پہر بھوندا پھرے کھاون سنڈے رسول دوزخ پوندا کیوں رہے جاں چت نہ ہوئے رسول‘‘ (گروگرنتھ صاحب گوڑی شلوک محلّہ ا ص ۲۸۰؍)۔

’’جن لوگوں کے دلوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت اور محبت نہیں ہے، وہ لوگ اس دنیا میں اَٹھوں پہر بھٹکتے پھریں گے اور مرنے کے بعد ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا‘‘ (مزید تفصیل کے لئے رجوع کریں۔ گروگرنتھ صاحب دار شلوک ۱۴؍ گروگرنتھ صاحب دار آسا شلوک محلّہ ا ص ۹۳۴؍ اور ص ۱۴۱؍ وص ۷۴؍ اور گروگرنتھ صاحب دار رام گلی شلوک محلّہ ا ص ۹۵۱؍ نیز تواریخ گروخالصہ ص ۲۷۶؍ اور گرونانک اور ان کی تعلیم دعوت ص ۱۱۸؍ وص ۱۱۹؍)۔

مذکورہ بالا تفصیلات کی روشنی میں گرونانکؒ ایک صاحب ایمان انسان تھے۔ لیکن سکھ قوم کے موجودہ اعمال و معتقدات عموماً اسلام مخالف ہیں، سکھ طبقہ یہی نہیں کہ اپنے کو مسلمان نہیں مانتا، بلکہ اس کے کچھ مذہبی رسوم محض اسلام دشمنی اور مسلمانوں سے عداوت پر مبنی ہیں۔ اس لئے ان کے رہنما اگرچہ ولی صفت، صاحبِ ایمان تھے، سکھوں کو مسلمان نہیں کہا جا سکتا ہے۔ البتہ گرونانک کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر قوت و اعتماد کے انھیں دعوت الی الاسلام، دی جا سکتی ہے۔ سکھوں میں اور عام مسلمانوں میں دوری کی ایک دو بڑی وجوہات رہی ہیں۔ اولاً تصوف کے راستے ان کے اندر سنت سے دوری اور بداعتدالی آئی، پھر جانبین کے سلاطین اور حکمرانوں کے درمیان ہونے والی لڑائیاں اور ان لڑائیوں میں تعدی و ظلم نے دونوں کو دور کر دیا اور آہستہ آہستہ، مسلمان دشمنی میں، سکھ طبقے نے مستقل ایک دھرم کی شکل اختیار کر لی۔ آج سکھوں کے کچھ اداروں میں مسلمان سلاطین کے ذریعے جنگوں میں مارے گئے سکھ افراد کی مظلومانہ تصاویر اور تحریریں، دیکھا کر منفی سوچ کے ساتھ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کر کے اس خلیج کو وسیع کیا جا رہا ہے۔ دوسری طرف مسلمانوں نے بھی انھیں اپنا دشمن سمجھ کر دعوتی لحاظ سے نظر انداز بلکہ اپنا حریف اور مقابل سمجھ لیا ہے۔ مذکورہ بالا سطور سے ہم اولاً مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ سکھوں سے عداوت و دشمنی کے بجائے گرونانک کی تعلیمات کو سامنے رکھ کر سکھ قوم کو اسلام کی طرف لانے کی اپنی خدائی ڈیوٹی ادا کریں۔ دوسری طرف سکھ برادران سے التماس ہے کہ سلاطین کی بد اعمالی کی وجہ آپ اپنی آخرت اور گرونانک کی تعلیمات کو فراموش نہیں کریں۔ اور گرونانک کی تعلیمات پر اس وقت عمل کرنا تقریباً ناممکن ہے جب تک کہ مسلمانوں اور سکھوں کے درمیان ہوئی جنگوں میں پیش آمدہ جارحیت اور ظلم کی تصاویر اور تعلیم کا سلسلہ نہ بند کر دیا جائے۔ آخر ان مسلم سلاطین نے دوسرے مسلمانوں کو بھی اپنے اقتدار کے لئے اپنے ظلم کا نشانہ بنایا۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ سلاطین کے ظلم کی وجہ سے راہِ حق کو چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً نوابین افغانستان نے اگر راجا رنجیت سنگھ وغیرہ سے جنگیں لڑیں، تو سید احمد شہید بریلوی کے کون ساتھ احسان اور انصاف کا معاملہ کیا۔ سید احمد تو نوابین افغان کے تحفظ و استمرار کا، بہت بڑا ذریعہ بن چکے تھے، پھر بھی ان کے قضاۃ اور علماء کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیا۔ جب کہ سید احمد شہید نے رنجیت سنگھ سے باقاعدہ جنگ کیا اور اپنے رفقاء کے ساتھ بالاکوٹ میں شہید ہو گئے۔ یہاں اپنے مقابل میں ہونے کے باجود رنجیت سنگھ نے ان کی جنازہ اور تدفین کے کچھ لاش کے پاس کچھ پیسہ رکھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو’ تاریخ سید احمد شہید بریلویؒ، مولانا ابوالحسن علی الندویؒ)، اس لئے مسلم حکمرانوں سے ہوئے معاملات کی وجہ سے دین اسلام سے دوری کے بجائے گرونانک کی تعلیمات کو سامنے رکھ سکھوں کو اسلام کا پاسبان بننا چاہئے۔ اور جو شکایتیں مسلم سلاطین سے ہوئیں، اپنی بہادری کے ذریعہ انھیں، مسلم سماج کو ان اخلاقی کمزوریوں سے پاک کرنے میں استعمال کرنا چاہئے۔

سکھ فرقہ بنیادی طور پر اسلام پر منحصر ہونے کے باوجود چوں کہ اپنے کو نسلاً بعد نسلٍ مسلمان نہیں کہتا ہے۔ بلکہ اسلام اور مسلمانوں سے

اختلاف رکھتا ہے۔اس لئے وہ مسلمان نہیں ہے اور نہ ہی مرتد ہے، بلکہ عام کفار کی طرح ہے۔ان کے ساتھ مسلمانوں کے روابط جائز ہیں، گرونانک کی تعلیمات کو بنیاد بنا کران کے درمیان دعوت الی الاسلام کا کام کرنا کافی آسان ہے۔مسلمانوں کو انھیں ہدایاتِ ربانی سے بہرہ مند کرنے کے لئے ،فائدہ اٹھانا چاہئے۔

☆☆☆

اہل کتاب - مسائل واحکام

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی ☆

اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکامات، ہدایات اور تعلیمات کے مطابق کئی مسائل میں اہل کتاب کا معاملہ عام کفار ومشرکین سے الگ ہے اور ان کے احکامات جدا ہیں: اس لیے ضرورت ہے کہ اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام پر تفصیل سے بحث کی جائے، اس سلسلے میں بہت بنیادی سوال یہ ہے کہ شریعت اسلامی کی نظر میں اہل کتاب سے کیا مراد ہے؟ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ہے:

''وكل من يعتقد دينا سماويا له كتاب منزل كصحف إبراهيم والشيث وزبور داؤد عليهم السلام فهو من أهل الكتاب، فيجوز مناكحته وأكل ذبائحه'' (۸/۲)۔

(ہر وہ شخص جو آسمانی دین کا معتقد ہو، اور اس دین کے لیے حضرت ابراہیم اور حضرت شیث کے صحیفے اور حضرت داؤد علیہ السلام کے زبور کی طرح کتاب ہو تو وہ اہل کتاب ہے، اس سے مناکحت اور اس کے ذبیحہ کا کھانا جائز ہے)۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل کتاب سے اہل اسلام کے علاوہ وہ لوگ مراد ہیں جو دین سماوی پر ایمان رکھتے ہوں اور ان کے پاس ایسی آسمانی کتاب منزل من اللہ ہو؛ جس کی تصدیق قرآن کریم میں موجود ہو، احناف کا یہی موقف ہے؛ لیکن اس سلسلے میں راجح قول یہ ہے کہ یہود ونصاریٰ اپنے تمام فرقوں اور گروہوں کے ساتھ اہل کتاب ہیں (ابن عابدین ۲۶۸/۳، فتح القدیر ۳۷۳/۳، تفسیر القرطبی ۱۴۰/۲۰، المغنی مع الشرح الکبیر ۵۰۱/۷) خواہ ذمی ہوں یا حربی، مذکر ہوں یا مؤنث، آزاد ہوں یا غلام؛ بشرطیکہ وہ خدا کے وجود کے قائل ہوں، وحی اور آخرت کا تصور ان کے یہاں موجود ہو، دہریہ اور مذہب کا مذاق اڑانے والے نہ ہوں، تورات وانجیل کو خدا کی کتاب اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہوں، جن لوگوں میں یہ صفات وشرائط نہ پائی جائیں؛ چاہے مردم شماری کے رجسٹر میں وہ یہودی یا نصرانی ہوں، اہل کتاب نہیں قرار دیا جائے گا، محمد بن سیرینؒ نے حضرت عبیدہ کے حوالہ سے حضرت علیؓ کا فتویٰ عرب کے نصاریٰ کے ذبیحہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہے؛ کیونکہ شرب خمر کے علاوہ ان کا کوئی تعلق نصاریٰ کے دین سے نہیں ہے۔

''روى محمد بن سيرين عن عبيدة قال: سألت عليا من ذبائح نصارى العرب، فقال: لا تحل ذبائحم، فإنهم لم يتعلقوا من دينهم شئى إلا بشرب الخمر'' (احکام القرآن للجصاص ۳۲۱/۳)۔

(محمد بن سیرین نے عبیدہ سے روایت کیا کہ انہوں نے حضرت علیؓ سے عرب کے نصاریٰ کے ذبیحہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہے؛ اس لیے کہ ان کا کوئی تعلق شراب پینے کے علاوہ نصاریٰ کے دین سے نہیں ہے)۔

اسی طرح ابن جوزیؒ کی ایک روایت سند صحیح سے حضرت امام شافعیؒ سے منقول ہے، جس میں حضرت علیؓ نے نصاریٰ بنی تغلب کا ذبیحہ

☆ نائب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ۔

کھانے سے منع کیا ہے؛ کیونکہ ان کے پاس شراب پینے کے علاوہ دین نصاری کے اصول واحکام میں سے کچھ بھی نہیں ہے، تفسیر مظہری میں ہے:

"روى ابن الجوزي بسنده عن علي قال : لا تاكلوا من ذبائح نصارى بني تغلب، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية بشئى إلا شربهم الخمر ورواه الشافعي بسند صحيح عنه " (تفسیر مظہری سورۃ مائدہ: ۳/۳۴)۔

ابن جوزی نے سند کے ساتھ حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: نصاری میں بنی تغلب کے ذبیحہ سے مت کھاؤ کیونکہ انہوں نے شراب پینے کے علاوہ نصرانیت سے کچھ نہیں لیا ہے اسے امام شافعیؒ نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

علامہ کاسانی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب اپنے عقیدہ کو چھوڑ کر دوسرے کفریہ اعمال کرنے لگیں تو ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا:

"إذا انتقل الكتابى إلىٰ دين أهل الكتاب من الكفرة لا تؤكل ذبيحته ، لأنه لم يصر كتابيا وهذا لاخلاف فيه"(الموسوعۃ الفقہیۃ ۲۱/۱۸۶ بحث ذبائح)۔

(کتابی اگر اہل کتاب کے دین سے کفر کی طرف منتقل ہوجائے تو اس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔اس لیے کہ وہ کتابی باقی نہیں رہا اور اس مسئلہ میں کسی اختلاف نہیں ہے)۔

ہندوستانی علماء اور اہل فتاویٰ میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (امداد الفتاویٰ ۳/ ۵۴۴) مفتی محمد شفیع صاحبؒ (معارف القرآن ۲/ ۸۲) علامہ شبیر احمد عثمانی (تفسیر عثمانی: سورۃ مائدہ) مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ (فتاویٰ رحیمیہ ۶/ ۱۵۷)) مفتی رشید احمدؒ (احسن الفتاویٰ ۵/ ۹۰) اور مفتی نظام الدین صاحب (نظام الفتاویٰ ۱/ ۱۸۷) نے اس مسئلہ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ آج کے نصاریٰ اور یہود جو اصلاً منکر خدا اور رسول ہیں، ان کا ذبیحہ کا کھانا حلال نہیں ہوگا، واقعہ یہ ہے کہ علماء کبار کی بڑی رائے آج بھی یہی ہے۔

پھر جن بنیادوں پر نام نہاد عیسائی ونصاریٰ کے ذبیحہ کا کھانا ممنوع قرار دیا گیا ہے، انہی بنیادوں پر ان کی خواتین سے نکاح کرنا درست نہیں ہوگا، اور ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ نہیں ہوگا، اسلامک فقہ اکیڈمی نے ساتویں فقہی سیمینار میں اس دور کے عیسائی اور یہودی کو کتابی تصور کرنے کی بات کہی ہے؛ لیکن " الا یہ کہ ان کا ملحد، منکر خدا ہونا یقینی طور پر معلوم ہوجائے" کہہ کر ایسے تمام یہود ونصاری کو اہل کتاب سے نکال باہر کیا ہے جو ملحد اور منکر خدا ہیں (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے ۱۹۸ طباعت اپریل ۲۰۰۹)۔

جن حضرات نے موجودہ دور کے یہود ونصاری کے ذبیحہ کا کھانا اور ان کی عورتوں سے نکاح کو درست قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ دین پر قائم ہیں یا نہیں، اس صورت میں اصلاً یہ مانا جائے گا کہ وہ اپنے دین پر قائم ہیں، خصوصاً اس صورت میں جبکہ نصاریٰ کی جدوجہد اپنے دین کے فروغ اور اشاعت کے سلسلے میں معروف ہے اور وہ ترغیب وترہیب کے ذریعہ سماج کے کمزور طبقات کے عقیدوں کو تبدیل کرنے میں لگے رہتے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دہریہ نہیں؛ بلکہ دین سے جڑے ہوئے ہیں، شیخ جمیل محمد بن مبارک نے اپنی کتاب میں اس پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"إن ما ذبحه أهل الكتاب اليوم بما لا يخالف الطريقة الاسلامية فإنه جائز اكله ، نظرا؛ لأنهم يزعمون بانهم أهل الكتاب، ولأن الذين يتولون الذبح لا يعلم هل هم متمسكون بدينهم أم لا، والأصل أنهم متمسكون بدينهم"(نظریۃ الضرورۃ الشرعیۃ ۳۸۷)۔

ان دنوں اہل کتاب کا وہ ذبیحہ جو طریقۂ اسلامی کے خلاف نہ ہو، اس کا کھانا جائز ہے، اس لیے کہ وہ خود کو اہل کتاب مانتے ہیں اور

ذبح میں خیال رکھتے ہیں، ان کے دین کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ اپنے دین کے پابند ہیں یا نہیں، اصلا مانا جائے گا کہ وہ اپنے دین کے پابند ہیں۔

ہندوستانی علماء میں مولانا ظفر احمد تھانویؒ (اعلاء السنن ۱۷/ ۸۶) مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ (کفایت المفتی ۸/ ۲۵۲) مفتی عزیز الرحمٰنؒ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند و عزیز الفتاویٰ ۷/ ۱۵۳) اور مفتی نظام الدین صاحب کے ایک فتویٰ سے آج کے یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ کی حلت کا پتہ چلتا ہے؛ لیکن اس کا مدار بھی اسی پر ہے کہ ان حضرات نے تسلیم کیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کے بیش تر لوگ اپنے کو دین سے منسوب کرتے ہیں اور اپنے مذہب کے معتقدات پر قائم ہیں۔ اس طرح دیکھیں تو ان دونوں آراء میں معاملہ صرف اعتبار کا ہے، جنہوں نے انہیں دہریہ اور دین بیزار مانا ہے وہ ان کے ذبیحہ کے کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح حرام قرار دیتے ہیں اور جنہوں نے انہیں اپنے دین پر قائم مانا ہے وہ حلال قرار دیتے ہیں اور ہر دو ان حضرات کے ذبیحہ اور عورتوں سے نکاح کو حرام سمجھتے ہیں جو واقعتاً دین کے خلاف ہیں، دہریہ ہیں اور ذبح کے بجائے قتل جانور کرتے ہیں، اسی لیے اہل کتاب کی تعریف کرتے وقت میں نے شروع میں ہی ان امور کو ذکر کر دیا ہے، جن کی بنیاد پر انہیں اہل کتاب قرار دیا جاسکے۔ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

''اس موقع پر اس بات کی وضاحت کرنی بھی مناسب ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت کا حکم استثنائی اور تعبدی نوعیت کا ہے اور اس سے حلال وحرام کا حکم متعلق ہے، لہٰذا جن حضرات کا یقینی طور پر کتابی ہونا معلوم ہو، انہیں پر اہل کتاب کے احکام جاری ہوں گے (جدید فقہی مسائل ۲/ ۲۱۹)۔

ایک بحث یہاں پر یہ بھی ہے کہ اگر کتابی کے والدین میں سے ایک ایسا ہو؛ جس کا ذبیحہ حلال ہو اور دوسرا اس دین سے تعلق رکھتا ہو جس کا ذبیحہ حلال نہ ہو یا پھر ذبح کرنے والا تو کتابی ہے؛ لیکن اس کے والدین بت پرست یا مجوسی ہوں، تو کیا اس کے ذبیحہ کا کھانا درست ہوگا، اس سلسلے میں موسوعۃ الفقہیہ میں ائمہ کے اختلافات کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حنابلہ نے کہا کہ اس کا شکار اور ذبیحہ حلال نہیں، امام شافعیؒ نے کہا: اگر باپ غیر کتابی ہو تو حلال نہیں اور اگر باپ کتابی ہو تو اس میں دو قول ہیں: ایک قول یہ ہے کہ مباح ہے، یہی امام مالکؒ اور ابو ثورؒ کا قول ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ مباح نہیں؛ کیونکہ اس میں تحریم اور اباحت دونوں کے دواعی موجود ہیں، اسی لیے تحریم کا تقاضہ غالب ہوگا۔''

امام ابوحنیفہ نے کہا: بہر صورت اس کا ذبیحہ حلال ہے، اس لیے کہ آیت عام ہے اور اس لیے بھی کہ وہ کتابی ہے، اپنے دین پر برقرار ہے، لہٰذا اس کا ذبیحہ حلال ہوگا، جیسا کہ اگر اس کے والدین دونوں کتابی ہوتے۔''

ذابح کے والدین کے بت پرست اور مجوسی ہونے کی صورت میں لکھا ہے کہ'' ائمہ ثلاثہ کے مذہب کا تقاضہ یہ ہے کہ اس کا ذبیحہ حرام ہو اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کا تقاضہ یہ ہے کہ حلال ہو، اس لیے کہ اعتبار ذبح کرنے والے کے دین کا ہے نہ کہ اس کے والدین کے دین کا، اس کی دلیل یہ ہے کہ جزیہ قبول کرنے کے سلسلے میں اسی کا اعتبار ہے اور اس لیے کہ نص عام ہے اور قیاس بھی یہی ہے'' (موسوعۃ فقہیہ اردو ۷/ ۲۰۵، بحث اہل کتاب کا ذبیحہ)۔

اس سلسلے میں علامہ ابن تیمیہ کا قول بہت ہی واضح اور حرف آخر ہے، فرماتے ہیں:

''إن کون الرجل کتابیا أو غیر کتابی هو حکم یستفید بنفسه لا بنسبه ؛ فکل من تدین بدین أهل الکتاب فهو منهم سواء کا أبو ہ أو جده قد دخل فی دینهم أو لم یدخل ، وسواء أکان دخوله بعد النسخ والتبدیل ام قبل

D14

ذالک وھو المنصوص الصریح عن احمد "(المقنع ۳/ ۵۳۵)۔

(کسی آدمی کے کتابی یا غیر کتابی ہونے کا حکم اس کی ذات سے مستفاد ہوگا نہ کہ اس کی نسب سے، اس لیے جو اہل کتاب کے دین پر قائم ہے وہ اہل کتاب سے ہے خواہ اس کے باپ دادا اس دین میں داخل ہوں یا نہیں اور چاہے اس کا اس مذہب میں دخول نسخ وتبدیلی کے بعد ہوا ہو یا پہلے، حضرت امام احمدؒ سے صراحتاً یہ منقول ہے)۔

اسی طرح قرآن کریم میں تین جگہ سورۃ بقرۃ آیت ۶۲، سورۃ مائدہ آیت ۶۹، اور سورۃ حج آیت ۱۷، یہود ونصاریٰ کے ساتھ ایک اور گروہ صابئین کا ذکر کیا، یہ صابئین کون لوگ ہیں اور کیا یہود ونصاریٰ کی طرح اس جماعت کا وجود ان دنوں ہے یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا انہیں بھی اہل کتاب میں شامل مانا جائے گا، یا ان کے ساتھ معاملہ دوسرے مشرکین جیسا ہوگا۔ خصوصاً اکل ذبائح اور نکاح کے سلسلے میں یہ وہ سوالات ہیں جو صابئین کے حوالے سے عموماً ذہنوں میں پیدا ہوتے ہیں اور خلجان میں مبتلا کرتے ہیں، اس لیے اس موضوع پر بھی غور وفکر اور تحقیق کی ضرورت ہے۔

لغت کے اعتبار سے صابئین صابی کی جمع ہے، اس کا اطلاق اس شخص پر ہوگا ہے جو ایک دین سے دوسرے دین کی طرف منتقل ہوجائے؛ اسی لیے ان لوگوں کو جو اپنے دین سے نکل گیے ان کے لیے عربی میں "صبا" "فلان یصبئا" کہا جاتا ہے، ستارے نکلتے ہیں تو اس کے لیے صبأت النجوم کی تعبیر اختیار کی جاتی ہے (لسان العرب صبأ) فالصابی: التارک لدینہ الذی شرع لہ الی دین غیرہ کما ان الصابی علی القوم تارک لارضہ ومنتقل الی سواھا (المحرر الوجیز لابن عطیۃ ج ۱/ ۲۳۷)

صابی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کی طرف جانے والا ہے، جیسے صابی کا اطلاق اس قوم پر ہوتا ہے جو اپنا وطن چھوڑ کر دوسری جگہ منتقل ہوجائے۔

اہل لغت نے اسی معنی میں صابئین کو لیا ہے؛ لیکن اس کی تعیین میں ان حضرات دیگر محدثین اور علماء سے کافی اختلافات مرقوم ومذکور ہیں، راغب نے مفردات میں انہیں ایسی قوم قرار دیا ہے، جو دین نوح پر قائم تھے۔ (المفردات: صبا، یصبو) ابن منظور نے لیث سے نقل کیا ہے کہ ان کا دین نصاریٰ کے دین کے مشابہہ تھا وہ سمجھتے تھے کہ وہ دین نوح پر قائم ہیں، لیکن ان کا خیال صحیح نہیں تھا، اسی طرح کی باتیں خلیل نے قرطبی سے نقل کی ہے: (لسان العرب: صبا) حضرت ابن عباس اور امام احمد کا ایک قول یہی ہے کہ وہ قولاً نصاریٰ سے زیادہ قریب تھے۔ (المغنی ۶/ ۵۹۱، تلبیس ابلیس لابن الجوزی ص ۴۷)، حسن ابن ابی نجیح اس مذہب کو یہودیت اور مجوسیت، (تفسیر قرطبی ۱/ ۴۳۴ سورۃ بقرۃ آیت ۶۲) سعید بن جبیر، نصاریٰ اور مجوس (تلبیس ابلیس ۴۷) نیز دوسرے بعض یہود اور نصاریٰ سے مرکب مانتے ہیں، امام احمد کی دوسری روایت یہ بھی ہے کہ وہ یہود سے ہیں (المبدع ۳/ ۴۰۴) جبکہ حسن اور قتادہ کی رائے یہ ہے کہ وہ قوم ہے جو ملائکہ کی پوجا کرتے ہیں، قبلہ رخ ہوکر نماز پڑھتے ہیں اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں، قرطبی نے زیاد بن ابوسفیان کا قول نقل کیا ہے کہ وہ موحد ہیں اور ستاروں کے اثرات کے قائل ہیں۔ (تفسیر القرطبی ۱/ ۴۳۴ آیت بقرہ: ۶۲) بعضوں کے نزدیک یہ صرف لا الٰہ الا اللہ کو مانتے ہیں؛ لیکن ان کے پاس کوئی کتاب اور کوئی عمل نہیں ہے (تلبیس ابلیس ص ۷۷)۔

تفسیر ابن کثیر میں مختلف اقوال کو مختلف حضرات سے سنداً نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ

"والأظھر الأقوال، واللہ اعلم، قول مجاھد ومتابعیہ ووھب بن منبۃ: انھم قوم لیسوا علی دین الیھود ولا النصاریٰ ولا المجوس ولا المشرکین، وإنما ھم قوم باقون علی فطرتھم ولا دین مقرر لھم یتبعونہ ویتفقونہ" (تفسیر

القرآن العظیم: حافظ ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی دمشقی م ۷۷۴) ص ۱/ ۱۲۷)۔

اور اظہر الاقوال، اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے، مجاہد اور ان کے ساتھ وہب بن منبہ کا قول ہے کہ وہ ایسی قوم ہے جو نہ یہودی ہے، نہ نصرانی، نہ مجوسی اور نہ مشرک، وہ اپنی فطرت پر باقی ہیں، ان کا کوئی دین نہیں جس کی وہ اتباع کریں اور اس پر متفق ہو جائیں۔

معالم التنزیل میں علامہ امام محی السنۃ ابومحمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی (م ۵۱۶ ھ) نے حضرت عمر بن الخطابؓ اور عبداللہ بن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں، البتہ حضرت عمرؓ اہل کتاب کے ذبائح کی طرح ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیتے ہیں جبکہ حضرت ابن عباسؓ نہ تو ان کے ذبیحہ کو حلال مانتے ہیں اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کو جائز سمجھتے ہیں:

"قال عمر بن الخطابؓ وابن عباسؓ : هم قوم من أهل الكتاب، قال عمر : تحل ذبائحهم مثل ذبائح أهل الكتاب ، وقال ابن عباس : لاتحل ذبائحهم ولا منا كحتهم " (۱/ ۳۳)۔

حضرت عمر بن خطابؓ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ اہل کتاب سے ہیں، حضرت عمر نے فرمایا: اہل کتاب کی طرح ان کا ذبیحہ حلال ہے اور ابن عباس نے فرمایا: ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا حلال نہیں ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صابئین سے متعلق احکام میں قرون اولیٰ میں ہی اختلاف ہو گیا تھا، حضرت عبداللہ بن عباس کتابی ماننے کے باوجود ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کرنے کو درست نہیں سمجھتے تھے، یہ اختلاف بعد کے دنوں میں منتقل ہوتا چلا گیا، ائمہ میں حضرت امام شافعیؒ ان کے اہل کتاب ہونے کے بارے میں متردد رہے؛ جبکہ امام مالکؒ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ نے انہیں اہل کتاب تسلیم نہیں کیا، اس لیے کہ ستاروں کی پوجا کرنا، اصنام کی عبادت کی طرح ہے اور ستاروں کو مؤثر ماننا اسے فاعل حقیقی تصور کرنے کے مترادف ہے اور یہ دونوں چیزیں بلا شبہ کفر کے لیے کافی ہیں، اسی لیے ابوسعید اصطرخی نے ان کے بارے میں کفر کا فتویٰ دیا (تفسیر القرطبی ۱/ ۴۳۴) سورۃ بقرۃ آیت ۶۲ کتاب الخراج ص ۱۲۲)، البتہ امام ابوحنیفہ اور امام احمدؒ نے انہیں اہل کتاب مانا ہے، اور ستاروں کی پوجا کے سلسلے میں برأت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ وہ ستاروں کی پوجا نہیں کرتے؛ بلکہ اس کی تعظیم کرتے ہیں جیسے مسلمان کعبہ کی تعظیم کیا کرتے ہیں (المغنی لابن قدامۃ ۸/ ۴۹۶، فتح القدیر لابن الھمام ۵/ ۱۹۱، ۲/ ۳۷۴، ردالمحتار ۳/ ۲۶۸)۔

واقعہ یہ ہے کہ صابئین کا اہل کتاب ہونا مشکوک ہے، اس لیے ان کے اوپر اہل کتاب کے احکام جاری نہیں ہوں گے، ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا اور ان سے رشتۂ مناکحت حرام ہوگا۔

جہاں تک صائبین کے ان دنوں پائے جانے کا سوال ہے تو یہ ہر دور میں رہے ہیں اور اب بھی ہیں، کیونکہ جو لوگ بھی دین اسلام سے دور ہیں اور وہ مذہب اسلام کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہوئے ہیں وہ لغوی اور اصطلاحی اعتبار سے بھی صابئین میں داخل ہیں۔

یہ بحث ان لوگوں کے سلسلے میں تھی جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے اور ان کے بارے میں احکام الٰہی نازل ہوئے، لیکن نزول قرآن کے بعد سے لے کر آج تک بہت سے باطل فرقوں نے اپنے بال و پر پھیلائے، انہوں نے قرآن کریم کو اللہ کی کتاب اور محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول تسلیم کیا، جیسے مسلمان اجمالی طور پر تمام انبیاء ورسل کو مانتے اور کتب وصحائف سماویہ پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن انہوں نے اللہ کے رسول ﷺ کو آخری رسول اور قرآن کریم کو آخری آسمانی کتاب نہیں تسلیم کیا وہ سب کے سب اہل کتاب نہیں، کافر و مشرک ہیں، چنانچہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔ اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: ''موجودہ دور میں ہندوؤں اور بدھشٹوں کے بارے میں بھی بعض حضرات کی تحقیق ہے کہ ان کے پاس الہامی کتاب ہے، یہ بہرحال ایک مشکوک دعویٰ ہے، اس کو بنیاد بنا کر ان پر اہل کتاب کا حکم نہیں لگایا جاسکتا'' (جدید فقہی مسائل ۲۱۹/۲)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: اس زمانہ میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں، ان میں صرف یہود ونصاریٰ ہی دو قومیں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں، باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں، آتش پرست یا بت پرست ہندو یا سکھ، آریہ بدھ وغیرہ سب اسی عموم میں داخل ہیں (معارف القرآن ۶۱/۳)۔

یہی حکم قادیانیوں کا بھی ہے، چاہے وہ نسلی طور پر قادیانی ہو یا خود مرتد ہوگیا ہو، اہل کتاب میں شمار نہیں ہوگا، بلکہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے اس مسئلے پر تحقیقی و تفصیلی بحث کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''جو شخص قادیانیت کی طرف مرتد ہوا وہ مرتد بھی ہے اور زندیق بھی، اس کی صلبی اولاد بھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد ہے اور زندیق بھی، اس کی اولاد کی اولاد مرتد نہیں؛ بلکہ خالص زندیق ہے، مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہیں، دونوں سے مناکحت باطل اور دونوں کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے، اس لیے کسی قادیانی کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں (فتاویٰ رحیمیہ ۶۹/۷ بحوالہ قادیانی ذبیحہ ۲۴،۲۵)۔

حضرت مولانا عبدالرحیم لاجپوریؒ ایک سوال (نمبر ۱۹۵۵) جس میں بعض علماء کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ فرماتے ہیں: ''اگر کوئی شخص پہلے سے مسلمان تھا، بعد میں قادیانی ہوا تو وہ مرتد ہے اور اس پر مرتدین ہی کے احکام جاری ہوں گے؛ لیکن جو شروع ہی سے قادیانی ہے (یعنی پیدائش سے قادیانی ہے.........) تو وہ اہل کتاب کے حکم میں ہے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر یہ بات صحیح ہو تو ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہوگا؟''

''قادیانیوں کی اولاد (نسلی مرزائی قادیانی) غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مسلمان مانتی ہو تو بھی وہ کافر ہیں، ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہیے، ان کو اہل کتاب کے حکم میں قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا ہے، علامہ شامی غالی روافض کو کافر مانتے ہیں اور ان کو اہل کتاب نہیں سمجھتے تو قادیانیوں کی اولاد کا شمار اہل کتاب میں کیسے ہوگا۔

''**والظاهر أن الغلاة من الروافض والمحكوم بكفرهم لا ينفكون عن اعتقادهم الباطل فى حال اتيانهم بالشهادتين وغير هما من أحكام الشرع كالصوم والصلوٰة فهم كفارون لا مرتدون ولا أهل كتاب**'' (رسائل ابن عابدین ۳۷۰ فتاویٰ رحیمیہ ۶۸/۷)۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے قادیانیوں کو ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے اسلام سے خارج اور مرتد مانا ہے اور اس کے کفریہ عقائد کی تصدیق کرنے والے کو بھی اسی کے حکم میں داخل کیا ہے اور لکھا ہے کہ

''اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے تو اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، بیوی نکاح سے خارج ہوجاتی ہے، ایسے شخص سے سلام وکلام بیع وشراء ختم کردینا لازم ہے (فتاویٰ محمودیہ ۷۸/۱۲)۔

معتزلی تک سے نکاح کرنے کو فقہاء نے ناجائز لکھا ہے، حالانکہ وہ اہل قبلہ ہیں، خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

''**المناكحة بين أهل السنة وأهل الاعتزال لا يجوز**'' (خلاصۃ الفتاویٰ ۶/۲)۔

اہل سنت اور معتزلیوں کے مابین رشتۂ نکاح جائز نہیں ہے۔

اہل کتاب کے بارے میں جو کچھ پہلے ذکر کیا گیا اس کو سامنے رکھیں، تو معلوم ہوگا کہ عصر حاضر میں اہل کتاب کا وجود کمیاب ہے؛ لیکن جو لوگ واقعتہً اہل کتاب ہیں اور فقہاء کے مذکور شرائط پر پورا اترتے ہیں، ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہوگا، اس لیے کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''والمحصنٰت من الذین أوتو الکتاب من قبلکم ''(المائدۃ:۵)۔

مشرکہ سے نکاح کی ممانعت کے باوجود اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی؛ کیونکہ آسمانی مذاہب کے ماننے کی وجہ سے دوسرے کفار و مشرکین سے ان کا معاملہ کچھ مختلف ہے اور ہلکا ہے؛ اس لیے مفاسد زیادہ نہیں ہیں، اس کے باوجود یہ پسندیدہ نہیں ہے، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ساحبؒ اس اجازت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمان مردوں کو نکاح کی اجازت کے بھی معنی یہ ہیں کہ اگر نکاح کرلیا جائے تو نکاح صحیح ہوجائے گا اولاد ثابت النسب ہوگی، لیکن روایات حدیث اس پر شاہد ہیں کہ یہ نکاح بھی پسندیدہ نہیں، (معارف القرآن ۱/ ۴۸۶ سورۃ بقرۃ: ۲۲۱) اسی لیے حضرت عمر فاروقؓ کو جب عراق و شام میں مسلمانوں اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کی خبر ملی تو اسے بذریعہ فرمان روک دیا اور توجہ دلائی کہ ازدواجی تعلقات ان لوگوں سے دیانۃً اور سیاسۃً دونوں مضر ہیں، اس لیے اس سے احتراز ہی بہتر ہے۔

جصاص نے احکام القرآن میں شقیق بن سلمہ کی روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت حذیفہ بن یمان کو مدائن میں یہ فرمان ملا، جہاں انہوں نے ایک یہودی عورت سے شادی کرلی تھی کہ اس کو طلاق دیدو تو حضرت حذیفہ نے دریافت کیا کہ کیا وہ میرے لیے حرام ہے، حضرت عمر نے جواب دیا کہ میں حرام نہیں کہتا؛ لیکن ان کے یہاں عفت و پاکدامنی کا تصور نہیں ہے، اس لیے اندیشہ ہے کہ ان کے ذریعہ مسلم گھرانوں میں فحاشی اور بدکاری داخل نہ ہوجائے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے دوسرے خط میں لکھا کہ میرا یہ خط اپنے ہاتھ سے رکھنے کے پہلے ہی اس کو طلاق دے کر آزاد کردو؛ کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھی آپ کی اقتدا نہ شروع کردیں، خط کے الفاظ ہیں:

''إن لزم علیک أن لا تضع کتابی حتی تخلی سبیلھا فإنی أخاف أن یقتدیک المسلمون '' (کتاب الآثار ۱۵۶) میں تمہارے لیے ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا خط رکھنے سے پہلے اس کا راستہ صاف کردو اس لیے کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمان تمہاری اقتدا نہ کرنے لگیں۔

حضرت طلحہؓ اور کعب بن مالکؓ کو بھی حضرت عمرؓ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے پر سخت تنبیہ فرمائی اور انہیں طلاق دینے کا حکم دیا۔(الفتح القدیر ۳/ ۲۳۰)

خصوصا اس صورت میں جب یہودی یا عیسائی لڑکیوں کے نکاح میں ہونے کی وجہ سے عالم اسلام کو غیر معمولی فوجی، سیاسی اور معاشی نقصان ماضی میں اٹھانا پڑا ہے اور ان دنوں تو اس میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے، اور نکاح کے زیر اثر اہل کتاب خواتین کے داخل اسلام ہونے کا جو فائدہ تھا وہ بھی مفقود ہوتا جارہا ہے؛ بلکہ ہمارے مسلم حکمراں، ولی عہد اور جوانان، مغرب کے فکری تسلط کی وجہ سے بیویوں کے حلقۂ اثر میں زیادہ آتے جارہے ہیں، جو دینی، اخلاقی سیاسی اور سماجی طور پر نقصان دہ ہے؛ اس لیے جواز کے باوجود اہل کتاب خواتین سے نکاح کا نہ کرنا اور اس سے احتراز ہی اولی اور انسب ہے۔ حضرت امام محمدؒ نے فقہاء احناف کا مذہب لکھا ہے کہ وہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے ہیں، مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں۔

''الغرض قرآن وسنت اور اسوۂ صحابہ کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی پرہیز کریں (معارف القرآن ۳/ ۶۴)۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی اس عبارت سے واضح ہے کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح خواہ دارالاسلام میں کیا جائے یا دار الکفر میں، مقاصد خواہ ویزہ کا حصول ہو یا کچھ اور، بہرصورت اس سے پرہیز لازم ہے اور جب امام محمدؒ نے فقہاء احناف کا قول دارالاسلام میں کراہت کا لکھا ہے تو دارالکفر میں بدرجہ اولی کتابیہ سے نکاح مکروہ ہوگا، اس سلسلے میں قبول اسلام کی جو بات کہی جاتی ہے وہ محض امکان اور مظنہ ہے، جبکہ اس کے مقابل مفاسد کثیر ہیں؛ اس لیے کراہت سے خالی نہیں، علامہ شامی نے دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تحریمی اور دار الاسلام میں مکروہ تنزیہی لکھا ہے۔

''(والاولیٰ أن لا یفعل) یفید کراھة التنزیہ فی غیر الحربیة وما بعدہ یفید کراھةالتحریم فی الحربیة ''(ردالمحتار)۔

قرآن کریم میں جن انبیاء اور آسمانی کتابوں کا ذکر موجود ہے ان پر تو نام بنام ہمارا ایمان ہے، ان کے علاوہ اللہ کے اس قول پر بھی ہمارا ایمان ہے کہ ہر قوم اور ہر زبان میں اللہ نے رسول اور کتب وصحائف بھیجے۔ لیکن یہ ایمان اجمالی ہے، کسی کتاب میں خواہ اس میں توحید وآخرت اور خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیوں نہ ہو، اسے اللہ کی کتاب ہم نہیں کہہ سکتے ؛ کیونکہ ہمارے پاس اسے متعین کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، ایمان یقین کا نام ہے، محض امکان اور مظنہ کی وجہ سے ہم اس پر کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔

جہاں تک ان کتابوں کے الہامی ہونے کا تعلق ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا، لیکن یہاں پر ہمیں خوب اچھی طرح یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ وحی الٰہی، کتاب الٰہی اور الہامی کتابوں میں بڑا فرق ہے، شاعر کے تخیلات، بزرگوں کے ملفوظات ریشیوں کے اپدیش بھی الہامی ہوتے ہیں، لیکن انہیں کلام الٰہی، احکام الٰہی وحی الٰہی کے مرتبے میں قطعاً اور ہرگز نہیں رکھا جا سکتا۔

اہل کتاب سے سماجی تعلقات رکھے جا سکتے ہیں، دعوتی نقطۂ نظر سے یہ ضروری بھی ہے، لیکن ایسے تعلقات جو ہمارے دین وایمان کے لیے مضر ہوں، اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی، عیسائی مشنریز کے اسکول ہمارے بچوں میں مذہبی اعتبار سے شکوک وشبہات اور الحاد ودہریت کے جراثیم پیدا کرتے ہیں، اس لیے حتی الامکان ان اسکولوں میں مسلمانوں کو اپنے بچے داخل نہیں کرنے چاہیے اور ایسے اداروں کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کرنی چاہیے، اگر بہت ضروری ہو بایں طور کہ تعلیم وتدریس کے دوسرے ادارے موجود نہ ہوں تو داخل کرانے کی اجازت ہوگی؛ لیکن اس صورت میں ضروری ہوگا کہ بچوں کی تربیت کا اپنے طور پر نظم کیا جائے تا کہ اسکول کے عقائد ونظریات سے بچوں کی حفاظت ہو سکے۔

خصوصاً اس دور میں جب دیومالائی تہذیبوں کو مسلمانوں پر مسلط کرنے کی بھرپور جدوجہد جاری ہے، ہمیں متبادل اسکولوں کا نظم کرنا چاہیے اور اگر یہ ممکن نہیں ہو پا رہا ہے تو کم از کم مولانا گیلانی کی تجویز کے مطابق ایسی اقامت گاہیں طلبہ وطالبات کے لیے الگ الگ بنانی چاہیے کہ اسکول سے لوٹنے کے بعد وہاں ان کی رہائش ہو اور ان کی تربیت اسلامی بنیادوں پر کی جائے۔

اہل کتاب خواتین سے نکاح کی صورت میں ان کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں، ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ ان سے نکاح کرنے کے جو مفاسد اور خرابیاں ہیں اور جن کی بنا پر حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ بن یمان اور کئی دوسرے صحابہ کرام کو فوری طلاق دینے کو کہا تھا، اس بنیاد پر انہیں طلاق دینے کی اجازت ہوگی، تا کہ وہ جمہور صحابہ اور تابعین کے اجماع کے مطابق اس مکروہ نکاح سے گلوخلاصی کر سکے، اسی طرح گھریلو نظام تربیت کے غیر اسلامی انداز پر متاثر ہونے کے

خوف سے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دینے کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ اگر عورت اپنے مال سے کوئی الگ جگہ بنالے تو اسے اس کے مذہبی مراسم کی ادائیگی سے روکا نہیں جائے گا۔

عیسائی مشنریز کے ذریعہ قائم کردہ ہاسپیٹل اور قرض مہیا کرنے والے ادارے جو خدمت خلق کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ اور دوسرے مذہب سے دور کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں، ایسے اداروں میں ملازمت ابتداءً نہیں البتہ بقاءً کی جاسکتی ہے تاہم ممکنہ حد تک ان کی مذہبی سرگرمیوں سے دور رہنا ضروری ہوگا؛ بلکہ ممکن ہو تو اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کے مواقع نکالے اور اسی نیت سے کام کرے تو انشاءاللہ عند اللہ ماخوذ نہیں ہوگا۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق بعض احکام

مفتی اقبال احمد قاسمی☆

۱-کتاب اور اہل کتاب:

انسانوں کی ہدایت کیلئے اللہ رب العزت کی طرف سے جو آسمانی کتب وصحیفے نازل کئے گئے ان میں سب سے جامع، کامل مکمل اور ہر دور کیلئے راہنما و ھادی کتاب'' قرآن مجید'' ہے چنانچہ مطلق'' کتاب'' کا لفظ جب بولا جاتا ہے تو اس سے مراد یہی قرآن ہوتا ہے۔ عام اصطلاح ہے'' کتاب وسنت'' جس کے معنی ہیں قرآن وحدیث ۔ ''ذلک الکتاب لاریب فیه''(البقرہ۔۱)،''کتاب انزلنا ہ مبارک''(الانعام،۱۵۵)۔

قرآن مجید کے بعد جن کتابوں کی خود قرآن نے تعریف کی اور نام لے کر جن کا ذکر کیا وہ کتاب'' توراۃ،انجیل'' ہیں۔

''ذالک مثلهم فی التورٰة و مثلهم فی الإنجیل''(سورہ حجرات،پ:۲۶)۔

اسکے علاوہ صحف ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام نیز زبور کا بھی ذکر آیا ہے،لیکن توراۃ،انجیل کا جس قدر ذکر بار بار ہے وہ کسی اور سابقہ آسمانی کتاب کا نہیں۔اس لئے توراۃ وانجیل کو اور اسکے ماننے والوں کو اسلام نے خصوصی اہمیت دی ہے۔

نزولِ قرآن کے زمانہ میں جو لوگ اسلام سے منحرف رہے اور قرآن اور صاحب قرآن علیہ السلام کو ماننے سے انکار کیا ان میں عام کفار ومشرکین کے علاوہ سابقہ آسمانی کتب توراۃ وانجیل کو ماننے والے لوگ بھی تھے قرآن نے توراۃ وانجیل کے ماننے والوں کو عام کفار ومشرکین سے الگ رکھا اور ان کو کافر قرار دیتے ہوئے بھی دیگر کافر ومشرک میں شمار نہیں کیا یہ قرآن کا عادلانہ مزاج اور حقیقت پسندانہ خطاب ہے۔ارشاد ہے:''لم یکن الذین کفروا من أهل الکتاب و المشرکین الاٰیة'' (پ:۳۰،سورہ بینہ)،''ولایرتاب الذین أوتوا الکتاب والمؤمنون ویقول الذین فی قلوبهم مرض والکافرون''(مدثر:۳۰)۔

قرآن کریم کے اس انداز سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب اگر چہ کافروں کی ایک قسم ہے،لیکن عام مشرکین وکفار سے ممتاز بھی ہیں اسی بنا پر بعض احکام میں اہل کتاب کا معاملہ دیگر منکرین اسلام سے مختلف ہے،جیسا کہ سوالنامہ کی تمہید سے بخوبی واضح ہے۔بس اہم سوال اہل کتاب کی تحقیق ومصداق کا ہے۔اس میں یہ بات تو واضح ہے کہ'' اہل کتاب'' قرآن وسنت کی ایک اصطلاح ہے ہر کتاب کا ماننے والا اہل کتاب کہلانے کا مستحق نہیں کتاب سے مراد آسمانی کتاب ہے اور آسمانی کتاب کا مصداق صرف وہ کتاب ہے جسکا نزول من السماء ہونا قرآن سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ شامی نے لکھا ہے۔

''واعلم ان من اعتقد دینا سماویا وله کتاب منزل کصحف ابراهیم وشیث وزبور داؤد فهو من اهل

☆ صدر مدرس ومفتی مدرسہ مظہر العلوم 98/136 بیکن گنج،کانپور،یوپی۔

الكتاب فتجوز مناكحتهم واكل ذبائحهم"(شامی کتاب النکاح ص:۱۳۴۔ ۴زکریا دیوبند)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:"(ويجوز تزوج الكتابيات)جمع كتابية و الذكر كتابى وهو الذى يومن بنبى ويقر بكتاب ولا خلاف للائمة الأربعة فى جواز نكاح الكتابية الحرة وهو النصرانية واليهودية، ومن آمن بزبور داؤد و صحف ابراهيم و شيث عليه السلام"(البنایۃ شرح ہدایۃ کتاب النکاح ص:۵۴۰۔ج ۴۔بیروت)۔

مذکورہ بالاعبارات سے"اہل کتاب" کا لفظ تمام آسمانی کُتب میں سے کسی بھی کتاب کے ماننے والے پر اطلاق کا جواز فراہم کرتا ہے،جیسا کہ فقہاء احناف کی یہی رائے ہے۔اوراہل کتاب کا لفظ صرف غیر آسمانی کتب کے ماننے والوں کو اہل کتاب سے خارج قرار دیتا ہے ،لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم سے پہلے انجیل اور توراۃ کا زمانہ ہے انجیل وتوراۃ سے قبل جو کتب سماویہ گذری وہ گذری بسری ہوچکی تھیں صرف توراۃ وانجیل کے ماننے والے ہی گروہ رہ گئے تھے لہذا قرآن جب بھی" يا يها الذين أوتو الكتاب"کا خطاب کرتا تو اسکے مخاطب وہی ہوتے جنہیں یہود ونصاریٰ کہا جاتا ہے۔لہذا عہد نبوت ہی سے اہل کتاب کا لقب یہود ونصاریٰ دوگروہوں کے ساتھ خاص ہوگیا بلکہ قرآن سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے ارشادربانی ہے:"أن تقولو إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا"(الانعام،پ:۸۔آیت ۱۵۶)۔

تفسیر بحرمحیط میں ہے:"وظاهر قولهٖ اؤتوالكتاب انه مختص ببنى إسرائيل و النصارىٰ الذين أنزل عليهم التورٰة والإنجيل"(ص:۱۴۳۱،ج:۳)۔

تفسیر قرطبی میں ہے: "وطعام الذين أواتو الكتاب حل لكم يعنى ذبيحة اليهود و النصارىٰ"(ج ۲:ص:۲۶)۔

"احکام القرآن للجصاص"میں ہے:"إن إطلاق لفظ أهل الكتاب ينصرف إلىٰ الطائفتين من اليهود و النصارى دون المسلمين و دون سائر الكفار ولايطلق أحد على المسلمين إنهم أهل الكتاب كمالايطلق عليهم انهم يهود او نصارى"(ص:۴۱۰،ج:۲۔طبع زکریا دیوبند)۔

خلاصہ یہ کہ اہل کتاب سے مراد صرف وہ لوگ ہیں جو کسی ایسی کتاب کے ماننے والے اوراسکے اتباع کے دعویدار ہوں جن کا آسمانی کتاب اور وحی الٰہی ہونا قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت ہے اورظاہر ہے وہ توراۃ وانجیل ہی ہیں، جنکے ماننے والی کچھ قومیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں باقی زبور اورصحف ابراہیم علیہ السلام نہ کہیں محفوظ وموجود ہیں اور نہ کوئی قوم ان کے اتباع کی دعویدار ہے اورویداور گرنتھ یا زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں اُن کے وحی الٰہی اورآسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے اورصرف یہ امکان کہ شاید زبوراورصحف ابراہیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہوجسکو بدھ مت کی کتاب یا وید یا گرنتھ وغیرہ کے ناموں سے موسم کیا جاتا ہے،امکانِ محض اوراحتمال محض ہے جو ثبوت کیلئے کافی نہیں،اس لئے باجماع امت یہ بات ثابت ہوگئی کہ موجودہ زمانے کے مختلف مذاہب میں سے صرف یہود ونصاریٰ ہی اہل کتاب کا مصداق ہیں۔

احقر کی ذکرکردہ تفصیل سے اُن لوگوں کے قول کی تردید ہوگئی جو اہل کتاب کے مفہوم میں توسع کے قائل ہیں جن میں تفسیر المنار کے مصنف شیخ مفتی عبدہ مصری جیسے نامور اہل علم بھی شامل ہیں۔مفتی محمد شفیع صاحب نے انکا سخت تعاقب کیا ہے۔مثلاً ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

"اس مقام پر مصر کے مشہور عالم مفتی عبدہ سے ایک سخت لغزش ہوگئی ہے جسکے غلط اور کتاب وسنت اور جمہور امت کے خلاف ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں موصوف سے"تفسیر المنار"میں اس جگہ دوہری غلطی ہوئی ہے۔

اول تو اہل کتاب کے مفہوم میں دنیا کے کفار مجوسی، ہندو،سکھ وغیرہ سب کو داخل کرکے اتنا عام کردیا کہ پورے قرآن میں جو کفار اہل

کتاب اور غیر اہل کتاب کی تقسیم وتفریق کی گئی ہے وہ بالکل بے معنی اور بے حقیقت ہوجاتی ہے۔

اور دوسری غلطی اس سے بڑی یہ ہوئی کہ طعام اہل کتاب کے مفہوم میں اہل کتاب کے ہر کھانے کو بلاکسی شرط کے حلال کردیا، خواہ وہ جانور کو ذبح کریں یا نہ کریں اور اس پر اللہ کا نام لیں یا نہ لیں ہر حال میں وہ جانور کو جس طرح کھاتے ہیں اسکو مسلمانوں کے لئے حلال کردیا۔

جس وقت ان کا یہ فتویٰ مصر میں شائع ہوا اس وقت خود مصر کے اور دنیا کے تمام اکابر علماء نے اسکو غلط قرار دیا اس پر بہت سے مقالے اور رسالے لکھے گئے مفتی عبدہ کو عہدۂ فتویٰ سے معزول کرنے کے مطالبات ہر طرف سے ہوئے۔ ادھر مفتی صاحب موصوف کے شاگردوں اور کچھ مغرب زدہ یورپین معاشرے کے دلدادہ لوگوں نے بحثیں چلائیں، کیونکہ یہ فتویٰ ان کی راہ کی تمام مشکلات کا حل تھا۔ کہ یورپ کے یہود و نصاریٰ بلکہ دہریوں کا کھانا ان کے لئے حلال ہوگیا۔

لیکن اسلام کا یہ بھی معجزہ ہے کہ خلافِ شریعت کام خواہ کتنے ہی بڑے عالم سے کیوں نہ ہوجائے عام مسلمانوں کے قلوب اس سے کبھی مطمئن نہیں ہوتے اس معاملہ میں بھی یہی ہوا اور پوری دنیا کے مسلمانوں نے اس کو گمراہی قرار دیا اور اس وقت یہ معاملہ دب کر رہ گیا۔ مگر زمانہ حال کے ملحدین جنکا مقصد ہی یہ ہے کہ اسلام کا نیا ایڈیشن تیار کیا جائے کہ جس میں یورپ کی ہر لغویت کھپ جائے اور نئے جوانوں کی نفسانی خواہشات کو پورا کرے انہوں نے پھر اس بحث کو اس انداز سے نکالا کہ گویا وہ خود کوئی اپنی تحقیق پیش کر رہے ہیں حالانکہ وہ سب نقل مفتی عبدہ کے مذکورہ مقالہ کی ہے (معارف القرآن ربانی عکسی ص:۵۸۔ ج:۳/ مائدہ)۔

یہ طویل اقتباس نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اب جبکہ اہل کتاب کا موضوع پھر چھیڑا گیا ہے تو اس سلسلہ میں اکابر کا نظریہ بھی پیش نظر رہے کہ وہ ہرگز اہل کتاب کے مفہوم میں توسع کے قائل نہیں بلکہ احناف متقدمین نے جو زبور وصحف ابراہیم علیہ السلام کے ماننے والوں کو اہل کتاب کے مفہوم میں شامل مانا ہے۔ (جیسا کہ بنایہ، شامی وغیرہ کی عبارات مذکورہ سے واضح ہے) عصر حاضر میں یہ قول بھی راجح نہیں ہے بلکہ یقینی طور پر اہل کتاب کا مصداق صرف توراۃ وانجیل کے حاملین یعنی یہود ونصاریٰ ہیں (جیسا کہ تفسیر بحر محیط واحکام القرآن وغیرہ کے حوالہ سے گذرا) وہ بھی صرف نام کے نہیں بلکہ بعض شرائط وتفصیلات کے ساتھ جسکا ذکر سوال نمبر ۳ کے تحت میں آرہا ہے۔

۲- صابئین؟

گذشتہ معروضات سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ اس زمانہ میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں ان میں صرف یہود ونصاریٰ ہی دو قومیں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں، باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں آتش پرست۔ یا بت پرست ہندو یا سکھ یا آریہ، بدھ وغیرہ سب اہل کتاب سے خارج ہیں البتہ صابئین کا معاملہ مشتبہ ومختلف فیہ رہا ہے کہ آیا یہ اہل کتاب میں داخل ہیں یا خارج؟ جن حضرات کے نزدیک یہ لوگ زبور داؤد علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ ان کو اہل کتاب میں داخل وشامل مانتے ہیں اور جنکی تحقیق اس سے مختلف ہے ان کا نظریہ بھی مختلف ہوگیا کہ یہ اہل کتاب سے خارج ہیں۔

دراصل ''صابی'' کے بارے میں اقوال واحوال بہت متضاد اور انتہائی مختلف منقول ہیں بلکہ اگر دیکھا جائے تو صابی کا لفظ ابتداء اسلام میں بددین کے معنیٰ میں بدنام ہوچکا تھا (جیسا کہ آج کل وہابی کا لفظ ہندوپاک میں غلط معنی میں معروف ہے) چنانچہ اگر کوئی شخص ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا تو اسے صابی کہا جاتا اسی طرح اسلام قبول کرنے والے کو بھی اہل مکہ صابی کے نام سے یاد کرتے تھے (الجامع لأحکام القرآن ص:۴۳۴، ج:۱)۔

بہر حال دستیاب تحقیق کے مطابق صابئین کے بارے میں حقائق و واقعات کے مختلف ومتضاد ہونے کی بنا پر فقہاء کے یہاں

اختلاف رائے ہوا کہ یہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں یا عام مشرکین کے حکم میں؟ اصولی طور پر فقہاء ان کے حکم کو ان کے معتقدات پر موقوف مان کر حکم لگاتے ہیں۔ ائمہ اربعہ کے اقوال کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

☆ حضرت امام مالکؒ کا فرمان یہ ہے کہ عام عیسایوں سے ان کے عقیدے بہت کچھ مختلف ہیں اور ان کا مذہب آتش پرستوں سے قریب تر ہے (الشرح الصغیر ص: ۱۵۴، ج ا)۔

☆ حضرت امام احمدؒ کا قول ہے کہ وہ عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے، پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ یوم السبت کی تعظیم وتکریم کرتے ہیں تو انہیں یہودیوں کے حکم میں قرار دیا (المغنی ص: ۲۶۳۔ ۹)۔

☆ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد عیسائیوں اور یہودیوں کے مطابق ہوں تو ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہوگا ورنہ نہیں (شرح المہذب ص: ۷۹۔ ۹)۔

☆ فقہاء احناف میں حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ ان کو اہل کتاب سے خارج جبکہ امام ابوحنیفہؒ اِن کو اہل کتاب میں داخل مانتے ہیں اختلاف کی بنیاد وہی تحقیق کا اختلاف ہے امام کرخیؒ کا خیال ہے کہ ان کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا اور زبور کی تلاوت کرتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی رائے میں اسی کو پیش نظر رکھا ہے اور ایک فرقہ نبوت و وحی کا منکر اور سورج کا پرستار تھا صاحبین نے اسی کی روشنی میں اپنی رائے دی ہے۔

"**وقد اختلف في الصابئين هم من أهل الكتاب أم لا، فروى عن أبي حنيفة أنهم أهل كتاب۔ و قال أبويوسف و محمد: ليسوا أهل كتاب و كان أبوالحسن الكرخي يقول الصابئون الذين هم عنده من أهل الكتاب قوم ينتحلون دين المسيح و يقرؤن الإنجيل، فأما الصابئون الذين يعبدون الكواكب (وهم الذين بنا حية حرّان) فإنهم ليسوا بأهل كتاب عندهم جميعاً**" (احکام القرآن للجصاص: ص: ۴۱۳، ج ۲۔ زکریا)۔

صابئین کے بارے میں جس قدر تحقیق میں اختلاف در اختلاف اور اقوال پر اقوال کتابوں میں منقول ہیں اس سے تو یہی اندازہ ہوتا ہے کہ یہ فرقہ کوئی "چوں چوں کا مربہ" تھا جو اب قصہ پارینہ بن چکا ہے اور اب بعد کے محققین خواہ مخواہ ٹامک ٹنیاں مار رہے ہیں اصولی بات طے ہوگئی کہ اس فرقہ کا حکم اس کے معتقدات پر موقوف ہے، ان کے معتقدات اگر وہ ہیں جو امام ابوحنیفہؒ نے بیاں کئے تو سب کے نزدیک وہ اہل کتاب میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اگر ان کے عقائد وہ ہیں جو صاحبین نے بتائے تو کوئی فقیہ اہل کتاب میں ان کو داخل کرنے کی غلطی نہیں کرے گا۔ چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں۔

"**فإذاً لاخلاف بينهم في الحقيقة، لأنهم إن كانو كما قال أبو حنيفةؒ: جاز مناكحتهم عندهما أيضا وإن كانو كما قالا، فلايجوز مناكحتهم عنده أيضاً**" (بنایہ شرح ہدایہ ص: ۵۴۵۔ ۴۔ کتاب النکاح۔ بیروت)۔

اب اس سلسلہ کی آخری بات کہ یہ فرقہ موجود ہے یا اب ندارد ہے تو اس سلسلہ میں علامہ عینی نے جو فقیہ عبدالعزیز بن یحیٰؒ کی تحقیق نقل فرمائی ہے وہی صحیح معلوم ہوتی ہے کہ وہ سب ختم ہو گئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا۔

"**وقال عبدالعزيز بن يحيٰؒ قد درجوا وانقرضوا فلاعين ولاأثر**" (بنایہ ص: ۵۴۵۔ ج ۴)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

"ہر چند کہ اس دور میں اس نام سے کوئی قوم معروف و متعارف نہیں، لیکن صابئین کے بارے میں فقہاء کی احتیاط سے یہ اصول

مستنبط ہوتا ہے کہ کوئی بھی گروہ جسکا اہل کتاب ہونا مشکوک ہوتو جب تک اس کا اہل کتاب میں سے ہونا تحقیق نہ ہوجائے ذبیحہ اورعورتوں کی حلت کے باب میں ان کو اہل کتاب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا'' (قاموس الفقہ ص:۲۱۶۔ج:۴صابی)۔

۳-عصر حاضر کے یہود ونصاریٰ کا حکم:

اس زمانہ کے یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہنے کیلئے اوران کے ذبیحہ ونکاح کو جائز قرار دینے کیلئے کوئی حدود ہیں؟ یا مطلقاً جو اپنے کو یہود ونصاریٰ میں شمار کرے وہ اہل کتاب کے زمرہ میں آجائے گا؟ اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات کے مطابق اگر چہ یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب میں سمجھنے وشامل ہونے میں یہ شرط ہرگز نہیں ہے کہ وہ پورے طور پر اصلی تورات وانجیل پر عمل پیرا ہوں، بلکہ محرف تورات وانجیل کے ماننے والے اور عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا شریک قرار دینے والے یا حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہنے والے یہود ونصاری کو ہی قرآن نے اہل کتاب سے پکارا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب ہونے کیلئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں کسی نبی کے ماننے کا دعویٰ کرتے ہوں خواہ وہ انحراف وتحریفِ دین کے کتنے ہی بڑے مجرم ہوں قرآن پاک نے ایسے ہی اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مذمت میں فرمایا:

''یحرفون الکلم عن مواضعه'' (پ:٦۔سورہ مائدہ)،**''وقالت الهود عزیر ن بن الله وقالت النصاریٰ المسیح ابن الله''** (پ: ۱۰ البراءۃ)۔

احکام القرآن للجصاص میں حضرت عمر فاروقؓ کے حوالہ سے اس سلسلہ میں اس بات کی صراحت منقول ہے کہ جولوگ توراۃ کو مانیں اور یوم السبت کی تعظیم کریں لیکن آخرت کے منکر ہوں پھر بھی وہ اہل کتاب کا ہی فرقہ کہلائیں گے۔ ملاحظہ ہو:

''عن غضیف بن الحارث: أن عاملالعمر بن الخطاب کتب إلیه إن ناسا من السامرة یقرؤن التورٰة ویسبتون السبت ولایومنون بالبعث فما تریٰ؟ فکتب إلیه عمرؓ أنهم طائفة من أهل الکتاب'' (احکام القرآن ص:۴۰۶۔سورہ مائدہ زکریا دیوبند)۔

خلاصہ یہ کہ یہود ونصاری جب تک تورات وانجیل اور کسی پیغمبر کے ماننے کے مدعی ہیں تو خواہ وہ کتنا ہی گمراہی کا شکار ہوجائیں وہ قرآن وحدیث کی اصطلاح میں اہل کتاب ہونگے اوران کا ذبیحہ حلال اور انکی عورتوں سے نکاح جائز رہے گا۔

لیکن آج کل ایسے یہود ونصاریٰ کی تعداد نہ کے برابر ہے، جبکہ عیسائی یا یہودی کہے جانے والے ممالک یورپ وغیرہ میں ایک بڑی تعداد بلکہ زیادہ تر ایسے لوگوں کی ہے جو مردم شماری میں مذہب کے خانہ میں یہودی یا نصرانی لکھواتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں نہ توراۃ وانجیل کو مانیں نہ کسی پیغمبر، وحی، آخرت کو تسلیم کریں ظاہر ہے مردم شماری میں یہودی یا نصرانی درج کرا دینے سے کوئی اہل کتاب کے حکم میں نہیں داخل ہوسکتا۔ اس لئے اس زمانہ میں یہودی ونصاریٰ کے ذبیحہ کی حلت اوران کی عورتوں سے نکاح کے جواز کیلئے اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ، واقعتہً اہل کتاب کا مصداق ہوں یعنی کم ازکم نزول قرآن کے زمانہ میں یہود ونصاریٰ جو عقائد رکھتے تھے ان کے قائل ہوں۔ تورات وانجیل پر ایمان رکھتے ہوں خدا کے وجود کو تسلیم کرتے ہوں، وحی، نبوت اور فرشتوں کے قائل ہوں۔ لہذا جو یہودی عیسائی دہریہ قسم کے ہیں کہ وہ خدا کا نبی کا مذاق بناتے ہوں دین وشریعت کو بیکار سمجھتے ہوں صرف نسلاً یہودی یا عیسائی ہیں ان کو ہر گز اہل کتاب نہیں قرار دیا جاسکتا کیونکہ اہل کتاب کے اعتبار کی یہ شرط ہے کہ عہد نبوت کے اہل کتاب کے جو عقائد تھے اس حد تک دین کو ماننا ان کے نزدیک لازم ہو۔ اسی لئے حضرت علیؓ اُن عرب نصاری کے بارے میں جو برائے نام عیسائی تھے فرمایا ان کا ذبیحہ حلال نہیں کہ سوائے

شراب نوشی کےان کے پاس عیسائیت کا کوئی عمل نہیں ہے۔

”عن علی رضی الله عنه أنه قال: لاتحل ذبائح نصاری العرب؛ لأنهم لم يتعلقوا من دينهم بشئ إلا بشرب الخمر“(احکام القرآن ص:۴۰۷۔ج۲زکریا دیوبند)۔

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے یہود ونصاری کے ذبیحہ اور نکاح کے سلسلہ میں فقہاء تقریباً اس بات پر متفق ہیں کہ جب تک اُن کا سابقہ ملت پر قائم رہنے اور خدا اور سول کو ماننے کا اطمینان نہ ہوجائے ان کا ذبیحہ ونکاح حلال نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

”ذبيحة المسلم والكتابی حلال لما تلونا وإطلاق الكتابی ينتظم الكتابی والذمی والحربی والعربی والتغلبی، لأن الشرط قيام الملة علیٰ ما مامر“(ہدایہ مع الفتح ۴۹۷۔ج۹)۔

علامہ شبیر احمد عثمانی اپنے تفسیری فوائد میں سورہ مائدہ کی آیت وطعام الذین اوتوا الکتاب کے تحت فرماتے ہیں:”مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا نہوگا“(تفسیر عثمانی ص:۱۴۲)۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:”خلاصہ یہ ہے کہ جن نصرانیوں کے متعلق یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ وہ خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے یا حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی نہیں مانتے وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں۔“(معارف القرآن ربانی ص:۴۹۔۳)

مولانا محمد تقی عثمانی ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:”عیسائی عورت سے مسلمان کا نکاح شرعاً منعقد ہوجاتا ہے شرط یہ ہے کہ عورت واقعتہً عیسائی مذہب پر ہو۔ آج کل کے عیسائیوں کی طرح نہ ہو جو نام کے تو عیسائی ہوتے ہیں اُوران کے عقائد دہریوں کے عقائد ہوتے ہیں کہ خدا، رسول کسی کو نہیں مانتے۔ نیز دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح شرعی طریقہ پر دو گواہوں کے سامنے ہوا ہو اگر یہ دونوں شرطیں موجود ہیں تو وہ نکاح درست ہو چکا ہے“(فتاویٰ عثمانی ص:۲۵۷ فتوی نمبر ۲۸ /۳۱۱)(عصر حاضر میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہونے کی باقی مکمل تفصیلات وشرائط(۶)”دارالاسلام ودارالکفر میں کتابیہ سے نکاح“کے تحت آگے ملاحظہ فرمائیں)۔

۴-قادیانی وغیرہ باطل ادیان کا حکم:

اہل کتاب کے ضمن میں ایک اہم مسئلہ ان ناپاک گروہوں کا ہے جو اسلام کی بیخ کنی کیلئے عہد اسلام کے بعد ایجاد کئے گئے، لیکن وہ اپنے کو مسلمان بھی کہتے ہیں حالانکہ وہ اپنے عقائد باطلہ کی بنا پر بدترین کافر ہیں مثلاً قادیانی، بہائی، بابی، ذکری، پرویزی، وغیرہ سوال یہ ہے کہ ایسے خارج اسلام فرقوں کو کس زمرہ وطبقہ میں شمار کیا جائے گا مسلمانوں میں یا اہل کتاب میں؟ یا عام کفار کے حکم میں؟ ایسے باطل فرقے اپنے کو مسلمان کہلانے کیلئے اپنے کو اہل قبلہ وکلمہ گو ہونے کی سند پیش کرتے ہیں حالانکہ اہل قبلہ یا کلمہ شہادت کا اعتبار جب ہی ہے جبکہ خلاف اسلام عقائد اسکے نہ ہوں جن لوگوں کا کفر وارتداد معلوم ہوجائے ان کا حکم قرآن نے یہ بیان فرمایا ہے:”لاتعتذروا قد كفرتم بعد إيمانكم“(التوبۃ ۶۶)”بہانے نہ بناؤ تم دعویٰ ایمانی کے بعد کافر ہو چکے ہو“ لہٰذا قادیانی وغیرہ گمراہ فرقوں کا کلمہ پڑھنا ان کو مسلمان نہیں بناتا، لہذا یہ باطل فرقے مسلمان تو ہو نہیں سکتے۔ اب ایک درجہ کم اہل کتاب میں کیا ان کو مان سکتے ہیں؟ ظاہر ہے اسکا جواب بھی نفی میں ہوگا کیونکہ اہل کتاب کی

تعریف وتحقیق جو گذری اس میں صرف توراۃ وانجیل کے ماننے والی دوقوموں یہود ونصاریٰ کے ساتھ یہ مخصوص لفظ اور خاص رعایت منحصر ہے اسلام کے بعد پیدا ہونے والی کسی نئی مذہبی جماعت جسکے اپنے خاص عقائد خلاف اسلام ہوں ان کو اہل کتاب نہیں کہا جا سکتا قال اللہ تعالیٰ: ”إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا“ (الانعام پ ۸)۔

اب جبکہ یہ بددین فرقے نہ مسلمان ٹھہرے نہ اہل کتاب، تو خواہ ان کو عام کفار ومشرکین میں کہیں یا ان کو مرتد وزندیق نام دیں بہر حال نہ ان سے نکاح درست ہے اور نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

قال تعالی : ”ولاتنكحوا المشركات حتى يؤمن“ (البقرہ پ:۲)۔

”والنص عام يدخل تحته جميع المشركات حتى المعطله والزنادقة والباطنية والإباحية وكل مذهب يكفر به معتقداته؛ لأن إسم الشرك يتناولهم جميعا“ (مجمع الانہر ص:۴۸۷۔ج۔ا بیروت، شامی زکریا ص:۱۳۵،ج:۴)۔

”ولاتحل ذبيحة المرتد و إن إرتد إلى دين أهل الكتاب وذبيحة المجوسي حرام“ (تاتارخانیہ ص:۳۹۱/۱۷۔ زکریا دیوبند)۔

جن حضرات نے باطل ادیان خصوصاً قادیانی، بابی، بہائی، ذکری، پرویزی وغیرہ فرقوں کا مطالعہ کیا ہے وہ ان فرقوں کی زہرناکی سے واقف ہیں اور یہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ فرقے مسلمان اور اہل کتاب میں تو کیا داخل ہوتے انکا شمار عام کفار میں بھی نہیں ہوسکتا، بلکہ یہ زندیق اور مرتد ہیں اسلامی حکومت کے لئے اہل کتاب اور کھلے ہوئے کافروں کا وجود تو قابل برداشت ہے لیکن یہ غدار قوم وملت مرتد وزندیق قابل برداشت نہیں، بلکہ واجب القتل ہیں ان کو بغیر توبہ کا موقع دیئے ان کو قتل کئے جانے کا حکم ہے۔

”وقتل الزنديق بعد الاطلاع عليه بلااستتابة وهو من أسر الكفر و أظهر الاسلام وكان يسمى فى زمن النبى ﷺ وأصحابه منافقا بلا قبول توبة من حيث قتله ولابد من توبة لكن إن تاب قتل حداً و إلا كفراً“ (الشرح الصغیر۔ص: ۴/۴۳۸)۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ قادیانی وغیرہ کو زندیق ہونا ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”قلت الزنديق من يحرف معانى الألفاظ مع ابقاء ألفاظ الإسلام كهذا اللعين فى القاديان يدعى أنه يومن بختم النبوة ثم يخترع له معنى من عنده يصلح له بعده الختم دليلا على فتح باب النبوة، فهذا هو الزندقة حقاً الخ“ (فیض الباری ص:۴/۲۷۴)۔

علامہ ظفر احمد عثمانی نے اس سے بھی زیادہ واضح انداز میں لکھا ہے: ”فمتنبى البنجاب القادياني كافر مرتد عن الاسلام، وكذا من لم يقل بكفره وارتداده وظنه وليا اومجدداً او مصلحا، فإنه كذاب دجال قد افترىٰ على الله ورسوله كذبا“ (اعلاء السنن ص:۷۶۳۔ج ۱۲) ادارۃ القرآن)۔

مولانا یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں: ”قادیانیوں کے بارے میں دنیا بھر کے علماء امت فیصلہ دے چکے ہیں کہ یہ مرتد ہیں مرتدوں سے تعلقات رکھنا جائز نہیں وہ اللہ ورسول کے باغی ہیں اور باغیوں سے روابط رکھنے والا بھی باغیوں کی صف میں شمار کیا جاتا ہے“ (آپ کے مسائل ص:۱۰۰۔ج:۲ جدید)۔

اسی طرح ذکری فرقہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ: ”ذکری فرقہ مسلمان نہیں ان کے ساتھ مسلمانوں کا بیاہ شادی جائز نہیں اور وہ اہل کتاب نہیں۔ بلکہ قادیانیوں کی طرح زندیق اور مرتد ہیں“ (آپ کے مسائل: ص ۵۵۴ ج ۲)۔

مفتی محمد سلمان منصور پوری، فرقہ بابیت وبہائیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:'' یہ اسلام سے الگ مستقل فرقہ ہے اسکا دین محمدی اور شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اسکے ماننے والے بلاشبہ کافر اور زندیق ہیں کسی بھی مسلمان کے لئے اس فرقہ کے لوگوں کے ساتھ رشتہ ٔمناکحت کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔ان کے مابین مسلمانوں کی وراثت بھی جاری نہ ہوگی۔اوران کا مسلم قبرستانوں میں دفن کرنا بھی درست نہیں(کتاب النوازل ص:۹۴/ ۲)۔

خلاصہ یہ کہ قادیانی ہوں یا بہائی۔آغا خانی ہوں یا ذکری یہ سب اپنے کفریہ عقائد اورختم نبوت ورسالت کے انکار کے سبب نہ ہی مسلمان ہیں نہ اہل کتاب، بلکہ یہ غیر مسلم کفار کی بدترین قسم زنادقہ ومرتدین ہیں جنکا حکم یہ ہے۔

۱-کسی مسلمان مردوعورت کا ان کے ساتھ نکاح صحیح نہیں۔ **"وحرم نكاح الوثنية وفي شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده الخ"** (شامی۔ص:۴۵/ ج ۳)۔

۲-انکا ذبیحہ حلال نہیں۔ **"فلاتؤكل ذبيحة أهل الشرك و المرتد"** (عالمگیری ص:۲۸۵/ ج ۵)۔

۳-ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں **"الصلاة على الجنازة وشرطها اسلام الميت"** (عالمگیری ص:۱۶۲/ ج:۱)۔

۴-ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا درست نہیں **"أم المرتد فلايغسل ولايكفن وإنما يلقى فى حفيرة كالكلب"** (البحرالرائق۔ص:۲۰۵/ ج:۲)۔

۵-ان مرتدین وباغیان اسلام کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو حضرت صدیق اکبرؓ نے مسیلمہ کذاب کی جماعت کے ساتھ کیا۔ **ثم اعلم أن المرتد،فإن تاب، فبهاو إلاقتل"** (شرح فقہ اکبرص:۲۰۲ دہلی)۔

۶-مسلمانوں کوایسے ایمان کے لٹیروں سے میل جول،تعلقات،تجارت وغیرہ سے مکمل پرہیز کرنا چاہئے کہ ایمان کا تحفظ سب پر مقدم ہے۔ **"يايهاالذين آمنو لاتتخذوا عدوى وعدوكم أولياء"** (پ:۲۸۔الممتحنہ)۔

۵-نسلی قادیانیوں کا حکم:

جولوگ اسلام سے پھر کر قادیانی یا بہائی وغیرہ بنے ان کا حکم تو واضح ہے کہ وہ مرتد ہیں اب اگر مرتد کی اولاد در اولاد اپنے مرتد آباء واجداد کے عقائد باطلہ پر قائم رہے تو ان کو (قادیانی کی نسل کو) مرتد ہی مانا جائے گا یا اُن کا حکم مختلف ہوگا؟ یعنی اہل کتاب یا عام کافر شمار کیا جائے گا اس سلسلہ میں آرا مختلف ہیں مفتی کفایت اللہ صاحب اسکو نہ مرتد مانتے ہیں نہ عام کافر زوزندیق بلکہ ایسے نسلی قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

''نسلی مرزائی اہل کتاب کے حکم میں ہیں جس طرح یہود ونصاری (کفایت المفتی ص:۳۲۵/۱)۔

مفتی رشید احمد لدھیانوی علیہ الرحمہ اگر چہ ایسے قادیانی کو جو خود مرتد یا مرتد کا بیٹا نہیں، بلکہ باپ دادا سے اس باطل عقیدے پر ہے اس کو مرتد نہیں مانتے ،لیکن اہل کتاب بھی شمار نہیں کرتے یعنی نہ تو مرتد کا حکم لگے گا نہ اہل کتاب کا البتہ زندیق کا فرجیسا معاملہ اسکے ساتھ کیا جائے گا۔لکھتے ہیں۔

''اس میں یہ تفصیل ہے کہ وہ قادیانی جس سے ان کے تجارتی تعلقات ہیں اگر پہلے مسلمان تھا بعد میں العیاذ باللہ مرتد ہوا یا اسکا باپ مرتد ہوا تو وہ قادیانی چونکہ خود اپنے مال کا مالک نہیں ہے اور اسکا کوئی عقد صحیح نہیں۔اس لئے یہ شخص اگر ان سے تجارت کرتا ہے تو یہ تجارت ہی صحیح نہ ہوگی۔اور اگر وہ قادیانی مرتد یا مرتد کا بیٹا نہیں، بلکہ باپ دادا اس باطل عقیدے پر ہے تو ایس قادیانی سے تجارت کرنے سے مال کا مالک تو

ہوجائے گا،لیکن ایسے لوگوں سے تجارت کا معاملہ جائز نہیں اس میں یہ مفاسد ہیں'' (احسن الفتاوی ص:۱۰۴۔۱)۔

عام اہل علم،قدیم وجدید قادیانیوں یانسلی اورکسبی قادیانیوں میں فرق نہیں کرتے ، بلکہ جن مسلم حکومتوں نے قادیانیوں کومرتد قرار دیا ہے وہاں بھی جدید یانسلی قادیانیوں میں تفریق وتفصیل نہیں کی گئی ہے اس لئے ردقادیانیت پر جتنالٹریچر ہندو پاک میں ملتا ہے اس میں اس طرح کافرق یانسلی قادیانیوں کے حکم میں تخفیف کا کوئی ذکرنہیں ملتا تاہم اصولی بات یہ ہے کہ ارتداد جواسلام سے پھر جانے کا نام ہے اسکے تحقق کے لئے اسلام کا پہلے تصور لازم ہے پھر اس سے ہٹنے کا نام ارتداد ہے۔لیکن مرتد کی اولاد جومرتد باپ دادا کے عقائد کواپنائے اس نے اسلام چھوڑ کر قادیانی بننے کاعمل نہیں کیا، بلکہ ابتداءہی سے وہ قادیانی رہا۔لہذا اسکومرتد کہنا توصحیح نہ ہوگا البتہ قادیانی عقائد(جوزندیقیت کا مصداق ہے۔) اختیار کرنے کی وجہ سے وہ زندیق اور بدترین کافر سے کم درجہ نہ پائے گا اور اسکواہل کتاب میں شامل کرنا قادیانیوں کوسر پر بٹھانا ہے۔بس قادیانی یاتومرتد ہوکرزندیق ہوتا ہے،جیسا کہ نیا قادیانی یانسلی طور پرزندیق ہوتا ہے اپنے عقائد باطلہ کی وجہ سے۔اسلئے کسی بھی قادیانی سے نہ نکاح جائز ہےاورنہ اسکاذبیحہ حلال ہےاورنہ اس سے میل جول کی اجازت ہے۔

جیسا کہ مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب نے یہی موقف اختیار کیا ہے لکھتے ہیں:'' جولوگ اسلام سے قادیانیت کی طرف گئے وہ تومرتد ہیں۔اوران سے نکاح کے جواز کا کوئی سوال پیدانہیں ہوتا۔لیکن جولوگ نسلی طور پر قادیانی ہیں وہ بھی زندیق اور بددین ہیں اوران سے بھی نکاح جائز نہیں اسی بناء پرفقہاء نے اہل قبلہ میں سے ہونے کے باوجود معتزلہ سے نکاح کی اجازت نہیں دی ہے۔ ''**المناکحة بین اهل السنة واهل الاعتزال ـلایجوز** ''(خلاصۃ الفتاوی ص:۶ /۲)۔

اس لئے قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں بلکہ زندیق ہیں ان سے کسی بھی قسم کا شادی بیاہ کاتعلق جائز نہیں'' (جدید فقہی مسائل: ص:۲۸۶ /۱)۔

مولانا رحمانی موصوف کی یہ آخری رائے ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں:''اس مسئلہ پرفقہی جزئیات کے مطالعہ اوربعض اہل علم کی رایوں کے مطالعہ سے اب دل جس بات پر مطمئن ہے وہ یہی ہے کہ نسلی قادیانی کو بوجہ ان کے زندیقیت کے عام کفار ومشرکین کے حکم میں رکھا جائے گا نہ کہ اہل کتاب کے حکم میں اور جومسلمان قادیانیت میں گئے ہوں (العیاذ باللہ) وہ توسراسرمرتد ہی ہیں (حاشیہ قاموس الفقہ ص:۲۵۷ /ج ۱)۔

۶- دارالاسلام ودارالکفر میں کتابیہ سے نکاح:

اس میں شبہ نہیں کہ اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے۔اور کتابیہ سے نکاح میں فقہاء دارالاسلام ودارالحرب میں کراہت کے اعتبار سے فرق بھی کیا ہے،لیکن جن کتابیہ عورتوں سے نکاح جائز ہے اسکی کچھ حدود وقیود ہیں ساتھ ہی دارالاسلام ودارالحرب کا فرق بھی موجودہ زمانہ میں قابل تحقیق ہے۔دارالاسلام اور دارالحرب کی جوتعریفات فقہاء بیان کرتے ہیں آج کل کی جمہوری حکومتوں پر وہ صادق نہیں آتیں موجودہ دور میں زیادہ تر ممالک ایسے ہیں کہ ان کو نہ دارالاسلام کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی دارالحرب، بلکہ ان کو دارالجمہوریہ، دارالمعاہدہ کہہ سکتے ہیں یادارالامن یاسیکولر اسٹیٹ کا نام دیا جاسکتا ہے علامہ شامی نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔

''**لوأجریت أحکام المسلمین و أحکام اهل الشرک لاتکون دار حرب**''(شامی زکریا ص:۲۸۸ /۶)۔

البتہ بعض ممالک میں جہاں اقتدار اعلی مسلمانوں کے ہاتھ میں ہواور ارباب حکومت مسلمان ہوں اور غیر مسلم کو کوئی کلیدی اختیار حاصل نہ ہوجیسا کہ پاکستان، بنگلہ دیش،سعودی عرب امارات وغیرہ (خواہ وہ اسلامی احکام کلی طور پر نافذ نہ کریں) یہ دارالاسلام کہلائیں گے اگرچہ اجراءحدود وقصاص اورنفاذ شریعت نہ کرنے کے سبب یہ حکومتیں گنہگار رہیں لیکن اسکی وجہ سے دارالاسلام سے خارج نہیں (جیسے کوئی مسلمان

ہوتے ہوئے نماز نہ پڑھے تو وہ مسلمان ہی ہے)۔

اسکے برعکس جہاں اقتدار اعلیٰ غیر مسلموں کے ہاتھوں میں ہے اور امور حکومت میں مسلمان بے دست و پا ہوں جیسا کہ چین، برما، اسرائیل وغیرہ یہ سب دار الحرب کا مصداق ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب موجودہ دور کے غیر مسلم اکثریتی مما لک کے بارے میں لکھتے ہیں:

''موجودہ دور میں جو غیر مسلم مملکتیں ہیں ان میں اکثر وہ جمہوریائیں ہیں جن میں سلطنت کا کوئی مذہب نہیں اور مختلف مذاہب کے لوگ بقاء باہم کے اصول پر حکومت میں شریک ہیں یا سلطنت کا ایک مذہب ہوتا ہے، مگر دوسری اقلیتیں بھی اپنے اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہیں جیسے امریکہ، برطانیہ اور نو آزاد نیپال، جن ملکوں میں بادشاہتیں قائم ہیں وہاں بھی سیاسی قیود و بند کے باوجود مذہبی امور میں آزدی دی گئی ہے اور تمام شہریوں کے لئے جان و مال کے تحفظ کی دستوری ضمانت موجود ہے۔ یہ تمام حکومتیں ''دارالامن'' کے زمرہ میں داخل ہیں کمیونسٹ بلاک ٹوٹنے کے قریب ہے اور جو باقی ہیں ان میں بھی حالیہ تبدیلیوں کے باوجود شاید ہی دو تین ملک ہوں جن کو دار الحرب کہنا صحیح ہو۔ یوگوسلاویہ اور اسرائیل کی موجودہ کیفیت کی بنا پر وہ البتہ دار الحرب شمار ہوں گے'' (قاموس الفقہ ص:۳۹۹۔ج:۳)۔

دارالاسلام و دارالکفر کے سلسلہ میں اِس مختصر گفتگو کے بعد اب اہل کتاب جو اس زمانہ میں ہیں ان پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے تا کہ حکم لگانے میں سہولت ہو اولاً تو جو لوگ آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری میں یہودی یا نصرانی رجسٹرڈ کراتے ہیں وہ درحقیقت عقیدہ کے اعتبار سے بالکل لا مذہب اور دھریئے ہوتے ہیں نہ ان کا تورات و انجیل پر عقیدہ ہے نہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر۔ ایسے لوگ یہودی یا عیسائی اہل کتاب ہرگز نہیں، لہذا ان کی خواتین کو کتابیہ سمجھ کر حلال سمجھنا جائز نہ ہوگا، لیکن جیسا کہ مما لک کے اعتبار سے دارالاسلام یا دارالحرب بالکل ختم نہیں ہوگئے ایسے ہی اہل کتاب کا مصداق ناپید نہیں ہے۔ سب سے پہلے ہمیں اس علت وحکمت کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ جسکی بنیاد پر اسلام نے اہل کتاب کے ذبیحہ اور ان کے نساء سے نکاح کی اجازت دی ہے پھر دیکھنا چاہئے کہ وہ بنیاد اب موجود ہے یا نہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام کفار میں سے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دین میں سینکڑوں تحریفات ہونے کے باوجود ان دو مسئلوں میں ان کا مذہب بھی اسلام کے مطابق ہے، یعنی وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا عقیدۃً ضروری سمجھتے ہیں اس کے بغیر جانور کو مردار ناپاک اور حرام قرار دیتے ہیں اسی طرح مسئلہ نکاح میں جن عورتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے ان کے مذہب میں بھی حرام ہے اور جس طرح اسلام میں نکاح کا اعلان اور گواہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے اسی طرح ان کے موجودہ مذہب میں بھی یہی احکام ہیں امام تفسیر ابن کثیر نے یہی قول اکثر صحابہ و تابعین کا نقل فرمایا ہے (ابن کثیر مائدہ ص:۱۹۔ج:۳ معارف القرآن ص ۵۲۔ج ۳)۔

لہٰذا دار الاسلام ہو یا دار الکفر کسی مسلمان مرد کا کتابیہ عورت سے نکاح کے جواز کیلئے:

۱-اولاً تو یہ لازم ہے کہ وہ کتابیہ واقعتہً اہل کتاب میں سے ہو یعنی وحی رسالت و آخرت وغیرہ کی قائل ہو محض نام کی یہودی، عیسائی نہو جو دہریہ ہیں۔ اسی طرح وہ مسلمان سے پھر کر یہودی عیسائی نہ بنی ہو ورنہ ان سے نکاح جائز نہیں۔

۲-دوسرے یہ بھی لازم ہے کہ وہ پاک دامن ہو فاحشہ طائفہ نہوں جیسا کہ 'والمحصنات' کے معنی و مفہوم کے تحت اکثر مفسرین نے مراد لیا ہے (معارف القرآن ص:۶۰۔ج ۳)۔

اگر چہ یہ شرط ترغیبی ہے نکاح، غیر محصنات سے بھی ہو جاتا ہے، لیکن گناہ ہے۔ اس لئے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

۳-تیسرے کتابیہ سے نکاح کیلئے ضروری ہے کہ طریقۂ نکاح میں اسلام و اہل کتاب کا جو مشترک طریقہ ہے (اور وہ ایک ہی ہے) D15

نکاح اسی کے مطابق انجام دیا گیا ہو یعنی ایجاب وقبول دو مسلمان گواہوں کے سامنے ہوا ہو۔ ورنہ شرعاً وہ نکاح منعقد نہ ہوگا (فتاوی عثمانی :۲۵۷۔ج۲)۔

۴- چوتھے نکاح کرنے والا مرد اسکی قوی امید رکھتا ہو کہ وہ کتابیہ بیوی سے متأثر ہو کر اسکی بد دینی کو قبول نہ کرے گا۔ بلکہ خود اسکو اسلام کی طرف مائل کرنے کا جذبہ رکھتا ہو کہ الرجال قوامون علی النساء کی بنا پر ہی مرد کو کتابی عورت سے نکاح کی اجازت اور مسلم عورت کو کتابی مرد سے نکاح کی ممانعت وارد ہوئی ہے اس لئے جس شوہر کو یہ خوف ہو کہ وہ اس پر قائم نہ رہ سکے گا تو اسکے لئے نکاح درست نہ ہوگا جیسا کہ جو شوہر بیوی کے حق سے عاجز ہو اسکو نکاح کرنا منع ہے۔

مذکورہ شرائط وضوابط کے ساتھ جبکہ نکاح کی اجازت ہے تو اس میں بھی فقہاء نے اپنے اپنے زمانہ کو سامنے رکھتے ہوئے کتابیہ سے نکاح کو جائز ہونے کے باوجود اسکے دیگر مفاسد ومضار کی بنا پر منع کیا ہے نیز دار الحرب ودار الاسلام کے اعتبار سے بھی فرق کیا ہے۔ چنانچہ خیر القرون کے زمانہ ہی سے اس مسئلہ کی نزاکت کو فاروقی دور بین نگاہوں نے بھانپ لیا تھا اور جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بعض صحابہ وتابعین نے آیت مائدہ کی بنا پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کر لیا تو جب فاروق اعظمؓ کو اسکی اطلاع ملی تو سخت ناراض ہوئے اوران کو حکم دیا کہ طلاق دیدیں۔ جیسا کہ احکام القرآن میں ہے۔

”عن شقيق بن سلمة قال: تزوج حذيفة بيهودية فكتب إليه عمر أن خَلِّ سبيلَها، فكتبَ إليه حذيفة أحرام هي ؟ فكتب اليه عمر لاولكنى أخاف أن تواقعوا المومسات منهن، قال أبوعبيد: يعني العواهر“ (احکام القرآن لجصاص ص:۴۰۸۔ج۔۲۔زکریا)۔

علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ ”حضرت طلحہؓ اور کعب بن مالکؓ کو بھی حضرت عمرؓ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح پر سخت تنبیہ فرمائی اور طلاق دینے کا حکم دیا“ (فتح القدیر ص:۲۳۰۔ج۳)۔

ملاحظہ فرمائیے فاروق اعظم کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے جب اسکا کوئی احتمال نہ تھا کہ کوئی یہودی نصرانی عورت کسی مسلمان کی بیوی بنکر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کوئی سازش کر سکے اس وقت تو صرف یہ خطرات سامنے تھے کہ کہیں ان میں بدکاری ہو تو ان کی وجہ سے ہمارے گھرانے گندے ہو جائیں یا ان کے حسن وجمال کی وجہ سے لوگ ان کو ترجیح دینے لگیں جسکا نتیجہ یہ ہو کہ مسلمان عورتیں تکلیف میں پڑ جائیں۔ مگر فاروقی نظر دور بیں اتنے ہی مفاسد کو سامنے رکھ کر ان حضرات کو طلاق پر مجبور کرتی ہے اگر آج کا نقشہ ان حضرات کے سامنے ہوتا تو اندازہ کیجئے کہ ان کا اسکے متعلق کیا عمل ہوتا؟

اس لئے دار الاسلام اور دار الکفر سے قطع نظر کسی بھی صورت سے کتابیہ عورتوں کو نکاح میں لانا اپنی نسل کو ہلاکت میں ڈالنا اور اپنے گھرانہ کو یہود ونصاریٰ کے حوالہ کرنا ہے جسکے بھیانک نتائج سے امتِ مسلمہ جوجھ رہی ہے اس لئے مطلقاً مسلمانوں کو اس مباح پر عمل کرنے سے عوارض ومفاسد کے سبب روکا جائے گا اور ایسے نکاحوں کو مکروہ وممنوع قرار دیا جائے گا۔

جہاں تک دار الحرب ودار الاسلام کے حکم میں فرق کی بات ہے تو بیشک فقہاء نے اسکی تفصیل کی ہے کہ دار الحرب میں چونکہ یہ مسلمان خود کافروں کے رحم وکرم پر ہوگا وہاں اسکا زیادہ خطرہ ہے کہ مرد عورت کے فتنہ میں پڑ کر خود مبتلائے معصیت نہ بن جائے اس لئے وہاں کتابیہ سے نکاح کی ممانعت اور شدید کراہت رہے گی یعنی نکاح تو ہو جائے گا لیکن مکروہ تحریمی ہوگا جیسا کہ امام ابو بکر جصاصؒ نے صراحت فرمائی ہے۔

”وأصحابنا يكرهون مناكحات أهل الحرب من أهل الكتاب“ (ص:۴۱۱۔ج:۲)۔

بعض فقہاء(حنابلہ) کا قول ہے دارالحرب میں نکاح کر بھی لے تو ان سے اولاد پیدا نہ کرے۔"قال: أکرہ أن یتزوج الرجل فی دارالحرب من أجل ولدہ"(احکام اہل الذمہ لابن قیم۔ص:۸۰۹)۔

اگر یہی کتابیہ اسلامی ریاست کی باشندہ ہو تو بھی نکاح میں کراہت ہے،لیکن اس درجہ کی نہیں، بلکہ کراہت تنزیہی ہے وجہ ظاہر ہے کہ اسلامی ریاست میں مرد اسکو اپنے مذہب سے قریب کرنے میں زیادہ خود مختار ہوگا اور اسکا کتابیہ سے متاثر ہونا احوال کے اعتبار سے بعید ہوگا۔

علامہ شامی نے اس فرق کو واضح کیا ہے فرماتے ہیں:"فقولہ: والاولیٰ ان لایفعل یفید کراھة التنزیھیة فی غیر الحربیة ومابعدہ یفید کراھة التحریم فی الحربیة"(شامی زکریا:ص:۱۳۴۔۴)۔

اب اگر دارالحرب مین کسی کتابیہ میں احوال وقرآن سے اسکا مائل بہ اسلام ہونا نظر آئے اور نکاح کر لینے سے مستقبل میں اچھے ثمرات کی امید ہو تو یہ استثنائی صورت ہوگی اور دارالحرب میں نکاح کی حرمت کی علت مفقود ہونے کی وجہ سے اسکا حکم بھی مختلف ہو جائے گا اور حرمت وکراہت میں تخفیف ہوکر جواز، بلکہ حسن نیت کی وجہ سے ممکن ہے بعض صورتوں میں استحباب کا بھی درجہ حاصل ہو جائے،لیکن دفعِ مضرت کا جلبِ منفعت پر مقدم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں بھی دور ہی رہا جائے۔مذکورہ بالا صورت کے برعکس اگر اسلامی ممالک میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کی وجہ سے مسلمانوں یا اسلامی حکومتوں کو شدید نقصان پہنچتا ہو اور خطرہ ہو کہ وہ اہل کتاب عورت سازش کے تحت مسلم شوہر اور بچوں پر اثر ڈال کر انہیں اسلام سے دور کرنے کا رول ادا کرے گی یا ان کی وجہ سے زنا، فحاشی اور بے حیائی کا سیلاب در آئے گا تو ظاہر ہے کہ دارالاسلام میں ہونا کراہت کو ختم نہ کرے گا، بلکہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں بھی جہاں اس قسم کے اندیشے ہونگے وہاں کتابیہ عورتوں سے نکاح مکروہ تنزیہی نہیں، بلکہ مکروہ تحریمی ہوگا اور نکاح کرنے والے مسلم معاشرہ کو برباد کرنے کے جرم میں برابر کے شریک قرار پائیں گے۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی ایک فتویٰ میں اسی بات کی صراحت کی ہے فرماتے ہیں کہ

"بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا۔(کتاب الفتاویٰ ص:۳۵۵۔ج:۴)۔

۷-دیگر مذاہب غیر سماویہ کی کتابوں کو الہامی کتب قرار دینا:

ازآدم تا ایں دم ہزاروں پیغمبر مبعوث ہوئے بلکہ مشہور قول کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے اور ان میں بہت سے صاحب کتاب اور حامل شریعت پیغمبر تھے،لیکن اُن پیغمبروں کے علاوہ جنکے نام قرآن وحدیث نے بیان کر دیئے دیگر نبیوں کو نام کی صراحت کے ساتھ جاننے کا کوئی یقینی ذریعہ امت کے پاس نہیں ہے اسی طرح آسمانی کتابوں میں سے جن کتابوں کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے ان کو چھوڑ کر باقی کسی کتاب کو آسمانی کتاب کہنے کی کوئی یقینی بنیاد نہیں ملتی قرآن کریم نے خود آگاہ کر دیا۔

"ولقد أرسلنا رسلاً من قبلک منھم من قصصنا علیک ومنھم من لم نقصص علیک"(سورة غافر:۷۸)۔

چونکہ یہ حقیقت ہے کہ ہر زمانہ میں پیغمبر ہوئے اور ہر قوم میں ہادی گذرے۔"وإن من أمة إلا خلافیھا نذیر"(سورہ فاطر پ ۲۲) "ولکل قوم ھاد"(سورہ رعد، پ ۱۳)۔

لہذا یہ جستجو باقی رہ جاتی ہے کہ گذرے ہوئے زمانہ میں وہ گذرے ہوئے پیغمبر کون کون ہیں؟ قرآن کریم نے تو سب پیغمبروں کی تفصیلات یا نام تو ذکر نہیں کئے نہ ہی احادیث میں اسکی صراحت ہے لہذا اب تاریخی اعتبار سے کسی کا پیغمبر ہونا اور کسی کتاب کو آسمانی کتاب کہنا

یہی ایک کمزور ذریعہ رہ جاتا ہے اسی تاریخ کے کمزور سہارے یا کمزور بنیاد پر بعض کمزور محققین نے بہت سے افراد اور بہت سی کتابوں کو نامزد کرکے ان کو آسمانی درجہ دیدیا اور اس طرح دعویٰ کرکے میدان میں آگئے کہ اہل علم کو بھی تشویش میں ڈال دیا قریبی زمانہ میں مولانا شمس نوید عثمانی نے اپنی کتاب ''اگر اب بھی نہ جاگے تو'' میں یہی کارنامہ انجام دیا ہے۔ بہت سے قرائن اور تاریخ کے حوالوں سے ہندو قوم کو قوم نوح اور وید وغیرہ کو آسمانی الہامی کتاب گردانا ہے۔

ابھی گذشتہ سال ہندوؤں کے شنکر اور پاروتی کو آدم وحوا کہنے کا حوصلہ مفتی محمد الیاس گونڈوی کو اسی کتاب سے ملا۔ بہر حال بعض احتمالات وقرائن سے کسی شخصیت یا کتاب کو آسمانی الہامی کہہ دینا یہ ایک غیر معمولی فیصلہ ہے صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ احتمال کو احتمال کے درجہ میں رکھتے ہوئے صرف امکان کا قول اختیار کیا جائے کہ ممکن ہے جیسا کہ ان قرائن سے واضح ہوتا ہے کہ یہ بھی گذشتہ پیغمبروں میں شامل ہوں یا یہ سابقہ آسمانی کتاب رہی ہوں لیکن دوٹوک فیصلہ کرلینا کسی طرح جائز نہیں۔حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی کرشن جی وغیرہ کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''جن انبیاء علیہم السلام کے نام نصوص میں آگئے ہیں ان پر علی التعیین ایمان لانا لازم ہے اور کسی ایسے شخص کے متعلق نبوت کا اعتراف کرنا جس کا نام نصوص میں نہیں نہ لازم ہے نہ درست البتہ کسی کو برا کہنا بھی بغیر دلیل کے درست نہیں۔کرشن اور گوتم بدھ اور رام چندر وغیرہ کے صحیح حالات ہمارے علم میں نہیں، تاریخ میں رطب ویابس سب کچھ ہے جو کہ مفید یقین نہیں ہے۔اس لئے کف اللسان چاہئے'' (فتاوی محمودیہ:ص:۴۴۹۔ج ا۔ڈابھیل)۔

''جس طرح کسی نبی ثابت النبوۃ کی نبوت کا انکار جائز نہیں، اسی طرح کسی غیر ثابت النبوۃ کی نبوت کا اقرار بھی جائز نہیں ہے۔بعض انبیاء علیہم السلام کے نام قرآن کریم وحدیث شریف میں آئے ہیں (ان میں کرشن جی کا نام نہیں) ان کے علاوہ کسی معین شخص کی نبوت پر ایمان کی تعلیم اسلام نے نہیں دی، بلکہ اجمالی طور پر ایمان کا حکم ہے اس طرح کہ جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ان تمام پر ہمارا ایمان ہے'' (فتاویٰ محمودیہ ص:۴۵۱۔ج ا۔ڈابھیل)۔

''وأما الانبياء والمرسلون فعلينا الإيمان بمن سمى الله تعالى فى كتابه من رسله۔ والإيمان بأن الله تعالى أرسل رسلاً سواهم و انبياء لايعلم أسماء هم وعددهم إلاالله تعالى الذى أرسلهم فعلينا الإيمان بهم جملة؛ لأنه لم ياء ت فى عددهم نص وقد قال الله تعالى: ورسلاً قد قصصنا هم عليک من قبل ورسلا لم نقصصهم عليک''(النساء ۱۶۴)(شرح العقیدہ الطحاویہ لابن ابی العزص:۲۲۷۔کراچی)۔

''وأما المبعوثون فالإيمان لهم واجب ومن ثبت شرعاً تعينه منهم وجب الإيمان بعينه ومن لم يثبت تعينه كفى الايمان به اجمالاً''،(المسامرۃ شرح المسایرۃ ص:۲۲۵:مصر)۔

''وقد ورد أن عليه السلام سئل عن عدد الأنبياء عليهم الصلوة والسلام فقال: مأة ألف وأربعة وعشرون ألفا۔ وفى رواية۔ مأتا الف وأربعة وعشرون ألفا۔ إلا أن الأولىٰ أن لايقتصر على عدد فيهم'' (شرح الفقہ الاکبر لملاعلی قاری ص:۵۶)۔

مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:'' اور وید اور گرنتھ یا زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الٰہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت شرعی دلیل سے نہیں ہے اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم ہی کی مسخ شدہ صورت ہو جسکو

بدھ مت کی کتاب یا وید یا گرنتھ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے امکان محض اور احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں'' (معارف القرآن ربانی ص:۶۱۔ ۳۔ مائدہ)

خلاصہ یہ کہ قرآن وحدیث کی صراحت کے بغیر محض قرائن یا تعلیمات کی کسی قدر ہم آہنگی کی بنا پر کسی شخصیت کو نبی اور کسی کتاب کو آسمانی الہامی کتاب گردانناہر گز درست نہیں۔

۸-عیسائی مشنریز کے اسکولوں میں بچوں کو تعلیم دلوانا:

اسلام میں علم کی بڑی اہمیت ہے اسلام کا آغاز ہی ''اقراء'' کے حکم سے ہے۔ مسلمانوں کا اس میدان میں پیچھے رہ جانا زبردست المیہ اور ایک بڑا لمحہ فکر یہ ہے علم وحکمت مؤمن کی گمشدہ متاع ہے اسکے حصول کو ہر ممکن بنانا مسلمانوں کا ملّی فریضہ ہے۔ اسکے لئے مسلمانوں کا خود کفیل ہونا اور جہاں مسلم حکومتیں ہیں ان کو دینی و دنیاوی ہر طرح کی اعلی تعلیم کے اداروں کا شرعی حدود میں رہ کر بندوبست کرنا اسلامی فریضہ ہے اور جہاں پوری طرح اپنا اختیار نہ ہو وہاں جتنا ممکن ہو ضرورت کے بقدر اسکی منصوبہ بندی اور اس پر عملدر آمد فرض کفایہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سمت میں بہت سی تنظیمیں الحمدللہ میدان عمل میں ہیں اسکے باوجود عیسائی مشینری کی جو بہتات ہے اور تعلیم کے میدان میں جس طرح وہ نیک نام ہیں۔ یہ مقام تو مسلمانوں کا تھا، خیر۔ کوشش وکاوش مقدور بھر کی جائے اہم سوال ان مقامات پر بچوں کو ان اسکولوں میں تعلیم دلانے کا ہے جہاں متبادل موجود نہیں اور فی الحال اسکی توقع نہیں یا جو معیار، مشینری اسکول کا ہے وہ معیار دیگر اسکولوں کا نہیں تو کیا ایسی صور میں مسلمان اپنے بچہ کو مشنری اسکول میں داخلہ دلا سکتا ہے؟

اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ فی نفسہ کوئی بھی جائز تعلیم کسی بھی مسلم غیر مسلم سے حاصل کرنے پر کوئی پابندی اسلام نہیں لگاتا بلکہ ضرورت پر کفارِ دشمنانِ اسلام سے بھی مسلمان بچوں کو تعلیم دلانے کی مثال ملتی ہے، جیسا کہ اسیرانِ بدر جو فدیہ دینے سے عاجز تھے ان کو بطور اجرت مسلمان بچے پڑھانے کے لئے سپرد کردیئے گئے تھے وہی اجرت اُن کا فدیہ بن گئی تھی خود نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''الكلمة الحكمة. ضالة المومن'' (مشکوٰۃ)۔

لیکن اگر کسی تعلیم میں کفر وشرک کا زہر گھول دیا جائے اور اس تعلیم کو عریانیت وفحاشی سے آلودہ کردیا جائے تعلیم کے میدان کو رقص وسرود کا اڈہ بنادیا جائے۔ ثقافت کے نام پر اسلامی تہذیب کا جنازہ نکال دیا جائے کیا ایسے غیر اسلامی ماحول، اور حیا سوز مخرب اخلاق لٹریچر کے ساتھ بھی مسلمان بچوں کو ایسے زہریلے اسکولوں میں (خواہ وہ کتنے ہیں معیاری ہوں) بھیجنے کی اسلام اجازت دے سکتا ہے؟ ظاہر ہے اسکا جواب ہر انصاف پسند کے نزدیک نفی میں ہوگا اور کوئی اسکو جائز کہنے کی جسارت نہ کرے گا کیونکہ

۱-دین وایمان کا تحفظ فرض ہے جو سب پر مقدم ہے کفر وشرک سے بیزاری بھی قبولِ ایمان کی شرط ہے عیسائی مشنری اسکول میں داخلہ اسکے لئے مضر ہے۔

۲-اولاد کو حصول تعلیم کے ساتھ اسلامی تربیت دینا والدین کی ذمہ داری ہے اسکے لئے غیر اسلامی تہذیب اور مغربی ثقافت سے بچانا لازم ہے اور عیسائی مشنری میں داخلہ کے بعد یہ ممکن نہیں۔

۳-اگر ہم نے بچوں کی نگرانی رکھی کہ وہ اسکولوں کے مضر اثرات قبول نہ کریں تو بھی تعاون علی الاثم۔ اور تکثیر جماعتِ اہلِ عصیان کا سبب ہے لہذا نگرانی کیساتھ بھی وہاں تعلیم دلانا جائز نہیں ''قال الله تعالى: ولاتعاونوا على الاثم والعدوان'' (سورۂ مائدہ:۲)۔

۴-مشنری اسکولوں میں داخلہ دلانا فی زمانہ اِس حدیث کا مصداق ہے۔ ''كل مولود يولد على الفطرة وأبواه يهوّدنه و

ینصّرانه ویمجسانه"(مشکٰوۃ)۔

۵-عیسائی مشنری اسکولوں وکالجوں میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے۔اور غیر اسلامی یونیفارم لازم ہے جو ایک مسلمان کے لئے قابل قبول نہیں۔

کریم نے متعدد مواقع پر یہود ونصاری کے ساتھ دوستی اور ان سے میل جول رکھنے سے منع فرمایا ہے اُن کے اسکولوں میں مسلمانوں کا پڑھنا اُن سے دوستی ومحبت کا سبب ہے جو جائز نہیں "یا یھاالذین آمنو لاتتخذوا الیھود والنصاری أولیاء "(المائدہ پ۶)۔

۸۔(ب) کتابی زوجہ کے حقوق:

زوجہ خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی (مسلمان) جو بھی شرعاً جائز منکوحہ ہے اسلام نے اسکو بھرپور حقوق دیئے ہیں اور زوجیت کے حقوق میں مذہب کو آڑے نہیں آنے دیا، بلکہ انسانیت اور ضرورتِ آدمی کے پیش نظر بلا تفریق سب کیلئے یکساں ہدایت دی ہے۔ارشاد ربانی ہے:

"ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف"(البقرہ:۲۲۸)"وقال اللہ تعالی : وعاشروھن بالمعروف "(النساء۱۹)۔

شرعاً بیوی کے بنیادی حقوق مندرجہ ذیل ہوتے ہیں:

(۱)مہر (۲) نفقہ (۳) تعدد ازواج کی صورت میں عدل (۴)حضانت (بچوں کی پرورش کا حق)(۵)حسن معاشرت (۶)حق میراث (۷) اپنی ملکیت میں مالکانہ تصرف وغیرہ یہ سارے ہی حقوق جیسے ایک مسلمان بیوی کے ہوتے ہیں ویسے ہی کتابی زوجہ کو ملیں گے۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں:"اہل کتاب کی عورتوں کو اگر رکھنا ہی ہے تو باقاعدہ نکاح کر کے بیوی کی حیثیت سے رکھیں،اُن کے حقوق مہر وغیرہ ادا کریں"(معارف القرآن ص:۲۰۴/۵)۔

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:"ونفقۃ المراۃ واجبۃ علی زوجھا سواء حرا کان أو عبداً والمرأۃ مسلمۃ کانت أو کتابیۃ الخ"،"وحق الحضانۃ للام وقومھا من النساء سوا، کان مسلمۃ أوکتابیۃ أ و مجوسیۃ "(مختارات النوازل ص: ۱۹۱/۲)،"وھکذا فی مسائل أخریٰ"

کتابی زوجہ کے حقوق میں کتابیہ کا اپنے مذہب کے مطابق (غیر اسلامی) مراسم انجام دینے یا شراب وغیرہ استعمال کرنے کی بحث بھی فقہاء نے کی ہے۔جسکا خلاصہ یہ ہے کہ شوہر بیوی کے مذہبی شعار کی انجام دہی میں نہ تو حصہ لیگا۔اور نہ کسی طرح شریک ہوگا نہ اسکو ایسا کرنے کو کہے گا، لیکن وہ اسکو اپنے مذہبی رسومات ادا کرنے سے روکے گا بھی نہیں بلکہ اسے اس معاملہ میں آزادی دے گا کہ وہ جیسے جب چاہے اپنی مرضی کی عبادت وغیرہ کرلے۔ہاں اگر وہ گھر سے نکل کر کلیسا اور گرجا وغیرہ جا کر عبادت کرنا چاہے تو شوہر اسکو روک دے گا اور اس طرح نکلنے کی اجازت دینا اسکے لئے جائز نہ ہوگا۔شراب جیسی موذی چیز سے بھی اسکو روکنے کا حق ہے اور باطل مذہبی طریقہ کو انجام دینے کیلئے کسی قسم کا سامان بھی شوہر خود خرید کر لا کر نہ دے گا، بلکہ اسکے خریداری کے لئے اسکو نکلنے کی اجازت دیدیگا۔چنانچہ علامہ ابن القیمؒ نے اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کی ہے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"ھل یمنعھا أن تدخل منزلہ الصلیب قال (احمد) یأمرھا، فأما أن یمنعھا فلا۔ أحکام الذمہ۔ (فصل اداء الزوجۃ الکتابیۃ شعائرھا التعبدیۃ) (ص ۸۲۲)وقال فی روایۃ محمد بن یحیٰ الکحال: فی الرجل تکون لہ امراء ۃ أو أمۃ نصرانیۃ تقول اشترلی زناراًفلایشتری لھا تخرج تخرج ھی تشتری "(حوالۂ بالا)۔

''وأما الخروج إلى الكنيسة والبيعة فله منعها منه۔ لايأذن لها فى الخروج إلى عيدالنصارىٰ اوالبيعة ''(احکام الذمۃ ص:۸۱۹ فصل ۱۶۰) وله منعها من السكر، لأنه يتاذى به الخ ''(ص:۸۲۱ فصل ۱۶۱)۔

اب رہا مسئلہ کتابیہ سے نکاح کر لینے کے بعد اسکے حقوق سے جان چرانے اوران کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر طلاق دیدینے کی اجازت کا۔تواس کا حکم اس کی نیت ومنشاء کے پیش نظر مختلف ہوگا ہاں یہ ضرور ہے کہ جب تک وہ اسکی زوجیت میں ہے اسکے تمام تر حقوقِ بالا کی ادائیگی شوہر کی ذمہ داری ہے۔اس میں کوتاہی حرام ہے۔اور یہ حسنِ معاشرت کے حکم عاشروھن بالمعروف کے بھی خلاف ہے۔اس حرکت سے اس کتابیہ کے دل میں اسلام اور مسلمان کی طرف سے منفی اثر پڑے گا۔

ہاں اگر کتابیہ کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا طلاق دیدینے کی کوئی جائز وجہ ہو یا اُن سے نکاح کے بعد نقصانات کا اندازہ ہوتو جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے صحابہ کوایسے نکاح ختم کردینے کا حکم دیا تو کتابی عورتوں سے کئے ہوئے نکاح اسی قسم کی مصلحتوں سے ختم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔لیکن ''ہائے زود وپشیماں کا پشیماں ہونے'' سے اچھا ہے کہ پہلے ہی ہوش کے ناخن لے لےاور کتابی عورتوں کے پھندے میں نہ پھنسےاور شادی بیاہ اُن سے نہ رَ چائے۔فقط۔

۸-(ج): اب رہا عیسائیوں کے اُن اداروں کا مسئلہ جو قرض مہیا کرتے ہیں اور وہ اسپتال جو جسمانی مریضوں کے علاج کے بہانے روحانی روگ بھی مریضوں کو سپلائی کرتے ہیں ایسے اداروں واسپتالوں سے مسلمان کس حد تک استفادہ کرسکتے ہیں؟ اسکا جوب لکھنے سے پہلے امت مسلمہ کی زبوں حالی اور عالمِ اسلام کی مجرمانہ غفلت پرا یکبار پھر ماتم کرتے چلیں کہ رحمتِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ''خير الناس من ينفع الناس'' اور''الخلق عيال الله فأحب الخلق إلى الله من أحسن إلىٰ عياله''وغیرہ ہوتے ہوئے کیا۔امت مسلمہ مفید ہونے کے بجائے اب مستفید بنی رہ گئی یہ گویا کاسۂ گدائی ہی اسکا مقدر بن گیا ہے؟ بہرحال اس مسئلہ میں بھی تعلیمی اداروں کی طرح مسلمانوں کواپنے رفاہی ادارےاوراپنے نجی اسپتالوں کے ذریعہ خود کفیل ہونے کی ضرورت ہے ورنہ بیمار اپنی صحت کے لئے اپنے دین کا سودا کرے گااور مجبور ومحتاج اپنا پیٹ پالنے کیلئے اپنے مذہب کوفروخت کرے گا۔جہاں تک مسئلہ ان اداروں سے استفادہ کے جواز کا ہےتو فی نفسہ سکی گنجائش ہے دراصل علاج یا قرض کاتعلق انسانی ضروریات سے ہے مذہب کی بنیاد پراسمیں تفریق نہیں ہے۔غیر مسلموں سے قرض لینا یہودی کے پاس گروی رکھ کراناج حاصل کرناوغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔اسی طرح علاج کیلئے بھی بڑے نرم احکام دیئے گئے ہیں تداوی بالحرام تک کی اجازت ہےاس لئے کسی یہودی عیسائی سے نہ قرض لینے میں فی نفسہ قباحت ہے نہ علاج کرانے میں یوں بھی مسلمان سرکاری اسپتالوں اور بینکوں سے رجوع کرتا ہےاور غیر مسلموں کی ایجادات ومصنوعات سے فائدہ اُٹھاتا ہےتو اُن کے اسپتالوں سے علاج کرنے اوران سے قرض لینے کی فی نفسہ کوئی ممانعت نہیں،البتہ اپنے دین پر استقامت شرط لازم ہے۔اور عام امت مسلمہ کو اِن خطرات سے بچانے کیلئے اسکے متبادل معیاری اسپتال اور اداروں کا قیام فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے۔

☆☆☆

عصر حاضر کے اہل کتاب اوران کا حکم

مولانا محمد عثمان بستوی☆

اہل کتاب کی تعریف:

اہل کتاب سے مراد اصلاح شرع میں وہ لوگ ہیں جو کسی متیقن آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں اور کسی یقینی نبی کی نبوت کا اقرار کرتے ہوں،"وقد عرفوا بانهم كل من يومن بنبی ويقر بكتاب، ويشمل اليهود والنصارى ومن آمن بزبور داؤد وصحف ابراهيم و شيث وذلک لانهم يعتقدون دينا سماويا منزلاب كتاب"(مصطلحات الفاظ الفقیہ ۱/۳۳۰)،"والكتابى من يومن بنبی ويقر بكتاب"(فتح القدیر ۳/۲۲۹،شامی ۴/۱۳۴،بحر ۳/۱۰۳)۔

اہل کتاب کا مصداق:

جمہور فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ اہل کتاب کے مصداق صرف یہود ونصاری ہیں دوسرا کوئی فرقہ اہل کتاب کا مصداق نہیں، "ذهب الجمهور الفقهاء إلى أن أهل الكتاب هم اليهود والنصارى بفرقهم المختلفة وتوسع الحنفية فقالوا: إن أهل الكتاب هم كل من يومن بنبی ويقر بكتاب ويشمل اليهود والنصارى، ومن آمن بزبور داؤد وصحف ابراهيم و شيث ، وذلک؛ لأنهم يعتقدون دينا سماويا منزلا بكتاب.

واستدل الجمهور بقوله تعالى: أن تقولوا إنما انزل الكتاب على طائفتين من قبلنا"(موسوعہ فقہیہ ۷/۱۴۰، احکام القرآن جصاص ۳/۱۱۸)۔

عصر حاضر کے اہل کتاب اوران کا حکم:

ہمارے زمانے کے جو یہود ونصاری حضرت عیسی ،حضرت مریم ،اور حضرت عزیر علیہم الصلوۃ والسلام وغیرہم کی پرستش کرتے ہیں وہ بھی اہل کتاب میں داخل ہیں ان کو عام مشرکین کے حکم میں نہیں رکھا جاسکتا ہے، کیونکہ خود قرآنی تصریحات سے یہ بھی ثابت ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں جو یہود ونصاری موجود تھے اور جن کے کھانے اور عورتوں کی حلت کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے یہ وہی یہود ونصاری ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ یہ لوگ اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کیا کرتے تھے اور یہ کہ انہوں نے حضرت عیسی ومریم علیہا السلام کو خدا تعالی کا شریک اور معبود بنا رکھا تھا اور اسی لئے قرآن کریم نے ان کو کافر قرار دیا ہے:"لقد كفر الذين قالوا إن الله هو المسيح بن مريم"(سورۂ مائدہ:۷۲)اس سے معلوم ہوا کہ طعام اہل کتاب جس کے حلال ہونے کا اس آیت میں ذکر ہے ان اہل کتاب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اصل تورات وانجیل پر عمل کرتے ہوں، بلکہ وہ سب یہود ونصاری بھی اس میں داخل ہیں جو اصلی تورات وانجیل میں

☆ جامعہ عربیہ ریاض العلوم،گورینی،جونپور۔

تحریف کر کے شرک میں مبتلا ہو گئے تھے اور تورات وانجیل کے بہت سے احکام کو بھی بدل ڈالا تھا تفسیر ابن جریر، ابن کثیر، بحر محیط وغیرہ میں تمام صحابہ وتابعین اور جمہور امت کا یہی مسلک نقل کیا گیا ہے (جواہر الفقہ ۲/ ۳۷۴)۔

"قال في المستصفى! قالوا: هذا يعني إذا لم يعتقدوا المسيح إلها، أما إذا اعتقد وه فلا، وفي مبسوط شيخ الاسلام: ويجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أن المسيح إله وأن عزير اله، ولا يتزوجوا نساء هم، وقيل: عليه الفتوى، ولكن بالنظر إلى الدلائل ينبغي أن يجوز الأكل والتزوج هو موافق لما في رضاع مبسوط شمس الأئمة في الذبيحة، قال: ذبيحة النصراني، حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلاثة، أولا، وموافق لا طلاق الكتاب هنا، والدليل هو قوله تعالى: والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم" (فتح القدیر ۳/ ۲۲۹، شامی ۴/ ۱۳۴)۔

حاصل یہ کہ اہل کتاب میں ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ توحید خالص کا ایمان رکھتا ہو، اور نہ یہ شرط ہے کہ وہ موجود تورات اور انجیل کی تحریف پر ایمان رکھتا ہو، اور نہ یہ شرط ہے کہ حضرت موسی وحضرت عیسی علیہما السلام کی شریعتوں کے منسوخ ہونے پر ایمان رکھتا ہو، بلکہ اہل کتاب ہونے کے لئے صرف ان بنیادی عقائد پر ایمان کافی ہے جن پر یہود ونصاری ایمان لاتے ہیں اور جس کے ذریعہ وہ دوسرے مذہب والوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں (فقہی مقالات ۴/ ۲۴۱)۔

جواب: ۲، ۵، ۷-فرقہ صابیہ:

قرآن کریم میں فرقہ صابیہ کا ذکر کل تین مقامات سورۂ مائدہ، سورۂ بقرہ: ۶۲، سورہ حج: ۱۷ میں کیا گیا ہے، قرآن کریم کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی یہود ونصاری کی طرح کوئی مستقل فرقہ ہے، لیکن چونکہ اس نام سے جانے والے فرقے مختلف علاقوں میں بہت آباد تھے جن کے اعتقادات میں اختلافات بھی پایا جاتا ہے اسی وجہ سے مفسرین وفقہاء کا ان کے اعتقادات نقل کرنے میں خاصا اختلاف ہو گیا چنانچہ مجاہد اور حسنؒ کے نزدیک یہ لوگ کسی خاص دین کے پیرو نہیں تھے، بلکہ یہودیت اور مجوسیت کے بین بین تھے، ان لوگوں کے نزدیک ان کا ذبیحہ حرام ہے، ابن زید کا قول ہے کہ یہ ایک مخصوص دین کے پیرو تھے اور جزیرہ موصل میں آباد تھے ان کا عقیدہ توحید کا تھا، لیکن یہ نہ تو کسی نبی اور کتاب کے پیرو تھے اور نہ ہی ان کے یہاں شرعی اعمال کا کوئی مخصوص نظام تھا، قتادہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں، قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور زبور کی تلاوت کرتے تھے، ابو......اور سفیان کے نزدیک یہ لوگ اہل کتاب میں سے ایک فرقہ تھے (تدبیر قرآن ۱/ ۲۳۰)۔

وفی الصابئین سبعۃ اقوال:

أحدها: أنه صنف من النصارى والمجوس ألين قولا منهم وهم السائحون المحلقة أو ساط روسهم روى ابن عباس مجوس اور نصاری کی ایک قسم ہے۔

والثاني: أنهم قوم بين النصارى أو المجوس ليس لهم

والثالث: أنهم قوم بين اليهود والنصارى۔

والرابع: قوم كالمجوس۔

والخامس: فرقة من أهل الكتاب يقرؤن الزبور

والسادس: قوم يصلون إلى القبلة ويعبدون الملائكة ويقرؤن الزبور

والسابع: قوم یقولون: لا اله الا الله فقط ولیس لهم عمل ولاکتاب ولانبی (زادالمیسر ۱/ ۶۲)۔

اختلاف آراء کی وجوہات:

یہ فرقہ کسی ایک مقام پر نہیں، بلکہ مختلف مقامات پر آباد تھے اور ہر علاقے کے فرقے کے اعتقادات مختلف تھے اسی وجہ سے حضرات مفسرین وفقہاء کا ان کے بارے میں اختلاف ہوگا کسی نے ان کو اہل کتاب یہود ونصاری میں سے کسی نے مجوس میں سے کسی نے عبدۃ الاوثان میں سے کسی نے عبدۃ الکواکب میں سے مانا تو کسی نے شیث کسی نے داؤد اور کسی نے زکریا کے دین کے پیروگار مان کر اہل کتاب میں سے شمار کیا ہے (احکام القرآن ۳/ ۱۱۸، تفسیر قرطبی ۱/ ۴۳۴، موسوعۃ الفقہیہ ۲۶/ ۲۹۴)۔

صابی سے متعلق احکام فقہیہ:

امام احمدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ یوم السبت کا احترام کرتے ہیں تو انہیں یہودیوں کے حکم میں قرار دیا، امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ اگر ان کے عقائد عیسائیوں اور یہودیوں کے مطابق ہوں تو ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہوگا، ورنہ تو نہیں، مالکیہ کا خیال ہے کہ چونکہ عام عیسائیوں سے بہت کچھ مختلف ہیں اور ان کا مذہب آتش پرستوں سے قریب تر ہے اس لئے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

حضرت امام یوسف اور امام محمدؒ نے بھی ان کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا ہے، امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ آپ ان کو اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں یہی رائے مشہور مفسر سدیؒ اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ کی ہے (قاموس الفقہ ۴/ ۲۱۵)۔

فقہاء کا یہ اختلاف حقیقی نہیں، حضرات فقہاء کے درمیان پایا جانے والا یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے، بلکہ ان کے مذہب کے اشتباہ کی وجہ سے ہے، جن حضرات کے نزدیک اس کا مشرک اور مجوس ہونا معلوم ہوا تو انہوں نے ان کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا اور جن کو ان کا یہود ونصاری ہونا معلوم ہوا یا کسی دوسرے نبی کے دین کا متبع ہونا معلوم ہوا تو انہوں نے ان کو اہل کتاب کے حکم میں رکھا ہے، اگر ان کے اعتقادات کو سمجھنے میں حضرات فقہاء کو اشتباہ نہ ہوا ہوتا تو ان کے احکام میں بھی کوئی اختلاف نہ ہوتا۔

''وأما الصابئات فقد قال أبوحنیفةؒ: إنه یجوز للمسلم نکاحهن وقال ابو یووسفؒ ومحمدؒ لایجوز، وقیل: لیس هذا باختلاف فی الحقیقة، وانما الاختلاف لاشتباه مذهبهم فعند ابی حنیفةؒ هم قوم یؤمنون بالکتاب فإنهم یقرؤون الزبور ولا یعبدون الکواکب، ولکن یعظمونها کتعظیم المسلمین الکعبة فی الاستقبال إلیها، إلا أنهم یخالفون غیرهم من أهل الکتاب فی بعض دیاناتهم ولا یمنع المناکحة کالیهود مع النصاری، وعند أبی یوسف و محمد أنهم قوم یعبدون الکواکب وعابد الکوکب کعابد الوثن فلا یجوز للمسلمین مناکحاتهم'' (بدائع الصنائع ۲/ ۵۵۳)۔

عصر حاضر میں فرقہ صابیہ کا وجود:

مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ صابیوں یا صابئہ کے نام سے معروف آج کل کوئی قوم نہیں (معارف القرآن ۲/ ۲۳۳)۔

علامہ فراہی ''تدبر القرآن'' میں فرماتے ہیں کہ اس مذہب (صابئت) کے ماننے والوں کا وجود اب کہیں باقی نہیں ہے اور نہ ہی ان کی کوئی مستند تاریخ موجود ہے اس وجہ سے اعتماد سے ان کے متعلق کوئی بات کہنا مشکل ہے (تدبر القرآن ۱/ ۲۳۱)، قاموس الفقہ میں بھی اس زمانہ میں اس کے وجود کی نفی کی گئی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: سلف صالحین کے اقوال سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک ڈیڑھ سو سال تک ظہور اسلام کے بعد یہ مذہب پایا جاتا تھا، لیکن اس دور میں اس نام سے کوئی قوم معروف اور متعارف نہیں (قاموس الفقہ ۴/ ۲۱۵)۔

۳-صرف نام کے یہود ونصاری:

شرعا اہل کتاب کے حکم میں داخل ہونے کے لئے صرف یہود ونصاری کی طرح نام کا ہونا اور مردم شماری کے وقت ان کا نام یہود و نصاری کی فہرست میں لکھا جانا کافی نہیں، بلکہ یہ ضروری ہے کہ ان کے عقائد اہل کتاب جیسے عقائد ہوں، صرف نام کے یہود ونصاری جو حقیقت دہریہ ہیں، اہل کتاب میں داخل نہیں، آج کل یورپ کے یہود ونصاری میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں، مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود کے اور کسی مذہب کے قائل نہیں وہ نہ تو تورات وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں اور نہ ہی حضرت عیسی اور حضرت موسی علیہما السلام کو اللہ کا پیغمبر تسلیم کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ محض مردم شماری کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے، لہذا نہ تو ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ ہی ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے، اس کی دلیل بالکل واضح ہے وہ یہ کہ اہل کتاب اپنے خاص عقائد کی وجہ سے دوسرے کفار سے ممتاز ہیں، مثلاً وہ اللہ تعالی پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح آسمانی کتابوں اور رسولوں کے حق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، لہذا جو شخص اللہ کے وجود کا قائل نہ ہو اور نہ ہی رسولوں کے حق ہونے پر ایمان رکھتا ہو اور نہ ہی کتاب سماوی پر ایمان رکھتا ہو، اس کو اہل کتاب میں شمار کرنا جائز نہیں، چنانچہ نصاری بن تغلب کے بارے میں حضرت علیؓ سے ایسا ہی حکم مروی ہے۔

"روی محمد بن سیرین عن عبیدة قال سئلت علیاً عن ذبائح نصآری الحرب فقال: لا تحل ذبائحهم، فإنهم لم یتعلقوا من دینهم بشئ إلا شرب الخمر" (احکام القرآن بجصاص ۳/ ۲۲۳)۔

ظاہری علامات پر فیصلہ:

جس یہودی اور نصرانی کے بارے میں یقین سے کچھ معلوم نہ ہو کہ اللہ کے وجود رسولوں کی رسالت اور آسمانی کتابوں پر اس کا ایمان ہے، یا نہیں البتہ نام اور ظاہری علامات سے نصرانی اور یہودی معلوم ہوتا تو اس کو نصرانی اور یہودی سمجھنا جائز ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے، جب تک یہ ظاہر نہ ہوجائے کہ اس کے عقائد مادہ پرستوں کے عقائد کی طرح ہیں (فقہی مقالات ۴/ ۲۴۳)۔

الحاد (زندقہ):

جس طرح کفر ارتداد کی ایک قسم تبدیل مذہب ہے اسی طرح دوسرے قسم بھی یہ ہے کہ ضروریات دین اور قطعیات اسلام (وہ احکام قطعیہ جو مسلمانوں کے ہر طبقہ خاص عام میں اس طرح مشہور ومعروف ہوں کہ ان کا حاصل کرنا کسی خاص اہتمام اور تعلیم وتعلم پر موقوف نہ رہے، بلکہ عام طور پر مسلمانوں کو وراثۃ وہ باتیں معلوم ہوجائیں جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ کا فرض ہونا چوری شراب خوری کا گناہ ہونا، آپ ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ تو ایسے احکام قطعیہ کو ضروریات دین کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے) میں سے کسی چیز کا انکار کردیا جائے یا ضروریات دین میں سے کوئی ایسی تاویل کی جائے جس سے اس کے معروف معانی کے خلاف معنی پیدا ہوجائے اور غرض معروف بدل جائے تو یہ بھی ارتداد کی ایک قسم ہے اور اس قسم کا نام قرآن کی اصطلاح میں الحاد ہے:

"قال تعالی إن الذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا" (فصلت: ۴۰) (جو لوگ ہماری آیات میں الحاد کرتے ہیں وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے)، اور حدیث میں اس قسم کے ارتداد کا نام زندقہ رکھا گیا ہے جیسا کہ صاحب مجمع البحار نے حضرت علیؓ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا: "أتی علی بزنادقه هی جمع زندیق إلی قوله ثم استعمل فی کل ملحد فی الدین والمرد هنا قوم ارتدوا عن الاسلام" (مجمع البحار/ ۶۹۵) اور علماء کلام اور فقہاء اس خاص قسم ارتداد کا نام باطنیت رکھتے ہیں اور کبھی وہ بھی زندقہ کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں "کما ذکره الشامی حیث قال: فان الزندیق یموه کفره ویروخ عقیدته الفاسدة ویخرجها فی الصورة الصحیحة

وهذا معنى إبطال الكفر فلا تنا فى إظهار الدعوى أى الضلال"(شامی۶/۳۸۴)۔

زندیق کی تعریف:

زندیق کی تعریف کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص اسلام کا مدعی ہواور اپنے کفر یہ عقائد کا برملا اعلان کرتا ہواور انہیں کفر یہ عقائد کو اسلام قرار دیتا ہو تو وہ زندیق ہے،"فإن الزنديق يموه كفره ويروخ عقيدته الفاسدة ويخرجها فى الصورة الصحيحة" (شامی۶/۳۸۴)"وإن اعترف به ظاهرا وباطنا لكنه يفسر ماثبت من الدين ضرورة بخلاف ما فسره الصحابة والتابعين واجتمعت عليه الأمة فهو زنديق كما إذا اعترف بان القرآن حق وما فيه من ذكر الجنة والنار حق لكن المراد بالجنة الابتهاج –والمدراد بالنار هى الندامة فهو زنديق "(المسوی۲/۲۶۸)۔

فرقہ بابیہ اور بہائیہ:

فرقہ بابیہ اور بہائی درحقیقت دونوں ایک ہی فرقہ ہیں،اس فرقہ کا وجود اولا بابیہ کے نام سے ہوا،اس کے موجود کے قتل کے بعد اس کے جانشین نے اس کو بہائیت سے ملقب کیا،جس کی مختصر تاریخ درج ذیل ہے:

ایران میں شیعوں کے شیخیہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے علی محمد نامی شخص (پیدائش ۱۸۱۹ء موت ۱۸۵۰ء) نے ۱۸۴۴ میں یہ دعوی کیا کہ وہ حضرت مہدی تک پہنچانے کا" باب" یعنی دروازہ ہے ایرانی حکومت نے اس کو اسلام مخالف عقائد ونظریات کی وجہ سے پھانسی دے کر ۱۸۵۰ء میں قتل کردیا اس کے بعد حسین علی نوری پیدائش ۱۸۱۷ء نام کے ایک شیعہ معتقد نے اس کی جانشینی کا دعوی کر کے" بہاء اللہ" ہونے کا دعوی کیا مرزا علی محمد نے" باب" ہونے کا دعوی کر کے جن خیالات ونظریات کی اشاعت کی اسے بابیت سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ بہاء اللہ نے اپنے ماننے والوں کا نام" بہائی" تجویز کیا ہے، اور اس کا یہ اعلان ہے کہ "تعيين لأحد أن يتمسك اليوم إلا بما ظهر فى هذا الظهور"(اقدس/۸) یعنی بہاء اللہ نے جو کچھ کہا ہے اب وہی حجت ہے اس سے ماقبل جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب منسوخ ہے بہاء اللہ نے واضح طور پر یہ بھی کہا ہے کہ بہائیت اسلام کے مقابل نہیں، بلکہ مذہب اسلام کی جگہ ایک نئی تحریک ہے، خدا کی تعلیمات وہدایات کا قدیم ایڈیشن اسلام تھا اور جدید ایڈیشن بہائیت ہے،نعوذ باللہ خدا نے اسلام کو منسوخ کیا تو بہائیت کو رائج کیا ان کے نزدیک اقدس نامی بہا اللہ کی تصنیف کو قرآن کی جگہ نازل مانا گیا،علاوہ ازیں النبیان ایقان کلمات تکلفونہ وغیرہ ہیں ان کی اہم کتابیں تھیں۔

اس فرقے سے متعلق فتوی:

فرقہ" بابیت وبہائیت" اسلام سے الگ مستقل فرقہ ہے اس کا دین محمدی اور شریعت محمدی ﷺ سے کوئی تعلق نہیں اس فرقے کے مذہبی کتابوں سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ:

الف-ان کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد بھی نبوت ورسالت اور وحی کا سلسلہ جاری ہے (جیسا کہ سوال نامہ میں ان کی مقدس کتاب" الواح"/ص۷۳ کے حوالے سے وضاحت موجود ہے)۔

ب-خود بہاء اللہ نے اپنے مبعوث اور رسول ہونے کا دعوی کیا ہے (کتاب مبین/ص۱۶۷ اخبار کوکب ہندکار/۱۰/۴)۔

ج-بہاء اللہ نے مسیح موعود ہونے کا بھی دعوی کیا ہے (کوکب ہندا/۱۹۲۴ء)۔

د-اس فرقے کا عقیدہ یہ ہے کہ دین محمدی (۱۲۶۰ھ) میں منسوخ ہو چکا ہے اور اب دین بہائی ہی معمول بہ ہے (معیار الصحیح فی معرفۃ ظہور المہدی والمسیح ۶۳-۶۴) بلاشبہ یہ فرقہ کافر اور زندیق ہے، ان سے نہ تو مناکحت جائز ہے اور نہ ہی وراثت جاری ہوگی (کتاب النوازل

ملخصاً ۶۷/۲-۹۴)۔

زنادقہ میں شمارے فرقے:

۱-شیعہ، یہ زنادقہ کا قدیم ترین فرقہ ہے اور سب سے بڑا دشمن اسلام اور سب سے زیادہ بدترین خبیث ہے (یعنی کفریہ عقائد رکھنے والے شیعہ)۔

۲-مرزائی، قادیانی و لاہوری، ۳-آغاخانی، اسماعیلی، ۴-بوہری، ۵-بہائی اور بابی علی محمد (م:۱۸۵۰ھ) نے یہ دعوی کیا کہ وہ حضرت مہدی تک پہنچنے کا باب ہے، اس کے ماننے والوں کو بابی کہا جاتا ہے، اس کے بعد حسین علی نوری نے بہاء اللہ ہونے کا دعوی کیا اور اس کے ماننے والوں کو بہائی کہا جاتا ہے۔

۶-مہدوی، اوراس کی شاخیں ذکری وغیرہ۔

۸-انجمن دینداران، مدعی الوہیت ''چن بسویشور'' کے باندے۔

زنادقہ میں شمار فرقوں کے احکام:

۱-حکومت پر فرض ہے کہ ان کے قتل کا حکم دے، خواہ کوئی خود زندیق بنا ہو یا باپ دادا سے اس مذہب میں چلا آتا ہو، جبکہ مرتد کی اولاد واجب القتل نہیں، اسی طرح عورت مرتدہ ہوجائے تو واجب القتل نہیں، مگر زندیقہ عورت بھی واجب القتل ہے۔

۲-گرفتار ہونے کے بعد ان کی توبہ قبول نہیں، جبکہ مرتد کی توبہ گرفتاری کے بعد بھی قبول ہے۔

۳-ان کے کسی مرد یا عورت سے کسی مسلمان کا نکاح جائز نہیں۔

۴-ان کا ذبیحہ حرام قطعی ہے۔

۵-ان سے کسی قسم کا کوئی معاملہ بھی جائز نہیں۔

۶-ان کے جنازے میں شرکت جائز نہیں۔

۷-مسلمانوں، بلکہ کافروں کے قبرستان میں بھی دفن کرنا جائز نہیں، کہیں گڑھا کھود کر اسمیں پھینک کر مٹی ڈال دی جائے (احسن الفتاوی ۳۸۷/۶-۸۸)۔

اسلام کی طرف نسبت کرنے والے فرقوں کی تین حالتوں میں سے کوئی ایک ضرور ہوگی: اول یہ کہ ان میں سے کسی شخص یا فرقہ کے متعلق یقینی طور سے یہ بات ثابت ہوجائے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہے، اگرچہ انکار میں تاویل بھی کرتا ہے اور صاف انکار کرنے سے تبری کرتا ہو مثلاً قرآن مجید کے محرف و ناقابل اعتبار ہونے پر اگر کسی شخص کی ایسی صاف عبارت ہے کہ اس سے یقینی طور سے بھی یہی مفہوم نکلتا ہے پھر باوجود اس کے وہ اپنی عبارت کو غلط مان کر اس سے رجوع ظاہر نہیں کرتا مگر عقیدہ تحریف قرآن سے تبری کرتا ہے تو اس تبری کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ وہ اتفاق اجماع کافر اور مرتد ہے اس کے ساتھ کسی قسم کا اسلامی معاملہ رکھنا جائز نہیں، نہ اس سے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے نہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہ اس پر نماز جنازہ جائز وغیرہ (شامی ۱۳۵/۴، ۲۹۹/۶)۔

دوم: دوسری صورت یہ ہے کہ کسی شخص یا فرقہ کے متعلق یقینی طور پر یہ معلوم ہوجائے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا منکر نہیں، مگر صرف اس میں اختلاف رکھتا ہے کہ جمہور امت کے خلاف حضرت علیؓ کو خلیفہ اول سمجھتا ہے تو وہ شخص فاسق وگمراہ ہے، مگر کافر و مرتد نہیں، اس کے ساتھ اسلامی معاملات جائز ہے جو کسی فاسق و گمراہ کے ساتھ کئے جاسکتے ہیں، مثلاً اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اس کے جنازے پر نماز جائز ہے،

نکاح کے معاملے میں اس سے بھی اجتناب بہتر ہے، کیونکہ وہ فاسق کی مباشرت کے اثرات ونتائج خطرناک ہیں (شامی ۴/ ۱۳۵،۶/ ۳۷۸)۔

سوم: تیسری صورت یہ ہے کہ یقینی طور پر کسی امر کا ثبوت نہ ملے یعنی نہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر ہونے اور نہ ہونے کا یقین نہ ہو، بلکہ ایک مشتبہ حالت ہو خواہ اشتباہ اس وجہ سے ہو کہ اس فرقہ کے اقوال وعقائد ہی مشتبہ ہیں یا اس وجہ سے کہ اس شخص کے متعلق یہ یقین نہیں کہ اس کا تعلق باعتبار مذہب وعقائد کے کسی فرقہ سے ہے ایسے لوگوں کے متعلق شرعی فیصلہ بھی دشوار ہے، اس میں سب سے زیادہ احوط و اسلم وہ حکم ہے جو حضرت تھانویؒ نے ''امداد الفتاوی'' میں تحریر فرمایا ہے: کہ اگر کسی شخص کے متعلق یا کسی خاص جماعت کے متعلق حکم بالکفر میں تردد ہو خواہ تردد کے اسباب علماء کا اختلاف ہو خواہ قرائن کا تعارض ہو یا اصول کا غموض تو اسلم یہ ہے کہ نہ کفر کا حکم کیا جائے نہ اسلام کا حکم اول میں تو خود اس کے معاملات کے اعتبار سے بے احتیاطی ہے احکام میں دونوں احتیاطوں کو جمع کیا جائے گا یعنی نہ اس کے عقد مناکحت کی اجازت دیں گے نہ اس کی اقتداء کریں گے اگر تحقیق کی قدرت ہو اس کے عقائد کی تفتیش کریں گے اور اس تفتیش کے بعد جو ثابت ہو ویسے ہی احکام جاری کر دیں گے۔

اور اگر تحقیق کی قدرت نہ ہو تو سکوت کریں گے اور اس کا معاملہ اللہ تعالی کے سپرد کریں گے، اس کی نظیر وہ حکم ہے جو اہل کتاب کی مشتبہ روایات کے متعلق حدیث میں وارد ہے:

''لاتصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم وقولوا آمنا بالله وما أنزل إلينا الآية'' (رواہ البخاری)۔

دوسری فقہی نظیر احکام خنثی کے ہیں:''يوخذ بالأحوط والأوثق فى أمور الدين وان لا يحكم بثبوت حكم وقع فى ثبوته واذا وقف خلف الإمام قام بين صف الرجال والنساء ولا تصلى بقناع ويجلس فى صلاته جلوس المرأة ويكره له فى حياته لبس الحرير والحلى وأن يخلوبه غير محرم من رجل أو امرأة او يسافر ومع غير محرم من الرجال والاناث ولا يغسله رجل ولا امرأة وتيمم بالصعيد ويكفن كما يكفن الجارية وامثاله مما فصله الفقهاء '' (جواہر الفقہ ۱/ ۶۳-۶۲)۔

ایک سوال: نبی ﷺ کی رسالت اور ارکان اسلام نماز، روزہ، حج، زکوۃ کو تسلیم کرنے کے باوجود بعض ضروریات دین کے انکار کی بناء پر تکفیر سے اہل قبلہ کی تکفیر ہو جاتی ہے، جس کی ممانعت حدیث شریف میں آئی ہے۔

جواب: لفظ اہل قبلہ کی ایک شرعی اصطلاح ہے جس کے معنی اہل اسلام کے ہیں اور اسلام وہی ہے جس میں کوئی بات کفر کی نہ ہو، لہذا یہ صرف ان لوگوں کے لئے بولا جاتا ہے جو تمام ضروریات دین کو تسلیم کریں اور حضور ﷺ کے تمام احکام پر (بشرط ثبوت) ایمان لائیں نہ کہ ہر اس شخص کے لئے جو قبلہ کی طرف منہ کرے (جواہر الفقہ ص ۳۲)۔

''ومن قواعد أهل السنة والجماعة أن لا يكفر واحد من اهل القبلة'' (شرح العقائد النسفیہ ص ۱۲۱، شرح التحریر ۳/ ۳۱۸)، ''وسياقها عن ابى حنيفةؒ ولا نكفر أهل القبلة بذنب انتهى فقيده بالذنب فى عبارة الإمام وأصله فى حديث أبى داؤد كما مر آنفا'' (اہل سنت والجماعت کے قواعد میں سے ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی شخص کی تکفیر نہ کی جائے، شرح عقائد نسفی اور شرح تحریر میں ہے کہ یہ مضمون امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ اہل قبلہ میں کسی شخص کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے ہیں سو اس میں بذنب کی قید موجود ہے اور غالبا یہ قید حدیث ابوداؤد کی بنا پر لگائی گئی ہے)۔

سوال میں درج فرقوں کا حکم:

تفصیلات مذکورہ کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ فرقہ بہائیہ اور قادیانیہ، مرتد وزندیق ہیں یہ اہل کتاب میں داخل نہیں لہذا نہ تو ان کا ذبیحہ حلال ہے اور نہ ہی ان کی عورتوں سے مناکحت جائز، جیسا کہ تمام کتب فتاوی حاضرہ (امداد الفتاوی ۱/۴۹، ۶۶، دارالعلوم محمودیہ، کتاب النوازل) میں اس کی تصریح موجود ہے، اور اگر آبائی زندیق ہیں تو کافر کا حکم ہوگا مرتد کا نہیں (کمافی البدائع ۶/)۔

سکھ نہ تو مسلم ہیں اور نہ ہی اہل کتاب، لہذا نہ تو ان کا ذبیحہ حلال اور نہ ہی مناکحت جائز، کیونکہ اسلام کے لئے نبی پاک ﷺ کی رسالت اور کتاب اللہ پر ایمان واتقان کا ہونا لازم ہے اور اہل کتاب میں داخل ہونے کے لئے کسی دین سماوی منسوخہ پر ایمان کا ہونا شرط ہے، اور سکھ نہ تو اسلام کو مانتے ہیں اور نہ ہی کسی دیگر دین سماوی کو اس لئے ان کا شمار اہل کتاب کے علاوہ دیگر کافرین میں ہوگا۔

نسلی قادیانی:

جس شخص نے خود قادیانیت اختیار نہ کیا ہو بلکہ آباء واجداد سے اس کو قادیانی مذہب ملا ہو تو اس کے اہل کتاب میں داخل ہونے کے بارے میں اہل علم کی آراء مختلف معلوم ہوتی ہیں، چنانچہ امداد الاحکام، کفایت المفتی، شامی وغیرہ سے نسلی قادیانیوں (نسلی زنادقہ) کا اہل کتاب میں داخل ہونے سے معلوم ہوتا ہے، لیکن حضرت تھانویؒ اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تحریر سے نسلی قادیانیوں کا اہل کتاب میں داخل نہ ہونا معلوم ہوتا ہے، اس لئے ہم اولا دونوں طرح کی تحریریں نقل کریں، بعد انشاء اللہ اپنی رائے بھی ذکر کریں گے۔

وہ تحریریں جن سے نسلی قادیانی کا اہل کتاب ہونا معلوم ہوتا ہے:

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں کہ مرد سنی ہو اور وہ عورت رافضیہ سے نکاح کرے جس کا رفض جدید نہیں، بلکہ آباء واجداد سے قدیم ہے اس کا حکم یہ ہے کہ یہ نکاح صحیح ہے اور وہ رافضیہ مثل کتابیہ کے اس کی زوجہ ہے، اور اس کی اولاد اس کی وارث ہوگی، اور زوجین میں توارث نہ ہوگا، غرض سنی مرد کا نکاح تو رافضیہ سے صحیح ہے، مگر مکروہ ہے، مگر سنیہ عورت کا نکاح رافضی مرد سے نہ ابتداء صحیح ہے نہ بقاء (امداد الاحکام ۲/۲۲۵)۔ اس کی عبارت یہ ہے:

”وفي تحرير المختار وجعل الوصلی في حاشية المنح: المعتزلي والرافضى بمنزلة أهل الكتاب حيث قال: قوله صح نكاح كتابية أقول يدخل في هذا الرافضة بأنواعها والمعتزلة، فلا يجوز أن تتزوج المسلمة السنية من الرافضى لانها مسلمة وهو كافر فدخل تحت قولهم لا يصح تزوج مسلمة بكافر ا ه قال الرستغفتى: لا تصح المناكحة بين أهل السنة والاعتزال اه فالرافضة مثلهم أو اقبح والرملى جعلهم من قبيل أهل الكتاب، فيجوز نكاح نساء ئهم ولا يزوجون ولعله الاقوال؛ لأنه لا يشك فى كفر الرافضة ا ه“ (امداد الاحکام ۲/۲۲۴)۔

مولانا عبد الکریم صاحب گمتھلویؒ کے فتوی سے بھی ان کا اہل کتاب میں داخل ہونا معلوم ہوتا ہے (امداد الاحکام ۱/۷۸-۸۰)۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے، یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں ہے، لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے (کفایت المفتی ۱/۳۲۰)۔

شامی کی رائے: ”وإن وقع التصريح بكفر المعتزلة ونحوهم عند البحث معهم في رد مذهبهم، بأنه كفر على أنهم ليسوا بأدنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون بأشرف الكتب“ (شامی ۴/۱۳۵)، اور شامی کتاب الذبائح میں ہے:

”لا تحل ذبيحة غير كتابى من وثنى ومجوسى ومرتد وجنى وجبرلى لو ابوه سنيا ولوأبوه جبر يا حلت، أشباه: الظاهر أن أصحاب الأشباه أخذه من القنية ونص عبارتها بعد أن رقم لبعض المشائخ: وعن أبى على أنه تحل ذبيحة الجبيرة إن كان أباؤهم مجيرة، فإنهم كاهل الذمة، وإن كان أباؤهم من أهل العدل لم تحل؛ لأنهم بمنزلة المرتدين“(شامی۹/۴۳۲)۔

امداد الاحکام اور شامی کی عبارت نسلی قادیانی سے متعلق نہیں ہے، لیکن بلاشبہ یہ عبارات نسلی زندیق سے متعلق ہیں، اور نسلی قادیانی نسلی زندیق میں داخل ہے، لہذا معلوم ہوا زندیق رافضی زندیق جبری کی طرح قادیانی زندیق بھی اہل کتاب کے حکم میں ہوگا(احسن الفتاوی۵/۹۰)۔

وہ تحریریں جن سے نسلی قادیانیوں کا اہل کتاب میں داخل نہ ہونا معلوم ہوتا ہے:

حضرت تھانویؒ کے نزدیک جو شخص قرآن کی طرف منسوب ہوتا ہے مگر قطعیات وضروریات کا منکر ہو ایسی تاویل بھی بحکم انکار ہے، وہ مثل غیر کتابی کے ہوجاتا ہے، جیسے آج کل فرقہ مرزائیہ جن میں وہ مرزائی بھی داخل ہیں جو مرزا کے صریح دعوی نبوت میں تاویل کر کے اس کو مومن سمجھنے لگے کیا اس کو مومن کہا جائے گا۔

”وحرم نكاح الوثنية والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية وفي شرح الوجيز وكل مذهب يكفربه معتقده اه قلت وشمل ذلک الدروزوالنصيرية والتامنة ولا تحل مناكحتهم ولا توكل ذبيحتهم؛ لأنهم ليس لهم كتاب سماوى“(شامی۴/۱۲۵، امداد الفتاوی۶/۴۴۲، ۴۴۳)۔

مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حکومت پر فرض ہے کہ ان کے قتل کا حکم دے خواہ کوئی زندیق بنا ہو یا باپ دادا سے اس مذہب میں چلا آتا ہو(احسن الفتاوی۶/۳۸۸)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ”قاموس الفقہ“ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں: راقم الحروف نے جدید فقہی مسائل کے پہلے ایڈیشن میں قادیانیوں کو مطلقاً مرتدین کے حکم میں رکھا تھا، لیکن دل میں برابر یہ کھٹک تھی کہ جس نے اسلام چھوڑ کر قادیانیت قبول کیا ہو اس پر ارتداد کا اطلاق تو صحیح ہے، لیکن جو نسلی قادیانی ہیں بوجہ قرآن پر ایمان رکھنے کے کیوں کر ان کو اہل کتاب سے خارج کیا جاسکتا ہے؟ یہ خلش تھی کہ کفایت المفتی میں ایک فتوی ملا کہ نسلی قادیانیوں کا شمار اہل کتاب میں ہوگا، اس مسئلہ پر فقہی جزئیات کے مطالعہ اور بعض اہل علم کی رایوں کے مطالعہ کے بعد اب دل جس بات پر مطمئن ہے وہ یہی ہے کہ نسلی قادیانیوں کو بوجہ زندیقیت کے عام کفار ومشرکین ہی کے حکم میں رکھا جائے گا، نہ کہ اہل کتاب کے حکم میں اور جو مسلمان قادیانیت میں گئے ہوں وہ تو سراسر مرتد ہیں(حاشیہ قاموس الفقہ ۲/۲۵۷)۔

ترجیح:

ثانی الذکر حضرات کی رائے بندہ کے نزدیک راجح ہے، یعنی نسلی قادیانی کا حکم عام کفار ومشرکین کا ہوگا، ان کا شمار نہ تو مرتدین میں ہوگا اور نہ ہی اہل کتاب میں اس کو سمجھنے کے لئے درج ذیل چند اصولی باتیں پیش نظر رکھنی چاہئے۔

۱-ضروریات دین اور ختم رسالت کا انکار کرنے کی وجہ سے ان کا خروج عن الاسلام اور کفر یقینی ہے، لہذا یہ اسلام میں داخل نہیں(الکفار ملحدین، جواہر الفقہ ۱/۲۷-۲۸، امداد الفتاوی)۔

۲-یہود ونصاری کا باوجود شرک کے اہل کتاب میں داخل ہونا منصوص ہے اور قیاس کے مطابق یہ مشرک ہیں اہل کتاب میں داخل

نہیں "أما الآية فهی فی غير الكتابيات من المشركات؛ لأن أهل الكتاب، وإن كانوا مشركين على الحقيقة" (بدائع ۲/ ۵۵۳ مکتبہ نعیمیہ) "كان جواز نكاح الكتابيات على خلاف القياس بآية المائدة" (اعلاء السنن ۷/ ۴۲ مکتبہ اشرفیہ، فتح القدیر، بحر الرائق)۔

۳- جو حکم خلاف قیاس بطریق نص ثابت ہو اس کا تعدیہ صحیح نہیں، لہذا خارج عن الاسلام کو یہود و نصاری پر قیاس کر کے اہل کتاب میں شمار کرنا غیر منصوص کو منصوص غیر معقول المعنی پر قیاس کرنا ہوگا جو شرعاً صحیح نہیں، "أما شرط القياس أن لا يكون الأصل معدولا عن القياس" (شامی ۷/ ۹۷)۔

۴- باب بضع (فروج) میں اصل حرمت ہے، لہذا اس کی حلت کسی شک وشبہ سے ثابت نہ ہوگی، "قاعدة الأصل فی الإبضاع التحريم، وكذا قال فی كشف الاسرار: الأصل فی النكاح الحظر وأبيح للضرورة-فإذا تقابل فی المرأة حل وحرمة غلبت الحرمة" (الاشباہ)۔

۵- اسی طرح لحم حیوانات میں بھی اصل حرمت ہے، جو ذکواۃ شرعیہ یقینیہ کے بغیر حلال نہیں ہوسکتا ہے، حدیث: "إنی أرسل كلبه أحد معه كلبا آخر لا أدری أيهما أخذه فقال: لا تاكل الخ" (بخاری شریف حدیث/ ۵۴۸۶)، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حیوانات کے اندر اصل حرمت ہے (فقہی مقالات/ ۲۰۸)۔

۶- زنادقہ وملحدین کے کفر کی وجہ سے ان کا ایمان کتاب ورسالت سے جاتا رہا، لہذا وہ بغیر کتاب ونبی کے ہوگئے، "والعدول عنها أی عن الظواهر إلى معان يدعيها أهل الباطن، الحاد أی ميل وعدول عن الإسلام واتصال واتصاف بكفر لكونة تكذيبا للنبی عليه السلام وردالنصوص كفر لكونة تكذيبا صريحا لله تعالى ورسوله عليه السلام" (عقائد نسفی/ ۱۶۶)، "ويدخل فی عبرة الأوثان عبدة الشمس...... والمعطله والزنادقة والباطنية والإباحية وكل مذهب يكفربه معتقده قلت وشمل ذلک الدروز والنصيرية والتيامنية، فلا تحل مناكحتهم ولا توكل ذبيحتهم؛ لأنهم ليس لهم كتاب سماوی" (شامی ۴/ ۱۲۵)۔

اول الذکر اصول ثلاثہ کی روشنی میں یہ بات متحقق ہوگئی کہ اسلام کی طرف نسبت کرنے والے ملحدین وزنادقہ کا اسلام سے خارج ہونا یقینی ہے اور اہل کتاب میں داخل ہونا محتمل ومشکوک، لہذا ان سے مناکحت کی صحت اور ذبیحہ کی حلت جس میں اصل حرمت کا ہونا ثابت ہو چکا ہے) احتمال اور شک سے ثابت نہ ہوگی، اس کی تائید اعلاء السنن ۷/ ۴۲ اور بدائع کی درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

"فإذا كان جواز نكاح الكتابيات على خلاف القياس بأية المائدة لابدان يقتصر على الكتابيات التی علم كونهن من أهل الكتاب بالنص أو بدليل قطعی غيره" (اعلاء السنن ۷/ ۴۲)۔

"ولو كان المجوس من أهل الكتاب لكان أهل الكتاب ثلاث طوائف فيؤدی إلى الخلف فی حبره عزوجل ای انما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا" (بدائع ۲/ ۵۵۳)۔

اور نمبر (۶) کے تحت مذکورہ عبارات گویا اس مسئلہ میں نص اور صراحت کا حکم رکھتی ہیں، زنادقہ کی اولاد اور نسل خواہ وہ قادیانی ہوں یا دوسرے گروہ وجماعت کے افراد سب کافر ومشرک ہیں ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوگا، ان سے مناکحت حرام اور ان کا ذبیحہ مردار ہے، جیسا کہ شامی کا یہ لفظ "كل مذهب يكفربه معتقده" اس باب میں عموم پر دلالت کرتا ہے اور اہل کتاب میں شمار نہ ہونے کی وجہ بھی ظاہر ہوگئی، شرح عقائد وشامی کی عبارت سے کہ ان کے کفر والحاد وزندیقیت کی بنا پر خدا اور رسول کی تکذیب ہوئی ہے، اس لئے ان کا نہ تو کسی رسول برحق پر

D16

ایمان ہوا اور نہ ہی کسی کتاب سماوی پر ایمان باقی رہا، لہذا یہ مشرک و کافر ہو گئے لیکن اہل کتاب نہیں۔

خلاصہ:

اسلام کی طرف نسبت کرنے وہ فرقہ ضالہ جن کے عقائد کی تفتیش وتحقیق کر کے علماء امت نے تکفیر کر دی ہے، ان کا شمار اہل کتاب میں نہ ہوگا، یہ اگر اسلام کو ترک کر کے الحاد اور زندیقیت اختیار کر چکے ہیں تو یہ مرتد ہوں گے، اور اگر اسلام کو ترک کر کے الحاد وزندیقیت اختیار نہیں کیا ہے بلکہ ان کا الحاد قدیم اور آبائی ہے تو یہ مرتد تو نہ ہوں گے، لیکن دیگر کفار ومشرکین کی طرح ان کا بھی حکم ہوگا، اور انکا بھی شمار اہل کتاب میں نہیں ہوگا۔

"**أما حکم الأولاد فولدالأب یجبر علی الاسلام ولا یقتل......لأن هذا ردة حکمیة لا حقیقة ولا یجبر ولد ولده علی الاسلام؛ لأن ولد الولد لا یتبع الجد فی الإسلام اذبوکان کذلک لکان الکفار کلهم مرتدین لکونهم أولاد آدم......ولیس کفر الک بالاجماع**"(بدائع ۱۳۶/۶)۔

۵-نکاح کتابیہ (منکوحہ کے انتخاب میں تعلیم نبوی ﷺ):

شریعت مقدسہ کی نظر میں نکاح زندگی کی رفاقت کا ایک پختہ عہد ہے، جو اسی وقت کامیابی کے ساتھ انجام پا سکتا ہے جبکہ عہد کرنے دونوں فریقوں (زن وشوہر) کے درمیان انس ومحبت پیدا کرنے کے اسباب کامل طور پر پائے جائیں اور دونوں ایک دوسرے کا پورا خیال رکھیں، جس کے لئے شریعت مطہرہ نے جانبین میں دین کو ملحوظ رکھنے کی تاکید کی ہے، ذیل میں چند روایات دین کو ملحوظ رکھنے سے متعلق ذکر کی جاتی ہیں:

"**عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ: تنکح المرأة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدینها فاظفر بذات الدین**"(متفق علیہ مشکوۃ) (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار وجہوں کی بنا پر نکاح کیا جاتا ہے، اس کے مال، حسب، نسب حسن وجمال اور دینداری کی وجہ سے مگر تم دینداری کو ملحوظ رکھا کرو)۔

"**وقال النبی ﷺ الدنیا کلها متاع وخیر متاع الدنیا المرأة الصالحة**"(مسلم) (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی سب چیزیں تھوڑے عرصہ کا سامان ہے، اور دنیا بہترین سامان نیک ودیندار بیوی ہے)۔

"**وقال النبی ﷺ لاتزوجوا النساء لحسنهن......ولکن تزوجوهن علی الدین ولأمة خرماء سواد ذات دین أفضل**"(ابن ماجہ مرقاۃ) (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسن کی بنا پر نکاح نہ کرو، البتہ دین کو ملحوظ رکھا کرو کنکٹی، کالی کلوٹی دیندار عورت بہتر ہے)۔

"**وقال النبی ﷺ: إذا أخطب إلیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه أن لا تفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض**"(ترمذی، مشکوۃ علی المرقاۃ ۱۸۸/۶، ۱۹۲ مکتبہ اشرفیہ) (آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے دین واخلاق سے راضی ہو اس سے نکاح کرو، ورنہ زمین میں فتنہ اور فساد عریض پھیل جائے گا)۔

روایات بالا سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنے میں سب سے زیادہ دین کا خیال رکھنا چاہئے فوقیت ہمیشہ دین ہی کو دینا چاہئے نہ کہ دوسری وجوہات کو کیونکہ زوجہ کا دین خود شوہر کے دین میں معین ہوگا، اور اسکی اولاد کو بھی دیندار ہونے کا موقع میسر آئے گا، نیز دین ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں بھی مؤثر ہوگا، اور ظلم وتعدی سے مانع۔

کتابیہ سے نفس نکاح کا حکم:

کتابیہ سے نفس نکاح (دیگر عوارض واسباب سے قطع نظر) مکروہ تنزیہی ہے، اور کراہت تحریم کا حکم دیگر عوارض واسباب کی بنا پر ہوتا ہے، اگر کوئی سبب نہ ہوتو اس کا فسق اعتقادی کراہت کا سبب بہر حال ہوگا، اسی لئے حضرات فقہاء نے کتابیہ سے نکاح کو منع کیا ہے، "ویجوز تزویج الکتابیات والأولی أن لا یفعل ولا یأکل ذبیحتهم إلا للضرورة" (فتح القدیر ۲۲۸/۳/۷)۔

"واستدل الجمهور علی الحل بقوله تعالی والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم دلت الآیة لعمومها علی حل الکتابیة مطلقا ذمیة او حربیة" (حاشیہ شامی ۱۳۰/۴)۔

کتابیہ سے کراہت نکاح کے اسباب:

اسلام دیندار عورتوں سے نکاح کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اور غیر متدین عورتوں سے نکاح کو پسند نہیں کرتا ہے، اور کتابیہ کا فسق اعتقادی بہر حال ہے اور بعض مرتبہ فسق عملی......وغیرہ بھی ہوگا، نکاح کتابیہ غیر مسلم سے مؤدت ومحبت کا سبب بنے گا، جس کی اسلام ممانعت کرتا ہے، کتابیہ اگر غیر مسلم ملک کی باشندہ ہے تو یہ نکاح دار الکفر میں قیام کا سبب بنے گا، کتابیہ کے دین مذہب واخلاق سے خود شوہر اور اولاد وخاندان کے متاثر ہونے کا شدید خطرہ رہتا ہے، اہل اسلام کے راز غیر مسلمین تک منتقل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، مسلم عورتوں کے بلا نکاح رہنے کا سبب بنے گا۔

"والواقع الزواج بالکتابیات وبالأولی الحربیات مضار اجتماعیة ووطنیة ودینیة فقد ینقلن لبلادهن اخبار المسلمین، وقد یرغبن الاولاد فی عقائد وعادات غیر المسلمین وقد یؤدی الزواج بها إلی الحاق ضرر بالمسلمات بالأعراض عنهن، وقد تکون الکتابیة منحرفة السلوک ......تبین من ذلک ان عمرؓ منع حذیفة من الزواج بالکتابیة لما فیه من الضرر وهو أما الوقوع فی زواج الموسات منهن أو تتابع المسلمین فی زواج الکتابیات وترک المسلمات بلا زواج" (الفقہ الاسلامی ۶۶۵۴/۹ اشاعت دوم)۔

"وتکره الحربیة إجماعا لا نفتاح باب الفتنة من إمکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق بأخلاق أهلا لکفر الخ" (فتح القدیر ۲۲۹/۳)۔

مذکورہ بالا اسباب میں سے بعض کراہت تحریم کا اور بعض کراہت تنزیہی کا سبب ہیں اور بعض اسباب تفصیل طلب ہیں، لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسباب مذکورہ کا تجزیہ اوران کی تفصیل ذکر کردی جائے تاکہ حکم بالکل منقح ہوکر سامنے آجائے۔

اسباب کراہت کی تفصیل اور تجزیہ:

مذکورہ بالا اسباب میں سے دوسبب (غیر مسلم سے مؤدت اور محبت نیز دار الکفر میں قیام) خاص طور پر تفصیل طلب ہیں، لہذا اولاً ان دونوں اسباب کا حکم بالتفصیل ذکر کیا جاتا ہے۔

۱-غیر مسلم سے دوستی کا تفصیلی حکم:

اس مسئلہ پر حضرت تھانویؒ نے بیان القرآن میں فرمایا ہے: کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملات ہوتے ہیں: موالات یعنی دوستی، مدارات یعنی ظاہری خوش خلقی، مواسات یعنی نفع رسانی۔

۱-موالات یعنی دلی دوستی کا حکم:

کافر کے ساتھ مولات (دلی دوستی) کسی حال میں جائز نہیں، اور آیت "**لا تتخذو اليهود والنصارى أولياء بعضهم أولياء بعض ومن يتولهم منكم فإنه منهم**" (مائدہ:۵۱) اور آیت "**لا تتخذوا عدوى وعدوكم اولياء**" میں یہی مراد ہے (ممتحنہ:۱)۔

۲-مدارات کا حکم:

مدارات، یعنی ظاہری خوش خلقی تین حالتوں میں درست ہے: دفع ضرر کے واسطے، اس کا مرکز مصلحت دین، یعنی توقع ہدایت کے واسطے، اکرام ضیف کے لئے اور اپنی مصلحت ومنفعت مال یا جاہ کے لئے درست نہیں اور بالخصوص جبکہ ضرر دینی کا خوف ہو تو بدرجہ اولی یہ اختلاط حرام ہوگا اس مقام کی آیت: "**إلا أن تتقوا منهم تقة**" (آل عمران:۲۸) (میں اسی دفع ضرر کی حالت کو مستثنی کیا ہے اور توقع ہدایت کے لئے مداراۃ کرنا سورۂ عبس کی آیت: "**فأنت له تصدى**" (عبس:۶) میں مذکور ہے، اور ضف ہونے کی وجہ سے مداراۃ کرنا اس حدیث میں ہے جس میں بنی ثقیف کو آپ نے مسجد میں ٹھہرایا (بیان القرآن)۔

مواسات کا حکم:

اور مواسات کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز، سورہ ممتحنہ کی آیت "**لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلو كم**" (سورۂ ممتحنہ:۸) میں اس کی تصریح ہے اور اس آیت میں مواسات کو مجازاً تولی سے تعبیر کردیا گیا ہے اور یہی حکم اہل بدعت وفساق کا ہے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے (بیان القرآن ۱۰۸)۔

نوٹ: اور تقاہ کے ترجمے میں اندیشہ قوی کی قید اسی لئے لگائی کہ توہم کا اعتبار نہیں چنانچہ آیت "**يقولون نخشى ان تصيبنا دائرة**" (مائدہ:۵۲) میں اسی پر انکار ہے۔

کتابیہ سے نکاح کس قسم میں داخل ہے؟

مذکورہ بالا تفصیل میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیہ سے نکاح دوسری اور تیسری قسم میں داخل ہے دوسری قسم میں داخل ہونے کی بنا پر اپنی ضرورت اور کتابیہ کی توقع ہدایت کی صورت میں نکاح کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کتابیہ حربیہ نہ ہو، اور تیسری قسم میں دخول کا تقاضہ ہے کہ کتابیہ حربیہ سے نکاح ناجائز، یعنی مکروہ تحریمی ہو، اس طرح حضرات فقہاء کا بیان کردہ حکم پوری طرح منطبق ہوجاتا ہے، حاصل یہ کہ کتابیہ غیر حربیہ سے نکاح اپنی ضرورت اور اس کی ہدایت کی امید سے کرنا جائز ہے، "**أن الأصل لا يجوز للمسلم أن ينكح الكافرة، لأن ازدواج الكافرة والمخالطة معها مع قيام العداوة الدينية لا يحصل السكن والمودة الذى هو قوام مقاصد النكاح إلا أنه جوز نكاح الكتابية لرجاء إسلامها؛ لأنها أمنت بكتب الأنبياء والرسل فى الجملة**" (بدائع ۲/ ۵۵۳)۔

البتہ کتابیہ حربیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہوگا، کیونکہ نکاح مدارات سے خالی ہو ہی نہیں سکتا اس وجہ سے کہ مدارات حقوق زوجہ میں داخل ہے، اور اہل حرب کے ساتھ مدارات کا ممنوع ہونا معلوم ہو چکا ہے، لہذا کتابیہ حربیہ سے نکاح مکروہ تحریمی یعنی ناجائز ہوگا، "**وما كان مقتضى هذا الحديث تحريم كتابة الحربية لكن العمومات التى وردت بالحل أفادت صرف الحديث إلى الكراهة (اى تحريمية**" (حاشیہ شامی ۴/ ۱۳۱)۔

دارالکفر میں قیام:

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں: کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنا اور اس ملک کے باشندے اور شہری ہونے کی حیثیت سے اس کو اپنا مستقل مسکن بنالینا ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا حکم زمانہ اور حالات کے اختلاف اور رہائش اختیار کرنے والوں کے اغراض و مقاصد کے اختلاف سے مختلف ہوجاتا ہے (جس کی کل پانچ صورتیں ہیں):

۱- اپنے مسلم ملک میں جان یا مال یا عزت و آبرو محفوظ نہ رہے اور کسی غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنے کے سوا ان مظالم سے بچنے کی کوئی صورت نہ رہے تو ایسی حالت میں کسی ایسے غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنا جائز ہے جہاں جا کر عملی زندگی میں دین پر عمل کرنا اور اس جگہ رائج شدہ منکرات و فواحش سے اپنے کو محفوظ رکھنا ممکن ہو (فقہی مقالات ۱/ ۲۳۶)۔

۲- کسی مسلم ملک میں معاشی وسائل حاصل نہ ہوں یہاں تک کہ وہ نان جویں تک کا محتاج ہوجائے ایسی حالت میں اگر کسی ایسے غیر مسلم ملک میں کوئی جائز ملازمت مل جائے جہاں احکام شریعت پر عمل کرنا اور اس ملک میں رائج فواحش سے بچنا ممکن ہو تو اس غیر مسلم ملک میں معاش کے لئے قیام کرنا جائز ہے، کیونکہ حلال کمانا دوسرے فرائض کے بعد ایک فریضہ ہے، جس کے لئے شریعت نے کسی مکان اور جگہ کی قید نہیں لگائی ہے، بلکہ عام اجازت دی ہے۔

"هو الذى جعل لكم الأرض ذلولا فامشوا فى مناكبها وكلوا من رزقه واليه النشور" (فقہی مقالات ۱/ ۲۳۲)۔

۳- کسی غیر مسلک میں وہاں کے غیر مسلم باشندوں کو دعوت اسلام دینے اور ان کو مسلمان بنانے یا وہاں کے مسلم باشندوں کو احکام شریعت کی تعلیم اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دینے کی نیت سے قیام کرنا (اپنے دین و اخلاق کی حفاظت کے ساتھ) جائز ہی نہیں، بلکہ موجب اجر و ثواب ہے جیسا کہ حضرات صحابہ و تابعین نے اسی نیک مقصد کے تحت غیر مسلم ملکوں میں قیام کیا (فقہی مقالات ۱/ ۲۳۳)۔

۴- اپنے مسلم ملک میں اتنے معاشی وسائل حاصل ہوں جس کے ذریعہ وہ اپنے شہر کے معیار کے مطابق زندگی گذار سکتا ہو، لیکن صرف معیار زندگی بلند کرنے اور خوش حال و عیش و عشرت کی زندگی گذارنے کی غرض سے کسی غیر مسلم ملک میں قیام کرنا کراہت سے خالی نہیں، اس لئے کہ بغیر دینی یا دنیوی ضرورت کے اپنے دینی و اخلاقی حالت کو خطرہ مین ڈالنا کسی طرح بھی درست نہیں اسی وجہ سے حدیث شریف میں شدید ضرورت کے بغیر مشرکین کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کی ممانعت آتی ہے، حدیث درج ذیل ہے:

۱- "من جامع المشرك وسكن معه فإنه مثله" (ابوداؤد کتاب الضحایا) جو شخص مشرک کے ساتھ موافقت اختیار کرے اور اسکے ساتھ رہائش اختیار کرے وہ اسی کے مثل ہے۔

۲- **"انا بریٔ من كل مسلم يقيم بين أظهر المشركين قالوا: يا رسول الله ﷺ، قال لا ترى اى ناراهما"** (۳/ ۴۳۷)، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں ہر اس مسلمان سے بری ہوں جو مشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرے، سوال کیا گیا کیوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اسلام کی آگ اور کفر کی آگ ایک ساتھ نہیں رہ سکتی، تم امتیاز نہیں کرسکو گے کہ یہ اسلام کی آگ ہے یا مشرکین کی آگ ہے، مختلف اہل علم نے اس قول کی شرح مختلف طریقوں پر کی ہے کہ مسلمان اور مشرک حکم کے اعتبار سے برابر نہیں ہوسکتے دونوں کے احکام مختلف ہیں بعض دوسرے اہل علم، یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی دارالاسلام اور دارالکفر دونوں کو علاحدہ علاحدہ کردیا ہے، لہذا کسی مسلمان کے لئے کافروں کے ملک میں ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ جب مشرکین اپنی آگ روشن کریں گے اور مسلمان

ان کے ساتھ سکونت اختیار کئے ہوئے ہوگا تو دیکھنے سے یہی خیال کریں گے کہ یہ بھی انہیں میں سے ہیں، اس سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اگر کوئی مسلمان تجارت کی غرض سے دار الکفر جائے تو اس کے لئے وہاں ضرورت سے زیادہ قیام کرنا مکروہ ہے (معالم سنن للخطابی ۳/ ۴۳۷، فقہی مقالات ۱/ ۲۳۴)۔

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی اولاد کو مشرکین کے درمیان مت چھوڑو (تہذیب السنن لابن قیم ۳/ ۴۳۷ فقہی مقالات ۱/ ۲۳۵)۔

حضرات فقہاء نے فرمایا کہ صرف تجارت کی غرض سے مشرکین کے درمیان رہائش اختیار کرنے سے عدالت مجروح ہوجاتی ہے (فقہی مقالات ۱/ ۲۳۵ عن تکملۃ رد المحتار)۔

۵- پانچویں صورت غیر مسلم ملک میں رہائش اختیار کرنے کی یہ ہے کہ دینی، دنیاوی، معاشی، تجارتی اور اغراض میں سے کوئی غرض نہ ہو، بلکہ صرف دوسرے مسلمانوں پر اپنی بڑائی کے اظہار کے لئے دار الکفر کی شہریت اور قومیت کو دار الاسلام کی شہریت پر فوقیت دینے اور ظاہری زندگی میں ان کی مشابہت اختیار کرنے کے لئے رہائش اختیار کرنا مطلقا حرام ہے، جس کی حرمت محتاج دلیل نہیں۔

خلاصہ: دار الکفر میں قیام کی کل پانچ صورتیں ذکر کی گئی ہیں جن میں دو حالت اضطراری ہیں، یعنی دار الکفر میں قیام کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، اس لئے بلا کراہت جائز ہے اور تیسری حالت دعوت وتبلیغ کی نیت سے قیام یہ استحباب سے خالی نہیں اور چوتھی حالت نہ تو دعوت وتبلیغ کی ہو اور نہ ہی اضطرار کی اس صورت میں قیام کراہت سے خالی نہیں اگرچہ غرض فاسد وحرام نہ ہو، پانچویں حالت غرض فاسد کی بنا پر دار الکفر میں قیام ہو تو یہ الامور بمقاصدہا کے ضابطہ سے حرام ہے۔

تفصیل مذکور سے معلوم ہوگیا کہ حربیہ کتابیہ سے نکاح میں قیام دار الحرب کراہت کا سبب صرف دو صورتوں میں بنے گا اور تین صورتوں میں قیام بدار الحرب کراہت نکاح کتابیہ کا سبب نہیں ہوگا، کیونکہ جن صورتوں میں قیام جائز ہے ان صورتوں میں وہ کراہت کا سبب بھی نہیں بنے گا، البتہ جن دو صورتوں میں قیام ناجائز ہے ان صورتوں میں یہ کراہت وحرمت کا سبب ہوگا۔

بقیہ اسباب کراہت کا تجزیہ:

اسباب کراہت میں سے دو سبب پر تفصیلی کلام ہو چکا اب ذیل میں بقیہ اسباب کراہت پر گفتگو کی جاتی ہے اسباب کراہت میں سے ایک سبب کتابیہ کے اخلاق ومذہب سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہے، اور دوسرا سبب جاسوسی کا خطرہ، ان دونوں اسباب کے تحقق میں احوال و اشخاص کا بہت دخل ہے، لہذا اس کا حکم احوال واشخاص کے اعتبار سے ہوگا، تمام حالات میں اس کا حکم یکساں نہیں۔

کتابیہ کے اخلاق اور مذہب سے متاثر ہونے کا جو اندیشہ ہوگا اس کی کل تین صورتیں ہوں گی: ۱- کتابیہ اور نکاح کرنے والے کے حالات ایسے ہوں کہ آل واولاد کے متاثر ہونے کا یقین ہو تو ظاہر ہے ایسی صورت میں نکاح کی ہرگز اجازت نہ ہوگی، مثلاً کتابیہ ایک داعیہ متمول ہنر مند ہو اور نکاح کرنے والا اس کے مقابل میں کوئی حیثیت نہ رکھتا ہو تو قانونی مجبوری وغیرہ کی بنا پر بچوں کو اس سے علاحدہ کرنا بھی ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں اس سبب کا تحقق یقینی ہے، لہذا ایسی صورت میں نکاح کی ہرگز اجازت نہ ہوگی اور نکاح حرام ہوگا۔

۲- متاثر ہونے کا یقین نہ ہو، بلکہ ظن غالب کے درجہ میں تو بھی اس کے ساتھ مناکحت کی اجازت نہ ہوگی، پہلی صورت میں مناکحت حرام اور دوسری صورت میں مکروہ تحریمی (ناجائز) ہوگی۔

۳- متاثر ہونے کا نہ تو یقین ہو اور نہ ہی ظن غالب تو ایسی صورت میں مناکحت جائز تو ہے، لیکن کراہت سے خالی نہیں۔

اور یہی حکم جاسوسی کا بھی ہے کہ اگر زوجہ کتابیہ کی طرف سے جاسوسی کا یقین ہوتو حرام اور اگر ظن غالب ہوتو مکروہ تحریمی ورنہ مکروہ تنزیہی کا حکم عائد ہوگا، اور کتابیہ کا عدم تدین کراہت تنزیہی کا سبب ہوگا، لیکن اگر کتابیہ بدکار فاحشہ ہوتو کراہت تحریمیہ کا سبب ہوگا اور مسلمان عورتوں کا بلا نکاح کے رہ جانے کا اندیشہ چونکہ یہ ظن غالب اور یقین کے درجہ میں نہیں، اس لئے کراہت تنزیہی کا سبب بنے گا، البتہ اگر ملک قانون احوال کی وجہ سے یہ خطرہ یقین اور ظن غالب کی حدتک پہنچ جائے تو پھر حرمت اور کراہت تحریم کا سبب ہوجائے گا، حاصل یہ کہ بقیہ اسباب میں خطرہ واندیشہ کی کیفیت اور نوعیت کے اعتبار سے حکم ہوگا، یقین پر حرمت کا اور ظن غالب پر کراہت تحریم کا، اور ظن مغلوب (وہم) پر کراہت تنزیہی کا حکم ہوگا، کیونکہ اسباب کی حضرات فقہاء نے کل تین قسمیں کی ہیں: قطعیہ ویقینیہ، ۲-ظنیہ (ظن غالب)، ۳-وہمیہ (ظن مغلوب) قطعیت پر فرضیت وحرمت کا حکم متحقق ہوتا ہے اور ظنیت پر وجوب اور کراہت تحریم کا تحقق ہوتا ہے اور وہم وظن مغلوب سے اولویت وافضلیت اور کراہت تنزیہی کا ثبوت ہوگا۔

"اعلم أن الأسباب تنقسم إلى مقطوع به كالماء المزيل لضرر العطش وإلى مظنون وإلى موهوم أما المقطوع به فليس تركه من التوكل بل تركه حرام" (ہندیہ ۳۵۵/۴) **"وإنما يتحقق الإكراه إذا كان يعلم يقينا أو يكون فى غالب رايه أنه لولم يفعل أمره به أجرى عليه ماهدد به"** (قاضی خان علی ہامش *الہندیہ* ۴۹۰/۳)، **"أن الظن فى أبواب العمليات جاد مجرى العلم"** (*الموافقات للشاطبی* ۳۶۰/۲)۔ **"وما يخرج من دارالحرب كسنجاب إن علم دبغه بظاهر فطاهرا وبنجس فنجس وإن شک فغسله افضل"** (شامی ۳۵۹/۱)، **"ويجب طلبه قدر غلوة إن ظن ظناقديا قربه دون ميل وأن لا يغلب على ظنه قربه لا يجب بل يندب"** (شامی ۴۱۴/۱-۴۱۵)۔

دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح کی صورتیں اوران کا حکم:

۱-دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح کیا جائے اور ملکی قانون وشخصی احوال کی بنا پر کتابیہ کے دین واخلاق سے آل واولاد کے متاثر ہونے کا، نیز اس کی جاسوسی وغیرہ کا بھی ظن غالب اور یقین نہ ہوتو ایسی حالت میں کتابیہ سے نکاح کرنا مکروہ تنزیہی (خلاف اولی) ہوگا۔

۲-دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح کیا جائے اور ملکی قانون وشخصی احوال کی بنا پر اس کے مذہب واخلاق سے آل واولاد کے متاثر ہونے کا ظن غالب ہو یا جاسوسی کرنے کا ظن غالب ہوتو نکاح مکروہ تحریمی ہوگا، اور اگر اسباب وقرائن سے یہ خطرہ حد یقین کو پہنچا ہوتو نکاح کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔

دارالکفر میں نکاح کتابیہ کی صورتیں:

۱-دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح کیا جائے اور دارالکفر میں قیام اضطرار ومجبوری کی بنا پر ہو یا دعوت وتبلیغ کے مقصد سے ہو اور نکاح کی ضرورت حد فرض اور وجوب کو نہ پہنچی ہو اور کتابیہ سے نکاح کی مجبوری بھی نہ ہوتو اس صورت میں اس نکاح کو کرنا مکروہ تنزیہی ہوگا۔

۲-دارالکفر میں قیام کا مقصد دعوت وتبلیغ یا اضطرار ہو اور نکاح کرنا فرض یا وجوب کے درجہ میں ہو اور مسلم عورت سے نکاح کی قدرت بھی نہ ہوتو ایسی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

۳-دارالکفر میں قیام کا مقصد دعوت وتبلیغ اور اضطرار نہ ہو، بلکہ صرف معاشی ترقی وخوشحالی مقصود ہوتو اس صورت میں نکاح فسق وفجار سے اختلاط وتکثیر سواد وغیرہ کی بنا پر مکروہ تحریمی ہوگا۔

۴-دارالکفر میں قیام کا مقصد، دعوت وتبلیغ، ضرورت واضطرار، اور معاشی خوشحالی بھی نہ ہو، بلکہ غرض فاسد مثلاً ان کی تہذیب سے

مرعوبیت ان سے محبت وغیرہ کی بنا پر ہوتو اس صورت میں نکاح سے اولاد کا متاثر ہونا ظن غالب ہی نہیں، بلکہ یقین کے درجہ میں ہے، لہذا ایسی حالت میں نکاح ناجائز وحرام ہوگا۔

۶-کیا ہنود اہل کتاب اوران کی کتب مذہبی کتب سماویہ ہیں؟

کسی کتاب کا سماوی ہونا اور کسی شخص کا نبی اور رسول ہونا یہ دونوں مسئلے اعتقادیات سے متعلق ہیں، اور اعتقادیات کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا لازم ہے، ''**ولاعبرة بالظن فی باب الاعتقادیات**'' (شرح عقائد مع نبراس/ ۲۸۲)، ''**لابد فی الاعتقادیات الدلیل الیقینی**'' (التعلیقات السنیہ مع شرح عقائد/ ۳۵۶)۔

اور ہندوکی مذہبی کتب (وید) اوران کے مقتداؤں کے نبی ورسول ہونے پر کوئی دلیل نہیں نہ تو قطعی اور نہ ہی ظنی زیادہ سے زیادہ ان کی نبوت کا امکان اور احتمال ہے، اس لئے نہ توان کی کتب کو کتب سماویہ کہنا جائز ہے اور نہ ہی ان کے سماوی ہونے کا اعتقاد رکھنا، اسی طرح نہ توان کے مقتداؤں کے بارے میں نبی اور رسول ہونے کا اعتقاد رکھنا جائز ہے اور نہ ہی ان کو نبی ورسول کہنا، بلکہ ان کے متعلق سکوت میں احتیاط ہے، کیونکہ جس طرح ان کی نبوت ورسالت کی دلیل نہیں اسی طرح اس کے عدم کی بھی کوئی دلیل قطعی نہیں، بلکہ امکان واحتمال بہرحال ہے، لہذا ان کی کتب مذہبیہ ان کے اوتاروں کے متعلق ''**لاتصدقوهم ولا تكذبوهم**'' کا معاملہ رکھنا احوط اور مسلم ہے، البتہ ہندو کافی زمانہ اہل کتاب میں داخل نہ ہونا یقینی اور قطعی ہے، یہ مشرک وثنی وبت پرست ہیں، فتاوی محمودیہ میں ہے: جب تک دلیل شرعی سے ثبوت نہ ہو کسی کی پیغمبری کا یقین کرنا درست نہیں، بلاوجہ کسی کو برا کہنا بھی درست نہیں، لہذا سکوت ہی احوط ہے (فتاوی محمودیہ ۱/ ۴۵۳)۔

''**عن أبي هريرةؓ قال: كان أهل الكتاب يقرؤن التوراة بالعبرانية ويفسرونها بالعربية لأهل الإسلام، فقال رسول الله ﷺ: لا تصدقوا الكتاب ولا تكذبوهم، وقولوا آمنا بالله وما أنزل الينا**'' (رواالبخاری، امدادالفتاوی ۴/ ۶۴)۔

اس کے بعد ہم ہنود کے اہل کتاب ہونے اور نہ ہونے اوران کی کتب مذہبیہ کے کتب سماویہ ہونے اور نہ ہونے اسی طرح ان کے مقتداؤں کے نبی اور رسول ہونے سے متعلق مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی تحریروں سے اقتباس نقل کرتے ہیں:

حضرت مولانا تھانویؒ فرماتے ہیں ان احکام کو دیکھ کر سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ہنود میں اہل کتاب ہونے کا ضعیف سے ضعیف احتمال بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ کسی شخص کا نبی ومرسل ہونا اور کسی کتاب کا منزل من اللہ ہونا اور کسی دین کا سماوی ہونا جو مدار ہے کتابیت کا جیسا نمبر (۱) میں مذکور ہے، امور قطعیہ سے ہے اس لئے دلیل قطعی کا محتاج ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس قوم کے کسی پیشوا کے نبی ہونے پر یا ان کے کسی مذہبی کتاب کے آسمانی ہونے پر دلیل قطعی تو کیا ظنی بلکہ شک تک بھی قائم نہیں، جیسا کہ بلاشک وشبہ ظاہر ہے، پس یہ ایک ہی حکم مسئلہ زیر بحث کے فیصلے کے لئے کافی ہے، بقیہ احکام پر تفریع محض تبرع ہے، تفریع کی تقریر یہ ہے، یعنی اگر بغرض محال یہ لوگ اہل کتاب کسی زمانے میں ہوتے بھی تب بھی اب مدت طویلہ سے جو ان کی حالت ہے اس سے کتابیت کو مس بھی نہیں، غیر اللہ کیا اغیار اللہ کے الوہیت کے قائل ہیں، شاید کسی کو آریوں کے دوے توحید سے شبہ ہو تو درحقیقت ان کا شرک تو اس درجہ قبیح ہے جس کی نظر آج تک کسی شرک قوم میں پائی نہیں جاتی، چنانچہ ان کی تالیفات میں روح اور مادہ کے قدیم بالذات ہونے کی صراحت ہے، اور مشرکین بعض تو غیر اللہ کے حدوث زمانی کے بھی قائل ہیں اور بعض جو مجردات کے قدیم زمانی کے قائل ہوئے ہیں وہ بھی ان کو قدیم بالذات نہیں کہتے، بلکہ ان کوان کے وجود میں محتاج واجب تعالی کا مانتے ہیں، ولو بالایجاب، غرض صفت قدیم بالذات میں جو کہ خواص واجب سے ہیں، کسی کو حق تعالی کا مساوی ومماثل نہیں مانتے توان کا شرک سب شرکوں پر افتح واشنع واقطع ہے نعوذ باللہ منہ۔

تو ہنود کی حالت مثل نمبر (۲)، ونمبر (۴) کے بھی نہیں ہیں جس میں علماء کا قدرے اختلاف ہے، بلکہ مثل نمبر (۳) کے ہیں، جس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر اصل میں کتابی ہوتے تب بھی کتابی نہ رہتے اور اب تو اصل میں بھی کتابی نہیں ہیں جیسا تفریع کی ابتداء میں بدلیل اس کی تقریر کردی گئی ہے (امداد الفتاوی ۶/ ۴۴۳)۔

اور قرآن کریم کی وہ آیات جن سے ہر قوم میں اور ہر ملک میں انبیاء کا مبعوث ہونا معلوم ہوتا ہے، اس سلسلے میں مفصل کلام کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا "ولقد بعثنا فی کل أمة رسولا" (نحل: ۳۶) سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان والوں کے لئے بھی زمانہ قدیم میں کچھ رسول مبعوث ہوئے ہیں خواہ ہند ہی میں پیدا ہوئے اور رہے ہوں یا کسی اور ملک میں رہتے ہوں، اور یہاں ان کے نائب تبلیغ کے لئے آتے ہوں اور اگر آیت "لتنذر قوما ما أتاھم من نذیر من قبلک" (قصص: ۴۶) سے اس کے تعارض کا شبہ ہو تو دو طرح مدفوع ہوسکتا ہے ایک یہ کل امۃ میں لفظ کل تکثر کے لئے ہو (اسی طرح "وإن من أمة إلا خلا فیھا نذیر" (فاطر: ۲۴) (میں استغراق عرفی ہو) اس لئے ہند میں رسول آنے کے مضمون میں میں نے لفظ ظاہرا بڑھایا ہے دوسرے یہ کہ ہر امت اور قوم کے اوائل میں ایک رسول آگئے ہوں اس طرح کہ اگر وہ لوگ اس شریعت کا سلسلہ قائم و باقی رکھنا چاہتے تو ممکن ہوتا اور ضرورت اسی قدر سے مرتفع ہوسکتی ہے اور اواخر میں رسول آنے کی ضرورت نہیں رہتی، گو اوائل کی تقصیر سے اواخر تک وہ سلسلہ نہ پہنچا ہو پس حکم بعث کا کل امم میں باعتبار اوائل کے ہو اور "ما آتاھم من نذیر" (سجدہ: ۳) باعتبار اواخر کے ہو اور اس صورت میں احتمال ہے کہ بعض جگہ جبال وجزائر میں تبلیغ نہ ہوئی، واللہ اعلم

سورۂ نحل (اور علماء کا اس مسئلہ سے بحث کرنا جس مقام پر دعوت نہ پہنچی ہو اس کا حکم کیا ہے مؤید ہے اس احتمال کے جائز رکھنے کا) اس سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ خود انبیاء علیہم السلام کا ہندوستان میں تشریف لانا بھی آیت کا یقینی مدلول نہیں، ممکن ہے کہ ان کے نائبین کے تشریف لانے پر اکتفا فرمایا گیا ہو یا بالکل اوائل میں کوئی نبی آگئے ہوں پھر سلسلہ جاری نہ رکھا گیا ہو، چنانچہ احتمال اول کو وہ مضمون قریب کئے دیتا ہے (امداد الفتاوی ۶/ ۴۴۵، ۴۴۶)۔

اور ہنود کی کتب مذہبیہ کے مضامین کا دیگر کتب سماویہ کے مضامین سے موافقت واتحاد پر کلام کرتے ہوئے حضرت فرماتے ہیں:

"توافق فی التعلیم" سے ان تعلیمات کا مستفاد من الوحی ہونا اور ان اہل تعلیم کا صاحب وحی ہونا ثابت نہیں ہوتا اگر وہ علوم مدرک بالعقل ہیں جیسا کہ اس مقام پر ہے تو ممکن ہے کہ وہ لوگ حکماء ہوں اور اگر موقوف علی السمع ہیں تو ممکن ہے کہ اصحاب انبیاء سے ماخوذ ہوں (امداد الفتاوی ۶/ ۴۵۱)۔

اور ان کی کتب مذہبیہ میں آپ ﷺ کی بعثت کی بشارت موجود ہونے پر گفتگو کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ رگ وید کی عبارت نبی یا رسول ہونے پر نہ دال ہے نہ اس کی دلالت حجت ہے، کیونکہ یہ امکان ہے کہ ان کے اصحاب نے خود انبیاء سے سنا ہو، اس کے بعد نتیجہ کلام کے طور پر فرماتے ہیں، حضرات ناظرین! تحقیق بالا سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ مقدمات مذکورہ لیکچر سے خود بھی ثابت نہیں ہوتا کہ ہندوستان میں کسی نبی مرسل یا کتاب منزل کا وجود بھی تھا اب میں ترقی کر کے یا یوں کہئے کہ تنزل کر کے مطلب یہ کہ بلا دلیل ایسی کتاب اور ایسے صاحب کو تسلیم کر کے بھی کہتا ہوں کہ پھر بھی کسی خاص شخص متوحد یا متعدد کا مرسل ہونا اور کسی خاص کتاب متوحد یا متعدد کا منزل ہونا تو ثابت ہو ہی نہیں سکتا ممکن ہے کہ کوئی ایسے بزرگ نبی ہوئے ہوں جن کا آج نام نہیں اور ایسی کتاب نازل ہوئی ہو جس کا آج نشان نہیں اور جب نام ونشان نہیں تو ایسے اعتقاد وانقیاد کا جو کہ شرط ہے کتابی ہونے کی امکان نہیں پھر ہنود کے کتابی ہونے کا حکم اگر تحریف نہیں احکام شرعیہ کی تو کیا ہے، "نعوذ باللہ من الضلال الموقع فی النکال ولعل ھذا القدر یکفی لتحقیق المقام واللہ المفضل المتعام وبہ الاستعانة والاعتصام فقط

خامس"(رسالہ ارسال الجنود الی الهنود، امداد الفتاوی ۶/ ۴۴۰-۴۵۴)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: "ولقد بعثنا فی کل أمة رسولا" (نحل:۳۶) (یعنی ہر قوم میں اللہ کے رسول آئے ہیں اور اس قوم کی زبان میں ہی اللہ کا پیغام لائے ہیں اس لئے یہ بات عین ممکن ہے کہ ہندوستان میں بھی یہاں کی مقامی زبان میں کوئی رسول اللہ کا کلام لے کر آئے ہوں ہندو مذہب کی قدیم کتابیں ویداور پران وغیرہ میں توحید، اللہ تعالی کی صفات اور آخرت وغیرہ کا ذکر بہت واضح طور پر موجود ہے، نیز ہندو قوم میں بعض ایسی اخلاقی تعلیمات اور رسوم وعبادت دیکھنے کو ملتی ہے جو قرآن مجید کی تعلیمات سے بہت قریب ہیں، اسی لئے ممکن ہے کہ اس قوم میں بھی اللہ کے نبی آئے ہوں اللہ کی کتاب نازل کی گئی ہو جس کو برہمنوں نے اپنے خاص مقاصد کے لئے چھپا دیا ہو اس میں تبدیلی کردی ہو یا اس کے معنی بدل دیئے ہوں، حضرت مسیح علیہ السلام اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان چھ سو سال سے بھی کم کا فاصلہ ہے، لیکن حضرت مسیح علیہ السلام کی تعلیمات کو ایسا مسخ کردیا گیا کہ اللہ کے رسول کو لوگوں نے اللہ کا بیٹا بنا ڈالا، تو ویدک دھرم تو بہت قدیم ہے، اس میں کیا کچھ تبدیلیاں نہ آئی ہوں گی، البتہ جن شخصیتوں کے نبی ہونے کا قرآن وحدیث میں ذکر نہیں آیا ہے اور جن کتابوں کے آسمانی کتاب ہونے کی اللہ تعالی کی طرف سے تصدیق نہیں ہوئی ہے ان کو ہم یقین کے ساتھ رسول یا آسمانی کتاب نہیں کہہ سکتے، اس لئے ہندو قوم کو اہل کتاب کے حکم میں نہیں رکھا جا سکتا یا ویدوں کو یقینی طور پر آسمانی نہیں مانا جا سکتا ہے، جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں، کیونکہ کسی بات کے ممکن ہونے اور واقع ہونے میں بہت فرق ہے (آسان تفسیر ص ۷۷۹، معارف القرآن)۔

۷-مخرب اخلاق ودین تعلیم گاہوں میں داخلہ:

عصری تعلیم کے وہ ادارے جس میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کے دین اور اخلاق برباد ہو جاتے ہوں، ایسی تعلیم گاہوں میں نہ تو تعلیم حاصل کرنا جائز ہے اور نہ ہی اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا جائز ہے، خواہ وہ ادارے کسی مسلمان کے سرپرستی میں چلتے ہوں یا عیسائی یہودی مشنریوں کی سرپرستی میں کیونکہ خود اپنے کو اور اپنے اہل وعیال کو ایسے مواقع سے دور رکھنا فرض وواجب ہے، جہاں دین وایمان محفوظ نہ رہ سکتا ہو، کیونکہ شریعت کا قانون ہے کہ فائدہ حاصل کرنے کے بجائے خرابی سے دور رہنا اور برائی سے بچنا ضروری ہے،"الاشباہ والنظائر" میں ہے:

"قاعده خامسة وهی در أ المفاسد أولى من جانب المصالح، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم رفع المفسدة غالبا إعتناء الشرع المنهيات أشدة من إعتناء ه بالمامورات" (ص ۱۱۴)۔

پس اسلامی عقائد اور اسلامی اخلاق وغیرہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کا یقین نہ ہو اور برے ماحول سے محفوظ رہنے کا بھی پورا اطمینان نہ ہو تو جس طرح مہلک مرض اور مفسد صحت آب وہوا سے اولاد کی حفاظت کی جاتی ہے اسی طرح مذکورہ تعلیم اور کلچر سے بھی ان کی حفاظت کرنا ضروری ہے، اولاد کی خیر خواہی اس میں ہے کہ ان کے دین کی درستگی کی فکر دنیا کی درستگی کی فکر سے زیادہ ہو صاحب مجالس الابرار فرماتے ہیں:

"صديق الإنسان من يسعى في عمارة أخرته، وإن كان فيه ضرر لدنياه وعدوه من يسعى فی خسارة أخرته وإن كان فيه نفع لدنياه" (مجالس الابرار)۔

بچوں کے سرپرستوں کا فرض ہے کہ بچوں کا دین درست رکھنے کی فکر بہ نسبت دنیوی درستگی کے زیادہ رکھیں، والدین پر بڑی ذمہ داری ہے، قرآن کریم کا فرمان ہے: "یا یها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا" (سورۂ تحریم:۶) (اے ایمان والو تم اپنے گھر والوں کو جہنم سے بچاؤ، اگر اس میں کوتاہی کروگے تو خدا کے یہاں باز پرس ہوگی)۔

فرمان نبوی ﷺ ہے: "ألا کللم راع و کللم مسئول عن رعیته" (یادرکھوتم میں سے ہرشخص نگراں اور ذمہ دار ہے ہرشخص سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی) (بخاری ومسلم)، ایک اور حدیث میں ہے: "کل مولود یولد علی الفطرۃ فابواہ یہود انه ، أو لینصرانه، أو یمجسانه أو کمال قال النبی ﷺ" (مشکوۃ باب الایمان بالقدر ص۲۱) (ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنادیتے ہیں)۔

حضرات فقہاء نے فرمایا کہ اس آیت "قوا أنفسکم وأھلیکم نارا" سے ثابت ہوا کہ ہرشخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرنے کے لئے کوشش کرے، اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل وعیال دین سے جاہل وغافل ہوں (معارف القرآن ۸/ ۵۰۳، ۵۰۲، سورہ تحریم/ ۸)۔

عصری اداروں کا قیام:

جب معاشیات اور دیگر علوم ضروریہ جس کی عامۃ المسلمین کو اکثر بیشتر ضرورت پڑتی رہتی ہے کا حاصل کرنا فرض اور واجب تقایہ ہے تو ایسے تعلیمی اداروں کا قیام بھی شرعا واجب اور لازم ہوگا، جس میں تعلیم حاصل کرنے والے افراد کے دین وایمان سلامت رہ سکتے ہوں اور قدرت کے باوجود اس میں کوتاہی جرم عظیم اور باعث گناہ ہوگا۔

"واعلم أن تعلم العلم یکون فرض عین وفرض کفایه، قال فیتناول، ماھودین کاصلاۃ الجنازۃ ودنیوی کالضائع المحتاج الیھا، أما فرض الکفایه فی العلوم فھو کل علم لا یستغنی عنھم فی قوام أمور الدنیا کالطلب، والحساب،والنحو، واللغة وأصول الصناعة، والفلاحة، کالحیاکة، والسیاسة، والحجامة، وفي ذخیرۃ الناظر، تعلمه فرض لردساحر أھل الحرب" (شامی زکریا ۱/ ۱۲۶، شامی ۱/ ۱۳۴)۔

عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ اگر قدرت ہو تو شرعا مسلمانوں کے ذمہ لازم اور واجب ہے کہ ایسے عصری تعلیم ادارے قائم کریں جس میں مسلم طلباء اپنے دین وایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت علوم عصریہ حاصل کرسکیں۔

مجبوری کا حکم:

اگر کسی علاقہ یا ملک میں مسلمان اپنی انفرادی قلت یا وسائل کی کمی یا قانونی مجبوری کی بنا پر ایسے تعلیمی ادارے قائم کرنے سے عاجز ومجبور ہوں اور غیروں کے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی نہ ہو تو بدرجہ مجبوری بقدر ضرورت عصری علوم ان کالجوں میں داخلہ لے کر حاصل کرنا جائز ہے، لیکن اپنے دین وایمان کی حفاظت ہر حال فرض ہوگی، دین وایمان ضائع کر کے کسی بھی ادارہ میں اور کسی بھی حال میں تعلیم حاصل کرنا جائز نہیں اور ایسی تعلیم سے جاہل رہنا ہی بہتر ہے، اور مجبوری کے وقت ایسے کالجوں میں داخلہ لینے کی صورت میں اپنے بچوں کو مساجد اور مکاتب کے نظام سے جوڑے رکھنا فرض ہوگا، تاکہ ان کے دین وایمان محفوظ رہ سکیں، اور نئی نسل گمراہی کا شکار نہ ہو۔

"فی الدر المختار: عن القنیة: ولذاأکرہ طفله علی تعلیم القرآن وادب وعلم لفرضیته علی الوالدین ()یا ایھا الذین آمنوا قوا انفسکم، بترک المعاصر وفعل الطاعات وأھلیکم بأن تأخذوھم بما تأخذون به أنفسکم" (تفسیر نسفی ۳/ ۵۰۶، شامی ۶/ ۱۳۰)۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، سب سے بہتر تو یہ ہے کہ مسلمان ان ممالک میں

اپنے اسکول قائم کریں اوران اسکولوں میں بہترین عصری علوم کا انتظام کریں اور اسکے ساتھ ساتھ ان اسکولوں میں دینی تعلیم بھی ضرورت کے مطابق دی جائے، بہر حال اگر اپنے اسکول قائم نہ رکھے جاسکیں تو دوسری صورت یہ ہے کہ مسلمان لازمی طور پر اپنے بچوں کو اسکول کے بعد مساجد میں بھیجیں اور ان مساجد میں قرآن کی تعلیم کے ساتھ ضروریات دین کی تعلیم دی جائے بچوں کے ذہنوں میں اسلام سے محبت اور وابستگی پیدا کریں اس طرح نئی نسل میں اسلامی شعور پیدا ہوگا، قوم اورنئی نسل گمراہ نہ ہوگی (آپ کے مسائل اوران کا حل ۸/۱۶۹-۱۷۰)۔

اللہ تعالیٰ نے اس عالم میں ہر چیز کا تریاق رکھا ہے جو اس کے زہریلے اور خراب اثرات کو ضم کرتا ہے، دنیوی اور عصری تعلیم کے زہر کے لئے قرآن وحدیث کی تعلیم اور اسلامی تربیت تریاق ہے، اگر ہمارے بچوں نے بنیادی تعلیم ٹھوس طریقہ پر حاصل نہ کی اور اسلامی عقائد اور احکامات کا علم بقدر فرض بھی حاصل نہ کیا اور علماء کرام سے ربط وضبط اور دینی اور تبلیغی کاموں سے وابستگی نہ رکھی تو عصری (دنیوی) تعلیم ہم کو ضلالت اور ہلاکت تک پہنچا کر چھوڑے گی اور دنیا وآخرت میں اس کا زبردست خمیازہ بھگتنا پڑے گا (فتاوی رحیمیہ)۔

۸-زوجہ کتابیہ اور مسلمہ کے حقوق:

بیوی ہونے کے اعتبار سے کتابیہ اور مسلمہ دونوں کے حقوق مساوی ہیں، ان کے درمیان فرق نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ حقوق زوجہ جس کا شمار حضرات فقہاء نے کرایا ہے وہ دوطرح کے ہیں: حقوق مالیہ جس کا تعلق مہر، نفقہ، سکنی وغیرہ سے ہے، ۲-حقوق غیر مالیہ جس کا تعلق عدل بین الزوجات، عدم اضرار، حسن معاشرت سے ہے، ان دونوں قسموں کے حقوق میں زوجہ مسلمہ اور زوجہ کتابیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں، بلکہ ان دونوں کے حقوق مساوی ہیں، کیونکہ حقوق سے متعلق نصوص میں اطلاق ہے کوئی قید نہیں، لہذا یہ نصوص زوجہ مسلمہ اور زوجہ کتابیہ دونوں کو شامل ہوں گی، اور اگر کوئی فرق ہوتا تو تقابل کے وقت حضرات فقہاء اس کو ضرور واضح کرتے، لیکن حضرات فقہاء کا تقابل کے وقت بھی دونوں کے حقوق کا مساوی قرار دینا دونوں کے حقوق میں مساوات کی بین دلیل ہے، البتہ زوجہ کتابیہ اور زوج مسلم کے درمیان اختلاف دین کی وجہ سے توارث جاری نہ ہوگا۔

’’ویستوی فی القسم البکر والثیب والشابة والعجوز والقدیمة والحدیثة والمسلمة والکتابیة لما ذکرنا من الدلائل من غیر فصل ولأنهما یستویان فی سبب وجوب القسم وهو النکاح یستویان فی وجوب القسم‘‘(بدائع ۲/ ۶۴۴-۶۴۸، کذا فی الشامیۃ)للزوجة حقوق مالیة وهی المهر والنفقة وحقوق غیر مالیة وهی احسان العشرة والمعاملة الطیبة والعدل والمراد من العشرة ما یکون بین الزجین من اللالفة والاجتماع ویلزم کل واحد من الزوجین معاشرة الآخر بالمعروف من الصحبة الجمیلة وکف الاذی وأن لا یمطله حقه مع قدرته ولا یظهر الکراهة فیما یبذله له بل یعامله ببشر وطلاقة ولا یتبع عمله منة ولا اذی لان هذا من المعروف لقوله تعالی: وعاشروهن بالمعروف‘‘(الفقہ الاسلامی ۹/ ۶۸۴۲، ۶۸۴۳)والمسلمة والکتابیة سواء لاطلاق الآیة ولان القسم من حقوق النکاح وتفاوت بینهما فی ذلک‘‘(شامی ۴/۷/ ۳۸۴)۔

حقوق کی ادائیگی میں تاکید:

حقوق کی ادائیگی خواہ مسلمہ بیوی کے حقوق ہوں یا کتابی بیوی کے ان کی ادائیگی واجب اور لازم ہے، اس میں کوتاہی شرعاً ظلم ناجائز وحرام ہے، اور حقوق سے متعلق باز پرس بڑی سخت ہوگی، جب ایک جانور کی دوسرے جانور پر زیادتی کا بدلہ دیا جائے گا تو کسی انسان پر ظلم و زیادتی سے چھٹکارہ کیوں کر مل سکے گا، ذیل میں حقوق کی ادائیگی کے متعلق کچھ روایات ذکر کی جاتی ہیں:

۱-"عن ابی ہریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال:لتؤدن الحقوق إلى أهلها حتى تقاد الشاة الجلحاء من الشاة القرناء"(ترمذی ۲؍۶۴ فی شان الحساب والقصاص)۔

۲-"وروی عن النبی ﷺ قال: اتقوا الله فی النساء، فإنهن عندکم عوان لا یملکن شیا اتخذتموهن بأمانة الله واستحللتم فروجهن بکلمة الله"(مسلم باب حجۃ النبی ﷺ برقم؍۱۲۱۸)(آپ ﷺ نے فرمایا کہ عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، وہ تمہارے پاس قیدی ہیں کسی چیز کی مالک نہیں، عورتیں اللہ کی امانت ہیں اورتم نے ان کے جسم کو اللہ کے کلمہ سے حلال کیا ہے)۔

"کلکم داع وکلکم مسؤل عن رعیته الامام راع وسئول عن رعته"(بخاری کتاب الجمعہ؍ص ۸۵۳)(ہر شخص اپنے گھر والوں کا نگراں ہے، لہذا اس سے ان کے حقوق وغیرہ سے متعلق سوال ہوگا)۔

"من کان له امرأتان ممال إلى أحدهما دون الأخرى جاء یوم القیامة وشقه مائل"(ابوداؤد حدیث؍۱۹۷۱)(جو شخص دو بیوں کے حقوق میں برابری نہیں کرے گا وہ قیامت میں اس طرح اٹھایا جائے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہوا ہوگا)۔

"عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول الله ﷺ استوصوا بالنساء خیرا فانهن خلقن من ضلع وأن الموج شي فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه، کسوته وإن ترکته لم یزل الموج فاستوصوا بالنساء"(متفق علیہ،مشکوۃ)۔

"عن عائشةؓ قالت: قال رسول الله ﷺ: إن من أکمل المؤمنین إیمانا أحسنهم خلقا والطفهم بأهله"

"عن عائشةؓ قالت قال رسول الله ﷺ خیرکم خیرکم لاهله واناخیرکم لاهلی"(مشکوۃ)۔

"عن حکیم بن معاویة القشیری عن أبیه ما حق زوجة احدنا قال: إن تطعمها إذا طعمت وتکسوها إذا اکتسبت ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر إلا فی البیت" (مشکوۃ شریف)۔

"عن عبد الله بن زمعة قال قال رسول الله ﷺ لا یجلد أحدکم امراة جلب العبد ثم یجامعها فی آخر الیوم فی روایة یعمد أحدکم فیجلد امرأته جلد العبد فلعله یجامعها فی آخر یومه"(مشکوۃ)۔

زوجہ کتابیہ کو چھوڑ کر غائب ہوجانا:

مذکورہ نصوص سے معلوم ہوا کہ بیوی کے حقوق ادا کرنے میں تغافل شرعا حرام وناجائز ہے، اسی وجہ سے اس کو چھوڑ کر غائب ہوجانا، اوراس کے حقوق کی فکر نہ کرنا یا اس کو معلقہ کی طرح چھوڑ دینا (یعنی نہ تو اس کے حقوق ادا کرنا اورنہ ہی طلاق دے کر علاحدہ کردینا) یہ سب ظلم میں داخل ہے، کتاب وسنت میں اس پر بڑی سخت وعیدیں آئیں ہیں، اوراس حکم میں کتابیہ اور مسلمہ دونوں برابر ہیں، دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں "لا طلاق النصوص"۔

بیوی خواہ کتابیہ ہو یا مسلمہ چار مہینہ سے زائد بغیر اس کی اجازت کے اس سے جدا رہنا جائز نہیں، کیونکہ چار مہینہ میں ملاقات بیوی کا حق ہے۔

"فی الدر المختار–یجب وظاهر الایة فرض ان یعدل فیه ای فی القسم وفی الملبوس والماکول......والبکر والثیب والجدیده والقدیمة والمسلمة والکتابیة سواء لا طلاق الآیة، لان القسم من حقوق النکاح ولا تفاوت بینهما ذلک"(شامی ۴؍۳۸۴)۔

"فلا تمیلوا کل المیل تتذروها کالمعلقة"(الآیۃ)"فجعل من حقها ترک اظهار المیل الی غیرها ویدل

علیه ان علیه وطأها بقوله تعالی(فتذروها کالمعلقة)یعنی لافارغة فتتزوج ولاذات فروج اذا لم یومها حقها من الوطء، ومن حقها ان لا یمسکها ضرارا لقوله تعالی: ولا تمسکوهن ضرار التعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسه" (سورۂ بقرہ:۲۳۱،احکام القرآن ا/۳۷۳)۔

"واعلم ان ترک الجماع مطلقا لا یحل له صرح اصحابنا بأن جماعها واجب أحیانا، ویجب أن لا یبلغ مدة الإیلاء إلا برضاها وطیب نفسها به ویؤد ذلک أن عمرؓ امر امراء الأجناد أن لا یتخلف عن أهله أکثر منها"(شامی ۴/۳۷۹-۳۸۰زکریاباب القسم)۔

کتابیہ کواس کے کفر کی وجہ سے طلاق دینا:

بیوی ناسقہ ہوتواس کوطلاق دیناواجب تونہیں،لیکن مستحب ضرور ہے،اورکفر یہ فسق اعتقادی ہے، جوفسق عملی سے بہرحال بڑھاہوا ہے،لہذا کفر کی بناپر(کتابیہ ہونے کی وجہ سے)طلاق دے دینا استحباب سے خالی نہیں،البتہ اگر بیوی کے کفر کا شوہر یااولاد کے دین واخلاق میں مؤثر ہونے کاظن غالب ہو یاعامۃ المسلمین کے حق میں ضرررساں ہونے کاظن غالب ہوتوایسی صورت میں طلاق دینامستحب ہی نہیں، بلکہ واجب ہوگا،اورکتابیہ بیوی کے ساتھ معاشرت ایسی صورت میں ہرگز جائز نہ ہوگی، کیونکہ جب سبب حظر واباحت دونوں جمع ہوجائیں توسبب حظر کوترجیح ہوگی،اسی طرح مفاسدومصالح کے اجتماع کی صورت میں مفاسدکوتقدم حاصل ہوتاہے، نیزضررعامہ کے لئے نفع خاصہ کوترک کردینا اصولی مسلمات میں سے ہے،اسی طرح اگرزوجہ فاحشہ ہوتوبھی طلاق دے دیناواجب ہے،خواہ کتابیہ ہو یا مسلمہ،اورجاسوسی موجب قتل وموجب سزاجرم ہے،لہذااس جرم کاسبب بنناجائزنہیں اگرچہ نکاح کے ذریعہ ہو۔

"لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا علیها تسریح الفاجر إلاإذا خافا أن لا یقیما حدود فلا باس أن یتفرقا......یستحب لومؤذیة أو تارکة صلاة ویجب لو فات الإمساک بالمعروف فاظاهر أنه استعمل لابأس هنا للوجوب اقتداء للآیة......یستحب لو مؤزیة أو تارکة صلاة ومفاده أن لا اثم بمعاشرة من لا یصلی ویجب لوفات الإمساک بالمعروف"(شامی ۴/۴۲۸)۔

"عن ابن عباسؓ قال جاء رجل إلی النبی ﷺ فقال: إن لی امرأة لا ترديد لا مس فقال النبیﷺ: طلقها قال منی أحبها قال فأمسکها إذا"(مشکوۃ باب اللعان،الفصل الثانی ۲۸۷)۔

"وفی المرقا:هذا الحدیث یدل علی أن تطلیق مثل هذه المرأة أولی؛ لأنه علیه الصلاة والسلام قدم الطلاق علی الامساک فلو لم یتیسر تطلیقها بأن یکون یحبها أو یکون له منها ولد یشق مفارقة الولد الأم أو یکون لها علیه دین ولم یتیسرله قضاء ه، فحینئذ یجوز ان یطلقها، ولکن بشرط أن یمنعها عن الفاحشة، فإذا لم یمکنه أن یمنعها عن الفاحشة یعصی بترک تطلیقها"(مرقاۃ۶/۴۳۷)۔

"عن مسلمة بن الاکوع قال: أتی النبی ﷺ عین من المشرکین وهو فی سفر فجلس عند أصحابه یتحدث ثم انفتل فقال النبی ﷺ أطلبوه واقتلوه، فقتلته فنقله سلبه(رواه البخاری) قال الحافظ فی الفتح عن النووی فیه قتل الجاجوس الحربی الکافر وهو باتفاق وأما المعاهد والذی فقال مالک والاوزاعی:ینتقض عهده بذلک وعند الشافعیة خلاف أما لو شر علیه ذلک فی عهده فینتض اتفاقا"(اعلاءالسنن ۸/۶۳)۔

کتابیہ کا مذہبی رسوم انجام دینا:

مسلم شوہروں کے گھروں میں زوجہ کتابیہ کو علی الاعلان مذہبی رسوم کو انجام دینے کی شرعا اجازت نہ ہوگی، کیونکہ مسلمان کے گھروں میں شعائر اسلام کو ظاہر کرنا واجب ہے اور جن مقامات میں شعائر اسلام کا اعلان واظہار واجب ہو ان مقامات میں شعائر کفر کو ظاہر کرنے کی ہرگز اجازت نہ ہوگی، البتہ اہل کتاب کے جو معابد ہوں اس میں جا کر مذہبی رسوم انجام دینے کی اجازت ہوگی، لیکن شوہر کو اپنی مصالح کے تقاضے سے روکنے کا حق ہوگا، یعنی شوہر کے ذمہ معابد جانے کی اجازت دینا واجب نہیں، لہذ اخروج الی المعابد سے روکنے کا حق ہوگا۔

"فی شرح الطحاوی:المسلم اذا تزوج ذمية فله أن يمنعها عن الخروج إلى الكنائس والبيع وبيت النار وليس على إجبارها على الغسل من دم الحيض والنفاس والجنابة مسلم له امرأة ذمية ليس له أن يمنعها من شرب الخمر؛ لان شرب الخمر حلال" (تاتارخانیہ ۴/۷۲)، "مسلم له امرأة ذمية ليس له ان يمنعها من شرب الخمر لان شرب الخمر حلال عندها وله أن يمنعها من اتخاذ الخمر فی المنزل" (خانیہ علی ہامش الہندیہ ۳/۵۹۱، تاتارخانیہ ۷/۲۲۵، نیز دیکھئے: بدائع ۶/۸۳، البحر الرائق ۳/۱۰۴)۔

۹-مشن کے اداروں میں ملازمت اور استفادہ:

ایسے ادارے کی جائز ملازمت، جس میں معصیت کو انجام دیا جاتا ہے، حضرات فقہاء کے درمیان مختلف فیہ ہے، چنانچہ مفتی اعظم پاکستان علامہ ماوردی کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ ماوردیؒ نے سیاست شرعیہ سے متعلق اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ بعض حضرات نے "اجعلنی علی خزائن الأرض" (سورۂ یوسف:۵۵) کی بنا پر کافر اور ظالم حکمرانوں کی طرف سے عہدہ قبول کرنا اس شرط کے ساتھ جائز کہا ہے کہ خود اس کو خلاف شرع کوئی کام نہ کرنا پڑے اور بعض حضرات نے اس شرط کے ساتھ بھی اس کو اس لئے جائز نہیں رکھا ہے کہ اس میں بھی ظالم کے ظلم وجور کی تائید اور تقویت ہوتی ہے، جس کی تائید "فلن اکون ظهيرا للمجرمين" سے ہوتی ہے، مگر جمہور علماء وفقہاء نے پہلے ہی قول کو اختیار فرما کر جائز قرار دیا ہے، اس لئے راجح جواز ہے، کیونکہ جب ملازم سے کوئی ایسی خدمت متعلق نہ ہو جس کا تعلق براہ راست معصیت سے ہو تو سبب بعید غیر جالبہ ہونے کی وجہ سے حرام وناجائز تو نہ ہوگا، لیکن احتراز بہرحال اولی ہوگا (معارف القرآن ملخصا ۵/۹۲)۔

لہذا مشن کے رفاہی اداروں میں جائز خدمت انجام دینا اصولا تو جائز ہے، لیکن دیگر عوارض اور مفاسد کی بنا پر حکم عدم جواز کا دیا جائے گا، وہ مفاسد درج ذیل ہیں:

۱-کفر فساق وفجار کی مخالطت شرعا ناجائز ہے، البتہ ضرورت کے وقت اجازت ہے، کیونکہ ملازمت، مواسات اور مدارات سے خالی نہ ہوگی جس کی بلاضرورت شدیدہ ممانعت آئی ہے (التفصیل فی بیان القرآن/۱۰۸)۔

۲-دین باطل کی تبلیغ کرنے والوں کی تکثیر ہے، یہ بھی "من كثر سواد قوم فهو منهم" کی بنا پر ناجائز ہے۔

۳-اگرچہ اپنے عقائد وایمان کے محفوظ رہنے کا اطمینان ہو لیکن دوسرے سادہ لوح مسلمان کے متاثر ہونے کا سبب وذریعہ تو بہرحال بنے گا۔

۴-نیز تہمت کا اندیشہ بھی ہے۔

۵-جس چیز کی شناعت وقباحت حد سے زائد ہو اس میں شبہ، اندیشہ بھی حقیقت کے درجہ میں ہوتا ہے، مثلاً شبہ ربوی بھی ربوی کے درجہ میں رکھا گیا ہے۔ اور کفر کی شناعت وقباحت کا سود کی قباحت سے زائد ہونا، ظاہر اسلمات میں سے ہے لہذا اس میں بھی شبہ ارتداد کا اعتبار

حقیقت کے درجہ میں ہوگا۔

۶-ارتداد کے پھیلنے کا ذریعہ بھی ہوسکتا ہے۔

لہذا ان مفاسد کی بنا پر مشن کے اداروں میں بلاضرورت ومجبوری کے جائز خدمت کا انجام دینا بھی جائز نہ ہوگا، نیز بلاسخت مجبوری کے ایسے اداروں سے استفادہ کی اجازت بھی نہ ہوگی، اس مسئلہ پر ان مباحث سے جو دارالکفر میں قیام اور کفار کے ساتھ معاملات سے متعلق مقالہ میں تحریر کئے گئے ہیں مفید روشنی پڑتی ہے، تفصیل چونکہ ہوچکی ہے اس لئے اعادہ کی ضرورت وحاجت نہیں۔

خلاصہ کلام: ۱-مشن کے اداروں میں بلاضرورت ومجبوری کے جائز ملازمت بھی (سدالذرائع) ناجائز ہوگی۔

۲-اور ایسے اداروں سے استفادہ کی بھی اجازت نہ ہوگی، البتہ ضرورت ومجبوری کے احکام جداگانہ ہیں۔

☆☆☆

اہل کتاب اوران سے متعلق احکام

مولانا محبوب فروغ احمد قاسمی☆

۱-اہل کتاب کی تعریف:

اہل کتاب کی تعریف کے سلسلہ میں جمہور واحناف کے مابین اختلاف ہے، جمہور یہود ونصاری میں منحصر کرتے ہیں، بشرطیکہ اصول دین: وجود صانع، قیام ساعۃ، انزال رسل اور انزال کتب وغیرہ امور کو مانتے ہوں، جمہور کے خیال میں تورات وانجیل کے ماسوا آسمانی کتابیں وصحف مواعظ وامثال کا مجموعہ ہیں، لہذا ان کتابوں پر عمل پیرا حضرات احکام پر مشتمل کتابوں پر عمل پیرا حضرات کے مساوی نہیں ہوسکتے ہیں، جامعین موسوعہ نے جمہور کے مسلک کو ان الفاظ میں قلم بند کیا ہے:

''**ذهب الجمهور إلى أن أهل الكتاب هم: اليهود والنصارى بفرقهم المختلفة......وقالوا: لأن تلك الصحف(زبور وصحف ابراهيم) كانت مواعظ وأمثالا لا أحكام فيها، فلم يثبت لها حكم الكتب المشتملة على أحكام**''(موسوعہ فقہیہ ۷/ ۱۴۰ طبع کویت) (جمہور کی رائے یہ ہے کہ اہل کتاب بس یہود ونصاری اپنے مختلف گروہوں سمیت کا نام ہے، فرماتے ہیں: یہ اس لئے کہ دیگر صحف آسمانی (زبور، صحف ابراہیم) مواعظ وامثال ہیں ان میں احکام نہیں ہیں، پس ان کے لئے ان کتابوں کا حکم ثابت نہیں ہوگا جو احکام پر مشتمل ہیں)۔

علامہ نوویؒ لکھتے ہیں:''**والمراد بالكتابيين: اليهود والنصارى، فأما المتمسكون بكتب سائر الانبياء الأولين كصحف شيث وإدريس وإبراهيم وزبور داؤد، فلا تحل مناكحتهم على الصحيح**''(روضۃ الطالبین للنووی ۶/ ۱۳۱ کتاب النکاح طبع دار الفکر) (اہل کتاب سے مراد یہود ونصاری ہیں، بہرحال دیگر انبیاء سابقین کی کتابوں: حضرت شیث، حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم کے صحیفوں نیز حضرت داؤد کی زبور کو ماننے والے تو صحیح قول میں ان سے نکاح حلال نہیں ہے)۔

اس کے برخلاف سادات حنفیہ کے نزدیک اہل کتاب میں ہر وہ شخص داخل ہے جو کسی دین سماوی پر یقین رکھتا ہو اور اس کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہو خواہ وہ زبور یا کوئی اور صحیفہ آسمانی ہی کیوں نہ ہو، مفتی عمیم الاحسان تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''**أهل الكتاب: هم اليهود المشهور ببنى إسرائيل والنصارى وغيرهما ممن اعتقدوا دينا سماويا ولهم كتاب منزل كصحف إبراهيم وتوراة موسى وزبور داؤد وإنجيل عيسى على نبينا وعليهم الصلاة والسلام**''(التعریفات الفقہیہ مع قواعد الفقہ/ ۱۹۸ طبع دار الکتاب دیوبند) (اہل کتاب وہ یہود ہیں جو بنی اسرائیل سے مشہور ہیں اور نصاری نیز ان کے علاوہ جو لوگ دین سماوی پر اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جیسے حضرات ابرہیم کے صحیفے، حضرت موسی کی

☆ استاذ حدیث مدرسہ حسینیہ کایم کلم کیرالا۔

D17

تورات، حضرات داؤد کی زبور اور حضرت عیسی علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسلام کی انجیل)۔

فتاوی شامی وہندیہ وغیرہ میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے:"کل من یعتقد دینا سماویا له کتاب منزل کصحف إبراهیم والشیث وزبور داؤد علیهم السلام، فهو من أهل الکتاب فیجوز مناکحته وأکل ذبائحه"(فتاوی ہندیہ ۲/ ۸، ردالمحتار ۲/ ۳۱۴ رشیدیہ پاکستان)(جو بھی شخص کسی دین سماوی کا معتقد ہو اور اس کے پاس کوئی منزل کتاب ہو جیسے حضرت ابراہیم وحضرت شیث کے صحیفے، حضرت داؤد کی زبور تو وہ اہل کتاب میں سے ہے اس سے نکاح کرنا جائز اور اسکا ذبیحہ کھانا حلال ہے)۔

لہذا حنفیہ کے نزدیک تعریف کے دو بنیادی عنصر ہوئے، دونوں کا بیک وقت پایا جانا ضروری ہے، ورنہ اہل کتاب سے خارج ہو جائیں گے۔

۱-ان کے پاس کوئی کتاب ہو اور کتاب سے مراد وہ کتاب ہے جس کا اللہ کی طرف سے نازل ہونا معروف ومشہور ہو، نیز ایسی شخصیت پر نازل ہوئی جس کا نبی ہونا قطعی ویقینی ہو، لہذا ایسی شخصیات کی الہامی کتاب جن کا بزرگ اور اللہ کا ولی ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے، لیکن نبی ہونے پر کوئی نص نہیں ہے تو وہ آسمانی کتاب نہیں کہلائے گی اور نہ صاحب کتاب کو نبی کا درجہ دیا جائے گا، علامہ شامی حرمت نکاح پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حرم نکاح الوثنیة ویدخل في عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنیة والإباحیة، وفي شرح الوجیز: وکل مذهب یکفر به معتقده قلت: وشمل ذلک الدروز والنصیریه والتیامنة، فلا تحل مناکحتهم ولا تؤکل ذبیحتهم؛ لأنهم لیس لهم کتاب سماوی"(ردالمحتار مع الدرالمختار ۲/ ۳۱۴ کتاب النکاح، باب المحرمات، رشیدیہ پاکستان)(وثنیہ سے نکاح حرام ہے، بت پرست میں سورج، ستارے اور حسین صورتوں کو پوجنے والے نیز معطلہ، زنادقہ، باطنیہ، اباحیہ سب داخل ہیں۔

"شرح الوجیز" میں ہے: ہر وہ نظریہ جس کی بنا پر اس کی معتقد کی تکفیر کی جائے، میں (شامی) کہتا ہوں کہ اس میں دروز، نصیریہ تیامنہ شامل ہیں، لہذا ان سے نکاح حلال نہیں اور ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا)۔

۲-دوسرا اہم عنصر یہ ہے کہ وہ اصول دین کا معتقد ہو، اگر صانع کو نہیں مانتا، یا رسالت کا اقراری نہیں، کتابوں پر ایمان ہیں، یا حشر ونشر کا قائل نہیں تو وہ اہل کتاب سے خارج ہے، البتہ وہ قبائح جو نزول قران کے وقت تھے، مثلاً تثلیث کا عقیدہ سراسر شرک ہے مگر اس کے ہوتے ہوئے بھی اس کو اہل کتاب میں شمار کیا گیا، کواکب پرست پر کلام کرتے ہوئے علامہ شامی نے محاکمہ نقل کیا ہے جو اہم ہے:

"وقال في البحر: وظاهر الهداية أن منع مناکحتهم مقید بقیدین: عبادة الکواکب وعدم الکتاب، فلو کانوا یعبدون الکواکب، ولهم کتاب تجوز مناکحتهم، وهو قول بعض المشائخ زعموا أن عبادة الکواکب لاتخرجهم عن کونهم أهل کتاب والصحیح أنهم إن کانوا یعبدونها حقیقة، فلیسوا أهل کتاب وإن کانوا یعظمونها کتعظیم المسلمین للکعبة، فهم أهل کتاب"(ردالمحتار ۲/ ۳۱۵ باب المحرمات، طبع رشیدیہ پاکستان)۔

(بحر میں ہے: ہدایہ کا ظاہر یہ ہے کہ ان سے نکاح کی ممانعت دو قید کے ساتھ مقید ہے: کواکب کی عبادت، اور عدم کتاب، پس اگر وہ کواکب کی پرستش کرتے ہیں اور ان کے پاس کتاب ہو تو ان سے نکاح جائز ہے، یہی بعض مشائخ کا قول ہے، ان کا خیال ہے کہ کواکب پرستی ان کو اہل کتاب سے خارج نہیں کرے گی، صحیح یہ ہے کہ اگر وہ حقیقت میں کواکب کے پرستان ہیں تو اہل کتاب میں سے نہیں ہیں، اور اگر کعبہ کی

طرح صرف ان کی تعظیم کرتے ہیں تو اہل کتاب ہیں)۔

راقم کا خیال ہے دراصل اہل کتاب کی تحقیق مطلوب نہیں، بلکہ حلت نکاح اور اکل ذبیحہ کی حلت وحرمت مقصود ہے، بضعہ کا معاملہ ہو یا حیوانات وذبائح کا معاملہ ہو اہل اصول اور ارباب تحقیق کے نزدیک ان میں اصل حرمت ہے، جب تک کہ یقینی طور پر دلیل حلت موجود نہ ہو جائز قرار نہیں دیا جائے، اس لئے اس نظریہ میں بہت حد تک احتیاط کا پہلو ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو معائب وقبائح تھے ان کو تو گوارہ کرلیا جائے اور ان کی بنا پر ان کو اہل کتاب سے خارج نہ کیا جائے، لیکن ان کے علاوہ کوئی ایسا عمل یا عقیدہ جو سراسر کفر وشرک ہے، نیز ان کا اس کو اختیار کرنا کسی تاویل کی بنا پر بھی نہ ہو تو خواہ ان کو عرف میں اہل کتاب سمجھا جاتا ہو، مگر نکاح کے معاملہ میں خاص طور پر ان کے ساتھ معاملہ عام کفار کا کیا جائے۔

۲-الف: صابی کی تحقیق:

''صبا یصبو'' کے معنی خروج کے آتے ہیں، صابی کون لوگ تھے، قرآن کریم نے بھی اہل کتاب کے سیاق میں اس فرقہ کا ذکر کیا ہے: ''**إن الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون والنصارى من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون**'' (مائدہ:۶۹) (اہل مکہ بھی ان تمام حضرات کو جو اپنے آبائی دین کو چھوڑ کر خاص طور پر دین اسلام میں داخل ہوتا ان کو صابی کہہ کر گویا چڑھایا و مذاق اڑایا کرتے تھے، مفسرین وفقہاء سب کے سب اس فرقہ کی تحقیق میں مختلف نظر آتے ہیں، ابو العالیہ، ابن تیمیہ، امام ابوحنیفہ وغیرہ ان کو اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں، بعض تو متبعین تورات ہی خیال فرماتے ہیں، بعض زبور پر عمل کرنے والے، بعض ان کے نبی حضرت یحیی علیہ السلام کو باور کرتے ہیں، ذیل میں ان نصوص کو ذکر کیا جارہا ہے:

''**قال أبو العالية: الصابئين: فرقة من أهل الكتاب يقرؤون الزبور، هم منسوبون إلى صابى بن متوشلخ عم نوح عليه السلام**'' (فتح الباری ۱/۵۹۸ کتاب التیمّم، باب التیمّم فی الصعید الطیب) (ابو العالیہ نے فرمایا: صابئین: اہل کتاب کا ایک گروہ ہے جو زبور پڑھتے ہیں، یہ گروہ صابی بن متوشلخ جو حضرت نوح علیہ السلام کے عم زاد تھے ان کی طرف منسوب ہے)۔

''**قال ابن تيمية: إنهم كانوا من الفلاسفة، وزعم أنهم كانوا فرقة من أهل الكتاب لقوله تعالى: إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا حيث سوى فيه أمرهم وأمرأهل الكتاب ووعد بالأجرلمن آمن منهم، كما وعد اليهود والنصارى فهو صريح في كونهم أهل الكتاب**'' (فیض الباری ۱/۴۱۰ کتاب الیتم، بال یتم في الصعید الطیب) (ابن تیمیہ نے کہا: صابئین فلاسفہ میں سے تھے، ابن تیمیہ کا خیال ہے کہ یہ اہل کتاب کی ایک جماعت ہے اس لئے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ''ان الذين آمنوا الخ'' میں ان کے اور اہل کتاب کے امر کو برابر کردیا ہے، اور جو بھی ان میں سے ایمان لے آئے ان کے لئے اجر کا وعدہ کیا ہے، جیسا کہ یہود ونصاری کے لئے وعدہ کیا ہے، پس یہ صریح ہے اس بات میں کہ یہ اہل کتاب ہیں)۔

علامہ آلوسی مختلف حضرات کے اقوال نقل کرتے ہوئے امام ابوحنیفہؒ کی رائے تحریر فرماتے ہیں:

''**والإمام أبوحنيفة يقول: إنهم ليسوا بعبدة الأوثان، وإنما يعظمون النجوم كما تعظم الكعبة، وقيل: هم قوم موحدون يعتقدون تاثير النجوم ويقرون ببعض الأنبياء كيحيى عليه السلام، وقيل: هم يقرون بالله تعالى ويقرؤن الزبور، ويعبدون الملائكة ويصلون إلى الكعبة**'' (روح المعانی للآلوسی البغدادی ۱/۲۷۹ طبع دار الفکر ۱۴۰۳ھ) (امام ابوحنیفہ کہتے

ہیں: یہ حضرات بت پرست نہیں ہیں، نیز وہ ستاروں کی تعظیم اسی طرح کرتے ہیں، جیسے کعبہ کی تعظیم کی جاتی ہے، کہا گیا ہے: یہ لوگ توحید پرست ہیں، تاثیر سیارات کے قائل ہیں، بعض انبیاء حضرات یحییٰ علیہ السلام کے معتقد ہیں، کہا گیا ہے: اللہ کا اقرار کرتے ہیں، زبور پڑھتے ہیں، ملائکہ کو پوجتے ہیں، کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں)۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبور پڑھنے والی قوم ہیں، مفتی صاحبؒ کے الفاظ ہیں: قرآن کریم کے اس سیاق سے بظاہر اسی کی تائید ہوتی ہے کہ چار آسمانی کتابیں جن کا قرآن مجید میں ذکر ہے تورات، زبور، انجیل اور قرآن اس میں ان چار کتابوں کے ماننے والوں کا ذکر آ گیا (معارف القرآن مفتی محمد شفیع عثمانی ۳/ ۱۹۹، سورہ مائدہ)۔

ب- اس کے برخلاف صاحبین، قاضی بیضاوی، مجاہدؒ اور ان کے متبعین وغیرہ ان کو اہل کتاب میں شمار نہیں کرتے ہیں، مفتی عمیم الاحسان صابئہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الصابئون: هم الذين أعرضوا عن الأديان كهلا وأشركوا بالله تعالى واختار واعبادة الملائكة والكواكب هذا عند أبى يوسف ومحمد، وعند ابي حنيفة قوم من النصارى" (التعریفات الفقہیہ مع قواعد الفقہ/ ۳۴۵ طبع دار الکتاب) (صابئین وہ لوگ ہیں جنہوں نے تمام ادیان سے اعراض کیا اور اللہ کے ساتھ شرک کیا، نیز ملائکہ وستاروں کی عبادت کو اختیار کیا، یہ حضرت امام ابو یوسف وحضرت امام محمدؒ کے نزدیک ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ نصاریٰ کی ایک جماعت ہے)۔

"قال البيضاوي: ان الصابئين كانوا عبادا للنجوم، وقيل: إنهم كانوا ينكرون النبوة وكانوا على مضادة الحنفية ثم صار من القاب الذم" (فیض الباری ۱/ ۴۱۰ کتاب التیمم باب التیمم فی الصعید الطیب) (قاضی بیضاوی کہتے ہیں: صابئین ستارہ پرستوں کی جماعت ہیں، کہا گیا ہے: یہ لوگ نبوت کے منکر تھے اور دین حنیف کے خلاف مذہب پر تھے، پھر یہ امت والا لقب ہو گیا)۔

ابن کثیر لکھتے ہیں: "أظهر الأقوال والله أعلم، قول مجاهد ومتابعيه ووهب بن منبه أنهم قوم ليسوا على دين اليهود ولاالنصارى ولا المجوس والمشركين، وإنما هم باقون على فطرتهم ولادين مقررلهم يتبعونه وليقتفونه، ولهذا كان المشركون ينبزون من أسلم بالصابئى أي: أنه قد خرج عن سائر أديان أهل الأرض إذ ذاك، وقال بعض العلماء: الصابئون الذين لم تبلغهم دعوة بني والله أعلم" (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۰۳ سورہ بقرہ طبع دار الفکر ۱۴۲۲ھ)۔

(ظاہر قول- واللہ اعلم- مجاہد اور ان کے متبعین نیز وہب بن منبہ کا قول ہے: یہ لوگ نہ تو یہود ونصاریٰ کے دین پر ہیں اور نہ ہی مجوس و مشرکین ہیں، یہ اپنی فطرت پر باقی ہیں کوئی متعین دین نہیں کہ ان کی اتباع کریں، اور اس کے پیچھے چلیں اسی وجہ سے مشرکین مسلمان ہونے والے کو صابی کا الزام دیتے تھے، بعض اس وقت روئے زمین پر موجود تمام ادیان سے خارج ہو گیا، بعض علماء کی رائے ہے: صابئین وہ لوگ ہیں جن تک کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی)۔

ج- حضرت امام شافعی اور ان کے پیروکار فقہاء کے یہاں کبھی تو جماعت نصاریٰ میں شمار کیا گیا ہے، پھر شرط کے ساتھ اس کے حکم پر کلام کیا گیا ہے، علامہ نووی لکھتے ہیں:

"الصابئون: طائفة تعد من النصآرى، والسامرة تعد من اليهود، فإن كانوا يخالفون اليهود والنصارى في أصل دينهم ولا يتألون نص كتابهم لم يناكحوا كالمجوس، وإن خالفوهم في الفروع دون الأصول، وتأولوا نصوص كتابهم جازت مناكحتهم هذا هو المذهب" (روضۃ الطالبین ۶/ ۱۴۴ کتاب النکاح طبع دار الفکر) (صابی نصاریٰ کی ایک جماعت

ہے اور سامرۃ یہود کی ایک جماعت ہے، پس اگر یہ لوگ یہود و نصاری کی اصل دین میں مخالفت کریں اور نصوص کی تاویل نہ کریں تو نکاح جائز نہیں ہوگا، جس طرح مجوس سے جائز نہیں ہے، اور اگر فروع میں مخالفت کریں اصول میں نہیں، نیز نصوص میں تاویل کریں تو نکاح جائز ہے یہی مذہب ہے)۔

جامعین موسوعہ نے بھی حضرات شافعیہ کا یہی مسلک تحریر کیا ہے: ''**قال الشافعية: إن خالف الصابئة النصارى في أصل دينهم حرمت ذبائحهم ونساؤهم على المسلمين، أما إن لم يخالفوهم في ذلك، فلا تحرم ذبائحهم ونساؤهم علينا مالم تكفر هم النصارى، فإن كفرهم النصارى حرمت نساؤهم وذبائحهم**'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۶/۳۰۰ طبع کویت) (حضرات شافعیہ نے کہا: اگر صابئہ نصاری کی مخالف اصل دین میں کریں تو ان کا ذبیحہ حلال نہیں اور ان کی عورتیں مسلمانوں پر حرام ہوں گی، ہر حال اگر مخالفت نہ کریں تو ذبائح حرام نہیں اور ہمارے لئے ان کی عورتیں بھی حرام نہیں، جب تک کہ نصاری ان کی تکفیر نہ کریں، پس اگر نصاری ان کی تکفیر کریں تو ان کی عورتیں اور ذبیحہ حرام ہوں گے)۔

حضرات شافعیہ نے جس قول کو اختیار کیا ہے احناف کے محققین نے بھی اسی کے قریب قریب بات کہی ہے، جس کا حاصل یہ کہ حضرات امام ابوحنیفہ نے جس صابی قوم پر اہل کتاب کا اطلاق کیا ہے اور ان کی عورتوں کو مسلمانوں کے لئے حلال قرار دیا ہے وہ یقیناً عقیدہ و مسلک کے لحاظ سے اہل کتاب تھے، لیکن حضرات صاحبین نے جس صابی قوم پر مشرک و زندیق ہونے کا حکم لگایا ہے اس سے مراد وہ ہیں جو واقعتا اسی وصف کے مستحق تھے، ہدایہ کی عبارت بھی اسی طرف مشیر ہے۔

''**ويجوز تزويج الصابئات إن كانوا يؤمنون بدين نبي ويقرون بكتاب؛ لأنهم من أهل الكتاب، وإن كانوا يعبدون الكواكب ولا كتاب لهم لم تجز مناكحتهم؛ لأنهم مشركون، والخلاف المنقول فيه محمول على اشتباه مذهبهم، فكل أجاب على ما وقع عنده، وعلى هذا حل ذبيحتهم**'' (ہدایہ علی فتح القدیر ۲/۲۳۲) (صابئات سے نکاح کرنا جائز ہے اگر وہ لوگ کسی نبی کے دین پر ایمان رکھتے ہوں اور کسی کتاب کا اقرار کرتے ہوں اس لئے کہ وہ اہل کتاب ہیں اور اگر کواکب کی عبادت کرتے ہوں اور ان کے پاس کتاب نہیں ہو تو نکاح جائز نہیں، اس لئے کہ وہ مشرک ہیں، اس سلسلہ میں جو اختلاف منقول ہے وہ ان کے مذہب کے مشتبہ ہونے کی بنا پر ہے پس ہر ایک نے وہ جواب دیا جیسا کہ ان کو معلوم تھا، اسی بنا پر ان کے ذبیح کی حلت بھی ہے)۔

جصاص کچھ اس طرح کی بات لکھتے ہیں: ''**قال أبو الحسن الكرخي: الصابئون الذين هم عندهم من أهل الكتاب قوم ينتحلون دين المسيح ويقرؤون الإنجيل، فأما الصابئون الذين يعبدون الكواكب، وهم الذين بناحية حران، فإنهم ليسوا بأهل كتاب عندهم جميعا**'' (احکام القرآن للجصاص ۲/۴۶۴ سورہ مائدہ) (ابوالحسن کرخی فرماتے ہیں: صابئین جو فقہاء کے نزدیک اہل کتاب میں سے ہیں وہ وہ ہیں جو حضرت مسیح کے دین کے پیروکار ہیں اور انجیل کو پڑھنے والے ہیں، بہر حال وہ صابئین جو کواکب کی عبادت کرتے ہیں وہ وہ ہیں جو حران کے گرد و نواح میں آباد ہیں پس وہ لوگ کسی کے نزدیک اہل کتاب میں سے نہیں ہیں)۔

خلاصہ اس بحث کا یہ نکلتا ہے کہ صابئین کے مختلف فرقہ تھے، بعض ان میں اہل کتاب میں سے تھے، جبکہ بعض اہل شرک بلکہ اہل زندقہ میں سے تھے، لہذا حکم لگاتے وقت پہلے اس جماعت کے نظریات و معتقدات پر غور کرنا ہوگا اگر کسی نبی کو مانتے ہیں اور کسی کتاب کے قائل ہیں اور اصول دین کے منکر نہیں تو یقیناً اہل کتاب میں سے ہیں، ان سے نکاح کا معاملہ کرنے میں حرج نہیں ہے، ان کا ذبیحہ کھانے کی بھی گنجائش ہے، لیکن جو لوگ عقیدے کے لحاظ سے اہل شرک میں سے ہیں یا مجوس و زندیق جیسے معتقدات کو اختیار کرنے والے ہیں ظاہر ہے کہ ان کا حکم اہل کتاب کا نہیں ہوسکتا۔

ب-صابئین کی جماعت موجود ہے یا دنیا سے ناپید ہوگئی:

یہ جماعت دنیا کے کسی حصہ میں ہے اس کا تعلق درحقیقت تاریخ سے ہے، مفسرین وفقہاء کے کلام سے یوں لگتا ہے کہ اس جماعت کا اب وجود باقی نہیں رہا، علامہ عینی نے بنایہ میں صابی سے نکاح پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''**لم يبق له أثر ولا عين**'' کہ اب اس کا اتا پتہ باقی نہیں رہا ہے، مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے بھی اس کی صراحت کی ہے: صابئوں یا صابئہ کے نام سے آج کل کوئی قوم معروف نہیں ہے، اسی لئے اس کی تعیین میں علماء وائمہ کے اقوال مختلف ہیں (معارف القرآن عثمانی ۳/۱۹۹ سورہ مائدہ)۔

۳-آج کل کے یہود ونصاری:

جس اہل کتاب کو قرآن کریم میں خطاب کیا گیا ہے اس سے مراد وہ عیسائی و یہودی ہیں جو وجود صانع کے قائل، وحی ونبوت کے معترف اور ملائکہ وآخرت پر یقین رکھنے والے تھے، ہر چند کہ بہت سی گمراہیوں کے مرتکب بھی تھے حتی کی تثلیث تک کا من گھڑت عقیدہ رکھتے تھے مگر اصول دین کو بہرحال تسلیم کرتے تھے، مگر آج کے یہود ونصاری نام کے اہل کتاب تو باقی ہیں، لیکن عقیدہ ونظریہ کے لحاظ سے وہ ملحد وزندیق کے حکم میں ہیں اگر ان کا الحاد وزندقہ ثابت ہوجائے تو ان کے ساتھ معاملہ ملحد وزندیق جیسا ہی کیا جائے گا'' ردالمحتار'' میں مختلف مواقع پر اس سے بحث کی گئی ہے، ایک جگہ زندقہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**ويحتمل أن يكون المراد به الذي لا يستقر على دين أو الذي يكون اعتقاده خارجا عن جميع الأديان والثاني هو الظاهر**'' (ردالمحتار ۵/۳۲۶، باب المرتد طبع رشیدیہ پاکستان) (احتمال ہے کہ اس سے مراد: جو کسی دین پر جما ہوا نہ ہو یا اس کا اعتقاد تمام ادیان سے خارج ہو، ثانی صورت ہی ظاہر ہے)۔

اگر یہود ونصاری وجود صانع وخالق کے منکر ہیں تو دہریہ ہوئے اور دہریہ سے نکاح کا عدم جواز متفق علیہ ہے، فقہ شافعی کی مشہور کتاب نہایۃ المحتاج میں صابئہ کی بحث کرتے ہوئے صاف طور پر لکھا ہے: ''**لو خالفوا النصارى في أصل دينهم ولو احتمالا كان نفوا الصانع أو عبدوا كوكبا حرم نساؤهم علينا**'' (الموسوعۃ الفقہیہ ۲۶/۲۹۵ طبع کویت) (اگر نصاری کی مخالفت اصل دین میں کریں خواہ اس کا احتمال ہی کیوں نہ ہو، جیسے صانع کا انکار کردیا یا ستارے کی پرستش کی تو ان کی عورتیں ہمارے لئے حرام ہوجائیں گی)۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی ایک تحریر آج کے یہود ونصاری کا نقشہ کھینچنے کے لئے کافی ہے: اول تو وہ لوگ جو آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی ونصرانی لکھواتے ہیں ان میں بہت سے وہ لوگ ہیں جو اپنے عقیدہ کی رو سے یہودیت ونصرانیت کو ایک لعنت سمجھتے ہیں، ان کا تورات وانجیل پر عقیدہ ہے نہ حضرت موسی وعیسی علیہما السلام پر وہ عقیدہ کے اعتبار سے بالکل لامذہب اور دہریے ہیں محض قومی یا اسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی یا نصرانی کہتے ہیں (معارف القرآن عثمانی ۳/ ۶۳)۔

صرف نام رکھ لینے سے اہل کتاب نہیں ہوں گے، بلکہ اہل کتاب کا عقیدہ اختیار کرنا بھی لابدی ہے، محض یہ کہہ کر ان سے نکاح کا معاملہ قطعی دلائل سے ثابت ہے، لہذا جو بھی اہل کتاب ہے اس کی عورت سے نکاح کرنا جائز ہی ہوگا، خواہ عقیدہ کے لحاظ سے کتنے ہی پراگندہ ہو اور عام کفار ومجوس سے بھی ناپاک جراثیم عقیدے میں رکھتے ہوں، صاف ستھری بات یہ کہ یہودی ونصرانی کہلانے والے کے عقیدہ کو تھوڑا پرکھ لیا جائے تفتیش حال کے بعد ہی حکم لگایا جائے۔

۴-دیگر ادیان باطلہ کے حاملین کا حکم:

شریعت محمدی کے بعد بہت سے گمراہ فرقے وجود پذیر ہوئے، بعض نے تو اسلام کا قلادہ پھینک کے ارتداد کو ہی قبول کرلیا، اور گمراہ

گروہوں میں شامل ہوگئے، بعض نے دوسرے مذاہب سے منحرف ہوکر الگ مذہب ومسلک کی داغ بیل ڈالی، نتیجۃ نہ اسلام کو خیر باد کہنے والے ہی راہ راست پر رہ سکے اور نہ ہی دوسرے مذہب سے انحراف کرنے والے ہی صحیح راہ پا سکے ان کے بارے میں اصولی بات تو یہ ہے کہ اگر اسلام سے منحرف ہوکر دوسرے راہ کو اختیار کیا ہے تو وہ مرتد ہے، جس سے شادی بیاہ کا تعلق ہی نہیں دیگر تمام تعلقات کو منقطع کردینے کا حکم ہے، اور اگر دوسرے مذاہب سے نئے مذہب میں داخل ہوئے تو اگر کسی دین سماوی کو اختیار کرتے ہیں اور کتاب بھی موجود ہے تو وہ اہل کتاب میں شمار ہوں گے اور اگر ایسا نہیں، بلکہ امر متواتر فی الدین کا منکر ہے تو وہ عام کفار کے حکم میں ہیں۔

اس تناظر میں ان فرقوں کا جائزہ لینا چاہئے:

سکھ مذہب:

یہ سولہویں صدی عیسوی کا ہندوستانی مذہب ہے، جس کے بانی گرونانک ہیں، گرونانک شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے متاثر تھے، حضرت محمد ﷺ کو اپنا آئیڈیل تصور کرتے تھے، اس مذہب کی بنیاد اصلاحی نقطہ نظر سے ڈالی گئی، ''آدی گرنتھ'' نامی کتاب کو مقدس سمجھا جاتا ہے، جس کی تالیف ۱۶۰۴ء میں پانچویں گرو' ارجن دیو' کے ذریعہ مکمل ہوئی، توحید پر زور ضرور پایا جاتا ہے، اوتاروں کے نظریہ کو قبول نہیں کیا جاتا، لیکن ان سب کے باوجود آخری پیغمبر ہونے کا تصور، یعنی ختم نبوت کا بنیادی عقیدہ اس مذہب میں موجود نہیں، نیز اس مذہب میں دس گروؤں کی شخصیات ہی بنیادی حیثیت رکھتی ہیں (مستفاد: مطالعہ مذاہب، ڈاکٹر محسن عثمانی رص ۱۵۳)۔

لہذا اس کے حاملین کو گروہ مسلم میں نہیں سمجھا جاسکتا اور اس سے ازدواجی تعلقات یا ان کے ذبیحے کو حلال نہیں سمجھا جاسکتا ہے۔

فرقہ بابیہ وبہائیہ:

یہ فرقہ انیسویں صدی عیسوی کی پیداوار ہے، مرزا علی محمد رضا شیرازی نے اس کی داغ بیل ڈالی، یہودیت کی سرپرستی اور شیعوں کی حمایت سے پروان چڑھایا گیا، اس کے مؤسس نے بعد میں چل کر رسول ہونے کا دعوی بھی کیا، بلکہ اپنے آپ کو حضرت موسی وعیسی حتی کہ خاتم الانبیاء سے افضل گردانا، اس نے اپنا لقب ''باب'' رکھا، اس فرقے کے بنیادی عقائد میں خاتم الانبیاء کا انکار، بانی فرقہ یعنی باب میں الوہیت کا حلول، الہی عقوبات کا انکار اور اس فرقے کی کتاب ''بیان'' قرآن کے لئے ناسخ ہونا ہے، ایسے مجرمانہ عقائد کے ہوتے ہوئے اس کو مسلمان کیوں کر سمجھا جائے، جریدہ مدینہ کے مطابق ''مجمع الفقہ الاسلامی مکۃ'' اور ''دارالافتاء مصر'' نے اس فرقہ کو خروج عن الاسلام اور مرتد ہونے کا فتوی صادر کیا (الموسوعۃ المیسرۃ في الأدیان والمذاہب ار ۴۱۴ طبع دار الندوۃ العالمیۃ)۔

قادیانی فرقہ:

قادیانی جماعت کے بارے میں علماء امت کا اتفاق ہے کہ مرتدین کی جماعت ہے جو کفار سے بھی بدتر ہے، تمام ملکوں کے مفتیان نے اس کے کفر کا فتوی دیا، وہ قرآن کو مقدس مانیں، مگر امور متواترہ کا انکار ان کے کفر کے لئے کافی ہے، اس لئے ایسے تمام باطل مذاہب جن کے نظریات اسلامی نظریات سے متصادم ہوں اور امر متواتر کا انکار پایا جارہا ہو خواہ شہادتین کے قائل ہوں، یا رسول اللہ ﷺ کا احترام ان کے قلب وذہن پر ہو، مگر وہ مسلمان نہیں ہوسکتا، ان سے غیر مسلموں والا سلوک کیا جائے گا، علامہ شامی نے ایسے ہی چند فرقوں پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حضرات حشر، صوم وصلاۃ کے منکر ہیں خواہ شہادتین زبان سے ادا کرتے ہیں، مگر اس کی وجہ سے وہ اسلام کے ماننے والے نہیں سمجھے جاسکتے، بلکہ وہ مرتد بھی نہیں، زندیق وملحد ہوں گے (رد المحتار ۳۲۶/۵ باب المرتد طبع رشیدیہ پاکستان)۔

قادیانیوں کی اولاد کا حکم:

جس طرح اصل قادیانی یعنی جس نے اسلام سے منہ موڑ کر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا اعتراف کیا وہ خارج از اسلام ہے اسی طرح اس کی نسل بھی اسلام سے خارج، بلکہ ملحد وزندیق ہیں، اصلی قادیانی تو مرتد کے حکم میں ہے اس کو توبہ کا بھی موقع دیا جائے گا، لیکن زندیق کو تو توبہ کا موقع بھی نہیں دیا جائے گا، جب بھی قدرت ہوگی اس کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا، بعض عبارتیں اس طرف مشیر ہیں بعض نصوص سے قادیانی کی اولاد کا کافر حربی کے حکم میں ہونا معلوم ہو رہا ہے، علامہ شامیؒ زندقہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المعروف أي: بالزندقة ، الذي يدعو الناس إلى زندقته، فإن قلت: كيف يكون معروفا داعيا إلى الضلال وقداعتبر في مفهومه الشرعى أن يبطن الكفر؟ قلت: لابعد فيه؛ فإن الزنديق يموه كفره ويروج عقيدته الفاسدة ويخرجها في الصورة الصحيحة، وهذا معنى إبطان الكفر، فلا ينافي إظهاره الدعوى إلى الضلال وكونه معروفا بالإضلال" (ردالمحتار ۵/ ۳۲۴ کتاب المرتد، طبع رشیدیہ پاکستان) (زندقہ میں معروف ہو، یعنی لوگوں کو اپنے زندقہ کی طرف بلائے، اگر آپ کہیں: کیسے معروف ہوسکتا ہے اور ضلالت کا داعی ہوسکتا ہے، حالانکہ اس کے مفہوم شرعی میں ابطان کفر ملحوظ ہے؟ میں کہوں گا: اس میں کچھ بعد نہیں ہے، اس لئے کہ زندیق اپنے کفر کی ملمع سازی کرتا ہے، اپنے فاسد عقیدہ کی اشاعت کرتا ہے اور اس کو صحیح شکل میں پیش کرتا ہے، ابطان کفر کا یہی مطلب ہے، لہذا یہ منافی نہیں ہے اس کے ضلال کی طرف اظہار دعوت اور اس کے اضلال میں معروف ومشہور ہونے کے)۔

قادیانی کی مشنریاں اپنے فاسد خیالات ٹھیک اسی طرح پیش کرتی ہیں، لہذا زندیق وملحد ہونے میں شک وشبہ نہیں رہتا ہے، ایک دوسری عبارت سے اس کے کافر ہونے کی تائید ہوتی ہے:

"زوجان ارتدا لحقا فولدت المرتدة ولدا، وولدله، أي: لذلک المولود ولده فظهر عليهم جميعا، فالولدان فئ كأصلهما والولد الأول يجيربالضرب على الإسلام ، أي: والحبس، أي بخلاف أبويه فإنهما يجبران بالقتل، وإن حبلت به ثمة لتبعيته لأبويه لا الثاني لعدم تبعيته الجد على الظاهر، فحكمه كحربى في أنه ليسترق وتوضع عليه الجزية أو يقتل، وأما الجد فيقتل لا محالة لأنه المرتد بالأصالة أو يسلم" (ردالمحتار مع الدرمختار ۵/ ۳۳۵، باب المرتد طبع رشیدیہ پاکستان) (زوجین مرتد ہوکر دارالحرب چلے جائیں پس مرتدہ کو بچہ پیدا ہوا نیز اس مولود کو اولاد ہوئی، بعدہ ان سب پر اسلامی فوج کا غلبہ ہوجائے تو اولاد اور اولاد کی اولاد مال غنیمت ہیں، صلبی اولاد کو اسلام پر جس کے ذریعہ مجبور کیا جائے برخلاف ان کے والدین کے کیوں کہ ان کو بالجبر قرل کردیا جائے گا اگرچہ مرتدہ کو حمل دارالحرب میں ہوا ہو، اس لئے کہ اولاد اپنے ابوین کے تابع ہوتے ہیں، پوتے نہیں، اس لئے کہ ظاہر میں وہ دادا کے تابع نہیں ہوتے ہیں، لہذا پوتوں کا حکم حربی کا حکم ہوگا، پس غلام بنایا جاسکتا ہے، اس پر جزیہ نافذ کیا جاسکتا ہے، اس کو قتل کیا جاسکتا ہے، لیکن جد کو تو بالیقین قتل کیا جائے گا، اس لئے کہ اصلی مرتد ہے الا یہ کہ وہ دوبارہ اسلام لے آئے)۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی قادیانی کی صلبی اولاد بھی مرتد کے حکم میں ہیں ہاں اولاد کی اولاد کافر حربی کے درجے میں ہیں، خلاصہ یہ ہوا کہ خواہ اصلی قادیانی ہو یا نسلی قادیانی کوئی بھی دائرہ اسلام میں داخل نہیں، لہذا ان کی عورتیں بھی مسلمان کے لئے حلال نہیں اور ان کا ذبیحہ بھی جائز نہیں۔

جامعین موسوعہ بھی لکھتے ہیں: "ولكن من كان حمله خلال ردة أبويه كليهما ففيه خلاف، فذهب الحنفية والمالكية وهو المذهب عند الحنابلة، والأظهر عند الشافعية إلى أنه يكون مرتداً تبعا لأبويه فيستتاب إذا بلغ،وفي

رواية للحنابلة وقول للشافعية أنه يقر على دينه بالجزية كالكافر الأصلي" (الموسوعة الفقہیہ ۲۲/۱۹۹) (لیکن جوحمل والدین کے ارتداد کے زمانہ میں ہے اس کی بابت اختلاف ہے، حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ کا مذہب مختار اور شافعیہ کے یہاں اظہر یہی ہے کہ وہ اپنے والدین کے تابع ہو کر مرتد ہوگا، لہذا بالغ ہونے پر توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، حنابلہ کی ایک روایت اور شافعیہ کا ایک قول ہے کہ اس کو اپنے مذہب پر باقی رکھا جائے گا، اور کافر اصلی کی طرح جزیہ لیا جائے گا)۔

۶، الف- مسلم ممالک میں اہل کتاب عورتوں سے رشتۂ ازدواج:

کتابیہ عورت سے نکاح کا جواز وعدم کراہت اس وقت ہے، جبکہ وہ بھی دراالاسلام میں ہو، اگر دار الحرب میں ہی رہے تو حنفیہ نے بھی تصریح کی ہے کہ نکاح مکروہ ہے، علامہ جصاص رازی لکھتے ہیں:

"قال ابن عباس: لا تحل نساء أهل الكتاب إذا كانوا حرباً...... وهذا عندنا إنما يدل على الكراهة، وأصحابنا يكرهون مناكحات أهل الحرب من أهل الكتاب" (احکام القرآن ۲/۶۲۴ سورۂ مائدہ طبع دار الفکر ۲۰۱۰ء)۔

(حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: حربی اہل کتاب عورتوں سے نکاح حلال نہیں ہے...... ہمارے نزدیک یہ مکروہ ہونے کی دلیل ہے، فقہاء حربی کتابی کی عورت سے نکاح کو مکروہ کہتے ہیں)۔

اس کراہت کی وجہ تحفظ نسل اور تحفظ دین کا پامال ہونا ہے، اس لئے کہ بچوں کا میلان عام طور پر اپنی ماں کی طرف زیادہ ہوتا ہے، اس کے نظریات وخیالات سے جتنا متاثر ہوتے ہیں والد کے خیالات مؤثر نہیں ہوجاتے ہیں، ماں حربیہ ہے تو وہ اس سلسلہ میں زیادہ ہی کوشاں رہے گی کہ اس کا بچہ اس کا ہم مشرب وہم ملک ہوجائے، بچوں میں تاثر وانفعال کی بھرپور صلاحیت بھی ہوتی ہے، اس لئے ان کا متاثر ہونا ایک بدیہی امر ہے، بچے تو بہرحال بچے ہیں مرد شوہر بھی خاص طور پر اس مادیت کے دور میں اپنی بیوی سے کم متاثر نہیں ہوتا ہے اس لئے نہ تو بچے کا ایمان واخلاق محفوظ رہ پائیں گے اور نہ ہی شوہر اپنے عقائد ونظریات کی حفاظت کر پائے گا۔

حضرات شافعیہ نے ذمہ سے نکاح کو بھی اسی خطرے کے پیش نظر پسند نہیں کیا، علامہ نووی رقم طراز ہیں: "الكتابيون فيجوز للمسلم مناكحتهم سواء كانت الكتابية ذمية أو حربية لكن تكره الحربية، وكذا الذمية على الصحيح لكن أخف من كراهة الحربية" (روضۃ الطالبین للنووی ۶/۱۳۰ کتاب النکاح طبع دار الفکر) (مسلمان کے لئے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، خواہ ذمیہ ہو یا حربیہ، لیکن حربیہ سے مکروہ ہے، اسی طرح صحیح قول کے مطابق ذمیہ سے بھی، لیکن حربیہ سے جتنی کراہت ہے اس میں اس سے کم کراہت ہے)۔

علامہ ہیتمی نے اس کی وجہ یہی بیان کی ہے: "وكذا ذمية على الصحيح لئلا تفتنه بفرط ميله إليها أو ولده" (تحفۃ المحتاج ۷/۳۶۷ فصل في حل نكاح الكافرة) (اسی طرح صحیح قول کے مطابق ذمیہ سے نکاح مکروہ ہے، تاکہ بہت زیادہ اس کی طرف میلان کی وجہ سے شوہر یا اس کی اولاد فتنہ میں مبتلا نہ ہو)۔

دنیا کا منظر نامہ ہمارے سامنے ہے، مسلمانوں کے نام پر حکومت قائم ہے، مگر افکار وخیالات پر پورے طور پر مغرب مسلط ہے، ظاہر کہ لحاظ سے غالب وحاکم ہے، لیکن حقیقت کے لحاظ سے مردہ ومغلوب قوم کی طرح زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، خواہ اس کے اسباب کچھ بھی ہوں، آج کسی ایسے مسلمان کی نشاندہی نہیں کی جاسکتی کہ اس کی ماں کتابیہ ہو، مگر اس نے باپ کے مذہب سے زیادہ متاثر ہو کر اسلام اور اسلامی نظام کو گلے لگایا ہو، ہاں اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اسلام سے محبت والفت آج جتنا ان جدید مسلمانوں کو ہے جو اپنے قدیم مذہب سے چھٹکارا

حاصل کر کے اسلام کے دامن کو تھام چکے ہیں ہم روایتی وقدیمی مسلمانوں میں نہیں ،مگر اس الفت میں ان کے والد کا حصہ نہیں بلکہ خارجی اثرات ، اور داخلی تعلیمات کا اثر ہوگا ،لیکن ایسی مثالیں بہت ملیں گی کہ باپ مسلمان مگر بیٹا ماں کے مسئلہ ومشرب پر قائم ، ہندو بیرون ہند کی عظیم شخصیات اوران کی اولاد کو دیکھا جاسکتا ہے، آج جس کو سپر طاقت سمجھا جاتا ہے اس کا پاسبان وسربراہ اس کی واضح مثال بھی ہے،اس لئے حضرات شافعیہ کا نظریہ اس بابت حالات کے بہت مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اگر حقیقی کتابیہ عورت سے اس سے نکاح کرنا کم ازکم مکروہ ضرور ہوگا ،نسل کی حفاظت بھی ضروری ہے اور دین وایمان کی حفاظت بھی بہت ضروری ہے ،لہذا اس طرح سد باب اس حفاظت کے لئے قلعہ ثابت ہوسکتا ہے۔

ب-دارالکفر میں نیک جذبہ سے کتابیہ سے نکاح:

جو حضرت دارالحرب کی کتابیہ عورت سے نکاح کو مکروہ کہتے ہیں ان کا منشا یہ ہے کہ اس قسم کا نکاح دینی لحاظ سے خود اس کے لئے اوراس کی اولاد کے لئے فتنہ کا باعث ہے، اگر اس قسم کا خطرہ نہیں ، بلکہ دینی نفع ہے،قوی امید ہے کہ ایک مستحق نار اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کہ ابدی زندگی کو استوار کرلے،تو جن حضرات نے حربیہ سے نکاح کو مکروہ سمجھا ہے،شاید ان کے نزدیک بھی کراہت نہ ہو،فقہ شافعی کی مشہور کتاب تحفۃ المحتاج میں یہ جزئیہ اس طرح موجود بھی ہے:"بحث الزركشي ندب نكاحها إذا رجي به إسلامها ولم يخش فتنة بها بوجه كما هو واضح"(تحفۃ المحتاج ۷/ ۳۷۷،فصل في حل نكاح الكافرة)(علامہ شرکسی نے بحث کرتے ہوئے ایسے نکاح کو مندوب کہا ہے جبکہ اس کے اسلام کی امید ہو اور کسی بھی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، جیسا کہ واضح ہے)۔

۷-برادران وطن اور ان کی مذہبی:

یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ اللہ نے بہت سے پیغمبر ورسل انسانیت کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا ہے،بعض کا ذکر قرآن میں اور بعض کا ذکر اپنے نبی کی زبانی کرایا بھی ہے لیکن بیشتر رسولوں اور پیغمبروں کے بارے میں ہمیں نہیں بتایا گیا ہے،اللہ کے ان برگزیدہ بندوں اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں پر اعتقاد ایمان کا اہم جزء ہے،لیکن نبی کی نبوت، اور کتاب کا منزل من اللہ ہونا دلیل قطعی پر موقوف ہے، الہام و کیف وکرامات برحق ہیں، مگر دلیل قطعی نہیں ہیں، اگر غیر نبی کو اس بنیاد پر نبی، یا نبی کو غیر نبی کہدیا تو ایمان سلامت نہیں رہے گا،اس کا انکار نہیں کہ ہر قوم میں نبی مبعوث ہوئے، اور عمل کرنے کے لئے کتابیں اتاری گئیں،مگر جہاں تک ایمان واعتقاد کا معاملہ ہے تو اس میں احتیاط لازم ہے، عقائد وحدیث کے شارحین نے جہاں ملائکہ، کتابوں اور رسولوں پر ایمان کے مسئلہ پر بحث کرتے ہیں اس پر خاص طور پر متنبہ کرتے ہیں کہ مخصوص تعداد پر ایمان لانے سے احتراز کرنا چاہئے، کیونکہ ممکن ہے اس مخصوص تعداد سے کم وبیش تعداد ہو تو پھر یا تو غیر پر ایمان ہو جائے گا جو کہ خطرناک ہے یا پھر کوئی ایمان لائے جانے سے رہ جائے گا وہ بھی ایمان کے لئے مضر ہوگا (شرح عقائد/ ۱۳۸،مرقاۃ:۱/ ۵۰ حدیث جبرئیل)۔

یہ بات بھی صحیح ہے کہ اپنے بزرگوں میں سے حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ عبدالعزیز علیہما الرحمہ نے ان کتابوں اور اوتاروں کے تئیں حسن ظن کا خیال ظاہر کیا ہے، اس لئے ان اوتاروں کے تئیں اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا اور زبان کو کنٹرول میں رکھنا بھی مناسب ہے،اسلام میں تو ان بتوں کو بھی سب وشتم سے منع کیا گیا ہے جس کی وجہ سے اسلام واسلامی شعار کو سب وشتم کیا جائے۔

لیکن جہاں تک ویدوں کو آسمانی کتاب ماننے کا تعلق ہے تو راقم کا خیال ہے کہ بعض بزرگوں نے اس کی کوشش بھی کی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جن کتابوں کے بارے میں یقین سے معلوم ہے کہ کسی زمانے میں اس وقت کے انبیاء پر نازل ہوئی تھیں اور ان میں واضح طور پر اسلام و مسلمان اور خاتم النبیین کی بابت ہدایات موجود تھیں اور ہیں مگر خاتم الانبیاء نے تنبیہی حکم فرمایا:"لاتصدق ولا نكذب" ہمارا رویہ ان ویدوں کے متعلق اس سے زیادہ نہیں ہوسکتا کہ "لا تصدق ولا نكذب"یعنی ہم نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سماوی کتاب ہے اور نہ ہی انکار کرسکتے ہیں،لہذا

اس تذبذب کی حالت میں اس کے ماننے والوں کو اہل کتاب کے زمرے میں بھی نہیں رکھا جاسکتا۔

۸،الف: عیسائی درسگاہوں میں تحصیل علم:

ایک مسلمان کے لئے سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ اس کا ایمان اور آخرت پر یقین ہے، معیار زندگی سے بلند سے بلند تر ہو،مگر دل ایمان کی معرفت سے خالی ہو، یا اس کے تئیں شکوک وشبہات جڑ پکڑے ہوئے ہوں تو خواہ دنیا کی تھوڑی زندگی کتنی ہی باعث رشک ہوجائے،مگر آخرت کی لافانی زندگی کے لئے عظیم خسارہ ہے، نیز اولاد اللہ کی امانت ہیں جن کی صحیح تربیت اور اسلام کے مطابق ذہن سازی باشعور مسلمان کا منصبی فریضہ ہے، ایسی مشنریوں میں داخلہ کا مشورہ دے کر اور ایسے درسگاہوں سے وابستہ کر کے حقیقی زندگی کے گلشن کو خاکستر کرنا ہے،لہذا نہ تو ان اسکولوں میں داخلہ کا مشورہ دیا جاسکتا اور نہ ایسے اسکولوں کے قیام کی حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے، یہ ایمان کی نیلامی ہے،روزی کا مالک اللہ ہے،معرفت الٰہی سے مزین کرنے والی تعلیم سے آراستہ کرنا انسان کی ذمہ داری ہے،البتہ عصری ایسی تعلیم کی بھی کوشش کی جائے جس میں اندیشہ وفتنہ کے بجائے اسباب کے درجہ میں خودکفالت کا ذریعہ ہو۔

ب- کتابیہ بیوی کے حقوق:

بیوی خواہ کتابیہ ہو یا مسلمان دونوں کے حقوق میں کوئی فرق نہیں،ان حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا جائز نہیں ہے،محض اس وجہ سے کہ وہ مسلمان نہیں ہے،طلاق دینے کی بھی اجازت نہیں ہوگی،ہاں طلاق کے محرکات موجود ہیں تو جس طرح مسلمان بیوی کو طلاق دینے کی گنجائش ہوتی ہے اس کو بھی دینے کی گنجائش ہوگی۔

شافعی کتب میں پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ موجود ہے،علامہ نووی لکھتے ہیں:" **والكتابية كالمسلمة في النفقة والقسم والطلاق وعامة أحكام النكاح لكن لاتوارث بينهما وبين المسلم**"(روضۃ الطالبین ۱۳۱/٦،کتاب النکاح طبع دارالفکر)(کتابیہ بیوی مسلمان بیوی کی طرح ہے،نفقہ شب گزاری،طلاق اور عام احکام نکاح میں،لیکن اس کے اور مسلمان کے مابین توارث نہیں ہوگا)۔

ج- کتابیہ بیوی کے لئے خاوند کے گھر میں مذہبی ومراسم:

نصوص وعبارات سے ایسا لگتا ہے کہ کتابیہ بیوی کو شوہر ہر ایسے مراسم سے روک سکتا ہے جو استمتاع کے لئے مانع یا نفریں ہو،مثلاً گھر میں شراب بنانے پر پابندی لگا سکتا ہے، کیونکہ اس کی بدبو سے شوہر کو نفرت ہوگی،جس طرح مسلمان بیوی کو لہسن اور کچی پیاس کھانے سے منع کرسکتا ہے،البتہ شرب خمر سے منع نہیں کرسکتا الا یہ کہ اس سے اس کے منہ میں بدبو پیدا ہو جو ازدواجی تعلقات کے لئے مخل ہے۔

اسی طرح ہر ایسے طریقے سے منع کرسکتا ہے جس سے بچوں کے دین وایمان کو نقصان پہنچ سکتا ہے، صاحب بحر لکھتے ہیں:" **ذكر الاسبيجابى أن للمسلم منع الذمية إذا تزوجها من الخروج إلى الكنائس والبيع وليس له إجبارها على الغسل من الحيض والجنابة، وفى الخانية:ليس له أن يمنعها من شرب الخمر؛ لأن شرب الخمر حلال عندها، وله أن يمنعها عن اتخاذها في المنزل، وهو مشكل؛ لأنه وإن كان حلالا عندها ،لكن رائحتها تضره فله منعها كمنع المسلمة من أكل الثوم والبصل**"(البحر الرائق ۱۰۴/۳ فصل المحرمات طبع رشیدیہ پاکستان)(اسبیجابی نے ذکر کیا کہ مسلمان کے لئے جائز ہے کہ ذمیہ کو جبکہ اس سے شادی ہوجائے منع کرے چرچ وگرجا کے لئے نکلنے سے،لیکن غسل حیض وجنابت پر جبر نہیں کرسکتا۔

خانیہ میں ہے:اس کے لئے جائز نہیں کہ شرب خمر سے منع کرے،اس لئے کہ شرب خمر اس کے لئے حلال ہے،البتہ اس کے لئے جائز

ہے کہ گھر میں بنانے سے منع کردے، اس پر اشکال یہ ہے کہ خواہ شرب خمر اس کے نزدیک حلال ہے، مگر اس کی بدبو سے شوہر کو ضرر ہوگا، تو اس سے منع کرنا جائز ہونا چاہئے، جیسے مسلمان بیوی کو لہسن وپیاس کے استعمال سے منع کرنا جائز ہے)۔

''فتح القدیر'' میں حضرت عمرؓ کا بعض صحابہ کے کتابیہ سے نکاح کرنے پر اظہار ناراضگی نقل کرتے ہوئے وجہ بیان کی گئی ہے: ''وإنما کان غضبه لخلطة الکافرة بالمؤمن وخوف الفتنة علی الولد؛ لأنه في صغره ألزم لأمه، ومثله قول مالک: لصیر تشرب الخمر وهو یقبل ویضاجع لا لعدم الحل'' (فتح القدیر ۲/ ۲۳۰ طبع مصر) (حضرت عمر کا غیض وغضب اس لئے تھا کہ کافر عورت کا مومن مرد سے اختلاط ہوگا، نیز بچوں کے لئے فتنہ کا اندیشہ ہوگا، اس لئے کہ بچہ بچپن میں اپنی ماں سے زیادہ چمٹا رہتا ہے، اسی طرح امام مالک کا قول ہے: وہ شراب پیتی رہے گی اور شوہر اس سے قبلہ ومباشرت کرتا رہے گا، اس لئے کہ شراب پینا اس کے لئے حرام نہیں ہے)۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے ایسے امور کی گنجائش ہے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ذمیہ ہے یا حربیہ، اگر حربیہ ہے اور دار الحرب میں ہے تو شوہر کا اس پر کوئی اختیار نہیں ہے، قانونی طور پر اس کو ایسے امور کی انجام دہی کی اجازت ہے، اور اگر ذمیہ ہے تو بھی اس کے مذہبی مراسم پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی ہے، ہاں کھلے عام اس کی چھوٹ بھی نہیں ہوگی اور نہ اس کا تعاون کیا جائے گا، تاکہ گناہ پر جرأت کی عادت نہ ہو اور بچوں کا دل ودماغ آلودہ نہ ہو۔

''قال القدوري في النصرانیة تحت مسلم: لا ینصب في بسیته صلیبا وتصلی في بیته حیث شاء ت، ومن سأل من أهل الذمة مسلما طریق البیعة، فلا ینبغي له أن یدل ملیه'' (تاتارخانیہ ١٨٣/١٦٧ کتاب الکراہیۃ، أہل الذمۃ أحکامہا) (کسی مسلمان کی بیوی نصرانیہ ہو اس کی بابت قدوری نے کہا: شوہر کے گھر میں صلیب نصب نہیں کرے گی، البتہ جہاں چاہے اس کے گھر میں نماز پڑھے، ذمی میں سے کوئی کسی مسلمان سے بیعہ کا راستہ معلوم کرے تو مناسب ہے کہ اس کو نہ بتائے)۔

ذمی کی بحث کرتے ہوئے علامہ شامی رقم طراز ہیں: ''بل بمعنی نترکهم وما یدینون فهو من جملة المعاصي التي یقرون علیها کشرب الخمر ونحوه، ولا نقول إن ذلک جائز لهم، فلا یحل للسلطان ولا للقاضي أن یقول لهم: افعلوا ذلک، ولا أن یعنهم علیه، ولا یحل لأحد من المسلمین أن یعمل لهم فیه'' (ردالمحتار ۲۹۷/۵ فصل فی الجزیۃ طبع رشیدیہ پاکستان) (بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو ان کے مذہب پر عمل کرنے دیں، پس یہ ان میں جملہ معاصی میں سے ہے جن پر ان کو برقرار رکھا جاتا ہے جیسے شرب خمر وغیرہ، ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ ان کے لئے جائز ہے پس بادشاہ اور قاضی کے لئے جائز نہیں کہ ان کو اس کے کرنے کا حکم دیں، اور نہ یہ جائز ہے کہ ان کی مدد کریں، نیز کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ ان کے لئے کام کریں)۔

د-عیسائی مشنریز کے اسپتال وغیرہ کے ساتھ معاملہ:

عیسائی مشنریز کا اہم مقصد اپنے مذہب کی ترویج واشاعت ہے، خدمت خلق کے نام پر رفاہی کاموں سے بھی ان کا اصل مقصد یہی ہوتا ہے ایسے رفاہی ادارے میں خدمت بدرجہ مجبوری ہی کرنی چاہئے اس لئے کہ کسی نہ کسی درجہ میں تعاون علی الاثم ہوتا ہے، نیز جس طرح ارتکاب معصیت حرام ہے اس کا تعاون بھی کراہت سے خالی نہیں۔

اس مسئلہ کا تعلق تسبب وتعاون علی الاثم سے ہے اس سلسلہ میں قول فیصل یہ ہے کہ اگر صلب عقد میں معصیت کا ارتکاب مشروط ہو، یا اس محل میں معصیت کے ماسوا کسی جائز استعمال کی گنجائش نہ ہو، یا قصدہی ارتکاب معصیت کا ہو تو اس قسم کا تعاون حرام ہے۔

اسی طرح وہ سبب جو قریب ومحرک ہو ممنوع ہے، سبب محرک کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو اس معصیت کا تحقق نہیں ہوپاتا اس کو

سبب في معنى العلة سے تعبیر کرتے ہیں، مفتی محمد شفیع صاحبؒ عثمانی اور مولانا ظفر احمد تھانویؒ نے اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اس کا خلاصہ اوپر درج ہوا۔

اب غور کرنا ہے کہ ایسے رفاہی اداروں میں ملازمت وغیرہ کا تعلق تعاون حرام کے زمرے میں آتا ہے یا نہیں اسی طرح معصیت کا سبب قریب ومحرک ہے یا نہیں، راقم کا خیال ہے کہ تعاون کی تینوں صورتیں عام طور پر نہیں پائی جاتی، اس لئے کہ اصل مقصود خدمت خلق ہے، اشاعت وترویج کا تعلق اس کے عمل سے نہیں ہے، مسلمان اس کی نیت بھی نہیں کرسکتا ہے، البتہ سبب کے درجے میں یک گونہ مانا جاسکتا ہے کہ اس کی شرکت ہے، اس لئے کم ازکم ایسے ادارے کی خدمت کراہت سے خالی نہیں ہوگی، دوسری ملازمت نہ ملنے تک گوارہ کرنا چاہئے۔

جہاں تک مسئلہ ہے اس سے استفادہ کا تو ناچیز سمجھتا ہے کہ ایسے ادارے کی طرف اگر التفات نہ ہو تو اپنی موت خود ہی مرجائے گا، اسی لئے جہاں تک ہوسکے اس سے استفادہ سے بھی بچتے رہنا چاہئے، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اس کی خدمات دوسری تنظیموں کے مقابلے میں زیادہ سودمند ہوتی ہے، اگر انسانی حاجت کے مرحلے میں پہنچ چکا ہے تو اپنے آپ کو ان کے نظریات وخیالات کے فتنوں سے بچاتے ہوئے خدمات بھی حاصل کرسکتا ہے، اس لئے کہ یہ ضروریات کے مرحلے کی چیز ہوئی، الضرورات تبیح المحظورات۔

☆☆☆

اہل کتاب اوران سے متعلق بعض جدید فقہی مسائل

مولانا محمد مصطفیٰ عبدالقدوس ندوی☆

نکاح سے نسل انسانی کی بقاء، عفت وعصمت کی حفاظت اور خاندان کا وجود متعلق ہے، یہ مرد کے لئے بھی وجہ سکون وطمانینت اور رحمت وبھلائی کا ذریعہ ہے، اورعورت کے لئے بھی، جسے قدم قدم پر ایک ظاہری سہاراومحافظ کی ضرورت ہے، اسی لئے شریعت اسلامیہ میں نکاح وطلاق سے متعلق احکام میں اس بات کوملحوظ رکھا گیا ہے کہ اس رشتہ کوسوچ سمجھ کر وجود میں لایا جائے، زوجین کے درمیان فکری، سماجی، معاشی اور تہذیبی ہم آہنگی پائی جائے، اسی نقطہ نظر سے کسی مسلمان عورت کا نکاح کسی غیر مسلم مرد سے یا کسی مسلمان مرد کا نکاح اہل کتاب عورتوں کے سوا کسی اور غیر مسلم عورت سے نہیں ہوسکتا، اس لئے بھی کہ نکاح کے ذریعہ زوجین ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں اوردونوں مل جل کر اپنے بال بچوں کی فکری واخلاقی تربیت کرتے ہیں، تو ایسا نہ ہو کہ کسی مسلمان خاندان میں غیر مسلم مرد یا عورت کا داخل ہوجانا اس خاندان کے دینی مزاج پر اثر انداز ہونے لگے۔

آج دنیا کے بیشتر علاقوں میں انسان ایک کثیر مذہبی معاشرہ میں زندگی گذارتا ہے، جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان سماجی تعلقات پائے جاتے ہیں اورمیل جول کا ماحول رہتا ہے، اس لئے اہل کتاب اوردوسرے مذاہب والوں کے ساتھ زندگی گذارنے میں بہت سارے مذہبی امور سے مسلمان دوچار ہورہے ہیں، جن کے بارے میں ان کوشریعت اسلامیہ کی رہنمائی کی ضرورت ہے، چنانچہ اسی پس منظر میں اہل کتاب سے متعلق بعض پیش آمدہ جدید فقہی مسائل کا شرعی حل قرآن وحدیث، آثار صحابہ وتابعین، ائمہ مجتہدین اور سلف صالحین کے اجتہادات کی روشنی میں قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

اہل کتاب کی تعریف:

۱-اہل کتاب کی تعریف کیا ہے؟

قرآن کریم میں مذکور اہل کتاب سے مراد کون لوگ ہیں؟ اس کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، چنانچہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک یہود و نصاری ہے، مستدل اللہ تعالی کا ارشاد ہے:"**أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا**"(انعام:۱۵۵)(کہیں تم کہتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دونوں گروہوں پر اتاری گئی)، لہذا جوصرف داؤدعلیہ السلام کی کتاب زبور اور حضرت شیث، حضرت ادریس اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے صحائف پر ایمان رکھتے ہوں وہ اہل کتاب کے زمرہ میں نہیں آئیں گے (المنہاج ومغنی المحتاج ۳/ ۱۸۷، المغنی والشرح الکبیر ۷/ ۵۰۹)۔

نیز شافعیہ فقہاء کا بیان ہے کہ اہل کتاب سے مراد نسلی یہود ونصاری ہیں، وہ یہود ونصاری اس میں شامل نہیں ہیں جواقوام عالم میں

☆ استاذ جامعۃ الصالحات، کڑپہ، آندھراپردیش۔

مذہب یہودیت وعیسائیت قبول کئے ہوں، جبکہ جمہور فقہاء کے نزدیک اہل کتاب سے، یہود ونصاری اپنے تمام فرقوں کے ساتھ مراد ہیں، دلیل وہی اللہ تعالی کا ارشاد ہے، جس سے شوافع نے استدلال کیا ہے: "أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا" (انعام: ۱۵۶) (کہیں تم کہنے لگو کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دونوں گروہوں پر اتاری گئی) (کتاب الأم للإمام الشافعی: ۵/ ۶، السنن الکبری للبیہقی ۷/ ۱۷۳، جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری: ۳/ ۲۴، المہذب ۲/ ۲۵۰، الحلی، المغنی مع الشرح الکبیر ۷/ ۵۰۱)۔

احناف کے یہاں اہل کتاب کی تعریف میں قدر توسع ہے، وہ کہتے ہیں: اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو اللہ پر ایمان رکھنے کی طرف سے نازل کردہ آسمانی کتاب کا اقرار کرتے ہوں، اس اساس وبنیاد پر یہود ونصاری، حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب الٰہی زبور پر، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کے صحائف پر ایمان رکھنے والے، سب اہل کتاب کہلائیں گے۔

حنفیہ نے اللہ تعالی کے دو ارشادوں سے استدلال کیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے: "**اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم و طعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم**" (مائدہ: ۵) (آج تمہارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئیں، نیز جو اہل کتاب ہیں، ان کا کھانا تمہارے لئے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے، اور پاک دامن مومن عورتیں بھی حلال ہیں، نیز ان لوگوں میں سے بھی پاک دامن عورتیں حلال ہیں، جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی)۔

یہاں مطلق اہل کتاب کہا گیا ہے، یہود ونصاری کی کوئی تخصیص نہیں ہے، پس آیت پاک کے اطلاق میں جہاں یہود ونصاری آئیں گے وہیں وہ لوگ بھی شامل ہوں گے جو اللہ پر ایمان رکھنے کے ساتھ اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے کسی برحق نبی ورسول پر ایمان رکھتے ہوں اور ان پر اللہ کی طرف سے نازل کردہ آسمانی کتاب کا اقرار کرتے ہوں، پس اللہ کی طرف سے حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل کردہ کتاب زبور اور حضرت ابراہیم وحضرت شیث علیہ السلام کے صحائف پر ایمان رکھنے والے لوگ اہل کتاب کہلائیں گے، اسی طرح سامریہ جو یہودیوں کا ایک فرقہ ہے وہ بھی اہل کتاب میں سے ہے، گو وہ اکثر احکام میں مذہب یہودیت کی مخالفت کرتے ہیں (فتح القدیر ۳/ ۲۱۹، موسوعہ فقہیہ ۷/ ۱۴۰)۔

اللہ تعالی کا دوسرا ارشاد ہے: "إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين" (بقرہ: ۶۲) (بے شک مسلمان اور وہ یہودی، نصاری اور صابی)۔

اس میں صابی کو یہود ونصاری پر عطف کیا گیا ہے، یہ ایک قرینہ اس بات پر ہے کہ یہود ونصاری کی طرح صابی بھی اہل کتاب میں سے ہیں، معلوم ہوا کہ یہود ونصاری کے علاوہ دوسرے لوگ جو اللہ پر ایمان رکھنے کے ساتھ کسی برحق نبی ورسول اور اس پر نازل کردہ آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں، وہ بھی اہل کتاب میں شمار ہوں گے۔

کیا اہل کتاب سے نسلی یہود ونصاری مراد ہیں؟

اس بات پر علماء کا اتفاق ہے جو یہود ونصاری نسلی وخاندانی ہیں وہ اہل کتاب ہیں، اور جو ایسا نہیں، بلکہ ان کے باپ دادا نے یہودیت یا عیسائیت قبول کیا تھا ان کے نسل سے ہیں، یا خود راست یہودی مذہب یا عیسائی مذہب قبول کئے ہوں تو ان لوگوں کے اہل کتاب ہونے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، امام شافعی اور بعض دوسرے علماء ان کو قرآن کی اصطلاح اہل کتاب میں شمار نہیں کرتے ہیں، جبکہ دوسرے علماء ان کو اہل میں شمار کرتے ہیں، یہی امام طبری اور جمہور امت کا قول ہے (جامع البیان عن تأویل آی القرآن للطبری ۳/ ۲۴، ۲۷، کتاب الأم للإمام الشافعی ۵/ ۶، السنن الکبری للبیہقی ۷/ ۱۷۳، الجامع لأحکام القرآن ۶/ ۵۳)۔

کیا اہل کتاب کے لئے موحد ہونا شرط ہے؟

حضرات صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عائشہ کے یہاں موحد کی شرط ہے، اسی کو امام حسنؒ، طاؤسؒ اور ربیعہؒ نے اختیار کیا ہے، جمہور علماء امت کے نزدیک موحد ہونا شرط نہیں ہے، لہذا موحد یہودی وعیسائی کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح بالاتفاق حلال ہوگا، اور اگر جو یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور جو عیسائی حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہوں تو ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح جمہور کے نزدیک حلال ہوگا اور حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ وغیرہ کے نزدیک حلال نہیں ہوگا، دلیل اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”**ولاتأكلوا ممالم يذكراسم الله عليه وإنه لفسق**“(انعام:۱۲۱)(اور ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، یہ یقیناً گناہ ہے)۔

جمہور علماء کا استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ”**وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم**“(مائدہ:۵)(اور جو اہل کتاب ہیں، ان کا کھانا تمہارے لئے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے، اور پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں، نیز ان لوگوں میں سے بھی پاک دامن عورتیں حلال ہیں، جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی)(احکام القرآن لابن العربی ۲/ ۴۳، الجامع لأحکام القرآن ۶/ ۵۲، روح المعانی للآلوسی ۶/ ۹۷، التفسیر المظہری ۳/ ۴۲)۔

۲- صابی کا تاریخی پس منظر اور اس کے عقائد واعمال:

صابی کے لفظی معنی ہیں جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں آجائے یا اس کی طرف مائل ہوجائے، کہا جاتا ہے: صبأت النجوم: ستارے اپنے مطلع سے طلوع ہوگئے (جامع البیان عن تأویل أي القرآن للطبری ۱/ ۶۲، مفاتیح الغیب للرازی ۲/ ۱۴۷، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۱/ ۲۹۵)، خود رسول اللہ ﷺ کو شروع میں صابی اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ ﷺ نے دین قریش چھوڑ کر دین اسلام اختیار کیا ہے (تاج العروس، مادہ: صبأ)۔

تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو صابئین کے نام سے قدیم زمانہ میں دو گروہ مشہور تھے: ایک حضرت یحیی علیہ السلام کے پیرو جو شام وعراق کی سرحد پر بالائی عراق (یعنی جزیرہ) کے علاقے میں اچھی خاصی تعداد میں پائے جاتے تھے، یہ لوگ دین توحید اور عقیدہ رسالت کے قائل تھے، اور حضرت یحیی کی پیروی میں اصطباغ (بپتسمہ) کے طریقے پر عمل کرتے تھے، اسی وجہ سے ان کو ”نصاری یحیی“ کہا جاتا تھا، دوسرے ستارے پرست لوگ جو اپنے دین کو حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے اور عناصر پر سیاروں کی اور سیاروں پر فرشتوں کی فرماں روائی کے قائل تھے، ان کا مرکز حران تھا اور عراق کے مختلف حصوں میں ان کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں، یہ دوسرا گروہ اپنے فلسفہ و سائنس اور فن طب کے کمالات کی وجہ سے زیادہ مشہور ہوا ہے، کیونکہ دوسرا گروہ نزول قرآن کے زمانے میں اس نام سے موسوم نہ تھا (جامع البیان عن تأویل أي القرآن للطبری ۱/ ۶۲، مفاتیح الغیب للرازی ۲/ ۱۴۷، الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۱/ ۲۹۵)۔

کہا جاتا ہے کہ صابئین حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم تھے، حضرت ابرہیم علیہ السلام ان ہی کی طرف مبعوث ہوئے تھے، ان لوگوں کا مسکن حران تھا، اور یہی صابئیوں کا گھر ہے، ان کی دو قسمیں تھیں، ایک قسم دین حنیف پر قائم تھی اور دوسری مشرک تھی، ان میں جو مشرک تھے، سات ستاروں اور بارہ برجوں کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اپنے مندروں میں ان کی تصویریں بنا کر رکھتے تھے، ان ستاروں کے لئے ان کے یہاں مخصوص مندر پائے جاتے تھے، یہی ان کے بڑے عبادت خانے تھے ایسے ہی جیسے عیسائیوں کے گرجے اور یہودیوں کے بیعے (عبادت

خانے)، چنانچہ انہوں نے بڑا مندر سور کے لئے بنا رکھا تھا، ایک چاند کے لئے، ایک زہرہ کے لئے، ایک مشتری کے لئے، ایک عطارد کے لئے، ایک مریخ کے لئے، ایک زحل کے لئے اور ایک علت روی کے لئے، ان کے نزدیک ہر ستارے کے لئے مخصوص عبادت اور مخصوص دعا ہے، مسلمانوں کی طرح ان کے یہاں بھی پانچ نمازیں ہیں۔

ان میں کچھ لوگ رمضان کے مہینے میں روزے بھی رکھتے ہیں، اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھتے ہیں، مکہ کی بھی تعظیم کرتے ہیں اور حج کے لئے مکہ جانے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں، مردار، خون اور سور کے گوشت کو حرام قرار دیتے ہیں، شادی کے معاملہ میں ان ہی رشتہ داروں کو حرام قرار دیتے ہیں جنہیں مسلمان حرام سمجھتے ہیں، بغداد کے ارکان سلطنت کی ایک جماعت اسی مذہب پر کاربند تھی۔

خیال کیا جاتا ہے کہ اس دین کی اصل یہ تھی کہ یہ لوگ دنیا کے مذاہب کی خوبیاں لے لیا کرتے تھے اور ان کی برائیوں سے قولاً اور عملاً علاحدگی اختیار کرتے تھے، اسی لئے انہیں صابئہ کہا گیا، یعنی خارج، چنانچہ یہ لوگ ہر مذہب کی جملہ اور تفصیلی کام سے نکل گئے اور صرف ان امور پر کاربند رہے جنہیں انہوں نے حق سمجھا (تفہیم القرآن ۳/ ۲۱۰، سیرت سرور عالم (حاشیہ از نعیم صدیقی و عبدالوکیل علوی) ۱/ ۵۹۹، ۶۰۰، تفسیر ماجدی ۱/ ۱۷۰)۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اس سلسلہ میں اپنی تحقیق یوں پیش کرتے ہیں: مینڈنیہ (Mandaean) مشرقی مذہبی فرقہ ہے جس کے عقائد و اعمال مسیحیوں، یہودیوں اور مشرکوں کے دین کا مخلوطہ ہیں، یہ لوگ جنوبی بابل یعنی واسطہ و بصرہ کے علاقہ میں خوزستان کے قریب آباد ہیں اور مقامی زبانیں یعنی عربی و فارسی بولتے ہیں، ان کے مذہبی نوشتے آرامی زبان میں ہیں جو بابل کے تالمود سے قوی مشابہت رکھتی ہے...... یہ اپنے کو دوسرے فرقوں کے سامنے صابی ہی کہتے ہیں (تفسیر ماجدی ۱/ ۱۷۰)۔

انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینتھکس (۸/ ۳۸۰-۳۹۲) میں اس فرقہ کی تاریخ عقائد وغیرہ پر مقالہ بڑی ہی شرح و بسط کے ساتھ ہے، ان کا دوسرا لقب مغتسلہ بھی لکھا ہے کہ یہ غسل اور بپتسمہ اور پانی میں غوطہ دینے کے بہت قائل ہیں ان کی تعداد قریب چار ہزار کے بیان کی ہے، نماز ان کے ہاں پانچ وقت کی فرض ہے، تین بار دن میں اور دو بار رات میں اور ان کا قبلہ قطب تارہ یا سمت شمال ہے، چیمبرسز انسائیکلوپیڈیا ایڈیشن ۷/ ۵۰ ۷ میں ان کی آبادی عراق میں چھ ہزار بیان کی گئی ہے (تفسیر ماجدی ۱/ ۱۷۰)۔

کیا صابئین اہل کتاب ہیں؟

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا صابئین اہل کتاب ہیں یا نہیں؟ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا بیان ہے کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں (احکام القرآن للجصاص ۲/ ۴۱۳)، علامہ آلوسیؒ صاحبین سے مزید تفصیل نقل کیا ہے: صابئین کے نام سے دو گروہ ہیں: ایک گروہ زبور پڑھتے ہیں اور فرشتوں کی پرستش کرتے ہیں، دوسرا گروہ کسی کتاب کا قائل نہیں، وہ ستاروں کو پوجتا ہے، پس یہ لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے (روح المعانی للآلوسی ۶/ ۹۶)۔

امام مجاہد اور حسن کا خیال ہے: مجوسیوں اور یہودیوں میں سے ایک گروہ ہے، ان کے ذبائح حلال نہیں اور نہ ہی ان کی عورتوں سے نکاح درست ہے (مفاتیح الغیب للرازی ۲/ ۱۴۷)، حضرات صحابہؓ میں سے حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے: ان کے ذبائح حلال نہیں ہیں اور ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کیا جا سکتا (الجامع لأحکام القرآن للقرطبی ۱/ ۲۹۵، البحر المحیط لأبی حیان ۱/ ۲۳۹)۔

امام ابو حنیفہؒ اور بعض دوسرے علماء امت کہتے ہیں: وہ اہل کتاب میں سے ایک جماعت ہے (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۴۱۳، جامع البیان عن تأویل آي القرآن للطبری ۱/ ۲۳۱)، حضرات صحابہؓ میں سے حضرت عمر بن خطابؓ سے ایسا ہی منقول ہے، ایک روایت کے D18

مطابق حضرت ابن عباسؓ نے ایسا ہی فرمایا ہے (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۷، تفسیر قرطبی ۱/ ۵۹۵، البحر المحیط لأبي الحیان ۱/ ۲۳۹، المغنی والشرح الکبیر ۷/ ۵۰۲، ۵۰۹)۔

امام نووی کا بیان ہے: صابئین عیسائیوں کا ایک گروہ ہے، پس اگر یہ لوگ یہود ونصاری کے اصل دین میں مخالفت کریں اور ان کی کتاب کے نصوص کی تاویل نہ کریں تو مجوسی کی طرح ان سے نکاح کا معاملہ درست نہیں ہوگا، اور اگر دین کے اصول کے بجائے فروع میں ان سے مخالفت کریں اور ان کی کتاب کے نصوص کی تاویل کریں، تو ان سے مناکحت درست ہے، یہی مذہب، اور جمہور نے اسی کو راجح قرار دیا ہے، اور اگر کسی گروہ کے بارے میں شک ہو کہ ان کی مخالفت اصول دین میں ہے یا فروع میں، تو ان لوگوں سے شادی بیاہ نہیں ہوگی (روضۃ الطالبین ۷/ ۱۳۹)۔

وہب بن منبہ اور مجاہد وغیرہ کہتے ہیں: یہ لوگ نہ ہی دین یہود ونصاری اور نہ ہی مجوسی ومشرکین کے مذہب پر تھے، حقیقت یہ ہے کہ ان کا کوئی مقرر دین نہیں تھا، یہ لوگ اپنی فطرت پر تھے (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۷)۔

امام ابوالحسن کرخی امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے قول کی توجیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جو صابئین اہل کتاب میں سے ہیں وہ مذہب عیسائیت کے پابند و متبع ہیں اور انجیل پڑھتے ہیں، جہاں وہ صابئین جو ستاروں کے پرستار ہیں اور حران علاقے میں رہتے ہیں وہ بالاتفاق اہل کتاب نہیں ہیں (أحکام القرآن للجصاص ۲/ ۴۱۳)۔

پچھلی تحریر سے واضح ہو گیا کہ صابئین کے دو گروہ ہیں، ایک موحد مومن حضرت یحیی علیہ السلام کے متبع یا حضرت ابراہیم علیہما السلام کے پیرو ہیں، یا عیسائیوں کا ایک گروہ ہے جو دین مسیح کے پیرو اور انجیل کے قاری ہیں، دوسرا گروہ بت پرست اور پرستار نجوم یا ان کا کوئی مذہب نہیں، پہلی قسم کے گروہ اہل کتاب ہیں اور دوسری قسم کے گروہ اہل کتاب نہیں ہیں، دیکھا جائے تو علماء سلف کے درمیان اختلاف الفاظ و تعبیر کا اختلاف ہے حقیقی واساسی اختلاف نہیں ہے۔

دور حاضر میں صابئین کا وجود:

حضور علیہ السلام کے زمانہ میں صابی فرقہ موجود تھا، کیونکہ قرآن نے دیگر اہل کتاب یہود ونصاری کے ساتھ اس فرقہ کا بھی ذکر کیا ہے، ارشاد باری ہے: "إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين" (بقرہ: ۶۲) (بے شک مسلمان اور وہ یہودی، نصاری اور صابی) اللہ تعالی نے صابئین کا عطف اہل کتاب کے دو گروہ یہود ونصاری پر کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ عہد رسالت میں یہ گروہ معروف تھا اور صحابہ کرامؓ اس گروہ سے اچھی طرح واقف تھے، ورنہ اس کا ذکر عبث ہوتا، معلوم ہوا کہ حضرت یحیی علیہ السلام کے زمانہ سے آپ علیہ السلام کے زمانہ تک موجود تھے، اقوال صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ صابئین کا ایک گروہ توحید پر قائم ائمہ مجتہدین کے دور تک رہا ہے، اس کے بعد ان میں توحید سے انحراف اور شرک و بت پرستی آ پڑی اور ان کی مذہبی حالت جہالت کے دبیز پردہ تلے دب کر رہ گئی، یہاں تک امام ابوبکر جصاص کا دور آتا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ جو لوگ صابئین کے نام سے اس وقت جانے جاتے ہیں، ان میں اہل کتاب کوئی نہیں ہے (احکام القرآن للجصاص ۲/ ۴۱۳)۔

مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں: " تاریخ ایران پر ایک مستند مستشرقین کی کتاب کا فرنچ سے اردو ترجمہ ابھی حال میں نکلا ہے (انجمن ترقی اردو دہلی) اس کے صفحہ ۷۴ پر فاضل مترجمہ شیخ محمد اقبال مرحوم پرنسپل اورینٹل کالج لاہور، لفظ مینڈین (Mandaean) پر حاشیہ دیتے ہیں: مینڈین بہ زبان آرامی بمعنی اولوالعلم- اس فرقہ کے لوگ عراق میں اب بھی موجود ہیں اور صابون کہلاتے ہیں، وہ لوگ اگرچہ

عیسائی نہیں ہیں، تاہم جان دی بپٹسٹ کو مانتے ہیں، عراق میں عوام الناس ان کو حضرت یحیی علیہ السلام کی امت کہتے ہیں'' (ایران بعہد ساسانیان)۔

مزید آگے لکھتے ہیں: ''مینڈنیہ (Mandaean) مشرقی مذہبی فرقہ ہے جس کے عقائد واعمال مسیحیوں، یہودیوں اور مشرکوں کے دین کا مخلوطہ ہیں، یہ لوگ جنوبی بابل یعنی واسطہ وبصرہ کے علاقہ میں خوزستان کے قریب آباد ہیں اور مقامی زبانیں یعنی عربی وفارسی بولتے ہیں، ان کے مذہبی نوشتے آرامی زبان میں ہیں جو بابل کے تالمود سے قوی مشابہت رکھتی ہے...... یہ اپنے کو دوسرے فرقوں کے سامنے صابی ہی کہتے ہیں (تفسیر ماجدی ۱/۱۷۰)۔

معلوم ہوا کہ دور حاضر میں صابئین کے نام سے لوگ عراق میں پائے جاتے ہیں، لیکن عقیدے اور اعمال کے اعتبار سے ان میں اب اہل کتاب نہیں ہیں۔

۳-موجودہ یہود ونصاری اہل کتاب ہیں؟

یہود ونصاری اہل کتاب کے بارے میں جو تفصیلات پیچھے گذر چکی ہے، کی روشنی میں موجودہ دور کے نام نہاد اہل کتاب خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی کا حکم معلوم کیا جاسکتا ہے، چنانچہ جو یہودی یا عیسائی اللہ کے وجود، وحی، نبوت، فرشتے اور آخرت میں جزا وسزا کو تسلیم نہ کرے وہ ہمارے مذہب اسلام کی نظر میں اہل کتاب میں سے نہیں ہے گو وہ اپنے آپ کو خاندانی اعتبار سے اہل کتاب کہتا ہو، اسی طرح یہود و نصاری میں سے وہ لوگ بھی اہل کتاب میں شمار نہیں ہوں گے جو صرف اللہ کے قائل ہوں، لیکن دیگر ایمانیات جیسے وحی ورسالت، ملائکہ اور آخرت میں جزا وسزا کو نہ تسلیم کرتے ہوں، ایسے لوگوں کے ساتھ نکاح وذبیحہ کے معاملہ میں اہل کتاب کا، جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔

ہاں ان میں سے وہ یہودی وعیسائی اہل کتاب میں شمار ہوں گے اور ان کے ساتھ نکاح وذبیحہ کے بارے میں اہل کتاب کا، جیسا معاملہ کیا جائے گا، جو اللہ کے وجود پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ نبوت، وحی، ملائکہ اور آخرت میں جزا وسزا کا عقیدہ رکھتے ہوں، گو وہ حضرت محمد ﷺ کی رسالت ونبوت کا انکار کرتے ہوں۔

۴-کیا باطل ادیان ومذاہب کے ماننے والے اہل کتاب ہیں؟

یہ لوگ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوں گے، کیونکہ قرآن نے لفظ ''اہل کتاب'' کا اطلاق دو جماعتوں، یعنی یہود ونصاری پر کیا ہے، ان دو کے علاوہ کسی اور کو اہل کتاب سے تعبیر نہیں کیا ہے، نہ ہی مسلمانوں کو، کفار ومشرکین کو اور نہ ہی کسی گمراہ فرقہ کو اہل کتاب کہا ہے، دلیل اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا'' (انعام: ۱۵۶) (کہیں تم لوگ کہتے کہ کتاب تو ہم سے پہلے کے دونوں گروہوں پر اتاری گئی)۔

اسی طرح قرآن نے صابئین کو یہود ونصاری پر عطف کرتے ہوئے اہل کتاب میں شمار کیا ہے، چنانچہ ارشاد الہی ہے: ''إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين'' (بقرہ: ۶۲) (بے شک مسلمان اور وہ یہودی، نصاری اور صابی)۔ معلوم ہوا کہ اہل کتاب یہود ونصاری اور صابئین ہیں، ان کے علاوہ دوسرے لوگ اہل کتاب نہیں ہیں۔

۵-کیا قادیانی اہل کتاب میں شمار ہوں گے؟

قادیانی مطلق اہل کتاب میں سے نہیں ہیں، خواہ وہ نسلی طور پر قادیانی ہوں یا خود اسلام سے مرتد ہوئے ہوں؛ بلکہ وہ باتفاق علماء امت کافر ہیں؛ کیونکہ وہ حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کے منکر ہیں، لہذا ان کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا اور ان سے نکاح کا معاملہ کرنا صحیح نہیں ہوگا۔

اہل کتاب کا ذبیحہ:

موجودہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت پر سب کا اتفاق ہے، اس میں اہل علم صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد کے علماء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا ہے، اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ وہ ذبیحہ پر اللہ کو چھوڑ کر حضرت عزیرؑ کا نام لے اگر وہ یہودی ہے، اور حضرت عیسیٰؑ کا نام لے اگر وہ عیسائی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: ایسی صورت میں ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا، یہی تابعی ربیعہؒ کا قول ہے، مستدل اللہ تعالی کا عمومی ارشاد ہے: "ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه" (انعام: ۱۲۱) (اور ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو)۔

جمہور علماء امت اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اہل کتاب یہود و نصاری کا ذبیحہ مطلق حلال ہوگا، خواہ وہ نسلی و خاندانی ہوں یا مذہب یہودیت وعیسائیت قبول کرنے والے ہوں، اسی طرح گرچہ وہ ذبیحہ پر حضرت عزیر علیہ السلام کا نام لیں اگر وہ یہودی ہیں، اور حضرت عیسیٰؑ کا نام لیں اگر وہ عیسائی ہیں، کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "طعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم" (مائدہ: ۵) (اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے)، آیت میں طعام کی تفسیر "ذبائح" سے کی گئی ہے، یہ تفسیر حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عبادہ بن صامتؓ سے منقول ہے، ایسا ہی مجاہد اور قتادہ نے کہا، یہی شعبی، عطاء اور امام شافعی کا قول ہے، احناف کا بھی راجح مذہب یہی ہے، جمہور علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اہل کتاب کے ذبائح کو حلال کیا ہے، جبکہ وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، اور نصاری حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، اور وہ عقیدہ تثلیث کا عقیدہ رکھتے ہیں (تفسیر طبری ۳/ ۲۵، احکام القرآن لابن العربی ۲/ ۴۳، تفسیر قرطبی ٦/ ۵۳، روح المعانی للآلوسی ٦/ ۹۷، المغنی لابن قدامہ ۱۱/ ۳٦، درمختار ورد المحتار ۴/ ۱۰۱)۔

٦- دور حاضر کے اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کا نکاح:

موجودہ دور میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کا مسئلہ دورخی بن چکا ہے، جہاں بعض دفعہ بعض فوائد حاصل ہوتے ہیں وہیں بعض مرتبہ بعض نقصانات بھی مرتب ہوتے ہیں، اور بعض اوقات نقصان ناتلافی حد تک پہنچ جاتا ہے، بہر حال اس وقت دو مسئلے زیر غور ہیں: اول اسلامی ملک میں اہل کتاب خواتین سے نکاح، دوسرا غیر مسلم مغربی ممالک میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کا حکم۔

مسلم ممالک میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کا حکم:

اوپر جو صورت حال ذکر کی گئی ہے، اس میں کتابیہ عورت خواہ یہودی ہو یا عیسائی سے مسلمان مرد کے لئے نکاح کرنا مکروہ ہوگا، اس لئے کہ کتابیہ عورت سے نکاح کا بنیادی مقصد آہستہ آہستہ مسلم ماحول سے متاثر ہو کر اسلام کی طرف مائل ہوگی اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ وہ بالآخر اسلام قبول کرلے گی، لیکن موجودہ دور میں بعض داخلی اور خارجی عوامل کی وجہ سے اس مقصد کا حصول دور کی بات رہی، معاملہ الٹا ہو جارہا ہے کہ مرد خود عورت کے مذہب کی طرف مائل ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے، مرد اس کے زلف کے اسیر کچھ اس طرح بن جارہا ہے اپنا سب کچھ لٹانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے، اگر وہ حاکم و والی یا فوجی کمانڈر رہے تو ملت کا سودا بھی کر بیٹھتا ہے، اور اسلام اور مسلمان کو ناتلافی نقصان پہنچا دیتا ہے، تاریخ میں ایک سے زائد بار ایسا ہو چکا ہے، جب مرد شوہر کا حال یہ ہے کہ تو اولاد کے بارے میں کہاں تک اطمینان حاصل ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے مذہب اسلام کے بارے میں فتنہ سے دوچار نہ ہوں، نیز بچے ماں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں تو تربیت کی پہلی منزل ہی میں ماں کے دین کی طرف رجحان کا پیدا ہونا کوئی مستبعد نہیں۔

عام حالات میں جمہور علماء نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا، اور اس حکم جواز میں حربی و ذمی کتابیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا، اور مرد اور بچوں کے اوپر کفر و شرک اور الحاد کے فتنہ سے حفاظت کے وقت مکروہ بھی قرار نہیں دیا، معلوم ہوا کہ کفر و شرک اور الحاد کے

فتنہ کا اندیشہ مرد پر یا اولاد پر ہو تو نکاح مکروہ ہوگا (احکام القرآن للجصاص ۲/۴۰۹، مفاتیح الغیب للرازی ۵/۵۷۶، تفسیر ابن کثیر ۲/۲۸، فتح القدیر ۳/۲۱۹، بدائع الصنائع ۳/۴۴۱-۴۴۲، درمختار ور دالمحتار ۴/۱۰۱، المدونۃ الکبری ۳/۲۱۵، المنہاج و مغنی المحتاج ۳/۱۸۷، المغنی لابن قدامہ ۷/۵۰۰، جامع البیان عن تأویل ای القرآن للطبری ۳/۲۸، تفسیر مظہری ۳/۴۱)، پس مذکورہ بالا صورتحال میں کتابیہ عورت سے نکاح کراہت سے خالی نہیں ہوگا۔

غیر مسلم ممالک میں کتابیہ عورت سے مسلمان مرد کے نکاح کا حکم:

مسلم ممالک سے مسلمان مرد غیر مسلم ممالک کا سفر مختلف مقاصد کے تحت کرتے ہیں، بعض لوگ تعلیم، بعض لوگ کاروبار، بعض لوگ سیاحت، بعض لوگ کمپنی، کالج اور اسکولوں میں ملازمت کی غرض سے سفر کرتے ہیں، اور بعض لوگ وہاں کی مساجد میں امامت اور دوسرے مقاصد کے لئے سفر کرتے ہیں، بہر حال جس مقصد کے لئے بھی سفر ہو، یا قیدی بنا کر لایا گیا ہو، یا وہاں پہنچنے کے بعد قید کرلیا گیا ہو، مجموعی اعتبار سے دو حالتیں ہوں گی، ایک اپنے اختیار سے سفر ہوا ہو اور اپنے اختیار سے وہاں رہنا ہو رہا ہو، دوسری حالت یہ ہے کہ بغیر اختیار و عرضی کے بغیر مسلم ممالک میں داخلہ ہوا ہو اور مجبوراً وہاں رہنا پڑ رہا ہو۔

پہلی حالت: غیر مسلم ممالک میں کسی مسلمان کا اپنے اختیار سے داخل ہونا:

کوئی مسلمان کسی غیر مسلم ممالک خاص طور پر غیر مسلم مغربی ممالک میں اپنے اختیار سے قدم رکھتا ہے، خواہ اس کی آمد کسی بھی غرض ہو، اور وہ یہاں مقیم بنتا ہے، اور یہاں عفت نفس اور گناہ کبیرہ سے بچنے کی غرض سے شادی کرنا چاہتا ہے، یا کسی اور مقصد کے حصول کے لئے شادی کا خواہاں ہوتا ہے، بہر حال جمہور علماء امت کے نزدیک اسلامی قانون کی رو سے اس کے لئے کتابیہ عورت سے نکاح کرنا درست ہے تاہم بہتر نہیں ہے، کیونکہ اس کے بچے جب پیدا ہوں گے تو کفر و شرک کے اقدار و اخلاق پر تربیت پائیں گے، اور ماں غیر مسلم ہونے کی وجہ سے بچے ماں کے دین کی طرف مائل ہو سکتے ہیں، اور ملک ماں کا ہے، یہاں ماں کا زور زیادہ چلے گا، اور باپ بعض اوقات بے بس نظر آئے گا (احکام القرآن للجصاص ۲/۴۱۱، تفسیر مظہری ۳/۴۱)۔

استحبابی پہلو سے غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلم نوجوان کے لئے درج ذیل مرحلہ وار احکام ہوں گے:

۱- مناسب یہ ہے کہ وہ صبر کرے اور روزہ رکھے اور کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کا اقدام نہ کرے۔

۲- اگر نفسانی شہوت کا غایت درجہ غلبہ ہو کہ اگر وہ شادی نہیں کرے گا تو زنا میں مبتلا ہو جائے گا، ایسی صورت میں وہاں مقیم مسلمان عورت کو تلاش کرے اور اس سے شادی کرلے، اگر وہاں کوئی مقیم مسلم عورت نہ مل سکے جس سے وہ شادی کر سکے، اگر اپنے ملک واپس آنا ممکن ہو، تو واپس آجائے، اور یہاں مسلمان عورت سے شادی کرلے اور اپنے ساتھ لے کر چلا جائے، اور جب تک وہاں رہنا ہوگا شریک حیات کے ساتھ رہے۔

۳- اگر مسلمان عورت سے شادی کے لئے اپنے ملک واپس آکر اور شادی کر کے دوبارہ واپس جانا ممکن نہ ہو، تو وہیں، یعنی غیر مسلک ملک ہی میں کسی کتابیہ عورت سے شادی کرلے۔

۴- غیر مسلم ملک میں شادی کرنے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ایسی کتابیہ عورت کو تلاش کرے جس کا میلان اسلام کی طرف ہو اور اسلام قبول کرنے کی امید ہو۔

۵- اگر بیوی کتابیہ عورت ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس سے عزل کیا جائے، اگر وہ اسلام قول کرلے یا کسی مسلمان عورت سے نکاح کیا ہے تو

بہتر عزل نہ کرنا ہے (ملخص از المفصل في أحكام المرأة وبيت المسلم في الشريعة الإسلامية از دکتور عبدالکریم زیدان ۷ / ۲۲-۲۳)۔

یہ تفصیلات اس غیر اسلامی ملک کے بارے میں ہے جو دار الحرب، یا غیر مسلم جمہوری ملک ہے تولیکن مسلمانوں کے حق میں عملا دار الحرب کا جیسا ہے، جیسے فرانس، اور برما وغیرہ۔ اور اگر ہندوستان اور اس جیسے جمہور ممالک ہوں جن میں مسلمانوں کو تمام مذہبی حقوق حاصل ہیں، اور اپنے مذہب پر عمل کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے، تو یہ ممالک فقہ کی اصطلاح میں دار الامن والمعاہدہ ہے، اس طرح کے ملکوں میں مسلم ملک سے آئے ہوئے نوجوان مسلم کے لئے کتابیہ عورت سے شادی کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ مسلم عورتیں بہت ہیں، جس سے چاہے اپنی پسند سے کرسکتا ہے۔

دوسری حالت: مسلم قیدی کی شادی غیر اسلامی ملکوں میں:

جب مسلمان کسی غیر مسلم ملک میں قیدی کی حیثیت سے ہو، اس ملک سے اس کے لئے اپنی مرضی واختیار سے نکلنا ممکن نہ ہو، تو اس کے لئے اس حالت میں وہاں کسی کتابیہ یا مسلم عورت سے شادی کرنا درست نہیں، کیونکہ اس کا مستقبل شب تاریک ہے، اس کا انجام مجہول ہے، اگر بالفرض وہ شادی کرلے تو فتنہ وفساد برپا ہوگا، اس طور پر کہ وہ اپنی بیوی کی پوری نگرانی اور اس کی عصمت کی حفاظت نہیں کرسکے گا، اور کوئی مستبعد نہیں ہے کہ اس کی بیوی کے غلط تعلقات دوسرے مرد کے ساتھ قائم ہوجائیں؛ کیونکہ وہ تو قید خانہ میں رہے گا اور اس کی بیوی باہر رہے گی، نیز اس کی نومولود بچے کی تعلیم وتربیت غیر اسلامی طرز پر ہوگی، اسی وجہ سے امام احمد بن حنبل اور امام زہری نے دشمنوں کے ہاتھ میں مسلم قیدی کے لئے شادی کرنے کو حلال قرار نہیں دیا ہے (المغنی لابن قدامہ ۸ / ۴۵۶)۔

مغربی ممالک میں دعوتی نقطہ نظر سے کتابیہ سے شادی:

مغربی ممالک میں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے جواز اور عدم جواز کا مسئلہ نہیں ہے، کیونکہ جمہور علماء امت کے نزدیک نکاح درست ہے، البتہ دینی مفاد ومصلحت کے پیش نظر مکروہ قرار دیتے ہیں، دینی مصلحت یہ ہے کہ چونکہ مغربی فکر کا غلبہ ہے اور دینی حمیت کمیاب ہے، تو ہوسکتا ہے مسلم شوہر کتابیہ عورت کی محبت میں گرفتار ہوکر اس کی خواہش کی تکمیل میں اس کے دین کی طرف مائل ہوجائے، نیز اس سے ہونے والی اولاد کو کفر وشرک کے اخلاق اپنانے کی طرف دھکیلنا لازم آئے گا، اور بعض اوقات کفر وشرک پر بھی مجبور کیا جاسکتا ہے، اگر ان تمام خطرات کا اندیشہ نہ ہو اور کتابیہ عورت جس سے مسلمان شادی کرنا چاہتا ہے، اس کا اسلام کی طرف قوی میلان ہو اور اسلام قبول کرنے کی بڑی امید ہو محض وہم وخیال نہ ہو کہ ہوسکتا ہے کہ اسلام قبول کرلے۔

اس کے اسلام قبول کرنے کی بڑی امید کا مطلب یہ ہے کہ اس سے اس کی حسن سیرت اور حیاء ٹپکتی ہو، اسلام اور مسلمانوں کی تعریف میں رطب اللسان ہو، عام اسلامی محفلوں اور محاضرہ میں شریک ہوتی ہو اور اسلامی کتابوں اور مجلّات کا مطالعہ کرتی ہو (المفصل فی أحكام النساء ۷ / ۲۳)۔

۷- برادران وطن کے اوتار اور ان کی مذہبی کتابوں کا حکم:

اصولی طور پر کسی کتاب کے الہامی وآسمانی ہونے اور کسی شخصیت کے پیغمبر ورسول ہونے کے لئے ضروری ہے اس کی صراحت قرآن وحدیث دونوں میں یا کم از کم کسی ایک میں ہو اور جس کے بارے میں کوئی صراحت نہ ہو تو ہم توقف اختیار کریں گے، نہ ہی اس کی تصدیق کریں گے اور نہ ہی تکذیب اس اصول کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ برادران وطن کی مذہبی کتابیں ویدوں کے الہامی وآسمانی ہونے کی نہ تصدیق کرسکتے ہیں اور نہ ہی تکذیب، کیونکہ ہمارے قرآن وحدیث دونوں میں اور نہ ہی کسی ایک میں اس کا ذکر ہے، اسی طرح ان کے اوتار کے

پیغمبر ورسول ہونے کی ہم تصدیق نہیں کرسکتے اور نہ ہی تکذیب، اس لئے کہ قرآن یا حدیث یا دونوں میں برادران وطن کے اوتار کے نبی ورسول ہونے کا تذکرہ نہیں ہے۔

۸- غیروں کے ادارے میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کے داخلہ لینے کا حکم:

ایک طرف جہاں عیسائی اسکولوں سے فارغ ہونے والے مسلم طلبہ الحاد و دہریت کا شکار ہو رہے ہیں تو دوسری طرف ہندو فرقہ پرست اور شر پسند عناصر لوگوں کے اسکولوں میں سوریہ نمسکار (سورج کی پرستش)، یوگا (جو کہ سوریہ نمسکار اور خصوصی اشلوک یعنی منتروں کے بغیر ناممکن) اور وندے ماترم (مادر وطن کو معبود بنانا) مسلم طلبہ کے لئے بھی لزوم یا اختیاری کیا جا رہا ہے، جو ہمارے مذہب اسلام کے بالکل مغائر ہے، مذکورہ بالا حقائق کی بنا پر ہمارا شرعی فریضہ ہے کہ ہم اپنے نونہالوں کو ایسے تعلیمی اداروں میں شریک نہ کرائیں جہاں اسلام مخالف تہذیب اپنائی گئی ہو بلکہ حق بات یہ ہے کہ از روئے شرع شریک کرانا درست نہیں ہوگا، کیونکہ ہمارا دینی فریضہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو اور اپنے نونہالوں کو حق کے راستہ پر قائم رکھیں اور باطل عقیدہ سے محفوظ رکھیں، اس لئے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا: "**يا أيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا**" (تحریم:٦) اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو ہم اپنی سرپرستی کا حق ادا کرنے والوں میں سے نہیں ہوں گے، اور اللہ تعالی کے حضور میں قیامت کے دن جوابدہ ہوں گے۔

نیز چونکہ پانچ بنیادی مقاصد شریعت میں سے پہلا اور سب سے مقدم مقصد شرع "حفظ دین" ہے، جب ایسے تعلیمی اداروں میں بچوں کا دین وایمان اور بنیادی عقائد محفوظ نہیں رہ سکتے تو ان میں شریک کرانا کیسے درست ہوسکتا؟

ہمارے مذہب اسلام کا اصول یہ ہے کہ جو کام شرعاً ناجائز ہو تو جہاں اس ناجائز کام کا کرنا بذات خود ناجائز وگناہ ہے، وہیں کسی اور سے کرنے کے لئے کہنا، یا اس کو اس کام کے کرنے پر آمادہ کرنا اور کرنے والے کی تائید وحوصلہ افزائی کرنا شرعاً درست نہیں ہوگا، "**ماحرم فعله حرم طلبه**" (الأشباہ والنظائر لابن نجیم المصری ۱/۱۵۵)، اسی بات کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا: "**ولا تعاونوا على الاثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب**" (مائدہ:۲) (گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہیں کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والے ہیں)۔

غور وفکر کا مقام ہے کہ آدمی کی تعلیم کا بنیادی مقصد معرفت الہی ہے اور جو تعلیم بندے کو اس کے بنیادی مقصد سے پھیر دے تو وہ ہامان وفرعون کے کالج کی تعلیم ہوگی، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: "**إنما يخشى الله من عباده العلماء**" (فاطر:۲۸)۔ یہاں علماء سے مراد دینی مدارس سے فارغ ہونے والے فضلاء نہیں ہیں، بلکہ یہ عام ہے، اور ایسے لوگ مراد ہیں جن کے اندر علوم سے اللہ کی معرفت پیدا ہو، لہذا اسلام کے نزدیک ایسے علوم کا حاصل کرنا جائز وپسندیدہ ہوگا اور ان کی تعلیم وتعلم درست ہوگا جن سے اللہ کی معرفت پیدا ہو اور اس میں اضافہ ہوتا ہوا چلا جائے، اور ایسے علوم کی تحصیل اور ان کا پڑھنا پڑھانا ناجائز وممنوع ہوگا جو اللہ کی معرفت سے روکے اور برگشتہ کردے، تعلق مع اللہ سے بیزاری پیدا کرے، اللہ سے قریب کرنے کے بجائے دور کرے، اللہ کی خوشنودی دلانے کی جگہ ناراضگی لائے، اللہ کے محبوب بندہ بنانے کے بجائے مبغوض بندہ بنادے اور اللہ کے مطیع وفرمانبردار بندہ بنانے کی جگہ باغی وسرکش بنادے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جو صورتحال سوال میں ذکر ہے، ان حالات میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینا اور کرانا شرعاً جائز نہیں ہے، لہذا مسلمانوں کے لئے اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنا اور ان میں داخلہ کی ترغیب دینا درست نہیں ہوگا، اسی طرح اس طرح کے اسکولوں سے مسلمان اجتناب کریں اور متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر توجہ دیں۔

ب-کتابیہ بیوی کے حقوق اوراس کو طلاق دینے کا حکم:

اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے تو اس کے حقوق وہی ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں؛ کیونکہ بیوی کے حقوق واجب ہونے کی علت زوجیت ہے نہ کہ بیوی کا مسلمان ہونا، اور زوجیت میں مسلمان بیوی اور کتابیہ بیوی دونوں برابر ہیں("لاشتراكهما في الزوجية"(مغنی المحتاج ٣/١٨٨، نیز دیکھئے: المبسوط ٥/٢١٨، المغنی لابن قدامہ ٧/٣١)، قرآن نے جہاں بیوں کے حقوق بیان کئے ہیں وہاں مسلمان اور کتابیہ کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے، فرمایا:"ولهن مثل الذي عليهن بالمعروف وللرجال عليهن درجة"(بقرہ:٢٢٨)(اور جیسے عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، ایسے ہی مردوں پر عورتوں کے حقوق بھی ہیں، ہاں؛ البتہ مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ فضیلت حاصل ہے)، نیز اللہ تعالی نے بدکردار، بدزبان اور بدخلق بیوی کے تذکرہ کے بعد بیویوں کے ساتھ حسن سلوک اور خوش معاشرت کا حکم دیا، اور آگے ایک ساتھ رہنے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا کہ بیویوں میں خامیاں تلاش کرنے اور ان میں ناپسندیدہ عادتوں کو ڈھونڈنے اور ان پر نظر رکھنے کے بجائے ان میں کوئی اچھی عادت تلاش کرو جو تمہیں بھائے، کے پیش نظر ان کے ساتھ زندگی بسر کرو، تو کتابیہ بیوی کے ساتھ زندگی بسر کرنے کی ترغیب بدرجہ اولی ہوگا، اور قرآن نے جو بیویوں کے ساتھ حسن معاشرت کا حکم دیا ہے، اس حکم میں مسلمان اور کتابیہ بیوی کے درمیان فرق نہیں کیا ہے، ارشاد ربانی ہے:"وعاشروهن بالمعروف، فإن كرهتموهن فعسى أن تكرهوا شيئا ويجعل الله فيه خيرا كثيرا"(نساء:١٩)(اور ان کے ساتھ اچھی طرح گذر بسر کرو، اگر وہ تم کو نہیں بھاتی ہیں، تو ہوسکتا ہے کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو اور اللہ نے اسی میں بہت سی خوبیاں رکھی ہوں)، لہذا اہل کتاب خاتون سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دے دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔

اور قرآن نے معروف طریقہ سے معاشرتی زندگی کا حکم دیا ہے، اس سے مراد کے بارے میں مفسرین نے بہت کچھ لکھا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی خواہ مسلمان عورت ہو یا کتابیہ خاتون، اس کے ساتھ حسن اخلاق اور خوش کلامی سے پیش آیا جائے، خوش لباس و پوشاک، مناسب وضع قطع اور اچھی ہیئت کے ساتھ اس کے ساتھ گذر بسر کیا جائے، اس کا مہر ادا کیا جائے، اس کے نان ونفقہ کا پورا خیال رکھا جائے، بدکلامی سے پیش نہ آیا جائے، اس سے گفتگو میں سخت لب ولہجہ اختیار نہ کیا جائے، جہاں ناحق جسمانی مار پیٹ سے احتراز کیا جائے وہیں الفاظ وجملے کے مار سے دل نہ دکھایا جائے، ہر وقت غصہ سے بات نہ کی جائے، منہ بگاڑ کر بات نہ کی جائے، اور ہر وقت غصہ والا مزاج بنا کر نہ رکھا جائے، اس کے ساتھ بے تکلف فری ہو کر بات کی جائے اور زندگی گذاری جائے، ایک مسلمان شوہر اپنے کردار وگفتار سے اپنی بیوی، خواہ وہ مسلمان ہو یا کتابیہ کے سامنے یہ تاثر نہ دے کہ وہ کسی اور خاتون کو اپنے دل میں بسائے ہوئے ہے، بلکہ اس کے ساتھ اس طرح محبت وپیار سے پیش آئے کہ اس کے دل میں یہ احساس پیدا ہو کہ میرا شوہر مجھ سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے اور مجھے پوری دنیا سے زیادہ چاہتا ہے، غرضیکہ اس کے ساتھ ایسا حسن معاشرت ہو کہ وہ شوہر کے دل میں اپنی اپنائیت محسوس کرے اور اس کو خوب احساس ہو کہ میرا شوہر سچا وفادار ہے(أحكام القرآن للجصاص ٢/١٠٩، تفسیر زمخشری ١/٤٩٠، تفسیر رازی ١٠/١٢، تفسیر قرطبی ٥/٩٧، تفسیر ابن کثیر ١/٤٦٦)۔

کیا اہل کتاب خاتون مسلمان شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہے؟

امام مالکؒ نے فرمایا: مسلمان مرد کے لئے جائز نہیں ہے کہ اپنی عیسائی بیوی کو خنزیر کے گوشت کھانے سے روکے، شراب پینے سے باز رکھے، اور کنائس (چرچ) جانے نہ دے،"قال مالك: ليس للرجل أن يمنع امرأته النصرانية من أكل الخنزير وشرب الخمر والذهاب إلى الكنائس إذا كانت نصرانية"(المدونۃ الکبری ٢/٢١٦)۔

امام مالکؒ کے اس قول سے مستفاد ہوتا ہے کہ اہل کتاب خواتین اپنے شوہروں کے گھروں میں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہیں، شوہروں کے لئے ان کو اپنے مذہب پر عمل کرنے اور مذہبی مراسم پر عمل پیرا ہونے سے نہیں روک سکتے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاوی تاتارخانیہ میں تجرید کے حوالہ سے لکھا ہے: نصرانی عورت مسلمان مرد کی زوجیت میں ہو، تو وہ عیسائی بیوی اپنے مسلمان شوہر کے گھر میں صلیب نصب نہیں کرے گی، البتہ گھر میں جس طرح چاہے نماز پڑھ سکتی ہے، "وفي التجريد: قال في النصرانية تحت المسلم لا تنصب في بيته صليبا، وتصلي في بيته حيث شاء ت" (فتاوی تاتارخانیہ ۱۸/۲۹۸)۔

فقہ حنفی کے جزئیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزیں یہود ونصاری کے مذہبی شعائر کی حیثیت رکھتی ہوں وہ گھر میں رکھنے کی اجازت نہیں ہوگی، جیسے صلیب، حضرت مریم علیہ السلام وعیسی علیہ السلام کی مورتیاں، بقیہ دوسرا مذہبی مراسم برتنے کی اجازت ہوگی۔

ج-عیسائی ہاسپٹل اور مالی ادارے سے مسلمانوں کے لئے استفادہ کا حکم:

مشہور مقاصد شریعت پانچ ہیں: حفظ دین، حفظ نفس، حفظ عقل، حفظ نسل، حفظ مال اور حفظ دین کا درجہ سب سے بلند ہے اور تعارض کے وقت حفظ دین کو سب پر ترجیح وتقدیم حاصل ہے (نظریۃ المقاصد عند الإمام الشاطبی رص ۵۶، ۵۸، ۵۹)۔

حفظ دین کی خاطر جہاد مشروع ہوا، جس میں انسان کی جانیں جاتی ہیں، لہذا اس اصولی گفتگو کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے عیسائی ہاسپٹل اور مالی اداروں میں خدمت کرنا اوران کی خدمات سے استفادہ کرنا درست نہیں ہوگا، تا کہ ان کا ایمان محفوظ رہے، اس لئے کہ ان کے ادارے میں خدمت انجام دینے یا استفادہ کرنے سے مقصد حفظ نفس ہے، اور حفظ نفس سے زیادہ اہمیت حفظ دین کی ہے، جس کے لئے جانیں قربان کرنا جائز ہی نہیں بلکہ بعض اوقات فرض ہوجاتا ہے۔

اجتماعی طور پر مسلمانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ایسے ادارے قائم کریں جہاں سے مسلمانوں کو غیر سودی قرض مل سکے، اسی طرح ہاسپٹل قائم کریں جہاں مسلمانوں کو مفت میں علاج میسر ہوسکے، اس طریقے سے اپنے دین وایمان کی حفاظت بآسانی کرسکیں گے۔

☆☆☆

فرقہ باطلہ کا تعارف اور اہل کتاب کے احکام

مفتی سید باقر ارشد بنگلوری☆

۱-اہل کتاب کی تعریف:

”احکام القرآن للجصاص“میں ہے؛**قوله تعالیٰ ”من الذین أوتوا الکتاب“ فإن أهل الکتاب من الکفار هم الیهود و النصاریٰ لقوله تعالیٰ :” أن تقولوا إنما أُنزِلَ الکتابُ علیٰ طائفتینِ من قَبلِنَا“**(الانعام:۱۵۶،احکام القرآن للجصاص،۱۱۸/۳)۔

احناف کے نزدیک اہل کتاب”کسی بھی آسمانی کتاب پر ایمان رکھنے والوں کو کہا جاتا ہے“۔یعنی یہ لفظ اہل کتاب اس قوم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس کا کسی بھی آسمانی کتاب پر ایمان رکھنا متحقق اور ثابت ہو۔چنانچہ قرآن سے پہلے نازل شدہ کتب سماویہ توریت وانجیل پر جو قومیں ایمان رکھتی ہیں،ان کو قرآن نے اہل کتاب سے پکارا۔یہودی جو توریت پر ایمان رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ کو اللہ کا نبی اور حضرت عزیزؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے،اور نصاریٰ ،یعنی عیسائی الہامی کتاب انجیل کو مانتے اور حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔رسول اکرم ﷺ کے دور مبارک میں جو یہودی وعیسائی آباد تھے،وہ توریت وانجیل پر ایمان رکھتے تھے،گو وہ کتب اس وقت تک محرف ہو چکی تھیں،مگر اس کے باوجود وہ خدا کے منکر نہیں تھے۔

مگر آج اس دور میں جو عیسائی یا یہودی قومیں آباد ہیں اور اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتی ہیں،وہ اپنے آباء واجداد کے عقیدہ کو چھوڑ چکی ہیں،اور ان میں سے اکثر محض نام کے یہودی یا نام کے عیسائی ہیں جب کہ وہ خدا کے وجود کے منکر،رسالت ونبوت کے منکر،وحی کا انکار کرتے ہیں،قیامت،دوزخ،جنت،حساب وکتاب ان تمام عقائد کے منکر ہیں۔ان پر اہل کتاب کے احکام جاری نہیں ہوسکتے،بلکہ وہ کفار و مشرکین کے زمرے میں آتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے ساتھ بہ نسبت مشرکین وکفار کے خصوصی رعایت کا معاملہ فرمایا اور ان کی خواتین سے نکاح کو جائز قرار دیا اور ان کے ذبیحہ کو حلال (تفصیل کے لئے دیکھئے قاموس الفقہ،مولانا خالد سیف اللہ رحمانی،جلد دوم،ص ۲۵۵)۔

اہل کتاب کے تحقق کے سلسلہ میں دو اقوال منقول ہیں؛ایک جمہور اور دوسرے احناف،چنانچہ جمہور کے نزدیک یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہا جاتا ہے،اور احناف کے ہاں اہل کتاب ہر اس شخص یا قوم کو کہا جاتا ہے جو کسی نبی پر ایمان رکھتا ہے اور کسی بھی آسمانی کتاب کو مانتا ہے۔جیسے یہود ونصاریٰ کے ساتھ ساتھ صحف ابراہیمؑ،صحف شیثؑ،صحف موسیٰؑ وغیرہ پر ایمان رکھنے والے بھی بقول احناف اہل کتاب کو شامل ہیں۔

چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ میں لکھا ہے:”**ذهب الجمهور الفقهاء الیٰ أنّ (اهل الکتاب) هم: الیهود و النصاریٰ بفرقهم**

☆ سرپرست”المفتی ریسرچ،اسٹڈی سرکل اینڈ پبلیکیشنز“،چن پٹن،بنگلور۔

المختلفة۔ و توسّع الحنفية فقالوا: إن أهل الكتاب هم؛ كل من يؤمن بنبيّ و يقرّ بكتاب، ويشمل اليهود و النصاریٰ، ومن آمن بزبور داؤد، و صحف إبراهيم و شيث، و ذلک؛ لأنهم يعتقدون ديناً سماوياً منزلاً بكتاب۔ و استدل الجمهور بقوله تعالیٰ :" أن تقولوا إنما أُنزِلَ الكتابُ علیٰ طائفتينِ من قَبلِنَا"،قالوا: ولأن تلک الصحف كانت مواعظ و امثالاً لأحكام فيها، فلم يثبت لها حكم الكتب المشتملة علیٰ الأحكام۔ و السّامرة من اليهود، وإن كانوا يخالفونهم فی كثير الأحكام"......(الموسوعۃ الفقہیۃ ج۷ر ص ۱۴۰)۔

(جمہور کا قول ہے کہ یہود ونصاریٰ اوران کے تمام فرقے اہل کتاب کہلائے جاتے ہیں۔اوراحناف کے ہاں اہل کتاب ہروہ شخص ہے جوکسی نبی پر ایمان رکھے اور کسی کتاب الٰہی کو مانے ،اوراس میں یہود ونصاریٰ اور حضرت داؤد کی زبور اور حضرت ابرہیم وشیثؑ کے صحائف پر ایمان لانے والے داخل ہیں،اس لئے کہ یہ لوگ آسمانی دین کوجس کے ساتھ کتاب نازل ہوئی ، مانتے ہیں۔جمہور کی دلیل یہ فرمان باری ہے: "أن تقولوا إنما أُنزِلَ الكتابُ علیٰ طائفتينِ من قَبلِنَا"......(سورۃ الانعام/ ۱۵۶)(اوراس لئے بھی کہ کہیں تم یہ نہ کہنے لگتے کہ کتاب تو بس ان دوگروہوں پر اتاری گئی جوہم سے پہلے تھے)۔اورانہوں نے کہا:اوراس لئے کہ ان صحائف میں مواعظ وامثال تھیں،احکام نہ تھے،لہٰذا ان کاحکم ان کتابوں کا سانہیں جن میں احکام تھے)۔

سامرہ یہودیوں میں سے ہیں اگرچہ اکثر احکام میں ان سے اختلاف رکھتے ہیں(موسوعۃ فقہیۃ (اردوترجمہ ومطبوعہ اسلامک فقہ اکیڈمی،انڈیا ج۷ر ص ۲۰۲)۔

یہودی وعیسائی یا نصرانی اصل میں بنی اسرائیل میں سے ہیں،اور پہلے پہل صرف بنی اسرائیل نام ہی معروف ومشہور تھا،یہود یا یہودی اور یہودی مذہب کا نام تیسری صدی قبل مسیح سے معروف ہوا۔اور یہودا اصل میں یہوذ تھا جوحضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹا" یہوذا" کے نام سے منسوب ہے۔یہودا اسی کی نسل وخاندان کوکہا جاتا ہے جودین موسیٰ علیہ السلام پر قائم تھا۔یہوذ چلتے چلتے یہود پڑ گیااوراسی نام سے آج قوم آباد ہےاور مذہب بھی اسی نام سے موجود ہے۔بنی اسرائیل یا یہودی قوم میں اللہ تعالیٰ کئی پیغمبروں کوان کی ہدایت کے لئے بھیجا،چنانچہ سب سے زیادہ نبی اسی یہودی قوم میں بھیجے گئے۔حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا گیا ،چنانچہ یعقوب علیہ السلام ، حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام،حضرت داؤد علیہ السلام،حضرت سلیمان علیہ السلام،حضرت عزیز علیہ السلام،حضرت عیسیٰ علیہ السلام،وغیرہ وغیرہ

یہودی ویہودیت کی طرح عیسائیت یا عیسائی کا نام بھی بعد کے زمانے کی پیداوار ہے۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی قوم میں بھیجے گئے،چنانچہ آپ علیہ السلام کے لائے ہوئے مذہب کوآپ ہی کے نام سے منسوب کرکے" عیسائیت" کہا جانے لگااوراس مذہب کو ماننے والے کو" عیسائی" کہا جانے لگا۔

چنانچہ اہل کتاب سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں،یعنی وہ حضرات جوتوریت یا انجیل کو ماننے والے ہیں۔

"المغنی"میں ہے: وأهل الكتاب الذين هٰذا، حكمهم هم أهل التوراة والأنجيل قال الله تعالیٰ (أن تقولوا انما أُنزِلَ الكتابُ علیٰ طائفتينِ من قَبلِنَا) فأهل التوراة اليهود والسامرة و أهل الإنجيل النصاریٰ ومن وافقهم فی أصل دينهم من الأفرنج والأرمن وغيرهم......(المغنی مع الشرح الکبیر ۷/ ۵۰۱،۱۰/ ۵۶۸)۔

و قال الدكتور وهبة الزحيلی فی الفقه الاسلامی و ادلته:الكتابية هی التی تؤمن بدين سماوی، كاليهودية و النصرانية۔ و أهل الكتاب: هم أهل التوراة و الانجيل، لقوله تعالیٰ: (أن تقولوا انما أُنزِلَ الكتابُ علیٰ طائفتينِ من قَبلِنَا)۔......(الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/ ۱۵۲)۔

۲-صابئین سے مراد کون لوگ ہیں؟

صابی،جمع الصابئۃ یا صابئین ہے،صابی کے معنی نکلنے کے آتے ہیں،چنانچہ کہا جاتا ہے " صبا فلان یصبأ"۔اگر کوئی ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو اس کو صابی کہا جاتا ہے۔(والصابی ؛من خرج من دین الیٰ دین)(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۱۸/۲۶)۔اور عرب تارا نکلنے پر کہتے ہیں " صبأت النجوم "(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۱۸/۲۶)۔

صابئین کا ذکر قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کے ساتھ کیا ہے: "إنّ الذین آمنوا والذین ھادوا والنصاریٰ و الصابئین ......الخ"(سورۃ البقرۃ/۶۲)۔

جہاں تک صابئین کی تعریف و تعارف ہے،اس سلسلہ میں علماء کبار و فقہاء اسلام نے مختلف تعبیرات پیش کی ہیں۔:علامہ راغب الاصفہانی نے صابئین کے حضرت نوحؑ کے دین پر ہونے کا قول نقل کیا ہے،چنانچہ"المفردات"میں لکھا ہے کہ:" والصابئون قوم کانوا علیٰ دین نوحٍ، و قیل لکل خارج من الدین الیٰ دین آخر صابی، من قولھم صبأ نابُ البعیر إذا طلع" ......(المفردات فی غریب القرآن،۲۷۴)۔

اور"الموسوعۃ الفقہیۃ"میں لکھا ہے؛" وقد اختلف العلماء فی تعریف الصابئۃ علیٰ أقوال ھی؛ أنھم کانوا علیٰ دین نوحؑ، نقلہ الراغب فی مفرداتہ"(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۱۸/۲۶)۔

اسی طرح ابن منظورؒ نے اللیث سے نقل کیا ہے؛ کہ ان کا دین نصاریٰ کے دین کے مشابہ تھا،لیکن وہ جنوب کو اپنا قبلہ بناتے تھے،اور دین نوح پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے،جبکہ وہ اس میں کاذب تھے۔" ونقل ابن منظور عن اللیث؛ ھم قوم یشبہ دینھم دین النصاریٰ وإلا أن قبلتم نحو مھب الجنوب ، یزعمون أنھم علیٰ دین نوحؑ وھم کاذبون، و نقل قریباً من القرطبی عن الخلیل ......"(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۱۸/۲۶)۔

السدیؒ واسحاق بن راہویہؒ اور امام اعظم ابوحنیفۃؒ کا قول ہے کہ یہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے کیونکہ وہ زبور کی تلاوت کیا کرتے ہیں۔
"وقال السدی و اسحاق بن راھویۃ: ھم طائفۃ من أھل الکتاب؛ لأنھم یقرؤون الزبور، وبہ قال أبوحنیفۃ"(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۱۸/۲۶)۔

صابئین نصاریٰ کا ایک فرقہ ہے،اس فرقہ کو"یوحنّاسیّۃ" کہا جاتا ہے،اسی فرقہ کے تعلق سے امام ابوحنیفۃؒ نے اہل کتاب میں سے ہونے کا حکم لگایا ہے،چنانچہ احکام القرآن میں ہے:" والنصاریٰ تسمیھم یوحنّاسیّۃ، فھذہ الفرقۃ یجعلھا أبو حنیفۃ رحمہ اللہ من أھل الکتاب و یبیح أکل ذبائحھم و مناکحۃ نسائھم۔وفرقۃ أخری قد تسمّت بالصابئین، وھم الحرّانیون الذین بناحیۃ حرّان، وھم عبدۃ الأوثان و لا ینتمون إلیٰ أحد من الأنبیاء ولا ینتحلون شیئا من کتب اللہ، فھؤلاء لیسوا أھل الکتاب ۔ ولا خلاف أن ھذہ النحلۃ لا تُؤکل ذبائحھم ولا تُنکح نساؤھم، فمذھب أبی حنیفۃ فی جعلہ الصابئین من أھل الکتاب محمول علیٰ مرادہ الفرقۃ الأولیٰ۔ و أما أبویوسف و محمد فقالا: " إن الصابئین لیسوا أھل الکتاب" ......الخ (احکام القرآن للجصاص،مطلب فی الصابئین وفی بعض فرق النصاریٰ،۱۱۸/۳-۱۱۹)۔

مجاہد اور حسن بصری نیز ابن ابی نجیحؒ کہتے ہیں کہ ان کا مذہب یہودیت و مجوسیت کا مرکب تھا،" قال مجاھد و الحسن و ابن أبی نجیح : ھم قوم ترکب دینھم بین الیھودیۃ و المجوسیۃ"......(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۱۸/۲۶)۔

اسی طرح سعید بن جبیرؒ کہتے ہیں کہ وہ نصاریٰ ومجوسی کے مابین جماعت ہے، " **وقال سعید بن جبیر : هم قوم بین النصاریٰ و المجوس**"(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۶/۲۱۸)۔

قتادۃؒ اور حسن بصریؒ کا ایک قول ہے کہ وہ ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں، قبلہ رخ ہوکر نماز ادا کرتے ہیں، اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں، پنج وقتہ نماز پڑھتے ہیں،"**وقال الحسن ایضاً و قتادة: هم قوم یعبدون الملائکة، یصلون إلیٰ القبلة، و یقرؤون الزبور، و یصلون الخمس**"......(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۶/۲۱۸)۔

قرطبیؒ نے بعض حضرات سے نقل کیا کہ وہ تھے تو موحّد ہی لیکن ستاروں کو کائنات میں مؤثر اور متصرف باور کرتے تھے،" **ونقل القرطبی أنهم موحّدون یعتقدون تأثیر النجوم**"......(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۶/۲۱۸)۔

کچھ لوگوں نے کہا کہ وہ لا الہ الا اللہ پر تو ایمان رکھتے تھے مگر نہ عمل صالح کا تصور رکھتے ، نہ کسی کتاب کو مانتے تھے اور نہ ہی کسی نبی پر اعتقاد رکھتے تھے،" **وقیل : إنهم قوم کانوا یقولون ؛ لاإله إلا الله ، ولیس لهم عمل ولا کتاب ولا نبی** " ......(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۶/۲۱۸)۔

صاحبینؒ کہتے ہیں کہ وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں، کیونکہ وہ ستارون کی پرستش کرتے ہیں، اور ستاروں کی پرستش گویا کہ اوثان کی پرستش کرنا ہے،" **وقال صاحبان من الحنفیة: إنهم کانوا لیسوا من أهل الکتاب ،لأنهم یعبدون الکوکب، و عابد الکوکب کعابد الوثن**"......(الموسوعۃ الفقہیۃ،ای بک ۲۶/۲۱۸)۔

دراصل صابئین دو طبقے تھے، ایک وہ جو ایک خدا کا، نبوت و رسالت کا اور کتاب سماوی کا اعتقاد رکھتا تھا اور ایک وہ جو خدا کا منکر تھا، نبوت اور رسالت کا، کسی کتاب سماوی کا منکر تھا، بلکہ سورج کا پرستار تھا، چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں؛ امام کرخیؒ کا خیال ہے کہ ان کا ایک فرقہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا اور زبور کی تلاوت کرتا تھا، امام ابوحنیفہؒ نے اپنی رائے میں اسی کو پیش نظر رکھا ہے اور ایک فرقہ نبوت و وحی کا منکر اور سورج کا پرستار تھا، امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ نے اسی کے پیش نظر اپنی رائے دی ہے(قاموس الفقہ، جلد چہارم، ۲۱۴ بحوالہ الخانیۃ علیٰ ہامش الہندیۃ، ۳/۳۶۸)۔

''احکام القرآن للجصاص''میں لکھا ہے کہ؛"**والصابئون فریقان، أحدهما عبدة الأوثان و الآخر لا یعبدون الأوثان و لکنهم مشرکون فی وجوه أخر،......الخ**"(احکام القرآن للجصاص، مطلب فی الصابئین وفی بعض فرق النصاری، ۳/۱۱۹)۔

ان تمام عبارات واقوال فقہاء سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صابئین میں سے کچھ اہل کتاب ہی کے اعتقادات رکھا کرتے تھے اور کچھ کفار، ملحدین ومشرکین کے اعتقادات کے حامل تھے۔ مگر اکثر فقہاء نے ان کے متضاد ومختلف فیہ اعتقادات کی وجہ سے ان پر اہل کتاب کے احکام کا ترتب نہیں کیا ہے، چنانچہ امام شافعیؒ، مالکیہ اور امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ نے ان کے ذبیحہ کو حلال قرار نہیں دیا ہے(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو؛ شرح المہذب ۹/۷۷، الشرح الصغیر ۱/۱۵۴، فتاویٰ الہندیۃ ۳/۳۶۸)۔

صابئہ کے سلسلہ میں جو اختلاف ہوا ہے وہ ان کے مختلف فیہ اعتقادات سے پیدا شدہ اشتباہ کی وجہ سے ہے، چنانچہ جنہوں نے صابئہ کا کواکب وستاروں کی پرستش کرنے کا اعتبار کیا انہوں نے ان کو اہل کتاب یا یہود ونصاریٰ میں شامل نہیں کیا، اور ان سے نکاح جائز قرار نہیں دیا۔ اور جنہوں نے ان کے نصاریٰ کی طرح کتاب پر ایمان رکھنے کا اعتبار کیا انہوں نے انہیں اہل کتاب ونصاریٰ ہی کے ایک فرقہ میں شامل کیا، اور ان سے نکاح جائز قرار دیا۔ اور احناف کا مذہب اس سلسلہ میں یہ ہے کہ ان صابئہ عورتوں سے نکاح درست ہے جو نبی پر ایمان رکھتی اور

الہامی کتاب کی تلاوت کرتی ہیں، اور جو ستاروں کی پرستش کرتی ہیں اور کسی کتاب پر عقیدہ نہیں رکھتیں تو ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔

وفی الفقہ الاسلامی و ادلتہ؛"السامرة : طائفة من اليهود،و الصابئة : طائفة من النصارىٰ...... قال أبو حنيفة و الحنابلة: انهم أهل الكتاب، فيجوز للمسلم الزواج بالصابئات؛ لأن الصابئة قوم يؤمنون بكتاب، فإنهم يقرؤون الزبور، ولا يعبدون الكواكب، ولكن يعظمونها كتعظيم المسلمين الكعبة فى الاستقبال اليها ، ولكنهم يخالفون غيرهم من أهل الكتاب فى بعض دياناتهم، و ذا لا يمنع الزواج كاليهود مع النصارىٰ۔قال الصاحبان: لا يجوز الزواج بهن؛ لأن الصابئة قوم يعبدون الكواكب وعابد الكواكب كعابد الوثن، فلا يجوز للمسلمين مناكحتهم۔وقيل ؛ ليس هٰذا باختلاف فى الحقيقة، وإنما الاختلاف لاشتباه مذهبهم، لذا من اعتبر الصابئة من عبدة الاوثان؛ وهم الذين يعبدون الكواكب، حرم مناكحتهم، ومن فهم أن مناكحتهم حلال، فهم أن لهم كتاباً يؤمنون به......وهٰذاهو ما قرره القدورى فى الكتاب، وهو حجة لدى الحنفية، فقال: يجوز تزوج الصابئيات إذا كانوا يومنون بنبى و يقرون بكتاب، وإن كانوا يعبدون الكواكب،و لا كتاب لهم، لم يجز مناكحتهم"﴿اللباب: ۲/۷﴾(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۱۵٦/۸)۔

احقر کی رائے وہی احناف کا قول ہے کہ صابئہ میں سے اہل کتاب وہ ہیں جو نبی پر اعتقاد رکھتے ہیں اور کسی الہامی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اور ان صابئہ کا اہل کتاب میں شمار نہیں، بلکہ وہ کفار وملحدین کو شامل ہیں جو نبی کا اعتقاد نہیں رکھتے اور کسی الہامی کتاب کی تلاوت نہیں کرتے۔

کیا صابئین کا گروہ ابھی بھی پایا جاتا ہے؟

عصر حاضر میں صابئین کا گروہ موجود نہیں ہے، عہد رسول اکرم ﷺ سے پہلے اور پھر آپ کے وصال کے بعد بھی کئی دہائیوں تک یہ گروہ اپنے مختلف فیہ اور متضاد اعتقادات کے ساتھ موجود تھا۔ پھر یہ ختم ہو گیا۔ اب اس نام سے ان کا کوئی وجود نہیں ہے۔

چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں؛ اور سلف الصالحین کے اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے آنے کے بعد بھی ایک، ڈیڑھ سو سال تک یہ مذہب پایا جاتا تھا اور مختلف علاقوں میں شاید الگ الگ ٹکڑیوں میں اس کے ماننے والے آباد تھے اور ان میں خاصا اعتقادی اختلاف بھی پایا جاتا تھا......(قاموس الفقہ، جلد چہارم، ۲۱۵)۔

۳-ایک خدا کے وجود کے منکر کیا یہود ونصاریٰ میں شمار ہیں؟

اصل میں یہود ونصاریٰ کی جو قومیں نزول قرآن سے پہلے آباد تھیں یا کم از کم رسول اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں موجود تھیں، وہ ایک خدا کے وجود کی قائل تھیں، انہی اختلاف تھا تو نبوت اور کتب سماوی کے سلسلہ میں تھا، نصاریٰ حضرت عیسیٰ کو اور یہود حضرت عزیز، حضرت موسیٰ کو مانتے تھے، حضرت محمد رسول اکرم ﷺ کی نبوت سے ان کو انکار تھا۔ اسی طرح یہودی توریت اور عیسائی انجیل کو مانتے اور ان کی تلاوت کیا کرتے تھے، ان کو قرآن کریم سے انکار تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے توحید کا عقیدہ رکھنے، نیز آسمانی والہامی کتاب کو ماننے کی وجہ سے "اہل کتاب" کا نام دیا اور بعض احکام میں ان سے رعایت برتی۔

اب اہل کتاب میں اس طبقے یا مذہب کو شامل کیا جا سکتا ہے جو ایک خدا کا منکر نہ ہو اور کسی مصدقہ آسمانی کتاب اور نبی ورسول کا اقرار کرتا ہو۔ اس کے علاوہ جو ایک خدا کے عقیدہ کا انکار کرتے ہوں ان کو اہل کتاب میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

سورۃ التوبۃ کی آیت " فأقتلوا المشركين حيث وجدتموهم " کے ذیل میں کلام کرتے ہوئے ابوبکر الجصاص کہتے ہیں؛قال

أبوبکر: قوله تعالیٰ " فأقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم " یقتضی قتل سائر المشرکین، فمن الناس من یقول؛ ان عمومه مقصور علیٰ عبدة الأوثان دون أهل الکتاب و المجوس، لان الله تعالیٰ قد فرق فی اللفظ بین المشرکین و بین أهل الکتاب و المجوس بقوله تعالیٰ: " إن الذین آمنوا هادوا و الصابئین و النصاری و المجوس والذین أشرکوا"(الحج،۱۷) فعطف بالمشرکین علیٰ هذه الأصناف، فدل ذلک علیٰ أن اطلاق هذا اللفظ یختص بعبدة الأوثان و إن کان الجمیع من النصاری و المجوس و الصابئین مشرکین؛ و ذلک؛ لأن النصاری قد اشرکت بعبادة الله عبادة المسیح و المجوس مشرکون من حیث جعلوا لله ندّا مغالباً، والصابئون فریقان، أحدهما عبدة الأوثان و الآخر لا یعبدون الأوثان، و لکنهم مشرکون فی وجوه أخر،......الخ"(احکام القرآن للجصاص ۱۱۹/۳)۔

اس عبارت سے یہ معلوم پڑتا ہے کہ جوشرک کرتے ہیں، اہل کتاب کی مراعات حاصل نہیں کرسکتے حتیٰ کہ یہود و نصاریٰ ہی کیوں نہ ہوں اگر انہوں نے بھی ایک خدا کے وجود کا انکار کیا تو وہ بھی مشرکوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔"فدل ذلک علیٰ أن اطلاق هذا اللفظ ......الخ'' کی عبارت بتاتی ہے کہ اوثان کی پرستش مشرک کی علامت ہے، اگر نصاریٰ نے اللہ کی عبادت میں مسیح کی عبادت کو شریک کیا تو وہ بھی مشرک ہیں؛ اہل کتاب نہیں۔

جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجوس کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہے۔ ابن عابدین'' حاشیۃ ردالمختار'' میں لکھتے ہیں:" و ذهب الجمهور من الفقهاء ،و منهم الأئمة الأربعة إلیٰ أنهم لیسوا من أهل الکتاب، فلا تحل نساؤهم للمسلمین...... (ردالمختار:۱۳۶/۴)۔

المغنی لابن قدامہ میں ہے:''فأهل الکتاب الیهود و النصاریٰ و من دان بدینهم کالسامرة یدینون بالتوراة و یعلمون بشریعة موسیٰ علیه السلام و إنما خالفوهم فی فروع دینهم و فرق النصاری من الیعقوبیة و النسطوریة و الملکیة و الفرنجة و للروم والارمن وغیرهم ممن دان بالإنجیل و انتسب إلیٰ عیسیٰ علیه السلام و العمل بشریعته، فکلهم من أهل الإنجیل و من عدا هؤلاء من الکفار فلیس من أهل الکتاب بدلیل قول الله تعالیٰ(أن تقولوا انما أُنزِلَ الکتابُ علیٰ طائفتینِ من قَبلِنَا)......"(المغنی مع الشرح الکبیر ۵۶۸/۱۰)۔

معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ جن کو اہل کتاب کہا گیا ہے وہ ایک خدا کے وجود کے قائل تھے۔ اب وہ قوم یا وہ فرد جو ایک خدا کے وجود کا منکر ہے اس کو یہود و نصاریٰ میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اہل کتاب میں، بلکہ اس کا شمار کفار میں ہوگا۔

یہود و نصاریٰ میں خدا کے منکر کیا اہل کتاب کے حکم میں ہیں:

عہدِ نبوی ﷺ میں جو یہودی و عیسائی آباد تھے وہ ایک خدا کے منکر نہیں تھے، اپنے بعض باطل اعتقادات کے باوجود وہ ایک خدا کے قائل تھے، نبوت و رسالت کے حامی تھے، آسمانی کتاب کو مانتے اور تلاوت کرتے تھے، ملائکہ پر ایمان رکھتے تھے، آخرت، قیامت، حشر ونشر، حساب وکتاب، جرم ونیکی، سزا و جزا کے قائل تھے۔ حضرت محمد رسول اکرم ﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کے منزل من اللہ ہونے کے وہ قائل نہیں تھے۔

لیکن آج کل جو اپنے آپ کو یہود و نصاریٰ کہتے ہیں وہ ہوسکتا ہے کہ ان یہود و نصاریٰ کی نسل سے ہوں لیکن اعتقادات ان کے بالکل الگ ہونے کی وجہ سے ان پر اہل کتاب کے احکام کا ترتب نہیں ہوتا۔ حضرت محمد رسول اکرم ﷺ کی نبوت اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے کا

انکار تو کرتے ہی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ نہ ایک خدا کے قائل ہیں اور نہ ہی ان کے یہاں نبوت، وحی، حشر ونشر، حساب وکتاب، جرم ونیکی، سزا وجزا، جنت ودوزخ، مابعد الموت حیات کا تصور موجود ہے۔ وہ ان تمام اعتقادات کا انکار کرتے ہیں۔ لہٰذا ان کو اہل کتاب کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ نہ ان سے نکاح جائز ہے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال۔

جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجوس کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہے، کیونکہ وہ موحد نہیں مشرک ہیں، البتہ عقائد میں وہ یہود و نصاریٰ سے مطابقت رکھتے ہیں۔ " **و ذهب الجمهور من الفقهاء، و منهم الأئمة الأربعة إلیٰ أنهم ليسوا من أهل الكتاب، فلا تحل نساؤهم للمسلمين......**" (رد المحتار ۴/ ۱۳۶)۔ اس سے یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ فی زمانہ جو یہود ونصاریٰ ہیں جن کے عقائد تبدیل ہوچکے ہیں؛ وہ مجوس کی طرح ہیں اور ان پر مجوس کے احکام کا ترتب ہوتا ہے نہ کہ اہل کتاب کا۔

مغنی کی عبارت ہے:" **فأهل الكتاب اليهود و النصاریٰ و من دان بدينهم كالسامرة يدينون بالتوراة و يعلمون بشريعة موسیٰ عليه السلام، و إنما خالفوهم فی فروع دينهم، و فرق النصاری من اليعقوبية و النسطورية و الملكية و الفرنجة و للروم والأرمن وغيرهم ممن دان بالإنجيل و انتسب الیٰ عيسیٰ عليه السلام و العمل بشريعته فكلهم من أهل الانجيل و من عدا هؤلاء من الكفار فليس من أهل الكتاب بدليل قول الله تعالیٰ(أن تقولوا انما أُنزِلَ الكتابُ علیٰ طائفتينِ من قَبلِنَا)......**" (المغنی مع الشرح الکبیر ۱۰/ ۵۶۸)۔

معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ جن کو اہل کتاب کہا گیا ہے وہ ایک خدا کے وجود کے قائل تھے۔ یعنی یہود ونصاریٰ کو اہل کتاب کہے جانے کی وجہ ان کا الہامی کتاب اور نبی ورسول کے عقیدے کا حامل ہونا ہے۔ اب جب کوئی ایک خدا کے وجود کا منکر ہے، الہامی کتاب و نبی ورسول کے عقیدے کا حامل نہیں ہے تو چہ جائیکہ وہ خود کو یہودی یا نصرانی ہی کہتے ہوں اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

لیکن اگر کوئی یہودی یا نصرانی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ اس کے اعتقادات؛ وہی ہیں جو عہد نبوی کے اہل کتاب کے تھے، یعنی ایک خدا کا وہ قائل ہے نبوت ووحی کا بھی اقرار کرتا ہے تو پھر اس کا شمار اہل کتاب میں ہوگا اور اس پر اہل کتاب کے احکام مرتب ہونگے۔

ایسی کوئی یہودی یا نصرانی خاتون ہے جو اس بات کا اقرار کرتی ہو کہ ایک خدا کا وجود ہے، نبوت، وحی، قیامت، آخرت، حساب و کتاب، حشر ونشر، جنت ودوزخ، جرم ونیکی، سزا وجزا کی قائل ہو، اگر چہ حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور قرآن کے منزل من اللہ ہونے کی منکر، ایسی عورت کا شمار اہل کتاب میں ہوگا اور اس پر اہل کتاب کے احکام مرتب ہوں گے اور اس سے نکاح جائز ہوگا (الفقہ الاسلامی و ادلتہ؛ ۷/ ۱۵۲، رد المحتار علی الدر المختار ۴/ ۱۳۴)۔

"**وأعلم أن من اعتقد ديناً سماوياً وله كتاب منزل كصحف ابراهيم و شيث و زبور داؤد فهو من أهل الكتاب فتجوزمناكحتهم و أكل ذبائحهم..................اذا اعتقدوا أن المسيح إله و ان عزيزاً اله ....أنه يجوز الاكل و التزوج......**" (رد المحتار شرح الدر المختار ۴/ ۱۳۴)۔

"**وقد أجمع العلماء علیٰ اباحة الزواج بالكتابيات، لقوله تعالیٰ : ﴿اليوم أحل لكم الطيبات، وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم، و طعامكم حل لهم ، و المحصنات من المؤمنات ، والمحصنات من الذٰن أوتوا الكتاب من قبلكم﴾ و المراد بالمحصنات فی الآية: العفائف، و يقصد ها حمل الناس علیٰ التزوج بالعفائف، لما فيه من تحقيق الود و الألفة بين الزوجين، و إشاعة السكون و الاطمئنان......**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۱۵۳)۔

۴-شریعت محمدی ﷺ کے بعد وجود میں آنے والے فرق:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: إن الدين عندالله الإسلام وما اختلف الذين أوتوا الكتاب إلا من بعد ما جاء هم العلم بغيا بينهم و من يكفر بايات الله فإن الله سريع الحساب......" (سورۃ آل عمران:۱۹)، یعنی اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہے۔ ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:"اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الإسلام دينا"......(سورۃ المائدۃ؛۳)(یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اتمام نعمت کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا)۔

ایک موقع پر رسول اکرم ﷺ کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا گیا: ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين......(سورۃ الاحزاب:۴۰)(محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور انبیاء کے خاتم ہیں)۔

غار حرا میں پہلی وحی، پہلے پیغام رب العالمین "اقراء بأسم ربک الذی خلق" (سورۃ العلق؛۱) کے ساتھ ہی آخری شریعت، حتمی دین، خاتم الادیان "اسلام"، خاتم الکتب والصحائف "القرآن" اور خاتم النبیین "محمد رسول اللہ" کا اعلان عام ہو گیا۔ اب کسی کو یہ گنجائش نہیں کہ اس دین سے اعراض کر کے کسی دوسرے دین پر چلے، محمد رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کو چھوڑ کسی اور شریعت یا طریقہ کو اختیار کرے، محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے اللہ کے آخری واکمل واتم کلام "قرآن" سے گریز کرتے ہوئے کسی دوسرے انسانی کلام کے الہامی ہونے کا عقیدہ رکھے اور اس کی تلاوت کرے۔ رسول اکرم ﷺ کا لایا ہوا دین خاتم الادیان ہے، پہلے کے تمام سماوی ادیان کو منسوخ کر دیا ہے، آپ پر نازل کردہ کتاب "القرآن" ناسخ ہے اور اس کی تنزیل نے پچھلی تمام الہامی وآسمانی کتب وصحائف کو منسوخ کر دیا ہے۔

اب دور نبوی، عہدِ رسالت کے بعد کسی بھی طرح کا کوئی مذہب جو اس سے سرے سے مؤانحراف کرتا ہو یا جزوی اختلاف رکھتا ہو؛ قابلِ قبول نہیں ہے۔ اب اس بات کی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن (ودیگر آسمانی کتب) کے علاوہ کسی اور کتاب کو الہامی کتاب کا درجہ دیں، اور حضرت محمد ﷺ کے علاوہ کسی اور کو خدا کا اوتار، خدا کا فرستادہ مانیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ فرماتے ہیں کہ ختم نبوت یعنی ذات محمد ﷺ پر ہر قسم کی نبوت کا ختم ہو جانا امت کا اجماعی عقیدہ ہے اور جو اجراء نبوت کا اب بھی قائل ہے، اہل تحقیق نے تصریح کر دی ہے کہ وہ اجماع امت سے زندیق، بلکہ مرتد ہے......(تفسیر ماجدی)۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لانبی بعدی......"(الحدیث)(یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں)۔

اب اگر کوئی رسول اکرم حضرت محمد ﷺ کے اس دنیا سے رحلت کر جانے کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا اگر کوئی فرد یا جماعت کسی اور کو نبی مانتا ہے یا محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں شریک مانتا ہے تو ایسی صورت میں وہ زندیق ہے، مرتد ہے، کفار میں اس کا شمار ہے۔

کمافی شرح فقہ اکبر: "دعوى النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالإجماع"......(شرح فقہ اکبر ۲۰۲)۔

بابی اور بہائی مذہب کا حکم:

بابی مذہب کا بانی سید علی محمد اور لقب "باب اللہ" تھا، اسی لقب کی وجہ سے اس کے مذہب کا نام بابیہ ہوا۔ ۱۸۴۱ء میں باب نے ایک نئے دین کی بنیاد رکھی، باب نے پیغمبری کا دعویٰ کیا، اس نے اپنے ماننے والوں کو نئی شریعت دی۔ پھر یہی مذہب باب کے مرنے کے بعد بہائی مذہب بن گیا اور یہ بہاء اللہ کی نسبت سے بہائیہ کہلایا، باب کی طرح بہاء نے بھی نبی ورسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور انہی عقائد کا پرچار کیا جن کو باب نے اپنے دور میں بابیہ کے نام سے کیا تھا۔ یعنی بابیہ اور بہائیہ یہ دونوں ایک ہی مذہب ہیں، ایک دوسرے کے عقائد بھی قریب قریب وہی ہیں۔ بابیہ کی شروعات 1844ء میں ایران سے ہوئی، پہلے یہ مذہب بابیہ کے نام سے مشہور ہوا پھر باب کے بعد یہ بہائیہ مذہب بن گیا۔ D19

البابية أو البهائيةفرقة ضالة كافرة انبثقت من الشيعة الاثنیٰ عشرية (الرافضة)......(*الموجز فی الادیان والمذاھب المعاصرۃ لناصر القفاری و ناصر العقل،ص 156*،)......فهی حركة، نبعث من المذهب الشيعی الشيخی سنة ۱۲۶۰ھ م 1844ء تحت رعاية الاستعمار الروسی و اليهودية العالمية والاستعمار الانجليزی بهدف افساد العقيدة الاسلاميةو تفكيک وحدة المسلمين وصرفهم عن قضاياهم الأساسية......(*الموسوعۃ المیسر ۃ*)...... وموطنها الاول ايران و سميت بالبابية نسبة لأول زعيم لها و الذی لقب نفسه بالباب و سميت بالبهائية نسبة لزعيمها الثانی والذی لقب نفسه بهاء الله. وقد ادعی كل من الباب و البهاء النبوة و الرسالة ثم زعم كل واحد منهما ان الله قد حل فيه تعالیٰ الله عما يقولون علواً كبيرا'' ......(*الموجز فی الأدیان والمذاھب المعاصرۃ لناصر القفاری و ناصر العقل،ص 156*)......(*موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام ۹/۴۳۶،موبائیل ایپلی کیشن ''المکتبۃ الشاملۃ''*)۔

''*موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام*'' *میں بابیہ کے عقائد کی تفصیل میں لکھا ہے*:أولا: عقيدة البابية: قد اسفرت الديانة البابية عن إنكار القيامة و ماجاء فی وصفها فی القرآن الكريم و زعم أنها قيام الروح الإلهية فی مظهر بشری جديد، وأن البعث هوالإيمان بألوهية هذا المظهر، و عن لقاء الله يوم القيامة،بأنه لقاء الباب؛ لأنه هو الله،و عن الجنة بأنها الفرح الذی يجده الشخص عند ما يؤمن بالباب و عن الناربأنها الحرمان من معرفة الله فی تجلياته فی مظاهره البشرية، و زعم أنه البرزخ المذكور فی القرآن، لأنه كان بين موسیٰ و عيسیٰ، كما أنه خرج عن تعاليم الإمامية الأثنی عشرة حول مفهوم الرجعة: حيث بينها بأنها رجوع الصفات الإلهية و تجليهامع آثارها فی مظهر جديد للحقيقة الإلهية ......(*فرق معاصرۃ لغالب عواجی 2/655*)۔

آگے لکھا ہے:'' و من خبال زعيمهم الاول دعواه فی تفسيره لسورة يوسف أنه أفضل من رسول الله ﷺ و علل هذا الكلام بما لا يفهمه، إلا من يفهم لغة المبرسمين إذا قال: (لان مقامه (الباب) مقام النقطة و مقام النبی ﷺ مقام (الف). وقال: (كما أن محمدا من عيسیٰ فكتابه (البيان) أفضل من القرآن). : وقال : (ان امر الله فی حقی أعجب من أمر محمد رسول الله من قبل لو كنتم تتفكرون)......*رسائل الاصلاح لمحمد الخضر حسین*،2/190......(*موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام۔الدرر السنیۃ،۹/ ۶۳ ۴،موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ*)۔

اس عبارت سے پتہ چلا کہ باب نے ایک تو خدائی کا دعویٰ کیا اور دوسری طرف نبوت کے ساتھ ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ سے افضل ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔

بابیہ کا ایک اورعقیدہ ہے کہ باب کی لائی ہوئی شریعت ناسخ ہے اور قرآن کا بدل،قرآن کا ناسخ اس کی کتاب البیان ہے۔ چنانچہ ''موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام'' میں لکھا ہے کہ: ولما كان الباب يزعم انه جاء ناسخا، فإنه ولابد و أن يضمن كتابه (البيان) بديلا عن الإسلام فی عباداته و شرائعه و غير ذلک و هٰكذا سولت له نفسه،فمن تشريعاته أنه نسخ الصلاة بصلاة جديدة تصلی عند الزوال و يقول فی ذلک : (رفع عنكم الصلوات كلهن إلا من زوال تسعة عشر ركعة واحدا واحدا بقيام و قنوت و قعود لكم لعلكم يوم القيامة بين يدی تقومون ثم تسجدون ثم تقنتون و تقعدون)(١)۔ ثم نسخ صلاة الجماعة و أباح الحضور الیٰ المساجد و الجلوس علی كراسی فقال: أنتم بالجماعة لا تصلون و لكنكم

تحضرون المساجد، و أنتم علیٰ الکرسی بما یحبه الله تذکرون و توعظون(۲)......(عقیدۃ ختم النبوۃ بالنبوۃ المحمدیۃ لأحمد بن سعد الغامدی،ص۲۱۰ (موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام۔الدرر السنیۃ ،۹/ ۶۳ ۴،موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ)۔

باب نے پنج وقتہ نمازوں،نمازِ جمعہ کو،نیز باجماعت نماز کومنسوخ کردیا اورغسل جنابت کوغیرواجب قرار دیا۔نیز اس فرقہ کا قبلہ کعبۃ اللہ نہیں، بلکہ شیراز کا وہ گھر ہے جس میں باب کی ولادت ہوئی، وہ نماز اسی گھر کی طرف رخ کرکے ادا کرتے ہیں، زندگی میں ایک بار حج فرض ہے اور وہ حج اسی شیراز میں موجود باب کے گھر کی زیارت کو کہتے ہیں۔ان کا رمضان انیس دن کا ہوتا ہے، اور انیس روزے ان پر واجب ہیں، روزہ کا وقت شروق شمس سے اس کے غروب تک ہے۔روزہ کے مہینہ کو وہ شھر العلاء کہتے ہیں۔

کمافی الموسوعۃ الفرق المنتسبۃ: الغی الصلوات الخمس و صلاۃ الجمعۃ و صلاۃ الجماعۃ الا فی الجنازۃ، و قرر أن الطھر من الجنابۃ غیر واجب، وإن القبلۃ ھی البیت الذی ولد فیه بشیراز ،و مکان سجنه و البیوت التی عاش فیھا ھو و اتباعه، وھی نفس الأماکن التی فرض علیٰ اتباعه الحج إلیھا، و أما الصوم فھو تسعۃ عشر یوماً، یصوم الشخص فیه من شروق الشمس الیٰ غروبھا......فرق معاصرۃ لغالب عواجی،2/655......

فقد أمر بصیام تسعۃ عشر یوما من کل سنۃ وھو عندھم شھر و یسمیه شھر العلاء یقول فی ذلک ، ثم الثامن من بعد العشر انتم فی کل حول شھر العلاء لتصومون و قبل أن یکمل المرء احدی عشرۃ سنۃ من حین ما ینعقد نطفته أن یریدون أن حین الزوال لیصومون(۳)......(عقیدۃ ختم النبوۃ بالنبوۃ المحمدیۃ لأحمد بن سعد الغامدی،ص۲۱۰ (موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام۔الدرر السنیۃ ،۹/ ۶۴ ۴،موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ)۔

ان کے علاوہ اور بھی ان کے ایسے عقائد ہیں جو عام اسلامی عقائد سے ہٹ کر ہیں جن کی تفصیل ”موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام ،مجموعۃ من الباحثین باشراف الشیخ علوی بن عبدالقادر السقاف،الباب الثالث عشر؛ الباطنیۃ و فرقھا، الفصل التاسع: البابیۃ و البھائیۃ، المبحث الرابع: عقائد البابیۃ و البھائیۃ، المطلب الاول :اھم عقائد البابیۃ......“(موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ“) میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

چنانچہ ان کے یہ تمام عقائد عقائد اہل سنت والجماعت سے ہٹ کر ہیں، اور ان عقائد سے بابیہ جماعت پر کفر وشرک، نیز اللہ اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور تنقیص ثابت ہوتی ہے کہ ایک طرف یہ خدائی کا دعوی دار ہے تو دوسری طرف نبوت اور فضیلت علی النبی ﷺ کا دعوی دار، نیز قیامت، حشر ونشر، حساب وکتاب کا بھی یہ فرقہ منکر ہے، اور تو اور یہ قرآن کو منسوخ قرار دے کر اپنی کتاب البیان کو ناسخ قرار دیتا ہے، اعمال صالحہ وعبادات کا بھی یہ منکر ہے، انہی گمراہ وضال عقائد کی وجہ سے یہ فرقہ زندیق ومرتد ہے اور کھلے کفر کا مرتکب ہے، لہٰذا اس کو اہل کتاب میں شمار کرنا تو بہت دور کی بات ہے، اس کا تصور بھی دینی اور شرعی لحاظ سے حرم عظیم ہے۔

کمافی شرح فقہ اکبر:”دعوی النبوۃ بعد نبینا ﷺ کفر بالإجماع“......(شرح فقہ اکبر،ص۲۰۲)۔

بہائی مذہب کا حکم:

بہائی مذہب ایک رسول اکرم ﷺ کے بعد وجود میں آنے والا مذہب ہے جو سراسر گمراہی وضلالت پر مبنی ہے۔اس کا بانی مرزا حسین علی بہاء ہے جس کا تعلق مازندان، ایران کے ایک گاؤں سے ہے۔چنانچہ بہائی مذہب ایک الگ ہی مذہب ہے اس کا تعلق کہیں سے بھی نہ تو اسلام سے ہوتا ہے اور نہ ہی اہل کتاب کے اعتقادات سے جڑتا ہے۔

بابیہ مذہب ہی کی یہ دوسری کڑی بہائیہ مذہب ہے۔فرق باطنیہ میں سے ایک یہ فرقہ عقائد کے اعتبار سے خبیث فرقہ ہے جو اسلامی عقائد اور اسلامی تہذیب وتشخص کو ختم کرنے کے لئے بنایا گیا ہے۔ چونکہ بابیہ مذہب کے حکم میں تفصیلاً اس کی تعریف اور عقائد کا ذکر کر دیا گیا ہے یہاں بہائیہ کے حکم کے سلسلہ میں دوبارہ تکرار یا تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ بہائیہ اور بابیہ دونوں ایک ہی مذہب ہے۔

چنانچہ موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام میں لکھا ہے: ”**البهائية إحدى الفرق الباطنية الخبيثة التى حاولت هدم الإسلام واخراج اهله منه باساليب و طرق شتى قديماً و حديثاً......... والواقع ان البابية و البهائية و الشيخية و الرشتيةحلقات متصلة بعضها با لبعض الأخر و تعتبر الشيخة و الرشتية هما النواة الأولىٰ للبابية، كما تعتبر البابية هى الدرجة الأولىٰ للبهائية.....**“(فرق معاصرۃ لغالب عواجی 2/643)......(موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام ۹/ ۴۳۷)۔

گگن کے مذاہب عالم نمبر میں لکھا ہے کہ: دین بہائی میں کل تین نمازیں ہیں، تین میں سے کسی ایک کا پڑھنا فرض ہے۔ پہلی نماز جو دن رات میں کسی بھی وقت میں پڑھی جاسکتی ہے ”بڑی نماز“ کہلاتی ہے، دوسری نماز درمیانی نماز ہے جو تین مختلف اوقات (صبح دوپہر شام) میں سے کسی ایک وقت پڑھی جاسکتی ہے، تیسری نماز کو چھوٹی نماز کہا جاتا ہے وہ چاشت کے وقت سے غروب آفتاب کے وقت تک ادا کی جاسکتی ہے۔ نماز سے پہلے ہاتھ منہ کا دھونا ضروری ہے جس کو وہ وضو کہتے ہیں اور اس کی دعا بھی پڑھی جاتی ہے۔ نماز بہاء اللہ کی قبر (واقع حیفۂ اسرائیل) کی طرف منہ کر کے پڑھی جاتی ہے جو بہائیوں کا قبلہ ہے، نماز ستر برس بعد معاف ہے۔ بہائی کا رمضان ۱۹ دن کا ہوتا ہے جو بہائی سال کا آخری ماہ ”شہر العلاء“ ہوتا ہے۔ مقام حج بیت مبارک بہاء اللہ بغداد میں اور بیت مبارک باب اللہ شیراز میں ہیں، زندگی میں ایک بار ان میں ایک مقام پر جانا فرض ہے (ماہنامہ ”گگن“ مذاہب عالم نمبر، مارچ ۱۹۸۴ء ص ۲۲۴) (بہائیہ و بابیہ فرقوں کی مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو؛ موسوعۃ الفرق المنتسبۃ للاسلام۔الدرر السنیۃ ،۹/ ۴۶۴،موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ)۔

اوپر کی اس عبارت سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ بہائی مذہب کی بنیاد بہاء اللہ کے نظریات وقوانین ہیں نہ کہ اسلامی شریعت جو کہ اکمل الشرائع ہے۔ لہٰذا شریعت اسلامی سے سرے مؤانحراف اور عقیدۂ ختم نبوت سے گریز کی وجہ سے یہ فرقہ ”کفر وشرک“ کے دائرہ میں آتا ہے، لہٰذا ان کو اہل کتاب میں شامل کرنا اور ان کو اہل کتاب کی مراعات دینے کی گنجائش نہیں ہے۔

سکھ مذہب کا حکم:

سکھ مذہب کی بنیاد ”گرونانک“ نامی شخص نے پندرہویں صدی عیسوی کے اواخر میں رکھی، کہا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد سے پہلے یہ ہندو مذہب پر تھا، ایک قول یہ بھی ہے کہ گرونانک مسلمان تھا۔ مگر سکھ ازم نہ ہندو مت کو شمار ہے اور نہ ہی اسلام سے اس کا کوئی تعلق، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ازم انگریزوں کی چالبازی خصوصاً اسلام دشمن طاقتوں کی سازش سے وجود میں آیا، تا کہ اسلامی عقائد واسلامی تاریخ میں خلل ڈالا جاسکے اور اسلام کو کمزور کیا جاسکے۔ سکھ یہ سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی مرید یا تابع ہونے کے آتے ہیں، اس لفظ کے ایک معنی سید یا فارق کے بھی بیان کئے گئے ہیں، اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہندوستان میں مذہب کی بنیاد ہندوستان کو تفریق میں ڈالنے اور اس کو توڑ کر ایک الگ ریاست بنانے کے لئے ڈالی گئی۔

”موسوعۃ الملل والأدیان میں الموسوعۃ المیسرۃ للندوۃ العالمیۃ للشباب الاسلامی“ کے حوالے سے لکھا ہے کہ؛ ” **السيخ جماعة دينية من الهنود الذين ظهروافى نهاية القرن الخامس عشر، وبداية القرن السادس عشر الميلاديين، داعين الىٰ دين جديد، زعموا أن فيه شيئاً من الديانتين الاسلامية و الهندوسية، تحت شعار (لا هندوس ولا مسلمون)،وقد عادى**

المسلمين خلال تاريخيهم ، و بشكل عنيف، كما عادى الهندوس بهدف الحصول علىٰ وطن خاص بهم، و ذلک مع الاحتفاظ بالولاء الشديد للبريطانيين خلال بترة استعمار الهند۔ وكلمة شيخ كلمةسنسكريتية تعنى المريد أو التابع''......(موسوعۃ الملل والادیان،المبحث الخامس:السیخیۃ،۲/ ۱۳۴)۔

نانک کا کاشتریا طبقہ سے تعلق تھا،سکھ ازم کی ابتداء سے پہلے ان کا تعلق ہندومت ہی کے ایک فرقہ سے تھا،فطرت غور وفکر کرنے کی عادی تھی،اپنے اعتقادات واعمال پر غور کیا،تسلی نہ ہوئی،ہندومت کی بتوں اور اصنام کی پرستش کی عادت سے بیزاری ہوئی پھر ارادہ کیا اسلام کی طرف مائل ہونے اور اس کی تعلیم کے حصول کا ،مگر اس وقت پنجاب میں اکثر مسلم طبقات میں اصل اسلامی عقائد کے ساتھ ساتھ ان میں غیر اسلامی رسوم ورواج کی آمیزش تھی،اس کو دیکھ کر نانک اسلام کی سچی تعلیم کو حاصل کرنے ،اصل دین کو سمجھنے کی تلاش کرتے کرتے صوفیاء کرام میں وحدۃ الوجود کے عقیدے کے داعی سید حسین درویش سے ملاقات کی اور ان سے سیکھا کہ تمام ادیان حق ہیں،رہے اصنام ؛ یہ تو حق کے مظاہر و تجلیات ہیں،جس نے ان کی عبادت کی گویا کہ اس نے حقیقت میں اللہ کی عبادت کی،نانک نے اسی عقیدے کو اپنایا اور لوگوں میں اس کا پرچار کرنا شروع کیا،جو نہ تو ہندومت سے تعلق رکھتا ہے اور نہ ہی اسلام سے اس کا کوئی رشتہ ہے۔کہا جاتا ہے کہ نانک نے حج کے ارادہ سے مکہ کا سفر بھی کیا۔

جیسا کہ'' موسوعۃ الملل والادیان''میں ہے؛ ''السيخية دين هندوسى ظهر فى القرن التاسع الهجرى (الخامس عشر الميلادى) على يد رجل يدعى (نانک)، أصله من طبقة الكاشتريا، قضى صدرا من حياته فى التأمل و التفكر، و رفضت فطرته عبادة الأصنام و التماثيل التى تكثر عن الهندوس، كما رفضت نظام الطبقات المقيت ، فأخذ يسيح فى الأرض باحثا عن الحقيقة، و أراد أن يتعلم الاسلام، ولكن المسلمين فى بلاده (البنجاب) كانوا يعبدون الاولياء، و يقدسون الأضرحة ، كما يفعل الهندوس بالأصنام، فلم يجد (نانک) فرقا كبيراً بين الطائفتين ، ولم يوفق لمقابلة من يعلمه الاسلام الصحيح۔ثم انه لقى صوفيا من أصحاب وحدة الوجود يدعى (سيد حسين درويش) فتعلم منه أن الأديان كلها حق؛ لأن الأصنام ما هى إلا مظاهر و تجليات للحق، ومن عبدها فإنما يعبد الله فى الحقيقة، تعالىٰ الله عن ذلک علواً كبيراً''(موسوعۃ الملل والادیان،المبحث الخامس، السیخیۃ ۲/ ۱۳۴)(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوأصول الفرق و المذاہب الفکریۃ لسفر الحوالی صفحہ ۱۱۱،موسوعۃ الملل والادیان،المبحث الخامس:السیخیۃ،۲/ ۱۳۴)۔

بہرکیف! سکھ ازم ؛ادیان باطلہ میں سے ایک مذہب ہے،اس کے عقائد خالصتاً غیر اسلامی ہیں،اور ان کی بنیاد ہی شرک پر مبنی ہے۔اسی بناء پر اس مذہب کے معتقدات اہل کتاب سے بھی بالکل ہٹ کر ہیں،نہ ہی ان کا اعتقاد کسی نبی پر ہے اور نہ ہی یہ کسی الہامی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں،بلکہ ان کے یہاں جو مقدس کتاب ہے وہ'' آدی گرنتھ'' نامی کتاب ہے جس کو سکھوں ہی کے پانچویں گرو ارجن دیو نے پچھلے چار گروؤں کی تحریروں اور دیگر سنتوں کی تصانیف کے ساتھ اپنے کلام کو بھی شامل کر کے ۱۶۰۴ میں لکھی تھی۔یہ کتاب مستقل طور پر گولڈن ٹمپل میں رکھ دی گئی ہے۔آدی گرنتھ میں سنسکرت،پراکرت،فارسی،عربی اور مراٹھی سے الفاظ لئے گئے ہیں۔یہ اس وقت کے مروج مختلف اصناف سخن مثلاً ساکھی،پد اور سویوں کے انداز میں ہے۔آدی گرنتھ کے مصرعوں کو'' شبد'' کہا جاتا ہے،اس کا موجودہ نسخہ طبع شدہ شکل میں ہے جو ۱۴۳۰ صفحات پر ہے،جس کو ۳۳ ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے۔اس کا پہلا باب نانک کا تصنیف کردہ'' جپ جی'' سے شروع ہوتا ہے جس کو سکھ حضرات روزانہ پڑھتے ہیں۔چنانچہ اس کتاب کا احترام سکھوں کے ایمانیات میں داخل ہے(تفصیل کے لئے دیکھئے:مطالعہ مذاہب؛محسن عثمانی/ص ۱۴۱)۔

سکھوں کا یہ عقیدہ اور اس جیسے ان کے دوسرے عقائد وتعلیمات کی وجہ سے ان کو اہل کتاب میں شامل نہیں کیا جاسکتا اور ان کے ان عقائد کی وجہ سے انہیں مشرک وکفار میں شمار کیا جاتا ہے اور کہا جائے گا۔

قادیانی مذہب کا حکم:

اسلام کے دو اہم بنیادیں ہیں ایک توحید اور دوسرا عقیدۂ ختم نبوت؛ ان دونوں میں سے اگر ایک بنیاد بھی ختم ہوجائے تو پھر اس فرد یا جماعت کا ایمان غیر معتبر ہے۔ چنانچہ شریعت نے ان دو بنیادوں کو، عقیدۂ توحید وعقیدۂ ختم نبوت ورسالت کو خاص الخاص اہمیت دی ہے، ہر نظریہ، ہر فکر، ہر اعتقاد، ہر سوچ کا اعتبار انہی دو بنیادوں کی روشنی میں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی فرد کا اگر عقیدۂ توحید وعقیدۂ ختم نبوت ورسالت مضبوط، راسخ اور مکمل رہا تو پھر اس کا سارا دین وایمان معتبر قرار دیا جائے گا۔ اب شریعت نے جس انداز میں ان بنیادوں کی حفاظت کی ہے، ان کو منہدم کرنے کے لئے اسلام دشمن طاقتوں نے بڑا زور شروع ہی سے لگایا ہے۔ دشمنان اسلام نے ایک طرف اپنی توانائی ان دو بنیادوں کو ختم کرنے، ان عقیدوں کو مجروح کرنے میں لگادی تو دوسری طرف اپنے کارندوں کو جو مسلمان اور اسلام نوازوں کے بھیس میں ہوتے ہیں؛ استعمال کیا اور مسلمانوں کے دین وایمان کو متزلزل کرنے کی کوشش کی۔ انہی سازشوں میں سے ایک سازش ''قادیانیت'' ہے جو نبوت ورسالتِ محمدی ﷺ کو مجروح کرنے کی ناکام کوشش ہے۔ ختم نبوت کا انکار درحقیقت دین اسلام کا صریح انکار ہے۔

ایک طرف مزرا قادیانی نے اسلام کے مسلم معتقدات کو توڑنے کی کوشش کی تو دوسری طرف اپنے ناپاک مفاد کے حصول کے لئے اسلام کی توہین اور اہانت جیسے جرم کا ارتکاب کیا اور خود بھی ایک گندہ وناپاک مذاق بن کررہ گیا۔

چنانچہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ اپنے رسالے ''قادیانیت کا ظہور'' میں ڈاکٹر علامہ اقبال کے مقالے کا اقتباس پیش فرماتے ہیں کہ: علامہ اقبال نے یہ حکیمانہ ومبصرانہ بات کہی ہے کہ ''دین وشریعت کی بقاء تو کتاب وسنت سے ہے، لیکن امت کی بقاء ختم نبوت کے عقیدے سے وابستہ ہے، اور یہ امت جب ہی تک ایک امت ہے جب تک وہ محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتی ہے اور یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں''......{علامہ محمد اقبال کا مقالہ ''اسلام اینڈ احمد ازم'' بجواب مضمون پنڈٹ جواہر لال نہرو ملاحظہ ہو} (قادیانیت کا ظہور،۱۱)۔

اس نامعقول وملعون فرقہ کے معتقدات کی وضاحت ''موسوعة الفرق المنتسبة للاسلام'' میں ان الفاظ میں کی گئی ہے: ''**یعتقد القادیانیون ان الله یصوم و یصلی و ینام و یصحوویکتب و یخطئی و یجامع۔ تعالیٰ الله عما یقولون علواً کبیراً۔ یعتقد القادیانی بأن الهه انجلیزی لانه یخاطبه بالانجلیزیة!!!**......**تعتقد القادیانیة بان النبوة لم تختم بمحمد ﷺ بل هی جاریة، والله یرسل الرسول حسب الضرورة، وان غلام احمد هو افضل الانبیاء جمیعاً**...... **یعتقدون أن جبرئیل علیه السلام کان ینزل علیٰ غلام احمد و انه کان یوحی الیه، وان الهاماته کالقرآن ......الخ**......''(موسوعة الفرق المنتسبة للاسلام،۱۰/۹۸، موبائیل اپیلی کیشن ''المکتبة الشاملة'')۔

جو جماعت یا شخص اللہ رب العزت کے بارے میں اس طرح کے غلیظ اعتقاد رکھے اس کو ذہنی اعتبار سے صحیح سالم انسانوں کی فہرست میں بھی نہیں رکھا جاسکتا، اسی لئے علماء اسلام نے مرزا قادیانی اور قادیانیوں کو کذاب، فاسق، زندیق ومرتد اور خارج اسلام قرار دیا ہے۔ اس اعتبار سے اس فرقہ کو اہل کتاب میں شمار کئے جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

۵-نسلی قادیانی کیا اہل کتاب میں شامل ہیں؟

پچھلے عنوان کے تحت گذری ہوئی تفصیل کی روشنی میں نسلی اعتبار سے جو قادیانی ہیں ان کا بھی وہی حکم ہے جو فی نفسہ قادیانی بن کر مرتد ہوئے ہیں۔اس خبیث وقبیح فرقہ کے مذموم عقائد کا وبال ہر اس شخص پر ہے جو کسی بھی طرح سے اس فرقہ سے تعلق رکھتا ہو، چنانچہ جو خود مرتد نہیں ہوئے، بلکہ نسلی اعتبار سے قادیانی ہیں، وہ پہلی فرصت میں تائب ہوکر اسلام کی آغوش میں پہونچ جائیں تا کہ ان کی آخرت بہتر ہو۔ایسے افراد جو نسلاً قادیانی ہیں،کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔کیونکہ اہل کتاب کا مراد کسی بھی آسمانی والہامی کتاب کے حاملین ہیں نہ کہ قرآن کے مقابل اپنے ذہنی اپج یا دماغی فتور کے نتیجہ میں نکلنے والے بے سروپا، بے کار وعبث الفاظ وجملوں کے مجموعہ پر ایمان رکھنے والے۔قادیانیوں کے یہاں بجائے قرآن کے تاویلات قرآن کو درجہ دیا گیا ہے اور بجائے حدیث رسول اکرم ﷺ کے مرزا کے بے بنیاد جھوٹے دعوؤں کا مقام ہے، جیسا کہ مرزا بشیر ملعون کے بیان سے واضح ہے، وہ اس کو مرزا غلام کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں، آپ نے فرمایا: یہ غلط ہے کہ دوسرے لوگوں سے ہمارا اختلاف صرف وفات مسیح یا چند مسائل میں ہے، اللہ کی ذات، رسول کریم ﷺ، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، غرض کہ آپ نے تفصیل سے بتایا کہ ایک ایک جزء میں ہمیں ان سے اختلاف ہے(قادیانیت تحلیل وتجزیہ مولانا ابوالحسن علی ندوی بحوالہ خطبہ جمعہ مرزا بشیر الدین محمود مندرجہ اخبار الفضل مورخہ ۳/جولائی ۱۹۳۱ء)۔

۶-اہل کتاب عورتوں سے نکاح:

نکاح کے سلسلہ میں شریعت نے غیر مسلم مرد یا عورت سے نکاح کی اجازت نہیں دی ہے۔

ارشادِ باری ہوتا ہے: ''**ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یؤمن و لأمة مؤمنة خیر من مشرکة ولو أعجبتکم، ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو أعجبکم**''......(سورۃ البقرۃ:۲۲۱)(یعنی اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں، اور مسلمان عورت خواہ لونڈی ہی کیوں نہ ہو بہتر ہے مشرک عورت سے، اگر چہ کہ وہ تم کو اچھی کیوں نہ لگے، اور عورتوں کو مشرک مرد کے نکاح میں مت دو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں اور مسلمان غلام مرد بہتر ہے مشرک مرد سے گو وہ تم کو اچھے کیوں نہ معلوم ہوں)۔

البتہ اہل کتاب عورتوں کے سلسلہ میں مسلمان مرد کو شریعت نے نکاح کی اجازت دی ہے اور اس پر تمام فقہاء وآئمہ کا اتفاق ہے۔لیکن مسلمان عورت کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی اہل کتاب مرد سے کسی بھی حال میں نکاح کرے۔مسلمان عورتیں غیر مسلم مردوں کے لئے حرام ہیں۔جب کہ مسلمان مرد کے لئے غیر مسلم اہل کتاب عورتیں حلال قرار دی ہیں۔

چنانچہ اہل کتاب عورتوں کے سلسلہ میں قرآن میں ارشاد ہوا: '' **والمُحَصنَاتُ مِن الذینَ أُوتُوا الکتابَ من قبلِکُم**''...... (سورۃ المائدۃ:۵)(اوران کی پاک دامن عورتوں سے جن کو تم سے قبل کتاب مل چکی ہے)۔

علامہ ابن عابدین نے سنن ابوداؤد کی روایت کو ذکر کیا چنانچہ لکھا ہے:''**وھی ما رواہ جابر بن عبداللہ عن رسول اللہ** ﷺ **أنه قال: نتزوج نساء أھل الکتاب ولا یتزوجون نساء نا**'' ......(ابوداؤد فی سننہ ۵۹/۳)۔

وعن عبدالرزاق و ابن جریر عن عمر بن الخطاب قال : '' **المسلم یتزوج النصرانیة، ولا یتزوج النصرانی المسلمة**''......(ردالمختار ۱۲۹/۴)۔

وفی الدرالمختار: **(وصح نکاح کتابیة)وان کرہ تنزیھاً (مومنة بنبی) مرسل(مقرّة بکتاب) منزل وان اعتقدوا**

المسیح الهاً ......(ردالمحتار علی الدر المختار ۴/ ۱۳۴)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ فرماتے ہیں:"وقد أجمع العلماء علیٰ إباحة الزواج بالکتابیات، لقوله تعالیٰ : ﴿الیوم أحل لکم الطیبات، وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم، و طعامکم حل لهم ، و المحصنات من المؤمنات ، والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم﴾ و المراد بالمحصنات فی الآیة: العفائف، و یقصد ها حمل الناس علیٰ التزوج بالعفائف، لما فیه من تحقیق الود و الألفة بین الزوجین، و إشاعة السکون و الاطمئنان......"(الفقه الاسلامی وادلته ۷/ ۱۵۳)۔

اہل کتاب عورتوں سے جمہور فقہاء نے نکاح کو مباح قرار دیا ہے، دارالاسلام میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح عند الفقہاء بالاتفاق جائز ہے۔ بشرط یہ کہ اہل کتاب اپنے عقائد پر ہوں، یعنی ایک خدا کے وجود کا اقرار، نبوت و وحی اور یوم آخرت کا اعتقاد رکھتے ہوں۔

اہل کتاب سے مراد وہ یہودی و عیسائی ہیں جو ایک خدا کے وجود کا عقیدہ رکھتے ہوں، نبوت اور وحی کا اقرار کرتے ہوں اور حشر و نشر، حساب و کتاب، نیکی و جرم، سزا و جزا، جنت و دوزخ کا تصور رکھتے ہیں۔ ایسی عقائد کی حامل یہودی و عیسائی عورت سے نکاح جائز ہے۔

اس جواز کی تفصیل یہ ہے کہ دارالاسلام میں اس اہل کتاب عورت سے نکاح مکروہ تنزیہی ہوگا جو تثلیث یا حضرت عزیز علیہ السلام کے اللہ کے بیٹا ہونے کا عقیدہ رکھتی ہو۔

چنانچہ قرآن میں آیا ہے کہ: "وقالت الیهود عزیز ابن الله"......(سورۃ التوبۃ:۳۰)(یعنی یہود کہتے ہیں کہ عزیزؑ اللہ کے بیٹے ہیں)۔

شامی میں ہے:" یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة"......(ردالمحتار ۴/ ۱۳۴)۔

اہل کتاب کی عورتوں سے بہ مقابلہ مشرک عورت سے نکاح کی اجازت و نکاح کو مباح قرار دینے کا سبب یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے عقائد، وحدانیت، نبوت و وحی اور عقیدۂ آخرت کی وجہ سے اسلام سے ایک درجہ مناسبت رکھتی ہے۔ اس کے اعمال میں شرک و بدعات جیسی قباحتیں شامل نہیں ہوا کرتی، نیز اس سے اس بات کی توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ آگے چل کر شوہر کی اطاعت اور اس کی محبت میں اسلام کو گلے لگا لے جس سے ان کی اولاد دین اسلام پر رہے گی یا کم از کم خود نہیں تو اپنی اولاد کو اسلام کی ترغیب دے سکے۔ اس کے بالعکس مشرکہ عورت سے نکاح میں ایک طرف اعتقادی قباحتیں موجود ہوتی ہیں اور دوسری طرف ان سے آگے اسلام کے سلسلہ میں کوئی امید ہی نہیں رکھی جاسکتی۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:"والسبب فی إباحة الزواج بالکتابیة بعکس المشرکة: هو أنها تلتقی مع المسلم فی الإیمان ببعض المبادی الأساسیة، من الاعتراف بالِه، والإیمان بالرسل و بالیوم الآخر، وما فیه من حساب و عقاب، فوجود نواحی الالتقاء و جسور الاتصال علیٰ هٰذا الأسس یضمن توفیر حیاة زوجیة مستقیمة غالباً، و یرجی إسلامها؛ لأنها تؤمن یکتب الانبیاء و الرسل فی الجملة"......(الفقه الاسلامی وادلته ۷/ ۱۵۳)۔

دارالکفر میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کا جواز:

دارالکفر میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح مکروہ تحریمی ہے۔

''المبسوط'' میں لکھا ہے کہ:"یجوز للمسلم أن یتزوج کتابیة فی دارالحرب، لکنه یکره، لأنه إذا تزوجها ثمة ربما یختار المقام فیهم،.....................الخ"(المبسوط للسرخسی، ۵/ ۵۰، موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ)۔

دارالکفر میں اگر اہل کتاب عورت جو کہ اسلامی احکام کی پابند نہیں ہے؛ سے نکاح جائز نہیں ہے، اور اگر نکاح کرلیا ہے تو مکروہ تحریمی

ہے۔کمافی الاحکام القرآن للجصاص ’’یکرہ تزوج نساء أھل الحرب من الکتابیات‘‘......(احکام القرآن ۱؍۳۲)۔

اس کراہت تحریمی کی وجہ عورت کا اسلامی احکام کی پابندنہ ہونا، نیز اسلامی احکام کی پابندنہ ہونے کی وجہ سے معصیت میں گرفتار ہوجانا اورشوہرواولاد کوبھی معصیت میں مبتلاء کردینا ہے۔نیز اسلامی مفادات کونقصان وضرر سے دوچار کردیناوغیرہ ہے۔کیونکہ دارالاسلام کی بہ نسبت دالکفر یادارالحرب میں اعمال میں بے راہ روی، نیز غیر اسلامی ماحول وقوانین کی وجہ سے اہل کتاب عورتوں کے اسی ماحول میں رنگے جانے کا خدشہ قوی تر ہوتا ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے اس کی وضاحت کی ہے:’’أما الحربیة فیحرم تزوجھا عند الحنفیة إذا کانت فی دار الحرب، لأن تزوجھا فتح لباب الفتنة، وتکرہ عند الشافعیة، و عندالمالکیة فی رأی، والزواج بھا خلاف الأولیٰ عندالحنابلة۔ففی الزواج بالکتابیات و بالأولیٰ الحربیات مضار اجتماعیة و وطنیة و دینیة، فقد ینقلن لبلادھن أخبار المسلمین، وقد یرغبن الأولاد فی عقائد و عادات غیر المسلمین، و قد یؤدی الزواج بھن إلیٰ الحاق ضرر بالمسلمات بالإعراض عنھن، وقد یکون الکتابیة منحرفة السلوک،......الخ‘‘......(الفقہ الاسلامی وادلتہ:۷؍۱۵۴)۔

لیکن دارالکفر یادارالحرب میں جس اہل کتاب عورت سے نکاح کیا جارہا ہواگراس کے بارے میں یہ اطمینان ہوکہ وہ معصیت میں گرفتارنہیں ہوگی،اسلامی احکام کی رعایت کرے گی اور یہ یقین مردکوہوکہ وہ آہستہ آہستہ اس اہل کتاب بیوی کواسلام کی طرف مائل کرسکتا ہےتو ایسی صورت میں دارالکفر یادارالحرب میں اس اہل کتاب عورت سے نکاح جائز ہے۔

بلکہ احقر کی رائے میں اگر مرد کو یہ اطمینان ویقین ہوکہ وہ دارالکفر یادارالحرب میں اس اہل کتاب عورت کوبعدنکاح کے مائل بہ اسلام کرسکتا ہےاوراسلام میں اس کوداخل کرسکتا ہےاورعورت کے اخلاق ایسے ہیں کہ وہ اپنے اصل عقائد پرکاربند ہےتوایسی صورت میں اس عورت سے نکاح کرنا جائز ہوگا، بلکہ دعوتی نکتۂ نظر سے یہ ایک مستحسن امر ہوگا۔

دارالاسلام میں موجوداہلِ کتاب خواتین سے نکاح کاحکم؟

اہل کتاب ؛یعنی عیسائی عورت جوتثلیث کاعقیدہ رکھتی ہو یا یہودیہ جوحضرت عزیز علیہ السلام کواللہ کابیٹا قرار دیتی ہو،لیکن وہ پاک دامن ، باعفت و باعصمت ہو اور دارالاسلام میں ہوتو اس سے نکاح مکروہ تنزیہی ہوگا۔کما فی ردالمحتار:’’یفید کراھة التنزیھه فی غیرالحربیة‘‘......(ردالمحتار ۳؍۴۵ کراچی)۔

عصر حاضر میں جوحضرات اہل کتاب ہونے کادعویٰ کرتے ہیں، درحقیقت ان کے عقائد ویسےنہیں ہیں جیسے اول اوائل کے اہل کتاب حضرات کے تھے،اب صرف نام کے یہودی،نام کےعیسائی ہیں جب کہ عقیدۃً وہ کفروشرک میں مبتلاء ہیں۔یعنی ایک خدا کے وجود سے انکار،نبوت ووحی سے انکاراورحشرونشر،حساب وکتاب،نیکی وجرم،سزاوجزا، جنت ودوزخ کا تصورنہیں رکھتے۔ لہٰذا ایسی عیسائی یا یہودی عورتوں کاجودارالاسلام میں رہتی ہوں؛حکم یہ ہے کہ وہ مشرک وکفارکوشامل ہیں۔ان سے نکاح جائزنہیں ہے،الّا یہ کہ وہ اسلام قبول کرلیں یااہل کتاب کےعقائد پہ آجائیں۔

اس گفتگوکا ماحصل یہ ہے کہ اگرکوئی یہودی یاعیسائی عورت اہل کتاب ہے،اوراپنے اصلی عقائد پرگامزن ہےتوقرآن کےحکم کی رو سے اس سے مسلمان مردنکاح کرسکتا ہے۔لیکن اگروہ عیسائی یایہودی عورت اپنے اصل اعتقادات پرنہیں ہے، بلکہ وہ خداکے وجودکی منکر،نبوت ووحی واخرت کی منکر ہےتوپھر وہ اہل کتاب کےحکم میں نہیں ہے۔اس کوپہلے اسلام قبول کرایا جائے گا پھربعدمیں اس سے نکاح کیاجاسکتا ہے۔

دعوتی نکتۂ نظر سے اہل کتاب خواتین سے نکاح کا حکم:

دعوتی نکتۂ نظر سے اہل کتاب عورت سے نکاح کا جواز ہونا چاہئے، کیونکہ مسلمان امت وسط ہے، اس کا فریضہ ہے کہ وہ اسلام کی دعوت پیش کرے، اب اگر کوئی اہل کتاب اسلام سے متاثر ہوا اور وہ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہوں تو ان کا سب سے بڑا مسئلہ بالخصوص عورتوں کا ان کی باز آبادکاری کا ہے، اگر وہ اپنے دین کو ترک کرتے ہیں تو پھر ان سے سب کچھ چھوٹ سکتا ہے، گھر، رشتہ دار وغیرہ، لہٰذا اب اگر ان کے لئے گھر اور اسی طرح ان کے نکاح کا، رشتہ داری کے قائم ہونے کا امکان بلکہ ایقان ہو تو پھر وہ اسلام میں بخوشی داخل ہوں گے، لہٰذا اس نکتہ کے پیش نظر دارالکفر میں اہل کتاب عورت سے نکاح جائز ہے۔

''المبسوط'' میں لکھا ہے: "يجوز للمسلم أن يتزوج كتابية في دارالحرب، لكنه يكره، لأنه إذا تزوجها ثمة ربما يختار المقام فيهم، .... الخ" (المبسوط للسرخسی، ۵؍۵۰، موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ)۔

''ردالمحتار'' میں ہے: "ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات، والأولىٰ أن لا يفعل، ولا يأكل ذبيحتها إلا لضرورة، وتكره الكتابية الحربية إجماعاً"...... (ردالمحتار شرح الدرالمختار: ۴؍۱۳۴)۔

دارالحرب میں اہل کتاب عورت سے نکاح کی ممانعت فتنہ کے خوف کی وجہ سے ہے اور شوہر کے دین وایمان میں بگاڑ اور اولاد کے بے دین ہونے کے خدشہ کے پیش نظر ہے، اگر اس طرح کا کوئی خدشہ نہیں تو دارالحراب میں نکاح کیا جاسکتا ہے۔

ویزہ کی سہولت کے لئے اہل کتاب عورت سے نکاح:

آج کل مغربی ممالک میں ویزہ وغیرہ کے حصول کے لئے نکاح بھی ایک شرط ہے۔ یہ قانون شاید ملک کی سکیوریٹی کے لئے بنایا گیا ہو، مگر اسلامی اعتبار سے اس کا کوئی جواز موجود نہیں ہے۔ مگر جب یہ قوانین عالمی سطح پر بنا دیئے گئے ہیں تو مجبوراً ان کی پابندی ضروری ہے، لہٰذا ایسے نوجوان جو اپنا مستقبل سنوارنا چاہتے ہیں اگر انہی یہ شرط پوری کرنے کے لئے کسی اہل کتاب لڑکی سے نکاح کی ضرورت پڑ رہی ہو تو ''عند الضرورۃ جواز'' سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ دارالحرب میں نکاح کرسکتا ہے، مگر اس سلسلہ میں یہ احتیاط ضروری ہے کہ وہ اہل کتاب عیسائی یا یہودی عورت جس سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو، ایک خدا کے وجود کا عقیدہ رکھتی ہو، نبوت ووحی یعنی کسی نبی پر ایمان اور کسی الہامی وآسمانی مصدقہ و توثیق شدہ کتاب پر ایمان رکھتی ہو اور بعد الموت زندگی، حشر ونشر، حساب وکتاب، نیکی وجرم، سزا وجزا، جنت ودوزخ کا تصور رکھتی ہو تو اس سے نکاح جائز ہے، مگر کراہت پھر بھی رہتی ہے، البتہ وہ مکروہ تنزیہی ہے۔

اس سلسلہ میں بہتر یہی ہوگا کہ ملکی وعالمی سرحدوں کے قوانین کی رو سے ویزہ کی سہولت یا کوئی اور قابل قبول وجہ سے نکاح ضروری ہو تو کسی غیر مسلم (مشرکہ یا کتابیہ) عورت کو حلقۂ اسلام میں داخل کرلیں اور نکاح کریں (المبسوط للسرخسی، ۵؍۵۰، موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ)۔

"ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات، والاولىٰ أن لا يفعل، ولا يأكل ذبيحتها الا لضرورة، وتكره الكتابية الحربية اجماعاً"...... (ردالمحتار شرح الدرالمختار: ۴؍۱۳۴)۔

دارالحرب میں اہل کتاب عورت سے نکاح کی ممانعت فتنہ کے خوف کی وجہ سے ہے اور شوہر کے دین وایمان میں بگاڑ اور اولاد کے بے دین ہونے کے خدشہ کے پیش نظر ہے، اگر اس طرح کا کوئی خدشہ نہیں تو دارالحراب میں نکاح کیا جاسکتا ہے۔

اہل کتاب مردوں سے مسلم خاتون کے نکاح کا حکم:

اہل کتاب مردوں سے مسلم خاتون کے نکاح کا قطعاً جواز نہیں ہے، یہ حرام وناجائز ہے کہ مسلمان عورت ایک غیر مسلم بلکہ اہل کتاب سے نکاح کرے۔ چنانچہ قرآن میں ارشاد ہوا: "ولا تنکحوا المشرکات حتیٰ یؤمن و لأمة مؤمنة خیر من مشرکة ولو أعجبتکم، ولا تنکحوا المشرکین حتیٰ یؤمنوا ولعبد مؤمن خیر من مشرک ولو أعجبکم" ......(سورۃ البقرۃ:۲۲۱)(یعنی اور نکاح نہ کرو مشرک عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں، اور مسلمان عورت خواہ لونڈی ہی کیوں نہ ہو بہتر ہے مشرک عورت سے، اگر چہ کہ وہ تم کو اچھی کیوں نہ لگے، اور عورتوں کو مشرک مرد کے نکاح میں مت دو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں اور مسلمان غلام مرد بہتر ہے مشرک مرد سے گو وہ تم کو اچھے کیوں نہ معلوم ہوں)۔

وفی الفقہ الاسلامی وادلتہ:"وعلیه لا یجوز زواج الکتابی بالمسلمة، کما لا یجوز زواج الوثنی و المجوسی بالمسلمة أیضاً؛لأن الشرع قطع ولایة الکافرین عن المؤمنین بقوله تعالیٰ: ﴿ولن یجعل الله للکافرین علی المؤمنین سبیلاً﴾ فلو جاز تزویج الکافر المؤمنة لثبت له علیها سبیل، وھٰذا لا یجوز" ......(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۵۲، ۱۵۳)۔

غیر اسلامی مذہبی مقدس کتابوں کا حکم:

غیر اسلامی، قرآن کریم سے غیر توثیق شدہ وغیر مصدقہ وہ کتابیں جن کو اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کے ماننے والوں نے اپنی مقدس کتاب مانا ہے، چہ جائیکہ اس میں توحید کی واضح اور اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات موجود ہوں؛ ایسی کتابوں کو الہامی کتاب تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام وقرآن کے عقیدے کے مطابق قرآن کے علاوہ تین کتابیں توریت، انجیل اور زبور کو الہامی وآسمانی کتابیں مانا جاتا ہے، نیز صحف ابراہیم، صحف شیثؑ وصحف موسیٰؑ کا بھی ذکر آیا ہے۔ بقیہ قرآن نے صرف سرسری طور پر صحائف اور انبیاء ورسل کا ذکر کیا ہے۔ وید جیسی جتنی بھی کتابیں ہیں جن کو لوگوں نے الہامی کتاب اور اپنے مذہب کی مقدس کتاب کا درجہ دے رکھا ہے، تعلیمات واعتقادات میں بھلے ہی وہ اچھی کتابیں ہوں، توحید کی تعلیم، نبی کریم ﷺ کا ذکر، نیز آخرت کا تصور بھی موجود ہو، مگر ان کو آسمانی والہامی کتابیں تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

تمام مذاہب وادیان میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جو اللہ کے نزدیک پسندیدہ مذہب ہے۔ اسی طرح اللہ نے قرآن کریم کو محکم، اتم، اکمل اور مستند کتاب قرار دیا، اور قرآن کے بعد دیگر آسمانی کتابوں کو برقرار تو رکھا مگر ساتھ ہی ساتھ ان کی منسوخیت کا بھی فیصلہ فرمادیا۔ کیونکہ بہ مقابلۂ قرآن وہ آسمانی کتابیں تحریف کا شکار تھیں اور ان میں وہ بہت کچھ داخل کردیا گیا تھا جس کو اللہ نے نہیں بیان کیا تھا۔ اب اگر کوئی ایسی کتاب ہے جس میں توحید کے بھی مضامین ہوں، اخلاقی واعتقادی تعلیمات بھی ہو اور آخرت کے تصور کو بیدار کرنے والی ہدایات بھی ہوں تو اس کتاب کو کوئی وجہ نہیں ہے کہ محض اس کو ماننے والے الہامی کتاب کہتے ہیں، اللہ کی کتاب یا آسمانی کتاب قرار دیں۔ بالفرض محال اگر وہ الہامی کتابیں ہوں بھی تو پھر قرآن کے آجانے کے بعد وہ منسوخ ہوچکی ہیں؛ قرآن کو چھوڑ کر ان کو ماننے کا کوئی جواز ہی پیدا نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کو الہامی کتاب ماننے کا۔

یہی نہیں، بلکہ خود انجیل، توریت وزبور کو جو اِس زمانے میں دستیاب ہیں، جو اکثر سے زیادہ تحریف کا شکار ہیں؛ الہامی کتاب ہونے کے باوجود ان کی تلاوت کرنے اور ان کو قابل عمل ماننے میں کلام ہے، علماء وفقہاء ان کتابوں کے آسمانی کتاب کے طور پر ماننے میں پس وپش کا شکار ہیں۔ بلکہ فتویٰ یہی ہے کہ اب جو اناجیل دستیاب ہیں اور جو ٹیسٹی منٹ الہامی کتب کے طور پر زمانے میں موجود ہیں وہ تحریف شدہ ہیں اصلی اناجیل سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے لہٰذا ہمارا ایمان ہے کہ جو کتابیں؛ انجیل، توریت وزبور اللہ نے متعلقہ پیغمبروں پر نازل کی وہ الہامی

ہیں، آسمانی ہیں اور ہمارا ان پر ایمان ہے، ہم ان کو مانتے ہیں، لیکن ان کو پڑھنے اوران کی تلاوت کرنے نیز ان کو سمجھ کر ان کے احکام کو ماننے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کیونکہ اللہ نے ان سے بہتر اور اکمل واتم کتاب" قرآن" کو نازل کر کے ان کتابوں اور دیگر صحائف سے ہمیں نہ صرف بے نیاز کر دیا بلکہ ان کتب وصحائف کو بھی منسوخ کر دیا اور قرآن کو ناسخ۔

کہنا یہ ہے کہ جو کتابیں دیگر مذاہب کی مقدس کتابیں ہیں، ان کو الہامی وآسمانی کتابوں کا درجہ نہیں دیا جاسکتا۔ البتہ ان کی تحقیر یا ان کی تنقیص کرنا اسلام نے روا نہیں رکھا ہے۔

جیسا کہ قرآن کریم میں لکھا ہے؛"أولم یکفهم أنّا انزلنا علیک الکتاب یُتلیٰ علیهم"......(سورۃ العنکبوت؛۵۱)۔

وفی الموسوعۃ الفقہیۃ: "ذهب الحنفیة و الحنابلة إلی أنه لا یجوز النظر فی کتب أهل الکتاب، نقل ابن عابدین قول عبد الغنی النابلسی: نهینا عن النظر فی شئی من التوراة و الإنجیل، سواء نقلها إلینا الکفار أو من أسلم منهم،وسئل احمد عن قرا ء ة التوراة و الانجیل و الزبور و نحو ذلک فغضب، وظاهره الإنکار و ذخره القاضی، و احتج بأن النبی ﷺ لما رأی فی ید عمر قطعة من التوراة غضب وقال: ألم آت بها بیضاء نقیة۔وقد ذکر ابن حجر نص الحدیث قال " نسخ عمر کتاباً من التوراة بالعربیة فجاء به الیٰ النبی ﷺ فجعل یقرا ء ووجه رسل الله ﷺ یتغیر فقال له رجل من الانصار: ویحک یا بن الخطاب ألا تریٰ وجه رسول الله ﷺ فقال رسول الله ﷺ: لا تسألوا أهل الکتاب عن شئی، فإنهم لن یهدوکم و قد ضلّوا۔ وأنکم إما أن تکذّبوا بحق أو تصدقوا بباطل، والله لو کان موسیٰ بین أظهرکم ما حل له إلا أن یتبعنی۔وقد أهدی رجل إلیٰ السیدة عایشةؓ هدیةً فقالت؛ لا حاجة لی فی هدیته بلغنی أنه یتتبع الکتب الأول، والله تعالیٰ یقول "أولم یکفهم أنّا انزلنا علیک الکتاب یُتلیٰ علیهم "(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ: ۳۴/ ۱۸۳، ۱۸۴)۔

جب رسول اللہ ﷺ نے توریت کی تلاوت سے منع فرمایا تو پھر دوسری وہ کتب جو الہامی ہیں اور نہ آسمانی، بلکہ ان کی صحت میں بھی شبہ ہے، اور ادیانِ باطلہ سے منسوب ہیں، ان کی تلاوت کرنا، تعظیم وتکریم کرنے کا کہاں سے جواز ہوسکتا ہے۔ نہ ہی ان کو الہامی کتب مانا جائے گا اور نہ ہی ان کا مطالعہ کرنے کی اجازت ہوگی، البتہ دوسرے مذاہب اوران کی مقدس ہستیوں، نیز کتابوں کی تحقیر وتنقیص جائز نہیں ہے۔

غیر اسلامی مقدس شخصیات؛ مبیّنہ اوتار کا حکم:

جن انبیاء کے نام قرآن میں یا پھر حدیث میں ملتے ہوں ان پر ان کی نبوت کا عقیدہ رکھنا ایک مسلمان پر فرض ہے اور ایمانیات میں داخل ہے۔ اس کے علاوہ سرسری واجمالی طور پر اور مجملاً تمام انبیاء کرام پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ جن کا ذکر قرآن میں نہ ہو اور رسول اکرم ﷺ سے جن کے متعلق کوئی صراحت نہ ملتی ہو ان کے بارے میں پیغمبر یا رسول کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہاں ایسی شخصیات جن کو دوسرے مذہب میں اوتار یا مقدس شخصیت مانا جاتا ہو، ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ ان کی تحقیر کریں، ان کے بارے میں نازیبا تبصرہ یا تنقید کریں۔ اسلام میں کسی دوسرے مذہب کی مقدس ہستی کے تعلق سے تحقیر وتنقید کو روا نہیں رکھا گیا۔ بلکہ وہ اگر موجود ہوں تو ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور ان کی عزت کرنے کا حکم ہے۔

چنانچہ ارشادِ سبحانہٗ وتعالیٰ ہے: " وماۤ اَرسَلنَا مِن رَّسُولٍ الَّا بِلِسَانِ قَومِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُم ......الخ"......(سورۃ ابراہیم؛۴) (ہم نے نہیں بھیجے رسول، مگر اس کی قوم کی لسان میں کتاب دے کر تا کہ ان کے لئے واضح ہو جائے)۔

ایک جگہ پر ارشاد ہوا: '' لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ''......(سورۃ الرعد:۷)(یعنی ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوتا ہے)۔

اس لحاظ سے ان شخصیات کے سلسلہ میں کف لسان اولیٰ ہے جن کو ان کی قوم مانتی ہے، لیکن قرآن وحدیث میں ان کی کوئی صراحت نہ آئی ہو۔ اور نہ ہی ان کی تنقیص وتسبیب جائز ہے، چنانچہ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: ''**لا تسبوا الذين يدعون من دون الله**''......(سورۃ الانعام:۱۰۸)(وہ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کرتے ہیں، تم ان کو برا بھلا نہ کہو)۔

عیسائی مشنریز کے اداروں سے استفادہ:

ایسا بالکل بھی نہیں ہے کہ غیر اسلامی اداروں میں تعلیم کا حصول مسلمان بچوں کے لئے جائز نہ ہو۔ بلکہ بلا قید ومذہب عصری تعلیم یا پھر مفاد عامہ یا مشترکہ مفاد سے جڑے ہوئے کسی موضوع کی تعلیم کا جواز موجود ہے۔ عہد نبوی ﷺ غزوات میں جب قیدی قید ہو کر آتے تو تعلیم یافتہ، ماہر اللسان قیدیوں کی رہائی کا فدیہ مسلمانوں کی تعلیم ہوا کرتا تھا، چنانچہ کئی مسلمانوں نے کفار سے تعلیم حاصل کی ہے۔ مسند احمد میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے مسلمان بچوں کی تعلیم دینے کی غزوۂ بدر کے مشرک قیدیوں کو حکم دیا اور اسی کو ان کی رہائی کے لئے فدیہ قرار دیا......(مسند احمد، حدیث رقم:۲۲۱۵، ۳۷۹/۲)۔

''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں حضرت زید ابن ثابتؓ کے سلسلہ میں آتا ہے کہ آپ نے رسول اکرم ﷺ کے حکم سے یہودیوں سے سریانی زبان سیکھی،...... ''**فأمر زيداً فتعلمها في بضعة عشر يوماً**'' (الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب:۵۳۸/۲، موبائیل ایپلی کیشن المکتبۃ الشاملۃ)۔

اس کے علاوہ رسول اکرم ﷺ کی ایک اور حدیث ہے:''عن ابی ہریرۃ قال: **قال رسول الله** ﷺ:'' **الكلمة الحكمة ضالة المؤمن ، فحيث وجدها فهو أحق بها**''......(الجامع الترمذی، حدیث رقم:۲۶۶۹، کتاب العلم)(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے، رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: علم وحکمت مومن کی متاع گمشدہ ہے، اس لئے مومن اس کو جہاں پائے وہی اس کا مستحق ہے)۔

نیز ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی اجازت دی کہ بنی اسرائیل سے حدیث بیان کریں۔ چنانچہ عبد اللہ بن عمرو کی روایت ہے: ''**قال رسول الله** ﷺ : **بلغوا عني ولو آية، و حدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج، ومن كذب عليَّ متعمداً فليتبوّأ من النار**''......(الجامع الترمذی، کتاب العلم، حدیث رقم:۲۶۷۸)(حضرت عبد اللہ بن عمروؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث سن کر دوسروں تک پہونچاؤ، اگر چہ کہ ایک جملہ ہی سہی، اور بنی اسرائیل سے حدیث بیان کرو، اس میں کوئی حرج نہیں، ہاں جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ دوزخ جانے کی تیاری کر لے)۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے تعلیم وتعلم کے معاملہ میں مسلمانوں کو روکا نہیں، بلکہ غیر مسلمین سے بالخصوص یہودیوں سے حصول تعلیم کا حکم دیا ہے، اس کی عہد نبوی میں مثالیں بھی موجود ہیں۔ لیکن قابل فکر بات یہ ہے کہ تعلیم کے ساتھ ساتھ میں بچوں کے ایمان واخلاق کی حفاظت بھی ضروری ہے۔ اس کے لئے اس اطمینان کی ضرورت ہے کہ بچہ جہاں تعلیم حاصل کر رہا ہے یا جس جگہ تعلیم حاصل کر رہا ہے وہاں اس کے ایمان و دین کے لئے کوئی خطرہ تو نہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ''باب تعلیم الرجل أمتہ وأہلہ'' کے تحت ایک حدیث ذکر کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں موجود یہودیوں کا مدرسہ بیت المدارس کا معائنہ فرمایا۔ چنانچہ اس انتظام واحتیاط کے ساتھ فی زمانہ بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہے کہ ہمارے بچے عیسائی مشنریز میں تعلیم حاصل کریں، البتہ اس کے ساتھ ساتھ بچوں کے ایمان ودین کے تحفظ کی تدبیر کو ضرور مدنظر رکھیں۔

عیسائی مشنریز کے زیر انتظام چلنے والے تعلیمی اداروں میں خدمت:

عموماً عیسائی مشنریز کے دو بنیادی مقاصد ہوتے ہیں؛ ایک تعلیم اور دوسرا اپنے عقائد و مذہب کی تبلیغ و تشہیر۔ عیسائی مشنریز میں ایک مسلمان کے لئے تعلیم کے شعبہ میں خدمت جائز ہے۔ وہ صرف اسی حد تک ان اداروں میں خدمت کرسکتا ہے جس میں تعلیم سے متعلق امور ہوں اور رہی عیسائیت اور اس کے عقائد کی تشہیر و تبلیغ؛ اس سے ایک مسلمان اعراض کرے اور حتی المقدور اس سے گریز کرنے کی کوشش کرے۔

جیسا اس کہ قرآن مجید میں ہے:" **تعاونوا علیٰ البرّ و التقویٰ ولا تعاونوا علیٰ الاثم و العدوان**" (سورۃ المائدۃ:۲) (یعنی: نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور برائی و نافرمانی کے کاموں میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دو)۔

حدیث میں آیا ہے : "**لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**"......(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الثانی، ۳۲۱/۲) (خالق کی نافرمانی کے اندر کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں)۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسائی مشنریز میں تعلیم کا نظام بہتر ہوتا ہے۔ تعلیم کے ہر شعبہ میں یہ مشنریز نمایاں خدمت انجام دے رہی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ مسلم ادارے بھی اسی طرز پر کام کریں اور اسی انداز و نہج کو اپنائیں۔ بہتر ہوگا کہ مسلمان ادارے قائم ہوں اور اس میں مسلمان اپنے بچوں کو تعلیم دیں۔ لیکن اگر اس طرح کی سہولت نہ ہو تو ان اداروں میں کام کرنے والے مسلمان عیسائی مشنریز کے دوسرے ہدف یا دوسرے مقصد کی تکمیل میں کوئی تعاون و مدد نہ کریں۔ اگر تعاون و مدد سے گریز محال ہے، اجتناب ناممکن ہے، تعلیمی شعبوں کے ساتھ ساتھ مذہبی اشاعتی شعبہ میں بھی ان کی خدمت مقرر کی گئی ہے تو پھر ایسے اداروں میں کام کرنا جائز نہیں ہے اور یہ (اوپر مذکورہ آیت وحدیث) قرآنی حکم: "**ولاتعاونوا علی الاثم و العدوان**" ......(سورۃ المائدۃ؛۲)...... نیز......حدیث مبارک "**لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق**"......(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الامارۃ والقضاء، الفصل الثانی، ۳۲۱/۲) کے تحت گناہ و نافرمانی کے کاموں میں تعاون کرنا لازم آتا ہے جو ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے۔

ب- اہل کتاب خاتون سے نکاح اور اس کے حقوق:

جب اہل کتاب سے نکاح کرلیا جاتا ہے تو اس کے تمام حقوق کو ادا کرنا مرد پر واجب ہے۔ اہل کتاب بیوی کے وہی حقوق ہیں جو ایک مسلمان بیوی کے ہوا کرتے ہیں۔ ان حقوق میں کوئی تفریق، کمی بیشی جائز نہیں ہے۔

ایک مسلم مرد کے مسلمہ عورت سے نکاح کے سلسلہ میں نکاح کے انعقاد، اس کی صحت اور اس کے نفاذ کے ضمن میں جو شرطیں ضروری و لازم ہیں؛ وہ تمام شرطیں ایک مسلمان مرد کے اہل کتاب عورت سے نکاح کے سلسلہ میں بھی ضروری ولازم ہیں۔ یعنی جو شرطیں ایک مسلمہ سے نکاح کی ہیں وہی شرطیں اہل کتاب عورت سے ایک مسلمان کے نکاح کی ہیں۔

مسلم عورت و مسلم مرد کے نکاح میں جن احکام، حقوق و واجبات کا ترتب ہوتا ہے وہی احکام، حقوق و واجبات مسلم مرد سے اہل کتاب عورت سے نکاح میں بھی مرتب ہوتے ہیں۔

چنانچہ احکام الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ میں ہے:"**وکل الشروط التی تشترط لانعقاد الزواج و صحته و نفاذه، کما یجب توافرها فی عقد زواج المسلم بالمسلمة یجب توافرها فی عقد زواج المسلم بالکتابیة۔ وجمیع الأحکام والحقوق و الواجبات التی تترتب علی عقد زواج المسلم بالمسلمة تترتب علی عقد زواج المسلم بالکتابیة۔ فالکتابیتان المحرمان لا یجوز للمسلم أن یجمع بینهما کالمسلمتین المحرمین۔ والکتابیة إن کانت کبیرة مکلفة**

تباشر عقد زواجها بنفسها کالمسلمة، وإن كانت صغيرة أو في حكمها لجنون أو عته يباشر عقد زواجها وليها المتحد معها في الدين۔وإذا تم عقد زواجها بالمسلم سواء أكانت بمباشرتها أم بمباشرة وليها وجب لها من المهر، والنفقة، وعدم الإضرار بها، والعدل بينها وبين ضرائيرها مايجب للزوجةالمسلمة۔ ووجب لزوجها المسلم عليها من الحقوق و الواجبات ما يجب له علىٰ الزوجة المسلمة، فعليها طاعته و له ولاية تأديبها بالمعروف و منعها عن الخروج من بيته إلا بإذنه، وله أن يطلقها متى شاء وأن يتزوج عليهاواحدة أو اثنتين أو ثلاثا، و تثبت بينهما حرمة المصاهرة، ويجب لكل منهما على الأخر حسن المعاشرة'' (احکام الاحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الاسلامیۃ لعبد الوہاب خلاف (المتوفی ۱۳۵۷ھ)،الزواج،زوج المسلم بالکتابیات،۱؍۱۲۶)۔

اہل کتاب خاتون کا اپنے مسلمان شوہر کے گھر اپنے مذہبی مراسم کا انجام دینا:

رسول اکرم ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: ''وأن يخلىٰ بينهم و بين أحكامه''......(مجمع الزوائد، رقم حدیث: ۹۸۰۳) (یعنی، ہم غیر مسلموں کے مذہبی احکام کے سلسلہ میں آزاد رکھیں)۔یعنی اسلامی ریاست میں ان کی عبادات و رسوم وغیرہ کے سلسلہ میں مسلم کسی قسم کی مداخلت نہ کرے۔چنانچہ مسلمان شوہر اپنی اہل کتاب بیوی کے مذہبی معاملات میں کوئی جبر نہیں کرسکتا، نہ ہی کوئی مداخلت کا اس کو حق ہے۔ بلکہ اہل کتاب بیوی اپنے مسلمان شوہر کے گھر میں پورے اطمینان سے اپنے مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہے۔علامہ ابن قیم فرماتے ہیں: ''وليس له منعها من صيامها الذى تعتقد وجوبه،و إن فوّت عليه الاستمتاع في وقته، ولامن صلاتها فى بيته إلىٰ الشرق،وقد مكن النبى ﷺ وفد نصارىٰ نجران من صلاتهم فى مسجد إلىٰ قبلتهم .... ، وليس له حملها على أكل الشحوم واللحوم المحرمة عليهم''......(احکام اہل الذمۃ ؛ علامہ ابن القیم، ۲؍ ۸۲۲، موبائیل اپلی کیشن، المکتبۃ الشاملۃ) (مسلمان شوہر کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اپنی اہل کتاب بیوی کو ان روزوں سے روکے، جس کو وہ واجب سمجھتی ہو، اگر چہ روزے کے وقت مرد اس سے استمتاع کے حق سے محروم ہوتا ہے۔اور مرد اس کو اپنے گھر میں اپنے قبلہ (مشرق) کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع نہیں کرسکتا ۔جب کہ خود رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائی وفد کو مسجد نبوی میں اپنے مذہب کے مطابق اور اپنے قبلہ کے مطابق نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے،اس کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنی اہل کتاب بیوی کو چربی اور کوئی ایسے گوشت کھانے پر مجبور کرے جو اس کے عقیدے کے مطابق حرام ہے)۔اسی طرح آگے لکھا ہے کہ:'' وليس له منعها من قراء ة كتابها اذا لم ترفع صوتها به''......(احکام اہل الذمۃ ؛ علامہ ابن القیم، ۲؍ ۸۲۳، موبائیل اپلی کیشن، المکتبۃ الشاملۃ) (اگر آواز اونچی نہ کرے تو مسلم شوہر کے لئے جائز نہیں کہ اپنی اہل کتاب بیوی کو اپنی کتاب کی تلاوت سے روکے)۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق احکام کا جائزہ

مولانا عبیداللہ ندوی☆

اہل کتاب کی لغوی تعریف:

''الکتاب'' کا لفظ قرآن مجید کیلئے، عموماً کسی آسمانی کتاب کیلئے، بحیثیت مجموعی تمام سابقہ وحیوں کیلئے، غرض اللہ کی طرف سے نازل شدہ تمام کتب کیلئے اختیار کیا گیا ہے، چنانچہ قرآن میں ہے:'' كان الناس أمة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين ومنذرين وأنزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه.....الخ''(بقرہ ۲۱۳)(لوگ ایک امت تھے پھر اللہ نے انبیاء بھیجے، خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی، کہ وہ لوگوں کے درمیان اس باب میں فیصلہ کرے جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے)۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں کہ ''الکتاب'' سے کوئی مخصوص اور متعین کتاب الٰہی مراد نہیں، بلکہ ''ال'' جنس کتاب کیلئے ہے اور کتاب سے مراد وہ تمام کتابیں ہیں جو مختلف پیغمبروں پر مختلف زمانوں میں اترتی رہیں گویا لفظ ''الکتاب'' صورۃً واحد اور معنیً جمع ہے (تفسیر ماجدی بقرہ ۲۱۳)۔

اہل کتاب کی اصطلاحی تعریف:

ظاہر ہے کہ کتاب کے لغوی معنی ہر لکھا ہوا ورق تو مراد نہیں ہوسکتا ہے، وہی کتاب مراد ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہو، اس لئے باتفاق امت کتاب سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے جس کا کتاب اللہ ہونا بتصدیق قرآن یقینی ہو، جیسے توریت، انجیل، زبور، صحف ابراھیم وموسیٰ وغیرہ، چنانچہ'' فتاوی عالمگیری''میں اہل کتاب کی تعریف یوں کی گئی ہے: ''كل من يعتقد دينا سماويا له كتاب منزل كصحف ابراهيم وشيث وزبور داؤدعليهم الصلاةوالسلام فهو من أهل الكتاب''(عالمگیری ۱/۳۸۱)(ہر وہ شخص جو کسی آسمانی دین کو مانتا ہو اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرتا ہو جیسے توریت، انجیل صحف ابراھیم وشیث اور حضرت داؤد کا زبور وغیرہ، تو وہ اہل کتاب میں سے ہوگا) خصوصا توریت وانجیل کے ماننے والے (یہود ونصاری) چنانچہ علامہ ابن کثیر آیت کریمہ: ''يأهل الكتاب تعالوا إلى كلمةسواء بينناوبينكم أن لا نعبد إلاالله ولانشرك به شيئا ولايتخذبعضنا بعضاًأربابا من دون الله '' (آل عمران: ۶۴) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:''هذا الخطاب يعم أهل الكتاب من اليهود والنصارى ومن جرى مجراهم''(تفسیر ابن کثیر ۱/۴۸۴) ترجمہ: یہ خطاب عام ہے یہود ونصاری کے علاوہ تمام قومیں اسکی مخاطب ہیں جو ان جیسی ہیں''۔

☆ استاذ حدیث وادب دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات۔

اہل کتاب کا ذکر قرآن مجید میں تین طرح آیا ہے۔

الف: تاریخی شواہد کے طور پر، اس سلسلہ کا آغاز حضرت آدم اور نوح علیہما السلام سے ہوتا ہے۔

ب: ان کے ذکر کا دوسرا موقع دعوت اسلام کے سلسلہ میں ہے۔

ج: اور تیسرا مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات کی قانونی اور معاشرتی نوعیت سے متعلق ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو دائرہ معارف اسلامیہ اہل کتاب/ ۳/ ۵۹۶)۔

اہل کتاب میں کون کون سے گروہ شامل ہیں:

اہل کتاب کے متعلق اس امر میں اختلاف ہے کہ کون کون سے گروہ اس میں شامل ہیں؟ جمہور فقہا فرماتے ہیں کہ اہل کتاب صرف یہود ونصاری ہیں اپنے مختلف فرقوں کے ساتھ، امام شافعی فرماتے ہیں: کہ اہل کتاب صرف وہ یہودی ونصرانی ہیں جو بنی اسرائیل سے ہوں، رہیں دوسری قومیں جنہوں نے یہودیت یا نصرانیت قبول کر لی ہے تو وہ اہل کتاب نہیں ہیں، کیونکہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے، دوسری قومیں ان کی دعوت کی مخاطب نہ تھیں، احناف نے ذرا توسع سے کام لیا وہ فرماتے ہیں: اہل کتاب ہر وہ قوم ہے جو کسی نبی کو مانتی ہو اور کسی کتاب الٰہی پر ایمان رکھتی ہو، اور یہ یہود ونصاری کو بھی شامل ہے اور ان لوگوں کو بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے زبور اور ابراھیم وشیث علیہما السلام کے صحیفوں پر ایمان رکھتے ہیں (الموسوعۃ الفقہیۃ/ ۷/ ۱۴۰، تفہیمات ۲/۳۳۱)۔

صابئین کی تحقیق:

صابی کے لغوی معنی ہیں: جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں آجائے یا اسکی طرف مائل ہو جائے چنانچہ امام راغب فرماتے ہیں: "قیل لکل خارج من الدین إلی دین آخر صابی" (المفردات کتاب الصادص: ۲۷۴) (ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین کی طرف جانے والے کو صابی کہا جاتا ہے)۔

رسول اللہ ﷺ کو شروع میں اسلئے صابی کہا جانے لگا تھا کہ آپ نے دین قریش کو چھوڑ کر دین اسلام اختیار کیا ہے، چنانچہ امام ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں: "وکانت العرب تسمی بالنبی ﷺ الصابی؛ لأنہ خرج من دین قریش الی دین الإسلام" (النھایۃ بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۶۹ البقرہ: ۶۲) (اور نبی کریم ﷺ کو صابی کہتے تھے اسلئے کہ آپ ﷺ دین قریش کو چھوڑ کر دین اسلام میں آگئے تھے)۔

اصطلاح میں صابون (SABIANS) کے نام کا ایک مذہبی فرقہ جو عرب کے شمال ومشرق میں شام وعراق کی سرحد پر آباد تھا، یہ لوگ دین توحید اور عقیدہ رسالت کے قائل تھے، البتہ اس امر میں علماء کے اقوال مختلف ہیں کہ یہ کس نبی کے متبعین ہیں، بعض نے حضرت یحیٰ کا پیروکار بتایا ہے چنانچہ مولانا عبدالماجد دریابادی صابی کی تعریف ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: انھیں کو "نصارائے یحیٰ" بھی کہا جاتا ہے، گویا نسبت ایک پیغمبر حضرت یحیٰؑ کی جانب رکھتے تھے (تفسیر ماجدی ۱/۱۲۹ البقرہ: ۶۲) امام راغب اصفہانی کا خیال ہے کہ یہ لوگ حضرت نوحؑ کے پیروکار تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں: "والصابئون قوم کانوا علی دین نوح" (المفردات کتاب الصادص: ۲۷۴) (صابئین وہ لوگ ہیں جو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر تھے، بعض حضرات کے نزدیک یہ لوگ حضرت دؤد علیہ السلام کے زبور پر ایمان رکھتے ہیں) (معارف القرآن سورہ مائدہ ۳/۴/۷)۔

صابئین اہل کتاب میں شامل ہیں یا نہیں؟

علماء وفقہاء کا صابئین کے بارے میں بڑا اختلاف ہے اور ان کے دین ومذھب سے عدم معرفت واحاطہ کی وجہ سے علماء پر ان کا

D20

معاملہ مشکل اور پیچیدہ ہوگیا ہے، چنانچہ امام صاحب اور ایک قول کے مطابق امام احمد کے نزدیک وہ اہل کتاب، یعنی یہودی ونصاری میں سے ہیں، امام ابو یوسف اور محمدؒ کے نزدیک وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں (احکام القرآن ۲۸۳/۱۳ الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۴۰۷/۰)۔

امام شافعی کا مذہب ہے، اور حنابلہ میں سے ابن قدامہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے کہ اگر یہ لوگ یہودی ونصاری کے دینی اصول، یعنی رسولوں کی تصدیق اور کتابوں پر ایمان لانے سے متفق ہوں تو انہی میں شمار ہوں گے اور اگر ان کے دینی اصول کے خلاف ہوں تو ان میں سے نہیں ہوں گے اور انکا حکم بت پرستوں کی طرح ہوگا (الموسوعۃ الفقہیۃ ۱۴۰۷/۰) مجاہد فرماتے ہیں: وہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے وہ زبور کی تلاوت کرتے ہیں۔ عبدالرحمان بن زید فرماتے ہیں: وہ اہل دین ہیں، جو جزیرہ موصل میں رہتے تھے لا الہ الا اللہ کے قائل تھے، لیکن انکا کوئی عمل نہیں تھا کسی کتاب اور نبی کا اقرار نہ کرتے تھے سوائے لا الہ الا اللہ کے۔ قرطبی فرماتے ہیں: ان کے مذھب سے جو بات سمجھ میں آتی ہے اور جسکو بعض علماء نے ذکر کیا ہے وہ یہ کہ وہ موحد تھے، البتہ نجوم کی تاثیر کے قائل تھے اسکو فاعل سمجھتے تھے، امام رازی فرماتے ہیں: کہ وہ کواکب پرست تھے، اسی بنا پر فقہا کے نقطہ ہائے نظر ان سے نکاح کے بارے میں مختلف ہیں، بعض لوگ انھیں اہل کتاب مانتے ہیں اور انھیں یہود و نصاری میں شامل کرتے ہیں البتہ ان میں تحریف وتبدیل کے بھی قائل ہیں، جیسے امام صاحب، اور بعض علماء ان کی حقیقت حال سے عدم واقفیت کی بنیاد پر تردد میں ہیں جیسے شوافع (فقہ السنہ ۲/۷۲، ۷۱)، سعید عن قتادہ: وہ ملائکہ کی عبادت کرتے تھے، قبلہ کی طرف نماز پڑھتے تھے اور زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ لیث مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ یہود اور مجوس سے مخلوط ایک قوم ہے انکا کوئی دین نہیں (احکام اہل الذمہ، فصل الصابیہ ص: ۶۷)، شہرستانی نے صابئین کو اہل کتاب مانا ہے (دائرہ معارف اسلامیہ ۳/۵۹۴)۔

میری رائے میں امام صاحب کا قول زیادہ راجح اور درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ:

الف: حضرت عمر فاروقؓ جیسے مبصر ونکتہ رس، خلیفہ راشد اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ جیسے محقق صحابی نے صابئین کو اہل کتاب شمار کیا ہے اور حضرت عمرؓ نے ان کا ذبیحہ بھی حلال مانا ہے چنانچہ معالم التنزیل میں ہے: " **قال عمر بن الخطاب و ابن عباس: هم قوم من أهل الكتاب ، و قال عمر : تحلّ ذبائحهم مثل ذبائح أهل الكتاب**" (معالم التنزیل بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۲۹ البقرہ: ۶۲) (حضرت عمر بن خطاب اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ وہ اہل کتاب میں سے ایک قوم ہیں، اور حضرت عمر نے فرمایا: کہ ان کا ذبیحہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی طرح حلال ہے)۔

ب: اہل لغت بھی اس طرف گئے ہیں: " **هم جنس من أهل الكتاب** " (صحاح للجوھری بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۲۹ البقرہ: ۶۲) (وہ اہل کتاب کی جنس سے ہیں)۔

ج: تابعین میں متعدد اکابر انکے اہل کتاب یا موحد ہونے کے قائل ہیں مثلا ابن جریر، ابن کثیر، ربیع بن انس، ضحاک، سدی اور اسحاق بن راھویہ وغیرہ، چنانچہ ابن جریر لکھتے ہیں: "**هم طائفة من أهل الكتاب**" (ابن جریر بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۷۰ البقرہ: ۶۲) (وہ اہل کتاب کا ایک گروہ ہے؛ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں: "**فرقه من اهل الكتاب**" (تفسیر ابن کثیر بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۷۰ البقرہ: ۶۲) ترجمہ: وہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے؛ ابن زید ان کے موحد ہونے کے قائل تھے اور حضرت قتادہ وحسن بصری سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اہل قبلہ تھے اور نماز پانچ وقت کی پڑھتے) (ابن جریر بحوالہ تفسیر ماجدی ۱/۱۷۰ البقرہ: ۶۲)۔

د: امام اعظم حضرت ابوحنیفہ خود بھی عراقی تھے اس لئے براہ راست صابئوں سے واقفیت کا موقع رکھتے تھے اس لئے انکا فتوی زیادہ معتبر اور درست معلوم ہوتا ہے، یہی قول بعض قدیم فقہاء امت کا بھی ہے۔

ھ: قرآن مجید نے ان کے نام کا عطف دو اہل کتاب قوموں (یہود و نصاری) پر کیا ہے۔

صابئین کا وجود ہے یا نہیں؟

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی نے مستند تاریخی حوالوں اور کتابوں سے بڑی نفیس و عمدہ تحقیق پیش کی ہے، اسلئے ہم ذیل میں ان کی عبارت کو نقل کرتے ہیں:

''تاریخ ایران پر ایک مستند مستشرق کی کتاب کا فرنچ سے اردو ترجمہ ابھی حال میں نکلا ہے (انجمن ترقی اردو دہلی) اس کے ص ۷۴ پر فاضل مترجم شیخ محمد اقبال مرحوم پرنسپل اورینٹل کالج لاہور، لفظ مینڈین (MANDAEAN) پر حاشیہ دیتے ہیں: مینڈین بزبان آرامی بمعنی اولوا العلم۔ اس فرقہ کے لوگ عراق میں اب بھی موجود ہیں اور صابیون کہلاتے ہیں، وہ لوگ اگرچہ عیسائی نہیں ہیں، تاہم جان دی بپٹسٹ کو مانتے ہیں، عراق میں عوام الناس انکو حضرت یحیی کی امت کہتے ہیں،، (ایران بعہد ساسان)

''جیوش انسائیکلوپیڈیا'' میں ان کے لقب ''نصارائے یحیی'' کو گرچہ ایک غلط تسمیہ ٹھہرایا گیا ہے، تاہم یہ تصریحات اس میں درج ہیں:

مینڈین (MANDAEAN) مشرقی مذھبی فرقہ ہے جس کے عقائد و اعمال مسیحیوں اور یہودیوں اور مشرکوں کے دین کا مخلوطہ ہیں، یہ لوگ جنوبی بابل یعنی واسطہ و بصرہ کے علاقہ میں خوزستان کے قریب آباد ہیں اور مقامی زبانیں مثلاً فارسی و عربی بولتے ہیں، ان کے مذھبی نوشتے آرامی زبان میں ہیں جو بابل کے تالمود سے قومی مشابہت رکھتی ہے .... یہ اپنے کو دوسرے فرقوں کے سامنے صابی ہی کہتے ہیں'' (۸/۲۸۸)۔

اسی میں آگے ہے کہ یہ لوگ اگرچہ انبیائے برحق حضرت نوحؑ حضرت ابراھیمؑ حضرت موسیؑ وغیرہ کے منکر ہیں، لیکن حضرت یحییؑ کی نبوت کے قائل ہیں، ''انسائیکلو پیڈیا آف ریلجن اینڈ ایتھکس'' میں اس فرقہ کی تاریخ عقائد وغیرہ پر مقالہ بڑی شرح و بسط کے ساتھ ہے (۸/۳۸۰ تا ۳۹۲) ان کا دوسرا لقب مغتسلہ بھی لکھا ہے کہ یہ غسل اور بپتسمہ اور پانی میں غوطہ دینے کے بہت قائل ہیں، ان کی تعداد قریب چار ہزار کے بیان کی ہے، نماز ان کے یہاں پانچ وقت کی فرض ہے، تین بار دن میں اور دو بار رات میں اور انکا قبلہ قطب تارہ یا سمت شمال ہے، ''چیمبرز انسائیکلوپیڈیا'' (نیو ایڈیشن ۷/۷۰۵) میں ان کی آبادی عراق میں چھ ہزار بیان کی گئی ہے (تفسیر ماجدی ۱/۱۷۰ اسورۃ بقرہ: ۶۲)۔

موجودہ دور کے یہودی اور عیسائی جو خدا کے جود کے منکر ہیں، اہل کتاب ہیں؟

اہل کتاب سے نکاح کا جواز اور ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے کا حکم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ یہود و نصاری کے دین پر قائم ہوں اور اس دین کے بنیادی عقائد کا عقیدہ رکھنے والے ہوں، اگرچہ وہ بنیادی عقائد اسلام کے خلاف ہی کیوں نہ ہوں مثلاً ''تثلیث'' کا عقیدہ، ''کفارہ'' کا عقیدہ، تحریف شدہ تورات و انجیل پر ایمان وغیرہ، وجہ اسکی یہ ہے کہ نزول قرآن کے وقت اگرچہ وہ مذکورہ بالا باطل عقائد رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالی نے انکو اہل کتاب کا لقب دیا، اور قرآن کریم میں ان کے باطل عقائد کی صراحت فرمائی، چنانچہ فرمایا: ''وقالت الیہود عزیر ن ابن اللہ وقالت النصاری المسیح بن اللہ'' (توبہ: ۳۰) (یہودی کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں)، دوسری جگہ فرمایا: ''لقد کفرالذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ'' (مائدہ: ۷۳) (یقیناً ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں کہا کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے)، اور ایک جگہ فرمایا: ''یحرفون الکلم عن مواضعہ'' (مائدہ: ۱۳) (وہ کلام کو اس کے موقع و محل سے بدل دیتے ہیں)۔

امام ابوبکر جصاص لکھتے ہیں:"وروی عبادة من نسیّ عن غضیف بن الحارث أن عاملا لعمربن الخطاب کتب إلیه أن ناسا من السامرة یقرأون التوراة ویسبتون السبت ولایؤمنون بالبعث فماتری؟فکتب إلیه عمر أنهم طائفة من أهل الکتاب"(احکام القرآن ۳/۳۲۱) (حضرت عمر بن خطابؓ کے ایک عامل (گورنر) نے آپؓ کو لکھا کہ "سامرہ" قوم کے کچھ لوگ تورات پڑھتے ہیں اور ہفتہ کے دن اپنا مذہبی تہوار مناتے ہیں اور بعث بعد الموت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا کہ یہ اہل کتاب کا ایک گروہ ہے)۔

اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کے "اہل کتاب" میں سے ہونے کیلئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ توحید خالص پر ایمان رکھتا ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ وہ موجودہ تورات اور انجیل کی تحریف پر ایمان رکھتا ہو اور نہ یہ شرط ہے کہ وہ حضرت موسی وعیسی علیہما السلام کی شریعتوں کے منسوخ ہونے پر ایمان رکھتا ہو جیسا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے، بلکہ "اہل کتاب" ہونے کیلئے صرف ان بنیادی عقائد پر ایمان کافی ہے جن پر یہود ونصاری ایمان رکھتے ہیں اور جس کے ذریعہ وہ دوسرے مذہب والوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔

لیکن کسی شخص کے اہل کتاب میں سے ہونے کیلئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ اسکا نام "نصاری" کے نام کی طرح ہو اور نہ یہ کافی ہے کہ سرکاری مردم شماری کے وقت اسکا نام "نصاری" کی فہرست میں لکھا جاتا ہو، بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کے عقائد بھی اہل کتاب جیسے ہوں آج کل ہمارے اس دور میں مغربی ممالک میں عیسائیوں اور یہودیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں، مگر درحقیقت وہ مادہ پرست اور دہریے ہوتے ہیں، وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں، نہ توریت وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں اور نہ حضرت موسی وعیسی علیہما السلام کو اللہ کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں، دوسرے عقائد رکھنا تو دور کی بات ہے، بلکہ وہ ایسے تمام مذاہب کا مذاق اڑاتے ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے لوگ محض مردم شماری کے نام کیوجہ سے "اہل کتاب" کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے، اور نہ انکا ذبیحہ حلال ہوگا نہ ان کی عورتوں سے شادی جائز ہوگی۔

اسکی دلیل بالکل واضح ہے وہ یہ کہ "اہل کتاب" اپنے خاص عقائد کیوجہ سے دوسرے کفار سے ممتاز ہیں، مثلا وہ اللہ کے وجود کے قائل ہوتے ہیں، رسولوں کے برحق ہونے پر ایمان رکھتے ہیں اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، لہذا جو شخص سرے سے اللہ کے وجود کا ہی قائل نہ ہو اور نہ رسولوں کے برحق ہونے پر ایمان رکھتا ہو اور نہ ہی کتب سماویہ پر ایمان رکھتا ہو اسکو "اہل کتاب" میں کیونکر شمار کیا جاسکتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے "نصای بنی تغلب" کے ذبیحہ کی عدم حلت کا جو فتوی دیا تھا اسکی وجہ یہ بتائی کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے بجز شراب نوشی کے اور کسی چیز کے قائل نہیں، چنانچہ امام ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:"روی محمد بن سیرین عن عبید ةقال:سألت علیا عن ذبائح نصاری العرب فقال: لا تحل ذبائحهم،فانهم لم یتعلقوا من دینهم بشیئی إلابشرب الخمر"(احکام القرآن ۳/۳۲۱) (محمد بن سیرین حضرت عبیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ سے نصاری عرب کے ذبائح کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے فرمایا: ان کے ذبائح حلال نہیں، اسلئے کہ انکا اپنے مذہب نصرانیت سے بجز شراب نوشی کے اور کوئی تعلق باقی نہیں ہے)۔

مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ نہ تو تورات وانجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ ہی یہودیت ونصرانیت کے بنیادی عقائد پر انکا ایمان ہے، لہذا صرف نصرانیت کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے انکو اہل کتاب میں شمار کرنا ممکن نہیں۔

خلاصہ یہ کہ جن نصرانیوں کے متعلق یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ وہ خدا کے وجود ہی کو نہیں مانتے یا حضرت موسی وعیسی علیہما السلام کو اللہ کا نبی نہیں مانتے وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں۔ البتہ اگر ایک شخص نام سے اور ظاہری علامات سے نصرانی معلوم ہوتا ہے تو اسکو نصرانی

سمجھنا جائز ہے جب تک یہ ظاہر نہ ہوجائے کہ اس کے عقائد مادہ پرستوں کے عقائد کی طرح ہیں (معارف القرآن ۴۹-۴۸/۳،فقہی مقالات ۲۳۹/۴ تا ۲۴۳،تفسیر ماجدی ۲/۲۰ سورہ مائدہ:۵ قاموس الفقہ ۲/۲۵۵)۔

اہل کتاب سے نکاح کے مسئلہ میں دارالکفر اور دارالاسلام کا فرق:

مسلمان کیلئے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے چنانچہ قرآن میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:" **اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوالكتاب حل لكم و طعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتواالكتاب من قبلكم ....**" (مائدہ:۵)(آج جائز کردی گئیں تم پر (لذیذ) پاکیزہ چیزیں، اور جولوگ اہل کتاب میں ہیں انکا کھانا تمہارے لئے جائز اور تمہارا کھانا ان کے لئے جائز، اور (اسی طرح تمہارے لئے جائز ہیں) مسلمان پارسائیں اوران کی پارسائیں جنکوتم سے قبل کتاب مل چکی ہے،،یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ سلف نے عموما اس آیت کریمہ کواہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی عام اجازت پرمحمول کیا ہے اورمحمول ہی نہیں کیا، بلکہ اس کے مطابق عمل بھی کیا ہے چنانچہ حضرت عثمان بن عفانؓ نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ سے نکاح کیا جونصرانیہ تھی اور بعد میں ان کے ہاتھ اسلام قبول کرلیا،حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ نے ایک شامی یہودی سے نکاح کیا،حضرت حذیفہؓ نے مدائن کی یہودیہ سے نکاح کیااور بہت سے صحابہ کرامؓ نے کتابیات سے نکاح کیا (فقہ السنۃ ۲/۷۰ تفہیمات ۳/۱۶۲،قاموس الفقہ ۲/۲۵۵) صحابہ میں صرف حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں جنھوں نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح مطلقا ناجائز قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے مشرک عورتوں کوحرام کیا ہے فرمایا:"**ولا تنكحو االمشركات حتى يؤمن**" (بقرہ:۲۲۱)(اور مشرک عورتوں کے ساتھ نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں)،"**ولا أعرف شيئا من الإشراک أعظم من أن تقول المرأة:ربها عيسىؑ أو عبد من عبادالله**"(فقہ السنہ ۲/۷۰)(اور میں اس سے بڑھ کرکسی چیز کونہیں سمجھتا کہ ایک عورت یہ کہے: کہ میرا رب عیسیؑ ہیں۔یا اللہ کے بندوں میں سے کوئی بندہ ہے)۔

البتہ سوال یہ ہے کہ دارالکفر میں رہنے والی کتابیہ عورت سے نکاح اور دارالاسلام میں رہنے والی کتابیہ عورت کے درمیان کچھ فرق ہے یا نہیں؟ صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نکاح کتابیات کی اجازت کومحدود کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف ذمی عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے اہل کتاب میں سے جولوگ اسلامی سلطنت کی رعایا ہوں صرف انہی کی عورتوں سے نکاح کیا جاسکتا ہے،خواہ ان کے اعتقاد میں کیسا ہی فساد ہو، رہے اہل حرب (یعنی وہ لوگ جو حدود دارالاسلام سے باہر رہتے ہوں) تو انکی عورتوں سے نکاح جائز نہیں۔لیکن عام فقہاء اسکی کراہت کی طرف مائل ہیں جسکی تفصیل یوں ہے۔

احناف کہتے ہیں کہ کتابیہ کے ساتھ نکاح اس صورت میں حرام ہے جبکہ وہ دارالحرب (غیر اسلامی ملک) میں ہواور اسلامی احکام کو تسلیم نہ کرتی ہو، ایسا کرنے سے فتنہ کا دروازہ کھل جائیگا، کیوں کہ وہ اپنے شوہر کوخلاف اسلام طورطریقوں کی پابندی پرمجبور کریگی اوراپنی اولاد کو اس کے دین سے پھیر کردوسرے دین کی پیروی کی رغبت دلائے گی، اوراپنے نام ونمود کیلئے ایسے کاموں پر اکسائے گی جس سے اسکا وقار خاک میں مل جائے، اس کے علاوہ اور بھی مفاسد ہیں، پس اگرچہ نکاح درست ہے لیکن مکروہ تحریمی ہے کیوں کہ اس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، لیکن اگر وہ عورت ذمی ہو (اسلامی سلطنت کی رعایا ہو) اور اسے قوانین اسلام کا پابند کرنا ممکن ہوتب بھی اسکے ساتھ نکاح مکروہ تنزیہی ہے، چنانچہ شمس الائمہ سرخسی "المبسوط" میں تحریر فرماتے ہیں:"**يجوز للمسلم أن يتزوج كتابية فى دارالحرب ولكنه يكره؛ لأنه إذاتزوجها ثمة ربمايختار المقام فيهم ....وإذاولدت تخلق الولد بأخلاق الكفار وفيه بعض الفتنة فيكره لهذا.........وسئل علىؓ عن مناكحة أهل الكتاب فكره ذالک**" (المبسوط ۳/۵۰)(مسلمانوں کیلئے دارالحرب میں کتابیہ سے شادی کرنا جائز تو ہے مگر

مکروہ ہے کیونکہ وہ اگر وہاں شادی کریگا تو ممکن ہے کہ کفار ہی کے ملک میں رہ پڑے،............اور جب کتابیہ کے پیٹ سے اولاد پیدا ہو تو وہ کفار کے اخلاق پر پروان چڑھے، نیز اس میں اور بھی فتنے ہیں، اسلئے یہ مکروہ ہے ....حضرت علیؓ سے حربی عورتوں کے ساتھ نکاح کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے اسکو مکروہ فرمایا،،۔نیز ہدایہ میں ہے: ''**ویجوز تزویج الکتابیات و الأولى أن لایفعل ولا یأکل ذبیحتهم الا لضروة ، و تکره الکتابیة الحربیة إجماعا لانفتاح باب الفتنة من إمکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دارالحرب وتعریض الولد علی التخلق بأخلاق أهل الکفر**''(ہدایہ کتاب النکاح)(کتابیات سے نکاح کرنا جائز تو ہے مگر بہتر یہی ہے کہ نہ کیا جائے اور نہ انکا ذبیحہ کھایا جائے، الا یہ کہ کوئی ضرورت آ پڑے اور حربی کتابیہ سے نکاح کرنا تو بالا جماع مکروہ ہے کیونکہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے مثلا یہ کہ اس سے ایسا گہرا تعلق ہو جائے کہ مسلمان شوہر اس کے ساتھ کافروں کے ملک میں سکونت اختیار کرلے اور یہ کہ اسکی اولاد اہل کفر کے اخلاق سے متخلق ہو کر اٹھے)۔

بڑی حد تک یہی رائے مالکیہ اور شوافع کی بھی ہے، حنابلہ کے نزدیک کتابیہ عورت سے نکاح بغیر کسی کراہت کے حلال ہے، کیونکہ اللہ کا ارشاد: ''والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم'' عام ہے (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴/۹۸ تا ۱۰۰، قاموس الفقہ ۲/۲۵۵)۔

کتابیہ سے جواز نکاح کی حکمتیں:

الف: اسلام نے ان سے نکاح کی اجازت اس لئے دی کہ اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان رکاوٹیں ختم ہوں، دعوت کا راستہ ہموار ہو، کیونکہ رشتہ ازدواج سے معاشرت، میل جول اور دو خاندانوں کی ایک دوسرے قربت بڑھتی ہے اور اسلام کے متعلق معلومات کے مواقع زیادہ میسر آئیں گے، اور اسلام کے اصول ومبادی، اسکے حقائق اور قدروں کے جاننے کا موقع ملیگا، گویا اہل کتاب اور اہل اسلام کے درمیان یہ نکاح تقریب علمی کے اسالیب میں سے ایک اسلوب ہے اور ہدایت ودین حق کی دعوت ہے، لہذا جو بھی ان سے شادی کی خواہش رکھتا ہو وہ اپنے مقاصد واہداف میں سب سے بڑا اور اہم مقصد اسکو بنائے (فقہ السنۃ ۲/۱۷)۔

ب: ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کسی غیر مسلم (کتابیہ) عورت کے عشق میں مبتلا ہو جائے اور حصول مقصود کا دروازہ بند پا کر حرام کی طرف جھک پڑے۔

ج: یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کسی ایسی جگہ رہتا ہو جہاں مسلمان عورت بہم نہ پہونچ سکتی ہو، اور مجرد رہنے کیوجہ اسکے اخلاق بگڑنے اور خانگی زندگی خراب ہونے کا اندیشہ ہو، ایسے مخصوص حالات کیلئے کسی حد تک رخصت کا دروازہ کھول دینا ضروری تھا چنانچہ شارع نے یہ دروازہ کھول دیا (تفہیمات ۳۳۱۳/۱)۔

لیکن اس میں شک نہیں کہ فی الواقع یہ (کتابیات سے نکاح) ایک بہت بڑا فتنہ ہے، ہندستان، مصر اور شام وغیرہ ممالک میں تو اس کا اثر صرف اسی حد تک رہا ہے کہ میم صاحبات نے اسلامی نظام معاشرت میں گھس کر تہذیب اسلامی کی خوب بیخ کنی فرمائی، لیکن ترکی میں اسکے سیاسی نتائج بھی نہایت خطرناک ثابت ہوئے ہیں، یہ ان اہم اسباب میں سے ہے جن کی بدولت ترکوں کی عظیم الشان سلطنت تباہ وبرباد ہوئی، عالم اسلام کے وہ قائدین جن کے ہاتھوں میں پوری قوم کی زمام اور پوری دنیائے اسلام کی کلید ہے ان کے قصور عیش ومحلات عشرت کی زینت یہی عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں جن سے مسلمان شدید نقصان اور سیاسی مضرت واستحصال سے دوچار ہیں۔ان حالات میں کسی بھی طرح اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے۔

دوسری طرف اختلاف مذہب کا نقصان بہت زیادہ ہے،اس میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ایک غیر مسلم ماں کی آغوش میں جو اولاد تربیت پا کر اٹھے گی وہ دین واخلاق کے اعتبار سے اسلامی سوسائٹی کے کسی کام کی نہ رہے گی ،اس کے علاوہ یہ بھی خطرہ ہے کہ وہ ایک مسلمان گھر میں غیر اسلامی طریقے رائج کریگی اور جن جن کے گھروں سے اس کے روابط ہوں گے وہ سب کم وبیش اس عضو فاسد کے شر سے متاثر ہوں گے، پھر خود شوہر بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہے گا، اگر وہ اسکی محبت میں زیادہ گرفتار ہو تو ممکن ہے کہ اپنے ایمان و دین کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے،لیکن اگر یہ فساد اس حد تک نہ بھی پہونچے تو اسکا کم سے کم یہ اثر تو ضرور ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں اپنی آنکھوں سے اسلامی اخلاق واقدار اور اسلامی تہذیب کے بہت سے ارکان کو برباد ہوتے ہوئے دیکھے گا اور اسکو گوارہ کریگا (جو کسی بھی طرح فکری ارتداد سے کم نہیں) سیاسی حیثیت سے بھی اس قسم کی شادیاں مضرت سے خالی نہیں، سازش، جاسوسی اور اسلامی سلطنت کی بیخ کنی کیلئے مسلمان گھر کی کافر بہو بہت آسانی کے ساتھ استعمال کی جاسکتی ہے اور اگر وہ زیادہ ہوشیار ہو تو اپنے شوہر کو بھی ان اغراض کیلئے آلہ کار بنا سکتی ہے، یہ سب مضرتیں ہیں جو پہلے بھی ظاہر ہو چکی ہیں اور آج بھی ظاہر ہو رہی ہیں۔

جو لوگ شریعت کی روح سے اچھی طرح واقف تھے انھوں نے اسی بنا پر اجازت کو ہمیشہ رخصت کی قبیل سے سمجھا اور اس کو پسند نہ کیا کہ مسلمانوں میں کتابیات سے شادی کا عام رواج ہو،شریعت کے سب سے بڑے راز دان اپنے عہد میں حضرت عمرؓ تھے،انھوں نے حضرت حذیفہؓ کو جو کچھ لکھا تھا وہ شریعت کے مقصد پر خوب روشنی ڈالتا ہے، زمانہ اسلام کے غلبہ کا تھا،مسلمان علاقہ شام میں فاتح اور حکمران کی حیثیت سے تھے، ان کو ہر طرح تہذیبی بالاتری حاصل تھی کہ مسلمان دوسرں سے متاثر نہ ہوتے تھے، بلکہ دوسرے اسلام کی تقلید کو ایک فیشن سمجھتے تھے،معاملہ ایک ایسے جلیل القدر مسلمان کا تھا جس نے براہ راست شمع نبوت سے نور ایمان کا اکتساب کیا تھا اسلامی تہذیب اور اسلامی اخلاق میں اس سے بڑھ کر اور کون پختہ ہوسکتا تھا،مگر اس کے باوجود حضرت عمر نے حضرت حذیفہ کو ایک کتابیہ کے ساتھ ازدواجی تعلق رکھنے سے منع فرمایا اور طلاق دے دینے کا حکم فرمایا تھا، پھر یہ نہیں فرمایا کہ ان سے نکاح حرام ہے، بلکہ یہ فرمایا کہ اس سے مسلمان گھروں میں اہل کتاب کی بداخلاق عورتوں کے گھس آنے کا اندیشہ ہے،لہذا اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھانا ہی بہتر ہے۔

غور کیجئے جب غلبہ کی حالت میں کتابیات سے نکاح کے متعلق اسلام کا یہ طرز عمل ہے تو اب جبکہ حالات بدل چکے ہیں،مسلمان مفتوح و مغلوب اور مرعوب،علم وفن کے اعتبار سے پسماندہ اور تہذیب وتمدن کے لحاظ مسحور قوم بن کر رہ گئے ہیں، کیا طرز عمل ہونا چاہیئے نیز ان حالات میں اثر ڈالنے کا امکان کم، اثر قبول کرنے کا امکان زیادہ ہے، اس لئے اس کی کراہت میں کوئی شبہ نہیں، بلکہ کراہت اور زیادہ بڑھ جائے گی۔

اب رہ گیا سوال یہ کہ مغربی ممالک میں مسلمان مختلف محرکات مثلا مزاجی ہم آہنگی ، ویزہ کی سہولت اور قومیت کے حصول وغیرہ کیلئے عیسائی اور یہودی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ نکاح دعوتی نقطہ نظر سے کیا ہے اور یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ اکثر وبیشتر مسلمان مردوں کے نکاح میں آنے والی عورتیں دامن اسلام میں آجاتی ہیں اور پھر وہ ایمان کی روشنی اپنے خاندان اور سماج تک پہونچانے کی کوشش کرتی ہیں، تو کیا اس صورتحال میں بھی ان لوگوں کے قول پر اہل کتاب سے نکاح کرنے کی کراہت باقی رہیگی جو دار الکفر میں اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ درجہ ذیل وجوہات سے کراہت باقی رہے گی:

الف: حدیث شریف میں آیا ہے: ”من كثر سواد قوم فهو منهم“ (المقاصد الحسنہ رقم: ۱۱۷۰، المطالب العالیہ، رقم: ۴۴۵۴، نصب الرایہ، کتاب الجنایات ۵/۱۰۲) ترجمہ: جو مسلمان کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرے گا وہ ان ہی میں شمار ہوگا“۔

ب: فقہا نے کراہت کے اسباب میں ایک سبب یہ لکھا ہے: ”لأنه يكثر سواد أهل الحرب“ (فقہ السنۃ ۲/۷۰) ترجمہ: اس

لئے کہ وہ اہل حرب کی تعداد میں اضافہ کریگا‘‘۔

ج: یہود ونصاری آج کل اپنے دعوتی مشن کے لئے عورتوں کا کثرت سے استعمال کررہے ہیں اور یہ ان کیلئے بہت بڑا ہتھیار ہیں۔

د: نیز مغربی ممالک میں جھوٹی آزادی نسواں کے نام پر عورتوں کو جو قانونی سہولیات ومراعات حاصل ہیں اسکی وجہ سے مرد بعض حالات میں عورت کے سامنے مجبور وبے بس ہوجاتا ہے اور یہ سخت نقصان اور خطرہ کی باعث بن سکتی ہے، مثال طور پر ایک سچا واقعہ اپنے ایک رشتہ دار، جوساؤتھ افریقہ میں مقیم ہیں، کا بیان کرتا ہوں، انھوں نے شہریت کے حصول کیلئے ایک عیسائی عورت سے شادی کی، مقصد میں کامیاب ہوگئے، شہریت مل گئی، مگر آپسی ناچاقی کیوجہ سے میاں بیوی میں نباہ نہیں ہوسکا، دونوں میں جدائی ہوگئی، انکے اس عورت سے دو بچے ہیں، ابھی دو سال قبل وہ بچوں کے ساتھ انڈیا آنا چاہتے تھے جب ویزہ کیلئے ایمبسی گئے تو ان کو تو ویزہ مل گیا، مگر بچوں کیلئے ماں کی رضامندی کا خط لازمی قرار دیا گیا، خیر انھوں نے فون پر رابطہ کرکے فیکس سے خط منگوایا، ویزہ مل گیا وہ بچوں کے ساتھ انڈیا آ گئے انھوں نے سوچا کہ اپنی بچی کو یہیں انڈیا میں کسی مدرسۃ البنات میں داخل کردیں تاکہ صحیح تعلیم وتربیت کا انتظام ہوسکے، ماں کو کسی ذریعہ سے پتہ چلا اس نے فوراً فون کیا کہ میں اجازت نہیں دیتی ہوں، اب غور طلب بات یہ ہے کہ جب عورتوں کو اتنی قانونی حیثیت طلاق ہوجانے کے بعد بھی حاصل ہے کہ بغیر اسکی اجازت کے بچے کہیں آجا نہیں سکتے، انھیں ویزہ نہیں مل سکتا، تو کیا کتابیہ عورت اپنے اس قانونی مراعات کا غلط استعمال نہیں کرسکتی ہے یقیناً کرسکتی ہے، راقم کی رائے میں کچھ فوائد- مثلاً دامن اسلام میں داخل ہوجانا جو محض ایک احتمال ہے- کو دیکھ کر کراہت کا حکم بدلا نہیں جاسکتا، بلکہ یہ شراب اور جوا کے متعلق آیت قرآنی ’’إثمهما أكبر من نفعهما ‘‘(بقرہ:۲۱۹) ترجمہ: ان دونوں کا گناہ نفع سے بڑھ کر ہے‘‘ کے مصداق ہے۔

بحیثیت بیوی اہل کتاب خاتون کے حقوق:

تاہم اگر اہل کتاب خاتون سے نکاح ہوگیا تو اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان زوجہ کے ہوتے ہیں، نکاح کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا درست نہیں ہے، چنانچہ " **الموسوعة الفقهية** " میں ہے: بیویوں کے درمیان عدل وانصاف واجب ہے اگر چہ ان کے دین الگ الگ ہوں، ابن المنذر نے فرمایا: ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ مسلمان اور ذمی بیویوں کی باری میں مساوات ہوگی اس لئے کہ باری زوجیت کے حقوق میں سے ہے لہذا اس میں مسلمہ اور کتابیہ دونوں اسی طرح برابر ہیں جیسا کہ نفقہ اور سکنیٰ میں، یہ حکم تمام فقہاء کے نزدیک ہے‘‘(موسوعہ فقہیہ مترجم: ۲۱۰/۷) البتہ اس کو طلاق دینے کی اجازت ہوگی، چنانچہ فتاوی ہندیہ میں ہے: ’’**رجل يريد أن يطلق امرأته بغير ذنب ان أوفاها المهر ونفقة العدة وسع له ذالك؛ لأنه تسريح باحسان** ‘‘(عالمگیری ۱/۳۴۲) (کوئی آدمی اگر اپنی بیوی کو بغیر کسی جرم کے طلاق دینا چاہتا ہے تو اسکے لئے گنجائش ہوگی بشرطیکہ وہ مہر اور عدت کا نفقہ دے دے اس لئے کہ یہ ’’تسریح بالاحسان‘‘ ہے)۔ بلکہ میرے خیال میں ان قباحتوں (جنکا ذکر سابق میں کیا گیا) کے پیش نظر طلاق دینا بہتر ہوگا۔

کیا کتابیہ مسلمان شوہر کے گھر میں اپنے مذھبی مراسم انجام دے سکتی ہے؟

مسلمان شوہر کے گھر میں رہتے ہوئے اس کو اپنے مذھبی مراسم ادا کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہوگی چنانچہ عالمگیری میں ہے: ’’**ثم إذاتزوج المسلم الكتابية فله منعهامن الخروج إلى البيعة و الكنيسة، كذا فى السراج الوهاج ، و من اتخاذ الخمر فى منزله كذا فى النهر الفائق** ‘‘ (عالمگیری/۳۸۱۱) (تاھم اگر مسلمان نے کتابیہ سے شادی کرلی تو اسکو کلیسا اور بیعہ جانے سے روکنے کا شوہر کو حق ہوگا) اسی طرح ’’السراج الوھاج‘‘ میں ہے اور شوہر کے گھر میں شراب بنانے سے روکنے کا حق ہوگا اسی طرح ’’النہر الفائق‘‘ میں ہے‘‘۔

اہل کتاب سے سماجی تعلق کا مسئلہ:

اہل کتاب سے سماجی تعلق کے سلسلہ میں چند باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں:

الف: عیسائی مشنریز تعلیم پر خصوصی توجہ دے رہی ہیں اور پورے ملک میں ان کے اسکولوں کا جال بچھا ہوا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان اسکولوں سے پڑھ کر نکلنے والے طلبہ وطالبات کی ایک اچھی خاصی تعداد الحاد ودہریت کا شکار ہو جاتی ہے اور ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ پکڑ لیتے ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ بظاہر پکے مسلمان، نماز روزے کے پابند ہوتے ہیں، لیکن ذہنی وفکری اعتبار سے وہ اسلام سے خارج ہوتے ہیں غیر مسلموں کیطرح انھیں بھی حضور ﷺ کی گیارہ ازواج مطہرات پر اعتراض ہوتا ہے، اسلام کا قانون طلاق انھیں سمجھ میں نہیں آتا، قرآن میں بتائے گئے تقسیم میراث کے اصول کو وہ ظلم تصور کرتے ہیں، اسلامی حدود وقصاص کو وہ وحشیانہ عمل قرار دیتے ہیں، ان مشنری اسکولوں کے چند مسلم طلبہ کا فکری اور ذھنی ارتداد ملاحظہ کیجئے:

ایک طالب علم سے (جسکی ابتدائی تعلیم کانونٹ میں ہوئی تھی) ملازمت کیلئے انٹرویو کے دوران ممتحن نے جب سوال کیا کہ اسلام میں جب مرد کو طلاق دینے کا حق حاصل ہے تو عورت اس حق سے کیوں محروم ہے؟ مرد کو ایک ساتھ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے جبکہ عورت کیلئے اس طرح کی کوئی گنجائش نہیں، اس سلسلہ میں بحیثیت مسلمان آپ کا کیا خیال ہے؟ ان اعتراض کا جواب دینے کے بجائے اس نوجوان نے کہا مجھے خود بھی اسلامی قوانین پر اعتراض ہے عورتوں کے سلسلہ میں اسلام کی یہ ناانصافی خود میرے سمجھ سے باہر ہے، میرے خیال میں عورت کو بھی مرد کی طرح بیک وقت چار شادیوں کی اجازت ہونی چاہئے۔

ہندوستان میں ایک اسلامی ادارے کی طرف سے بعض مشنری اسکولوں کا جائزہ لیا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ ان میں خود عیسائیوں کی تعداد ۲۰ فیصد سے زائد نہیں ہے ہندو طلبہ کا تناسب ۱۰ فیصد کے قریب ہے، باقی ۷۰ فیصد مسلم طلبہ یہاں زیر تعلیم ہیں بعض مسلم طلبہ کی دینی تعلیم کا جائزہ لیا گیا تو بائبل کی معلومات انھیں قرآن سے زیادہ تھیں، گھر میں فارغ اوقات میں خانگی طور پر اردو پڑھنے والے طلبہ سے الف، ب، ت، سے بننے والے الفاظ پوچھے گئے تو ان کی زبان سے الف سے اللہ کے بجائے انجیل، م، سے محمد کے بجائے مسیح اور ک، سے کعبہ کے بجائے کلیسا بے ساختہ نکلا، وہ چرچ کو بیت اللہ اور حضرت عیسیٰ کے ساتھیوں کو صحابہ اور بائبل کو کتاب مقدس اور اس کے اقتباسات کو آیات سماویہ کہہ رہے تھے۔

غرض یہ کہ برصغیر میں ان مشنری اسکولوں نے مسلم طلبا وطالبات اور نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد ایسی پیدا کردی ھے جو بظاہر مسلمان ہیں، نماز روزے کے پابند بھی ہیں، شناختی کارڈ اور ووٹر لسٹ میں مذھب کے خانہ میں اپنے کو بظاہر مسلمان ہی درج کرا رہے ہیں، لیکن ذھنی و فکری اعتبار سے مرتد اور اسلام سے خارج ہیں۔

لہذا ایسے حالات میں (جبکہ سچر کمیٹی کی رپوٹ بھی یہ ہے کہ صرف ۴ فیصد مسلم طلبا مدارس میں جاتے ہیں باقی ۹۶ فیصد اسکول اور کالج کا رخ کرتے ہیں) مسلمان خصوصا نوجوان طلبا و بالبات کے ایمان وعقیدے کی فکر ہماری اولین ذمہ داری اور وقت کا بڑا جہاد ہے، مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں ایسے مشنری اسکولوں کی قطعا حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی اپنے نونہالوں کا اس میں داخلہ کرانا چاہئے، بلکہ اس سے سخت اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ایسی تعلیم سے، جس سے الحاد اور دہریت پیدا ہوتی ہو اور شکوک وشبہات جنم لیتے ہوں اور ایمان وعقیدہ خطرہ میں ہو، جہالت کی موت بہتر ہے، قرآن پاک میں اللہ نے زمانہ جاہلیت میں بچوں کے زندہ درگور کئے جانے کا جو تذکرہ کیا ہے: "واذا الموٴدة سئلت بأی ذنب قتلت" (تکویر: ۸، ۹) ترجمہ: اور جب زندہ درگور کی گئی بچی سے سوال کیا جائیگا کہ کس جرم میں اسکو قتل کیا گیا" میں سمجھتا ہوں کہ

ایسی تعلیم، جس سے بچوں کے عقائد متاثر ہوتے ہوں بلکہ بچے اور بچیاں ارتداد کے دہانے پر پہونچ جائیں، دلا لنے والے اولیاء سے بھی قیامت کے دن یہی سوال ہوگا،

حضرت یعقوبؑ ایسے نبی ہیں جنکا پورا خاندان نبوت سے سرفراز تھا لیکن اس کے باوجود جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے بچوں کو جمع کر کے پوچھا: "ما تعبدون من بعدی" (تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟) تو بیٹوں نے جو خاندان نبوت کے چشم و چراغ تھے، جواب دیا: "نعبد إلٰهک وإلٰه آبائک إبراهیم واسماعیل واسحق الها واحدا ونحن له مسلمون" (بقرہ :۱۳۲) (ہم آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا حضرت ابراھیم واسماعیل واسحٰق علیھم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے جو صرف ایک معبود ہے اور ہم اسی کے تابع فرمان ہوں گے)۔اس واقعہ سے دو باتیں خاص طور پر سمجھ میں آتی ہیں:

۱- حضرت یعقوب علیہ السلام کو یہ فکر اس لئے دامن گیر ہوئی کہ ہمارا خاندان اس ملک میں اقلیت میں ہے اور اکثریت مشرکین کی ہے ایسا نہ ہو کہ اکثریت اقلیت کو اپنے اندر جذب کر لے اور ہماری نسل بگڑ جائے اور انکا ایمان وعقیدہ محفوظ نہ رہے۔

۲- اللہ نے قرآن میں یہ واقعہ ایک ایسے نبی کا بیان فرمایا جنکی کئی پشتوں میں نبوت چلی آرہی تھی، حضرت یعقوب علیہ السلام خود نبی، ان کے والد نبی، ان کے دادا نبی، ان کے بیٹے نبی، پورا خاندان نبوت سے سرفراز، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کے متعلق یہ اطمینان ضروری سمجھا، لہذا ہر مسلمان پر ضروری بلکہ فرض ہے، جس طرح نماز فرض روزہ فرض ہے، کہ اپنی آئندہ نسلوں اور پسماندگان کے صحیح العقیدہ مسلمان رہنے کی ضمانت اور جیتے جی اسکا اطمینان ویقین کر لے، یہی ہر مسلمان کی شان ہونی چاہئے، اپنے متعلق بھی ہمیشہ ڈرتا رہے اور اپنے ایمان کی خیر مناتا رہے، دعا کرتا رہے کہ ہمارا ایمان سلامت رہے، ہمارا خاتمہ ایمان پر ہو اور اپنی اولاد کے متعلق بھی اطمینان حاصل کر لے کہ یہ ہماری زندگی میں بھی اور ہمارے بعد بھی اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کے آستانہ پر سر نہیں جھکائے گی، یہ اطمینان، یہ گارنٹی (GUARANTEE) سب سے زیادہ ضروری ہے، اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم ایسے اسکول قائم کریں جو معیاری ہوں اور ہر طرح کی سہولیات کے ساتھ نصاب میں اسلامیات کا غلبہ ہو، اگر ہم نے ایسا نہیں کیا تو مستقبل میں ہم اپنے بچوں کو ارتداد سے بچا نہیں پائیں گے اور بقول مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ ''یہ تاریخ اسلام کا سب سے المناک اور خطرناک موڑ ہے اگر اس طوفان بلا خیز اور فکری ارتداد کی طغیانی کو روکا نہیں گیا تو آئندہ آنے والی نسلوں میں اسلام وایمان کے باقی رہنے کی کوئی ضمانت نہیں'' ۱۹۴۸ء میں جب اسرائیل کا قیام ہوا تو وہاں سے مسلمانوں کو نکال دیا گیا اور وہ برطانیہ میں پناہ گزین ہوئے، مگر برطانیہ میں ان لوگوں نے اپنے بچوں کے ایمان وعقیدہ اور تعلیم کی فکر نہیں کی تو اب صرف ان کے نام کے ساتھ الف لام (الفلاں) رہ گیا ہے جو ان کے اسلام سے تعلق کو ظاہر کرتا ہے، مگر حقیقی اسلام سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

ب: عیسائی مشنریز کثرت سے ہاسپٹل اور قرض مہیا کرنے والے ادارے قائم کرتی ہیں، یہ ادارے خدمت خلق کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ اور کم سے کم دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں، ایسے اداروں میں خدمت کرنا یا انکی خدمات سے استفادہ کرنا درست نہیں کیونکہ: یہ ان کے مذہب کی تبلیغ میں تعاون ہے اور تعاون علی الاثم جائز نہیں ہے اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان'' (مائدہ:۲) ترجمہ: اور تم گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے کا تعاون نہ کرو' بلکہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ خود ایسے ادارے اور ہاسپٹل قائم کریں تا کہ مسلمان بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور غیر بھی، اور فی زمانہ یہ غیر مسلموں میں دعوت کا اہم اور موثر ذریعہ ہے۔

اہل کتاب، فرق باطلہ اور ہندو مذہب سے متعلق بعض احکام

مولانا محمد جمشید جوہر قاسمی ارریاوی☆

کیا بابی، بہائی، قادیانی اور سکھ کا شمار اہل کتاب میں ہوگا؟

۱-"ما كان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما" (احزاب:۴۰)۔

۲-"إن الدين عند الله الإسلام" (آل عمران:۱۹)۔

۳-"ومن يبتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه، وهو في الآخرة من الخاسرين" (آل عمران:۸۵)۔

۴-"عن أبي هريرة عن رسول الله ﷺ أنه قال: والذي نفس محمد بيده لا يسمع بي أحد من هذة الأمة يهودي ولا نصراني ثم يموت ولم يؤمن بالذي أرسلت به إلا كان من أصحاب النار" (صحیح مسلم ۱/۳۶۵(۲۱۸)۔

۵-"عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: لا تسألوا أهل الكتاب عن شيء، فإنهم لن يهدوكم وقد ضلوا فإنكم إما أن تصدقوا بباطل أو تكذبوا بحق، فإنه لو كان موسى حيا بين أظهركم ما حل له إلا أن يتبعني" (مسند احمد ۲۹/۱۵۳(۱۴۱۰۴)۔

۶-"عن أبى هريرة قال :قال رسول الله ﷺ: لا تقوم الساعة حتى يخرج ثلاثون دجالون كلهم يزعم أنه رسول الله" (سنن ابی داؤد ۱۱/۴۰۹(۳۷۷۲)۔

۷-"عن حذيفة أن نبي ﷺ قال: في أمتي كذابون ودجالون سبعة وعشرون منهم أربع نسوة وإني خاتم النبيين لانبي بعدى" (مسند احمد ۴۷/۳۳۸(۲۲۲۶۹)۔

۸-"عن ثوبان قال: قال رسول الله ﷺ: وإنه سيكون في أمتي كذابون ثلاثون كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي" (سنن ابی داؤد ۱۱/۳۲۲(۳۷۱۰)۔

۹-"عن ثوبان قال: قال رسول الله ﷺ: لا تقوم الساعة حتى تلحق قبائل من أمتي بالمشركين وحتى يعبدوا الأوثان، وإنه سيكون في أمتي ثلاثون كذابون كلهم يزعم أنه نبي وأنا خاتم النبيين لا نبي بعدي، قال أبو عيسى: هذا حديث حسن صحيح" (سنن الترمذی ۸/۱۵۶(۲۱۴۵)۔

۱۰-"عن أبي هريرةؓ أن رسول الله ﷺ قال: إن مثلي ومثل الأنبياء من قبلي كمثل رجل بنى بيتا فأحسنه

☆ خادم التدریس بدار العلوم الہیہ شاہ فیصل کالونی صورہ، سرینگر، کشمیر۔

وأجمله إلاموضع لبنة من زاوية، فجعل الناس يطوفون به ويعجبون له، ويقولون: هلا وضعت هذه اللبنة، قال: فأنا اللبنة وأنا خاتم النبيين"(صحیح البخاری۱۱/۳۶۶(۱۷)۳۲،صحیح مسلم۱۱/۴۰۴(۴۲۳۹)۔

۱۱-"عن أبي ذر قال: قلت: يا رسول الله! كم الأنبياء؟ قال: مائة ألف وأربعة وعشرون ألفا، قلت: يا رسول الله، كم الرسل منهم؟ قال: ثلاثمائة وثلاثة عشر جم غير، قلت: يا رسول الله، من كان أولهم؟ قال: آدم، قلت: يا رسول الله، نبي مرسل؟ قال: نعم، خلقه الله بيده، ونفخ فيه من روحه، ثم سواه قبلا، ثم قال: يا أباذر، أربعة سريانيون، آدم، وشيث، ونحو، وخنوخ، وهو إدريس، وهو أول من خط بقلم وأربعة من العرب : هود، وصالح،وشعيب، ونبيک يا أباذر، وأول نبي من أنبياء بني إسرائيل موسى، وآخرهم عيسى، وأول النبيين آدم، وآخرهم نبيک"۔

۱۲-"عن ابی سعيد قال: قال رسول الله ﷺ: إني خاتم ألف نبي أو أكثر"۔

۱۳-"عن أبی سعيد قال: قال رسول الله ﷺ:إني أختم ألف ألف نبي أو أكثر"۔

۱۴-"عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: إني لخاتم ألف نبي أو أكثر"(تفسیرابن کثیر ۲/۴۷۳)۔

ان دلائل قطعیہ کے بعد گرچہ اور کچھ کہنے کی گنجائش نہیں، تاہم بات کی مزید وضاحت کے لئے چند فقہی عبارتیں اوران لوگوں کے بارے میں علماء کی آراءپیش خدمت ہیں۔

بابی اور بہائی:

بابی کا لفظ دراصل''باب''سے نکلا ہے اوراس کی تقدیری عبارت یہ ہے:"الواسطة الموصلة إلى الحقيقة الإلهية"یہ ایک شیعی اصطلاح ہے جواللہ کے رسول ﷺ کی حدیث:"أنامدينة العلم وعلى بابها"سے ماخوذ ہے۔

بکر بن عبداللہ ابوزید فرماتے ہیں کہ روسی،انگریزی سامراج اور یہودیوں نے کچھ فرقوں کی بنیاداسلام کے نام پرڈالی،درحقیقت وہ اسلام کے دشمن ہیں،اوران کا مقصداسلام کی دیوارکوکمزور کرتا ہے،انہیں میں سے''بابی''فرقہ بھی ہے،جومرزاعلی محمدالشیر ازی،المقلب،باب المہدی المولود سنۃ ۱۲۳۵ھ،الہالک ۱۲۶۵ءکی طرف منسوب کیا جاتا ہے،اور بہائی فرقہ بھی بہاءحسین بن المرزاالمولود بایران ۱۲۳۳ھ الہالک سن ۱۳۰۹،کی طرف منسوب کیاجاتا ہے۔

اورقادیانی بھی ہے جومرزاغلام احمدالقادیانی الہالک سن ۱۳۲۵ کی طرف منسوب ہے۔

آگے ان فرقوں کے بارے میں لکھتے ہیں:"المحكوم بكفرها-أي هذه الفرق-بإجماع المسلمين، وقد صدرت بكفرهاقرارات شرعية ذولية"(الابطال لنظریۃ الخلط بین دین الإسلام وغیرہ من الأدیان ؍ص ۱۱۲ لبکر بن عبداللہ ابی زید)اور الرسل والرسالات؍ص۱۷۸ پر ہے:"وسار على نهجة تلميذه الذي لقب(ببهاء الدين)وأتباعه يديون البهائية"گویا بہائی کوئی غیرنہیں بلکہ بابی ہی کی دوسری شاخ ہے۔

اسی طرح دین الحق نامی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ بابی فرقہ کا بانی شیعہ کے اثناعشریہ فرقہ میں سے تھا،بعد میں مستقل مذہب کا دعوی اوراپنے آپ کومہدی منتظرمشہور کرلیا،اس کے مرنے کے بعداس کا نائب''بہاء''ہوا،اس نے کچھ دن کے بعداپنی الگ جماعت بنالی جو بہائی کہلاتی ہے(دین الحق ؍ص ۱۴۶ عبدالرحمٰن بن حماد آل عمر)۔

سکھ:

پنجابی میں گرو کا مطلب ''خدا''، ''عارف''، یا ''پیغمبر'' کے ہوتے ہیں، سکھ مذہب کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پہلے اس مذہب کے بانی اول کے بارے میں مختصر طور پر سمجھ لیں، کہ اس کا بانی گرو نانک ہیں۔

گرو نانک دیوجی کی پیدائش سن ۱۴۶۹ء میں ہوئی، گاؤں تلونڈی، ضلع شیخ پورہ جو لاہور سے ۶۵ میل کی دوری پر واقع ہے، بچپن میں ہی اس نے مقامی زبانوں کے علاوہ فارسی اور عربی میں دسترس حاصل کی تھی، جوانی میں ہی اسے مردانا، نامی ایک مسلمان افسر (ملازم) سے واقفیت ہوئی، سال ۱۴۹۶ء میں اسے عرفان وآگہی نصیب ہوئی، خدا سے راز و نیاز کی باتیں ہونے کے بعد اس نے یہ اطلاع دی کہ نہ کوئی ہندو ہے اور نہ کوئی مسلمان، گرو نانک کو جو عزت اور قدر و منزلت لوگوں کی طرف سے ملی وہ پنجابیوں کے اس مقولے سے واضح ہے: گرو نانک شاہ فقیر- ہندو کا گرو، مسلمانوں کا پیر۔

اس نے لوگوں کو سچائی، محبت، ایمانداری، اور بلند اخلاق کی تعلیم دی، اس کی موت پر ہندوؤں نے اسے ہندو اور مسلمانوں نے مسلمان قرار دیا، ہندو اس کی میت کو چتا دینے اور مسلمان دفنانے کے درپے تھے، اس سے متاثر ہو کر ہی اکبر بادشاہ کے درباری شاعر عرفی نے لکھا: اے عرفی! اچھوں اور بروں کے ساتھ اس طرح بسر کر کہ مر کر مسلمان تجھے زمزم سے غسل دینا چاہے اور ہندو چتا دینا چاہے۔

عقیدہ:

گرو نانک کا بنیادی عقیدہ اخوت انسانی اور خدائے پدر پر ایمان ہے، خدا کو پدر کہنا عیسائی کی طرف لے جاتا ہے اور یہ قرآن کے صریح حکم کے خلاف ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''أنى تكون له ولد ولم تكن له صاحبه''(انعام:۱۰۱)،''قالوا اتخذ الله ولدا سبحانه هو الغنى''(یونس:۶۸)،''وقل الحمد لله الذي لم يتخذ ولدا ''(اسراء:۱۱۱)،''وينذر الذين قالوا اتخذ الله ولدا''(کہف:۴)،''وقالوا اتخذ الله ولدا سبحانه''(بقرہ:۱۱۶)،''الذى له ملک السموات والارض ولم يتخذ ولدا''(فرقان:۲)،''ولد الله وإنهم لكاذبون''(صافات:۱۵۲)،''لم يلد ولم يولد''(اخلاص:۳)۔

وہ ساری زندگی گرو نانک کے لقب سے یاد کئے گئے، گرو نانک کو اپنی پیغمبری پر پورا بھروسہ تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس کا تقرر خدا کی طرف سے ہوا ہے، چنانچہ وہ کہا کرتا تھا: اے لالو! جیسے الفاظ مجھے خدا کی طرف سے آئے ہیں ویں میں بیان کرتا ہوں۔

یہ تو ختم نبوت کا انکار ہے، جبکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:''ماكان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين وكان الله بكل شيء عليما''(احزاب:۴۰)، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:''وأنا خاتم النبيين''(صحیح بخاری ۱۱/۳۶۶، صحیح مسلم ۱۱/۴۰۴)،''ألا إنه لانبي بعدي''(کنز العمال فی سنن الأقوال والافعال ۵/۲۴۷)۔

گرو نانک کے بعد جو آٹھ گرو یکے بعد دیگرے تخت نشیں ہوئے وہ بھی اپنے آپ کو خدا کا پیغمبر ہی مانتے تھے، گرو نانک مانتے تھے کہ خدا نے اسے ایک نیا دین جارے کرنے کا حکم دیا ہے جس کا بنیادی عقیدہ اخوت انسانی اور خدا کا باپ ہونا ہے، جو ہر طرح کی بری رسومات اور دینی پیشوائی سے پاک ہو، ان کی یہ بات قرآن کے اس حکم کے خلاف ہے:''إن الذين عند الله الإسلام''(آل عمران:۱۹)،''ومن ينتغ غير الإسلام دينا فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين''(آل عمران:۸۵)۔

گرونانک اور ۸ گروؤں کی تعلیمات:

سکھ اس کتاب کو زندہ گرو تصور کرتے ہیں، ہندو مذہب کی مذہبی کتب کے برعکس "گرنتھ صاحب" ہر کوئی پڑھ سکتا ہے۔

اس میں کل دعائیہ کلمات ۳۳۸۴ ہیں: ۱-گرونانک: (۹۷۴ شلوک)، گروانگند (۶۲ شلوک)، ۳-گروامرداس (۹۰۷ شلوک)، ۴-گرورامداس (۶۷۹ شلوک)، ۵-گروارجن (۲۲۱۸ شلوک)، ۶-گرو تیغ بہادر (۵۹ شلوک)، ۷-گروگوبند سنگھ (۱ شلوک)، ۸-بھگتی کبیرداس (۲۹۱ شلوک)، ۹-شیخ فرید (۶ دعائیہ کلمات، ۱۳۰ شلوک)۔

اسی طرح حرام کاری سے بچنا، تمباکو نوشی، شراب نوشی اور دوسری نشہ آور چیزوں سے مکمل پرہیز کرنا، اور گوشت نہ کھانا، خاص طور سے جو مسلمانوں کی طرح ذبح کیا گیا ہو۔

ان کا یہ حکم ہماری شریعت سے متصادم ہے، چنانچہ بخاری میں ہے: "عن انس بن مالک قال: قال رسول الله ﷺ: من صلی صلاتنا واستقبل قلبتناوأکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذي له ذمة الله وذمة رسوله، فلا تحقروالله فی ذمیته" (صحیح بخاری ۲/۱۵۰ (۳۷۸)۔ چنانچہ اب کچھ ایسی چیزیں درج کی جارہی ہیں جن میں سکھ مت اور اسلام کے مابین تضاد ہے:

اسلام: مرتد ہونا ناپسند- سکھ مت: مرتد ہوجانا کوئی بری بات نہیں، کیونکہ ضمیر کی آزادی ہے، جبکہ اسلام میں حکم ہے: "عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: من بدل دینه فاقتلوه" (سنن ابن ماجہ ۷/۴۲۷ (۲۵۲۶)، صحیح بخاری ۱۰/۲۱۱ (۲۷۹۴)۔

اسلام پانچ وقت کی نماز، سکھ مت: سکھ عبادت کے لئے آزاد۔

اسلام: زکوۃ ضروری، سکھ مت: خیرات کی ترغیب دی جاسکتی ہے، مگر کسی کو دینے کے لئے مجبور نہیں کیا جاسکتا" وویل للمشرکین الذین لا یؤمنون الزکاة وهم بالآخرة هم کافرون" (فصلت: ۶، ۷)۔

اسلام ختنہ کرنے کا حامی، سکھ مت: کوئی ختنہ نہیں۔

اسلام: ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا، تینوں رگوں (مری، حلقوم، ودجین) کو کاٹنا، کیونکہ اس طرح سے ذبح کرنے میں جانوروں کی موت آسانی سے ہوتی ہے۔

سکھ مت: مسلمانوں کی طرح کا ذبیحہ جس میں جانور کی موت آسانی سے ہوجاتی ہے، ناپسند کرتا ہے، گائے مارنا ناپسند کرتا ہے، سبزی کا استعمال، دودھ اور دہی وغیرہ کا استعمال پسند کرتا ہے (Some social and religious ideals of Gru Nanak Sb State and Culture an Medieval India by Khaliq Ahmad Nizami, Adam Publisher & Distributors, New Delhi)

لہذا ان کے متبعین کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں، چنانچہ طحاوی میں ہے: "وکل دعوی النبوة بعده فغي وهوی"۔

عبارت مذکورہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ قادیانی، بہائی، بابی اور سکھ وغیرہ جتنے فرقے ہیں ان کو اہل کتاب میں کسی طرح شمار نہیں کیا جاسکتا ہے، بلکہ یہ گمراہ فرقے ہیں، جن کے افراد ہندوستان، المانیا، امریکہ وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چنانچہ "التعلیقات المختصرة علی متن العقیدة الطحاویة ص ۳۴" پر ہے: "وقد کفره العلماء وطردوه من البلاد الإسلامیة، وکفروا أتباعه؛ لأن هذا تکذیب الله ولرسوله، وتکفیرهم بإجماع المسلمین، لم یخالف في هذا أحد"۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن حماد آل عمر نے" اسلام سے خارج "فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:"ویوجد في العالم الإسلامي فرق خارجة عن الإسلام، وهي تنتسب إليه، وتدعي أنها مسلمة، لكنها في الحقيقة غير مسلمة؛لأن عقائدها عقائد كفر بالله وبآياته ووحدانيته"اس کے بعد باطنی جو ہندوستان، شام، ایران، عراق وغیرہ قادیانی، بہائی کا ذکر کیا ہے(ص ۱۴۵)۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:"أخذت من هذا أن مدعي النبوة كافر إجماعا وواجب القتل، وشأن الملعون القادياني، بعينه شأن مسلمة الكذاب، بأنه ادعى النبوة، ولم ينكر رسالة النبي ﷺ ونبوته"(العرف الشذي للكشميری ۳/۳۷۰)۔

فتنہ بہائیہ میں قرآن کریم کی اس آیت:"لقد كفر الذين قالوا إن الله هو المسيح بن مريم" سے ان تمام لوگوں کا کافر ہونا ثابت کیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:"سواء كان المسيح أو البهاء أو الحاكم بأمر الله الطافقمي أو القادياني أو غيره مدعيا أنه يعبد الله فى هذا الشخص، وكذلک حكم بالكفر على من عبد الملائكة أو الأنبياء فقال سبحانه:ولا يأمركم أن تتكذوا الملائكة والنبيين أربابا أيأمركم بالكفر بعد إذ أنتم مسلمون"(فتنۃ البہائیہ ص ۵۱)۔

آگے لکھتے ہیں:"وهذا ما أفتى به العلماء سواء فى مشيخة الأزهر أو مجمع البحوث الإسلامية بمصر أو دارالإفتاء بمصر أو المجلس الشرعي الإسلامي الأعلى بفلسطين أو لجان الفتوى بمصر والمملكة السعودية فتاوى العلماء هذه ليست تعبيرا عن آرائهم الشخصية ولكنها تعبرعن حكم الله فى هذه الطائفة"(فتنۃ البہائیہ/۵۱)۔

اسی طرح مجمع الفقہ الاسلامی کا فتوی ہے:"أن ما ادعاه ميرزا غلام أحمد من النبوة والرساله ونزول الوحي عليه إنكار صريح لما ثبت من الدين بالضرورة ثبوتا قطعيا يقينا من ختم الرسالة والنبوة بسيدنا محمد، وأنه لا ينزل وحي على أحد بعده، وهذه الدعوى من ميرزا غلام أحمد تجعله وسائر من يوافقونه عليها مرتدين خارجين عن الإسلام، وأما اللاهورية فإنهم كالقاديانية في الحكم عليهم بالردة، بالرغم من وصفهم ميرزا غلام أحمد بأنه ظل وبروزلنبينا محمد"(مجلۃ المجمع ع ۲، ۱/۲۰۹)۔

دارالعلوم دیوبند کا فتوی:

ہاں ہم سب لوگ اس فیصلے سے متفق ہیں کہ جماعت احمدیہ بھی قادیانی جماعت کا ایک شعبہ ہے اور مثل قادیانیوں کے دائرہ اسلام سے خارج ہیں(کتبہ الاحقر نظام الدین، مفتی دارالعلوم دیوبند)۔

مظاہر العلوم کا فتوی:

مرزا غلام احمد قادیانی کافر تھا اس کو پیغمبر ماننے والے بھی کافر ہیں، عرصہ دراز سے تمام علماء اہل سنت والجماعت اس کو کافر سمجھتے ہیں(الجواب صحیح عبدالقیوم غفرلہ، کتبہ یحیی غفرلہ)۔

ندوۃ العلماء کا فتوی:

اس فیصلہ سے اتفاق ہے(محمد ظہور ندوی)۔

شیخ الازہر شیخ سلیم البشری نے مرزا عباس بہائی کے کفر کا فتوی دیا تھا، اور یہ فتوی مصر کے اخبار(الفتاۃ میں ۲۷/۱۲/۱۹۱۰ بالعدد ۶۹۲ کو شائع ہوا تھا)۔

اسی طرح ''المجلس الشرعی الاسلامی'' نے فلسطین میں بہائیوں کے کافر ہونے کا فتوی دیا ہے، نیز فتوی مفتي الديار المصرية الشيخ عبد المجيد سليم رحمه الله الصادرة برقم(۲۵۲۲) بتاریخ ۱۹۳۹/۱۱/۳ میں ہے:''ونفيد أن هذه الطائفة ليست من المسلمين''۔

شیخ احمد محمد عبدالعال ہری، الامام الاکبر الشیخ جادالحق علی جادالحق وغیرہ نے بھی ان کے کفر کا فتوی دیا ہے (فتنۃ البہائیۃ ص ۴۴)۔

اس کے بعد اسی کتاب میں مذکور ہے:''ومن هنا أجمع المسلمون على أن العقيدة البهائية أو البابية ليست عقيدة إسلامية، وأن من اعتنق هذا الدين ليس من المسلمين'' (فتنہ بہائیہ ص ۴۶)۔

نیز شیخ عبدالعزیز بن باز مفتی مملکت سعودیہ نے ان کے بارے میں فرمایا:''أنه لا شک فی کفرهم وقال رحمه الله: لايجوز دفنهم في مقابر المسلمين؛ لأن من ادعى النبوة بعد نبينا محمد ﷺ فهو كاذب وكافر بالنص وإجماع المسلمين؛ لأن ذلک تكذيب لقوله تعالى:ماكان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله و خاتم النبيين، ولما تواترت به الأحاديث عن رسول الله ﷺ أنه خاتم الأنبياء لانبي بعده'' (فتنہ بہائیہ ص ۴۷)۔

شیخ احمد طنطاوی نے فرمایا:''البهائية مرتدون عن الإسلام، ويجب أن ينفذفيهم حكم الله''، اسی طرح مجموع البحوث الاسلامیہ کے علمای بھی اس گروہ کے کفر کا فتوی دے چکے ہیں (فتنہ بہائیہ ص ۵۰)۔

لہذا ایسے لوگوں کا شمار ہرگز اہل کتاب میں نہ ہوگا، کیونکہ قرآن اللہ کی آخری الہامی کتاب ہے، اس کے بعد کسی کتاب کا الہامی ہونے کو ماننا دراصل قرآن کی تنقیص وتکذیب ہے۔

اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ ہیں ان کے بعد کسی نبی کا دعوی دار ہونا درحقیقت اللہ کے نبی کی نبوت میں کمی کا اعتراف کرنا ہے، جبکہ آپ کی نبوت کامل تھی اور آخری نبی آپ ہی تھے۔

۵-نسلی قادیانی کا حکم:

قادیانی چاہے نسلی ہی کیوں نہ ہو اس کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے، کیونکہ وہ ختم نبوت کا منکر ہے، جو ایک اجماعی مسئلہ ہے، لہذا وہ اپنے عقائد کفریہ کی وجہ سے مسلمانوں میں تو شمار نہیں ہوسکتا، اور فقہی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا شمار اہل کتاب میں بھی نہ ہوگا، بلکہ وہ عام کفار کے حکم میں ہوں گے، اسی بنا پر نہ ان سے رشتہ نکاح درست ہوگا، اور نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال ہوگا، فقہاء نے ایسے لوگوں کو''زندیق'' سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ زندیق کہتے ہیں:''والزنديق هو الذي يظهر الإسلام ويستسربالكفر، وهو المنافق، كان يسمى في عصر النبي ﷺ منافقا، ويسمى اليوم زنديقا'' (المغنی ۶۶/۱۴)۔

فقہاء نے زندیق کو عام بت پرستوں اور کافروں کے حکم میں رکھا ہے، علامہ ابن نجیم مصری نے فتح القدیر کے حوالہ سے لکھا ہے:''وفي فتح القدير: ويدخل في عبدة الأثان عبدة الشمس والنجوم والصور التي استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية وفي شرح الوجيز وكل مذهب يكفر به معتقده فهو يحرم نكاحها، لأن اسم المشرک يتناولهم جميعا'' (البحر الرائق ۸/۵۴)۔

جب قادیانی زندیق ہیں تو زندیق کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا، اسی وجہ سے صاحبین''صابئین'' کو زنادقہ وعام مشرکین کے حکم میں رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال نہ ہوگا،''وقال صاحباه هم من الزنادقة والمشركين،

فلا تحل نساؤهم ولا ذبائحهم" (موسوعہ فقہیہ ۳۰۰/۲۶)۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتے ہیں:"أخذت من هذا أن مدعي النبوة كافر إجماعا وواجب القتل، وشأن الملعون القادياني بعينه شأن مسلمة الكذاب، بأنه ادعى النبوة، ولم ينكر رسالة النبيﷺ ونبوته"(العرف الشذي للکشمیری ۳۷۰/۳)۔

نیز امام شافعیؒ کی صراحت بھی موجود ہے:"وأما من سوى هؤلاء من الكفار، مثل المتمسك بصحف إبراهيم، وشيث وزبور داؤد، فليسوا بأهل كتاب، ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم وهذا قول الشافعي" (المغنی ۱۴۷/۱۵)۔

اسلامی تعلیمات سے موافقت کی بنیاد پر ہندو مذہب کی مذہبی کتابوں کا حکم:

ہندو اوتاروں کا حکم:

سنسکرت زبان میں اوتار کا معنی نزول ہے، اور ہندوؤں کی اصطلاح میں؛ رب کا انسانی شکل میں زمین پر لوگوں کی اصلاح کے لئے اترنا ہے۔قرآن کریم نے ۲۵ انبیاء کرام کا نام کی صراحت کے ساتھ کیا ہے، جن میں سے اٹھارہ انبیاء کا ذکر ان آیات میں ہے:"وتلك حجتنا آتيناها إبراهيم على قومه نرفع درجات من نشاء إن ربك حكيم عليم ووهبناله اسحاق ويعقوب كلا هدينا ونوحا هدينا من قبل ومن ذريته داؤدوسليمان وأيوب،ويوسف وموسى وهارون و كذلك نجزى المحسنين وزكريا ويحيى وعيسى وإلياس كل من الصالحين وإسماعيل واليسع ويونس ولوطا وكلا فضلنا على العالمين"(انعام:۸۳-۸۶)، اس کے بعد قرآن اجمالی طور پر کہتا ہے:"ومن آبائهم وذرياتهم وإخوانهم وجتبيناهم وهديناهم إلى صراط مستقيم"(انعام:۸۷)، چنانچہ ان سات انبیاء کا ذکر مختلف آیات میں ہے: آدم، ادریس، ہود، صالح، شعیب، ذوالکفل، محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

نیز اسی طرح سورہ مریم میں کچھ انبیاء کے ذکر کے بعد مذکور ہے:"أولئك الذين أنعم الله عليهم من النبيين من ذرية آدم وممن حملنا مع نوح ومن ذرية إبراهيم وإسرائيل وممن هدينا واجتبينا إذا تتلى عليهم آيات الرحمن خرواسجدا وبكيا"(مریم:۵۸)۔

اسی طرح قرآن کریم نے سورہ نساء ۱۶۴ سے قبل کچھ انبیاء کا ذکر نام کے ساتھ کیا ہے اس کے بعد ارشاد ہے:"ورسلا قد قصصناهم عليك من قبل ورسلا لم نقصصهم عليك"(نساء:۱۶۴)، نیز سورہ غافر میں مذکور ہے:"ولقد أرسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك"(غافر:۷۸)۔

گرچہ اجمالی طور پر تمام انبیاء پر ایمان لانا واجب ہے، چاہے اس کا نام قرآن وحدیث میں مذکور ہو یا نہ ہو، اس لئے کہ سورہ بقرہ میں کچھ انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد قرآن کہتا ہے:"وما أوتي النبيون من ربهم لا نفرق بين أحد منهم ونحن له مسلمون"(بقرہ:۱۳۶)، اسی طرح سورہ آل عمران میں بھی آیا ہے:"والنبيون من ربهم لا نفرق بين أحد منهم ونحن له مسلمون"(آل عمران:۸۴)، اسی طرح تمام آسمانی کتابوں پر اجمالی طور پر ایمان لانا واجب ہے کیونکہ ارشاد ہے:"والذين يؤمنون بما أنزل اليك وما أنزل من قبلك وبالآكرة هم يؤقنون أولئك على هدى من ربهم وأولائك هم المفلحون"(بقرہ:۴،۵)۔

ذکر کردہ آیتوں سے دو باتیں معلوم ہوئی: ۱- نبی کریم ﷺ اور قرآن پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ گذشتہ تمام انبیاء اور ان پر نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

۲- دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ گذشتہ تمام انبیاء اور ان کی کتابوں کا نام قرآن میں صراحۃ مذکور نہیں ہے، البتہ کچھ روایتوں میں چند انبیاء اور ان کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے، چنانچہ ابن کثیرؒ سورہ نساء کی مذکورہ آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں: "وقد اختلف في عدة الأنبياء والمرسلين"، اس کے بعد حضرت ابوذرؓ کی لمبی حدیث ابن مردویہ کے حوالہ نقل کر کے فنی جائزہ بھی لیا ہے: "عن أبي ذر قال: قلت: يا رسول الله، كم الأنبياء ؟ قال: "مائة ألف وأربعة وعشرون ألفا"،قلت: يار سول الله، كم الرسل منهم؟قال:"ثلاثمائة وثلاثة عشر جم غفير"،قلت: يارسول الله، من كان أولهم؟قال:"آدم"، قلت: يا رسول الله، نبي مرسل؟ قال:"نعم، خلقه الله بيده، ونفخ فيه من روحه، ثم سواه قبلا"، ثم قال:"يا أباذر، أربعة سريانيون: آدم، وشيث، ونوح، وخنوخ، وهو ادريس، وهو أول من خط بقلم–وأربعة من العرب: هود، وصالح، وشعيب، ونبيک أباذر، وأول نبي من أنبياء بني إسرائيل موسى، وآخرهم عيسى، وأول النبيين آدم، وآخرهم نبيک"

اسی طرح ابوامامہ، اور حضرت انس کی روایت ذکر کرنے کے بعد ان پر کلام بھی کیا ہے:"عن أبي أمامة قال: قلت: يا نبي الله، كم الأنبياء؟ قال: مائة ألف وأربعة وعشرون ألفا، من ذلک ثلاثمائة وخمسة عشر جما غفيرا"،"عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ :"بعث الله ثمانية آلاف نبي، أربعة آلاف إلى بني إسرائي، وأربعة آلاف إلى سائر الناس"(تفسیر ابن کثیر ۲/۴۷۰)۔

"عن أنس قال: قال رسول الله ﷺ:كان فيمن خلامن إخواني من الأنبياء ثمانية آلاف نبي، ثم كان عيسى ابن مريم، ثم كنت أنا"۔

"عن أنس بن مالک قال: قال رسول الله:بعثت على إثر من ثلاثة آلاف نبي من بني إسرائيل"۔

اسی طرح حضرت ابوذرؓ کی اس روایت کو بھی ذکر کیا ہے جس میں گذشتہ انبیاء ورسل کے ذکر کے ساتھ ان کی کتابوں کا بھی ذکر ہے:

"عن أبي ذر قال: دخلت المسجد فإذا رسول الله ﷺ جالس وحده، فجلست إليه فقلت: يا رسول الله، إنک أمرتني بالصلاة، قال: "الصلاة خير موضوع فاستكثر أو استقل]، قال: قلت: يا رسول الله، فأي الأعمال أفضل؟ قال: "ايمان بالله، وجهاد في سبيله"، قلت: يا رسول الله، فأي المؤمنين أفضل؟ قال :"أحسنهم خلقا"، قلت: يا رسول الله، فأي المسلمين أسلم؟ قال: "من سلم الناس من لسانه ويده"، قلت: يا رسول الله، فأي الهجرة أفضل؟ قال: "من هجر السيئات"، قلت: يا رسول الله، أي الصلاة أفضل؟ قال: "طول القنوت"، قلت: يا رسول الله، فأي الصيام أفضل؟ قال: "فرض مجزى وعند الله أضعاف كثيرة"، قلت: يا رسول الله، فأي الجهاد أفضل؟ قال: "من عُقر جواده وأهريق دمه"، قلت: يا رسول الله، فأي الرقاب أفضل ؟ قال: "اغلاها ثمنا وأنفسها عند أهلها"، قلت: يا رسول الله فأي الصدقة أفضل؟ قال: "جهد من مقل، وسر إلى فقير"، قلت: يا رسول الله، فأي آية ما أنزل عليک أعظم[منها]؟قال:"آية الكرسى"، ثم قال: "يا أباذر، ومالسموات السبع مع الكرسي إلاكحلقة ملقاة بأرض فلاة، وضل العرش على الكرسي كفضل الفلاة على الحلقة"، قال: قلت: يا رسول الله، كم الأنبياء؟ قال: "مائة ألف

وأربعة وعشرون ألفا''، قال: قلت: يا رسول الله! كم الرسل من ذلك؟ قال: ''ثلاثمائة، وثلاثة عشر جم غفير كثير طيب''، قلت: فمن كان أولهم؟ قال: ''آدم''، قلت: أنبي مرسل؟ قال: ''نعم، خلقه الله بيده، ونفخ فيه من روحه، وسواه قبيلا ثم قال: ''ياأباذر، أربعة سريانيون: آدم، وشيث، وخنوخ، وهو إدريس، وهو أول من خط بقلم و نوح، وأربعة من العرب: هود، وشعيب، وصالح، ونبيك يا أباذر، وأول أنبياء بني إسرائيل موسى، وآخرهم عيسى، وأول الرسل آدم، وآخرهم محمد''، قال: قلت: يا رسول الله، كم كتابا أنزله الله؟ قال:''مائة كتاب وأربعة كتب، وأنزل الله على شيث خمسين، صحيفة، وعلى خنوخ ثلاثين صحيفة، وعلى إبراهيم عشر صحائف، وأنزل على موسى من قبل التوراة عشر صحائف والإنجيل والزبور والفرقان''الخ۔

اسی روایت میں ہے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام اور آپ پر جو باتیں نازل ہوئی تھیں ان میں سے کچھ ہمارے پاس ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذر ان آیتوں کی تلاوت کر:''قد أفلح من تزكى، وذكراسم ربه فصلى، بل تؤثرون الحياة الدنيا، والآخرة خير وأبقى، إن هذا لفى الصحف الأولى، صحف إبراهيم و موسى''(اعلیٰ: ۱۴-۱۹)۔

بہرحال روایتوں میں بھی کچھ انبیاء اوران کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے، لیکن قطعیت کے ساتھ ہندوؤں کے اوتاروں اوران کی کتابوں کے بارے میں ہم نہیں کہہ سکتے ہیں کہ وہ انبیاء ہی تھے اوران کی کتابیں یقیناً الہامی ہیں، چنانچہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ آیت کریمہ ''إن هذا لفي الصحف الأولى، صحف إبراهيم و موسى''(اعلیٰ: ۱۸، ۱۹) کے متعلق فرماتے ہیں:

اس کی کوئی صریح دلیل تو میرے پاس نہیں ہے لیکن تمام انبیاء میں صرف دو پیغمبروں کا یہاں انتخاب ایک اشارہ معلوم ہوتا ہے، ایسا خیال گذرتا ہے کہ مغربی ممالک عموماً مسیح علیہ السلام (جو موسوی دین پر لوگوں کو قائم کرتے تھے) ان کو پیغمبر مانتے ہیں، بلکہ ان کا عمل درآمد ان کی شریعت ہی موسیٰ کی شریعت ہے، اور مشرقی اقوام ایرانی، ہندی وغیرہ کے متعلق تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ ایرانی اپنا پیغمبر اول مہ آبا، بانی کعبہ کو ٹھہراتے ہیں، ہندو، وید کے متعلق مدعی ہیں کہ برہما کے منہ سے نکلا ہے، اسی بنیاد پر ویدوالے اپنے کو برہمن کہتے ہیں، نون آرین زبانوں میں یائے نسبت کا قائم مقام ہے (پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت ۲/ ۲۰۷)۔

مولانا یعقوب نانوتویؒ کبھی کبھی یہ فرماتے کہ ''ہردوار'' ہر معنیٰ ''خدا'' اور ''دوار'' معنیٰ گھر یعنی بیت ہے، اب دونوں کا معنیٰ ہوا بیت اللہ، وہاں ہر کی پیڑی کے نام سے جو مقام موسوم ہے، مجھے اس میں ایک لاہوتی نسبت محسوس ہوتی ہے (پاک وہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم)۔

اسی طرح مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب بنام فرزند سعید لکھتے ہیں: جو انبیاء علیہم السلام ہند میں مبعوث ہوئے ہیں اور اس جگہ (براس، سرہند، پنجاب) پر آرام کئے ہوئے ہیں وہ مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں، میں دیکھتا ہوں کہ ان کی قبروں سے نور کے شعلے آسمانی تک جارہے ہیں، اور مراقبہ کے بعد لوگوں سے فرمایا: نظر کشفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس ٹیلے پر انبیاء کے مقبرے ہیں، بلکہ ان لوگوں نے مجھ سے ملاقات بھی کی ہیں، اور مجھے کہا کہ ہم اس جگہ پر آرام کئے ہوئے ہیں۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے مرید حاجی محمد حسین کو بتایا کہ انہوں نے اس جگہ (براس) پر مراقبہ کیا اوران حضرات کی روحوں سے ملاقات کی جو گنتی میں تیرہ ہیں، ان کے علاوہ مولانا افتخار الحسن کاندھلوی، مولانا محمد یوسف کاندھلوی، شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب وغیرہ اس مقام کی زیارت کرنے کے لئے آئے ہیں (گلشن اولیاء کرام/ص ۷۲ ومابعدہا)۔

لیکن ان سے ہندوؤں کے اوتاروں کا نبی ہونا یارسول ہونا تب بھی ثابت نہیں ہو رہا ہے، اس لئے ان کے بارے میں یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ "ولکل قوم هاد"(رعد:۷) کی تفسیر میں مفتی شفیع صاحبؒ "معارف القرآن جلد ۵" میں لکھتے ہیں: اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی نبی ورسول پیدا ہوا ہو، البتہ دعوت رسول کے پہنچانے اور پھیلانے والے علماء کا کثرت سے یہاں آنا بھی ثابت ہے، پھر یہاں پر بے شمار ایسے ہادیوں کا پیدا ہونا بھی ہر شخص کو معلوم ہے۔

البتہ جب قرآن کی تصریح کے مطابق ہر قوم کے لئے الگ الگ نبی آئے ہیں تو کیا بعید ہے کہ ہر قوم کے الگ قبلے ہوں، الگ کتاب ہوں، یہودی وعیسائی اگر بیت المقدس جاتے تھے تو دنیا کی دوسری قومیں مختلف تیرتھ گاہوں کو جاتی تھیں، ان کی ضرور کوئی نہ کوئی اصل ہوگی، البتہ ان پر یقین نہیں کر سکتے، کیونکہ آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے، بعض علماء کا خیال ہے کہ آیت میں ہادی سے مراد نبی ہے، جبکہ دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ ہادی سے صرف نبی مراد نہیں، بلکہ داعی وغیرہ بھی داخل ہیں "ولکل قوم من قبله هادومنذرو داع"(تفسیر الرازی ۹/۱۴۸)، لہذا ان کتابوں کے بارے میں یقین کے ساتھ تو الہامی کتاب ہونے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان مقدس شخصیات کو یقین کے ساتھ انبیاء ہی کہہ سکتے ہیں۔

ہندو اوتاروں کو نبی ماننا قادیانی عقیدہ ہے:

ہندوؤں کے اوتاروں کو نبی ماننا قادیانیوں کا عقیدہ ہے، چنانچہ غلام داہیہ ماگرے قادیانی نے ہندوؤں کے ایک معبود کرشنا کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے: "إن القديس كرشنا كان نبيا، وينزل عليه روح القدس، وأنه قام بتطهير الأرض من الأريين" (موسوعة البحوث والمقالات العلمية/۱۱)، اس لئے عجلت کے ساتھ ان کے نبی ہونے کا فیصلہ کرنا یا محض اللہ کے رسول ﷺ کی آمد کی بشارت ان کی کتابوں میں ہونے کی وجہ سے ان کو الہامی کہنا درست نہیں، جب تک کوئی قطعی ثبوت نہ مل جائے، توقف کرنا ہی بہتر معلوم ہوتا ہے۔

ایک نظر بھگوت گیتا کے بارے میں:

یہ کتاب کرشنا کے فرمودات کا مجموعہ ہے، جس میں ارجن کی جنگی مہارت وغیرہ کا بیان ہے، ہندوؤں کے یہاں اس کتاب کو بڑا مقام حاصل ہے، جس کی وجہ سے ہندو اکثر اس کتاب کو اپنا نمونہ اور آئیڈیل بناتے ہیں، اور اس کو پڑھ کر اپنے اندر کرشنا جیسی بہادری، اخلاق پیدا کرنا چاہتے ہیں، اور لوگوں کے ظلم وستم سے انسانوں کو بچانے کی تدبیر اختیار کرتے ہیں، اسی وجہ سے مہاتما گاندھی کا قول ہے: ہماری یہ کتاب نہایت ہی مقدس کتاب ہے اس کے برابر اور اس کے مقابل کوئی دوسری کتاب نہیں، کیونکہ اس میں اچھے عقائد، اخلاق حسنہ کا بیان ہے، لہذا تمام اصحاب فکر ودعوت کو چاہئے کہ وہ اس کتاب کی عظمت کو جانے، اور اس کا احترام کرے، اس کی تعظیم کرے، اور اسے اپنے دین کے لئے راہنما بنائے (ہندو دھرم)۔

لیکن اس کے باوجود ڈاکٹر رادھا کرشنا کا کہنا ہے: "إن كيتا من أحسن الكتب في فلسفة الدين و الأخلاق مع أنه ليس إلها ميا مثل أسمرتي" (مجلة الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة ۳/۴۶۵) مذکورہ بالا عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ الہامی کتاب نہیں ہے۔

اسی طرح مہاتما گاندھی کا کہنا ہے: "أنا لا أعتقد في كيتا صحة وجوده التاريخي بل هو كتاب تمثيلي وتخيلي وضعه المصنف لتقريب معاني (مها بهارت) لأنه لم يثبت عندي وجود كرشنا تاريخيا" (ہندو دھرم ص ۱۸، مجلة الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة ۳/۴۶۶، بقلم الطالب: محمد ضياء الرحمن اعظمی)۔

گاندھی جی کی بات سے معلوم ہوا کہ نہ تو اس کتاب کو الہامی کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی کوئی تاریخی حیثیت پایہ ثبوت تک پہنچتی ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خود کرشنا کی بھی تاریخی حیثیت ثابت نہیں ہے، تو پھر ان کتابوں کو الہامی یا ان کے اوتاروں کو نبی کا درجہ کیسے دیا جا سکتا ہے؟

کیونکہ خود گاندھی جی کا کہنا ہے کہ میں گیتا کی تاریخی صحت کا اعتقاد نہیں رکھتا ہوں، بلکہ یہ ایک تمثیلی اور تخیلی کتاب ہے، اس کے مصنف نے اس کو (مہابھارت) کو قریب الی الفہم کرنے کے لئے لکھا ہے، کیونکہ میرے نزدیک کرشنا کا تاریخی وجود ثابت ہی نہیں ہے (ہندو دھرم رص ۱۸، مجلۃ الجامعۃ الإسلامیۃ بالمدینۃ المنورۃ ۳ر۴۶۶)۔

مزید یہ کہ بہت سارے نئے محققین نے اس کتاب پر طعن بھی کیا ہے کیونکہ یہی کتاب (مہابھارت) جنگ عظیم ہند کا سبب ہے، جس میں لاکھوں لوگوں کی جانیں ختم ہوئی اور کروڑوں کے اموال ضائع ہوئے ہیں، اور اب بھی یہی کتاب ہمیں جنگ وجدال کی دعوت دے رہی ہے، جبکہ یہ بات ہندوازم کے اصولوں کے سراسر خلاف ہے، کیونکہ ہندوازم میں ہے: "أهنسا یرمو دھرما"، "**افضل الدین ترک القتال والحرب**"، یعنی افضل دین وہی ہے جس میں قتل وقتال نہ ہو، اسی اصول کو گاندھی بھی مانتے ہی نہیں تھے بلکہ اس کے بہت بڑے داعی بھی تھے۔

البتہ جہاں تک پر تاثیر ہونے کی بات ہے تو وہ بات اس کتاب میں موجود ہے، کیونکہ افکار ہندی میں اس کا اہم رول ہے۔

رامائن:

یہ کتاب گیتا وغیرہ سے مقدم ہے، اس میں راما چندر کی سیرت کو بیان کیا گیا ہے، اور راما چندرا کا زمانہ کرشنا کے زمانہ سے قبل ہے۔

رامائن کی دو قسمیں ہیں:

۱- بالمیکی رامائن: یہ اصل میں سنسکرت زبان میں لکھی ہوئی ہے، بالمیکی راما چندر کے ہم عصر تھے، اس بالمیکی کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ان ہندؤوں کا کہنا ہے کہ اوتار منی نے اس کتاب کو خود سنا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے، پھر برہما بالمیکی کے پاس آئے اور ان سے رامائن لکھنے کو کہا، اس بات پر ان کو ڈانٹا کہ راما کی کوئی بات چھپائے یا اس پر کسی جھوٹ بات کا تہمت لگائے (باب بالکاند بالمیکی رامائن)۔ لیکن اس قدر اہتمام اور سعی کامل کے بعد بھی بالمیکی رامائن ہندوستان کے گوشہ گوشہ تک نہیں پہنچ سکا کیونکہ اس کی زبان سنسکرت ہے وج آج کل متروک ہو چکی ہے۔

۲- تلسی رامائن: اس کتاب کی بھی اصلی زبان سنسکرت ہے، اس کو سنسکرت زبان سے ہندو زبان میں چار سو سال قبل منتقل کیا گیا، یعنی اسلامی حکومت جلال الدین اکبر کے زمانے میں، لہذا یہ کتاب ہندوستان کے ہر گوشہ تک پہنچی، لوگوں نے بالمیکی سے زیادہ اس کی طرف توجہ دی کیونکہ یہ ہندی زبان میں تھی، اسی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کی بہت قدر ومنزلت ہے۔

لیکن اس کتاب کو بھی بعض محققین نے جھوٹی کتابوں میں شامل کیا ہے، چنانچہ گاندھی جی کا کہنا ہے کہ کیا تم تلسی کو نہیں دیکھتے ہو کہ وہ عورتوں کے ساتھ کس طرح کا مذاق کرتا ہے، اور ان کی حقارت کرتا ہے، اور بلیشن کی تعریف کرتا ہے جس نے اس کے حقیقی بھائی کے ساتھ خیانت کی تھی، اور راما کو اس کے وطن کی فتح کی رہنمائی کرتا ہے، اور اس کو اس معبود کا مقام دیتا ہے جس نے اپنی بیوی پر ظلم کیا تھا (ہندو دھرم رص ۳۳)، اسی طرح تلسی ان لوگوں کو جو چھوٹے طبقہ یعنی شودروں کی تحقیر کرتا ہے، اور ان کو ہر کسی گناہ پر مارنے کا حکم دیتا ہے (مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورہ ۳ر۴۶۶)۔

عقیدہ اوتار:

سنسکرت زبان میں اوتار کا معنی نزول ہے، اور ہندوؤں کی اصطلاح میں: رب کا انسانی شکل میں زمین پر لوگوں کی اصلاح کے لئے اترنا ہے، جیسا کہ گیتا میں ہے، کہ جب حق باطل کے مقابلہ میں تزلزل کا شکار ہوجاتا ہے، اور فساق لوگ نیک لوگوں پر غالب آجاتے ہیں، تو بھگوان (اللہ) احقاق حق اور نیک لوگوں کی حفاظت کے لئے اترتا ہے۔

اوتار کے چار مقاصد ہوتے ہیں:

۱- نیک اور زاہدوں کو بد اور فاسق لوگوں پر غلبہ دلانا، ۲- دنیا کی فلاح اور دجال کا خاتمہ، ۳- زمین کے بوجھ کو اٹھانا، ۴- اسوہ حسنہ کا اظہار۔

اوتار کی چار قسمیں ہیں:

۱- بورن اوتار: ہندو اس سے نزول کامل مراد لیتے ہیں، اور اس کی شرط یہ ہے کہ مرسل غیر متناہی قوتوں کا مالک ہو یعنی برہما کی طاقت کے برابر جیسے: راما اور کرشنا اوتار۔

۲- انسن اوتار: جنہیں کسی خاص غرض کے لئے بھیجا جاتا ہے، اور یہ پہلے سے کمتر ہوتے ہیں، جیسے: نرسنگ اوتار۔

۳- کلا اوتار: جو انسن سے کمتر ہوتے ہیں جیسے: منوکشیپ اوتار۔

۴- اوہیا کاری اوتار: جنہیں اس کی زندگی میں کبھی برہما کی طرف قوت وقتی طور پر دے دی جاتی ہے پھر وہ قوت کبھی سلب کرلی جاتی ہے، جیسے: ویدویاس اوتار، جس کو ''وید'' کی تالیف کے وقت برہما جیسی قوت ملی پھر اس کے بعد سلب کرلی گئی (مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ بالمدینۃ المنورہ ۳/ ۴۶۷)۔

یہ وہ عقائد ہیں جو ہندوؤں کے یہاں ہر چھوٹے بڑے میں مشہور ہیں، اور جن کا وہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں، لیکن جب ہم ان کی مقدس کتاب ''وید'' کو دیکھتے ہیں تو جمہور ہندو جن باتوں کی طرف جارہے ہیں ان سے ان کی تصدیق نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ تو رسولوں کے آنے کا مدعی حضرت آدم ہی سے ہیں جیسا کہ اسلامی عقیدہ ہے۔

اب یہاں یہ سوال رہ جاتا ہے کہ ان ہندوؤں نے پھر کیسے رسولوں کے صفات کو اپنے معبودوں پر چسپاں کردیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہندو قوم میں عقیدہ صالحہ کا خاتمہ ہوگیا تو وہ اپنے اعمال وعقائد میں آزاد ہوگئی، کیونکہ میزان عدل ہی نہ رہا، جس کی وجہ سے آج تک وہ اسی کشمکش میں مبتلاء ہیں، چنانچہ جب کبھی انہوں نے انبیاء وغیرہ سے کسی معجزہ کا ظہور کا مشاہدہ کیا تو اسے وہ انسانوں سے بالاتر سمجھ بیٹھے، بلکہ ان کو معبودوں کا درجہ دے دیا، اور کہنے لگے یہ آسمان سے اترے ہیں، لہذا اس کی تعظیم شروع کردی، اور پھر اسی کی عبادت بھی ہونے لگی (مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ المدینۃ المنورہ ۳/ ۴۶۹)۔

اسی طرح ان کے یہاں خالق وجود ذات مبہم کے طور پر ہے وہ کسی صفات سے متصف نہیں ہوتے ہیں، وہ ہر جگہ ہر زمانہ میں موجود ہوتا ہے لیکن انسانی ادراک اس کا تصور کرنے سے عاجز ہے، لہذا انسان ایک ظاہری معبود کا محتاج ہے، تاکہ جب کبھی اس پر مصیبت آئے تو وہ اس سے مدد مانگ لے، اسی تصور کی بناء پر جب انہوں نے دیکھا کہ دریا کھیتوں، درختوں کو سیراب کرتا ہے، تو اسے معبود بنا ڈالا، جب آگ کو دیکھا کہ وہ کھانے وغیرہ بنانے کے کام آتی ہے تو اس کی پوجا شروع کردی، جب انہوں نے گائے کو دیکھا کہ وہ دودھ دیتی ہے تو اس کی پرستش شروع کردی، الغرض ان کے علاوہ جن چیزوں میں اسے نفع سمجھ میں آیا اسے ہی معبود بنا ڈالا، جبکہ یہ ساری وہ باتیں ہیں جو ان کی کتاب مقدس

''وید'' کے خلاف ہے،لیکن ان کے ذہن ودماغ میں یہ بات اس طرح رچ بس گئی ہے کہ جس سے وہ خلاصی نہیں پاسک رہے ہیں، چنانچہ اسی کی طرف ایک ہندو عالم (ذکر) نے اپنی کتاب ''العناصر الأربعة للحضارة الهندية'' میں اشارہ کیا ہے: ''**كان من عقيدة ويددهرم أن قدرة الخالق منقسمة إلى أشخاص متعددة(ديوتا) فكان الإنسان يتوجه في دعائه إلى هؤلاء الأشخاص لقضاء الحاجة التي يملكها هذا الشخص، فمثلا كانوا يتوجهون في استنزال المطر إلى (اندرا) وفي اشعال النار إلى أكني، وفي طلب الأولاد إلى (كامديو) وهكذا**''بس ہندوؤں کے یہاں تعدد الٰہ کا یہی فلسفہ ہے (مجلة الجامعة الاسلامية بالمدينة المنورة ۳/ ۴۷۰)۔

الف-مشنریز اسکول میں مسلم بچوں کی تعلیم کا مسئلہ:

آج لوگوں میں عجیب خبط سوار ہے کہ وہ ان عیسائی مشنریز اسکولوں میں اپنے بچوں کا ایڈمیشن کرانے کے لئے دیوانہ وار سرگرداں رہتے ہیں، جبکہ یہاں سرینگر کے کچھ لوگوں کی حالات اس سے بھی عجیب تر دیکھنے اور سننے کو مل رہی ہے، کہ ابھی بچہ ماں کے پیٹ میں ہی ہوتا ہے اور بیوی امید سے ہی ہوتی ہے کہ اس بچہ کا فرضی نام بھی رکھ دیا جاتا ہے اور عیسائی مشنریز اسکولوں میں قبل از ولادت ہی بچہ کا ایڈمیشن کردیا جاتا ہے، یا تو یہ سمجھ کر کہ ممکن ہے کہ آئندہ رول بڑھ جانے کی وجہ سے اس کے بچہ کا ایڈمیشن عیسائی اسکول میں نہیں ہو پائے گا یا پھر ایڈمیشن فیس کچھ سالوں میں بہت زیادہ ہوجائے گی،سونہیں ہم پہلے ہی ایڈمیشن لے کر رکھیں۔

جبکہ کچھ لوگوں کو عجیب وغریب اور اس سے بھی افسوسناک حالت ہے کہ وہ لاکھوں روپئے ان عیسائی اسکولوں کو ایڈمیشن لینے کی خاطر پیشگی ادا کرتے ہیں، اور یہ بھی سننے کو ملا ہے کہ رات کے بارہ بجے ہی سے فارم کی حصولیابی کے لئے لائن میں کھڑے رہتے ہیں، اور اس سے بھی اچھنبے کی بات یہ ہے کہ بعض والدین اپنے ایمان کو فروخت کرتے ہیں تا کہ اس میں بچہ کا ایڈمیشن ہوجائے، اسی وجہ سے کبھی والدین کو اسکول تنہا آنے کو کہا جاتا ہے، یا کسی بند کمرے میں اس کا وعدہ لیا جاتا ہے، یا فارم میں اس طرح کا کالم ہوتا ہے جس میں مسلمان ہونے کے بجائے اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کرنا اور لکھنا پڑتا ہے۔

اور یہ ساری چیزیں محض اس بناء پر برداشت نہیں کرتے ہیں کہ وہاں بہت ہی اچھی تعلیم ہوتی ہے بلکہ اس کی بنیاد تفاخر پر ہے، تا کہ لوگوں کے بیچ اونچی آواز میں بول سکے کہ میرا بچہ بسکو، کشمیر ہارورڈ، دینٹ سلمانیہ، سینٹ جوزف، برنہا، میلنس وغیرہ جیسے اعلی عیسائی اسکول میں زیر تعلیم ہے، ''**اعلموا أنما الحياة الدنيا لعب ولهووزينة وتفاخر بينكم وتكاثر في الأموال والأولاد**'' (حدید: ۲۰)، ''**ألهاكم التكاثر، حتى زرتم المقابر**'' (تکاثر: ۱، ۲)۔

یہ وہ رونگٹے کھڑے کردینے والے حالات ہیں جو آج اہل ایمان شربت سمجھ کر زہر کا گھونٹ بآسانی پیتے جارہے ہیں، اس لئے اعلی معیاری تعلیمی درسگاہوں کا قیام کرنا مسلمانوں پر نہ صرف یہ کہ اولی ہے، اور اس میں توجہ دینے کی ضرورت ہے، بلکہ اگر اسکی نوعیت سے غور کیا جائے تو اہل ثروت حضرات پر فرض ہے۔

لہذا اگر علم حاصل کرنے کی وجہ سے ایمان جاتا رہے تو ایسا علم مطلوب نہیں ہے، اسی وجہ سے مسلم شریف میں اس کی تاکید آئی ہے کہ جس سے علم حاصل کیا جائے وہ بھی صحیح العقیدہ ہو، ''**عن محمد بن سيرين قال: إن هذا العلم دين فانظروا عمن تأخذون دينكم**'' (صحیح مسلم ۱/ ۳۳)۔

البتہ ان کی زبان کا سیکھنا آج ضروری امر بن چکا ہے، اس لئے اس میں کوئی قباحت نہیں، کیونکہ حضور ﷺ کے عہد ہی میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا ان کی کتابوں کا دیکھنا اور پڑھنا ثابت ہے جو کہ سریانی زبان میں ہوتی تھی، اسی طرح حضرت زید بن ثابتؓ کا بھی

حضور ﷺ کی موجودگی ہی میں عبرانی، سریانی، فارسی، رومی، قبطی اور حبشی وغیرہ زبان، اہل زبان سے سیکھنا ثابت ہے (مصادر الشعر الجاہلی ص)۔

لیکن انگریزی زبان آج اتنی عام ہوگئی ہے کہ اس کے لئے ان اسکولوں میں داخلہ لینا ضروری نہیں، کیونکہ بہت سارے مسلم اسکول بھی قائم ہیں، ان میں داخلہ لے کر ضرورت پوری کی جاسکتی ہے، اور جہاں کمی محسوس ہو وہاں کے اہل ثروت حضرات اس کی طرف پوری توجہ دیں، اور معیاری متبادل تعلیمی درسگاہ قائم کریں۔

محض روزگار کے مواقع حاصل کرنے کے لئے کوئی ایمان بیچے تو اس کو شریعت کبھی بھی گوارہ نہیں کرے گی، رزق منجانب اللہ مقسوم ہے جتنی تقدیم میں لکھ دی گئی ہے اتنی ہی ملے گی اسی وجہ سے کتنے لوگ ہیں جو انہیں ادارے سے فارغ ہو کر بھی روزگار سے محروم ہیں، اور جوان اداروں میں کبھی گئے بھی نہیں وہ اعلی سے اعلی عہدوں پر مامور ہیں۔

ب- مشنریز کے اداروں سے استفادہ کا حکم:

ایسے اداروں میں اس وقت تک خدمت کی گنجائش ہوگی جب تک کہ دوسرے ذرائع آمدنی نہ ہو، ہاں اگر ایمان کے جانے یا اسلام میں شکوک وشبہات پیدا ہوں تو پھر ایسے اداروں میں کام کرنے سے گریز کرنا ضروری ہے۔

خدمت کرنے کی ایک شکل تو یہ ہے کہ مثلاً کوئی شخص ڈاکٹر ہے وہ اگر ایسے اداروں میں نوکری کر رہا ہے تو اس کے مغلوب ہونے کا غالب گمان کم ہے، لیکن پھر بھی احتمال ہے، لہذا جب تک دوسرے ادارہ میں ملازمت نہ ملے اپنے ایمان کو محفوظ کرتے ہوئے کام کرتا رہے، جونہی مل جائے اس سے کنارہ کشی اختیار کرلے۔

اور ان اداروں سے استفادہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مثلاً کوئی شخص بیمار ہوگیا، اور اس بیماری کا علاج ان کے اداروں میں مہیا ہے، یا دوسرے اداروں میں بھی علاج ممکن ہے لیکن دور ہونے کی وجہ سے وہاں جانے سے قاصر ہے، یا مجبور ہونے کی وجہ سے پرائیوٹ اداروں کو خطیر رقم ادا کرنے کی استطاعت نہیں ہے، تو ایسی صورت میں ان اداروں سے استفادہ کرنا نہ صرف جائز ہوگا، بلکہ بسا اوقات مستحسن بھی، مثلاً مریض کی نازک حالت ہے، اور قریب میں ایسے ادارے ہیں تو وہاں ایسے مریض کو لے جانا اور ان کی خدمت سے فی الفور استفادہ کرنا ضروری ہے، البتہ نارمل حالات میں پرہیز کرنا ہی بہتر ہے۔

دلائل:

۱- "يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر" (بقرہ:۱۸۵)، "ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة" (بقرہ:۱۹۵)، "وما جعل عليكم في الدين من حرج" (حج:۷۸)۔

۲- "عن أبي أمامة قال: قال النبي ﷺ: إني لم أبعث باليهودية ولا بالنصرانية، ولكني بعثت بالحنيفية السمحة" (مسند احمد ۲۵۵/۴۵، ۲۱۲۶۰)۔

۳- "عن عائشة قالت :ما خير رسول الله ﷺ بين أمرين أحدهما أيسر من الآخر إلا اختار أيسرهما مالم يكن إثما، فإن كان إثما كان أبعد الناس منه" (صحیح مسلم ۴۷۳/۱۱ (۴۲۹۵)، صحیح بخاری ۴۵/۲۱ (۶۲۸۸)۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل فقہی قواعد سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے:

۱- "المشقة تجلب التيسير"، ۲- "إذا ضاق الأمر اتسع"، ۳- "الضروريات تبيح المحظورات" (الاشباہ والنظائر ص ۷۶)۔

البتہ عادت بنالینا، یا اپنے ایمان کو داؤ پر لگا دینا کسی طرح جائز نہ ہوگا، اس لئے ان سے اجتناب کرنا ہی اولی ہے، کیونکہ قاعدہ ہے:"ما أبيح للضرورة بقدر بقدرها"(الاشباہ والنظائر لابن نجیم :۸٦)، نیز حفظ ایمان حفظ صحت پر مقدم ہے، چنانچہ علامہ شاطبی رقم طراز ہیں:"ومجموع الضروريات خمسة، وهي:حفظ الدين، والنفس، والنسل، والمال، والعقل"(الموافقات ۲/۲۰)، اسی طرح تیسیر التحریر میں ہے:"وحفظ الدين أرجح من حفظ النسل"(تیسیر التحریر ۴/۱۹۸)۔

☆☆☆

دور حاضر کے اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام

مولانا محمد ارشد علی رحمانی ☆

۱- قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وإن من أهل الكتاب لمن يؤمن بالله وماأنزل إليكم وماأنزل إليهم" (سورۂ آل عمران / ۱۹۹) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ پر اور تورات وانجیل پر اور قرآن کریم پر ایمان رکھتے ہوں اسے خدا کی کتاب سمجھتے ہوں، دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے: "ليسو سواء من أهل الكتاب أمة قائمة يتلون آيات الله آناء الليل وهم يسجدون يؤمنون بالله واليوم الآخر" (آل عمران / ۱۱۳) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو آپ ﷺ کی رسالت پر بھی ایمان لائے، اگر چہ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے جس کی تفصیل علامہ جصاصؒ نے لکھی ہے (دیکھئے: احکام القرآن للجصاص: ۲/ ۴۱۰)، البتہ اتنی بات تو طئے ہے کہ صحیح طور پر اہل کتاب وہی ہیں جو اللہ کے وجود، نبوت، وحی اور فرشتوں پر ایمان رکھتے ہوں، خدا کے منکر نہ ہوں (دیکھئے جدید فقہی مسائل: ۱/ ۲۷۹)۔

جبکہ حضرات فقہاء اہل کتاب کی تعریف میں بڑی وسعت سے کام لیتے ہوئے فرماتے ہیں: "وكل من يعتقد ديناً سماوياً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد عليه السلام فهو من أهل الكتاب" (فتاویٰ عالمگیری، کتاب النکاح القسم السابع: ۱/ ۲۸۱، فتاویٰ شامی، مطلب مہم فی وطء السراری: ۳/ ۴۵، النہر الفائق: ۲/ ۱۹۵، ۱۹۴، وکذا فی البحر الرائق: ۳/ ۱۸۲)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: کہ قرآن کی بے شمار تصریحات سے واضح ہے کہ اہل کتاب ہونے کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں، اس کی اتباع کرنے کے دعویدار ہوں، خواہ وہ اس کی اتباع میں کتنی ہی گمراہیوں میں جا پڑے ہوں،، (معارف القرآن: ۳/ ۴۸)، بہر حال اتنی بات تو واضح ہے کہ جو لوگ کسی آسمانی کتاب پر اللہ کے وجود کے ساتھ ایمان رکھتے ہوں اور اس پر عمل کے دعویدار بھی ہوں تو وہ اہل کتاب میں شمار ہوں گے۔

۲- صابئین سے کون لوگ مراد ہیں اس سلسلے میں قدرے اختلاف ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ صابئین اہل کتاب ہیں، جبکہ حضرت امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں، اور حضرت ابوالحسن کرخیؒ فرماتے ہیں کہ بعض صابئین وہ ہیں جو انجیل پڑھتے ہیں اور مذہب عیسوی کو مانتے ہیں وہ تو اہل کتاب ہیں، لیکن بعض صابئین وہ ہیں جو ستاروں کی عبادت کرتے ہیں وہ اہل کتاب نہیں ہیں، امام ابوبکر جصاصؒ تحریر فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے ان صابئین کو دیکھا ہوگا جو مذہب عیسوی کی طرف منتقل ہو گئے اس لئے انہوں نے ان کو اہل کتاب کہدیا ورنہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ لوگ ستاروں کے پجاری تھے اہل کتاب نہیں تھے (دیکھئے احکام القرآن للجصاص: ۲/ ۴۱۳)، اسی صفحہ پر امام ابوبکر جصاصؒ نے اس بات کی بھی وضاحت کردی ہے کہ یہ قوم اب موجود نہیں ہے، حوالہ مذکورہ، حضرت

☆ قاضی شریعت امارت شرعیہ راجستھان۔

مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ,,ایک قوم جس کو صابئین کہتے ہیں ان کے حالات مشتبہ ہیں جن حضرات کے نزدیک یہ لوگ زبور داؤد پر ایمان رکھتے ہیں وہ ان کو بھی اہل کتاب میں شامل کرتے ہیں، اور جن کو یہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ زبور سے ان کا کوئی تعلق نہیں یہ نجوم پرست قوم ہیں وہ ان کو بت پرستوں اور مجوسی کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں،، (معارف القرآن: ۳/ ۴۷)۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی معرکۃ الآراء تفسیر میں بہت سارے اقوال نقل فرمائے ہیں، ۱۔اہل کتاب کے ایک فرقے کا نام ہے جوزبور پڑھا کرتے تھے، یہی مسلک امام ابوحنیفہؒ اور امام اسحاقؒ کا ہے، ۲۔حضرت حسنؒ اور حضرت حکمؒ فرماتے ہیں: یہ گروہ مانند مجوسیوں کے ہے، یہ بھی مروی ہے کہ یہ لوگ فرشتوں کے پجاری تھے، ۳۔وہب بن منبہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو جانتے ہیں، لیکن کسی شریعت کے پابند نہیں نہ کفار ہیں، ۴۔عبدالرحمن بن زیدؒ کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک مذہب ہے جزیرہ موصل میں یہ لوگ تھے لا الہ الا اللہ پڑھتے تھے اور کسی کتاب یا نبی کو نہیں مانتے تھے، ۵۔ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود و نصاریٰ سے خلط ملط یہ مذہب تھا، حضرت مجاہدؒ، حضرت حسنؒ اور ابن ابی نجیحؒ کا یہی مذہب ہے، ۶۔قرطبیؒ فرماتے ہیں: کہ یہ لوگ موحد تھے لیکن تاروں کی تاثیر اور نجوم کے معتقد تھے، ۷۔ابن سعید اصطخریؒ ان پر کفر کا فتویٰ دیتے تھے، ۸۔رازیؒ فرماتے ہیں یہ ستارہ پرست لوگ تھے، اخیر میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ,, حقیقت حال کا علم تو محض اللہ کو ہے مگر بظاہر یہی قول اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہ یہودی تھے، نہ نصرانی، نہ مجوسی، نہ مشرک بلکہ یہ لوگ فطرت پر تھے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے اور اسی معنی پر مشرکین اصحاب رسول ﷺ کو صابی کہا کرتے تھے، یعنی ان لوگوں نے تمام مذاہب ترک کر دیئے بعض علماء کا قول ہے کہ صابی وہ لوگ ہیں جن کو کسی نبی کی دعوت نہیں پہنچی (تفسیر ابن کثیر اردو: ۱/ ۱۲۳، ۱۲۴) تفسیر مظہری میں بھی مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں (دیکھئے تفسیر مظہری: ۱/ ۱۱۰)، بہر حال صائبین کو حتمی طور پر نہ اہل کتاب کہہ سکتے نہ کافر بلکہ تمام اقوال کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ ایک لا مذہب گروہ تھے جن کا اب وجود نہیں۔

۳- مفتی شفیع صاحبؒ نے اہل کتاب کی تعریف میں جس وسعت سے کام لیتے ہوئے یہ لکھا ہے: ,, کہ اہل کتاب ہونے کے لئے اتنا کافی ہے کہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں اور اس پر عمل کے دعویدار ہوں،، (معارف القرآن: ۳/ ۴۸) اس تعریف کی رو سے تو جتنے لوگ اپنے آپ کو اہل کتاب کہتے ہیں وہ سب شامل ہوجائیں گے، لیکن دور صحابہ سے اب تک کے تحقیقی جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ دور میں مغربی ملکوں میں جو لوگ اپنے کو اہل کتاب کہتے ہیں ان کے اندر اہل کتاب ہونے کی دور دور تک کوئی علامت نہیں ملتی یہ سب دہریہ بن چکے ہیں، اور ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت جو تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے، اس وقت کی حالت مفسرین نے یہ لکھی ہے، کہ حضرت حذیفہؓ جب یمن تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کر لیا، فاروق اعظمؓ کو جب اس کی خبر ملی تو آپؓ نے اولاً تو ہلکے انداز میں منع فرمایا، اور ثانیاً طلاق دینے کا حکم فرمایا، اور حضرت حذیفہؓ کے استفسار کرنے پر فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح حرام ہے، لیکن ان سے نکاح کرنے میں بڑا مفسدہ ہے اور نسل کی تباہی کا خطرہ ہے،، (معارف القرآن: ۳/ ۴۹) حضرت تھانویؒ نے الحیلۃ الناجزہ میں کتابیہ سے نکاح کے سلسلے میں بڑی لمبی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ,, بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے ازدواجی تعلقات تو بالکل ہی ان کے دین و دنیا کو تباہ و برباد کر دینے والے ہیں، جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے، .... چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت حذیفہؓ، حضرت طلحہؓ اور کعب بن مالکؓ نے کتابیہ عورت سے نکاح کر لیا تو آپ خفا ہوگئے، خفگی کی وجہ ابن ہمام لکھتے ہیں: ''وإنماکان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صغره ألزم لامه'' (فتح القدیر: ۲/ ۲۳۰) الحیلۃ الناجزہ/ ۱۶۵)۔

اورمن وعن تفصیل فتاوی محمودیہ میں بھی ہے(دیکھئے:محمودیہ:۱۱/۴۵۱)،مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی بڑی مفصل بحث فرمائی ہےجس کا خلاصہ یہاں سپرد قلم ہے:,,تاریخ بتاتی ہے کہ مسلم حکمرانوں کے تحت کتابیہ عورتوں کے ہونے کی وجہ سے اسلامی حکومتوں کوشدید نقصانات پہنچے ہیں اوراس کی وجہ سے ان ممالک میں جہاں اس کا رواج ہے مسلمانوں کے اخلاقی حالات کوبھی بہت نقصان پہونچا ہے،اورموجودہ دور میں جوعیسائی اور یہودی عورتیں ہیں اوراہل کتاب کہلاتی ہیں ان کے اندرزنا،فحاشی اورناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہےجس کوسن کرانسانیت کی پیشانی پر پسینہ آتا ہے اورجس نے گویاحیوانوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے،دوسرے ان کی اکثریت الحادمذہب بیزاری انکارآخرت وغیرہ کی شکار ہے،ظاہر ہے ایسے لوگ قطعاً اہل کتاب شمار نہ ہوں گے اوران کاذبیحہ بھی درست نہ ہوگا،،(دیکھئے جدید فقہی مسائل:۱/۳۸۳تا۳۸۴)،کچھ ایسی ہی تفصیل حضرت مولانامفتی نظام الدین صاحبؒ نے بھی لکھی ہے(دیکھئے: منتخبات نظام الفتاوی:۲/۷۶)،لہٰذامذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں احقر کے نزدیک موجودہ دور کے مغربی ممالک میں رہنے والے ایسے یہودی اورعیسائی جوخداتک کے قائل نہیں یاکسی درجے میں خدا کے قائل بھی ہیں تووحی،رسالت اورآخرت کے قائل نہیں،ان کا شماراہل کتاب میں نہیں ہوگا،وہ لوگ دہریہ ہیں ان سے نہ نکاح درست ہے نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال ہے۔

۴- فرقہ باطلہ خواہ بہائی ہویابابی،سکھ ہو یا قادیانی،اگرچہ قرآن کواللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہوں اورمحمد ﷺ کواللہ کارسول مانتے ہوں،لیکن قرآن کے بعدکسی کتاب کے الہامی ہونے کا یامحمد ﷺ کے بعدبھی کسی کے نبی ہونے کا اعتقادرکھتے ہوں تویہ ضروریات دین کے منکر ہیں اورظاہر ہے کہ ضروریات دین کے منکرکافرہیں،صاحب اشباہ لکھتے ہیں:,,اذالم یعرف أن محمداً آخر الأنبیاء فلیس بمسلم؛ لأنه من ضروریات الدین ‘‘(الاشباہ والنظائر:۲/۹۱)اورعلامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

’’وان أنکر بعض ماعلم من الدین ضرورۃ کفر بھا،،(فتاوی شامی:۱/۵۶۱)اوراس سلسلے میں فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فیصلے میں اچھی وضاحت ہےبطوراستشہاداقتباس سپرد قلم ہے:,,اکیڈمی کا یہ اجلاس قادیانیت کےعقیدہ،آغاز،اس کی بنیادیں اوراسلام کےصحیح عقیدہ کی بیخ کنی اورمسلمانوں کواپنےعقیدہ سے گمراہ کرنے والےان کے خطرناک مقاصد سےمتعلق ان تمام ثبوت ودلائل اوران کےعلاوہ دیگر بہت سارےتفصیلی ثبوت کی بنیاد پر بالاتفاق یہ فیصلہ کرتا ہے کہ قادیانیت(جسےاحمدیت بھی کہتے ہیں)کاعقیدہ اسلام سےمکمل طور پرالگ ہےاوراس کے ماننے والے کافراوراسلام سے مرتد ہیں اوران کا اپنے کومسلمان ظاہرکرنا سراسردھوکہ ہے،،(دیکھئےفقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فیصلے/۵۱ فیصلہ نمبر۳)اورفیصلہ نمبر۴ میں ہے:,,اکیڈمی بالاتفاق یہ طے کرتی ہے کہ بہائیت اور بابیت کا اسلام سےکوئی تعلق نہیں،وہ اسلام کے خلاف جنگ ہیں،ان کے متبعین کھلم کھلاکافرہیں،جس میں ذرابھی تاویل کی گنجائش نہیں،،(حوالہ بالا۵۴)۔

لہٰذامذکورہ بالا مباحث کی روشنی میں اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے کسی کا شماراہل کتاب میں نہیں ہوسکتا،بلکہ یہ کافر اورمرتد ہیں۔اس سےملتی جلتی تفصیل(آپ کے مسائل اوران کاحل ازصفحہ ۱۵۱ تا ۱۵۳/۱)پربھی موجود ہے۔

۵- قادیانی خواہ مرتد ہوں،خواہ نسلاً بعدنسل ہوں بہرصورت بددین ہیں،ان کا شماراہل کتاب میں نہیں ہوسکتا،چنانچہ مولانا خالدسیف اللہ رحمانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے:,,جولوگ اسلام سے قادیانیت کی طرف گئے ہیں وہ تو مرتد ہیں.....لیکن جولوگ نسلی طور پرقادیانی ہیں وہ بھی زندیق اوربددین ہیں......اس لئے قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں بلکہ زندیق ہیں،،(جدیدفقہی مسائل:۱/۲۸۶)،مفتی محمودالحسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں:’’مرزاغلام احمدکی حیثیت صرف کافراصلی کی نہیں بلکہ مرتد کی تھی اورارتدادبھی وہ جوکہ زندیق میں ہوتا ہے،آج بھی جوشخص مرزا کے عقائد کواختیارکرے گااس پربھی شریعت مرتد کاحکم لگائے گی‘‘(فتاوی محمودیہ:۲/۱۲۳،فتاوی شامی،باب المرتد:۴/۲۲۱ بحوالہ

محمودیہ)،،اذارأی منکرا معلوماً من الدین بالضرورۃ فلم ینکرہ ولم یکرھہ ورضی بہ استحسنہ کان کافراً،،(مرقاۃ المفاتیح:۸/۸۶۱)''من أنکر من شرائع الاسلام فقدأبطل قول لااله الاالله''(السیر الکبیر:۵/۳۶۸)''وفی فصول العمادی من لم یقر ببعض الأنبیاء بشیء أولم یرض بسنة من سنن سید المرسلین علیه السلام فقد کفر''(مجمع الأنهر:۱/۶۹۱) ''لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من أهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات کمافی شرح التحریر،،(مجموعہ رسائل الکشمیری:۳/۱۷) بہر حال مذکورہ مباحث کی روشنی میں دونوں طرح کے قادیانی (خواہ نسلی ہوں یا مرتد ہوئے ہوں) بد دین اور زندیق ہیں۔فقط

۶،الف- مسلم ممالک میں رہنے والی کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کی اجازت اگر چہ حضرات فقہاء نے دی ہے اور خود نص سے بھی اس کی صراحت ہے،لیکن حضرات فقہاء نے اس کی بھی صراحت فرمائی ہے کہ مسلم ممالک میں رہنے والی کتابیہ عورتوں سے نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے،علامہ شامی لکھتے ہیں:،،ویجوزتزوج الکتابیات والأولی أن لایفعل ولایأکل ذبیحتهم إلا لضرورة وتکره الکتابیة الحربیة إجماعاً لافتتاح باب الفتنة''(الدرمع الرد:۳/۴۵)''وفی البحرالرائق والأولی أن لایتزوج الکتابیة ولایأکل ذبائحهم الابالضرورۃ،،(البحرالرائق:۳/۱۱۱،وکذافی احکام القرآن للجصاص:۲/۲۳۶)۔

اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کا زمانہ جس کو اللہ کے نبی ﷺ نے خیر القرون فرمایا ہے،اس میں بہت ہی خیراور صلاح وفلاح کا زمانہ خلافت فاروقی ہے،لیکن جب ہم خلافت فاروقی کا مطالعہ کرتے ہیں تو چند واقعات ایسے ملتے ہیں کہ حضرت عمر فاروقؓ نے بہت سختی کے ساتھ شدید ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے کتابیہ عورت سے نکاح کرنے سے منع فرمایا،جس میں ایک واقعہ تو حضرت حذیفہؓ کا ہے کہ جب وہ مدائن تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک یہودیہ عورت سے نکاح کرلیا،فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ملی تو آپؓ نے حضرت حذیفہؓ کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دیدو،حضرت حذیفہؓ نے دریافت کیا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے تو فاروق اعظمؓ نے جواب دیا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ وہ حرام ہے لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت وپاکدامنی نہیں ہے اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحاشی وبدکاری داخل ہوجائے،،(احکام القرآن للجصاص:۲/۳۲۳)،ٹھیک اسی طرح کا واقعہ علامہ ابن الہمامؒ نے بھی نقل فرمایا ہے،اورانہوں نے لکھا ہے کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ کو بھی کتابیہ عورت سے نکاح کرنے پر فاروق اعظمؓ نے سخت تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ اسے طلاق دیدو،(فتح القدیر:۲/۲۳۰)،علامہ ابن ہمامؒ نے اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ فاروق اعظمؓ کا غصہ اس وجہ سے تھا کہ اس سے فتنہ پیدا ہوگا اوراولاد کی زندگی تباہ وبرباد ہوگی(حوالہ بالا)،یہ تو خیر القرون کی بات ہے اوراس کے بعد کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو محسوس ہوتا ہے کہ مسلم مملکت کی تباہی کا ایک بڑا ذریعہ کتابیہ عورت سے نکاح کرنا ہے،دوسری طرف پورے عالم میں انسانیت کو شرمسار کرنے والی،اورگلی کوچوں میں زنا وبدکاری کو پھیلانے والی بے حیا عورتیں یہی ہیں جو اپنے کو کتابیہ کہتی ہیں،کچھ ایسی ہی تفصیل جدید فقہی مسائل جلد ا/۲۸۴ رمیں بھی ہے،فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فیصلے میں بھی اس کی وضاحت ہے،بطور استشہاد ایک اقتباس سپرد قلم ہے،،البتہ مسلمان کے لئے بہتر یہی ہے کہ آزاد مسلم خواتین کے ہوتے ہوئے کتابی عورت سے شادی نہ کرے،شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے آزاد مسلم خواتین کی موجودگی میں کتابیہ سے شادی کو مکروہ قرار دیا ہے،اختیارات نامی کتاب میں ہے کہ قاضی اوراکثر علماء کا قول یہی ہے،کیونکہ حضرت عمرؓ نے اہل کتاب عورتوں سے شادی کرنے والوں سے کہا تھا کہ انہیں طلاق دیدیں تو حضرت حذیفہؓ کے سواسب لوگوں نے طلاق دیدی تھی بعد میں حضرت حذیفہ نے بھی طلاق دیدی تھی،اس کی وجہ یہ کہ جب مسلمان کتابیہ عورت سے شادی کرے گا تو اس کا دل اس عورت کی طرف مائل ہوگا اوروہ اسے فتنے

میں ڈال سکتی ہے اور اگر اولاد ہو تو اولاد بھی عورت کی طرف مائل ہوسکتی ہے،،(فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کے فیصلے/۹۹) لہٰذا اس پس منظر میں احقر کی رائے یہ ہے کہ مسلم ممالک میں رہنے والی کتابیہ عورت سے نکاح بھی کراہت سے خالی نہیں ہے۔

ب– دارالکفر میں رہنے والی کتابیہ عورتوں سے نکاح کے مکروہ تحریمی ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے،اس سلسلے میں حضرت مفتی یوسف لدھیانویؒ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بڑی اچھی وضاحت کی ہے،:,,پہلے سے مسلمان بیوی کا نکاح میں ہونا تو عیسائی عورت کے ساتھ نکاح سے مانع نہیں ہے،البتہ چند وجوہ کی بناء پر ایسی شادی ناجائز ہے،اولاً اہل کتاب کی جن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے ان سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو دارالاسلام کے شہری ہوں جن کو ذمی کہا جاتا ہے دارالکفر کے باشندے مراد نہیں ،لہٰذا اسلامی مملکت کے ذمی عورتوں سے جبکہ وہ اہل کتاب ہوں،نکاح کی اجازت ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے،اور جو اہل کتاب دارالحرب میں رہتے ہیں ان کی عورتوں سے نکاح مکروہ تحریمی ہے(اور مکروہ تحریمی حرام کے قریب قریب ہونے کی وجہ سے ناجائز کہلاتا ہے) لہٰذا یہ نکاح ہوجائے گا مگر مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا،اور ایسا کرنے والا گنہگار رہوگا۔"**ويجوز تزوج الكتابيات والأولى أن لايفعل ولايأكل ذبيحتهم إلا لضرورة وتكره الكتابية الحربية إجماعاً لافتتاح باب الفتنة**"(الدر مع الرد:۳/۴۵)"**وفى البحرالرائق والأولى أن لايتزوج الكتابية ولايأكل ذبائحهم الابالضرورة**"(البحر الرائق:۳/۱۱۱،وکذا فی احکام القرآن للجصاص:۲/۳۳۶)وکذا فی العالمگیری:۱/۲۸۱)۔

ثانیاً:اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ واقعتاً اہل کتاب ہوں بھی محض نام کے یہودی عیسائی نہ ہوں،"**وكل من يعتقد ديناً سماوياً وله كتاب منزل كصحف ابراهيم وشيث وزبورداؤدعليه السلام فهومن أهل الكتاب** " (فتاوی عالمگیری،کتاب النکاح القسم السابع:۱/۲۸۱، فتاوی شامی ،مطلب مہم فی وطء السراری :۳/۴۵،النہر الفائق :۲/۱۹۵، ۱۹۴،وکذا فی البحر الرائق:۳/۱۸۲)۔

آج کل کے بہت سے یہود و نصاریٰ صرف نام کے یہودی،عیسائی ہیں ورنہ واقع کے اعتبار سے وہ قطعاً ملحد ہوتے ہیں،وہ نہ کسی کتاب کے قائل ہیں،نہ کسی نبی کے،نہ دین و مذہب کے،اگر ایسی عیسائی عورت ہو جو صرف قومی طور پر عیسائی کہلاتی ہے،واقعتاً ملحد اور لا دین ہو،اس کے ساتھ نکاح منعقد نہیں ہوگا،اور ایسا جوڑا شرعی نقطہ نظر کے لحاظ سے بدکاری وزنا کاری کا مرتکب شمار ہوگا،,**لايجوزنكاح المجوسيات ولاالوثنيات ،ويدخل فى عبدة الأوثان عبدالشمس والنجوم والصورالتى استحسنوها والمعطلة والزنادقة ،والباطنية ،والإباحية، وكل مذهب يكفربه معتقده كذافى فتح القدير**،،(فتاوی عالمگیری:۱/۲۸۱)ایسی ہی تفصیل معارف القرآن جلد ۳/ ۴۸،۴۹اور ۶۰ تا ۶۴ میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

ثالثاً:کسی مسلمان نے اہل کتاب کی عورت سے شادی کی ہو تو شرعی قانون کے لحاظ سے اولاد مسلمان شمار ہوگی،"**فإن كان أحد الزوجين مسلماًفالولدعلى دينه** ،،(ھدایہ:۲/۳۴۶)لیکن دیار غیر میں عیسائی عورتوں سے جو شادیاں رچائی جاتی ہیں ان سے پیدا ہونے والی اولاد اپنی ماں کا مذہب اختیار کرلیتی ہیں، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے یہ جوڑا طے کرلیتا ہے کہ آدھی اولاد شوہر کی ہوگی اور آدھی بیوی کے مذہب پر ہوگی،اگر ایسی شرط لگائی جائے تو ایسی شادی کرنے والا مسلمان یہ شرط لگاتے ہی مرتد ہوجائے گا ،کیونکہ اس نے اپنی اولاد کے کافر ہونے کو گوارا کرلیا اور اس پر رضامندی دے دی،اور کسی کے کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔

"**وفيه (أى فى الظهيرية)أن الرضاء بكفرغيره أيضاًكفر**،،(شرح فقہ اکبر:۲۱۸)"**والرضابالكفر كفر**،،(فتاوی قاضیخان علی الھندیہ:۳/ ۵۷۳)،لہٰذا ایسی شرط لگاتے ہی یہ شخص ایمان سے خارج ہوکر مرتد ہوجائے گا،,**مايكون كفراً يبطل العمل**

والنکاح"(الدرمع الرد:۴/۲۴۷)۔

رابعاً: ہمارے بھولے بھالے نوجوان امریکہ وغیرہ کی شہریت حاصل کرنے اورروٹی کمانے کا ذریعہ پیدا کرنے کی خاطر عیسائی عورتوں کے چکر میں توپڑ جاتے ہیں،لیکن ان ممالک کے قانون کے مطابق چونکہ طلاق کا حق مرد کے بجائے عورت کوحاصل ہے،لہٰذاایسی عورتیں جن کے جال میں ہمارے بھولے بھالے نوجوان پھنسے ہیں،ان کوطلاق دیکر گھربار پربھی اوراولاد پربھی قبضہ کرلیتی ہیں،اوریہ شوہرصاحب" خسرالدنیاوالآخرۃ" کا مصداق دونوں جہان میں راندہ درگاہ ہوجاتا ہے،چونکہ فقہ کا قاعدہ ہے,,المعروف کالمشروط،،یعنی جس چیزکا عام رواج اورعرف ہو،اس کوایسا سمجھنا چاہئے کہ گویا عقد کے وقت اس کی شرط رکھی گئی تھی،لہٰذاان ممالک کے عرف کے مطابق گویا یہ شخص اس شرط پرنکاح کررہاہے کہ عورت جب چاہے اس کوطلاق دے کر بچوں پر قبضہ کرلے۔

ان وجوہات کی بناپرغیر ممالک میں مسلمان نوجوانوں کاعیسائی عورتوں سے شادی کرنا ناجائز ہے،اوردوسری وجہ کی بناپرنکاح منعقد ہی نہیں ہوگا،اورتیسری وجہ چونکہ موجب کفرہے اس لئے اس صورت میں اس کا پہلی بیوی سے نکاح فسخ ہوجائے گا،اور چوتھی وجہ میں بھی اندیشہ کفرہے،البتہ اگرکوئی کفریہ شرط نہیں رکھی گئی تھی اورنہ معروف تھی توپہلی بیوی اس کے نکاح میں رہے گی مگریہ شخص عیسائی عورت سے نکاح کرنے کی بناپرگنہگاررہوگا(آپ کے مسائل اوران کاحل:۶/۱۵۹تا۱۶۰)۔

مفتی شفیع صاحبؒ نے بھی اس سلسلے میں بڑی لمبی بحث فرمائی ہے اس میں سے دواقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے:آجکل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جواپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں درحقیقت وہ خداکے وجوداورکسی مذہب ہی کے قائل نہیں،نہ تورات وانجیل کوخدا کی کتاب مانتے ہیں اورنہ موسیٰ وعیسیٰ علیہماالسلام کواللہ کا نبی وپیغمبرتسلیم کرتے ہیں،یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے.........الغرض قرآن وسنت اوراسوہ صحابہ کی روسے مسلمانوں پرلازم ہے کہ آجکل کے کتابی عورتوں کونکاح میں لانے سے کلی پرہیز کریں(معارف القرآن:۳/۴۸تا۶۴)۔

اس کے علاوہ ایک سچی بات یہ بھی ہے کہ دورنبوت سے اب تک اہل کتاب نے اسلام اورمسلمانوں کوجتنا نقصان پہونچا ہے شاید کسی قوم سے اتنا نقصان پہنچا ہواس لئے محض اس امید پرکہ نکاح کے بعد یہ دامن اسلام میں داخل ہوجائیں گی،میری حقیر رائے میں درست نہیں ہے،اس کی اجازت نہیں ملنی چاہئے۔

۷- برادران وطن جن کوخدا کااوتارمانتے ہیں ان کے بارے میں قرآن وحدیث میں کہیں صراحت نہیں ملتی کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں،اس لئے صحیح بات تویہی ہے کہ نہ ہم ان کونبی کہہ سکتے ہیں نہ ہی ان کے ماننے والوں کواہل کتاب،اسی طرح کے ایک سوال کا جواب لکھتے ہوئے حضرت مولانا عزیزالرحمٰن صاحب تحریرفرماتے ہیں:,,قطعی اوریقینی طور پر یہ کہدینا کہ کرشن وغیرہ نبی تھے جائزنہیں ہے،یہ امر بذریعہ وحی کسی نبی کوہی معلوم ہوسکتا ہے،آنحضرت ﷺ کوجب تک وحی سے یہ معلوم نہ ہوا کہ فلاں شخص نبی ہے آپ ﷺ نے اس کی نبوت کا اظہارنہ فرمایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:"لا أدری أ تبّع نبی أم لا" نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے یانہیں؟

"وفی معالم التنزیل بسندہ :عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہقال:قال رسول اللہ ﷺ :ما أدری تبّع أکان نبیاً أو غیرنبی"(معالم التنزیل:سورۃ الدخان تحت تفسیرالآیۃ أہم خیرأم قوم تبع)۔

الغرض جن انبیاء کانام اللہ تعالیٰ نے نہیں بتلایا اوررسول اللہ ﷺ نے ان کی نبوت ظاہرنہیں فرمائی ان کی نسبت یقین نبوت کا رکھنا خلاف حکم شریعت ہے(فتاوی دارالعلوم دیوبند:۱۸/۲۷۶)،مولانا خالدسیف اللہ رحمانی نے بھی کچھ ایسی ہی تفصیل لکھی ہے،ایک سوال کا

جواب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں: ''قرآن وحدیث میں صراحتاً آپ کے پیغمبر ہونے کا ذکر نہیں، اس لئے صحیح نقطہ نظر یہی ہے کہ نہ ہم آپ کو نبی قرار دے سکتے ہیں اور نہ آپ کے ماننے والوں کو اہل کتاب، اور آپ کی شان میں بدگوئی بھی جائز نہیں، کیونکہ آپ کے نبی ہونے کا امکان تو ہے ہی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا ہے تو کسی قوم میں گوتم بدھ کا بحیثیت نبی آنا ناممکن نہیں، جب کہ ان کی تعلیمات میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو آسمانی کتابوں میں آئی ہیں، پس حاصل یہ کہ نہ گوتم بدھ کے نبوت کی تصدیق کی جا سکتی ہے اور نہ آپ کی ہتک شان کرنا جائز ہے،، (کتاب الفتاوی: ۱/ ۳۶۲)۔

اور میرا تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ اس وقت برادران وطن کی جو حالت ہے، کہ ہر قبیلہ اور ہر برادری کا الگ الگ اور جدا جدا (بھگوان) یعنی خدا کے اوتار ہیں بلکہ اکثریت تو ایسی ہے جو عورتوں کو مثلاً: درگا ماں، کالی ماں، سرسوتی ماں وغیرہ کو اپنا بھگوان (خدا کا اوتار) مانتے ہیں اور یہ بات نصوص سے ثابت ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں ہوسکتی، اسی طرح موجودہ دور میں ان کے پاس جو کتابیں ہیں خواہ وہ وید ہوں یا رامائن وغیرہ، ان میں اگرچہ بعض باتیں آسمانی کتابوں سے ملتی جلتی ہیں، لیکن اکثر باتیں ایسی ہیں جو اسلام کی روح کے خلاف ہیں، اور زیادہ تر مضامین مرد وعورت کے متعلق قصے کہانیوں پر مشتمل ہیں، لہٰذا موجودہ دور کے برادران وطن کو اہل کتاب کہنے کی گنجائش ہی نہیں، اسی طرح وہ جن کو اپنا بھگوان (خدا کا اوتار) مانتے ہیں ان میں جو عورتیں ہیں ان کے نبوت کے تصدیق کی تو گنجائش ہی نہیں، اور جو مرد ہیں ان کے نبوت کی تصدیق وتکذیب تو نہیں البتہ توقف ہے، اور ان کی کتابوں میں جس قدر اختلاط ہے کہ ان کو الہامی کتاب نہیں کہا جا سکتا۔

۸- (الف) عیسائی اسکولوں میں راقم کی تحقیق کے مطابق ہر کلاس کا سبجیکٹ اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک نہ ایک کتاب مذہب عیسائیت سے متعلق ہوتی ہے، اور یہ سلسلہ از ابتدا تا انتہا جاری رہتا ہے اور ان کے اسکول میں داخل ہونے والے بچوں اور بچیوں کو وہ کتاب چاہے نہ چاہے پڑھنی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے بچے کے ذہن ودماغ میں عیسائیت رفتہ رفتہ گھر کر جاتی ہے، اور نہ چاہتے ہوئے وہ بچے اور بچیاں اس مذہب کے بہی خواہ بن جاتے ہیں، دوسری چیز عریانیت اور فحاشی کے لئے باضابطہ ان کے اسکولوں میں ایک وقت مقرر ہوتا ہے جسے وہ تفریح کے نام سے موسوم کرتے ہیں لیکن وہ ایسا زہر ہے جو بچے اور بچیوں کو حرام کاری کا خوگر بنا کر چھوڑتے ہیں، جس کی بنیاد پر پورا معاشرہ تباہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ ان کے مخصوص ترانے بھی ہوتے ہیں جو ان کے اسکول میں داخل ہر بچے بچیوں کیلئے ضروری ہوتے ہیں اور عام طور پر وہ اپنے ترانوں میں حضرت عیسیٰؑ کی خدائی کا اظہار کرواتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ان کے اسکول میں داخل بچے اور بچیاں چاہے نہ چاہے کرتے ہیں، اور سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ان کے ۹۰٪ اسکولوں میں مخلوط تعلیم ہی کا نظم ہے اور ظاہر ہے کہ مخلوط تعلیم کی شرعاً گنجائش نہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر علماء نے ایسے تمام اسکولوں میں جہاں مخلوط تعلیم کا نظم ہو چاہے وہ عیسائی کے اسکول ہوں یا غیر عیسائی کے تعلیم حاصل کرنے سے بالکلیہ منع فرمایا ہے، اس سلسلے میں فتاوی دار العلوم سے ایک دو اقتباس سپرد قلم ہے، مفتی عزیز الرحمٰن صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: ,, مسلمانوں کے بچوں کو ایسے مشن اسکولوں اور بورڈنگ ہولوں میں تعلیم دلوانا اور رکھنا درست نہیں، دوسری جگہ لکھتے ہیں: ,, جبکہ وارد ہے الرجل علی دین خلیلہ، اور صحبت کے آثار مروی ہیں اور وہ بھی استاد ومعلم کی صحبت وتربیت کے آثار؛ تو کیسے جائز ہوسکتا ہے کہ غیر مذہب والوں سے ناواقف اطفال کو تعلیم دلائی جائے !! اس سے لازمی نتیجہ یہ ہونے والا محسوس ومشاہد ہے کہ وہ اطفال خوگر اسی تربیت اور آثار کے ہونگے اور عقائد اسلامیہ میں فتور وقصور آوے گا'' (فتاویٰ دار العلوم: ۱۷/ ۲۵۲، ۲۵۱)۔

''عن أبي هريرة رضي الله عنه أن النبي ﷺ قال: الرجل على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل'' (سنن ابی داؤد، باب من یؤمر أن یجالس: ۶۶۴) ''عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ ...... ومثل جليس الصالح كمثل

صاحب المسک إن لم یصبک منه شيء أصابک من ریحه ،ومثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیر ،إن لم یصبک من سواده أصابک من دخانه ، وعن أبی سعیدرضی الله عنه عن النبی ﷺ قال: لاتصاحب الامؤمنا ولایأکل طعامک الاتقی،،(سنن ابی داؤد: ٦٦٤، کتاب الادب)۔

مفتی محمودالحسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں: ,,ایسی تعلیم دلانا جس کے اثر سے بچے بگڑ جائیں اوردین سے بے تعلق ہوکر بے دین بن جائیں (عقائد، اخلاق اعمال خراب ہوجائیں) جائزنہیں یہ ان کے ساتھ خیر خواہی نہیں بلکہ ان کو تباہ اور برباد کرنا ہے، اس بگاڑ سے حفاظت کاانتظام ہوجائے تو دنیوی تعلیم بھی درست ہے،، (فتاوی محمودیہ: ۳/ ۳۸۸)، ایک عیسائی معلّمہ سے تعلیم حاصل کرنے کے عدم جواز پر بھی مفتی صاحب نے بڑی لمبی بحث فرمائی ہے، سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۵۱ کی تفسیر نقل کرنے کے بعد مفتی صاحب لکھتے ہیں: ,,عبارت بالا سے معلوم ہوا کہ عیسائی کو ولی بنانا جائزنہیں یعنی اس پر اعتماد کرنا اوراس کے ساتھ احباب جیسا معاملہ کرنا درست نہیں، نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے عیسائی سے خط پڑھوانا بھی گوارہ نہیں کیا اور جب تک کسی شخص پر دینی اعتماد نہ ہو، یعنی شریعت مقدسہ کے نزدیک اس کا دین قابل اعتماد نہ ہواس سے علم حاصل نہیں کرنا چاہئے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ معصوم بچوں کو معلّمہ موصوفہ (عیسائی) کے سپرد کرنا اس بناء پر کہ وہ تربیت کا سلیقہ رکھتی ہیں اور بچوں کو صاف ستھرا رہنے اور مکان پر جا کر سب کو جداگانہ سلام کرنے کا طریقہ بتادیتی ہیں درست نہیں، اور یہ چیز بچوں کے حق میں زہر قاتل ہے، گو وہ زہر ابھی ہر ایک کو نظر نہیں آتا مگر اس کے جراثیم ابھی سے پیدا ہوکر پرورش پاتے ہیں اور غیر شعوری طور پر ان کے قلب ودماغ اثر قبول کرتے ہیں، پھر جب معلّمہ موصوفہ پر سب سے زیادہ اعتماد کیا جاتا ہے اور وہ ماہر نفسیات بھی ہیں تو اگر وہ اپنے مذہب کی پابند ہیں تو ان کی دوڑ دھوپ زیادہ سے زیادہ اس لئے ہوگی کہ آہستہ آہستہ بچوں پر بلکہ تمام ادارے پر اپنا مذہبی رنگ جمائیں، اور اگر وہ اپنے مذہب کی پابند نہیں تو غور کریں کہ جو اپنے مذہب سے آزاد ہے وہ دوسروں کے مذہب کا خیال کیا کرے گی؟ بلکہ وہ تو چاہے گی کہ میری طرح سب آزاد ہوجائیں، میڈیکل کالج کی نرسیں بھی بہت سلیقہ شعار اور ماہر نفسیات ہوتی ہیں، مریضوں کو ان کے حوالے کردیا جاتا ہے وہ بہت ہوشیاری اوراخلاص کے ساتھ خدمت کرتی ہیں، لیکن ۷ۓ۹ء سے پہلے کی بات ہے کہ لدھیانہ میڈیکل کالج سے ایک ہزار سے زائد لڑکیاں عیسائی بنا کر فرار کرادی گئیں، ان کے ورثاء باپ شوہر وغیرہ ملنے کیلئے گئے تو کہدیا گیا کہ وہ تو صحت یاب ہوکر یہاں سے چلی گئیں (اخبارات میں تفصیل آئی تھی) اس لئے للہ ان معصوم بچیوں پر رحم کیجئے (فتاوی محمودیہ ۳ (۳۹۲ تا ۳۹۳) بخوف طوالت تفسیری عبارت نقل نہیں کی گئی ہے دیکھئے (تفسیر مظہری: ۳/ ۱۲۴، ۱۲۵)۔

لہٰذا عیسائی اسکولوں میں تعلیم دلانا احقر کی رائے میں درست نہیں وجوہات اوپر ذکر کردیئے گئے اور دوسری بات یہ ہے کہ اب متبادل اسکول موجود ہیں لہٰذا اسکی ضرورت ہی نہیں، اوران اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنا بھی درست نہیں، مفتی محمودالحسن گنگوہیؒ لکھتے ہیں: ’’جس کالج یا اسکول میں خلاف اسکول تعلیم ہوتی ہے ،عقائد، اعمال، اخلاق سب غلط ذہن نشین کرائے جاتے ہیں اس کا ممبر بننا اور تقویت پہنچانا ہرگز جائزنہیں،، (فتاویٰ محمودیہ: ۳/ ۳۸۳)، امت مسلمہ کی بڑی ذمہ داری ہے کہ ان دشمنان دین کے اسکول سے کلیتاً پرہیز کریں اوراس کے لئے متبادل اسکول کے قیام کی فوری فکر کریں۔

ب- حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ’’کہ اہل کتاب کی عورتوں کو اگر رکھنا ہی ہے تو باقاعدہ نکاح کرکے بیوی کی حیثیت سے رکھیں، ان کے حقوق مہر وغیرہ ادا کریں، ان کو داشتہ کے طور پر رکھنا اور کھلے طور پر بدکاری کرنا یہ سب چیزیں حرام ہیں‘‘ (دیکھئے معارف القرآن: ۳/ ۶۴)، صاحب تاتارخانیہ علامہ فریدالدینؒ لکھتے ہیں: ’’والقسم بین الحرائر علی السواء سواء کن مسلمات أوکتابیات،وفی السراجیة:وإن کانت إحداهما مسلمة والأخری کتابیة فکذلک،أخرج سعیدبن منصور عن D22

الشعبی قالا:اذاتزوج الیھودیة والنصرانیة علی المسلمة فالقسم بینھماسواء‘‘(فتاویٰ تاتارخانیہ:۳۵۹/۴)۔

مذکورہ بالا دونوں عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی مسلمان نے کتابیہ عورت سے نکاح کرلیا تو اس کے بھی وہی حقوق ہونگے جو مسلمہ عورت کے ہوتے ہیں، لہٰذا نکاح کرنے کے بعد محض حقوق کی ادائیگی کے ڈر سے طلاق دینا درست نہیں ہوگا، اسی طرح محض کتابیہ ہونے کی وجہ سے بھی طلاق دینا مطلقاً درست نہیں ہوگا بلکہ اس پر ضروری ہوگا کہ وہ اس کے ساتھ ایسا اخلاق پیش کرے کہ وہ دامن اسلام سے وابستہ ہوجائے، ہاں اگر صورت حال ایسی ہو کہ اس کے ساتھ رہنے میں خود اسے اپنے ایمان کے ضائع ہونے کا خطرہ ہو یا اس کی نسل کی تباہی وبربادی کا سخت اندیشہ ہو، یا پھر وہ عورت مکمل طریقے پر زنا وفحاشی کی خوگر ہو تو ایسی صورت میں طلاق دینے کی گنجائش ہے، جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے انہیں خطرات کے پیش نظر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے والے صحابہ کو طلاق دینے کا حکم فرمایا تھا، تفصیل اوپر آچکی ہے۔

ب۔ فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے:’’المسلم اذاتزوج ذمیة فله أن یمنعھا عن الخروج إلی الکنائس والبیع وبیت النار ، ولیس علی إجبارھا علی الغسل من دم الحیض والنفاس والجنابة‘‘(فتاویٰ تاتارخانیہ:۷۲/۴)۔

مذکورہ بالاعبارت سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کسی مسلمان مرد کے نکاح میں کوئی ذمی عورت ہو تو وہ اسے کنیسا اور گرجا گھر وغیرہ میں جاکر عبادت کرنے سے روک سکتا ہے، لہٰذا احقر کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی مسلمان کے نکاح میں کوئی کتابیہ عورت ہو تو اسے بھی اپنی بیوی کو اُس کے مذہبی مراسم کی ادائیگی سے روکنا چاہئے۔

ج۔ تاریخ عالم کے مطالعہ سے عموماً اور تاریخ ہند کے مطالعہ سے خصوصاً معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے اکثر ممالک پر اپنی حکومت قائم کرنے اور مذہب عیسویٰ کو فروغ دینے کا سب سے بڑا ذریعہ تجارت ہی کو بنایا ہے، چنانچہ تاریخ ہند کا مطالعہ کیجئے تو صاف طور پر ظاہر ہوگا کہ عیسائیوں نے اولاً تجارت ہی کے ذریعہ ہندوستان میں اپنے قدم جمائے اور پھر رفتہ رفتہ وہ دن بھی آیا کہ ہندوستانی باشندوں کو پابہ زنجیر ہونا پڑا اور حاکموں کو غلامی پر مجبور کردیا گیا، اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ مسلمانوں کی سلطنت مکمل طور پر زوال پذیر ہوئی اور حاکموں کے گلے میں سلاسل ڈالے گئے، مسلمانوں کو بے دریغ قتل کیا گیا اور ان کی عزت وناموس پر حملے ہوئے، بالآخر ہمارے بزرگوں نے ترک موالات کا مفصل فتویٰ دیا، جس کی ترتیب کا سہرا حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے سر بندھا، اور اس فتوے کے بعد ان کے اشیاء کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا، موجودہ وقت میں جو حالات پورے عالم کے مسلمانوں کے سروں پر منڈلا رہے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ عیسائیوں کے تمام مشنریز کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے، اس لئے ابھی انہوں نے بڑے پیمانے پر جو کام بینک اور ہاسپیٹل کی شکل میں شروع کیا ہے جس کے پیچھے بڑے مقاصد کارفرما ہیں نہ صرف یہ کہ ان سے ربط نہ رکھا جائے بلکہ اس کا مکمل بائیکاٹ کیا جانا چاہئے، اور یہ اس لئے بھی چونکہ عیسائیوں کے ادارے جو قرض مہیا کرواتی ہے اس کا سارا سسٹم تقریباً سود پر مبنی ہوتا ہے، اور ظاہر ہے کہ سود کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے، اب یہ صاف ہے کہ جو ان اداروں سے قرض لے گا وہ کچھ نہ کچھ سود کے کام میں معاون بنے گا اور قرآن نے گناہ کے کاموں میں تعاون کرنے سے صراحتاً منع کیا ہے’’ولاتعاونوا علی الاثم والعدوان‘‘(مائدہ:۲)، لہذا اس اعتبار سے بھی ان کے اداروں سے تعلق قائم کرنا درست نہیں، اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ عیسائی مشنریاں جس پلیٹ فارم سے بھی کام کرتی ہیں ان کا اولین مقصد اپنے مذہب کی ترویج واشاعت اور اسلام کے تئیں نفرت پھیلانا ہوتا ہے، ثانیاً مذہب عیسوی سے قریب کرنا اور اسلام سے دور کرنا ہوتا ہے، ثالثاً مسلمانوں کو گناہوں کے دلدل میں پھنسا کر دین سے دور کرنا ہوتا ہے، لہٰذا ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو نہ صرف یہ کہ عیسائی اداروں کی نہ صرف یہ کہ خدمت نہیں کرنی چاہئے بلکہ ان سے مکمل طور پر الگ رہنا چاہئے، البتہ یہ کہ ان کے بالمقابل ایسے اداروں اور تنظیموں کے قیام کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہئے۔

عہد حاضر کے چند فرق باطلہ کا تعارف اور احکام

مولانا شاہ عالم گورکھپوری ☆

راقم سطور کا موضوع اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے تحت منعقد کیے جانے والے پچیسویں فقہی سمینار کی طرف سے جاری سوالنامہ کا شق نمبر ۴، ۵، ہے سوالنامہ کے متن میں بابیت، بہائیت، سکھ ازم، اور قادیانیت جن چار ادیان باطلہ کا ذکر ہے ان کے تعلق سے بطور تمہید چند بنیادی امور دلائل کے ساتھ عرض ہیں:

(۱)......سابقہ سماوی ادیان کی مسلسل تاریخ یہ رہی ہے کہ وہ مرور ایام کے ساتھ محرف اور مسخ ہوتے گئے یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد ان کے اصل چہرے کی نشاندہی کرنے والا بھی کوئی نہ رہا، ان کی تنسیخ وتحریف کے اسباب پر اگر غور کیا جائے تو دیگر اسباب کے ساتھ ایک سبب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان کے ساتھ خدائی حفاظت کا وعدہ نہیں تھا، اور دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ ان کا وجود ہی محدود وقت کے لیے تھا، اس لیے اُن میں تراش وخراش اور لفظی ہو یا معنوی تحریف وتنسیخ کو جگہ ملتی چلی گئی، تا آنکہ ان کا وجود ہی مٹ گیا، دنیا میں آج حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے، اور دیگر بیشمار انبیاء کے صحف کا وجود ہی نہیں ملتا۔ توریت، زبور اور انجیل کے جو نسخے بزبان دیگر تراجم کی شکل میں موجود ہیں ان کے اصل کا تو وجود ہی نہیں اور تراجم بھی حد درجہ مشکوک و نا قابل اعتبار ہیں۔ بعض عیسائی اور یہودی مؤرخین کا اعتراف ہے کہ توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پانچ سو سال کے بعد مرتب کی گئی اور اب جو کچھ توریت کے نام پر ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سوانح و سیرت ہے جس کے مرتب کے نام کا بھی پتہ نہیں کہ کون ہے، اصل توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی سے مفقود ہے۔ جب سب سے مشہور صحیفے، یہ حال ہے تو غیر مشہور صحیفوں کا حال کیا ہوگا؟ اسی پر قیاس کر لیا جائے۔ یہ صرف اور صرف اسلام کا اختصاص واحسان عظیم ہے کہ اس نے آ کر اُن ادیان کے پیروکاروں کو ان کے دین اور آسمانی کتابوں کا صحیح پتہ بتایا جو کچھ انھوں نے تحریفات کی تھیں اُن سے باخبر کیا اور اپنے متبعین مسلمانوں کو بھی اُن کے اصل حقائق سے واقف کرایا۔

مولانا محمد نعمت اللہ اعظمی صاحب یہی تحقیق ہے کہ اصل توریت میں بھی تحریف ہوئی ہے جیسا کہ اپنے محاضرہ ''یہودی قوم اور تحریف تورات'' میں موصوف نے بالتفصیل ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی مشہور تصنیف ''الفوز الکبیر فی اصول التفسیر'' کے حاشیہ میں اس کے محشی اور شارح مفتی سعید احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: '' **و قال جماهير العلماء : إن التحريف قد وقع فى الكتب السماوية بكل نحو من اللفظى و المعنوى كثيراً** ''۔ جمہور علماء اسی بات کے قائل ہیں کہ لفظی اور معنوی ہر طرح کی تحریفات واقع ہوئی ہیں (حاشیہ الفوز الکبیر صفحہ ۲۷ مطبوعہ مکتبہ حجاز دیوبند)۔ ان حوالوں کی روشنی میں اہل علم کے لیے ان حقائق سے انکار کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ سابقہ کتب سماویہ میں لفظی ومعنوی ہر طرح کی تحریفات ہوئی ہیں۔

☆ ناظم تحفظ شعبہ ختم نبوت دار العلوم دیوبند۔

(۲)......قرآن مجید میں جابجا ان اُدیان باطلہ کے حاملین کو ''اہل الکتاب'' کے خاص خطاب سے مخاطب بنایا گیا ہے اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں ان کو دو خصوصی رعایتیں دی گئی ہیں:

(۱) یہ کہ اہل کتاب کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال کیا گیا۔"وَطعامُ الذین اُو توا الکتا ب حِل لکُم وَ طعامُکم حِلّ لَهُم (مائدہ:۵) (اور جو لوگ کتاب دیۓ گئے ہیں ان کا ذبیحہ تمھارے لیے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لیے حلال ہے)۔

(۲) یہ کہ کتابی عورتوں سے نکاح۔" والمُحصناتُ من الذین اُوتوا الکتابَ مِن قبلکم" (مائدہ:۵) (اور وہ لوگ کہ جو تم سے پہلے کتاب دیے گئے اُن ہل کتاب کی نیک خصلت عورتیں بھی تمھارے لیے حلال ہیں)۔لیکن یہ بات واضح رہے کہ یہ دونوں امتیازی احکام انہی اہل کتاب سے متعلق ہیں جو مذہب بیزار، ملحد اور دہریہ نہ ہوں، یعنی خدا کے وجود کے قائل ہوں، اپنے نبی پر ایمان رکھتے ہوں۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں ''اہل الکتاب'' کا محل استعمال ہے استقراء سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ قرآن مجید کی خاص اصطلاح ہے اور یہ اصطلاح ان لوگوں پر استعمال کی گئی ہے جن کے پاس نزول قرآن سے پہلے کوئی آسمانی صحیفہ یا کتاب تھی۔ان کے اعمال وعقائد اگر چہ ان کی اصل کتابوں کے مطابق نہیں تھے، لیکن ان کے زعم کا لحاظ رکھتے ہوئے قرآن مجید نے ان کو ایسے لقب سے یاد کیا جو احسن الخطابات میں سے ہوسکتا ہے۔ مثلاً:" يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ "(آل عمران آیت ۶۴)'' يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ"(۶۵) "يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ" (۷۰) "يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ" (۷۱) وغیرہا من الآیات۔

یا یہ بھی ممکن ہے کہ خطاب کے اس طریق سے اہل کتاب کو ان کی بے راہ روی اور بنیادی غلطیوں پر تنبیہ مقصود ہو کیونکہ اس خطاب کے تحت قرآن مجید نے جو خامیاں ذکر کی ہیں وہ انہی کے ساتھ خاص ہیں کسی اور قوم میں نہیں پائی جاتی تھیں، ان دونوں صورتوں میں خطاب کی تخصیص کا سبب، بذات خود اس بات کی بڑی دلیل ہوگی کہ اس کو عام نہ کیا جائے، اس لیے کہ خطاب کی جو علت ہے وہ اپنے اندر متعدی ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور اس علت کے سبب کسی دوسرے پر قیاس بھی نہیں کیا جاسکتا۔

مفسرین کرام نے بھی ''اہل الکتاب'' سے صرف یہود ونصاریٰ کو مراد لیا ہے۔" **يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ الخطاب يعمُّ أهلَ الكتابين يعنى اليهود والنصارىٰ**"(تفسیر مظہری) "**يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قيل: هم اهلُ الكتابين، و قيل: وفد نجران و قيل: يهود المدينة**"(کشاف) " **يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هم نصارىٰ بنى نجران** "(درمنثور) " **يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ اليهود والنصارىٰ**"(روح البیان)۔

(۳)......خود وہ لوگ جو ''اہل کتاب'' کا مصداق ومخاطب تھے اپنے حق میں اس اصطلاح کی تخصیص کو اس حد تک سمجھتے تھے کہ اپنے ماسوا کے لیے اس اصطلاح کا استعمال نہیں کرتے تھے، خود کو اہل کتاب اور اپنے ماسوا کو'' اَلْاُمِّيّٖنَ '' سے تعبیر کرتے تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر قرآن نے اہل کتاب کا قول نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے:'' ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ "(آل عمران ۷۵) مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے اس کا ترجمہ اُردو میں کیا ہے'' یہ اس لیے کہ وہ (اہل کتاب) کہتے ہیں کہ غیر اہل کتاب کے مال کے سلسلہ میں ہم پر کوئی گناہ نہیں''، یعنی ''اَلْاُمِّيّٖنَ'' کا ترجمہ'' غیر اہل کتاب'' سے کیا گیا ہے۔تفسیر کرتے ہوئے اگر چہ حضرت موصوف نے بعض مفسرین کے قول کو اختیار کرتے ہوئے وضاحت فرمائی ہے کہ'' اَلْاُمِّيّٖنَ " سے مشرکین مراد ہیں، یعنی یہ بے جا طریقہ پر مشرکین عرب کا مال ہڑپ لینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے''۔لیکن اَلْاُمِّيّٖنَ سے مشرکین کی تخصیص لازم نہیں بلکہ یہ عام ہے مسلمان اور مشرکین عرب وغیرہ سب کے لیے۔کیونکہ بعض مفسرین نے غیر اہل کتاب کی تفسیر'' قریش'' سے بھی کی ہے۔حضرت تھانویؒ لکھتے ہیں مدعیان اہل کتاب کے نزدیک'' غیر اہل کتاب مثلاً

قریش کا مال چرالینا یا چھین لینا سب جائز ہے‘‘ (بیان القرآن) امام رازیؒ نے مذکورہ آیت کے تحت تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

’’إنهم يقولون ليس علينا فيما أصبنا من أموال العرب سبيل (تفسير كبير) و ههنا مسائل : الثالث : إن اليهود إنما ذكروا هٰذا الكلام لا مطلقاً لكل من خالفهم ، بل للعرب الذين آمنوا بالرسول ﷺ‘‘ (تفسیر کبیر)۔ ’’(الأمى) منسوب الى الأم وسمى النبىّ صلى الله عليه وسلم أمياً، قيل: لأنه كان لايكتب وذالک، لأن الأم أصل الشئ و فمن لا يكتب فقد بقى على أصله فى أن لا يكتب ، و قيل: نسب إلى مكة و هى أم القرى‘‘ (کبیر)۔

علامہ محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی اپنی تفسیر میں مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

’’ أى فى مال العرب اثم ...... ذالک بأ ان اليهود قالوا: إموال العرب حلال لنا ‘‘(تفسیر بغوی)۔

علامہ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر’’ امیین ‘‘ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’ ليس علينا فى ديننا حرج فى أكل أموال الأميين وهم العرب‘‘(ابن کثیر)۔

احکام القرآن لابن العربی میں لکھا ہے :

’’المعنى فعلوا ذالک لاعتقاد هم أن ظلمهم لأهل الإسلام جائز ، تقدير كلامهم ليس علينا فى ظلم الاميين سبيل أى اثم ‘‘(احکام القران ابن عربی)۔

قرآن مجید میں دوسری جگہ بھی یہ لفظ استعمال ہوا ہے:’’ هُو الّذى بعث فِى الأُميين رَسولاً منهُمْ يتلُوا عَلَيهِم‘‘(سورۃ جمعہ:۲)، یہاں سے بھی مطلق عرب کے معنی کی تائید ہوتی ہے۔ الغرض قدیم وجدید تمام تفاسیر میں اہل کتاب کے مصداق میں بالتخصیص یہود ونصاریٰ ہی کا نام لکھا ہے۔ ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ اہل کتاب خود کو’’ اہل کتاب‘ ‘اوراپنے ماسوا کو’’ اَلْاُ مِّينَ ‘‘ سے تعبیر کرتے تھے اوراپنے حق میں اس تخصیص پر مطمئن بھی تھے۔لہٰذا اس کو اب کسی بھی طرح عام نہیں کیا جاسکتا کہ اُن کے ماسوا دور حاضر کے کسی تحریک یا مذہب کو اس میں شامل مانا جائے۔

(۴)......علاوہ ازیں مفسرین ومحدثین امت میں سے کسی سے بھی اس کا استعمال صرف انہی لوگوں پر پایا جاتا ہے جن کے پاس اسلام سے ماقبل کوئی آسمانی کتاب تھی،فقہائے امت نے بھی اہل کتاب کے جو احکام وحدود بیان فرمائے ہیں اس کی مثال میں پچھلی آسمانی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ماننے والوں کے سوا، دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کا ذکر نہیں کیا ہے۔

(۵)......اورسب سے بڑی بات یہ کہ اس خاص اصطلاح کا مصداق جولوگ خود کو سمجھتے تھے وہ دوسروں کو اس میں شامل نہیں مانتے تھے،جبکہ ان کے سامنے ایک آخری آسمانی کتاب قرآن مجید کا حامل مسلمان بھی تھے۔یہ اصطلاح اُن سابقہ ادیان کے ساتھ اس قدر خاص ہے کہ قرآن مجید نے اہل اسلام اوراپنے اوپر ایمان لانے والوں پر بھی کبھی اس کا استعمال نہیں کیا۔’’و الذين اُتوا الكتٰب من قبلكم‘‘ ،اور اس جیسی دیگر آیات میں مفسرین صرف یہود ونصاریٰ کا ہی ذکر کرتے ہیں۔لہٰذا قرآن مجید کی اس خاص اصطلاح کو عام کرکے دور حاضر کے ان مذاہب پر اس کا استعمال ہرگز نہیں کیا جاسکتا جو اس کے خطاب کے دور میں نہیں تھے،محض لغوی معنی کو سامنے رکھ کر چہ جائے کہ دوسروں پر اس کا استعمال کیا جائے خود اسلام اور اس کے متبعین کو بھی اہل کتاب کی اصطلاح میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔لہٰذا اگر کسی نے روافض کو یا اور کسی ایسی جماعت کو اہل کتاب میں شامل مانا ہے تو وہ اس اصول کے خلاف ہوگا۔

(۶)......اسی طرح قابل توجہ یہ نکتہ بھی ہے کہ سابقہ ادیان میں اُن ادیان کے زمانے کی تحدید اور خدائی حفاظت کے نہ ہونے کے

سبب ان میں ارتداد کا خانہ بھی نہیں رکھا گیا تھا اور نہ ان میں ارتداد کے احکام رکھے گئے تھے۔ ان کے مذہب میں یا تو اپنے نبی کی صحیح صحیح اتباع تھی یا پھر کفر وخروج عن المذہب۔ اور احکامات میں تنسیخ وتحریف کے سبب چونکہ حق تک رسائی کے لیے ان کے پاس کوئی ذریعہ بھی نہیں تھا، اس لیے مذہب اسلام میں بعض احکام میں ان کے ساتھ تخفیف رکھی گئی، مثلاً، ذبیحہ کی حلت، نکاح وغیرہ۔ لیکن اسلام کی آمد کے بعد احکاماتِ اسلام میں اُس کے دائمی مذہب ہونے کے سبب تنسیخ وتحریف کا امکان بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا اور حق تک رسائی کے لیے تمام دروازے بھی مکمل طور پر کھلے ہوئے ہیں، لہٰذا اس تخفیف کا فائدہ ان لوگوں کو نہیں ملے گا جو قرآن مجید کو آسمانی کتاب ماننے کے ساتھ ضروریات دین کا انکار کرکے مابعد اسلام وجود میں آئے ہیں، ان کے لیے ایک ہی حکم ہے کہ یا تو اپنے ارتداد سے توبہ کرکے اسلام میں داخل ہوں اور اپنے شکوک وشبہات رفع کریں، یا پھر ان پر اسلام کے وہ احکامات نافذ ہوں گے جو مرتد کے باب میں وارد ہیں۔ اگر یہ دونوں شکلیں نہیں تو ان کے لیے تخفیف کا کوئی دروازہ کھلنے کی شریعت میں گنجائش نظر نہیں آتی، یہاں سے ان کو اہل کتاب کی اصطلاح میں شامل کرنے کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔

(۷)......اسی طرح ''مرتد'' کی اصطلاح کو شرعی اصطلاح کے طور پر سابقہ ادیان کے پیروکاروں پر بھی استعمال نہیں کیا جاسکتا کہ یہ خاص مذہب اسلام کی اصطلاح ان لوگوں کے لیے ہے جو اسلام میں داخل ہونے کے بعد اس سے خروج کریں۔ فقہاء نے جا بجا اس کی وضاحت کی ہے: ''......اذا ارتد مسلم عن الإسلام، والعياذ با لله عرض عليه الإسلام فإن كانت له شبهة كشفت عنه و يحبس ثلاثة أيام الخ'' (ہدایہ اوّلین صفحہ ۵۸۰) ''لا تؤكل ذبيحة المجوسي......و المرتد؛ لأنه لا ملة له ، فإنه لا يقر على ما انتقل إليه'' (ہدایہ آخرین کتاب الذبائح ص ۴۳۲)، (جب کوئی اسلام سے پھر جائے تو اس کو اسلام میں واپس لانے کی پوری کوشش کی جائے، مرتد کا ذبیحہ اس لیے نہیں کھایا جائے گا کہ اس کا کوئی دین ومذہب نہیں، کیوں کہ اس نے جو مذہب اختیار کیا ہے اسے اس پر قائم نہیں رہنے دیا جائے گا)، گویا اسلام میں واپس لانے کی کوشش جس شخص پر ہوسکے اسی پر ''ارتداد'' کی اصطلاح استعمال کی جائے گی اور جہاں اس کی گنجائش بھی نہ ہو اس جگہ اس کا استعمال شرعی اعتبار سے بے معنی وبے محل ہے۔ اس لحاظ سے بابیوں، بہائیوں، سکھوں، اور قادیانیوں کو اہل کتاب کی اصطلاح میں لانے کی بحث ہی خارج عن الموضوع ہوجاتی ہے۔ کیونکہ بابی، بہائی اور سکھ تو اسلام میں کبھی داخل ہی نہیں رہے کہ انھیں اسلام میں واپس لانے کی سعی کی جائے اور قادیانی مرتدوں کو واپس لانے کی سعی باقی رہے گی لیکن ان کا ارتداد چونکہ مطلق نہیں، بلکہ الحاد وزندقہ سے ملوث ہے، اس لیے یہ اضافی علت ان کو خارج عن الموضوع بنادیتی ہے۔ چنانچہ ان کا نسبت الی الاسلام کا دعویٰ بھی ان کے کفر وزندقہ ہی کے سبب باطل و بے سود ہے۔ اس کی تفصیل آگے مقالے میں آرہی ہے۔

(۸)......ان ادیان کے مقابل دین اسلام کی تاریخ یہ رہی ہے کہ بارہا دین اسلام کے ساتھ بھی تنسیخ وتحریف کی تاریخ دہرانے کی ناپاک کوششیں کی گئیں، لیکن دشمنان اسلام اپنے منصوبوں میں نہ کبھی کامیاب ہوئے اور نہ آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ ہوسکیں گے۔ اسلام کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے تو اس کے اسباب بھی ایسے پیدا ہوتے رہیں گے کہ قیام قیامت تک یہ آخری دین تحریف وتنسیخ سے محفوظ رہے گا۔

سابقہ ادیان سماویہ میں تحریف وتنسیخ کی طویل تاریخ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دانشوران فرنگ نے اسلام کو محرف ومنسوخ بنانے کے لیے جو تجربات کیے انہی تجربات کا نام بابیت وبہائیت اور قادیانیت ہے۔ ان کی حریفانہ نگاہوں نے یہ دیکھا کہ سابقہ ادیان سماویہ میں بڑی آسانی سے جدت پسند طبیعتیں اور افراد پیدا کرکے ان کا اصل چہرہ ہی مسخ کردیا گیا تو یہ فکر وفلسفہ ''اسلام'' میں کامیاب کیوں نہیں ہوگا، چنانچہ اپنی اسی ناپاک ذہنیت اور فکر ومزاج کو لے کر انھوں نے مذہب اسلام میں تحریف وتنسیخ کا عمل دہرانے کے لیے ۱۸۳۹ء میں بابیت کو جنم دیا پھر بابیت کے عنوان سے اپنے مذموم مقاصد میں ناکامی کے بعد اس کی جگہ ''ازلی فرقہ'' وجود پذیر ہوا، پھر اس عنوان سے بھی جب کامیابی کے

امکانات معدوم ہوگئے تو تیسرے مرحلے میں اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لیے جو شکل انھوں نے تجویز کی اس کا نام بہائیت اور شکل رابع کا نام قادیانیت ہے۔ گویا یہ تحریکات اپنے اصل کے اعتبار سے، فتنہ ہیں جو اپنے اپنے وقت میں اسلام کو نقصان پہنچانے کی غرض سے وجود میں لائی گئی ہیں، جب ان کا وجود اسلام کے مدمقابل ہے تو اسلام کی جانب سے از راہ رعایت وتخفیف جو احکام ہوں گے اور جو اصطلاحات وضع ہوں گی اُن کا حق دار ایسے مذاہب کو کیسے بنایا جا سکتا ہے؟ یہ تو اسلام کے منشاء کے قطعاً خلاف ہوگا۔ رہی بات اسلام سے ماقبل ادیان باطلہ یہودیت ونصرانیت کی تو یہ مذاہب باصلہ وبنفسہ فتنہ نہیں ہیں، اس لیے اسلام نے اصل کو ملحوظ رکھ کر ان کے ساتھ بعض احکام میں تخفیف ورعایت دی ہے۔

(۹)......سکھ فرقہ کا تعلق اس کڑی سے نہیں، بلکہ سکھ فرقہ ہندوازم کے فکر وفلسفہ سے وابستہ ہے اس کی کڑی ہندتو سے ملتی ہے، البتہ اس نے اپنے مذہبی خاکہ میں جہاں بودھ ازم اور دیگر ہندوستانی مذاہب سے بہت کچھ لیا وہیں جمہوریت پیدا کرنے کی غرض سے کہیں کہیں مسلمان صوفیا اور شاعروں سے بھی تھوڑا بہت کچھ لے لیا ہے۔ جن لوگوں نے اس کو مذہب اسلام سے جوڑنے کی کوشش کی ہے، یہ ایک ایسی کوشش ہے کہ جس میں کوئی حقیقت نہیں، اس لیے کہ ان کے پاس کوئی قطعی دلیل نہیں جو کچھ بھی ہے وہ ظنیات کے قبیل سے ہے۔ شبہات پر شرعی دلائل کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی جبکہ ''اہل کتاب'' جو اصطلاح زیر بحث ہے وہ اپنے اندر احکام بھی رکھتی ہے۔

سکھ مذہب کی بنیاد گرونانک کے ذریعہ پڑی جن کی پیدائش ۱۴۶۹ء اور موت ۱۵۳۹ء میں ہوئی۔ گرونانک کے بارے میں مسلمان ہونے کا شبہ بعض لوگوں نے ظاہر کیا ہے، لیکن اُن کا یہ خیال وہم اور وسوسہ سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتا، علاوہ ازیں سکھ ازم صرف گرونانک کے فکر وفلسفہ پر مبنی نہیں، بلکہ اس میں کل دس گرو مانے گئے ہیں جن کی تعلیمات وہدایات کے مجموعہ کا نام سکھ مذہب پڑ گیا۔ اسکے آخری گرو گوبند سنگھ مانے گئے ہیں جنھوں نے سکھ ازم کو مذہب کی شکل دی، ان کی موت ۱۷۰۸ء میں ننکانہ صاحب میں ہوئی، گرونانک کے بعد بقیہ گروؤں کے بارے غیر مسلم ہونے میں کسی کو شک وشبہ بھی نہیں۔ ان کی مذہبی کتابوں میں صوفیا کے کلام سے مشتق توحید پرستی کی کچھ باتیں پائی جاتی ہیں، لیکن ایسا ہرگز نہیں کہ ان کا توحید خالص سے کوئی تعلق ہے، صرف اتنی سی بات ہے کہ بت پرستی اور انسانوں کی بنائی ہوئی مورتی کی پرستش اس میں عملاً نہیں پائی جاتی۔ سکھ ازم کا وجود بھی اسلام کے مدمقابل نہیں ہے، اسی لیے اس کی ساخت بھی بدھ مذہب، ہندو مذہب وغیرہ اُن ادیان کے موافق ہے جو مذاہب غیر آسمانی اور خالص ہندوستان کی پیداوار ہیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ سوالنامہ میں بابیت، بہایت اور قادیانیت کے ساتھ ''سکھ'' فرقہ کا ذکر ہی بے جوڑ ہے اور ان کو اہل کتاب کے زمرے میں لانے یا نہ لانے کی بحث تو مہا بے سود وباطل معلوم ہوتی ہے۔ اس لیے راقم سطور اس کو زیر بحث لانے سے قاصر ہے۔

سید علی محمد معروف بہ باب اللہ ایرانی (بابی مذہب کا تعارف):

بابی مذہب کا بانی علی محمد شیرازی ایرانی (ولادت یکم محرم ۱۲۳۵ھ مطابق ۲۰ اکتوبر ۱۸۱۹ء م ۱۸۴۹ء) کو بتایا جاتا ہے۔ خاندان میں تعلیمی فقدان کے سبب علی محمد کی تعلیم بھی ناقص وادھوری رہ گئی، ترک تعلیم کے ساتھ جوانی میں قدم رکھتے ہی اگرچہ اہل خانہ نے تجارت میں لگایا لیکن تجارت رأس نہیں آئی اور پچیس سال کی عمر میں ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۴ء میں اس نے مہدی غائب تک پہنچنے کا باب یعنی دروازہ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔ اسی لیے اس کے معتقدین اور اُن کے ساتھ بہاء اللہ ایرانی کے معتقدین بہائی بھی، اس کو ''باب'' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حشمت اللہ بہائی نے اپنے ایک تجزیاتی مضمون میں لکھا ہے کہ:

''میرزا سید علی محمدؒ کے دعوے کو جن لوگوں نے سچا تسلیم کیا تھا اُن کا نام بابی مشہور ہو گیا۔ اور ان بابیوں کی تاریخ نہایت قابل رحم اور

دردناک ہے۔ کیونکہ اکثر ان میں اَن پڑھ، خوش عقیدت، سادہ اور پاک باطن آدمی تھے۔ جنھوں نے بچپن سے مسجدوں میں اور امام باڑوں میں امام معصوم قائم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر دل کو بیتاب کرنے والے فقروں میں سنا تھا۔ اور جب کبھی ان کا ذکر ہوتا تو عجل اللہ فرجہٗ کہنا سیکھا تھا۔ اور سکڑوں فسانے جو کہ واعظوں کے جوش نے اُن کی تشویق کے لیے گھڑے تھے اُن کے ذہن میں موجود تھے۔ اور ان کی رکاب میں چل کر جہاد اور شہادت کا جوش ہر ایک کو متوالا کئے ہوئے تھا۔ ان لوگوں کو میرزا علی محمدؐ کی حسن صورت اور سیرت نے اپنا دلداہ کرلیا اور اُن کے پر جوش بیانات نے اِن کا دل چھین لیا (بہاء اللہ کی تعلیمات، ص ۱۲)۔

سید علی محمد کی تہ میں اگرچہ یہودی دانشور کام کر رہے تھے لیکن اس کے وضع کردہ عقائد ونظریات کا فکری سرچشمہ اور اصول وقوانین کا اصلی ماخذ ومصدر شیعیت اور تشیع ہے۔ تشیع میں بطور خاص عقیدۂ امامت اور عقیدۂ ظہور مہدی کے تعلق سے پائے جانے والے فاسد مواد بابی مذہب کا خمیر ہیں۔ شیعوں نے اپنے ماننے والوں کو ایک ''غائب مہدی'' کا تصور دے کر ہمہ وقت انتظار کی ایک ایسی غیر یقینی کیفیت اور اذیت ناک وہم میں مبتلا کر رکھا ہے کہ جو اُن کو ہر آن اور ہر لحہ کسی بھی راستے پر جا پڑنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ اسی طرح ''مہدی المنتظر'' کو پا لینے کے تصوراتی نظریہ اور بے سرو پا فضائل ومحامد نے کسی بھی تیز طبع طالع آزما کے لیے دعویٔ مہدویت کرنے کا دہانہ کھول رکھا ہے۔ علی محمد باب کو بھی جو کچھ راستہ ملا وہ اسی نظریہ سے ملا۔ لیکن مہدی غائب تک پہنچنے کا باب ہونا، یعنی دروازہ ہونا اس کے سفر مقصود کی آخری منزل نہیں تھی، بلکہ اس کا منزل مقصود اس راستے سے اسلام کو منسوخ ومحرف کر کے سیدھے سیدھے لفظوں میں ایک نئے مذہب کا اضافہ کرنا تھا۔

دعاوی علی محمد:

سید علی محمد کے دعاوی کے تعلق سے مصطفیٰ رومی بہائی نے لکھا ہے: ''جب انہوں نے مذہبی دعوت شروع کی تو سب سے پہلے بابیت کا اظہار کیا لفظ بابیت سے مراد ان کی یہ تھی کہ میں ایک ایسے جلیل القدر شخص کے فیض پہنچانے کا ذریعہ ہوں جو دنیا میں موجود ہیں، لیکن ان کے وجود سے لوگ ناواقف ہیں اور ان کے کمالات غیر متناہی ہیں۔ میری حرکات وسکنات ان کے ارادہ کے تابع ہیں اور میں ان کی محبت میں جکڑا ہوا ہوں'' (باب الحیات ص ۳)۔

پس جب حضرت باب نے کہا کہ میں دروازہ ہوں تو معنی چھوڑ کر اصطلاح کا خیال کیا......لیکن جب کچھ دن بعد ان کی الواح اور گفتگو میں دیکھا کہ وہ کہتے ہیں کہ میں ہی ہوں'' قائم آل محمد'' تو سمجھا کہ انہوں نے اپنا خیال بدل دیا۔ اور مہدی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، کیوں کہ حضرت امام مہدی کا لقب ایران میں اور ائمہ آل رسول اللہ کے بیانات میں'' قائم ال محمد'' ہے......حضرت باب کی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے تئیں وہ شخص خیال کرتے تھے کہ جو مسلمانوں میں عام طور سے'' حضرت امام مہدی'' کے نام سے مشہور ہیں (بہاء اللہ کی تعلیمات ص ۵،۶ حشمت اللہ)۔

مثیل یحیٰ ہونے کا دعویٰ:

حشمت اللہ بابی نے لکھا ہے: '' اپنی تمام کتابوں میں انہوں نے کوئی جملہ غالبًا ایسا نہیں لکھا ہے جس میں وہ اُس شخص کے ظہور کی بشارت نہ دیتے ہوں جس کا نام کہ انہوں نے'' من یظہرہ اللہ '' رکھا تھا۔ جس کے معنی ہیں'' وہ جس کو کہ خدا ظاہر کریگا'' اور جو کہ مسلمانوں میں '' حضرت عیسیٰ'' کے نام سے مشہور ہیں۔ مثلاً کتاب بیان کے چوتھے باب تیسرے واحد میں لکھتے ہیں کہ میں مثل یحیٰ کے ہوں۔ اور من یظہرہ اللہ جل ذکرہ مثل عیسیٰ کے ہیں'' (بہاء اللہ کی تعلیمات ص ۷)۔

پیغمبری کا دعویٰ:

حشمت اللہ بابی نے لکھا ہے: ’’سید مرزا علی محمد باب نے بھی پیغمبری کا دعویٰ کیا ہے اور اس کا فیصلہ اس وقت کیا جا سکتا ہے، جبکہ پیغمبری کی پہچان مقرر کر لی جاوے، البتہ ان کی تاریخ ایسی ہے جس کو تفصیل کے ساتھ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی زندگی میں بہت سے واقعات ایسے ضرور پیش آئے ہیں جیسے کہ پیغمبروں کو پیش آئے ‘‘(بہاء اللہ کی تعلیمات ص ۱۰؍ مولفہ حشمت اللہ بابی آگرہ)۔

خدائی کا دعویٰ:

جمال ابھیٰ نامی کتاب میں شیعی مجتہد موسوی نے باب کا ایک خط نقل کیا ہے جو اس نے اپنے جانشین صبح ازل مرزا یحییٰ کے پاس لکھا ہے۔ اس میں علی محمد باب لکھتا ہے: ’’**هذا كتاب من الله الحى القيوم إلى الله الحى القيوم قل كل من الله يبدؤن ۔ قل كل الى الله يعودون** ‘‘(جمال ابھیٰ صفحہ ۱۸۲ مطبوعہ حکمت قم ایران)۔

(یہ خط ہے اس خدا کی جانب سے جو زندہ اور قیوم ہے اُس خدا کی جانب جو زندہ اور قیوم ہے۔ کہہ دو کہ سب کچھ خدا کی جانب سے شروع ہوتا ہے اور سب کچھ خدا ہی جانب لوٹنے والا ہے)۔

علی محمد کے دعاوی کے یہ چند نمونے ہیں جو با حوالہ پیش کیے گئے ہیں۔ مزید تفصیل کتاب ’’بابیت اور بہائیت ایک تعارف وتجزیہ‘‘ شائع کردہ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند، کی طرف رجوع کیا جائے۔ حکومت وقت کو باب کے باغیانہ خیالات وعمل سے خطرہ محسوس ہوتا تھا، دعویٰ مہدویت کے نام پر جہاد وفساد اس کا شیوہ تھا۔ اس نے اپنے معتقدین کو یہ امید دلائی تھی کہ جب حکومت ہماری ہوگی تو تمھارے حقوق کا خیال رکھا جائے گا۔ اس لیے حکومت وقت کی جانب سے اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا گیا۔ اور ۲۸ شعبان ۱۲۶۶ھ مطابق ۹ جولائی ۱۸۵۰ء میں تبریز کے مقام پر سولی پر لٹکا کر بندوق کی گولیوں سے ہلاک کر دیا گیا۔ حشمت اللہ نے اس سلسلے میں لکھا ہے:

’’حضرت علی محمد باب نے بوشہر میں اعلان کرنے کے بعد بیت اللہ کا سفر کیا اور خاص حج کے دن اپنا دعویٰ پیش کیا۔ اُس کے بعد بوشہر واپس آئے اور شیراز روانہ ہوئے......اصفہان کے زمانہ سے ان کی قید وحراست کا زمانہ شروع ہوا اور قریب چھ سال کی مدت میں چہریق اور ماکو وغیرہ میں قید رہے......ان کی عمر شہادت کے زمانے تک ۳۲ سال سے زیادہ نہ تھی ۱۸۴۹ء اور ۱۸۵۰ء کے درمیان میں آذربائیجان کے دار الخلافۃ میں شہید ہوئے‘‘(بہاء اللہ کی تعلیمات ۹، ۱۰ مؤلفہ حشمت اللہ بابی آگرہ)۔

بابیوں اور بہائیوں کی مذہبی کتاب:

بعض تاریخ نگاروں نے بہائیوں کی ایک کتاب ’’ظہور مہدی ومسیح‘‘ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب علی محمد ’’ماہ کو‘‘ کے قلعہ میں قید تھا تو اس نے ’’البیان‘‘ نامی کتاب لکھنی شروع کی تھی جس کو اس نے قرآن مجید کا ناسخ قرار دیا تھا، مگر مکمل کرنے سے قبل ہی ہلاک ہوگیا۔ اس کی ہلاکت کے بعد کتاب کی تکمیل اس کے گدی نشین مرزا یحیٰ صبح ازل نے ’’المستیقظ‘‘ کے نام سے کی اور اس کو ’’البیان‘‘ کا تتمہ قرار دیا۔ مگر بہاء اللہ جب گدّی پر قابض ہوا تو اس نے البیان اور المستیقظ دونوں کو منسوخ قرار دے کر ۱۸۷۳ء میں ’’اقدس‘‘ نامی کتاب لکھی اور سابقہ رہنماؤں کی تصنیفات کو منسوخ قرار دے کر اپنی تازہ تصنیف کو رائج کیا۔ اب یہی کتاب (نعوذ باللہ) قرآن مجید کی جگہ بہائیوں کی آسمانی کتاب مانی جاتی ہے۔

بابیت وبہائیت کا مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ ایک جدید تحریک اور مذاہب کے باب میں اسلام کے مدمقابل ایک نئے مذہب کا اضافہ ہے، اس حقیقت کو اجاگر کرتے ہوئے خود ایک بہائی دانشور مصطفیٰ رومی نے لکھا ہے:

''دُنیا کا کوئی قطعہ ایسا نہ ہوگا جہاں کے لوگوں کو اجمالی طور پر اتنا علم نہ ہو کہ تیرہویں صدی ہجری کے وسط میں سرزمین ایران میں حضرت بہاء اللہ اور حضرت ''باب'' دو شخص گذرے ہیں انھوں نے دنیا میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ اور اُن کے سبب سے تاریخ میں اس زمانہ کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک نئے مذہب کا اضافہ ہوا ہے'' (دیباچہ باب الحیات صفحہ ا مصطفیٰ رومی مطبوعہ ۱۹۰۸ء نولکشور لاہور)۔

میرزا حسین علی نوری معروف بہ بہاء اللہ ایرانی:

نام حسین علی اور لقب ''بہاء اللہ'' ہے اس کو اپنے لقب سے ہی زیادہ شہرت ملی، اس لیے نام بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ طہران کے قریب نور نامی ایک گاؤں میں ۲ رمحرم ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوا۔ اس لیے اس کو حسین علی نوری کہا جاتا ہے۔ باپ کا نام آقا بزرگ ہے حشمت اللہ بابی کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ۱۸۵۲ء میں حسین علی نوری نے عیسیٰ مسیح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس میں کس حد تک صداقت ہے اس کا ثبوت پیش کرنا مشکل ہے، کیونکہ بعض بہائی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہاء اللہ ۱۸۶۶ء تک صبح ازل مرزا یحییٰ کے ساتھ ہی تھا۔ اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعد میں بہائیوں نے یہ تاریخ گھڑی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اندرون خانہ پہلے سے ہی بہاء اللہ نے اپنے سوتیلے بھائی مرزا یحییٰ کے خلاف سازش شروع کر دی ہو اور موقع پا کر ۱۸۶۶ء میں اس کا اظہار کیا ہو۔

بہائی تحریک:

مرزا علی محمد نے ''باب'' ہونے کا دعویٰ کر کے جن خیالات و نظریات کی اشاعت کی اسے ''بابیت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس کے جانشین مرزا یحییٰ ملقب بہ ''صبح ازل'' نے باب کے نقش قدم پر چل کر جو کچھ آگے بڑھایا اس کو ''ازلیت'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مرزا یحییٰ کے خیالات و تعلیمات میں وہی بغاوت و فساد کی بو تھی جو مدعی بابیت علی محمد میں پائی جاتی تھی۔ تخت جانشینی پر قبضہ کر کے مرزا حسین علی نوری نے ایک ایسے نظریے کی بنیاد رکھی جو ''باب'' اور ''صبح ازل'' سے ہٹ کر ہے۔ اس کا تعلق نہ بابی خیالات سے ہے اور نہ ''ازلی'' خیالات سے، بلکہ اس نے صلح و آشتی کا ایک نیا چولہ تیار کیا اور امن و امان کے بینر تلے زمانے کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر کچھ اپنے اختراعات کے ساتھ دیگر مذاہب کے بعض معتقدات کو بھی شامل کر لیا۔ اس کھچڑی ملغوبہ کا نام بہائیت ہے۔ بلکہ بہاء اللہ نے اس معاملے کو اور زیادہ واضح کر دیا کہ اس کے خیالات و نظریات کسی بھی طرح سے اسلام کے موافق نہیں۔ بطور نمونہ چند دعاوی بہاء اللہ کے درج کیے جاتے ہیں۔

رسول موعود ہونے کا دعویٰ:

"هٰذا هو الذی ذکره محمد رسول الله و من قبله الروح و من قبله الکلیم" (یہ (بہاء اللہ) وہی ہے جس کے آنے کی نسبت محمد رسول اللہ ﷺ اور اُن سے پہلے عیسیٰ اور اُن سے پہلے موسیٰ نے پیشگوئی کی تھی) (ریویو آف ریلیجنز قادیان نمبر ۶ ص ۴۶۸۔ بحوالہ اخبار کوکب ہند آگرہ جلد ا شمارہ نمبر ۴۔ ۲۵ جون ۱۹۲۴ء)۔

''تا الله قد ظهر الموعود باسمه الودود'' (خدا کی قسم موعود ظاہر گیا اپنے اسم ودود کے ساتھ) (کتاب مبین ص ۲۴۶ مطبوعہ بمبئی، بحوالہ کوکب ہند جلد ا نمبر ۴ ص ۳)۔

مسیح موعود ہونے کا دعویٰ:

''قل یا ملاء الانجیل قد فتح باب السماء و أتی من صعد الیها۔ إنه ینادی فی البر و البحر و یبشر الکل بهٰذا الظهور الذی نطق به لسان العظمة قد أتی الوعد و هٰذا الموعود'' (ترجمہ بالفاظ ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان) (اے اہل انجیل آسمان کا دروازہ کھولا گیا ہے اور جو اوپر چڑھ گیا تھا وہ اب نیچے آ گیا ہے اور وہ بحر و بر میں نداء کر رہا ہے اور سب لوگوں کو اپنے ظہور کی یہ

خوشخبری سنا رہا ہے جوعظمت کی زبان سے نکلی ۔ کہ بیشک وعدہ اب پورا ہوگیا ہے اور موعود سامنے کھڑا ہے)(اخبار کوکب ہند جلد ا ص ۴ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۴ء)۔

’’ قل یا ملاء الفرقان قد أتی الموعود الذی وعد تم به فی الکتاب ۔ اتقوا اللہ ولا تتبعوا کل مشرک اثیم “ (الواح مبارکہ ص ۲۳۵) (کہہ دے اے گروہ قرآن یقیناً وہ موعود آ گیا جس کا وعدہ تمھیں کتاب میں دیا گیا تھا۔خدا سے ڈرو اور ہر مشرک گنہگار کی پیروی نہ کرو)(کوکب ہند آگرہ کا قادیان نمبر ۱۹۲۴ء)۔

مسیح بن کر دوبارہ آسمان سے نزول کا دعویٰ:

’’إانه أتیٰ من السماء مرة أخریٰ کما أتیٰ منها اوّل مرة إیاک أن تعترض علیه کما اعترض الفریسیون من دون بینة و برھان ‘‘(لوح پوپ)(یہ(حضرت بہاء اللہ بحیثیت مسیح موعود) آسمان سے دوبارہ آیا ہے جیسا کہ پہلی بار آیا تھا۔خبردار ایسے اعتراض نہ کرنا جیسے کہ فریسیوں نے بغیر دلیل وحجت کے کئے تھے)(کوکب ہند آگرہ کا قادیان نمبر ۱۹۲۴ء)۔

مستقل صاحب شریعت نبی و مسیح موعود ہونے کا دعویٰ:

’’اگرچہ آج تک بیسیوں مدعیوں نے دعویٰ کیا،مگر اُن میں سے کسی ایک کو بھی اس پایہ کا پیشرو نہ ملا جو حضرت باب کی طرح امام مہدی کی موعودہ صفات رکھتا ہو اور نہ ایسا مصدِق ملا جس پر حضرت بہاء اللہ کی طرح حضرت عیسیٰ کا رتبہ صادق آتا ہو اور جو صاحب شریعت مستقل کا دعویٰ رکھتا ہو، یہ خصوصیت صرف حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کو حاصل ہے(اخبار کوکب ہند آگرہ جلد ا نمبر ۵ ص ا یکم جولائی ۱۹۲۴ء)۔

ان دعاوی اور واضح اعلانات کے بعد صاحب شریعت جدیدہ ہونے کے لیے اور کیا دلیل چاہئے؟ جس کا اعتراف خود بہائیوں کو بھی ہے۔ بہائیت اسلام کے مقابل نہیں، بلکہ مذہب اسلام کی جگہ ایک نئی تحریک ہے۔خدا کی تعلیمات وہدایات کا قدیم ایڈیشن اسلام تھا اور جدید ایڈیشن بہائیت ہے۔نعوذ باللہ خدا نے اسلام کو منسوخ کیا تو بہائیت کو رائج کیا۔اُن کے نزدیک ’’اقدس‘‘ نامی کتاب کو قرآن مجید کی جگہ نازل مانا گیا ہے۔ یہ کتاب بہاء اللہ نے اس وقت تصنیف کی تھی جبکہ وہ عکہ میں قید تھا۔

بہائی تحریک سے دین اسلام کی منسوخی کا اعلان:

بہائی مذہب کے زعماء کا کھلا دعویٰ ہے کہ مذہب اسلام کی مدت صرف ۱۲۶۰ھ تک تھی اس کے بعد (نعوذ باللہ) مذہب اسلام کا زمانہ ختم ہوجاتا ہے اور خدا کے وعدہ کے موافق بابیت اور بہائیت کا زمانہ شروع ہوجاتا ہے۔ ہمارے قارئین کو حیرت ہوگی کہ یہ ساری ڈھٹائی قرآن مجید کی آیات اور احادیث مبارکہ کے نام پر کی جاتی ہے۔ مصطفی رومی بہائی نے لکھا ہے:

’’الغرض امّت محمدی بھی دوسری امتوں کے مانند ایک مستقل امت ہے۔اِس امّت کے مقرر وقت اور معیّن ٹائم (وقت) کی بابت حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام قدیم میں اسطرح پر بیان فرماتا ہے۔سورہ سجدہ کی ابتدا اکیس پارہ کے تیرہ رکوع میں ”یدبر الأمر من السماء إلی الأرض ثم یعرج إلیه فی یوم کان مقداره ألف سنة مما تعد ون“(سورہ سجدہ:۵)(تدبیر فرماتا ہے۔اور ٹھیک جماوٹ کے ساتھ انتظام دیتا ہے خدائے تعالیٰ اپنے امر یعنی اپنے سچے دین اور شریعت کو آسمان سے زمین کی طرف ۔ پھر چڑھ جائے گا یہ امر یعنی یہ سچا دین اور شریعت اس پروردگار کی جانب (ایسے) ایک دن کی مدت میں جس کی مقدار اور درازی ایک ہزار سال کی ہے جن کو تم گنتی کرتے ہو)...... احادیث صحیحہ میں بھی دین کا اور علم کا اور قرآن کا اٹھ جانا اچھی تصریح کے ساتھ مذکور ہے جن میں سے دو چار حدیثیں ......عرض کرتا ہوں......’’عن

أبی قتادة قال: قال رسول اللہ ﷺ: الآیات بعد المأ تین"(حضرت ابی قتادہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آیات اور علامتیں "اختلاف اور فتنہ وفساد کا برپا ہونا دین محمدی کو جو موعودِ اسلام کا ظہور نزدیک ہونے کی علامتیں ہیں" آنحضرت کی وفات دوسو برس گذرنے کے بعد شروع ہوں گی)۔شیعوں کی احادیث میں ان کے علماء میں سے مجلسی بحار الانوار میں فرماتے ہیں کہ سن ہجری نبوی کے دوسوساٹھ سال تک عترت پیغمبر میں سے أئمہ ھدیٰ علیہم السلام دین اسلام کے رواج دینے میں سرگرم تھے۔اسی کتاب کے پندرہویں باب میں امام حسن عسکری کے قول سے مذکور ہے کہ فرمایا" سن ہجری کے دوسوساٹھویں سال میں مؤمنین شیعہ میں اختلاف پڑ جائے گا اور چوطرف بکھر جائیں گے......ان آیات اور حدیثوں سے...... واضح طور پر معلوم ہو چکا کہ ہمارے محمدی امت والے بھائیوں کی مدّت دنیا کے ایک ہزار برس کی ہے اور دین اسلام کے پھیلنے اور...... برقرار رہنے کی مدت دوسوساٹھ برس کی ہے۔جب ہم ان دونوں مدتوں کو ملا کر جمع کریں تو ایک ہزار دوسوساٹھ سال ہوتے ہیں اور یہ مدت حضرت مہدی کے ظہور فرمانے کے لئے مقرر کی گئی ہے...... چنانچہ سن ہجری ایک ہزار دوسوساٹھ ۱۲۶۰ میں ماہ جمادی الاوّل کی پانچویں تاریخ جمعرات کے دن سوا آٹھ بجے شب کو حضرت سید علی محمد باب......حضرت مہدی موعود کے نام سے ظاہر ہو چکے ہیں"

(خلاصہ من لفظہ صفحہ ۵۵ تا ۶۸۔معیار الصحیح فی معرفۃ ظہور المہدی والمسیح ،مصنفہ مصطفیٰ رومی ،مطبوعہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء مطبع انوار محمدی ویلسلی کلکتہ)۔

ناظرین!مذکورہ طویل اقتباس میں آپ غور کریں کہ کس طرح دیدہ دلیری کے ساتھ ملحدانہ تحریفات کے ذریعہ قرآن وحدیث کے نام سے استدلال کیا جاتا ہے۔اسی طرح ایک دوسری آیت میں ملحدانہ تحریف کرتے ہوئے شیعوں کے مذہبی رسم وروایات کے مطابق استدلال کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

"(کتاب کشف الغمہ میں) تاویل آیات کے باب میں لکھا ہے کہ آیہ مبارکہ "واللہ متمّ نورہ "کی تاویل وتفسیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ اپنے نور کو حضرت مہدی کے ظہور فرمانے کے زمانہ میں پورا کرے گا۔یعنی حضرت مہدی کو دنیا کے سب موجودہ دینوں پر غالب کرے گا۔چنانچہ صاحبان فہم ودرایت یعنی سمجھ اور بچار والے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ سب واقعات ۱۲۶۰ھ دوسوساٹھ ہجری کے بعد سے لے کر ایک ہزار برس کی مدت میں گذر چکے ہیں۔اور جو جو وعدہ کہ خدا نے قرآن میں دیے تھے سب ۱۲۶۰ ہجری میں پورے ہو چکے۔اِس بیان سے ارباب دانش وہوش سمجھ سکتے ہیں کہ دین محمدی خدا کے پاس چڑھ جانے کی مدت۔اور دوسری سب نشانی اور علامتوں کے ظاہر ہونے کی میعاد پوری ہو چکی ہے۔نیز حضرت محمد کی امّت کا مقرر کیا ہوا ٹائم (وقت) بھی پورا ہو چکا"(**معیار الصحیح فی معرفة ظهور المهدی والمسیح** ،صفحہ ۶۳، ۶۴ مصنفہ مصطفیٰ رومی بہائی مطبوعہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء مطبع انوار محمدی کلکتہ)۔

حروف ابجد کی تعداد سے استدلال:

فرقہ باطنیہ کے طرز پر یہ استدلال اپنی نوعیت کا انوکھا استدلال ہے،لیکن حیرت ہوگی کہ یہ ساری خرافات شیعوں نے حدیث کے نام سے پیدا کی ہوئی ہیں۔جس کے نتیجے میں یکے بعد دیگرے خود کو اسکا مصداق ٹھہرانے والے کبھی بابی،کبھی بہائی،اور کبھی مرزائی پیدا ہوتے رہتے ہیں۔کتاب باب الحیات میں بہائیوں نے اس کی بھی وضاحت کی ہے کہ اس طرز استدلال کے اصل موجد یہودی دانشور ہیں اور یہی ان کا قدیم طریقہ کار ہے۔بہائیوں سے استفادہ کرتے ہوئے مرزا غلام احمد کادیانی نے بھی ابجد کے حروف سے خوب استدلال کیا ہے۔مصطفیٰ رومی نے شیعی کتابوں کے حوالے سے ایک طویل عربی عبارت حدیث کے نام سے نقل کی ہے اور پھر خود ہی اسکا ترجمہ کیا ہے۔غیر ضروری اجزا کو چھوڑ کر جن اجزا سے بات پوری سمجھ میں آجائے اُن کو نقل کیا جاتا ہے۔اس کا خیال رہے کہ نقل میں قدیم رسم الخط کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے تا کہ مزید پیچیدگی نہ ہو۔

’’مختصر ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ کہ عالم ومفسر عیاشی ابی لبید مخزومی سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا ابوجعفر علیہ السلام نے کہ اے لبید ...... مجھکو حروف مقطعہ قرآن میں بیحد اور بے اندازہ علم اور سمجھ ہے۔ جب خداوند تبارک وتعالیٰ نے ’’الٓمٓ ذالک الکتاب‘‘ کو نازل فرمایا تو محمد ﷺ نے قیام کیا...... حضرت کے تولد فرمانے کے دن دنیا کی تاریخ یعنی آدم علیہ السلام کے ظہور فرمانے کے دن سے حضرت محمد کے تولد فرمانے کے دن تک چھے ہزار ایک سوتیس برس گذر چکے تھے۔ پھر فرمایا کہ اس نکتے کا خلاصہ بیان قرآن شریف کے حروف مقطعات میں ہے اگر اس کو بلا تکرار تم گنتی کرو۔ اور قرآن کے حروف مقطعہ میں سے کسی حرف کا زمانہ گذرنے نہیں پائے گا، مگر اینکہ اس کے پورے ہونے پر بنی ہاشم میں کا کوئی قائم ظاہر ہوگا...... اور جب قرآن کے سورتوں کی ابتدا کے حروف مقطعہ کی گنتی (الٓمٓ سے لیکر) الٓمٓر تک پہنچے گی اور ختم ہوجائے گی تب ہمارا قائم یعنی حضرت مہدی علیہ السلام ظاہر ہوں گے۔ پس اس نکتہ کو یاد رکھ اور اس بات کو چھپا رکھ...... پس حضرت امام ابوجعفر کے فرمانے کے مطابق...... الٓمٓ ذالک الکتاب سے لے کر الٓمٓر تک ابجد کے حساب سے گنتی کریں تو ایک ہزار دوسو سڑسٹھ ۱۲۶۷ برس ہوتے ہیں ...... چنانچہ سب مورخین واہل سیر کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضرت نے ہجرت فرمانے سے سات برس پیشتر لوگوں کو دین اسلام کی طرف برملا دعوت کرنا شروع کیا تھا...... تو اس حساب سے ۱۲۶۷ سال۔ رسول اللہ کی برملا دعوت کے اعلان کرنے کی تاریخ سے ٹھیک آتے ہیں۔ لیکن ہجرت نبوی کے سن سے حساب کرنے کے لئے جب ہم ان سات برسوں کو نکال دیتے ہیں تو ۱۲۶۰ سال پورے ہم کو ملتے ہیں اور یہ تاریخ سید علی محمد باب مہدی موعود اور قائم آل محمد کا شیراز میں ظاہر ہوکر پھر حج اکبر کے دن مکہ معظمہ میں اپنی دعوت کے اعلان کرنے کے زمانہ سے نہایت مطابق ہوتی ہے‘‘ (معیار الصحیح فی معرفۃ ظہور المہدی والمسیح صفحہ ۷۳ تا ۷۵، مطبوعہ ۱۳۲۸ھ)۔

بہائیت کے نام سے اسلام سے الگ ایک نئی تحریک کا اعلان:

مرزا قادیانی کے لیکچر کا جواب دیتے ہوئے مرزا محمود ایرانی بہائی، خود مرزا قادیانی اور دیگر تمام مرزائیوں کو للکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: ’’مرزا صاحب قادیان کا بڑا دعویٰ یہ ہے کہ میں مصلح امت ہوں! اور الحمد للہ مسلمان محمدی ہوں...... یعنی آپ مرزا صاحب بالاستقلال من جانب اللہ مبعوث ہونے کے ہرگز مدعی نہیں ہیں۔ اور ایسی کوئی کتاب احکام اور شریعتِ مستقل جس سے کل اہل عالم کی ضرورت رفع ہووے من جانب اللہ لانے کا دعویٰ بھی وہ نہیں رکھتے ہیں۔ دین اسلام کی ٹٹی کی آڑ میں بیٹھ کر شکار کھیلنا اور مسلمانوں کی جمعیت میں بہتّر کے تہتّر تہتّر کے چوہتّر فرقے بنانا کچھ بڑی بات اور نیا کام نہیں ہے۔ صدرِ اسلام سے آج تک یہ حال اسی منوال پر چلا آتا ہے۔ کوئی مثیل مسیح ہونے کا قائل ہے! اور کوئی مثیل ابراہیم بننے کا ناطق ہے کوئی کہتا ہے میں مثیل محمد ہوں۔ کوئی کہتا ہے میں مثیل خدائے واحد ہوں...... ایسے زمزمہ اور لاف وگزاف بہت سے کر گئے اور جمعیت اسلام میں تفرقہ ڈال کر بنیاد دین توحید کو خراب ومنہدم کر گئے اور مٹ مٹا گئے۔ انی علی قدم موسیٰ۔ انی علی قدم عیسیٰ وغیر ذالک کو آج قادیان کے مرزا صاحب مشابہت ومثلیت سے تعبیر فرمارہے ہیں۔ اور شریعت دین اسلام کی راہ راست سے لوگوں کو بہکا رہے ہیں۔ حال یہ کہ کسی پیغمبر کے نام اور شریعت کے سایہ میں بس بسا کر ایک نیا طریقہ اور مذہب ایجاد کرنا نہایت ہی آسان ہے۔ اور یہ دعوے ہرگز مظہریت مطلقہ اور بعثت مستقلہ یا نئے بانی اور شارع اور مدعیِ حق کا نہیں ہے۔ آپ کی مہدویت وعیسویت کی ادّعا محض فضول ہے۔ غیر مہدوی اور سوڈانی اور مجدّدی وغیرہم اس طرح کے دعویٰ کرنے والے اسلام کے لباس اور پیرایہ میں بہت آچکے ہیں اور مٹ مٹا کر نابود ہوگئے۔ ...... (مرزا قادیانی کے مقابلہ میں بہاء اللہ کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل) واز جملہ شئون وصفاتِ حقیّت مظہر ظہور الٰہی اُن (بہاء اللہ) پر نئے دین اور نئی کتاب کا خدا کے پاس سے نازل ہونا اور گذشتہ پیغمبروں کے اصول شرائع روحانی کو باقتضائے ضرورت وقت وزمان اور اہل زمانہ کی حیثیت وحالت کی قدر بعضے جزئیات کی تعدیل ودرستی کے رواج دینا ہے (جواب لیکچر قادیانی از حکیم مرزا محمود ایرانی بہائی، ترجمہ مصطفیٰ رومی

بہائی، صفحہ ۷ تا ۸ مطبوعہ باراوّل ۱۹۰۷ء در مطبع نظامی بدایوں)۔

اس طویل اقتباس سے بہت کچھ نتائج اخذ کیے جا سکتے ہیں اس میں بہائیوں کے سرغنہ حکیم مرزا محمود ایرانی نے مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی اس کو للکارا تھا، چنانچہ اخبار پیسہ لاہور (جلد ۲ شمارہ نمبر ۳۲۔ ۱۵ نومبر ۱۹۰۴ء بروز منگل) میں یہ مضمون فارسی زبان میں شائع ہوا۔ جسکا اردو ترجمہ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا گیا، مگر مرزا قادیانی کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ مرزا محمود بہائی نے جس انداز میں مرزا قادیانی جی کو للکارا ہے وہ بھی کیا خوب ہے کہ '' چھاج بولے تو بولے چھلنی بھی بولے جس میں بہتر چھید'' یعنی ان تمام عیوب کا جو مجموعہ ہے وہ دوسرے عیب والے کو عیب دکھلا رہا ہے اور ایک ایک عیب کو تفصیل سے شمار کرا رہا ہے۔ مگر بہائیوں نے مرزائیوں سے جنگ کے درمیان جو بہادری دکھائی ہے اس میں وہ یقیناً قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے کھل کر اپنے آپ کو اسلام اور مسلمانوں سے الگ رکھا۔ اپنا نیا دھرم، نئے دھرم کی نئی نئی تعلیمات و ہدایات، نئی آسمانی کتاب، نیا دھرم گرو وغیرہ سب کچھ مسلمانوں سے الگ کر کے مرزا قادیانی کو جو سبق سکھایا ہے وہ دور حاضر کے مرزائیوں کے لیے تو قابل عبرت ہے ہی اس کے ساتھ ہی دور حاضر کے اُن بہائیوں کے لیے بھی زوردار طمانچہ ہے جو خود کو بہائی بتا کر مسلمانوں میں بھی شامل رہنا چاہتے ہیں اور اسی طرح اُن دانشوروں کے لیے بھی کافی سبق ہے جو بہائیوں کو اسلام میں شامل رکھنے کی وکالت کرتے پھرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور قادیانیوں کا ارتداد:

مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے: '' میرا نام غلام احمد میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضیٰ اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گُل محمد تھا اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مُلک میں سمرقند سے آئے تھے (کتاب البریہ، مصنفہ مرزا قادیانی، حاشیہ روحانی خزائن ص ۱۶۲ ج ۱۳)۔

مقام پیدائش سے متعلق تحریری طور پر اس نے جو وضاحت کی ہے وہ یہ ہے کہ اس کا آبائی وطن قصبہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداس پور پنجاب ہے۔ اور تاریخ پیدائش کے سلسلہ میں لکھا ہے: '' میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا'' (کتاب البریہ ص ۱۵۹، خزائن ص ۱۷۷ ج ۱۳)۔

تعلیم و ملازمت:

ابتدائی تعلیم کے دوران ہی کچھ بے راہ روی کا شکار ہوا جس کے سبب تعلیم بھی ادھوری رہ گئی، کم عمری میں ہی اہل خانہ نے خاندان کی ایک لڑکی سے نکاح کر دیا جس سے دو اولادیں ہوئیں لیکن جوانی میں قدم رکھتے ہی کسی وجہ سے گھر سے فرار ہو کر سیالکوٹ کچہری میں منشی گیری کی ملازمت کرنے لگا، ملازمت کے ہی دوران انگریز دانشوروں کی اس پر نظر پڑی اور پھر ہمیشہ کے لیے ان کا منظور نظر ہو گیا۔ ۱۸۸۶ء میں بلا کسی معقول عذر کے ملازمت ترک کر کے کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہو گیا۔

دعاوی کا آغاز:

۱۸۸۰ء سے بھانت بھانت کے دعوؤں کا آغاز کر دیا، ۱۸۹۱ء میں مثیل مسیح، پھر مسیح عیسیٰ ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا، اس کے بعد مہدی ہونے کا مدعی ہوا، حتیٰ کے ۱۹۰۰ء میں نبوت کا باضابطہ کیا اور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں بمرض ہیضہ لاہور میں مر گیا نعش قادیان میں لاکر زیر زمیں دبا دی گئی۔ دعاوی کی مختصراً تفصیلات حسب ذیل ہیں۔

۱۸۸۱ء: ملہم من اللہ ہونے کا دعویٰ: '' خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ بھی رکھا ہے'' (اربعین ص ۴، روحانی خزائن ۱۷

۴۴۵)۔

۱۸۸۲ء: مجدّد ہونے کا دعویٰ: ''جب تیرہویں صدی کا اخیر ہوا اور چودہویں صدی کا ظہور ہونے لگا تو خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے مجھے خبر دی کہ تُو اِس صدی کا مجدد ہے'' (کتاب البریہ ص ۱۶۸ برحاشیہ، روحانی خزائن ج ۱۳ ص ۲۰۱)۔

۱۸۹۱ء: مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ: اللہ جل شانہٗ کی وحی اور الہام سے مَیں نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور یہ بھی میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ میرے بارہ میں پہلے سے قرآن شریف اور احادیثِ نبویہ میں خبر دی گئی ہے اور وعدہ دیا گیا ہے (تذکرہ ص ۱۷۲، تبلیغ رسالت ۱/ ۱۵۹)۔

۱۸۹۱ء: مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ: الہام: '' جَعَلْنَاکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ '' (ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا) اِن کو کہہ دے کہ مَیں عیسیٰ کے قدم پر آیا ہوں'' (تذکرہ ۱۸۵، ازالہ اوہام، درروحانی خزائن ۴۴۲ ج ۳)۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو، اس سے بہتر غلام احمد ہے (دافع البلاء خزائن ۲۴۰ ج ۱۸)۔

۱۸۹۴ء: مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ: الہام: '' بَشَّرَنِیْ وَ قَالَ اِنَّ الْمَسِیْحَ الْمَوْعُوْدَ الَّذِیْ یَرْقُبُوْنَہٗ وَ الْمَھْدِیَّ الْمَسْعُوْدَ الَّذِیْ یَنْتَظِرُوْنَہٗ ھُوَ اَنْتَ ۔'' (خدا نے مجھے بشارت دی اور کہا کہ وہ مسیح موعود اور مہدی مسعود جس کا انتظار کرتے ہیں وہ تُو ہے) (تذکرہ ۲۵۷، اتمام الحجۃ، خزائن ص ۲۷۵ ج ۸)۔

۱۸۹۸ء: امام زماں ہونے کا دعویٰ: '' سو میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل وعنایت سے وہ اِمَامُ الزّماں مَیں ہُوں'' (ضرورۃ الامام، درروحانی خزائن ص ۴۹۵ ج ۱۳)۔

۱۹۰۰ء: نبوت ورسالت کا دعویٰ:

۱۔ '' اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ قَرِیْباً مِّنَ الْقَادِیَانِ '' (ہم نے اس کو قادیان کے قریب اتارا ہے) (براہین احمدیہ خزائن ج ۱ ص ۵۹۳، الحکم جلد ۴ شمارہ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴ راگست ۱۹۰۰ء)۔

۲۔ '' مَیں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں ۔یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی'' (ایک غلطی کا ازالہ، خزائن ص ۲۱۱ ج ۱۸)۔

مستقل صاحب شریعت نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ:

'' اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افترا کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری ۔تو اول تو یہ دعویٰ بے دلیل ہے ۔خدا نے افترا کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں، کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی ۔مثلاً یہ الہام "قل للمومنین یغضو ا من ابصارھم و یحفظوا فروجھم ذالک از کیٰ لھم" (نور:۳۰) یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی ابتک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی ۔اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے ۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "إن ھذا لفی الصحف الاولیٰ صحف ابراھیم و موسیٰ" (اعلی:۱۸، ۱۹) یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے ۔اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی (اربعین نمبر ۴، خزائن ص ۴۳۵، ۴۳۶ ج ۱۷)۔

مدار نجات مرزا قادیانی کی ذات ہے:

(۱) ''جو شخص تیری پیروی نہیں کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور تیرا مخالف رہے گا۔ وہ خدا اور رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے (مجموعہ الہامات مرزا تذکرہ صفحہ ۳۳۶)۔

(۲) ''خدا تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے۔ کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے (تذکرہ ۶۰۷)۔

(۳) '' اور مجھے بشارت دی ہے کہ جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے (تذکرہ ص ۱۶۸)۔

(۴) '' اب ظاہر ہے کہ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے۔ کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے'' (انجام آتھم، خزائن ۶۲ ج ۱۱)۔

(۵) '' جو میرے مخالف تھے اُنکا نام عیسائی اور یہودی اور مشرک رکھا گیا'' (نزول المسیح خزائن ص ۳۸۲ ج ۱۸)۔

(۶) '' ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا یا عیسیٰ کو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا یا محمد کو مانتا ہے مگر مسیح موعود کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے (کلمۃ الفصل، ص ۱۱۰ / از مرزا بشیر احمد ایم اے)۔

(۷) '' کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں (آئینہ صداقت، ص ۳۵ / از مرزا بشیر الدین محمود)۔

(۸) '' قرآن شریف میں انبیاء کے منکرین کو کافر کہا گیا ہے اور ہم لوگ مسیح موعود کو نبی اللہ مانتے ہیں اس سے ہم آپ کے منکروں کو کافر کہتے ہیں۔ ہر ایک جو مسیح موعود کی بیعت میں داخل نہیں ہو چکا کافر ہے۔ جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے، آنے اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لیے اس بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے، بلکہ اس کو بھی جو آپ کو دل میں سچا قرار دیتا ہے اور زبانی بھی آپ کا انکار نہیں کرتا ابھی بیعت میں اسے کچھ توقف ہے کافر ٹھہرایا ہے (تشحیذ الاذہان جلد نمبر ۶ بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء)۔

مرزا قادیانی کے دعاوی کی ایک طویل فہرست ہے، اس لیے زیر بحث موضوع سے متعلق جو دعاوی تھے صرف انہی کے ذکر پر اکتفا کیا جا رہا ہے۔ اس میں اخیر کے آٹھ حوالے بطور خاص قابل توجہ ہیں جن پر علمی مجلس کی بحث کا مدار ہے۔

تاریخی صداقت:

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ قادیانیت کو بھی اسلام دشمن دانشوروں نے جو راستہ فراہم کیا ہے وہ تشیع کے عقیدۂ امامت اور عقیدۂ خروج مہدی غائب کے اُسی تصوراتی ونظریاتی دنیا پر طبع آزمائی کرنے والے بابیوں اور بہائیوں کی کامیابی وناکامی کو سامنے رکھ کر کیا ہے۔ اور سیاسی اعتبار سے اس کے جنم داتا بھی اسلام مخالف قوتیں یہود ونصاریٰ ہیں اور مرزا قادیانی بقول خود ''انگریزوں کا خود کاشتہ پودا'' ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانیت اور بہائیت میں ہمہ جہت مماثلت ہے حتیٰ کہ طریق استدلال اور طرز الہام میں بسا اوقات دونوں ایک ہی استاذ کے دو شاگرد معلوم ہوتے ہیں۔ جس کسی معاملے میں مرزائی، بہائیوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں؛ بہائی اسی کو پلٹ کر وار کر دیتے ہیں کہ جب مرزا قادیانی کو اپنے دعاوی میں سچا مانا جا سکتا ہے تو اس سے قبل دعویٰ کرنے والا بہاء اللہ ایرانی کو کیوں نہیں سچا جانا جا سکتا؟۔

قابل توجہ نکتہ:

قادیانیت کے تعلق سے اصولی بات یہ ہے کہ اسلام میں داخل ہونے کا مدار کلمہ طیبہ ہے، لیکن قادیانیوں کے نزدیک اسلام میں داخل ہونے کا مدار کلمہ طیبہ نہیں، بلکہ مرزا قادیانی کی ذات ہے۔ قادیانیوں کا یہ اعلانیہ اصول ہے کہ اسلام کا پیش کردہ کلمہ پڑھنے سے کوئی شخص اس وقت تک اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ مرزا قادیانی کی ذات پر ایمان نہ لاوے۔ دائمی طور پر مسلمان، اسلام میں دخول کے لیے اسلامی کلمہ ''محمد رسول اللہ'' ﷺ کی ذات سے آگے نہیں بڑھتے، بلکہ محمد مصطفیٰ کی ذات کو اسلام اور کفر کے مابین حد فاصل مانتے ہیں اور قادیانی، دخول اسلام کے لیے مرزا قادیانی کی ذات سے دائمی طور پر پیچھے نہیں ہٹتے، مرزا کی ذات کو ہی حرف آخر مانتے ہیں۔ قادیانیت میں خروج عن الاسلام اور ارتداد کی یہ علت ایک ایسی علت ہے جو قادیانیت کو ارتداد کی تاریخ میں دیگر مرتد جماعتوں سے بالکل الگ کر دیتی ہے، مرتد ہونے والے قادیانیوں کی اولاد میں دائمی طور پر پشتہا پشت یہ علت باقی رہے گی، کبھی بھی اُن سے جدا نہ ہوگی۔ لہٰذا احکامات کے باب میں اس اضافی علت قبیحہ کے سبب قادیانیت کے احکامات، ماضی کی مرتد جماعتوں کے احکامات سے قدرے مختلف ہوں گے، مثلاً ماضی کی اُن مرتد جماعتوں پر جن میں ارتداد دائمی نہیں رہتا، قدیم فقہاء نے جو احکامات صادر فرمائے ہیں، مطلق وہ احکامات قادیانیت پر نافذ نہ ہوں گے، بلکہ اس علت کا لحاظ رکھنا لازم ہوگا۔

قادیانیوں کا کتب سماویہ سے کوئی واسطہ نہیں:

مذکورہ اصول کی بنیاد پر قادیانیوں کو اسلام سے قبل ماضی کے آسمانی کتب وانبیاء میں سے کسی پر بھی ایمان رکھنے والا نہیں ٹھہرایا جاسکتا کیونکہ مرزا قادیانی کی ذات، جو قادیانی ایمان کا جزو ہے چونکہ اس کا کوئی ذکر سابقہ آسمانی کتابوں میں نہیں ہے، اس لیے وہ قادیانیوں کو سابقہ کتب سماویہ سے جدا کر دیتی ہے۔ اگر مرزا قادیانی کے متبعین، سابقہ کتب سماویہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کریں بھی تب بھی اُن کا دعویٰ اس لیے قابل قبول نہیں ہوگا کہ ان کے دعویٰ اور سابقہ کتب سماویہ کے درمیان مرزا قادیانی کی ذات حائل ہے جو کسی بھی طرح مصدقہ نہیں ہے۔ کسی کو بھی اہل کتاب میں شمار کیے جانے کا واحد راستہ یہی تھا کہ وہ شخص سابقہ کتب سماویہ پر ایمان رکھتا ہو، اور جب قادیانی اصول کے بموجب مرزا قادیانی کی ذات نے اس راستہ کو بند کر دیا، کیونکہ مرزا قادیانی کے متبعین کسی بھی طرح مرزا قادیانی کی ذات سے دست بردار ہونے کو تیار نہیں اور قادیانی فتنہ کا جو خمیر ہے اس کے پیش نظر ان کے لیے دست بردار ہونا ممکن بھی نہیں؛ تو اب قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار کرنے کا دوسرا اور کونسا راستہ ہوسکتا ہے۔

قادیانی دعویٰ اور مرزا قادیانی کی حیثیت:

یہی علت اور سبب اہل اسلام کے نزدیک بھی کارفرما ہے کہ آخری آسمانی کتاب ''قرآن مجید'' سے قادیانیوں کا ربط کسی بھی طرح نہیں مانا جاسکتا کیونکہ قادیانیوں کے دعوی تسلیم اور آخری آسمانی کتاب کے درمیان، دائمی طور پر مرزا قادیانی کی ذات اور شخصیت حائل ہے۔ اور قادیانیوں کے زعم میں مرزا قادیانی کی ذات کو مدار ایمان ماننے کے ہی سبب اہل اسلام کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ اگر مرزا قادیانی کے متبعین آخری کتاب پر ایمان لانے کا دعویٰ کریں تب بھی قابل قبول اس لیے نہیں ہوگا کہ ان کے دعویٰ اور آخری کتاب کے درمیان مرزا قادیانی کی ذات دائمی طور پر حائل ہے جو کسی بھی طرح مصدقہ نہیں ہے۔ لہٰذا قادیانی نہ اہل کتاب میں سے ہوسکتے ہیں اور نہ اہل ایمان میں سے ہیں۔ فقہائے اسلام کی اصطلاح میں قادیانیوں پر زندقہ کی مکمل تعریف صادق آتی ہے۔

D23

زندیق کی تعریف:

حافظ ابن قدامہ المقدسی حنبلی نے لکھا ہے: " والزندیق الذی یظھر الإسلام و یستر الکفر و ھوا لذی یسمی منافقاً فی عصر النبی ﷺ و یسمی الیوم زندیقاً " (المغنی جلد ۷ صفحہ ۱۷۱، الشرح الکبیر جلد ۷ صفحہ ۱۶۷)۔

حافظ بدالدین عینیؒ لکھتے ہیں: " ھو المبطن للکفر المظھر للإسلام کا لمنافق " (عینی جلد ۲۴ صفحہ ۷۹)۔

مرزا کے متبعین اس کے دعاوی کے مطابق مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں اور قرآن پر ایمان کا دعویٰ کر کے مرزا کے نبی ماننے کو اسلامی عقیدہ منواتے ہیں، فقہاء کی اصطلاح میں اسی کا نام زندقہ ہے۔ اور زندقہ کی یہ نوعیت قادیانیوں کی اولادوں میں بھی دائمی طور پر پائی جاتی ہے، کوئی شخص خود کو قادیانی کہے اور اس علت سے خالی ہو ایسا ممکن ہی نہیں ہے، الا یہ کہ وہ اپنے قادیانی ہونے کو ہی نہ سمجھتا ہو۔

قادیانی زندیق ہیں اہل کتاب نہیں:

مذکورہ بالا دلائل کی تائید میں قادیانی فتنہ کے تئیں مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ نے " قادیانی ذبیحہ " نامی رسالہ میں قادیانی زندیق ہیں " کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

" اکابر امت کی......تصریحات سے ثابت ہوا کہ ایسا شخص شرعی اصطلاح میں زندیق کہلاتا ہے: ☆ جو اسلام کا اظہار کرتا ہو ☆ جو دعویٰ اسلام کے باوجود کفریہ عقائد رکھتا ہو ☆ اور جو اپنے کفریہ عقائد کو تاویل باطل کے پردہ میں چھپاتا ہو اور کتاب و سنت کے نصوص کو توڑ موڑ کر اُن سے اپنا عقیدہ باطلہ کشید کرتا ہو، یا اسلام کے عقائد متواترہ پر طعن کرتا ہو۔

زندیق کی یہ تعریف قادیانیوں پر حرف بحرف صادق آتی ہے۔ وہ خالص کفریہ عقائد رکھتے ہیں جن کا اسلام کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہیں، مثلاً:

☆ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں جو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے اور وہ اس اسلامی عقیدہ کو " لعنت " قرار دیتے ہیں: نعوذ باللہ۔

☆ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع و نزول کے منکر ہیں جو اسلام کا قطعی عقیدہ ہے۔

☆ وہ مرزا غلام احمد قادیانی دجال کو مسیح موعود، مہدی معہود، نبی و رسول، اور ظلی محمد رسول اللہ مانتے ہیں، جو سراسر کفر ہے۔

☆ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات مع نبوت محمدیہ کے لعین قادیان کیلئے ثابت کرتے ہیں۔

☆ وہ غلام احمد قادیانی کو معاذ اللہ صاحب تجدید شریعت نبی مانتے ہیں۔

☆ وہ غلام احمد قادیانی پر وحی قطعی کا نزول مانتے ہیں، اسے تورات و انجیل اور قرآن کی طرح واجب الایمان کہتے ہیں اور اس میں شک و تردد کو موجب کفر قرار دیتے ہیں۔

☆ وہ مرزا قادیانی الدجال الاعور کی وحی و تعلیم اور اسکی تجدید شریعت کو تمام انسانیت کیلئے واجب الاتباع اور مدار نجات قرار دیتے ہیں۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بعثتیں ہیں، پہلی بعثت مکہ میں ہوئی اور دوسری بعثت مرزا قادیانی کی بروزی شکل میں، قادیان میں ہوئی۔ تیرہ صدیوں تک پہلی بعثت کا دور رہا۔ اور چودہویں صدی سے قادیانی بعثت کا دور شروع ہوا۔

☆ وہ اُن خالص کفریہ عقائد کے باوجود بڑی شد و مد سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیتے ہیں، گویا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین، جس کے مسلمان قائل ہیں اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکر آج تک طبقہ در طبقہ متواتر چلا

آ رہا ہے، وہ قادیانیوں کے نزدیک کفر ہے اور اس کے ماننے والے کافر ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کا لایا ہوا دین اُن کے نزدیک اسلام ہے۔

☆ ان کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھنے سے آدمی مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ مرزا قادیانی کو ''محمد رسول اللہ'' مان کر اُس کا کلمہ نہ پڑھیں۔ گویا قادیانیوں کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ منسوخ ہو چکا، جیسا کہ مسلمانوں کے نزدیک حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا کلمہ منسوخ ہے۔

مرزا بشیر احمد قادیانی لکھتا ہے: ''ہر ایک ایسا شخص جو موسیٰ کو تو مانتا ہے، مگر عیسیٰ کو نہیں مانتا، یا عیسیٰ کو تو مانتا ہے مگر محمدؐ کو نہیں مانتا، یا محمدؐ کو مانتا ہے پر مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو نہیں مانتا وہ نہ صرف کافر، بلکہ پکا کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے (کلمۃ الفصل ص ۱۱۰)۔

مرزا بشیر احمد دوسری جگہ لکھتا ہے:

''مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود محمد رسول اللہ ہے، جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے، اس لئے ہم کو نئے کلمہ کی ضرورت نہیں، ہاں! محمد رسول اللہ کی جگہ کوئی اور آتا تو ضرورت پیش آتی۔ فتدبر'' (کلمۃ الفصل ص ۱۵۸)۔

☆ اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ شریعت محمدیہ کی پیروی موجب نجات نہیں جب تک کہ مرزا قادیانی کی پیروی نہ کی جائے، پس جس طرح کہ مسلمانوں کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے حضرات انبیاء سابقین علیہ السلام کی شریعتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور اب اُن کی پیروی موجب نجات نہیں۔ اسی طرح قادیانیوں کے نزدیک شریعت محمدیہؐ بھی منسوخ ہو چکی ہے اور مرزا قادیانی کی پیروی کے بغیر نجات نہیں (قادیانی ذبیحہ مطبوعہ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دار العلوم دیوبند)۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ قادیانیوں کو اہل کتاب میں شامل ماننے کی گنجائش تو کیا ہوتی، اس کو موضوع بحث بنانا ہی بے سود و باطل نظر آتا ہے۔ بفرض محال اگر تھوڑی دیر کے لیے قادیانیوں کا دعویٰ اس باب میں تسلیم بھی کر لیا جائے تو محض قرآن مجید کو ماننے کی وجہ سے اور اس پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرنے کی وجہ سے گو دعویٰ کھوکھلا ہی سہی؛ اہل کتاب نہیں کہا جاسکتا کیونکہ قرآن نے اس اصطلاح کو مسلمانوں پر استعمال ہی نہیں کیا ہے۔

زیر بحث موضوع میں خلجان:

اس علمی و فقہی سمینار کے لیے جاری سوالنامہ میں شق نمبر ۴ کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ مسئولہ مذاہب (یعنی بابیت، بہائیت، سکھ اور قادیانیت) میں سے بعض گروہ قرآن کو بھی اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں یا محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے بعد کسی اور الہامی کتاب کے اور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعویدار ہیں، کیا ان کا شمار بھی اہل کتاب میں ہوگا؟۔ اس متن کا مصداق سوائے قادیانیوں کے اور کسی گروہ کو قرار ہی نہیں دیا جاسکتا۔ قادیانی ہمیشہ سے یہ مغالط دیتے رہے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ قادیانی کم از کم قرآن کریم پر ایمان تو رکھتے ہیں، اس لیے ان کا شمار اہل کتاب میں یا قرآن کریم کے ماننے والوں میں کیا جانا چاہئے۔

زیر بحث مسئلہ، تاریخی صداقت کے تناظر میں:

راقم سطور کا خیال یہ ہے کہ کسی بحث میں جانے سے پہلے اس سوال کی تاریخ پر نظر ڈال لینا ارباب علم کے لیے نہایت مفید ہوگا، دعویٔ مسیحیت کے بعد جب علماء اسلام نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی تو اس میں ایک سبب یہ بھی تھا کہ ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی نے کھل کر قرآن مجید کی بے شمار آیات کی معانی میں ملحدانہ تحریف کر کے اپنی دعویٔ مسیحیت کی بنیاد رکھی ہے نیز حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے رفع و نزول کا منکر ہے

جوضروریاتِ دین اور قطعیاتِ اسلام میں سے ہے لہٰذا اس کا قرآن مجید یا اسلام پر ایمان لانے کا دعویٰ باطل ہے۔ فقہ کا مشہور اصول ہے ''التاویل فی ضروریات الدین لا یدفع الکفر'' (حموی شرح الاشباہ والنظائر)۔

علماء اسلام نے مرزا قادیانی کا زبردست تعاقب کیا اور اسکا ناطقہ بند کردیا تو سب سے پہلے دہلی میں مرزا قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں ایک اشتہار کے ذریعہ مذکورہ بالا مغالطہ دینے کی کوشش کی، لیکن علمائے امت نے قرآن مجید پر اس کے دعویٰ ایمان کی فریب کاری کی بخیہ ادھیڑ کر ایسا رکھ دیا کہ اس کا کوئی پہلو تشنہ بحث نہیں چھوڑا۔ حتیٰ کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، دارالعلوم دیوبند کے مفتی اوّل حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا عبدالسمیعؒ، حضرت مولانا مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، حضرت مولانا محمد مسلمؒ نے اور پھر بغیر کسی انقطاع کے تسلسل کے ساتھ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور ان کے عالی مقام شاگردوں کی ایک بڑی جماعت؛ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، مفتی محمد شفیع صاحبؒ، وغیرہ نے اس مسئلہ کو واضح اور منقح کرکے اُن بدیہیات میں سے بنادیا کہ اس میں کسی بھی جہت سے اب شک وشبہ کی بھی گنجائش نہیں چھوڑی، حضرت مولانا مفتی عبدالغنی صاحب شاہجہاں پوری شاگرد رشید مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے قادیانی عقائد ونظریات پر ایک مفصل کتاب تصنیف فرمائی تو حضرت تھانویؒ نے اس کا نام تجویز فرمایا ''ھدایت الممتری عن غوایۃ المفتری'' معروف بہ اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ (حضرت تھانویؒ کا خط بنام مفتی کفایت اللہ ثانیؒ شاہجہاں پوری خلیفہ ومجاز حضرت تھانویؒ)۔ گویا اس مسئلہ پر علمائے اسلام اور بطور خاص علماء دیوبند کو اپنی ذمہ داریوں سے فارغ ہوئے پورے ایک سو بیس سال سے بھی زائد کا وقت گذر چکا ہے۔

سب سے پہلے اس معقول ومنصفانہ علمی مواد سے عدالت عالیہ بھاولپور نے فائدہ اٹھاتے ہوئے ۷ فروری ۱۹۳۵ء میں مرزائیوں کے دعویٰ اسلام اور دعویٰ ایمان بالقرآن کو خارج کرکے ان کے کافر ومرتد ہونے کا حکم صادر کیا۔ بھاولپور کے مقدمہ میں علماء دیوبند کے بیانات نے قادیانیوں کو اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ وہ اپنے بارے میں اہل کتاب میں شامل ہونے کا شوشہ چھوڑ کر یا کم از کم شبہ پیدا کرکے حکم میں کچھ تخفیف حاصل کرلیں، جبکہ عدالتیں تو معمولی شبہات کا بھی فائدہ اٹھاتی ہیں۔ پھر تقسیم ہند کے بعد جب مصر میں محمد شلتوت نامی ایک شخص کے ذریعہ، قادیانی فتنہ نے سر ابھارا تو علمائے دیوبند کے تیار کردہ اسی علمی مواد سے مصر، فلسطین اور دیگر عرب ممالک نے خوب خوب فائدہ اٹھایا۔ اس کی مفصل تاریخ ''عرب ممالک میں فتنۂ قادیانیت کی منصوبہ بند سوسالہ سازش'' ہمارے پاس محفوظ ہے۔ غیر مسلم ممالک کی عدالتیں ہوں یا مسلمان ممالک کی تمام ہی چھوٹی بڑی عدالتوں نے علماء دیوبند کے پیش کردہ علمی ذخیرے کی تائید کی ہے۔ ہندوستانی عدالتوں نے بھی اس کی تائید کی ہے، چنانچہ مسٹر شینم جوشی بھٹ سب جج ہبلی ریاست کرناٹک نے بھی اپنے ججمنٹ میں یہی کہا ہے کہ قادیانیوں کو کچھ بھی کہا جائے مسلمان نہیں کہا جاسکتا۔ ۱۹۷۴ء میں رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے دنیا کے ۱۰۴ ممالک کی تائید سے قادیانیوں کے کفر وزندقہ کی توثیق کی، پھر ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں بھی ان کے اہل کتاب ہونے اور نہ ہونے کی بحث آئی قومی اسمبلی نے مرزا قادیانی کے جانشین مرزا ناصر کے بیانات کے بعد بھرپور دلائل کی روشنی میں قادیانی جانشین کے لاجواب ہونے پر قادیانیوں کو جو غیر مسلم قرار دیا، تاریخ اسلام کی اس زبردست شہادت کے بعد اب بھی قادیانیوں کے اسی پرانے سوال کو ایک بار پھر علمی مجالس کا موضوع بنایا جائے تو یہ ایسا لگتا ہے جیسے کہ کسی بدیہی مسئلے کو نظری بنانے کی سعی لاحاصل کی جارہی ہو۔ جہاں تک اہل علم کا تعلق ہے تو اب بھی اگر کسی کو کوئی شبہ ہے تو احتساب قادیانیت کے نام سے پورے ساٹھ جلدوں میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے جو کتابیں منظر عام پر پیش کردی ہیں تشفی کے لیے ان کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

قادیانی مغالطہ پر ایک جج کا تبصرہ:

قادیانی ہمیشہ لفظ اہل کتاب کا لغوی معنی سامنے رکھ کر لوگوں کو مغالطہ دیتے پھرتے ہیں حالانکہ اس خاص اصطلاح کے استعمال اور اس کے حکم کا اس لفظ کے لغوی معنیٰ سے کوئی بھی تعلق نہیں ہے، جیسا کہ ماسبق میں تفصیل سے کلام کیا جاچکا ہے۔ ایک دوسری بات یہاں یہ بھی قابل غور ہے کہ اگر قادیانیوں کے دعویٰ کے مطابق محض قرآن کریم پر ایمان رکھنے کی وجہ سے ان کو اہل کتاب میں شامل ماننے کی بات کی جائے تو سب سے بڑی خرابی یہ پیدا ہوگی کہ قرآن پر ان کا ایمان مان لینے کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم کہنے کا کوئی جواز ہی نہیں رہے گا۔ چنانچہ یہ دلیل جب قادیانیوں نے خاص اس موضوع سے متعلق پڑوسی ملک کی قومی اسمبلی میں زیر سماعت مسائل میں پیش کی تو فاضل جج نے جواب دیا کہ:

''درحقیقت قادیانیوں کو دائرۂ اسلام سے خارج سمجھنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ قرآن شریف کے وہ مطلب تسلیم نہیں کرتے جس پر سارے مسلمانوں کا ایمان ہے، بلکہ اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے انھوں نے قرآن کریم کی آیات توڑ موڑ کر انھیں نئے معنیٰ پہنا دیئے ہیں، قادیانی قرآن کریم کو اس صورت میں تسلیم نہیں کرتے جس صورت میں وہ تیرہ سو سال سے قائم ہے اور اسے اس صورت میں تسلیم نہیں کرتے جس صورت میں نبی کریم ﷺ نے پیش کیا، بلکہ مرزا غلام احمد نے جس طرح پیش کیا اُسے وہ مانتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ عیسائیوں نے بھی اپنی الہامی کتاب (انجیل) میں بے جا تبدیلیاں کی ہیں اور اس کے باوجود انھیں اہل کتاب تصور کیا جاتا ہے، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا نبی مانتے ہیں اس لیے ان کے پیروکاروں کو (اہل کتاب) سمجھتے ہیں (قومی اسمبلی کی کاروائی ۱۹۷۴ء)۔

۱۸۹۱ء سے لے کر تا حال مسلمانوں کے تمام ہی مشہور مکاتب فکر کے علماء کا موقف دیکھا جائے یا ۱۹۳۲ء سے لے کر پاکستان کی قومی اسمبلی کی کارروائی ۱۹۷۴ء تک اور اسکے بعد کی دیگر قومی عدالتیں ہوں؛ ان سب کا موقف اس باب میں یکساں ہے۔ ان حقائق سے معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا یہ استدلال اور دعویٰ صرف ایک مفروضہ ہے اور اس پر ایک سو سال سے بھی زائد کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اگر مسلمانوں کی طرف سے اسکو علمی مجالس میں موضوع بحث بنانے کی گنجائش نکالی جاتی ہے تو اس کا ایک واضح پیغام یہ بھی جائے گا کہ علمائے اسلام گویا ابھی اپنی ذمہ داریوں سے فارغ نہیں ہوئے، ابھی اسمیں کچھ کہنے سننے کی ضرورت باقی ہے، حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ یا یہ کہ قومی عدالتوں نے بھی اس مسئلے کو ابھی نہیں سمجھا، ابھی بحث کا کوئی گوشہ تشنۂ تحقیق ہے، حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ قادیانی، قرآن مجید پر ایمان لانے کی جو بات کرتے ہیں وہ ایمان مرزا غلام احمد کے پیش کردہ اُس قرآن پر ہے جسکا معنیٰ مرزا قادیانی طے کرتا ہے، جبکہ مسلمانوں کے نزدیک مرزا غلام احمد کے پیش کردہ قرآن یا اُس کے معانی پر ایمان لانے کی بات کرنا ہی کفر و زندقہ ہے۔

ارتداد کے اقسام اور قادیانیت:

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ''اصطلاح شرع میں ایمان و اسلام سے پھر جانے کو ارتداد اور پھرنے والے کو مرتد کہتے ہیں۔ اور ارتداد کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی کمبخت صاف طور پر تبدیل مذہب کر کے اسلام سے پھر جائے۔ جیسے عیسائی، یہودی، آریہ سماجی وغیرہ مذاہب اختیار کرے یا خداوند عالم کے وجود یا توحید کا منکر ہو جائے، یا آنحضرت ﷺ کی رسالت کا انکار کردے (والعیاذ باللہ تعالیٰ)۔

دوسرے یہ کہ صاف طور پر اس طرح تبدیل مذہب یا انکار نہ کرے لیکن کچھ اعمال یا اقوال یا عقائد ایسے اختیار کرے جو انکار قرآن مجید یا انکار رسالت کے مرادف وہم معنی ہیں، مثلاً اسلام کے کسی ایسے ضروری وقطعی حکم کا انکار کر بیٹھے جس کا ثبوت قرآن مجید کی نص صریح سے ہو یا آنحضرت ﷺ سے بطریق تواتر ثابت ہوا ہو۔ یہ صورت بھی باجماع امت ارتداد میں داخل ہے اگر چہ ایک حکم کے سوا تمام احکام اسلامیہ پر

شدت کے ساتھ پابند ہو۔

ارتداد کی اس دوسری صورت میں اکثر مسلمان غلطی میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔اور ایسے لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں، اور یہ اگر چہ بظاہر ایک معمولی غلطی ہے لیکن اگر اس کے حولناک نتائج پر نظر کی جائے تو اسلام اور مسلمان کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں، کیوں کہ اس صورت میں کفر واسلام کے حدود ممتاز نہیں رہتے، کافر ومومن میں کوئی امتیاز نہیں رہتا۔اسلام کے دشمن اسلامی برادری کے ارکان بن کر مسلمانوں کے لیے''مار آستین'' بن سکتے ہیں، اور دوستی کے لباس میں دشمنی کی ہر قرارداد کو مسلمانوں میں نافذ کر سکتے ہیں (تکفیر کے اصول رص ۸)۔

قادیانیوں کا تعلق اسی دوسری قسم کے ارتداد سے ہے۔وہ کسی چیز کا انکار اسلامی برادری کا فرد بن کر کرتے ہیں اور اس راستے سے دشمن کی ہر قرارداد کو مسلمانوں میں نافذ کرنا چاہتے ہیں۔اگر اسکے حولناک نتائج پر نظر کی جائے تو اسلام اور مسلمان کے لیے اس سے زیادہ کوئی چیز مضر نہیں۔

قادیانیوں کے اہل کتاب نہ ہونے پر دلیل نمبر ا ماسبق میں تمہید کے عنوان سے جو معروضات پیش کی گئی ہیں اُن سے بخوبی واضح ہے کہ اہل کتاب میں قادیانیوں کے شامل ہونے یا نہ ہونے کو موضوع بحث بنانا ہی بے سود ہے کیوں کہ اوّلاً تو قادیانیت کوئی مذہب ہی نہیں ہے بلکہ وہ ایک نوعیت کا سیاسی فتنہ ہے جسے انگریزوں نے مذہبی لبادے میں جنم دیا ہے، جیسا کہ خود قادیانیوں کا اعتراف بھی ہے، اسی وجہ سے اس کی وضع وساخت میں مذہبیت نہیں پائی جاتی، نیز اسلام سے خروج اور ان کا ارتداد وزندقہ اپنی نوعیت کا ایسا مکروہ وقبیح ارتداد وزندقہ ہے جو ان کے حق میں اس بحث کو ہی خارج عن البحث بنا دیتا ہے۔عقلی اور نقلی دونوں ہی قسم کے دلائل اس کے مؤید ہیں۔

علاوہ ازیں زیر بحث موضوع پر ایک بدیہی مثال یہ بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو قرآن مجید ہے اس میں حضرت عیسیٰ ابن مریم کے رفع ونزول کا ذکر ہے جس کو ایک صحابیٔ رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قسم کھا کر مسلمانوں کو اطمینان دلاتے ہیں (بخاری شریف کتاب الانبیاء) اور مرزا قادیانی نے جو قرآن پیش کیا ہے اس میں تیس آیات وفات عیسیٰ پر نازل مانی گئی ہیں (ازالہ اوہام مصنفہ مرزا قادیانی) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مسلمانوں کے پاس جو قرآن مجید ہے اس میں'' قادیان'' کا کوئی ذکر نہیں؛ مگر مرزا قادیانی کا خواب، کشف یا مجنونانہ بڑ نہیں بلکہ الہامی دعویٰ ہے کہ قرآن میں قادیان کا نام موجود ہے۔(اشتہار چندہ منارۃ المسیح مرزا قادیانی) یہ اور اس طرح کی دیگر بیشمار مثالوں کی روشنی میں بآسانی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ قادیانی جس قرآن پر ایمان کی بات کرتے ہیں اس کے معانی بھی وہ مرزا قادیانی ہی کا پیش کردہ مانتے ہیں اُس معانی پر اُن کا ایمان نہیں جس پر مسلمان ایمان لاتے ہیں۔حقیقت جب یہ ہے تو پھر قادیانیوں کے دعویٔ ایمان کے بے حقیقت قضیہ کو موضوع بحث بنا کر ان کے اہل کتاب میں شامل کیے جانے کی بات کرنا بھی بے نتیجہ گفتگو کا درجہ رکھے گا۔

دلیل نمبر ۲: اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ قرآن اور اسکے معانی پر ایمان رکھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ اس کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟ قرآن کے الفاظ یا اس کے معانی پر ایمان رکھنے کے لیے مرزا قادیانی کی ضرورت ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قادیانیوں کا دعویٔ ایمان بالقرآن کھوکھلا دعویٰ ہے؛ اس پر کسی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔اسی طرح جب مرزا قادیانی کی ذات وشخصیت عند اللہ مصدقہ نہیں تو اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عیسائیوں پر قیاس کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی کہ ہے کہ ان کو اہل کتاب میں شامل ہونے یا نہ ہونے پر بحث کی جائے۔

دلیل نمبر ۳: علاوہ ازیں اس قیاس کو مرزا قادیانی بھی پسند نہیں کرتا اس کا فیصلہ واضح لفظوں یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں : فَلاَ تَقِیْسُوْنِیْ بِاَحَدٍ وَّ لاَاَحَداً بِیْ۔ترجمہ:'' پس مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ'' (خطبہ الہامیہ،

خزائن ص ۵۲ ج ۱۶) اس سے معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا مرزائیت کو عیسائیت پر قیاس کرنا مرزا قادیانی کی تعلیمات وہدایات کے صریح خلاف ہے، مرزا قادیانی کے متبعین صرف دفع الوقتی کے لیے اور مسلمانوں میں گھس کر سیاسی اور وقتی فائدہ اٹھانے کے لیے ''اہل کتاب'' میں شمولیت کی بات کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۴ شرح مقاصد میں کافروں کی قسمیں بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ''وإن کان مع اعترافہٖ بنُبوۃِ النّبی ﷺ و اظہارِہٖ شعا ئرَ الاسلام یبطن عقائد ھی کفر بالاتفاق خصّ باسم الزندیق ''(شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۶۹)۔

(اور اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا قائل ہونے اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقائد کو چھپاتا ہو جو بالاتفاق کفر ہیں، تو ایسے شخص کا نام زندیق ہے)۔

کفر کو چھپانے کی دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شخص اپنے کفریہ عقائد کا تو برملا اظہار کرتا ہے اور لوگوں کو ان کی دعوت بھی دیتا ہے، لیکن اپنے کفریہ عقائد پر اسلام کا لیبل چپکا تا ہے۔ کتاب وسنت کی غلط تاویل کے ذریعہ اپنے عقائد فاسدہ کو برحق ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے ، اور لوگوں کے سامنے ایسی ملمع سازی کرتا ہے کہ ناواقف لوگ ان عقائد باطلہ ہی کو اسلام سمجھنے لگیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''مسویٰ شرح عربی مؤطا'' میں منافق اور زندیق کا فرق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' بیانُ ذلک انّ المُخالف للدّ ینِ الحقِ اِن لَم یعترفْ بہٖ، ولم یُذْ عِن لہٗ لا ظاھراً ولا باطناً فھو کافرٌ، و اِن اعترف بلسانہٖ و قلبہٖ علی الکفرِ فھوُ المنافق ، وان اعترف بہٖ ظاھراً لکنہٗ یفسرُ بعضَ ما ثبتَ من الد ینِ ضرورۃً بخلاف ما فسّرہٗ الصحابۃُ و التابعون و اجمعت علیہ الأمۃُ فھو الزندیقُ'' (شرح اس کی یہ ہے کہ جو شخص دین حق کا مخالف ہے اگر وہ دین اسلام کا اقرار ہی نہ کرتا ہو اور نہ دین اسلام کو مانتا ہو نہ ظاہری طور پر اور نہ باطنی طور پر، تو وہ کافر کہلاتا ہے اور اگر زبان سے دین کا اقرار کرتا ہو، لیکن دین کے بعض قطعیات کی ایسی تاویل کرتا ہو جو صحابہ کرام وتابعین اور اجماع امت کے خلاف ہو تو ایسا شخص زندیق کہلاتا ہے)۔

آگے تاویل صحیحہ اور تاویل باطل کا فرق بیان کرتے ہوئے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

'' ثم التا ویلُ تاو یلان، تاویل لا یخالف قاطعاً من الکتاب والسنۃ واتفاق الأمۃ و تأو یل یصا د م ما ثبت بقاطع فذ ا لک الزند قۃ۔'' (پھر تاویل کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ تاویل جو کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ کسی قطعی مسئلے کے خلاف نہ ہو اور دوسری وہ تاویل جو ایسے مسئلے کے خلاف ہو جو دلیل قطعی سے ثابت ہے، پس ایسی تاویل زندقہ ہے)۔

زندیقانہ تاویلوں کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

'' اَو قال اِن النّبی صلی اللہ علیہ وسلم خا تمُ النُبوۃِ، ولکِنْ معنیٰ ھذ ا الکلام أنہ لا یجوزُ اَن یُسمیٰ بعدَ ہٗ أحدٌ بالنبی، و اَمّا معنیٰ النبوۃ و ھو کونُ الانسانِ مبعوثاً مِن اللہ تعالیٰ اِلی الخلق مفترضُ الطاعۃ معصو ماً مِن الذ نوب و مِنَ البقاء عَلی الخطاء فیما یریٰ فھو موجو د فی الائمۃ بعدَ ہ فذالک الزند یق ''(مسویٰ ج ۲ ص ۱۳۰)۔

یا کوئی شخص یوں کہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ خاتم النبیین ہیں۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کا نام نبی نہیں رکھا جائے گا لیکن نبوت کا مفہوم کہ کسی انسان کا اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کی طرف مبعوث ہونا، اُس کی اطاعت کا فرض ہونا اور اس کا گناہوں سے اور خطاء پر قائم رہنے سے معصوم ہونا، یہ آپؐ کے بعد بھی اماموں میں موجود ہے تو یہ شخص زندیق ہے۔

قادیانیوں کا یہی خاصہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین ماننے کی جو بات کرتے ہیں وہ مرزا قادیانی کے بیان کردہ معنیٰ و

مفہوم کے مطابق ہوتا ہے، نہ کہ اہل اسلام کے موافق۔ اسی طرح مرزائی، جس نبوت کو ماننے کی بات کرتے ہیں وہ بھی مرزا قادیانی کے بیان و تشریح کے مطابق ہوتی ہے نہ کہ اہل اسلام اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کے علمائے امت کے بیان کے مطابق۔ اس لیے وہ ایسے مرتد اور زندیق کہے جائیں گے کہ جن کے اہل کتاب میں شامل ہونے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے۔

دلیل نمبر ۵: قادیانی اعترافات: قادیانیوں کو اہل کتاب میں شامل ہونے یا نہ ہونے کے قضیہ سے خارج کرنے کے لیے خود قادیانیوں کے اعترافات کافی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے ''خاتم النبیین'' کے بارے میں مرزا قادیانی کے خیالات:

حوالہ ا: ''من فرق بینی و بین المصطفی فما عرفنی و ماراٰی (خطبہ الہامیہ خزائن صفحہ...... جلد ۱۷) (یعنی مرزا قادیانی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخصیت کا نام ہے۔ دونوں میں اگر کسی نے فرق مانا تو اس نے مرزا قادیانی کو پہچانا ہی نہیں (نعوذ باللہ)

حوالہ ۲: ''جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمدّی مع نبوت محمدّیہ کے میرے آئینہ ظلیّت میں منعکس ہیں۔ تو پھر کونسا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا'' (ایک غلطی کا ازالہ، در خزائن ص ۲۱۲ ج ۱۸)

حوالہ ۳'' وہ دین دین نہیں ہے اور نہ وہ نبی نبی ہے جس کی متابعت سے انسان خدا تعالیٰ سے اس کے نزدیک نہیں ہوسکتا کہ مکالمات الٰہیہ سے مشرف ہوسکے وہ دین لعنتی اور قابل نفرت ہے'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم خزائن صفحہ ۳۰۶ جلد ۲۱)۔

حوالہ ۴:'' خاتم النبیین کے معنی بھی یہی ہیں کہ کوئی شخص نبی نہیں ہوسکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی نہ اختیار کرے، ورنہ نبوت کا دروازہ مسدود نہیں اور جبکہ باب نبوت کھلا ہوا ہے تو مسیح موعود بھی ضرور نبی ہے'' (حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۲۳۲، مرزا محمود پسر مرزا قادیانی)۔

حوالہ ۵: ''میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں: (۱) جو شریعت والے ہوں (۲) جو شریعت نہیں لائے۔ لیکن ان کو نبوت بلا واسطہ ملتی ہے۔ اور کام وہ پہلی ہی امت کا کرتے ہیں۔ جیسے سلیمان زکریا اور یحیٰ علیہم السلام۔ (۳) اور ایک جو نہ شریعت لائے ہیں اور نہ ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے، لیکن وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں'' (قول فیصل، مرزا بشیر الدین محمود ص ۱۴)۔

حوالہ ۶: ''اس جگہ یاد رہے کہ نبوت مختلف نوع پر ہے اور آج تک نبوت تین قسم پر ظاہر ہوچکی ہے (۱) تشریعی نبوت۔ ایسی نبوت کو مسیح موعود نے حقیقی نبوت سے پکارا ہے۔ (۲) وہ نبوت جس کے لیے تشریعی یا حقیقی ہونا ضروری نہیں ہے۔ ایسی نبوت حضرت مسیح موعود کی اصطلاح میں مستقل نبوت ہے۔ (۳) ظلی اور امتی نبی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے مستقل اور حقیقی نبوتوں کا دروازہ بند کیا گیا اور ظلی نبوت کا دروازہ کھولا گیا'' (مسئلہ کفر و اسلام کی حقیقت، مرزا بشیر احمد ایم اے ص ۳۱)۔

حوالہ نمبر ۷:'' انبیاء کرام علیہم السلام دو قسم کے ہوتے ہیں (۱) تشریعی (۲) غیر تشریعی پھر غیر تشریعی بھی دو قسم کے ہوتے ہیں نمبر ا۔ براہ راست نبوت پانے والے۔ نمبر ۲۔ نبی تشریعی کی اتباع سے نبوت حاصل کرنے والے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشتر صرف پہلی دو قسم کے نبی آتے تھے۔'' (مباحثہ راولپنڈی ص ۱۷۵)۔

اسی طرح اب ملاحظہ فرمائیے ''نبوت'' کے بارے میں مرزا قادیانی کا اقرار و اعتراف کہ جس نبوت کی وہ بات کرتا ہے اس کا مذہب اسلام سے کوئی ربط ہی نہیں وہ انگریزوں کی خود ساختہ نبوت ہے جو خدا کی طرف سے نہیں بلکہ نبی کی اتباع و پیروی سے ملتی ہے:

حوالہ ا۔'' ما نعنی من النبوۃ ما یُعنیٰ فی الصحف الأُولیٰ۔ نبوت سے ہماری مراد وہ نہیں جو پہلے آسمانی کتابوں میں لی گئی ہے (الاستفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی، ص ۱۶ خزائن ۶۳۷ ج ۲۲)۔

حوالہ ۲۔'' یاد رہے کہ بہت سے لوگ میرے دعوے میں نبی کا نام سُنکر دھوکہ کھاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ گویا مَیں نے اُس نبوّت کا دعویٰ کیا ہے جو پہلے زمانوں میں براہ راست نبیوں کو ملی ہے، لیکن وہ اس خیال میں غلطی پر ہیں'' (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص، خزائن ۱۵۴ ج ۲۲)۔

مرزا قادیانی کے اعترافات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ حجۃ الہند شاہ ولی اللہ صاحب نے زندیق کی جو تعریف بیان فرمائی ہے،

مرزائی سو فیصد اس کا اقراری مصداق ہیں۔لہٰذا ان کو کسی بھی طرح اہل کتاب میں شامل ماننے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

حضرت امام مالکؒ، امام شافعیؒ، اور احناف کا قول ہے کہ:'' لا تحلّ ذَبیحتُهٗ و لا نکاحُ نسائِهِمْ و اِنْ انتقلُوا اِلی دینِ أهلِ الکتاب''(المغنی مع الشرح الکبیر، کتاب الفرائض، ج ۷ ص ۱۷۰)۔

مرتد کا نہ ذبیحہ حلال ہے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہے خواہ انہوں نے اہل کتاب کے مذہب کی طرف ارتداد اختیار کیا ہو۔

''ولا یُوکلُ صَیدُ مرتدٍ وَ لا ذبیحَتهٗ وانْ تَد ین بدِ ینِ اھلِ الکتابِ '' مرتد کا ذبیحہ اور اس کا شکار کیا ہوا گوشت نہ کھایا جائے، چاہے اس نے اہل کتاب کے مذہب کی طرف ارتداد اختیار کیا ہو(المغنی مع الشرح الکبیر، کتاب الصید ج ۱۱ ص ۳۲)۔

'' وَامّا المُرتدُّ فانّ الجُمُھورَ عَلی اَنّ ذبیحتهٗ لا تُوکلُ'' (یکن مرتد پس جمہور اس پر ہیں کہ اس کا ذبیحہ حلال نہیں)(بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۶۸۰)۔

ائمہ کرام کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ جب مرتد کا ذبیحہ کسی حالت میں بھی حلال نہیں، خواہ اُس نے کوئی سا مذہب اختیار کیا ہو تو قادیانیوں کا ذبیحہ بھی کسی حال میں جائز نہیں ہوگا اور نہ وہ اہل کتاب میں سے مانے جا سکتے ہیں۔اگر کوئی اس کے خلاف کہتا ہے تو اسکی بات بالکل غلط اور قواعد شرعیہ کے خلاف ہوگی۔

مرتد کی اولاد کا حکم:

جس نے خود ارتداد اختیار کیا ہو وہ اصلی مرتد ہے، اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا اور اگر وہ اسلام نہ لائے تو حالات اور ملکی قوانین کے لحاظ سے اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے۔

مرتد والدین کی صلبی اولاد بھی والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد کہلاتی ہے، اس لئے ان کے بالغ ہونے کے بعد ان کو بھی اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، لیکن اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو حبس وضرب کی سزا دی جائے گی، البتہ تیسری پشت میں مرتد کی اولاد پر مرتد کے احکام جاری نہیں ہوتے بلکہ کافر اصلی کے احکام جاری ہوتے ہیں۔جیسا کہ درمختار میں مذکور ہے۔

'' زوجان ارتدّ ا وَلحِقا فولد ت المرتد ةُ ولد اً وَ وُلِد لهٗ ای لذالک المولو د ولَدٌ فظهرَ علیھِم جَمیعاً فالولد ان فَیٔ کَأصُلِھما والولدُ الاو ل یُجبرُ بالضرب (ای و بالحبس ، نھر) علی الاسلامِ و اِن حُبلتْ بهٖ ثمّه لتبعیته لابویهِ لا الثانی لعد مِ تبعیة الجَدّ علی الظاھر فحکمه کحربی''(الشامی: باب المرتد ج ۶ ص ۴۰۴) (میاں بیوی مرتد ہو کر دار الحرب چلے گئے، وہاں مرتد عورت نے بچہ جنا اور آگے اس لڑکے کے لڑکا ہوا، پھر یہ سب جہاد میں مسلمانوں کے قابو میں آ گئے تو مرتد جوڑے کی طرح ان کا بیٹا اور پوتا بھی مال غنیمت ہیں۔ان کے بیٹے کو تو ضرب (حبس) کے ذریعہ اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا خواہ وہ دار الحرب میں حاملہ ہوئی تھی، کیونکہ وہ اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد ہے۔مگر پوتے کو مجبور نہیں کیا جائیگا، کیونکہ ظاہر روایت کے مطابق پوتا دادے کے تابع نہیں ہوتا، پس اس کا حکم عام حربی کافر کا حکم ہے۔

مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ تحریر فرماتے ہیں:'' اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ تیسری پشت میں جا کر مرتد کی اولاد کا حکم عام کافروں کا ہو جاتا ہے تو دیکھنا یہ ہوگا کہ اس نے کونسا دین و مذہب اختیار کیا ہے؟ اور یہ کہ اس مذہب کے لوگوں کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟۔سب جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے صرف اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا ہے اور بت پرستوں اور مجوسیوں کا ذبیحہ حلال نہیں، پس اگر مرتد نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا تھا تو تیسری پشت میں اس کی اولاد بھی ہندو یا سکھ یا مجوسی شمار ہوگی اور اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

اور اگر اس نے ان مذاہب معروفہ میں سے کوئی بھی مذہب اختیار نہیں کیا، بلکہ یا لا مذہب اور دہریہ بن گیا، یا اُس نے نیا مذہب اختیار کرلیا تو اُس کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہوگا۔ پس یہ جو مشہور ہے کہ مرتد کی اولاد کا ذبیحہ جائز ہے یہ مطلقاً صحیح نہیں بلکہ اُس میں مندرجہ بالا تفصیل کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قادیانیوں نے اہل کتاب کا مذہب اختیار نہیں کیا، بلکہ انہوں نے ایک نیا دین اختیار کیا ہے لہٰذا اُن کی اولاد کا ذبیحہ کسی حال میں بھی جائز نہیں ہوگا۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتویٰ میں قادیانی اور اس کی اولاد میں جو فرق کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں'' (رسالہ قادیانی ذبیحہ مطبوعہ کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند)۔

بعض ارباب فقہ وفتاوی نے اس مسئلہ کو روافض پر یا دیگر جماعتوں پر قیاس کرنے کی بھی کوشش کی ہے تو واضح رہے کہ قادیانیت کا کفر و زندقہ ایسا ہے کہ اس پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ اور کسی عام دلیل سے اس خاص مسئلہ کا کوئی حل بھی نکالا نہیں جاسکتا۔ قادیانیت کا زندقہ خاص ہے، اس کے مقابل اہل کتاب کی بعض اہل علم سے منقول تعریفات عام ہیں، لہٰذا اس اصول کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

مسلمانوں کے ساتھ قادیانیوں کے معمولات ومعاملات:

واضح رہے کہ مسئلہ ارتداد میں قادیانیوں کا بھی یہی معمول ومسلک ہے کہ اگر کوئی شخص قادیانیت سے پھر جائے اور مسلمان ہوجائے تو اس کو وہ مرتد سے ہی تعبیر کرتے ہیں اور ان کی کوشش ہوتی ہے کہ ایسے شخص کو دوبارہ قادیانیت کی طرف پھیریں، اس کی توبہ بھی قبول نہیں کرتے اور ایسے شخص اور اس کی اولاد کے ساتھ بھی مرتد ہی کا معاملہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

واقعہ نمبر ۱:

مرزا قادیانی نے اپنی پہلی منکوحہ ''حرمت بیوی'' کو صرف اس وجہ سے طلاق دے دی کہ وہ مسلمان تھی، لیکن بقول مرزا قادیانی، اس کے خودساختہ ''دین'' سے بیزار تھی اور اس کے مخالفین (یعنی مسلمانوں) سے ملی ہوئی تھی (سیرت المہدی)۔

واقعہ نمبر ۲:

مرزا قادیانی نے اپنے چھوٹے بیٹے فضل احمد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی صرف اس وجہ سے کہ وہ مسلمان تھا، لیکن مرزا کی ذات و شخصیت پر ایمان نہیں لایا تھا جبکہ وہ اپنے باپ یعنی مرزا قادیانی کا نہایت فرمانبردار بیٹا تھا (اخبار الفضل قادیان، ۱۹۲۱ء و ۴ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۴۲ ص ۲) اور اپنے بڑے لڑکے مرزا سلطان احمد کو عاق کردیا اس کی وجہ یہ تھی وہ بھی مسلمان ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کے بیہودہ دعووں سے بیزار تھا (سیرت المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۹)۔ اس معاملہ میں اتنی شدت تھی کہ مرزا کے پہلے جانشین حکیم نورالدین بھیروی نے مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد ایک دفعہ مرزا سلطان احمد کو خط لکھا تو اس میں سلام تک نہیں لکھا، اسے اس طرح مخاطب کیا جیسے کسی مرتد و کافر کو مخاطب بنایا جاتا ہے (ریویو آف ریلیجنز ۱۹۱۴ء میں مندرج مضمون، وحیات نورالدین پر ایک نظر صفحہ ۶۰)۔

واقعہ نمبر ۳:

علامہ اقبال کے والد جناب شیخ نور محمد صاحب سیالکوٹ کی قادیانی جماعت کے صدر تھے، جب ان پر حقیقت منکشف ہوئی اور انھوں نے مرزا قادیانی کے پاس سیالکوٹ کی قادیانی جماعت سے استعفیٰ نامہ بھیجا تو مرزا نے جو جواب دیا وہ ملاحظہ ہو:

'' چند سال بعد جب سر اقبال، کالج میں پہنچے، تو ان کے خیالات میں تبدیلی آگئی۔ اور انھوں نے اپنے باپ کو بھی سمجھا بوجھا کر احمدیت (قادیانیت) سے منحرف کردیا۔ چنانچہ شیخ نور محمد (والد علامہ اقبال) صاحب نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی خدمت میں ایک

خط لکھا جس میں یہ تحریر کیا کہ سیالکوٹ کی جماعت چونکہ نوجوانوں کی جماعت ہے اور میں بوڑھا آدمی ان کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ لہٰذا آپ میرا نام اس جماعت سے الگ رکھیں۔ اس پر حضرت صاحب کا جواب میر حامد شاہ صاحب مرحوم کے نام گیا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ شیخ نور محمد کو کہہ دیویں کہ وہ جماعت سے ہی الگ نہیں بلکہ اسلام سے بھی الگ ہیں۔ اس کے بعد شیخ نور محمد صاحب نے بعض اوقات چندہ وغیرہ دینے کی کوشش کی۔ لیکن ہم نے قبول نہ کیا (سیرت المہدی جلد ۳ صفحہ ۲۴۹)۔

جماعت سے استعفیٰ دینے کو مرزا قادیانی اسلام سے اخراج بتاتا ہے، ظاہری بات ہے کہ یہ اخراج مرزا قادیانی کے اس خودساختہ تحریک سے اخراج ہے جس کا نام مرزا قادیانی نے اپنے طور پر "اسلام" رکھا ہوا ہے۔ ورنہ بتایا جائے کی شیخ نور محمد میں کون سے کفریہ اسباب پائے گئے تھے؟ جس کے سبب مرزا قادیانی ان کو اسلام سے خارج گردانتا ہے جبکہ وہ پختہ موحد اور مسلمان تھے۔

واقعہ نمبر ۴:

حافظ محمد یوسف صاحب امرتسری، ڈاکٹر عبدالحکیم خاں پٹیالوی، وغیرہ بے شمار لوگوں کو محض اس وجہ سے مرزا قادیانی "مرتد" لکھتا ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ کلمہ گو مسلمان تھے، لیکن کسی زمانے میں مرزا قادیانی کے فریب کا شکار ہو گئے تھے اور جب حقیقت ان پر منکشف ہوئی تو مرزا قادیانی سے علیحدہ ہو گئے۔ مرزا کی تحریر اور انداز تخاطب ملاحظہ ہو کہ جگہ جگہ مرتد کے ہی لفظ سے یاد کرتا ہے:

"اب کہاں ہیں میاں عبدالحکیم خان مرتد جو میری اس تحریر سے مجھ سے برگشتہ ہو گیا...... اب اٹھو اور آنکھ کھولو اے میاں عبدالحکیم مرتد! (حقیقت الوحی خزائن ۱۳۱، ۱۳۶ ج ۲۲)۔

واقعہ نمبر ۵:

ایک شخص قادیانیوں میں پڑھا لکھا تھا اور کسی مرزائی معبد میں ان کو پوجا کراتا تھا اس نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی مسلمان لڑکے سے کر دیا، اس واقعہ پر مرزائیوں نے مرتدوں مرتد کی سزا نافذ کرتے ہوئے اسکو جماعت مرزائیہ سے خارج کر دیا، مرزا بشیرالدین محمود لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود نے اس احمدی پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا ہے جو اپنی لڑکی غیر احمدی کو دے۔ آپ سے ایک شخص نے بار بار پوچھا اور کئی قسم کی مجبوریوں کو پیش کیا۔ لیکن آپ نے اسکو یہی فرمایا کہ لڑکی کو بٹھائے رکھو، لیکن غیر احمدیوں میں نہ دو۔ آپ کی وفات کے بعد اس نے غیر احمدیوں کو لڑکی دے دی تو حضرت خلیفہ اوّل نے اس کو احمدیوں کی امارت سے ہٹا دیا اور جماعت سے خارج کر دیا، اور اپنی خلافت کے چھ سالوں میں اس کی توبہ قبول نہ کی۔ باوجودیکہ وہ بار بار توبہ کرتا رہا" (انوار خلافت از مرزا بشیرالدین محمود صفحہ ۹۴ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)۔

ایک خدشہ:

بعض اطلاعات کے مطابق شاید بعض افریقی اور عرب ممالک میں قادیانی "اہل کتاب" ہونے کا کارڈ اس لیے کھیلنا چاہتے ہیں کہ اہل کتاب کے زمرے میں داخل ہو کر مسلمانوں میں شادی بیاہ کے راستے سے ارتداد کا ایک نیا دہانہ کھولا جائے۔ مسلمانوں کو اس سے ہوشیار رہنا چاہئے کہ ان کی اولاد تیسری اور چوتھی پشت میں داخل ہو کر بھی اسلام سے دست بردار نہیں ہوتی، بلکہ اُس اسلام کی قائل رہتی ہے جو مرزا قادیانی کی تشریح کے مطابق ہے، لہٰذا وہ زندیق ہی کے حکم میں رہے گی۔ اس کی بدیہی دلیل یہ ہے کہ وہ اپنا نام "احمدی مسلمان" رکھتے ہیں خواہ وہ کسی بھی پشت میں داخل ہو جائیں۔ ان کا نام بتاتا ہے کہ وہ اپنے اُس "مزعومہ اسلام" کو منوانے پر ہر دم بضد ہیں جس کو رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ سعودی عرب نے پوری دنیا کے مسلمانوں کے متفقہ فیصلے کے مطابق کفر و زندقہ قرار دے رکھا ہے۔

کتابیہ عورت سے نکاح، حکم اور اصول

مولانا حافظ کلیم اللہ عمری مدنی ☆

نکاح اسلامی نقطہ نظر سے زوجین کے مابین ایک معاہدہ ہے جس میں ایک طرف سے کفالت اور پرورش کی ذمہ داری ہے تو دوسری طرف سے اطاعت وفرمانبرداری کا اقرار ہے اور یہ نکاح درحقیقت ایک دائمی معاہدہ ہے ,یہ نکاح انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:'' وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّن قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجاً وَذُرِّيَّةً ''(الرعد ۳۸)(ہم آپ ﷺ سے قبل بھی بہت سے رسول بھیج چکے ہیں اور ہم نے ان سب کو بیوی بچے والا بنایا تھا)، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:''النکاح من سنتی''(سنن ابن ماجہ ,۱۸۴٦ ,حسنہ الألبانی) (یعنی نکاح میری سنت ہے)۔اسی سنت محمدی کے ذریعہ دین کامل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:(جب بندہ ازدواجی زندگی سے منسلک ہوتا ہے تو اس نے اپنے نصف دین کی تکمیل کرلی،لہذا اسے باقی نصف دین کے تعلق سے اللہ کا تقوی اختیار کرنا چاہیے)(المعجم الأوسط,۷٦۴۷)۔

دین اسلام میں نکاح کے ذریعہ عورت اور مرد چند دن کے عیش یا تفریح کے لئے نہیں ملتے، بلکہ زندگی بھر کی رفاقت الفت ومحبت کی خاطر ایک مضبوط عہد کے تحت رشتہ نکاح سے منسلک ہوجاتے ہیں, قرآن کریم نے اسے''میثاقا غلیظا'' سے تعبیر فرمایا (النساء۲۱)(یعنی مضبوط عہد وپیمان،اسلام نے سکون دل کے واسطے جنسی جذبات کی تسکین کی خاطر نکاح کی ترغیب دی'' کیونکہ یہ ایک انسان کی ضرورت ہے اسی وجہ سے شریعت نے نکاح کو عبادت کا درجہ دیا ہے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:(اپنے بیوی سے ہم آغوش ہونے میں بھی تمہارے لئے صدقہ کا ثواب ہے)(مسلم)۔

نکاح کی حکمت:

۱-نکاح شرم گاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے, ارشاد نبوی ﷺ ہے:(اے نوجوانوں کی جماعت تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے، کیونکہ نکاح نگاہ کو نیچی کرنیوالا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جسے اس کی استطاعت نہ ہو اس کے لئے روزہ کا اہتمام ضروری ہے اس لئے کہ روزہ اس کے لئے ڈھال ہے)(بخاری مسلم)۔

۲-نکاح سکون کا ذریعہ ہے ،ارشاد الہی ہے:''هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا '' (الاعراف ۱۸۹)(وہ اللہ ایسا ہے جس نے تم کو تن واحد سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے سکون حاصل کرے)۔

۳-خاندانوں اور قبیلوں میں روابط کی استواری کا ذریعہ نکاح ہے۔

۴- نوع انسانی کی بقاء صحیح اور سالم طریقہ سے اور صالح معاشرہ کی تشکیل نکاح کے ذریعہ ہی قائم ہے۔

☆ استاذ ومفتی جامعہ دارالسلام، عمرآباد۔

۵-نکاح کا مسنون طریقہ نہ ہوتا تو زنا کاری اور لواطت عام ہوجاتی اور پاکیزہ رشتوں کا تقدس پامال ہوجاتا۔

٦-حرام کاری اور بدنگاہی سے حفاظت کا اہم ذریعہ نکاح ہے۔

۷-نصف دین کی تکمیل کا ذریعہ نکاح ہے۔

ارکان نکاح اور مہر:

ارکان نکاح چار ہیں:۱-ایجاب وقبول، ۲۔دو معتبر گواہ، ۳۔ولی کی اجازت، ۴- مہر کی تعیین۔

شریعت اسلامیہ میں مہر کی کم سے کم مقدار کی کوئی حد متعین نہیں کی گئی ہے بلکہ زوجین جس چیز پر راضی ہوں وہ مہر بن سکتی ہے۔

مہر عورت کا خالص حق ہے اس میں کم اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے مہر معجّل یعنی پیشگی ادائیگی افضل ہے۔مہر کی تعیین کے وقت ادائیگی کی نیت ہونا ضروری ہے ورنہ یہ تمتع از روے شرع متین زنا کے حکم میں ہوگا۔اسی وجہ سے آپ ﷺ مہر کی ادائیگی کے ساتھ نکاح کراتے تھے، جیسا کہ ایک صحابی کی شادی لوہے کی ایک انگوٹھی کے عوض کرادی (حاکم) دوسرے سے فرمایا۔جن کے پاس کچھ نہ تھا۔میں نے تمہاری شادی اس خاتون سے قرآنی سورتوں کے یاد کرانے پر کرادی (بخاری) بہترین مہر وہ ہے جو کم سے کم اور آسان ہو (المستدرک علی الصحیحین ۲ / ۱۸۲ واحمد)۔

مستحب تو یہی ہے کہ دخول سے قبل (خلوت صحیحہ سے پہلے) مہر ادا کیا جائے جیسا کہ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ مہر ادا کرو تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہاں ہے وہ حطمی زرہ؟ تو حضرت علیؓ نے وہی زرہ مہر میں حضرت فاطمہؓ کو دیدی (صحیح ابوداؤد للالبانی ۱۸٦۵)۔

کتابیہ سے نکاح اور اس کے احکامات:

اسلام اپنے پیرووں کو غیر مسلم سے شادی کی اجازت نہیں دیتا ہاں کتابیہ عورت سے مسلمان مرد کی شادی ہوسکتی ہے۔مگر وہاں بھی اختلافِ ادیان کی وجہ سے کتابیہ عورت کو مسلمان شوہر کے ترکہ میں وراثت کا حق نہیں ہے۔اور نہ اس مرد کو اس عورت کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا۔الا یہ کہ مسلمان مرد کے مرنے سے پہلے وہ عورت اسلام قبول کرلے اس صورت میں وہ عورت اس کی وراثت میں حصہ پاسکتی ہے، اور اس کی موت کے بعد اس کے شوہر کو اس کی وراثت میں حصہ مل سکتا ہے۔

اسلام نے جن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، انہی میں سے کتابیہ یعنی یہودی اور نصرانی عورتیں جو اپنے مذہب پر قائم ہوں، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ”وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ “(سورۃ المائدۃ، ۵)

(اور پاک دامن مومن عورتیں اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی (حلال ہیں) جب کہ اُن کا مہر دے دو اور اُن سے عفت قائم رکھنی مقصود ہو نہ کھلی بدکاری کرنی اور نہ چھپی دوستی کرنی۔اور جو شخص ایمان سے منکر ہو اس کا عمل ضائع ہوا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں سے ہوگا)۔

مذکورہ آیات (سورہ مائدہ آخری سورت ہے جس میں حلال وحرام سے متعلق غیر منسوخ احکامات بیان کئے گئے ہیں) کا پس منظر یہ ہے کہ اس دور میں کفار ومشرکین, اور اہل کتاب کا دبدبہ ختم ہو چکا تھا, مسلمان ایک ناقابل شکست طاقت بن چکے تھے, کتابیہ عورت سے شادی کی وجہ سے مسلمان احساس کمتری یا تہذیب ومعاشرت اسلامی کی روح مفقود ہونے کا خوف نہ تھا, بلکہ ان کتابیات پر مسلم قوم موثر ہونے کا قوی احتمال تھا, اسی وجہ سے کتابیہ سے نکاح کی اجازت دی گئی, اور اس حکم کو تا قیامت ضرورةً باقی رکھا گیا, کتابیہ سے نکاح ایک اجازت ہے جو مستحسن نہیں ہے, شریعت کی بعض رخصتیں اور اجازتیں بھی خاص ماحول اور خاص حالات کے ساتھ ہی مشروط ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ جمہور علماء کرام اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اجمعین کا اتفاق ہے کہ مذکورہ نص کی روشنی میں کتابیہ سے نکاح کرنا جائز ہے، جیسا کہ صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے لوگوں نے عیسائی عورتوں سے نکاح کیا، انہیں میں سے حضرت عثمان بن عفان، حذیفہ بن یمان، طلحہ بن عبیداللہ اور جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہم، وغیرہم کے نام سرفہرست ہیں، مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک مسلمان کا پاک دامن عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح پاکدامن اہل کتاب کی عورتوں (یہودیہ، نصرانیہ) سے نکاح جائز ہے، اور شرعا منعقد ہو جاتا ہے، شرط یہ ہے کہ کتابیہ عورت واقعۃً عیسائی/ یہودی مذہب پر باقی ہو، اور یہ نکاح بھی شرعی طریقے پر دو گواہوں کے سامنے مہر کے ساتھ منعقد ہو۔

اصول وضوابط:

کتاب وسنت کی روشنی میں مندرجہ ذیل اصولوں اور احکامات کا پاس ولحاظ ضروری ہے۔

۱- کتابیہ پاکدامن ہو، بدکار نہ ہو، Boy friend نہ رکھتی ہو، کسی فحش کام میں ملوث نہ ہو، باعزت، شریف اور اچھے اخلاق والی ہو۔

۲- پاک وصاف رہتی ہو، غسل جنابت کا اہتمام کرتی ہو، عصمت وعفت کی حفاظت کرنے والی ہو، یعنی شوہر کے حق میں خیانت نہ کرتی ہو۔

۳- کتابیہ آزاد عورت ہو لونڈی نہ ہو، پیشہ ور، آوارہ اور بدکردار نہ ہو۔

۴- اسلامی شریعت کے مطابق مہر کی ادائیگی ہو۔

۵- نکاح اسلامی طریقہ کے مطابق ہو، ولی کی اجازت، دو انصاف پسند معتبر گواہوں کی گواہی، اور مہر کی مقدار (مہر معجّل یا مؤجل) معلوم ہو۔

۶- نکاح کا اعلان چرچ میں نہ ہو "من تشبہ بقوم فھو منھم" (حدیث) بلکہ عام مجلس میں نکاح کا انعقاد ہو۔

۷- وقتی طور پر تمتع کا ارادہ نہ ہو، بلکہ شادی کا مقصد دائمی رشتہ ازدواج قائم کرنا ہو، اور ایک دوسرے سے سکون حاصل کرنے کا مقصد مقدم ہو، یعنی یورپ کی اگریمنٹ کی شادی کی طرح مؤقت نہ ہو۔

۸- مسلمہ اور کتابیہ کے مابین ترجیح کی صورت میں مسلمہ ہی کو ترجیح دی جائے۔

۹- اختلاف دین کی وجہ سے زوجین آپس میں کبھی بھی شرعا ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

۱۰- نکاح کے بعد وہ اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کی کوشش نہ کرے اور نہ ہی نصرانیت کے مبلغین ودعاۃ سے تعلق رکھے۔

۱۱- بچوں کی تربیت میں یہودیت اور نصرانیت کی تبلیغ یا ان بچوں کے مذہب کی تبدیلی کی ہرگز اجازت نہ ہوگی۔

اہل علم کے فتاوے:

موضوع کی مناسبت سے علماء کرام ومفتیان عظام کے فتاوے نقل کئے جاتے ہیں، تاکہ ارباب بصیرت کے لئے حجت قائم ہو جائے کہ موجودہ پرفتن دور میں کتابیہ سے شادی کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے، ایمان کو بچانا اولین فریضہ ہے پھر اس کے بعد جائز کاموں کی طرف توجہ دینا مندوب اور مستحسن ہے، مندوب ومستحسن کو واجب کا درجہ دینا یا ترجیحات دین کو مدنظر نہ رکھنا دینی لحاظ سے نقصان کا باعث ہے، اس موضوع میں قدیم وجدید اہل علم ودانش کے فتاوے میں سے چند کے ذکر پر اکتفاء کیا جاتا ہے، شاید موضوع کو سمجھنے میں معاون ومددگار ثابت ہو سکے۔

۱-فتاوی محمودیہ:

سوال۔زید مسلمان ہے وہ کتابیہ سے شادی کرسکتا ہے یانہیں؟اگر کرسکتا ہے تو کوئی شرط وغیرہ تونہیں؟

الجواب۔حامداومصلیا۔ عالمگیری میں ہے:" **وکل من یعتقد دینا سماویا ولہ کتاب منزل کصحف ابراھیم وشیث وزبور داؤد علیہ السلام فھو من أھل الکتاب فتجوز مناکحتھم وأکل ذبائحھم** "(الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب النکاح والقسم السابع، المحرمات بالشرک ۱/۲۸۱، رشیدیہ)۔

نیز (درمختار ,۲/۲۸۹ علی ہامش ردالمختار) میں ہے:" **وصح نکاح کتابیۃ**"(الدرالمختار , کتاب النکاح , فصل فی المحرمات , ۳/۴۵ سعید)۔نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے:" **والمحصنات من الذین أوتو ا الکتاب**"(سورۃ المائدۃ/۵)۔

ذکورہ بالاعبارتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد کتابیہ (عیسائی ہو یا یہودی) سے نکاح کرسکتا ہے۔

الحیلۃ الناجزہ ص ۱۶۵ میں لکھا ہے کہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ نصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے,اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب (دہریہ) نہ ہو, بلکہ اپنے مذہبی اصول کوکم ازکم مانتی ہو, اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو, دوسری شرط یہ کہ وہ اصل سے یہودیہ ونصرانیہ ہو, اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو، جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے, لیکن بلاضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے, اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے, اس لئے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کو منع فرمادیا تھا, اور جب عہد فاروقی میں۔کہ وہ زمانہ خیر تھا۔ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں (الحیلۃ الناجزۃ، رسالہ حکم الازدواج مع اختلاف دین الأزواج، ص ۱۰۴)۔

بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی ان کے دین ودنیا کوتباہ کردینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے, اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اوراس کے اثرات سے متاثر ہونے کا مظنہ غالب ہے, چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت حذیفہؓ وطلحہؓ وکعب بن مالکؓ نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ خفا ہوگئے , خفگی کی وجہ ابن ہمامؒ بیان کرتے لکھتے ہیں:" **وانما کان غضبہ لخلطۃ الکافرۃ بالمومن وخوف الفتنۃ علی الولد، لأنہ فی صغرہ ألزم لأمہ**"(فتح القدیر، کتاب النکاح/۳۸۳)، نیز تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے نکاح میں آکر اکثر نقصان ہی پہنچایا ہے, لہذا سلامتی اسی میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے, اس کا بھی خیال رکھا جائے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال میں جائز نہیں , خواہ کفر کی کوئی قسم ہو, کتابی ہو یا غیر کتابی (فتاوی محمودیۃ ،مولانا مفتی محمود الحسن صاحبؒ ،مفتی اعظم دار العلوم دیوبند ۱۱/۴۵۱-۴۵۲)۔

۲۔فتاوی رحیمیہ:

عورت عیسائی ہو یا یہودی, اپنے مذہب کے اصول اور پیغمبر اور کتب سماویہ کو مانتی ہو, محض برائے نام کتابیہ اور درحقیقت لامذہب دہریہ اور سائنس پرست نہ ہو تو اس کے ساتھ نکاح جائز ہے, لیکن فی زماننا شرعی مصلحت کی بناپر شادی کرنے اور خلط ملط رکھنے کی اجازت نہیں, بالخصوص دارالحرب اور کفرستان میں (تلخیص فتاوی رحیمیہ/ص ۲۱۶)۔

۳۔فتاوی برکاتیہ:

مسلمان مرد کا نکاح عیسائی عورت سے جائز ہے وہ مشرک تو ہے لیکن مشرک ہونے کے باوجود شریعت نے اجازت دی ہے, اولاد باپ کے تابع ہو کر مسلمان ہوگی, اگر اس کے برخلاف ہونے کا اندیشہ ہو تو شادی سے اجتناب کریں, کتابیہ عورت سے یوں بھی بغیر مجبوری کے نہیں کرنا چاہئے ۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس نکاح پر پابندی لگادی تھی, تصدیق۔حضرت العلام حافظ محمد گوندلویؒ (فتاوی اہل حدیث خورد المعروف بہ فتاوی برکاتیہ, شیخ الکل فی الکل حضرت علامہ ابوالبرکات احمدؒ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ ص۲۱۱)۔

۴۔فتاوی شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالواجد عمری رحمانی (سابق ناظم ومفتی جامعہ دارالسلام،عمرآباد):

جواب: حامداومصلیا اًمابعد: علمائے دین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ موجودہ دور کے اہل کتاب کیا وہی اہل کتاب ہیں جو نبی ﷺ کے دور میں تھے یا ان کا حکم کفار ومشرکین کا ہے۔ ولو بالفرض مان بھی لیا جائے کہ موجودہ دور کے اہل کتاب کا وہی حکم ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے جب بھی یہ باتیں قابل غور ہیں۔جس دور میں اس کی اجازت نازل ہوئی تھی حکومت واقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھا اور بچہ باپ کے مذہب کا پابند ہوتا تھا لیکن موجودہ دور میں اس کی کوئی صورت نہیں۔دوسری بات اگر مسلمان مرد اہل کتاب عورت سے شادی کریں جبکہ خود مسلمان عورتیں بھی موجود ہیں جن سے نکاح کیا جاسکتا ہے تو پھر اس صورت میں مسلمان عورتوں کا کیا ہوگا اور کسی مسلمان باپ کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے اپنے بچے کو کسی مذہب کا پابند بنائے اگر مذکورہ بالا باتوں کا خوف نہ ہو تو اہل کتاب عورتوں سے شادی کی جاسکتی ہے (فتاوی شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالواجد عمری رحمانیؒ)۔

۵۔نصرانی عورت سے شادی کے بعد اسے قبول اسلام پر مجبور کرنا صحیح ہے؟

جواب۔ جب آپ نصرانی عورت سے شادی کرلیں تو پھر اسے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:"لا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىَ لاَ انفِصَامَ لَهَا وَاللّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ"(سورۃ البقرۃ/۲۵۶)(دین (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے اُس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ (سب کچھ) سنتا اور جانتا ہے)۔

معلوم ہوا کہ شادی کے بعد آپ کا اسے قبول اسلام پر مجبور کرنا درست نہیں, البتہ شادی سے پہلے ہماری آپ کو نصیحت ہے کہ آپ اس سے شادی نہ کریں, اسے چھوڑ دیں اور اللہ تعالی سے دعا مانگیں کہ وہ آپ کے دل کو اس سے بہتر اور اچھی عورت کی طرف مائل کردے, جب اسے اللہ کے لئے ترک کیا جائے گا تو پھر اللہ ضرور اس کا نعم البدل بھی عطا فرمائیں گے, کیونکہ حدیث میں موجود ہے کہ جو بھی کسی چیز کو اللہ کے لئے ترک کرتا ہے تو اللہ اسے اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے (واللہ أعلم۔شیخ محمد المنجد)(فتاوی نکاح وطلاق, ترتیب وتخریج حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ ص۱۱۷)۔

۶۔کیا نصرانی عورت کسی مسلمان سے شادی کرسکتی ہے؟

جواب۔اگر نکاح میں مندرجہ ذیل تین اشیاء پائی گئی ہیں تو نکاح صحیح ہے۔

۱۔ولی یعنی والد یا اس کے نائب وقائم مقام کی طرف سے شادی کی اجازت ہو۔

۲۔خاوند کی طرف سے قبول کرنا،یعنی وہ کہے کہ میں نے اسے قبول کیا۔
۳۔نکاح دو مسلمان گواہوں کی موجودگی میں ہوا ہو۔
اس طرح نکاح صحیح ہوگا اور اگر شروط نکاح میں سے کوئی ایک شرط بھی ناقص ہوئی تو نکاح صحیح نہیں اور آپ کو دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔
الشیخ محمد المنجد (فتاوی نکاح وطلاق,ترتیب وتخریج حافظ عمران ایوب لاہوری حفظہ اللہ ص ۱۱۹)۔

مفسرین عظام کی رائے:

موجودہ دور میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کے سلسلہ میں مفسرین عظام کی رائے بھی یہی معلوم ہوتی ہے کہ ان سے نکاح کرنا اگر چہ جائز ہے،مگر شریعت کے اصول اور حکمتوں کی روشنی میں مسلم عورتوں کو ترجیح دینا ہی قابل قبول عمل اور وقت کی اہم مصلحت ہے,یعنی جلب مصلحت مقدم ہے,ذیل میں بعض مؤقر مفسرین کی تفاسیر سے اقتباسات نقل کئے جاتے ہیں:

ا۔تفسیر ابن کثیر:

سورہ مائدہ کی آیت کریمہ میں کتابیہ سے نکاح کے سلسلہ میں ابن کثیرؒ نے المحصنات سے مراد عفیفات کے معنی کو ترجیح دیتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے اصحاب نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کیا جیسے حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے ایک نصرانیہ سے اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے ایک یہودیہ سے نکاح کیا،ابوجعفر بن جریرؒ نے کتابیات سے نکاح کے مباح ہونے پر اجماع نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے محض اس وجہ سے کتابیہ سے مسلمانوں کے نکاح کو ناپسند فرمایا کہ کہیں وہ لوگ مسلم عورتوں سے بے رغبت نہ ہوجائیں (تفسیر ابن کثیر،۱/ ۵۸۳)۔

۲۔معارف القرآن:

جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک اگر چہ از روئے کتاب وسنت اہل کتاب کی عورتوں سے فی نفسہ نکاح حلال ہے،لیکن ان سے نکاح کرنے پر جو دوسرے مفاسد اور خرابیاں اپنے لئے ،اپنی اولاد کے لئے ، بلکہ پوری امت اسلامیہ کے لئے از روئے تجربہ لازمی طور پر پیدا ہوں گی،ان کی بناء پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو وہ بھی مکروہ سمجھتے ہیں،بصاصؒ نے شفیق بن سلمہ کی روایت نقل کی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کیا،حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دیدو۔
انہوں نے جواب میں لکھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے؟ پھر حضرت عمرؓ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں حرام نہیں کہتا،لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت و پاکدامنی نہیں ہے،اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحش وبدکاری داخل نہ ہوجائے ،اس واقعہ کو محمد بن حسنؒ نے کتاب الآثار کے ص ۱۶۵ میں بروایت امام ابوحنیفہؒ کے نقل کیا ہے،اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ فقہاء حنفیہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ اس نکاح کو حرام تو نہیں کہتے ,لیکن دوسرے مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہیں (معارف القرآن،مولانا مفتی محمد شفیعؒ ۳/ ۱۶۵) ۔

۳۔تدبر قرآن:

(جس طرح تمہارے لئے شریف اور پاکدامن مسلمان عورتوں سے نکاح جائز ہے اسی طرح شریف اور پاکدامن کتابیات سے بھی نکاح جائز ہے,یہاں لفظ محصنات استعمال ہوا ہے یہاں قرینہ اس سے مراد باعزت شریف اور اچھے اخلاق کی عورتیں ہیں یعنی یہ اجازت مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ یہ عورتیں بدچلن,پیشہ ور،آوارہ نہ ہوں,جس طرح تمہارے لئے ان کے دسترخوان کی صرف طیبات جائز ہیں اسی طرح

D24

ان کی عورتوں میں سے صرف محصنات جائز ہیں)۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ یہ اجازت صرف ایک اجازت ہے، یہ کوئی مستحسن چیز نہیں ہے، اگر ماحول اسلامی تہذیب ومعاشرت کا ہواور آدمی کسی نیک چال چلن کی کتابیہ سے نکاح کرلےتواس میں مضائقہ نہیں لیکن کافرانہ ماحول میں جہاں کفراور اہل کفر کا غلبہ ہواس قسم کا نکاح چاہے اس آیت کے الفاظ کے خلاف نہ ہو،لیکن اس کے فحوی، اور اس کی روح اور اس کے موقع ومحل کے خلاف ضرور ہے(تدبر قرآن، مولانا امین اصلاحیؒ ۲/ ۲۶۵-۲۶۶)۔

۴۔تفہیم القرآن:

اس سے مراد یہود ونصاری ہیں، نکاح کی اجازت صرف انہی کی عورتوں سے دی گئی ہےاوراس کے ساتھ شرط یہ لگادی گئی ہے کہ وہ محصنات (محفوظ عورتیں) ہوں، اس حکم کی تفصیلات میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے، ابن عباسؓ کا خیال ہے کہ یہاں اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اسلامی حکومت کے رعایا ہوں، رہے دارالحرب اور دارالکفر کے یہود ونصاری تو ان کی عورتوں سے نکاح کرنا درست نہیں، حنفیہ اس سے تھوڑا اختلاف کرتے ہیں، ان کے نزدیک بیرونی ممالک کے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام تونہیں ہے مگر مکروہ ضرور ہے(تفہیم القرآن، مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ۔ ۱/ ۴۴۷)۔

۵۔احسن البیان:

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت کے ساتھ ایک تو پاکدامنی کی قید ہے جو آجکل اکثر اہل کتاب کی عورتوں میں مفقود ہے، دوسرے اس کے بعد فرمایا گیا کہ جو ایمان کے کے ساتھ کفر کرے اس کے عمل برباد ہوگئے، اس سے یہ تنبیہ مقصود ہے کہ اگر ایسی عورت سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع کا اندیشہ ہوتو بہت ہی خسارہ کا سودا ہوگا اور آج کل اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح میں ایمان کو جو شدید خطرات لاحق ہوتے ہیں، محتاج وضاحت نہیں، درآں حالیکہ ایمان کو بچانا فرض ہے، ایک جائز کام کے لئے فرض کو خطرے میں نہیں ڈالا جاسکتا، اس لئے اس کا جواز بھی اس وقت تک ناقابل عمل رہے گا جب تک مذکورہ دونوں چیزیں مفقود نہ ہوجائیں، علاوہ ازیں آج کل کے اہل کتاب ویسے بھی اپنے دین سے بالکل ہی بیگانہ بلکہ بیزار اور باغی ہیں، اس حالت میں کیا وہ واقعی اہل کتاب میں شمار بھی ہوسکتے ہیں؟(تفسیر احسن البیان، مولانا صلاح الدین یوسف صاحب، ص ۲۸۶)۔

۶۔تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن:

ابن جریرؒ نے علمائے سلف کی ایک جماعت کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ہر پاکدامن کتابیہ ہے، چاہے وہ آزاد ہو یا لونڈی، بعض لوگوں نے محصنات سے مراد آزاد کتابیہ عورتیں لی ہیں، ان کے نزدیک کتابیہ لونڈی سے شادی کرنی جائز نہیں ہے۔

امام بیہقیؒ، عبدالرزاقؒ اور ابن جریرؒ وغیرہم نے حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مسلمان نصرانی عورت سے شادی کرے گا، لیکن نصرانی مرد کسی مسلمان عورت سے شادی نہیں کرے گا، بہت سارے صحابہ کرامؓ نے نصرانی عورتوں سے شادی کی تھی، اوران پر کسی نے نکیر نہیں کی، حضرت عثمانؓ نے نائلہ سے شادی کی تھی جو نصرانیہ تھی، طلحہ بن عبید اللہؓ نے ایک یہودیہ سے شادی کی تھی وابن عمرؓ نے اسے مکروہ جانا اور کہا کہ اس سے بڑھ کر شرک کیا ہوسکتا ہے کہ کوئی عیسی کو اپنا رب سمجھے(تیسیر الرحمٰن لبیان القرآن، محمد لقمان سلفی، ص ۳۲۹)۔

ارباب علم ودانش کی رائے:

مذکورہ مسئلہ میں مؤقر علماء کی رائے پیش خدمت ہے تاکہ مسئلہ کی نوعیت کی وضاحت ہوجائے، اور صحیح نقطہ نظر سامنے آئے اور فیصلہ

کرنے میں دقت نہ پیش آئے, اللہ سے امید ہے کہ اس مسئلہ میں صحیح رہنمائی فرمائے گا۔

۱-امام مالکؒ کی رائے:

امام مالکؒ نے کتابیہ سے نکاح کو ناپسند فرمایا اس لئے کہ وہ شراب اور سور کو بطور غذا استعمال کرتی ہے اور اپنے بچوں کو بھی یہی ممنوع چیزیں کھلائے اور پلائے گی, اس کا شوہر اس سے بوس وکنار کرے گا اور اس سے جماع بھی کرے گا, شوہر کو ان ممنوعات سے روکنے کا حق نہ ہوگا خواہ وہ اس شراب کی بدبو سے نقصان بھی اٹھائے, نیز ایک مسلمان اپنی کتابیہ بیوی کو چرچ/کنیسہ وغیرہ جانے سے روک نہیں سکتا, کبھی ایسا بھی ہوگا کہ اس کی وفات حالت حمل میں ہوگی پھر وہ کفار کے قبرستان میں دفنائی جائیگی, حالانکہ وہ دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگا (موسوعۃ فقہیۃ کویتیۃ ۳۵/۲۷/۲، حاشیۃ السوقی علی الشرح الکبیر ۲/۲۶۷)۔

۲-امام شوکانیؒ کی رائے:

واضح رہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کے لئے پاکدامنی کی قید لگائی گئی ہے یعنی اگر وہ پاکدامن نہیں تو نکاح جائز نہیں, علاوہ ازیں آیت کا آخری ٹکڑا بھی قابل غور ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ :"ومن یکفر بالإیمان فقد حبط عملهٗ" (مائدہ:۵) گویا یہاں پر تنبیہ مقصود ہے ان سے نکاح کرنے میں ایمان کے ضیاع کا اندیشہ نہ ہو, اگر ایسا ہے تو یہ بے حد خسارے کا سودا ہے, اس لئے کہ ایمان کا بچانا فرض ہے اور کتابیہ سے نکاح مباح ہے لہذا ایک مباح کام کے لئے ایک فرض کو خطرہ میں ڈالنا کہاں کی عقلمندی ہے (فقہ الحدیث للشوکانیؒ ۲/۱۷۰)۔

۳-شیخ ابن بازؒ کی رائے:

اہل کتاب سے نکاح کرنے کی بجائے پاکدامن مومن عورتوں سے نکاح کرنا بہتر اور افضل ہے جیسا کہ عمر بن خطابؓ اور آپ کے صاحب زادے عبداللہؓ اور سلف صالح کی ایک جماعت سے ثابت ہے کیونکہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے میں خصوصا غربت اسلام کے اس دور میں بے حد خطرات ہیں جس میں نیک اور دین میں سمجھ رکھنے والا آدمی بہت کم ہیں اور عورتوں کی طرف میلان رکھنے والوں اور ہر چیز میں ان کی سمع واطاعت بجالانے والوں کی کثرت ہے الا ماشاء اللہ لہذا اس میں یہ بھی خطرہ ہے کہ کتابیہ عورت اپنے مسلمان شوہر اور اسکی اولاد کو اپنے دین واخلاق ہی کی طرف نہ لے جائے (فتاوی ابن بازؒ ص ۱۹۵)۔

۴-مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

موجودہ زمانے میں جو عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں اور اہل کتاب کہلاتی ہیں ان کے اندر زنا, فحاشی اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے جس کو سن کر انسانیت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور جس نے گویا حیوانوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے دوسرے ان کی اکثریت الحاد, مذہب بیزاری, انکار آخرت وغیرہ کی شکار ہے ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعا حلال نہ ہوگا اور قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب شمار نہ ہوگا۔

غیر مسلم ملک میں بسنے والی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا بعض فقہاء کے نزدیک حرام اور احناف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی رائے میں اگر یہ سب باتیں نہ بھی پائی جائیں تو بھی اہل کتاب عورتوں سے نکاح کراہیت سے خالی نہ ہوگا (جدید فقہی مسائل ۱/۱۴۴)۔

۵-حضرت مولانا عبدالخالق صاحب کی رائے:

مشرق وسطی کے ممالک میں اہم عہدوں تک یہود ونصاری کی رسائی کے دو راستے ہیں, ایک تو یہ ہے کہ اسلام میں یہود ونصاری کی

عورتوں سے مناکحت جائز ہے, وہ اس کا فائدہ اٹھا کر اس سلسلے کو جاری کئے ہوئے ہیں, ان سے نکاح اکثر وہی طبقہ کرتا ہے جو مذہبی کم سیکولر اور لبرل زیادہ ہوتا ہے, اب ان سے جو بچے پیدا ہوتے ہیں ان کی پرورش مائیں اپنے مذہب پر کرتی ہیں, انہیں اپنی مذہبیات ہی سکھاتی ہیں, بلکہ ان میں انتہا پسندی کے بیج بودیتی ہیں, دوسرا راستہ یہ ہے کہ ان ممالک میں جو فوجی انقلاب آئے وہ استعماری طاقتوں کی مدد سے آئے, فوجی سربراہوں نے اپنی فوج, پولیس اور انٹلی جنس منظّم کرنے کے لئے انھیں طاقتوں سے مدد بھی مانگی اس راستے سے ان کے ایجنٹ اہم عہدوں تک پہنچ گئے (جامعہ الباقیات الصالحات ویلور کا علمی, فکری, دعوتی واصلاحی وادبی مجلّہ۔ الباقیات ص ۳۵۶)۔

کتابیہ عورت سے نکاح اور موجودہ حالات:

علمائے دین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ موجودہ دور کے اہل کتاب کیا وہی اہل کتاب ہیں جو نبی کریم ﷺ کے دور میں تھے یا ان کا حکم عام کفار کا ہے؟ ولو بالفرض مان بھی لیا جائے کہ موجودہ دور کے اہل کتاب کا وہی حکم ہے جو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں تھے جب بھی یہ باتیں قابل غور ہیں۔ جس دور میں اس کی اجازت نازل ہوئی تھی حکومت واقتدار مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھا اور بچہ باپ کے مذہب کا پابند ہوتا تھا لیکن موجودہ دور میں اس کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اگر مسلمان مرد اہل کتاب عورتوں سے شادی کریں جبکہ خود مسلمان عورتیں موجود ہیں جن سے نکاح کیا جاسکتا ہے تو مسلمان عورتوں کا کیا ہوگا؟ خواہ وہ یورپی ممالک میں ہی کیوں نہ ہو, اور کسی مسلمان باپ کے لیے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنے اختیار سے اپنے بچے کو کسی اور مذہب کا پابند بنائے، اس لئے کہ بچے ماں سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، اسی سے متاثر ہوتے ہیں، موجودہ دور میں بہت ساری کتابیہ عورتیں اپنے مذہب کی خاطر بڑی سے بڑی تن من دھن کی قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار رہتی ہیں، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرتی ہیں، ایمان واسلام خطرے میں پڑنے کے اندیشے ہوں تو محض ایک جائز چیز کو اپنا کر خطرات مول لینا کہاں کی عقلمندی ہے؟ صاحب عزیمت کا مقصد نیک ہو کہ کتابیہ کو اسلام کی دعوت دینا اور اسے مسلمان بنانا ہو تو از روئے شرع قابل تعریف ہے، مذکورہ نکاح دعوتی مقاصد کے تحت ہو تو اس کے جواز میں دورائے نہیں ہوسکتی (فتاوی اسلامیۃ ۳/ ۱۷۲)۔

حضرت عمر فاروقؓ کی فراست ہی تو تھی کہ جب انہیں حضرت حذیفہؓ کے کتابیہ عورت سے مدائن میں نکاح کی اطلاع ملی تو فوراً طلاق دینے کا حکم صادر فرمایا, تو حضرت حذیفہؓ نے جواب میں خط لکھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے؟ پھر جواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے تحریر فرمایا کہ میں حرام نہیں کہتا لیکن ان کی عورتوں میں عفت وعصمت کا لحاظ نہیں ہوتا، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحش وبدکاری داخل نہ ہو (الآثار لمحمد بن حسن, ص ۱۵۶ بحوالہ معارف القرآن ۳/ ۶۳)۔

نیز اسی طرح کا واقعہ حضرت طلحہ اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی پیش آیا, حضرت عمرؓ نے انہیں بھی کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کی وجہ سے سرزنش کی اور طلاق دینے کا حکم دیا (معارف القرآن, ۳/ ۶۳)۔

حضرت عمر فاروقؓ کا دور خیر القرون کا تھا حالات قابل اطمینان تھے، یہ احتمال نہ تھا کہ کتابیہ عورت کسی مسلم گھرانے میں داخل ہو کر ملت اسلامیہ کے خلاف سازش کر سکے گی، اس کے باوجود عصمت وعفت کا معاملہ اہم تھا اسلامی تہذیب کی حفاظت اہم تھی، بدکاری کا راستہ مسدود کرنا اہم تھا، نیز مسلمانوں کو ان کے حسن وجمال سے فریفتہ ہونے سے بچانا مقصود بھی تھا، فاروقی نظروں میں فراست ہی تو تھی جس نے حضرت صحابہ کرام کو کتابیہ سے نکاح کی وجہ سے طلاق دینے کا حکم جاری ہوا، کہیں مسلمان دہریے اور بے دین نہ ہو جائیں, محض ایک جائز چیز کو قبول کر کے مسلمان اپنے اصل پونجی (ایمان کی دولت) کو نہ کھودیں، ملت کو تباہی کے دھانے پر نہ کھڑا کر دیں؟ جواز کا مطلب یہ تو نہیں کہ مسلمان

اپنی نسل کو دین سے دور کردیں؟اس لئے کہ بچے عام طور پر اپنی ماں کے آغوش میں ہی تربیت پاتے ہیں، بچوں کا سنورنا اور بگڑنا ماں کے رحم وکرم پر موقوف ہے، اسی لئے عربی شاعر نے کیا ہی خوب کہا، ''**الأم مدرسة إذا اعددتها أعددت شعب طيب الأعراق** ''یعنی ایک صالح ماں کی تعلیم سے ایک مدرسہ کی تعلیم اوراس کی بنیاد پڑ جاتی ہے، جس کے پیچھے نسلوں کی تعلیم وتعلم مضمر ہے، مگر یہی عورت صالح نہ ہو، پاکباز نہ ہو، پاکدامن نہ ہو، بدخواہ ہو، بدچلن ہو تو اس گھر کا حال کیا ہوگا؟

شریعت نے نکاح کے لئے خصوصی طور پر معیار انتخاب مقرر فرمادئے ہیں تاکہ مسلمان کی دینی اور دنیوی زندگی پرسکون ہو, میاں بیوی کا انتخاب تقوی طہارت، دینداری اور اخلاق وکردار پر ہونا چاہیے جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے،عورت سے نکاح چار اسباب کی بنیاد پر کیا جاتا ہے(۱)مال کی وجہ سے(۲) خاندان کی وجہ سے(۳)حسن وجمال کی وجہ سے(۴)دین کی بناء پر، پس تم دین دار عورت کا انتخاب کرلو تاکہ تمہارا بھلا ہو(بخاری،مسلم)۔

مال ومتاع،حسن وجمال اور خاندان کا اثر ورسوخ وغیرہ عارضی چیزیں ہیں مگر دین ہر اعتبار سے فلاح دارین کا ذریعہ ہے۔دیندار خاتون کے ذریعہ ایک خاندان اور نسل کی اصلاح مقصود شرعی ہے سچ فرمایا آپ ﷺ نے تمام دنیا سامان زندگی ہے اور دنیا کی بہترین متاع (سامان) نیک بیوی ہے(مسلم)مذکورہ بالا حدیثوں میں رفیقہ حیات کے انتخاب میں دینداری کو ترجیح دینے کے احکامات دئے گئے ہیں, کتابیہ سے نکاح کی صورت میں مذکورہ تعلیمات کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے ورنہ فلاح دارین مفقود ہوسکتا ہے۔

فضیلۃ الشیخ محمد علی صابونیؒ نے کیا خوب فرمایا کہ ''**رحم الله عمرؓ فقد كان ينظر إلى مصالح المسلمين ويسوسهم بالنظر والمصلحة وما أحوجنا الى مثل هذه السياسة الحكمية**''(روائع البیان،۱/۲۸۹)(یعنی اللہ رحم فرمائے حضرت عمرؓ پر۔ وہ بڑی دور اندیشی کے ساتھ مسلمانوں کی مصلحتوں کو مقدم رکھتے تھے اور اسی کے مطابق شرعی سیاست کرتے تھے,اس طرح کی سیاست کے ہم کیا ہی محتاج ہیں؟

الغرض مذکورہ بالا خطرات کا اندیشہ نہ ہو تو کتابیہ عورت سے شادی کی جاسکتی ہے,اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے بلکہ منصوص حکم ہے کہ کتابیہ سے نکاح جائز ہے مگر موجودہ صورت حال کسی ہوش مند انسان سے مخفی نہیں ہے،یعنی اہل کتاب نہ اپنی آسمانی کتابوں پر کما حقہ ایمان رکھتے ہیں اور نہ اپنے رسولوں پر ان کا ایمان کامل ہے، سچ تو یہ ہے کہ موجودہ اہل کتاب لادین ولا مذہب ہیں،ایسی صورت حال میں ایک جائز مسئلہ کی خاطر اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا، اپنی نسلوں کو لادین بنانا، کفر کے قریب پہنچانا اور شرعی اصولوں سے بے پرواہ ہونا از روئے شرع متین کراہت سے خالی نہیں ہے، نیز ناقابل اعتبار عورتوں سے نکاح کا رشتہ جوڑنا دین ودنیا کی سعادت سے محروم ہونے کے مترادف ہے،اہل کتاب کی ایک بڑی تعداد محرف دین پر عمل پیرا ہے, بلکہ ایک بڑا طبقہ اپنے دین کو بطور تہذیب/کلچر اور شناخت کے اپنائے ہوئے ہے تو ایسی صورت میں پاکدامن مسلمان عورتوں کو ترجیح دینا ہی فلاح دارین کے لئے ضامن ہے,اسی میں اپنے ایمان کی سلامتی مضمر ہے, ممکن ہے بعض مسلمان کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد وہ ان پر حاوی ہو,اور مؤثر ہوں,اسلام کی طرف انہیں راغب کرسکیں,اسی نیت سے شادی کرتے ہوں, جزاہم اللہ خیرا,اور یہ شادی ان کے حق میں خیر کا باعث ہو, لیکن اکثریت کا حال اس کے برعکس ہے لہذا جو حضرات قوی ایمان کے حامل ہوں ان کے حق میں آج کے دور میں کتابیہ سے نکاح جائز ہے, البتہ جو لوگ ایمانی اعتبار سے کمزور ہوں, ماحول دینی نہ ہو, دیندار گھرانہ میسر نہ ہو تو ایسی صورت میں اپنے آپ کو اس ارادہ سے دور رکھنا ہی بہتر اور ایمان کی سلامتی ہے,اور ایسے لوگوں کے حق میں کتابیہ سے نکاح کراہت سے خالی نہیں ہے۔

موجودہ دور کے اہل کتاب کا حکم اور فرق باطلہ

مولانا محمد شکیل سعادتی اسلام پوری☆

موجودہ دور کے یہود ونصاری کا حکم:

موجودہ دور کے یہود ونصاری کی بابت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ آج کل کے عیسائی عامۃً مذہب کے منکر ہیں کسی کتاب اور دین کے قائل نہیں نہ انکے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے، لہٰذا اسکا حکم اہل کتاب کا نہیں ہوگا اور وہ لوگ جو انجیل مقدس کو مانتے ہیں تو اسمیں ہمیشہ تغیر اور ترمیم کر کے پرانے احکام کو خارج اور نئے احکام کو جو زمانہ کی رفتار کے مطابق ہوں داخل کرتے رہتے ہیں جس پر نئی طبع ہونے والی انجیل پرانی انجیل کے لئے ناسخ بنتی رہتی ہے پس اگر چہ انکا دین کوئی آسمانی دین نہیں نہ انکی کتاب آسمانی کتاب رہی، تاہم انکا حکم اہل کتاب کا حکم ہوگا یہی حکم یہود کا ہے (فتاوی محمودیہ ص ۷۴-۷۵ ج ۲ میرٹھ)۔

اسی طرح مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ واقعۃً اہل کتاب ہوں بھی محض نام کے عیسائی یا یہودی نہ ہوں آج کل کے بہت سے یہود ونصاری محض نام کے یہودی عیسائی ہیں، ورنہ واقع کے اعتبار سے وہ واقعۃً قطعاً ملحد ہیں وہ نہ کسی کتاب کے قائل ہیں نہ کسی نبی کے نہ دین ومذہب کے اگر ایسی عیسائی عورت ہو جو صرف قومی طور پر عیسائی کہلاتی ہو واقعۃً ملحد اور لادین ہو اسکے ساتھ نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا اور ایسا جوڑا شرعی نقط نظر کے لحاظ سے بدکاری اور زناکاری کا مرتکب شمار ہوگا (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۱۵۹ ج ۶)۔

اس سلسلے میں غور طلب بات یہ ہے کہ اہل کتاب کو اہل کتاب کہنے کے لئے کیا یہ شرط ہے کہ وہ صحیح معنی میں اصلی تورات وانجیل پر عمل پیرا ہوں یا صرف تورات اور انجیل کا اتباع کرنے والے اور حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت مریم یا حضرت موسی علیہ السلام کو خدا کا شریک ٹھہرانے والا بھی اہل کتاب ہے۔

کتاب اللہ کی بے شمار تصریحات اور صحابہ کرام کے اثر سے ثابت ہے کہ اہل کتاب کے اہل کتاب ہونیکے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں اور اسکی اتباع کرنے کے دعویدار ہوں، خواہ وہ اسکی اتباع میں کتنی ہی گمراہیوں میں جا پڑے ہوں قرآن مقدس نے جنکو اہل کتاب کا خطاب دیا انہیں کے بارے میں یہ بھی فرمایا کہ وہ آسمانی کتابوں میں تحریف کرتے ہیں اللہ تعالی فرماتے ہیں "**یحرفون الکلم عن بعض مواضعه**" (نساء:۴۶)۔

اسی طرح یہ بھی فرمایا کہ نصاری حضرت عیسیؑ اور یہود حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دیتے ہیں ارشاد ہے: "**و قالت الیهود عزیر بن الله و قالت النصاری مسیح بن الله**" (توبہ:۳۰) اس کے باوجود قرآن مقدس نے ان کو اہل کتاب قرار دیا معلوم ہوا کہ یہود ونصاری

☆ خادم جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ ضلع بھروچ گجرات۔

جب تک یہودیت ونصرانیت کو بالکل ترک نہ کردیں وہ اہل کتاب سے خارج نہیں ہیں گرچہ کتنے ہی عقائد فاسدہ اوراعمال سیئہ کے شکار کیوں نہ ہوں (معارف القرآن ص۴۸ ج۳)۔

اسی طرح امام جصاص رازی نے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں آپکے کسی عامل یا گورنر نے خط لکھ کر یہ دریافت کیا کہ یہاں کچھ لوگ ہیں جوتورات پڑھتے ہیں ہفتہ کے دن کی تعظیم بھی یہود کی طرح کرتے ہیں، مگر قیامت پر انکا ایمان نہیں ہے، ایسے لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا وہ اہل کتاب ہی کا ایک فرقہ تصور کیا جائے۔

”عن غضيف بن الحارث أن عاملا لعمر بن الخطاب كتب اليه إن ناسا من السامرة يقرؤون التورات و يسبتون السبت ولا يؤمنون بالبعث فما ترى، فكتب إليه عمررضى الله عنه أنهم طائفة من أهل الكتاب“ (احکام القرآن للجصاص ص۳۲۱ ج۳)۔

حاصل کلام یہ ہے کہ لاکھ خرابیوں کے باوجود اگر یہود ونصاری کسی کتاب سماوی کو مانتے ہیں اور کسی نبی کا اقرار کرتے ہیں تو وہ اہل کتاب ہیں۔

نام نہاد یہود ونصاری کا حکم:

مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں آجکل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصاری کہلاتے ہیں، مگر درحقیقت وہ خدا کے منکر اور کسی بھی مذہب کے قائل نہیں نہ تورات وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں نہ حضرت موسی یا حضرت عیسی علیہما السلام کو اللہ تعالی کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے (معارف القرآن ص۴۸ ج۳- جواہر الفقہ ص۲۰۳ ج۶)۔

بنوتغلب کے نصاری جوعرب میں مقیم تھے انکے ذبیحہ کو ائمہ ثلاثہ نے حلال نہیں کہا، اسی طرح علامہ ابن الجوزی نے ایک روایت نقل کی جس میں آپ ﷺ نے نصاری عرب کے ذبیحہ کو کھانے سے منع فرمایا، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نصاری بنی تغلب کے ذبیحہ سے منع کرنا اسی بنیاد پر ہے کہ انہوں نے سوائے شراب نوشی کے اور مذہب نصرانیت میں سے اور کسی بھی چیز کو اختیار نہیں کیا۔

”وقالت الأئمة الثلاثة: لا يحل ذبيحة نصارى من العرب من بنى تغلب، قال ابن الجوزى روى أصحابنا حديث ابن عباس ان النبى ﷺ نهى عن ذبائح نصارى العرب و روى ابن الجوزى بسنده عن على رضى الله عنه قال: لا تأكلوا من ذبائح نصارى بنى تغلب، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية إلاشربهم الخمر“ (تفسیر مظہری ص۳۹ ج۳)۔

البتہ جمہورامت کے نزدیک نصاری بنوتغلب کا ذبیحہ حلال ہے، دیکھئے امام قرطبی فرماتے ہیں:

”أما ذبيحة نصارى بنى تغلب و ذبائح كل دخيل فى اليهودية والنصرانية فكان على رضى الله عنه ينهى عن ذبائح بنى تغلب، لأنهم عرب، و يقول إنهم لم يتمسكوا بشيئ من النصرانية إلا بشرب الخمر، و هو قول الشافعى، و على هذا فليس ينهى عن ذبائح النصارى المحققين منهم، و قال جمهور الأمة إن ذبيحة كل نصرانى حلال سواء كان من بنى تغلب أو غيرهم و كذالک اليهودى“ (الجامع لاحکام القرآن ص۷۸ ج۶)۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن نصرانیوں کے متعلق یقینی طور پر یہ بات معلوم ہوجائے کہ وہ خدا کے وجود کو نہیں مانتے یا حضرت موسی وعیسی علیہما السلام کو اللہ کا نبی نہیں مانتے وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں (جواہر الفقہ ص۲۰۴ ج۶)۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں ''اہلِ کتاب کسی قوم کا نام نہیں، بلکہ اس مذہب والوں کا لقب ہے جو کسی نبی مرسل کی تصدیق کرتے ہوں، کسی کتابِ منزل کا اقرار کرتے ہوں، کذا (فی الدر المختار کتاب النکاح) حضرت آگے تحریر فرماتے ہیں: آجکل جو اہل یورپ کے حالات مسموع ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثر ایسے ہیں جو محض قوم کے اعتبار سے عیسائی سمجھے جاتے ہیں، لیکن مذہب کے اعتبار سے وہ عیسائی بالکل نہیں بلکہ خود وہ لوگ نفسِ مذہب ہی کو بیکار بتاتے ہیں اور محض الحاد و دہریت کا خیال رکھتے ہیں جو کہ ان میں سائنس کے اشتغال اور انہماک سے یا ایسے لوگوں کی صحبت سے پیدا ہوگئے ہیں چنانچہ انکی تقریرات وتحریرات اس پر شاہد ہیں، پس ان لوگوں کا قوم عیسائی سے شمار کیا جانا یا اپنے آپکو مصلحت تمدنی عیسائی کہہ دینا کافی نہیں، جب عیسائی نہیں تو ایسے لوگوں کے احکام بھی مثل اہلِ کتاب کے نہ ہوں گے (امداد الفتاوی ص ۵۴۴ ج ۳ ص ۲۱۳ ج ۲)۔

مفسر قرآن حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں: مگر یہ یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاری عموماً برائے نام نصاری ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا (فوائد عثمانی سورۂ مائدہ ص ۱۴۲/۶)۔

فتاوی دار العلوم میں ہے آجکل جو لوگ نصاری کہلاتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں جو دہریے ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری میں نصاری کہلاتے ہیں، مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہوسکتے (فتاوی دار العلوم ص ۱۶۰ ج ۱-۲ بحوالہ فتاوی رحیمیہ ص ۷۰ ج ۵)۔

حضرت مفتی عبد الرحیم صاحبؒ حضرت علیؓ کا قول نصاری بنی تغلب کے بارے میں نقل کرتے ہوئے موجودہ زمانہ کے یہود و نصاری کے بارے میں لکھتے ہیں: ''حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ کے بنی تغلب کے نصاری کے حالات دیکھ کر ان کے ذبیحہ کو حرام فرمایا'' آجکل کے یہود و نصاری کے حالات تو ان سے کئی درجہ بدتر ہیں، پھر کس طرح انکا ذبیحہ حلال کہا جاسکتا ہے (فتاوی رحیمیہ ص ۷۱ ج ۵)۔

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے اہل کتاب میں سے ہونے کے لئے یہ کافی نہیں کہ اسکا نام نصاری کے نام کی طرح ہو اور نہ یہ کافی ہے کہ سرکاری مردم شماری کے وقت اسکا نام نصاری کی فہرست میں لکھا جاتا ہو، بلکہ یہ ضروری ہے کہ اسکے عقائد بھی اہل کتاب کے عقائد کی طرح ہوں، آج ہمارے دور میں خاص طور پر مغربی ممالک میں ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد نظر آتی ہے جنکے نام تو نصاری کے نام کی طرح ہوتے ہیں اور مردم شماری کے وقت انکا نام نصاری کی فہرست میں درج کر دیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ دہریے اور مادہ پرست ہوتے ہیں اس کائنات کے پیدا کرنے والے پر بھی انکا ایمان نہیں ہوتا دوسرے عقائد رکھنا تو دور کی بات ہے، بلکہ ایسے تمام مذاہب کا مذاق اڑاتے ہیں اس قسم کے لوگ نصاری میں سے نہیں ہیں لہذا انکو اہل کتاب میں سے خیال کرنا جائز نہیں انکا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے (فقہی مقالات ص ۲۴۲ ج ۴)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: دہریئے اور خدا کے منکرین جو صرف نام کے عیسائی اور یہودی کہلاتے ہوں انکا یہ حکم نہ ہوگا انکی اکثریت الحاد، مذہب بیزاری، انکار آخرت وغیرہ کی شکار ہے ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعاً حلال نہ ہوگا اور وہ قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب شمار نہ ہونگے (جدید فقہی مسائل ص ۲۸۳-۲۸۴ ج ۱)۔

اسلامک فقہ اکیڈمی کے جو فیصلے کئے گئے ان میں اس مسئلہ کے متعلق تجویز کی عبارت یہ ہے'' آج کے زمانہ میں جو لوگ اپنے آپکو عیسائی یا یہودی کہتے ہیں انہیں کتابی تصور کیا جائیگا اور انکا ذبیحہ حلال ہوگا، الا یہ کہ انکا ملحد و منکر خدا ہونا یقینی طور پر معلوم ہوجائے. (نئے مسائل اور اسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص ۲۲۸)۔

ان تمام تصریحات سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ موجودہ دور میں یورپی ممالک کے نصاری و یہود سوال میں درج کردہ صفت پر ہیں، تو انکو کسی بھی حال میں اہل کتاب نہ کہا جائیگا جو صرف مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی ہے، ورنہ مذہب یہودیت و نصرانیت سے انکا دور کا بھی واسطہ نہیں۔

یہ تو موجودہ دور کے یہود و نصاری کے باب میں یہ حکم ہے کہ انکو اہل کتاب نہ کہا جائے، ورنہ حضرت علیؓ تو اپنے زمانہ کے نصاری بنو تغلب کے سلسلے میں مقاتلہ کا ارادہ رکھتے تھے صرف اس بنیاد پر کہ وہ حقیقی معنی میں نصرانی نہیں تھے اور انہوں نے نقض عہد کیا تھا علامہ ابن القیمؒ نے ''ابوداؤد شریف'' سے حضرت علیؓ کی روایت نقل کی ہے:

''ففی سنن أبی داؤد من حدیث ابراهیم بن مهاجر عن زیاد بن حدیر قال: قال علی ؓ: لئن بقیت النصاری بنی تغلب لأقتلن المقاتلة ولأ سبین الذریة، فإنی کتبت الکتاب بینهم و بین النبی ﷺ ألا ینصّروا أبنائهم ''(احکام اہل الذمۃ ص۲۷ ج۱)۔

''قال مغیرةؓ: فحدثت إن علیاً ؓ قال: لئن تفرغت لبنی تغلب لیکونن لی فیهم رای لأقتلن مقاتلتهم ولأسبین ذراریهم فقد نقضوا العهد وبرئت منهم الذمة حین تنصروا أولادهم...''(احکام اہل الذمۃ ص۲۹ ج۱)۔

دیکھئے حضرت علیؓ نے بنو تغلب کے نقض عہد کی بنیاد پر ان سے قتال کا ارادہ فرمایا اور انکی لادینیت کی بنیاد پر انکے ذبیحہ کو حرام قرار دیا تو موجودہ دور کے یہود و نصاری لادینیت میں ان سے کئی درجہ بڑھے ہوئے ہیں انکو اہل کتاب کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔

بعثت نبوی اور نزول قرآن کے پیدا ہونے والے فرق باطلہ:

فرقہ بہائیہ اور بابیہ کی حقیقت:

فتاوی اسلامیہ میں فرقہ بہائیہ اور فرقہ بابیہ کے متعلق یہ لکھا ہے اسلامی فقہی کونسل نے فرقہ بہائیہ کا جائزہ لیا جو گزشتہ صدی کے نصف آخر میں بلاد فارس (ایران) میں ظاہر ہوا اور آج اسلامی و غیر اسلامی ملکوں میں اس سے وابستہ لوگ پھیلے ہوئے ہیں

اس کے بارے میں علماء اور مصنفین اور اس فرقہ کی حقیقت سے آگاہ لوگوں نے جو اسکی نشات ''دعوت'' کتابوں اور اس فرقہ کے بانی مرزا حسین مازندرانی جو ۲۰ محرم الحرام ۱۲۳۳ھ، بمطابق ۱۲ر نومبر ۱۸۱۷ء کو پیدا ہوا اسکے پیروکاروں کے کردار و اخلاق، اس کے خلیفہ ولی عہد عباس آفندی مسمّی عبدالبہاء اور اس فرقہ کی دینی تنظیموں کے بارے میں جو لکھا ہے اسکا جائزہ لیا ہے۔

بہت سے قابل اعتماد مصادر و ماخذ کے مطالعہ کے بعد'' جن میں سے کچھ کتابیں'' خود بہائی مصنفین کے قلم سے ہیں کونسل اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ بہائیت ایک نیا ایجاد کردہ دین ہے جو بابیت کی بنیاد پر قائم ہوا ہے اور خود بابیت بھی ایک نیا ایجاد کردہ دین ہے جسے 'علی محمد' '' جو ۱ر محرم الحرام ۱۲۳۵ھ، بمطابق ۱۷ر اکتوبر ۱۸۱۹ء کو شیراز میں پیدا ہوا' نے ایجاد کیا تھا ابتداء میں یہ شخص صوفی اور فلسفی تھا اور طریقہ شیخیہ سے وابستہ تھا جس کا بانی اس کا گمراہ شیخ کاظم رشتی خلیفہ تھا جو کہ احمد زین الدین احسائی کے نام سے مشہور تھا طریقہ شیخیہ کے اس گمراہ بانی کا خیال یہ تھا کہ اسکا جسم ملائکہ کی طرح نورانی ہے اس طرح اور بھی بہت سے باطل ہفوات و خرافات کو اس شخص نے اختیار کر رکھا تھا۔

علی محمد بانی بابیہ پہلے اپنے شیخ کے ان اقوال کا قائل تھا، لیکن پھر یہ اس سے الگ ہو گیا اور پھر کچھ عرصہ بعد ایک نئے روپ میں ظاہر ہوا اور دعوی کرنے لگا کہ میں وہ علی بن ابی طالب ہوں جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''أنا مدینة العلم و علی بابها'' (جامع الترمذی کتاب المناقب باب انا دار الحکمۃ وعلی بابہا)۔

اس طرح علی محمد نے اپنے آپ کو باب کہلانا شروع کر دیا پھر اسکے بعد اس نے یہ دعوی کیا کہ وہ مہدی منتظر کیلئے باب ہے اور پھر ایک قدم اور آگے بڑھکر مہدی ہونے کا دعوی کیا- پھر اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس نے الوہیت کا دعوی کرتے ہوئے اپنے آپکو اعلی کہنا شروع کر دیا -جب مرزا حسین علی مازندرانی مسمی بالبہاء نے اپنی دعوت کو شروع کیا تو باب نے بھی اس دعوت کو قبول کر لیا -لیکن جب اس کے کفر وفتنہ کی وجہ سے باب قتل کر دیا گیا تو مرزا حسین علی نے اعلان کیا کہ باب نے اسکے حق میں یہ وصیت کی ہے کہ بابیوں کا سر براہ بھی یہی ہے، اس طرح یہ از خود بابیوں کا بھی سر براہ بن گیا اور اسنے اپنے آپ کو بہاء الدین کے نام سے موسوم کر لیا تھا۔

چند عقائد باطلہ:

گویا فرقہ بہائیہ اور فرقہ بابیہ دونوں کا سر براہ مرزا حسین علی مازندرانی ہی ہے، جس نے بہت سے موجب تکفیر باطل عقائد اختیار کر رکھے تھے۔

(۱) اسی مرزا حسین علی مازندرانی نے پھر ایک اور زقند لگائی اور یہ اعلان کیا کہ سابقہ تمام ادیان اسکے ظہور کے پیش خیمہ کے طور پر دنیا میں آئے تھے (۲) اور اسکے دین کے سواء تمام دین ناقص ہیں (۳) یہ خود اللہ تعالی کی صفات سے متصف ہے (۴) اللہ تعالی کے تمام افعال کا یہ سر چشمہ ہے (۵) اللہ تعالی کا اسم اعظم یہی ہے (۶) رب العالمین سے مراد بھی یہی ہی (۷) جس طرح اسلام کی آمد سے سابقہ تمام دین منسوخ ہوگئے، اسی طرح بہائیہ کی آمد سے اسلام منسوخ ہو گیا۔

باب اور اسکے پیروکاروں نے قرآن عظیم کی آیات میں جو تاویلیں کیں وہ حد درجہ عجیب وغریب اور انکی باطنیت کا مظہر تھیں یہ تاویلیں انہوں نے اسلئے کیں تا کہ قرآنی آیات کو اپنی خبیث دعوت کے لئے استعمال کر سکے (۸) اس نے یہ دعوی بھی کر دیا تھا کہ آسمانی شریعتوں کے بدل دینے کا اسکو اختیار حاصل ہے، پھر اس نے عبادتوں کی بھی نئی نئی صورتیں ایجاد کیں جنکے مطابق اسکے پیروکار عمل کرتے تھے۔

ثابت شدہ نصوص کی شہادت کی روشنی میں کونسل کے سامنے یہ واضح ہو گیا ہے کہ بہائیوں کا عقیدہ اسلام کے بالکل خلاف ہے، اس عقیدہ کا قیام انسانی بت پرستی کی بنیاد پر ہے کہ اس عقیدہ میں بہاء کی الوہیت کا دعوی بھی کیا گیا ہے اور یہ دعوی بھی کہ اسے اسلامی شریعت کے احکام بدلنے کا اختیار حاصل ہے۔

بہائیہ کے ان افکار وآراء کی بنیاد پر کونسل نے باتفاق رائے یہ قرار دیا کہ بہائیت اور بابیت دائرۂ اسلام سے خارج ہیں بلکہ اسلام کے خلاف اعلان جنگ ہیں ان کے پیروکار کھلم کھلا کافر ہیں ان کے میں شک کی قطعا کوئی گنجائش نہیں (فتاوی اسلامیہ ص ۲۳۱-۲۳۲ / ج ۱)۔

ان عقائد کو جان لینے کے بعد ان کے کفر میں کوئی شک باقی نہیں رہتا اور جن کفار کو اللہ تعالی نے اہل کتاب کے نام سے یاد کیا اس کے سواء کسی بھی طرح کے کافر کو اہل کتاب نہیں کہا جا سکتا، بلکہ وہ مشرک اور بت پرست کے حکم میں ہے اسکو کسی بھی حال میں اہل کتاب نہیں کہا جا سکتا، لہذا اس کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے جیسا کہ ''صاحب فتح القدیر'' فرماتے ہیں:

"ويدخل فى عبدة الأوثان عبده الشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنا دقة والباطنية والإباحية، وفى شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده؛ لأن اسم المشرك يتناولهم جميعا'' (فتح القدیر ص ۱۳۷ / ج ۳)۔

علامہ رستغانی نے تو معتزلہ کے ساتھ بھی نکاح کو جائز قرار نہیں دیا اسی طرح علامہ فضلی نے اس شخص کے ساتھ نکاح کی اجازت نہیں دی جو مؤمن ہونے کا دعوی کرتا ہے، مگر اپنے ایمان کو مشیت الہی پر معلق کرتا ہے:

"وقال الرستغاني: لاتجوز المناكحة بين أهل السنة والاعتزال والفضلي ولا من قال أنا مؤمن ان شاء الله تعالى لأنه كافر" (فتح القدیر ص ۱۳۷، ج ۳)۔

جب اس درجہ کی کوتاہی کی بنیاد پر کفر کا فتوی دیا گیا ہے تو پھر اتنے خراب عقائد جس میں الوہیت کا دعوی کیا جائے اس کے کفر میں کیا شک ہوسکتا ہے، لہذا یہ فرقہ نہ مسلمان ہے نہ اہل کتاب بلکہ مشرک اور کافر ہے۔

افرنگی نبی اور اس کے متبعین کی حقیقت:

اجماعی مسئلہ:

رسول اللہ ﷺ کا خاتم النبین ہونا اور آپ کے بعد کسی نبی کا دنیا میں مبعوث نہ ہونا آپ کا آخری پیغمبر ہونا اور ہر مدعی نبوت کا کاذب و کافر ہونا یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر صحابہ کرام کے زمانہ سے لیکر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع و اتفاق رہا ہے۔

دلائل ختم نبوت آیات قرآنی سے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النببین ہونے کے لئے بطور دلیل کے صرف یہی آیت کافی تھی:

(۱) "ما كان محمد أبا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبين" (احزاب/۴۰)۔

لیکن اس کے سواء درجنوں آیات اور احادیث میں آپ ﷺ نے خاتم النبین ہونے اور آپ کے بعد کسی بھی نبوت کے باقی نہ ہونے پر واضح طور پر دال ہیں جن میں سے بطور نمونہ چند ذکر کرتا ہوں:

(۲) "وإذ أخذالله ميثاق النبين لما آتيتكم من كتاب وحكمة ثم جاء كم رسول مصدق لما معكم لتؤمنن به ولتنصرنه" (آل عمران: ۸۲)۔

مذکورہ آیت پاک میں اللہ تعالی نے تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ عہد لیا کہ میں تم کو کتاب وحکمت عطاء کرتا ہوں، پھر تمہارے پاس ایک رسول آئیں گے جو تمہاری کتاب کی تصدیق کریں گے بس تم اس پر ضرور ایمان لانا اور انکی ضرور مدد کرنا یہ تفسیر حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ سے ان الفاظ میں منقول ہے:

"ما بعث الله نبيامن الأنبياء إلا أخذ عليه الميثاق لئن بعث محمد ﷺ وهو حي ليؤ منن به ولينصرنه" (شرح مواہب للزرقانی ص ۱۶۳، ج ۲)۔

حضرت مفتی شفیع صاحبؒ آیت پاک سے ختم نبوت کو ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس جگہ ہمارا مطمح نظر: "ثم جاء كم رسول" کے الفاظ ہیں جس میں نبی کریم ﷺ کے تمام انبیاء کے بعد آنے کو "ثم" سے تعبیر کیا گیا جو لغت عرب میں تراخی کے لئے آتا ہے جب کہا جاتا ہے "جائنی القوم ثم عمر"، تو لغت میں اس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ پہلے قوم آگئی پھر کچھ مہلت کے بعد آخر میں عمر آیا۔

لہٰذا اب "النبین" کے بعد "ثم جاء كم" کے معنی ہوئے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام آگئے پھر سب سے اخیر میں آپ ﷺ تشریف لائیں گے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ جب "اخذ میثاق" میں کوئی نبی اور رسول مستثنی نہیں تو پھر آپ ﷺ کا سب سے اخیر میں آنا متعین ہو گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی پیدا نہیں ہوگا تشریعی وغیر تشریعی ظلی و بروزی میں سے خود ساختہ قسموں میں سے کوئی بھی قسم اب باقی نہیں ہے۔

(۳) ''قل یا ایها الناس إنی رسول الله إلیکم جمیعا الذی له ملک السموت والأرض''(انعام:۱۵۸)۔
آپ فرما دیجئے کہ اے لوگوں میں تمہارے تمام لوگوں کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں جس کے لئے آسمان وزمین کی سلطنت ہے۔
(۴) ''تبارک الذی نزل الفرقان علی عبده لیکون للعلمین نذیرا''(فرقان:۱۸)۔
بابرکت ہے وہ ذات جس نے قرآن کو اپنے بندہ پر نازل کیا، تاکہ وہ تمام جہاں والوں کو خدا کے عذاب سے ڈرائے-
(۵)''وأرسلناک للناس رسولا''(نساء،پ۵)۔
(یعنی ہم نے آپ کو اے محمد ﷺ تمام انسانوں کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے)۔
(۶) ''إن هو إلاذکر للعلمین''(ص:۸۷)۔
یہ قرآن تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت نامہ ہے، آیات مذکزرہ سے واضح ہوا کہ آں حضرت ﷺ تمام انسانوں کی طرف رسول ہوکر تشریف لائے ہیں جس میں عرب وعجم شرق وغرب کے انسان داخل ہیں خواہ آپ ﷺ کے زمانے میں موجود ہوں یا آپ ﷺ کے بعد قیامت تک پیدا ہوں-جیسا کہ خود آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:'' انا رسول من أدرکَ حیا ومن یولد بعدی''(رواہ ابن سعد عن ابی الحسن ص ۱۰۱،ج۲) میں ان لوگوں کا بھی رسول ہوں جن کو میں پاؤں اوران کے لئے بھی جو میرے بعد پیدا ہونگے-

دلائل ختم نبوت احادیث مبارکہ سے:

اسی طرح درجنوں احادیث آپ ﷺ کے خاتم النبین ہونے پر دال ہے معدود چند یہ ہیں:
(۱) ''إن مثلی ومثل الأنبیاء من قبلی کمثل رجل نبی بیتا فاحسنه وأجمله الاموضع لبنة من زاویة فجعل الناس یطوفون به ویعجبون له ویقولون هلا وضعت هذه اللبنة ، وأنا خاتم النبین، وفی بعض ألفاظه، فکنت أنا سددت موضع اللبنة وختم بی البنیان''(بخاری ص۵۰۱،ج۱-مسلم ص۲۴۸،ج۲)۔
مذکورہ حدیث پاک میں آپ ﷺ نے اپنے آپکو اس طرح حسین عمارت کی آخری اینٹ بتایا ابھی اگر کوئی نیا نبی وجود میں آتا ہے تو پھر اس مجمع الامراض مصدر الهفوات اینٹ کو کہاں لگایا جائیگا جب کہ یہ حسین عمارت نبوت آپ ﷺ کے ذریعہ پوری ہوگئی،حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔
(۲) مسلم شریف میں ایک روایت ہے:
''کانت بنو اسرائیل تسوسهم الأنبیاء کلما هلک نبی خلفه نبی و أنه لا نبی بعدی سیکون خلفاء فیکثرون''
(مسلم شریف حدیث نمبر ۱۸۴۲)۔
(بنی اسرائیل کی سیاست اورانتظام خود انبیاء کے ہاتھ میں تھا جب ایک نبی کی وفات ہوجاتی تو دوسرا نبی اسکا قائم مقام ہوجاتا تھا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں البتہ میرے خلیفہ ہونگے جو بہت ہونگے)۔
(۳) اسی طرح ابوہریرہؓ سے اور حضرت عائشہؓ اور اور حضرت ام کرز کعبیہؓ سے روایت مروی ہے :
''لا یبقی بعدی من النبوت شیء إلا المبشرات، قالوا: یا رسول الله! و ما المبشرات؟ قال: الرؤیا الصالحة یراها المسلم أو تری له''(مسند احمد ص ۳۸۱ج۶)-(مکتبه احیاء التراث العربی)۔
(۴) اسی طرح امام ترمذی نے روایت کی تخریج کی ہے:

"إن الرسالة والنبوة قدانقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی" (ترمذی)۔

ان آیات واحادیث سے آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ایسا عیاں ہے کہ اب اسکے انکار کی کوئی گنجائش نہیں اور یہ تو بطورِنمونہ مشت از خروارے کے طریق پر نصوص پیش کی ورنہ اسپر نصوص لاتعدولاتحصی ہیں جسا کہ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"والأیات فی هذا کثیرة، کما أن الأحادیث فی هذا أکثر من أن تحصر وهو معلوم فی دین الإسلام ضرورة، أنه علیه السلام رسول إلی الناس کلهم "(تفسیر ابن کثیر ص ۲۵۳ ر ج ۴)۔

منکر ختم نبوت کا حکم علماء اسلام کے نزدیک:

اتنے واضح دلائل کے بعد بھی اب کوئی ختم نبوت کا انکار کرے اور اپنے یا کسی اور کے نبی ہونے کا دعوی کرے وہ علماء امت کی نظر میں کذاب ہے، دجال ہے، ضال اور مضل ہے قیامت کی صبح تک اسکی بات سچ نہیں ہوسکتی چنانچہ ایسوں کی بارے میں علماء نے بہت سخت رویہ اختیار کیا اور بالاجماع اس کو کافر قرار دیا، دیکھئے علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں:

(۱) "وقد اخبر الله تبارک وتعالی فی کتابه ورسول الله ﷺ فی السنة المتواترة عنه أنه لانبی بعده لیعلموا أن کل من ادعی هذا المقام بعده فهو کذاب افاک دجال مضل ولو تخرق وشعبذ واتی بأنواع السحر والطلاسم والنیر نجیات فکلها محال وضلال عند أولی الالباب، کما أجری الله سبحانه وتعالی علی ید الأسود العنسی بالیمن ومسیلمة الکذّاب بالیمامة من الأحوال الفاسده والأقوال البارده ما علم کل ذی لب وفهم حجی أنهما کاذبان ضالان لعنهما الله تعالی، وکذا کل مدع لذلک إلی یوم القیامة حتی یختموابه بالمسیح الدجال"(ابن کثیر ۳ر ۴۹۵)۔

(اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اور رسول اللہ ﷺ نے احادیث متواترہ میں خبر دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں تا کہ لوگ سمجھ لیں کہ آپ کے بعد جو بھی اس منصب کا دعوی کرے وہ کذاب، مفتری، دجال، خود گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے اگر چہ وہ کتنی ہی شعبدہ بازی کرلے اور قسم قسم کے جادو، طلسم اور نیرنگیاں دکھلائے کہ سب کے سب محال اور گمراہی ہیں عقل مندوں کے نزدیک جیسا کہ اللہ تعالی نے اسود عنسی (مدعی نبوت) کے ہاتھ پر یمن میں اور مسیلمہ کذاب کے ہاتھ پر یمامہ میں اسی طرح کے بے ہودہ اقوال اور حالات فاسدہ ظاہر کرائے جن کو دیکھ کر سن کر ہر عقل وفہم والے نے سمجھ لیا کہ یہ دونوں کاذب وگمراہ ہیں اللہ ان پر لعنت فرمائے اسی طرح جو شخص بھی قیامت تک نبوت کا دعوی کرے وہ کاذب وکافر ہے یہاں تک کہ مدعیان نبوت کا یہ سلسلہ مسیح دجال پر ختم ہوگا)۔

امام غزالی اپنی "الاقتصاد فی الاعتقاد" میں فرماتے ہیں:

"ولیس فیه تأویل ولاتخصیص ومن أوله بتخصیص، فکلامه من الهذیان لا یمنع الحکم بتفکیره؛ لأنه مکذب، لهذا النص الذی اجتمعت الأمة علی أنه غیر مؤول ولا مخصوص "(الاقتصاد فی الاعتقاد بحوالہ معارف القرآن ۷ر ۴۷)۔

(۳) قاضی عیاض اپنی کتاب "شفا" میں فرماتے ہیں:

" اجتمعت الأمة علی حمل هذا الکلام علی ظاهری وأن مفهومه المراد به دون التاویل ولا تخصیص فلا شک فی کفر هؤلاء الطوائف کلها قطعا إجماعا وسمعا"(معارف القرآن بحوالہ شفا ۷ر ۴۸)۔

آیت پاک: "ما کان محمد أبا احد"(احزاب: ۴۰) کسی تاویل وتخصیص کی محتمل نہیں، بلکہ بہرصورت یہ آیت اپنے معنی میں ظاہر ہے، لہذا اس میں تاویل وتخصیص کی راہ اختیار کرنے والوں کے کفر میں کوئی شک نہیں۔

ہفوات قادیانی:

مرزا غلام احمد قادنانی انیسویں صدی عیسویں میں پیدا ہوا جو اپنے آپ کو احمد یہ جماعت سے موسوم کرتا تھا مرزا غلام احمد ۱۸۷۶ء میں تھا جس نے اپنے نبی ہونے کا، نیز مسیح موعود ہونے کا اور اپنے آپ پر نزول وحی کا دعوی کیا (۱) مرزا غلام احمد نے یہ دعوی کیا تھا کہ نبوت پیغمبر اسلام ﷺ پر ختم نہیں ہوئی، بلکہ ابھی بھی نبوت کا سلسلہ جاری ہے پہلے تو مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح موعود بتایا اور نصوص سے جو حضرت عیسیٰؑ کی آمد ثابت ہے اس کا انکار کیا اور دلیل یہ دی کہ اگر عیسی علیہ السلام جو کہ بنی اسرائیل کے نبی ہیں ان کی دوبارہ آمد کو تسلیم کرلیا جائے تو پھر آپ ﷺ خاتم النبین نہ رہیں گے (براہین احمدیہ ص ۲۲۸ بحوالہ قادیانیت ص ۴۷) (معارف القرآن ۷ / ۴۲)۔

لیکن جواب ظاہر ہے کہ ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ اب کوئی دوسرا شخص وصف نبوت سے متصف ہوکر نہیں آسکتا، البتہ جو بھی آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت میں اصلاح وتبلیغ کے لئے آئیگا وہ اپنے منصب نبوت پر قائم ہوتے ہوئے اس امت میں اصلاح کی خدمت آں حضرت ﷺ کی تعلیمات ہی کے تابع انجام دیگا (معارف القرآن ۷ / ۴۲)۔

اسی کو علامہ ابن کثیر کے حوالہ سے حضرت مفتی شفیع صاحبؒ نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

”والمراد بكونه عليه السلام خاتمهم انقطاع حدوث وصف النبوة فى أحد من الثقلين بعد تخليته عليه السلام بها فى هذه النشاء ة ولا يقدح فى ذلک ما اجتمعت عليه الأمة واشتهرت فيه الأخبار ولعلها بلغت مبلغ التواتر المعنوى ونطق به الكتاب على قول ووجب الإيمان به، وأكفر منكره كا لفلاسفه من نزول عيسى عليه السلام آخر الزمان؛ لأنه كان نبيا قبل أن يحلى نبينا عليه السلام بالنبوة فى هذه النشأة“ (معارف القرآن ۷ / ۴۳ بحوالہ ابن کثیر)

(۱) پھر اس نے نبوت کا دعوی کیا کہ وہ خود نبی ہے اس پر دس ہزار سے زیادہ آیات نازل ہوچکی ہیں۔

(۲) جو اس کی تکذیب کرے وہ کافر ہے۔

(۳) مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ قادیان کا حج کریں کیونکہ یہ شہر مکہ اور مدینہ کی طرح مقدس ہے اسی شہر کا نام قرآن مجید میں مسجد اقصی ہے، (براہین احمدیہ اور التبلیغ بحوالہ فتاوی اسلامیہ ۱ / ۲۳۲)

اسی طرح اس کا خلیفہ مرزا بشیر الدین بن غلام احمد قادیانی نے بھی ہفواب بکی ہے دیکھئے۔

(۴) ہر وہ مسلمان جو مسیح (یعنی اس کا والد یعنی غلام احمد قادیانی) کی بیعت نہ کرے خواہ وہ ان کے بارے میں سنے یا نہ سنے وہ کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے (آئینۂ صداقت ص ۳۵)۔

(۵) اپنے اخبار ”الفضل“ میں لکھتا ہے اپنے والد کے حوالہ سے کہ ہم ہر چیز میں حتی کہ اللہ، رسول، قرآن، نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے بارے میں مسلمانوں سے اختلاف رکھتے ہیں ان میں سے ہر چیز میں ہمارا اور مسلمانوں کا جوہری اختلاف ہے (اخبار الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۱ء)۔

(۶) اسی اخبار کی تیسری جلد میں لکھا ہے مرزا غلام ہی نبی کریم ﷺ ہے قرآن مقدس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف سے جو بشارت آخری نبی کی ملی ہے ومبشرا برسول یاتی من بعد اسمہ احمد اس سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے (انذار خلافت ص ۲۱)۔

(۷) مرزا نے اپنی کتاب ”شہادت القرآن“ میں لکھا ہے میرا ایمان ہے کہ جیسے جیسے میرے پیروکاروں میں اضافہ ہوتا جائے گا ان کی تعداد زیادہ ہوتی چلی جائے گی جہاد پر ایمان لانے والوں کی تعداد کم ہوتی جائیگی، کیونکہ میرے مسیح اور مہدی ہونے پر ایمان لانے کا مطلب ہی جہاد کا انکار ہے۔ (قادیانیت) یہ کچھ ہفوات فتاوی اسلامیہ ص ۲۳۳ / ج ۱ پر نقل کی گئی ہیں۔

حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ نے بھی ان ہی کی کتابوں سے کچھ کا ذکر کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(۸) خداوہ ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا ہے (اربعین ۳/ ۴۴)۔

(۹) میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ مندرجہ حقیقت النبوۃ ص ۲۶۵)

(۱۰) میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارہ ہے اسی نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشان ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں (تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸)۔

(۱۱) سچا خدا وہ ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (دافع البلاء ص ۱۱)۔

(۱۲) میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ (مرزا صاحب کا آخری خط مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

(۱۳) ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول نبی ہیں (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)۔

(۱۴) سخت عذاب بغیر نبی کے قائم ہونے کے آتا ہی نہیں جیسا کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:" وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا " (اسراء:۱۵) پھر کیا بات ہے کہ ایک طرف طاعون ملک کو کھا رہی ہے دوسری طرف ہیبت ناک زلزلے پیچھا نہیں چھوڑتے۔

اے غافلو! تلاش کرو شاید تم میں کوئی خدا کا رسول قائم ہو گیا ہے جس کی تم تکذیب کر رہے ہو (تجلیات الهیه ص ۹۰۸)۔

(۱۵) الہامات میں میری نسبت بار بار کہا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ، خدا کا مامور، خدا کا امین اور خدا کی طرف سے آیا ہوا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اس کا دشمن جہنمی ہے (انجام آتھم ص ۷۹)۔

(۱۶) مسیح ہونے کا دعوی کرتے ہوئے لکھتا ہے میری آنکھیں اس وقت تک بالکل بند رہیں جب تک کہ خدا نے بار بار کھول کر مجھ کو نہ سمجھایا کہ عیسی ابن مریم اسرائیلی تو فوت ہو چکا اور واپس نہیں آئے گا اس زمانہ اور اس امت کے لئے تو ہی عیسی ابن مریم ہے (براہین احمدیہ ۵/ ۸۵)۔

(۱۷) پھر حضرت عیسی علیہ السلام پر فضیلت کا دعوی کیا ہے اسکے لڑکے مرزا بشیر احمد نے مرزا جی کا یہ قول نقل کیا ہے میں مسیح علیہ السلام کی خدائی کا منکر ہوں ہاں بیشک وہ خدا کے نبیوں میں سے ایک نبی تھا مگر خدا نے مجھے اس سے برتر مرتبہ عطا کیا ہے (تبلیغ ہدایت ص ۱۶۹)۔

دیکھو آج تم میں ایک ہے جو مسیح سے بڑھکر ہے (دافع البلاء ص ۱۳)۔

(۱۸) آگے حضرت عیسی علیہ السلام ہی کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے لکھتا ہے: ہاں آپ کو (حضرت عیسی علیہ السلام) کو گالیاں دینے اور بد زبانی کی عادت تھی ادنی ادنی بات میں غصہ آجاتا اور اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵)۔

(۱۹) مسیح کی راست بازی اپنے زمانے کے راست بازوں سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت حاصل ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اسکی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں اسکا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہیں رکھا، کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے (ازالۃ الاوہام ۱/ ۱۵۸)۔

یہ پورا مضمون فتاوی رحیمیہ ص ۱۵۷ تا ۱۵۹ ج ا مکتبۃ الاحسان دیوبند سے لیا گیا ہے۔

قادیانی کے بارے میں اکابرین کے فتاوی:

(۱) مرزا غلام احمد قادیانی نے عقائد کفریہ اختیار کئے جس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہو گیا جو شخص بھی اسکے عقائد کفریہ کی

تصدیق کرے گا اس کا بھی یہی حکم ہوگا (فتاوی محمودیہ میرٹھ ص ۸۷ ج ۴)۔

''من ذھب الی ان النبوۃمکتسبۃلا تنقطع فھو زندیق، وھذا یلیق بذلک الشقی المتنبی، فإنہ قدسلب الإیمان ومات شرمیتۃ ''(ملخصا اکفار الملحدین ص ۱۱۵ بحوالہ فتاوی محمودیہ)۔

(۲) قادیانی عقائد کا ثقہ اور قابل اعتماد لیٹریچر سے مطالعہ کرنے کے بعد کونسل نے باتفاق رائے یہ قرارداد پاس کی ہے کہ قادیانی یا احمدی جماعت بلاشک وشبہ مکمل طور پر دائرہ اسلام سے خارج ہے (فتاوی اسلامیہ ۱/۲۳۳)۔

(۳) مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کفریہ میں سے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ نقل کئے گئے ان سے صراحۃ یہ ثابت ہورہا ہے کہ وہ نبوت کا مدعی تھے اور اسکے معتقدین بھی اسکی نبوت کے قائل ہیں، لہذا غلام احمد قطعی طور پر اسلام سے خارج اور اسکے متبعین بھی جو اسکی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں یا دعوی نبوت کے باوجود دائرہ اسلام میں سمجھتے ہیں وہ بھی قطعی طور پر کافر مرتد اور خارج از اسلام ہیں (فتاوی رحیمیہ ۱/۱۷۶)۔

(۴) ایسا شخص جو صوم وصلاۃ کا پابند ہے، لیکن اسکے تعلقات قادیانی جماعت کے ساتھ ہے اور وہ دل سے بھی انکو اچھا سمجھتا ہو تو وہ مرتد ہے اور بلاشبہ وہ خنزیر سے بدتر ہے (احسن الفتاوی ۱/۴۶)۔

(۵) خود مرزا قادیانی کے بقاء اسلام کے قائل ہونے کی تو اسکے اقوال دیکھنے کے بعد کچھ گنجائش نہیں، چنانچہ خود مرزا کے رسائل اور اسکے رد میں لکھے گئے رسائل میں وہ اقوال بکثرت موجود ہیں جن میں تاویل کرنا ایسا ہی ہے جیسے بت پرستی کو اس تاویل سے کفر نہ کہا جاوے کہ توحید وجودی کی بناء پر یہ شخص غیر خدا کا عابد نہیں اب رہ گئے انکے پیرو تو قادیانی تو اسکے اقوال کو بلا تامل مانتے ہیں، اسلئے ان پر بھی حکم بالاسلام کی گنجائش نہیں اور لاہوری پارٹی مرزا کی نبوت کو تاویلا مانتی ہے ان پر حکم بالاسلام کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ مرزا کو کاذب کہیں اور اگر اسکو صادق کہیں گے تو ان پر بھی اسلام کا حکم نہیں کہا جاسکتا (امداد الفتاوی ۶/۵۹)۔

بس قایانی یا اسکے متبعین کے کفر میں اب کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا بالاتفاق یہ گروہ کافر ہے اسکے اہل کتاب ہونیکا کوئی سوال ہی نہیں بلکہ یہ سب کے سب مرتد واجب القتل ہیں۔

نسلی قادیانی کا حکم:

یہ توانکا حکم ہے جو پہلے مسلمان تھے پھر قادیانیت اختیار کرلی وہ تو مرتد ہونے کی وجہ سے کافر ہیں البتہ نسلی قادیانی کا کیا حکم ہے؟

اس سلسلے میں مفتی کفایت اللہؒ فرماتے ہیں نسلی مرزائی اسی طرح اہل کتاب کے حکم میں ہے جیسا کہ یہود ونصاری (کفایت المفتی ۱/۳۱۷)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ''جدید فقہی مسائل'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ جولوگ اسلام سے قادیانیت کی طرف گئے ہیں وہ مرتد ہیں۔لیکن جولوگ نسلی طور پر قادیانی ہیں وہ بھی زندیق اور بددین ہیں انسے بھی نکاح جائز نہیں ہے، اسی بناء پر فقہاء نے اہلِ قبلہ میں سے ہونے کے باوجود معتزلہ سے نکاح کی اجازت نہیں دی ''المناکحۃ بین أھل السنۃ و أھل الاعتزال لایجوز ''(فتح القدیر ۳/۳۷)اس لئے قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں، بلکہ زندیق ہیں اور انسے کسی قسم کا شادی بیاہ کا تعلق جائز نہیں (جدید فقہی مسائل ۱/۲۸۶)۔

البتہ بعد میں چل کر قاموس الفقہ میں مولانا موصوف نے نسلی قادیانی کے مرتدین قرار دینے میں اپنے دلی خلش کا اظہار کیا ہے، پھر اسی دلی خلش کے اظہار کیلئے کفایت المفتی کے اوپر ذکر کردہ مسئلہ نے مہمیز کا کام کیا اور طبع دوم میں نسلی قادویانی کو اہل کتاب لکھا، البتہ مولانا آگے حاشیہ میں لکھتے ہیں: '' تاہم دل میں یہ خلش اب بھی تھی اس مسئلہ پر فقہی جزئیات کے مطالعہ اور بعض اہل علم کی رایوں کے مطالعہ سے اب دل اس پر

مطمئن ہے وہ یہی ہے کہ نسلی قادیانی کو بوجہ انکے زندیقیت کے عام کفار ومشرکین کے حکم ہی میں رکھا جائیگا ،نہ کہ اہل کتاب کے حکم میں(قاموس الفقہ ص ۲۵۷ ج ۲ حاشیہ)۔

پھر فتاوی رحیمیہ میں بھی ایک مسئلہ اسی کے مطابق ذکر کیا ہے جیسا کہ مولانا خالد صاحب نے اخیر میں اپنے دلی خیال کا اظہار کیا ہے، چنانچہ مفتی عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ قادیانیوں کی اولاد (نسلی ،مرزائی قادیانی) غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مسلمان مانتی ہوتو وہ بھی کافر ہے انکا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہیے انکو اہل کتاب کے حکم میں قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا ہے، علامہ شامی غالی روافض کو کافر مانتے ہیں وہ انکو اہل کتاب نہیں سمجھتے تو قادیانیوں کی اولاد کا شمار اہل کتاب میں کیسے ہوگا:

”والظاهر أن الغلاة من الروافض المحكوم بكفرهم لا ينفكون عن اعتقادهم الباطل فى حال اتيانهم بشهادتين وغيرهما من أحكام الشرع كالصوم والصلوة فهم كفار لامرتدون ولا اهل الكتاب“ (رسائل ابن عابدین ۱/ ۳۷۰)۔

مولانا یوسف صاحب لدھیانویؒ جو اس موضوع پر کافی بصیرت رکھتے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) جو شخص خود قادیانیت کی طرف مرتد ہوا وہ مرتد بھی ہے اور زندیق بھی۔

(۲) اسکی صلبی اولاد اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکما مرتد ہے اور زندیق بھی۔

(۳) اسکی اولاد کی اولاد مرتد نہیں بلکہ خالص زندیق ہے۔

(۴) مرتد وزندیق دونوں واجب القتل ہیں دونوں سے مناکحت باطل، دونوں کا ذبیحہ حرام ہے مردار ہے اسلئے کسی قادیانی کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں (رسالہ قادیانی ذبیحہ ص ۲۴-۲۵) (فتاوی رحیمیہ ۱/ ۱۵۵)۔

بہر حال قادیانی کی نسلی اولاد بھی قادیانی کی نبوت پر ایمان لانے اسکے معتقدات کے معتقد ہونے اور اسکو کافر نہ گردانے کی وجہ سے زندیق ہے جو کافر کے حکم میں ہوتا ہے اسکو اہل کتاب نہیں کہا جاسکتا نہ مسلمان کہا جاسکتا ہے چنانچہ صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:

”ويدخل فى عبدة الاوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والاباحية، وفى شرح الوجيز كل مذهب يكفر به معتقدة؛ لأن اسم المشرك يتناولهم جميعا“ (فتح القدیر ۳/ ۱۳۷)۔

میرا خیال یہی ہے کہ یہ کافر مرتد ہوں گے جن کے کفر میں کوئی شک نہیں خواہ وہ نسلی ہی کیوں نہ ہو اسلئے کہ جن عقائد کی بنیاد پر ان کے آباء واجداد کو کافر قرار دیا گیا ہے انہیں عقائد کے حامل یہ لوگ بھی ہیں لہذا یہ بھی کافر ہی ہونگے۔

سکھ ازم پر طائرانہ نظر:

اب سے پانچ صدیوں قبل دہلی کے پڑوس میں سکھ ازم کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ اس دور میں سکھ مت ایک نئے مذہب کی صورت میں ابھرا اس کے بانی نانک ایک سیدھے اور نیک آدمی تھے۔ وہ لوگوں سے محبت کرتے تھے ان کا مقصد یہ تھا کہ ہندو مسلم میں اتحاد پیدا ہو ایک ایسا طریق زندگی اور ایسا عقیدہ ابھر کر آئے جس سے محبت کو فروغ حاصل ہو۔ لیکن اصلاح کی یہ تحریک رفتہ رفتہ ایک نئے مذہب میں ڈھل گئی (مطالعہ مذاہب ص ۴۶)۔

سکھ لٹریچر کے مطابق نانک ۷ مہینہ کی عمر میں ہی یوگا کی مہارت کے حامل تھے۔ انہوں نے اپنے دیہات میں پنڈت سے ہندو مذہب کی اور ایک مسلم اسکول سے اسلامی تعلیمات حاصل کی۔ اور عربی فارسی زبانیں پڑھیں۔ وہ ۱۶ برس کی عمر میں دولت خاں کے محاسب کی حیثیت سے ملازم ہوئے۔ یہیں پر انہیں مروانہ کی رفاقت حاصل ہوئی جو اس وقت دولت خاں کا درباری موسیقار تھا۔ بعد میں ان کا قریبی ساتھی ثابت ہوا

۔اسی دوران نانک نے اپنے متبعین کا ایک گروہ تیار کیا۔جس کی سرگرمیاں یہ تھیں کہ وہ صبح کے وقت ایک ساتھ ندی میں اشنان کرتے اور شام کے وقت نانک کے گھر جمع ہو کر بھجن گاتے تھے جب نانک کی عمر ۳۰ برس کی ہوئی تو انہیں خدا کا پیغام موصول ہوا۔ایک دن صبح میں وہ ندی میں غسل کے بعد واپس نہ ہوئے۔ان کے احباب ندی کے کنارے ان کے کپڑے پڑے ہوئے دیکھ کر ان کا جسم پانی میں تلاش کرتے رہے، لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔تین دن بعد نانک پھر ظاہر ہوئے اور اپنی گمشدگی کا یہ رمزیہ بیان دیا، نہ کوئی ہندو ہے، نہ مسلمان پھر میں کس کا راستہ اختیار کروں، میں خدا کے راستہ پر چلوں گا خدا نہ تو ہندو ہے نہ مسلمان اور جو راستہ میں چلتا ہوں وہی خدا کا ہے۔

بعد میں نانک نے اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ انہوں نے مراقبہ میں دیکھا کہ انہیں خدا کے حضور لے جایا گیا وہاں پر آب حیات کا ایک پیالہ پلا کر خدا نے انہیں یہ پیغام دیا۔

میں تیرے ساتھ ہوں میں نے تجھے مسرت بخشی اور میں ان سب کو خوش رکھونگا جو تیرا نام لیتے رہیں گے۔تو جا اور میرے نام کا ورد کر دوسروں کو اس کا ورد کرنے والا بنا۔دنیا میں ملوث ہو کر خراب نہ ہو۔صدقہ کیا کر، پاک رہا کر اور پوجا و مراقبہ کیا کر میرا نام خدا ہے، یعنی ازلی برہما تو مقدس ہے یہی وہ موقع ہے جب نانک نے گُرُو کا لقب اختیار کیا (مطالعہء مذاہب ص ۱۴۷)۔

انہوں نے نہ کوئی مذہبی کتاب چھوڑی اور نہ ہی رسومات ثنویت کے مقابلہ میں وحدت پر زور دیتے تھے۔اور اس بات کی تعلیم دیتے تھے کہ راہ نجات یعنی اتصال باللہ کی راہ پر انسانوں کو مصائب کا سامنا کرتے ہی رہنا ہوگا ہندوازم کی ویدانت روایات کے برعکس یہ لوگ اس دنیا ہی کو خدا نہیں قرار دیتے تھے بلکہ ان کے نزدیک مخلوق ہی خدا کی مظہر ہے (مطالعہء مذاہب ص ۱۴۷)۔

کچھ عقائد:

(۱) ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قوت کل جن کا نام ''اوم'' ہے صرف ایک ہے وہ ہمیشہ رہنے والی صداقت وہ خالق کائنات ہے اور اس میں ساری ہے وہ بے خوف ہے۔اس کی کسی سے دشمنی نہیں۔اسکا وجود غیر فانی ہے۔وہ پیدا نہیں ہوتا، بلکہ خود ظہور میں آنے والا ہے۔اس کا علم گرو کی عنایت سے حاصل کیا جا سکتا ہے (مطالعہء مذاہب ص ۱۴۸)۔

(۲) جیوآتما کی پیدائش بھی پرماتما سے ہوئی یہ اسی کا جزء ہے اس کے حکم کے مطابق زندگی بسر کرنے والے انسان میں اسی نور کا پرتو اور بھی فروزاں ہوتا ہے (مطالعہء مذاہب ص ۱۴۹)۔

(۳) سکھ ازم میں خالص وحدت الوجود کی تعلیم کی گئی ہے۔

(۴) اسی مطابقت سے سکھ ازم اوتاروں کے نظریہ کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی عقیدہ رکھتا ہے اور نہ ہی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ کوئی پہلا آخری یا خصوصی پیغمبر ہو سکتا ہے۔

(۵) سکھ ازم یہ تسلیم کرتا ہے کہ صرف ایک خدا غیر مرئی شکل میں اور مرئی شکل میں ہے اونکار (خدا) اپنی لاتعداد صفات کے ساتھ موجود ہے جس کے مختلف نام ہو سکتے ہیں۔

(۶) سکھ ازم ذات برادری بت پرستی رسومات اور ظاہرداری کے تکلفات کے خلاف ہے۔

(۷) سکھ ازم یہ تعلیم دیتا ہے کہ ''مایا'' خدا کی خالقیت کا اظہار ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی یہ انسان میں پانچ روایتی گناہ، یعنی کام (لذت نفس) کرودھ (غصہ) لوبھ (حرص) موہ (دنیوی لگاؤ) اور اہنکار (انانیت) کو بھی جنم دیتی ہے ان برائیوں کو دعاء، مراقبہ اور خدمت خلق کے ذریعہ ختم کیا جا سکتا ہے۔

(۸) سکھ ازم میں مایا کے جال سے چھٹکارا پانے کے لئے بھگتی کا راستہ تجویز کیا گیا ہے۔

(۹) گرونانک نے سنیاس نہیں تجویز کیا، بلکہ وہ مکتی کی راہ میں خانگی زندگی کو رکاوٹ بھی نہیں سمجھتے تھے اور اسے سماجی زندگی کا ایک اہم شعبہ قرار دیتے ہیں۔

(۱۰) سکھ ازم اگرچہ ہندو کلچر اور ہندو تصور کائنات سے وابستہ ایک ہندوستانی مذہب ہے۔تاہم وہ ویدک ہندوازم اور اسلام دونوں ہی سے ماوراء اور آزاد ہے لیکن اس کے ساتھ ہی سکھ ازم میں یہ تعلیم بھی نہیں دی جاتی کہ مذہب اسلام یا ہندو مذہب غلط ہے (مطالعہء مذاہب ۱۴۹۔۱۵۳۔۱۵۴)۔

سکھ ازم کے عقائد اکثر و بیشتر اسلامی تعلیمات کے موافق ہیں لیکن پھر بھی بظاہر یہ گویا اللہ تعالی سے ملاقات کا دعوی دار ہے ساتھ ہی نبوت کا منکر ہے اسی طرح اپنے مذہب کو اسلام سے بہتر مانتا ہے ان عقائد کو دیکھتے ہوئے اس کو اہل کتاب کہنا دشوار ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ آج سے پانچ سو سال پہلے وجود میں آیا اور ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نیا دین اور مذہب یا نئی کتاب نہیں آسکتی لہذا اس معنی کر بھی ان کو اہل کتاب کہنا دشوار ہے۔

اوتار و دیگر مذاہب کی کتابوں کا حکم:

کسی شخص کو نبی ماننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کی نبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو۔محض کسی کے عقائد یا اس کی تعلیمات کا درست اور صحیح ہونا نبی ہونے کے لئے کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی نبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو صرف تعلیمات کا صحیح ہونا کافی نہیں دیکھئے قرآن مقدس میں اللہ تعالی نے کتنی ایسی شخصیات کا ذکر کیا ہے جن کی تعلیمات توحید سے بھرپور اور مثالی تھیں اور خداوند قدوس نے ان کی تعلیمات اور ان کے کئے گئے نصائح کو قرآن مقدس میں بطور مثال کے پیش کیا جیسے حضرت لقمان حکیم، ذوالکفل، ذوالقرنین اسی طرح اللہ تعالی کے وہ تین فرستادہ برگزیدہ بندے جن کو اللہ تعالی نے حبیب نجار کی بستی میں بھیجا تھا۔ان حضرات کی تعلیمات کو اللہ تعالی نے بطور نمونہ اور بطور مثال کے پیش کیا ہے۔لیکن صرف تعلیمات کا صحیح ہونا نبی ہونے کے لئے کافی نہیں لہذا ہم ان کو قطعی طور پر نبی یا رسول نہیں کہہ سکتے۔اور ایمان تفصیلی ان کی نبوت پر نہیں لاسکتے بلکہ اجمالی ایمان کافی ہے کہ اگر اللہ کے بھیجے ہوئے رسول یا نبی ہیں تو وہ رسول ورنہ نہیں بس اتنی بات کافی ہے تفصیلی ایمان کی ضرورت نہیں کیونکہ قطعی طور پر دلائل قطعیہ سے ان کی نبوت ثابت نہیں۔بس ایسی برگزیدہ ہستیوں کو ہم نبی نہیں کہہ سکتے حالانکہ ان کی تعلیمات وعقائد کا صحیح ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے تو پھر دوسری قوم جن کو اپنا اوتار مانتی ہیں ان کو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں موجود تعلیمات انہی کی دی ہوئی ہے۔اور اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ یہ تعلیمات ان ہی کی ہے تو بھی ان کا نبی ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت نہیں اس لئے ان کو کسی بھی حال میں نبی نہیں مان سکتے البتہ اجمالا ایمان کافی ہے۔

بعض جاہل پیر اور موجودہ دور کے پڑھے لکھے مرد وزن جو خود کو سیکولر، اسکالر، پروفیسر وغیرہ کہتے ہیں، اور ہندوؤں کی کتاب وید، بائبل، قرآن وغیرہ کو ایک ہی تصور کرتے ہیں۔اور یہ کہتے ہیں سب پر عمل کرنا واجب ہے یہ سب آسمانی کتابیں ہیں تو یہ کلمات کفر ہیں۔اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے اس کی دعوت دینے والے سب دائرۂ اسلام سے خارج اور مرتد ہیں (محقق مدلل جدید مسائل ص ۶۷)۔

بلکہ اگر عقائد کی خرابی کا خطرہ ہو تو ایسی کتابوں کے پڑھنے سے بھی احتراز ہونا چاہئے۔جیسا کہ حضرت عمرؓ تورات کا ایک حصہ لے کر آئے اور آپ ﷺ کے سامنے پڑھنا شروع کیا جس سے آپ ﷺ ناراض ہو گئے پھر فرمایا اگر موسی علیہ السلام آئے اور تم مجھ کو چھوڑ کر ان کا اتباع شروع کر دو تو راہ راست سے بھٹک جاؤ گے بلکہ اب تو حضرت موسی علیہ السلام بھی آجائیں تو وہ بھی میری اتباع کرتے:

’’عن جابر ان عمر بن الخطابؓ اتی رسول اللہ ﷺ بنسخة من التورات فقال یا رسول اللہ ھذہ نسخة من التورات فسکت فجعل یقرأ ووجہ رسول اللہ ﷺ یتغیر فقال أبوبکرؓ ثکلتک الثواکل ما تری ما بوجہ رسول اللہ ﷺ فنظر عمرؓ الی رسول اللہ ﷺ فقال اعوذباللہ من غضب رسولہ رضینا باللہ ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا فقال رسول اللہ ﷺ والذی نفس محمد بیدہ لو بد الکم موسی فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم عن سواء السبیل ولوکان حیا وادرک نبوتی لا تبعنی‘‘ (مشکوۃ المصابیح ص ۳۲)۔

اسی طرح فتاوی ہندیہ میں ہے: ’’من اعتقد ان الایمان والکفر واحد فھو کافر ومن لا یرضی بالایمان فھو کافر کذا فی الذخیرۃ‘‘(ہندیہ ۲/۲۵۷)۔

ان نصوص اور جزئیات کے ہوتے ہوئے ان کتب کو کتب سماویہ اوران حضرات کو نبی قطعی اور یقینی طور پر کیسے کہا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

کیا ہندو اہل کتاب ہیں؟
ایک فکر انگیز بحث

جناب عبدالرشید اگوان☆

ہندو رہنماؤں کی جانب سے بار بار یہ سوال اٹھایا جاتا رہا ہے کہ مسلمان انہیں کافر کیوں کہتے ہیں؟ کچھ عرصہ قبل وشو ہندو پریشد کی جانب سے مسلم علماء سے یہ اپیل کی گئی کے وہ ہندوؤں کو کافر کہنے کے خلاف فتویٰ جاری کریں، کیونکہ ایسا کہنا نہ صرف غلط ہے، بلکہ یہ دونوں مذہبی فرقوں کے باہمی تعلقات کو متاثر بھی کرتا ہے۔اس سے قبل بابری مسجد کے انہدام کے معاً بعد 18 دسمبر 1992 کو وشو ہندو پریشد کے صدر شری اشوک سنگھل نے بی بی سی کو دیئے ایک انٹرویو میں اپنی یہ شکایت درج کی کہ مسلمان ہندوؤں کو کافر سمجھتے ہیں جو کہ خود مسلمانوں کے عقیدے کے خلاف ہے، کیونکہ کافر تو وہ ہوتا ہے جسے اسلام پیش کیا جائے اور وہ اسکا انکار کر دے، جبکہ ہمارے سامنے کبھی اسلام پیش ہی نہیں کیا گیا تو ہم کافر کیسے ہو گئے؟ ممکن ہے بعض لوگوں کو اس طرح کے سوال کھڑے کرنے میں وشو ہندو پریشد کے قائدین کی کوئی شرارت نظر آئے، مگر اس سوال کی وجہ سے اور مسلمانوں کے عدم ردعمل کو پیش نظر رکھتے ہوئے عام ہندوؤں میں یہ تاثر پیدا ہوتا اور باقی رہتا ہے کہ واقعی مسلمان انہیں کافر سمجھتے ہیں۔اگر ایک لمحے کے لئے یہ مان لیا جائے کہ ہندو قائدین اس سوال کو لیکر واقعی سنجیدہ ہیں تو پھر مسلمانوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ انہیں اپنے مناسب ردعمل سے آگاہ کریں۔اس سوال کا جواب دینے کی جو کچھ بھی فوری کوششیں ہوئیں ہیں تو ان میں صرف یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ کافر لفظ کوئی گالی یا توہین آمیز لفظ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک فکری و عملی کیفیت کا نام ہے، لہٰذا ہندوؤں کو اس پر برا ماننے کی وجہ نہیں ہے، یا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ مسلمان تو عام طور پر ہندوؤں کو اہل وطن اور برادرانِ وطن کہتے ہیں نہ کہ کافر۔

شدید فرقہ وارانہ تناؤ کے وقت جو سوال اٹھتا ہے، اور جن حالات میں اور جن حلقوں کی جانب سے اٹھایا جاتا ہے وہ ایک سنجیدہ اور معقول جواب چاہتا ہے۔ بلکہ اگر اس سوال پر بین المذاہب مذاکرات منعقد ہوں تو شاید دونوں طبقات کے درمیان موجود کشیدگی کو دور کرنے میں مدد مل سکے۔ بہر حال یہ کہنا آسان ہے اور کرنا مشکل، کیونکہ یہ مسئلہ کہ شرعاً ہندوؤں کا درجہ کیا ہے؟ ایک بہت ہی پیچیدہ اور حساس موضوع ہے لیکن اس کا حل نہ صرف ملک میں بہتر ہم آہنگی کے لئے ضروری ہے، بلکہ اس ملک میں دعوت اسلامی کو فروغ دینے کے لئے بھی اسکی اشد ضرورت ہے۔اسلامی حلقوں میں اس مسئلہ پر غور وفکر کا عام طور پر فقدان ہے اور اسکی وجوہات بھی ہیں۔اسکی پہلی وجہ تو یہ ہے کہ ہم متنازعہ مسئلوں سے عام طور پر گریز کرتے ہیں، ایسے مسئلے جو بڑے پیمانے پر فکر انگیز بحث میں مبتلا کر دیں اسکے لئے ہم خود کو متحمل نہیں پاتے۔دوسری وجہ ہمارا دعوتی کام ہے جس میں مسائل اور حالات کو تعمیری رخ دیکر نئے اور پرکشش انداز میں کام کرنے کی عموماً حوصلہ افزائی کا نہ ہونا ہے۔پھر ہم یہ بھی

☆ صدر، یونیورسل نولج ٹرسٹ، نئی دہلی۔

خیال کرتے ہیں کہ جب ایک سیدھے سادے طریقے سے کام چل رہا ہے تو کسی نئے مسئلے کو جنم دینا شاید مناسب نہ ہو۔ ہمارے یہ اندیشے اور سہل پسندی دراصل دعوت کے لئے اور اس ملک میں اپنی ذمہ داریاں کما حقہ ادا کرنے کے لیے نقصان دہ ثابت ہورہی ہے اور ملک میں اٹھنے والے مذہبی مسائل پر ہمارے مناسب موقف کی کمی ہماری مشکلات میں مزید اضافہ کا باعث بن رہی ہے۔ اسی بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہاں ایک بحث اٹھائی گئی ہے، تاکہ ہندوؤں کے بیچ اٹھنے والے فکری اور مذہبی سوالات کو سمجھ کر ہم ان پر اپنا ردعمل ظاہر کرنے کی کوشش کرسکیں۔

اہل کتاب:

قرآن کریم میں 'اہل کتاب' کی اصطلاح کا استعمال 30 بار کیا گیا ہے اور ایک جگہ اہل انجیل بھی کہا گیا ہے۔ یہ اصطلاح عام طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو اہل کتاب اس لئے مانا جاتا ہے، کیونکہ انکا عقیدہ ان کتابوں پر مشتمل ہے جنھیں یہود و نصاریٰ آسمانی کتابیں تسلیم کرتے ہیں اور جنکا ذکر قرآن میں ہوا ہے۔ بعض مورخین کے نزدیک اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے بنیادی عقائد مثلاً توحید، فرشتوں، آسمانی کتابوں، نبیوں اور آخرت پر کسی نہ کسی درجے کا ایمان رکھتے ہوں۔ مسلمانوں کو اہل کتاب کے سلسلے میں کچھ خصوصی ہدایات دی گئی ہیں، مثلاً مسلمان مرد کسی کتابیہ سے (اس کا مذہب بدلے بغیر) نکاح کرسکتے ہیں، مگر ایک بار میں ایک سے زائد نہیں، مسلمان اہل کتاب کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں، اہل کتاب کو ذمّی بنا کر اسلامی حکومت اسے اپنے مذہب پر عمل کرنے کی آزادی دیگی اور جزیہ لے کر انکی حفاظت کریگی، انکے درمیان انصاف انکی اپنی کتابوں کے مطابق کیا جائے گا، وغیرہ۔

بعد کے زمانے میں صابئین اور مجوسیوں کو بھی اہل کتاب کا درجہ دیا گیا۔ اسکے جواز میں قرآن کی تین آیات پیش کی جاتی ہیں جہاں یہود و نصاریٰ کے ساتھ ساتھ صابئین کا ذکر اور ایک آیات میں ان سبھی کے ساتھ مجوس کا ذکر بھی آیا ہے۔ دیکھیں آیات 2:62،69 اور 22:17۔ اسکے علاوہ حضورؐ کا یہ فرمان کہ مجوسیوں کو اہل کتاب کے برابر سمجھا جائے بھی اس موقف کے لئے جواز فراہم کرتا ہے۔

جن 31 آیات کا ذکر اوپر ہوا ہے ان میں سے 12 آیات سورۃ آلِ عمران میں، 7 سورۃ مائدۃ میں اور 4 سورۃ نسا میں اور باقی 8 مختلف سورتوں میں موجود ہیں۔ ان سورتوں میں عام طور پر اہل کتاب کا حق کے معاملے میں غلط رویہ اور انکی کجروی پر تنقید کرتے ہوئے انہیں حق کو قبول کرنے پر ابھارا گیا ہے۔ اس حوالے سے انہیں بتایا گیا ہے کہ انکا کون سا عمل انکی طرف نازل کی گئی تعلیمات کے خلاف ہے اور کون سا عمل ایسا ہے کہ جو ان تعلیمات میں تحریف کی وجہ سے فاسد ہو چکا ہے۔ گویا قرآن بین المذاہب مباحثہ (Interfaith Dialogue) کے ذریعہ یہود و نصاریٰ کو حق کی جانب بلا رہا ہے۔ جہاں ایک طرف ''کلمۃ سوا'' (2:64) کی دعوت دیکر بین المذاہب اتحاد اور ہم آہنگی کی کوشش کی گئی ہے، وہیں یہود و نصاریٰ کی اپنی کتب میں دی گئی تعلیمات پر نفاق اور بدعملی کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ ان آیات میں جہاں خدا ترس اہل کتاب کے عمل صالح کو پسندیدگی کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے وہیں بعض اہل کتاب کے فسق و فجور کو بھی منظر عام پر لایا گیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم کی دعوتی حکمت عملی کا یہ ایک شاہکار نمونہ ہے جو ان آیات اور ان سے جڑی تمام آیات میں نظر آتا ہے۔ گویا کہ جہاں یہود و نصاریٰ کو عام عربوں سے الگ ایک خاص خطاب 'اہل کتاب' سے نوازا گیا ہے اور انہیں کچھ شرعی شہری حقوق بھی دئے گئے ہیں، مگر اس خطاب یا درجہ بندی کا اصل پہلو دعوت حق کو مبین کرنا اور یہود و نصاریٰ کو باور کرانا ہے کہ دعوت اسلامی کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ انکے جانے پہچانے عقائد کو اپنانے کی ہی دعوت ہے اور انکے غلط رویے اور ماضی کی تحریفات پر صاف صاف تنقید کرنا ہے، تاکہ وہ اس رویے کی وجوہات پر غور کرسکیں اور قبول حق انکے لیے آسان ہوسکے۔

ہندوقوم:

ہندوکون ہیں اور انکی بنیادی پہچان کیا ہے، اسے شاید اس میدان کے ماہرین بھی نہ بتا سکیں، البتہ دامودر ویر ساورکر سے لیکر اب تک ہندومورخین نے 'ہندو' کی تعریف میں جو کچھ فرمایا ہے اسکا لب ولباب صرف یہی ہے کہ ہندو وہ ہوتا ہے جو دو چیزوں پر اعتقاد رکھتا ہو، پہلا ایک مافوق الفطرت ہستی پر جو اس کائنات کے وجود کے پیچھے ہے اور دوسرا موت کے بعد کسی نہ کسی روپ میں ایک دوسری زندگی پر۔ اگر دیکھا جائے تو یہ دونوں باتیں صرف ہندوؤں میں ہی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام مذہبی گروہوں میں مشترکہ طور پر پائی جاتی ہیں۔ بہرحال اہل فارس نے براعظم ہند میں بسنے والے تمام لوگوں کو ہندو کہنا شروع کیا، چاہے اسکا عقیدہ جو بھی رہا ہو اور یہ لفظ عام طور پر جغرافیائی تناظر میں استعمال ہوتا رہا۔ پھر مسلمانوں کی آمد کے بعد جو مسلمان نہیں تھے ان سبھی کو غلطی سے ہندو کہا جانے لگا اور دھیرے دھیرے ہندو لفظ کا استعمال عقائد کے ایک خاص مجموعے کا نام ٹھہرا، اور آج تک اسی طرح چلا آرہا ہے۔ جب ہم لفظ ہندو بولتے ہیں اور انہیں بودھ، سکھ اور جینیوں سے الگ سمجھ کر بولتے ہیں تو ہماری مراد کم سے کم تین مختلف عقائد کو ماننے والے گروہوں سے ہوتی ہے؛ جن میں سب سے بڑی اجتماعیت ویشنو فرقہ کی ہے، پھر شیوں کا نمبر آتا ہے اور ایک بڑی تعداد شاکت فرقہ کی بھی ہے۔ ویشنوی لوگ 'وشنو' کو سب سے بڑا خدا مانتے ہیں؛ اسکے اوتاروں کی پوجا کرتے ہیں، بھکتی پر زور دیتے ہیں اور جنت- دوزخ کا تصور رکھتے ہیں۔ انکی بساوٹ (آبادی) عموماً بھارت کے شمالی حصے میں زیادہ ہے۔ شیو پنتھی 'شیو- پاروتی- گنیش' کی پوجا کرنے والے عام طور پر جنوبی حصے میں بسے ہیں، شاکت کائنات کی اصل قوت کو عورت کی شکل میں دیکھتے ہوئے اور اسکی 'پرکرتی- درگا- شکتی' کے روپ میں پوجا کرتے ہیں، جادوٹونوں پر زور دیتے ہیں وہ عام طور پر مشرقی بھارت میں اکثریت میں ہیں۔ مگر ویدانت اور وحدۃ الوجود (ادویت) کا اثر اتنا زیادہ پایا جاتا ہے کہ ان تینوں یا دوسرے چھوٹے مذہبی گروہ بھی اس طرح تشکی کے شکار ہیں کہ تمام لوگ کسی نہ کسی حیثیت سے ایک دوسرے کے مذہب کی موٹی موٹی باتوں پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں۔ دور حاضر میں ہندوؤں میں سیکڑوں اصلاحی تحریکیں چل رہی ہیں جنکا مجموعی اثر یہ ہوتا ہے کہ نہ تو کسی خاص طرز فکر کی طرف ایک ہندو جا پاتا ہے اور نہ وہ عقائد کے جنگل میں سے کچھ بہتر چن پاتا ہے۔ ۴۰۰۰ سے زائد مذہبی کتابوں کے مطالعہ سے بھی یہی پہلو واضح ہوتا ہے کہ کبھی توحید کی تحریک نمایاں ہوتی نظر آتی ہے تو پھر کبھی شرک غالب نظر آتا ہے۔

بہرحال جب یہ مسئلہ چھڑتا ہے کہ اسلام کی روشنی میں ہندوؤں کا کیا درجہ مقرر کیا جائے تو کبھی وہ کافر نظر آئیں گے تو کبھی مشرک، کبھی موحد نظر آئیں گے تو کبھی منافق اور کبھی ان کا تعلق انبیا کی تعلیمات سے نظر آئے گا تو کبھی لگے گا کہ ایسی تعلیمات کا ان سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اس سب کے باوجود یہ سوال ہمارے سامنے کھڑا ہے کہ اتنے بڑے مذہبی گروہ کا ذکر نہ صرف قرآن میں موجود نہیں ہے، بلکہ ان کے ساتھ کسی قسم کا مذہبی تعامل بھی مناسب نہیں سمجھا گیا۔ اپنے عقائد کو لے کر جس طرح ہندو الجھن میں نظر آتے ہیں اسی طرح ان سے مذہبی بنیادوں پر رابطہ رکھنے کے حامی مسلمان بھی نظر آتے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ جس طرح مذہبی کتابوں کی ایک لمبی فہرست اور مذہبی تحریکات کی طویل داستاں اس ملک میں پائی جاتی ہے ویسی اور کہیں نہیں ملے گی۔ دراصل ہزاروں سال کی مدت میں ہونے والی تحریکات، اصل زبانوں سے مقامی زبانوں میں ترجمہ، علاقوں کی تبدیلی وغیرہ نے بہت سی آسمانی تعلیمات اور مقدس شخصیات کو یکسر نئے قالب میں اس طرح ڈھال دیا ہے کہ ہندو مذہبی روایات سے سچ اور جھوٹ کی پہچان خود ان کے لئے مشکل ہوگئی ہے۔ مگر 660 سال کے مسلم دور حکومت اور اس سے پہلے تقریباً اتنے ہی عرصہ تک عربوں اور اہل ہند کے درمیان ثقافتی رشتوں اور دور حاضر کے مختلف رجحانات کی گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو ہمارے سامنے ایسے بہت سے پہلو کھل کر سامنے

آئیں گے جو نہ صرف ہمارے باہمی رشتوں کو ایک نئے قالب میں ڈھالیں گے، بلکہ خود ہندوؤں کو ان مذہبی تشکی سے باہر نکالیں گے جس میں وہ ایک عرصے سے مبتلا ہیں۔

ہندو بحیثیت اہل کتاب:

جب ہندوؤں کے مذہبی عقائد کی روشنی میں ان سے اسلامی راہ و رسم کی بات اٹھائی جاتی ہے تو یہ سوال اٹھنا لازم ہے کہ اسلام کی روشنی میں انکا درجہ کیا ہے؟ عام طور پر انہیں اہل کفر یا اہل شرک سمجھ کر ان سے معاملہ کیا جاتا ہے۔ بعض قرائن سے یہ لگتا ہے کہ سوچنے کا یہ انداز غلط ہے۔ نبی کریمؐ کے زمانے میں انکے سامنے دو قسم کے لوگ تھے ایک اہل مکہ اور ان سے منسلک قبائل، جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے اور کوئی مذہبی کتاب بھی ان کی رہنمائی کے لئے موجود نہیں تھی اور وہ محض خیالات کے پیرو تھے۔ انہیں امّی کہا گیا۔ دوسری جانب بنی اسرائیل کے دو بڑے فرقے تھے جنکے پاس آسمانی کتابیں موجود تھیں جو انکی رہنمائی کرتی تھیں۔ جہاں اہل مکہ میں موحد تھے تو اہل کتاب میں خدا ترس لوگ بھی تھے۔ شرک کسی نہ کسی روپ میں دونوں میں پایا جاتا تھا۔ اگر اہل وطن پر نظر ڈالی جائے تو انکا شرک اہل مکہ کے شرک سے کسی طرح بھی الگ نہیں ہے، وہیں ان کے پاس کچھ ایسی کتابیں بھی ہیں جنکے ذریعہ وہ مذہبی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ اہل وطن میں شرک کی جڑیں کافی گہری ہیں، اس لئے اہل دعوت انہیں مشرکین سمجھنے کے لئے مجبور ہیں، مگر مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں ہندوؤں کو یا کم سے کم ان کے بعض طبقات کو اہل کتاب سمجھا جاسکتا ہے۔

۱۔ ہندوؤں کا دعوی ہے کہ ان کے پاس آسمانی کتابیں ہیں۔ مثلاً وہ ویدوں کو شروتی گرنتھ تسلیم کرتے ہیں، یعنی وہ براہ راست آواز کی شکل میں تقریباً ۳۱۵ ریشیوں پر نازل ہوئے اور رشیوں نے انہیں سن کر یاد رکھا اور لوگوں کے بیچ پہنچایا۔ حسن اتفاق سے حضرت ابوذر غفاری کی ایک روایت میں بھی رسولوں کی کل تعداد ۳۱۵ ہی بتائی گی ہے۔ ہندوں میں عام طور پر ویدوں کو 'اپوروشے یے' یعنی غیر انسانی کلام تسلیم کرنے کی روایت موجود ہے۔ ویدوں کے علاوہ سمہیتا کی دوسری کتابوں مثلاً اپنیشدوں کو بھی 'اپوروشے یے' مانا جاتا ہے۔ ہندوؤں میں رائج چھ اہم مسالک میں ویدوں کی اس حیثیت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ ویدوں کے نزول کا دور 1000-2500 قبل مسیح مانا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں ویدوں کو آسمانی کتابیں ماننے سے انکار کرنے کا رجحان اس لئے رہا ہے کیونکہ ان کا ذکر قرآن کریم میں نہیں ہے لیکن اس انکار کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ آسمانی کتابیں نہیں ہوسکتیں۔ گزشتہ عرصہ میں شمس نوید عثمانی اور انکے معتقدین نے اس سے آگے بڑھ کر یہ بات کہی ہے کہ قرآن میں ویدوں کا ذکر صحف اولی (20:133) اور زبر الاولین (26:196) کے نام سے موجود ہے۔ انکا ماننا ہے کہ نہ صرف ویدوں کے مضامین اور قرآن کی تعلیمات میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے بلکہ چونکہ ان کا ذکر قرآن نے نام کے ساتھ کیا ہے لہٰذا انہیں آسمانی کتب تسلیم کیا جانا چاہئے۔ (اگر اب بھی نا جاگے تو، P.69-95)۔ ویدوں کی قدامت کے دعوے، انکی مذہبی تعلیمات اور اسلامی تفاسیر میں ان آیات پر مزید تحقیق کے ذریعہ اور کسی مختلف خیال کی عدم موجودگی میں اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ تاوقت کہ کوئی اور ثبوت سامنے آئے، ویدوں یا انکے ایک حصہ کو تحریف شدہ آسمانی کتب مانا جاسکتا ہے۔

۲۔ کسی قوم کی مذہبی روایت اور معروف مقدس کتابوں کا تعلق ماضی کے کسی نزول آسمانی سے ہے یا نہیں، یہ دیکھنے کے لئے جو پیمانہ ہوسکتا ہے اس کی رو سے بھی اس معاملے پر غور کیا جاسکتا ہے۔ ہندو معاشرے میں پائے جانے والے واضح شرک کے باوجود ان کی مقدس کتابوں میں توحید کی تعلیمات بکھری ہوئی نظر آتی ہے۔ برہم، اوم، اشور، پرمیشور، پربھو، پورش، پرماتما، بھگوان وغیرہ ناموں سے ایک ایسی مافوق الفطرت ہستی کو عام طور پر تسلیم کیا جاتا ہے جو کہ کائنات کا موجد ہی نہی، بلکہ اس کا پروردگار اور فرمارو ابھی ہے، حالانکہ بھگوان ایسے انسانوں

کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جن کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انہیں اسی زندگی میں نجات مل چکی ہے۔ اسی طرح جنت ودوزخ (سورگ اور نرک)، فرشتوں (دیوتا)، اور سزا و جزا (کرم) کے متعلق بہت سی باتوں میں بعض ہندو عقائد اسلام سے قریب نظر آتے ہیں حالانکہ ہندوؤں میں نبوت کا واضح تصور نہیں پایا جاتا ہے مگر ان میں اس کا یکسر انکار بھی نہیں ہے۔ مثلاً وہ ریشیو کی مقدس حیثیت کو مانتے ہیں۔ سنسکرت میں ریشی کے تقریباً وہی معنی ہیں جو عربی میں نبی کے ہیں یعنی غیب کی ایسی باتوں کو بتانے والا جو عام انسانوں کے مشاہدے میں آنا مشکل ہو۔ تارا ناتھ کی سنسکرت لغت میں ریشی کے معنی ہیں ''وہ جو اپنے روحانی علم سے سنسار کو اس کے مادی وجود سے آگے دیکھ سکے''۔ ریشی لفظ اس کے مصدر ''رش'' سے بنا ہے جس کا مطلب ہے ''آگے جانے یا بڑھنے والا'' اور رسول لفظ اپنے مصدر ''رسل'' سے بنا ہے جس کے معنی ہیں ''بھیجا گیا''۔ اس طرح یہ دونوں اصطلاحات تقریباً ایک ہی مقصد کے لئے استعمال ہوتی ہیں۔ مزید یہ کہ جس طرح قرآن سے پہلے کی آسمانی کتابوں میں نبی آخرالزماں کی تشریف آوری کی پیشن گوئیاں پائی جاتی ہیں، ویسی ہی بشارتیں ویدوں اور دوسری کتابوں میں بھی ملتی ہیں، جہاں ''نراشنس'' یا ''کلکی اوتار'' کے روپ میں آپ کا انتظار تھا۔

۳۔ جس طرح وحدۃ الوجود کے فتنے میں کئی مسلم زاہد الجھ گئے اسی طرح ہندوؤں میں بھی ادویت کے نظریہ نے خالص توحید پر ان کے عمل کو متاثر کیا ہے۔ بارہویں صدی کے جید مفکر البیرونی نے اپنی مشہور کتاب ''تاریخ ہند'' میں تبصرہ کیا ہے کہ ''ہندوؤں کا خدا پر ایمان ہے کہ: وہ ایک ہے، بے انتہا ہے، ازل سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، خود مختار ہے، حکیم ہے، شئ قدیر ہے، زندہ اور جاوید ہے، حیات بخش ہے، حکیم ہے، صابر ہے، اپنے آپ وہ ہی حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے، ہر قسم کی تمثیل اور غیر تمثیل سے ماورا ہے، نہ وہ کسی کی طرح کا ہے اور نہ کوئی اس جیسا ہے''۔ ان کا خیال تھا کہ ہندوؤں میں جو عالم ہیں وہ ایسے ہی خدا کی عبادت کرتے ہیں، جبکہ عام ہندو ہر کسی چیز کی پرستش میں مبتلا رہتے ہیں۔ ان کا اور ان کے شیخ ابوسہل کا خیال تھا کہ ہندوؤں کے عقائد کے سلسلہ میں مسلم علماء میں ایک نامناسب تعصب پایا جاتا ہے۔ اصغر علی انجنئر کے مطابق اٹھارہویں صدی کے مشہور صوفی عالم مظہر جانجاناں نے اپنے ایک خط میں لکھا تھا ''ہندوؤں کو کافر نہیں کہا جاسکتا کیونکہ کافر وہ ہے جو اپنی حقیقت کو چھپاتا ہے جبکہ ہندوؤں کے پاس ویدوں جیسی مقدس کتابیں ہیں جو اللہ کی نازل کردہ سچائی کی مظہر ہیں، ہندوؤں کا توحید پر ایمان ہے یعنی ایشور کے روپ میں ایک ایسے خدا پر ایمان جو صفات اور شکل دونوں سے ماوریٰ ہو''۔ ایک مضمون نگار خورشید امام نے اپنے حالیہ مضمون ''ہندوؤں کی مقدس کتابیں۔ایک تعارف'' میں ان حوالوں کا ذکر کرتے ہوئے کہ ویدوں یا دیگر کتابوں میں توحید کی کیا تعلیمات ہیں، یہ لکھا ہے: ''حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت ویدوں کے آسمانی کتابیں ہونے کے بارے میں یا تو خاموش ہے یا انکاری، مگر ویدوں کے توریت، زبور اور انجیل کی طرح آسمانی کتابیں ہونے کے کئی ثبوت موجود ہیں''۔ ان حوالوں میں اگر علماء دمشق کے آٹھویں صدی کے اس فتوے کو بھی پیش نظر رکھا جائے جو انہوں نے سندھ کے ہندوؤں اور بودھوں کے اہل کتاب ہونے کے سلسلے میں صادر کیا تھا تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہندوؤں میں پائی جانے والی توحید اور انکی خصوصی حیثیت کے بارے میں مسلمانوں میں ایک اعتماد مسلسل موجود رہا ہے۔

یہودیوں میں حضرت عزیر کو اللہ کا بیٹا مانا جاتا ہے اور عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ مسیح کو۔ جیند اوستھا کی تعلیمات میں اہور ماجدا (خدا) اور اہیرمان (شیطان) کی طاقت تقریباً برابر مانی جاتی ہے اور اس پر ایمان رکھنے والے مجوسی آگ کی پوجا کرتے ہیں۔ ان تینوں مذاہب کے ماننے والوں میں کئی قسم کی مشرکانہ روایات کے باوجود چند حقائق کے پیش نظر انہیں اہل کتاب تسلیم کیا جاتا ہے، یہ حقائق ہیں ایک مافوق الفطرت خدا پر ان کا ایمان، رہنمائی کیلئے کسی مقدس انسانی ہستی کی ضرورت جو اسے خدا تک پہنچانے کا ذریعہ ہو، کسی آسمانی کتاب کا ہدایت کے لئے ضروری سمجھا جانا، زندگی کے بعد موت پر یقین، جزا و سزا پر ایمان، وغیرہ۔ ان امور میں توریت، انجیل اور جیند پر ایمان رکھنے والے لوگوں

کے ساتھ ساتھ وید کے ماننے والوں کے درمیان بھی یکسانیت پائی جاتی ہے، چاہے وہ قرآن کے مطابق صحیح عمل ہو یا پھر غلط، اپنی تمام تر گمراہیوں اور مبین شرک پر عمل کے باوجود یہود، نصاریٰ اور مجوسیوں کو 'اہل کتاب' تسلیم کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ہندوؤں میں ویدوں کے ماننے والے اور سگون- نراکار ایشور پر ایمان رکھنے والوں کو یہی درجہ دیا جانا چاہئے۔

۴۔ عام طور پر اسلام کا جب تصور آتا ہے اور اس سے جڑے ہوئے انبیاء کا پس منظر ذہن میں جاگزیں ہوتا ہے تو ہمارے سامنے محض مشرق وسطیٰ کا علاقہ رہتا ہے جو اُر، فلسطین، مصر اور مکہ معظّمہ کی چوہدّی کے درمیان گھومتا نظر آتا ہے۔ اور اسکا واسطہ بھارت سے تو کسی حال میں نظر نہیں آتا۔ حالانکہ بعض روایات کے مطابق جنہیں ضعیف سمجھا جاتا ہے، بھارت وہ ملک ہے جہاں اللہ کے پہلے نبی حضرت آدمؑ نہ صرف جنت سے اتارے گئے بلکہ یہ علاقہ انکی سرگرمیوں کا ایک بڑا مرکز رہا ہے۔ بھوپال کے قاضی سید عابد علی وجدی کی مشہور کتاب 'ہندوستان اسلام کے سائے میں' بھارت کو مسلمانوں کا آبائی وطن قرار دیتی ہے۔ موصوف نے حضرت آدمؑ کے بھارت کے حصے صندلیپ یا دکن میں نزول کے قائل جن بزرگوں کے نام گنائے ہیں انمیں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، ابن کثیر، امام حسن بصری، علاء الدین بغدادی، نصر الدین قاضی بیضاوی، علامہ شیخ سلیمان جمل، علامہ ابوالعاص کزمائی، سیوطی، علامہ شبلی نعمانی، علامہ سید سلیمان ندوی، اور سید غلام نبی آزاد بلگرامی، وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے علامہ بلگرامی نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ "جب حضرت آدمؑ ہندوستان میں اترے تو وحی الٰہی نے انکی توبہ کی قبولیت کی بشارت دی ۔۔۔ اور اس سرزمین میں سکونت کے لئے رہنمائی اور ہدایات عطا فرمائی تو اس سے ہمارے ملک ہندوستان کا سب سے پہلے وحی الٰہی کا مہبط یا جائے نزول ہونا ثابت ہوتا ہے۔" (P125)

۵۔ حضرت آدمؑ کے بعد کے دو اور انبیاء حضرت شیثؑ اور حضرت ایوبؑ کا تعلق بھی سرزمین ہند سے رہا ہے۔ حضرت شیثؑ غالباً بائبل کے حضرت شیتھ (Seth) ہیں جو حضرت آدمؑ کے تیسرے بیٹے تھے اور جن سے انبیاء کا سلسلہ جاری رہا، کیونکہ ہابیل کی وفات اور قابیل کے ان کے قتل میں ملوث ہونے کی وجہ سے حضرت آدمؑ کے دو بڑے بیٹوں سے نبوت کا سلسلہ ممکن نہیں تھا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی کتاب مدینۃ الاولیاء میں حضرت شیثؑ کا تفصیلی ذکر کیا ہے اور انکی قبر ایودھیا میں بتائی ہے۔ انکے علاوہ انکے بارے میں تواریخ انبیاء، علامہ شہاب الدین دولت آبادی کی کتاب ''خلاصۃ الوقائع''، علامہ ابوالفضل کی کتاب ''آئینہ اکبری''، محدث دہلوی کی کتاب ''خلاصۃ الاحادیث''، مولوی سید ناصر الدین نوید جاوید کی کتاب ''سراج الہدایہ''، سید عابد حسین سہرامی کی کتاب ''تاریخ جائس''، ''تواریخ نو''، ''العصر جغرافیہ ملک اودھ''، وغیرہ میں ذکر ہوا ہے۔

''آئین اکبری'' میں لکھا ہے کہ "حضرت شیثؑ اور حضرت ایوبؑ کی قبریں اودھ میں ہے۔" "سراج الہدایہ میں ہے "در ہند شہر پست کی اور اودھ گوسیند میانے دو بلندی قبر دو نبی شیش وایوب علیہ السلام"۔ ان روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھارت کی سرزمین نہ صرف حضرت آدمؑ کی سرگرمیوں کا ایک اہم مرکز رہی ہے، بلکہ انکے صاحبزادے حضرت شیشؑ (جنہیں ہندو گنیش کے روپ میں جانتے ہیں) اور انکے پوتے وغیرہ بھی یہاں کافی عرصے تک دعوت حق کا کام کرتے رہے ہیں اور انکی تدفین بھی یہیں ہوئی اور ایودھیا کو جو مذہبی حیثیت حاصل ہے اسکی اصلی وجہ بھی یہی دونوں اجداد انسانیت ہے۔ ویدوں کی روایات کے مطابق حضرت شیثؑ کا نام اتری اور حضرت ایوب کا نام انگرس ہے جنہیں شروع کے دس راجاوں میں شمار کیا گیا ہے۔ مزید ایسے حوالے ملتے ہیں جن سے یہ گمان ہوتا ہے کہ حضرت آدمؑ اور انکے بیٹوں کا قصہ غیر محسوس طریقہ سے ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں درج ہے جس کے مطابق ابھومنو کے بیٹے کپل نے شونک (مقتول) کو منا نامی جگہ پر ہلاک کیا تھا اور باغی ہو گیا تھا اور اسی نے شولینگ کی عبادت کا چلن دیا اور منو کے سکھائے ہوئے یوگا کو کئی قسم کے یوگا میں تبدیل کر دیا۔ اگر بائبل میں درج حضرت آدمؑ کی عمر

(930)، حضرت شیث کی عمر (912) اور حضرت ایوب کی عمر (905) کو جوڑا جائے تو ان روایات کے مطابق یہ مقدس خاندان بھارت کی سر زمین پر ایک عرصہ تک سرگرم رہا ہے۔ حالانکہ اس خاندان کے بعد کے مقدس لوگ جنکا نام سنسکرت میں پُلستیہ، پُلاہا، وششٹھا، بُھر گو، نارد، وغیرہ ہیں کا ذکر پایا جاتا ہے جو ویوتسیہ منو (نوحؑ) سے پہلے کے رشی ہیں مگر چونکہ انکے سلسلے میں مسلم علماء میں عام طور پر خاموشی ہے، اور اس میں کئی مسائل تحقیق طلب ہیں اس لئے یہ سلسلہ حضرت ایوبؑ تک محدود رکھا جاتا ہے۔

۶۔ مشہور عرب جغرافیہ نویس علامہ یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یُقیر ابن یقتین ابن حام ابن نوح کی اولاد میں سندھ اور ہند دو بھائی تھے جنکے نام پر یہ دونوں ملک مشہور ہوئے (معظم البلدان P291) گویا بھارت کو عربی روایات میں ہند اس لئے کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ نوحؑ کے بعد چوتھی پیڑھی کی ہستی ہند کے نام سے مشہور ہوئی۔ کیرل کے مورخ ٹی۔ محمد نے اپنی کتاب 'ون گاڈ ون کریڈ' (One God One Creed) میں درج کیا ہے کہ دراوڑ قوم مذکور یُقیر کی اولاد ہیں جو کہ سندھو تہذیب کے ایک اہم ستون تھے۔ ان روایات سے حضرت نوحؑ اور انکے اہل خاندان کا تعلق بھارت سے جڑا نظر آتا ہے۔ بقول موصوف کے نوحؑ اور منو کے ناموں میں بڑی حد تک مماثلت پائی جاتی ہے۔ نام کی یکسانیت کے علاوہ دونوں کے ارد گرد کی داستاں تقریباً ملتی جلتی ہے۔ اس موضوع پر شمس نوید عثمانیؒ اور انکے حلقہ اثر میں جو تحریریں سامنے آئی ہیں ان سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ اے۔ جے۔ اے۔ ڈُبسس نے اپنے چالیس سالہ مطالعہ کے بعد اپنی جو مشہور کتاب (Hindu, Manners, Customs and Ceremonies) لکھی ہے اس میں وہ رقم طراز ہیں ''.... مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جن سے ہندوؤں کو بہت عقیدت ہے اور جسے وہ مہانُو کے نام سے جانتے ہیں (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ نکلی جسمیں سات مشہور رشی بھی سوار تھے۔ مہانو دو الفاظ کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی 'عظیم' ہے اور 'نو' بلا شک و شبہ نوح ہی ہیں (P49)''۔ مارکنڈے اور بھاگوت پران میں اس سیلاب کا ذکر تفصیل سے آیا ہے۔ سلسلہ انبیاء کے ضمن میں سورۃ مریم کی آیت (19:58) "من جملہ انبیاء آدم سے تھے اور بعض انکی نسل سے تھے جو نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھے اور بعض ابراہیم اور یعقوب کی نسل سے ہیں" کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ آدمؑ سے نوحؑ تک انبیاء کا ایک سلسلہ تھا اور اسکے بعد دو الگ سلسلے ایک اولاد نوح سے اور دوسرا اولاد ابراہیم سے جاری ہوا۔ اولاد ابراہیم میں بنی اسرائیل کے تمام اہم انبیاء سے ہم واقف ہیں جنکا سلسلہ آنحضرت ﷺ تک جاری رہا، مگر اولاد نوح کے نبیوں سے ہم واقف نہیں ہیں بلکہ قوم نوح اور اسکی تاریخ اور کتابوں سے بھی ہم عام طور پر ناواقف ہیں یا بے یقینی میں مبتلا ہیں۔ ابو سعید خدریؓ کی روایت کردہ ایک حدیث کے مطابق روز آخرت قوم نوح اپنے نبی کو نہیں پہچان پائیگی۔ آج بھی اگر ہندوؤں سے پوچھا جائے کہ تمہارا نبی کون ہے تو وہ اسکا جواب دینے سے قاصر رہیں گے۔ مگر جس طرح روز آخرت امت محمدیہ قوم نوح میں شہادت حق کی گواہی دیگی اسی طرح آج بھی وہ اسے اپنے کھوئے ہوئے نبی کی صحیح تعلیمات سے روشناس کرا سکتی ہے۔ شاہ ولی اللہ، مولانا سلیمان ندوی، مولانا عبید اللہ سندھی ان اشخاص میں سے ہیں جو نوح اور منو میں مماثلت کے قائل تھے۔

۷۔ قدیم اسلامی لٹریچر میں اہل ہند کے عقائد کے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہے، تاہم صابئین کے مذہبی اعتقادات کے بارے میں جو کچھ نقل کیا جاتا ہے وہ ہندوؤں کے مجموعی مذہبی تصورات سے ہم آہنگ نظر آتا ہے، حالانکہ ایسا کوئی براہ راست ثبوت دستیاب نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ صابئین اور ہندو ایک ہی قوم ہیں مگر دونوں کے عقائد میں مماثلت کی بنیاد پر دونوں کی شرعی حیثیت کے بارے میں ایک مثبت حکم پر غور کیا جاسکتا ہے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے روایت کیا ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب جیسا سلوک کرو۔ یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مجوسیوں کی مذہبی کتاب زیند اوستا کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اور نہ انکے کسی نبی کا ذکر قرآن میں ہوا اسکے باوجود انہیں اہل کتاب کی

طرح سمجھا گیا ہے۔مزید یہ کہ مجوسی آگ کی پوجا کرتے تھے اوراس لحاظ سے مشرک تھے مگر پھر بھی انہیں ایک خاص درجہ دیا گیا۔ جہاں صابئین کا ذکراہل کتاب کے ساتھ قرآن میں تین بار آیا وہیں مجوس کا ذکرصرف ایک بار (22:17) آیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ہندوؤں میں صابئین اور مجوس دونوں کی خوبیاں پائی جاتی ہیں یعنی ہندو آگ کی پوجا بھی کرتے ہیں اور وہ ستارہ پرست بھی ہیں۔

۸-قرآن کریم کی تین آیات 5:69، 2:62 اور 22:17 میں اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے ساتھ ساتھ صابئین کا ذکر آیا ہے اور اسی لئے انہیں اہل کتاب میں شمار کیا جاتا ہے یا انہیں 'مثل اہل کتاب' کہا جاتا ہے۔صابئین کے سلسلے میں مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو عراق میں موصل کے آس پاس بس گئے اور ندی کے پانی میں بار بار نہانے کو پسند کرتے تھے۔ان میں سے کچھ ہرین کے آس پاس بس گئے اور کچھ یمن میں جو کہ بنیادی طور پر ستارہ پرست تھے۔شیخ الہند حضرت محمود حسن کے مطابق یہ فرشتوں کی پرستش کرنے والے لوگ ہیں جو حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں۔

مختلف تفسیری لٹریچر سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ صابئین بنیادی طور پر ستارہ پرست، ملائکہ پرست، بار بار نہانے والے، اور مائل ہونے والے اور جھکنے والے بتائے جاتے ہیں۔صابئین کے بارے میں حضرت عمرؓ، امام ابوحنیفہؒ، امام اسحاقؒ، امام قرطبیؒ، علامہ ابن تیمیہؒ، امام غزالیؒ، امام راغب اصفہانیؒ، ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ، وغیرہ کے اقوال درج ہیں۔تفسیر ابن کثیر میں عبدالرحمٰن بن زید کا یہ قول درج ہے کہ صابئین اپنے آپکو حضرت نوحؑ کے دین پر بتاتے ہیں۔آٹھویں صدی کے مورخ الخلیل احمد الفرہیدی نے بھی صابئین کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حضرت نوح کو اپنا نبی مانتے تھے۔

چونکہ صابئین کو اہل کتاب کے زمرے میں شامل کیا گیا ہے جو کہ قوم نوح میں سے ہیں، لہٰذا قوم نوح کے تمام افراد کو یہ درجہ شرعاً حاصل ہو جاتا ہے۔ بظاہر نوحؑ پر نازل کسی کتاب کا ذکر قرآن میں نہیں ہے اس کے باوجود صابئین کو اہل کتاب کے زمرے میں داخل کیا گیا ہے تو یہ کوئی سخت شرط نہیں ہے کہ کسی مذہبی گروہ کو جو اپنی مذہبی کتب رکھتا ہو، مگر اسکا نام قرآن میں نہ پایا جائے تو اہل کتاب میں شمار نہ کیا جائے۔ جو عقائد صابئین کے بتائے گئے ہیں وہ بھی اس بات کا اشارہ کرتے ہیں کہ ہندو قوم کا بڑا حصہ صابئین ہیں، کیونکہ جیوتش کے روپ میں ستارہ پرستی، دیویوں کے روپ میں فرشتوں کی پوجا اور غسل پر زور جتنا برہمنوں میں پایا جاتا ہے ویسا کہیں اور نظر نہیں آتا۔

ابن قیمؒ نے احکام الذمہ کے تحت صائبین کے عقائد پر جو تفصیل بیان کی ہے وہ قابل ذکر ہے، جو ہندوؤں کی شرعی حیثیت متعین کرنے میں رہنما ہوسکتی ہے۔موصوف نے جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ یہود ونصاریٰ سے پہلے کے لوگ تھے، جن کی ریاست ہاران میں تھی، وہ کتابیں لکھتے تھے اور اہل علم تھے، ان میں بڑی تعداد فلسفیوں کی تھی جنہوں نے تفصیلی مضامین لکھے جن کا ذکر فلسفوں پر تحقیق کرنے والوں نے اپنے حوالوں میں کیا ہے، نہ انہوں نے نبیوں کا انکار کیا ہے اور نہ ان کی پیروی کو فرض تسلیم کیا ہے، ان کے نزدیک انبیاء کی پیروی کرنے والے راہ راست پر ہیں اور عذاب سے محفوظ ہوگئے، مگر ایسے لوگ جو کہ نبیوں جیسے راستے پر اپنے فہم اور ادراک سے گامزن ہیں وہ بھی کامیاب ہیں، ان کے نزدیک نبیوں کی دعوت برحق ہے اگر نجات کے لئے کوئی ایک مخصوص طریقہ متعین نہیں ہے، ان کا ماننا تھا کہ کائنات کے خالق اور پروردگار تک ہماری براہ راست رسائی آسان نہیں اس لئے مراقبے میں درمیان کے وسیلوں پر غور کرتے ہوئے اس تک پہنچا جاسکتا ہے۔

ابن القیم نے مزید فرمایا کہ صائبین کے عقائد وفلسفوں کا مطالعہ کرنے والے علماء نے نقل کیا ہے کہ اس قوم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر اس کے ناموں اور صفات کے ساتھ ایمان رکھتے تھے اور فرشتوں، نبیوں اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے تھے، ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو نبیوں کی تعلیمات کے ایسے حصے پر ایمان رکھتے تھے اور ان کی پیروی کرتے تھے جو ان کے اپنے خیال اور تفقہ سے انہیں صحیح لگتا تھا، بنیادی طور

پر دوسرے مذاہب میں سے جو انہیں مناسب لگتا تھا اس کو لے لیتے تھے اور کسی خاص مذہبی طریقہ کو نہ اپنا قریبی سمجھتے تھے اور نہ دور، انہیں صابئین اسی لئے کہتے تھے کیونکہ وہ کسی خاص دین کی پیروی کرنے کے بجائے ان میں سے جس عمل کو بہتر سمجھتے تھے اسے اختیار کر لیتے تھے۔

تفسیر شیبان میں قتادہ رقم طراز ہیں کہ صابی لوگ فرشتوں کی عبادت کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن ابن زید (م:۸۹۷) نے ذکر کیا ہے کہ جزیرۃ الموصل کے صابئین کہتے تھے کہ ''کوئی خدا نہیں ہے، پس ایک وہی ہے''۔ اسی وجہ سے مشرکین مکہ کو اللہ کے رسولؐ اور صحابہ کرام کو صابئین میں شمار کرتے تھے کیونکہ توحید کے اظہار کے لئے یہی کلمہ ان کی زبان پر رہتا تھا۔ زیاد ابن عابدی (م:۶۷۲) نے لکھا ہے کہ صابئین نبیوں پر ایمان رکھتے تھے اور پانچ وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ مجاہد ابن جریر (م:۷۷۲) کا خیال تھا کہ صابئین کسی خاص دین کی پیروی نہیں کرتے ہیں اور یہود اور مجوسیوں کے درمیان ہیں۔ حسن بصری (م:۸۲۸) کی رائے ہے کہ صابئین زبور کی تلاوت کرتے ہیں اور فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ قتادہ ابن دمامہ (م:۷۳۶) نے فرمایا ہے کہ صابئین فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں، زبور کی تلاوت کرتے ہیں اور پانچ وقت کی عبادت ان کا معمول ہے، مزید یہ کہ وہ سورج کو بھی پوجتے ہیں۔ خلیل ابن احمد (م:۷۸۶) کا خیال تھا کہ صابئین کا تعلق حضرت نوحؑ سے تھا۔

حالانکہ کئی مفسرین اور محدثین صابئین کو یہودیوں یا عیسائیوں کا ایک فرقہ سمجھتے تھے، مگر دوسرے محققین کا خیال تھا کہ ایسا نہیں ہے، مثلاً مجاہد اور ابن کثیر، قرطبی، وغیرہ کی رائے ہے کہ یہ قوم حضرت نوح کو اپنا نبی مانتی ہے، ابو یوسف اور ابن حسن کا خیال تھا کہ یہ لوگ ستارہ پرست تھے اور انسانی زندگی پر ستاروں کے اثرات کے قائل تھے، اسلامی مراجع اور قرآن کی ابتدا پر تحقیق کرنے والے مغربی مصنف ڈبلیو۔ ایسٹی۔ کلیر ٹسڈل (W.St. Clair-Tisdall) کے مطابق صابئین ۳۰ دن کے روزے رکھتے تھے اور عید مناتے تھے جس میں اپنے اجداد کی روحوں کے لئے دعا کرتے تھے، مگر اس میں سجدہ نہیں کرتے تھے۔ موصوف یہ بھی مانتے تھے کہ وہ حضرت عیسیٰ اور ادریس کے پیرو بھی تھے، جبکہ کچھ ماہرین کا خیال تھا کہ صابی نام حضرت آدم علیہ السلام کے پوتے صبی سے ماخوذ ہے۔

ان تفصیلات سے یہ یقیناً ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوؤں کا صابئین سے براہ راست تعلق ثابت ہو یا نہ ہو، مگر دونوں کے حالات اور عقائد میں بڑی حد تک مناسبت پائی جاتی ہے۔ صابیوں کی طرح ہندو بھی دیویوں کے روپ میں فرشتوں کی پوجا، ستارہ پرستی، نجات کے لئے مختلف راستوں کے وجود، فلسفوں کی پیروی کرنے، تفصیلی مذہبی کتابیں لکھنے اور پڑھنے، روح پرستی، وغیرہ کے قائل ہیں۔ ہندو بھی منو کی شکل میں حضرت نوح سے عقیدت رکھنے اور شیو کے روپ میں آدم کو ماننے اور سورج کی پوجا کرنے والے ہیں۔ صابی کے قدیم معنی میں انہیں پانی میں غوطہ لگا کر نہانے والا بتایا گیا ہے اور ہندوؤں میں بھی یہ طریقہ نمایاں طور پر موجود ہے۔ صابی کی طرح ہندوں میں بھی چندراین ورت کی شکل میں ایک قمری ماہ کے روزے کا ذکر ہے۔ لہٰذا شریعت میں جو حکم صابئین کے لئے ہے وہی حکم ہندوؤں کے لئے بھی ہونا چاہئے۔

۹۔ ڈاکٹر قاسم رشید (پرنس طلال بن ولید اسکول آف اسلامک اسٹڈیز، ہارورڈ یونیورسیٹی کے ویزٹنگ فیلو) نے اپنے ایک حالیہ مضمون میں دو حوالوں کا ذکر کیا ہے جن میں شری کرشن کو نبی بتایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک کے بارے میں حدیث ہونے کا گمان ہے اور دوسرے میں مولانا قاسم نانوتویؒ کے اظہار خیال کا ذکر ہے۔ انہوں نے دلامی کی کتاب فردوس الا کبر کی ایک روایت نقل کی ہے: (کان فی الھند نبی اسود اللون اسمہ کھینا) - ''ہند میں ایک نبی آیا تھا جو سیاہ رنگ کا تھا اور اس کا نام کانہا تھا''۔ یہاں کھینا سے مراد کنہیا یا کرشن سے لیا گیا ہے۔ شاہ جہاں پور مناظرے کے حوالے سے محقق کہتا ہے کہ مولانا نانوتوی کی رائے تھی کہ ''شواہد اور مذکور روایت کی رو سے شری کرشن ایک حقیقی نبی لگتے ہیں''۔

۱۰۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے ایک بار فرمایا تھا کہ ''رام اور شری کرشن شاید اپنے دور کے نبی تھے مگر یہ بات وثوق کے ساتھ تسلیم نہیں کی جاسکتی، کیونکہ قرآن اس سلسلے میں خاموش ہے۔'' اٹھارہویں صدی کے مشہور صوفی عالم مظہر جان جاناں ان دونوں شخصیات کو نبی تسلیم

کرتے تھے۔ علمائے فرنگی محل کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ شری کرشن کو نبی تسلیم کرتے تھے۔ کچھ دانشور شری کرشن اور حضرت موسیٰ ؑ کی زندگیوں میں پائی جانے والی مماثلت کو بھی زیر بحث لاتے ہیں۔ ان تمام حوالوں کو یہاں پیش کرنے کی غرض محض یہ ظاہر کرنا ہے کہ گیتا اور شری کرشن کے تعلق سے مسلم معاشرے میں ہمیشہ سے دلچسپی رہی ہے اور خاص طور پر یہ دیکھ کر کہ گیتا کی تعلیمات کا قرآن کی بنیادی تعلیمات سے اختلاف ہونے کے باوجود دونوں میں بہت کچھ مماثلت بھی پائی جاتی ہے جو کہ ہندوؤں کے بعض طبقات کو اسلام سے قریب کر دیتی ہے۔

۱۱۔ اس معاملے میں ایک اور طریقہ سے بھی روشنی ڈالی جا سکتی ہے۔ قرآن میں 'امّی' لفظ دو جگہ استعمال ہوا ہے اور دونوں جگہ وہ کتاب کا علم نہیں رکھنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے، سورہ بقرہ آیت ۷۸ میں فرمایا گیا ہے کہ: ''ان میں (یہود) میں بعض ایسے ہیں جو کتاب کا علم نہیں رکھتے ہیں اور صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں''۔ ایک اور جگہ سورۂ جمعہ آیت ۲ میں ارشاد ہوا ہے: ''وہی تو ہے جس نے ان بے کتاب لوگوں (امیوں) کے درمیان ایک پیغمبر بھیجا ہے جو ان کے سامنے (اس کتاب) کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے۔۔۔''۔ ظاہر ہے کہ قرآن کے نزدیک ''امی'' وہ شخص ہے جسے کسی آسمانی کتاب کا علم نہ ہو، اور جسے کسی آسمانی کتاب کا علم ہوگا وہ کتاب والا کہلائے گا۔ یہودی اہل کتاب ہیں اور ان میں اکثر تعلیم یافتہ بھی تھے مگر پھر بھی ان میں سے کچھ لوگ کتاب کا علم نہیں رکھنے کی وجہ سے 'امّی' قرار دیے گئے، وہیں مکہ کے لوگ جو کتاب کا علم نہیں رکھنے کی بنیاد پر 'امّی' قرار دیئے گئے تھے انہیں اللہ کے رسول کے ذریعہ کتاب کا علم دیا جا رہا ہے، اس لئے ان کی حیثیت 'امّی' سے 'کتاب کا علم رکھنے والے اور ان کی پیروی کرنے والوں میں' تبدیل ہو رہی تھی۔

عام طور پر 'امّی' لفظ کے معنی ان پڑھ اور ناخواندہ لیا جاتا ہے، مگر قرآن کی یہ آیتیں اسے اور کئی معنوں میں استعمال کرتی نظر آتی ہیں، جس کی رو سے کسی آسمانی کتاب کا علم نہ رکھنے والے لوگ یا قوم 'امّی' کہلائیں گے۔ عربی لغت میں 'امّی' لفظ جہاں ان پڑھ اور ناخواندہ لوگوں کے لئے بیان کیا گیا ہے وہیں بیضاویؒ کے مطابق اس کے ایک معنی یہ بھی درج ہیں کہ ایسے لوگ جن کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہ ہو۔

اس لئے نزول قرآن سے پہلے کے ایسے لوگ جو کسی نہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں جس کا ذکر چاہے قرآن میں ہو یا نہ ہو اہل کتاب کہلائے، گویا کہ اہل کتاب 'امّی' کی ضد ہے۔ اس لحاظ سے ہندوؤں میں سے جو طبقات شروتی گرنتھ پر ایمان رکھتے ہوں ان کا شمار اہل کتاب میں کیا جانا چاہئے اور جو ایسا نہ کرتے ہوں انہیں 'امّی' کا درجہ دیا جانا چاہئے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن نے ان دونوں الفاظ کا استعمال کر کے اجمالی احکام کی دو کیفیات کو بیان کیا ہے۔ ایک وہ جس میں تمام تحریفات کے باوجود عقائد کی بنیاد کوئی تسلیم شدہ کتاب ہو جسے آسمانی بھی سمجھا جاتا ہو، چاہے گردش ایام میں اس کے پیرو شرک یا کفر میں مبتلا ہو گیے ہوں اور دوسری وہ جس میں لوگ اپنے وہم و گمان اور ظن کے سہارے اپنے من مانے خداؤں کی پیروی کرتے ہوں۔ پہلا گروہ ''اہل کتاب'' شمار کیا جاتا ہے اور دوسرا ''امی''۔ ہندوؤں کو اہل کتاب کا درجہ دینے میں یہ پہلو رہنمائی کر سکتا ہے۔

۱۲۔ ہندوؤں کے مذکورہ عقائد خاص طور پر توحید پر انکے ایمان کو سمجھنے کے لئے ویسے تو بہت سی کتابوں کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے مگر یہاں چند حوالے پیش خدمت ہیں:

''صرف وہی ایک یکتا خود سے قائم ہے'' (اتھروید 12-1-13)

''سنسار کا خالق آگے، پیچھے، اوپر، نیچے سب جگہ ہے'' (رگ وید 14-34-10)۔

''وہ ایک ہی ہے، دوسرا نہیں ہے، نہیں ہے، نہیں ہے، ذرا بھی نہیں ہے'' (برہم سوتر)۔

''اسی ایک کو صالح لوگ اندر، متر اور ورون کہتے ہیں، وہی آسمان میں براجمان ہے، وہی اگنی، یم اور ماترشوا ہے'' (رگ وید 46-164-1)۔

''ہے اگنی تم ہی نیک لوگوں کی آرزوں کو پورا کرنے والے ہو،تم ہی عبادت کے لائق ہو،تم ہی بہتوں کی حمد کے سجاوار ہو،تم ہی برہم اور برہسپتی ہو'' (رگ وید3-1-2)۔

''ایک ہی خدا کے مختلف نام ہیں، اہل علم اسے الگ الگ ناموں سے یاد کرتے ہیں'' (رگ وید05-114-10)۔

''اس کی کوئی مورت نہیں، اس کا نام ہی اعلیٰ اور قابل حمد ہے'' (یجر وید3-32)۔

''وہ لوگ ظلمت میں جا پڑتے ہیں جو مخلوقات کی عبادت کرتے ہیں، وہ لوگ اور گہری ظلمت میں داخل ہوتے ہیں جو اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے خداؤں کی عبادت کرتے ہیں'' (یجر وید9-40)۔

''اے نفس! تو انسانی کلام اور ظن سے دور رہ کر اس مقدس کلام کی پیروی کو قبول کر اور اپنے رفقاء کے ساتھ حق کی پیروی کر'' (اتھرو وید)۔

''اس جیسا اور کوئی نہیں ہے'' (چھاندوگیہ اپنشد1-2-6)۔

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا اور ہمارے ان گناہوں کو ہم سے دور کر جو ہمیں برباد یا گمراہ کردیں'' (رگ وید16-40)۔

''جو برہم کو نہیں جانتا وہ وید سے کیا فائدہ اٹھا پائے گا'' (رگ وید39-164-1)۔

''شادمانی اور انسیت جہاں موجود ہو، جہاں سبھی خواہشات فوراً پوری ہوتی ہوں اس خلد میں ہمیں پناہ دو'' (رگ وید11-113-9)۔

''اس کائنات کے خالق کی حمد ہو'' (رگ وید1-81-5)۔

''جو سارے خداؤں کا ایک خدا ہے'' (رگ وید8-121-10)۔

جوا، شراب، سود، قتل، بے حیائی، وغیرہ گناہوں کے خلاف بھی ویدوں میں حرمت پائی جاتی ہے، مثلاً فرمایا گیا ہے: ''چونکہ برہم نے تمہیں عورت بنایا ہے، اسی لئے نظریں نیچی رکھو، اوپر نہیں، اپنے پیروں کو سمیٹے رکھو، ایسا لباس پہنو کہ کوئی تمہارا جسم نہ دیکھ سکے'' (رگ وید19-33-8)۔

اوپر کے حوالوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عام ہندوؤں کا عمل چاہے جو ہو، ان کی بعض مقدس کتابوں میں توحید کی واضح جھلک ملتی ہے۔

۱۳۔ اسماعیل فاروقی راجی نے اپنی کتاب ''کلچرل اٹلس آف اسلام'' (Cultural Atlas of Islam) میں محمد بن قاسم کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب یہ نوجوان سپہ سالار زیبل کو فتح کرنے میں کامیاب ہو گیا تو اسنے سندھ کا انتظام انصرام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اسنے اہل سندھ کے براہمنوں اور بودھوں اور انکے عقائد کے بارے میں خلیفہ کے پاس معلومات دیتے ہوئے استصواب ارسال کیا کہ انہیں کیا سمجھا جائے؟۔ دربار خلافت سے جواب آیا کہ انہیں 'مثل اہل کتاب' کہا جائے اور انہیں ذمیوں کے تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ اس فتوے سے ہندوؤں اور بودھوں کے بارے میں عام رائے بنی کہ انکے ساتھ اہل کتاب کی طرح معاملہ کیا جائے۔ اس واقعہ کا تفصیل کے ساتھ سندھ کی تاریخ میں بارہا ذکر ہوا ہے خاص طور پر چچنامہ میں۔ اس دور کے براہمنوں کا توحید پر عقیدہ اتنا کمزور تھا کہ جب محمد بن قاسم کو واپس بلا لیا گیا تو انہوں نے اس کا ایک بت بنا کر محمد بن قاسم کی پوجا شروع کر دی۔ اس زمانے سے ہی چند کشیدہ حالات کو چھوڑ کر ہندوؤں کو اہل کتاب کا درجہ حاصل رہا اور ان سے ایک لمبے عرصہ تک جزیہ لیا جاتا رہا، ہندو عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں ہندو بن کر رہ سکیں مثلاً جودھا بائی، اور انہیں اپنے مذہبی معاملات میں آزادی دی گئی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مسلم دور حکومت میں ہندوؤں کی اکثریت باقی نہ رہتی۔ علماء دمشق سے لے کر البرونی اور شاہ ولی

اللہ تک ایک طویل سلسلہ ہے جس میں ہندوں یا انکے کچھ خاص طبقات کو اہل کتاب سمجھا جا تا رہا ہے۔

ہندوؤں کو اہل کتاب ماننے کے خلاف جو آرا سامنے آتی ہیں وہ اس طرح ہیں:

ا۔ ہندو مشرک ہیں اور توحید کو نہیں مانتے۔

ب۔ ان کے پاس کوئی ایسی آسمانی کتاب نہیں ہے جسکا ذکر قرآن میں ہوا ہو۔

ت۔ وہ کسی نبی کے پیرو نہیں ہیں جسکا ذکر قرآن نے صراحت سے کیا ہو۔

ج۔ اسکی ضرورت ہی کیا ہے؟

۱۴۔ مندرجہ بالا بحث میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہود، نصاریٰ، صابئین اور مجوس سبھی کسی نہ کسی درجے کا شرک کرتے تھے، قرآن نے انہیں اس پر متنبہ کرتے ہوئے بھی انہیں ایک خاص درجہ دیا ہے جو اس زمانے کے اہل عرب کو حاصل نہیں تھا۔لہٰذا کسی کا مشرک ہونا اسکے اہل کتاب بننے میں مانع نہیں ہے۔ یہ بات اوپر ذکر کی جا چکی ہے کہ ہندوؤں کی مقدس کتابوں کا ذکر قرآن میں زبرالاولین اور صحف اولی کے نام سے کیا گیا ہے پھر بھی یہ مان لیں کہ یہ ذکر انکے بارے میں نہیں ہے تو بھی چونکہ ہندو بھی زیند اوستھا کی طرح ویداور دوسری کتابیں رکھتے ہیں۔ دوسری طرف معروف معنی میں جنکو صابئین سمجھا جا تا ہے ان کے پاس تو کہنے کے لئے بھی کوئی آسمانی کتاب نہیں پھر بھی انہیں ایک درجہ خاص دیا گیا ہے، لہٰذا اس دلیل میں بھی کوئی خاص وزن نہیں ہے۔ جہاں تک اسکی ضرورت کا سوال ہے تو اسلامی دعوت کے میدان میں اس کی سخت ضرورت محسوس کی جاتی ہے۔ اسکے الٹ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر ہندوں کو اہل کتاب تسلیم کرلیا جائے گا تو اہل اسلام کے عقیدہ میں کیا فرق واقع ہو جائے گا؟ ایسا کرنا دراصل نبی کریمؐ کی روایت اور آپ کے عطا کردہ اصول کی ہی پیروی ہوگی۔

حالانکہ مسلم دور حکومت میں تمام ہندوؤں کو ’’ذمی‘‘ قرار دے کر ان سے جزیہ لیا جا تا رہا ہے اور محمد بن قاسم سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک ان کی اس حیثیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، مگر یہ سوال آج کے ہندو معاشرہ کے بارے میں اٹھنا لازم ہے کہ ان کی شرعی حیثیت کیا ہو؟ اس لحاظ سے اہل کتاب یا مثل اہل کتاب کے جو پیمانے فقہاء نے متعین کئے ہیں ان کے لحاظ سے ہندوں کی درجہ بندی بھی کی جا سکتی ہے۔ اس درجہ بندی کے لئے جو خصوصیات مخصوص رکھی جا سکتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ ایک ایسی حقیقت پر ایمان جو اس کائنات کا خالق، مالک، پروردگار اور فرمارواہو۔

۲۔ فرشتوں یا ان جیسی مخلوقات پر ایمان۔

۳۔ انسانی رہنمائی کے لئے کسی آسمانی کتاب کی ضرورت، وجود اور اس کے متعلق زندگی گذارنے کی اہمیت کو تسلیم کرنا۔

۴۔ کائنات کے فرمارواکی جانب سے انسانوں کی رہنمائی کے لئے اسکے فرستادہ کے وجود پر ایمان۔

۵۔ تقدیر پر ایمان۔

۶۔ زندگی بعد موت پر ایمان۔

۷۔ عمل کے مطابق سزا اور جزا اور اس ضمن میں جنت اور دوزخ کا تصور۔

۸۔ تمام ظاہری اور باطنی اختلافات اور مقدس کتابوں میں تحریفات کے باوجود اس حقیقت کو تسلیم کرنا کہ اپنی اصل میں تمام ادیان، تمام آسمانی کتابیں اور تمام فرستادہ ہستیاں اسی ایک فرماروا کی جانب سے ہیں جو کائنات کا خالق اور پروردگار ہے۔

۹۔ آخری نبی کے سلسلے میں اپنی مقدس کتابوں میں موجود پیشن گوئیوں پر غور وخوض کی اہمیت کو سمجھنا۔

۱۰۔ عمل صالح کے لئے کسی نہ کسی شکل میں عبادت، روزہ، صدقہ، تسبیحات، مقدس مقامات کی زیارت، قربانی، وغیرہ کی ضرورت کو

تسلیم کرنا۔

۱۵۔ یہاں یہ سوال بھی اہم ہے کہ کیا سارے ہندوؤں کو مثل اہل کتاب تسلیم کیا جائے یا ان میں سے جو واقعی کسی آسمانی کتاب کا تصور رکھتے ہوں صرف انہیں۔ حقیقت میں 'ہندو' لفظ کسی عقیدے یا عقائد کے مضمون کی غمازی نہیں کرتا بلکہ یہ کسی خاص علاقے میں رہنے والے لوگوں کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ مسلم دور حکومت میں ہندوایسے تمام لوگوں کو کہا جاتا تھا جو مسلمان نہیں تھے۔ اس ملک کا نام جو کبھی دارالسلام بھی تسلیم کیا جاتا تھا کو 'ہندوستان' کہنے میں مسلمانوں کو کبھی تردد نہیں ہوا۔ خود ہندو اہل علم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ 'ہندو' لفظ یا تو فارسی سے مستعار ہے یا پھر قدیم زمانہ میں افغانستان، پاکستان اور پنجاب کے ایک حصہ پر مشتمل علاقے میں رہنے والے لوگوں کو ہندو کہا جاتا تھا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہندووں کی اصل مقدس کتابوں میں ہندو لفظ کا استعمال نہیں ہوا ہے، بلکہ ان کو ان کے عقائد کی بنیاد پر مختلف زمروں میں داخل کیا گیا ہے مثلاً وشنو کو خدا تسلیم کرنے اور اس کے اوتاروں کو تسلیم کرنے والوں کو ویشنو کہا گیا، شیو کو اپنا مقصود ماننے والوں کو شیو کہا گیا، اور کائناتی حقیقت کو مؤنث طاقت کے روپ میں پوجنے والوں کو شاکت کہا گیا، اس کے علاوہ صرف ویدوں کی پیروی کرنے والے لوگ بھی رہے ہیں، مثلاً آج کے دور کے آریہ سماجی۔ وحدۃ الوجود کے علم بردار ہمیشہ توحید کے بنیادی تقاضوں سے دور رہے ہیں، جبکہ خالق اور مخلوق کے امتیاز کو تسلیم کرنے والے لوگوں کا بھی تسلسل پایا جاتا ہے، مثلاً لنگایت، برہم سماج، پرنامی فرقہ، وغیرہ۔

خلاصہ کلام:

اس پوری بحث کے نتیجے میں یہ موقف اختیار کیا جانا چاہئے کہ مذہبی ہندو اگر اہل کتاب نہ سہی مثل اہل کتاب کا درجہ تو یقیناً رکھتے ہیں اور بھارت کے مسلمانوں کو ان کے تئیں اس اعتبار سے اپنے رویے میں تبدیلی کرنی چاہئے۔ اگر تمام ہندوں کے بارے میں ایک رائے رکھنا دشوار ہو تو مسلمہ اصولوں کے مطابق ہندوؤں کے مختلف فرقوں اور مذہبی تحریکات کا جائزہ لے کر ان کے بارے میں واضح موقف اختیار کیا جاسکتا ہے۔ ہندوؤں کو اہل کتاب تسلیم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ یہ امر واقعہ ہے کہ مسلمانوں میں ہندوؤں کے عقائد اور مذہبی تصورات کا گہرا علم رکھنے والے لوگ عام طور پر شاذونادر ہی پائے جاتے ہیں اور جو موجود ہیں وہ بھی اپنے علم کے ذریعہ قرآن وحدیث کی روشنی میں متعین نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں، کیونکہ نصوص سے ان کی واقفیت کما حقہ نہیں ہوتی۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ اگر علماء کرام اس فقہی سمینار میں کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں تو علماء اور محققین ودانشوروں کی ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو اس مسئلہ میں مزید تحقیقات کے ذریعہ کسی واضح رائے پر پہنچنے میں مدد کرسکے۔

☆☆☆

صابئین اوران سے متعلق احکام
ایک تحقیقی جائزہ

مولانا ابوعبداللہ عظمت اللہ ہدایت اللہ میر

صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟

لغت کی دنیا میں اس کی تحقیق یوں ملتی ہے: صابئۃ صبأ سے ماخوذ ہے: "صبأ الناب ونحوہ (ف) صبوء ا" ، دانت نکلنا، پودے کا اگنا،"من الشئی الی الشئی"، ایک شئی کو چھوڑ کر دوسری اختیار کرنا، مذہب تبدیل کرنا، صابی ہونا" صبأ علیہ"، کسی پر چڑھائی کرنا، حملہ کرنا، کہا جاتا ہے"ھو صابئی "(القاموس المحیط ۱/ ۹۰۶، کتب خانہ حسینیہ دیوبند)۔

علامہ محمد بن قاسم الانباریؒ اپنی کتاب"الزاھر فی معانی کلمات الناس"میں"الصابئین" کی تحقیق بیان کرتے ہوئے اس کے معنی"طلوع ہونا، ظاہر ہونا، صابئین کے دین کو اختیار کرنا" بتایا ہے، قریش مکہ بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے صحابہ کو "صابئین" پکارتے تھے، اور اس کی وجہ وہ اجداد کے دین کو چھوڑ کر کے دین اسلام کو اپنانا بیان کرتے تھے۔ اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے بعض علماء نے اس کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ: تمام ادیان باطلہ کو ترک کر کے صرف دین اسلام کو تسلیم کرنا۔ علامہ انباری تحریر فرماتے ہیں:

"وقولھم" ھو من الصابئین ، قال أبو بکر: الصابئون قوم من النصاری، قولھم: ألین من قول النصاری سموا صابئین لخروجھم من دین إلی دین، وکانت قریش تسمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صابئا ویسمون أصحابہ کذالک لخروجھم من دین إلی دین .یقال صبأت الثنیۃ إذا طلعتھا وصبأت الثنیۃ إذا طلعت وصبأ النجم وأصبأ إذا طلع الخ"(الزاھر فی معانی کلمات الناس ۲/ ۱۷۶، دار النشر بیروت) نیز ملاحظہ ہو المحیط فی اللغۃ ۲/ ۷/ ۲۳، وکتاب العین للخلیل بن احمد البصری ۷/ ۱۷۱)۔

صابئین کون ہیں؟:

صابئین ایک قدیم قوم ہے اور ان کا دین، دین قدیم ہے اس دین کو"دین الصابئۃ" سے جانا جاتا ہے، سب سے پہلے اس دین کا ظہور ملک عراق کے" کلدان" شہروں میں ہوا بعدہ رفتہ رفتہ دوسرے ملکوں اور جزیروں میں پھیلا۔ اس دین کو ماننے والے کثیر لوگ" خابور، دجلہ، فرات" اور سواد واسط کے" بطائح اور کسکر" نیز بلاد جزیرہ کے" حران" شہروں میں پھیل گئے۔

صابئین "دین الصابئۃ" کی نسبت صابئ بن شیث بن آدم علیہم السلام، یا صابئ عم نوح علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں۔ تفاسیر کے سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ" حران" کے اطراف میں مسکون صابئین کے متعلق یہ بات زبان زدتھی کہ وہ نصاری کی ایک قسم ہے اور خود نصاری بھی انکی نسبت حضرت یحی (یوحنا) علیہ السلام کیطرف کرتے ہوئے ان کو" یوحناسیۃ" کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ دوسرے شہروں میں بسنے والے صابئین کے متعلق یہ مشہور تھا کہ وہ" عبدۃ الاوثان" ہیں۔

صاحب ''المختصر فی أخبار البشر '' نے اپنی کتاب میں''أمة السریان والصابئین من کتاب أبی عیسی المغربی ''عنوان کے تحت صابئین کا تعارف کرواتے ہوئے لکھا ہے:

صابئین کی ملت کے سلسلے میں یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ انہوں نے دین کو حضرت شیث اور حضرت ادریس علیہما السلام سے لیا ہے، ان کے پاس کتاب بھی ہے جس کو وہ حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور اس کا نام صحف شیث بتاتے ہیں۔اس کتاب کے مضامین محاسن اخلاق جیسے صدق، شجاعت، غرباء کے ساتھ ہمدردی اور اس جیسی چیزوں پر مشتمل ہیں۔اور صابئین ایک دوسرے کو ان محاسن کا حکم بھی کرتے ہیں یعنی ان کی دعوت بھی دیتے ہیں۔اس کتاب میں رذائل کا تذکرہ بھی موجود ہے اور صابئین ان سے اجتناب کی دعوت بھی ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔

عبادت کے اعتبار سے صابئین کی اہم ترین عبادت نماز مانی جاتی ہے، البتہ ان کے یہاں نمازوں کی تعداد سات ہے، پانچ نمازیں مسلمانوں جیسی ہیں اس کے علاوہ صلاۃ الضحی اور رات کے اخیر حصہ میں پڑھی جانے والی نماز ہے گویا یہ نمازیں ان کے یہاں فرض نمازوں جیسا درجہ رکھتی ہیں۔نیت کے اعتبار سے ان کی نماز مسلمانوں کی نماز ہی کے مانند ہیں یعنی اللہ ہی کے لئے نماز کو اللہ ہی کے حکم کے تحت پڑھا جاتا ہے، نماز کے دوران انسان نماز کے علاوہ کسی اور چیز کو اس میں نہ ملائے یعنی خارج صلاۃ جو چیزیں کی جاتی ہیں ان سے پرہیز کیا جانا ضروری ہے تاکہ نماز صحیح اور درست ہو جائے اور فاسد ہونے سے بچ جائے، یہ چیزیں بھی ان کی عبادات میں ملحوظ رہتی ہیں۔

صابئین کے یہاں ''صلاۃ علی المیت '' بھی مشروع ہے جس میں نہ رکوع ہے نہ سجود۔صابئین تیس دن یعنی ایک مہینہ کے روزے بھی رکھتے ہیں۔اگر مہینہ انتیس کا بھی ہو تب بھی اس پر کسی چیز کی زیادتی کے بغیر انتیس دن ہی کے روزہ رکھتے ہیں۔روزہ میں یہ لوگ فطر یعنی افطار کی بھی رعایت کرتے ہیں اور افطار کرنے کا وقت ان کے یہاں غروب شمس ہی ہے۔

صابئین متعدد عیدیں مناتے ہیں اور ان عیدوں میں وہ نزول کواکب خمسہ: زحل، المشتری، المریخ، الزہرۃ، عطارد کی رعایت کرتے ہیں۔اور اس کے علاوہ وہ سورج کے اپنے برج میں عود کرنے پر ایک عید مناتے ہیں جس کو وہ باعتبار شرف کے بڑا اہم تصور کرتے ہیں۔ان کے یہاں بیت اللہ کی تعظیم کا عقیدہ بھی پایا جاتا ہے وغیرہ۔

الغرض صابئین کے مختصر تعارف پر مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''ملة الصابئين ويذكرون أنهم أخذوا دينهم عن شيث وإدريس ،ولهم كتاب يعزونه إلى شيث ،ويسمونه صحف شيث ،يذكر فيه محاسن الأخلاق ،مثل الصدق والشجاعة والتعصب للغريب وما أشبه ذالک ،ويأمر به ، ويذكر الرذائل ويأمر بجتنابها ،وللصابئين عبادات منها سبع صلوات ،منهن خمس توافق صلوات المسلمين ، والسادسة صلاة الضحى ،والسابعة صلاة يكون وقتها فى تمام الساعة السادسة من الليل ،وصلاتهم كصلاة المسلمين من النية ،وأن لا يخالطها المصلى بشئى من غيرها ۔

ولهم الصلاة على الميت بلا ركوع ولا سجود ،ويصومون ثلاثين يوما، وإن نقص الشهر الهلالى صاموا تسعا وعشرين يوما ،وكانوا يراعون فى صومهم الفطر والهلال،بحيث يكون الفطر وقد دخلت الشمس الحمل ، ويصومون الليل من ربع الاخير الى غروب قرص الشمس۔

ولهم أعياد عند نزول الكواكب الخمسة المتحيرة :زحل والمشترى والمريخ والزهرة وعطارد، ويعظمون بيت مكة ،ولهم بظاهر حران مكان يحجونه ،ويعظمون اهرام مصر ،ويزعمون أن أحدها قبر شيث بن آدم ،

والآخر قبر ادريس ،وهو حنوخ ،والاخر قبر صابيى بن ادريس الذى ينتسبون إليه ،ويعظمون دخول الشمس برج الحمل ،فيتهادون فيه ويلبسون افخر ملابسهم ،وهو عندهم من أعظم الأعياد لدخول الشمس برج شرفها۔

قال ابن حزم :والدين الذى انتحله الصابئون أقدم الأديان على وجه الدهر ،والغالب على الدنيا،إلى أن أحدثوا فيه الحوادث ،فبعث لله تعالى اليهم إبراهيم خليله عليه السلام ،بالدين الذى نحن عليه الأن ۔قال الشهرستانى: والصابئون يقاتلون الحنفية ،ومدار مذهبهم التعصب للروحانين ،كما أن مدار مذهب الحنفات التعصب للبشر والجسمانيين الخ‘‘(المختصر فی اخبار البشر ۱/ ۵۳، بیروت، الشاملۃ)۔

صابئین فقہاء کی نظر میں:

الف- مالکیہ کے مشہور امام علامہ ابن عبدالبر النمری المالکیؒ لکھتے ہیں کہ’’ صابئین‘‘ غیر یہود، غیر نصاری، غیر مجوس ہیں ،جیسا کہ ظاہر القرآن اس پر دال ہے۔

’’والذى يدل عليه ظاهر القرآن ان الصابئين غير اليهود وغير النصارى وغيرالمجوس قال الله تبارك وتعالى: (إن الذين اٰمنوا والذين هادوا والصابئين والنصارى والمجوس والذين اشركوا)(سورۃ الحج آیت ۱۷/(الاستذکار ۲۸۲/۵)۔

مالکیہ ہی کے دوسرے مشہور امام علامہ احمد بن محمد الصاوی المالکی’’كذا قال أهل المذهب ‘‘کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ :صابئین اگر چہ اصل کے اعتبار سے نصاری ہیں،لیکن نصاری کی مخالفت کی وجہ سے ان کو مجوس کے ساتھ ملحق کیا گیا ہے۔

’’ولا الصابئين وإن كان أصلهم نصارى لكن لعظم مخالفتهم للنصارى ألحقوا بالمجوس، كذا قال أهل المذهب‘‘(بلغۃ السالک لاقرب المسالک ۹/ ۹۹، بیروت العلمیہ)نیز ملاحظہ ہو(حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر کتاب الذبائح ۴/ ۹۴ ، بیروت دارالکتب العلمیۃ)۔

ب- شوافع کے مشہور و معروف امام علامہ ابوالحسن الماوردیؒ نے امام شافعیؒ کے حوالے سے تین قول نقل کئے ہیں:

۱- صابئین نصاری کی ایک قسم ہے اگر یقین کے ساتھ یہ معلوم ہو کہ یہ لوگ اصول میں ان کی مخالفت نہیں کرتے ہیں۔

۲- صابئین نصاری کی مطلقاً صنف نہیں ہے۔

۳- تیسرا قول ان کے بارے میں توقف کا نقل کیا ہے۔

علامہ ماوردیؒ نے ان تینوں اقوال کے درمیان تطبیق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کے اقوال کا یہ اختلاف ان کے ذاتی آرا کی وجہ سے نہیں، بلکہ صابئین کے حال کے مختلف ہونے کی وجہ سے ہے وہ اس لئے کہ:

اگر صابئین نصاری کے اصل عقائد میں ان کی موافقت کے ساتھ ساتھ حضرت عیسی علیہ السلام اور ان پر نازل شدہ کتاب تو راۃ کے بھی معتقد ہوں تب تو وہ نصاری کی ایک صنف ہوگی اور ان پر اہل کتاب جیسے احکامات جاری ہونگے۔

اگر صابئین نصاری کے اصل عقائد میں موافق تو نہیں ہیں،لیکن فروعات میں ان کے موافق ہیں ساتھ ساتھ وہ حضرت عیسیؑ اور تو راۃ کی تکذیب بھی کرتے ہیں تو اس صورت میں یہ عبدۃ الاوثان ہونگے اور عام کفار میں شامل ہونگے۔

اور اگر ان کے بارے میں شک و تر دد ہو کہ ایا وہ یہود و نصاری کی فروع کے علاوہ اصول میں موافق ہیں یا مخالف، یا اصول کے علاوہ

فروع میں مخالف ہیں یا موافق، تو اس صورت میں ان کا حکم ان لوگوں کا سا ہوگا جن کے بارے میں تیقن کے ساتھ معلوم نہ ہو کہ وہ یہودیت یا نصرانیت میں ان ادیان میں ردوبدل ہونے سے پہلے داخل ہو چکے ہیں یا ان ادیان میں ردوبدل ہونے کے بعد داخل ہو چکے ہیں۔ یعنی نصاریٰ کی ایک صنف مانا جائے گا اگر یہ بات معلوم ہو کہ وہ اصول میں ان کے موافق ہیں اگرچہ فروع میں ان کے مخالف ہیں اور نصاریٰ ہی کے احکام ان پر جاری ہونگے۔ مگر یہ تب ہے جب ان لوگوں کا تعلق اس اصل کے ساتھ ہوگا جو نصرانیت میں تحریف سے پہلے متصور تھے۔

اور اگر ان کا تعلق نصرانیت کے اصول کے ساتھ نصرانیت میں تحریف ہونے کے بعد کا ہے تو پھر ان کو نصاریٰ کی صنف تصور کرنا درست نہیں ہوگا۔ علامہ ماوردیؒ لکھتے ہیں:

’’وأما الصابئون فهم صنف من النصارى وافقوهم على بعض دينهم وخالفهوم فى بعضه ويسمى باسمهم ، ويضاف اليه قوم يعبدون الكواكب ،ويعتقدون أنها صانعة مدبرة ،فنظر الشافعي في دين الصابئين والسامرة فوجده مشتبها فعلق القول فيهم، لاشتباه أمرهم :فقال هاهنا ! إنهم من اليهود والنصارى، إلا أن يعلم أنهم يخالفوهم فى أصل ما يحلون ويحرمون فيحرمون ،وقطع فى موضع أخر أنهم منهم ،وتوقف فى موضع أخر فيهم، وليس ذالك لاختلاف قوله ،ولكن لا يخلوا حالهم من ثلاثة اقسام :

فقال: إن وافقوا اليهود والنصارى فى أصل معتقدهم ،ويخالفوهم فى فروعه فيقر السامرةبموسى والتوراة ويقر الصابئون بعيسى والإنجيل ،فهؤلاء كاليهود ،والنصارى فى قبول جزيتهم وأكل ذبائحهم ،ونكاح جزء التاسع نسائهم لانهم إذا جمعهم أصل المعتقد لم يكن خلافهم فى فروعه مؤثرا،كما يختلف المسلمون مع اتفاقهم على أصل الدين فى فروع لا توجب تباينهم ولا خروجهم عن الملة.

والقسم الثانى :أن يخالفواليهود والنصارىٰ فى أصول معتقدهم وان يوافقوهم فى فروعه ، ويكذب السمرةبموسىٰ والتورىٰة و يكذبالصابئون بعيسىٰ والإنجيل فهولاء كعبدة الاوثان لايقبل لهم جزية ولايو كل لهم ذبيحةو لا تنكح منهم امراة ،لانهم لم يكونوا على حق فيراعى فيهم ولاتمسكو ا بكتاب فيحفظعليهم حرمته فيو خذوا بالاسلام او بالسيف الخ

والقسم الثالث :أن يشک فيهم :فلا يعلم هل وافقواليهود والنصارىٰ فى الأصول دون الفروع ،أو فى الفروع دون الاصول ،فهولاء كمن شک فى دخوله فى اليهودية والنصرانية هل كان قبل التبديل أوبعده فيقرون بالجزية حقنا لدمائهم ولا تؤكل ذبائحهم ولا تنكح نسائهم‘‘ (الحاوی الکبیر ۹/ ۵۷۵، دار الفکر بیروت)۔

شوافع ہی کے دوسرے امام علامہ ابن قدامہ الشافعیؒ نے امام شافعیؒ سے اس بارے میں توقف کا قول نقل فرمایا ہے آپ الشرح الکبیر میں لکھتے ہیں: ’’**وتوقف الشافعي في أمرهم الخ**‘‘(الشرح الکبیر ۱۰/ ۵۸۹ دار الکتب العلمیۃ)۔

ج۔ حنابلہ میں سے امام احمد ابن حنبلؒ کے شاگرد رشید، علامہ اسحٰق ابن منصور الکوسجؒ نے علامہ ابن القیمؒ کے حوالے سے اپنی مشہور کتاب ’’**مسائل الامام احمد بن حنبلؒ واسحق بن راهويةؒ**‘‘ میں لکھا ہے:

صابئین کی تین قسمیں ہے ایک قسم وہ ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات، اس کے اسماء، صفات ملائکہ، رسل، اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو مطلقا کافر ہیں۔

تیسری قسم ان کی ہے جو تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں، اور تمام شریعتوں پر عمل پیرا ہیں اس اعتبار سے کہ جو چیز ان شریعتوں کی ان کے عقول کے موافق ہوں اور وہ ان کو اپنانا یا اس پر عمل کرنا اچھا سمجھتے ہوں تو وہ اس کو دین سمجھ کر قبول کرتے ہیں۔

آگے تحریر فرماتے ہیں کہ صابئین کی ان مختلف قسموں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان میں سے ایک جماعت کو صابئین حنفاء اور دوسروں کو صابئین مشرکین کہیں گے۔

صابئة حنفاء سے مراد وہ لوگ ہونگے جو ملت ابراہیمی سے وابستہ ہوں اور اپنے آپ کو اس کے متبعین میں سے جانتے ہوں۔

صابئة مشرکون سے مراد وہ ہیں جو اس کے علاوہ ہوں۔ علامہ اسحٰق ابن منصور الکوسج لکھتے ہیں:

”قال ابن القیم: الصابئة أمة فيهم المؤمنون بالله ،وأسمائه ،وصفاته ،وملائكته، ورسله، واليوم الأخر، وفيهم الكافر، وفيهم الأخذ من دين الرسل .بما وافق عقولهم واستحسنوا فدانوا به ،ورضوه لأنفسهم ،وعقد أمرهم إنما يأخذون بمحاسن ما عند اهل الشرائع بزعمهم ولا يوالون اهل ملة ،ويعادون اخرى ،ولا يعصبوب لملة على ملة، والملل عندهم نوامس لمصالح العالم ،فلا معنى لمحاربة بعضها بعضا ، بل يؤخذ بمحاسنها ،وما تكمل به النفوس، وتتهذب به الاخلاق ولذالک سموا الصابئين ،كأنهم صبئوا عن التعبد بكل ملة من الملل والانتساب اليها، ولذا قال غير واحد من السلف :ليسوا يهودا ،ولا نصارى ، ولا مجوسا .

وهم نوعان :صابئة حنفاء ،وصابئة مشركون .فالحنفاء هم الناجون منهم وبينهم مناظرات ورد من بعضهم على بعض وهم قوم ابراهيم كما أن اليهود قوم موسى .والحنفاء منهم اتباعه“(مسائل الامام احمد بن حنبل واسحٰق بن راھویۃ ۸/۳۹۵۷، دار الکتب العلمیۃ)۔

حنابلہ ہی کے ایک امام علامہ شمس الدین محمد بن فتح البعلی الحنبلیؒ لکھتے ہیں کہ: صابئین ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں اور زبور داود علیہ السلام کو پڑھتے ہیں۔

”الصابئون يعبدون الملائكة ويقرؤون الزبور ،وقال غيره: الصابئون طائفة من اليهود“(المطلع علی ابوات المقنع ۱/۲۲۳، دار الفکر بیروت)۔

صابئة حنفاء اور صابئة مشرکین کی حقیقت بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب ”الرد علی المنطقین“ میں قدرے وضاحت یوں بیان فرمائی ہے:

صابئین کی دو قسمیں ہیں: ”صابئة حنفاء صابئة مشرکین“۔

صابئة حنفاء: وہ ہیں جو بمنزلہ ان یہود و نصاری کے ہیں جو شریعت توراۃ اور انجیل کے متبعین ہیں ان کتابوں میں نسخ، تحریف اور ردوبدل ہونے سے پہلے، اور یہی وہ طبقہ ہے جن کی تعریف وتحمید قرآن پاک میں آئی ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ صابئین کے پاس کوئی ایسی شریعت نہیں ہے جو کسی نبی سے ماخوذ ہو، یہ دراصل یہود، نصاری، مجوس میں کی ایک قوم ہے جن کا مستقل کوئی دین نہیں ہے۔ لیکن وہ اللہ کو ایک جانتے اور ایک مانتے ہیں اور کافرانہ باتیں نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ مشترک اسلام کے حاملین ہیں، یعنی تمام شرائع کے متبعین ہیں اور وہ ایک اللہ کی عبادت کرنا ہے اور صدق اور عدل کو قبول کرنا ہے اور فواحش وظلم کو حرام جاننا ہے اور اس جیسی اور چیزیں جن پر تمام انبیاء کا ایجاب اور تحریم کے

اعتبار سے اتفاق تھا۔ وہ فقط"لا اله الا الله " کا کلمہ پڑھتے ہیں ان کے پاس نہ کوئی مستقل آسمانی کتاب ہے اور نہ ہی وہ مستقلاً کسی نبی کے متبعین ہیں، اور یہ بات صحیح ہے کہ یہ لوگ سرزمین یمن میں ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام سے قبل پائے جاتے تھے۔

صابئة مشرکون: پس وہ وہ طبقہ ہے جو ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں اور زبو کو پڑھتے ہیں اور نماز بھی پڑھتے ہیں پس وہ روحانیات علویہ کی عبادت کرتے ہیں۔

الغرض اسی بنیاد پر جن صابئین نے اہل کتاب کے دین کو قبول کیا تو وہ اہل کتاب ہی ہیں اور جنھوں نے اہل کتاب کے دین کو قبول نہیں کیا وہ مشرک ہیں اور ان کی مثال ان لوگوں کی ہے جو کواکب کی عبادت کرتے ہیں جیسے کہ وہ صابئین جوارض حران میں پائے جاتے ہیں جب کہ اسلام کی دعوت بھی ان تک پہنچی۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ رقمطراز ہیں:

"أن الصابئة نوعان :صابئة حنفاء ،وصابئة مشركون"۔

"أما الصابئة الحنفاء فهم بمنزلة من كان متبعا لشريعة التوراة والانجيل قبل النسخ والتحريف والتبديل من اليهود والنصارى .وهؤلاء حمدهم الله واثنى عليهم :والثابت أن الصابئين ليس لهم شريعة مأخوذة عن نبى ،وهم قوم من المجوس واليهود والنصارى ليس لهم دين ،ولكنهم عرفوا الله وحده ،ولم يحدثوا كفرا وهم متمسكون "بالاسلام المشترک "وهو عبادة الله وحده وايجاب الصدق والعدل وتحريم الفواحش والظلم ونحو ذالک مما اتفقت الرسل على ايجابه وتحريمه وهم يقولون "لا اله الا الله "فقط وليس لهم كتاب ولا نبى ،والصحيح انهم كانوا موجودين قبل ابراهيم عليه الصلوة والسلام بأرض اليمن .

وأما الصابئة المشركون فهم قوم يعبدون الملائكة ويقرؤون الزبور ،ويصلون فهم يعبدون الروحانيات العلوية.

وعلى ذالک فمن دان من الصابئة بدين الكتاب فهو من أهل الكتاب ،ومن لم يدن بدين أهل الكتاب فهو مشرک ومثالهم من يعبد الكواكب كمن كانوا بأرض حران عند ما أدركهم الاسلام الخ"(الموسعۃ المیسر ۃ فی الادیان والمذاھب، الصابئۃ المندائیون۔ الجزء۶ ۱۳ الصفحۃ ۱، الشاملۃ)۔

علامہ ابو محمد علی بن احمد بن حزم ظاھری" الكلام فى ابراهيم عليه السلام " کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں؛

اس لئے کہ ان کی قوم کے لوگ دین صابئین پر تھے وہ کواکب کی عبادت کرتے تھے اور ھیاکل میں بتوں کی تصوریں ان کی صورتوں اور ان کے اسماء پر بنایا کرتے تھے، ان کے نام سے عید منایا کرتے تھے ، ان کے نام پر جانوروں کو ذبح کرتے تھے اور ان نام پر عبادتیں بھی انجام دیتے تھے۔

علامہ لکھتے ہیں؛"الكلام فى ابراهيم عليه السلام :......لانهم كانوا على دين الصابئين يعبدون الكواكب ويصورن الأصنام على صورها واسمائها فى هياكلهم ويعيدون لها الأعياد ويذبحون لها الذبائح ويقرون لها القرب الخ ۔(الفصل فی الملل والاھواء والنحل ۶/۴ بیروت لبنان، الشاملۃ)۔

"اسم الله السبوح " کتاب کے مصنف صابئین کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں؛

اور جب متوجہ ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی قوم کے صابئین مشرکین کی طرف تو یاددلائی ان کو وہ چیز جس نے ان کو شرک میں مبتلا کردیا۔اور وہ ''ظن السوء برب العالمین'' ہے۔

''**ولما اوجه إبراهيم عليه السلام الصابئين المشركين من قومه ذكرهم بما أوقعهم فى شركهم وهو ظن السوء برب العالمين الخ**''(اسم اللہ السبوح ۱/ ۳۸،الشاملۃ)۔

د۔ احناف کے یہاں صابئین کے سلسلے میں دوقول بیان کئے گئے ہیں ایک امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا اور دوسرا صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد علیہما الرحمۃ کا۔امام صاحب کے یہاں صابئین نصاری کی ایک قسم ہے اور اہل کتاب میں شامل ہیں جب کہ صاحبین کے یہاں صابئین مطلقا مشرکین میں سے ہیں۔

احناف میں صاحب ''**الجوهرة النيرة** '' نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حوالے سے صابئین کو ''**فرقة من النصارى**'' بیان فرمایا ہے،البتہ ان کے ذبائح وغیرہ کے حلال ہونے کے لئے صابئین کا ''**يؤمنون بنبى ويقرون بكتاب**'' کی قید بیان فرمائی ہے،آپ لکھتے ہیں:

''**الصابئين وهم فرقة من النصارى فعند ابى حنيفةؒ تؤكل إذا كانوا يؤمنون بنبى ويقرون بكتاب، وإن كانوا يعبدون الكواكب ولا يقرون بنبوة عيسى عليه السلام لم تؤكل**''(الجوہرۃ النیرۃ ۵/ ۲۵۸،بیروت)۔

علامہ سرخسیؒ نے بھی امام صاحبؒ سے یہی قول نقل فرمایا ہے البتہ انہوں نے ''**يقرؤون الزبور ويعظمون الكواكب**'' کی زیادتی کو بیان کیا ہے۔علامہ سرخسیؒ لکھتے ہیں:

''**أن الصابئين منهم فوقع عند أبى حنيفةؒ أنهم قوم من النصارى يقرؤون الزبور ويعظمون بعض الكواكب**''(المبسوط للسرخسی ۴/ ۳۸۵،بیروت)۔

آگے اسی کتاب کی جلد ۱۱/ ۴۴۷ میں علامہ کرخیؒ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں کہ صابئین کی ایک جماعت ایک قوم ایسی ہے جو حضرت عیسی علیہ السلام کو نبی مانتی ہے اور زبور کو پڑھتی ہے یہ قوم یہ طبقہ نصاری کی ایک صنف ہے۔ایک جماعت ان میں کی ایسی بھی ہے جو اصلا نبوت کے بھی منکرین ہیں اور کتابوں کے بھی منکر ہیں اور وہ سورج کی عبادت کرتے ہیں یہی قسم عبدۃ الاوثان میں شامل ہے۔ملاحظہ ہو علامہ سرخسی کی یہ عبارت:

''**ولكن فى الصابئين قوم يقرون بعيسى عليه السلام ويقرؤون الزبور فهم صنف من النصارى....وفيهم من ينكر النبوات والكتب أصلا وإنما يعبدون الشمس وهؤلاء كعبدة الأوثان**''(المبسوط للسرخسی ۱۱/ ۴۴۷،بیروت)۔

صابئین کا مذہب:۔

صاحب ''تلبیس ابلیس'' علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزیؒ نے ''**ذكر تلبيسه على الصابئين** ''عنوان کے ذیل میں صابئین کے مذہب کے متعلق علماء کے دس اقوال نقل فرمائے ہیں،جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے مذہبی انتساب کا یہ مسئلہ تابعین کے دور سے ہی مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔

قول اول: صابئین نصاری اور مجوس میں کی ایک مشترک قوم ہے۔یہ قول حضرت سعید ابن جبیرؒ اور حضرت مجاھدؒ کا ہے۔

اس قول کو ابن الجوزی نے اپنی تفسیر ''زادالمسیر ۱/ ۹۲''میں سالم بن عجلان اور لیث بن ابی سلیم کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔

قول ثانی: صابئین یہود اور مجوس میں کی ایک مشترک قوم ہے۔یہ قول بھی حضرت مجاھدؒ سے منقول ہے۔

اس قول کو تفسیر مجاهد ۱/۷۷، عبد الرزاق ۱/۴۷، الطبری ۲/۱۴۶، ابن ابی حاتم ۱/۱۲۸ ، تفسیر الثوری ص ۶۴، البغوی ۱/۱۰۲، ابن الجوزی ۱/۹۲، ابن کثیر ۱/۱۰۸ ۔نے ابن نجیح کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔

قول ثالث: صابئین یہود و نصاری میں کی ایک مشترک قوم ہے۔اس قول کو قاسم بن ابی بزہؒ نے حضرت مجاھدؒ سے ہی نقل فرمایا ہے

الطبری ۲/۱۴۶، ابن ابی حاتم ۱/۱۲۷، البغوی ۱/۱۰۲، زاد المسیر ۱/۹۲، الدر المنثور ۱/۱۸۳۔

قول رابع: صابئین نصاری کی ایک ”الین قولا منهم“ قوم ہے۔یہ قول ابوصالحؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمایا ہے۔

زاد المسیر ۱/۹۲لابن الجوزیؒ۔

قول خامس: صابئین مشرکین ہی کی ایک قوم ہے جن کو پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے اور نہ وہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں۔اس قول کو قاسم نے حضرت مجاھدؒ سے نقل فرمایا ہے۔الدر المنثور ۱/۱۸۳،للسیوطیؒ۔

قول سادس: یہ مجوس میں سے ہیں ۔یہ قول حضرت حسن بصریؒ کا ہے۔ ابن ابی حاتم ۱/۱۲۸ ، ابن کثیر ۱/۱۰۸،زاد المسیر ۱/۹۲لابن الجوزیؒ۔

قول سابع: صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور کی تلاوت کرتے ہیں ۔یہ قول ابوالعالیہؒ کا ہے۔ ابن ابی حاتم ۱/۱۲۸ ، ابن کثیر ۱/۱۰۸،زاد المسیر ۱/۹۲لابن الجوزیؒ، الدر المنثور ۱/۱۸۳،ابن جریر ۲/۱۴۷۔

قول ثامن: یہ قوم قبلہ کی طرف نماز بھی پڑھتی ہے، ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں، اور زبور داود کی تلاوت بھی کرتے ہیں۔یہ قول حضرت قتادہؒ اور حضرت مقاتل بن حیان النبطیؒ کا ہے۔ابن کثیر ۱/۱۰۸،زاد المسیر ۱/۹۲لابن الجوزیؒ، الدر المنثور ۱/۱۶۲، الطبری ۲/۱۴۷،عبد الرزاق فی تفسیره ۲/۳۹۔

قول تاسع: یہ اہل کتاب کی ایک جماعت ہے۔یہ قول علامہ سدی (اسماعیل بن عبد الرحمٰن الکوفی السدی) کا ہے۔ابن جریر ۲/۱۴۷۔ الدر المنثور ۱/۱۸۳،ابن کثیر ۱/۱۰۸۔

قول عاشر: یہ قوم ”لا اله الا الله“ کا اقرار کرتی ہے ان کے پاس نہ کوئی عمل ہے، نہ ہی کوئی آسمانی کتاب، اور نہ ہی کسی نبی کے متبعین ہیں۔یہ قول ابن زیدؒ(عبد الرحمٰن بن زید بن اسلم العدوی) کا ہے۔ابن کثیر ۱/۱۰۸،زاد المسیر ۱/۹۲لابن الجوزیؒ، الطبری ۲/۱۴۷۔

ملاحظہ ہو ”تلبیس ابلیس“کی مندرجہ عبارات:

ذکر تلبیسه علی الصابئین: -----وللعلماء فی مذهبهم عشرة اقوال:

احدها : أنهم قوم بین النصاری والمجوس ،رواه سالم عن سعید بن جبیر ،ولیث عن مجاهد۔

الثانی : أنهم بین الیهود والمجوس ،رواه ابن ابی نجیح عن مجاهد۔

الثالث: أنهم بین الیهود والنصاری ،رواه القاسم بن ابی بزة عن مجاهد۔

الرابع : أنهم صنف من النصاری ألین قولا منهم ،رواه ابو صالح عن ابن عباس۔

الخامس: أنهم قوم من المشرکین یقرأون الزبور ،رواه القاسم ایضا عن مجاهد۔

السادس : أنهم کالمجوس ،قاله الحسن۔

السابع: أنهم فرقة من أهل الکتاب یقرأون الزبور ،قاله ابو العالیة۔

الثامن: أنهم قوم یصلون (القبلة) ویعبدون الملائکة ویقرأون الزبور،قاله قتادة ومقاتل۔

التاسع: أنهم طائفة من أهل الکتاب ،قاله السدیؒ۔

العاشر: أنهم کانوا یقولون :لا اله الا الله ،ولیس لهم عمل ولا کتاب ولا نبی الا قول :لا اله الا الله ،قاله ابن زید ۔(تلبیس ابلیس ۴۵۰/۲ دار الوطن للنشر)۔

صابئین کے فرقے:

ڈاکٹر احمد عبدالعزیز الحصین نے اپنی مشہور کتاب ''موسوعة ما ذا تعرف عن الفرق والمذاهب ۱۳۱۶/۳ دار عالم الکتب ''میں علامہ آمدی کے حوالے سے ''فرق الصابئة'' چار فرقوں کا تذکرہ فرمایا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱-فرق اول کو ''اصحاب الروحانیات'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس فرقے سے تعلق رکھنے والے صابئین کا گمان ہے کہ کواکب فلکیہ ان کے لئے مجسمات عبادت ہیں ،یعنی یہ کواکب فلکیہ ہمارے معبد خانوں میں خالق اور مخلوق کی عبادت کو انجام دئے جانے کا درمیانی واسطہ ہیں۔

۲-فرق ثانی کو'' اصحاب الهیاکل ''کہا جاتا ہے۔جن کا عقیدہ ہے کہ کہ ھیاکل ہی پورے عالم کے تکوینی نظام کو چلاتے ہیں۔

۳-تیسرے فرقے کو''اصحاب الاشخاص'' سے جانا جاتا ہے۔جن کا گمان ہے کہ انسان جب اپنے معبود حقیقی کی عبادت کرتا ہے تو اس کے لئے متوسط مرئی کا ہونا ضروری ہے بغیر اس کے وہ معبود حقیقی تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا اور نہ ہی اپنی عبادات کو اس تک پہنچا سکتا ہے۔لہذا کواکب اگر چہ متوسط مرئی ہیں ،لیکن ان کا طلوع دائمی نہیں ہیں بلکہ وہ کبھی طلوع ہوتے ہیں اور کبھی غروب۔لہذا کسی ایسے واسطہ کی ضرورت ہے جو طلوع وغروب سے خالی ہوں۔جس لے لئے ایسے اشخاص جن کا مشاھدہ ممکن ہو کا انتخاب ضروری ہے جو اپنی زندگی ان ھیاکل میں ہی صرف کریں جو روحانیات کے لئے وسیلہ ہیں اور جو اللہ تعالی تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔

۴-چوتھے فرقے کو''الحلولیة'' کے نام سے جانا جاتا ہے،یہی وہ طبقہ ہے جن کو ابن بطوطہ نے ''حرانیہ'' کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ان کا گمان ہے کہ اللہ اپنی ذات میں یکتا ہے اور اللہ پاک نے ہی اجرام افلاک کو پیدا فرمایا ہے اور ان میں سے کواکب بھی ہیں،اللہ پاک نے ہی کواکب کو سفلی عالم کے نظام کے لئے مدبر بنایا ہے۔اللہ پاک ان کواکب کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور ان کواکب سبعہ میں حلول فرماتے ہیں۔اوران کواکب ہی کی شکل میں بغیر تعدد ذات کے نگاہوں کے سامنے آتے ہیں۔ملاحظہ ہوں عبارات:

''فرق الصابئة :للصابئة فرق کثیرة کما ذکر الآمدی (ت ۶۳۱ھ) وهی:

الفرقة الاولی:اصحاب الروحانیات:ویزعم اصحابها أن الکواکب الفلکیة هیاکل هذه الروحانیات :أی هناک رابطة بین الانسان وبین الاله المعبود۔

الفرقة الثانیة:أصحاب الهیاکل :وهذه الهیاکل هی المدبرة لکل مافی عالم الکون۔

الفرقة الثالثة:أصحاب الاشخاص:وهم الذین یزعمون انه اذا کان لا بد من متوسط مرئی فلکواکب وان کانت مرئیة الا انها قد تری فی وقت دون وقت لطلوعها وأفولها وظهورها نهارا فدعت الحاجة الی وجود اشخاص

مشاهدة نصب الاعين تكون وسيلة الى الهياكل التى هى وسيلة الى الروحانيات التى هى وسيلة الى الله تعالى۔

فاتخذوا لذالک اصناما وصورها على صور الهياكل السبعة ۔كل صنم من جسم مشارک فى طبيعته لطبيعة ذالک الكوكب۔

الفرقة الرابعة:الحلولية(وهم الذين سماهم ابن بطوطة بالحرانية)زعموا أن الإله حد فى ذاته وانه خلق أجرام الافلاک وما فيها من كواكب ۔وجعل الكواكب مدبرة لما فى العالم السفلى ۔واله يظهر ويحل فى الكواكب السبعة ويتشخص باشخاصها من غير تعدد فى ذاته"(موسوعة ما ذا تعرف عن الفرق والمذاهب ۳/۱۳۱۶،۱۳۱۷دار عالم الکتب)۔

صابئین کی مقدس کتابیں:

صابئین کی تمام کتب مقدسہ'' سامی''زبان میں ہیں جوکہ'' سریانی''زبان کے قریب قریب ہےاوران کی کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔الكنزا ربا:جس کو یہ'' الکتاب العظیم'' کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔اس کتاب کے متعلق ان کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ وہ صحیفہ ہے جوحضرت آدم علیہ السلام پر نازل ہوا ہے۔اس کتاب کے موضوعات تکوین عالم کے نظام مخلوق کے حساب وکتاب،دعا وقصص پر مبنی ہے۔اس کتاب کا ایک مکمل قدیمی نسخہ "خزانة المتحف العراقى"میں اس وقت بھی موجود ہےجس کی طباعت مطبع "كوبنهاجن " ميں ۱۸۱۵م ،اور مطبع لايبزيغ ۱۸٦۷م ۔میں ہوئی ہے۔

۲۔دراشة اديهيا:اس کتاب میں حضرت یحی علیہ السلام کی تعلیمات اوران کی حیات مبارکہ کا ذکر ہے۔

۳۔الفلستا:اس کتاب کے موضوعات نکاح،احکام نکاح اوراحکام مجالس نکاح وخطبات نکاح ہیں۔

۴۔سدرة اذنشماثا: یہ کتاب ان موضوعات۔تعمید،دفن،لحد کی مذہبی رسومات کے بیان اورانتقال روح جسم سے زمین اور پھر اس کا عالم انوار میں پہنچنا وغیرہ پر مشتمل ہیں۔نیز اس کتاب کا جدید نسخہ عراق کے کتب خانہ میں موجود ہے جو'' مندائی''زبان میں شائع ہوا ہے۔

۵۔كتاب الديونات:اس کتاب میں قصص اوربعض روحانین کی سوانح مع ان کےصورتوں کے مذکور ہیں۔

٦۔كتاب اسفرملواشة:اس کتاب میں علم فلک اورعلم نجوم کے ذریعے سے آنے والے سال کے حوادثات زمانہ کوجاننے کا ذکر ہےانتقال بروج کے ذریعے سے۔

۷۔كتاب النياني:جس میں شعروشاعری اوراذکار دینیہ کا ذکر ہے۔اس کا ایک نسخہ مکتبہ عراق میں پایا جاتا ہے۔

۸۔كتاب قما ها ذهيقل زيوا: یہ کتاب ایسی دوسوسطروں پر مشتمل ہیں جوکتاب حجاب سے لے لی گئی ہیں جن کے بارے میں صابئین کا عقیدہ ہے کہ جوشخص ان پر عمل پیرا ہوگا اس پر آلہ حرب اورآگ کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

۹۔فسير بغرة:جس میں علم تشریح الاعضاء اورتمام کھانے کی پاک چیزوں کا ذکر ہے،جن کا اولاد الصابئین کے لئے کھانا جائز ہے۔

۱۰۔كتاب ترسسر ألف شيالة: یہ کتاب بارہ ہزار سوالات پر مشتمل ہے۔جوسوالات پاکیزگی میں خطاء اوراس کے طریقہ تلافی پر مشتمل ہے نیز ان شعائر دینیہ کوشامل ہیں جودین صابی میں پائے جاتے ہیں۔

۱۱۔ديوان طقوس التطهير:اس کتاب میں بشکل دیوان دین صابئہ میں انجام دی جانے والی رسوم کوان کی اقسام کے ساتھ واضح

کیا گیا ہے۔

۱۲۔ کتاب کداوا کدفیاتا: اس کتاب کے مضامین اللہ پاک سے نجات مانگنے، پناہ مانگنے وغیرہ امور پر مشتمل ہیں۔

ڈاکٹر احمد عبد العزیز الحصین اپنی مشہور کتاب ''موسوعة ما ذا تعرف عن الفرق والمذاهب ۱۳۱۶/۳ دار عالم الکتب'' میں صابئین کی کتب مقدسہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ''کتبهم المقدسة'' عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

کتبهم المقدسة: وكتبهم المقدسة هي باللغة السامية قريبة من السريانية وكتبهم هي:

اولا: الكنزاربا: أي الكتاب العظيم ويعتقدون بانه مصحف آدم عليه السلام ،فيه موضوعات كثيرة عن نظام تكوين العالم وحساب الخليقة وادعية وقصص ،وتوجد في خزانة المتحف العراقي نسخة كاملة منه ،طبع في كوبنهاجن سنة ۱۸۱۵ م ،وطبع في لايبزيغ سنة ۱۸۶۷ م۔

ثانيا: دراشة اديهيا: أي تعاليم يحي، وفيه تعاليم وحياة النبي يحي عليه السلام۔

ثالثاً: الفلستا: اي كتاب عقد لازواج،ويتعلق بالا حتفالات ولانكاح الشرعي والخطبة۔

رابعاً: سدرة اذنشماثا: يدور حول التعميد الدفن والحداد،وانتقال س الروح من الجسد إلى الأرض ومن الاثور،وفي خزانة المتحف العراقي نسخة حديثة منه مكتوبة بائلغة المندائية۔

خامساً: كتاب الديونات: فيه قصص وسير بعض الروحانين مع صورلهم۔

سادساً: كتاب اسفر مدواه: أي سفر البروج لمعرفة حوادث السنة المقبلة عن طريق علم الفلك والتنجيم۔

سابعاً: كتاب النياني: أي الأناشيد والأذاكر الدينة،وتوجد نسخة منه المتحف العراقي۔

ثامناً: كتاب قماها ذهيقل زيوا: ويتألف من ۲۰۰ سطر وهو عبارة عن حجاب يعتقدون بأن من يحمله لا يؤثر فيه سلاح أونار۔

تاسعا: فسير بغره: يختص في علم تشريح جسم الانسان وتركيبه والاطعمة المناسبة لكل طقس مما يجوز لابناء الطائفة تناوله۔

عاشرا: كتاب ترسسر ألف شياله: أي كتاب الاثنى عشر ألف سوال،يتناول الاخطاء في الطقوس وطريقة غفرانها ،وكذا لک الشعائر الدينية المصاحبة ذالک۔

احد عشر: ديوان طقوس تطهير: وهو كتاب يبين طرق التعميد بأنواعه على شكل ديوان۔

اثنى عشر: كداوا كدفياتا: اى كتاب العوذ۔ (موسوعۃ ما ذا تعرف عن الفرق والمذاهب ۳/ ۱۳۰۷،۱۳۰۸ دار عالم الکتب)۔

موجودہ دور میں صابئین کا وجود اور ان کا مسکن:

دولت اسلامیہ کے قیام کے بعد صابئین کا جائے وقوع ''حران'' اور ''بغداد'' تھا۔

دور حاضر کے وہ صابئین جن کو ''صابئة مندائيون'' کے نام سے جانا جاتا ہے نہر دجلہ وفرات کے سفلی ساحل میں پائے جاتے

ہیں، اس کے علاوہ بصرہ اور فارس کے درمیان نو آباد علاقوں کے پہاڑی علاقوں، اور عرب کے ساحلی علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ ان کے ایران میں ’’کارون‘‘ اور ’’دز‘‘ نھر کے ساحلی علاقوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

مساکنهم: كانوا يسكنون حين قيام الدولة الاسلامية فى: حران۔ وبغداد۔أما مساكن الصابئة المندائيون اليوم فهى:

الصابئة المندائيون الحاليون ينتشرون على ضفاف السفلى من نهرى دجلة والفرات ،ويسكنون فى منطقة الاهواز وشط العرب ،......كذالک ينتشرون فى ايران ،وتحديدا على ضفاف نهر الكارون والدز ويسكنون فى مدن ايران الساحلية۔الخ۔(موسوعة ما ذا تعرف عن الفرق والمذاهب ۳/۱۳۱۸ دار عالم الكتب)۔

☆☆☆

دارالاسلام اور غیر مسلم ممالک میں کتابیہ سے نکاح

مولانا آزاد بیگ، ممبئی

دارالاسلام میں بھی اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے میں متوقع مناسب کی بنا پر فقہاء کرام نے کراہت تنزیہی کا قول اختیار کیا ہے، اور یہ بھی اس صورت میں ہے کہ وہ یہودیہ یا نصرانیہ عورت واقعی اہل کتاب ہو بھی ورنہ اگر وہ ملحد اور بے دین ہو اور اولاد کے بگڑ جانے کا اور بے دین ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اس سے شادی جائز نہیں، ''ویجوز تزویج الکتابیات والأولی أن یفعل ولا یأکل ذبیحتھم إلا للضرورۃ'' کہ کتابیہ عورتوں سے شادی کرنا جائز ہے اور اولی یہ ہے کہ نہ کرے اور ان کا ذبیحہ کا کھانا، مگر کسی ضرورت کے تحت (فتح القدیر ۳/ ۱۳۵، فتاوی عالمگیری ۱/ ۲۸۱) ''وقال الکاکی: الأولی أن لا یتزوج الکتابیۃ ولا تؤکل ذبیحتھم إلا للضرورۃ''، علامہ کاکی فرماتے ہیں کہ اولی یہ ہے کہ کتابیہ عورت سے شادی نہ کی جائے مگر کسی خاص ضرورت کے تحت (النہایہ شرح الہدایہ ۴/ ۵۴۲)، اور دارالحرب میں نکاح کتابیہ عورت سے مکروہ تحریمی ہے، ''وتکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ اجماعا'' (فتح الباری ۳/ ۱۳۵)۔

اکثر فقہاء کرام نے اہل کتاب سے نکاح کو فاسد کی بنا پر مکروہ قرار دیا ہے، ''الأولی أن لا یتزوج کتابیۃ ولا یأکل ذبائح إلا لضرورۃ، وفی المحیط یکرہ تزوج الکتابیۃ الحربیۃ؛ لأن الإنسان لامن أن یکون بینھا ولاء فینشاء علی طبائع أھل الحرب ویتخلف بأخلاقھم ولا یستطیع قلعہ عن تلک عادۃ''، اور اولی ہے کہ کتابیہ عورت سے نکاح نہ کیا جائے اور ان کا ذبیحہ کھائے اور محیط میں ہے کہ مکروہ ہے کتابیہ حربیہ سے نکاح کرنا، اس لئے کہ امید ہے کہ لڑکا پیدا ہو پھر اس کی تربیت حربیوں کے طور طریقہ پر ہو اور ان کے اخلاق اپنائے پھر مسلمان شوہر کے بس میں اس کی بری عادتوں کو دور کرنا ممکن نہ ہو سکے (البحر الرائق ۳/ ۱۸۳، شامی ۴/ ۱۳۴)۔

۲-''لکنہ یکرہ نکاح الکتابیۃ مطلقا إجماعا لاستلزام النکاح مصاحبۃ الکافرۃ وموالاتھاوتعریض الولد علی المتخلف بأخلاف الکفار لأجل مصاحبۃ الأم وموانتسھا''، یعنی کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ ہے، باتفاق کہ یہ نکاح کافر عورت کی مصاحبت وموافقت کو مستلزم ہے اور بچہ کو کفار کے اخلاق اپنانے کے لئے پیش کرنا ہے ماں کے بچہ کے ساتھ رہنے اور مانوس رہنے کی وجہ سے (تفسیر مظہری ۳/ ۴۱)، جن مقاصد کو مدنظر رکھ کر حضرات فقہاء کرام نے کراہتا کا قول نقل فرمایا ہے اس کی وجہ وہ اندیشہ ہے جس کو حضرت عمرؓ جیسے مدبر خلیفہ راشد نے محسوس کرکے اپنے مبارک زمانہ میں منع فرمایا تھا تاکہ فتنہ کا دروازہ نہ کھلے، ''لما روی أن عمرؓ غضب علی حذیفۃ وکعب وطلحۃ غضب شدیدا، فقالوا ینطلق یأ أمیرالمؤمنین ولا تغضب، وکان حذیفۃ بن الیمانؓ تزوج یھودیۃ، وکذالک مالک وطلبہ بن عبید اللہ'' (النہایہ شرح الہدایہ ۴/ ۵۴۲، کذا فی التفسیر ۳/ ۴۱)۔

''عن شفیق قال تزوج حذیفۃؓ: امرأۃ یھودیۃ، فکتب إلیہ عمرؓ خل سبیلھا، فکتب إلیہ إن کانت حراما فعلت فکتب عمر أن لا ازعم أنھا حرام لکن أخاف أن تکون أي فاجرۃ'' کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودیہ عورت سے شادی کی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، حضرت حذیفہؓ نے کہا کیا وہ حرام ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں حرام نہیں کہتا، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ وہ فاجر

ہو(رواہ ابن ابی شیبہ لابأس بہ تلخیص الجبیر ۲/ ۳۰۳، اعلان السنن ۱۱/ ۳۹، کذا فی مصنف عبدالرزاق من قتادہ ۶/ ۷۸)''وتكره الكتابية الحربية إجماعا لا نفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعي للمقام معها ''۔

مفتی محمد سعید احمد صاحب فرماتے ہیں کہ کتابیہ عورتوں سے نکاح کے سلسلہ میں اب صورت حال بدل گئی ہے، خاص طور پر غیر مسلم ممالک (یورپ وامریکہ) میں عورتیں مردوں کے زیر اثر نہیں رہیں، اور کتابی عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرتے ہیں وہ بھی عام طور پر دین سے آشنا نہیں ہوتے، اس لئے ان عورتوں کے اسلام قبول کرنے کے واقعات بہت ہی کم ہیں، عام طور پر مرد ہی عورت کا اثر قبول کرلیتا ہے اور بچے تو ماں کے زیر اثر ہوتے ہی ہیں، اسی کے مطابق پروان چڑھتے ہیں، اس لئے اب یہ نکاح باعث فتنہ ہے، پس اس سے احتراز ضروری ہے، حضرت عمرؓ نے اس ہلکے فتنے کی وجہ سے حضرت حذیفہؓ کو جب انہوں نے مدائن میں ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تھا تاکید کے ساتھ حکم دیا کہ اسے فورا چھوڑ دو حضرت حذیفہؓ نے دریافت کیا کہ یہ نکاح حرام ہے، تو آپ نے فرمایا کہ میں نہیں حرام نہیں کہتا''ولكني أخاف أن يغاطوا المؤمنات منهن ''لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ ان کی وجہ سے مسلمان عورتوں کو سخت غصہ آئے گا اور ایک روایت میں ہے:''فإني أخاف أن يقتدر بک المسلمون فيختاروالنساء أصل الذمة لجمالهن، وكفى بذلک فتنة نساء المسلمات''یعنی مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمان پیروی کریں گے اور ذمیوں کی عورتوں کو ان کی خوبصورتی کی وجہ سے ترجیح دیں گے اور یہ بات مسلمان عورتوں کے فتنہ کے لئے کافی ہے، یعنی لوگوں کی توجہ مسلمان عورتوں سے ہٹ جائے گی (ازالۃ الخفاء رحمۃ اللہ واسعہا شرح حجۃ اللہ البالغہ ۵/ ۱۰۲)مفتی یوسف لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ مسلمان مرد کی اہل کتاب عورت سے شادی کرے اس میں بھی یہی شرط ہے کہ وہ عورت واقعی اہل کتاب ہو بھی، ورنہ اگر وہ ملحد اور بے دین ہے تو اس سے شادی جائز نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ اپنی اولاد بگڑ جانے اور بے دین ہوجانے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ شادی جائز نہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۶/ ۱۴۴)۔

دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں: اہل کتاب کی جن عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، ان سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو دارالاسلام کے شہر میں ہوں جن کو''ذمی''کہا جاتا ہے، دارالکفر کے باشندے مراد نہیں ہیں، لہذا اسلامی مملکت کی عورتوں سے، جبکہ وہ اہل کتاب ہوں نکاح کی اجازت ہے، مگر مکروہ تنزیہی ہے، اور جو اہل کتاب دار الحرب میں رہتے ہیں ان کی عورتوں سے نکاح مکروہ تحریمی ہے اور مکروہ تحریمی حرام کے قریب قریب ہونے کی وجہ سے ناجائز کہلاتا ہے، لہذا یہ نکاح منعقد تو ہوجائے گا، مگر مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا، اور ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا، لیکن دیار غیر میں عیسائی عورتوں سے جو شادی رچائی جاتی ہے ان سے پیدا ہونے والی اولاد اپنی ماں کا مذہب اختیار کرلیتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ شادی سے پہلے یہ جوڑا طے کرلیتا ہے کہ آدھی اولاد شوہر کی ہوگی اور آدھی بیوی کے مذہب پر ہوگی، اگر ایسی شرط لگائی جائے تو ایسی شادی کرنے والا مسلمان یہ شرط لگاتے ہی مرتد ہوجائے گا، کیونکہ اس نے اپنی اولاد کے کافر ہونے کو گوارا کرلیا اور اس پر رضامندی دے دی اور کسی کے کفر پر رضامند ہونا بھی کفر ہے، لہذا ایسی شرط لگاتے ہوئے ہی یہ شخص ایمان سے خارج ہو کر مرتد ہوجائے گا۔

آپ فرماتے ہیں: ہمارے بھولے بھالے نوجوان امریکہ وغیرہ میں شہریت حاصل کرنے اور روزی کمانے کا ذریعہ پیدا کرنے کی خاطر عیسائی عورتوں کے چکر میں تو پڑ جاتے ہیں، لیکن ان ممالک کے قانون کے مطابق چونکہ طلاق کا حق مرد کے بجائے عورتوں کو حاصل ہے، لہذا ایسی عورتیں جن کے جال میں ہمارے نوجوان پھنستے ہیں ان کو طلاق دے کر گھر بار بھی اور اولاد پر بھی قبضہ کرلیتی ہیں، اور یہ شوہر صاحب ''خسر الدنیا والآخرۃ''کا مصداق دونوں جہاں میں راندہ درگاہ ہوجاتا ہے، چونکہ فقہ کا قاعدہ ہے:''المعروف کالمشروط''یعنی جس چیز کا عام رواج اور عرف ہو اس کو ایسا سمجھنا چاہئے کہ گویا عقد کے وقت اس کی شرط رکھی گئی تھی، لہذا ان ممالک کے عرف کے مطابق گویا یہ شخص اس شرط پر نکاح کر

رہا ہے کہ عورت جیسا چاہے اس کو طلاق دے کر بچوں پر قبضہ کرے ان وجوہات کی بنا پر غیر مسلم ممالک میں مسلمان نوجوان کا عیسائی عورتوں سے شادی کرنا ناجائز ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ۶/۱۵۹)۔

مفتی رشید احمد صاحبؒ فرماتے ہیں: آج کل کے اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا، اگر کسی عیسائی یا یہودی عورت کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ یہ دہریہ نہیں تو اس سے نکاح ہوجائے گا، مگر دوسرے خطرات کی بنا پر اس سے پرہیز واجب ہے، مثلاً اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے، بلکہ خود شوہر کا دین بھی خطرہ سے خالی نہیں، علاوہ ازیں عورتیں جاسوسی کا کام کرتی ہیں، لہذا یہ ملک کی سالمیت کے لئے بہت خطرناک ہیں (احسن الفتاوی ۵/۹۰)۔

حضرت تھانویؒ ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں اگر عورت کتابیہ، یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے، اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کے عیسائی اور درحقیقت مذہب (دہریہ) نہ ہو، بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتے ہوا گرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اصل سے یہودیہ و نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت نصرانیت اختیار نہ کی ہو جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح منعقد ہوجاتا ہے، لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اس سے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کو منع فرمایا تھا اور جب عہد فاروقی میں زمانہ خیر کا تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں (الحیلۃ الناجزہ ص ۱۰۴ رسالہ حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج، جواہر الفقہ ۲/۱۲۳)۔

حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں: بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی اس کے دین و دنیا کو تباہ و برباد کردینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور اس کے اثرات متاثر ہونے کا مظنہ غالب ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں حضرت حذیفہؓ و طلحہؓ و کعب بن مالکؓ نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ خفا ہوگئے، خفگی کی وجہ ابن ہمامؒ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**ويدل على الحل تزوج بعض الصحابة منهم وخطبة بعضهم فمن المتزوجين حذيفة وطلحة وكعب بن مالك، وإن كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صفرة ألزم لأمه**'' (فتح القدیر ۳/۱۳۶ کتاب النکاح)، نیز تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے نکاح میں اکثر غدر اور نقصان کیا ہے، لہذا سلامتی اسی میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے (فتاوی محمودیہ جدید ۱۱/۴۵۱ باب المحرمات)، دوسرے مقام پر آپ فرماتے ہیں: اہل کتاب عورت سے مسلمان مرد کی شادی کی گنجائش ہے، لیکن اس میں مفاسد ہیں، حضرت عمرؓ نے اس سے منع فرمایا ہے اس لئے جہاں تک ہوسکے ایسا قدم نہ اٹھایا جائے، اگر کوئی مسلمان کسی ایسے مقام میں ہو جہاں مسلم عورت نہ مل سکتی ہو اور دوسری جگہ سے انتظام دشوار ہو اور اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں تنگی نہیں بچے مسلمان ہوں گے (فتاوی محمودیہ جدید ۱۱/۴۵۳، باب المحرمات)، درمختار و شامی کی عبارت: ''**وصح نكاح كتابية، وإن كره تنزيها مومنة بني مرسل مقرة بكتاب منزل (الى قوله) فقوله: والأولى أن لا يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية ومابعده يفيد كراهة التحريم في الحربية تأمل الخ**'' (درمختار مع شامی ۴/۱۳۴ باب المحرمات کذا فی البحر الرائق ۳/۱۸۲، کذا فی التبیین ۲/۴۷۷) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں، عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ جو فرقے کتابی ہیں کسی نبی رسول پر ایمان رکھتے ہیں کسی آسمانی کتاب کے مقر ہیں اور معتقد ہیں ایسے فرقوں سے نکاح کرنا صحیح ہے، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے، پھر بعض علماء کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی اور بعض فرماتے ہیں کہ کتابیہ ذمہ سے تو مکروہ

تنزیہی ہے اور حربیہ سے مکروہ تحریمی ہے ذمیہ وہ ہے جو اسلامی حکومت میں مسلمان بادشاہ کی رعیت بن کر رہے، حربیہ وہ ہے جو ایسی نہ ہو (فتاوی محمودیہ جدید ۲/ ۳۱۵ متفرقات الفرق)، بالغ نظر علماء کرام ومفتیان کرام کی تحریرات اور متقدمین فقہاء کرام کی آراء کی روشنی میں یہ بات واضح طور پر کہی جاسکتی ہے کہ دارالاسلام میں بھی مذکور مفاسد کی وجہ کراہت کا حکم برقرار رہے، نہایت شدید عذر کے بغیر فتنہ کے اندر نہ مبتلا ہوجائے بطور خاص دارالحرب، یعنی مغربی ممالک میں تو کراہت تحریمی کا حکم بدرجہ اولی برقرار رہے گا، کیونکہ عورتوں کے مردوں کے مقابلہ میں مؤثر ہونے کی وجہ سے اور ملکی قوانین کے ان کے حق میں ممد ومعاون ہونے کی وجہ سے بچوں کے ایمان واخلاق اور خود شوہر کے ایمان کے زوال کا ظن غالب ہوتا ہے اس لئے دعوتی پہلو کے باوجود نکاح مکروہ وممنوع ہوگا، کیونکہ ”اثمهما أكبر من نفعهما“ کا مصداق ہیں نفع کم مفاسد زیادہ ہیں جاسوسی، عذر وغیرہ جیسے خطرات کا سامنا ہوتا ہے، جیسا کہ ماضی کے تجربات اس پر شاہد ہیں صاحب ایمان کو ایمان پر محفوظ وبرقرار رکھنا دوسرے کو ایمان میں داخل کرنے سے زیادہ اہم ہے، خلاصہ یہ کہ متعدد مفاسد کے پیش نظر دارالاسلام میں بھی کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ وممنوع رہے گا، بغیر شدید عذر کے اس کی گنجائش نہ ہوسکے گی، اور دارالحرب (مغرب ممالک) میں دعوتی پہلو کی افادیت کے باوجود شوہر اور بچوں کے ایمان واعتقاد کے محفوظ رکھنے کے لئے نظر مکروہ تحریمی کا یہی حکم رہے گا۔

۷- تمام انبیاء کرام اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا ایمانیات میں سے ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ارشاد نبوی ﷺ: ”قال: فاخبرنی عن الأیمان قال: إن تؤمن بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر وتؤمن بالقدر خيره وشره“ (یعنی اس نوارد شخص نے) کہا اے محمد ﷺ اب ایمان کی حقیقت کے بارے میں بتلایئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اس کے رسولوں کو اور قیامت کے دن کو دل سے مانو اور اس بات میں یقین رکھو کہ برا بھلا جو کچھ پیش آتا ہے وہ سب نوشتہ تقدیر کے مطابق ہوتا ہے (مشکوۃ ص ۱۱، کتاب الایمان، مظاہر حق جدید ۱/ ۶۷)، ”يجب أن يقول أمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله“ (شرح فقہ الاکبر ۱۲/ ۱۱)۔

اس حدیث شریف میں کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب اس بات میں یقین واعتقاد رکھنا ہے کہ اللہ تعالی نے مختلف ادوار میں وقتا فوقتا اپنے پیغمبروں پر جو کتابیں نازل فرمائی ہیں اور جن کی تعداد ایک سو چار ہے وہ سب کلام خداوندی اور احکام وفرمان الہی کا مجموعہ ہیں اور ان میں چار کتابیں تورات انجیل زبور اور قرآن مجید سب سے اعلی وافضل ہیں اور پھر ان میں سب سے افضل قرآن مجید ہے (مظاہر حق جدید ۱/ ۶۸)، یہ آخری ہدایت نامہ ہے جو خداوند قدوس کی طرف سے بندوں کے پاس بھیجا گیا اب اس کی پیروی سارے انسانوں کے لئے لازم اس میں سارے انسانیت کی نجات ہے، جو شخص اللہ تعالی کی اس آخری کتاب سے روگردانی کرے گا وہ ناکام ونامراد ہوگا (آپ کے مسائل اور ان کا حل جدید ۱/ ۴۲)۔

اور رسولوں کو ماننے کا مطلب اس بات میں یقین واعتقاد رکھنا ہے کہ اولاد الانبیاء حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی ﷺ تک تمام نبی اور رسول اللہ کے سب سے سچے سب سے پیارے اور سب سے افضل بندے ہیں جن کو اس نے اپنے احکام وہدایات دے کر مختلف زبانوں مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں مبعوث کیا اور انہوں نے ان خدائی احکام کو بندوں تک پہنچا کر اپنا فریضہ پورے طور پر ادا کیا اور یہ کہ ان تمام نبیوں کے سردار حضرت محمد ﷺ ہیں جو کسی خاص زمانہ کسی خاص علاقہ اور کسی خاص قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوئے، بلکہ اللہ کا ابدی دین اسلام لے کر تمام دنیا اور پوری کائنات کی طرف مبعوث ہوئے اور تا قیامت انہیں کی نبوت اور انہی کی شریعت جاری ونافذ رہے گی (مظاہر حق جدید ۱/ ۶۸)۔

"قوله: و كتبه أى نعتقد بوجود كتبه المنزل على الرسله تفصيلا فيما علم يقينا كالقرآن والتورات والزبور والإنجيل وإجمالا فيما عداه وأنها منسوخة بالقرآن، وأنه لا يجوز عليه نسخ ولا تحريف إلى قيام الساعة " (کہ اللہ کے پیغمبروں پر اتری ہوئی کتابوں کے وجود پر تفصیلا ایمان لانا ہے جن کے بارے میں ہم کو یقینی طور پر معلوم ہے اور اجمالا ان تمام کتابوں پر ایمان لانا ہے جو اس کے سوا ہیں اور قرآن کے ذریعہ تمام کتابیں منسوخ ہوچکی ہیں اور قرآن کریم قابل نسخ نہیں اور نہ اس میں تحریف کی کوئی گنجائش ہے)(مرقاۃ ۱/۵۰)۔

"قوله: ورسله بأن تعرف أنهم بلغوا ما أنزل أنه إليهم وأنهم معصومون وتؤمن بوجودهم فيتمن علم بنص تواتر تفصيلا وفي غيرهم إجمالا" یعنی انبیاء ورسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات کا یقین کیا جائے جو کچھ اللہ تعالی ان کو احکام وہدایت دیا اس کو انہوں نے بندوں تک پہنچادیا اور یہ کہ وہ معصوم ہیں اور ان کے وجود کا تفصیلی طور پر یقین کیا جائے، جن کے بارے میں نص سے یقینی طور پر معلوم ہے اور ان کے علاوہ اجمالی یقین رکھا جائے (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱/۵۰)، اس سے اتنی بات واضح ہوئی کہ جن انبیاء کرام اور جن کتابوں کا شرعی اور یقینی دلائل سے اللہ تعالی کا نبی ہونا اور اس کی برحق کتاب منزل ہونا معلوم ہوجائے اس پر تفصیلی لانا ضروری ولازم ہے اور بقیہ پر اجمالا ایمان واجب وضروری ہے، اس حدیث شریف کے ذیل میں محدثین فرماتے ہیں کہ جس میں آپ ﷺ سے انبیاء کرام کی تعداد کے بارے میں صحابی رسول حضرت ابوذرؓ نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی ہیں اور ان میں تین سو پندرہ رسول ہیں، "عن أبي أمامة قال أبوذر: قلت يارسول الله! كم وفاء عدة الأنبياء؟قال: مأة ألف وأربعة وعشرون ألفا الرسل من ذالك ثلاثمائة وخمسة عشر جماعقيرا" (مشکوۃ رص ۵۱۱)، صاح مرقاۃ ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں انبیاء کرام کی تعداد قطعی اور حتمی نہیں بتلائی گئی ہے، اس لئے بغیر کسی تعداد میں منحصر کیتے ہوئے اجمالا تمام ہی انبیاء کرام اور رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے تاکہ ان میں سے خارج نہ ہوں اور نہ کوئی دوسرا ان میں داخل ہوسکے، "العدد في هذا الحديث إن كان مجزوبابه لكنه ليس بمقطوع فيجب الإيمان بالأنبياء والرسل مجملا من غير هوفي عدد لئلا يخرج أحدمنهم ولا يدخل أحد من غيرهم فيهم" (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹/۳۱۷ تحت الحدیث ۵۷۳۷)۔

صاحب مظاہر حق جدید فرماتے ہیں کل انبیاء کی تعداد کے بارے میں اس حدیث میں ایک لاکھ چوبیس ہزار کا ذکر ہے اور بعض روایتوں میں یہ تعداد دو لاکھ چوبیس ہزار بیان کی گئی ہے ظاہر ہے دونوں عدد میں زبردست تضاد ہے، اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ اس بارے میں زیادہ تحقیق وجستجو نہ کی جائے اور نہ کوئی خاص عدد متعین کیا جائے، بلکہ عقیدہ یہ رکھا جائے کہ انبیاء کی ٹھیک تعداد اللہ تعالی ہی جانتا ہے اور اجمالی طور پر اسی طرح ایمان لانا چاہئے کہ اللہ تعالی نے جتنے رسول اور نبی بھیجے ہیں ہم ان سب کو برحق رسول اور نبی مانتے ہیں اس عقیدہ اور اجمالی ایمان سے نہ کوئی نبی انبیاء کے زمرہ سے باہر رہے گا اور نہ کوئی غیر نبی ان کے زمرہ میں شامل ہوگا (مظاہر حق جدید ۶/۵۹۹)، آیت کریمہ "انما أنت منذرولكل قوم هاد" (کہ تیرا کام تو ڈرسنا دینا ہے اور ہر قوم کے لئے ہوا ہے راہ بتادینے والا)(سورہ رعد ۷)۔ جو ارشاد ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے اس سے ثابت ہوا کہ کوئی قوم اور کوئی نبی ہو یا اس کے قائم مقام نبی کی دعوت کو پھیلانے والا ہو جیسا کہ "سورہ یسین" میں اس کی طرف سے کسی قوم کی طرف پہلے دو شخصوں کو دعوت وہدایت کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے جو خود نبی نہیں تھے اور پھر تیسرے آدمی کو ان کی تائید و نصرت کے لئے بھیجنا مذکور ہے اسی لئے اس آیت کریمہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی ورسول پیدا ہوا ہو، البتہ دعوت رسول پہنچانے والے علماء کا کثرت سے یہاں آنا ثابت ہے اور پھر یہاں بے شمار ہادیوں کا پیدا ہونا بھی ہر شخص کو معلوم ہے (معارف القرآن ۵/۱۷۶)۔

مفتی محمود حسن گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ "لکل قوم هاد" سے استدلال تام نہیں ہے کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ خبر ثانی ہے، مبتدا کی پوری آیت ہے: "إنما أنت منذر ولکل قوم هاد"، حضور علیہ السلامﷺ کو خطاب ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں، "وأخرج ابن مودویه عن ابن عباس وابن جریر عن عکرمه وابی الضحی أن المنذر والهادی هو رسول الله ﷺ وجه ذلک بأن أحادا عطف علی (منذر) ولکل قوم هاد معتلق به قدم علیه للفاصلة" (روح المعانی ۱۰۸/۱۳ فتاوی محمودیہ جدید ۴۵۰/۱)، آیت کریمہ کے ترجمہ وتفسیر سے واضح ہوا کہ "لکل قوم ہاد" میں ہاد سے مراد نبی رسول مراد نہیں، بلکہ ان کے قائم مقام بھی مراد ہوسکتا ہے، لہذا ہر ہر علاقہ خطہ میں نبی کا آنا ضروری نہیں ہوگا، اب ہندوستان جن شخصیات کو لوگ خدا کا اوتار مانتے ہیں جیسے کرشن، گودم بدھ، رام چندر وغیرہ اور جن کتابوں میں توحید کی تعلیم موجود ہو خود پیغمبر علیہ السلام کے بارے میں بشارت موجود ہے اور ان کے بارے میں بالیقین نہیں کہا جاسکتا ہے کہ اپنے عہد کے پیغمبر خدا رہے ہوں گے اور نہ ان کی تعلیمات کو وحی الٰہی محض ظن وتخمین کی بنا پر نہیں دیا جاسکتا، جبکہ شرعی دلیل سے یہ ثابت نہ ہوجائے، مفتی محمد شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: اور وید، گرنتھ، اور زرتشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الٰہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے، اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم کی ہی ایک مسخ شدہ صورت ہو جس کو برہمت کی کتاب یا وید یا گرنتھ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، امکان محض اور احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں۔

حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں اس سوال کے بارے میں کہ ہوسکتا ہے کہ رام لکشمن اپنے زمانے کے پیغمبر ہوں، جبکہ دلیل شرعی سے ثبوت نہ ہو کسی کی پیغمبر کا یقین کرنا درست نہیں، اس سے ثابت ہوا، جبکہ قطعی ویقینی شرعی دلیل سے ثابت نہ ہوجائے کہ موجودہ غیروں کی مقدس کتابیں یا ان کے مقدس پیشوا اللہ تعالی کے فرستادہ تھے اور ان کی تعلیمات منزل من اللہ تھی تب تک نہ ان کو اللہ کا پیغمبر تسلیم کیا جانا لازم ہوگا اور نہ مذکورہ مذہبی کتابوں کو وحی الٰہی کا درجہ حاصل ہوسکے گا، اس لئے کہ جس طرح کسی نبی ثابت النبوت کی نبوت کا انکار جائز نہیں اسی طرح غیر ثابت النبوت کی نبوت کا اقرار جائز نہیں جن انبیاء کرام علیہم السلام کے نام نصوص میں آگئے ہیں ان پر علی التعیین ایمان لازم ہے اور کسی ایسے شخص کے متعلق نبوت کا اعتراف کرنا جس کا نام نصوص میں نہیں ہے نہ لازم ہے نہ درست "**وقد ورد أنه علیه السلام سئل عن عدد الأنبیاء علیهم الصلوة والسلام فقال: مأة الف واربعة وعشرون ألفا، وفي رواية: مائتا الف وأربعة وعشرون ألفا، والأولى أن لا يقتصر على عدد في التسمية، فقد قال الله تعالى: منهم من قصصنا عليک ومنهم من لم نقصص عليک" ولا يومن في ذكر العدد أن يدخل فيهم من ليس منهم أن ذكر أكثر من عددهم أو يخرج منهم من هو فيهم إذكر أقل من عددهم ويحتمل مخالفة الواقع وهو على النبي من غير الأنبياء أو غير النبي من الأنبياء**" (شرح العقائد ۱۰۱)۔

ماحصل ان عبارات کا یہ ہوا کہ جن بعض انبیاء کرام کے نام قرآن کریم میں وحدیث شریف میں آئے ہیں ان کے علاوہ کسی متعین شخص کی نبوت پر ایمان کی تعلیم اسلام نے نہیں دی ہے، بلکہ اجمالی طور پر ایمان کا حکم ہے اسی طرح کہ جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ان تمام پر ہمارا ایمان ہے (کذا فی شرح العقیدۃ الطحاویہ لابن ابی العزص ۲۲۷، المسامرہ شرح المسامرہ ص ۲۲۵، شرح المقاصد ۳۱۷/۲ فضائل فی النبوۃ، مستفاد فتاوی محمودیہ جدید ۴۴۹/۱-۴۵۱، باب مایتعلق بالانبیاء واتباعہم)۔

حضرت مفتی اعظم ہند سے کرشن کے نبی ہونے اور ان کی تصنیف کردہ کتاب گیتا کی منزل من اللہ ہونے کے سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں یہ کہنا کہ کرشن جی نبی تھے بے دلیل بے ثبوت بات ہے قرآن مجید کی جن آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر قریہ میں کوئی نبی یا نذیر

آیا ہے وہ اس کو مستلزم نہیں کہ کرشن جی کو نبی کہہ دیا جائے اور اگر کرشن جی کی سیرت انبیاء علیہم السلام کی سرت سے ملتی بھی ہو اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو تو کیا یہ کہنا جائز ہوگا کہ ان کے نبی ہونے کا امکان ہے، لیکن یہ کہنا کہ وہ یقیناً نبی تھے بغیر ثبوت کے قابل قبول نہیں (کفایت المفتی ۱/ ۸۹ کتاب العقائد)۔

خلاصہ یہ کہ برادران وطن جن شخصیات کو خدا کا اوتار مانتے ہیں ان کے بارے میں کسی دلیل شرعی سے یہ ثابت نہیں ہے، کہ وہ خدا کے پیغمبر تھے اسی طرح ان کی مقدس کتابوں کے بارے میں شرعاً ثابت نہیں ہے کہ یہ منزل من اللہ ہے، لہذا نہ برادران وطن کے پیشواؤں کو خدا کے پیغمبر کے طور پر تسلیم کیا جائے گا اور نہ ان کی کتابوں کو الہامی کتاب ہونے کا نظریہ قائم کیا جائے گا، اس سلسلہ میں کف لسانی سے کام لیا جائے گا کیونکہ ان کے صحیح حالات کا علم ہمیں حاصل نہیں تاریخ میں رطب ویابس کچھ ہے جو مفید یقین نہیں ہے (مستفادہ فتاوی محمودیہ جدید ۱/ ۴۴۹)۔

۸-الف: اولاد کے تئیں اوالدین کو اللہ نے حکم دیا ہے: "**يا يها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا**" (سورۂ تحریم:۷) (یعنی تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ)، اور حدیث شریف میں "**كلكم راع وكلكم مسئول عن رعتبه**" (کہ تم میں سے ہر ایک شخص سے اپنے ماتحت کے بارے میں سرپرست وذمہ دار ہے اور ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے متعلق سوال کیا جائے گا)، حضرات فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس آیت سے ثابت ہوا کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کی کوشش کرے (الی قولہ)، بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل وعیال دین سے جاہل وغافل ہوں (روح المعانی معارف القرآن ۸/ ۵۰۲-۵۰۳)۔

اس لئے والدین کی یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنی اولاد کو اسلامی آداب سکھائیں اسلامی عقائد اور اسلامی اخلاق سکھائیں، دینی فرائض وذمہ داریوں سے آگاہ کرائیں بچوں کی دینی تعلیم وتربیت سے غفلت بڑے خطرناک نتائج کا سبب ہے اولاد کے بگڑنے کی تمام ذمہ داری والدین پر ہے اولاد کی زندگی بنانا بگاڑنا والدین کے ہاتھ میں ہے، اولاد کو جیسی تعلیم وتربیت دی جائے گی اولاد ویسے ہی بنے گی، حدیث شریف میں ہے: "**ما من مولودإلا يولد على الفطرة فأبواه يهودناه أو ينصرانه أويمجسانه**" یعنی ہر بچہ فطرت سلیمہ پر پیدا ہوتا ہے (کہ دین اسلام قبول کرنے کی بوجہ اتم اس میں استعداد ہوتی ہے) مگر اس کے والدین (تعلیم وتربیت کے ذریعہ) اسے یہودی بنادیتے ہیں یا نصرانی بنادیتے ہیں، یا مجوسی بنادیتے ہیں) (مشکوۃ/ ۲۱)۔

عیسائی مشنریز کے قائم کردہ اسکول یا دیگر بے دینی کے ماحول والے تعلیمی اداروں میں بچوں اور بچیوں کو بھیجنا ان کے حق میں خیر خواہی نہیں، بلکہ بہ خواہی ہے، کیونکہ دینی بیزاری اور ذہنی آوارگی جنم لیتی ہے اور دیگر مفاسد پیدا ہوتے ہیں، دین وایمان پر برا اثر پڑتا ہے، غیر اسلامی کلچر غیر اسلامی اخلاق وعادات اختیار کرنے کا ذریعہ بنتی ہے، جب ایسے اسکولوں میں داخلہ کرانے سے اتنے دینی ضرر موجود ہوتے ہیں تو پھر ایسے اداروں میں داخلہ کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔

المجالس الابرار میں "**فصديق الإنسان من يسعى فى عمارة آخرته، وإن كان فيه ضرر لدنياه وعدوه من يسعى فى خسار آخرته، وإن كان فيه نفع لدنياه، وقد قال الله تعالى: وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان**"، یعنی آدمی کا دوست وہی ہے جو اس کی آخرت کی اصلاح اور درستی میں کوشاں ہو اگرچہ اس میں اس کی دنیا کا کچھ نقصان ہو اور اس کا دشمن ہے وہ جو اس کی آخرت میں نقصان میں کوشش کرے اگرچہ اس کی دنیا کا فائدہ ہو، اللہ تعالی نے فرمایا نیک بھی اور پرہیزگاری کے بارے میں تعاون کرو اور گناہ وسرکشی کے بارے میں تعاون نہ کرو (مجالس الابرار ص ۵۰۰، مجلس ص ۸۵ بحوالہ فتاوی رحیمیہ جدید ۲/ ۱۱۵)، ایسے

اسکولوں میں پڑھنے سے دنیوی ترقی ممکن ہے کہ ہوجائے لیکن آخرت کے اعتبار سے خسارہ ہی خسارہ ہے یہ ’’انھما اکبر من نفعھما‘‘ کے مصداق ہے خسارہ والا عمل حرام وممنوع ہوگا۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد ہے کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت رنگ میں رنگ جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل رہنا ہی اچھا ہے (خطبہ صدارت علی گڑھ/ ۱۹۴۰ء بحوالہ رحمیہ جدید ۲/ ۱۰۵)۔

لہذا ہم کو اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی نہ حوصلہ افزائی کرنی چاہئے اور نہ اپنے نونہالوں کو اس میں داخل کر کے بے دین اور نصرانی بنا کر جہنم کی بھٹی میں جھونکنا چاہئے، بلکہ مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اسلامی اقدار اسلامی طرز معاشرت اور مسلم تشخص و دینی نظریات وعقائد قائم رکھنے کے لئے پورا عزم اور اس کے لئے پوری جدوجہد سعی وکوشش کریں، جس طرح یہ مسلمانوں کا انفرادی مسئلہ ہے اجتماعی مسئلہ بھی ہے، لہذا انفرادی اجتماعی دونوں طریقہ پر کوشش کریں، اور اپنے متبادل ومعیاری تعلیم درسگاہوں کے قیام پر توجہ دیں جس میں دینی واسلامی ماحول میں عصری تعلیم کا نظم ہو، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں میں بہ قسم کہتا ہوں کہ اگر تعلیم جدید کے یہ آثار نہ ہوتے جو علی العموم اس وقت اس پر مرتب ہو رہے ہیں تو علماء اسی سے ہرگز منع نہ کرتے (فضل العلم والعمل/ ص ۸)، اور یہ ہمارے اکابرین کا بہت قدیم سے نظریہ رہا ہے اور خواہش رہی ہے کہ لوگ اپنے تعلیم گاہوں کا خود نظم کریں جو بے دینی کے ماحول سے پاک ہوں۔

خلاصہ یہ کہ ایسے اسکول جہاں پر دین واخلاق برباد ہونے کے قوی امکانات ہوں ایسے اسکولوں میں اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو داخل کرانا اسلامی تعلیمات کی رو سے جائز نہیں ہے ایسے اسکولوں کی پذیرائی نہ ہونی چاہئے، بلکہ اس کے متبادل کا انتظام کرنا چاہئے، جہاں اسلامی ماحول میں دینی وعصری تعلیم کا نظم ہو۔

ب- اگر اہل کتاب عورت سے نکاح کر ہی لیتا ہے تو اب اس کے جملہ حقوق نان نفقہ کسوہ سکنی میں عدل ومساوات قائم کرنا ضروری ہوگا، جو ایک حرہ منکوحہ کے حقوق ہوتے ہیں وہ حقوق اس کے شوہر پر عائد ہوں گے اس کو کسی قسم کی ایذا رسانی اور حق تلفی جائز نہ ہوگی اور نہ ہی اس سے راہ فرار اختیار کرنا درست ہوگا اور غیر مسلمہ ہونے کو بنیاد بنا کر طلاق دینا بھی جائز نہ ہوگا، حضرات فقہاء کرام کی تصریحات سے یہ باتیں واضح طور پر ثابت ہوتی ہیں، النہر الفائق میں ہے:

’’والمسلمة كالكتابية فيه أى فى القسم وهو التسوية فى البيتونة لا فى المحبة، كما فى الهداية‘‘ کہ قسم یعنی حقوق زوجیت میں مسلمان عورت اور ثابیہ عورت برابر ہیں یعنی بیتوتت میں برابری کرنا ہے، نہ کہ محبت میں جیسا کہ ہدایہ میں ہے (النہر الفائق ۲/ ۲۹۳ باب القسم)، اسی طریقہ سے البحر الرائق میں ہے: ’’والمسلمة كما لكتابية فيه أى فى القسم تلونا وماروينا، ولأن القسم من حقوق النكاح ولا تفاوت بينهما فى ذلک‘‘ یعنی قسم میں مسلمان عورت اور کتابیہ عورت برابر ہے اس آیت کریمہ اور روایت کے اطلاق کی بنا پر جو ہم نے نقل کیا ہے، اور اس لئے کہ قسم نکاح کے حقوق میں سے ہے اور اس میں دونوں میں کوئی تفاوت نہیں (البحر الرائق ۳/ ۲۱۹ باب القسم)۔

شرح الوقایہ میں ہے: ’’ويجب العدل فيه والبكر والثيب والجديدة والقديمة والمسلمة والكتابة سواء‘‘ (شرح الوقایہ ۲/ ۶۳ باب القسم) کہ باری میں عدل واجب ہے اور اس باکرہ ثیبہ نئی اور پرانی مسلمان اور کتابیہ سب برابر کی شریک ہیں۔

مولانا عبدالحئ فرنگی محلی فرماتے ہیں:"قوله سواء ای فی وجوب القسم والعدل فی البتوتة بأن يبيت عندها ليلا وعندها ليلا: لأن القسم من حقوق النكاح والمسلمة والكتابية مستويتان فيه"(عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایہ ۲/۶۳ باب القسم) کہ باری میں اور شب گذاری میں برابری واجب ہے بایں طور کہ ایک رات اس کے پاس گزارے اور ایک رات اس کے پاس گزارے اس بارے میں مسلمان عورت اور کتابیہ عورت دونوں برابر ہیں، اس لئے کہ باری یہ حقوق نکاح میں سے ہے۔

"يجب وظاهر الاية أنه فرض نهر أن يعدل أى أن لا يجوز فيه أى فى القسم بالتسوية فى البيتوتة، وفى الملبوس والماكول والصحبة لا فى المجامعة كالمحبة بل يستجب قوله فى الملبوس والمأكول والسكنى، ولو عبر بالنفقة يشمل الكل (الى قوله)والمسلمة والكتابية سواء لا طلاق الاية" (درمختار مع شامی زکریا ۴/۳۷۸-۳۸۴)۔

یعنی عدل واجب ہے عورتوں میں نان ونفقہ میں اور اس میں مسلمان وکتابیہ کا حکم یکساں ہے۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:"فيسوى بين الجديدة والقديمة (الى قوله) كذا بين المسلمة والكتابية كذا فى الشرح الوهاج"(عالمگیری ۱/۳۴۰)مسلمان اور کتابیہ میں برابری کی جائے گی۔

"والقسم بين الحرائر على السواء سواء كن مسلمان أو كتابيات وكما لا فرق بين الجديدة والقديمة، كذالک لا فرق بين البكر والثيب والمسلمة والكتابية الحريتن" (فتح القدیر ۳/۳۰۱، ہکذا فی العنایۃ علی الفتح ۳/۳۰۱)(یعنی مسلمان عورت اور کتابیہ عورت میں حقوق کے بارے میں کوئی فرق نہیں ہے)۔

"والمسلمة والكتابية فى القسم سواء" (فتاوی قاضی خاں علی الہندیہ ۱/۴۳۹)(حرہ عورتوں میں برابری لازم ہے خواہ وہ مسلمان ہوں یا کتابیہ ہوں)۔

"وفى السراجيه وإن كانت أحدها مسلمة والأخرى كتابية فكذلک" (الفتاوی السراجیہ ص ۲۰۷)۔

الموسوعۃ الفقہیہ میں ہے:"العدل بين الزوجات ولومختلفات فى الدين واجب قال ابن المنذر–ان القسم بين المسلمة والذمية سواء وذلک؛ لان القسم من حقوق الزوجية فاستوت فيه المسلمة والكتابية كالنفقة والسكنى وهذا عند جميع الفقهاء"(موسوعہ فقہیہ ۷/۱۴۶ بحوالہ شرح الکبیر ۲/۳۳۹ المہذب ۲/۶۸، المغنی ۷/۳۷)(یعنی عدل تمام بیویوں کے درمیان خواہ دین کے اعتبار سے مختلف ہوں واجب ہے، ابن المنذر نے فرمایا کہ مسلمان عورت اور ذمیہ عورت کے درمیان باری برابر سرابر ہونی چاہئے اس لئے کہ یہ قسم حقوق زوجیت میں سے ہے، لہذا اس میں مسلمان اور کتابیہ سب برابر ہوں گی، جیسے کہ نفقہ وسکنی ہیں اور یہ تمام فقہاء کرام کے نزدیک ہے)۔

خلاصہ یہ کہ اہل کتاب عورت سے نکاح کرنے کی صورت میں اس کے جملہ حقوق مسلمان عورت کی طرح ہوں گے جن کی ادائیگی شوہر کے ذمہ لازم ہوگی غیر مسلم ہونے کی بناء پر حقوق کی ادائیگی سے راہ فرار اختیار کرنا اور طلاق دے کر علاحدہ ہوجانا درست نہ ہوگا۔

ج-اگر اہل کتاب عورت مسلمان مرد کے نکاح میں ہو تو شوہر اس کو گھر سے باہر عبادت خانہ جانے سے روک سکتا ہے، البتہ گھر کے اندر اپنے مذہبی امور کی انجام دہی سے نہیں روکے گا، جیسا کہ حضرات فقہاء کرام کے اس جزئیہ سے روشنی ملتی ہے:"وفى شرح الطحاوى المسلم اذا تزوج ذمية فله ان يمنعها عن الخروج إلى الكنائس والبيع وبيت النار، وليس على اجبارها على الغسل من دم الحيض والنفاس والجنابة"(فتاوی تاتارخانیہ ۴/۲۷، نمبر ۵۵۵۴)، اور فتاوی ہندیہ میں ہے:"ثم إذا تزوج المسلم

الكتابية فله منعها من الخروج إلى البيعة والكنيسة، كذا في السراج الوهاج، ومن اتخاذه الخمر في منزله،كذا في النهر الفائق"(عالمگیری۱/۲۸۱)،یعنی جب کسی مسلمان نے کسی کتابیہ سے شادی کرلی تو اس کو حق ہے گھر سے باہران کے عبادت خانے بیعہ اور کنیسہ میں جانے سے اور اپنے گھر میں شراب بنانے سے،یعنی وہ کام جس سے شوہر کا حق ضائع ہو، جیسے گھر سے باہر جانا اور جس سے اخلاق متاثر ہوں، جیسے کہ شراب بنانا اس سے شوہر کو روکنے کا حق ہے،اور جس سے ایسا کوئی خطرہ نہیں ہے اس کے انجام دہی میں خارج نہ بنے،جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے:"ولايجبرها على الغسل من دم الحيض والنفاس والجنابة، كذا في الشرح الوهاج" کہ شوہر اس کو غسل حیض ونفاس اور غسل جنابت پر مجبور نہیں کرے گا(فتاوی عالمگیری۱/۲۸۱)۔

النہر الفائق میں ہے:"يتحتم للمسلم منع زوجته الذمية من الخروج الى الكنائس واتخاذ الخمر في منزله أما شربها منه فلا؛ لأنه حلال عندها، كذا في الخانية لكن المذكور في ظهار البزازية، أن له المنع كالمسلمة إذا كلت الثوم والبصل، أوما ينشف الضم، لأن القبلة حقه، وذلک يحل بها لويكره" کہ مسلمان شوہر کے لئے اپنی ذمیہ(کتابیہ) عورت کو روکنے کا حق ہے،کنیسہ جانے سے اور اپنے گھر میں شراب کے بنانے سے اور اسی کو پینے سے روکنے کا حق نہیں ہے،اس لئے کہ کتابیہ کے نزدیک شراب حلال ہے،لیکن بزازیہ میں ہے کہ اس کو شراب پینے سے بھی منع کرنے کا حق ہے جیسے کہ کوئی بدبودار چیز مثلاً پیاز لہسن کھانے سے یا جو منہ کو بدبودار کرے اس سے روکنے کا حق ہے،اس لئے کہ بوسہ لینا شوہر کا حق اور یہ اس میں مخل ہے یہ اس وقت ہے اگر شوہر کو یہ ناپسند ہو(النہر الفائق ۲/۱۹۵)،خلاصہ یہ کہ گھر کے اندر ایسے مذہبی مراسم کی انجام دہی کی اجازت رہے جس میں شوہر کے اخلاق متاثر نہ ہوں اور اس کا حق ضائع نہ ہو۔

د-شریعت کا قانون اور قاعدہ ہے کہ فائدہ حاصل کرنے کے بجائے خرابی اور نقصان ہے دور رہنا اور برائی سے بچنا ضروری ہے،"قاعده خامسة، وهي درأ المفاسد أولى من جلب المصلحة، فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا؛ لأن اعتناء الشرع بالمنهيات أشد من اعتنائه بالمامورات"(الاشباہ والنظائر۱/۲۶۲ در المفاسد اولی من جلب المنافع قاعدہ/ص ۱۳۳،قواعد الفقہ/ص۸۱)۔

عیسائی مشنریز کے ایسے خدمت خلق کے ادارے جن سے اپنے مذہب سے دوری یا بیزاری پیدا ہو ان کی کسی بھی اسکیم سے فائدہ اٹھانا یا اس میں اپنی خدمات فراہم کرنے سے مسلمانوں کو احتراز کرنا چاہئے،کیونکہ دین کا ضرر نہایت اہم ہے،اگر ایسا کوئی مسلمان نہیں کرتا ہے تو وہ باقی و پائیدار آخرت پر فانی و ناپائیدار دنیا کو ترجیح دیتا ہے، ارشاد خداوندی ہے:"بل تؤثرون الحيوة الدنيا والآخرة خير وابقى"(بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت(دنیا سے) بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے،خلاصہ یہ کہ مسلمانوں کو اپنے دین وایمان کے تحفظ کے لئے ایسے اداروں کی خدمت سے اور اپنی خدمت سے اداروں کو فراہم کرنے سے غایت درجہ محتاط رہنا چاہئے)۔

☆☆☆

موجودہ دور کے اہل کتاب سے متعلق احکام

مولانا شوکت ثنا قاسمی☆

تقریباً اہل علم کا اتفاق ہے کہ اہل کتاب کی عورتیں جو واقعی اہل کتاب ہوں سے مسلمان مردوں کے لئے نکاح کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا أتيتموهن أجورهن**" (مائدہ:۵) (آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور حلال ہیں تم کو پاک دامن عورتیں مسلمان اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب دو ان کو مہر)۔

بعض صحابہ سے بھی عیسائی اور یہودی عورتوں سے نکاح کرنا ثابت ہے، موسوعہ فقہیہ میں ہے: "**ويجوز للمسلم زواج الحرائر من نساء أهل الكتاب وهم اليهود والنصارى لقول الله تعالى: والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم**" "**ولأن الصحابة رضى الله تعالى عنهم تزوجوا من أهل الذمة فتزوج عثمان رضى الله عنه نائلة بنت الفرافصة الكلبية وهى نصرانية وأسلمت عنده وتزوج حذيفة رضى الله تعالى عنه بيهودية من أهل المدائن**" (موسوعہ فقہیہ ۳۵/۲۷) (اور مسلمان کے لئے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، اللہ تعالیٰ کہ اس فرمان کی وجہ سے کہ اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے، اور صحابہ نے بھی ذمیوں کی عورتوں سے نکاح کیا ہے، چنانچہ حضرت عثمان غنیؓ نے نائلہ بنت فرافصہ کلبیہ سے نکاح فرمایا، حالانکہ وہ نصرانی تھی، اور آپ کے پاس اس نے اسلام بھی قبول کرلیا، حضرت حذیفہؓ نے مدائن کی ایک یہودی عورت سے نکاح کیا تھا)۔

البتہ نام نہاد اہل کتاب جو خدا کے منکر ہوں یا وحی و رسالت اور آخرت کو تسلیم نہ کرتے ہوں، ایسے نام نہاد اہل کتاب جو محض اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہوں نکاح اور ذبیحہ یا کسی اور معاملہ میں بھی اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوں گے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: "لیکن اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں، ایسوں کے لئے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں" (امداد الفتاوی ۲/ ۲۱۴)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں: "مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہیں، نہ مذہب کے نہ خدا کے ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا" (تفسیر عثمانی: تفسیر سورہ مائدہ:۵)۔

☆ مفتی و استاذ شعبہ تربیت افتاء جامعہ عائشہ نسواں، داراب جنگ کالونی، حیدرآباد۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں: ”آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں، مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں، نہ تورات وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں اور نہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے (معارف القرآن، تفسیر سورہ مائدہ:۵)۔

فتاویٰ دارالعلوم میں ہے: ”آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو کہ دہری ہیں، کسی مذہب کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں، یہ لوگ اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں، مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہوسکتے“ (فتاویٰ دارالعلوم)۔

مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحبؒ ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ”آج کل کے جو یہود ونصاریٰ ہیں ان میں سے اکثر ملحد، بددین، دہریہ، سائنس پرست اور نجوم پرست ہیں صرف برائے نام اہل کتاب ہیں ان کو مذہب سے بالکل لگاؤ نہیں بلکہ ان کے اقوال و افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب سے بیزار ہیں، جب ان کی یہ حالت ہے تو وہ اہل کتاب کیسے ہوسکتے ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کو کس طرح حلال کہا جاسکتا ہے؟“ (فتاویٰ رحیمیہ جدید ترتیب ۱۰/۰۷ کتاب الذبائح)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: ”البتہ ہمارے زمانہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کا ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو محض عیسائی ہے، ورنہ درحقیقت وہ خدا کے وجود، نبوت، وحی، والہام، حشر ونشر وغیرہ کا منکر ہے، ایسے لوگ درحقیقت یہودی، عیسائی اور اہل کتاب نہیں ہیں اور نہ اس نوعیت کے دہریہ اور کمیونسٹ نام نہاد مسلمان ہیں، ان کے احکام عام کافروں کے ہیں اہل کتاب کے نہیں“ (قاموس الفقہ ۲/۲۵۵)۔

شریعت محمدی کے نزول کے بعد ایجاد کئے گئے بعض باطل ادیان کا حکم:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور سے آج تک امت مسلمہ کے تمام طبقات کا اس عقیدہ پر اجماع اور اتفاق ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ بعد کوئی شخص کسی قسم کا نبی یا رسول نہیں ہوسکتا ہے، جو نبوت ورسالت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، دجال منکر قرآن اور کافر ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر ہوا، اور مسیلمہ کذاب کو کافر ومرتد قرار دے کر اس سے اور اس کے ماننے والوں سے جہاد کر کے ان کو قتل کیا گیا، محمد رسول اللہ ﷺ کا آخری اور خاتم النبیین ہونا قرآن کریم کے متعدد آیات اور تقریباً دو سو احادیث مبارکہ سے ثابت ہے، اور اس عقیدہ پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دور سے آج تک امت مسلمہ کے تمام طبقات کا اجماع اور اتفاق بھی ہے، اس لئے اگر کوئی شخص محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعوے دار ہو تو اس کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوگا، بلکہ وہ کافر ومرتد اور واجب القتل ہوگا، مسیلمہ کذاب بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اپنی نبوت کا بھی مدعی تھا، یہاں تک کہ اس کی اذان میں ”اشهد ان محمد رسول الله“ پکارا جاتا تھا اور خود بھی بوقت اذان اس کی شہادت دیتا تھا۔

چنانچہ تاریخ طبری میں ہے: ”وكان يؤذن للنبي ﷺ ويشهد فى الأذان أن محمدا رسول الله وكان الذي يؤذن له عبد الله بن النواحة، وكان الذى يقيم له حجير بن عمير ويشهدله، وكان مسيلمة إزا دناحجير من الشهادة، قال: صرح حجير، فيزيد فى صوته، ويبالغ لتصديق نفسه“ (تاریخ طبری ۳/۲۸۳) (نبی کریم ﷺ کے لئے اذان دیتا تھا اور اذان میں یہ گواہی دیتا تھا کہ محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور اس کا مؤذن عبداللہ بن نواحہ اور اقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا اور حجیر جب شہادت پر پہنچتا

تھا تو مسیلمہ بآواز بلند کہتا تھا کہ جحیر نے صاف بات کہی اور پھر اس کی تصدیق کرتا تھا)۔

مسیلمہ کذاب کے اس اہتمام کے باوجود صحابہ کرامؓ نے اس کو کافر و مرتد اور واجب القتل قرار دے کر اس سے جہاد کیا اور اس کو اور اس کے ماننے والوں کو قتل کیا، کیونکہ وہ مردود شخص نبی کریم ﷺ کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کا قائل نہیں تھا، اسی طرح آج کل کے ملعون و مردود فرقہ قادیانی اگرچہ کہ نبی کریم ﷺ کو نبی تسلیم کرتا ہے لیکن وہ آپ ﷺ کے خاتم النبیین اور آخری نبی ہونے کا قائل نہیں ہے، اس لئے اس کا حکم بھی مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والوں کی طرح ہے، اسی طرح وہ تمام فرقہ باطلہ جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعوے دار ہو تو اس کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوگا، بلکہ وہ کافر و مرتد اور واجب القتل ہوگا۔

جس طرح محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین اور آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا ہے، اسی طرح آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب قرآن کریم بھی آخری آسمانی کتاب ہے، اس کے بعد اب کوئی آسمانی اور الہامی کتاب نازل نہیں ہوگی، قرآن کریم کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا بھی مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وأنزلنا إليک الكتاب بالحق مصدقا لما بين يديه من الكتاب وهيمنا عليه**" (مائدہ:۴۸) (اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان)۔

اس آیت سے بالکل واضح ہے کہ قرآن کریم سابقہ تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والی کتاب اور اس کے مضامین پر نگران و نگہبان ہے اور آخری آسمانی کتاب ہے، کیونکہ اگر یہ آخری کتاب نہ ہوتی تو اس کی تصدیق اور اس کی نگہبانی کے لئے کسی اور کتاب کی ضرورت ہوتی تھی، تو اس کا تذکرہ قرآن وسنت میں ضرور ملتا، لیکن اس طرح کوئی بات قرآن وسنت میں نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالی نے اس کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری کا صاف طور پر اعلان کیا ہے "**إنا نحن نزلنا الذكر وإنا له لحافظون**" (سورۂ حجر:۹) (ہم نے ہی اس قرآن کو نازل فرمایا ہے اور ہم اس کے محافظ ہیں)۔

سورہ بقرہ میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**والذين يؤمنون بما أنزل اليک وما أنزل من قبلک وبالآخرة هم يؤقنون**" (سورۂ بقرہ:۴) (اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں)۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیع صاحب لکھتے ہیں: آیت کے اس طرز بیان سے ایک اہم اصولی مسئلہ بھی نکل آیا کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی وحی آخری وحی، کیونکہ اگر قرآن کے بعد کوئی اور کتاب یا وحی بھی نازل ہونے والی ہوتی تو جس طرح اس آیت میں پچھلی کتابوں اور وحی پر ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا ہے، اسی طرح آئندہ نازل ہونے والی کتاب اور وحی پر ایمان لانے کا ذکر بھی ضرور ہوتا، بلکہ اس کی ضرورت زیادہ تھی، کیونکہ تورات وانجیل اور تمام کتب سابقہ پر ایمان لانا تو پہلے سے جاری اور معلوم تھا، اگر حضور ﷺ کے بعد بھی سلسلہ وحی اور نبوت جاری ہوتا تو ضرورت اس کی تھی کہ اس کتاب اور اس نبی کا ذکر زیادہ اہتمام سے کیا جاتا جو بعد میں آنے والے ہوں تا کہ اشتباہ نہ رہے، مگر قرآن نے جہاں ایمان کا ذکر کیا تو حضور ﷺ سے پہلے نازل ہونے والی وحی اور پہلے انبیاء کا ذکر فرمایا، بعد میں آنے والے کسی وحی یا نبی کا کہیں قطعاً ذکر نہیں، پھر صرف اسی آیت میں نہیں بلکہ قرآن کریم میں یہ مضمون اول سے آخر تک مختلف مقامات میں چالیس پچاس آیتوں میں آیا ہے سب میں حضور ﷺ سے پہلے انبیاء، پہلی وحی، پہلی کتابوں کا ذکر ہے، کسی ایک آیت میں اس کا اشارہ تک نہیں کہ آئندہ بھی کوئی وحی یا نبی آنے والا ہے جس پر ایمان لانا ہے (معارف القرآن ۱/ ۱۰۳)۔

سیدنا ابوبکرؓ کا ارشاد ہے: "قد انقطع الوحی وتم الدین" (جامع الاصول) (وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا اور دین مکمل ہو گیا)۔

الحاصل یہ کہ قرآن کریم کے بعد کسی اور الہامی کتاب اور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعویدار کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہو سکتا ہے۔

نسلی قادیانیوں کا حکم:

جو مسلمان (العیاذ باللہ) قادیانیت اختیار کرلے ہو تو سراسر مرتد ہے، البتہ نسلی قادیانی پر اگرچہ کہ ارتداد کی تعریف صادق نہیں آتی ہے، لیکن ان لوگوں پر زندیق کی تعریف صادق آتی ہے، اس لئے ان کی زندیقیت کی وجہ سے ان کا شمار اہل کتاب میں نہ ہوگا، بلکہ وہ عام کفار کے حکم میں ہوں گے، نہ ان سے رشتہ نکاح درست ہوگا، اور نہ ان کا ذبیحہ، اور زندیق کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"**والزنديق هو الذى يظهر الإسلام ويستسر بالكفر، وهو المنافق، كان يسمى فى عصر النبى ﷺ منافقا ويسمى اليوم زنديقا**" (المغنی ۶/۳۰۷) (اور زندیق وہ شخص ہے جو کفر کو چھپاتے ہوئے اسلام ظاہر کرتا ہو، اور وہ منافق ہے، رسول اللہ ﷺ کے دور میں ان کو منافق کہا جاتا تھا اور اس دور میں ان کو زندیق کہا جاتا ہے)۔

فقہی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ زندیقیت ارتداد سے بھی بڑا جرم ہے، چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ زندیق کو قتل کر دیا جائے گا، اور اس کی توبہ بھی قبول نہیں کی جائے گی، جبکہ کھلے مرتد کی توبہ قبول کی جا سکتی ہے۔

"**(وقتل الزنديق): بعد الاطلاع عليه بلا استتابة: وهو من أسر الكفر وأظهر الإسلام، وكان يسمى فى زمن النبى ﷺ وأصحابه: منافقا (بلا) قبول (توبة) من حيث قتله، ولا بدمن توبته، لكن إن تاب قتل حدا، وإلا كفرا**" (حاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر ۴/۴۳۸)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں: اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی شرح مؤطا کی عبارت جس میں ختم نبوت کے بالواسطہ انکار کرنے والوں کو زندیق قرار دیا گیا ہے، نے تو اس بات کو بالکل واضح اور بے غبار کر دیا ہے کہ قادیانی بھی زندیق ہی کے حکم میں ہیں اور ان کا حکم نکاح اور ذبیحہ کے معاملہ میں اہل کتاب کا نہیں، بلکہ عام کافروں کا ہے (قاموس الفقہ ۲/۲۵۸)۔

دار الاسلام میں اہل کتاب عورت سے نکاح:

جمہور علماء کے نزدیک دار اسلام میں اہل کتاب عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، البتہ ان سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے (حاشیہ ابن عابدین ۳/۴۵، الشرح الصغیر ۲/۴۲۰، المجموع شرح المہذب ۱۶/۲۳۶) لیکن صلیبی جنگوں کے دوران اور موجودہ دور میں اہل کتاب کی عورتوں نے شاہوں اور کمانڈروں کی زوجیت میں آ کر اسلام اور مسلمانوں کو جو شدید نقصان پہنچایا ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے، اس صورت حال میں ان سے نکاح کی اجازت دینا دینی مصلحت اور اسلام اور مسلمان کے مفاد میں نہیں ہے، اس لئے اس کی اجازت نہیں دی جانی چاہئے، چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

ہمارے زمانہ میں اہل کتاب سے نکاح ایک فتنہ بن کر رہ گیا ہے اور نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ عالم اسلام کے وہ قائدین جن کے ہاتھوں میں پوری قوم کے زمام اور پوری اسلام دنیا کی کلید ہے، کے قصور عیش اور محلات کی زینت عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں، جن سے مسلمان شدید نقصان اور سیاسی مضرت واستحصال سے دوچار ہیں، ان حالات میں تو کسی طرح بھی اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی، سیدنا حضرت عمر فاروقؓ نے بھی اپنے زمانہ خلافت میں حضرت حذیفہؓ کو اس یہودی خاتون کو طلاق دے دینے کا حکم فرمایا تھا جس سے حضرت حذیفہؓ نے نکاح کیا تھا۔

پھر فقہاء اسلام کا زمانہ وہ تھا جب اسلام کو غلبہ حاصل تھا، دنیا کا ایک بڑا حصہ اسلام کے زیرنگیں تھا اور جہاں مسلمانوں کو سیاسی غلبہ حاصل نہ تھا وہاں بھی مسلمانوں کی بین الاقوامی پوزیشن، ان کی علمی اور ایجادی ترقی اور علم واکتشافات کی امامت کی وجہ سے ان کی حیثیت فاتح کی تھی، ان کو اس طرح تہذیبی بالاتری حاصل تھی کہ مسلمان دوسروں سے متاثر نہ ہوتے تھے، بلکہ دوسرے اسلام کی تقلید کو ایک فیشن اور عصریت سمجھتے تھے، اب حالات بدل چکے ہیں، مسلمان مفتوح، علم وفن کے اعتبار سے پسماندہ اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے مسحور اور مرعوب قوم بن کر رہ گئے، ان حالات میں اثر ڈالنے کا امکان کم ہے اور اثر قبول کرنے کا زیادہ، اس لئے اس کی کراہت میں کوئی شک نہیں (قاموس الفقہ ۲/ ۲۵۶)۔

غیر اسلامی ممالک میں اہل کتاب عورت سے نکاح:

غیر اسلامی ممالک میں اہل کتاب عورت سے نکاح کرنا جمہور علماء کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے:

حنفیہ کے ترجمہ علامہ ابن عابدین شامی نے دار الحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح کے سلسلہ میں کراہت تحریمی والے قول کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”(قوله : وإن كره تنزيها) أى سواء كانت ذمية أو حربية، فإن صاحب البحر استظهر أن الكراهة فى الكتابية الحربية تنزيهية فالذمية أولى اه، ح قلت: علل ذلک فى البحر بأن التحريمية لا بدلها من نهى أو ما فى معناه؛ لأنها فى رتبة الواجب، اح، وفيه أن إطلاقهم الكراهة فى الحربية يفيد أنها تحريمية، والدليل عند المجتهد على أن التعليل يفيد ذلک، ففى الفتح ويجوز تزوج الكتابيات والأولى أن لا يفعل، ولا يأكل ذبيحتهم إلا للضرورة، وتكره الكتابية الحربية إجماعا؛ لا فتتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دار الحرب، وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر، وعلى الرق بأن تسبى وهى حبلى فيولدرقيقا، وإن كان مسلما اه، فقوله: والأولى أن لا يفعل يفيد كراهة التنزيه فى غير الحربية، وما بعده يفيد كراهة التحريم فى الحربية“ (حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار ۳/ ۴۵)۔

مالکی مسلک کی مشہور کتاب شرح صغیر میں دار الحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح کو مکروہ تحریمی قرار دیا گیا ہے۔

”وتأكد الكره –أى الكراهة–إن تزوجها بدار الحرب، لأن لها قوة بها لم تكن بدار الإسلام،فربما ربت ولده على دينها، ولم تبال باطلاع أبيه على ذلک“ (الشرح الصغیر ۲/ ۴۲۰)۔

شافعی مسلک کے ترجمان علامہ کمال الدین ابو البقاء محمد بن موسی بن عیسی دمیریؒ لکھتے ہیں:

”وتهل كتابية لكن تكره حربية، وكذا ذمية على الصحيح“ (النجم الوہاج فی شرح المنہاج ۷/ ۱۹۲، منہاج الطالبین ۱/ ۲۱۲)۔

علامہ نووی لکھتے ہیں: ”وتحل كتابية، ولكن تكره حربية، وكذا ذمية على الصحيح، وقال فى الحاشية:لكن الحربية أشد كراهة منها“ (المنہاج مع حاشیہ ۲/ ۱۸۷)۔

امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی دار الحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

”وقال ابن القيم رحمه الله: وإنما الذى نص عليه أحد، ما رواه ابنه عبد الله، قال: كره أن يتزوج الرجل

فی دار الحرب، أو یتسری، من أجل ولده، وقال فی روایة إسحاق بن ابراهیم: لا یتزوج ولا یتسری الأسیر، ولا یتسری بمسلمة، إلا أن یخاف علی نفسه، فإذا خاف علی نفسه لا یطلب الولد" (أحکام أہل الذمۃ ۲/۴۲۰)۔

دارالحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنے میں بے شمار نقصانات ہیں:

۱-موجودہ دور میں غیر مسلم ممالک اور خاص طور پر یورپ کی جو صورت حال ہے، ان ماحول میں کسی بالغہ یہودی وعیسائی لڑکی عفت و عصمت کا محفوظ رہنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، جبکہ قرآن مجید میں پاکدامن کتابیہ عورت سے نکاح کو حلال کیا گیا ہے، اور یہ شرط آج کل عموماً مفقود ہے۔

۲-موجودہ دور میں امریکہ اور دیگر یورپین ممالک میں بے حیائی اور بے شرمی کا جو ماحول ہے، ان حالات میں کسی مسلمان کا کسی اہل کتاب سے نکاح کرکے اس کو اپنے اخلاق اور اسلامی تعلیمات سے متاثر کرنے کے بجائے یہ امکان ہے کہ یہ خود بیوی کی محبت میں گرفتار ہو کر ان کی چیزوں سے متاثر نہ ہو جائے۔

۳-امریکہ اور دیگر یورپین ممالک میں شراب نوشی، خنزیر کا گوشت کھانا اور محارم اور غیر محارم مرد سے بلا جھجک عورتوں کا ملنا بالکل عام اور معمولی سی بات ہے، رقص وسرور کی محفلوں میں اجنبی مردوں کے ساتھ رقص بھی معیوب نہیں سمجھا جاتا ہے، بلکہ بیوی کے بوائے فرینڈ کا مسکراتے ہوئے استقبال کرنا بھی ان کی تہذیب کا ایک حصہ ہے، ان ماحول میں اگر کوئی مسلمان مرد کسی کتابیہ عورت سے نکاح کرلے تو ان ساری چیزوں پر اس کے لئے روک لگانا آسان نہیں ہے، اور ان سب چیزوں کو برداشت کرتے ہوئے اگر اس سے رشتہ نکاح کو باقی رکھتا ہے تو شریعت کی نظر میں وہ دیوث قرار پائے گا، اور دیوث پر اللہ کی لعنت ہے۔

۴-اولاد کی تربیت میں ماں کے اہم رول اور کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے، ماں کے اچھے اور برے اخلاق وتعلیمات سے اس کے آغوش میں تربیت پانے والے بچہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، بلکہ بسا اوقات ماں کی غلط تربیت کا اثر اتنا قوی ہوتا ہے کہ اگر اللہ کا خصوصی فضل نہ ہو تو نور نبوت سے بھی وہ اثر زائل نہیں ہوتا ہے، اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی صورت میں جب اولاد ہوگی تو اس کا اپنی ماں کے اخلاق اور عقائد سے متاثر ہونے کا امکان زیادہ ہے، اس لئے کہ وہ عورت اپنے بچہ کو گرجا اور دیگر مذہبی محفلوں میں لے کر جائے گی، جس کی وجہ سے اس کے عقائد کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے، اور رقص وسرور اور دیگر لہو ولعب کے مقامات پر لے کر جانے کی وجہ سے اس کے اخلاق کے بگڑ جانے کا امکان ہے، اور ممکن ہے کہ بڑے ہونے کے بعد اپنے باپ کے مذہب کو ہی خیرباد کہہ دے۔

۵-اگر کسی ناگزیر حالات کی وجہ سے مرد اپنی کتابیہ بیوی کو طلاق دینا چاہے تو اس صورت میں مرد اپنی جائداد کے ایک بڑے حصہ سے محروم ہو جائے، اور اولاد ہو تو وہ اٹھارہ سال تک ماں کی زیر تربیت رہے گی، اور باپ اپنی اولاد کی اسلامی تربیت سے بھی محروم ہو جائے گا۔

۶-امریکہ اور دیگر یورپین ممالک میں مقیم مسلم عورتوں کی ایک بڑی تعداد نکاح کا منتظر ہے، اور بہت ساری مسلم لڑکیاں غیر مسلم مردوں سے ازدواجی تعلق قائم کرلیتی ہیں، ان کو چھوڑ کر کتابیہ عورت سے نکاح کرنے میں ان عورتوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا ہے، اس لئے مسلم عورتوں سے اعراض کرتے ہوئے کتابیہ سے نکاح قطعاً مناسب نہیں ہے، سیدنا عمر فاروقؓ نے حضرت طلحہ اور حذیفہؓ کے یہودی عورت سے نکاح کو اسی لئے ناپسند سمجھ کر طلاق کا حکم دیا تھا کہ دوسرے لوگ اس کو مثال بنالیں گے اور مسلم عورتوں سے نکاح کرنے میں گریز کریں گے۔

علامہ ابن جریرؒ لکھتے ہیں: "وإنما کرہ عمر لطلحة وحذیفةؓ نکاح الیہودیة والنصرانیة حذرا من أن یقتدی بہما الناس فی ذلک، فیزہدوا فی المسلمات، أو لغیر ذلک من المعانی فأمرہما بتخلیتہما" (جامع البیان عن تاویل القرآن ۲/۳۷۸)۔

اور یہ سارے مفاسد وخرابیاں صرف امکانی اور فرضی نہیں بلکہ حقیقی ہیں اور اس طرح کے متعدد واقعات ان علاقوں میں پیش آ رہے ہیں، اس لئے ان حالات میں ان ممالک میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، اور رہا ویزہ وغیرہ سہولت کا مسئلہ تو یہ مقصد اس ملک کے مسلم عورتوں سے نکاح کرنے سے بھی حاصل ہوسکتا ہے، البتہ اگر کوئی کتابی عورت دین اسلام سے متاثر ہوا اور اس سے نکاح کرنے کی صورت میں اسلام قبول کرنے کا قوی امکان ہو اور وہ آئندہ دعوتی کام میں معاون بھی بن سکتی ہو تو اس مقصد سے اس سے نکاح کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی مسلمان ان ممالک میں ایسی جگہ ہو جہاں مسلمان عورت نکاح کے لئے میسر نہ ہو، اور نکاح نہ کرنے کی صورت میں زنا میں پڑ جانے کا گمان غالب ہو تو ایسی صورت میں کتابیہ عورت سے نکاح کی گنجائش ہوگی۔

تورات وانجیل کے علاوہ دیگر مذہبی کتابیں:

قرآن مجید کے نزول کے وقت یہود ونصاری کے علاوہ ہندومت، بودھ مت اور جین مت وغیرہ مذاہب دنیا میں موجود تھے، اور ان کی مذہبی کتابیں بھی موجود تھیں، اس کے باوجود ان کو اہل کتاب میں شامل نہیں کیا گیا اور نہ ہی ان کی کتابوں کو آسمانی اور الہامی کتاب قرار دی گئی، اور جب کسی دھرم کے مذہبی کتابوں کے قرآن وحدیث کے یقینی ذرائع سے آسمانی اور الہامی ہونا ثابت نہ ہو تو محض اس بنیاد پر کہ اس میں توحید ورسالت کا ذکر ہے، آسمانی اور الہامی کتاب قرار دینا قطعا درست نہیں ہے، اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہے، اور نہ ہی اسلام کی حقانیت، اور توحید ورسالت کی تعلیم وثبوت کے لئے ان کتابوں کی اشلوک وعبارت کی کوئی ضرورت ہے، البتہ برادران وطن میں دعوت وتبلیغ کے لئے ان کی مذہبی کتابوں سے توحید ورسالت والی عبارتوں سے استفادہ جائز ودرست ہے۔

عیسائی مشنریز اسکولوں میں تعلیم:

عیسائی مشنری اسکولوں کا مزاج ومذاق اور ان اسکولوں میں داخل ہونے سے لے کر باہر نکلنے تک کی تمام کارروائیاں نصاب تعلیم، وضع قطع مخلوط تعلیم، سال بھر کے مختلف ناموں سے منعقدہ حیاء سوز پروگرام اور خود وہاں کے معلمین ومعلمات کا خاص مذہبی ڈھنگ کا لباس، بچوں کی تعلیم کے ساتھ بچوں کی آزاد مزاجی کی ذہن سازی اور عیسائیت کی فکر سازی، ان ماحول میں مسلم بچوں کی تعلیم وتربیت یقیناً ان کو الحاد و دہریت کی طرف لے جائے گی، اور ان کی اسلامی فکر اور ایمان وعقیدہ کی حفاظت بہت مشکل ہوگی، عیسائی مشنری اسکولس کے تعلیم یافتہ اکثر مسلم نوجوانوں کی صورت حال اہل علم سے مخفی نہیں، اس لئے ایسے اداروں میں مسلم بچوں کی تعلیم قطعا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ اصول متفق علیہ ہے کہ جلب منفعت سے درء مفاسد مقدم ہے۔

"درء المفاسد أولی من جلب المصالح" (الاشباہ والنظائر ۱/ ۷۸)۔

عیسائی مشنری اسکولوں میں مسلم بچوں کی تعلیم وتربیت اور اس کی ہمت افزائی کے بجائے، ارباب فکر، اہل علم، دردمند سیاست داں، علماء وفضلاء اس کی روک تھام کے لئے عملی اقدام کریں اور ایسے اسکول وکالجز قائم کریں جہاں ہر سمت سے ماحول سازگار ہو، اور مزاج ومذاق صاف وشفاف ہو جس سے ہمارا مذہب ومسلک بھی مضبوط ہو، اور ملک وقوم کا ملکی وملی شعار بھی باقی رہے، لیکن عصری علوم وفنون میں کوئی نقص و کمزوری نہ ہو، کیونکہ ایسے اداروں میں تعلیم کا مقصد انہی علوم میں درک وکمال حاصل کرنا ہوتا ہے، اگر اس میں کمی کوتاہی رہی تو شاید وہ ادارہ مستقبل میں زیادہ کامیاب اور مفید ثابت نہ ہوسکے۔

کتابیہ بیوی کے حقوق:

بنیادی حقوق مہر، نان ونفقہ، سکنی، کسوۃ، متعدد بیویوں کی صورت میں باری کی تعیین، حسن معاشرت وغیرہ حقوق میں کتابیہ بیوی اور مسلمان بیوی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

مہر:

اگر کوئی مسلمان شخص کسی اہل کتاب عورت سے نکاح صحیح کرلے تو اس پر متعینہ مہر واجب ہوگا، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے: ''وأتوا النساء صدقاتهن نحلة، فإن طبن لكم عن شئ منه نفسا فكلوه هنيئا مريئا'' (سورۂ نساء:۴) (اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو، ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ تم کو چھوڑ دیں تو اسے ذوق وشوق سے کھالو)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: ''اليوم أحل لكم الطيبات و طعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا أتيتموهن أجورهن محصنين غير مسافحين ولامتخذى أخدان ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله وهو فى الاخرة من الخاسرين'' (سورۂ مائدہ:۵) (آج حلال ہوئیں تم کو سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے اور حلال ہیں تم کو پاک دامن عورتیں مسلمان اور پاک دامن عورتوں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے جب وہ ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی کرنے کو اور جو منکر ہوا ایمان سے تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں ٹوٹے والوں میں ہے)۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مہر بیوی کا حق ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا اہل کتاب۔

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ شوہر پر بیوی کا مہر واجب ہے، بیوی خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ، ''وانعقد الإجماع على وجوب المهر على الزوج لزوجته مسلمة كانت أم كتابية'' (المغنی لابن قدامہ ۶/۱۴۶ بحوالہ حقوق الزوجۃ الکتابیۃ فی الشریعۃ الإسلامیۃ ص ۲۵۳)۔

لباس وپوشاک:

بیوی کے لباس وپوشاک کا انتظام بالاتفاق شوہر کے ذمہ ہے، بیوی خواہ مسلمان ہو یا اس کا تعلق اہل کتاب سے ہو، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف'' (بقرہ:۲۳۳) (اور دودھ پلانے والی ماؤں کا کھانا اور کپڑا دستور کے مطابق باپ کے ذمے ہوگا)۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: کہ خبردار! بیویوں کا تمہارے اوپر یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ کھانے پینے اور لباس وپوشاک میں احسان کا معاملہ کرو، ''ألاوحقهن عليكم أن تحسنوا إليهن فى كسوتهن وطعامهن'' (ترمذی: باب ما جاء فی حق المرأۃ علی زوجہا، وقال ہذا حدیث حسن صحیح) (رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ تم پر بیویوں کی رزق اور ان کا لباس معروف طریقہ پر واجب ہے)۔

''ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف'' (صحیح مسلم: مسلم فی کتاب: الحج، باب: حجۃ النبی ﷺ ۱۲۱۸) (ان نصوص میں کسوۃ کو مطلقا واجب قرار دیا گیا ہے، بیوی خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو)۔

نفقہ (خوراک):

شوہر پر بیوی کے نفقہ کا وجوب قرآن وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، چنانچہ جب کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے گا

خواہ وہ عورت مسلمان ہو یا کتابیہ ہو اس پر اپنی بیوی کا کھانا خوراک دینا واجب ہوگا (بدائع الصنائع ۴/۲۲)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "لينفق ذو سعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا إلا ما أتاها سيجعل الله بعد عسر يسرا" (سورۂ طلاق: ۷) (خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے، اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے، اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ اسے مکلّف نہیں کرتا، بعید نہیں کہ اللہ تنگ و دستی کے بعد فراخ دستی بھی عطا فرمادے)۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم پر بیویوں کے رزق اور ان کا لباس معروف طریقہ پر واجب ہے "ولهن عليكم رزقهن وكسوتهن بالمعروف" (صحیح مسلم: مسلم فی کتاب: الحج، باب: حجۃ النبی ۱۲۱۸)۔

رہائش:

شوہر پر بیوی کے لئے مناسب رہائش کا انتظام بھی کرنا ضروری ہے، بیوی خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ، موسوعہ فقہیہ میں ہے: "السكنى للزوجة على زوجها واجبة، وهذا الحكم متفق عليه بين الفقهاء" (موسوعہ فقہیہ ۲۵/۱۰۸) (بیوی کی رہائش شوہر پر واجب ہے اور یہ حکم فقہاء کے درمیان متفقہ ہے)۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "أسكنوهن من حيث سكنتم من وجدكم" (سورۂ طلاق: ۶) (ان کو گھر دو رہنے کے واسطے جہاں تم آپ رہو اپنے مقدور کے موافق۔

متعدد بیویوں کے درمیان باری کی تقسیم:

اگر کسی شخص کے پاس متعدد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان شب باشی میں باری کی تقسیم ضروری ہوگی، بیوی خواہ مسلمان ہو یا کتابیہ ہو، علامہ نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"(مسألة) وإن كان عنده مسلمة وذمية سوى بينهما في القسم لقوله تعالى (وعاشروهن بالمعروف) ولم يفرق، ولعموم الوعيد في حديث أبي هريرة عن النبي ﷺ (من كانت له امرأتان يميل لاحداهما على الاكرى جاء يوم القيامة يجر أحدشقيه ساقطا أو مائلا) رواه أحمد وأصحاب السنن" (المجموع ۱۶/۴۳۱) (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ ان کے ساتھ اچھے طریقے سے بود و باش رکھو اور اس آیت میں کوئی تفریق نہیں ہے، اور اس حدیث کے وعید کے عموم کی وجہ سے جو حضرت ابوہریرۃ نے نبی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور ان میں سے کسی ایک کی طرف بالکلیہ مائل ہو جائے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک دھڑ ایک طرف جھکا ہوا ہوگا)۔

تقریباً تمام فقہاء کرام کی یہی رائے ہے (دیکھئے: البدائع ۲/۳۳۲، المغنی ۷/۳۰۹، حاشیہ ابن عابدین ۲/۴۲۰، الشرح الکبیر ۲/۳۳۹)۔

کتابیہ بیوی کا مسلم شوہر کے گھر مذہبی مراسم:

کتابیہ عورت کے مسلمان شوہر کے لئے بہتر ہے کہ اپنی اس بیوی کی ذہنی تربیت کرتا رہے اور اس کو نرمی اور پیار و محبت سے حکمت کے ساتھ دین اسلام سے قریب کرے، اور پھر اس کی دعوت دے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "يايها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا

وقودها الناس والحجارة عليها ملائكة غلاظ شداد لا يعصون الله ما أمرهم ويفعلون ما يؤمرون" (تحریم:۶)(اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، جس پر نہایت تندخو اور سخت گیر فرشتے مقرر ہوں گے جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں دیا جاتا ہے اسے بجالاتے ہیں)۔

لیکن دین اسلام قبول کرنے پر مجبور نہ کرے، اس لئے کہ اللہ تعالی کا فرمان ہے: "**لا إكراه في الدين**" (بقرہ:۲۵۶)(دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں)۔

اور اگر وہ دین اسلام کو قبول نہ کرے اور وہ اپنی مذہبی رسومات مثلاً نماز، روزہ اور کتاب مقدس کی قرأت ومطالعہ کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہوگی، البتہ گھر سے باہر مذہبی اجتماع میں شریک ہونے یا گرجا اور معبد میں جانے سے روک سکتا ہے۔

سیدنا امام احمد حنبلؒ نے ایسے شخص کے بارے میں جس کی بیوی کتابیہ ہو کے بارے میں فرماتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اس کے مذہبی تقریبات میں شرکت کی اجازت نہیں دے گا اور نہ ہی گرجا جانے کی اجازت دے گا، اور شوہر کو اس سے روکنے کی اجازت ہے۔

"**قال الإمام أحمد في الرجل له المرأة النصرانية: لا يأذن لها أن تخرج إلى عيد، أو تذهب إلى بيعة، وله أن يمنعها ذلك**" (المغنی ۱۰/۶۲۰)۔

عیسائی مشنریز ادارے میں خدمات:

ایسے عیسائی مشنریز اسکولس، اسپتال، اور خدمت خلق کے دارے جو اپنے مذہب کی تبلیغ میں بہت زیادہ سرگرم عمل ہوں اور دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کرنے میں اہم رول ادا کر رہے ہوں، ان اداروں میں مسلمانوں کے لئے کوئی ایسی ملازمت جس میں ان چیزوں میں براہ راست تعاون ہوتا ہو جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ اثم وعدوان میں تعاون ہے، اور اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**ولا تعاونوا على الإثم والعدوان واتقوا الله إن الله شديد العقاب**" (مائدہ:۲)(اور گناہ ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالی سخت سزا دینے والا ہے)۔

البتہ ایسی ملازمت جس میں ان چیزوں میں براہ راست تعاون نہ ہوتا ہو جائز ہے، لیکن قطعا مناسب نہیں، اس ملازمت کو جاری رکھتے ہوئے متبادل کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔

عیسائی مشنریز اسکولوں میں بچوں کی تعلیم اور ان کے کسی ادارے سے قرض حاصل کرنے میں بالکلیہ طور پر احتیاط اور گریز کرنا چاہئے، اس کے بے شمار مفاسد ہیں، البتہ ان کے اسپتالوں سے بوقت ضرورت استفادہ کی گنجائش ہے۔

☆☆☆

صابی اور بعض دیگر مذاہب کی تحقیق اور احکام

مولانا ریحان مبشر مئوی قاسمی☆

صابئین قرآن کی نظر میں:

قال اللّٰہ تعالی :"اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالنَّصَارٰی وَالصَّابِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ "(بقرہ:٦٢)(حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، وہ اپنے پروردگار کے پاس اجر کے مستحق ہوں گے، اور ان کو نہ کوئی خوف ہوگا نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے)۔

" اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصَّابِئِیْنَ وَالنَّصَارٰی وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اِنَّ اللّٰہَ یَفْصِلُ بَیْنَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَھِیْدٌ "(حج:١٧)(بلا شبہ مؤمن ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا نصرانی اور مجوسی، یا وہ جنھوں نے شرک اختیار کیا ہے، اللہ قیامت کے دن ان سب کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا گواہ ہے)۔

صاحبین کے نزدیک: وہ بتوں کے پوجنے والے ہیں؛ کیونکہ وہ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں؛ اس لیے وہ مشرک ہیں۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک: وہ بتوں کی پرستش کرنے والوں میں سے نہیں ہیں، رہا ان کا ستاروں کو مقدس ماننا تو وہ ایسے ہی ہے جیسے مسلمانوں کا بیت اللہ کو مقدس ومعظم ماننا۔ اسی اختلاف کی وجہ سے صابیہ عورت سے نکاح میں بھی اختلاف ہوا ہے: امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک ناجائز۔ بعض لوگوں نے کہا ہے اس مذہب میں دو جماعت ہے (ایک مشرک اور ایک موحد) اور بعض لوگوں نے کہا ہے کہ یہ نصاری کی ایک قسم ہے جو زبور کو مانتے ہیں ......سدی کہتے ہیں: یہ یہودیوں کی ایک جماعت ہے۔ قتادہ مقاتل کہتے ہیں: یہ اللہ کو مانتے ہوئے فرشتوں کی عبادت کرتے ہیں اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں، اور انھوں نے تمام دین سے تھوڑے تھوڑے احکام لیے ہیں (تبیین الحقائق: ۲/۱۱۰، کتاب النکاح فصل فی المحرمات، ط: بولاق، مصر ۱۳۱۳ھ)۔

امام جصاص رازیؒ نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جس قوم میں بھیجا گیا تھا وہ صابئین ستاروں کی پرستش کرنے والے مشرک تھے۔ اور اللہ تعالی نے انھیں دوسرے مقام پر بتوں کو پوجنے والا بتلایا ہے۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عالم کے تغیرات سات ستاروں (کواکب سبعہ) کی قدرت میں ہیں اور سب سے بڑا ستارہ سورج ہے، ذات باری کا انکار کرتے ہوئے وہ انھیں کواکب سبعہ کو اپنا خدا مانتے ہیں۔ "أنّ القوم الّذي بعث إبراهيم عليه السّلام كانوا صابئين عبدة أوثان على أسماء الكواكب السّبعة، وقد حكى اللّٰه عنهم في غير هذا الموضع أنّهم كانوا يعبدون الأوثان ولم يكونوا يقرّون باللّٰه تعالى ،وكانوا يزعمون

☆ جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ میرٹھ۔

حوادث العالم كلّها في حركات الكواكب السّبعة وأعظمها عندهم الشّمس ويسمّونها وسائر الكواكب آلهةً والشّمس عندهم هو الإله الأعظم الّذي ليس فوقه إله وكانوا لايعترفون بالباري جلّ وعزّ "(أحکام القرآن :۲/۰ ۱۷،سورۃ البقرۃ:۲۵۸،ط:)(لیکن یہ فرقہ ناپید ہو چکا ہے،آگے اس کی وضاحت آرہی ہے)

یہ تو اجمالی بات ہوئی ....لیکن صابئین پر جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں ان کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہب، ابوالبشر سیدنا حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانے سے ایک مستقل مذہب رہا ہے،اور''کنزا ربا'' نامی ان کی ایک مقدس کتاب ہے اور مستقل عقائد ہونے کے ساتھ مخصوص عبادات بھی ہیں۔
اب ہم یہاں قدرے تفصیل سے ان کے تعلق سے ذکر کرتے ہیں:

صابئین کی تاریخ:

ان کا نام صابئہ کیسے ہوا؟اس سلسلے میں ابن خلکان لکھتے ہیں کہ:حضرت ادریس علیہ السلام کے پوتے''صابی بن متوشلخ'' کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ صابئین کہلاتے ہیں،اورصابی بن متلوشخ دین حنیف پر قائم تھے۔بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لوگ صابی بن ماری کی طرف یہ لوگ نسبت کرتے ہیں جوحضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھے۔''قد اختلفوا في هذه النّسبة ،فقيل :إنّها إلى صابئي بن متلوشخ بن إدريس عليه السّلام وكان على الحنيفيّة الأولى .وقيل: إلى صابئى بن مارى وكان في عصر الخليل عليه السّلام''(وفیات الأعیان:۱/ ۵۴،دارصادر،بیروت)۔

صابئین کے اقسام:اس کے چار مشہور فرقے ہیں:(۱)اصحاب روحانیات:ان کا عقیدہ ہے کہ اس کائنات کو بنانے والی ایک ذات ہے،جوحکیم ہے،فنا ہونے سے پاک وصاف ہے،ہم اس کے جاہ وجلال تک پہنچنے سے عاجز ودرماندہ ہیں،البتہ اس ذات کے نزدیک جو مقدس لوگ ہیں ان کے ذریعے ہم اس ذات مبارکہ کا تقرب حاصل کر سکتے ہیں،وہ مقرب لوگ''روحانیین''ہیں،جو بدنی طاقت اور جسم وتن سے مبرا ہیں،جسمانی حرکات سے پاک صاف ہیں؛لہذا وہ لوگ بھی قوت شہوانیہ کو قابو میں رکھ کران روحانیوں سے مناسبت پیدا کرتے ہیں۔نیز ان کا کہنا ہے کہ انبیاء تو ہماری ہی طرح ہیں،ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں،شکل وصورت میں مماثل ہوتے ہیں تو پھر ان کی اطاعت کیوں ضروری ہو(الملل والنحل:۲/ ۶۴-۶۵)،یہی اصحاب روحانیات عالم فلکیات اور عالم سفلیات کے منتظم ہیں اور انہیں کے ذریعے سارے تغیرات ہوتے ہیں۔

(۲)اصحاب ہیاکل:ان کا ماننا ہے کہ اس ذات کا تقرب حاصل کرنے کے لیے جب انسان کو کسی ثالثی کی ضرورت ناگزیر ہے تو اس کا ایسا ہونا ضروری ہوگا جو مشاہد ہو جسے ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں؛تاکہ تقرب آسان ہو،چناں چہ انہوں نے''ہیکل''(سات ستارے)کا سہارا لیا،پھر آہستہ آہستہ اس کی منازل،مطلع ومغرب،دن ورات اور لمحات کی تقسیم کو پہچانا اور ہر ستارے کے لیے ایک دن خاص کرلیا،مثلا:زحل کے لیے شنبہ کا دن،اس دن وہ مخصوص لباس پہنتے ہیں،بخور جلاتے ہیں،مخصوص دعا کر کے ان سے اپنی ضروریات مانگتے ہیں،وہ انھیں رب اور اللہ تعالی کو رب الارباب مانتے ہیں،یہ لوگ ہیکل کو روحانیات کا بدن مانتے ہیں؛اسی وجہ سے ہیکل سے روحانیین اور روحانیین سے اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔

(۳)اصحاب اشخاص:ان کا کہنا ہے کہ اس ذات کا مقرب بننے کے لیے جب انسان کو کسی ثالثی کا ہونا لازمی ہے تو وہ ایسا ہو جسے ہر وقت ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں،وہ کبھی نظروں سے اوجھل نہ ہو،روحانیات اگرچہ وسائل ہیں تو ہم انھیں دیکھ نہیں سکتے،جہاں تک ستاروں کا

تعلق ہے تو وہ کبھی نکلتے ہیں اور کبھی غروب ہو جاتے ہیں؛اس لیے ان کو ذریعۂ تقرب بنانا مناسب معلوم نہیں ہوتا،اس طرح انھوں نے ''ہیاکل سبعہ'' کی طرح ''سات اشخاص (بت)'' بنا لیے،اسی کے بارے میں قرآن کریم نے کہا ہے کہ وہ بتوں کی پوجا کرنے والے ہیں،حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس مذہب کے بتوں کو توڑا تھا اور ان سے مناظرہ کیا تھا،علماء نے لکھا ہے کہ وہ یہی اصحاب ہیاکل اور اصحاب اشخاص تھے، جیسا کہ امام جصاص رازیؒ نے اس کی صراحت کی ہے،جیسا کہ ابھی اوپر گزرا۔

(۴) حلولیہ یا حرانیہ: بعض لوگوں نے انھیں ''حرنانیہ'' لکھا ہے،ان کا عقیدہ ہے کہ الہ ومعبود حقیقت میں ایک ہے،اور اسی نے ستاروں کو پیدا کیا ہے،ان کا ماننا ہے کہ کواکب آباء،عناصر امہات اور مرکبات اولاد ہیں،وہ آباء زندہ ہیں،ناطق ہیں اور اثرات کو امہات کی ارحام میں پہونچاتے ہیں،پھر اس سے اولاد وجود میں آتی ہے،کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سارے اولاد کی عمدہ صفات کسی ایک میں اکٹھی ہو جاتی ہیں اور وہ کامل الاستعداد بن جاتا ہے،اور الہ دنیا میں اس کے ذریعے سے مجسم ہو کر سامنے آتا ہے (الملل والنحل ۲ / ۱۱۳)۔

تنبیہ: قرآن کریم نے جن صابئین کا ذکر کیا ہے وہ حرانیین کے عقیدوں سے بالکل میل نہیں کھاتے،اسی طرح انیس کی تیسری دہائی میں عراق میں صابئین کا جو فرقہ تھا اس کے عقائد بھی حرانیین کے عقیدوں سے قطعاً مختلف تھے۔اس سلسلے میں صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس مذہب کے تمام فرقوں میں عقائد کے تعلق سے بہت زیادہ اختلاف رہا ہے،اور بہت سے نئے فرقوں نے صابئین کا لبادہ اوڑھ کر اپنے آپ کو ''صابئین'' باور کرانے کی کوشش کی ہے۔قرآن میں مذکور صابئین،اسلام،نصرانیت اور یہودیت سے بہت قبل بلاد عرب اور مصر میں آباد تھے،ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نسلیں ختم ہو گئیں اور ان کے آثار ناپید ہو گئے؛اس لیے ان کے عقائد کو بالتفصیل جاننا مشکل ہے۔البتہ انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں عراق میں رہنے والے صابئین---جو بطائح کہلاتے ہیں---نے متقدمین صابئین سے بہت کچھ لیا ہے،بطائح کے علاوہ اس وقت ان کے تمام فرقے ناپید ہو گئے ہیں،اس وقت وہ عراق اور ایران کے ساحلی علاقوں میں آباد ہیں،ان کی اپنی تہذیب ہے،وہ عادات واخلاق،لباس وپوشاک اور زبان کے اعتبار سے عام عراقیوں سے مختلف تھے،اور زندگی کے ہر شعبے میں حتی کہ شکل وصورت میں بھی وہ عام عراقیوں سے جداگانہ نظر آتے تھے۔ذیل میں ان کے عقائد،عبادات اور کچھ اہم امور ذکر کیے جاتے ہیں جس سے کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ممکن ہو سکتا ہے۔

في الموسوعة الميسّرة (۲/ ۲۱۷):"لم يبق من الصّابئة اليوم إلاّ صابئة البطائح المنتشرون على ضفاف الأنهر الكبيرة في جنوب العراق وإيران"۔

انبیاء صابئین:

صابئین کا عقیدہ ہے کہ پہلے مندائی صابئی نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں،پھر شیتل بن آدم نبی بنائے گئے،پھر سام بن نوح کی بعثت ہوئی،پھر اخیر میں حضرت یحییٰ کو مبعوث کیا گیا،اور وہ اپنے آپ کو ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیمات کی اتباع کرنے والے مانتے ہیں،ان کا دعوی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام پر نازل صحیفے (کنزا ربا) ہیں،لیکن مرور ایام اور نئے مذاہب کے وجود میں آنے کی وجہ سے دینی ڈھانچہ کمزور ہو گیا تھا اور اس میں من چاہی تعلیمات داخل کر دی گئی تھیں،حضرت یحییٰ علیہ السلام کی بعثت دین کی مسخ صورت کو درست کرنے اور باطل وخرافات کو دین سے ختم کرنے کے لیے ہوئی تھی،اسی وجہ سے ان کا ماننا ہے کہ وہ عام رسول نہیں تھے؛بل کہ وہ ان کے درمیان خصوصیت سے مبعوث کیے گئے تھے،حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کے سلسلے میں ان کی مقدس کتاب ''کنزا ربا'' میں عجیب عجیب واقعات منقول ہیں (الصابئۃ المندائیون العقیدۃ والتاریخ منذ ظہور آدم حتی الیوم: ۲۵)۔

کتب صابئین :

یہ حضرات اپنے مذہب کی بنیادی باتوں اور اپنی دینی کتابوں کو چھپانے میں نہ صرف حریص ہیں؛ بل کہ غیر کو مذہب کی باتیں بتلانا ان کے نزدیک امر محظور ہے حتی کہ ان کے مذہبی پیشوا اپنے متبعین کو بھی بتانے سے گریز کرتے ہیں، لیکن بہت سے مستشرقین زر کثیر صرف کر کے اور انتھک کوشش کے بعد ان کی بعض کتابیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، ان کتابوں کی زبان مندائی ہے، یہ سریانی زبان سے ملتی جلتی ہے ،لیکن اب وہ اپنی کتابوں کو دیگر رائج اور مشہور زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کر رہے ہیں۔ صابئین کا ماننا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام یہی زبان بولتے تھے، سب سے اہم کتاب ان کی ''کنزا ربا'' ہے، اسے ''سدرا آدم'' بھی کہا جاتا ہے، یہ حضرت آدم علیہ السلام پر نازل شدہ صحیفوں کا مجموعہ بتایا جاتا ہے، اس کتاب میں مخلوقات کی پیدائش، انسانوں پر آنے والے حادثات، خالق کی صفات، وعظ وارشاد اور دینی احکام وعقائد کا تذکرہ ہے، اس کتاب کے دیگر زبانوں میں بھی ترجمے ہوئے، لاطینی زبان میں یہ کتاب چار جلدوں میں ۱۸۱۵ء میں شائع ہوئی تھی۔ اور اب عربی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہو چکا ہے، اور اب اس کے مطالعہ کی انٹرنیٹ پر آن لائن سہولیات بھی فراہم کر دی گئی ہیں۔

کتاب آدرافشادہی: اسے ''سدرا دیہی'' یعنی یحیی کی تعلیمات بھی کہتے ہیں، (ان کے عقیدے کے مطابق) حضرت جبرئیلؑ نے یحیی بن زکریا کے پاس وحی بھیجی کہ تم اس نام کی ایک کتاب لکھو، اس میں یحیی علیہ السلام کی پیدائش، ان کا جنت میں تربیت پانا، زمین پر اترنا، وفات، معراج جیسے مضامین پر مشتمل ہے، بعض مستشرقین نے ۱۹۱۵ء میں اس کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا تھا۔

کتاب القلستاء: اس کتاب میں خوشی ومسرت کے تعلق سے احکام ذکر کیے گئے ہیں، چناں چہ اس میں نکاح اور اس موقعہ کی دیگر تقریبات کے تعلق سے احکام مذکور ہیں۔

اس کے علاوہ کتاب سدرا دنشما تا (کتاب النفوس)، کتاب الدیونان، کتاب اسفر ملواشی (کتاب المعراج)، کتاب الانیانی (کتاب الاذکار الدینیۃ) بھی پائی جاتی ہیں۔

علماء صابئین :

صابئین ایسی قوم ہے جس میں دینی اختیارات علماء کو حاصل ہیں، چناں چہ تمام دینی امور انھیں علماء کے ہاتھ انجام پاتے ہیں ،مثلا: نومولود کا نام رکھنا، ذبح، نکاح خوانی، نماز، جنازہ۔ دینی پیشوا بننے کے کچھ شرائط ہیں کہ وہ پیدائشی عیوب سے پاک صاف ہو، حواس خمسہ درست ہوں، خارش یا برص کی بیماری میں مبتلا نہ ہو، ماں کا نکاح اس کے باکرہ ہونے کی حالت میں ہوا ہو۔ علماء کے پانچ طبقات ہیں:

(۱) حلالی: یہ ایسا شخص ہے جس نے بعض دینی کتابوں کا مطالعہ کر لیا ہو، اور اپنے آپ کو جنازہ میں جانے اور لوگوں کے ذبیحے کے لیے خاص کر رکھا ہو، ایسا آدمی کسی ثیبہ عورت کا نکاح نہیں کر سکتا اگر کرلے گا تو وہ حلالی کے رتبے سے نیچے ہو کر عام آدمی کے زمرہ میں آجائے گا۔

(۲) ترمیدہ: حلالی اگر دو مقدس کتاب کا کچھ حصہ یاد کرلے تو وہ حلالی سے ترمیدہ بن سکتا ہے، البتہ اس کے لیے کچھ مشکل ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں، مثلاً: ایک مخصوص جگہ جا کر سات دن رات تک نیند یا اونگھ کے بغیر مخصوص اوراد ووظائف کا ورد کرنا پڑتا ہے، ترمیدہ اگر متقی ہو تو اس کے لیے ثیبہ عورت کا نکاح درست ہے، اگر وہ ایک مرتبہ ثیبہ عورت کا نکاح کرلے تو وہ اپنے سے اعلی مرتبے (کنز برا) تک نہیں پہنچ سکتا، اور اس کی ذمہ داری صرف ثیبات کے نکاح پڑھانے تک محدود ہو جاتی ہے، کسی اور دینی امور کو انجام دینا اس کے لیے درست نہیں رہتا۔

(۳) کنز برا: اگر کوئی ترمیدہ تفسیر یا دینی شروحات کا کثرت سے مطالعہ کرے اور کتاب مقدس ''کنزا ربا'' کو محفوظ کرلے، نیز

شادی کے بعد لاولد نہ ہو تو وہ تیسرے درجے میں پہنچ سکتا ہے، البتہ اس مرتبے تک پہنچنے کے لیے بھی بہت سخت مجاہدے ہیں۔ انیسویں صدی کی تیسری دہائی میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔

(۴) الارشمہ: (قوم وملت کا سردار) اس مرتبے تک پہنچنے کے لیے ''کنزبرا'' کا بڑا عالم ہونا، بااہل اور ممتاز وفائق ہونا ضروری ہے، اس کے لیے بھی، معمولی فرق کے ساتھ وہی مخصوص ریاضتیں اور مجاہدے ہیں جو ''ترمیدہ'' کو ''کنزبرا'' بننے کے لیے کرنے پڑتے ہیں۔

(۵) ربّانی: کنزبرا کو الارشمہ بننے کے لیے جن شرائط پر پورا اترنا ضروری ہوتا ہے، انھیں شرائط کے ساتھ الارشمہ ربانی بن سکتا ہے ، البتہ ربانی بننے میں اس رسم کے دوران کچھ مخصوص افراد کا ایک متعین تعداد کے برابر ہونا ضروری ہوگا، مثلا: ترمیدہ، کنزبرا اور ارشمہ میں سے سات افراد کا ہونا وغیر ذلک۔ جب کوئی ربانی بن جاتا ہے تو وہ عالم انوار میں پہنچ جاتا ہے، اور جب کسی شریعت یا کسی حکم کی ضرورت ہوتی ہے تو تبلیغ کے لیے وہ روئے زمین پر آتا ہے، ان کے عقیدے کے مطابق اس عظیم رتبہ تک حضرت یحیی بن زکریا علیہ السلام کے علاوہ کوئی نہیں پہنچ سکا ہے (الصابئون فی حاضرہم وماضیہم: ۷۷-۸۲)۔

مأ وی ومسکن اور ان کی تعداد:

ان کے نزدیک ماء جاری کو بہت اہمیت حاصل ہے حتی کہ وہ تمام امور دینیہ میں اس کے استعمال کو--- جو ان کے نزدیک ایک مخصوص طریقہ ہے-- لازم اور ضروری سمجھتے ہیں؛ اسی لیے وہ اپنی سکونت کے لیے عموماً انھیں جگہوں کا انتخاب کرتے ہیں جہاں ماء جاری بآسانی میسر ہو سکے۔ عباسی دور حکومت میں مشرقی ممالک میں جو مقامات ساحل سمندر واقع تھے ان مقامات کو انھوں نے اپنا مسکن بنایا تھا، لیکن حوادث زمانہ کی وجہ سے وہ جنوبی عراق میں دجلہ اور فرات کے کنارے، اور ایران میں واقع نہر کارون اور دز کے ساحلی شہروں میں سمٹ کر رہ گئے۔ ۱۹۵۶ء میں عراق میں جو سالانہ مردم شماری ہوئی تھی اس وقت ان کی تعداد سرکاری اعداد کے مطابق ۶۵۹۷/تھی، جن میں ۳۴۲۱/مرد اور ۳۱۷۶/عورتیں تھیں، ۱۹۱۷ء میں جب عراق میں برطانوی سامراج نے اپنا پنجہ گاڑا تو وہاں سے صابئین کی ایک جماعت پریشان ہو کر طلب رزق کے لیے ملک شام، لبنان اور مصر کی طرف ہجرت کر گئی، اور کچھ نے فلسطین کا رخ کیا، لیکن انھیں وہاں سے جلاوطن کیا گیا تو وہ حران کی طرف چلے، پھر حران سے جنوبی عراق اور جنوبی ایران کا قصد کیا، اور آج وہ لوگ وہیں آباد ہیں جنھیں ''صابئہ بطائح'' کے نام سے جانا جاتا ہے (الصابئون فی حاضرہم وماضیہم: ۱۲۳-۱۲۵)، لیکن اس وقت وہ ایران وعراق تک محدود نہیں ہیں؛ بل کہ ان لوگوں کی ایک تعداد کناڈا ، امریکا، ہالینڈ، برطانیہ، آسٹریلیا اور دیگر ممالک میں بھی بسی ہوئی ہے۔ وفي الموسوعة الميسرة :الصّابئة المندائيّة هي طائفة الصّابئة الوحيدة الباقيّة اليوم ...... كانوا يقيمون في القدس ،وبعد الميلاد طردوا من فلسطين فهاجروا إلى مدينة حرّان فتأثّروا هناك بمن حولهم وتأثّروا بعبدة الكواكب والنّجوم من الصّابئة الحرّانيين ، ومن حرّان هاجروا إلى موطنهم الحالي في جنوبي العراق وإيران ،وما يزالون فيه حيث يعرفون بصابئة البطائح ''(الموسوعة الميسّرة :۲/ ۷۱۵، ط: دار النّدوة، الرّياض)۔

''أمّا بالنّسبة إلى أماكن تواجدهم فلم تعد حصرا في العراق وإيران ولو أنّ الأغلبية لايزالون في بغداد ....فتجدهم الآن في كندا وأمريكا والسويد وهولندا وبريطانيا وأستراليا ودول أخرى'' (الصابئة المندائيون: العقيدة والتاريخ منذ ظهور آدم حتى اليوم: ۳۵۸، الصابئة اليوم)۔

۳- قرآن کریم میں اہل کتاب کو دین کے فرق ہونے کے باوجود کئی سارے مسائل میں مسلمانوں کی صف میں کھڑا کیا ہے، مثلاً: ان

کی عورتوں سے نکاح اوران کے ذبیحے کا حلال ہونا،لیکن یہ بھی محقق بات ہے کہ اہل کتاب کی مقدس کتابیں تحریف سے محفوظ نہیں رہ سکیں اوراس میں من چاہی تحریفات کی گئی ہیں ،اور یہ صورت حال خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی رہی ہے ، یہی نہیں بہت سے بنیادی عقیدوں میں جن پر دین کی بقاءاور آخرت میں نجات موقوف تھی ،ان میں بھی تغیر وتبدیلی کر ڈالی ،مثلاً: توحید کے سلسلے میں اقانیم ثلاثہ (اللہ، مسیح اورروح القدس یا اللہ، مسیح اور مریم) کے مجموعے کو خدا ماننا؛اسی لیے فقہاء میں اختلاف ہوا کہ وہ اپنے ان فاسد عقیدوں کی روشنی میں اہل کتاب رہیں گے یا نہیں،اوران کی عورتوں سے نکاح حلال رہے گا یا نہیں؟ فقہاء کی ایک جماعت نے ان کی عورتوں سے نکاح اور ذبیحے کی حلت کے سلسلے میں یہ قید لگائی ہے کہ وہ عیسی علیہ السلام یا عزیر علیہ السلام کو خدا نہ مانتے ہوں۔

”قال في المستصفى :هذا يعني الحلّ إذا لم يعتقدوا المسيح إلهاً،أمّا إذا اعتقدوه فلا ۔ وفي مبسوط شيخ الإسلام :ويجب أن لاياكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أنّ المسيح إله وأنّ عزيراً إله “(فتح القدیر:۳/۲۱۹،کتاب النّکاح،ط:زکریا دیوبند)۔

لیکن دلائل کی طرف نظر کرتے ہوئے مطلقا جواز معلوم ہوتا ہے۔

قال اللّٰہ تعالی:” وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِيْنَ أُوْتُوْا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ “(مائدہ:۵)۔یہاں ”المحصنات“ سے کیا مراد ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس سے مسلم عورتوں کو مراد لیتے ہیں،اور کتابیہ عورت سے مطلقاً نکاح کی ممانعت کے قائل تھے؛ کیوں کہ قرآن نے ان کے مسیح اور عزیر کے خدا ماننے کے عقیدے سے اپنی برأت کا اعلان کیا ہے:” وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ إلى قوله : سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ “(توبہ:۳۰-۳۱)۔

لیکن یہود کا فرقۂ عزیریہ جو حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہا کرتے تھے،ناپید ہو چکا ہے،اور موجودہ یہودی بھی اس سے اپنے آپ کو بری مانتے ہیں،البتہ عیسائی اب بھی مسیح علیہ السلام کو اپنا بیٹا مانتے ہیں۔اس آیت میں اگر واقعی المحصنات سے المومنات مراد لیا جائے تو آیت کا معنی یہ ہوگا کہ تم میں سے پہلے جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی ان کی مسلمان عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں،اب تین صورت ہوگی: اول یہ کہ وہ لوگ موجود نہ رہے ہوں تو یہ زندہ لوگوں کے لیے فوت شدہ عورتوں کو حلال کرنا ہوگا جو ایک بے معنی سی بات معلوم ہو رہی ہے،اور اگر انھیں موجود مانا جائے تو وہ امت محمدیہ میں داخل ہوں گی یا نہیں، اگر داخل مانا جائے تو مسلمان عورتیں تو پہلے سے ہی حلال ہیں، پھر یہ کہ اس سے پہلے کی آیت میں { وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ } آیا ہے،اس کا مطلب تب یہ ہوگا کہ ”المسلمات من المؤمنات“ جس کا کوئی واقعی مفہوم ہی نہیں ،اور اگر ہم انہیں اپنے دین میں نہ مانیں تو معنی ہوگا کہ جو کتابیہ عورتیں اپنے دین پر قائم ہیں وہ تمہارے لیے حلال ہیں،تو اس سے تو ہمارا مدعا خود ثابت ہوتا ہے۔نیز ان کے حلال ہونے کی سب سے بڑی دلیل بعض صحابہ،مثلاً: حضرت حذیفہ،طلحہ،کعب بن مالک اور حضرت مغیرہ بن شعبہ کا کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا ہے(فتح القدیر ۳/۲۱۹-۲۲۰،ط: زکریا دیوبند)۔

لیکن اوپر جن اہل کتاب کا ذکر آیا ہے وہ لوگ خدا کے وجود، نبی اور آخرت کے امور کے قائل تھے،لیکن آج کل کے بعض نام نہاد عیسائی جو محض خاندانی نسبت کی بناء پر یہودی یا عیسائی کہلاتے ہیں اور دہریوں کے مانند خدا کے وجود یا نبی اور آخرت کے قائل نہیں ہیں وہ اہل کتاب میں شامل نہیں ہیں، شیخ الاسلام حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب کتابیہ عورت سے نکاح کے سلسلے میں ایک فتوے میں تحریر فرماتے ہیں: عیسائی عورت سے مسلمان کا نکاح شرعا منعقد ہو جائے گا،شرط یہ ہے کہ عورت واقعتا عیسائی مذہب پر ہو، آج کل کے عیسائیوں کی طرح نہ ہو، جو نام کے عیسائی ہوتے ہیں اوران کے عقائد دہریوں کے عقائد ہوتے ہیں کہ خدا رسول کسی کو نہیں مانتے (فتاوی عثمانی: ۲/۲۵۷،کتاب

النکاح،فصل فی المناکحۃ بالکفار الخ،ط:زکریا دیوبند)۔

''الحیلۃ الناجزہ''میں لکھا ہے:اگرعورت کتابیہ یعنی یہودیہ نصرانیہ وغیرہ ہوتو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دوشرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے:اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب(دہریہ)نہ ہو؛بل کہ اپنے مذہبی اصول کوکم ازکم مانتی ہواگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو،دوسری شرط یہ کہ وہ اصل سے یہودیہ ونصرانیہ ہو،اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو،یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے(الحیلۃ الناجزۃ:۱۰۴،رسالۃ حکم الازدواج مع اختلاف دین الأزواج،ط:دارالاشاعت کراچی)۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب لکھتے ہیں:جولوگ نام کے عیسائی اور یہودی ہوں لیکن عقیدے کے اعتبار سے خدا کے وجود،نبوت ،وحی اور ملائکہ وغیرہ کے قائل نہ ہوں وہ ملحد ہیں ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں(کتاب الفتاوی:۴/ ۳۵۴،کتاب النکاح،ط:نعیمیہ دیوبند)۔

۴-بہائیت وبابیت کی تاریخ:

ایران میں شیعوں کے''شیخیہ فرقہ''سے تعلق رکھنے والے علی محمد شیرازی نامی شخص(۱۸۱۹ءتا۱۸۵۰ء)نے ۱۸۴۴ءمیں یہ دعوی کیا کہ وہ حضرت مہدی تک پہونچانے کا''باب''یعنی دروازہ ہے،ایرانی حکومت نے اس کو اسلام مخالف عقائد ونظریات کی وجہ سے پھانسی کی سزا دے کر ۱۸۵۰ءمیں قتل کردیا،اس کے بعد حسین علی نوری مازندانی(پیدائش ۱۸۱۷ء)نام کے ایک شیعہ معتقد نے اس کی جانشینی کا دعوی کرکے ''بہاءاللہ''ہونے کا دعوی کیا،مرزاعلی محمد نے''باب''ہونے کا دعوی کرکے جن خیالات ونظریات کی اشاعت کی اسے''بابیت''سے تعبیر کیا جاتا ہے،جب کہ بہاءاللہ نے اپنے ماننے والوں کا نام''بہائی''تجویز کیا ہے،اوراس کا یہ اعلان ہے کہ:'' **ليس لأحد أن يتمسّك اليوم إلاّبما ظهر في هذا الظّهور** ''(الأقدس:۸۰)،یعنی بہاءاللہ نے جوکچھ کہا ہے اب وہی حجت ہے،اس سے ماقبل جوکچھ کہا گیا ہے وہ سب منسوخ ہے۔بہاءاللہ نے واضح طور پر یہ بھی کہا تھا کہ بہائیت اسلام کے مقابل نہیں؛بل کہ مذہب اسلام کی جگہ ایک نئی تحریک،اور خدا کی تعلیمات کا نیا ایڈیشن ہے،گویا اللہ نے اسلام کو منسوخ کرکے بہائیت کو رائج کیا ہے(نعوذباللہ)بہاءاللہ کے دعوے سے حکومت ایران نے بغاوت کا خطرہ محسوس کرکے انھیں قیدوبند میں ڈال دیا،چناں چہ ۱۸۶۸ءسے ۱۸۹۲ءتک بہاءاللہ عکہ(فلسطین کے شمال میں ایک جزیرہ نما مقام ہے،جہاں چورڈاکواور دیگر خطرناک قسم کے مجرموں کو دائمی قید کیا جاتا تھا)میں چالیس سال تک قید رہااور وہیں اپنی موت آپ مرگیا،اور وہیں اس کو زیرزمین دبادیا گیا ہے؛اس لیے بہائی اسے اپنا مرکز مانتے ہیں،اپنی موت سے قبل اس نے اپنے بڑے لڑکے عبدالبہاءعباس آفندی کو اپنا جانشیں بنایا،پھراس نے اپنے بیٹے شوقی آفندی کو اپنا گدی نشیں بنایا،اب جانشینی کے مسئلہ پر شدید جنگ وجدال کے باعث اب سارا نظام''بیت العدل''کے سپرد ہے(ماخوذاز:کتاب النوازل:۲/ ۷۶،۷۷)۔

اولاد:حسین علی نے تین شادیاں کی تھیں،پہلی کا نام''نوابہ خانم''اورلقب''ام الکائنات''تھا،اس سے بڑا لڑکا''عباس آفندی''اور ''مرزامہدی''اورایک بیٹی''بہائیہ خانم''پیدا ہوئیں،دیگر تین اور مذکر اولاد:صادق،علی محمد اور علی محمد ثانی تھیں،مگران تینوں کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا تھا۔دوسری بیوی کا نام''مہدعلیا''تھا،یہ چچازاد بہن تھی،۱۸۴۹ءمیں شادی ہوئی تھی،اس سے مرزا محمد،مرزا بدیع اللہ،مرزا ضیاءاللہ اور بیٹی صمدیہ خانم پیدا ہوئی،اس سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور بھی تھیں جن کا بچپن میں انتقال ہوگیا تھا۔تیسری بیوی کا نام''گوہر خانم''تھا،اس سے صرف ایک بیٹی ہوئی جس کا نام''فروغیہ خانم''تھا(البہائیت:۴۶)۔

مقدس کتابیں:ان کی سب سے مقدس کتاب''اقدس''ہے،یہ بہاءاللہ کی تصنیف ہے،وہ لوگ اسے قرآن مجید کی جگہ منزل من السما

ء مانتے ہیں،اس کے علاوہ التبیان، ایقان، کلمات مکونہ وغیرہ بھی ان کی اہم کتابیں ہیں۔

تعلیمات: دین اسلام کی تعلیمات انسانی فطرت سے ہم آہنگ ہونے کے ساتھ چونکہ نہایت واضح تھیں، نیز تمام مسائل کے حل سے مالا مال بھی؛ اس لیے بہاء اللہ نے اپنے دعوی کے بعد یہ سوچا کہ کچھ ایسی نئی تعلیمات پیش کرنی چاہئے جو اب تک دنیا کے سامنے نہ آسکی ہوں ، چناں چہ وہ اور اس کے بیٹے نے پانچ بنیادی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کیا ،(۱) وحدت ادیان (۲) وحدت اوطان (۳) وحدت لسان (۴) امن عالم اور جنگوں سے اجتناب (۵) مرد و عورت میں باہمی مساوات (البہائیت: ۸۶)۔

بہائیوں کا دعوی ہے کہ ان کی تحریک دین اسلام کے لیے ناسخ ہے، مذہب اسلام کی مدت ۱۲۶۰ھ تک رہی ہے، اس کے بعد مذہب اسلام کا زمانہ ختم ہو جاتا ہے، اور خدا کے وعدے کے موافق بابیت اور بہائیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے، چناں چہ مصطفی بہائی نے قادیانیوں کے جواب میں لکھا ہے: ”کتاب کشف الغمہ میں تاویل کے باب میں لکھا ہے کہ آیت مبارکہ ”وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ“ کی تاویل و تفسیر یہ ہے کہ حق تعالی جل شانہ اپنے نور کو حضرت مہدی کے ظہور فرمانے کے زمانے میں پورا کرے گا، یعنی حضرت مہدی کو دنیا کے سب موجودہ دینوں پر غالب کرے گا، چناں چہ صاحبان فہم و درایت یعنی سمجھ اور بچار والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ سب واقعات ۱۲۶۰ھ کے بعد سے لے کر ایک ہزار برس تک کی مدت میں گزر چکے ہیں اور جو وعدہ کہ خدا نے قرآن میں دیے تھے سب ۱۲۶۰ھ میں پورے ہو چکے، اس بیان سے ارباب دانش و ہوش سمجھ سکتے ہیں کہ دین محمدی خدا کے پاس چڑھ جانے کی مدت اور دوسری سب نشانی اور علامتوں کے ظاہر ہونے کی میعاد پوری ہو چکی ہے، نیز حضرت محمد کی امت کا مقرر کیا ہوا ٹائم بھی پورا ہو چکا “(معیار الصحیح فی معرفۃ ظہور المہدی والمسیح: ۶۳، ۶۴)۔

بہائی شریعت:

(۱) دعائے آغاز: مسلمان اپنا ہر کام بسم اللہ سے شروع کرتے ہیں، لیکن بہائی اپنی تحریر و تقریر کو یا کسی کام کو بسم اللہ سے نہیں کرتے؛ بلکہ ان کے یہاں اس کے لیے دوسرے مخصوص الفاظ ہیں، مثلاً: ” بسم ربّنا العليّ الأبهى ، هو العليّ الأبهى “

(۲) بہائی پوجا (نماز): یہ ان کے نزدیک فرض عین ہے، چناں چہ کتاب اقدس میں بہاء اللہ لکھتا ہے: ” فرض عليكم الصّلاة والصّوم من أوّل البلوغ أمراً من لدن الله ربّكم وربّ آبائكم الأوّلين “

البتہ جو شخص بیماری سے یا بوڑھاپے سے کمزور ہو گیا ہو تو ان کی پوجا کلیۃ معاف ہے، مسافرین سے تخفیف کرتے ہوئے پوری پوجا کرنے کے بجائے زمین پر ماتھا ٹیک دینا بھی کافی ہو جاتا ہے۔ ”من كان في نفسه ضعف من المرض أو الهرم عفا الله عنه الصّلاة والصّوم ،فضلاً من عنده إنّه لهو الغفور الكريم “ ۔ و ”عفى المسافرون عن الصّلاة والصّوم وجعل بدل الصّلاة سجدةً واحدةً “ (الأقدس: ۲۴)

اس کے تین اوقات ہیں: (۱) صبح (۲) زوال کے وقت (۳) شام میں۔ اور رکعات کی تعداد نو ہیں۔ ”قد كتب الله عليكم الصّلاة تسع ركعات لله ،منزّل الآيات ، حين الزّوال في البكور والآصال ، وعفونا عدة أخرى أمراً في كتاب الله إنّه لهو الآمر المقتدر المختار “(الأقدس، الفقرۃ: ۱۳)، ان کا نام کبری، وسطی اور صغری ہے، یہ تینوں پوجائیں واجب نہیں؛ بل کہ اگر کوئی صغری کرلے تو کبری اور وسطی کی ضرورت نہیں، اسی طرح اگر وسطی پڑھ لے تو کبری اور صغری کی حاجت نہیں (خزینۃ آداب و احکام، ص: ۲۲)، ان دونوں پوجا میں: ”شهد الله أنّه لا إله إلاّهو المهيمن القيّوم ،فإن قال هذا فقد أدّى الصّلاة الوسطى، وفي السّفر يكفي عن الصّلاة أن يقول ساجداً :سبحان الله“ کہہ دینا کافی ہو جاتا ہے (الأقدس، الفقرۃ: ۳۲)۔

مسلمانوں کی مقدس عبادت ''نماز'' سے مشابہت سے بچنے کے لیے جماعت کے ساتھ اپنی پوجا کرنے کو حرام قرار دیا گیا ہے، البتہ اگر کوئی گھر میں انجام دینا چاہے تو اجتماعی پوجا کی جاسکتی ہے۔ ''كتب عليكم الصّلاة فرادى، قد رفع حكم الجماعة إلاّ في صلاة البيت ،إنّه لهو الآمر الحكيم'' (الأقدس، الفقرة:۳۰)، البتہ اس کے بیٹے نے جماعت کی خصوصیات اور اس کے فوائد کو دیکھتے ہوئے اجتماعی پوجا کو مباح قرار دیا ہے۔

پوجا کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس سلسلے میں اقدس میں مذکور ہے: ''قد فصّلنا الصّلاة في ورقة أخرى ، طوبى لمن عمل بما أمربه من لدن ملك الرقاب'' (الأقدس، الفقرة:۱۹) لیکن بسیار تلاش کے باوجود بھی وہ اقدس میں وہ طریقہ نہیں ملا، البتہ اس کی دوسری کتابوں میں مذکور ہے۔

للمصلّي أن يقوم مقبلاً إلى الله ، وإذا قام واستقرّ في مقامه ينظر إلى اليمين والشّما ل كمن ينتظر رحمة ربّه الرّحمن الرّحيم ،ثمّ يقول:يا إله الأسماء ....ثمّ يرفع يديه للقنوت لله تبارك و تعالى ويقول :يامقصودالعالم ....ثمّ يسجد ويقول :سبحان...........ثمّ يقوم ويقول :......ثمّ يرفع يديه للقنوت مرّةً أخر ى ويقول : يا من في فراقك...........ثمّ يرفع يديه ويكبّر ثلاث مرّات ثمّ ينحني للرّكو ع لله تبارك وتعالى ويقول :يا إلهي ترى...........ثمّ يقوم ويرفع يديه للقنوت مرّةً بعد أخرى ويقول:لا إله إلاّ أنت...........ثمّ يرفع يديه ثلاث مرّات ويقول : اللّه أعظم من ....ثمّ يسجد ويقول :سبحانك من أن ....ثمّ يقعد ويقول: أشهد بما شهدت...........ثمّ يقوم مستقيماً ويقول:يا إله الوجود.......ثمّ يكبّر ثلاث مرّات ويركع ويقول:لك الحمد............ثمّ يقوم ويقول :إلهي إلهي ....ثمّ يكبّر ثلاث مرّات ويسجد ويقول :لك الحمد ....ثم يرفع رأسه يقعد ويقول:أشهد يا إلهي ''۔

ان کے معابد کا نام ''مشرق الاذکار'' ہے، دہلی یا اور دیگر بڑے شہروں میں ان کے عبادت خانوں کو ''بہائی ٹیمپل'' یا ''بہائی مندر'' کہا جاتا ہے، ان کی عبادت کا ایک طریقہ ان عبادت خانوں میں خاموش رہ کر اللہ کی آیتوں میں غور کرنا ہے، اس خاموشی کو وہ عبادت سمجھتے ہیں۔

(۳) برت (بہائی روزہ): روزہ چونکہ تمام شریعت میں فرض رہا ہے؛ اس لیے انھوں نے بھی اپنی خود ساختہ شریعت میں مشروع رکھا ہے۔ روزہ کے تعلق سے چند تعلیمات درج ذیل ہیں: (الف) یہ فرض ہے: ''يقول حسين علي في الصّوم : يا قلمي الأعلى قل يا ملأ الإنشاء قد كتبنا عليكم الصّيام أيّام معدودات وجعلنا النّيروز عيداً لكم بعد أكمالها ،كذلك أضاء شمس البيان من أفق الكتاب من لدن مالك المبدأ والمآب'' (الأقدس، الفقرة:۴۰)، (ب) روزہ ''ماہ علاء'' میں رکھا جائے گا (ان کے نزدیک مہینوں کی تعداد انیس ہے، اور ہر ماہ انیس دن کا ہوتا ہے) ''قد كتب لكم الصّيام في شهر العلاء ،صوموا لوجه ربّكم العزيز المتعال (لوح كاظم للمازندراني)''(ج) طلوع شمس سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے سے باز رہنا ہے۔ ''كفّوا أنفسكم عن الأكل والشّرب من الطّلوع إلى الأفول ،إيّاكم أن يمنعكم الهوى عن هذا الفضل الّذي قدر في الكتاب'' (الأقدس، الفقرة:۴۷) (د) مسافر، مریض، حاملہ، مرضعہ، حائضہ، بوڑھا اور سست آدمی سے روزہ معاف ہے۔ ''ليس على المسافر والمريض والحامل والمرضع حرج ،عفا الله عنهم فضلاً من عنده إنّه لهو العزيز الوهّاب '' (الأقدس، الفقرة:۴۴)، ''وعند التكسر والتكاسل لايجوز الصّلاة والصّيام ،وهذا حكم الله من قبل ومن بعد'' (خزينة حدود وأحكام:۳۷)''من كان في نفسه

ضعف من المرض والهرم ،عفا اللّٰه عنه فضلاً من عنده إنّه لهو الغفور الكريم" (الأقدس،الفقرة:۳۴) "وقد عفا اللّٰه عنه عن النّساء حينما يجدن الدّم الصّوم والصّلاة"(الأقدس،الفقرة:۳۱)۔

(س)جوشخص محنت ومشقت والا کام کررہا ہے اس سے روزہ معاف ہے: "الّذين يشتغلون بالأمور الهامّة والأعمال الشّديدة هل عليهم الصّوم ؟ قال : الصّوم عن النّفوس المذكورة رفع"(خزینۃ حدودواَحکام:۲۶)(ہ)اگرروزہ،باب اور بہاءاللہ کی پیدائش کے دن واقع ہوتو روزہ معاف رہےگا: "إن وقع عيد المولود أو المبعث في أيّام الصّيام فلا صوم يومئذ" (رسالۃ سوال وجواب نقلاعن الخزینۃ:۴۹)۔

یہ ہےان کے برت(روزہ) کی حقیقت،جس میں نہ توسحری وافطار کا ذکر ہےاور نہ مفسدات ومکروہات کا۔ثانیا:مذکورہ بالا لوگوں سے روزہ جن حالات میں معاف رکھا گیا ہےان میں سے کسی نہ کسی کیفیت وحالت سے توتقریباً تمام ہی انسان دوچار رہتے ہیں،کوئی مریض ہے،کوئی مسافر ہے،کسی کی طبیعت میں اضمحلال ہے،کوئی طلب معاش کے لیےسرگرداں ہوکرتھکا ہوا ہےتو پھرروزہ فرض کس پر ہوگا؟

(۴)خیرات(بہائی زکوۃ):زکوۃ فرض ہے۔"قد كتب عليكم تزكية الأقوات ومادونها بالزّكاة ،هذا ما حكم به منزّل الآيات في هذا الرق المنيع "(الأقدس،الفقرة:۳۵)لیکن کس پرفرض ہے؟اس کا مصرف کون ہے؟نصاب کیا ہے؟کب واجب ہوگی؟یہ ساری تفصیلات کہیں نہیں ملتی،جب حسین علی سے اس سلسلے میں سوال کیا گیا تو اس نے وعدہ کیا تھا کہ عنقریب میں بتاؤں گا؛لیکن وہ تا آخر نہ بتا سکا،اور بتا تا بھی کیسے؟زکوۃ کی فرضیت تومحض اسلام کے"نظام زکوۃ"کی نقالی تھی،اورعقل سلیم سے کوراشخص نقالی کرے بھی تو کیسے؟ "نقل راعقل باید"۔ہاں پیچھا چھڑانے کے لیےاس نے اپنے معتقدین کواسلام کے"نظام زکوۃ"پر یہ کہہ کرمحول کیا: "يعمل في الزّكاة كما نزل في الفرقان أي القرآن" (لوح زین المقرّبین للمازندراني)۔

(۵)سفر(بہائی حج) :کر بہائیوں کے یہاں بیت اللہ سے مراد"بیت الاعظم"ہے،جو بغداد میں ہے،اس کے لیے یا پھر"بیت النقطۃ الأولی"جوشیراز میں واقع ہے،اس کا سفر کیا جائے،دونوں میں سےجس کا بھی حج کے نام پرسفرکرلے کافی ہوجائے گا،مکہ مدینہ ان کے حج میں شامل نہیں،عورتوں سے حج کا سفر معاف ہے۔"المقصود بحجّ البيت المفروض على الرّجال هو البيت الأعظم في بغداد ،وبيت النّقطة الأولى في شيراز ،ولكنّه أعفى النّساء من أداء الحجّ "(الأقدس:۱۳۲-۲۰۲)۔

(٦)تلاوت کتب مقدسہ:سب سے مقدس کتاب"اقدس"ہے،یہ لوگ اسے قرآن کے لیے ناسخ مانتے ہیں،بہاءاللہ نے اپنے معتقدین کواس کی تلاوت کا صاف حکم دیا ہے۔"اتلوا آيات اللّٰه كلّ صباح ومساء ،إنّ الّذي لم يتل لم يوف بعهد اللّٰه وميثاقه" (الأقدس:۸۸)،دوسری جگہ لکھتا ہے:" من يقرء آيةً من آياتي لخير له من أن يقرء كتب الأوّلين والآخرين "(الأقدس:۸۱)۔

(۷)نظافت وطہارت:منی پیشاب وغیرہ نجس اشیاءان کےنزدیک پاک ہے:"قد حكم اللّٰه بالطّهارة على ماء النّطفة ، رحمةً من عنده على البريّة ......ويقول في موضع آخر :وكذلك رفع حكم دون الطّهارة عن كلّ الأشياء قذرة كانت أم نجسة وعن ملل أخرى موهبة من اللّٰه ،إنّه لهو الغفور الكريم"(الأقدس،الفقرة:۱۵۸-۱٦۱)۔

(۸)اموراٰخرت:جوامورآخرت سے متعلق ہیں مثلاً:عذاب قبر،قیامت،بعث بعدالموت،حشر ونشر،جزاءوسزا،جنت وجہنم وغیرہ، ان کا تذکرہ بہائی شریعت میں ملتا ہی نہیں؛مرنے کے بعد کیا ہوگا؟اوردنیا میں شریعت پرعمل اوراس کا نتیجہ کیا ہوگا؟کچھ پتا نہیں ہے

(۹)نکاح:عائلی تعلق سے صرف باپ کی بیوی حرام ہے،اس کےعلاوہ دنیا کی تمام عورتیں حلال ہیں،مقام حرمت کی جگہ صرف باپ

کی منکوحہ کو ذکر کیا گیا ہے۔'' قد حرمت علیکم أزواج آبائکم'' (الأقدس، الفقرۃ:۲۳۵)، دو سے زائد بیویوں سے نکاح حرام ہے، ''قد کتب اللّٰہ علیکم النّکاح إیّاکم أن تتجاوزوا عن الاثنتین'' (الأقدس، الفقرۃ:۱۴۲)، نکاح کو طرفین (لڑکا، لڑکی) کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا ہے، اس سے مقصد زوجین میں باہمی الفت ومحبت کو پیدا کرنا ہے، پھر دوسرے نمبر پر والدین کی مرضی ہے؛ تاکہ بغض وعداوت نہ رہے۔'' إنّہ قد حدّد في البیان برضاء الطرفین ،إنّا لمّا أردنا المحبّۃ الوداد واتّحاد العباج ؛لذا علّقناہ بإذن الأبوین بعدھما ؛لئلاّ تقع بینھم الضّغینۃ والبغضاء ،ولنا فیہ مآرب أخری،وکذلک کان الأمر مقضیاً'' (الأقدس:۳۹)۔

(۱۰) زناء: زنا کا تحقق اسی وقت ہوگا جب طرفین میں سے کوئی راضی نہ ہو، یا پیسہ کی ادائیگی نہ ہوئی ہو، بہر حال اگر کسی سے زنا کا صدور ہوجائے تو اس کی سزا یہ ہے کہ وہ بیت العدل میں تیس مثقال سونا جمع کردے۔'' قد حکم اللّٰہ لکلّ زان وزانیۃ دیۃ مسلمۃ إلی بیت العدل وھی تسعۃ مثاقیل من الذھب'' (الأقدس، الفقرۃ:۱۱۷) (یہ سزا بھی زانی غیر محصن کی ہے، اگر زانی محصن ہو تو عند الشرع اس پر کوئی چیز واجب نہیں الا یہ کہ بیت العدل ان پر کچھ جرمانہ لگادے، یہ اس کی صواب دید پر موقوف ہے)۔

(۱۱) استبدال زوج: سفر کی وجہ سے، طلاق یا خلع لیے بغیر عورت اپنا شوہر عارضی مدت تک کے لیے بدل سکتی ہے۔

(۱۲) مہر: شہری اور دیہاتی میں مہر کے سلسلے میں فرق کیا گیا ہے، چناں چہ شہریوں کے لیے انیس مثقال سونا، اور دیہاتی کے لیے اتنی ہو ہی مقدار میں چاندی ہے، پچانوے مثقال سے زائد ادا کرنا جائز نہیں (اقدس، فقرہ:۱۴۷)۔

(۱۳) ماکولات ومشروبات وملبوسات: ان کے متعلق حلال وحرام کے تعیّن کوئی واضح احکامات موجود نہیں ہیں، البتہ برتنوں کے تعلق سے کچھ اشارات ملتے ہیں، مثلاً: سونے چاندی کے برتن کا استعمال حلال ہے۔'' من أراد أن یستعمل أواني الذّھب والفضّۃ لابأس علیہ'' (الأقدس، الفقرۃ:۱۱۱)، ماکولات کا جہاں تک تعلق ہے تو اس کے سلسلے میں یہ بات پہلے آچکی ہے کہ ان کے نزدیک تمام چیز پاک ہے، ''وکذلک رفع حکم دون الطّھارۃ عن کلّ الأشیاء قذرۃ کانت أم نجسۃ وعن ملل أخری موھبۃ من اللّٰہ ،إنّہ لھو الغفور الکریم ،قد انغمست الأشیاء في بحر الطّھارۃ في أوّل الرّضوان إذ تجلّینا علی من من في الإمکان بأسمائنا الحسنی وصفاتنا العلیاء'' (الأقدس، الفقرۃ:۱۶۱)، ملبوسات میں آلات حرب مردوں کے لیے زینت اور قوم کے لیے فخر کی چیز ہوتی ہے ،مگر انھوں نے اسے حرام قرار دیا ہے، ریشم حلال ہے۔'' وأحلّ لکم لبس الحریر،قد رفع اللّٰہ عنکم الحدّ في اللّباس واللّحی ، فضلاً من عندہ إنّہ لھو الآمر العلیم'' (الأقدس، الفقرۃ: ۳۸۳) بل کہ ملبوسات میں اپنی خودساختہ شریعت کی زمام عوام کے ہاتھ میں دے دی ہے ،انھیں اختیار ہے وہ جو چاہیں پہنیں، اور جو چاہیں اتاریں۔'' البشارۃ السّابعۃ : أنّ زمام الألبسۃ وترتیب اللّحی وإصلاحھا ترکناھا في أیدي العباد،یعملون ما یشاء ون ولیس لھم أیّمنع في ذلک'' (لوح البشارات للمازندراني:۲۴)۔

(۱۴) مذہبی آزادی: (الف) بہائیت میں کسی صنعت وحرفت یا کسی پیشے میں مشغول رہنا عبادت پر مقدم ہے، اس طرح ان کے نزدیک مکمل طور پر مذہبی آزادی دی گئی ہے۔ (بہاء اللہ کی چند علمی اور عملی تعلیمات) (ب) عیش ومستی اور گانا بجانا حلال ہے۔'' إنّا قد أحللنا لکم إصغاء الأصوات والنّغمات ،إیّاکم أن یخرجکم الإصغاء عن شأن الأدب والوقار ،إفرحوا بفرح إسمي الأعظم'' (الأقدس:۳۲)۔

ان ساری تفصیلات سے درج ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں:

اس فرقے کے نزدیک نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری ہے، اس کے بانی نے مہدی، مسیح پھر نبی اور نئی شریعت کا دعوی کیا ہے، اور دین

بہائی کو اسلام کے لیے ناسخ مانتا ہے۔اس کی بعض تحریروں میں الوہیت کے دعوی کی بھی عکاسی ہے۔قرآن کریم کی جگہ ان کی مقدس کتاب ’’اقدس‘‘ ہے، جو قرآن کے لیے ناسخ اور معیار زیست ہے اور قرآن کی جگہ اس کی تلاوت موجب اجر ہے۔نیز ان کے بعض اعمال وعقائد قرآن وسنت اور احادیث متواترہ کے قطعاً خلاف ہیں؛ اس لیے یہ فرقہ اسلام سے خارج ہے اور اس فرقے کے پیروکار کافر ومرتد ہیں، ان کا شمار اہل کتاب میں قطعاً نہیں ہوگا، ان کی عورتوں سے نکاح حرام ہوگا اور ان کا ذبیحہ بھی مردار کے حکم میں ہوگا۔دلائل درج ذیل ہیں:

’’اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا‘‘(مائدہ:۳)۔

’’قُلْ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا‘‘(اعراف:۱۵۸)۔

’’اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ‘‘(آل عمران:۱۹)۔

’’وَمَنْ یَبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِیْنَ‘‘(آل عمران:۸۵)۔

’’والمراد بالضّروريات على ما اشتهرفي الكتب : ما علم كونه من دين محمّد ﷺ بالضّرورة، بأن تواتر عنه واستفاض ،وعلمته العامّة كالواحدانيّة والنّبوّة وختمها بخاتم الأنبياء وانقطاعها بعده هذا مما شهد اللّٰه به في كتابه وشهدت به الكتب السّابقة وشهد به نبيّنا ﷺ (إكفار الملحدين)دعوى النّبوة بعد نبيّنا ﷺ كفر بالإجماع‘‘ (شرح الفقہ الأکبر:۲۰۲)۔

مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی سے اس فرقے کے بارے میں سوال وجواب کو بہ غرض افادہ یہاں نقل کیا جاتا ہے:

زید نے دین بہائی قبول کیا، یعنی بہاء اللہ کو موعود کل ادیان، ناسخ قرآن تسلیم کرتے ہوئے اس نئی شریعت پر ایمان لایا جس کے مدعی بہاء اللہ ہیں، اس کتاب کا نام ’’اقدس‘‘ ہے، جس کی تعلیمات کی رو سے تمام انبیاء ورسل اور آسمانی کتب برطرف ہیں، اور سلسلۂ رسالت کبھی ختم نہیں ہوتا، یعنی حضور اکرم ﷺ کو خاتم الرسل تسلیم نہیں کرتے۔کیا اب زید دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا حالانکہ وہ’’ **لا إله إلاّ اللّٰه محمّد رسول اللّٰه** ‘‘ پڑھتا ہے؛ کیونکہ اس سے اس کے مندرجہ بالا عقائد پر ضرب نہیں پڑتی، اگر زید دائرۂ اسلام سے خارج ہوگیا تو کیا اس کا نکاح فسخ ہوجائے گا، اگر نکاح فسخ ہوجائے گا تو زوجہ دین مہر کا مطالبہ کرسکتی ہے؟ جب کہ وہ مسلمان ہے؟

جواب:......ان عقائد کے اختیار کرنے کے بعد زید ایمان سے خارج ہوگیا، اس کا نکاح فسخ ہوگیا، جب شوہر کے ساتھ وہ رہ چکی ہے تو پورا مہر لازم ہوگیا، اب اپنا مہر وصول کرسکتی ہے اور اس سے بالکل الگ رہے کوئی تعلق زوجیت نہ رکھے(فتاوی محمودیہ:۲/ ۳۰۷)۔

سکھ:

پندرہویں صدی کے اختتام اور سولہویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں، دین اسلام اور ہندو دھرم کی منتخب تعلیمات سے مرکب، ’’نہ کوئی ہندو نہ کوئی مسلمان‘‘ کے نظریے کے تحت ایک نئے مذہب کی بنیاد پڑی، جس کا بانی وموجد گرونانک تھا، اس کی پیدائش ۱۵/ اپریل ۱۴۶۹ء میں لاہور سے چالیس میل کے فاصلے پر جنوب مغرب میں واقع ایک گاؤں تلونڈی میں ہوئی، جسے اب ننکانہ صاحب کہا جاتا ہے، والد کا نام مہتا کالو تھا، بیدی کھتری خاندان سے تعلق رکھتے تھے، گرونانک نے ابتدائی عمر میں سنسکرت اور ہندو مذہب کی مقدس کتابوں کا علم حاصل کیا، پھر گاؤں کی مسلمانوں کی مسجد کے مکتب میں عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی، بچپن ہی سے مذہبی لگاؤ رکھتے تھے جو روز بروز بڑھتا گیا، پنجاب کے مشہور صوفیاء کرام: شیخ اسماعیل بخاری، بابا فرید، علاء الحق، جلال الدین بخاری، مخدوم جہانیان اور دیگر بزرگوں سے کسب فیض کیا، اسی وجہ سے ان کے مسلمان ہونے کا عقیدہ ان کی زندگی سے ہے مسلمانوں کے یہاں چلا آرہا ہے، نانک صاحب نے پچیس سال تک سفر کیے، پہلا سفر

انھوں نے مشرقی ہندوستان میں بنگال، آسام، اڑیسہ اور راجستھان کا کیا، (اس دوران وہ لوگوں میں بسی بت پرستی اور بدعات وخرافات کو چیلنج کرتے اور ان کا مقابلہ کرتے، اور لوگوں میں اس کی شناعت وقباحت بیان کرتے۔ السیخ، تاریخہم وعقائدہم: ۱۱)، دوسرے سفر میں جنوب کی طرف گئے اور سری لنکا تک پہنچے، تیسرا سفر شمال کی طرف کیا، اس سفر میں ہمالیہ کی پہاڑی راستوں اور کشمیر ہوتے ہوئے تبت تک گئے، چوتھا سفر سعودی عرب، عراق، ایران اور وسط ایشاء تک ہوا، اس سفر میں گرونانک نے ایک حاجی اور مسلم فقیر جیسا لباس اختیار کیا اور حج بھی کیا، واپسی پر ایک گاؤں کی بنیاد ڈالی جس کا نام کرتا پور رکھا اور وہیں بس گئے، زندگی کے آخری ایام میں اپنے ایک مرید ''راہنا'' کو گرو کے منصب پر فائز کیا اور خود رحلت فرما گئے۔ (ہندوستانی مذاہب: ۶۷) ۱۵۳۹ء میں ان کا انتقال ہوا ہے۔

تعلیمات، عقائد ونظریات:

گرونانک خالص توحید کے قائل تھے، رسالت کے قائل تھے، تمام ارکان اسلام: نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کے قائل تھے خود حج کیا تھا، قرآن مجید اور آسمانی کتابوں کے قائل تھے، قیامت کے قائل تھے، ختم نبوت کے قائل تھے اور اس پر ایمان لانے کا حکم فرماتے تھے (گرنتھ صاحب، راک محلہ: ۲۹، بہ حوالہ ہندوستانی مذاہب: ۶۷) وہ تناسخ کے بھی قائل تھے۔ یہ بھی مانتے تھے کہ ہر گرو کی روح منتقل ہوکر دوسرے گرو میں حلول کرتی ہے۔

''حقّاً أنّ بعض المصادر التّاريخيّة تذكر أنّه حجّ مع رفقائه ۔(السّيخ أو العدو الخفي : ١٠) وكانت من عقائده البارزة الكفران بالآلهة الهندوسيّة جميعاً ،والاعتراف باللّه الواحد الأحد، وأظهر بطلان نظام الطّبقات الهندوس، وأنّ النّاس سواسيّة في الخلق، وأنّه يرى اللّه وحده في جميع المخلوقات؛لكنّه أقرّ بعقيدة التّناسخ ،ووضع كتاباً باللّغة البنجابيّة الكورمكية ،إسمه :كرانت صاحب ۔(السيخ عقائدهم وتاريخهم : ١٢) يعتقدون بأنّ كلّ روح كلّ واحد من المعلّمين تنتقل منه إلى المعلّم التّالي له ......يؤمنون بولادة الإنسان وموته ،ثمّ إعادة ولادته كارماً بحيث تتقرّر حياة الإنسان المستقبلية على ضوء حياته السّابقة ،ويتوقّف خلاصه على هذه المرحلة ۔ (الموسوعة الميسرة: ۲/ ۷۶۶) یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ بابا گرونانک کو مسلمان سمجھتے ہیں، اور ان لوگوں کے مطابق سکھ مذہب میں جو خلاف اسلام باتیں ہیں وہ بعد کے ان کے پیروکاروں کی اپنی جانب سے گڑھی ہوئی ہیں؛ کیونکہ ان کی مشہور کتاب ''گرنتھ'' گرونانک نے نہیں، بلکہ سکھوں کے پانچویں گرو ''ارجن سنگھ'' نے لکھی تھی۔

گرونانک نے شراب اور خنزیر کے گوشت کو حلال، اور گائے کے گوشت کو حرام قرار دیا ہے۔'' أباح ناناك الخمر، وأكل لحم الخنزير وقد حرّم لحم البقر مجاراةً للهنادكة''(الموسوعة الميسرة: ۲/ ۷۶۵)۔

معجزات اور سابقہ قصص کا انکار کرتے ہیں: ''معلّموا السّيخ ينكرون المعجزات والقصص والخرافات ذات الأساطير ''(الموسوعة الميسرة: ۲/ ۷۶۵)۔

''گرو'' کا درجہ اللہ تعالی کے بعد ہے، وہی حق اور سچائی کی طرف راہ نمائی کرسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ گروؤں کی طرف سے تیار کردہ دینی نظموں کو اللہ تعالی کی عبادت کے طور پر پڑھتے ہیں۔''للمعلّم ويسمّى عندهم غورو درجة دينية تأتي بعد مرحلة الرّب ،فهو الّذي يدلّ في نظرهم على الحقّ والصّدق ، كما أنّهم يتعبّدون الإله بإنشاد الأناشيد الدّينيّة الّتي نظهما المعلّمون'' (الموسوعة الميسرة: ۲/ ۷۶۶)۔

پانچ کا عدد ان کے نزدیک مقدس ہے۔''يقدّسون العدد خمسة ،الّذي له معنى صوفي في أرض البنجاب أي الأنهار الخمسة''(الموسوعۃ المیسر ۃ:۲/۷۶۶)۔

ایک ہی شادی کی اجازت ہے۔''يتزوّجون من زوجة واحدة فقط ''(الموسوعۃ المیسر ۃ:۲/۷۶۶)۔

انتقال کے بعد مردوں کوجلانے کومعیوب سمجھا جاتا ہے۔''واستنكر حرق جثث الموتى الّذي كان قد كرسه الهنود '' (السّیخ أوالعدوّالخفي:۹)'' وفي موضع :ونانک كان يرى الدّفن لا التّحريق ؛فإنّه قال :الّذين يدخلون القبور وهم أطهار من آثار الخطايا لايقرب منهم عذاب القبر ''(السّیخ أوالعدوّالخفي :۱۳)۔

گرنتھ صاحب کے سارے کلام میں مول منتر (بنیادی کلمہ) کوسب سے مقدس سمجھا جاتا ہے،اس کا مفہوم یہ ہے: خدا ایک ہے،اس کا نام سچ ہے،وہی قادر مطلق ہے،وہ بے خوف ہے،اسے کسی سے دشمنی نہیں،وہ ازلی وابدی ہے،بے شکل وصورت ہے،قائم بالذات ہے،خود اپنی رضاوتوفیق سے حاصل ہوجاتا ہے(ہندوستانی مذاہب:۶۳)،مول منتر کے بعد دوسرا درجہ جپ جی کو حاصل ہے،گرونانک کی تعلیمات میں عشق الٰہی کے حصول پر بڑا زور دیا گیا ہے،انھوں نے کہا کہ عشق الٰہی حاصل کرنے کے لیے انسان کوانانیت،خواہشات نفس،لالچ دنیا سے تعلق اورغصہ کوچھوڑنا ضروری ہے،سکھ مذہب میں بنیادی طریق عبادت ''نام سمرن''یعنی ذکر الٰہی ہے،خدا کا نام لیتے رہنا ایک عام طریقہ ہے،جس کے لیے چھوٹی چھوٹی تسبیحات کا بھی استعمال کیا جاتا ہے،اور اجتماعی شکل میں باجماعت موسیقی کے ساتھ گرنتھ صاحب کے کلام کا ورد ہوتا ہے۔ عشق الٰہی کے حصول کے لیے نام سمرن کے علاوہ،سادھوسنگت سیلوا،ایمانداری کی روزی،عجز وانکساری اور مخلوق خدا سے محبت وہمدردی کو بھی لازمی قرار دیا گیا ہے،سکھ گروؤں کے مطابق بابا گرونانک تناسخ کے قائل بھی بتلائے گئے ہیں،ان کے خیال میں جب تک انسان عشق الٰہی میں کمال حاصل کرکے خدا کونہیں پالیتا وہ بار بار اسی دنیا میں جنم لیتا رہتا ہے،اس طرح ان بے شمار زندگیوں کی تعداد ایک لاکھ چوراسی ہزار بتلائی گئی ہے(ہندوستانی مذاہب:۶۳-۶۹)۔

گروتصور:

گرونانک کی تعلیم میں ''گرو'' کا تصور مرکزی حیثیت رکھتا ہے،یعنی خدا تک پہنچنے کے لیے ایک گرو کی رہبری اور رہنمائی ضروری ہے،چناں چہ سکھوں میں دس گروگزرے ہیں،پہلے گرو''راہنا''کوگرونانک نے ''انگد'' کا خطاب دیا تھا،گروانگد نے گرونانک اور دوسرے صوفی سنتوں کا کلام لکھنے کے لیے سکھوں کا اپنا رسم الخط''گرومکھی''ایجاد کیا۔تیسرے گرو''امرداس''زیادہ مشہور ہوئے، جنھوں نے سکھ عقیدت مندوں کومنظم کرنے کے لیے بڑی خدمات انجام دیں۔چوتھے گرو''رام داس''نے سکھوں کی شادی اور مرنے کی رسومات ہندو مذہب سے الگ کی اور''ستی'' کی رسم کی مخالفت کرتے ہوئے بیوہ کی شادی پرزور دیا۔پانچویں گرو''ارجن سنگھ''نے گروگرنتھ صاحب تیار کی،امرتسر کے تالاب میں سکھوں کے لیے ایک مرکزی عبادت گاہ''ہری مندر''قائم کی جسے اب''دربار صاحب'' کے نام سے جانا جاتا ہے،گروارجن سنگھ نے سکھوں سے''دسونتھ''(عشرہ)وصول کرنے کا انتظام کیا،اور تین شہر:ترن تارن،کرتا پور اور ہرگوبند پورآباد کیے،پھر اس کی بادشاہ وقت جہانگیر سے مخالفت ہوگئی،جہانگیر نے اسے قتل کرا کے اس کا سارا مال ضبط کرالیا۔چھٹے گرو''ہرگوبند سنگھ''تھے۔ساتویں گرو ہرگوبند کے پوتے''ہررائے''تھے ۔آٹھویں گرو ہررائے کے بیٹے''ہرکرش''تھے۔نویں گرو''تیغ بہادر''تھے،دس سال تک گرو رہے،اورنگ زیب عالمگیر نے انہیں دہلی بلوایا اور اسلام پیش کیا انکار کرنے پر اسے قتل کرادیا۔دسویں اور آخری گرو تیغ بہادر کے بیٹے''گروگوبند سنگھ''تھے،انھوں نے سکھوں کومنظم کرنے کے لیے باقاعدہ ارادت کا سلسلہ شروع کیا،وفاداری کے سخت ترین امتحان کے بعد مختلف ذاتوں سے تعلق رکھنے والے پانچ سکھوں کوایک مخصوص رسم

''امرت چکھنا'' کے ذریعہ حلقۂ مریدین میں داخل کرنا شروع کیا، اور انھیں ''خالصہ'' کا لقب دیا، اور معتقدین کو حکم دیا کہ اپنے نام کے آگے سنگھ (شیر) لگائیں، اس کے بعد اس حلقے میں عمومی داخلہ ہوا اور ہزاروں سکھ خالصہ میں شامل ہوئے، گرو گوبند سنگھ شیر اور عورتوں کے لیے ''کور'' (شہزادی) کا استعمال اور ''ک'' سے شروع ہونے والی پانچ چیزوں کا رکھنا ضروری قرار دیا: (۱) کیس، یعنی بال۔ اسے (۲) کنگھنا۔ (۳) کڑا، ہاتھ میں پہننے کے لیے۔ (۴) کچھ، یعنی جانگھیہ۔ (۵) کرپان، یعنی تلوار (ہندوستانی مذاہب: ۶۴-۶۶، السیخ اوالعدو الخفی: ۱۷) گرو گوبند سنگھ کی مغلوں سے شروع ہی سے مخالفت رہی ہے، خالصہ کی تشکیل کے بعد مغل حکومت سے لڑنے کے لیے انہوں نے فوجی کارروائیاں شروع کیں، لیکن اورنگ زیب کے مقابلے میں انہیں سخت ہزیمت اٹھانی پڑی، ان کی فوجی قوت پارہ پارہ ہوئی اور ان کے خاندان کے تمام افراد بھی مارے گئے، گرو گوبند سنگھ نے بھیس بدل کر زندگی کے آخری ایام دکن میں گزارے جہاں دو افغانیوں نے انہیں قتل کر دیا، گرو گوبند سنگھ نے یہ طے کر دیا تھا کہ آیندہ سکھوں کا گرو نہ ہوگا؛ بل کہ ان مذہبی کتاب ''گرنتھ صاحب'' ہی ہمیشہ گرو کا کام دے گی (ہندوستانی مذاہب: ٦٦)۔

گرونانک کا اسلام: دلائل، تجزیہ اور تحقیق:

(۱) ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انھوں نے لفظ ''اللہ ومحمد'' کا اقرار کیا ہے، نیز اللہ کے راستے میں محمد ﷺ نے جو قربانیاں پیش کیں ان کا بھی اقرار کیا ہے۔ '' **أقرّ كلمة الإله التي معها اسم محمد ﷺ؛ فإنّ اسم محمد محبوب، وقد ضحّى محمد بما لديه في سبيل الله** ''(السّیخ أوالعدوّ الخفيّ: ۱۴)۔

(۲) اصول اسلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: جو شخص تیس روزے، پانچ نمازیں اور کلمہ طیبہ سے اعراض کرے گا تو وہ درحقیقت اللہ تعالی سے اعراض کرنے والا ہوگا، ان کا کھانا پینا یہاں تک کہ ان کا چلنا بھی سب نجس ہے۔ جن لوگوں نے صراط مستقیم چھوڑ کر ٹیڑھے راستے اختیار کیے وہی لوگ اپنے اوپر ظلم کرنے والے ہیں، ان کا کلمۂ طیبہ، نماز، روزہ کہاں صحیح ہوگا؟ (السّیخ أوالعدوّ الخفيّ: ۱۵)۔

(۳) جو اللہ تعالی اور کلمے سے اعراض کرے گا وہ رزق حسن اور جنت سے محروم ہو جائے گا، اور جو اسلام پر مرے گا تو اسے جہنم سے دور کر دیا جائے گا اور اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیے جائیں گے، اور یہ حساب وکتاب کے دن ہوگا۔ ''**ويحرم من الرّزق الحسن والجنّة من عصى الله وأعرض عن الكلمة، ومن مات على الإسلام بوعد بينه وبين النّار، وتفتح له أبواب الجنّة، وذلک يوم الحساب**''(السّیخ أوالعدوّ الخفيّ: ۱۵)۔

(۴) ان کی کتابوں میں قرآن، رسول، آخرت، رحمٰن، رحیم اور ان کے علاوہ بہت سے اسلامی کلمات پائے جاتے ہیں۔ ''**وكذلک يذكر في كتابه القرآن والرّسول واليوم الآخر، والرحمن والرحيم وغيرها من الكلمات في مواضع كثيرة**'' (السّیخ أوالعدوّ الخفيّ: ۱۵)۔

لیکن اس کے باوجود ہم انھیں بہ چند وجوہ مسلمان نہیں کہہ سکتے: وہ تناسخ کے قائل تھے، اپنے آپ کو اسلام کے احکام کے مطابق نہیں ڈھالا، ہدایت کا نیا طریقہ ایجاد کیا تھا اور چند ادیان کو سامنے رکھ کر من چاہے احکام کو متعین کیا، حالاں کہ شریعت سازی اور احکام کا تعلق انسان کے ذاتی اجتہادات سے نہیں ہے؛ بل کہ اس کا مبنی وحی الٰہی ہے، دین اسلام کو کامل ومکمل دین نہیں مانا اور الگ سے ایک دین کی بنیاد ڈالی گو اپنے نبی ہونے کا دعوی نہیں کیا، کبھی اپنے ایمان واسلام کا اقرار نہیں کیا، ان کے متبعین خود ان کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ وہ نہ تو مسلمان تھے نہ ہندو، شریعت کے بعض محرمات قطعیہ کو اپنے دین کی مصلحتوں کے پیش نظر یا مقامی حضرات کو رجھانے کے لیے حلال قرار دیا، جس جگہ ان کی

پیدائش ہوئی تھی اسے ننکانہ صاحب کہا جاتا ہے،سکھ ہر سال اس کا حج کرنے کے لیے آتے ہیں۔’’ويجب إكفار الرّوافض في قولهم برجعة الأموات إلى الدّنيا، وبتناسخ الأرواح وبانتقال روح الإله إلى الإئمّة‘‘(الفتاوی الہندیۃ:۲/ ۲۶۴،کتاب السّیر،الباب التّاسع في أحكام المرتدّین،ط:زکریا دیوبند) ’’من لم يقرّ ببعض الأنبياء عليهم الصّلاة والسّلام ، أو لم يرض بسنّة من سنن المرسلين فقد كفر ‘‘(الفتاوی الہندیۃ:۲/ ۲۶۳،کتاب السّیر،الباب التّاسع في أحكام المرتدّین،ط: زکریا دیوبند) قال تعالى : ’’إنّ الدّين عند الله الإسلام‘‘ (سورۃ آل عمران:۱۹)وقال تعالى :’’ومن يبتغ غير الإسلام ديناً فلن يقبل منه و هوفي الآخرة من الخاسرين ‘‘(سورۃ آل عمران:۸۵)قال النّبيّ ﷺ : ’’ لايؤمن أحدكم حتى يكون هواه متبّعاً لما جئت به ‘‘ . الحكيم وأبو نصر السّجزي في الإبانة وقال : حسن غريب ، و الخطيب عن ابن عمرو ‘‘(کنز العمال:۱۰۸۴)، ’’وذهب جمهور المحقّقين إلى أنّه هو التّصديق بالقلب، و إنّما الإقرار شرط لإجراء الأحكام في الدّنيا ؛لما أنّ القلب أمر باطن لابدّ له من علامة ،فمن صدّق بقلبه ولم يقرّ بلسانه فهو مؤمن عند الله وإن لم يكن مؤمناً في أحكام الدّنيا‘‘۔(شرح العقائد النّسفیۃ ،مبحث الإیمان)’’من اعتقد الحرام حلالاً ، أو على القلب يكفر......وفي الاعتقاد هذا إذا كان حراماً لعينه وهويعتقده حلالاً حتّى يكون كفراً ،أمّا إذا كان حراماً لغيره فلا، وفيما إذا كان حراماً لعينه إنّما يكفر إذا كنت الحرمة ثابتةً بدليل مقطوع به ،أمّا إذا كانت بالأخبار الآحاد فلا يكفر، كذا في الخلاصة ‘‘(الفتاوی الہندیۃ:۲/ ۲۷۳،کتاب السّیر،الباب التّاسع في أحكام المرتدّین،ط:زکریا دیوبند)۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ سے سکھوں کے ذبیحے کے تعلق سے استفسار کیا گیا تھا بہ غرض تائید اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے :

’’شریعت مقدسہ اسلامیہ میں سکھوں کے کئے ہوئے جھٹکے کا گوشت مسلمان کے لیے حلال ہے یا حرام؟اور یہ دلیل قرآن مجید میں ذبیحہ کی حلت کے لیے صرف خدا کا نام لیا جانا مذکور ہے اور چوں کہ سکھ بھی جھٹکا کرتے وقت ’’واہگرو‘‘یعنی خدا کا نام پڑھتے ہیں؛اس لیے ان کا جھٹکہ قرآن مجید کے حکم کی رو سے حلال ہے،قرآن مجید میں اہل کتاب کی شرط نہیں ہے،اسی طرح عربی میں خدا کا نام لینا ضروری قرار نہیں دیا گیا،اسلامی اصول کے لحاظ سے درست ہے یا نہیں؟

جواب ہوالموفق: ذبیحہ کی حلت کے لیے ذابح کا مسلمان ہونا یا کتابی ہونا شرط ہے،غیر کتابی کا ذبیحہ حلال نہیں ہے،پس جاٹوں یا سکھوں کا جھٹکہ حلال نہیں ؛اس لیے یہ کتابی نہیں،غیر کتابی کے ذبیحہ کی حرمت پر علمائے سلف کا اجماع ہے،تفسیر خازن میں ہے: ’’ وأجمعوا على تحريم ذبائح المجوس وسائر أهل الشّرك من مشركي العرب وعبدة الأصنام ،ومن لا كتاب له ‘‘ یعنی علماء کا اس پر اجماع ہے کہ مجوسیوں اور عرب کے تمام مشرکوں اور تمام بت پرستوں اور غیر کتابی کافروں کا ذبیحہ حرام ہے(کفایت المفتی:۸/ ۲۴۷،کتاب الاضحیۃ والذبیحۃ،ط:دارالاشاعت کراچی)۔

اخیر میں ہم موسوعہ کی تحریر پر اپنی بات ختم کرتے ہیں جس میں انھیں دین اسلام سے دور اور جادۂ حق سے منحرف بتلایا گیا ہے :

’’إنّ عقيدة السّيخ تعتبر إحدى حركات الإصلاح الدّيني الّتي تأثّرت بالإسلام ، واندرجت ضمن محاولات التّوفيق بين العقائد ، ولكنّها ضلّت الطّريق حيث لم تتعرّف على الإسلام بما فيه الكفاية من ناحية ، ولأنّ الأديان ينزل بها الوحي من السّماء ولا مجال لاجتهاد البشر بالتّلفيق والتّوليف واختيار عناصر العقيدة من هنا وهناك‘‘ (الموسوعۃ المیسرۃ:۲/۶۶۹-۶۷۰)۔

”ویبدو من قراء ۃ کتابہ أنّہ قد درس تعالیم الإسلام ما استطاع منھا و کان قد تأثّر ببعضھا فآمن بھا ،ولو أنّہ بلغہ الإسلام الصّحیح أو وجد کتباً إسلامیّۃً بلغتہ ،لکان أسلم ،والھدایۃ بید اللّٰہ ،إنّما نظنّ بہ ھذا لبعض تعالیمہ ، وقد کتب بعض المؤرّخین أنّہ کان مسلماً مخلصاً ویترحّمون علیہ أیضاً ، ولکن ھذا بعید جدّاً ؛ فإنّہ لوکان مسلماً حقاً لما احتاج إلی اختراع دین جدید ؛ بل أعلن إسلامہ علی ملأ من النّاس، ولم یثبت أنّہ قال یوماً ما أنّہ مسلم أو مؤمن“ (السّیخ أوالعدوّالخفّي:۱۴)۔

قادیانی اورنسلی قادیانی:

مرزاغلام احمد قادیانی نے جودعوے کیے،ان کی روشنی میں وہ کافرومرتداوردائرہ اسلام سے خارج ہے،یہی حکم اس کے ماننے والوں کا ہے،ان کا شماراہل کتاب میں نہیں ہوگا۔اس کے دعوے کی چندجھلکیاں اوراس کی قرآن وحدیث سے تردیداوراس کا بطلان نقل کیا جاتا ہے:

اس نے اپنے نبی ہونے کا دعوی کرکے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکارکیا ہے،حالاں کہ آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا قرآن کریم میں مذکور ہے: ”ما کان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول اللّٰہ وخاتم النبیین“ (الأحزاب :۴۰)”ودعوی النّبوّۃ بعد نبیّنا صلّی اللّٰہ تعالی علیہ وسلّم کفر بالإجماع “(شرح الفقہ الأکبرللقاري: ۱۶۴)،لہذا جوشخص آپ کے بعدنبوت کا دعوی کرے وہ شخص نص قرآنی کا منکر ہےاورقرآن شریف کی کسی ایک آیت کا انکارکفر ہے۔”ومن جحد القرآن :أي کلّہ أو سورۃً منہ أو آیۃً ،قلت :وکذا کلمۃً أو قراءۃً متواترۃً ،أو زعم أنّھا لیست من کلام اللّٰہ تعالی کفر“(شرح الفقہ الأکبرللقاري:۱۶۷)یہی حال اس شخص کا ہے جوایسے مدعی نبوت پرایمان لائے اوراس کی تصدیق کرے۔”إذا رأی منکراً معلوماً من الدّین بالضّرورۃ فلم ینکرہ ولم یکرھہ ورضي بہ واستحسنہ ،کان کافراً “(مرقاۃ المفاتیح:۸/۸۶۱،کتاب الآداب،باب الأمر بالمعروف)”ولاینجومن الکفر إلاّ من أکفر ذلک الملحد (أي غلام أحمد القادیاني)بلا تلعثم وتردّد “(رسالۃ إکفارالملحدین:۱۰)۔

قادیانی دوطرح کے ہیں:ایک وہ جومسلمان ہو،پھروہ العیاذ باللہ دین اسلام سے پھرکرقادیانی بنا ہو،اس کے ارتداد میں توکوئی شبہ نہیں،وہ بلاشبہ کافراورمرتد ہوگا۔دوسرے وہ جونسلی طورپرقادیانی ہوں،اورابا عن جدقادیانی چلے آرہے ہوں،مگراپنے آپ کومسلمان ظاہرکرتے ہوں اورکفریہ عقائد کے حامل ہوں اوراپنے کفرکوعام مسلمانوں سے چھپاتے ہوں،ایسے لوگ زندیق وکافراوردین اسلام سے خارج ہوں گے، ان کا شماربھی اہل کتاب میں نہیں ہوگا۔فقہاء نے”زندیق“ کی جوتعریف ذکرکی ہے وہ ان پرصادق آتی ہے:

” ھو الّذي یظھر الإسلام، ویسر بالکفر وھو المنافق، وکان یسمی في عصر النّبیّ ﷺمنافقاً ،ویسمّی الیوم زندیقاً“(مجمع الفقہ الحنبلي :۱/۱۴۴)مسلمانوں فقہاء نے ایسے زندیق کوعام بت پرستوں اورکافروں کےحکم میں رکھا ہے،علامہ ابن نجیم مصری نے فتح القدیر کےحوالے سےتحریر کیا ہے:” ویدخل في عبدۃ الأوثان الصّور الّتي استحسنوھا والمعطلۃ والزنادقۃ والباطنیۃ والإباحیۃ ۔وفي شرح الوجیز وکل مذھب یکفر بہ معتقدہ ھو یحرم نکاحھا ؛لأنّ اسم المشرک یتناولھم جمیعاً“(البحرالرائق:۳/۱۱۰)۔

مولاناخالدسیف اللہ صاحب لکھتے ہیں:”نسلی قادیانی کوبہ وجہ ان کے زندیقیت کے عام کفارومشرکین ہے کےحکم میں رکھاجائے گا نہ کہ اہل کتاب کےحکم میں،اورجومسلمان قادیانیت میں گئے ہوں،(والعیاذ باللہ)وہ توسراسرمرتدہی ہیں“(قاموس الفقہ :۲/۲۵۷)۔

دارالعلوم دیوبند کا فتوی بھی یہی ہے کہ وہ عقیدہ ختم نبوت کے انکار کی وجہ سے خارج از اسلام اور کافر و مرتد ہیں، اور ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں (دیکھیے ویب سائٹ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، فتوی: (د)۶۰۸=۳۶۹، ۲ ۱۴۳۲ / ۴، سوال نمبر: ۳۰۸۵۱)۔

☆☆☆

اہل کتاب اوران سے وابستہ شرعی احکام

مولانا محمد ریاض ارمان القاسمی☆

بہائی اور بابی کا تعارف:

بہائی کی تعریف:۔ یہ آزاد حیثیت رکھنے والے مذاہب میں سے دنیا کا سب سے نومولد مذہب ہے جس کے بانی مرزاحسن علی نوری ۱۸۱۷ء تا ۱۸۹۲ء کواس کے ماننے والے، ابراھیمی وغیر ابراھیمی مذاہب کے پیامبروں میں سے حالیہ (نیا ترین) پیامبر قرار دیتے ہیں، بعد میں مرزاحسن علی کے بڑے فرزند عبدالبھاء نے بہائیت کو مشتہر کرنے اور وسعت دینے میں اہم کردارادا کیا، بہائیت کو ایک الگ مذہب سمجھا جاتا ہے جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود پیدائش وآغاز بہائیت پر اسلام کی جغرافیائی حدود، معاشرتی نفسیات اوراس کے فکری محرکات جیسے عوامل کے اثر کی وجہ سے پیدا ہونے والی نسبت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ بہائیت اور اسلام کی اس تاریخی ومعاشرتی نسبت سے بعض اوقات ایک ابہام کی کیفیت بھی دیکھنے میں آتی ہے جوان افراد میں زیادہ پیدا ہوتا ہے کہ جو بہائیت کی تاریخی پس منظر سے ناواقف ہوں یہ ابہام بہائی مت کے دستاویزات کے مطالعہ کے دوران سامنے آنے والی قرآنی آیات واحادیث کے حوالوں کی موجودگی میں اس وقت واضح ہو جاتا ہے کہ جہاں ان کی تفسیر بہائیت کے نظریات کے مطابق پیش کی گئی ہو، جیسے رسول نبی میں فرق کا نظریہ، بہائی مت کے ماننے والوں کی موجودہ تعداد بعض ذرائع کے مطابق پچاس لاکھ اور خود ایک بہائی موقع کے مطابق ۶۰ لاکھ سامنے آتی ہے۔

بابی اور بہائی مت کی تاریخی تفصیل:

شیخ احمد احسائی (۱۷۷۵ء تا ۱۸۲۶ء جو ایک ایرانی نہیں، بلکہ خلیج کے علاقے سے ایک عرب تھا اس نے انیسویں صدی میں اہل تشیع کے درمیان ایک تحریک (مکتبہ خیال) کی بنیاد رکھی جس کو شیخیہ کہا گیا بعد میں اس تحریک کی رہنمائی شیخ احمد احسائی کے ایک طالب علم سید کاظم رشتی (۱۷۹۳ء تا ۱۸۴۳ء کو دی گئی، ان دونوں ابتدائی اشخاص کا تعلق ''اثناعشریہ اہل تشیع'' سے تھا، جبکہ پانچ پشتوں قبل شیخ احمد احسائی کے اجداد'' سنی'' فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔

شیخ احمد احسائی کا رجحان تصوف میں پائے جانے والے تصورات ''مشاہدہ نفس''، ''گوشہ نشینی'' اور ''رہبانیت'' کی جانب مائل تھا، اورانہیں ذاتی طور پر بصارت کے تجربات بھی درپیش آچکے تھے، مثلاوہ دیکھنا اور سننا کہ جو دوسرے نادیکھ سکیں اورنا سن سکیں، اور یا عالم غیب کے خواب وغیرہ، انہوں نے متعدد ایسے بیانات دیئے جن پر دیگر مسلم علماء نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا، جیسے انہوں نے امامیان (فارسی برائے ائمہ) کے بارے میں کہا کہ وہ تخلیق کی طاقت رکھتے ہیں، گواحمد احسائی نے کبھی کسی فرقہ کا دعویٰ نہیں کیا لیکن ان کے بیان کردہ مافوق الفطرت واقعات اور خوابوں کی مدد سے ان کے شاگرد کاظم رشتی نے شیخ احمد احسائی کو براہ راست امام حسین سمیت دیگر امامیان سے علم حاصل کرنے کی وجہ

☆ قاضی شریعت دارالقضاء ہریانہ۔

سے دیگر علماء سے اشرف اور جدا حیثیت میں پیش کرنا شروع کر دیا۔

MAC EOIN کے مطابق سید کاظم رشتی نے احمد احسائی کو اسلام کی بارہ سو سالہ ظاہری تعلیمات کے بعد اندرونی سچ (مشاہدہ نفس) یا باطنی تعلیمات کو رائج کرنے والا قرار دیا۔ کاظم رشتی کی جانب اسلام کے عمومی اجتماع سے الگ انتہاء پسندانہ رجحانات ان کی موت کے بعد دو فرقوں کے بنیاد بنے ایک کی رہنمائی الحاج محمد کریم خاں کرمانی (۱۸۱۰ء تا ۱۸۱۷) کو ملی جبکہ دوسرا سید علی محمد شیرازی (۱۸۱۹ء تا ۱۸۵۰ء) کے گرد مرتکز ہوا اول الذکر نے شیخ احمد احسائی کی شدت پسند تعلیمات سے دور رہتے ہوئے مجموعی طور پر اہل تشیع سے تعلق استوار کرنے کی کوشش کی اور بعد الذکر نے اسی خیالات پر عمل جاری رکھا کہ جن کو علماء کی اجتماعیت قبول نہیں کرتی تھی، سید علی احمد شیرازی نے اپنے لیے ''باب'' کا لقب اختیار کیا۔

اس بات کی شہادتیں ملتی ہیں کہ سید علی احمد شیرازی کے اپنے لیے باب کا لقب اختیار کرنے سے قبل شیخیہ میں ایسے افراد بھی تھے کہ جو شیخ احمد احسائی اور سید کاظم رشتی کے لیے بابان (فارسی برائے ابواب) کا تصور رکھتے تھے، شیخ احمد احسائی کی تعلیمات سے متاثرہ اس دوسرے فرقے سے جس کی قیادت علی احمد شیرازی (باب) کے ہاتھ میں تھی بابیت کی (BABISM) کی بنیادیں تیار ہوئیں۔

شیعوں میں شیخ احسائی کا ظہور:

اخباری اور اصولی شیعوں میں کشمکش کی شدت کے زمانے میں شیعی نظریات کو اساس کے طور پر استعمال کرتے ہوئے شیخ احسائی نے ایک نیا راستہ اختیار کیا کہ بلا تنقید نا تو احادیث پر قائم ہوا جا سکتا ہے اور نا ہی اجتہاد (یا علماء) پر اقرار کیا جا سکتا ہے۔ شیخی مدرسہ فکر کے مطابق ''الشیعہ الکامل'' بارھویں غیبی امام اور انسانوں کے مابین ایک رابطہ یا دروازہ ''باب'' کا قیام کرتا ہے ۱۸۷۴ء تا ۱۹۴۱ء کے دوران چار ابواب کے نام دئے جاتے ہیں، (۱) عثمان بن سعید العمری السدی، (۲) ابوجعفر محمد بن عثمان، (۳) ابوالقاسم حسین بن روح النوبختی اور (۴) حسن علی بن محمد السمری۔ یہاں سے غیبت صغریٰ کا اختتام اور غیبت کبریٰ کا آغاز ہوتا ہے۔ شیخ احسائی کے مطابق ایمان کے ''الارکان الاربعہ'' کو یوں بیان کیا جاتا ہے (۱) توحید (۲) نبوت (۳) امامت (۴) اولیا الامام (الشیعہ الکامل) شیخ احمد احسائی کے مکمل نظریات ہمیشہ سے قابل بحث رہے ہیں اور اس کی ایک وجہ شیعہ دنیا میں موجود تقیہ کا طرز عمل بھی بیان کی جاتی ہے جو احسائی مخالفین کے پیش نظر اختیار کیا گیا۔

عقیدہ غیبت سے بابیت تک:

امامت کے جاری رہنے اور غیبت صغریٰ و کبریٰ سے مدرسہ شیخیہ میں ایک ''الرجل الغائب'' یا ''غیبی انسان'' کا تصور ملتا ہے جسے روحانی مرتبہ حاصل ہے اور وہ ''الشیعۃ الکامل'' براہ راست امام سے رابطہ میں رہتا ہے اور اس کا ناطق ''الواحد'' ہے، ان نظریات کی رو سے اللہ ناطق ہے اور وہ کلام کرتا ہے اور جبرئیل صامت سننے والے ہیں پھر جبرئیل ناطق ہیں اور محمد ﷺ سننے والے صامت، پھر محمد ﷺ ناطق ہیں اور امام صامت پھر امام ناطق اور ان کے باب صامت سننے والے ہیں پھر باب ناطق ہے اور تمام انسان (شیعہ) صامت سننے والے ہیں یعنی ایک باب کا تصور اور فلسفہ اللہ ہی سے شروع ہو جاتا ہے۔ پھر حضرت علیؓ کے بارے میں وہ حدیث بیان کی جاتی ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ (باب) ہیں۔ اسی کے بعد حضرت علی کے باب حضرت سلمان فارسی ہوئے اور اسی طرح تمام امامیان کا بارھویں امام تک کوئی نہ کوئی باب رہا ہے جو اپنے امام کے لیے صامت خاموش اور انسانوں کا ناطق (متکلم) ہوتا ہے۔

مورخین کے مطابق ایران میں امام اور امامت کے تصور میں غلو شامل کرنے والے اقلیتی بھی تھے جن کے لیے بادشاہ یا رہنما کے الہایاتی اور ربانی تعلق کا ساسانی فلسفہ موجود تھا، ان اقلیتی افراد نے امام کا درجہ معصوم سے بڑھا کر سماوی خداوندی یا ربانی تک پہنچا دیا، ان افراد کے لیے کتب میں غالی کی اصطلاح بھی مستعمل ملتی ہے جو امام کی صفت میں لغو کے مرتکب ہوئے ہیں۔

احسائی کے انتقال کے بعد سید کاظم رشتی جس کے بارے میں محققین نے کہا ہے کہ وہ رشت میں نہیں بلکہ ولاڈ واسٹک (Vladivostok) میں پیدا ہوا تھا اور روس کا سیاسی کارندہ تھا، جس نے شیخیہ نظریات استعمال کرتے ہوئے اہل تشیع میں نفاق پیدا کرنے کا سلسلہ شروع کیا اس رشتی کی جماعت میں علی احمد شیرازی تھا یہ انیسویں صدی کا وسط تھا جب مسلم دنیا میں یورپی تسلط کے خلاف جذبات بھڑک رہے تھے اور ان ہی جذبات اور رجحانات سے استفادہ کرتے ہوئے مسلم دنیا میں تین اطراف میں مہدی نمودار ہوئے، ایران میں علی احمد شیرازی (۱۸۱۹ء تا ۱۸۵۰) کا ظہور ہوا تو سوڈان میں محمد احمد المہدی ۱۸۴۴ تا ۱۸۸۵) اور ادھر ہندوستان میں مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۵۳ تا ۱۹۰۸) منظر عام پر آیا، شیعہ فلسفہ سے کامل آگاہی علی محمد شیرازی کی پہلی کتاب زیارت نام سے ظاہر ہوتی ہے اور اس نے ملا احمد بشروی ۱۸۱۳ تا ۱۸۴۹ کے سامنے اپنے باب ہونے کا بیان دیتے وقت ۱۲۶۰ھ یعنی ۱۸۴۴ء کی اہمیت سے بھرپور فائدہ اٹھایا، ملا احمد بشروی ہی کو بابیت پر سب سے پہلے ایمان لانے والا تسلیم کیا جاتا ہے لوجان مومن نے اس تاریخ کے بارے میں یوں لکھا ہے۔

''۱۲۶۰ھ کے قرب کا زمانہ عمومی طور پر غائب امام کے ظہور کا امکان زیادہ اٹھتا تھا یہ وہ زمانہ تھا جو بارہویں امام کے غائب ہونے اور غیبت کا زمانہ شروع ہونے کے ہزار سال مکمل ہونے کی جانب اشارہ کرتا ہے قرآن اور حدیث میں متعدد اشارے ملتے ہیں کہ محمد ﷺ کی مدت ہزار سال طویل ہوگی لہذا تمام شیعہ دنیا میں ۱۲۶۰ھ کو بہت زیادہ متوقع سمجھا جا رہا تھا۔

بابیت سے اظہار اللہ تک:

تصوف کے عمل دخل کو بابیت کے پس منظر سے خارج نہیں کیا جا سکتا اور علی محمد شیرازی کے خود باب کہنے کے پس منظر میں امام مہدیء کے تصور کے ساتھ ساتھ قرآن کی باطنی تعلیمات کی جانب باب (دروازے) کا تصور بھی شامل تھا مذکورہ بالا قطع میں درج کاظم رشتی نے عین اسی عہد میں پائے جانے والے عیسائی دنیا کے متوقع نزول مسیحا کے رجحانات کی مماثلت میں مسلم دنیا کے عقیدہ غیبت میں پوشیدہ انتظار مسیحا کے رجحانات سے استفادہ کرتے ہوئے اختتام انتظار اور آمد مسیحا کے افکار کی تشہیر شروع کر دی تھی، شیرازی نے ۱۸۴۱ میں کچھ عرصہ کربلا میں بھی صرف کیا اور سید کاظم رشتی کی جماعتوں میں شرکت (یعنی تعلیم حاصل کی) خود کو باب کی حیثیت میں پیش کرنے کے بعد جب علی محمد شیرازی کے پاس معتقدین کی تعداد کثیر ہوگئی تو اس نے اپنے دعوی کو امام مہدی تک وسعت دے دی جس کی نا صرف شیعہ بلکہ خود شیخیہ تحریک میں بھی مخالفت ظاہر ہوئی۔ جو اس کی اپنی کتاب بنام ''بیان'' میں خود کو نبوت پر فائز کرنے کے بعد انتہائی شدت اختیار کر گئی اور اس کتاب کو نئی الہامی کتاب کا درجہ دیا گیا اور قرآن منسوخ ہو گیا باب یا شیرازی کی جانب سے کیے جانے والے دعوی میں قائم باب امام مہدی نبی اور پھر خود خدا کا مظہر اظہار اللہ کے دعوی شامل ہیں، شیرازی نے ابتدائی دعوے بارھویں امام کے باب سے بذات خود بارھوں امام بنتے وقت اپنے پچھلے دعوے کے اخفاء پر بھی توجہ نہ دی شیعہ علماء اور عوام کی جانب سے باب کے اپنے لیے امام مہدی کے دعوی اور حضرت محمد ﷺ کی نبوت کے اختتام کے بیان کی شدید مخالفت ہوئی اور ۱۸۴۵ میں اس کی گرفتاری اور پھر سزائے موت کا ۱۸۵۰ کا سبب بنی۔

اظہار اللہ سے بہاء اللہ تک:

علی محمد شیرازی کی وفات کے بعد باقی رہ جانے والے بابی خاموشی سے اپنے مقصد پر کام کرتے رہے ان کے سامنے باب (شیرازی) کے وہ بیانات تھے جو اس نے جلد ہی کسی ''مظہر اللہ'' کے نمودار ہونے کے بارے میں دئے تھے ان کا جذبہ اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ وہ ایک عظیم دور نزول مہدی) سے گذر رہے تھے اور امام مہدی ظاہر ہو چکے تھے جب کہ اس وقت کی حکومت ان کے قتل (شہادت) کی مرتکب ہوئی تھی مورخین کے مطابق باب سے محروم ہو جانے کے بعد تحریک بابیت میں متعدد رہنماء یا جانشینی کے دعویدار نمودار ہوئے جن میں

ملا شیخ علی ترشیزی (ترشیز کاشمر کا پرانا نام ہے) اور مرزا عباس نوری وفات ۱۸۳۹ کے دو فرزند بنام مرزا حسین علی بہاء اللہ اور مرزا یحیی (صبح ازل) شامل ہیں صبح ازل یا یحیی کو ابتداء میں زیادہ پذیرائی حاصل ہوئی اور بابیوں نے یحیی کو عمومی طور پر باب کا جانشین تسلیم کرنا شروع کر دیا۔

بہائیوں کے عقائد:

(۱) اسلام صرف ایک ہزار سال کے لیے آیا تھا۔

(۲) مرزا علی محمد باب اور امۃ مسلمہ کے لیے مہدی بن کر آئے تھے۔

(۳) مرزا حسین علی بہاء اللہ نہ صرف نبی ہونے کا دعوی کرتے ہیں، بلکہ کتاب اقدس بہاء اللہ میں وزن کا خیال رکھتے ہوئے بہاء اللہ نے صاف لفظوں میں ''لا الہ الا انا'' جیسے الفاظ ادا کئے یعنی نہیں ہے کوئی خدا سوائے میرے (نعوذ باللہ)۔

(۴) بہائیوں کا مہینہ ۱۹ر دنوں کا ہوتا ہے اور سال میں چار دن ان کو آزادی ہوتی ہے کہ جو چاہیں کریں اس کا حساب و کتاب نہیں ہوتا۔

(۵) بہائیوں کا قبلہ عطا یعنی اسرائیل میں ہے جہاں بہاء اللہ کی قبر ہے۔

(۶) اسرائیل اور بہائی ایک سکہ کے دو رخ ہیں۔

(۷) لوگوں کی بیویاں دوستوں کے لئے جائز ہیں۔

بہائی اور ''المجمع الفقہی الاسلامی'' مکہ مکرمہ کا فیصلہ:

اسلامی فقہ اکیڈمی کے سیمینار میں گذشتہ صدی کے نصف آخری میں ایران کے اندر ظاہر ہونے والے بہائی فرقہ کا جائزہ لیا گیا جسے مسلم اور غیر مسلم ممالک میں پھیلے کچھ لوگ اپنا مذہب قرار دیتے ہیں۔

اجلاس نے اس مذہب کی حقیقت، اس کے قیام، اس کی دعوت، اس کی کتابوں اور اس کے بانی مرزا حسین علی مازندرانی بتاریخ ۲۰ محرم الحرام ۱۲۳۳ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۸۱۷ کے حالات زندگی اور اس کے متبعین پھر اس کے خلیفہ اور بیٹے عباس آفندی مشہور بہ عبد البہاء کی زندگی اور اس فرقہ کے اعمال و سرگرمیوں کو منظم کرنے والے ان کے مذہبی امور سے متعلق بہت سارے علماء، اہل قلم اور واقفیت رکھنے والے اصحاب کی تحریروں کا جائزہ لیا۔

بیشتر مستند ثبوت جنھیں خود بعض بہائیوں نے بھی پیش کیا ہے، سے آگاہی اور جائزہ کے بعد اکیڈمی کا اجلاس درج ذیل قرار داد منظور کرتا ہے:

(۱) ''بہائیۃ'' ایک گھڑا ہوا نیا مذہب ہے جو اس ''بابیۃ'' مذہب کی بنیاد پر قائم ہے جو خود بھی ایک گھڑا ہو نیا مذہب ہے جس کا بانی علی محمد نامی شخص ہے، اس شخص کی پیدائش یکم محرم ۱۲۳۵ھ مطابق اکتوبر ۱۸۱۹ء کو شیراز میں ہوئی۔ ابتداء میں اس کے رجحانات شیخیہ کے طریقہ پر صوفیانہ اور فلسفیانہ تھے، طریقہ شیخیہ کی ابتداء اس کے گمراہ استاذ کاظم رشتی خلیفہ احمد زین الدین الاحسائی نے کی تھی، جس کا خیال تھا کہ اس کا جسم فرشتوں کے جسم کی طرح نورانی ہے اور وہ بہت سے دوسرے باطل مغالطوں اور خرافات کا قائل ہوا۔

علی محمد نے بھی اپنے استاذ کی یہی بات کہی، پھر اس سے علاحدہ ہو گیا اور ایک عرصہ کے بعد ایک نئے روپ میں ظاہر ہو کر دعویٰ کیا کہ وہ علی ابن ابی طالب ہے، جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ (باب) ہے اسی لئے اس نے اپنا نام ''باب'' رکھ لیا، پھر اس نے دعوی کیا کہ وہ مہدی منتظر کا باب ہے، پھر اس نے دعوی کیا کہ وہ خود مہدی ہے، پھر اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس نے الوہیت کا دعوی کیا اور اپنا نام ''اعلی'' قرار دیا، جب مرزا حسین علی مازندرانی جو بہاء نام رکھتا تھا) پروان چڑھا جو ''باب''

کا ہم عصر تھا، تو ''باب'' کی دعوت کا پیروکار رہا، لیکن جب اس کو اپنے کفر اور فتنہ کی وجہ سے قتل کر دیا گیا، تو مرزا حسین علی نے اعلان کیا کہ بابیوں کی سربراہی کے لئے ''باب'' کی طرف سے اس کے حق میں وصیت کی گئی ہے اور اس طرح وہ ان کا سربراہ بن گیا اور اپنا نام بہاء الدین رکھ لیا پھر آگے چل کر اس نے اعلان کیا کہ تمام مذاہب اس کے ظہور کے لئے پیش خیمہ تھے اور وہ سب ناقص تھے، یہی دین ان کی تکمیل کرتا ہے اور وہ خود اللہ کی صفات سے آراستہ ہے اور اللہ کے افعال کا سرچشمہ ہے اور اللہ کا اسم اعظم خود اس کا نام ہے، رب العالمین کا وہی مصداق ہے اور جس طرح اسلام نے سابقہ تمام ادیان کو منسوخ کر دیا تھا، اسی طرح بہائیت سے اسلام منسوخ ہو گیا ہے (معاذ اللہ)۔

''باب'' اور اس کے متبعین نے قرآنی آیات کی ایسی تاویلات کیں جن سے آیات قرآنی ان کے عقائد باطلہ کے موافق ہو جائیں اور اسے شریعت کے احکام میں تبدیلی کا اختیار حاصل ہو جائے، اس نے عبادات کے نئے طریقے جاری کئے جن پر اس کے پیروکار اس کی عبادت میں عمل کرتے ہیں۔

بہائیت کے اسلام کی اساس کو منہدم کر دینے والے عقائد خصوصا بہائیت کے بشری وثنیت پر مبنی دعوائے الوہیت اور احکام شریعت میں تبدیلی کے اختیار سے متعلق واضح و مستند ثبوت اکیڈمی کے سامنے آئے، ان کی بنیاد پر اکیڈمی بالاتفاق طے کرتی ہے کہ بہائیت اور بابیت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ اسلام کے خلاف جنگ ہیں، ان کے متبعین کھلم کھلا کافر ہیں جس میں ذرا بھی کسی تاویل کی گنجائش نہیں (المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ص ۵۲ تا ۵۴)۔

سکھوں کا تعارف:

سکھ مذہب (سکھ مت کی ابتداء آج سے ساڑھے چار سو سال پہلے ہوئی) سکھ کے پیروکار کو سکھ کہتے ہیں سکھ پنجابی زبان کا لفظ ہے اور سنسکرت سے آیا ہے اور اس کا مطلب ہے سیکھنے والا۔ اور اس سلسلہ میں دوسرا قول یہ ہے کہ لفظ سکھ دراصل سیسیا نامی لفظ سے نکلا ہے اس کے معنی مرید یا پیروکار کے ہیں اور تیسرا قول یہ ہیکہ سکھ کے معنی شاگرد کے ہیں سکھ ساری دینا میں پھیلے ہوئے ہیں، لیکن ان کی زیادہ تعداد ہندوستان میں ہے۔

سکھ ہونے کے شرائط:

(۱) ایک خدا کو ماننا۔

(۲) ۱۰ گرووں کو ماننا جو گرونانک سے گروگوبند سنگھ تک ہیں۔

(۳) گروگرنتھ صاحب سکھوں کی مقدس کتاب کو ماننا جو ''ادی گرنتھ صاحب'' کے نام سے بھی مشہور ہے ۔

(۴) ۱۰ گرروؤں کی تعلیمات کو ماننا۔

(۵) ایک ایمان دارانہ زندگی گذارنا، ظلم سے باز رہنا اور نیک لوگوں کی عزت کرنا۔ دنیا بھر میں سکھوں کی تعداد دو ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ہے اور اس کا ۶۰ فیصد ہندوستان کے صوبہ پنجاب میں رہتے ہیں۔

پانچ کک:

وہ پانچ چیزیں جس کو سکھ ہمیشہ ساتھ رکھتے ہیں اس لیے کہ سکھ مذہب میں ہر سکھ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی شناخت کے لیے پانچ چیزوں کو اپنائے یا اپنے پاس رکھے۔

(۱) کرپان: چھوٹا خنجر جو اپنے دفاع کے لیے رکھا جاتا ہے۔

(۲) کیس: بال نہ کاٹے جائیں کیونکہ تمام گرو بھی بال نہیں کاٹتے تھے۔

(۳) کڑا: اسٹیل یا دھات کی موٹی چوڑی جو قوت کے لیے پہنی جاتی ہے ۔

(۴) کچھا: پھرتی اور چستی کے لیے پہنا جانے والا زیر جامہ جس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی ہے۔

(۵) کنگھا: سر کے بالوں کو ہموار اور صاف رکھنے کے لیے۔

سکھوں کی تاریخ:

سکھ مذہب ایک غیر سامی، آریائی مگر غیر ویدک مذہب ہے یہ ہندومت سے پھوٹنے والی ایک شاخ ہے جس کی بنیاد ''بابا گرونانک'' نے پندرھویں صدی کے آخر میں رکھی تھی اس کا مسکن پاکستان اور شمالی مغربی ہندوستان کا وہ علاقہ ہے جسے پنجاب بھی کہا جاتا ہے جس کا مطلب ہے پانچ دریاوں کی سرزمین گرونانک نے ایک ہندو خاندان کی کھشتری یا (جنگجو ذات) میں آنکھ کھولی مگر وہ اسلام اور مسلمانوں سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

سکھوں کے عقائد ''مل منترا'':

خدا کے تصور کے حوالے سے کسی بھی سکھ کے تصورات کو بہتر انداز میں ''مل منترا'' میں بیان کیا جاتا ہے، ''مل منترا'' سکھوں کے بنیادی عقائد کے مجموعہ کو کہتے ہیں اسے گروگرنتھ صاحب کے شروع میں بیان کیا گیا ہے سری گرنتھ صاحب کی جلد اول ''جپو جی'' کا پہلا شعر ہے 'صرف ایک خدا کا وجود ہے جو حقیقتاً تخلیق کرنے والا ہے، وہ خوف اور نفرت سے عاری ہے، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا مگر لافانی ہے، وہ خود سے وجود رکھنے والا، عظیم اور رحیم ہے۔

اسی طرح ان کا عقیدہ ہے کہ خدا کی تخلیقی صفت ومایا نے انسان کے اندر پانچ گناہوں کو جنم دیا ہے، نفس، غصہ، حرص، عشق اور غرور، ان برائیوں کو دعا، مراقبہ اور خدمت خلق کے ذریعہ ختم کیا جاسکتا ہے۔

سکھوں کے یہاں گرو کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، گرو دو لفظوں سے مرکب ہے ''گو'' اور ''رو'' گو کے معنی اندھیروں کو دور کرنے والا اور ''رو'' کے معنی روشنی پھیلانے والا سکھوں کے دس گرو ہیں سب سے پہلے گرو گرونانک جنہوں نے سکھ مذہب کی بنیاد ڈالی سکھ لوگ پیغمبروں اور نبیوں اور اوتاروں کو نہیں مانتے بلکہ اس عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں۔

سکھوں کی مقدس ترین کتاب ''گروگرنتھ صاحب'' ہے جس کی تالیف سکھوں کے پانچویں گرو جن دیو نے کی پھر بعد میں گروگوبند سنگھ نے اس میں گرو تیغ بہادر کا کلام شامل کر کے اسے قطعی شکل دیدی، اس کے ۳۳/ابواب ہیں پہلا باب گرونانک کی تصنیف کردہ ''جپ جی'' سے شروع ہوتا ہے جسے سکھ لوگ روزانہ پڑھتے ہیں۔

سکھ مذہب اپنے ماننے والوں کو وحدانیت کی سختی سے تلقین کرتا ہے اس کا مطلب ہے کہ ایک ہی رب اعلی ہے وہ ایک غیر واضح اور مبہم صورت میں موجود ہے جسے ایک اومکار'' کہا جاتا ہے۔

جب خدا کی واضح صفات بیان کی جاتی ہے تو اسے اومکار کہا جاتا ہے سکھ مذہب میں خدا کی کئی ایک صفات بیان کی جاتی ہیں، کرتار، خالق، صاحب بادشاہ، اکال، ابدی، سنتا نام، مقدس نام، پروردگار، محبت سے پرورش کرنے والا، رحیم، رحم کرنے والا، کریم خیر خواہی کرنے والا۔

سکھ مذہب میں خدا کے لیے'' واہے گرو'' یعنی ایک سچا خدا کے الفاظ بھی آئے ہیں چونکہ سکھ مذہب وحدانیت کی سختی سے تلقین کرتا ہے

اس لیے اس میں اوتار، وید پر اعتقاد بالکل نہیں ہے، جسے تجسم اور حلول کا عقیدہ کہا جا سکتا ہے، سکھ مذہب میں خدا اپنی تجسم کر کے دوسری شکلوں میں نہیں ڈھلتا یوں اوتار کا تصور بالکل نہیں ہے سکھ مذہب، بت پرستی کی بھی شدید مخالفت کرتا ہے۔

گرونانک پر کبیر کا اثر:

گرونانک سنت کبیر کے فرمودات سے بہت متاثر تھے، لہذا سری گروگرنتھ صاحب کے متعدد ابواب میں سنت کبیر کے اشعار جا بجا ملتے ہیں ان میں سے چند مشہور اشعار یہ ہیں'' ہر کوئی مشکل میں تو خدا کو یاد رکھتا ہے مگر امن اور خوشی میں اسے کوئی یاد نہیں کرتا، جو آسودگی اور خوشحالی میں بھی خدا کو یاد رکھے گا اس پر مصیبت کیوں آئے گی۔

قادیانیت کا تعارف اسلامی فقہ اکیڈمی مکہ مکرمہ کی زبانی:

اسلامی فقہ اکیڈمی کے سیمینار میں قادیانی جماعت کا جائزہ لیا گیا جس کا ظہور انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں ہوا تھا اور جسے احمدیہ بھی کہا جاتا ہے۔ اجلاس نے اس مذہب کا مطالعہ کیا جس کی دعوت اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۷۶ء نے دی ہے اور اس کا دعوی ہے کہ وہ نبی ہے، اس پر وحی آتی ہے، وہ مسیح موعود ہے اور یہ کہ پیغمبر اسلام سیدنا محمد بن عبداللہ ﷺ پر نبوت ختم نہیں ہوئی ہے (جیسا کہ قرآن کریم اور سنت کی صراحت کے مطابق ختم نبوت کا عقیدہ تمام مسلمانوں کا ہے) اس کا دعوی ہے کہ اس پر دس ہزار سے زائد آیتیں اتاری اور وحی کی گئی ہیں، اس کی تکذیب کرنے والا کافر ہے نیز یہ کہ قادیان کا حج تمام مسلمانوں پر واجب ہے، کیونکہ قادیان مکہ اور مدینہ کی طرح مقدس ہے اور قرآن کریم میں اسی کا نام مسجد اقصی بتایا گیا ہے یہ تمام باتیں اس کی مطبوعہ کتاب'' براھین احمدیہ'' اور'' التبلیغ'' نامی رسالہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔

اکیڈمی کے اجلاس نے غلام احمد قادیانی کے بیٹے اور خلیفہ مرزا بشیر الدین کے اقوال وتصریحات کا بھی جائزہ لیا۔ اس کی کتاب'' آئینہ صداقت'' میں اس کا یہ قول موجود ہے کہ'' جو مسلمان بھی مسیح موعود (یعنی اس کے والد مرزا غلام احمد) کی بیعت میں داخل نہ ہو خواہ اس نے اس کا نام سنا ہو یا نہ سنا ہو، وہ کافر اور اسلام سے خارج ہے (کتاب مذکور ص ر ۳۵)۔

قادیانی اخبار'' الفضل'' میں خود اس نے اپنے والد غلام احمد قادیانی کا یہ قول نقل کیا ہے:'' مسلمانوں سے ہمارا ہر چیز میں اختلاف ہے : اللہ رسول، قرآن نماز، روزہ، حج، زکاۃ، ان میں سے ہر چیز میں ان کے ساتھ ہمارا جوہری اختلاف ہے (اخبار الفضل)) ۳۰ جولائی ۱۹۳۱)۔

اسی اخبار کی تیسری جلد میں یہ عبارت بھی ہے کہ'' بے شک مرزا ہی نبی محمد ﷺ ہیں'' اس نے حضرت عیسی علیہ السلام کی زبان سے قرآن کے ان الفاظ'' ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد '' کا مصداق خود اپنی ذات کو قرار دیا ہے (کتاب انذار الخلافۃ ص ۲۱)۔

اجلاس نے معتبر مسلمان علماء اور اہل قلم کی ان تحریروں کو بھی اپنے پیش نظر رکھا جن میں فرقہ قادیانی احمدی کے اسلام سے مکمل طور پر خارج ہونے کی وضاحت کی گئی ہے۔

اسی بنیاد پر پاکستان میں شمالی حدود کی صوبائی اسمبلی نے ۱۹۷۴ء میں اپنے تمام ممبران کی متفقہ آراء سے یہ فیصلہ کیا کہ باشندگان پاکستان میں قادیانی فرقہ ایک غیر مسلم اقلیت ہے۔

اس عقیدہ کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ہندوستان کی انگریز حکومت جس کی تائید وحمایت اسے حاصل رہی ہے، کے نام اپنے خطوط میں حرمت جہاد کا اعلان بھی کیا، اس نے جہاد کے تصور کی نفی کی تا کہ مسلمان ہندوستان کی استعماری انگریزی حکومت کے وفادار بن جائیں ، کیونکہ کچھ جاہل مسلمانوں کی طرف سے نظریہ جہاد کی اشاعت مسلمانوں کی طرف سے انگریزوں کی وفاداری میں مانع بنتی ہے۔

وہ اپنی کتاب ''شہادۃ القرآن''، طبع ششم کے ضمیمہ میں صفحہ ۱۷ پر لکھتا ہے: ''مجھے یقین ہے کہ میرے متبعین جتنے زیادہ ہوں گے اور ان کی تعداد جس قدر بڑھے گی جہاد پر ایمان رکھنے والے کم ہوتے جائیں گے، کیونکہ میرے مسیح یا مہدی ہونے پر ایمان لانے سے جہاد کا انکار لازم آتا ہے'' (دیکھئے: مولانا ابوالحسن علی ندوی کا رسالہ، شائع کردہ رابطہ، صفحہ ۲۵)۔

اکیڈمی کا یہ اجلاس قادیانیت کے عقیدہ، آغاز، اس کی بنیادیں اور اسلام کے صحیح عقیدہ کی بیخ کنی اور مسلمانوں کو اپنے عقیدہ سے گمراہ کرنے والے ان کے خطرناک مقاصد سے متعلق ان تمام ثبوت و دلائل اور ان کے علاوہ دیگر بہت سارے تفصیلی ثبوت کی بنیاد پر بالاتفاق یہ فیصلہ کرتا ہے کہ قادیانیت (جسے احمدیت بھی کہتے ہیں) کا عقیدہ اسلام سے مکمل طور پر الگ ہے اور اس کے ماننے والے کافر اور اسلام سے مرتد ہیں اور ان کا اپنے کو مسلمان ظاہر کرنا سراسر دھوکہ ہے۔ (رابطہ عالم اسلامی کے تحت قائم المجمع الفقہی الاسلامی مکہ مکرمہ کے فقہی فیصلے ص ر ۴۹ تا ۵۱)۔

بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی کے تعارف کے بعد ان کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

جمہور کے یہاں یہ مذکورہ ادیان اہل کتاب میں سے تو قطعی طور پر شمار نہیں ہوں گے کیوں کہ جمہور کے یہاں اہل کتاب صرف یہود اور نصاریٰ ہیں البتہ حنفیہ کے یہاں اہل کتاب کی تعریف میں توسع ہے کہ وہ لوگ جو کسی نبی مرسل اور کتاب منزل پر ایمان رکھتے ہوں وہ بھی اہل کتاب ہیں، لیکن مذکورہ ادیان میں سے بہائیت اور بابیت کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ آیا کہ وہ کسی نبی کو نہیں مانتے اور نہ آخری نبی محمد ﷺ کو مانتے ہیں بلکہ ان کے بانی کا عقیدہ ہے کہ وہ ''خدا'' ہے ''علی محمد نے بھی اپنے استاذ کی یہی بات کہی، پھر اس سے علاحدہ ہوگیا اور ایک عرصہ کے بعد ایک نئے روپ میں ظاہر ہو کر دعویٰ کیا کہ وہ علی ابن ابی طالب ہے، جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے کہ ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ (باب) ہے اسی لئے اس نے اپنا نام ''باب'' رکھ لیا۔

پھر اس نے دعویٰ کیا کہ وہ مہدی منتظر کا باب ہے، پھر اس نے دعویٰ کیا کہ وہ خود مہدی ہے، پھر اپنی زندگی کے آخری ایام میں اس نے الوہیت کا دعویٰ کیا اور اپنا نام ''اعلیٰ'' قرار دیا، جب مرزا حسین علی مازندرانی جو بہاء نام رکھتا تھا) پروان چڑھا جو ''باب'' کا ہم عصر تھا، تو ''باب'' کی دعوت کا پیروکار رہا، لیکن جب اس کو اپنے کفر اور فتنہ کی وجہ سے قتل کردیا گیا، تو مرزا حسین علی نے اعلان کیا کہ بابیوں کی سربراہی کے لئے ''باب'' کی طرف سے اس کے حق میں وصیت کی گئی ہے اور اس طرح وہ ان کا سربراہ بن گیا اور اپنا نام بہاء الدین رکھ لیا پھر آگے چل کر اس نے اعلان کیا کہ تمام مذاہب اس کے ظہور کے لئے پیش خیمہ تھے اور وہ سب ناقص تھے، یہی دین ان کی تکمیل کرتا ہے اور وہ خود اللہ کی صفات سے آراستہ ہے اور اللہ کے افعال کا سرچشمہ ہے اور اللہ کا اسم اعظم خود اس کا نام ہے، رب العالمین کا وہی مصدق ہے اور جس طرح اسلام نے سابقہ تمام ادیان کو منسوخ کردیا تھا اسی طرح بہائیت سے اسلام منسوخ ہوگیا ہے (معاذ اللہ)''۔

بہائیوں کے مذکورہ بالا عقائد سے یہ بات صاف ہوگئی کہ وہ کافر ہیں ان کو کسی بھی صورت میں اہل کتاب میں سے شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح سکھ بھی ہیں کہ وہ کسی نبی کو نہیں مانتے ہیں بلکہ وہ نبی اور اوتار کے عقیدہ کی مخالفت کرتے ہیں ہاں وہ ایک خدا کے قائل ہیں لیکن اہل کتاب ہونے کے لیے یہ کافی نہیں ہے جیسا کہ ان کا عقیدہ ہے کہ سکھ ہونے کے لیے پانچ چیزوں کو ماننا ضروری ہے۔

سکھ ہونے کے شرائط:

(۱) ایک خدا کو ماننا (۲) ۱۰ گرووں کو ماننا جو گرونانک سے گرو گوبند سنگھ تک ہیں (۳) گروگرنتھ صاحب سکھوں کی مقدس کتاب کو ماننا جو ''ادی گرنتھ صاحب'' کے نام سے بھی مشہور ہے (۴) ۱۰ گرووں کی تعلیمات کو ماننا (۵) ایک ایمان دارانہ زندگی گذارنا، ظلم سے باز

رہنا اور نیک لوگوں کی عزت کرنا۔

سکھوں کے عقائد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ نہ تو کسی نبی اور نہ کسی کتاب منزل کو مانتے ہیں اس لیے وہ بھی اہل کتاب میں شمار نہیں کیئے جاسکتے ہیں۔

قادیانی اگر چہ ظاہراً اپنے کو مسلمان کہتے ہیں اور قرآن کو اللہ کی کتاب اور محمد ﷺ کو اللہ کا نبی لیکن ان کی کتابوں اور ان کے اعمال اور ان کے پیشواؤں کے دعوی سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ مسلمان بھی نہیں ہیں اسی طرح وہ مرزا کو نبی مانتے ہیں اور کبھی مہدی اور کبھی اللہ کا مظہر اور ان کا ماننا ہے کہ مرزا پر دس ہزار آیتیں اتری ہیں لہذا ان دونوں باتوں سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ نہ تو کسی نبی مرسل کے قائل ہیں اور نہ کسی کتاب منزل کے لہذا قادیانیوں کا بھی شمار اہل کتاب میں سے نہیں ہوسکتا'' اسی طرح اسلام کے بعد ظاہر ہونے والے جھوٹے مذاہب جو قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا اقرار کرتے ہوں، وہ بھی اہل کتاب میں شمار نہیں ہوں گے جیسے قادیانی، یہ زندیق کے حکم میں ہیں اور ان کا حکم عام مشرکین اور مرتدین کا ہے، بلکہ ان سے بھی بڑھ کر، کیوں کہ ان کی توبہ قابل قبول ہے اور فقہاء کے نزدیک زندیق کی توبہ قابل قبول نہیں ان سے نکاح حرام ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں (جدید فقہی مسائل ج ۲/۲۱۷ تا ۲۲۰)۔

اسی طرح معارف القرآن میں ہے'' سابقہ بیان میں یہ واضح ہو چکا کہ اس زمانہ میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں۔ان میں صرف یہود ونصاری ہی دو قومیں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں، باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں۔آتش پرست، یا بت پرست، ہندو یا سکھ آریہ، بدھ وغیرہ سب اسی عموم میں داخل ہیں۔کیونکہ یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جس کسی ایسی کتاب کے ماننے والے اور اس کے اتباع کے دعویدار ہوں جس کا آسمانی کتاب اور وحی الہی ہونا قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ وہ تو توراۃ وانجیل ہی ہیں۔جن کی ماننے والی کچھ قومیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں، باقی زبور اور صحف ابراھیم علیہ السلام نہ کہیں محفوظ وموجود ہیں، نہ کوئی قوم ان کے اتباع کی دعویدار ہے اور'' وید'' اور گرنتھ'' یا زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے۔اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراھیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا'' وید'' یا گرنتھ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔امکان محض اور احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں۔اس لئے باجماع امت ثابت ہوگیا کہ موجودہ زمانہ کے مختلف مذاہب میں سے صرف یہود ونصاری کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح حلال ہے۔اور کسی قوم کی عورت سے جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائے نکاح حرام ہے (معارف القرآن جلد ۳/۶۱)۔

کیا نسلی مرزائی اہل کتاب میں شمار ہوں گے؟

وہ لوگ جو نسلی طور پر قادیانی ہیں وہ اہل کتاب میں سے ہوں گے یا نہیں اس سلسلہ میں کفایت المفتی میں مفتی کفایت اللہؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔

مرزائیوں کے ذبیحہ کا حکم:

(سوال) جو شخص احمدی فرقہ (المعروف مرزائی فرقہ) سے تعلق رکھنے والا ہو۔خواہ مرزا آنجہانی کو نبی مانتا ہو یا مجدد اور ولی وغیرہ اس کے ہاتھ کا مذبوحہ حلال ہے یا حرام؟

(جواب ۳۴۹) اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں۔لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست

ہے۔(حاشیہ میں یہ عبارت بطور حوالہ درج ہے)"وعن أبي علي أنه تحل ذبيحة المجبرة إن كان آبائهم مجبرة، فإنهم كأهل الذمة، وإن كان آبائهم من أهل العدل لم تحل؛ لأنهم بمنزلة المرتدين" (ردالمحتار علی الدر المختار جلد ۵ ص ۲۰۹ کتاب الذبائح)۔

اسی طرح مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے ایک اور سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ نسلی مرزائی اہل کتاب ہیں:

(سوال) آنجناب نے مرزائیوں کے متعلق ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا ہے کہ نسلی مرزائی کو اہل کتاب کا حکم دیا جائے گا ۔یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ کیسے اہل کتاب ہو سکتے ہیں۔مفصل دلائل ارشاد فرمائیں۔

(جواب ۳۵۶)''نسلی مرزائی اسی طرح اہل کتاب کے حکم میں ہیں جس طرح یہود و نصاریٰ شامی میں اس مسئلہ کی بحث ہے اور یہی راجح ہے اور حاشیہ میں شامی سے اہل کتاب کی تعریف نقل کی ہے'' واعلم أن من اعتقد دينا سماويا له كتاب منزل كصحف ابراهيم و شيث وزبور داود فهو من أهل الكتاب فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم (شامی جلد دوم ۳۱۴ کتاب النکاح فصل فی المحرمات)(کفایۃ المفتی جلد اول ص/۳۶۵)۔

کفایت المفتی کے جامع اور مرتب نے نسلی مرزائی کے اہل کتاب ہونے پر اس عبارت کو دلیل میں پیش کی ہے "وعن أبي علي انه تحل ذبيحة المجبرة، إن كان آبائهم مجبرة، فإنهم كأهل الذمة، وإن كان آبائهم من أهل العدل لم تحل لانهم بمنزلة المرتدين" علامہ شامی نے الدر المختار کی عبارت کا مطلب بیان کیا ہے جو کچھ اس طرح ہے کہ صاحب الدر المختار نے الاشباہ والنظائر سے یہ عبارت نقل کی "لاتحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي ومرتد وجني وجبري لو ابوه سنيا ولو ابو ه جبريا حلت اشباه؛ لأنه صار كمرتد قنية (الدر المختار علی ردالمحتار جلد ۵/۲۰۹ تا ۲۱۰ کتاب الذبائح) الاشباہ والنظائر کی دوسری جلد صفحہ ۲۷۹ میں بعینہ یہی عبارت لکھی ہوئی ہے "لاتحل ذبيحة الجبري إن كان أبوه سنيا، وإن كان جبريا حلت" (الاشباہ والنظائر جلد ۲ صفحہ ۲۷۹ کتاب الصید، والذبائح والاضحیۃ)۔

فتاویٰ تاتار خانیہ (۲۷۵۹۵) میں ہے:۔"سالت بعضهم عن أهل الجبر فقال: أبو علي :أهل الجبر يحل ذبائحهم،إلاأنهم بمنزلة المرتدين"(الفتاوی التاتارخانیہ جلد ۱۷/۳۹۰ کتاب الذبائح) اسی طرح سکب الانھر علی مجمع الانھر میں ہے "لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني او مجوسي او مرتد او جني او جبري لو ابوه سنيا ولو ابوه جبريا حلت كما في الاشباه لانه صار كمرتد كما في القنية (سکب الانھر علی مجمع الانھر جلد ۴/۱۵۴ کتاب الذبائح)۔

خلاصہ یہ کہ اہل کتاب کے سلسلہ میں نقل کی گئی تعریف اور جمہور وحنفیہ کے مسلک کی وضاحت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نسلی مرزائی بھی اہل کتاب میں شمار نہ ہوں جمہور کے یہاں تو اس لیے کہ وہ اہل کتاب صرف یہود و نصاریٰ کو مانتے ہیں اور حنفیہ کے یہاں اس لیے کہ مرزائی خواہ نسلی ہوں یا اصلی دونوں غلام احمد کو نبی مانتے ہیں، اور قرآن کو اللہ کی کتاب نہیں مانتے بلکہ غلام احمد خود اپنے اوپر دس ہزار آیتوں کے نزول کا قائل ہے اسی طرح اس کا بیٹا اپنے باپ کی بات نقل کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ہمارا مسلمانوں سے ہر چیز میں جوہری اختلاف ہے'' قادیانی اخبار''الفضل''میں خود اس نے اپنے والد غلام احمد قادیانی کا یہ قول نقل کیا ہے:''مسلمانوں سے ہمارا ہر چیز میں اختلاف ہے:اللہ رسول،قرآن نماز،روزہ،حج،زکاۃ،ان میں سے ہر چیز میں ان کے ساتھ ہمارا جوہری اختلاف ہے (اخبار الفضل))۳۰ جولائی ۱۹۳۱) جب ان کا مسلمانوں سے قرآن اور رسول دونوں میں اختلاف ہے تو وہ کیسے اہل کتاب میں شمار ہوں گے، اور یہی رائے حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ اور مولانا

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی بھی ہے۔

(سوال) اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ مرتد تو وہ ہوتا ہے جو دین اسلام سے پھر جائے، یعنی پہلے مسلمان تھا بعد میں نعوذ باللہ کافر ہو گیا۔لیکن جو شخص پیدائشی قادیانی ہو وہ تو مرتد نہیں کیونکہ اس نے اسلام کو چھوڑ کر قادیانی کفر اختیار نہیں کیا بلکہ وہ ابتدا ہی سے کافر ہے۔وہ مرتد کیسے ہوا؟

(جواب) اس شبہ کا جواب یہ کہ ہر قادیانی ''زندیق'' ہے۔اور ''زندیق'' وہ شخص ہے جو اسلام کے خلاف عقائد رکھتا ہو، اس کے باوجود اسلام کا دعوی کرتا ہو اور تاویلات باطلہ کے ذریعہ اپنے عقائد کو عین اسلام قرار دیتا ہو، اور ''زندیق'' کا حکم بعینہ مرتد کا ہے۔البتہ ''زندیق'' اور مرتد میں یہ فرق ہے کہ مرتد کی توبہ بالاتفاق لائق قبول ہے اور زندیق کی توبہ کے قبول کئے جانے یا نہ کئے جانے میں اختلاف ہے۔اس ایک فرق کے علاوہ باقی تمام احکام میں مرتد اور زندیق برابر ہیں۔اس لئے قادیانی مرزائی خواہ پیدائشی مرزائی ہوں یا اسلام کو چھوڑ کر مرزائی بنے ہوں دونوں صورتوں میں ان کا حکم مرتد کا ہے (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۵/ ۱۷، کتاب النکاح)۔

جدید فقہی مسائل میں: ''اسی طرح اسلام کے بعد ظاہر ہونے والے جھوٹے مذاہب جو قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا اقرار کرتے ہوں، وہ بھی اہل کتاب میں شمار نہیں ہوں گے جیسے قادیانی، یہ زندیق کے حکم میں ہیں اور ان کا حکم عام مشرکین اور مرتدین کا ہے، بلکہ ان سے بھی بڑھ کر، کیوں کہ ان کی توبہ قابل قبول ہے اور فقہاء کے نزدیک زندیق کی توبہ قابل قبول نہیں ان سے نکاح حرام ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں (جدید فقہی مسائل ج ۲/ ۲۱۷ تا ۲۲۰)، اور زندیق کا حکم ''کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ'' میں اس طرح لکھا ہوا ہے۔

حکم الزندیق:

''المالکیة ،والحنابلة ۔قالوا: ویجب قتل الزندیق بعد الإطلاع علیه بلا طلب توبة منه ،وهو الذی یسر الکفر ،ویظهر الاسلام ،وهو الذی کا ن یسمی منافقا فی زمن النبی ﷺ واصحابه رضوان الله علیهم اجمعین ،ولا بد من قتله وان تاب ،لکن ان تاب قتل حدا ،لا کفرا، فیحکم له بالإسلام ویغسل ویکفن ویصلی علیه ویدفن فی مقابر المسلمین ویترک امره الی الله عز وجل ''۔

اسی طرح زندیق کے سلسلہ میں احناف اور شافعیہ کا مسلک نقل کیا ہے: **''الحنفیة ،والشافعیة ۔قالوا: إن الزندیق إذا تاب وأظهر الإسلام تقبل توبته ،ویستتاب ولا یقتل ،ویلحق بالکافر الأصلی إذا اعتنق الإسلام ،فإنه یقبل منه ویترک''**
(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۵/ ۳۷۷۔۳۷۶، کتاب الحدود، حکم الزندیق)۔

خلاصہ یہ کہ:

(۱) اسلام کے بعد پیدا ہونے والے ادیان جیسے بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی وغیرہ کا اہل کتاب میں شمار نہیں ہوگا اس لیے کہ وہ نبی مرسل اور کتاب الہی پر عقیدہ نہیں رکھتے ہیں صرف ان کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں اور محمد ﷺ کو اللہ کا رسول لیکن ضروری ہے کہ وہ نبی مرسل کی بات اور کتاب منزل پر عمل کرنے والے ہوں۔

(۲) نسلی مرزائی بھی اہل کتاب میں سے شمار نہیں ہو سکتے اس لیے کہ ان کے اندر اہل کتاب کی شرائط موجود نہیں ہیں نیز وہ زندیق ہیں اور زندیق اور مرتد میں کوئی فرق نہیں ہے سوائے توبہ کی قبولیت کے اور زندیق کا معاملہ اور زیادہ سخت ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب کی تعریف اور مصداق

مولانا عقیل الرحمٰن قاسمی☆

اہل کتاب کی تعریف مختلف حضرات نے مختلف انداز سے کی ہے، چنانچہ ایک تعریف ہے "کل من یعتقد دینا سماویا وله کتاب منزل کصحف ابراهیم وشیث وزبور داؤد فهو من أهل الکتاب" (فتاویٰ عالم گیری ۱/ ۲۸۱، الباب الثالث فی بیان المحرمات شامی ۳/ ۴۵ فصل فی المحرمات، فتح القدیر ۳/ ۲۲۸ فصل فی المحرمات)۔

یعنی ہر وہ شخص جو آسمانی شریعت پر اعتقاد رکھتا ہو اور س کے پاس اللہ کی نازل کردہ کتاب بھی ہو مثلاً حضرت ابراہیم وشیث علیہما السلام کے صحیفے اور داؤد علیہ السلام کی زبور، تو وہ شخص اہل کتاب کہلائے گا، اس تعریف سے اہل کتاب کے مصداق میں بہت عموم ہوجاتا ہے، اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی (القاموس الفقہ ۲/ ۲۵۵) پر اسی سے ملتی جلتی تعریف کی ہے، وہ فرماتے ہیں "اہل کتاب سے نزول قرآن سے پہلے کے وہ لوگ مراد ہیں جن کا کسی آسمانی کتاب کا حامل ہونا محقق ہو"۔

جب کہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تفسیر قرطبی کے حوالہ سے اہل کتاب کے مصداق کے بارے میں فرماتے ہیں "قرآن وسنت کی تصریحات کے مطابق اہل کتاب سے مراد صرف یہود ونصاریٰ ہیں، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے "وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم، یعنی ذبیحة الیهود والنصرانی" (قرطبی ۲/ ۲٦ بحوالہ جواہر الفقہ ۲/ ۳۷۴) اس تعریف کے اعتبار سے صرف یہود ونصاریٰ ہی اہل کتاب کے مصداق ہوتے ہیں۔

دونوں تعریفات پر نظر رکھتے ہوئے بندہ کی رائے یہ ہے کہ مصداق اور مراد کی حد تک تو اہل کتاب کو عام رکھا جائے یعنی ہر وہ شخص اہل کتاب کے زمرہ میں آئے گا، جو کسی بھی آسمانی شریعت کا ماننے والا ہو، دراں حالیکہ اس کے پاس آسمانی کتاب بھی ہو، خواہ وہ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام سے پہلے زمانہ کا ہو، لیکن ذبیحہ اور نکاح کی جب بات آئے تو پھر اہل کتاب سے صرف یہود ونصاریٰ ہی کو مراد لیا جائے۔

۲- صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟

دراصل صابئین صابئ کی جمع ہے صبأ یعنی "خرج من دینه إلی دین اٰخر"، اپنے مذہب کو ترک کرکے دوسرا مذہب اختیار کرنا اسی لئے اہل عرب رسول اللہ ﷺ کو بھی صابی کہتے تھے، چونکہ آپ ﷺ نے عرب کے دین کی مخالفت کی اور ان کی نظر کے حساب سے نیا دین اختیار فرمایا (تفسیر کبیر ۳/ ۹۷) ٹھیک اسی طرح ابتدائے اسلام میں اگر کوئی شخص مسلمان ہوتا تو اہل مکہ اس کو اسی نام سے ذکر کیا کرتے تھے (احکام القرآن ۱/ ۴۳۴)۔

قرآن کریم نے مختلف مقامات پر صابئین کا تذکرہ کیا ہے:

☆ جامعہ اسلامیہ جلالیہ، پوسٹ آفس: گوپال نگر، ضلع: ہوجائی، آسام۔

۱-’’ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰریٰ والصابئین من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر‘‘(البقرہ۶۲)۔

۲-’’ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئون والنصٰریٰ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر‘‘(الانعام۶۸)۔

۳-’’ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئین والنصٰریٰ والمجوس والذین اشرکوا‘‘(الحج۱۷)۔

قرآن کریم کے مذکورہ بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ حضرات ایک خاص مذہب کے حاملین ومعتقدین تھے،مگر اس مذہب کے بنیادی اصول یا عقائد کیا تھے اس کی کوئی وضاحت کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے،اسی لئے ان کے مصداق اور تعریف میں علماء محققین کے بے شمار اقوال کتابوں میں ملتے ہیں، چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : ”وللمفسرین فی تفسیر مذھبھم اقوال ۔قال مجاھد والحسن:ھم طائفۃ من المجوس والیھود لاتؤکل ذبائحھم ولا ینکح نساؤھم ۔وقال قتادۃ: ھم قوم یعبدون الملائکۃ ویصلون إلی الشمس کل یوم خمس صلوات‘‘(تفسیر کبیر ۹۸/۳)۔

امام قرطبی اور ابن کثیر رحمہم اللہ نے اپنی تفسیر کے اندر اور بھی اقوال نقل کئے ہیں،مثلا:

قال السفیان الثوری : الصابئون قوم بین المجوس والیھود والنصاریٰ ولیس لھم دین ۔قال وھب بن منبہ: الذی یعرف اللہ وحدہ ولیست لہ شریعۃ یعمل بھا۔

قال خلیل: ھم قوم یشبہ دینھم دین النصاریٰ إلا أن قبلتھم نحومھب الجنوب یزعمون أنھم علی دین نوح علیہ السلام‘‘(قرطبی ۲۹۵/۱،ابن کثیر ۱۰۴/۱)۔

بندہ کے خیال میں ان تمام اور دیگر اقوال کی روشنی میں اگر صابئین کی مراد کو طے کیا جائے تو بہتر قول وہ ہوسکتا ہے جس کو امام رازی رحمہ اللہ نے اختیار فرمایا ہے اور وہ یہ ہے ”إن الصابئین قوم یعبدون الکواکب بمعنی إن اللہ جعلھا قبلۃ للعبادۃ والدعاء أو بمعنی ان اللہ فوض تدبیر أمر ھذا العالم الیھا‘‘یعنی صابئین ستاروں کی عبادت کرنے والی قوم کو کہا جاتا ہے،وہ عبادت چاہے اس حیثیت سے ہو کہ اللہ نے ستاروں کو عبادت اور دعاء کا قبلہ قرار دیا ہے، یا اس طور پر کہ باری تعالیٰ نے کائنات کی تدبیر کا معاملہ ان کے حوالے کر رکھا ہے۔

کیا صابئین دنیا میں موجود ہیں؟

بندہ پوری دنیا کے اقوام سے واقف نہیں اس لئے یقینی طور پر کچھ کہنے اور لکھنے سے قاصر ہے،البتہ بعض محققین کے طرز کلام سے پتہ چلتا ہے کہ پہلے موجود تھے،مگر اب نہیں ہیں،مثلا مولانا خالد سیف اللہ صاحب فرماتے ہیں:’’سلف صالحین کے اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے آنے کے بعد بھی ایک ڈیڑھ سو سال تک یہ مذہب پایا جاتا تھا‘‘(قاموس الفقہ ۲۱۵/۲)۔

اسی طرح عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے’’یہ لوگ جزیرہ موصل میں قیام پذیر تھے‘‘(احکام القران ۴۳۴/۱)۔

’’پایا جاتا تھا‘‘اور’’قیام پذیر تھے‘‘یہ دونوں ہی جملے اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اب اس کا وجود نہیں ہے،ورنہ دوسری تعبیر اختیار کی جاتی۔

۳-موجودہ اہل کتاب کے ساتھ معاملہ:

جو یہود ونصاریٰ اللہ کے وجود کے قائل ہیں حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو نبی مانتے ہیں اور تورات وانجیل کو اللہ کی کتاب، وہ اہل کتاب میں داخل ہیں، اگرچہ انہوں نے اپنے دین کو بدل ڈالا ہے،تورات وانجیل میں تحریف کثیر کر رکھی ہے،تثلیث وغیرہ جیسے

مشرکانہ عقائد اختیار کر لئے ہیں، نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ اور یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا تصور کرتے ہیں، اس لئے کہ نزول قرآن کے زمانہ میں بھی ان کا یہی حال تھا، اور قرآن نے ان حالات کے باوجود ان کو اہل کتاب قرار دیا ہے اور ان کے ذبائح کو حلال کہا، نیز ان کی عورتوں سے نکاح کو بھی جائز شمار کیا، ابن کثیر نے اس پر علماء کا اجماع نقل کر کے ذبیحہ اہل کتاب کے حلال ہونے کی وجہ یوں بیان کی ہے" **لأنهم يعتقدون تحريم الذبح لغير الله ولا يذكرون على ذبائحهم الا اسم الله وان اعتقدوا افيه تعالىٰ ماهو منزه عنه تعالىٰ وتقدس**" (تفسیر ابن کثیر ۲/۱۹)۔

ترجمہ: اہل کتاب غیر اللہ کے نام پر ذبح کو حرام سمجھتے ہیں اور اپنے ذبیحہ پر اللہ ہی کا نام لیتے ہیں، اگر چہ اللہ تعالیٰ کے متعلق کچھ ایسے عقائد رکھتے ہیں جن سے وہ (اللہ) بالکل پاک صاف ہے۔

لیکن ہمارے زمانے میں یہود ونصاریٰ کا ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو محض نام کے یہودی اور عیسائی ہیں، ورنہ درحقیقت وہ خدا کے وجود کا شدت سے انکار کرتے ہیں، کسی نبی کی نبوت کو نہیں مانتے، وحی اور الہام پر جملہ کستے ہیں، اور حشر ونشر کا مذاق اڑاتے ہیں، اور یہ وہ باتیں ہیں جو اہل کتاب کے اندر نزول قرآن کے زمانہ میں نہیں پائی جاتی تھیں، اس لئے ایسا طبقہ اہل کتاب کہلانے کا حق نہیں رکھتا ہے۔

اب بات رہ جاتی ہے کہ ایسے یہود ونصاریٰ کے ساتھ نکاح وذبیحہ کے حوالے سے اہل کتاب کا معاملہ کیا جائے گا یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں یہ عرض ہے کہ قرآن نے تو اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے اور ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے، لیکن جب یہ حضرات اہل کتاب نہیں تو ان کی عورتوں سے نکاح بھی درست نہیں ہوگا، اور ان کا ذبیحہ بھی مسلمانوں کے لئے حلال نہیں ہوگا، چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں" ان کی اکثریت الحاد، مذہب بیزاری اور انکار آخرت وغیرہ کی شکار ہے، ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعاً حلال نہ ہوگا، اور وہ قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب شمار نہ ہوں گے" (جدید فقہی مسائل رص ۲۸۳)۔

۴- قادیانی، بہائی، سکھ وغیرہ اہل کتاب نہیں:

اس سوال میں مذکور سارے باطل مذاہب اور فرقے مثلاً بہائی، بابی، سکھ، اور قادیانی وغیرہ کا وجود بعد از اسلام ہوا ہے، لہذا ہر چند کہ یہ حضرات نبوت محمدی ﷺ کے قائل ہوں اور قرآن کو کتاب خداوندی تسلیم کرتے ہوں، مگر چوں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے قائل ہیں، جب کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں، نبوت کا سلسلہ آپ ﷺ پر ختم ہو چکا ہے، ارشاد خداوندی ہے "**ماكان محمد أبا أحد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين**" (الاحزاب) اور فرمان رسالت ہے "**أنا خاتم النبيين لانبى بعدى**" لہذا آپ ﷺ کے بعد دعویٰ رسالت کرنے والا اور اس کی تصدیق کرنے والا ہر دو کافر ہیں"**ودعوى النبوة بعد نبينا** ﷺ **كفر بالا جماع**" (شرح الفقہ الاکبر، ملاعلی قاری ص ۱۶۴)۔

نیز"**إذالم يعرف ان محمد اً اٰخر الأنبياء فليس بمسلم لانه من الضروريات**" (الاشباہ والنظائر ۲/۹۱)۔

اسی طرح قرآن اللہ کی طرف سے انسانوں کی ہدایت کے لئے آخری کتاب الٰہی ہے، جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے واسطہ سے بذریعہ وحی آپ ﷺ پر نازل کی گئی ہے، اور نبوت ورسالت کے ساتھ ساتھ وحی کا سلسلہ بھی رسول اللہ پر ختم ہو چکا ہے، اس لئے قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے کلام الٰہی ہونے کا اعتقاد رکھنا کفر کو مستزم ہے، "**قال الطيبى : اغلق باب الوحى وقطع طريق الرسالة وسد**" (مرقات المفاتیح کتاب الفضائل ۱۰/۱۴)۔

مذکورہ تفصیلات سے معلوم ہوا کہ جو انسان رسول اللہ ﷺ کو آخری رسول نہ مانے اور قرآن کو آخری کتاب الٰہی تسلیم نہ کرے وہ کافر

D30

ہے، اور کافر کا شمار اہل کتاب میں قطعانہیں ہوسکتا ہے، چنانچہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں ’’اس زمانے میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیرمسلموں کی موجود ہیں ان میں سے صرف یہود ونصاریٰ ہی دوقومیں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں، باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں آتش پرست یابت پرست، ہندو یا سکھ، آریہ، بدھ وغیرہ سب اسی عموم میں داخل ہیں‘‘ (معارف القرآن ۶۱/۳)۔

۵-نسلی قادیانی زندیق ہیں:

ہر وہ شخص جو لعین ومردود مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ماننے ان کی پیش کردہ من گھڑت کہانیوں اور بکواس کو نئی شریعت سمجھے اسے قادیانی کہا جاتا ہے، جو خارج از اسلام ہے، البتہ جس نے مذہب اسلام کو چھوڑ کر بلا واسطہ قادیانیت کو اختیار کیا وہ مرتد ہے اس پر مرتد کے احکام نافذ ہوں گے، اور جو نسلی یعنی بالواسطہ قادیانی ہے وہ زندیق ہے، اس کا شمار اہل کتاب میں قطعانہیں ہوسکتا ہے، اس لئے کہ اہل کتاب کی تعریف ہے ’’کل من یعتقد دینا سماویا ولہ کتاب منزل فھو من اھل الکتاب ‘‘ (عالمگیری ص ۲۸۱) یعنی جو آسمانی دین کو مانتا ہو اور اس کے پاس اللہ کی نازل کردہ کتاب بھی ہو (خواہ صحیفہ کی شکل میں) وہ اہل کتاب ہے، بلکہ امام قرطبی کے قول سے تو اہل کتاب کے مصداق صرف یہود ونصاریٰ معلوم ہوتے ہیں، (قرطبی ۲۶/۲) اور قادیانیوں کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہے اور نہ ہی وہ کسی دین سماوی کو مانتے ہیں، لہذا قادیانی کسی بھی صورت میں اہل کتاب کہلانے کے مستحق نہیں ہیں، چنانچہ مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی موطا کی شرح المسوی کے اندر ختم نبوت کے بالواسطہ انکار کرنے والوں کو زندیق قرار دیا ہے۔

۶-الف: دارالاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کا حکم:

گذشتہ سطور میں موجودہ دور کے یہود ونصاری کی جس اصلیت کو بیان کیا گیا ہے اس لحاظ سے ان کا شمار اہل کتاب میں ہرگز درست نہیں، خواہ وہ دارالکفر میں رہتے ہوں یا دارالاسلام کے باشندہ ہوں، غضب بالائے غضب یہ کہ اس زمانہ میں جو عیسائی اور یہودی خواتین ہیں اور نام کے واسطے اہل کتاب کہلاتی ہیں عموماً ان کے اندر زنا، فحاشی، اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے جس کو سن کر انسانیت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے، اور جس نے گویا حیوانوں کو بھی بہت پیچھے چھوڑ دیا ہے، مزید برآں عالم اسلام کے مسلم حکمرانوں، فوجی کمانڈروں، اور اعلیٰ سرکاری عہدیداروں کے یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کرنے نے اسلامی دنیا کو جو غیرمعمولی فوجی، سیاسی اور معاشی نقصان پہنچایا ہے وہ ہر خاص وعام کے سامنے کھلی کتاب ہے، نیز اس وقت عالمی سطح پر صلیب کی حکمرانی ہے، صلیبی طاقتیں ہر وقت اس کوشش اور پلاننگ میں ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائے، خواہ اس کے لئے پانی کی طرح مال خرچ کرنا پڑے یا اپنی کمسن خوبصورت حسیناؤں کی عزت وناموس کو داؤ پر لگانا پڑے، لہذا مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ دارالاسلام میں بھی کتابیہ عورتوں سے نکاح کو ناجائز اور حرام قرار دیا جائے۔

ب-دارالکفر میں اہل کتاب سے نکاح کا حکم:

اسلام میں نکاح ایک مقدس اور پاکیزہ رشتہ ہے، اس سے ایمان میں پختگی اور کمال پیدا ہوتا ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے ’’إذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الإیمان ‘‘ (مشکاۃ ص ۲۶۷)، نیز اس سے عفت اور پاکدامنی بھی حاصل ہوتی ہے، فرمان رسالت ہے: ’’یا معشر الشباب من استطاع منکم الباء ۃ فلیتزوج، فإنہ أغض للبصر وأحصن للفرج‘‘ (مشکاۃ ۲۶۷/۲)، نکاح کا مقصد حصول اولاد بھی ہے آپ نے فرمایا ’’تزوجوا الود ود الولود فانی مکاثر بکم الأمم‘‘ (مشکاۃ ۲۶۷/۲) گویا کہ نکاح کے اندر مختلف جہات سے عبادت کے پہلو پائے جاتے ہیں اس لئے صرف مغربی ممالک کے ویزا وغیرہ کے حصول کے لئے بے دین نام نہاد اہل کتاب یہودی یا عیسائی لڑکیوں سے شادی رچانا نکاح کے عبادتی پہلو کو دنیا کی حقیر شئی کے بدلہ فروخت کرنے اور اس کی اصل حیثیت کو ختم کرنے کے مترادف

ہوگا، جو ہرگز درست نہیں، جہاں تک سوال ہے دعوتی نقطہ نظر سے نکاح کرنے کا تو اس حوالہ سے یہ عرض ہے کہ دارالکفر میں اہل کتاب خواتین سے نکاح بعض فقہاء کے نزدیک حرام اور احناف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، جو حرام کے قریب ہے (خلاصۃ الفتاویٰ ۴/۳۸۱)، اور حرام کا ارتکاب یقیناً معصیت ہے، اور اصلاح وتبلیغ کی نیت سے معصیت کا ارتکاب ناجائز ہے بلکہ کسی مصلحت کی بناء پر حکم شرعی کو چھوڑ دینا الحاد اور بے دینی ہے (احسن الفتاویٰ ۸/۱۹۰)۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام کا دور تو سراپا خیر اور بھلائی کا زمانہ تھا اس وقت دعوت وتبلیغ اور اشاعت اسلام کی آج سے زیادہ ضرورت تھی، نیز صحابہ کرام صحبت رسول کی برکت سے بہت سارے گناہوں بلکہ ان کے خیالات سے بھی پاک تھے، اسی لئے انہیں من جانب اللہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ کا مبارک تمغہ ملا ہوا تھا، دوسری طرف عیسائیوں اور یہودیوں پر عالم اسلام کا رعب، دبدبہ اور خوف طاری تھا ان کے پاس اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کی اتنی شکلیں بھی موجود نہیں تھیں جتنی آج ہیں، مگر ان سب کے باوجود سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں مسلم گورنروں کو اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنے سے باز رہنے کی خصوصی ہدایات فرمائیں (جس کی مکمل تفصیلات احکام القرآن ۳/۳۲۳، اور فتح القدیر ۳/۲۳۰ میں موجود ہیں)۔

لہذا جب خیر القرون میں کتابیہ سے نکاح کو امر مستحسن نہیں سمجھا گیا تو آج جب کہ ہر طرف بے دینی کا ماحول ہے اور دشمنان اسلام، اسلام اور مسلمانوں کو نیست ونابود کردینے کے درپے ہیں، ایسے حالات میں دوسروں کے ایمان کی انتہائی کمزور امید پر اپنے اور آنے والی نسلوں کے ایمان وعقیدہ کو داؤ پر لگا دینا کہاں کی دانشمندی ہوگی، اس لئے دارالکفر میں کتابیہ عورت سے نکاح کے حوالہ سے فقہاء احناف کے نقطہ نظر کو ہی اختیار کرنا مناسب ہوگا۔

۷- برادران وطن کے اوتار اور ان کی مذہبی کتابیں:

اس سوال کو ہم دو شق میں تقسیم کرسکتے ہیں، (الف) برادران وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں، کیا یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے عہد میں اللہ کے پیغمبر رہے ہوں؟ (ب) کیا بردران وطن کی مذہبی کتابوں کو قرآن مجید کی بیشتر اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکت ہے؟

درحقیقت انبیاء کرام سے متعلق اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ کتاب وسنت میں جن انبیاء کا ذکر آیا ہے ان پر ایمان لانا ان کو نبی ماننا واجب ہے، اور جن کی نبوت ورسالت کا ذکر نہ قرآن میں ہو اور نہ حدیث میں ایسے شخص کے بارے میں بالتعیین یہ کہنا کہ یہ اللہ کا نبی ہے حرام ہے، چنانچہ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "جس طرح کسی نبی ثابت النبوت کی نبوت کا انکار کرنا جائز نہیں اسی طرح کسی غیر ثابت النبوۃ کی نبوت کا اقرار بھی جائز نہیں ہے، بعض انبیاء کے نام قرآن وحدیث میں آئے ہیں ان کے علاوہ کسی معین شخص کی نبوت پر ایمان لانے کی تعلیم اسلام نے نہیں دی، بلکہ اجمالی طور پر ایمان کا حکم ہے" (فتاویٰ محمودیہ ۳/۲۱۳)۔

تقریبا یہی بات ملا علی قاریؒ نے بھی تحریر کی ہے "**فيجب الإيمان بالأنبياء والرسل مجملا من غير حصر لئلا يخرج أحد منهم ولا يدخل أحد من غيرهم فيهم**" (مرقات ۵/۳۵۶ باب بدأالخلق) (بغیر کسی تعیین کے انبیاء ورسل پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے تاکہ کوئی نبی سلسلہ انبیاء سے خارج نہ ہو جائے اور کوئی غیر نبی اس سلسلۂ نبوت میں داخل نہ ہوسکے)۔

مزید برآں حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ نے تو برادران وطن کے چند اوتار کا نام ذکر کرکے فرمایا کہ ان کو نبی ماننے والا خطا کار ہے "پس کسانے کہ شری کرشن را نبی می دانند خاطی ہستند" پس جو لوگ شری کرشن کو نبی جانتے ہیں خطا کار ہیں، اس لئے کہ شری کرشن کی نبوت پر کوئی

دلیل ادلۂ شرعیہ میں موجود نہیں ہے، یہی حال ہندوؤں کے دیگر اوتار اور پیشواؤں کا بھی ہے(کفایت المفتی ۱/ ۹۹)۔

بعینہ یہی صورت حال وید وغیرہ کے آسمانی والہامی کتاب ہونے کی ہے، چنانچہ حضرت مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں'' وید اور گرنتھ یا زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے، اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم علیہ السلام ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا وید یا گرنتھ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے امکان محض اور احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں''(معارف القرآن ج ۳)۔

علاوہ ازیں بہت سے ہندو محققین نے بھی وید کو الہامی کتاب ماننے سے انکار کیا ہے، چنانچہ نمونہ کے طور پر یہاں صرف جواہر لال نہرو کی ایک تحریر نقل کی جاتی ہے، وہ لکھتے ہیں'' بہت سے ہندو ویدوں کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں یہ میرے نزدیک ہماری بڑی بدقسمتی ہے، کیونکہ اس طرح ان کی حقیقت ہم سے اوجھل ہو جاتی ہے، وید صرف اس زمانہ کے معلومات کا مجموعہ ہیں''(دی ڈسکوری آف انڈیا ص ۷۷)۔

مذکورہ تفصیلات کے پیش نظر بندہ کی رائے اس مسئلہ میں یہ ہے کہ برادران وطن کے کسی بھی اوتار کو بالیقین نبی یا رسول نہیں کہا جاسکتا، اسی طرح ان کی کسی بھی مذہبی کتاب کو آسمانی اور الہامی کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا ہے۔

۸-الف:اسلامی ماحول میں عصری درس گاہوں کا قیام:

(الف) خالق کائنات نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو علم کا روشن چراغ بنا کر دنیا میں مبعوث فرمایا اس لئے قرآن نے آپ ﷺ کی سب سے زیادہ جس حیثیت کو نمایاں کیا ہے وہ یہی ہے کہ آپ ﷺ ''معلم'' ہیں، ارشاد باری ہے: **یعلمهم الکتاب والحکمة** '' (آل عمران: ۶۴) نبوت ملنے کے بعد ہر چند کہ مکہ تمام تر برائیوں کی آماج گاہ بنا ہوا تھا، لیکن سب سے پہلی وحی میں نہ تو شرک کی تردید ہے اور نہ خدا پر ایمان لانے کا صراحت کے ساتھ تذکرہ، حتی کہ اس میں آپ کی نبوت و رسالت کا بھی اعلان نہیں ہے اور نہ ہی اس ظلم و جور اور نا اتفاقی اور جنگ و جدال کی مذمت، جو عرب سماج کے مزاج میں داخل ہو گیا تھا، بلکہ پہلی وحی میں انسانیت کو تاکید کے ساتھ تعلیم کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، فرمان الہی ہے''**اقرأ باسم ربک الذی خلق ، خلق الانسان من علق ، اقرأ وربک الاکرم ، الذی علم بالقلم ، علم الانسان مالم یعلم**''(علق) اسی تاکید کا نتیجہ تھا کہ آپ ﷺ نے تمام تر مشکلات اور دشواریوں کے باوجود مکی زندگی میں صفا کی چوٹی پر واقع دار ارقم کو تعلیم و تربیت کا مرکز بنایا، پھر ہجرت سے قبل ہی اہل مدینہ میں علم کی روشنی بکھیرنے کے لئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو وہاں بھیجا''**فکان یقرأهم القرآن ویعلمهم** '' (طبقات ابن سعد ۴/ ۱۱۸) اور جب آپ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے مسجد نبوی کی تعمیر فرمائی، اور اسی سے متصل ایک چبوترہ تعلیمی مقصد کے لئے بنایا جسے صفہ کہا جاتا تھا، گویا یہ اسلامی تاریخ کا پہلا مدرسہ تھا، اس کے علاوہ مختلف زاویے سے آپ ﷺ نے علم کی فضیلت اور اہمیت اور ضرورت کو بیان کر کے پوری انسانیت کا ذہن اس کی جانب مبذول کرایا، یہی وجہ ہے کہ دور نبوت کے کئی سو سال بعد تک پوری دنیا میں ہر میدان کے اندر مسلمانوں ہی کے علمی کمالات کا چرچہ ہوتا تھا۔

مگر افسوس صد افسوس کس کی نظر بد لگ گئی کہ رفتہ رفتہ مسلمان علم سے اتنا دور ہوتے گئے جتنا وہ اس سے قریب تھے، اور یہ مکمل سرمایہ خصوصاً عیسائیوں کے قبضہ میں چلا گیا، اور انہوں نے سوچی سمجھی پلاننگ کے تحت اپنے مذہب کی ترویج و اشاعت اور مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کے لئے پوری دنیا میں خصوصاً عصری اسکول کا جال بچھا دیا، اچھے معلم کا انتظام کیا، تعلیم پر خصوصی توجہ دی اور پانی کی طرح مال کو بہایا، مگر ساتھ ساتھ مسلمانوں کو ان کے اسلامی عقائد سے دور کر دینے کی ناپاک کوشش بھی کی، ہم مسلمان ان کے تعلیمی نظام سے اتنے متاثر ہوئے کہ ہم نے اپنے معصوم نونہالوں کو ان کے حوالہ کر دیا، یہ صحیح ہے کہ وہ تعلیمی میدان میں بہت حد تک کامیاب تو ہو گئے، مگر اکثر و بیشتر اس طرح کے تعلیم

یافتہ نوجوان الحاد و دہریت کا شکار ہو گئے، اسلام کے حوالے سے ان کے ذہنوں میں شکوک وشبہات کے کانٹوں نے جڑ پکڑ لیا، اور بالآخر ایک بڑی تعداد نے اپنے سب سے بڑے سرمایہ ایمان کو کھودیا۔

اس لئے تمام مسلمانوں پر آج کے حالات میں ضروری ہے کہ اپنے بچوں کو حتی الامکان عیسائی اسکولوں سے بچائیں، اور انہی کے معیار کے برابر بلکہ ان سے بھی عمدہ نظام والا اسکول اپنے اپنے علاقوں میں قائم کریں تا کہ ان کے بچے ایمان کی حفاظت کے ساتھ معیاری عصری تعلیم بھی حاصل کرسکیں، اور ان کو روزگار کے مواقع فراہم ہوسکیں۔

۸، ب: کتابیہ بیوی کے حقوق:

عصر حاضر کے یہود ونصاریٰ صرف مردم شماری کی حد تک اہل کتاب ہیں ورنہ عموماً یہ حضرات خدا کے وجود کا انکار کرتے ہیں، نبوت اور رسالت کو ماننے کے لئے تیار نہیں، اسی طرح عقیدہ آخرت سے انکا کوئی سروکار نہیں، لہذا یہ سب الحاد اور بے دینی کے شکار ہیں، ان کی عورتوں سے اب نکاح کرنا بالکل درست نہیں تو پھر حقوق کا کیا مطلب؟ ہاں اگر کسی نے ان سب کے باوجود کسی کتابیہ سے شادی کر رکھی ہے، تو دانشمندانہ قدم تو یہ ہوگا کہ آپسی رضامندی کے ساتھ ان کو طلاق پر آمادہ کرلے اگر یہ بھی مشکل نظر آ رہا ہو تو ان فقہاء کے قول پر عمل کرتے ہوئے میاں بیوی ازدواجی زندگی بسر کرے جو کتابیہ سے نکاح کے جواز کے قائل ہیں، اس صورت میں اہل کتاب بیوی کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیوی کے ہوتے ہیں، جن کی مکمل تفصیلات کتاب وسنت میں موجود ہیں، اور اس کی تائید فتاویٰ عالم گیری کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے، ''یجب علی الرجل نفقۃ امرتہ المسلمۃ والذمیۃ'' (۱/ ۵۴۴ کتاب الطلاق)۔

البتہ کسی بھی اہل کتاب خاتون کو مسلمان مرد کے نکاح میں رہتے ہوئے اپنے شوہر کے گھر میں ان مذہبی مراسم کو انجام دینے کی قطعا اجازت نہیں ہوگی، جو اسلام کے معارض اور مقابل ہوں، اس لئے کہ اس سے زوجین کے مابین نزاع اور اختلاف پیدا ہونے کا امکان قوی ہوگا، نیز عام طور پر بچے اس طرح کے امور میں اپنی ماں کے نقش قدم پر چلتے ہیں، اور مسلمان باپ کی اولاد اگر اپنی کتابیہ ماں جیسی عبادت اور مذہبی رسوم انجام دینے لگے تو آہستہ آہستہ وہ اسلام سے دوری کا سبب بن جائیگا، جس کا وبال باپ پر ہوگا، ارشاد خداوندی ہے ''یایھا الذین اٰمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا'' (التحریم: ۷)۔

۸، ج: عیسائی مشنریز کی خدمات سے استفادہ:

ہمارا تعلق آسام سے ہے جہاں اکثر علاقے ہر سال مہینوں سیلاب کی زد میں رہتے ہیں، اس کے علاوہ مختلف ممالک کی سرحدوں سے یہ صوبہ ملا ہوا ہے، جس کی بناء پر یہاں بسنے والے لوگ مختلف مصائب اور آفات سے دوچار رہتے ہیں، سیلاب کی تباہی اور دیگر آفات سے پہنچنے والے ناقابل بیان نقصانات کے بعد متاثرہ علاقوں میں عیسائی مشنریز حرکت میں آجاتی ہیں اور بڑی چالاکی اور عیاری کے ساتھ خصوصاً مسلم علاقوں میں ان کے عملہ تقسیم ریلیف کا کام کرتے ہیں، لیکن مالی تعاون اور خدمت خلق کے ساتھ ان کا ہدف اصلی یہ ہوتا ہے کہ وہ غریب اور پسماندہ مسلمانوں کے متاع عزیز یعنی ایمان کو ان سے چھین لے، چنانچہ کئی سال قبل نشیبی آسام میں اسی طرح کے حالات پیدا ہو گئے تھے، اور بہت سارے معتبر اور قابل وثوق ذرائع سے یہ خبریں موصول ہوئیں کہ ان علاقوں میں ریلیف تقسیم کرنے والے عیسائی مبلغین مسلمانوں کو مرتد بنانے کی جان توڑ کوشش کر رہے ہیں، یہ تو اللہ کا خاص کرم ہوا کہ پورے آسام کے علماء حرکت میں آگئے اور رب ذوالجلال نے محض اپنے فضل وکرم سے بھولے بھالے مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچایا۔

یہ واقعہ اگر چہ ایک علاقہ کا ہے، لیکن آئے دن کے اخبارات اور مختلف ذرائع ابلاغ سے خبریں موصول ہوتی رہتی ہیں کہ اس جیسی

بلکہ اس سے زیادہ خطرناک سرگرمیاں عیسائیوں کی طرف سے پوری دنیا میں چل رہی ہیں، لہذا مسلمانوں کو ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے اور انہیں چاہیے کہ حتی الامکان اس طرح کی خدمات سے استفادہ نہ کریں۔

☆☆☆

ہندو مذہب کی مذہبی کتابیں اور شخصیات سے متعلق احکام

مولانا عبدالرب سعادتی ☆

جواب: اس سلسلے میں دو رائیں ملتی ہیں:

(الف):- بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ ہندو مذہب میں توحید، نبوت اور آخرت کے بنیادی تصورات پائے جاتے ہیں، مرزا مظہر جان جاناں ہندوؤں کو موحدین شمار کرتے تھے، جو ان کے بقول ضلال وانحراف کا شکار ہوگئے، البیرونی کا نظریہ یہ ہے کہ مورتی پوجا عوام کا مذہب ہے، خواص کا نہیں، شاہ عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ رام اور کرشن اولیاء ہوں گے، اس لئے انہیں برے القاب سے یاد نہیں کیا جانا چاہئے، یہ بات یقیناً غور وفکر کی ہے کہ اگر قرآن کے مطابق ہر قوم اور ہر قریہ میں انبیاء بھیجے گئے تو یہ قوم بھی ان سے خالی نہ رہی ہوگی (مذاکرات کی شرعی بنیادی، ایفا پبلیکیشنز رص ۱۳۵)۔

نیز بعض تعلیم یافتہ جدید ذہن کے لوگ گوتم بدھ کو بھی پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں (آپ کے مسائل اور ان کا شرعی حل ۱ر ۲۳)، اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ چونکہ وہ علاقہ کپل (کپل وسط) کے بادشاہ تھے جس کا محرف کفل ہے اور قرآن کریم میں ایک پیغمبر کو ذوالکفل لکھا ہے، تو وہاں بدھ ہی مراد ہیں (مستفاد از امداد الفتاوی ۶ر ۱۱۶)۔

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ کرشن جی نبی اور وید الہامی کتاب ہے (کفایۃ المفتی ۱ر ۱۲۰)، اور نئی روشنی اور انگریزی تہذیب کے چند آدمی کہتے ہیں کہ ہندو کے اوتار کرشن کیا تعجب ہے کہ نبی ہوں اور اس کی تصنیف کردہ گیتا منزل من اللہ ہے اور استشہاداً کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں "وما كنا معذبين حتىٰ نبعث رسولاً" اور ہندوستان میں کوئی نبی تو آیا نہیں تو یقینی ہے کہ کرشن ہی نبی تھا، نیز کہتے ہیں کہ "اسود الہند نبی" ایک حدیث ہے اس کے مصداق وہی کرشن کو بتلاتے ہیں (کفایۃ المفتی ۱ر ۱۳۹-۱۴۰)۔

اسی طرح بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ "رگ وید کی تعلیمات کا ایک بڑا حصہ توریت اور صحفِ ابراہیم سے ماخوذ ہے: ان جزءاً كبيراً من تعليمات "ريح فيدا" أخذت من التوراة و صحف إبراهيم" (دراسات فی الیہودیۃ والمسیحیۃ وادیان الہند للدکتور محمد ضیاء الرحمٰن اعظمی رص ۷۰۶، بحوالہ میثاق النبیین رص ۹۶)۔

(ب):- محقق رائے یہ ہے کہ برادرانِ وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں، ان کے حالات معتبر اور باوثوق ذرائع سے ہم تک نہیں پہنچے ہیں، اور جو حالات ہندوؤں کی کتابوں میں ملتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہیں، اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے، ہاں احتمال کے درجے میں بغیر جزم کے بیان کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے آیت کریمہ "يٰمعشر الجن و الانس الم يأتكم رسل منكم" الخ (سورۂ انعام: ۱۳۰) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے "حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے فرمایا کہ ہندوستان کے ہندو جو

☆ جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، گجرات۔

اپنی وید کی تاریخ ہزار سال پہلے کی بتلاتے ہیں اور اپنے مقتدا اور بزرگ جن کو وہ اوتار کہتے ہیں، اس زمانے کے لوگوں کو بتلاتے ہیں، کچھ بعید نہیں کہ وہ ہی جنات کے رسول و پیغمبر ہوں اور ان ہی کی لائی ہوئی ہدایات کسی کتاب کی صورت میں جمع کی گئی ہوں، ہندوؤں کے اوتار کی جو تصویریں اور مورتیاں مندروں میں رکھی جاتی ہیں، وہ بھی اسی انداز کی ہیں کہ کسی کے کئی چہرے ہیں، کسی کے بہت سے ہاتھ پاؤں ہیں، کسی کے ہاتھی کی طرح سونڈ ہے، جو عام انسانی شکلوں سے بہت مختلف ہیں اور جنات کا ایسی شکلوں میں متشکل ہونا کچھ مستبعد نہیں، اس لئے کچھ بعید نہیں کہ ان کے اوتار جنات کی قوم میں آئے ہوئے رسول یا ان کے نائب ہوں اور ان کی کتاب بھی ان کی ہدایات کا مجموعہ ہو، پھر رفتہ رفتہ جیسے دوسری کتابوں میں تحریف ہوگئی، اس میں بھی تحریف کر کے شرک و بت پرستی داخل کر دی گئی (معاف القرآن، سورۂ انعام، ص ۴۵۶)۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی اصل عبارت درج ذیل ہے ''**ومن هنا ظهر ان ما يدعوا أهل الهند من البرازخ و يسمونهم أوتارا يذكرون في تواريخهم الوف و مأة الوف من السنين لعلهم كانوا من الجن برازخ مبعوثين إلى الجن، ولعل لأهل الهند دين منزل من الله تعالى عن الجن استفاد منهم الإنس**'' (تفسیر المظہری ۳/۳۱۴)۔

الغرض ہندوؤں کے اوتار میں سے کسی خاص شخص کے بارے میں نہ ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ نبی ہیں اور نہ اعتقاد رکھ سکتے ہیں جب تک کہ اس کی نبوت کا ثبوت ہمیں نہ مل جائے، اس لئے کہ بدون قطعی دلیل کے کسی کی پیغمبری کا اعتقاد جائز نہیں، ہاں امکان ہے کہ وہ حق تعالی کی طرف سے مبعوث ہوں، اس لئے کہ انبیاء و رسل تو بہت سے مبعوث ہوئے ہیں، لیکن سب کے نام قرآن یا احادیث میں مذکور نہیں صرف چند پیغمبروں کے نام آئے ہیں۔'' **ولقد أرسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك و منهم من لم نقصص عليك**'' (سورۂ مومن: ۷۸)۔

شریعت کا حکم اس سلسلے میں یہ ہے کہ جن انبیاء کرام کے نام و احوال معلوم ہیں (اور وہ غالباً چھبیس ۲۶/ ہیں) ان پر تو تفصیلاً ایمان رکھنا ضروری ہے، باقی حضرات پر اجمالاً ایمان رکھا جائے، یہی حکم ویدوں کو الہامی کتاب ماننے کا بھی ہے، چند ارباب افتاء کی عبارات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت تھانویؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا مہاتما بدھ پیغمبر ہے چونکہ وہ علاقہ کپل (کپل وسط) کے بادشاہ تھے، جس کا محرف کفل ہے، اور قرآن کریم میں جہاں ایک پیغمبر کو ذوالکفل لکھا ہے کہ کیا وہاں بدھ ہی تو مراد نہیں؟ تو حضرت نے جواباً لکھا: '' کیا یہ قرائن استدلال کے لئے کافی ہو سکتے ہیں، اور کیا بدون دلیل قطعی کے کسی کی پیغمبری کا اعتقاد جائز ہے، جیسا کہ فسق و کفر کا بھی بدون ایسی دلیل کے اعتقاد رکھنا جائز نہیں، ایسا ہی استدلال مرزا نے بھی کیا ہے کہ حدیث '' فيقلته (اى يقتل عيسىٰ الدجال) بباب لد '' میں لد سے مراد لدھیانہ ہے، کیا ان دونوں میں کوئی معتد بہ فرق ہے؟'' (امداد الفتاوی ۶/ ۱۱۶)۔

(۲) اسی طرح مفتی کفایت اللہ صاحب ایک استفتاء کے جواب میں لکھتے ہیں '' کرشن جی کو نبی کہنا بے دلیل اور بے ثبوت ہے، وید کا الہامی کتاب ہونا بے ثبوت ہے، ہاں نبی اور رسول بہت ہوئے ہیں، اور سب کے نام قرآن مجید اور حدیثوں میں نہیں آئے، صرف تھوڑے سے پیغمبروں اور رسولوں کے نام آئے ہیں، مگر جس شخص کو نبی کہا جائے اس کی نبوت کا ثبوت بھی تو درکار ہے، اور کرشن جی کی نبوت کا کوئی ثبوت موجود نہیں، اس لئے ان کو نبی کہنا غلط ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں اگر کرشن جی کی تعلیم صحیح تھی اور ان کے افعال انبیاء علیہم السلام کے افعال کی طرح جادۂ نبوت کے موافق تھے تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں، لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ نبی تھے، ہاں ہر قوم میں ہادی کا آنا آیت سے ثابت ہے، لیکن اس کا یہ بھی مطلب نہیں کہ ہر قوم کے کسی خاص شخص کو ہم نبی کہنے لگیں (کفایۃ المفتی ۱/ ۱۲۹-۱۳۰)۔

(۳)ایک دوسرے استفتاء کے جواب میں رقم طراز ہیں'' جواوتار اور رشی ہندوستان میں آئے ان کے حالات معتبر ذرائع سے ہم تک نہیں پہنچے ہیں، اور جو حالات کہ ہندوؤں کی کتابوں میں ملتے ہیں قابل اعتماد نہیں اور اس صورت میں اس امر کا امکان ہے کہ ان میں سے کوئی شخص صحیح العقیدہ اور صحیح الاعمال بھی ہو، اور حق تعالی کی طرف سے مبعوث بھی ہو، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان'' **ولکل قوم هاد** '' کا مقتضی یہی ہے کہ ہندوستان میں بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہادی اور رہنما ضرور آیا ہوگا لیکن ہم ان اوتاروں میں سے کسی خاص شخص کو نہ مبعوث جانتے ہیں، نہ کہہ سکتے ہیں، نہ اعتقاد رکھ سکتے ہیں، جب تک کہ اس کی نبوت کا ثبوت ہمیں نہ مل جائے اور اس کے حالات اور تعلیم کی نوعیت قطعی دلائل سے معلوم نہ ہو جائے (کفایۃ المفتی ۱/ ۱۴۸)۔

(۴)مفتی شفیع صاحب نے معارف القرآن میں دوٹوک انداز میں لکھا ہے'' باقی زبور اور صحف ابراہیم علیہ السلام نہ کہیں محفوظ ن موجود ہیں، نہ کوئی قوم ان کی اتباع کی دعویدار ہے، اور'' وید'' اور'' گرنتھ'' یا'' زردشت'' وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں، ان کے وحی الہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے، اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا'' وید'' یا'' گرنتھ'' وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، امکانِ محض اور احتمالِ محض ہے۔ جو ثبوت کے لئے کافی نہیں (معارف القرآن ۳/ ۶۱)۔

(۵)مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ سے سوال کیا گیا کہ تعلیم یافتہ اور جدید ذہن کے لوگ گوتم بدھ کو بھی پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں، یہ کہاں تک درست ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ'' قرآن وحدیث میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں آیا ہے، اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے، شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں ان پر تو تفصیلاً قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے اور باقی حضرات پر اجمالی ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالی شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام مبعوث فرمائے، خواہ ان کا تعلق کسی خطۂ ارضی سے ہو، اور خواہ وہ کسی زمانے میں ہوئے ہوں، ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/ ۳۳-۳۴)۔

اور رہیں وہ آیات کریمہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امت اور ہر قوم میں انبیاء بھیجے گئے مثلا:'' **إنما أنت منذر ولكل قوم هاد** ''(سورۂ رعد:۷)اور'' **ولقد بعثنا فی کل امة رسولاً** ''(سورۂ نحل:۳۶)نیز '' **وإن من أمة الا خلا فيها نذير** ''(سورۂ فاطر:۲۴) وغیرہ جن سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں بھی اللہ کے پیغمبر ضرور آئے ہوں گے تو مفتی شفیع صاحب نے لکھا ہے'' اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کوئی قوم اور کوئی خطۂ ملک اللہ تعالی کی طرف دعوت دینے اور ہدایت کرنے والوں سے خالی نہیں ہو سکتا، خواہ وہ کوئی نبی ہو یا اس کے قائم مقام نبی کی دعوت کو پھیلانے والا ہو، جیسا کہ سورۂ یٰسین میں نبی کی طرف سے کسی قوم کی طرف پہلے دو شخصوں کو دعوت وہدایت کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے، جو خود نبی نہیں تھے، اور پھر تیسرے آدمی کو ان کی تائید ونصرت کے لئے بھیجنا مذکور ہے، اس لئے اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی و رسول پیدا ہوا ہو البتہ دعوت رسول کے پہنچانے اور پھیلانے والے علماء کا کثرت سے یہاں آنا بھی ثابت ہے، اور پھر یہاں بے شمار ایسے ہادیوں کا پیدا ہونا بھی ہر شخص کو معلوم ہے (معارف القرآن، سورہ رعد، ص ۱۷۶)۔

سوال(۸):-اہل کتاب سے سماجی تعلقات کے سلسلہ میں دو باتیں خاص طور پر قابل توجہ ہیں!

جواب:- اس سوال میں کل چار باتیں حل طلب ہیں:

(الف):-موجودہ حالات میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا مشنری اسکولوں میں داخلہ لینے کا کیا حکم ہے؟ کیا مسلمانوں کو اپنے علاقے میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے یا متبادل معیاری درسگاہوں کے قیام پر توجہ دینی چاہئے؟اس کا جواب دینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت تھانوی کے ایک مضمون کا خلاصہ ذکر دیا جائے،حضرت تھانوی نے ایک مضمون بعنوان ''تحقیق تعلیم انگریزی'' تحریر فرمایا تھا،جس میں دس مقدمات کے بعد انگریزی تعلیم کا حکم شرعی تحریر فرمایا تھا،اس پورے مضمون کو نقل کرنا تو تطویل ممل کا سبب ہوگا،البتہ اس کا خلاصہ یہاں نقل کیا جاتا ہے جو حضرت تھانوی ہی کے قلم سے امداد الفتاویٰ (امداد الفتاوی ۱۵۶/۶) کا جزء بن کر شائع ہو چکا ہے،جو حسب ذیل ہے:''رسالۂ تحقیق تعلیم انگریزی میں مفصل جواب لکھا ہے،مختصر یہ ہے کہ انگریزی مثل اور زبانوں کے ایک مباح زبان ہے،مگر تین عوارض سے اس میں خرابی آجاتی ہے۔

اول بعض علوم اس میں ایسے ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں،اور علم شریعت سے واقفیت ہوتی نہیں،اس لئے عقائد خلاف ہو جاتے ہیں جس میں بعض عقائد قریب کفر، بلکہ کفر ہیں،دوسرے اگر ایسے علوم کی بھی نوبت نہ آئے تو اکثر صحبت بددینوں کی رہتی ہے ان کی بددینی کا اثر اس شخص پر آجاتا ہے کبھی اعتقاداً جس کا حکم اوپر معلوم ہو چکا کبھی عملاً جس سے نوبت فسق کی آجاتی ہے۔تیسرے اگر صحبت بھی خراب نہ ہو یا وہ مؤثر نہ ہو تو کم از کم اتنا ضرور ہے کہ یہ نیت رہتی ہے کہ اس کو ذریعہ معاش بناویں گے،خواہ طریقۂ معاش حلال ہو یا حرام اور یہ مسئلہ عقلاً ونقلاً ثابت ہے کہ جو مباح ذریعہ کسی حرام کا بن جائے وہ حرام ہو جاتا ہے،پھر ایسا عزم خود معاصی قلب سے ہے تو اس صورت میں فسق ظاہری کے ساتھ فسق باطنی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔اگر کوئی ان عوارض سے مبرا ہو یعنی عقائد بھی خراب نہ ہوں جس کا آسان طریقہ بلکہ متعین طریقہ یہی ہے کہ علم دین حاصل کر کے یقین کے ساتھ اس کا اعتقاد رکھے اور اعمال بھی خراب نہ ہوں عزم بھی یہ رہے کہ اس سے وہی معاش حاصل کریں گے جو شرعاً جائز ہوگی۔اور پھر اسی کے موافق عمل در آمد بھی کرے تو ایسے شخص کے لئے انگریزی مباح اور درست ہے اور اگر اس سے بڑھ کر یہ قصد ہو کہ اس کو ذریعۂ خدمت دین بناویں گے تو اس کے لئے عبادت ہوگی،لیکن اس اخیر صورت میں پاس حاصل کرنے کی کوشش کرنا اس دعوے کا مکذب ہوگا کیونکہ اس خدمت کے لئے صرف استعداد کافی ہے، حاصل یہ کہ انگریزی کبھی حرام کبھی مباح کبھی عبادت''(امداد الفتاوی ۱۵۶/۶-۱۵۷)۔

اب پورے مضمون پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلموں سے تعلیم وتعلم فی نفسہ مباح اور جائز ہے،رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:**الحکمۃ ضالۃ المؤمن** (ترمذی شریف ۲۶۸۷)،آج جس تعلیم کو ہم عصری تعلیم یا جدید تعلیم کہتے ہیں وہ اس حکمت کا مصداق ہے، چنانچہ جنگ بدر کے قیدیوں میں جو لوگ پڑھنے لکھنے سے واقف تھے،آپؐ نے اس کا فدیہ یہی مقرر کیا تھا کہ وہ دس مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں،اس لئے تعلیم وتعلم کے مقدس رشتے میں مذہب کی بنیاد پر کوئی تفریق روا نہیں رکھی گئی ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام اور جدید سائنس وٹکنالوجی دو متضاد چیزیں ہیں،اور اگر اسلام اس کا مخالف نہیں تو کم از کم علمائے اسلام اس کے مخالف ہیں،لیکن یہ دونوں باتیں خلاف واقع ہیں،اسلام کسی بھی فن علم کے حصول کا مخالف نہیں ہے،آج کے اس ترقی یافتہ دور میں سائنس وٹکنالوجی کی تعلیم اسلام کو صحیح معنوں میں سمجھنے کے لئے نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ ایک حد تک ضروری ہے،قرآن کی سینکڑوں آیات کا تعلق آج کے جدید انکشافات سے ہے،علم جغرافیہ وتاریخ کے بغیر پچھلی امتوں کے حالات صحیح طور پر سمجھے نہیں جا سکتے،علم ریاضی کے بغیر اسلام کے ایک اہم رکن تقسیم میراث سے واقفیت ہو ہی نہیں سکتی،معاشیات کا علم تو قرآن کے اعجاز کو سمجھنے کے لئے از حد ضروری ہے،اسلام میں جدید و قدیم کی کوئی تقسیم نہیں،یہ سب علوم تو بہت پرانے ہیں اب صرف نام بدل گئے ہیں،تو جو چیز اسلام کے خلاف نہ ہو،علماء کی طرف سے اس کی

مخالفت کے کوئی معنی نہیں۔

بہرحال غیر مسلموں سے تعلیم وتعلم فی نفسہ جائز ہے، البتہ خرابی تین عوارض کی وجہ سے اس میں آتی ہے:

(اول):- ان مشنری اداروں (اس سے مراد وہ تعلیم گاہیں ہیں جو عیسائیوں کی جماعتیں عیسائیت کی ترویج اور اس کی دعوت وتبلیغ کے لئے قائم کرتی ہیں) کے عزائم نہایت ہی خطرناک ہیں، جس پر ان کے قائدین اور واکابرین کی تصریحات شاہد ہیں، اور خود ان کا اپنا اقرار ان کے خلاف نہایت قوی حجت ودلیل ہیں، مثلاً عیسائی مبلغین کی جماعتوں کا سربراہ پادری ''زویمر'' کہتا ہے: ''ہم مبلغین کی اصل جدوجہد اور مقصد اساسی یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو دین اسلام سے خارج کرائیں اور اپنے مذہب وافکار کے تابع اور اپنا ماتحت بنائیں، اپنے اس منصوبے میں ہم پورے طور سے کامیاب ہیں، اس لئے کہ جو شخص ہماری تعلیم گاہوں سے پڑھ کر نکلتا ہے وہ واقعۃً اسلام سے خارج ہوجاتا ہے، چاہے نام کا مسلمان باقی رہے اور وہ سمجھے یا نہ سمجھے ہمارا مددگار اور معاون ہوتا ہے، اور ہم اس کی طرف سے بالکل مطمئن ہوجاتے ہیں، ہمیں اس سے کسی قسم کا خطرہ نہیں رہتا، ہمیں اس سلسلے میں بے مثال کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں (مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں ص ۲۷)۔

نیز ان کے سرکردہ رہنماؤں میں سے ایک اور رہنما کہتا ہے کہ ''دین اسلام کا طاقت کے ذریعہ مقابلہ کرنا اسے اور زیادہ پھیلانے کا ذریعہ بنتا ہے، اس لئے اس کی بیخ کنی کے لئے نہایت فعال مہلک اور تباہ کن طریقہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کو مشنری تعلیم گاہوں میں تربیت دی جائے اور بچپن ہی سے ان کے عقیدے خراب کرنے کے لئے شکوک وشبہات کے بیج ان میں اس طرح بودئے جائیں کہ انھیں پتہ بھی نہ چل سکے (مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں ص ۲۷)۔

یہ مشنری اسکول وہ درسگاہیں ہیں جہاں خدا رسول کا کوئی ذکر نہیں، جہاں آخرت کا تصور نہیں، جس میں اخلاقیات کو از کار رفتہ خیالات کا درجہ دیا جاتا ہے، جہاں مخلوط تعلیم اور لڑکیوں کے لئے کھلی ہوئی ٹانگوں پر مشتمل یونیفارم کو تہذیب وشائستگی کی علامت باور کیا جاتا ہے، جہاں بچوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کی تصویر کے سامنے کھڑا کیا جاتا ہے، اور دعا کروائی جاتی ہے، اور اگر یہ تعلیم گاہیں ہندو انتہا پسند تنظیموں کے زیر انتظام ہیں تو ''وندے ماترم'' کا ترانہ پڑھوایا جاتا ہے، اور سوریہ نمسکار اور یوگا بھی کرایا جاتا ہے۔ غرضیکہ بچوں کو ان کے مذہبی عقائد سے مانوس کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور مسلمانوں کی تاریخ اس طرح پڑھائی جاتی ہے کہ مسلمان سلاطین گویا غارت گروں کا ایک گروہ تھے، انہوں نے تو ملک کی تعلیم وترقی کے لئے کوئی کام نہیں کیا البتہ اپنی عیش کوشی کے ایک سے ایک سامان کئے اور لوگوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھاتے۔

اس کے علاوہ موقع بموقع مسلمان طلبہ وطالبات کو احساس کمتری میں بھی مبتلا کیا جاتا ہے، کبھی انھیں دہشت گردی کا طعنہ دیا جاتا ہے، کبھی طلاق وتعدد ازدواج کا مسئلہ اٹھایا جاتا ہے، کبھی پردہ اور نقاب پر تنقید کی جاتی ہے، عورتوں کے متعلق اسلامی تعلیمات کو ناانصافی پر مبنی قرار دیا جاتا ہے، یہ مضامین چاہے کتاب میں لکھی ہوئی حالت میں موجود نہ ہوں، لیکن سبق کے دوران استاذ اسے وقتاً فوقتاً طلبہ کے ذہن میں ڈالتا رہتا ہے اور درسگاہ کے پورے ماحول میں یہ سوالات ایسی صورت اختیار کرلیتے ہیں کہ مسلمان طلبہ وطالبات اپنے آپ کو سخت احساس کمتری کا شکار پاتے ہیں، یہ محض فرضی واقعات اور امکانی سوالات نہیں، بلکہ غیر مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والی کسی بھی تعلیم گاہ کے دو چار مسلمان بچوں کو اگر آپ کریدنے کی کوشش کریں تو وہ اس کڑوی حقیقت کو آپ کے سامنے اگل دیں گے۔

پھر جدید نفسیاتی تحقیق کے مطابق مصنف ومؤلف کے اخلاق کا بھی اثر جب قارئین پر پڑتا ہے تو کسی استاذ کی ذہنیت وکردار کا اثر کیوں طالب علم پر نہیں پڑے گا؟

الغرض برصغیر میں ان مشنری اسکولوں نے مسلم طلباء ونوجوانوں کی ایک تعداد بھی پیدا کردی ہے، جو بظاہر تو مسلمان ہے اور نماز روزہ

کی پابندبھی، شناختی کارڈ اور ووٹرلسٹ میں مذہب کے خانے میں اپنے کو بطور مسلمان میں درج کرار ہے ہیں، لیکن ذہنی اور فکری طور پر وہ اسلام سے خارج ہو چکے ہیں، یہ وہ طبقہ ہے جس کو آپ ﷺ کے یہاں گیارہ بیویوں کی موجودگی پر اعتراض ہے، اسلام کا قانون طلاق اس کو سمجھ میں نہیں آتا، اسلام کے قانون وراثت میں تبدیلی کی آواز خود ان کی طرف سے آرہی ہے، یکساں سول کوڈ کا مطالبہ کرنے میں ہندوؤں کے ساتھ وہ شریک ہے، اسلامی حدوں میں زنا و چوری وغیرہ کے لئے قصاص، رجم اور ہاتھ کاٹنے کی سزا کو وہ وحشیانہ سزائیں قرار دے رہا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی بھی مسلمان ان اسلامی قوانین پر اعتراض کرکے مسلمان باقی رہ سکتا ہے؟ اسلام اتنا نازک ہے کہ صرف ایک قرآنی آیت کے انکار سے آدمی دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، چہ جائے کہ وہ اسلام کی بنیادوں میں شک کرے اور ایمان باقی رہے؟

(ثانی):- دوسری خرابی یہ ہے کہ اکثر صحبت بد دینوں کی رہتی ہے، ان کی بد دینی کا اثر اس پڑھنے والے پر آتا ہے، کبھی اعتقاداً جس کا حکم اوپر معلوم ہو چکا، کبھی عملاً جس سے فسق کی نوبت آجاتی ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کا فرمان ہے ''**لا تصاحب إلا مؤمناً ولا يأكل طعامك إلا تقي**'' نیز ایک اور حدیث میں ہے ''**يحشر المرأ على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل**''۔

(ثالث):- اگر صحبت بھی خراب نہ ہو یا وہ مؤثر نہ ہو کم از کم اتنا ضرور ہی کہ یہ نیت رہتی ہے کہ اس کو ذریعہ معاش بنادیں گے، خواہ طریقۂ معاش حلال ہو یا حرام۔

اور یہ بات عقلاً ونقلاً ثابت ہے کہ جو مباح کسی حرام کا ذریعہ بن جائے وہ بھی حرام ہو جاتی ہے۔

الغرض ایسی مشنری اسکولوں اور فرنگی درسگاہوں میں داخلہ لینا ناجائز اور حرام ہے، جیسا کہ محدث جلیل شیخ حسن بن محمد المشاط نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے، جس کا اردو ترجمہ مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار نے کیا ہے، وہ لکھتے ہیں ''ایسا اقدام کرنا ناجائز اور حرام ہے'' (مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں رص ۸)۔

اگر مسلمانوں نے اس صورت حال کی طرف توجہ اور اس کے سد باب کو نہیں سوچا تو ان کی نسلوں کو ذہنی طور پر اغوا کرلیا جائے گا اور وہ اسے محسوس بھی نہ کرسکیں گے، ان کا رشتہ آباء واجداد سے ضرور قائم رہے گا لیکن ان کا ایمانی رشتہ آپ ﷺ سے کٹ چکا ہوگا، اور یہی غفلت خدانخواستہ ہماری صفوں سے سلمان رشدی، تسلیمہ نسرین، جسٹس ہدایت اللہ، عصمت چغتائی، خواجہ احمد عباس، محمد علی چھاگلہ، عارف محمد خاں، سکندر بخت اور عباس نقوی جیسی دین بیزار شخصیتوں کو جنم دے گی، حالانکہ تسلیمہ نسرین کے والد عالم تھے اور مابقیہ لوگوں کا گھرانہ دین دار تھا لیکن گھر والوں کی دینداری ان کو ان کی تعلیم گاہوں کے ناپاک وغیر محسوس اسلام غالب اثرات سے بچا نہیں سکی، دراصل یہ سب اس منصوبہ بند پالیسی کا اثر ہے جو کہ آہستہ آہستہ مسلم معاشرے میں ظاہر ہو رہا ہے۔

اپنے بچوں کو شعوری طور پر مسلمان باقی رکھنے اور احساس کمتری سے محفوظ رکھنے کے لئے چند باتیں ضروری ہیں:

(۱) مسلمان خود معیاری اسکول قائم کریں اس لئے کہ اس وقت جن مسلمانوں نے عصری تعلیم کے ادارے قائم کر رکھے ہیں چار چھ کو چھوڑ کر سبھوں کا مقصد لوگوں سے بھاری قیمت اور ڈونیشن کی رقمیں وصول کرنا معلوم ہوتا ہے۔

پھر ان درسگاہوں میں جدید تعلیم اور سرکاری نصاب کی رعایت کے ساتھ ساتھ بنیادی دینی تعلیم نصاب کا جز ہو، اس لئے کہ اسوقت مسلمانوں کے زیر انتظام جو اسکول قائم ہیں، ان میں سے اکثر میں تو دینی تعلیم کا کوئی نظم ہی نہیں اور اگر بعض اداروں میں ہے تو وہ بھی انگشت ششم کی طرح ہے، نہ اساتذہ اسے اہمیت دیتے ہیں اور نہ طلبہ وطالبات، انتظامیہ نے بھی اسے ایک ترغیبی ہتھیار کے طور پر رکھا ہے، کیونکہ اس قسم کی ترغیبات اولیائے طلبہ کو متوجہ کرتی ہے۔

پھر ان اسکولوں کا ماحول شریعت کی مقرر کردہ حدود سے ہم آہنگ ہو، ان میں اعلیٰ اخلاقی اسلامی تربیت کا نظم ہو، ان کے لئے نمازوں کا اہتمام کیا جائے، بالغ اور قریب البلوغ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے جداگانہ تعلیم کا نظم کیا جائے، بچوں کو ایسے ترانے پڑھائے جائیں جو اسلامی تصورات سے ہم آہنگ ہوں، درسگاہوں کا مجموعی ماحول اسلامی ہو، اساتذہ کی تربیت ایسی ہو کہ خواہ وہ کوئی بھی مضمون پڑھائیں لیکن اس کے ضمن میں اسلام کی عظمت دلوں میں بٹھاتے جائیں۔

نیز تعلیم کا نظام اس طرح ہو کہ قوم کے اصحاب ثروت سے فیس وصول کی جائے اور غریب بچوں کے لئے مفت تعلیم کا انتظام ہو، اس طرح مستقبل میں دیندار ڈاکٹر، انجینیر، وکیل اور مختلف شعبوں میں اسلامی فکر وعمل کے ترجمان اور نقیب تیار ہوں گے، اور پورے معاشرے پر ان کی گہری چھاپ ہوگی، ذرا آپ کسی ایسے معاشرے کا تصور کیجئے جس میں مسجد کے امام سے لے کر الیکٹریشین اور پلمبر تک ہر پیشہ کا آدمی دین شناس اور دین دار ہو کہ وہ سماج کی قدر صاف ستھرا اور پاکیزہ ہوگا؟

دراصل ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہے کہ وہ پوری امت کا خیر خواہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ سے اسی پر بیعت لی کہ وہ تمام مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کریں گے،''**والنصح لکل مسلم**''(بخاری:۵۸، مسلم:۵۶)، اور کیا اس سے بھی بڑھ کر خیر خواہی ہوسکتی ہے کہ ہم مسلمان باقی رہنے میں ان بچوں کا تعاون کریں۔

(۲):-اردو میڈیم اسکولوں کو تقویت پہنچائی جائے کیونکہ زبان کی بجائے خود ایک تہذیب ہوتی ہے اور اردو پڑھنے والے بچے ایک عظیم الشان اسلامی ورثہ سے جڑ جاتے ہیں، یہ تعلق ان میں اسلامی فکر کو پروان چڑھاتا ہے، نوبل انعام یافتہ ڈاکٹر عبدالسلام، مسلم دنیا کو ایٹمی بم سے واقف کرانے والے ڈاکٹر عبدالقدیر اور اگنی و پیرتھوی میزائل کے بانی ڈاکٹر ابوالکلام وغیرہ کی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں، جن میں سے اکثر کی ابتدائی تعلیم خود ان کے کہنے کے مطابق اردو میڈیم اسکولوں میں ہوئی ہے۔

(ب) اگر اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے تو اس کے کیا حقوق ہوں گے؟ کیا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں؟

جواب :-تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ نفقہ وغیرہ حقوق زوجیت کتابیہ کو اسی طرح حاصل ہوں گے جیسے مسلمان بیوی کو حاصل ہوتے ہیں اس لئے کہ تعلق زوجیت، سبب استحقاق اور شرط استحقاق میں دونوں مساوی ہیں اس لئے کہ نصوص میں شوہر پر زوجہ کے لئے نفقہ کو واجب کیا گیا اور مسلمہ اور کتابیہ کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے''**لینفق ذو سعة من سعته و من قدر علیه رزقه فلینفق مما اٰتاه الله ، لا یکلف الله نفساً إلا ما اٰتاها** ''(سورۂ طلاق:۷)۔

بلکہ جس آیت کریمہ میں کتابیہ سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس کے اخیر میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اہل کتاب عورتوں کو رکھنا ہے تو باقاعدہ نکاح کرکے بیوی کی حیثیت سے رکھیں، ان کے حقوق مہر وغیرہ ادا کریں، چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے''**و المحصنٰت من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم إذا اٰتیتموهن اجورهن** ''الخ (سورۂ مائدہ:۵)، لہٰذا ان سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بناء پر طلاق دینے کی اجازت نہ ہوگی۔

''**اتفق الفقهاء علی وجوب النفقة للزوجة مطلقاً ، فالکتابیة کالمسلمة فی استحقاق النفقة و غیره من حقوق الزواج ، سواء أکانت الزوجةفی اثناء الزواج فعلاً أم فی العدة ، لاشتراکهما(أی المسلمة و غیرها) فی رابطة الزوجیة وفی سبب الاستحقاق و شرطه ، فهو محبوسة علی زوجها ، لقوله عز وجل :لینفق ذوسعة من سعته ومن قدر علیه رزقه**

فلينفق مما اٰتاه الله لايكلف الله نفساً إلا ما اٰتاها، ولم تفرق النصوص بين المسلمة الكتابية ''(موسوعہ فقہیہ ۷/۱۱۴)۔

(ج):- جو اہل کتاب خواتین مردوں کے نکاح میں ہوں، وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہیں یا نہیں؟

جواب:- اسلام نے غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی دی ہے، قرآن مجید نے صاف طور پر حضور ﷺ کی زبان مبارک سے مشرکین مکہ کو کہلایا ''**لكم دينكم ولي دين**'' (سورۂ کافرون:۶)، اور دوسری جگہ ارشاد ہے ''**لنا أعمالنا ولكم أعمالكم**'' (سورہ شوریٰ:۱۵) رسول اللہ ﷺ کی رواداری کا حال یہ تھا کہ نجران کا وفد حاضر خدمت ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو ان کے مذہب کے مطابق اور ان کے قبلہ کی طرف رخ کر کے مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی (احکام اہل الذمہ ۱/۳۱۶)۔

زیر بحث مسئلہ میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ''اگر کسی مسلمان کی بیوی یہودی یا عیسائی ہو اور اس کے عقیدہ کے مطابق کسی خاص دن روزہ رکھنا واجب ہو تو مسلمان شوہر اسے روزہ رکھنے سے روک نہیں سکتا، گو اس کی وجہ سے وہ جنسی استفادہ سے اس دن محروم ہوتا ہے، اسی طرح اگر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق صلیب پہنے، یا مسلمان شوہر کے گھر میں صلیب رکھے تو اسے یہ حق ہے اور شوہر اسے روک نہیں سکتا'' (احکام اہل الذمہ ۱/۳۱۶)۔

(د):- عیسائی مشنریز کے قائم کردہ ہاسپیٹل قرض مہیا کرنے والے اداروں میں خدمت کرنے اور ان کی خدمات سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کا رویہ کیا ہونا چاہئے؟

جواب:- فی نفسہ مسلمانوں کے لئے یہ بات درست ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کے یہاں ملازمت کریں، چنانچہ حضرت علی نے ایک یہودی کے یہاں مزدوری کی (کنز العمال ۲/۳۲۱)، حضرت خباب لوہاری کے فن سے واقف تھے۔ انہوں نے عاص بن وائل کے لئے کام کیا'' **قال خباب كنت رجلاً قينافعملت للعاص بن وائل** '' (بخاری ۵/۲۳۷، مسلم: ۷۰۶۲) اس لئے ایک مسلمان کے لئے غیر مسلم کے اداروں میں ملازمت اختیار کرنے اور خدمت کرنے میں کوئی حرج نہیں پھر طبابت انسانی خدمات اور آمدنی کا بہترین ذریعہ ہے، طبیب کا بطور ملازمت کسی ہاسپیٹل میں اجرت پر کام کرنا اور علاج کرنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی ایسا عمل اس کے ذمہ پر کیا جائے جس میں اس کا یا کسی بھی ملک یا شہر کے مسلمانوں کا دینی یا دنیوی ضرر ہو تو اس عمل سے اجتناب کرنا اور اس معاملے میں ان کے ساتھ تعاون نہ کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' **وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الاثم والعدوان** '' (سورۂ مائدہ:۲) چاہے اس اجتناب کے لئے اس کو اپنی ملازمت سے استعفیٰ ہی کیوں نہ دینا پڑے، واللہ اعلم (مستفاد از فقہی مقالات ۱/۲۶۲ مع تغییر یسیر)۔

جہاں تک تعلق ہے اس بات کا کہ عیسائی مشنریز کے قائم کردہ ہاسپیٹل اور اداروں کی خدمات سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کا کیا رویہ ہونا چاہئے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حتی الامکان گریز کرنا چاہئے، اس لئے کہ اس کے نتائج بڑے خطرناک اور سنگین نکلتے ہیں، بلکہ مسلمانوں کو خود ایسے معیاری ادارے اور ہاسپیٹل قائم کرنا چاہئے، اس لئے کہ امام شافعی نے علم طب میں مسلمانوں کی عدم دلچسپی دیکھ کر کہا تھا کہ مسلمانوں نے علم کا تیسرا حصہ یہود ونصاریٰ کے حوالے کر کے کھو دیا ہے، طب کے میدان میں دعوت وتبلیغ کی بڑی اہمیت ہے، دعوت وتبلیغ کے لئے ہسپتال کی زمین بڑی زرخیز ثابت ہوتی ہے، لوگوں کی زندگی سے طبیب کا بڑا گہرا اور بنیادی تعلق ہوتا ہے، دنیا کا ہر انسان لامحالہ بیمار پڑتا ہے اور اسے طبیب کی مدد لینی پڑتی ہے، یوں وہ چاہتا ہے کہ طبیب سے اس کا خوشگوار تعلق قائم ہو اور تادیر قائم رہے، لوگ عام طور پر طبیب کی باتوں کا برا نہیں مانتے، چنانچہ ایک اچھے مسلمان طبیب کو چاہئے کہ وہ پیشہ وارانہ امور کی انجام دہی کے ساتھ ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ بھی انجام دیتا رہے۔

اہل کتاب اسلام کی نظر میں

مفتی عابد الرحمٰن مظاہری بجنوری☆

کتابی کا مفہوم:

کتابی کا شرعی مفہوم یہ ہے کہ جو کسی نبی مرسل اور کسی نازل شدہ کتاب پر ایمان وس اقرار رکھے، یا الفاظ دیگر جو کسی دین سماوی پر اعتقاد رکھے، بہت سے علماء نے اس میں یہ بھی قید لگائی ہے کہ غیر اللہ کی الوہیت کا معتقد نہ ہو، جیسے بعض عیسائیوں کی حالت ہے، لیکن کچھ علماء نے ایسی قید نہیں لگائی ہے، لہذا ان تشریحات سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب میں یہود و نصاری تو بدرجہ اولی شامل ہیں، مگر ان کے علاوہ اور دیگر بھی اہل کتاب میں شامل ہیں، جن میں ''صابی'' سرفہرست ہیں، جیسا کہ قرآن پاک نے واضح کیا ہے:

صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟

''إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلهم أجرهم عند ربهم ولا خوف عليهم ولا هم يحزنون'' (بقرہ:۶۲)۔

اس بارے میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے ''معارف القرآن'' میں فرمایا ہے:'' صابئین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات اور طرز عمل کے بارے میں چونکہ کسی کو پورا نہیں چل سکا اس لئے مختلف اقوال ہیں (معارف القرآن ۱/۲۲۹)۔

اور مولانا شمس نوید صاحب عثمانیؒ نے صابئین کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

'' قران پاک میں بہت سی ایسی قوموں کا تذکرہ ملتا ہے جنہیں مفسرین کرام آج تک متعین نہیں کر سکے ہیں، جیسے ''اصحاب الرس'' اور'' قوم تبع''، خصوصا'' صابئین'' کا ذکر تو کلام پاک میں جگہ جگہ مومنین اور یہود اور نصاری کے ساتھ اس طرح کیا ہے کہ جیسے یہ بھی بہت بڑی قوم ہوں یا دنیا کے منفرد گروہوں میں سے ایک ہوں، اور قران پاک کی اس آیت شریفہ سے بھی اسی طرف اشارہ مل رہا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا:

''إن الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون والنصارى من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلا خوف عليهم ولاهم يحزنون'' (مائدہ:۶۵)۔

اس آیت شریفہ میں بھی صابئین کا ذکر مومنین، یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ کیا گیا ہے، اور صرف یہی نہیں بلکہ جہاں بھی قرآن پاک میں'' صابئین'' کا ذکر آیا ہے انہیں بڑی قوموں کے ساتھ آیا ہے، لہذا جب اتنے شد و مد کے ساتھ قرآن پاک میں'' صابئین'' کا ذکر آیا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ قوم کون ہے؟ اور کیا اب بھی موجود ہے؟

☆ مدنی دار الافتاء، بجنور۔

صابی کون تھے؟

علماء نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں: ایک گروہ کے یہاں یہ عراق کے ان عیسائیوں کا نام تھا، جنہوں نے اپنے مذہب میں بعض یہودی، نیز پارسی رسوم وعقائد شامل کر لئے تھے، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حضرت مسیح علیہ السلام پر ترجیح دیتے تھے، یہ پہلی صدی میلادی میں ظاہر ہوئے تھے، اور ان کے کچھ افراد بعض ممالک میں اب تک موجود ہیں۔

ایک گروہ کے یہاں یہ حران (شام) کا ایک لامذہب فرقہ تھا، جو اپنے آپ کو محض اس لئے صابی کہتا تھا، تاکہ وہ اسلامی سلطنت سے وہی رعایات لے سکے، جو یہود ونصاری کو حاصل تھیں (شامی رص ۴۷۷)۔

علامہ شہرستانی لکھتے ہیں: صابی، صبا سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: ایک طرف کا جھک جانا، چونکہ یہ لوگ راہ صداقت چھوڑ بیٹھے تھے، اس لئے صابی کے نام سے مشہور ہو گئے (الملل ۲ر ۵)۔

شہرستانی نے ''الملل'' میں صابئین پر ۳۵ صفحات کا ایک طویل مقالہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: یہ لوگ روحانی طاقتوں (فرشتے، ارواح) کا احترام عبادت کی حد تک کیا کرتے تھے، ان کا اعتقاد یہ تھا، کہ بندے خدائے مقدس تک، جو عقل کل، حی قیوم اور عظیم بھی ہے، انہیں روحانی طاقتوں کی وساطت سے پہنچ سکتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم خواہشات کو کچلیں، گناہوں سے بچیں اور عبادت سے روح کو پاک کریں، سورج، چاند، ستاروں اور عناصر پہ انہیں طاقتوں کی حکومت ہے، انہیں کی خواہش سے مادہ مختلف صورتیں بدلتا ہے، زلزلوں، بجلیوں اور سیلابوں پہ انہی کی سلطانی ہے، یہ تین نمازیں پڑھتے، سور، کتے، پنجوں سے پکڑنے والے پرندوں اور کبوتر کو حرام سمجھتے تھے۔

چند عباسی خلفاء مثلاً مامون، القاہر، اور المطیع نے انہیں مٹانا چاہا، لیکن بعض صابی فضلا (جو ان کے دربار میں تھے) کی سفارت کی وجہ سے رک گئے (شاس رص ۴۷۷)۔

بغداد کے بیت الحکمة اور عباسی خلفاء کے درباروں میں متعدد صابئی علماء علمی وطبی خدمات سرانجام دیتے رہے، ان میں سے قابل ذکر یہ ہیں:

ثابت بن قرہ، ابراہیم بن ہلال، ابواسحاق بن ہلال، ابراہین بن زہرون، ثابت بن ابراہیم بن زہرون، البستانی، خازن، ابن الوشیہ (حکمائے عالم)۔

حران میں صابئہ کا ایک مشہور معبد تھا، جس میں چاند کی پرستش ہوتی تھی، اسے مصر کے فاطمیوں نے گرا دیا، اور گیارہویں صدی میلادی میں حران سے اس فرقے کے آثار مٹ گئے (شاس رص ۴۷۷)۔

یہ صرف دو پیغمبروں پر ایمان رکھتے تھے: ادریس علیہ السلام (ہرمس) اور شیث علیہ السلام (عادیمون) (ملل ۲ر ۴)۔

ان کا قبلہ جنوب کی طرف تھا، اور ایک روایت کے مطابق یہ دین نوح کے پیرو تھے (ڈاس رص ۱۵۵، بحوالہ معجم القرآن رص ۲۶۵)۔

اور حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوریؒ نے فرمایا: قرآن شریف میں صابیوں کا ذکر تین جگہ آیا ہے: سورہ بقرہ (۶۲)، سورہ مائدہ (۶۵)، سورہ حج (۱۷)، ان تینوں جگہ ان کا ذکر یہود ونصاری کے ساتھ ہے، ان کی کچھ تعداد (عراق (بغداد)، دمشق (شام) حران، موجودہ ہبرون یا الخلیل میں تھی۔

مولانا مودودی صاحب نے سورۂ حج کے حاشیہ (۲۵) پر تحریر کیا ہے کہ قدیم زمانہ میں دو گروہ صابی کے نام سے مشہور تھے، ایک اپنے کو یحییٰ علیہ السلام کا پیرو قرار دیتا تھا، اور دوسرا اپنے کو شیث علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے دین پر بتلاتے تھے، انہوں نے سبع سیارو (زحل ومشتری) وغیرہ کے نام پر مندر بنا رکھے تھے، اور ہر ستارے کی جداگانہ طور پر عبادت کیا کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ عناصر اربعہ

پر سبع سیاروں کی حکمرانی ہوتی ہے اوران سیاروں پر کسی ایک فرشتہ کی حکمرانی ہوتی ہے۔

بلوغ الارب کے مصنف محمود شکری نے لکھا ہے کہ: دو بڑی امتوں میں سے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں کی طرف مبعوث ہوئے تھے، ان کی دو قسمیں ہیں: ایک ستارہ پرست کافر اور دوسرے مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لانے والے یہ لوگ اہل اسلام کے تمام تر مراسم انجام دیتے تھے، خلافت عباسیہ کے میر منشی بلال بن المحسن اسی دین صابی پر تھے (ملخصا ۳/ ۱۲۰، ۱۲۱)۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: قاضی شوکانی نے ''تفسیر فتح القدیر'' میں لکھا ہے کہ لغت میں صابی وہ ہے جو ایک دین سے نکل کر دوسرے دین کی طرف مائل ہو، اس لئے جب کوئی مسلمان ہوتا تھا تو کافر کہتے تھے ''قد صبا'' وہ دین سے پھر گیا۔

''احکام القرآن'' میں بصاص نے لکھا ہے کہ: صابئین کے بارے میں اختلاف ہے کہ آیا وہ اہل کتاب میں سے تھے یا نہیں، امام ابوحنیفہؒ اہل کتاب میں سے قرار دیتے ہیں، جبکہ امام ابویوسفؒ امام صحہ کہتے ہیں کہ وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں، امام کرخیؒ نے کہا کہ امام صاحب کے نزدیک وہ صابی اہل کتاب ہیں جو دین مسیح علیہ السلام کے قائل ہیں اور انجیل پڑھتے ہیں۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: یہ لوگ نہ یہودی تھے، نہ نصرانی، نہ مجوسی نہ مشرک، بلکہ یہ لوگ فطرت پر تھے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے اور اسی معنی پر مشرکین اصحاب رسول ﷺ کو صابی کہا کرتے تھے، یعنی ان لوگوں نے تمام مذاہب ترک کر دیئے (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۱)۔

تنبیہ:

۱- تفسیر ابن کثیر میں صابی کے معنی ان الفاظ میں درج ہیں؛ صابی کے معنی ایک تو بے دین اور لا مذہب کئےگئے ہیں (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۲۱)۔

۲- صابی کے یہی معنی ''تفسیر احسن البیان'' میں بھی موجود ہیں: یہ کسی بھی دین کے پیرو نہ رہے، اسی لئے لا مذہب لوگوں کو صابی کہا جانے لگا (تفسیر احسن البیان ص ۲۳۳)۔

صابی وہ لوگ تھے جنہوں نے ادیان سماویہ میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے لیا، چنانچہ وہ زبور پڑھتے تھے، ملائکہ کی عبادت کرتے تھے، اور نماز کعبۃ اللہ کی طرف منہ کر کے پڑھا کرتے تھے، صاحب تفسیر ابن کثیر نے حضرت عبد الرحمٰن بن زیدؓ کا یہ قول بھی درج فرمایا ہے: صابئین اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر بتاتے تھے، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے صابئین کو آرین نسل مانا ہے، فرمایا:

''مسیح ضرور ایسے بزرگ تھے جنہوں نے اس تعلیم کو غیر اسرائیلی لوگوں میں بالفاظ دیگر صابئین یا آرین قوموں میں پہنچانے کی کوشش کی'' (رسالہ الفرقان بریلی شاہ ولی اللہ نمبر: ۳۰۴)۔

نیز حضرت شاہ محدث دہلویؒ کا رسالہ ''الفرقان'' سے یہ قول بھی نظر نواز ہو کہ:

ایران اس زمانے میں آرین، یعنی صابی قوموں کا مرکز بن چکا تھا، اس سے پہلے ہندوستان کو یہ مرکزیت حاصل تھی (رسالہ الفرقان بریلی شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۱۰)، حضرت مولانا سید سلمان احمد صاحب ندویؒ نے ممبئی میں جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس مورخہ فروری ۱۹۴۵ کے موقع پر فرمایا: مغضوب اور ضال جس طرح اہل کتاب میں ہیں اپنی مزاجی کیفیت کی بنا پر وہی صورتیں متابعۃ اہل کتاب میں بھی ہیں جن دو جماعتوں سے ہم کو قرآن نے واقف کرایا ہے وہ مجوسی اور صابئین ہیں جن میں ایران قدیم اور ہندو قدیم کے باشندے بھی داخل ہیں (حکومت الٰہیہ اور علماء مفکرین ص ۲۱۴)۔

D31

صابئین کے اخلاقیات واطوار کے بارے میں صحابہ کرامؓ، علماء کرام وفقہاء عظام کی مختلف آراء ہیں جن کا ذکراجمالاً درج ذیل کیا جاتا ہے:

ایک ایسی قوم جو دن میں کئی مرتبہ غسل کرتی تھی، یہ ستاروں اور نجوم وکواکب کے معتقد تھے، صابئین عجمی نام ہے عربی نہیں، صابئین یمن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، اہل کتاب تھے، صابئین لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے تھے، لیکن مشرک تھے، یہ لوگ آتش پرست تھے، عراق کے اس مقام کے رہنے والے لوگ تھے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے، نیز یہ لوگ نجوم پرست تھے۔

......امام غزالیؒ، حضرت امام راغبؒ، معالمؒ، ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ، امام سہیلیؒ، علامہ شوکانیؒ، قاضی بیضاویؒ، حضرت مولانا سید سلمان احمد صاحب ندویؒ اور حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ وغیرہم۔

مشہور عالم راغب مفردات میں صابئین کے بارے میں لکھا ہے: صابئین یہ ایک گروہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کا پیروکار تھا، ان کا ذکر یہود ونصاریٰ کے ساتھ ساتھ کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ یہ لوگ کسی آسمانی دین کے پیرو تھے، اور خدا وقیامت پر ایمان رکھتے تھے، رہا کہ بعض لوگ انہیں مشرک اور ستارہ پرست کہتے ہیں، یا بعض اور لوگ انہیں مجوسی کہتے ہیں تو یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ سورہ حج کی آیت ۱۷ میں مشرکین اور مجوسیوں کو صابئین کے مدمقابل قرار دیا ہے، لہٰذا یہ مجوس اور مشرکین کے علاوہ ایک مستقل گروہ ہے۔

کتاب ''التنبیہ والاشراف'' میں امثال وحکم کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ: زرتشت نے جب مجوس آئین ودین گشتاسب کے سامنے پیش کیا اور اس نے قبول کیا، اس سے قبل اس ملک کے لوگ ''صفا'' مذہب کے پیرو تھے، اور وہ صابئین تھے، یہ وہ مذہب ہے جسے ''بوذاسب'' نے طہورس'' کے زمانے میں پیش کیا تھا (التنبیہ والاشراف رص ۶۶)۔

اس گروہ کے بارے میں اختلافات اور ایسی گفتگو کی وجہ یہ ہے کہ ان کی جمعیت تھوڑی تھی اور وہ اپنے مذہب کو پوشیدہ رکھنے پر مصر تھے اور اس کی دعوت وتبلیغ سے منع کرتے تھے اور ان کا اعتقاد تھا کہ ان کا مذہب خصوصی ہے عمومی نہیں، اور ان کا پیغمبر انہی کی نجات کے لئے مبعوث ہوا ہے اور بس۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی حالت ایک بھید ہی رہی اور ان کی جمعیت بھی روز بروز ختم ہوتی گئی، اور یہ بھی کہ ان کے ہاں مفصل غسل اور طولانی تعمید وں جیسے خاص احکام تھے، یہ انہیں سردیوں اور گرمیوں میں انجام دینا پڑتے تھے، وہ اپنے مذہب کے علاوہ کسی سے شادی حرام سمجھتے تھے، ان کے ہاں حتی الامکان رہبانیت اور عورتوں سے ترک مباشرت کا تاکیدی حکم تھا اور مسلمانوں سے زیادہ میل جول کی وجہ سے اپنے مذہب کو بدل دیتے تھے۔

کتاب ''بلوغ الادب'' کا مولف کہتا ہے: صابئین ایک بہت بڑی قوم ہے ان کے بارے میں اختلاف اس مذہب کے افراد کی معرفت کے لحاظ سے ہے۔

سورہ بقرہ کی آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جمیعت دو گروہوں مومن اور کافر میں تقسیم ہوتی ہے۔

یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی وہی قوم ہے جس کی دعوت پر آپ مامور تھے، یہ لوگ ''حران'' میں جو صابئین کی سرزمین ہے زندگی گزارتے تھے، اور دو طرح کے تھے ''صابئین حنیف'' اور ''صابئین مشرک''۔

صابئین مشرک: ستاروں، آفتاب، ماہتاب کا احترام کرتے تھے، ان میں سے کچھ لوگ نماز وروزہ کو بھی انجام دیتے تھے، کعبہ کو محترم سمجھتے تھے، اور حج بھی بجالاتے تھے، یہ لوگ مردار، خون اور خنزیر کے گوشت، نیز محرام سے نکاح کو مسلمانوں کی طرح حرام سمجھتے تھے، اس مذہب کے پیروکاروں میں سے کچھ لوگ بغداد میں حکومت کے اہم مناصب پر فائز تھے، جن میں ایک ہلال بن محسن صابی بھی تھا۔

ان لوگوں نے اپنے گمان کے مطابق اپنے دین کی بنیاد اس پر رکھی ہے کہ دنیا کے ہر مذہب کی اچھائی لےلو اور اس کی برائی سے دور رہو، انہیں اسی بنا پر صابئین کہتے ہیں یعنی وہ لوگ جو کسی دین کے تمام احکام کی انجامدہی کی قید سے سرکشی کرتے ہیں، لہذا یہ لوگ ایک لحاظ سے تمام ادیان کے موافق اور تمام ادیان کے مخالف ہیں۔

صابئین حنیف: کا ایک گروہ مسلمانوں سے ہم آہنگ ہوگیا ہے اور ان کے مشرک بت پرستوں کے ساتھ ہوگئے ہیں۔

کیا مجوسی بھی اہل کتاب ہیں؟

قرآن پاک اس بارے میں فرماتا ہے:"**إن الذين آمنوا والذين هادو والصابئين والنصارى والمجوس والذين أشركوا**" (حج:۱۷)، مقدمہ صحیح بخاری اردو میں بحوالہ الرسالہ میں لکھا ہے کہ: روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے" مجوس" کا ذکر کیا اور کہنے لگے" مجھے نہیں معلوم کہ ان کے متعلق کیا حکم ہے" تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے فرمایا: میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کے ساتھ اہل کتاب والا سلوک کرو (الرسالہ/ص ۴۳۰)۔

مجوس اور ان کے عقائد ونظریات:

مجوس ایک خدا کے بجائے دو خدا کو مانتے ہیں، ایک خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ وہ خیر اور بھلائی کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اس کو یزدان کہتے ہیں، دوسرے خدا کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ ہر برائی اور شر کو پیدا کرتا ہے، اس کا نام اہرمن رکھتے ہیں، مجوسیت کے عقیدہ کے مطابق آگ بڑی مقدس چیز ہے، اس کو پوجتے ہیں، ہر وقت اس کو جلائے رکھتے ہیں، ایک لمحہ کے لئے بھی اس کو بجھنے نہیں دیتے، مجوس آگ کے ساتھ ساتھ سورج اور چاند کی بھی پرستش کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ یہ مذہب بھی باطل اور شرک ہے کہ اس مذہب میں دو خدا مانے جاتے ہیں اور آگ، سورج اور چاند کو پوجا جاتا ہے، مسلمانوں کو ان کے ساتھ بہت سے معاملات میں اہل کتاب جیسا معاملہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن ان کا ذبیحہ کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا، اسلام پھیلنے کے ساتھ ساتھ یہ مذہب ختم ہوتا چلا گیا (احکام القرآن للقرطبی ۱/ ۴۳۳، الفصل فی الملل والاہواء والنحل ۱/ ۴۹)۔

اہل کتاب کے ساتھ نکاح کا کیا حکم ہے؟

شریعت کی رو سے اہل کتاب کہلانے کے وہی مستحق ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کا محکم عقیدہ رکھتے ہوں اور وحی ورسالت اور یوم آخرت کو تسلیم کرتے ہوں اور کسی آسمانی کتاب کے معتقد و پیرو ہوں، اور شرک سے بیزار ہوں تبھی وہ اہل کتاب کہلانے کے مستحق ہوں گے، اور تبھی ان کا ذبیحہ حلال ہوگا اور ان کی عورتوں سے مناکحت جائز ہوگی، حضرات فقہاء کرام اور ائمہ مجتہدین نے فرمایا:"**وكل من يعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف ابراهيم عليه السلام وشيث وزبور وداؤد عليه السلام فهو من اهل الكتاب فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم**" (فتاویٰ عالمگیری ۱/ ۲۸۱، شامی زکریا ۴/ ۱۳۴، البحر الرائق ۳/ ۱۱۰، مجمع الانہر ۱/ ۴۸۳، تبیین الحقائق ۲/ ۱۱۰) ہر وہ شخص جو کسی بھی دین سماوی کا معتقد ہو اور اس کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہو جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کا صحیفہ اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام کا صحیفہ، پس وہ اہل کتاب میں شامل ہے، چنانچہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنا اور ان کا ذبح کردہ جانور کھانا شرعی اعتبار سے جائز ہوگا۔

اور مبسوط سرخسی میں ہے:"**ولا بأس بأن يتزوج المسلم الحرة من أهل الكتاب، لقوله تعالى(والمحصنات من**

الذین اوتو الکتاب"۔

......وصح نکاح کتابیۃ، اور کتابیہ عورت سے نکاح درست ہے خواہ حربیہ ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ شامی کی عبارت اس پر دال ہے"قوله: كتابية أطلقه فشمل الحربية والذمية والامة" (شامی ۴/ ۱۲۴)۔

حضرات صحابہ کرام سے بھی کتابیہ سے نکاح کرنا ثابت ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ کی دور خلافت میں حضرت حذیفہؓ نے ایک کتابیہ سے نکاح فرمایا جب حضرت عمر فاروقؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا کہ تم اس کو طلاق دے دو، کیونکہ یہ ایک چنگاری ہے، حضرت حذیفہؓ نے عرض کیا: امیر المؤمنین کیا یہ حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا حرام تو نہیں ہے پھر حضرت حذیفہؓ نے امیر المؤمنین کے کہنے کی وجہ سے طلاق تو نہیں دی، لیکن پھر کچھ زمانے کے بعد اس کو طلاق دے کر اپنے نکاح سے نکال دیا (مصنف عبدالرزاق ۶/ ۷۶)۔

شریعت میں غیر مسلموں اور عام کافروں کے مقابلے میں اہل کتاب کو مسلمانوں سے تعلقات اور روابط کے لحاظ سے ایک گونہ فوقیت دی گئی ہے، چنانچہ ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا اور ان کی عورتوں سے مسلمان مردوں کے لئے نکاح کی اجازت دی گئی ہے، خود قرآن مجید (مائدہ: ۵) میں اس کا ذکر موجود ہے، مگر اس سلسلہ میں یہ باتیں پیش نظر رہیں:

۱- کسی مسلمان عورت سے کوئی عیسائی یا یہودی مرد نکاح نہیں کرسکتا، قرآن پاک میں ہے: "ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن ولامة مومنة خير من مشركة ولو اعجبتكم ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا ولعبد مومن خير من مشرك ولو أعجبكم" (بقرہ: ۲۲۱)۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ: "عن جابر بن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ: نتزوج نساء أهل الكتاب ولا يتزوجون نساء نا" ()۔

۲- ایسی کتابی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا جو پاک دامن اور عصمت مآب ہوں، اس کے اظہار کے لئے قرآن مجید نے محصنات کا لفظ استعمال کیا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا: "اليوم أحل لكم الطيبات وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا اتيتموهن أجورهن محصنين غير مسافحين ولا متخذى أخدان" (مائدہ: ۵)۔

۳- وہ واقعۃً عیسائی یا یہودی ہوں یعنی وحی، رسالت و آخرت وغیرہ پر ایمان رکھتی ہوں، دہریئے اور خدا کے منکرین جو صرف نام کے عیسائی اور یہودی کہلاتے ہوں ان کا یہ حکم نہ ہوگا۔

۴- غیر مسلم ملک میں بسنے والی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا بعض فقہاء کے نزدیک حرام اور حنفیہ کے یہاں مکروہ تحریمی ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ نے موجودہ دور کے یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے، فرماتے ہیں: اس زمانے میں جو نصاری کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاری ہیں، مگر مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں، لہذا ایسوں کے لئے یہ حکم جواز کا نہیں ہے، فقط واللہ اعلم (امداد الفتاوی ۲/ ۲۱۳)۔

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں: جو اہل کتاب عیسیٰؑ و موسیٰؑ کی اتباع کے دعوی کرتے ہوں خواہ ابن اللہ کہہ کر یا رسول اللہ کہہ کر، ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے، مگر نکاح کرنا جائز تو ہے لیکن بچنا افضل ہے، کیونکہ یہ بہت سارے فتنوں کا چور دروازہ ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں: جو لوگ نام کے عیسائی اور یہودی ہوں، لیکن عقیدے کے اعتبار سے خدا کے

وجود، نبوت و وحی اور ملائکہ وغیرہ کے قائل نہ ہوں، وہ ملحد ہیں ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوگا، اگر چہ خاندانی مناسبت سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہوں۔

جولوگ مذہبی اعتبار سے واقعی یہودی یا عیسائی ہوں، اگر چہ حضرت عیسی علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا ٹھہراتے ہوں، لیکن عفت اور عصمت نیز پاکدامنی کا ان کے یہاں لحاظ نہ ہو، ایسے عورتوں سے کسی مسلمان مرد کا نکاح کرنا مکروہ ہے، کیونکہ قرآن میں پاک دامن کتابیہ سے نکاح کی اجازت دی ہے۔

جولوگ واقعی اہل کتاب ہوں اور ان کی عورتوں کے بارے میں پاک دامن ہونے کا گمان ہو، لیکن وہ مسلمان کا ملک نہ ہو، بلکہ غیر مسلموں کو غلبہ حاصل ہو تو ایسی جگہ کتابیہ عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۳)۔

موجودہ حالات میں مسلم ملکوں میں بھی ایسی عورتوں سے نکاح کرنا کراہت سے خالی نہیں، علامہ شامیؒ نے ان سے نکاح کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے (شامی ۴/ ۱۳)۔

علامہ شامی نے یہ بات اپنے عہد کے لحاظ سے فرمائی ہے کہ موجودہ دور میں عرب حکمرانوں اور اعلی عہدے داروں کی زوجیت میں رہنے کی وجہ سے یہودی اور عیسائی خواتین نے ایسے مفاسد پیدا کئے ہیں جس کا عالم اسلام کو ناقابل تلافی نقصان برداشت کرنا پڑا ہے، لہذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے (کتاب الفتاوی ۴/ ۳۵۴)۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمدؒ احسن الفتاوی میں رقم طراز ہیں: آج کل کے اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہوسکا، اگر کسی عیسائی یا یہودی عورت کے بارے میں یہ تحقیق ہوجائے کہ یہ دہریہ نہیں ہے تو اس سے نکاح ہوجائے گا، مگر دوسرے خطرات کی بنا پر اس سے پرہیز واجب ہے مثلاً اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے، بلکہ خود شوہر کا دین بھی خطرے سے خالی نہیں، علاوہ ازیں ایسی عورتیں جاسوسی کا بھی کام کرتی ہیں، اور یہ ملک کی سالمیت کے لئے بڑا خطرہ ہے (احسن الفتاوی ۵/ ۹۰)۔

موجودہ زمانہ میں جو عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں اور اہل کتاب کہلاتی ہیں ان کے اندر زنا، فحاشی اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے جس کو سن کر انسانیت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے، انہوں نے حیوانوں کو بھی مات دے دی ہے، علاوہ ازیں ان کی اکثریت الحاد، مذہب بیزاری، انکار آخرت وغیرہ کی شکار ہے، ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعا حلال نہ ہوگا اور قرآن کی اصطلاح میں یہ اہل کتاب شمار نہ ہوں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ موجودہ دور کے اہل کتاب کی عورتوں سے نہ تو نکاح حلال ہے اور نہ ان کا ذبیحہ حلال ہوگا، اس وجہ سے کہ موجودہ اہل کتاب عقائد کے اعتبار سے بالکل آزاد ہیں صرف نام اور شناخت کے اعتبار سے مسیحی یا یہودی ہیں، مگر عملا دہریہ اور لا مذہب اور کمیونسٹ ہیں، فتاوی عالمگیری کی اس عبارت سے مزید وضاحت ہورہی ہے: "فإن انتقل الکتابی إلی دین غیر أهل الکتاب من الکفرة لا تؤکل ذبیحته" (فتاوی ہندیہ ۵/ ۲۸۵)۔

کیا قادیانی اہل کتاب میں داخل ہیں؟

پوری امت مسلمہ اور عالم اسلام کے تمام علماء کرام اس بات پر متفق ہیں کہ قادیانی کافر اور مشرک ہیں اور فرق ضالہ میں سے ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، اس لئے اس گمراہ اور فرقہ ضالہ کو اہل کتاب میں شامل نہیں کیا جاسکتا ہے، شریعت کی ایک اصطلاح میں اہل کتاب کا اطلاق صرف ان لوگوں پر ہوتا ہے جو رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل موجود ہوں اور کتب سماویہ میں سے کسی کے پیرو ہوں اور کسی

رسول اور نبی پر ایمان رکھتے ہوں، جس کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہو، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے بعد اگر کوئی شخص قرآن مجید کے علاوہ دیگر کسی کتاب کو آسمانی یا الہامی تسلیم کرتا ہو اور اس کے برحق ہونے پر عقیدہ رکھتا تو وہ اب اہل کتاب شمار نہیں ہوگا بلکہ کافر اور مشرک ہوگا، اس لئے کہ قرآن مجید کی رو سے صرف وہی اہل کتاب ہوں گے جن کی وجاحت قرآن پاک نے فرمادی ہو، اسی طرح سے اور دیگر فرقے چاہے وہ قادیانی ہوں یا بہائی، یا سکھ آتش پرست، آرین وغیرہ اہل کتاب میں شمار نہ ہوں گے۔

جہاں تک یہ سوال کہ قادیانی دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو خود مرے ہوئے ہیں دوسرے وہ جن کے آباء واجداد مرتد ہوئے اور وہ نسلی طور پر قادیانی ہیں تو کیا قادیانی کے اس دوسرے گروہ کو اہل کتاب میں داخل کیا جاسکتا ہے؟ اس لئے قادیانی زندیق اور مرتد ہیں، اور مرتد کا نکاح نہ کسی مسلمان سے ہوسکتا ہے نہ کسی کافر سے اور نہ کسی مرتد سے۔

ہدایہ میں ہے: "**اعلم أن تصرفات المرتد علی أقسام نفاذ بالاتفاق کالاستیلاء والطلاق وباطل بالاتفاق کالنکاح والذبیحة لأنه یعتمد الملة ولاملة له**" (ہدایہ ۲/ ۵۸۳)۔

جاننا چاہئے کہ مرتد کے تصرفات کی چند قسمیں ہیں: ایک قسم بالاتفاق نافذ ہے، جیسے: استیلاء اور طلاق، دوسری قسم بالاتفاق باطل ہے، جیسے: نکاح اور ذبیحہ کیونکہ یہ موقوف ہے ملت پر اور مرتد کی کوئی ملت نہیں)۔

درمختار میں ہے: پس مرتد کو اجازت نہیں کہ وہ نکاح کرے کسی مسلمان عورت سے، نہ کسی مرتدہ سے، نہ ذمی عورت سے، نہ آزاد سے اور نہ باندی سے۔

فقہ شافعی کی مستند کتاب "شرح مہذب" میں ہے: "**لا یصح نکاح المرتد والمرتدة لأن القصد بالنکاح الاستمتاع ولما کان دهما مهدر ووجب قتلهما فلا یتحقق الاستمتاع ولأن الرحمة تقتضی ابطال النکاح قبل الدخول فلا ینعقد النکاح معها**" (شرح مہذب ۱۶/ ۲۱۴)۔

اور مرتد اور مرتدہ کا نکاح صحیح نہیں، کیونکہ نکاح سے مقصود نکاح کے فوائد کا حصول ہے، چونکہ ان کا خون مباح ہے اور ان کا قتل واجب ہے، اس لئے میاں بیوی کا استمتاع متحقق نہیں ہوسکتا، اور اس لئے بھی کہ تقاضائے رحمت یہ ہے کہ اس نکاح کو رخصتی سے پہلے ہی باطل قرار دیا جائے، اس بنا پر نکاح منعقد ہی نہیں ہوگا۔

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب "المغنی مع الشرح الکبیر" میں ہے: "**والمرتدة یحرم نکاحها علی أی دین کانت لأنه لم یثبت لها حکم أهل الدین الذی انتقلت إلیه فی اقرارها علیه ففی حلها أولی**" (المغنی مع الشرح الکبیر ۷/ ۵۰۳)۔

دارالاسلام اور دارالکفر میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کا حکم:

فقہاء متقدمین نے مسلمان مرد کا کتابیہ عورت سے نکاح کے سلسلہ میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مابین فرق کیا ہے، ان کے نزدیک دارالکفر میں مکروہ اور دارالاسلام مباح ہے، لیکن موجودہ دور میں اس وقت جو عالم اسلام کی صورت حال ہے، اور مسلم حکمرانوں پر بے حسی طاری ہے اور مغربیت سے مرعوب ہیں، اور مغربی ممالک جن کی اکثریت عیسائیوں کی ہے اور کچھ حد تک اسرائیلی ہیں جن کا مطمح نظر عالم اسلام کو پامال، عیش پرست اور اسلام بیزار کرنا ہے، جس کا مشاہدہ بھی کیا جارہا ہے، اس لئے کسی بھی نقطہ نظر سے چاہے وہ دعوتی ہو یا اخلاقی غیر مسلموں میں مناکحت مناسب نہیں ہے، اور موجودہ اہل کتاب غیر مسلموں ہی کی ایک شکل ہے، اس لئے ان میں شادی بیاہ کرنے کے کچھ الٹے اثرات مرتب ہوتے ہیں، دیکھا گیا ہے کہ کسی اہل کتاب سے شادی کرنے کے نتیجہ میں مسلمان ہی مرتد ہوجاتے ہیں، یہوی یا عیسائی بن

جاتے ہیں، اور یہود ونصاری کی عورتیں مسلم گھرانوں اور مسلم حکمرانوں کی جاسوسی بھی کرتی ہیں اور اخلاقی طور پر ان کو تباہ و برباد کردیتی ہیں، اس لئے ان حالات کے پیش نظر دارالاسلام میں بھی کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا ایمانی اور اخلاقی وسیاسی ومعاشی خطرے کے پیش نظر کراہت سے خالی نہیں، جن فقہاء نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو دارالاسلام میں مباح قرار دیا ہے، انہوں نے بھی یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح اسی صورت میں مباح قرار دیا ہے جبکہ اس سے کوئی دینی ودنیاوی مفسدہ نہ ہو، اور عام حالات میں بھی کتابیہ سے نکاح نہ کرنا ہی بہتر وافضل ہے اور اسی میں خیر ہے، شامی میں ہے:

”ویجوز تزوج الکتابیات والاولی ان لا یفعل“ (شامی ۴/ ۱۳۴)۔

نوٹ: دارالکفر اور دارالاسلام میں اہل کتابیہ سے مناکحت کے سلسلہ میں سابقہ صفحات میں گفتگو کی جاچکی ہے۔

دعوتی نقطۂ نظر سے کتابیہ سے نکاح کا شرعی حکم:

ماقبل میں ذکر کیا جاچکا ہے کہ اس وقت دنیا میں جتنے بھی اہل کتاب یہود ونصاری موجود ہیں، وہ بظاہر عیسائی یا یہودی ہیں، لیکن عقیدہ مشرک، دہریہ اور کمیونسٹ اور سائنس پرست اور مادیت پرست ہیں، مذہب ان کے نزدیک خام خیالی اور واہمہ ہے، اس لئے اس طرح کے افراد اہل کتاب میں شمار نہیں ہوں گے، بلکہ وہ ملحد اور کافر ہیں، اس لئے دعوت وتبلیغ کا بہانہ بنا کر ان سے نکاح کرنا اور ازدواجی تعلق قائم کرنا، اور ان کے ساتھ حیات مستعار کو گزارنا بہر حال مکروہ ہوگا، کیونکہ دارالکفر کا ماحول ہی کافرانہ، ملحدانہ، زندقانہ، مرتدانہ اور مشرکانہ اور جاہلانا ہوتا ہے، ہاں اگر کامل یقین ہو کہ نکاح کے بعد وہ کتابیہ مسلمان ہوجائے گی اور اس کے خاندان کے افراد کو بھی اس کے ایمان لانے سے فیض ہوگا تو ایسی کتابیہ عورت سے دعوتی نقطۂ نظر سے دارالکفر میں نکاح کرنے کی اجازت ہوسکتی ہے۔

کتابیہ بیوی کے شرعی حقوق:

اسلام نے شوہر کے ذمہ بیوی کے مستقل حقوق متعین کئے ہیں، چنانچہ ایک کتابیہ عورت جب کسی مسلم کی منکوحہ بن جائے گی تو اسلام نے اس کے بھی وہی حقوق متعین کئے ہیں جو کسی مسلم بیوی کے ہوتے ہیں، اب چونکہ ایک کتابیہ سے نکاح کرلینے کے بعد اب وہ مسلمان مرد کے حق میں عام مسلمان بیوی کی طرح ہوگئی ہے، اس لئے جس طرح ایک عام مسلمان بیوی کے حقوق شوہر کے ذمہ ہوتے ہیں جن کو ادا کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح کتابیہ بیوی کے بھی حقوق ہوں گے، جن کی ادائیگی مسلمان شوہر پر لازم ہے، اور اس کے لئے بھی وہی تمام حقوق ہیں جو ایک مسلمان بیوی کے لئے ہوتے ہیں، شرعاً حقوق زوجیت کی ادائیگی اور نان ونفقہ وغیرہ میں دونوں قسم کی بیویاں مساوی ہیں، حضرات فقہاء کرام نے اسلامی نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں کے مساوی حقوق بیان کئے ہیں، اور باندی کے حقوق الگ سے بیان کئے ہیں اور حرہ اور باندی میں فرق کیا ہے لیکن کتابیہ اور مسلمہ بیوی کے حقوق کو جداگانہ طور پر کہیں بھی بیان نہیں کئے ہیں، اور یہ حدیث پیش نظر رہے۔

”وعن أبی هریرة عن النبی ﷺ قال: إذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامة وشقه ساقط“ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔

حضرت ابوہریرہ نبی کریم ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے نکاح میں ایک سے زائد مثلاً دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں کے درمیان عدل وبرابری نہ کرتا ہو تو وہ قیام کے دن (میدان حشر) میں اس طرح آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط ہوگا جو اس بات کی دلی ہے کہ دونوں کے حقوق برابر ہیں، کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق واجبہ کی ادائیگی سے پہلو تہی اختیار کرنا اور راہ فرار اختیار کرنا یا محض غیر مسلم کتابیہ ہونے کی وجہ سے طلاق دینے کی از روئے شرعی اجازت نہ ہوگی، ہاں اگر کوئی خاص وجہ ہو جو طلاق کا متقاضی

ہوتو پھر دے سکتے ہیں، اب چونکہ اسلام نے اہل کتاب کی عورتوں سے مشروط نکاح کی اجازت دی ہے، اس لئے یہ کتابیہ عورت اپنے عقائد کے بارے میں آزاد ہوگی چاہے اپنے باطل عقیدہ پر قائم رہے یا اپنے گھر اور شوہر کی خاطر اسلام قبول کرلے، مسلمان مرد کو چونکہ یہ معلوم تھا کہ وہ ایک باطل عقیدے والی عورت سے نکاح کر رہا ہے، اس لئے خاوند اس کتابیہ عورت کو اس کے مذہبی رسوم کی ادائیگی سے نہیں روک سکتا، شرعاً کتابیہ عورت آزاد ہوگی کہ وہ اپنے مزہبی مراسم اپنے عقائد کے مطابق ادا کرے، ان رسومات کی ادائیگی کی وجہ سے عقد نکاح متاثر نہ ہوگا۔

☆☆☆

برادران وطن کے اوتار اور مذہبی کتابوں کا حکم

قاضی محمد حسن ندوی مدھوبنی☆

۱-اس مسئلہ کی دوشقیں ہوتی ہیں، ایک شق یہ ہے کہ برادران وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں کیا ان کو اپنے عہد کے نبی کا مقام حاصل ہوسکتا ہے؟

۲-ان اوتار کی کتابوں کو ان کے ماننے والوں کی طرف سے تورات وانجیل کی طرح آمیزش کرنے کے باوجود الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ دونوں شقوں پر یہاں بحث کی جارہی ہے:

۱-سب سے پہلے یہ تحقیق طلب امر ہے کہ نبی ہونے کے لئے کن صفات سے متصف ہونا ضروری ہے اور یہ کن شرائط پر موقوف ہے؟

قرآن وحدیث میں غور کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالی کے معتمد وکیل اور نائب ہوتے ہیں، اس لئے ان میں ایسے پاکیزہ اوصاف اور حقیقی خوبیاں ہونی چاہئے جو ان کی شایان شان ہوں بالخصوص ان میں خدا کی محبت اخلاص، اخلاق حسنہ، فہم وفراست امتیوں کے اعتبار سے اعلی درجے کی ہیں، چنانچہ علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کے دلوں میں اولاتو خدا کی محبت اور اخلاص اس درجہ ہو کہ ارادہ معصیت کی گنجائش ہی نہ نکلے، دوسرے یہ کہ اخلاق پسندیدہ ان کے اندر فطری طور پر راسخ ہوں تاکہ جو کام کریں، قابل اقتداء اور جو فعل بھی سرزد ہو باعث ہدایت سمجھا جائے۔

تیسرے یہ کہ فہم وفراست ان میں امتیوں کے اعتبار سے اعلی درجہ کی ہو (اسلام کے بنیادی عقائد ص ۵۳، مطبع مکتبہ ملت دیوبند)۔

اسی طرح ملا علی قاریؒ نے انبیاء علیہم السلام کی بعض امتیازی کمالات کی طرف اشارہ کیا ہے: ”**لأن الأنبياء عليهم السلام معصومون مامونون عن خوف الخاتمة بالوحی حتی فی المنام وبمشاهدة الملائكة الكرام مامورون بتبليغ الأحكام وإرشاد الأنام بعد الاتصاف بكمالات الأولياء العظام**“ (شرح فقہ اکبر ص ۱۴۸) (بلاشبہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہوتے ہیں، خاتمہ بالوحی کا اندیشہ نہیں ہوتا، حتی کہ خواب میں بھی الہام ہوتا ہے، معزز فرشتے مشاہدہ ہوتا ہے، احکام کی تبلیغ اور امت کی رہنمائی کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور فی نفسہ اولیاء عظام کی کمالات سے مالا مال ہوتے ہیں)۔

ان صفات کے علاوہ اللہ تعالی نے جن کو بھی منصب نبوت سے سرفراز کیا ان ہی کوئی معجزہ ضروری عطا کیا، تاکہ اس کے ذریعہ امت کو راہ دکھانے میں کوئی فزع وجزع محسوس نہ کریں، اس کی وضاحت امام قاضی علی بن علی بن محمد بن ابی العز الدمشقی نے کی ہے۔

☆ استاذ حدیث وفقہ دار العلوم ماٹلی والا بھروچ، گجرات۔

مولانا دمشقی قلمبند کرتے ہیں:"لم یبعث نبیا إلاومعه آیة تدل علی صدقة فیما اخبر به تعالی لقدارسلنا بالبینات(حدید۲۵)وماأرسلنا من قبلک إلارجالا نوحی الیهم فسئلوا أهل الذکر انکنتم لا تعلمون" (نحل:۴۳-۴۴)، "وقال تعالی: قل قد جاء تکم رسل من قبلی بالبینات"(آل عمران،شرح العقیدۃ الطماویۃ/ص۴۹)۔

اب یہاں قابل لحاظ بات یہ ہے کہ صفات انبیاء کے سلسلہ میں اوپر جوکمالات وصفات عظیمہ ذکر کی گئی ہیں کیا ان اوتاروں میں پائی جاتی ہیں، یا نہیں، اگرنہیں پائی جاتی ہیں تو ان میں نبوت کا رتبہ حاصل نہیں ہوگا۔

توصورت حال یہی ہے کہ برادران وطن جن کو اوتار کا درجہ دیتے ہیں ان میں بعض جزوی صفات ہیں تو ضرور ہیں،لیکن وہ بنیادی صفات(جوانبیاء کے لئے ضروری ہیں یعنی معصوم عن الخطاء ہونا،معجزہ کا ظہور،ملائکہ کا مشاہدہ وغیرہ) سے محروم ہیں،تو کیسے ان کو نبی کا درجہ حاصل ہوا؟

چنانچہ صاحب تقابل ادیان لکھتے ہیں:اسلام میں"عصمت انبیاء" عقیدہ انتہائی اہمیت کے حامل ہیں،لیکن یہودیوں نے اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہوکر اس عقیدہ کی خوب دھجیاں بکھیری ہیں(تقابل ادیان/ص۱۹۹ مطبع لاہور)۔

دوسری اہم قابل لحاظ بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی اوتار کو کسی نبی کے درجہ پر فائز کرنے میں ایک اجماعی مسئلہ کے خلاف ایک چیز کو ثابت کرنا لازم آئے گا اور یہ شرعا درست نہیں،یعنی حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا،اس پر امت کا اتفاق ہے،جیسا کہ ملاعلی قاری نے لکھا ہے:"ودعوی النبوة بعد النبی ﷺ کفر بالإجماع وکل دعوة نبوة بعده ففی وهوی"(شرح العقیدۃ الطحاویۃ/۱۶۷،شرح فقہ اکبر)۔

مذکورہ بحث اور تصریحات کے آئینہ میں یہ بات واضح ہوئی کہ برادران وطن کے اوتار کو ہرگز نبی کا درجہ حاصل نہیں ہوسکتا۔

۲-دوسری شق یہ ہے کہ ان اوتاروں کی کتابوں کو الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے؟

جہاں تک کہ اس شق کا تعلق ہے تو پہلے یہ طے کرنا ہوگا کہ الہامی کتاب ہونے کے لئے کیا اصول اور بنیاد ہیں؟ آیا ان اصولوں پر ان اوتاروں کی کتابیں صادق آرہی ہیں؟

یہ بات مسلم ہے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں اس کتاب کے علاوہ دوسرے انبیاء کی کتاب کا ذکر کیا ہے،مثلاً تورات،انجیل،زبور صحف ابراہم وغیرہ۔

"انا انزلنا التورات فیها هدی ونور"(مائدہ:۴۳)،"إن هذا لفی الصحف الأولی، صحف ابراهیم و موسی"(سورۂ اعلی)،"قد جاء کم رسل من قبلی بالبینات"(آل عمران:۱۸۳)۔

بہرحال قرآن پاک میں جن کتابوں کا ذکر ہے انہیں الہامی کتاب تسلیم کرنے میں کوئی شبہ نہیں،لیکن وہ کتابیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں ہے ان پر بھی درجہ ذیل امور کی بنا پر الہامی کتاب کا اطلاق نہیں ہوگا، چاہے قرآن سے پہلے کی کتاب ہو یا بعد کی۔

۱-ایک وجہ یہ ہے کہ ان کتابوں کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔

۲-دوسری وجہ یہ ہے کہ تورات وانجیل میں تمام تر تحریفات کے باوجود ان میں اللہ کی وحدانیت،رسول اللہ کی رسالت اور جنت وجہنم اور موت کے بعد حساب وکتاب کا ذکر ہے،لیکن ان کتابوں میں ان عقائد کا ذکر نہیں ہے،چنانچہ صاحب تقابل ادیان لکھتے ہیں:

ہندوؤں کے موجودہ عقائد یہ ہیں کہ موت کے بعد ایک نئی ارضی اور زمینی زندگی کا آغاز ہوتا ہے،جس میں انسان کو اپنے گذشتہ جنم

کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہے گا، یعنی اعمال کے اعتبار سے اچھے اور برے جانور اور پرندے، پھل پھول کی شکل میں ہوتا رہے (تقابل ادیان رص ۴۸)۔

اسی طرح پنڈت وید پرکاش کی ایک کتاب ہے اس میں لکھا ہے کہ: کالکی اوتار یہ اخری رسول ہیں (کالکی اوتار اور اسلام)۔

دوسری جگہ پر لکھتے ہیں: ہندوؤں کے یہاں تناسخ، جہان نو، نکاح اور نیوگ، مادہ کا تصور، گائے کو ایک مقدس جانور سمجھ کر اس کی پرستش کرنا، انسان کی قربانی جیسے عقائد ان کی کتابوں میں ہیں (تقابل ادیان رص ۷۵)۔

ان ہی وجوہ کی بنا پر مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے لکھا ہے: موجودہ دور میں ہندوؤں اور بدھشٹوں کے بارے میں بعض حضرات کی تحقیق ہے کہ ان کے پاس الہامی کتاب ہے، یہ بہرحال ایک مشکوک دعوی ہے، اس کو بنیاد بنا کر ان پر اہل کتاب ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا (جدید فقہی مسائل ر ۲۱۹)۔

۳- تیسری بات یہ ہے کہ قرآن پاک کے بعد کسی اوتار کی کتابوں کو الہامی کتاب تصور کرنے میں ایک بڑی خرابی لازم یہ آئے گی کہ قرآن پاک کی موجودگی میں ہدایت انسانی کے لئے کسی الہامی کتاب کی ضرورت باقی رہے ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ قران پا کی اس آیت کے خلاف ہے جس میں اللہ نے تکمیل دین کا اعلان فرمایا ہے۔

ارشاد الہی ہے: "**اليوم أكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا**" (مائدہ: ۳) (آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے پسند کیا)۔

مفتی شفیع صاحب اس آیت کے تحت تحریر فرماتے ہیں: خلاصہ یہ ہے کہ اکمال دین کا مطلب حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق یہ ہے کہ دین کے تمام احکام کو مکمل کردیا گیا، اب نہ اس میں کسی زیادتی کی ضرورت باقی ہے نہ منسوخ ہوکر کمی کا احتمال، کیونکہ اس کے بعد ہی متصل سلسلہ وحی وفات رسول ﷺ کے ساتھ منقطع ہونے والا تھا (معارف القرآن ۳/ ۳۶)۔

لیکن امام راغبؒ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ کسی چیز کا ''اکمال وتکمیل'' اس کو کہتے ہیں کہ اس چیز سے جو غرض اور مقصود تھا وہ پورا ہوگیا، اس ''اکمال دین'' کا حاصل یہ ہوا کہ قانون الہی اور احکام دین کے اس دنیا میں بھیجنے کا جو مقصد تھا وہ آج پورا کردیا گیا، اور ''اتمام نعمت'' کا مطلب یہ ہوا کہ اب مسلمان کسی کے محتاج نہیں (حوالہ سابق رص ۳۷)۔

ایک حدیث میں مذکور ہے: "**لقد تركتكم على مثل البيضاء ليلها ونهارها سواء**" (ابن ماجہ ر ۲) (میں نے تمہیں صاف روشن راہ مستقیم پر چھوڑا ہے کہ جس کی رات اور دن برابر رہے)۔

قاری عثمان منصور پوری اس آیت کے تحت مفسرین کی رائے لکھنے کے بعد لکھتے ہیں: جو دین حضور ﷺ نے پیش فرمایا وہی آخری اور مکمل دین ہے اور آپ ﷺ ہی آخری نبی ہیں، اور امت محمد یہ آخری امت ہیں، اب اگر کسی اور نبی کو بحیثیت نبی کے دنیا میں انا تجویز کیا جائے تو اس کی یہ آمد بلاضرورت اور عبث ہوگی (ردقادیانیت رص ۲۱)۔

غرض مذکورہ بحث سے یہ بات عیاں ہوئی کہ آپ ﷺ آخری نبی ہیں اور آپ کی کتاب ''قرآن مجید'' آخری کتاب ہے، جس میں قیامت تک آنے والی امت کی مکمل رہنمائی ہے، دین کے ہر شعبہ میں مکمل ہدایت ہے، اس بنا پر برادران وطن کے اوتار کو نبی کا درجہ دینا اور ان کی کتاب کو الہامی کتاب قرار دینا غیر ضرورت اور عبث ہوگا (جو اللہ تعالی کے شایان شان نہیں ۹ اور سورہ مائدہ (۲) کے خلاف لازم آئے گا۔

اس لئے ان کے اوتار کو نہ نبی کا مقام حاصل ہوگا اور نہ ان کی کتابوں کو الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی اس

حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے: "**قال رسول الله ﷺ إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی**" (ترمذی شریف حدیث نمبر ۲۲۷۲) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا رسالت ونبوت منقطع ہوگئی میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی)۔

۸ - الف: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تعمیر انسانی میں اور نسل انسانی کی ہدایت میں علم اور تعلیم کا بڑا دخل ہوتا ہے، جو انسان زیور تعلیم سے آراستہ ہوتا ہے اس کی پوری زندگی میں اخلاق کی بلندی ہوتی ہے انسانوں سے ہمدردی اور اخوت سے پیش آتا ہے، اس وجہ سے اسلام سے قبل عرب میں تمام برائیاں عام تھیں، شراب جیسی (ام الخبائث) اہل عرب کی گھٹی میں رچی بسی تھی۔

ایسے حالت میں قرآن پاک کی پہلی سورہ، پہلی آیت نازل ہوتی ہے، اس میں نہ شراب کا ذکر ہے، نہ قتل وقتال کی ممانعت کا ذکر ہے بلکہ وہ آیت ہے جس میں پڑھنے، علم حاصل کرنے اور اس سے نسل انسانی کو روشناس کرنے کا ذکر ہے، "**اقراء باسم ربک الذی خلق......اقرا وربک الاکرم علم بالقلم علم الإنسان مالم یعلم**" (اقراء، ۱-۴) (اے پیغمبر آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا، آپ قرآن پڑھا کیجئے، اور آپ کا رب بڑا کریم ہے)۔

سب سے پہلے یہ آیت اس لئے نازل ہوئی کہ علم آئے گا تو تاریکی کا پردہ چھٹے گا، علم کا نور جب جگمگ کرے گا تو شرک وکفر اور بدعت وخرافات کا پردہ تارتار ہوگا، اور ساری معاشرتی ناسور برائیاں اور بیماریاں دور ہوجائیں گی، اللہ تعالی نے صحیح کہا ہے: "**ان الحسنات یذھبن السیئات**" (ہود: ۱۱۴)۔

علامہ ابن قیمؒ کا قول یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے: انسانی معاشرہ میں جو برائیاں اور خرابیاں ہیں وہ جہالت کا نتیجہ ہے ،اور جو دنیا اور انسانی معاشرہ میں خوبی اور اچھائیاں ہیں وہ دراصل علم اور تعلیم کا نتیجہ ہے۔

عام طور پر علماء نے علم کی دو قسمیں کی ہیں: علم مفید اور علم غیر مفید۔

علم مفید:

یہ وہ علم ہے جس کی وجہ سے انسان کو دنیا اور آخرت دونوں جگہوں میں فائدہ ہی پہنچے، جیسے قرآن وحدیث کا علم اور معاشی مسئلہ کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے اور رزق حلال کے حصول کے لئے موجودہ سائنس اور ٹکنالوجی تعلیمات سے آراستہ ہونا یہ سب گرچہ فن کے درجہ میں ہیں لیکن مفید ہیں، اس لئے اس کی بازیابی کے لئے کوشش کرنے میں کوئی حرج نہیں، قرآن وحدیث میں بڑی ترغیب دی گئی ہے: "**فاذا قضیت الصلوۃ فانتشروا فی الأرض وابتغوا من فضل الله**" (جمعہ: ۱۰)۔

علم غیر مفید:

ایسی کتاب کا پڑھنا، ایسے ادارے اور اسکول میں تعلیم حاصل کرنا جس کے نصاب اور سلیبس میں کفر وشرک اور الحاد اور دہریت کی باتیں ہیں اور گمراہی کی راہ پر گامزن کرنے والیں ہوں تو وہ علم غیر مفید ہے، کیونکہ اس سے روپیہ حاصل ہوجائے گا، دنیا حاصل ہوجائے گی، مگر آخرت تباہ ہوجائے گی، اس لئے ہر ماں باپ کی ذمہ داری ہے کہ اپنی اولاد کو ایسے اسکول میں داخل کرے جہاں کی تعلیم اور علم اللہ تعالی سے قریب کرنے والا ہو، اور جس کے ذریعہ زندگی میں اللہ تعالی کی معرفت اور ایمان اور عقیدہ مضبوط ہو۔

عیسائی اسکول کی تعلیم کا اثر:

لیکن عیسائی مشنریز کے ماتحت پورے ملک میں اسکول چل رہے ہیں، اس میں ایسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں کہ طلبہ اور طالبات

اچھی خاصل تعداد الحاد و دہریت کے شکار ہو جاتی ہیں، اس کا اندازہ مفتی عتیق صاحب کی کتاب ہوتی ہے، مولانا لکھتے ہیں: تعلیم ذہن سازی کا بنیادی ذریعہ ہے، تعلیم کے ذریعہ ذہنوں کو بگاڑا جاتا ہے، خصوصا ابتدائی بنیادی تعلیم بچوں کا ذہنی سانچہ تیار کرتی ہے اور نسل نو کی تعمیر یا تخریب میں بنیادی رول ادا کرتی ہے (عیسائی مشنریز اور اس کی سرگرمیاں ر ص ۱۱)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: عیسائی مشنریز سماجی رفاہی اور طبی خدمات کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کا دل جیت لیتے ہیں، ان میں ایک بڑی تعداد مسلمانوں کی بھی ہوتی ہے، بہت سے جاہل مفلوک الحال مسلمان جنہیں دین وایمان کی خبر نہیں ہوتی، ایمان واسلام کی بیش بہا دولت گنوا کر عیسائیت کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور متاع ایمان سے دھو بیٹھتے ہیں (عیسائی مشنریز کی سرگرمیاں اور مسلمان ر ص ۱۴-۱۵)۔

تیسری جگہ پر لکھتے ہیں: ہماری بچے جوان اسکولوں میں جاتے ہیں ان میں سے نوے فیصد وہ ہیں جو دین وایمان وعقیدہ سے بالکل نابلد ہوتے ہیں، اور ان اداروں میں اسلام مخالف عقائد وافکار کی تعلیم دی جاتی ہے، دیو مالائی اور وثنی عقیدہ پڑھائے جاتے ہیں، وہاں سے تعلیم کے نام پر سلمان رشدی جیسے اشخاص پیدا ہوتے رہتے ہیں (حوالہ سابق ر ص ۲۱)۔

مفتی عتیق صاحب دوسری جگہ پر مزید عیسائی مشنریز کو اس طرح واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عیسائی مشنریز اور گرجاؤں نے پوری دنیا میں تعلیمی اداروں کا جال بچھا دیا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ ہر مذہب اور قوم کے لوگ مسیحی تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں اور بچیوں کو داخل کرانا کامیابی کی کنجی سمجھنے لگے، مشنریز اسکول میں بڑی خاموشی اور حکمت سے یسوع مسیح اور عیسائی مذہب اور حقانیت معصوم بچیوں کے دل ودماغ میں پلا دی جاتی ہے، ان اسکولوں کے ذریعہ سالان ہر ملک میں ہزاروں بچے بچیاں عیسائیت کی گود میں جارہے ہیں (عیسائی مشنریز کی سرگرمیاں اور مسلمان ر ص ۱۰-۱۱)۔

غرض مولانا کی تفصیلات اور موجودہ صورتحال سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ عیسائی اسکول میں مسلمان کا اپنے بچے اور بچیوں کو تعلیم دلانا "اثمھما اکبر من نفعھما" مصداق ہے بلکہ ان اسکولوں میں تعلیم حاصل ہونے کے بجائے ایمان جیسی دولت سے محروم ہونا پڑتا ہے والدین کا ایسے اداروں میں داخلہ اپنے بچوں کا کرانا جہنم کی طرف دعوت دینا ہے اور یہ ناجائز ہے اور حرام رہے، بلکہ اللہ تعالی نے ہر ماں باپ پر ذمہ داری عائد کی ہے کہ ایسی تعلیم اپنے بچے کو دلائے جو جہنم کی آگ سے نجات دینے والی ہو۔

ارشاد الہی ہے: "یایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا" (تحریم: ۶) (اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ)۔

اس لئے عیسائی اسکول میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا داخلہ لینا درست نہیں ہوگا، البتہ مسلمانوں پر ضروری ہوگا کہ اپنے علاقے میں ایسے ادارے اور اسکول کا قیام کرے جس میں دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہونے کا پورا انتظام ہو، اور متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام کی طرف توجہ دی، اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں دار ارقم کو خاص کیا تھا اور مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد سب سے پہلے تعلیم وتعلم کے لئے مقام صفہ کو خاص کیا جہاں تعلیم کا انتظام کیا۔

۸ - ب: اس سوال میں تین صورتیں ہیں، اس لئے علاحدہ علاحدہ ہر ایک پر بحث کی گئی، اگر اہل کتاب خاتون واقعہ اہل کتاب ہیں تو ان سے نکاح کے بعد اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں، کوئی فرق کرنا درست نہیں، چنانچہ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

"العدل بين الزوجات المسلمات والكتابيات واجب قال ابن المنذر: أجمع كل من نحفظ عنه من أهل العلم على أن القسم بين المسلمة والذمية سواء، وذلک لأن القسم من حقوق الزوجية فاستوت فيه المسلمة

والکتابیة کالنفقة والسکنی، وھذا عند جمیع الفقھاء"(الموسوعۃ الفقہیہ ۷/۱۴۶) کیونکہ قرآن وحدیث میں ایسے لوگوں کے بارے میں بڑی وعید فرمائی کہ جو تمام بیویوں میں سے ایک کے حقوق کو ادا کرے اور دوسرے کے ساتھ حق تلفی کرے۔

"فإن خفتم ان لا تعدلوا فواحدة" (نساء:۴)،اور حدیث میں ہے:"إذا کان عندالرجل امراتان فلم یعدل بینھما جاء یوم القیامة وشقه ساقط"(ترمذی حدیث نمبر ۱۱۴۱)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:"فإنه تعالی امر بالاقتصار علی واحدة إذا خاف الإنسان الجور ومجافاة العدل بین الزوجات"(الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۷۲)۔

اسی وجہ سے قدیم اور جدید ثیبہ اور باکرہ کے مابین شب باشی میں فرق کرنا درست نہیں عندالاحناف، بلکہ سبھوں کے ساتھ مساوات ضروری ہے (ہدایہ)۔

دوسری جگہ پر ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعی کے علاوہ تمام ائمہ کے یہاں نفقہ میں برابری ضروری ہے،"فمن کان له إمرأتان أو أکثر فیجب علیه عند الجمھور غیر الشافعیة العدل بینھن والقسم لھن"(الفقہ الاسلام وادلتہ ۷/۳۲۱)(جن کے نکاح میں دو یا اس سے زیادہ بیویاں ہوں جمہور ائمہ کے یہاں اس پر واجب ہے کہ ان کے مابین عدل ومساوات کا معاملہ کرے، البتہ امام شافعی نے جمہور کی رائے سے اختلاف کیا ہے)۔

۲- رہا یہ مسئلہ کہ اہل کتاب سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں قرآن وحدیث کے آئینہ میں فقہاء کا نظریہ واضح ہے کہ اگر یہ عورتیں اصل کتاب ہیں (جن سے مسلمانوں نے نکاح کیا ہے) تو ان کے تمام حقوق کی ادائیگی شوہروں پر ایسی ہی واجب ہے جس طرح مسلمان عورتوں کی ادائیگی ضروری ہے۔

اللہ تعالی نے قرآن میں ارشاد فرمایا ہے:"ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف"(بقرہ:۲۲۸) اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جو کہ مثل ان ہی حقوق کے ہیں جو ان عورتوں پر ہیں قاعدہ کے موافق۔

دوسری جگہ پر ارشاد ربانی ہے:"فلا تذروھا کالمعلقة"(بقرہ)،"فامساک بمعروف أو تسریح بإحسان"(بقرہ:۲۲۹)،ایک اور جگہ پر ہے:"لینفق ذوسعة من سعته"(بقرہ:)۔

حدیث شریف میں ہے:"من کانت له امرأتان ومال إلی أحدھما فی القسم جاء یوم القیامة وشقه مائل"(بحوالہ ہدایہ ثانی)۔

مذکورہ آیات اور حدیث سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اہل کتاب سے نکاح کے بعد بغیر عذر شرعی کے ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا ان کو چھوڑ کر بھاگ آنا درست نہیں، ہاں اگر ان کے ساتھ وہاں رہنے میں اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا لازم آئے تو ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے میں کوئی قباحت نہیں، مثلاً وہ عورتیں اہل کتاب کے عقیدہ کو چھوڑ کر دہریہ اور الحاد کو قبول کرلے یا یورپ کی تہذیب سے متاثر ہو کر کسی حرام عمل کا خوگر ہوجائے، منع واصلاح کے باوجود وہ بری عادت سے باز نہ آئے تو انہیں ناشزہ سمجھ کر اور اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے راہ فرار اختیار کرنا درست ہوگا۔

حدیث شریف میں ہے:"لا ضرر ولا ضرور" (مسند احمد ۱/۳۶۷ مطبع دارالحدیث القاہرہ)(نہ اپنا نقصان کرو اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچاؤ)،اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب عورتوں کے ساتھ رہنے میں اپنے ایمان وعقیدہ کے خراب ہونے اور شعائر کے مجروح

ہونے کا یقین ہوجائے تو راہ فرار اختیار کرنا اولی ہوگا کیونکہ ان کے ساتھ رہنے میں اپنا نقصان ہے۔

۳-اہل کتاب بیویاں جب غیر مسلم ہوجائیں تو انہیں طلاق دینے کی اجازت ہوگی؟

بلاشبہ اسلام کی نگاہ میں نکاح ایک پاکیزہ اور ٹھوس رشتہ ہے اس لئے اسلام یہ چاہتا ہے کہ جن دو مرد اور عورت کے مابین نکاح ہوا ہے وہ ہمیشہ اس عہد پر قائم رہیں اور معمولی باتوں کی بنا پر اس مضبوط رشتہ کو نہ توڑیں، چنانچہ حدیث میں ہے کہ شیطان کو سب سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ میاں بیوی میں جدائیگی پیدا کردی جائے، نیز بلاوجہ شرعی جو عورت شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے، اور فقہاء نے بلاضرورت طلاق دینے کو حرام قرار دیا ہے۔

لیکن جب عورتوں کے ساتھ رکھنے میں نکاح کے مقاصد فوت ہونے کا اندیشہ ہو، عورتوں کے غلط کردار کی بنا پر طلاق دینا ضرورت میں شامل ہوجاتی ہے، اور طلاق دینا جائز ہوجاتا ہے جس طرح عورتوں کو فتنہ کے اندیشہ سے خلع کی اجازت شریعت نے دی ہے۔

”فإن خفتم ان لا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به“ (بقرہ:۲۲۹) (سو اگر تم لوگوں کو یہ احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خداوندی کو قائم نہ کرسکیں گے تو دونوں پر کوئی گناہ نہ ہوگا اس میں جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے)۔

اسی طرح جب اہل کتاب عورتوں کے کردار مشکوک ہوجائے تو ان کے شوہروں کے لئے طلاق دینے کی اجازت ہوگی، ”لا تطلق النساء الامن ريبة“ (المبسوط ۶/۲) عورتوں کو طلاق نہ دی جائے، مگر اس وقت جبکہ اس کا کردار مشکوک ہو۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلی نے اسباب فسخ میں زوجہ کا مرتد ہونے کو ایک سبب میں شامل کیا ہے، اور اس کی اجازت دی ہے لکھتے ہیں: ”الفسخ يكون اما بسبب حالات طارئة على العقد ثنا فى الزواج فمن امثله ردة الزوجة أو إباها الاسلام......وهو الحاجة إلى الخلاص من تباين الاخلاق وطروء البغضاء الموجبة عدم إقامة الله تعالى“ (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۳۴۵) طلاق کی اجازت عورتوں کی بداخلاقی سے بچنے کے لئے ہے اور اس وقت بھی ہے جبکہ ان کے ساتھ رہنے میں اللہ تعالی کے حدود پامال ہونے کا اندیشہ ہو۔

مجموعہ قوانین اسلام میں مذکور ہے: یہ بھی واقعہ ہے کہ اگر زوجین کے مزاج ہم آہنگ نہ ہوں، مرد یہ محسوس کرے کہ وہ بحیثیت زوج عورت کے حقوق ادا نہیں کرسکتا، یا طبیعتوں کے اختلاف کی وجہ سے اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھا جاسکتا تو ایسے حالات میں نکاح کو برقرار رکھنا اور قانونی پابندیوں کے ذریعہ مرد وعورت کو رشتہ ازدواج منسلک رکھنے پر مجبور کرنا معاشرہ کے لئے زیادہ فساد کا موجب ہے، اس لئے شریعت نے طلاق کو ایک ناپسندیدہ عمل ہونے کے باوجود مباح قرار دیا (مجموعہ قوانین اسلام ۱/۱۲۵)۔

ظاہر ہے کہ جب اہل کتاب خاتون اسلام سے مرتد ہوجائے گی تو مزاج میں بڑی تبدیلی آجائے گی، سب سے بڑا ضرر یہ سامنے ابھر کر آئے گا اللہ کے حدود اور شعائر پر قائم رہنا متعذر ہوجائے گا یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ کو اپنے نکاح سے کتابیہ عورت کو خلاصی کرنے کا حکم فرمایا اور فقہاء نے خیر القرون بھی اس سے نکاح کرنے کو مکروہ قرار دیا۔

اس لئے مسلمان کا مذکورہ مقاصد (ایمان کی حفاظت) کے خاطر اہل کتاب خاتون کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دینا درست ہوگا۔

سوال نمبر ۸ (ج): موجودہ عالمی پس منظر میں (جبکہ پوری دنیا ایک گاؤں کے درجہ میں ہوگئی ہے) اہل کتاب کیا، بلکہ غیر مسلموں سے تعلقات کا مسئلہ بڑی اہمیت کے حامل ہے، کیونکہ اسلام کی نظر میں پوری انسانیت ایک ہی کنبہ اور خاندان ہے، یہ ایک ہی درخت کی شاخیں اور

ایک ہی گلدستہ کے پھول ہیں، جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اسی طرح ہر انسان انسانی رشتہ سے ہمارا بھائی ہے، اللہ تعالی نے قرآن میں صحیح فرمایا ہے: "ولقد کرمنا بنی آدم" (بنی اسرائیل: ۷۰) (ہم نے انسان کو معزز بنایا ہے)۔

ایک بار ایک یہودی کا جنازہ جا رہا تھا، آپ ﷺ کھڑے ہو گئے لوگوں نے عرض کیا کہ یہودی کا جنازہ ہے، آپ نے فرمایا کہ جان تو اس میں بھی ہے (بخاری شریف حدیث نمبر: ۱۳۱۲)۔

غرض اسلام نے غیر مسلمین کے ساتھ اخوت، ہمدردی اور اس کے تمام حقوق کی حفاظت کی تاکید کی ہے، اور باہمی تعلقات اور روابط کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے سماجی تعلقات، معاشی تعلقات، سیاسی تعلقات اور مذہبی تعلقات ان میں سے ہر ایک تعلقات کا اسلام نے خاطر خواہ لحاظ کیا ہے، لیکن یہاں سوال مذہبی تعلقات اور مراسم سے متعلق ہے اس لئے اس کے متعلق اسلام کی روشنی میں کچھ ہدایات کا زیور قرطاس کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات بالخصوص قرآن وحدیث میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مذہب کے معاملہ میں دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، اپنے دین پر استقامت اور دوسروں کے مذہبی جذبات کا احترام۔

مسلمان جہاں کہیں ہوں دین کے چار شعبوں میں ان کے لئے قانون شریعت کا التزام ضروری ہے، اعتقادات، عبادات، احوال شخصیہ اور معاملات۔

یہ حقیقت پر مبنی ہے کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جس نے جس طرح دوسرے مذاہب کا احترام کیا اور اس کی ترغیب دی ہے یہ کسی اور مذہب میں نہیں ہے، قرآن مجید نے صاف کہا ہے کہ ہر شخص کو عقیدہ کی آزادی حاصل ہے، اور کسی مذہب کے قبول کرنے کے لئے جبر وتشدد جائز نہیں، "لااکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغي" (سورۂ بقرہ: ۲۵۶) (دین میں کوئی جبر نہیں، ہدایت گمراہی کے مقابلہ میں واضح ہو چکی ہے)۔

مذہب پر عمل کی آزادی:

عقیدہ کے علاوہ غیر مسلموں کو اپنے مذہب پر عمل کرنے کی بھی مکمل آزادی حاصل ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**لکم دینکم ولی دین**" (کافرون: ۶) (تمہارے لئے تمہارا دین ہے اور میرے لئے میرا دین)۔

رسول اللہ ﷺ کی رواداری کا حال یہ تھا کہ نجران کے عیسائیوں کا وفد بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ان کو ان کے مذہب کے مطابق اور ان کے قبلہ کی طرف رخ کر کے مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی (احکام الذمۃ ۱/۳۱۶)۔

یہاں تک کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی مسلمان کی بیوی یہودی یا عیسائی ہو اور اس کے عقیدہ کے مطابق کسی خاص دن روزہ رکھنا واجب ہو تو مسلمان شوہر اسے روزہ سے نہ روکے (احکام اہل الذمہ ۱/۳۱۶)۔

چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی اس کی اجازت دی ہے، وہ لکھتے ہیں: اسی طرح اگر وہ اپنے عقیدہ کے مطابق صلیب پہنے یا مسلمان شوہر کے گھر میں صلیب رکھے تو اسے یہ حق ہے اور شوہر اس کو روک نہیں سکتا (اسلام اور جدید فکری مسائل/۱۳۶)۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات عیاں ہوئی کہ اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہیں۔ لیکن ایک بات ضرور یاد رہے کہ اگر اہل کتاب خواتین کا اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم کی ادائیگی میں گھر کے بچے متاثر ہونے کا اندیشہ ظاہر ہو جائے تو برسر عام ادا کرنے پر شوہر روک لگا سکتے ہیں، کیونکہ بچے باپ کے مقابلہ میں ماں سے قریب ہونے کی وجہ

سے زیادہ مانوس رہتے ہیں، اوران کی تہذیب اورنقوش کو بہت جلد قبول بھی کرتے ہیں، ایسی صورت میں دومضرات لازم ہوں گے۔

۱- بچے ماں کی تہذیب کو اختیار کرنے کی کوشش کریں گے، یا کم ازکم ان سے مشابہت اختیار کریں گے، اور یہ دونوں درست نہیں ہیں، کیونکہ اس میں اسلام اور مسلمان کی جوشناخت ہے وہ باقی نہیں رہے گی، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے دوسری اقوام کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا، حضرت عمرو بن العاصؓ سے مروی ہے:

"لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبهوا بالیهود ولا بالنصاری" (الجامع الترمذی حدیث نمبر ۲۶۹۵) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو دوسروں کی مشابہت اختیار کرے وہ ہم میں سے نہیں، یہودیوں اور عیسائیوں سے مماثلت اختیار نہ کرو)۔

۲- دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ بچے کے دل میں یہود ونصاری کی تہذیب راسخ ہوتی چلی جائے گی، اور اپنی تہذیب سے دوری، جیسے صلیب یا زنار مسلمان بچے پہننے لگیں گے، اسی وجہ سے فقہاء نے اسے باعث کفر قرار دیا ہے، **"ولو وضع علی راسه قلنسوة المجوس کفر"** (الملتقط فی الفتاوی الحنفیہ ص ۲۴۵)۔

ان نقصانات کی بنا پر اہل کتاب خواتین کو مذہبی مراسم کی ادائیگی کی اجازت اس شرط کے ساتھ دیں گے کہ مسلمان بچے ان کی تہذیب سے متاثر نہ ہوں اور نہ ان کے عقیدہ پر کوئی ضرب پڑے۔

۸-(د): چونکہ سوال (۸-الف) کے تحت تفصیل کے ساتھ یہ بحث آچکی ہے کہ عیسائی مشنریز کے ذریعہ انسانوں کے رفاہی کام بہت زیادہ انجام پارہے ہیں، لیکن اس کے پس پردہ ان اداروں کا مقصد اپنے مذہب سے دور ہی کرنا نہیں ہے، بلکہ عقائد عیسائیت کو اپنے احسانات کے ذریعہ ان غریب مفلوک الحال انسان پر لازم کرنا ہے تاکہ اپنے عقیدہ ایمان واسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے اور عیسائی ہوکر زندگی گزارے، اور مذہب عیسائیت کا علم بردار ہوجائے۔

ظاہر ہے ایسے حالات میں عیسائی مشنریز کے ہاسپٹل اور اداروں میں خدمت کرنا اوران کی خدمات سے استفادہ کرنا دراصل چند کوڑیوں کے بدلے جہنم کو خریدنا لازم ہوگا، آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا اور معصیت کی تشہیر کے لئے معاونت کرنا لازم آئے گا، قرآن پاک میں ہے: **"فأما طغی وآثر الحیوة الدنیا فإن الجحیم هی المأوی"** (نازعات: ۳۷-۳۹)۔

دوسری جگہ پر ہے: **"من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل الله بغیر علم ویتخذها هزوا أولئک لهم عذاب مهین"** (لقمان/۶) (اور جوان باتوں کو خریدتا ہے جو غافل کرنے والی ہے تاکہ اللہ کی راہ سے بے سمجھے بوجھے گمراہ کرے)۔

تیسری جگہ پر ارشاد ہے: **"تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان"** (مائدہ: ۲) (ایک دوسرے کی بھلائی اور تقوی میں مدد کرو اور گناہ اور عدوان میں مدد نہ کرو)۔

ان آیات کے آئینہ میں یہ بات بے غبار ہوگئی کہ اگر عیسائی ہاسپٹل اوران کے ادارے میں کام کرنے اوران کی خدمات سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کا اپنے عقیدہ ایمان سے ہاتھ دھونا لازم آئے یا ان کی تہذیب کی عظمت مسلمانوں کے ذہنوں میں بیٹھ جانے کا اندیشہ ہوایسے حالات میں ان عیسائی اداروں میں ملازمت کرنا اوران کی خدمت سے استفادہ کرنا درست نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ تعالی نے جہاں رزق کی بازیابی کے لئے محنت اور ملازمت کرنے کی حوصلہ افزائی کی وہی ان اداروں سے دور رہنے کا بھی حکم فرمایا جو ایمان کے لئے مضر اور غیر نافع ہوں۔

ہاں اگر یہ نقصانات نہ ہوں تو ان کے ادارے میں خدمت کرنے اوران کی خدمات سے استفادہ کرنے کی گنجائش ہوگی، جیسے حضرت D32

عمرؓ نے حساب وکتاب کے نظام میں روم وایران کے طریقوں سے استفادہ کیا تھا (الفاروق ۲/ ۱۳۰)۔

اور ایسے ہی غزوہ احزاب میں آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ پر اہل فارس کے طریقہ پر خندق کھدوائی تھی (البدایہ والنہایہ ۴/ ۹۵)۔

☆☆☆

تیسرا باب

مختصر تحریریں

اہل کتاب سے متعلق سوالوں کے جوابات

مولانا زبیر احمد قاسمی☆

۱- عام طور پر فقہاء احناف نے اہل کتاب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہیں: "**کل من یعتقد دیناسماویا وله کتاب منزل کصحف إبراهیم وشیث وزبور داؤد فهو من أهل الکتاب**" (بحر ۳/ ۱۸۲)۔

(یعنی اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی دین سماوی پر ایمان رکھتے ہوں اور ان کے پاس کتاب منزل موجود ہو)۔

البتہ اس میں اتنی وضاحت ضروری ہے کہ اس کتاب کا کتاب الٰہی اور منزل من اللہ ہونا بتصدیق قرآن ثابت ہو۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ اس کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: باتفاق امت کتاب سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے جس کا کتاب اللہ ہونا بتصدیق قرآن یقینی ہو، جیسے تورات، انجیل، زبور صحف موسی وابراہیم وغیرہ، اس لئے وہ قومیں جو کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھتی اور اس کو وحی الٰہی قرار دیتی ہو جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کے یقینی ذرائع سے ثابت نہیں وہ قومیں اہل کتاب میں داخل نہیں ہوں گی (معارف القرآن ۳/ ۴۷)۔

۲- "**صائبین صبا یصبو**" سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی خروج اور نکلنا ہے، صابی اس شخص کو کہا جاتا تھا جو اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہو جائے، اسی وجہ سے کفار مکہ حضور ﷺ اور مسلمانوں کو صابی کہتے تھے کیونکہ یہ حضرات قریش کے دین کو چھوڑ کر اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔

"**وکانت العرب تسمی بالنبی ﷺ الصابی، لأنه خرج من دین قریش إلیٰ دین الإسلام**" (نہایۃ بحوالہ تفسیر ماجدی)۔

نزول قرآن کے زمانہ میں یہ فرقہ موجود تھا، البتہ دین وعقیدہ کے اعتبار سے ان کے حالات مشتبہ تھے اس لئے مفسرین کرام کے درمیان اس سلسلہ میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں اور ان کا دین وعقیدہ کیا تھا؟ چنانچہ بعض حضرات کی رائے ہے کہ ان لوگوں کا مستقل کوئی دین نہیں تھا، بلکہ یہ لوگ یہودیت اور نصرانیت کے درمیان تھے، بعض کی رائے ہے کہ یہ لوگ مجوسیت اور یہودیت کے درمیان تھے، اور کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ لوگ یحیٰ علیہ السلام کو مانتے تھے اسی وجہ سے ان کو نصارے یحیٰ کہا جاتا تھا، اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر سمجھتے تھے، اور بعض حضرات کی تحقیق کے مطابق یہ لوگ کواکب پرست تھے، اسی وجہ سے صاحبین ان کے ذبیحہ اور ان سے مناکحت کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ لوگ زبور داؤد علیہ السلام پر ایمان رکھتے تھے، اور ستاروں کی عبادت نہیں بلکہ اس کی تعظیم کرتے تھے، ایسے ہی جیسے ہم لوگ خانہ کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں، اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ نے ان

☆ ناظم جامعہ اشرف العلوم کنھواں، سیتامڑھی، بہار۔

کے ذبیحہ کو حلال اور ان سے مناکحت کو جائز قرار دیا ہے۔

حاصل یہ کہ حتمی طور پر تو اس سلسلہ میں کوئی رائے قائم کرنا مشکل ہے کہ صابئین سے مراد کون لوگ ہیں اور ان کا دین ومذہب کیا تھا، البتہ ان مختلف اقوال سے اتنی بات واضح ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں اس نام سے ایک ایسی قوم موجود تھی جو توحید رسالت پر ایمان رکھتی تھی، اور اپنے کو کوئی ایسے پیغمبر سے منسوب کرتی تھی جن کی نبوت کی قرآن مجید نے تصدیق کی ہے۔

یہ گروہ اب موجود ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے اپنی تفسیر ماجدی میں بعض مستشرقین کے حوالے سے نقل کیا ہے یہ فرقہ عراق کے علاقے میں اب بھی موجود ہے، اور اس کی آبادی تقریبا چھ ہزار ہے، لیکن ان کے علاوہ دیگر معاصر علماء اسلام نے اپنی تفسیروں میں اس فرقہ کے موجود ہونے کی صراحت نہیں کی ہے، بلکہ ان کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ گروہ نزول قرآن کے زمانہ میں تھا اب نہیں ہے۔ نیز سب لوگوں نے اس فرقہ کے مذہبی حالات کے تعلق سے صرف قدیم مفسرین کرام کے اختلاف کو نقل کیا ہے اپنی کوئی تحقیق پیش نہیں کی ہے اگر واقعی یہ گروہ اب بھی موجود ہوتا تو صرف قدیم اختلاف کو نقل کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے، بلکہ اس سلسلہ میں کچھ نہ کچھ اپنی بھی تحقیق پیش کرتے اس لئے احقر کا خیال ہے کہ یہ گروہ اب دنیا میں موجود نہیں ہے۔

۳- نبی پاک ﷺ کے زمانہ میں یہود ونصاری بہت سی گمراہیوں کے باوجود چند بنیادی عقائد مثلاً توحید، سلسلہ وحی ونبوت اور آخرت وغیرہ میں مسلمانوں کے ہم خیال تھے، اس کے برخلاف عام کفار ومشرکین ان بنیادی عقائد میں بھی مسلمانوں سے مختلف تھے، چنانچہ اسی اتحاد واشتراک کی وجہ سے اسلامی شریعت نے یہود ونصاری کے ذبیحہ کو حلال اور ان کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا اور کفار ومشرکین کے ذبیحہ اور ان سے مناکحت کو حرام قرار دیا۔ چنانچہ معروف فقیہ وھبہ زحیلی صاحبؒ رقمطراز ہیں:

"والسبب فی إباحة الزواج بالکتابیة بعکس المشرکة هو أنها تلتقی مع المسلم فی الإیمان ببعض المبادی الأساسیة من الاعتراف بالله والإیمان بالرسل وبالیوم الآخر وما فیه من حساب وعقاب" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۵۹)۔

اس لئے موجودہ زمانہ میں جو لوگ محض نسلی یا رسمی اعتبار سے یہود ونصاری کہلاتے ہیں، اور حقیقۃً ملحد ودہریہ ہیں خدا کے وجود کے منکر یا وحی ورسالت کو تسلیم نہیں کرتے ان کے ساتھ ذبیحہ ونکاح کے معاملہ میں اہل کتاب جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ جس بنیاد پر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا تھا جب وہ بنیاد باقی نہ رہی تو حکم بھی بدل جائے گا، اسی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نصاری بنی تغلب کے ذبیحہ کو کھانے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ان لوگوں کے سلسلے میں ان کی تحقیق یہی تھی کہ یہ لوگ عام نصاری کی طرح توحید ورسالت کے قائل نہیں اور بجز شراب نوشی کے نصرانیت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

"وروی ابن الجوزی بسنده عن علی قال: لا تأکلوا من ذبائح بنی تغلب، فإنهم لم یتمسکوا من النصرانیة بشیٔ إلا شربهم الخمر" (تفسیر مظہری ۳/۳۹)۔

البتہ جمہور کی تحقیق اس سلسلہ میں یہ تھی کہ یہ لوگ بھی عام نصاری کی طرح توحید رسالت کے قائل ہیں اس لئے انہوں نے ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا۔

"وقال جمهور الأمة؛ إن ذبیحة کل نصرانی حلال سواء کان من بنی تغلب أو غیرهم" (تفسیر قرطبی بحوالہ معارف القرآن ۳/۳)۔

حاصل یہ کہ موجودہ یہود ونصاری میں سے جن لوگوں کے بارے میں یہ تحقیق ہو کہ یہ لوگ خدا کے منکر یا وحی ورسالت اور آخرت کو

تسلیم نہیں کرتے ہیں، ان کے ساتھ ذبیحہ و نکاح کے سلسلے میں اھل کتاب جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا، حضرت تھانوی علیہ الرحمۃ حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ اور دیگر معاصر علماء کرام کی یہی رائے ہے۔

۴- شریعت محمدی کے بعد جتنے بھی باطل ادیان و مذاہب وجود میں آئیں ان کی دو قسمیں ہیں:

اول وہ لوگ جو اپنے باطل عقائد و نظریات (جو کہ نصوص قطعیہ سے متصادم ہیں) کے باوجود مسلمان ہونے کے دعویدار ہیں، جیسے قادیانی، غالی شیعہ، بابی، بہائی وغیرہ، دوسرے وہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے جیسے سکھ وغیرہ، دوسری قسم کا حکم تو ظاہر ہے کہ یہ لوگ عام کفار و مشرکین کے حکم میں داخل ہیں، ان کو اہل کتاب میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ لوگ کسی ایسی کتاب منزل کے حامل نہیں ہیں، جن کا کتاب اللہ ہونا بتصدیق قرآن ثابت ہو۔

رہی پہلی قسم تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں: اول یہ کہ ان لوگوں کے یہ باطل عقائد طاری ہیں، یعنی پہلے وہ شخص صحیح العقیدہ تھا بعد میں ان باطل عقائد کا قائل ہوا تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص مرتد ہے اور مرتد کا حکم ہماری شریعت میں اہل کتاب سے مختلف ہے۔

دوسرے وہ لوگ جن کے باطل عقائد اصلی ہیں یعنی شروع ہی سے یہ شخص نسلی طور پر ان باطل عقائد کا قائل ہے جیسے وہ لوگ جو نسلی طور پر قادیانی ہیں خود مرتد نہیں ہوئے تو ایسے لوگوں کو فقہاء کرام نے عام کفار و مشرکین کے حکم میں رکھا ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری فرماتے ہیں:

"وينبغي أن من اعتقد مذهبا يكفر به إن كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهومشرک وإن طرأ عليه فهو مرتد كما لا يخفى" (بحر ۱۸۱/۳)۔

اور علامہ شامیؒ غالی شیعوں کے بارے میں رقمطراز ہیں: **"والظاهر أن الغلاة من الروافض المحكوم بكفرهم لاينفكون عن اعتقادهم الباطل فی حال اتيانهم بالشهادتين وغيرهما من أحكام الشرع كالصوم والصلاة فهم كفار لا مرتدون ولاأهل كتاب"** (رسائل ابن عابدین بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۱۹۶/۱)۔

اور صاحب فتح القدیر نے تو اس طرح کے باطل فرقوں میں سے بعض کو ان کے نام کی صراحت کے ساتھ بت پرستوں کے حکم میں شامل کیا ہے۔

وفی الفتح: **"ويدخل فی عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية،وفی شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده قلت: وشمل ذالک الدروز والنصيرية والتيامنة ولا تحل مناكحتهم ولا توكل ذبيحتهم لانهم ليس لهم كتاب سماوی"** (شامی ۱۲۵/۴ کتاب النکاح)۔

مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ شریعت محمدی کے بعد جتنے بھی باطل ادیان و مذاہب وجود میں آئے ان سب کے ماننے والے یا تو مرتد ہیں یا عام کفار و مشرکین کے حکم میں ہیں، ان میں سے کسی کو بھی فقہاء کرام نے اہل کتاب کے حکم میں شامل نہیں کیا حالانکہ ان میں بہت سے فرقے وہ ہیں جو آپ کی نبوت کے قائل اور قرآن کو خدا کی کتاب تسلیم کرتے ہیں۔

۵- ماقبل کی گفتگو سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ قادیانیوں کی دوسری قسم یعنی نسلی قادیانیوں کو بھی اہل کتاب میں شامل نہیں کیا جاسکتا، وہ لوگ بھی عام کفار و مشرکین کے حکم میں داخل ہوں گے، بلکہ بعض اکابر مثلاً حضرت مفتی یوسف صاحب لدھیانوی اور مولانا خالد سیف اللہ رحمانی نے تو ان لوگوں کو زندیق قرار دیا ہے جو عام کافروں سے بدتر اور مرتد کی طرح واجب القتل ہے، بلکہ بعض احکام میں مرتد سے بھی بدتر ہے

(دیکھئے: احسن الفتاوی ۱/۶۱، قاموس الفقہ ۲/ ۲۵۷)۔

۶- کتابیہ سے نکاح فی نفسہ جائز ہے البتہ بعض مفاسد کے پیش نظر بعض صحابہ تابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ جب کچھ صحابہ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کیا تو وہ بہت ناراض ہوئے۔

"فمن المتزوجين حذيفة وطلحة وكعب بن مالك وغضب عمر فقالوا: انطلق ياأمير المرمنين، وإنما كان غضبه لخلطة الكافر بالمومن وخوف الفتنة على الولد، لأنه في صغره ألزم لأمه" (فتح القدیر ۳/ ۱۳۶)۔

چونکہ دارالحرب کے اندر جہاں عورتیں اسلامی احکام کی پابند نہیں ہوتی یہ خطرہ زیادہ ہوتا ہے اور اسلامی ریاست کے اندر یہ خطرہ بہت کم ہوتا ہے اس لئے فقہاء احناف نے دارالحرب کے اندر نکاح کو مکروہ تحریمی اور دارالاسلام کے اندر مباح یا مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔

"فقوله: والأولى أن لايفعل ،يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم في الحربية" (شامی ۴/ ۱۳۴)۔

لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب مسلمانوں کو سیاست، تہذیب وتمدن اور علم وفن ہر اعتبار سے غلبہ حاصل تھا وہ دوسری قوموں سے متاثر ومرعوب نہیں ہوتے تھے، لیکن اب جب کہ حالات بدل گئے مسلمان ہر اعتبار سے مفتوح ومغلوب اور تہذیب وتمدن کے اعتبار سے دوسری قوموں سے مرعوب ہو چکے ہیں تو ان حالات میں اثر ڈالنے کا امکان کم اور اثر قبول کرنے کا امکان زیادہ ہے، اور یہ صرف احتمال ہی نہیں، بلکہ مشاہدہ اور تجربہ بھی ایسا ہی ہے کہ جب مسلم ممالک کے حکمرانوں، فوجی کمانڈروں اور اعلی عہدیداروں نے یہود ونصاری کی عورتوں سے نکاح کیا تو اس سے عالم اسلام کو کتنا نقصان پہونچا یہ کسی سے مخفی نہیں، اس لئے موجودہ حالات کے پیش نظر اسلامی ریاست میں بھی اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح مکروہ ہوگا، اور جن فقہاء کرام نے دارالاسلام میں مباح قرار دیا تھا اگر آج وہ بھی ہوتے تو شاید یہی فتوی دیتے۔

رہا مغربی ممالک میں اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کرنا تو ظاہر ہے اسلامی ممالک کے مقابلہ میں مغربی ممالک کے اندر مفاسد زیادہ ہی ہیں اس لئے وہاں کی عورتوں سے نکاح بدرجۂ اولی مکروہ ہوگا، البتہ مغربی ممالک کے سارے باشندے یکساں نہیں، ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو غیر متعصب، تحقیق پسند، حق کے متلاشی اور مغربی طرز زندگی سے غیر مطمئن، لہذا اگر کسی اللہ کے بندے کو اپنے تجربات ومشاھدات کی روشنی میں یہ معلوم ہوجائے کہ ان سے نکاح کرنے میں دینی اعتبار سے کوئی مضرت نہیں بلکہ یہ نکاح بہت سے لوگوں کے اسلام لانے کا ذریعہ بن سکتا ہے تو ایسی صورت میں بلا کراہت نکاح درست ہونا چاہیے، کیونکہ کراھت وعدم کراھت کی بنیاد مفسدہ اور مصلحت پر ہے۔

"ومن هذايتضح ان المسألة دائرة وراء المصلحةوالمفسدة فاذاترتب على زواجها مصلحة كان الزواج ممدوحا واذاترتب عليه مفسدة كان مكروها "(الفقہ علی المذاھب الاربعۃ ص ۷۷)۔

۷- کسی بھی شخص کی نبوت اور کسی بھی کتاب کا کتاب الہی ہونا اس وقت تک تسلیم نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ کتاب وسنت کے یقینی ذرائع سے اس کی تصدیق نہ ہوجائے، لہذا برادران وطن کی جو مذہبی شخصیتیں ہیں جن کو وہ خدا کا اوتار سمجھتے ہیں اسی طرح ان کی مذہبی کتابیں مثلا، وید، وغیرہ کا قرآن وحدیث میں کوئی تذکرہ نہیں، اس لئے یقین کے ساتھ نہ تو ان لوگوں کو نبی مانا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان کتابوں کو آسمانی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے، اور جن قرائن کا سوال نامہ میں ذکر کیا گیا ہے وہ مفید ظن تو ہوسکتے ہیں مگر مفید یقین نہیں۔ "وإن الظن لايغنى من الحق شيئا"۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: ,,وید،، یا ,, گرنتھ،، یا زردشت وغیرہ کی کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الٰہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا ,,وید،، یا ,, گرنتھ،، وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، امکان محض اور احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں (معارف القرآن ۱۴۸/۳)۔

اور حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: پس جو لوگ سری کرشن کو نبی مانتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ سری کرشن کی نبوت پر ادلۂ شرعیہ میں کوئی دلیل موجود نہیں، اور یہی حکم ہندوؤں کے دیگر پیشواؤں اور اوتاروں کے متعلق بھی ہے (کفایت المفتی ۱۴۸/۱)۔

جب تک دلیل شرعی سے ثبوت نہ ہو کسی کی پیغمبری کا یقین کرنا درست نہیں (فتاوی محمودیہ ۴۸۳/۱)۔

۸ - **الف:** جن مفاسد کے پیش نظر فقہاء کرام نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے وہ مفاسد (یعنی دین وایمان کا خطرے میں پڑ جانا، بچوں کے اخلاق و کردار کا بگڑ جانا وغیرہ) ان عیسائی اسکولوں میں بھی پائے جاتے ہیں، کیونکہ یہ تعلیمی ادارے درحقیقت عیسائیوں کے تبلیغی ادارے ہیں، ان کا اولین مقصد عیسائیت کی تبلیغ اور دوسروں کو ان کے دین ومذہب سے برگشتہ کرنا ہے، تعلیم ثانوی مقصد ہے، لہذا ایسے اسکولوں میں داخلہ لینا مکروہ ہوگا، مسلم علاقوں میں ایسے اسکولوں کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں کی جانی چاہیے، چند روپیوں کی خاطر اپنے بچوں کے دین وایمان کو خطرہ میں ڈالنا کسی طرح درست نہیں، مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے اسکولوں سے کلی طور پر اجتناب کریں اور متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر توجہ دیں۔

(ب) وہ تمام حقوق جو کسی مسلمان عورت کو زوجیت کی وجہ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً نفقہ، سکنی، حسن معاشرت وغیرہ یہ سب کتابیہ کو بھی حاصل ہوں گے، کیونکہ یہ حقوق مسلمان عورت کو مسلمان ہونے کی وجہ سے نہیں ملے ہیں، بلکہ نکاح اور زوجیت کی وجہ سے ملے ہیں اور اس میں مسلمہ اور کتابیہ دونوں برابر ہے۔

''والمسلمة كالكتابية فيه أى فى القسم لإطلاق ماتلونا ومارويناء ولأن القسم من حقوق النكاح ولا تفاوت بينهما فى ذالک ''(بحر ۳۸۱/۳)۔

''ولما ارتفعت المسلمةعن الكتابية بالاسلام فربما توهم عدم استواء ها معها فى القسم فدفع هذاالوهم بقوله والمسلمة كالكتابية فيه''(نہر کتاب النکاح ص ۲۹۳)۔

جس طرح کسی مسلمان عورت سے نکاح کر کے اس کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا درست نہیں اسی طرح کتابیہ کے حقوق سے بھی راہ فرار اختیار کرنا درست نہیں، نیز محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے اس کو طلاق دینے کی بھی اجازت نہیں ہوگی، الا یہ کہ اس عورت کا نکاح میں رہنا اسلام و مسلمین کے حق میں اگر مضر ہو تو اس صورت میں طلاق دینے کی اجازت ہوگی جیسا کہ حضرت عمرؓ حضرت حذیفہ کو طلاق دینے کے لئے کہا تھا۔

''اعزم عليک أن لا تضع كتابى حتى تخلى سبيلها فانى أخاف أن يقتديک المسلمون فيختاروانساء اهل الذمة لجمالهن و كفى بذالک فتنة لنساء المسلمين ''(کتاب الآثار ۴۳۶/۱)۔

فقہاء کرام نے مسئلہ لکھا ہے کہ شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی کو اہل کتاب کے عبادت گاہوں میں جانے سے روکے اسی طرح اپنے گھر میں شراب بنانے سے منع کرے۔

”وذکر الإسبیجابی أن للمسلم منع الذمیة إذاتزوجها من الخروج إلی الکنائس والبیع وله أن یمنعها عن اتخاذ الخمر فی المنزل“(بحر ۳ / ۱۸۳)۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ کتابیہ عورت اپنے مسلم شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام نہیں دے سکتی۔

(ج) جب ان اداروں کا مقصد خدمت خلق کے ساتھ عیسائیت کی تبلیغ اور دوسروں کو اپنے دین سے برگشتہ کرنا ہے تو مسلمانوں کو ان اداروں کی خدمات سے استفادہ نہیں کرنا چاہیے خصوصا ان اداروں میں خدمت کرنے سے تو بہت زیادہ بچنا چاہیے، کیونکہ ایک طرح سے یہ تعاون علی المعصیۃ ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب اور ان سے متعلق مسائل

مولانا ابوسفیان مفتاحی☆

۱- اہل کتاب سے مراد کون لوگ ہیں ''الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ'' میں ہے: اختلف العلماء فی المراد بأهل الكتاب، فذهب الحنفية إلى أن المراد بهم كل من يؤمن بنبي ويقر بكتاب ويدخل فی ذلک اليهود والنصاری ومن آمن بزبور داؤد عليه السلام وصحف إبراهيم عليه السلام، وذلک؛ لأنهم يعتقدون دينا سماويا ومنزلا بكتاب'' (موسوعہ فقہیہ ۱۵/۱۶۶-۱۷۰)۔

''ذهب جمهور الفقهاء إلى أن المراد بهم اليهود والنصاری بجميع فرقهم المختلفة أن غيرهم ممن لا يؤمن إلا بصحف ابراهيم وزبور داؤد استدلوا لذلک بقوله تعالى: '' أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على فائفتين من قبلنا وإن كنا عن دراستهم لغافلين'' فالطائفتان التان أنزل عليهما الكتاب من قبلنا: هما اليهود والنصاری، كما قال ابن عباس ومجاهد وقتادة وغيرهم من المفسرين وما صحف ابراهيم داؤد: فقد كانت مواعظ وأمثالاً لا أحكام فيها، فلم يثبت لهاحكم الكتب المشتملة على أحكام ''(حوالہ مذکور)۔

''قال الشهرستانی: أهل الكتاب الخارجون عن الملة الحنيفية والشريعة الاسلامية ممن يقول بشريعة وأحكام وحدود اعلام وماكان ينزل على ابراهيم وغيره من الأنبياء عليهم السلام ما كان يسمى كتابا، بل صحفا مذهب أبوحنيفة إلى أن الصابئة من أهل الكتان أنهم يقرء ون الزبور ولا يعبدون الكواكب، ولكن يعظمونها كتعظيم المسلمين والكلعبة فی استقبالها واستدل لذلک بقول إلى العالية والربيع بن انس والسدی إلى الشعثاء وجابرين زهد والضحاک فتؤخذ منهم الجزية، كما تؤخذ من أهل الكتاب'' (حوالہ سابق)۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نبی پر ایمان رکھتے ہوں اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرتے ہوں اور ان ہی میں یہود ونصاریٰ اور جو حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں پر ایمان رکھتے ہوں داخل ہیں اور یہ اس لئے کہ یہ لوگ آسمانی دین کا اور کتاب منزل کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۲- صابئین سے مراد: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ان الذين آمنوا والذين هادوا والصابئون والنصاری من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحا فلا خوف عليهم ولاهم يحزنون'' (مائدہ: ۶۹) (بے شک جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابئی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لادے اللہ پر اور قیامت پر اور عمل کرے نیک یہ ان پر ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے)۔

☆ شیخ الحدیث جامعہ مفتاح العلوم مئو۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (فوائد القرآن ص ۱۵۹) میں تحریر کرتے ہیں؛ میرے نزدیک زیادہ صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ صابئین عراق میں ایک فرقہ تھا جن کے مذہبی اصول عموماً حکما اشراقیین اور فلاسفہ طبعیین کے اصول سے ماخوذ تھے، یہ لوگ روحانیت کے متعلق نہایت غلو رکھتے تھے، بلکہ ان کی پرستش کرتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ ارواح مجردہ اور مدبرات فلکیہ وغیرہ کی استعانت واستمداد سے ہی ہم رب الارباب، یعنی بڑے معبود تک پہنچ سکتے ہیں، لہٰذا ریاضات شاقہ اور کسر شہوات روح میں تجرد اور صفائی پیدا کرکے عالم روحانیات کے ساتھ ہم کو اپنا رشتہ پیدا کرنا چاہئے پھر ان کی خوشنودی اور دستگیری سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں، اتباع انبیاء کی ضرورت نہیں، کواکب کی ارواح مدبرہ اور اسی طرح دوسری روحانیت کو اپنے سے خوش رکھنے کے لئے ہیاکل بناتے تھے اور اپنی ارواح کے لے نماز، روزہ اور قربانی وغیرہ کرتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حنفاء کے مقابلہ میں صابئین کی جماعت تھی جن کا سب سے بڑا حملہ نبوت اور اس کے لوازم وخواص پر ہوتا تھا، حضرت ابراہیمؑ کی بعثت کے وقت نمرود کی قوم صابئی العقیدہ تھی جس کے رد میں ابراہیمؑ نے جانبازی دکھلائی۔

علامہ ابن قدامہؒ (المغنی ۶/۵۹۱) میں لکھتے ہیں: "**وأما الصابئيون فاختلف فيهم السلف كثيرا فروى عن أحمد أنهم من جنس من النصارى، ونص عليه الشافعي، وعلق القول فيهم في موضع آخر عن أحمد أنه قال: بلغني أنهم يسبتون فهؤلا كلهم يشبهون اليهود، والصحيح فيهم أنهم كانوا يوافقون النصارى أو اليهود في أصل دينهم، ويخالفونهم في فروعهم ممن وافقوه، وإن خالفوهم في أصل الدين فليس هم منهم**"۔

"**وأما من سوى هؤلاء من الكفار مثل المتمسک بصحف ابراهيم وشيث وزبور وداؤد فليس بأهل كتاب لاتحل مناكحتهم ولاذبائحهم، وهذا قول الشافعي، وذكر القاضي فيهم وجها آخر أنهم من أهل الكتاب، وتحل ذبائحهم ونكاح نسائهم، ويقرون بالجزية؛ لأنه تمسكوا بكتاب من كتب الله فاشبهوا اليهود والنصارى، ولنا قول الله تعالى: أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفة من قبلنا" ولأن تلك الكتاب كانت مواعظ وأمثالا لا أحكام فيها فلم يثبت لها حكم الكتب المشتملة على الأحكام**"۔

جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے کہ یہ گروہ اب نہیں پایا جاتا۔

۳- موجودہ دور میں خصوصاً مغربی ملکوں میں جو لوگ اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتے ہیں ان میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اللہ کے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں، اگر اللہ کو مانتے ہیں تو وحی ورسالت اور آخرت کو نہیں مانتے تو ایسے لوگوں کا شمار یہود ونصاریٰ میں نہیں ہوگا اور نکاح وذبیحہ کے معاملہ ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ نہیں کیا جائے گا وہ کافر قرار دیئے جائیں گے اور ان کی عورتیں حلال نہیں ہوں گی، اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا۔

۴- بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی ان میں سے جو بعض گروہ قرآن کو بھی اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں یا محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں، لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے بعد کسی اور الہامی کتاب اور حضور ﷺ کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعویدار ہیں، تو ان کا شمار ہرگز اہل کتاب میں نہ ہوگا، بلکہ وہ کفار میں شمار ہوں گے، کیونکہ باتفاق اہل سنت والجماعت ختم نبوت کا منکر کافر ہے، اور جب نبی ﷺ پر نبوت ختم ہوچکی ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ قرآن مجید خاتم کتب منزلہ من السماء ہے جیسا کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا، حدیث "**ختم بى النبيون**" (مشکوۃ) اور حدیث "**لانبى بعدى**" کی صراحت سے معلوم ہوا تو اس سے معلوم یہ ہوگیا کہ قرآن کے بعد کوئی الہامی کتاب نازل نہیں ہوگی، چنانچہ ملا علی قاریؒ حدیث جبرئیل کے اندر (اکتبہ) کی شرح میں لکھتے ہیں:

"أی ونعتقد بوجود کتبه المنزلة علی رسوله تفصیلا فیما علم یقینا کالقرآن والتوراة والزبور والإنجیل، وإجمالا فیما عداه، وأنها منسوخة بالقرآن، وأنه لایجوز علیه نسخ ولا تحریف إلی قیام الساعة لقوله تعالی: إنا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون، وقال العلامة الآلوسی فی روح المعانی(۱۱۱/۳۰)اخرج عبد بن حمید وابن مردویه وابن عساکر عن أبی ذر قال :قلت یا رسول الله: کم انزل الله من الکتاب؟قال مائة واربعة کتب، أنزل علی شیث خمسین صحیفة، وعلی إدریس ثلاثین صحیفة، وعلی ابراهیم عشر صحائف، وعلی موسی قبل التوراة عشر صحائف، وأنزل التوراة والإنجیل والزبور والفرقان والله تعالی أعم بصحة الحدیث، وذکر الشیخ العلامة العثمانی ؒ فی فتح الملهم(۳/۱): قال الشیخ الأنور فی الکفار الملحدین، وهذا إلی ختم النبوة بخاتم الأنبیاء وانقلا عها بعده ماشهدالله به فی کتابه وشهدت به الکتب السابقة وشهد به نبینا ﷺ وشهد به الأموات أیضا کزید بن خارجة الذی تکلم بعد الموت فقال محمد رسول الله النبی الأمی خاتم النبیین لانبی بعده"۔

"وقد ذکرت فی المقدمة أن أحادیث ختم النبوة قدجمعها بعض فضلاء عصرنا، فبلغت أزید من مائة وخمسین منها نحوثلاثین من الصحاح الستة، وأجمع علیه الأمة المرحومة وکفر وا، من جهده، وصرح به صاحب الفتوحات الذین یحاول التشبه بازیاله بعض الرجالین فی بقاء النبوة بعد خاتم الأنبیاء ﷺ "(الفتوحات ۵۲۸/۳)۔

خلاصہ کلام: یہ تمام فرقے کافر ہیں، ان کا شمار اہل کتاب میں ہرگز نہیں ہوگا۔

۵- قادیانیوں میں سے دوسرے گروہ نسلی قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۶ الف- آج کل مسلم ممالک میں اگر کوئی مسلمان لڑکا اہل کتاب یہودی یا عیسائی لڑکی سے نکاح کرے تو مغرب کے فکری تسلط کی وجہ سے بیوی کے شوہر پر اثر انداز ہوکر یہودی یا عیسائی ہونے کا پورا خطرہ، بلکہ یقین کے درجہ میں ہے، بنابریں ان حالات میں دارالکفر میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کرنا شرعاً جائز ہوگا، لیکن تبدیلی مذہب کے یقینی ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی جائیگی۔

ب- مذکورہ صورت مسئولہ میں اس صورت حال میں اہل کتاب سے نکاح کرنے کی کراہت باقی نہیں رہے گی۔

۷- قرآن کریم میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:"ولکل أمة رسول فاذا جاء رسولهم قضی فیهم بالقسط وهم لا یظلمون"(یونس:۴۷)(یعنی ہر فرقہ کا ایک رسول ہے پھر جب پہنچا ان کے پاس رسول ان کا فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے اور ان پر ظلم نہیں ہوتا)۔

اب عام اقوام کا ضابطہ بتلاتے ہیں کہ ہر جماعت وفرقہ کے پاس اللہ کے احکام پہنچانے والے بھیجے گئے ہیں جن کو رسول کہئے، تاکہ اللہ کی حجت تمام ہو، اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں، مگر دنیا میں ان کو سزا رسول پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے، اللہ کے یہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بدون بیشتر سے آگاہ کرنے اور ملزوم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنادیا جائے، قیامت میں بھی بقاعدہ پیشی ہوگی فرد جرم لگائیں گے گواہ پیش ہوں گے ہر قوم کے ساتھ ان کے پیغمبر موجود ہوں گے ان کے بیانات وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا(فوائد قرآن علامہ عثمانیؒ /ص ۲۸۳)۔

اس سے ثابت ہوا کہ ہر جماعت وفرقہ کے پاس اللہ کے احکام پہنچانے والے بھیجے گئے، جن کو رسول کہئے اس آیت کریمہ کے پڑھنے کے بعد ایک دوسری آیت کریمہ ملاحظہ فرمائیں:"لقد بعثنا فی کل أمة رسول أن اعبدو الله واجتنبوا الطاغوت"(اور ہم

نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو جھوٹے معبودوں سے)، علامہ عثمانیؒ (فوائد القرآن رص ۳۵۸) میں لکھتے ہیں: اور ہم نے بھیجا ہر امت میں رسول اپنے اپنے وقت پر پھر آخر میں پیغمبر عربی ﷺ کو رسول الثقلین بنا کر بھیجا۔

تنبیہ: اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ ہر قوم وبستی میں رسول بلا واسطہ بھیجا گیا ہو، ہوسکتا ہے کہ ایک نبی کسی قوم میں اٹھایا جائے اور اس کے نائب جنہیں ہادی ونذیر کہا جاسکتا ہے دوسری اقوام میں بھیجے جائیں، ان کا بھیجنا گویا بالواسطہ اسی پیغمبر کا بھیجنا ہے۔

تو برادران وطن جن شخصیتوں کو اللہ کا اوتار مانتے ہیں، اگر رسول الثقلین ﷺ سے پہلے ہیں تو یہ یقین کیا جاسکتا ہے کہ ان کا بھیجنا بالواسطہ اسے پہلے نبی ورسول کا بھیجنا ہے یہ اس نبوی ورسول کے احکام کے مبلغ ہیں، جیسا کہ علماء امت محمد یہ یقین کے ساتھ اللہ کی طرف سے ان کا بھیجنا نہیں کہا جاسکتا۔

اور اگر یہ رسول الثقلین ﷺ کی بعثت کے بعد میں ہیں تو یقین کیا جاسکتا ہے کہ ان کا بھیجنا بالواسطہ رسول الثقلین ﷺ کا بھیجنا ہے، یہ رسول اللہ ﷺ کے احکام کے مبلغ ہیں، جیسے کہ علماء امت محمد یہ، یقین کے ساتھ اللہ کی طرف سے ان کا بھیجنا نہیں کہا جاسکتا۔

پس برادران وطن جن کو اوتار کہتے ہیں ان کی حیثیت فقط مبلغ کی ہوگی اس سے زیادہ نہیں اور ان کی کتابوں کو خاص کر ویدوں کو الہامی کتاب تسلیم نہیں کیا جاسکتا ہے، اگر چہ ان کتابوں نے بیشتر اعتقادی واخلاقی تعلیمات میں قرآن مجید کی موافقت کی ہے۔

۱۸ الف– عیسائی تعلیمی اداروں میں تبلیغ عیسائیت پر زیادہ زور ہوتا ہے در پردہ تو ان حالات میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینا شرعاً ناجائز ہے، اور مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنا جائز نہیں، ایسے اسکول اگر برادران وطن کے ہیں جن میں در پردہ ہندو مذہب کی تبلیغ کارفرما ہے تو ان کا حکم بھی عیسائی تعلیمی اسکول کا حکم ہے، اور اگر برادران وطن کے اسکولوں میں ہندو مذہب کی تبلیغ کارفرما نہیں ہے، جیسا کہ ہندو اسکولوں اور یونیورسٹیوں میں یہ بات نہیں ہوتی تو ایسے اسکول وغیرہ میں مسلمان لڑکے ولڑکیاں داخلہ لے سکتے ہیں، مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے طور پر عصری تعلیم کے بڑے بڑے اسکول اور کالج قائم کریں اور ان سے پہلے مذہبی تعلیمی اداروں میں داخلہ لے کر اپنے عقیدہ کو اتنا مضبوط کرلیں کہ کہیں سے کمزوری نہ ہو تب اپنے قائم کردہ اور حکومتی اداروں کو داخل کرلیں، تاکہ عقیدہ میں کہیں سے کمزوری نہ آئے، اور روزگار کے مواقع اللہ تعالی ان کی طرف رہنمائی کرے گا کہ رزاق اللہ ہے کہ اس نے روزی دینے کا وعدہ کیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**وما من دابة في الأرض الاعلى الله رزقها**''۔

ب– اہل کتاب خاتون سے نکاح کرنے کی صورت میں اس کے حقوق وہی ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں، اور اہل کتاب خاتون سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دینے کی اجازت ہوگی، اور جو اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام نہیں دے سکتیں۔

ج– عیسائی ہاسپٹل اور ان کے قرض مہیا کرنے والے اداروں مسلمانوں کا رویہ یہ ہونا چاہئے کہ مسلمان کو ایسے اداروں میں ان کی خدمت کرنا درست نہیں اور ان کی خدمات سے مسلمان استفادہ نہ کریں، ورنہ تو مذہب اسلام سے ہاتھ دھونا پڑے گا، کیونکہ درحقیقت یہ ادارے مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کے ادارے ہیں، اور ایسے اداروں سے اپنے دین وایمان اسلام کو بچانا فرض ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایسے اداروں سے دور ہی رہنا فرض ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق احکام ومسائل

مولانا اختر امام عادل قاسمی☆

نکاح دنیا میں انسانوں کے درمیان ہونے والا سب سے اہم معاملہ ہے جس سے انسانیت کی بقاوابستہ ہے، اسی لئے شریعت نے اس کے لئے بہت سی ہدایات دی ہیں، جن کی روشنی میں خوشگوار ازدواجی زندگی گذاری جاسکتی ہے، اور ایک بہتر نسل تعمیر ہوسکتی ہے۔

اسلام نے مسلمان مردوں کے لئے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، جبکہ اہل کتاب اسلامی عقیدہ کے مطابق غیر مسلم ہیں، وہ نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کو، بلکہ بہت سے مشرکانہ عقائد بھی رکھتے ہیں۔ عہد نبوی کے اہل کتاب بھی اسی قسم کے تھے۔ البتہ نفس مذہب، خدا، رسالت ونبوت، آخرت جنت وجہنم وغیرہ پر وہ یقین رکھتے ہیں، اور ایک ثابت شدہ آسمانی کتاب مذہبی دستور العمل کے طور پر ان کے پاس موجود ہے، اہل کتاب سے نکاح کا معاملہ گوکہ دستور اسلامی کا حصہ ہے، لیکن محدود سماجی تعلقات یا آمدورفت کے محدود وسائل کی بنا پر اس طرح کے بین مذاہب نکاح پہلے کم ہوتے تھے، لیکن جب سے دنیا سمٹ کر ایک مستوی پر آگئی ہے، اور بین الاقوامی تعلقات میں وسعت پیدا ہوئی ہے، اس کے نتیجہ میں ایسے ملکوں اور علاقوں میں جہاں کثیر مذہبی معاشرہ کا غلبہ ہے اہل کتاب سے نکاح کا رجحان بڑھا ہے، بلکہ کچھ لوگوں کی یہ بھی خواہش ہے کہ دیگر مذاہب واقوام کو بھی کسی نہ کسی عنوان سے اہل کتاب کے دائرے میں لاکر نکاح کا دائرہ ان تک بھی وسیع کردیا جائے، اس لئے ضرورت ہے کہ بنیادی قانونی اور تفسیری مآخذ سے اہل کتاب کے مفہوم ومعیار کا تعین کیا جائے، فقہ اکیڈمی کا سوالنامہ بھی اسی پس منظر میں ہے:

۱- اہل کتاب سے مراد فقہاء کے نزدیک وہ غیر مسلم ہیں جو کسی دین سماوی پر اعتقاد رکھتے ہوں اور ان کے پاس کوئی نازل شدہ آسمانی کتاب بھی موجود ہو، مثلاً تورات، انجیل، زبور، صحف ابراہیم اور صحف موسی وغیرہ، خواہ ان کا عقیدہ وعمل بگڑ چکا ہو، اس تعریف کے مطابق جو قومیں اپنے مذہب کے آسمانی ہونے کی مدعی ہیں، لیکن ان کے پاس کوئی منزل آسمانی کتاب موجود نہیں ہے، وہ اہل کتاب کے مصداق نہیں ہیں، اسی طرح کسی کتاب کے آسمانی ہونے کے لئے اس کا ثابت شدہ ہونا ضروری ہے، محض دعوی کافی نہیں، اور نہ قرائن پر کلی اعتماد کیا جاسکتا ہے، ابن عابدین لکھتے ہیں:

”في النهر عن الزيلعي: واعلم أن من اعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم قوله: (على المذهب) أي خلافا لما في المستصفى من تقييد الحل بأن لا يعتقدوا ذلک ويوافقه ما في مبسوط شيخ الإسلام يجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أن المسيح إله وأن عزيرا إله ولا يتزوجوا نساء هم، قيل: وعليه الفتوى، ولكن بالنظر إلى الدليل ينبغي أنه

☆ جامعہ ربانی منوراشریف، سمستی پور بہار۔

يجوز الأكل والتزوج اه قال في البحر وحاصله أن المذهب الإطلاق لما ذكر شمس الأئمة في المبسوط من أن ذبيحة النصراني حلال مطلقا سواء قال: "بثالث ثلاثة" أو لإطلاق الكتاب هنا، والدليل ورجحه في فتح القدير بأن القائل بذلک طائفتان من اليهود والنصارى انقرضوا لأكلهم مع أن مطلق لفظ الشرک إذا ذكر في لسان الشرع لا ينصرف إلى أهل الكتاب، وإن صح لغة في طائفة أو طوائف لما عهد من إرادته به من عبد مع الله تعالى غيره ممن لا يدعي اتباع نبي وكتاب، إلى آخر ماذكره اه قوله (وفي النهر الخ) مأخوذ من الفتح، حيث قال: وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع إلزاما في المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائم بقدم العالم ونفي العلم بالجزئيات على ما صرح به المحققون" (حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنویر الأبصار فقہ أبوحنیفہ ابن عابدین ۳/۴۶ ناشر دار الفکر للطباعۃ والنشر ۱۴۲۱ھ بیروت، جز۸)۔

۲- قرآن کریم میں مختلف اقوام وملل کے ضمن میں صابئین کا بھی ذکر آیا ہے:"إن الذين آمنوا والذين هادوا والصابئين والنصارى والمجوس والذين أشركوا إن الله يفصل بينهم يوم القيامة إن الله على كل شيء شهيد" (حج:۱۷) (مسلمان، یہود، صابئین، نصاریٰ اور مجوس اور مشرکین کے درمیان اللہ پاک قیامت کے دین فیصلہ فرمائے گا، بے شک اللہ ہر چیز کے گواہ ہیں)۔

صابئین کی تفسیر میں بہت سے اقوال منقول ہیں، بعض لوگوں نے ان کو اہل کتاب ہی کا ایک فرقہ تسلیم کیا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے یہودیت اور نصرانیت سے مرکب ایک دین تیار کیا تھا، کچھ لوگ حضرت نوحؑ اور کچھ حضرت داؤدؑ پر ایمان رکھنے والی جماعت کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں، کچھ بے دین لوگوں کو صابئین کہتے ہیں، بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ قوم حضرات ابراہیمؑ کے زمانے میں پائی جاتی تھی، کچھ کا خیال ہے کہ ملوک فارس میں طہمورث کے زمانے میں اس کا ظہور ہوا تھا، امام رازی وغیرہ نے زیادہ صحیح قول یہ قرار دیا ہے کہ یہ کواکب پرست جماعت ہے، جو ستاروں کی بے پناہ تاثیر کی قائل ہے، وغیرہ (روح المعانی فی تفسیر القرآن والسبع المثانی ۱۳/۲۵، مولف: شہاب الدین محمود بن عبداللہ حسنی آلوسی (م:۱۲۷۰ھ)، تفسیر الفخر الرازی، المشتہر بالتفسیر الکبیر ومفاتیح الغیب ۱۱/۱۰۴ مولف: ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی المقلب بفخر الدین الرازی خطیب الری (م:۶۰۶ھ)، تفسیر القرآن العظیم ۵/۴۰۲ مولف: أبوالفدا اءإسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی (م:۷۷۴ھ) المحقق: سامی بن محمد سلامۃ الناشر دار طیبۃ للنشر والتوزیع الطبعۃ: الثانیۃ ۱۴۲۰ھ، عدد الأجزاء:۸، الدر المنثور فی التأویل بالمأثور المؤلف: عبدالرحمن بن أبوبکر، جلال الدین السیوطی (م:۹۱۱ھ) زیادہ تر اہل تاریخ کی رائے بھی یہی ہے (المختصر فی أخبار البشر ۱/۵۹ المؤلف: أبوالفدا اءعماد الدین اسماعیل بن علی (م:۷۳۲ھ)۔

یہ فرقہ آج موجود ہے یا نہیں؟ مختلف اقوال ہیں، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کا ایک فرقہ بطائحہ اب بھی ایران وعراق کے سواحل پر پایا جاتا ہے (الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان المذاہب العاصرۃ ۱/۳۱۷ تا ۳۲۵ مطبوعہ الریاض ۱۴۰۹ھ)۔

لیکن میرے خیال میں یہ بحث بے موقعہ ہے، کیونکہ اگر ان کا وجود آج محقق بھی ہوجائے تو ان کا اہل کتاب ہونا متحقق نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن کریم میں اہل کتاب کی حیثیت سے ان کا ذکر نہیں آیا ہے، بلکہ مسلمانوں سے مختلف چند ادیان واقوام (یہود ونصاریٰ اور مجوس وغیرہ) کے ضمن میں ان کا ذکر آیا ہے، اس لئے ان کا اہل کتاب ہونا ثبوت طلب ہے، جب تک یقین سے ان کا اہل کتاب ہونا ثابت نہ ہوجائے ان پر اہل کتاب کے احکام عائد نہیں ہوسکتے، اور نہ ان کی موجودگی فقہی طور پر زیر بحث آسکتی ہے۔

۳- موجودہ دور کے عیسائیوں اور یہودیوں کو ان کی لامذہبیت، دین بیزاری اور دہریت کی بنا پر ہمارے بہت سے اہل علم نے اہل

کتاب کا مصداق قرار نہیں دیا ہے، گو کہ عیسائی گھرانوں میں وہ پیدا ہوئے ہوں، اس لئے آج کے عہد تشکیک میں جب تک کسی یہودی یا عیسائی کے تعلق سے یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ مذہب اور اپنی آسمانی کتاب پر یقین رکھتا ہے، گو کہ عمل میں کوتاہ ہو اور دوسری شرکیات میں بھی مبتلا ہو اس سے نکاح کی اجازت نہ ہوگی اور نہ اس کا ذبیحہ حلال ہوگا، ہمارے بزرگوں میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے، اور میرے خیال میں آج کے دور میں یہ رائے بہت احتیاط پر مبنی ہے (امداد الفتاوی ۲/ ۲۱۴ طبع ادارہ تالیفات اولیاء، معارف القرآن، فوائد عثمانی تفسیر سورہ مائدہ/ص ۱۴۲)۔

۴- وہ باطل ادیان و مذاہب جو شریعت محمدی ﷺ کے بعد ایجاد کئے گئے، مثلاً قادیانی، بہائی، سکھ وغیرہ جو قرآن کو خدائی کتاب اور رسول ﷺ کو نبی برحق تسلیم کرنے کے باوجود دیگر کتابوں یا نبوتوں پر عقیدہ رکھتے ہیں (ایسی کتابیں اور شخصیات جن کا آسمانی کتاب یا نبی ہونا ثابت نہیں) یہ اہل کتاب کے دائرہ میں نہیں آتے، یہ کافر یا مرتد ہیں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے، اس لئے کہ حضور ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد نہ کوئی نبوت ہے اور نہ کوئی آسمانی کتاب، "وكل دعوة للنبوة بعده فكذب وضلال وغي وهوى" (عقیدۃ الطحاوی (م ۳۲۱ھ) /ص ۵۲ طبع دیوبند) (حضور ﷺ کے بعد دعوی نبوت کفر و ضلالت کے سوا کچھ نہیں)۔

۵- قادیانی باتفاق علماء مرتد ہیں، ان پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے، اور مرتد کی اولاد کو بھی فقہاء نے والدین کے تابع قرار دیا ہے، البتہ ان کی اولاد کی اولاد کو مرتد کے حکم سے خارج کیا ہے اور ان کو عام پیدائشی کافروں (کافر اصلی) میں شمار کیا ہے، لیکن یہ اہل کتاب کسی حال میں نہیں ہیں، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں:

"وأما حكم ولد المرتد فولد المرتد لا يخلو من أن يكون مولودا في الإسلام، أو في الردة، فإن كان مولودا في الإسلام، بأن ولد للزوجين ولد وهما مسلمان، ثم ارتدا لا يحكم بردته ما دام في دار الإسلام، لأنه لما ولد وأبواه مسلمان فقد حكم بإسلامه تبعا لأبويه، فلا يزول بردتهما لتحول التبعية إلى الدار، إذ الدار وإن كانت لا تصلح لإثبات التبعية ابتداء عند استتباع الأبوين، تصلح للإبقاء؛ لأنه أسهل من الابتداء، فما دام في دار الإسلام يبقى على حكم الإسلام، تبعا للدار، ولو لحق المرتدان بهذا الولد بدار الحرب فكبر الولد، وولد له ولد وكبر، ثم ظهر عليهم أما حكم المرتد والمرتدة فمعلوم، وقد ذكرنا أن المرتد لا يسترق ويقتل، والمرتدة تسترق ولا تقتل وتجبر على الإسلام بالحبس، وأما حكم الأولاد فولد الأب يجبر على الإسلام، ولا يقتل، لأنه كان مسلما بإسلام أبويه تبعا لهما، فلما بلغ كافرا فقد ارتد عنه، والمرتد يجبر على الإسلام،إلا أنه لا يقتل؛ لأن هذه ردة حكمية لا حقيقية لوجود الإيمان حكما بطريق التبعية لا حقيقة، فيجبر على الإسلام لكن بالحبس لا بالسيف إثباتا للحكم على قدر العلة، ولا يجبر ولد ولده على الإسلام؛ لأن ولد الولد لا يتبع الجد في الإسلام، إذ لو كان كذلك لكان الكفار كلهم مرتدين لكونهم من أولاد آدم ونوح–عليهما الصلاة والسلام–فينبغي أن تجري عليهم أحكام أهل الردة، وليس كذلك بالإجماع، وإن كان مولودا في الردة بأن ارتد الزوجان ولا ولد لهما، ثم حملت المرأة من زوجها بعد ردتها، وهما مرتدان على حالهما، فهذا الولد بمنزلة أبويه له حكم الردة، حتى لو مات لا يصلى عليه؛ لأن المرتد لا يرث أحدا، ولو لحقا بهذا الولد بدار الحرب فبلغ، وولد له أولاد فبلغوا، ثم ظهر على الدار وسبوا جميعا، يجبر ولد الأب وولد ولده على الإسلام، ولا يقتلون، كذا ذكر محمد في كتاب السير، وذكر في الجامع الصغير: أنه لا يجبر ولد ولده

D33

على الإسلام۔

(وجه) ما ذكر في السير أن الأب تبع لأبويه، فكان محكوما بردته تبعا لأبويه، وولد الولد تبع له فكان محكوما بردته تبعا له، والمرتد يجبر على الإسلام، إلا أنه لا يقتل؛ لأن هذه ردة حكمية، فيجبر على الإسلام بالحبس لا بالقتل وجه)المذكور في الجامع أن هذا الولد إنما صار محكوما بردته تبعا لأبيه، والتبع لا يستتبع غيره۔

وأما حكم الإسترقاق: فذكر في السير أنه يسترق الإناث والذكور الصغار من أولاده؛ لأن امهم مرتدة وهي تحتمل الإسترقاق، والولد كما تبع الأم في الرق يتبعها في احتمال الإسترقاق۔

وأما الكبار: فلا يسترقون لانقطاع التبعية بالبلوغ، ويجبرون على الإسلام، وذكر في الجامع الصغير: الولدان فيء أما الأول فلأن أمه مرتدة

وأما الآكر فلأنه كافر أصلي؛لأن تبعية الأبوين في الردة قد انقطعت بالبلوغ، وهو كافر، فكان كافرا أصليا، فاحتمل الإسترقاق ولو ارتدت"(*بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع* ۴۰۷/۱۵ تالیف: *علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی ۵۸۷ھ دار الکتب العلمیۃ بیروت،لبنان الطبعۃ الثانیۃ ۱۴۰۶ھ*)۔

مجمع الانہر میں ہے:"زوجان ارتدا فلحقا، بدارهم الأولى بالواو (فولدت المرأة ثم ولد للولد فظهر عليهم فالولدان) أي ولدهما وولد ولدهما (فيء) لأن المرتدة تسترق فكذا ولدها؛ لأنه يتبع الأم (ويجبر الولد) أي ولدهما(على الإسلام) تبعا لأبويه (لا ولده) أي لا يجبع ولد الولد على الإسلام بالإجماع إلا في رواية الحسن فإنه يجبر أيضا، وهذا بناء على أن ولد الولد لا يتبع الجد في الإسلام في ظاهر الرواية ويتبعه فی رواية" (*مجمع الانہر فی شرح ملتقی الابحر ۴۹۹/۲ عبد الرحمٰن بن محمد بن سلیمان الکلیبو لی المدعو بشیخی زادہ (م:۱۰۷۸ھ) تحقیق خرج آیاتہ وأحادیثہ خلیل عمران المنصور الناشر دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۹ھ،لبنان،عدد الأجزاء ۴*)۔

زیلعی لکھتے ہیں:"فيكون حجة لأبي حنيفة في توقفهما في أطفال المشركين، فإذا تبعهما يجبر على الإسلام كما يجبران عليه ولا يقتل تبعا لأبيه؛ لأنه كافر أصلي وليس بمرتد حقيقة، فيكون حكمه في القتل حكم الكافر الأصلي وولد الولد يسترق ولا يقتل لما ذكرنا وهل يجبر على الإسلام ففيه روايتان في رواية يجبر رواها الحسن عن أبي حنيفة تبعا لجده، وفي رواية لا يجبر؛ لأنه لو أجبر إما أن يجبر تبعا لأبيه ولا وجه له ،لأن أباه كان تبعا لأبويه والتبع لا يكون له تبع أو تبعا لجده ولا وجه له، لأن تبعيه الآباء في الدين على خلاف القياس ولا يلحق به الجد ولو الحق لكان الناس كلهم مسلمين تبعا لآدم وحواء عليهما السلام ولم يوجد في ذريتهما كافر غير المرتد وأصل هاتين الروايتين مبني على أن ولد الولد يكون مسلمان بإسلام جده أم لا ففي رواية الحسن يكون مسلمان فإذا تبعه في الإسلام تبعه في الإجبار عليه أيضا، وفي رواية لايتبعه في الإسلام، فكذا في الإجبار"(*تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۲۹۲/۳ فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی الحنفی ،الناشر دار الکتب الإسلامی، ۱۳۱۳ھ،قاہرہ،عدد الأجزاء ۶*)۔

۶- اہل کتاب سے نکاح کے تعلق سے فقہاء نے دارالاسلام اور دارالحرب کا جو فرق کیا ہے وہ منصوص نہیں ہے، بلکہ حالات کی بنا پر دارالاسلام میں اجازت دی گئی اور دارالحرب میں مکروہ قرار دیا گیا ہے، آج اگر حالات واقعی طور پر بدل جائیں یعنی دارالاسلام میں اہل کتاب

سے نکاح زیادہ باعث مضرت وفساد ثابت ہواور اس کے برعکس غیر مسلم ملکوں میں ان سے نکاح دعوتی مقاصد کو پورا کرنے کا سبب بننے، یا مسلمانوں کے لئے باعث تقویت ہوتو اصول کے مطابق حکم تبدیل ہوجائے گا، اس لئے کہ یہ حکم معلل بالفتنہ ہے، یعنی مومن کی اپنی ذات کے لئے فتنہ یا نسل کے بگڑنے کا اندیشہ وغیرہ، ورنہ اس باب میں بذات خود دارالاسلام اور دارالحرب کا فرق اصل نہیں ہیں، زیلعی لکھتے ہیں:

”وتكره الكتابية الحربية إجماعا لانفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعي للمقام معها في دارالحرب، أو تعريض الولد على التخلق باخلاق اهل الكفر“ (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق وحاشیۃ الشلبی ۲/۱۰۹، مؤلف: عثمان بن علی بن محجن البارعي، فخر الدين الزيلعي الحنفي (م: ۷۴۳ھ) الحاشية: شهاب الدين احمد بن محمد بن احمد بن يونس بن اسماعيل بن يونس الشلبي (م: ۱۰۲۱ھ) الناشر: المطبعة الكبرى الأميرية - بولاق، قاہرہ، طبع اول ۱۳۱۳ھ)۔

۷- قرآن کریم میں کہا گیا ہے کہ اللہ پاک نے ہر قوم میں پیغمبر وہادی بھیجے ہیں، لیکن جب تک یقینی دلائل سے کسی مذہب وکتاب کا من جانب اللہ ہونا ثابت نہ ہوجائے محض قرائن وآثار کی بنیاد پر حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، اس لحاظ سے ہندوستان کے ہندو مشرک ہیں، اہل کتاب نہیں ہیں، گوکہ ان کے یہاں بعض مماثلتیں اسلامی تعلیمات سے موجود ہیں، مگر یہ صرف قرائن ہیں، ان کے آسمانی مذہب ہونے کا ثبوت قرآن و حدیث یا معتبر تاریخی ذرائع سے نہیں ملتا، ہمارے بعض بزرگوں: مثلاً حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ وغیرہ نے بعض آثار وقرائن کی بنیاد پر ہنود کو اہل کتاب میں شمار کئے جانے کا رجحان دیا ہے، اس موضوع پر ان کا ایک تفصیلی مکتوب شائع شدہ ہے، جو حضرت مولانا اخلاق حسین قاسمی دہلویؒ کی تحقیق اور حضرت مولانا زید ابوالحسن فاروقی مجددی دہلویؒ کی تعلیق کے ساتھ دہلی سے شائع ہوا ہے، مگر یقینی ثبوت نہ ہونے کی بنا پر کم از کم نکاح اور ذبیحہ کے مسائل میں اس مکتوب کو سند بنانا مشکل ہے، مفتی شفیع صاحبؒ نے لکھا ہے کہ اس باب میں احتمالات کا اعتبار نہیں ہے (معارف القرآن ۳/۶۱)۔

۸- **الف:** عیسائی یا یہودی مشنریز کے جن اسکولوں اور اسپتالوں سے ان کے عقائد کی تشہیر کی جاتی ہو اور ان میں داخلے یا ملازمت سے اسلامی عقیدہ وفکر کے بگڑنے کا اندیشہ ہو ایسے اداروں سے حتی الامکان اجتناب کرنا ضروری ہے، مسلمانوں کو ایسے اداروں کی حوصلہ افزائی نہیں کرنی چاہئے، اس لئے کہ قانون اسلامی کا مسلمہ ضابطہ ہے کہ مفاسد کا ازالہ مصالح کے حصول سے زیادہ ضروری ہے: ”رعاية درء المفاسد أولى من رعاية حصول المصالح“ (انوار البروق فی انواع الفروق ۸/۲۸۱، مولف: ابوالعباس شهاب الدين احمد بن ادريس المالكی الشهير بالقرافي (م: ۶۸۴ھ)۔

ب- اہل کتاب خواتین سے عام حالات میں نکاح کرنا بہتر نہیں ہے، جیسا کہ حضرت عمرؓ کی ان ہدایات سے سمجھ میں آتا ہے جو انہوں نے اپنے حدود مملکت کے عمال کے لئے جاری فرمائے تھے، لیکن نکاح کر لینے کے بعد ان کو وہ تمام حقوق زوجیت حاصل ہوں گے جو مسلم بیویوں کو حاصل ہوتے ہیں، ان سے فرار کی گنجائش نہیں ہے، کتب فقہ میں یہ مسئلہ صراحت کے ساتھ آیا ہے:

”فتجب (النفقة.....هي الطعام والكسوة والسكنى) للزوجة، وهذا ظاهر الرواية...... ولو) كانت (مسلمة أو كافرة أو كبيرة أو صغيرة تطيق الوطى“ (ردالمحتار علی الدر المختار: شرح تنویر الابصار ۱۳/۷۹ مولف: ابن عابدین، محمد امین بن عمر (م: ۱۲۵۲ھ) کذا فی التاتارخانیہ ۵/۳۵۸)۔

محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق نہیں دی جاسکتی، اس لئے کہ پھر شریعت ان سے نکاح کی اجازت ہی نہ دیتی۔

ج- یہیں سے یہ مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ مسلمان شوہر اپنی کتابیہ بیوی کو اسلامی اعمال کے لئے مجبور نہیں کرسکتا اور نہ اس کے مذہبی

اعمال ومراسم کی ادائیگی پر پابندی عائد کرسکتا ہے، اس لئے کہ اسلام اپنے غیر مسلم شہریوں کو مذہبی آزادی دیتا ہے، قرآن نے اعلان کیا ہے: ''**لا اکراه فی الدین**''(سورۂ بقرہ:۲۵۶)(دین میں کوئی زور زبردستی نہیں)، ''**لکم دینکم ولی دین**''(سورۂ کافرون:۶)(تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین ہے)، اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو مسجد نبوی میں ان کے اپنے طریق پر عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی (احکام اہل الذمۃ لابن القیم ۱/۳۱۶) وغیرہ، مذہبی رواداری کی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں پھر گھر کی ممبر غیر مسلم خواتین کو جبر واکراہ کا نشانہ بنانا کیونکر روا ہوسکتا ہے؟

د–اس سوال کا جواب (الف) میں گذر چکا، ایسے اداروں سے مسلمانوں کو حتی الامکان اجتناب کرنا چاہئے اور دنیا کے قلیل منافع پر نگاہ نہیں رکھنی چاہئے۔

☆☆☆

اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی☆

۱،۲- جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک اہل کتاب سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں اس میں ان کے مختلف فرقے شامل ہیں (موسوعہ فقہیہ ۷/۱۴۰، وزارت اوقاف کویت)، قرآن پاک میں اہل کتاب کی اصطلاح مذکورہ دونوں فرقوں کے لئے استعمال ہوئی ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: "أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا، وإن كنا عن دراستهم لغافلين" (انعام:۱۵۶) (ہم نے یہ قرآن اس لئے نازل کیا ہے کہ کبھی تم یہ کہنے لگو کہ وہ کتاب (توریت وانجیل) جو اتری تھی وہ انہیں دو فرقوں پر (یہود ونصاری) جو ہم سے پہلے تھے اور ہم کو ان کے پڑھنے پڑھانے کی خبر ہی نہ تھی۔

فقہاء احناف کے یہاں اہل کتاب کے مصداق میں قدرے توسع ہے، ان کے یہاں اہل کتاب میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو انبیاء علیہم السلام میں سے کسی بھی نبی پر ایمان رکھتے ہوں، اور آسمانی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب کو مانتے ہوں، چنانچہ اس میں عام یہود و نصاری کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام پر ایمان لانے والے اور صحیفہ ابراہیم علیہ السلام کو ماننے والے سب شامل ہیں (ایضا)، علامہ ابن عابدین لکھتے ہیں: "والكتابى من يعتقد دينا سماويا أى تزل بكتاب كاليهود والنصارى" (ردالمحتار علی الدرالمختار ۳/۲۹۳، مکتبہ رشیدیہ کراچی)۔

مذکورہ گروہوں کے علاوہ کچھ اور قومیں بھی ہیں جو آسمانی کتابوں کی حامل ہونے کی دعویدار ہیں، مگر ان کے عقائد اور اعمال کی بنیاد انبیاء کی تعلیمات اور کتب آسمانی کی ہدایت پر نہیں ہے، تو ایسی قوم پر اہل کتاب کا اطلاق درست نہیں ہے، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے مجوسیوں کو اہل کتاب شمار نہیں کیا، جبکہ ان کے عقائد زردشت کی تعلیمات سے ملتے تھے، رسول پاک ﷺ نے ان کو اہل کتاب نہیں قرار دیا، البتہ ان سے اہل کتاب جیسا سلوک فرمایا: "قال عبد الرحمن بن عوف اشهد لسمعت رسول الله يقول: سنوا بهم سنة أهل الكتاب" (موطا امام مالک، کتاب الزکاۃ، باب جزیۃ اہل الکتاب والمجوس) (حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں کہ میں شاہد ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا سلوک کرو، اور اسی لئے آپ ﷺ نے بحرین کے علاقہ ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ لیا)۔

اہل کتاب میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اصلی توریت وانجیل اور زبور کے حامل ہیں، اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنے دین میں تحریف وترمیم کر لی ہے، اور دین کی محرف شکل کی پیروی کرتے ہیں یا دوسری گمراہیوں میں مبتلا ہیں، قرآن پاک میں اہل کتاب کی دین میں تحریف وترمیم اور باطل عقیدہ کو اختیار کرنے کی حرکت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان کے مشرکانہ اعمال کی خبر دی گئی ہے، اس کے باوجود ان کو مشرکوں کے زمرہ میں نہ شامل کر کے اہل کتاب کے زمرہ میں رکھا گیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: "يا أهل الكتاب لا تغلوا فى دينكم ولا

☆ صدر شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔

تقولوا على الله إلا الحق إنما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله وطمته ألقاها إلى مريم وروح منه، فأمنوا بالله ورسوله ولا تقولوا ثلاثة انتهوا خيرا لكم انما الله اله واحد سبحانه أن يكون له ولد" (نساء:۱۷۱)۔

مفتی شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ قرآن کریم کی بے شمار تصریحات سے واضح ہے کہ اہل کتاب ہونے کے لئے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں اور اس کی اتباع کرنے کے دعویدار ہوں، خواہ وہ اس کے اتباع میں کتنی گمراہیوں میں جا پڑے ہوں (معارف القرآن ۳/ ۴۸، سورۂ مائدہ:۵، مکتبہ مصطفائیہ دیوبند)۔

۳- جولوگ حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کی رسالت کے منکر ہوں، اور توریت وزبور وانجیل کو آسمانی کتاب نہ مانتے ہوں اگرچہ قومی اور نسلی اعتبار سے یہودی یا عیسائی ہوں وہ اہل کتاب کا مصداق نہ ہوں گے، کیونکہ اہل کتاب کا مطلب حامل یا حامی کتاب ہے نہ کہ منکر کتاب، منکر کتاب کو اہل کتاب نہیں مانا جاسکتا، صابئین صابی کی جمع ہے، اور صابی لغت میں اس کو کہتے ہیں جو ایک دین چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہوجائے، لہذا صابی وہ لوگ تھے جو اہل کتاب کے دین سے نکل گئے تھے، بعض علماء نے صابئین کا اطلاق ستارہ پرست لوگوں پر کیا ہے۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ صابی وہ لوگ تھے جنہوں نے ادیان سماویہ میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے لیا، چنانچہ وہ زبور پڑھتے تھے، ملائکہ کی عبادت کرتے تھے، اور نماز کعبۃ اللہ کی طرف منہ کرکے پڑھا کرتے تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان کے ہاتھ کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی درست ہے، علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہی کہ یہ لوگ نہ یہودی تھے نہ نصرانی نہ ہی مجوسی، بلکہ یہ لوگ فطرت پر تھے اور کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے، بعض علماء کا قول ہے کہ صابی وہ ہیں جنہیں کسی نبی کی دینی دعوت نہیں پہنچی (تفسیر ابن کثیر، سورہ بقرہ:۶۲)۔

آج کل عراق میں یزیدیہ فرقہ سے جولوگ تعلق رکھتے ہیں وہ اپنے آپ کو صابئ عقائد کا حامل قرار دیتے ہیں۔

۴- مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لانے کے ساتھ قرآن کریم کو آخری آسمانی کتاب ہدایت سمجھے اور رسول کریم ﷺ کو آخری رسول اور نبی تسلیم کرے، رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی" (ترمذی)، اب جولوگ قرآن کریم کو بھی مانتے ہیں اور اس کے بعد کسی اور کتاب کو آسمانی ہدایت نامہ تسلیم کرتے ہیں، یا محمد ﷺ کو نبی مانتے ہیں، مگر ان کے بعد کسی اور شخص کی نبوت یا رسالت کا عقیدہ رکھتے ہیں، وہ مسلمان نہیں کہے جاسکتے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہیں، مسلمان ہونے کے لئے نبوت کے ساتھ ختم نبوت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اور قرآن کی صراحت کے مطابق محمد ﷺ کو "خاتم النبیین"، تسلیم کرنا لازم ہے، اس کے منکر کو نہ مسلمان کہا جاسکتا ہے اور نہ اہل کتاب کہا جاسکتا ہے، بلکہ مرتد کہا جاسکتا ہے۔

۵- جولوگ شریعت محمدی کو نہیں مانتے اور عیسائی اور یہودی ہوں وہ تو اہل کتاب ہیں لیکن جولوگ اپنے آپ کو مسلمان کہہ کر اسلام کی مخالفت کرتے ہوں اور اس کی جڑیں کاٹتے ہوں، ایسے لوگ زندیق کہلاتے ہیں، بظاہر مسلم اور بباطن منکر (رد المحتار علی در المختار ۳/ ۲۹۴)، زندیق وملحد اہل کتاب کے علاوہ ہیں، علماء نے قادیانیوں کے عقائد کی تحقیق کرنے کے بعد ان کو مرتد قرار دیا ہے، خواہ وہ مسلمان ہونے کے بعد قادیانی ہوگئے ہوں یا خاندانی اور نسلی طور پر قادیانی ہوں، وہ سب زندیق اور مرتد کے زمرہ میں آتے ہیں، ان سے نکاح درست نہیں ہے، اور ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے، اس لئے کہ منکرین ختم نبوت اور قادیانی خواہ پیدائشی ہوں یا دین محمدی کو چھوڑ کر بنے ہوں دونوں کا حکم مرتد کا ہے "فأما المرتد فإن الجمهور على أن ذبيحته لا تؤكل" (بدایۃ المجتہد ۱/ ۴۵۰)۔

۶- اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا درست ہے جبکہ وہ واقعی اہل کتاب ہوں، یعنی حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کے قائل ہوں، قرآن پاک میں اس کی حلت اس طرح مذکور ہے: "**الیوم احل لکم الطیبات وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکلم وطعامکم حل لھم، والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم**" (مائدہ:۵)، مگر جس فتنہ سے امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں آگاہ کیا تھا، وہ فتنہ تو آج بھی موجود ہے، اس لئے جہاں اجتماعی یا انفرادی فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں کتابیہ سے نکاح کو مکروہ کہا جائے گا اور اسے اسلام اور امت کے وسیع تر مفاد میں دیکھا جائے گا، آج بھی عیسائیوں میں بہت سے لوگ مسیحی عقائد کے حامل ہیں، مگر بہت سے لوگ صرف قومیت کے لحاظ سے عیسائی ہیں، عملی طور پر منکر و ملحد ہیں، وہ دین و مذہب کے اور خدا و رسول کے نظریہ کے قائل ہی نہیں ہیں، نہ ان کو اہل کتاب میں شمار کیا جاسکتا ہے، نہ ان کے ذبیحہ کو حلال سمجھا جاسکتا ہے، اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کو جائز کہا جاسکتا ہے، صرف مردم شماری میں عیسائی یا یہودی ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ان کے مذہبی مسلمات کو ماننا لازم ہے۔

اسلامی شریعت میں غیر مسلموں اور عام کافروں کے مقابلے میں اہل کتاب کو مسلمانوں سے تعلقات اور روابط کے لحاظ سے ایک گونہ فوقیت دی گئی ہے، چنانچہ ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں سے مسلمان مردوں کو نکاح کی اجازت دی گئی ہے، جیسا کہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵ میں ذکر ہے، مگر اس سلسلے میں چند باتیں پیش نظر رہنی چاہئے۔

۱- کسی مسلمان عورت سے کوئی عیسائی یا یہودی مرد نکاح نہیں کرسکتا۔

۲- ایسی کتابی عورت سے نکاح کیا جائے گا جو پاک دامن اور عصمت مآب ہو اس کے اظہار کے لئے قرآن نے "محصنات" کا لفظ استعمال کیا ہے، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ آیت میں پارسا کی جو تخصیص ہے بیان اولیت کے لئے ہے (بیان القرآن ۳/۷، سورۂ مائدہ:۵)۔

۳- کتابیہ سے نکاح کی صرف اجازت ہے، سفارش نہیں ہے، مطلوب تو مومنہ عورت سے نکاح کرنا ہے، کیونکہ نکاح ذریعہ ایک خاندان وجود میں آتا ہے، اور بچوں کی دینی واخلاقی تربیت وابستہ ہوتی ہے، اس کے لئے ایمان مطلوب ہے۔

۴- وہ عورتیں واقعۃً عیسائی یا یہودی ہوں، یعنی وحی، رسالت و آخرت وغیرہ پر ایمان رکھتی ہوں، دہریئے اور خدا کے منکرین، جو صرف یہودی، عیسائی نام کے ہوں، ان کا حکم یہ نہ ہوگا، بلکہ ان کا حکم مشرکوں اور کافروں کا ہوگا۔

۵- غیر مسلم ملک میں بسنے والی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کرنا بعض فقہاء کے نزدیک حرام اور احناف کے یہاں مکروہ ہے، حلت و کراہت کا تعلق تین باتوں سے ہے ایک تو یہ کہ موجودہ زمانے میں جو عیسائی اور یہودی عورتیں اہل کتاب کہلاتی ہیں ان کے اندر فحاشی اور ناجائز تعلقات کی کثرت ہے، اگر یہ معلوم ہو کہ جس سے نکاح کیا جارہا ہے اس کے یہاں نکاح کا تصور نہیں ہے بلکہ مروجہ مغربی اباحیت اور بوائے فرینڈ اور لوان پارٹنر کا تصور ہے تو نکاح مناسب نہیں، دوسرے یہ کہ ان کی اکثریت الحاد، مذہب بیزاری، انکار آخرت وغیرہ کی شکار ہیں، ظاہر ہے کہ ایسے لوگوں سے نکاح قطعاً حلال نہ ہوگا، ایسی عورتوں کا خود قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب میں شمار نہیں ہوگا۔

سوم یہ کہ ان عورتوں کا مسلمان گھروں میں آنا گھر کے دینی ماحول اور مزاج کو بگاڑ سکتا ہے، مسلم حکمرانوں کے گھر میں اہل کتاب عورتوں کے ہونے سے اسلامی حکومت کو شدید نقصان پہنچتا ہے اور مسلم معاشرہ میں انتشار کا دروازہ کھلتا ہے۔

اسی وجہ سے جن ممالک میں اس کا رواج ہے جہاں مسلمانوں کے اخلاقی حالات کو بھی نقصان پہنچتا ہے، خاندان ٹوٹ جاتا ہے، خود سیدنا عمرؓ نے اپنے زمانے میں اس نقصان کو محسوس کیا اور مسلم گورنر کو اس سے باز رہنے کی ہدایت دی۔

حضرت شقیق بن سلمہؓ سے مروی ہے کہ جناب حذیفہؓ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کیا، حضرت عمر فاروقؓ کو اطلاع ملی تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دے دو۔

حضرت حذیفہؓ نے جواب میں خط لکھا کہ کیا یہ میرے لئے حرام ہے؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں حرام نہیں کہتا، لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت و پاکدامنی نہیں ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے اس راہ سے فحاشی و بدکاری میں داخل نہ ہو جائیں (ابوبکر الجصاص، احکام القرآن ۳/ ۲۲۳، بیروت)۔

علامہ ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ حضرت طلحہؓ اور کعب بن مالکؓ کو بھی سیدنا عمرؓ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے پر سخت تنبیہ کی اور حکم دیا کہ طلاق دے دو۔ علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں، لیکن اگر خارجی اثرات و حالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑے بلکہ کفر میں پڑنے کا احتمال ہو تو ایسے حلال کے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی (ترجمہ شیخ الہند محمود حسن، حاشیہ عثمانی، سورہ مائدہ: ۵)۔

جو لوگ غیر مسلم ممالک میں یہودی یا عیسائی عورتوں سے نکاح دعوتی مقصد سے اشاعت اسلام کی خاطر کرتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس میں اصل اعتبار نیت کا ہے، رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی" (الصحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ) عمل کا مدار نیت پر ہے اور ہر انسان کو اس کی نیت کا ثواب ملتا ہے، اسلام کی دور اور اشاعت مسلمان کا بنیادی فریضہ ہے، اس میں ہر جائز طریقوں سے مدد لینی چاہئے۔

۷ - جن انبیاء علیہم السلام کے اسماء گرامی قرآن پاک میں مذکور ہیں ان پر یقین کے ساتھ ایمان لانا لازم ہے، اور کسی ایسے شخص کو نام کی صراحت کے ساتھ نبی تسلیم کرنا جس کا نام قرآن وحدیث میں نہیں ہے، درست نہیں ہے۔

قرآن کی آیت "لکل قوم ھاد" سے غیر منصوص شخص کی نبوت پر استدلال کرنا کافی نہیں ہے، کیونکہ آیت میں رسوک پاک ﷺ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ آپ ہر قوم کے ہادی ورہنما ہیں؛

"إنما أنت منذر ولکل قوم ھاد" (سورۂ رعد: ۷) یعنی خطاب نبی علیہ السلام سے ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ہادی کا لفظ نبی کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، غیر نبی پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے، انبیاء کی تعلیمات کو جو لوگ پہنچاتے ہیں وہ بھی ایک قسم کی ہدایت دیتے ہیں، عام طور معلمین اخلاق کو ہادی کہہ دیا جاتا ہے، گوتم بدھ، زردشت اور کنفیوشش وغیرہ کتاب وسنت اور آثار صحابہؓ میں ان کے پیغمبر یا نبی ہونے کی صراحت کہیں موجود نہیں ہے، حالانکہ معروف مذاہب ہونے کی وجہ سے یہ ضروری تھا کہ یہود ونصاری وغیرہما کی طرح ان کے بارے میں تصریح ہوتی۔

کسی شخص کے فکر وفلسفہ کے درست ہونے سے اس کا نبی یا رسول ہونا لازم نہیں آتا، اس لئے گوتم بدھ، زرتشت، اور کنفیوشس کی تعلیمات کے اچھے پہلوؤں سے ان کی نبوت و رسالت ثابت کرنا درست نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ یہ نبی رہے ہوں مگر قرآن وسنت میں اس کی صراحت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو نبی قرار نہیں دیا جاسکتا، یعنی ان کے نبی ہونے کے اعتقاد قائم کرنے کے لئے صرف امکان اور احتمال کافی نہیں ہے بلکہ نص ضروری ہے۔

۸ - تعلیم کا حصول مسلمانوں پر لازم ہے، علم ودانائی کا سرمایہ جہاں کہیں پایا جائے، مسلمانوں کو حاصل کرنا چاہئے، نبی ﷺ نے

فرمایا:”کلمة الحکمة ضالة المؤمن فحیثما وجدها فهو أحق بها“ (سنن ترمذی، ابواب العلم)۔

اسی لئے رسول پاک ﷺ نے جنگ بدر کے مشرک قیدیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ مسلمان بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں تو ان کو بغیر تاوان کے رہا کر دیا جائے گا (مسند احمد بروایت عبداللہ بن عباسؓ)، ہمارے ملک میں عموماً عیسائی حضرات کے تعلیمی ادارے مسلمانوں کے مقابلہ میں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں، اور تعلیم وترقی میں ان کے بہتر نتائج سامنے آئے ہیں، حالانکہ اسی کے ساتھ وہ عیسائی مذہب کی بھی تبلیغ کرتے ہیں اور ذہن سازی بھی کرتے ہیں، مقابلہ کی دنیا میں مطلوب تو یہ ہے کہ مسلمان خود اپنے تعلیمی ادارے قائم کریں اور ان کو معیاری بنائیں، مگر جب تک ایسا نہ ہو مسلمان بچوں کو عیسائی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے کی اجازت ہوگی، اور یہ والدین کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اپنے بچوں کی نگرانی کریں اور محض تعلیم کے لئے دین وعقیدہ کو خراب نہ ہونے دیں، دین برباد کرکے دنیا نہ آباد کریں، یعنی بحالت مجبوری ہی مسلمان بچوں کو عیسائی اداروں میں بھیجنا چاہئے، اگر متبادل موجود ہو تو اسی پر عمل کرنا چاہئے، یہ مسلمانوں کی دینی اور قومی ذمہ داری ہے، ورنہ وہ افسوس کے ساتھ یہی کہتے رہ جائیں گے:

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

یہ ایک سماجی حقیقت ہے کہ عیسائی حضرات خدمت خلق کے کاموں میں دوسرے فرقوں کے مقابلہ میں زیادہ سرگرم اور فعال ہیں، اسی وجہ سے ان کے ہسپتال اور طبی ادارے ہر جگہ کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں۔

ان اداروں میں کام کرنا اور ان کی انسانی خدمت میں حصہ لینا درست ہے، البتہ جہاں عیسائی عقائد کی تبلیغ کا مرحلہ ہو یا شریعت اسلامی کے خلاف امر درپیش ہو تو وہاں اپنے آپ کو بچانا لازم ہے، تعاون خدمت میں ہو نہ کہ معصیت میں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صاف لفظوں میں اعلان فرما دیا ہے:”لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق“ (بخاری، کتاب الاحکام) (جس کام میں اللہ کی نافرمانی ہو اس میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے)۔

☆☆☆

اہل کتاب اوران سے متعلق احکام

مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی☆

قرآن مجید میں ہے: ”إن الذین اٰمنوا والذین ھادوا والنصٰریٰ والصّٰبئین من اٰمن با اللہ والیوم الاٰخروعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون“(سورہ بقرہ/۶۲)۔

(بیشک جولوگ مسلمان ہوئے اور یہود ہوئے اورنصاریٰ اورصائبین جو ایمان لائے (ان میں سے) اللہ پراورروزقیامت پراورکام کئے نیک توان کے لئے ان کاثواب ان کے پاس اورنہیں ان پرکوئی خوف اورنہ وہ غمگین ہوں گے)۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:”إن الذین اٰمنوا والذین ھادواوالصّٰبئین والنصٰریٰ والمجوس والذین أشرکوا إن اللہ یفصل بینھم یوم القیامۃ إن اللہ علیٰ کل شئ شھید“(سورہ حج /۱۷)۔

(جولوگ مسلمان ہیں اورجو یہود ہیں اورصائبین ہیں اورنصاریٰ اورمجوس اورجوشرک کرتے ہیں مقرراللہ فیصلہ کریگاان میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے ہے ہرچیز)۔

حضرت مولاناشبیراحمدعثمانیؒ تفسیرعثمانیؒ میں تحریرفرماتے ہیں کہ”یہودکہتے ہیں حضرت موسیٰؑ کی امت کواورنصاریٰ حضرت عیسیٰ کی امت کو،صائبین ایک فرقہ ہےجس نے ہرایک دین میں سے اچھاسمجھ کرکچھ اختیارکرلیااورحضرت ابراہیم کومانتے ہیں اورفرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اوراورزبورپڑھتے ہیں اورکعبہ کی طرف نمازپڑھتے ہیں“(تفسیرعثمانی صفحہ ۱۳)۔

صاحب جلالین کہتے ہیں کہ:”والصّٰبئین طائفۃ من الیھود او النصٰریٰ“(روح القرآن جلد اول صفحہ ۷۷)(صائبین یہود یانصاریٰ کاایک فرقہ ہے)۔

صائبین کے بارے میں مولاناسیدابوالاعلیٰ مودودی تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں کہ:”صابئ کے نام سے قدیم زمانے میں دوگروہ مشہور تھےایک حضرت یحیٰ علیہ السلام کے پیرو،جو بالائی عراق (یعنی الجزیرہ) میں اچھی خاصی تعدادمیں پائے جاتے ہیں،اورحضرت یحیٰ کی پیروی میں اصطباغ کےطریقے پرعمل کرتے تھے۔دوسرے ستارہ پرست لوگ جواپنے دین کوحضرت شیثؑ اورحضرت ادریس علیہما السلام کی طرف منسوب کرتے تھےاورعناصرپرسیاروں کی اورسیاروں پرفرشتوں کی فرماں روائی کے قائل تھےان مرکزحران تھااورعراق کے مختلف حصوں میں ان کی شاخیں پھیلی ہوئی تھیں۔یہ دوسراگروہ اپنے فلسفہ وسائنس اورفنِ طب کے کمالات کی وجہ سے زیادہ مشہورہواہے۔لیکن اغلب یہ ہے کہ یہاں پہلاگروہ مرادہےکیونکہ دوسراگروہ غالباًنزول قرآن کےزمانے میں اس نام سے موسوم نہ تھا“(تلخیص تفہیم القرآن صفحہ ۵۲۹)۔

قرآن مجید اہل کتب سے یہود اور نصاریٰ مراد لیتا ہے اگران میں عقائد کا بگاڑ آ بھی گیا ہوتب بھی جب تک ان کاشماران

☆ مالیرکوٹلہ،پنجاب۔

فرقوں میں ہوتا ہے ان پر وہی احکام نافذ وجاری ہوں گے رہا عقیدہ اور عمل کا فساد وہ ایسا ہی ہے جیسے خود مسلمانوں میں بھی قبر پرستی وغیرہ کی شکل میں پایا جاتا ہے۔

جہاں تک دوسرے باطل ادیان کا معاملہ ہے ان میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں شمار نہیں کیا گیا ہے۔ اگرچہ ہندومذہب کی کتابوں میں توحید اور آخرت کے متعلق تعلیمات پائی جاتی ہیں اور یہ بھی امکان ہے کہ ان میں بھی اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر مبعوث کیا ہو چونکہ ان سب چیزوں کا تعلق امکان سے ہے اس لئے اہل کتاب کے عنوان سے جو خطاب ہوگا اور جو احکام متعلق ہوں گے ان سے مراد صرف یہود ونصاریٰ ہی ہوں گے۔

اس وقت دنیا کی جو صورت حال ہے اس میں دارالکفر اور دارالاسلام کی تقسیم دشوار ہے کیونکہ بہت سے ملکوں میں جمہوری نظام ہے اور ہم ان کو دارالامن کہہ سکتے ہیں جیسے ہمارا ملک ہندوستان ہے کہ موجودہ آئین کی صورت میں اس کو دارالحرب یا دارالکفر کے بجائے دارالامن کہنا مناسب ہوگا۔

جہاں تک مسلمان مردوں کا اہل کتاب عورتوں کے ساتھ شادی بیاہ اور نکاح مسئلہ ہے تو یہ بات ہمارے پیش نظر رہنی چاہئے کہ نکاح کے منعقد ہونے کی شرطوں میں سے جہاں ہم مذہب ہونے کی شرط رکھی گئی ہے وہاں شریعت اتنی حساس اور حقیقت پسند ہے کہ ایک ہی مذہب کے افراد کے اسٹیٹس اور عدم کفائت کا بھی ایک درجہ میں لحاظ رکھا گیا ہے کیونکہ اس سے خانگی زندگی میں دراڑیں پڑسکتی ہیں۔

بیشک شریعت نے مسلمان مردوں کو کتابیہ عورت سے نکاح کی اجازت دی قرآن مجید میں ہے کہ: ''**الیوم احل لکم الطیبات ......والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم**'' (سورہ مائدہ آیت نمبر ۵) (آج تمہارے لئے ساری پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں...... نیز مومن شریف عورتیں، اور ان میں کی بھی شریف عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی)۔

یہ صرف اجازت ہے پسندیدگی کا سرٹیفکٹ نہیں ہے۔ چنانچہ کعب بن مالکؓ نے کتابیہ سے نکاح کرنا چاہا تو آپؐ نے ان کو یہ کہہ کر منع فرمادیا کہ ''**انها لاتحصنک**'' یہ تجھے محصن نہیں بنا سکتی یعنی احصان کی اصل روح مودت ومحبت پیدا نہیں ہوگی۔ حضرت حذیفہ نے ایک یہودیہ سے نکاح کرنا چاہا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا کہ اسے چھوڑ دو۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے کتابیات سے نکاح کو بصراحت مکروہ فرمایا۔ حضرت علیؓ نے کراہت کی دلیل میں فرمایا: ''**لاتجد قومایومنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاداللہ ورسولہ**'' (مومن ایسے لوگوں سے محبت نہیں کرسکتا جو اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوں)۔ اور جب زوجین میں الفت ومحبت ہی نہ ہو تو ایسا نکاح کس کام کا؟ دراصل نکاح کا تعلق قائم کرنے کے لئے مقاصدِ نکاح سامنے رہنے چاہئیں۔

نکاح کا پہلا مقصد ہے اخلاق اور پاکیزگی کی حفاظت، دوسرا مقصد ہے نسل انسانی کی بقا اور افزائش، تیسرا مقصد ہے سکون قلب اور مودت ورحمت، اور کبھی کبھی مقصد ہوتا ہے دینی اور معاشرتی مصالح۔

اس لئے نکاح کرنے والے کو خود اپنے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے اور مقاصد نکاح کا خیال کرتے ہوئے فیصلہ کرنا چاہئے اور اگر کتابیہ عورت سے نکاح ہوجائے تو اس خاتون کے وہی حقوق ہوں گے اور شوہر کی وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو مسلمان عورت سے نکاح کرنے میں ہوتی ہیں۔

کیونکہ اسلام نے مذہبی آزادی دی ہے اس لئے کتابیہ عورت کو اپنے شوہر کے گھر میں جو کہ اب اس کا بھی گھر ہے مذہبی مراسم انجام دینے کی آزادی ہوگی۔

اہل اسلام کو اپنے فکرِ اسلامی کے مطابق اپنا نظام تعلیم قائم کرنا چاہئے تا کہ ہمارے بچے دینی اقدار سے عملی طور پر وابستہ رہ سکیں۔اسی طرح خدمت خلق کے سلسلہ میں ہسپتال قائم کرنا مسلمانوں کی روایت رہی ہے اور دینی اور دعوتی ضرورت بھی ہے۔

☆☆☆

عام اہل کتاب اور اہل ہنود کے احکام

مولانا محمد نعمت اللہ قاسمی☆

برادران وطن یعنی ہنود اہل کتاب ہیں یا نہیں، اس موضوع پر حضرت تھانویؒ نے ایک رسالہ مسمی ''ارسال الجنود الی ارسال الہنود'' تحریر فرمایا ہے، مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اولا ہدایہ، فتح القدیر اور شامی سے بالاختصار کچھ فقہی روایات اور عبارتیں نقل فرمائی ہیں، اس کے بعد ان فقہی روایات وعبارت سے جو احکام مستفاد ہوتے ہیں ان کو تحریر فرمایا اور پھر ان احکام پر حضرت کی طرف سے ایک تفریع ہے، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

''الروايات، فی الهداية ويجوز تزويج الكتابيات ولا يجوز تزويج المجوسيات ولا الثنيات ويجوز تزويج الصابئات ان كانوا يؤمنون بدين نبی ويقرون بكتاب وان كانوا يعبدون الكواكب ولا كتاب لهم لم تجز مناكحتهم وعلى هذا حل ذبيحتهم اه مختصرا فی فتح القدير الكتابی من يؤمن بنبی ويقر بكتاب والسامرية من اليهود اما من آمن بزبور داؤد وصحف ابراهيم وشيث فهم اهل الكتاب تحل مناكحتهم عندنا، ثم قال فی المستصفی: قالوا: هذا يعنی الحل اذا لم يعتقدوا المسيح الها اما اذا اعتقدوه فلا وقيل عليه الفتوى.....الخ'' (الاحکام المستفادة من الروایات)۔

۱- کتابی کا مفہوم شرعی یہ ہے کہ جو کسی نبی مرسل اور کتاب منزل پر ایمان واقرار رکھے اور بعنوان اگر جو کسی دین سماوی پر اعتقاد رکھے۔

۲- بہت سے علماء نے اس میں یہ قید بھی لگائی ہے کہ غیر اللہ کی الوہیت کا معتقد نہ ہو، جیسے بعض عیسائیوں کی حالت ہے گو بعض نہیں لگائی۔

۳- اگر کسی وقت کسی قوم کے بزرگ کے پاس کوئی کتاب سماوی ہو، مگر اب اس کتاب سے کچھ تعلق نہ رہا ہو، بلکہ اس قوم کا طرز و معاشرت مشرکین کا ہو گیا ہو وہ اہل کتاب نہ رہیں گے، جیسے کہ مجوس کی حالت ہے۔

۴- اگر کتاب سے ایمان واقرار کا بھی تعلق ہو، مگر وہ شرک حقیقی کا ارتکاب کرنے لگے ہوں تب بھی بہت سے علماء کے نزدیک وہ اہل کتاب میں سے نہ رہیں گے، جیسے بعض تفسیر پر صابئین کی حالت ہے، اسی طرح جو قرآن کی طرف منتسب ہوتا ہو، مگر قطعیات وضروریات کا منکر ہو ان میں تاویل بھی بحکم انکار ہے وہ بھی مثل غیر کتابی کے ہو جاتا ہے جیسے آج کل فرقہ مرزائیہ جن میں وہ مرزائی بھی داخل ہیں جو مرزا کے صریح دعوئی نبوت میں تاویل کرتے ہیں، کیونکہ وہ منکر ضروریات کو کافر نہیں مانتے جیسے کوئی شخص مسیلمہ کے دعوی نبوت میں تاویل کر کے اس کو مومن سمجھنے لگے، کیا اس کو مومن کہا جائے گا؟۔

☆ جامعہ اسلامیہ دار العلوم ملیا، ضلع کھگڑیا، بہار۔

۵-اگر تمام شرائط بھی اہل کتاب ہونے کے پائے جائیں، مگر وہ کتابیہ حربی ہو تو اس سے نکاح مکروہ تحریمی ہوگا۔

تفریع علی الاحکام المذکورۃ:

ان احکام کو دیکھ کر سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ہنود میں اہل کتاب ہونے کا ضعیف سے ضعیف احتمال بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ کسی شخص کا نبی مرسل ہونا اور کسی کتاب کا منزل من اللہ ہونا اور کسی دین کا سماوی ہونا جو مدار ہے کتابیت کا جیسا کہ نمبر (۱) میں مذکور ہوا، امور قطعیہ سے ہے، اس لئے دلیل قطعی کا محتاج ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس قوم کے پیشوا کے نبی ہونے پر یا ان کے کسی مذہبی کتاب کے آسمانی ہونے پر دلیل قطعی تو کیا ظنی، بلکہ شکی تک بھی قائم نہیں، جیسا کہ بلا شک وشبہ ظاہر ہے پس یہ ایک ہی حکم مسئلہ زیر بحث کے فیصلہ کے لئے کافی ہے، بقیہ احکام پر تفریع محض تبرع ہے۔

تفریع کی تقریر یہ ہے، یعنی اگر بفرض محال یہ لوگ اہل کتاب کسی زمانہ میں ہوتے بھی تب بھی اب مدت طویلہ سے جو ان کی حالت ہے اس سے کتابیت کو مس بھی نہیں، غیر اللہ کیا اغیار اللہ کے الوہیت کے قائل ہیں، شاید کسی کو آریوں کے دعوئ توحید سے شبہ ہو تو در حقیقت ان کا شرک تو اس درجہ قبیح ہے جس کی نظیر آج تک کسی مشرک قوم میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ ان کی تالیفات میں روح اور مادہ کے قدیم بالذات ہونے کی تصریح ہے، اور مشرکین بعض تو غیر اللہ کے حدوث زمانی کے قائل ہیں اور بعض جو مجردات کے قدم زمانی کے قائل ہوتے ہیں وہ بھی ان کو قدیم بالذات نہیں کہتے، بلکہ ان کے وجود میں محتاج واجب تعالیٰ کا مانتے ہیں، ولو بالایجاب، غرض صفت قدم لابذات میں جو کہ خواص واجب سے ہے، کسی کو حق تعالیٰ کا مساوی و مماثل نہیں مانتے تو ان کا شرک سب مشرک سے رقبح واشنع وانظع ہے، نعوذ باللہ، تو ہنود کی حالت (۲)، (۴) کے بھی نہیں ہے جس میں قدرے اختلاف ہے، بلکہ مثل (۳) کے ہے جس کا مقتضایہ ہے کہ اگر اصل میں کتابی بھ ہوتے تب بھی کتابی نہ رہتے اور اب تو اصل میں بھی کتابی نہیں ہیں، جیسا تفریع کی ابتداء میں بدلیل اس کی تقریر کردی گئی ہے اور اس صورت میں (۵) کا ان سے کوئی تعلق ہی نہیں، محض تتمیم فائدہ کے لئے لکھ دیا ہے کہ جو لوگ ایسی عورتوں کو انگلستان کا بڑا تبرک سمجھتے ہیں ان کو تنبیہ ہو اور وہ بھی جبکہ وہ عورت بتفسیر بالا کتابیہ ہو، ورنہ اس وقت جو الحاد و دہریت یورپ میں پھیل رہی ہے اس پر نظر کر کے تو کسی مدعی عیسائیت کو کتابی کہنے کی گنجائش نہیں ہے، ”اللهم الاعلی القدرة والندرة فی حکم العدم“ جیسے بعض مدعیان اسلام کو مسلمان کہنے کی گنجائش نہیں جن کا ذکر (۴) میں گذر چکا۔

سوالات کے جوابات:

۱-کتابی یا اہل کی تعریف:

اہل کتاب اس شخص کو کہیں گے جو کسی نبی مرسل اور کتاب منزل پر ایمان و اقرار رکھے، ”والکتابی من یومن بنبی ویقر بکتاب“ (فتح القدیر ۲۱۹)۔

۲-ستارہ پرست لوگوں کو صابئین کہتے ہیں جو زبور پر ایمان بھی رکھتے ہیں، ”وقع عند أبی حنیفة أنهم من أهل الکتاب یقرؤن الزبور ولایعبدون الکواکب لکنهم یعظمونها کتعظیمنا القبلة فی الاستبقال إلیها ووقع عندهما أنهم یعبدون الکواکب“ (فتح القدیر ۲۲۲)۔

۳-جو یہود و نصاری خدا کے وجود کے قائل نہیں ہیں یا خدا کے وجود کے قائل ہیں، لیکن وحی اور نبوت و رسالت اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں وہ اہل کتاب نہیں ہیں، اہل کتاب وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو کسی دین سماوی پر ایمان رکھتے ہوں، جیسا کہ اہل کتاب کی تعریف سے واضح ہے۔

۴-قران کریم کا آخری کتاب ہونا اور آپ ﷺ کا آخری نبی ہونا قطعیات وضروریات دین میں سے ہے اور قطعیات وضروریات دین کا منکر کافر ہے، پس جو شخص قرآن کریم کو اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ کو اللہ کا رسول تو تسلیم کرتا ہے، لیکن قرآن کریم کو آخری کتاب اور آپ ﷺ کو آخری رسول تسلیم نہیں کرتا ہے وہ کافر ہے اور اہل کتاب بھی نہیں ہے، اس لئے کہ قرآن کریم کی اصطلاح میں اہل کتاب یا تو یہود ونصاری ہیں یا وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم سے پہلے نازل کردہ کتابوں اور آپ ﷺ سے پہلے تشریف لائے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام پر ایمان رکھتے ہوں، لیکن قرآن کریم اور آپ ﷺ پر ایمان نہ رکھتے ہوں، پس جو لوگ قرآن کریم کو اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرنے کے بعد اس بات کے مدعی ہیں کہ قرآن کریم کے بعد بھی اللہ تعالی نے کوئی کتاب نازل فرمائی ہے اور آپ ﷺ کے بعد بھی اللہ نے کسی نبی کو بھیجا ہے، یعنی قرآن کریم کو آخری کتاب اور آپ ﷺ کو آخری نبی نہیں تسلیم کرتے ہیں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہیں، بلکہ کافر ہیں، اسی لئے ہمارے فقہاء کرام نے اہل کتاب کی بحث کرتے ہوئے صاف تحریر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کو اللہ کی کتاب اور آپ ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کرنے کے باوجود اگر کسی نے قطعیات وضروریات دین میں سے کسی ایک شئ کا بھی انکار کردیا یا قرآن کریم میں کوئی تحریف کی تو وہ کافر ہے اس سے نکاح جائز نہیں اور ان کا ذبیحہ جائز ہے۔

فتح القدیر میں ہے: ”**وأما المعتزلة فمقتضى الوجه حل مناكحتهم؛ لأن الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع الزبانى المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل يقدم العالم ونفى العلم بالجزئيات......وكذا القول بالإيجاب بالذات ونفى الاختيار**“ (۳/ص ۲۲۲)۔

اور یہ امر مسلمات میں سے اور ضروریات دین میں سے ہے کہ قرآن کریم اللہ کی آخری کتاب اور آپ ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں پس جو لوگ یہ اور اس جیسی دوسری قطعیات وضروریات دین کے منکر ہیں وہ کافر ہیں ان سے نکاح جائز نہیں ہے اور نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے پس جب وہ کافر ہیں ان سے نکاح جائز نہیں اور نہ ان کا ذبیحہ جائز تو وہ اہل کتاب کیسے ہوسکتے ہیں؟

اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہاء کرام معتزلہ سے جواز نکاح پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ رافضی اگر قطعیت وضروریات دین کا منکر ہو تو وہ کافر ہے اس سے نکاح جائز نہیں ہے اور صاحب بحر تحریر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کفریہ عقیدہ رکھتا ہو تو دیکھا جائے کہ یہ کفریہ عقیدہ اس نے اعتقاد صحیح کے بعد اختیار کیا ہے یا شروع ہی سے اس کا یہ عقیدہ ہے، اگر اعتقاد صحیح کے بعد اس نے یہ عقیدہ اختیار کیا ہے تو وہ مرتد ہے اور اگر شروع سے ہی اس کا یہ عقیدہ ہے تو وہ مشرک ہے اور مشرک سے نکاح جائز نہیں۔

”**قال فى البحر: وينبغى أن من اعتقد مذهبا يكفر به ان كان قبل تقدم الاعتقاد الصحيح فهو مشرك، وإن طرأ عليه فهو مرتدا، وبهذا ظهرأن الرافضى إن كان ممن يعتقد الألوهية فى على أو ان جبرئيل غلط فى الوحى أو كان ينكر صحبته الصديق أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة بخلاف ما إذا كان يفضل عليا أو يسب الصحابة فانه مبتدع لا كافر**“ (ردالمحتار ۴/ ۱۳۵)۔

حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب قرآن کریم کی ایک خاص اصطلاح ہے جس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو قرآن کریم سے پہلے نازل کردہ کتابوں کے ماننے والے ہیں یا یوں کہیں کہ ادیان منسوخہ کے ماننے والے ہیں، رہے وہ لوگ جو قرآن کریم کو بھی مانتے ہیں، یہ لوگ یا تو مومن ہیں یا کافر اگر قطعیات وضروریات کے منکر ہیں، اہل کتاب نہیں ہوسکتے ہیں۔

غور کرنے سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے شارع کرنے والوں کو کچھ زیادہ پابند بنایا گیا ہے اور جو چشم پوشی یہود ونصاری کے سلسلہ میں کی گئی ہے کہ ان کے بعض عقائد شرکیہ کے باوجود انہیں اہل کتاب کیا گیا، قرآن کریم کے تسلیم کرنے والوں کے ساتھ یہ چشم پوشی

نہیں برتی گئی ہے، انہیں کہا گیا ہے کہ تم یا تو مؤمن ہو یا کافر، اور ایسا ہونا ضروری بھی تھا کہ یہ دین آخری دین ہے اور رہتی دنیا تک کے لئے اس میں ڈھیل ڈھال برداشت کرنا دین کو مسخ کردینا، اس لئے قرآن کریم کے تسلیم کرنے والوں کو زیادہ پابند بنایا گیا۔

۵- مرتد قادیانی اور نسلی قادیانی دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور ان میں سے کوئی اہل کتاب بھی نہیں ہیں اہل کتاب ادیان منسوخ کے ماننے والوں کو کہتے ہیں، شریعت محمدی منسوخ نہیں ہے، اصل میں ہمارے بعض علماء کو اہل کتاب کی تعریف سے اشتباہ ہوگیا ہے، ہمارے قدیم فقہاء نے اہل کتاب کی تعریف یوں کی ہے "والکتابی من یومن بنبی ویقر بکتاب" اب ہمارے علماء نے نبی، کتاب اور "من" کو اتنا عام سمجھ لیا کہ اس عموم میں آپ ﷺ قرآن کریم اور قادیانی جیسے گروہوں کو بھی شامل کرلیا حالانکہ یہ تعریف اس قدر عام نہیں ہے، بلکہ صرف ادیان منسوخہ کے ماننے والوں کو یہ تعریف شامل ہے، اس تعریف میں آپ ﷺ قرآن کریم اور قادیانی، جیسے گروہ شامل نہیں ہیں، چنانچہ علامہ تفتازانی شرح مقاصد میں اقسام کفر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"قد ظهر أن الكافر اسم لمن لا إيمان له، فإن أظهر الايمان خص باسم المنافق، وإن طرأ كفره يعله الإسلام خص باسم المرتد لرجوعه عن الإسلام، وإن قال بالهين أو أكثر خص باسم المشرک لاثباته الشريک فى اللالوهية، وإن كان متد ئابعض الأديان والكتب المنسوخة خص باسم الكتابى كاليهودى والنصرانى، وإن كان لا يثبت البارى تعالى خص باسم المعطل، ون كان مع اعترافه بنبوة النبى ﷺ واظهاره شعائر الاسلام يبطن عقائد هى كفر بالاتفاق خص باسم الزنديق، وهو فى الأصل منسوب إلى زنديق اسم كتاب أظهره مزدک فى ايام قباروزعم أنه تاويل كتاب المجوس الذى جاء به زرادشت الذى يزعمون أنه بينهم" (شرح المقاصد ۵/ ۲۲۷ بیروت)۔

غور کیا جائے اہل کتاب ادیان منسوخہ کے ماننے والوں کو کہا گیا ہے، پس درج بالا اہل کتاب کی تعریف میں نبی، کتاب اور من سے ادیان منسوخہ ہی کے ماننے والے لوگ مراد ہو سکتے ہیں، نہ کہ وہ لوگ بھی جو غیر منسوخ شریعت محمدی کو بھی آسمانی مذہب تصور کرتے ہیں، پس قادیانی جو مذہب اسلام کو بھی آسمانی مذہب تصور کرتے ہیں وہ نسلی طور پر قادیانی ہوں یا مرتد ہوئے ہوں ان میں سے کوئی بھی ہرگز اہل کتاب نہیں ہیں۔

یہاں صاحب شرح مقاصد نے زندیق کی جو تعریف کی ہے اس تعریف کے لحاظ سے قادیانی اہل کتاب تو نہیں زندیق ہیں، اس لئے کہ یہ لوگ آپ ﷺ اور قرآن کریم پر ایمان کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور ساتھ ہی اپنے اور مرزا کے کفریہ عقائد کی توجیہ اور ملمع سازی بھی کرتے ہیں اور زندیق سے مسلمان مرد وعورت کا نکاح جائز نہیں ہے اور نہ ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ علامہ ابن ہمام نے زندیق کی جو تعریف کی ہے وہ "شرح مقاصد" کی تعریف سے مختلف ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں: زندیق وہ ہے جو کسی دین کا قائل نہ ہو "الزنديق الذى لا يتدين بدين" (درمختار مع ردالمحتار ۶/ ۳۸۶)، اس تعریف کی رو سے مرزائی گرچہ زندیق نہیں ہیں، لیکن ضروریات دین کے منکر ضرور ہیں اور ضروریات دین کے منکر مشرکوں کے مانند ہوتے ہیں اور مشرکوں سے مسلمان مرد وعورت کا نکاح جائز نہیں ہے، علامہ ابن ہمام ہدایہ کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"(قوله ولا الوثنيات)وهو بالإجماع والنص ويدخل فى عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم والصور التى استحسنوها والمعطلة والزنادقة والباطنية والإباحية، وفى شرح الوجيز: وكل مذهب يكفربه معتقده؛ لأن اسم المشرک يتناولهم..........وأما المعتزلة فمقتقى الوجه حل مناكحتهم لان الحق عدم تكفير أهل القبلة، وإن وقع

الزاما فی المباحث بخلاف من خالف القواطع المعلومة بالضرورة من الدين مثل القائل يقدم العالم ونفی العلم بالجزئیات"(۱/۲۲۱)۔

علامہ شامی اس پر اضافہ فرماتے ہیں کہ دروز، نصیریہ، اسماعیلیہ، یتامنہ اور قرامطہ سے بھی نکاح جائز نہیں ہے اور نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو بظاہر نماز روزہ بھی کرتے ہیں، کلمہ شہادت بھی پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی کفریہ عقائد بھی رکھتے ہیں،"وشمل ذلک الدروز والنصيرية والتيامنة، فلا تحل مناكحتهم ولا تؤكل ذبيحتهم" (شامی ۴/۱۲۵)۔

تنبیہ:"يعلومما هناحكم الدروز والتيامنه، فإنهم فی البلاد الشامية يظهرون الاسلام والصوم والصلوة مع أنهم يعتقدون تناسخ الأرواح وهل الخمر والزنا، وإن اللوهية تظهر فی شخص بعد شخص، الحشر والصوم والصلوة والحج، ويقولون إن المسمى به غير المعنى المراد، ويتكلمون فی جناب نبينا ﷺ كلمات فظيعة وللعلامة المحقق عبد الرحمن العمادی فيهم فتوى مطولة وذكرفيها أنهم ينتحلون عقائد النصيرية والاسماعيلية الذين يلقبون بالقرامطة والباطنية الذين ذكرهم صاحب المواقف، ونقل عن علماء المذاهب الأربعة أنه لا يحل اقرارهم فی دارالاسلام بجزية ولاغيرها ولا تحل مناكحتهم ولا ذبائحهم وفيهم فتوى فی الخيرية ايضا فراجعها، والحاصل أنهم يصدق عليهم اسم الزنديق والمنافق والملحد ولا يخفى أن اقرارهم بالشهادتين مع هذا الاعتقاد الخبيث لايجعلهم فی حكم المرتد لعدم التصديق ولا يصح اسلام أحدهم ظاهرا إلا بشرط التبرى عن جميع ما يخالف عن الإسلام، لأنهم يدعون الاسلام ويقرون بالشهادتين"(شامی ۶/۳۸۶، ۳۸۷ مکتبہ زکریا)۔

حضرت تھانویؒ کا رسالہ"ارسال الجنود الی ارسال الہنود" کی جو عبارت میں نے اوپر نقل کی ہے اس میں بھی غور کرلیا جائے، حضرت صاف تحریر فرماتے ہیں کہ قطعیات وضروریات کا منکر اور ان میں تاویل کرنے والا کافر اور مثل غیر کتابی کے ہے، بلکہ قطعیات وضروریات کے منکر کے کفر کی تاویل کرنے والا بھی کافر غیر کتابی ہے۔

"امداد الفتاوی" ہی سے ایک اور سوال وجواب نقل کیا جاتا ہے، اس پر بھی غور کرلیا جائے۔

مرزائی اور سنی میں مناکحت کا حکم:

سوال: ۳۱۶- مناکحت باہم ایسے مرد وعورت کی کہ ایک ان میں سے سنی حنفی اور دوسرا مرزا غلام احمد قادیانی کا معتقد اور متبع ہو اور ان کے جملہ دعاوی اور الہامات کی تصدیق کرتا ہو، جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ دونوں یا ایک ان میں سے نابالغ ہو تو بولایت والدین جو ایسے ہی مختلف العقیدہ ہوں کیا حکم ہے؟

جواب: مرزا کے بعض اقوال حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، مگر یہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی معتقد خاص اس قول کی خبر نہ رکھتا ہو، اس لئے مرزا کا معتقد ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ خاص اس کفر کا بھی معتقد ہے، پس اگر یہ مرزائی، خواہ مرد ہو یا عورت بالخصوص اس قول کفری کا بھی معتقد ہو تو اس کا نکاح مسلمان مرد یا عورت سے نہیں ہوسکتا، لیکن اگر یہ مرزائی بالغ ہے تو خود اس کا عقیدہ دیکھا جائے گا اور اگر نابالغ ہے تو اس کے ماں باپ کا عقیدہ دیکھا جائے گا، یعنی اگر ماں باپ دونوں مرزائی ہوں گے تو اس نابالغ کو مرزائی قرار دیں گے اور اگر ایک بھی غیر مرزائی ہے تو اس کو غیر مرزائی قرار دے کر یہ حکم مذکور ثابت نہ کریں گے اور اگر یہ مرزائی خاص کر ایسے امر موجب کفر کا معتقد نہیں تو مبتدع ہے اور سنی حنفی کا دیانت میں کفو نہیں (۲/۲۲۱، ۲۲۲)۔ D34

نوٹ(۱): یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ (امداد الاحکام ۲۲۱/۳ تا ۲۲۶ مکتبہ زکریا) میں حضرت ظفر احمد تھانویؒ نے رافضی کے سلسلہ میں ایک سوال کا جواب تحریر فرمایا ہے اس وضاحت کے ساتھ کہ رافضی کے سلسلہ میں یہ آخری تحقیق ہے، اس سے پہلے کی تحقیقات کو منسوخ سمجھا جائے، حضرت نے فرمایا کہ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنویؒ نے تمام رافضیوں کو کافر قرار دیا ہے اور کافر قرار دینے کی وجہ حضرت مولانا عبد الشکور صاحبؒ (محولہ کتابوں میں) یہ تحریر فرمایا ہے کہ رافضی لوگ اپنے عقیدہ کو چھپاتے ہیں، ورنہ یہ سارے لوگ قرآن کریم کو محرف مانتے ہیں، یعنی موجودہ قرآن کو نامکمل مانتے ہیں، اس لئے یہ لوگ کافر ہیں۔

نیز یہ بھی تحریر فرمایا کہ رافضی اہل کتاب کے مانند ہیں اور کافر رافضی کے اہل کتاب ہونے کے سلسلہ میں حضرت عثمانیؒ نے ''ردالمحتار'' شامی پر علامہ رافعی کے نوٹس مسمی ''التحریر المختار'' سے ایک عبارت نقل فرمائی ہے جسے علامہ رافعی نے ''تنویر الابصار'' کی شرح ''منح الغفار'' کے حاشیہ میں نقل کیا ہے اور یہ حاشیہ مولانا خیر الدین رملیؒ کا ہے گویا مولانا خیر الدین رملیؒ کی رائے ہے کہ رافضی جو کافر ہے وہ اہل کتاب ہے، مولانا رملیؒ نے کافر رافضی کے اہل کتاب ہونے کی کوئی دلیل ذکر کی یا نہیں، علامہ رافعی نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے، حاصل یہ کہ کافر رافضی کو اہل کتاب مولانا خیر الدین رملیؒ نے فرمایا ہے، دلیل کی کچھ خبر نہیں، اور حضرت مولانا عثمانیؒ نے بھی کوئی دلیل نہیں ذکر فرمائی ہے، جبکہ حضرت تھانوی قدس سرہ العزیز کے رسالہ مذکورہ (جو امداد الفتاوی کا جز ہے) اور فتوی سے اور شامی و فتح القدیر اور شرح مقاصد کی عبارتوں سے احقر نے مؤکد کیا ہے کہ مرزائی کافر غیر کتابی ہے، پس کافر رافضی کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے کہ وہ کافر غیر کتابی ہو، اس لئے کہ دونوں اپنے آپ کو اسلام کی طرف نسبت کرنے کے ساتھ ضروریات دین کے منکر بھی ہیں۔

نوٹ ۲: اوپر کے صفحات پر (کتاب الجہاد باب المرتد ۳۸۶/۶، ۳۸۷) سے میں نے ایک عبارت نقل کی ہے جس میں علامہ شامی نے فرقہ دروز اور تیامنہ اور بعض دیگر کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ لوگ بظاہر نماز روزہ کرتے ہیں اور شہادتین کا اقرار بھی کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی عقائد کفریہ بھی رکھتے ہیں، اس لئے نماز وروزہ اور شہادتین کے اقرار کے باوجود یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، ان سے نکاح اور ان کا ذبیحہ جائز نہیں ہے (یعنی کافر ہیں، اہل کتاب نہ یں ہیں، اگر اہل کتاب ہوتے تو ان کا ذبیحہ جائز ہوگا اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنا بھی جائز ہوتا) لیکن دوسری طرف علامہ شامی خود کتاب النکاح فصل فی المحرمات کے اندر ایک مقام پر ایسی عبارت لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرقہ دروز اور تیامنہ کسی آسمانی کتاب اور رسول کو تسلیم نہیں کرتے ہیں (اس لئے کافر اور بت پرست ہیں) اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں ہے اور نہ ان کا ذبیحہ جائز ہے، اس عبارت کا مفہوم یہ ہوا کہ اگر یہ لوگ کسی آسمانی شریعت کو بشمول شریعت اسلامی کے تسلیم کرے تو کفریہ عقائد کے سبب کافر تو ہوتے، لیکن اہل کتاب میں سے ہوتے اور ان سے نکاح جائز ہوتا، عبارت یہ ہے: ''**قلت وشمل ذلک الدروز والنصيرية والتيامنه فلا تحل مناكحتهم ولا تؤكل ذبيحتهم، لأنهم ليس لهم كتاب سماوى**'' (۱۲۵/۴ مکتبہ زکریا)۔

غور فرمائیں کتاب الجہاد فصل فی المرتد کی عبارت سے معلوم ہوا کہ فرقہ دروز اور تیامنہ وغیرہ مذہب اسلام کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں اور بظاہر نماز پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ لوگ کفریہ عقائد رکھنے کے سبب ایسے کافر ہیں کہ ان کا ذبیحہ جائز ہے نہ ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

اسی طرح کتاب النکاح میں علامہ شامی کی ایک دوسری عبارت ہے، جس سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے کہ معتزلی جو اپنے کو مذہب اسلام کی طرف نسبت کرتے ہیں، اگر انہیں کافر تسلیم بھی کرلیا جائے تو وہ اہل کتاب ہیں، اس لئے کہ وہ اشرف کتب، یعنی قرآن مجید کے ماننے والے ہیں: ''**علی انهم ليسوا بادنى حالا من أهل الكتاب، بل هم مقرون باشرف الكتب**'' (شامی کتاب النکاح فصل فی المحرمات ۱۳۵/۴ زکریا)۔

ان متضاد یا غیر واضح عبارتوں سے جہاں علامہ شامی کا تردد ظاہر ہوتا ہے وہیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ علامہ شامی نے اس سلسلہ میں اپنی کوئی تحقیقی رائے نہیں ظاہر فرمائی ہے، جبکہ شرح مقاصد کی عبارت بالکل واضح ہے اور حضرت تھانویؒ کی رائے اور فتوی پہلے سامنے آچکا ہے کہ ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہیں۔

اور یہ بھی عرض کردوں کہ اصل مسئلہ اہل کتاب کی تعریف ہی کا ہے کہ اہل کتاب کی تعریف ہی کا ہے کہ اہل کتاب کی تعریف کو جتنا عام سمجھا جارہا ہے تعریف اس قدر عام نہیں ہے، خود قرآن کریم کا سیاق وسباق اس عموم کا مؤید نہیں ہے قرآن کریم نے ادیان منسوخہ کے ماننے والوں کو اہل کتاب کہا ہے نہ کہ قرآن کے ماننے والوں کو غور فرمایا جائے۔

۶-الف: ایسے حالات میں عیسائی یا یہودی لڑکیوں سے نکاح کرنا دارالاسلام میں بھی جائز نہیں ہے، گناہ ہے، گرچہ اس سے ازدواجی تعلق قائم کرنا زنا نہیں کہلائے گا اور نہ اس سے پیدا ہونے والی اولاد ولدالزنا کہلائیگی۔

دارالکفر میں کتابیہ سے نکاح کو جمہور فقہاء اسلام مکروہ تحریمی لازما جائز فرماتے ہیں (دراسۃ وتحقیق وتعلیق علی ردالمحتار ۴/۱۳۱)، اور کراہت کے درج ذیل وجوہ بیان کئے جاتے ہیں:

دارالکفر کے اندر قیام کی صورت میں تکثیر سواد کفار ہوگا، اپنے آپ کو اجراء احکام کفر کے لئے پیش کرنا لازم آئے گا، غیر اسلامی ماحول میں اولاد کی پرورش ہونے کے سبب اولاد اور خود والد کے ذہن میں بھی کفر کی قباحت کم ہوجائے گی اس طرح ایمان کمزور ہوجائے گا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ غیر مسلموں سے اتنے فاسلہ پر رہائش اختیار کرو کہ دونوں کو ایک دوسرے کی آگ نظر نہ آئے۔

ان مذکورہ وجوہ کا تقاضا جو یہ ہے کہ دارالکفر میں قیام ہی نہ کیا جائے، لیکن اگر کسی مسلمان نے اپنی مجبوریوں کے سبب دارالکفر میں قیام کیا تو سوال میں ذکر کردہ مصالح کے پیش نظر کتابیہ سے نکاح کی اجازت ہونی چاہئے، لیکن چونکہ جمہور فقہاء امت کراہت تحریمی کے قائل ہیں، اس لئے جمہور کے قول سے عدول کرکے عدم کراہت کا حکم لکھنے کی جرات نہیں کرپاتا ہوں۔

۷- اس سوال کا جواب اوپر کے صفحات میں درج کئے گئے حضرت تھانویؒ کی تفریع میں ملاحظہ فرمائیں۔

۸الف- ہرگز ہرگز عیسائی اسکولوں میں اپنے بچوں کو تعلیم نہیں دلانا چاہئے، زہرۃ الحیوۃ الدنیا کی خاطر تین کو تباہ وبرباد کرنا کوئی دانشمندی نہیں ہے، بےوقوفی ہے، اگر ایمان باقی رہ گیا تب بھی گناہ کبیرہ ہے کہ یہ تعلیم دین سے دوری اور بہت سے مفسدہ کا سبب ہے اور اگر ایمان ہی چلا گیا تو سب کچھ چلا گیا پھر تو ٹھکانہ جہنم ہے۔

ب- نان ونفقہ، حقوق زوجیت اور حسن معاشرت کے تعلق سے جو حقوق مسلمان بیویوں کے ہیں وہی حقوق کتابیہ بیویوں کے بھی ہیں، محض کتابیہ ہونے کی بنا پر ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا اور چھوڑ کر بھاگ آنا درست نہیں ہے، ہاں اگر کتابیہ بیویوں کو رفاقت سے دین متاثر ہورہا ہو تو پھر اس سے علاحدگی اختیار کرنا بھی ضروری ہے۔

ج- ایسے ادارے جہاں خدمت کرنے یا وہاں کی خدمات سے استفادہ کرنے سے مسلمانوں کا دین متاثر ہوتا ہو وہاں مسلمانوں کو اپنی خدمات پیش کرنا یا وہاں کی خدمات سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب کی حقیقت اوران سے متعلق احکام

مولانا بدراحمد مجیبی ندوی☆

۱- اہل کتاب کی تعریف فقہاء کرام نے اس طرح کی ہے کہ جوکسی نبی پر ایمان رکھتا ہواور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہووہ کتابی ہے۔

علامہ زیلعی لکھتے ہیں:" كل من يعتقد ديناً سماوياً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد عليهم السلام، فهو من أهل الكتاب"(تبیین الحقائق، فصل فی المحرمات)۔

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں: " الكتابى : من يؤمن بنبى ويقر بكتاب"(فتح القدیر، فصل فی بیان المحرمات)۔

دستور العلماء میں ہے:"وإن تدين ببعض الأديان والكتب المنسوخة فهو الكتابى"(دستور العلماء)۔

"کشاف اصطلاحات الفنون"میں ہے:" هوالكافر الذى تدين ببعض الأديان المنسوخة والكتب المنسوخة" (کشاف اصطلات الفنون ۲/ ۵۶۴)۔

ان تعریفات کا مفہوم یہ ہے کہ کسی ایسے نبی پر ایمان رکھتا ہوجن کا نبی ہونا یقینی ہواور کسی ایسی کتاب پر عمل کرنے کا دعویدار ہوجس کا آسمانی ہونا یقینی ہو۔یہ اسی وقت ہوگا جب قرآن میں یا احادیث نبویہ میں ان کے نبی ہونے کا ذکر موجود ہو۔اسی طرح اس کتاب کے منزل من السماء ہونے کا قرآن یا حدیث میں ذکر موجود ہو۔اس لئے اگر کوئی جماعت کسی ایسی شخصیت کو مانتی ہے جن کے نبی ہونے کا ذکر قرآن یا حدیث میں موجود نہیں ہے تو وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوگی۔کیونکہ اس شخصیت کا نبی ہونا مشکوک ہے،یقینی نہیں ہے۔اسی طرح کسی ایسی کتاب کو مانتی ہے جس کا تذکرہ آسمانی کتاب کی حیثیت سے قرآن وحدیث میں نہیں ہے تو وہ اہل کتاب میں شمار نہیں ہوگی۔

۲- صابئین کا ذکر قران کریم میں دومرتبہ آیا ہے۔سورہ بقرہ اور سورہ حج میں۔وہ آیات درج ذیل ہیں۔

"إن الذين آمنوا والذين هادوا والنصارى والصابئين من آمن بالله واليوم الآخر وعمل صالحاً فلهم أجرهم عند ربهم ولاخوف عليهم ولايحزنون"(البقرۃ ۶۲)۔

"إن الذين آمنوا والذين هادوا و الصابئين والنصارى والمجوس والذين أشركوا إن الله يفصل بينهم يوم القيامة ان الله على كل شيئ شهيد"(الحج ۱۷)۔

صابی کس کو کہتے ہیں؟ اس کا کیا مفہوم ہے؟ یہ کون سی جماعت تھی؟ کسی نبی کی امت اور پیروکار تھی یا آسمانی مذہب سے لاتعلق کفروشرک میں مبتلا کوئی جماعت تھی؟ اس جماعت کی حقیقت کے بارے میں اوراس کے مذہب کے بارے میں شدید اختلاف ہے۔

☆ امارت شرعیہ، پھلواری شریف، پٹنہ۔

علامہ ابن کثیر ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مجاہدؒ، عطاءؒ اور سعید بن جبیرؒ سے منقول ہے کہ صابئین یہود و نصاریٰ اور مجوس کے درمیان کی ایک جماعت ہے۔ ان کا کوئی دین نہیں ہے۔ بعض تابعین مثلاً ابوالعالیہؒ، ابوالشعثاءؒ، ضحاکؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ یہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے۔ یہ لوگ زبور پڑھتے ہیں۔ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ صابی مجوس کی طرح ایک قوم ہے۔ یہ لوگ ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں۔ ابوالزنادؒ کہتے ہیں کہ یہ عراق کے قریب رہنے والی قوم ہے جو کوثی میں رہتی ہے۔ یہ تمام انبیاء پر ایمان رکھتی ہے۔ ہر سال تیس دن روزہ رکھتی ہے۔ روزانہ یمن کی طرف رخ کر کے پانچ اوقات نماز پڑھتی ہے۔ وھب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ صابی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہو، اس کی کوئی معمول بہا شریعت نہ ہو اور اس نے کفر نہ کیا ہو۔ عبدالرحمن بن زیدؒ کہتے ہیں۔ صابی لوگ کسی دین کو ماننے والے ہیں۔ یہ جزیرہ موصل میں تھے۔ یہ لوگ لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ ان کے پاس نہ کوئی عمل ہے نہ کوئی کتاب اور نہ نبی۔ سوائے اس کے کہ لا الہ الا اللہ کہتے تھے۔ ان کا کسی رسول پر ایمان بھی نہیں تھا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صابی لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ مجاہدؒ اور حسن بصریؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کیا جائے گا۔ امام قرطبی کہتے ہیں کہ ان کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ موحد ہیں، لیکن ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں یعنی ستارے ہی اس دنیا سارا کام انجام دے رہے ہیں۔ اسی لئے خلیفہ قادر باللہ کے سوال پر امام ابوسعید اصطخریؒ نے ان کے کفر کا فتوی دیا تھا۔ امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ صابی ستاروں کی عبادت کرتے ہیں، یا تو اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو عبادت یا دعا کے لئے قبلہ بنایا ہے یا اس معنی میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کی تدبیر ستاروں کے سپرد کر دی ہے۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ ان کے بارے میں سب سے واضح قول مجاہدؒ، وہب بن منبہؒ وغیرہ کا ہے کہ یہ لوگ یہود و نصاریٰ، مجوس و مشرکین کسی کے دین پر نہیں ہیں۔ یہ لوگ اپنی فطرت پر باقی ہیں۔ ان کا کوئی مقرر دین نہیں ہے جس کی اتباع کرتے ہوں۔'' (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۸۵ تا ۲۸۷)۔

امام ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں: ''صابئین کے بارے میں اختلاف ہے کہ اہل کتاب ہیں یا نہیں؟ امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ سے منقول ہے کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں۔ امام ابوالحسن کرخیؒ فرماتے ہیں کہ وہ صابئین جو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اہل کتاب میں سے ہیں وہ ایسی جماعت ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کے دین پر چلتی ہے اور انجیل پڑھتی ہے۔ وہ صابئین جو ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور وہ جو حران کے علاقہ میں رہتے ہیں وہ اب کے نزدیک اہل کتاب نہیں ہیں۔ امام ابوبکر جصاص رازیؒ لکھتے ہیں کہ اس وقت صابئین کے نام سے جو جماعت معروف ہے ان میں اہل کتاب نہیں ہیں۔ میری مراد ان سے ہے جو حران کے علاقہ میں ہیں اور سواد واسط میں بطائح کے علاقہ میں ہیں۔ ان کا اصل اعتقادستاروں کی تعظیم، ان کی پرستش اور ان کو معبود ماننا ہے۔ یہ حقیقت میں بت پرست ہیں۔ مگر اسلام سے پہلے جب ان کے علاقے پر ایرانی غالب ہوگئے تو انہوں نے ان کو اس سے روک دیا۔ اسی طرح ان کے جس علاقے پر رومی غالب آئے تو وہاں ان کو زبردستی عیسائیت میں داخل کر لیا۔ لیکن ان میں سے بہت سارے لوگ پوشیدہ طور سے اپنے مذہب پر باقی رہے۔ اسلام کے آنے کے بعد ان کو نصاریٰ میں شمار کیا گیا کیونکہ یہ اپنے عقائد کو بہت پوشیدہ رکھتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان لوگوں کا مشاہدہ کیا جو اپنے کو نصاریٰ ظاہر کرتے تھے اور انجیل پڑھتے تھے اور تقیہ کے طور پر مسیحی دین اختیار کئے ہوئے تھے۔ لیکن صابئین کے جن عقائد کا میں نے ذکر کیا ہے اس کے اعتبار سے فقہاء کے نزدیک وہ اہل کتاب نہیں ہیں۔ نہ ان کا ذبیحہ کھایا جائے گا اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا'' (احکام القرآن للجصاص رازی ۳/ ۳۲۶ تا ۳۲۹)۔

علامہ ابن تیمیہؒ کے نزدیک صابئین نمرود کی قوم کے لوگ تھے جس کی طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ہوئی تھی۔ یہ لوگ

ستاروں کی پرستش کرتے تھے۔ یہ قوم بعد میں بھی باقی رہی۔ یہ لوگ شام، الجزیرہ، عراق، جزائر بحر وغیرہ میں آباد تھے۔ نمرود کے کافی زمانے کے بعد بخت نصر ان کا مشہور بادشاہ گزرا ہے جس نے بنی اسرائیل پر بڑے مظالم کئے تھے (مجموع الفتاوی ۴۴۶/۲)۔

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی قوم تھی۔ جس کی طرف وہ مبعوث ہوئے تھے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔ صابئہ حنفاء اور صابئہ مشرکین۔ صابئہ مشرکین سات ستاروں اور بارہ برجوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ اپنے ہیکلوں میں ان کی تصاویر بناتے ہیں۔ ان ستاروں کے لئے ان کے مخصوص ہیکل یعنی عبادتگاہیں ہیں۔ سورج کے لئے ہیکل کبیر، چاند کے لئے ہیکل، زہرہ، مشتری، مریخ وغیرہ کے لئے ہیکل ہیں۔ ان ستاروں کے لئے مخصوص عبادات اور مخصوص دعائیں ہیں۔ ان ہیکلوں میں ان کی تصاویر اور ان کے مخصوص بت بناتے ہیں اور ان کے لئے قربانی دیتے ہیں۔ رات دن میں ان کے لئے پانچ وقت کی نمازیں پڑھتے ہیں۔

ان کی ایک جماعت (حنفاء) رمضان میں روزے رکھتی ہے۔ اپنی نمازوں میں کعبہ کا استقبال کرتی ہیں۔ مکہ کا احترام کرتی ہے اور حج کرتی ہے۔ میتہ، خون اور لحم خنزیر کو حرام سمجھتی ہے مسلمانوں کی طرح قریبی رشتوں سے نکاح کو حرام سمجھتی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ قوم دوسری قوموں کے ساتھ شریک بھی ہے اور جدا بھی ہے۔ ان میں سے جو حنفاء ہیں وہ حنیفیت میں اہل اسلام کے شریک ہیں۔ اور ان میں سے مشرکین بت پرستوں کے شریک ہیں'' (اغاثۃ اللھفان ۲۵۰/۲، ۲۵۱)۔

شہرستانی نے ''الملل والنحل'' میں صابئہ اور اس کی ایک جماعت حرنانیۃ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے (الملل والنحل ۲۲۸/۱، ۵۳/۲)۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: ''امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک صابی عورت سے مسلم مرد کا نکاح جائز ہے۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت میں اختلاف نہیں ہے۔ یہ اختلاف ان کے مذہب کے مشتبہ ہونے کی وجہ سے ہوا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ قوم کتاب پر ایمان رکھتی ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ زبور پڑھتے ہیں۔ ستاروں کی پرستش نہیں کرتے، بلکہ ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ جیسا کہ مسلمان کعبہ کا استقبال کر کے کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ مگر یہ لوگ دین کے بعض کاموں میں دوسرے اہل کتاب سے جدا ہیں۔ یہ مناکحت سے مانع نہیں ہے۔ امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ قوم ستاروں کی پرستش کرتی ہے اور ستاروں کی پرستش کرنے والا بت پرست ہے۔ اس لئے مسلمانوں سے ان کی مناکحت جائز نہیں ہے'' (بدائع، کتاب النکاح، فصل ان لاتکون امرأۃ مشرکۃ)۔

یہ لوگ زمانہ قدیم سے الجزیرۃ کے علاقہ میں حران شہر میں آباد تھے۔ حران شہر کی نسبت سے ہی یہ مذہب مشہور ہوا۔ اسی لئے عقائد کی کتابوں میں اس مذہب کے ماننے والوں کو حرنانیہ (خلاف قیاس نسبت) کہا جاتا ہے (معجم البلدان)۔

اس وقت بھی صابی جماعت کے لوگ موجود ہیں۔ یہ جنوب عراق اور ایران میں آباد ہیں۔ ان میں سے ایک بڑی تعداد یورپ اور امریکا بھی منتقل ہوگئی ہے (الموسوعۃ المیسرۃ، عنوان الصابئۃ المندائیون)۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صابی جماعت اہل کتاب میں سے نہیں ہے۔ یہ ستاروں کی پرستش کرتے ہیں اور ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب نہیں ہے۔ اور اس جماعت کے لوگ ابھی بھی دنیا میں موجود ہیں۔

۳- اہل کتاب کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ جو کسی نبی پر ایمان لائے اور کسی آسمانی کتاب کا اقرار کرے وہ کتابی ہے۔ اس لئے ایسے لوگ جو سرے سے وجود باری تعالی کے ہی منکر ہیں وہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں۔ یا وہ لوگ جو وجود باری تعالی کے تو قائل ہیں مگر رسالت کے منکر ہیں وہ بھی اہل کتاب نہیں ہوں گے۔ اس لئے ان کا ذبیحہ کھانا اور ان کی عورتوں سے مسلم مردوں کی مناکحت جائز

نہیں ہے۔

’’وفی التبیین: ثم کل من یعتقد دیناً سماویاً ولہ کتاب منزل کصحف ابراھیم وشیث وزبورداؤد، فھو من أھل الکتاب، فتجوز مناکحتم وأکل ذبائحھم خلافاً للشافعی فیما عدا الیھود والنصاری والحجۃ علیہ ماتلونا، وفی فتح القدیر : الکتابی من یومن نبی ویقر بکتاب‘‘(البحرالرائق، کاب النکاح،فصل فی المحرمات فی النکاح)۔

’’وقال طائفۃ :إذاسمعت الکتابی یسمی غیر اسم اللہ عزوجل فلا تأکل، وقال بھذا من الصحابۃ علی وعائشۃ وابن عمر رضی اللہ عنھم وھو قول طاؤس والحسن متمسکین بقولہ تعالی: ﴿ولاتأکلوا ممالم یذکراسم اللہ علیہ وانہ لفسق﴾ (الانعام۱۲۱) وقال مالک : أکرہ ذلک ولم یحرمہ‘‘ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی۶/۷۶)۔

’’والصحیح المختار عندنا ھو القول الأول یعنی ذبایح الکتابی تارکا للتسمیۃ عمداً أو علی غیر اسم اللہ تعالی لایؤکل إن علم ذلک یقیناً أوکان حالھم ذلک .. .ولاشک أن النصاری فی ھذا الزمان لایذبحون بل یقتلون بالوقدغالباً، فلایحل طعامھم‘‘(التفسیرالمظہری،سورہ مائدہ)۔

مولاناشبیراحمدعثمانی لکھتے ہیں:ہمارے زمانے کےنصاری عموماًبرائے نام نصاری ہیں۔ان میں بکثرت وہ ہیں جونہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہیں،نہ مذہب کے،نہ خداکے۔ان پراہل کتاب کااطلاق نہیں ہوسکتا۔لہذاان کے ذبیحہ اورنساءکاحکم اہل کتاب کاسانہ ہوگا(تفسیرعثمانی ص۱۴۲)۔

۴۔ بہائی فرقہ یابابی فرقہ اسی طرح سکھ یا قادیانی جماعت یہ سب باطل مذاہب کو ماننے والے ہیں۔یہ کفار میں شمار ہوں گے۔ان کو اہل کتاب نہیں کہا جاسکتا ہے۔کیونکہ اہل کتاب ان ہی کو کہا جائے گا جوکسی نبی پر ایمان لائے ہوں اورکسی آسمانی کتاب کی اتباع کرتے ہوں۔قرآن کریم یاحدیث نبوی میں جن انبیاءکرام کاتذکرہ آیاہےان میں سےکسی نبی پر ایمان رکھتے ہوں۔اس لئے زمانہ قدیم کی کسی ایسی شخصیت جس کا نبی ہونامتیقن نہ ہواس پر ایمان رکھنے سے کسی جماعت پر اہل کتاب کاحکم نہیں لگایاجائے گا۔اسی طرح مابعداسلام کسی شخص کو نبی ماننے سے بھی کوئی جماعت اہل کتاب نہیں کہلائے گی،کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعدنبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔آپ ﷺ کے بعد جونبوت کا دعوی کرےگاوہ جھوٹااورمکارہے۔وہ دائرہ اسلام سے خارج اورکافرہے۔

مفتی محمدشفیع صاحب لکھتے ہیں:اس لئے باتفاق امت کتاب سے مرادوہ آسمانی کتاب ہےجس کا کتاب اللہ ہونا بتصدیق قرآن یقینی ہوجیسےتورات،انجیل،زبور،صحف موسی وابراہیم وغیرہ۔اس لئے وہ قومیں جوکسی ایسی کتاب پرایمان رکھتی اوراس کووحی الہی قراردیتی ہوں جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کےیقینی ذرائع سے ثابت نہیں وہ قومیں اہل کتاب میں داخل نہیں ہوں گی۔جیسے مشرکین مکہ،مجوس،بت پرست ہندو،بدھ،آریہ،سکھ وغیرہ۔

اس سےمعلوم ہواکہ یہودونصاری جوتورات وانجیل پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ باصطلاح قرآن اہل کتاب میں داخل ہیں۔ تیسری قوم جس کوصابئین کہتے ہیں ان کے حالات مشتبہ ہیں۔جن حضرات کے نزدیک یہ لوگ زبورداؤدعلیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ ان کو بھی اہل کتاب میں شامل قراردیتے ہیں۔اورجن کو یہ تحقیق ہواکہ زبور سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ نجوم پرست قوم ہیں۔وہ ان کوبت پرستوں اور مجوس کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں۔بہرحال یقینی طور پرجن کوباتفاق اہل کتاب کہاجاتا ہے وہ یہودونصاری ہیں(معارف القرآن،سورہ مائدہ)۔

۵- قادیانی جماعت اہل کتاب میں شمار نہیں ہوسکتی ہے اوران کا کوئی گروہ کتابی نہیں ہوسکتا ہے۔خواہ وہ خود قادیانی مذہب اختیار کر کے مرتد ہوئے ہوں یا ان کے آباء واجداد مرتد ہوئے ہوں اور یہ ان کی نسل سے ہوں۔کیونکہ وہ کسی حقیقی نبی کو نہیں مانتے۔ وہ ایک جھوٹی نبوت کا دعوی کرنے والے کو مانتے ہیں۔اوران کے پاس کوئی آسمانی کتاب بھی نہیں ہے۔

۶-الف: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسلمان مردوں سے کتابیہ عورتوں کے نکاح کی اجازت صرف اس وقت ہے جب وہ دارالاسلام میں ذمیہ ہوں۔اگر کتابیہ عورتیں دارالحرب میں ہوں تو ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔لیکن قرآن میں عموم ہے۔اسی طرح احادیث نبویہ میں بھی ایسی کوئی قید نظر نہیں آتی۔اس لئے فقہاء کرام ذمیہ اور حربیہ دونوں قسم کی کتابیہ سے مسلم مرد کے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی خاص مصلحت سے کتابیہ سے نکاح کرنے سے منع فرماتے تھے۔امام جصاص رازیؒ کہتے ہیں کہ دارالحرب کی کتابیہ سے شادی ہمارے یہاں مکروہ ہے۔

ممکن ہے کہ خاص مصلحت کی بناء پر یہ قول اختیار کیا گیا ہو کہ دارالحرب میں نکاح کرنے سے کتابیہ عورت مسلم شوہر پر حاوی ہوسکتی ہے اور مسلمان کے اسلام کو خطرہ پیش آسکتا ہے۔اس لئے اس اندیشہ کی وجہ سے اس کراہت ہونی چاہئے اور دارالاسلام میں مسلمان شوہر اس پر حاوی رہے گا اور کتابیہ اسلامی ماحول سے متاثر ہو کر اسلام قبول کرلے گی۔اس لئے اس میں کوئی کراہت نہیں ہونی چاہئے۔

”**عن شقيق بن سلمة قال تزوج حذيفة بيهودية فكتب إليه عمر أن خل سبيلها، فكتب إليه حذيفة: أحرام هي؟ فكتب إليه عمر : لا، ولكنى أخاف أن تواقعوا المومسات منهن. قال أبوعبيد: يعنى العواهر**“ (أحكام القرآن للجصاص الرازی ۳/ ۳۲۳)۔

”**روى عن ابن عباس فى قوله تعالى :﴿والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب﴾هو على العهد دون دار الحرب فيكون خاصاً.وقال غيره : يجوز نكاح الذمية والحربية لعموم الآية**“ (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۶/ ۷۹)۔

”**وقد اختلف فى نكاح الكتابيات فى وجه آخرفقال ابن عباس : لاتحل نساء أهل الكتاب إذا كانوا حربا وتلا هذه الآية ﴿وقاتلوا الذين لايؤمنون بالله ولا باليوم الآخر- الى قوله - وهم صاغرون﴾ ... وهذا عندنا إنما يدل على الكراهة وأصحابنا يكرهون مناكحات أهل الحرب من أهل الكتاب**“ (احکام القرآن للجصاص الرازی ۳/ ۳۲۶)۔

کتابیہ عورتوں سے نکاح شرعاً جائز ہے،مگر حالات کے اعتبار سے اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔مسلم عورتوں کی موجودگی میں کتابیہ سے شادی کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔اس لئے دارالاسلام میں بھی احتیاط کرنا چاہئے۔

(ب) کتابیہ سے شادی کی اباحت تو قرآن سے ثابت ہے۔اس لئے ممانعت تو نہیں ہوسکتی۔البتہ حالات کے اعتبار سے حکم ہوگا۔ اگر اس سے فائدہ ہے تو شادی کی جاسکتی ہے اور اگر نقصانات ہیں تو نہیں کرنا چاہئے۔

۷- ہندو قوم کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا ہے۔اوپر اہل کتاب کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ جو لوگ ایسی شخصیت کو مانتے ہوں جس کا ذکر قرآن یا حدیث میں نبی کی حیثیت سے موجود ہو۔اسی طرح ایسی کتاب کو مانتے ہوں جس کا تذکرہ قرآن یا حدیث میں آسمانی کتاب کی حیثیت سے ہو وہ اہل کتاب ہیں۔

ہندو قوم خواہ اس کا تعلق سناتن دھرم سے ہو یا بدھ مت سے ہو یا جین دھرم سے ہو یہ لوگ اہل کتاب نہیں ہوسکتے کیونکہ ان کے پیشوا رام چندر جی،مہاتما بدھ یا مہاویر جی کا ذکر قرآن یا حدیث میں نہیں ہے۔اسی طرح ان کی کتابوں کا ذکر بھی موجود نہیں ہے۔اس لئے ان کا نبی

ہونا یقینی نہیں ہے اوران کی کتابوں کا آسمانی ہونا یقینی نہیں ہے۔

مفتی شفیع صاحب لکھتے ہیں: ''اس زمانے میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں ان میں صرف یہود ونصاری ہی دو قومیں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں۔ باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں۔ آتش پرست، یا بت پرست ہندو، یا سکھ، آریہ، بدھ وغیرہ سب اسی عموم میں داخل ہیں۔ کیونکہ یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی ایسی کتاب کے ماننے والے اوراس کی اتباع کے دعویدار ہوں جس کا آسمانی کتاب اور وحی الہی ہونا قرآن وسنت کے نصوص سے ثابت ہو۔ اور ظاہر ہے کہ وہ تو تورات وانجیل ہی ہیں جن کی ماننے والی کچھ قومیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں۔ باقی زبور اور صحف ابراہیم علیہ السلام نہ کہیں محفوظ وموجود ہیں نہ کوئی قوم ان کے اتباع کی دعویدار ہے۔ اور وید اور گرنتھ اور زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے۔ اور یہ صرف امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا وید یا گرنتھ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے امکان محض احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے باجماع امت ثابت ہوگیا کہ موجودہ زمانے کے مختلف مذاہب میں صرف یہود ونصاری کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح حلال ہے۔ اور کسی قوم کی عورت سے جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائے نکاح حرام ہے'' (معارف القرآن، سورہ مائدہ)۔

۸- **الف:** اصل کام تو یہی ہونا چاہئے کہ عصری علوم کے لئے مسلمانوں کے اپنے اسکول ہوں، اپنے کالج ہوں۔ جہاں مسلم طلبہ اسلامی ماحول میں تعلیم حاصل کریں۔ عصری علوم کی تحصیل کے ساتھ دین سے گہری وابستگی بھی برقرار رہے۔ اس کے لئے کوششیں ہونی چاہئے اور جو مسلم اہل ثروت ایسے اسکول اور کالج قائم کرنا چاہیں ان کی حوصلہ افزائی کی جائے اوران کو مسلم عوام کا پورا تعاون حاصل ہو۔

البتہ جس جگہ ایسے حالات نہ ہوں کہ مسلمانوں کے علیحدہ اسکول اور قائم کئے جاسکیں وہاں جو مسلم بچے مشنریز کے ان اسکولوں میں پڑھ رہے ہوں ان کے لئے گھروں میں دینی تعلیم کا انتظام کیا جائے یا شام میں کسی مکتب میں ان کو دینی تعلیم دی جائے۔ یہ انتہائی ضروری ہے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا تو ان اسکولوں میں پڑھنے والے تمام بچے الحاد ودہریت کا شکار ہوجائیں گے۔

اگر ان بچوں کے لئے گھروں میں یا مکتبوں میں دینی تعلیم کا نظم کیا جانا بہت مشکل ہو تو ایسی صورت میں ہم کہیں گے کہ مسلم بچوں کو مشن کے ان اسکولوں میں داخل کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے ان کے ایمان پر اثر پڑ رہا ہے۔ دشمنان اسلام انہیں بڑی آسانی سے الحاد ودہریت کا شکار بنادیں گے۔

ب- مسلمان بیوی کے جو حقوق ہیں وہی حقوق کتابیہ بیوی کے بھی ہیں۔ جس طرح مسلم بیوی کا نفقہ واجب ہے اسی طرح کتابیہ بیوی کا نفقہ بھی لازم ہے۔ مہر کا بھی یہی حکم ہے۔ حسن سلوک اور حسن معاشرت میں بھی دونوں کا حکم یکساں ہے۔ جب کتابی عورت سے نکاح کیا ہے تو اس کے تمام حقوق کی ادائیگی واجب ہوگی۔

البتہ طلاق کا جہاں تک تعلق ہے تو طلاق ابغض الحلال الی اللہ ہے۔ ناگزیر حالات کے تحت اس کی اباحت ہوئی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص کتابیہ بیوی سے اپنے یا اپنے بچوں پر ایمان کا خطرہ محسوس کرے اوراس کو اندیشہ ہو کہ نکاح برقرار رہنے میں ایمان متاثر ہوگا تو ایسی صورت میں وہ طلاق دے کر علیحدگی اختیار کرلے۔ اس میں اس کو کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

ج- خدمت خلق کا کام اسلام کے حکم کے عین مطابق ہے۔ اسلام نے مخلوق کی خدمت اوراس کی پریشانی کو دور کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو خدمت خلق کے لئے اپنے ادارے، اسپتال وغیرہ قائم کرنا چاہئے۔ اس سے دوسرے مذہب والوں تک اسلام کی

اشاعت بھی ہوگی۔

عیسائی مشنریز کے ذریعہ اس طرح کے جو کام ہوتے ہیں ان میں کام کرنے یا ان سے فائدہ اٹھانے سے پہلے دیکھ لینا چاہئے کہ اسے دین پر کوئی آنچ تو نہیں آرہی ہے۔ اگر اس سے اپنا دین متاثر ہورہا ہے تو اس میں کام کرنا یا اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ہوگا۔

☆☆☆

اہل کتاب اور ان کے متعلق احکامات شرعیہ

مفتی حبیب اللہ قاسمی☆

اس میں شک نہیں کہ آج دنیا کے بیشتر ممالک میں لوگ ایک کثیر مذہبی معاشرہ میں زندگی گزار رہے ہیں جہاں مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان سیاسی، سماجی، اقتصادی، معاشرتی تعلقات بھی پائے جاتے ہیں ایک دوسرے کی تقریبات میں شرکت اور خوشی وغمی میں آمدورفت بھی ہوتی ہے۔

الغرض اس انداز کا مخلوط معاشرہ بین المذاہب لوگوں کا بن چکا ہے کہ ایک خالص دینی و مذہبی ذہن وفکر رکھنے والے حضرات کے لئے بہت سے مسائل بھی پیدا ہوگئے ہیں، جن پر نظر رکھنا اور ان کا شرعی حل پیش کرنا علماء امت کی شرعی ذمہ داری بنتی ہے، اللہ جزاء خیر دے اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے ارباب حل وعقد کو کہ انہوں نے اس بات کو محسوس کیا اور امت کے دین دار طبقہ کی خصوصا رہنمائی کے لئے علماء و فقہاء وقت کو پیدا شدہ مسائل کی طرف متوجہ کیا۔

اس مختصر سی تمہید کے بعد اب سوالات کے جوابات سپرد قرطاس ہیں:

۱- اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو نزول قرآن کے زمانہ میں، یعنی حضرت نبی پاک ﷺ کے عہد مبارکہ میں موجودہ یہود ونصاری کا جو عقیدہ تھا اس کے وہ قائل ہوں، مزید براں تورات پر ان کا ایمان ہو، اللہ جل شانہ کے وجود، نبوت، وحی اور فرشتوں پر ایمان ہو، اللہ جل شانہ کے وہ منکر نہ ہوں، جو لوگ مذکورہ بالا امور کے قائل نہ ہوں، صرف نسلا یہودی یا عیسائی ہوں یا اپنے کو یہودی یا عیسائی کہتے ہوں تو ایسے لوگ اسلامی شریعت کی نظر میں اہل کتاب نہیں ہیں (فتح القدیر)۔

۲- صابئین صابی کی جمع ہے اور صابی لغت میں اس کو کہتے ہیں جو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہوجائے، عہد قدیم میں صابی وہ لوگ کہلاتے تھے جو اہل کتاب کے دین سے نکل گئے تھے، حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں: صابی وہ لوگ تھے جنہوں نے ادیان سماویہ میں سے ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لے لیا تھا، چنانچہ وہ زبور پڑھتے تھے، لیکن ملائکہ کی عبادت کرتے تھے اور اسی کے ساتھ کعبۃ اللہ کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، اس زمانہ میں یہ گروہ دنیا کے کسی خطہ میں پایا جاتا ہے یا نہیں، یہ تو کوئی عالمی سیاح ہی بتا پائے گا اس خادم کے علم میں فی زمانا ان کے وجود عدم کے سلسلہ میں کوئی تحقیق نہیں ہے۔

۳- اس میں شک نہیں کہ اسلام میں عام کافروں کے مقابلہ میں اہل کتاب سے تعلقات اور روابط کو ایک درجہ فوقیت دی گئی ہے، چنانچہ قرآن مجید میں بھی اس کی صراحت موجود ہے ان کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دیا گیا ہے اور ان کی عورتوں سے مسلمان مردوں کو نکاح کی بھی

☆ صدر دارالافتاء جامعہ اسلامیہ دارالعلوم مہذب پور، سنجر پور، اعظم گڑھ۔

اجازت دی گئی ہے لیکن بشرطیکہ وہ واقعتا یہودی یا عیسائی ہوں اگر صرف نام کے یہودی یا عیسائی ہیں تو ان کا حکم یہ نہیں، فی زمانناً مغربی ممالک میں جو لوگ اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتے ہیں ان میں اکثریت ان کی ہے جن پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، اس لئے مطلقاً ان سے نکاح اور ذبیحہ کی اجازت نہیں دی جاسکتی، جب تک کہ اس بات کی صراحت نہ ہوجائے کہ واقعتا اہل کتاب ہیں تاہم مسلمانوں کو ان کی عورتوں سے نکاح سے پرہیز کرنا اولی ہے، حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں مسلم گورنروں کو اس سے باز رہنے کی خصوصی ہدایت فرمائی تھی اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی تھی کہ یہود و نصاری کی عورتوں میں عام طور پر عفت و پاکدامنی نہیں پائی جاتی ہے، اس سے مجھے اندیشہ ہے کہ مسلم گھرانوں میں اس سے فحاشی اور بدکاری داخل ہوجائے گی، اسی وجہ سے حضرت طلحہ اور حضرت کعب بن مالک بھی ان کی عورتوں سے نکاح سے منع فرمایا کرتے تھے (احکام القرآن و فتح القدیر)۔

اس زمانہ میں خاص طور پر یہود و نصاری کی عورتوں کی عریانیت اور فحاشی نے تو جانوروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں   محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی

اس لئے اس زمانہ میں تو مسلمانوں کو بہت زیادہ احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔

۴- ادیان باطلہ بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی یہ سب کافر مرتد زندیق ہیں ان کا شمار اہل کتاب کے ساتھ ہرگز نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کا ذبیحہ یا ان کی عورتوں سے نکاح قطعاً جائز نہیں۔

معتزلہ جب کہ اہل قبلہ میں سے ہیں اس کے باوجود حضرات فقہاء نے ان کی عورتوں سے نکاح کو ناجائز قرار دیتے ہوئے یہ فرمایا: "المناكحة بين أهل السنة وأهل الاعتزال لا يجوز" (خلاصۃ الفتاوی)، پھر وہ فرقے جو صراحتا کافر یا مرتد یا زندیق ہیں ان کو اہل کتاب میں سے کیسے شمار کیا جاسکتا ہے اور ان سے نکاح کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔

الغرض بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی کافر مرتد زندیق ہیں ان کا شمار اہل کتاب کے ساتھ ہرگز نہیں ہوگا۔

۵- جو حکم اصل قادیانیوں کا ہے وہی حکم نسلی قادیانیوں کا بھی ہے، چونکہ نسلی قادیانیوں کا بھی عقیدہ وہی ہوتا ہے جو اصلی قادیانیوں کا ہوتا ہے الا یہ کہ وہ تائب ہوکر قادیانیت سے براءت کا اعلان کردیں اس وقت حکم یقیناً بدل جائے گا ورنہ تو جو حکم اصلی کا ہے وہی نسلی کا بھی ہے، یعنی دونوں زندیق اور مرتد ہیں ان کو اہل کتاب کے ساتھ شمار نہیں کیا جاسکتا۔

۶- الف: جن حضرات نے اہل کتاب سے نکاح کے مسئلہ میں دارالاسلام اور دارالکفر کے درمیان فرق کیا ہے، یعنی دارالاسلام میں مباح اور دارالکفر میں مکروہ اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو دارالاسلام کے شہری ہوں جن کو ذمی کہا جاتا ہے اور دارالکفر کے باشندے مراد نہیں ہیں، لہذا وہ کتابیہ عورت جن کے والدین دارالحرب میں رہتے ہوں اور وہ خود دارالاسلام میں بحیثیت ذمیہ رہتی ہو ایسی عورت سے نکاح کو بھی فقہاء نے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے، لہذا یہ نکاح منعقد تو ہوجائے گا، لیکن مکروہ تحریمی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہوگا، اور ایسا کرنے والا گنہگار رہوگا، ایک زمانہ سے عرب ملکوں میں مسلم حکمرانوں نے یہودی اور عیسائی عورتوں سے بلا تحقیق شرعی صرف کتابیہ کا سہارا لے کر اپنی عیاشی کا سامان فراہم کر رکھا ہے جس کا سیاسی وسماجی اقتصادی ومعاشرتی غیر معمولی نقصان مشاہد ومرئی ہے اس کو سوائے عیاشی اور اسلام سے انحراف کے اور کچھ نہیں کہا جاسکتا اور اس کی سخت الفاظ میں مذمت ہونی چاہئے اور علماء وفقہاء کو افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر کا مصداق بننا چاہئے، جو حضرت عمر طلحہ اور کعب بن مالک جیسے کبار صحابہ کی تعلیمات اور اسلامی مزاج وروح کو مکمل فراموش کرچکے ہیں۔

ب- جو لوگ ویزہ وغیرہ کی سہولت کے لئے صرف یہودی وعیسائی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور دوسروں کو فریب دینے کے لئے

دعوتی نقطہ نظر کا سہارا لیتے ہیں ایسے لوگوں کی ذہنیت اور سوچ انتہائی درجہ قابل صد افسوس ہے، ایسے مسلمانوں کو اپنی سوچ میں تبدیلی لانی ہوگی، رہ گیا مسئلہ دار الکفر اور دار الاسلام کا اور نکاح کی کراہیت اور عدم کراہیت کا تو یہ بات اوپر آچکی ہے کہ ایسی عورتوں سے نکاح مکروہ تحریمی ہے جو حرام کے قریب ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے اور ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا۔

۷ – ہندو مذہب کی جن کتابوں میں توحید آخرت اور امام الانبیاء سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں جو باتیں مبنی بر حقیقت ہیں وہ حق ہیں لیکن جن کو برادران وطن اپنا بھگوان تسلیم کرتے ہیں، یعنی گوتم بدھ، رام، کرشن وغیرہ ان کے صحیح حالات چونکہ غیر معلوم ہیں، نیز ان کی تاریخوں میں رطب و یابس کا انبار ہے اس لئے یقین کے ساتھ ان کے بارے میں کچھ کہنے اور لکھنے سے اہل علم وفقہاء کو قلم روک لینا چاہئے، جیسا کہ اکابر افتاء کی تحریرات سے بھی یہی بات صراحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے (فتاوی محمودیہ ۱/۳۳۸)۔

۸ – الف: اس میں شک نہیں کہ یہود و نصاری نے اس وقت پورے ملک میں اپنے اسکولوں کا جال بچھا دیا ہے اور مسلم قوم آنکھ بند کرکے اپنے بچوں کو یہودیت و نصرانیت کے حوالے کر رہے ہیں، جہاں عصری تعلیم کے نام پر شروع ہی سے مسلم بچے اور بچیوں کے ذہنوں کو اسلام کے سلسلے میں اپنے مشن کے مطابق مشکوک کرنے میں جٹ جاتے ہیں، لیکن افسوس آج کے مسلمانوں کو مادیت اور دنیا کے آگے اپنی اور اپنے بچوں کی جو ان کے لئے معاد بھی ہیں کوئی فکر نہیں، فقہ اکیڈمی (انڈیا) کے تمام شرکاء کو پوری قوت کے ساتھ اس رجحان کی مذمت کرنے کی ضرورت ہے۔

ب – کتابیہ عورت اگر واقعتا اسلامی نقطہ نظر سے کتابیہ ہے یا مومنہ ہے تو اس کے وہی حقوق ہوں گے جو اسلام نے ایک بیوی کے حقوق بیان کئے ہیں اور اگر وہ کتابیہ نہیں ہے صرف نام کی کتابیہ ہے تو اس کے ساتھ الحاد اور لا دینیت کی وجہ سے نکاح ہی نہیں ہوا یہ تو بدکاری اور زناکاری ہوگی اس میں شرعی حقوق کا کیا مطلب ہے، بلکہ ایسی عورتیں تو خود اپنے شوہروں کو طلاق دے دیتی ہیں اور شوہروں کی جائداد وغیرہ پر قبضہ جما لیتی ہیں، جیسا کہ یورپ ولندن میں اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

ج – اسلام سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہوسکتی، اس کی حفاظت تادم آخر ہر مسلمان کا اپنا ذاتی فریضہ ہے، مادیت کی رو میں بہنے سے پہلے اپنی آخرت پر ایک نظر ہر مسلمان کو ہر حال میں ڈالنا چاہئے، اگر کسی چیز سے یا کسی جگہ سے یا کسی کام سے یا کسی انسلاک سے کسی بھی درجہ میں اگر اسلام کو نقصان پہنچ رہا ہے یا اس کا ایمان متاثر ہو رہا ہے تو اس سے فوری دوری بنانا اپنے کو علاحدہ کرنا ہر مسلمان کا دینی فریضہ بنتا ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب اوران سے متعلق احکام

مفتی عبدالرحیم قاسمی ☆

۱- اہلِ کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی ایسی کتاب کے ماننے والے اور اس کے اتباع کے دعویدار ہوں جس کا آسمانی کتاب اور وحی الٰہی ہونا قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ وہ تو تورات اور انجیل ہی ہیں جن کی ماننے والی کچھ قومیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں اس لئے باجماع امت ثابت ہوگیا کہ موجودہ زمانہ کے مختلف مذاہب میں سے صرف یہود ونصاریٰ کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح حلال ہے (معارف القرآن ص ۶۱، ج ۳)۔

۲- ایک قوم جس کو صابئین کہتے ہیں ان کے حالات مشتبہ ہیں، جن حضرات کے نزدیک یہ لوگ زبور داؤد علیہ السلام پر ایمان رکھتے ہیں وہ ان کو بھی اہل کتاب میں شامل کردیتے ہیں اور جن کو یہ تحقیق ہوا کہ زبور سے ان کا کوئی تعلق نہیں، یہ نجوم پرست قوم ہے وہ ان کو بت پرستوں اور مجوسوں کے ساتھ شریک قرار دیتے ہیں (معارف القرآن ص ۷۴، ج ۳)۔

”**والصائبین قوم بین النصاریٰ والمجوس، وقیل: أصل دینهم دین نوح علیه السلام، وقیل: هم عبدة الکواکب صائبین**“ نصاریٰ اور مجوس کے درمیان ایک قوم ہے، کہا گیا کہ ان کے دین کی اصل نوح علیہ السلام کا دین ہے اور کہا گیا کہ وہ فرشتوں کی عبادت کرنے والے ہیں اور کہا گیا کہ وہ ستارہ پرست ہیں (تفسیر بیضاوی ص ۷۹)۔

حاشیہ جلالین میں ہے: ”**هو قوم عدلو عن دین الیهود والنصرانیة وعبد الملائکة**“ یہ ایک قوم ہے جو یہود اور نصاریٰ کے دین سے علیحدہ ہوکر فرشتوں کی عبادت کرنے لگی (حاشیہ جلالین ص ۱۱)۔

۳- جو آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی یا نصرانی لکھواتے ہیں ان میں بہت سے لوگ وہ ہیں کہ نہ ان کا تورات وانجیل پر عقیدہ ہے نہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر۔ وہ عقیدے کے اعتبار سے بالکل لامذہب اور دہریے ہیں۔ محض قومی یا رسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی اور نصرانی کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی عورتیں مسلمانوں کے لیے کسی طرح حلال نہیں (معارف ۶۴، ج ۳)۔

اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں مذہبی حیثیت سے محض دھری وسائنس پرست ہیں ایسوں کے لیے یہ حکم جواز نکاح کا نہیں (امداد الفتاویٰ ص ۲۱۴، ج ۲)۔

جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ان میں کی پاکدامن عورتیں حلال ہیں (قرآن کریم سورہ مائدہ)۔

حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے تحریر فرمایا ہے، مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب

☆ امیر مرکز دعوت وارشاد وافتاء وناظم جامعہ حسینیہ خیر العلوم نور محل روڈ بھوپال۔

کا سامانہ ہوگا۔ نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں، لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا مرتکب ہونا پڑتا ہو، بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی (فوائد سورۃ المائدۃ ص ۱۷۱، پ ۶)۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس اجازت پر عمل نہ کیا جائے۔ حضرت فاروق اعظم نے اس زمانہ کی عیسائی عورتوں کے متعلق یہ ممانعت فرمائی تھی، جبکہ وہ مذہب پرست اور کتابی تھیں، مگر ہمارے اس دور میں نہ صحیح کتابیت ہے نہ مذہب، بلکہ دہریت اور سراسر سائنس پرستی ہے۔ اس وقت زیادہ ضروری ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی ممانعت پر عمل کیا جائے اور نکاح نہ کیا جائے۔ تفسیر حقانی میں ہے آج کل کے ملاحدۂ یورپ تو ہرگز عیسائی شمار نہ ہوں گے (فتاوی رحیمیہ ۲/ ۱۰۲)۔

فی زمانا شرعی مصلحت کی بناء پر یہودی اور نصرانی عورت کے ساتھ شادی کرنے اور خلط ملط رکھنے کی اجازت نہیں بالخصوص دار الحرب اور کفرستان میں کہ اس میل جول اور خراب ماحول کے اثر سے اولاً خود اس کے پھر اولاد کے عقائد اور اخلاق بگڑنے کا پورا اندیشہ ہے (فتاوی رحیمیہ ۲/ ۱۰۲)۔

۴- قرآن مجید کے بعد کسی الہامی کتاب کا قائل ہونا یا حضور ﷺ کے بعد کسی کو نبی ماننا یہ حضور ﷺ کے خاتم النبین ہونے کا انکار ہے اور قرآن ماننے سے اعراض ہے، اس لئے جو فرقے ایسا عقیدہ رکھیں وہ کافر ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے جب ان کا کفر مسلم ہے اور مرتد بحکم کتابی نہیں ہوتا اس لئے اہل کتاب میں ان کو داخل نہیں کر سکتے اور لاہوری مرزا کو نبی نہ کہیں لیکن اس کے عقائد کفریہ کو کفر نہیں کہتے، کفر کو کفر نہ سمجھنا یہ بھی کفر ہے (امداد الفتاویٰ ۲/ ۲۲۴)۔

اگر کسی وقت کسی قوم کے بزرگوں کے پاس کوئی کتاب سماوی ہو، مگر اب اس کتاب سے کچھ تعلق نہ رہا ہو، بلکہ اس قوم کا طرز معاشرت مشرکین کا ہو گیا ہو وہ اہل کتاب نہ ہوں گے۔ جیسے مجوس کی حالت ہے۔ اگر کتاب سے ایمان واقرار کا بھی تعلق ہو، مگر وہ شرک حقیقی کا ارتکاب کرنے لگے ہوں تو بھی بہت علماء کے نزدیک وہ اہل کتاب میں سے نہ رہیں گے جیسے بعض تفسیر پر صابئین کی حالت ہے، اسی طرح جو قرآن کی طرف منتسب ہوتا ہو، مگر قطعیات وضروریات کا منکر ہو ان میں تاویل بھی بحکم انکار ہے، وہ بھی مثل غیر کتابی ہو جاتا ہے جیسے آجکل فرقہ مرزائیہ جن میں وہ مرزائی بھی داخل ہیں جو مرزا کے صریح دعویٰ نبوت میں تاویل کرتے ہیں، کیونکہ وہ منکر ضروریات کو کافر نہیں سمجھتے (امداد الفتاویٰ ۵/ ۴۴۳)۔

بہائی فرقہ بھی قادیانیوں کی طرح کافر ہیں، بہائی فرقہ کی بنیاد پچھلی صدی میں ایران میں ہوئی تھی، ان کے عقائد اسلام کے بنیادی عقائد کے خلاف ہیں اور وہ گمراہ فرقہ ہے، اس لئے جو بھی شخص اہل سنت والجماعت کو چھوڑ کر ان کے عقائد ماننے لگے گا تو وہ اسلامی نظریہ سے مرتد سمجھا جائے گا اور مرتد کے جو احکام فقہاء نے بیان کئے ہیں وہ اس پر جاری ہوں گے، ایسے مرتد کے ساتھ تمام قسم کے تعلقات ختم کر دینے چاہئے۔ ان کی بیوی کے ساتھ نکاح کا تعلق ختم ہو گیا (فتاویٰ دینیہ ۱/ ۱۸۲)۔

۵- جو قادیانی خود مرتد ہوئے وہ کافر ہیں اور ان کی نسل کے لوگ جو ان کے عقائد پر قائم ہیں وہ بھی کافر ہیں۔

۶- عیسائی عورتوں سے نکاح کرنا دار الکفر میں کراہت تحریمی ہے اور دار الاسلام میں کراہت تنزیہی۔ ”فقوله والأولیٰ أن لا يفعل يفيد كراهة التنزية فی غير الحربية وما بعده يفيد كراهة التحريم فی الحربية“ (شامی ۲/ ۲۸۹) ”علل ذالک فی البحر، بأن التحريمية لابد لها من نهی أو فی معناه؛ لأنها فی رتبة الواجب“۔ بحر میں یہ علت بیان کی ہے کہ کراہت تحریمی ثابت

کرنے کے لئے نہی ہونا ضروری ہے، کیونکہ وہ واجب کے مقابلہ میں ہوتی ہے، اس لئے دارالاسلام میں کراہت تنزیہی ہوگی لیکن بلا ضرورت نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ ''والأولیٰ أن لا یفعل ولا یأکل ذبیحتهم إلا للضرورة'' اس کے بالمقابل کتابیہ حربیہ سے نکاح مکروہ تحریمی ہے اجماع کی بناء پر ''و تکره الکتابیة الحربیة إجماعا لافتتاح باب الفتنة'' (شامی ۲/۲۸۹)۔

۷- جو قومیں کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھتی ہیں اور اس کو وحی الٰہی قرار دیتی ہوں جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کے یقینی ذرائع سے ثابت نہیں وہ قومیں اہل کتاب میں داخل نہیں ہوں گی جیسے مشرکین مکہ، مجوس، بت پرست ہندو، بودھ، آریہ، سکھ وغیرہ (معارف القرآن ۳/ ۴۷)۔

اس زمانہ میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں ان میں صرف یہود ونصاریٰ ہی دو قومیں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں، آتش پرست یا بت پرست ہندو ہو یا سکھ آریہ بودھ وغیرہ سب اسی عموم میں داخل ہیں (معارف القرآن ۳/۶۱)۔

۸ - **الف:** عیسائی مشنریوں کے اسکولوں میں بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخل کرنا شرعاً جائز نہیں، کیونکہ وہاں الحاد و دہریت اور شرک و کفر، شکوک وشبہات سے بچوں کے ذہن کو خراب کیا جاتا ہے، البتہ اس کے بالمقابل معیاری عصری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر توجہ دینا ضروری ہے۔

ب - اگر اہل کتاب عورت سے نکاح کیا جائے تو اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیوی کے شوہر پر لازم ہوتے ہیں معارف القرآن میں ہے، آخر آیت میں یہ ہدایت بھی دی گئی ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کو اگر رکھنا ہی ہے تو باقاعدہ نکاح کرکے بیوی کی حیثیت سے رکھیں، ان کے حقوق مہر وغیرہ ادا کریں، ان کو داشتہ کے طور پر رکھنا اور کھلے طور پر بدکاری کرنا یہ سب چیزیں حرام ہیں (معارف القرآن ۳/ ۶۴) جو کتابیہ عورت مسلمان کے نکاح میں ہو، اس کے لیے شوہر کے گھر میں اپنی مذہبی مراسم ادا کرنے کی بھی گنجائش ہوگی۔

ج - عیسائی مشنریز کے ہسپتالوں اور قرض مہیا کرنے والے اداروں سے فائدہ حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے عام حالات میں جائز نہیں، اضطراری حالات میں بدرجۂ مجبوری بقدر ضرورت اس کی گنجائش ہوگی۔

☆☆☆

دور جدید کے اہل کتاب

مفتی سلمان پالنپوری قاسمی☆

۱۔ اہل کتاب سے وہ قومیں مراد ہیں جو کسی سماوی دین کا اعتقاد رکھتی ہوں اور کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھتی ہوں جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کے یقینی ذرائع سے ثابت ہو، جیسے توراۃ، زبور، انجیل، صحف موسی وابراہیم وغیرہ، لہذا اس سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاری جو تورات وانجیل پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ باصطلاح قرآن اہل کتاب میں داخل ہیں،''فتاوی ہندیہ'' میں ہے:

''وکل من یعتقد دینا سماویا وله کتاب منزل کصحف إبراهیم علیه السلام وشیث وزبور داؤد علیه السلام فهو من أهل الکتاب''(فتاوی ہندیہ ۱/۲۸۱)(اور ہر وہ شخص جو آسمانی دین کا اعتقاد رکھتا ہو اور اس کے لئے کوئی (آسمانی) نازل شدہ کتاب ہو جیسے حضرت ابراہیم وشیث علیہما السلام کے صحیفے اور حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور بس وہ اہل کتاب میں سے ہے۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ تحریر فرماتے ہیں: ''الکتابیة هی التی تؤمن بدین سماوی کالیهودیة والنصرانیة، وأهل الکتاب: هو أهل التوراة والإنجیل لقوله تعالى: أن تقولوا إنما أنزل الکتاب على طائفتین من قبلنا''(انعام:۱۵۶، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۶۶۵۳)(کتابیہ وہ عورت ہے جو کسی آسمانی دین پر ایمان رکھتی ہو جیسے یہودیہ اور نصرانیہ، اور اہل کتاب وہ توراۃ وانجیل والے ہیں، اللہ تعالی کے فرمان کی وجہ سے، کہ کہیں تم کہو کہ کتاب ہم سے پہلے کی دو جماعتوں پر اتاری گئی (یعنی یہود ونصاری پر)۔

اہل کتاب کی تعریف کرتے ہوئے مفتی سید محمد عمیم الاحسان المجد دی البرکتی تحریر فرماتے ہیں:''أهل الکتاب هو الیهود المشهور ببنی اسرائیل والنصاری وغیرهما ممن اعتقدوا دینا سماویا ولهم کتاب منزل کصحف ابراهیم و توراة موسی وزبور داؤد وانجیل عیسی علی نبینا وعلیهم الصلوة والسلام''(التعریفات الفقہیہ مع قواعد الفقہ /ص ۱۹۷)(اہل کتاب وہ یہود ہیں جو بنی اسرائیل سے مشہور ہیں اور نصاری اور ان کے علاوہ وہ لوگ جو کسی آسمانی دین پر اعتقاد رکھتے ہوں اور ان کے لئے (آسمان سے) نازل شدہ کوئی کتاب ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے اور حضرت موسی علیہ السلام کی توراۃ، حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور اور حضرت عیسی علیہ السلام کی انجیل)۔

مذکورہ بالا عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہود ونصاری اہل کتاب میں داخل ہیں اگرچہ وہ محرف توراۃ وانجیل کا اتباع کرنے والوں ہوں اور حضرت عیسی ومریم علیہما السلام کو خدا کا شریک قرار دیتے ہوں، خواہ وہ اس کی اتباع میں کتنی ہی گمراہیوں میں جا پڑے ہوں، قرآن کریم نے جن کو اہل کتاب کہا ہے انہیں کے بارے میں جا بجا ارشاد فرمایا ہے کہ یہ لوگ اپنی آسمانی کتاب میں تحریف کرتے ہیں''یحرفون الکلم عن مواضعه''(سورۂ مائدہ:۱۳)(اور وہ لوگ یعنی ان کے علماء کلام الہی یعنی توراۃ کو) اس کے الفاظ یا مطالب کے مواقع سے بدلتے

☆ جامعہ خلیلیہ ماہی، بناس کانٹھا، شمالی گجرات۔

D35

ہیں یعنی تحریف لفظی یا تحریف معنوی کرتے ہیں، اور قرآن کریم میں یہ بھی فرمایا ہے کہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے دیا اور نصاری نے حضرت عیسی علیہ السلام کو "وقالت اليهود عزير ابن الله وقالت النصارى المسيح ابن الله" (سورۂ توبہ:۳۰) (اور یہود (میں سے بعض نے) کہا کہ (نعوذ باللہ) عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں اور نصاری (میں سے اکثر نے) کہا مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں، ان حالات وصفات کے باوجود جب قرآن کریم نے ان کو اہل کتاب قرار دیا تو معلوم ہوا کہ یہود ونصاری جب تک یہودیت ونصرانیت کو بالکل نہ چھوڑ دیں وہ اہل کتاب میں داخل ہیں خواہ وہ کتنے ہی عقائد فاسدہ اور اعمال سیئہ میں مبتلا ہوں۔

۲- صبأ کے اصل معنی "نکلنے" کے ہیں، اسی لئے جب تارا نکل آئے تو عرب کہتے ہیں "صبأت النجوم" اور اسی سے "صابی" کا لفظ ماخوذ ہے، چنانچہ جب کوئی شخص ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا تو عرب اسے صابی کہتے تھے۔

"والصابئون جمع صابئي وقبل صاب ولذلک اختلفو فی همزه، وهمزه الجمهور إلا نافعا فمن همزه جعله من صبات النجوم اذا طلعت، و صبأت ثنمية الغلام إذا خرجت ومن لم بهمر جعله من صبا يصلو إذا مال فالصابى فی اللغة من كرج ومال من دين إلى دين، ولهذا كانت العرب تقول لمن أسلم قد صبأ، فالصابئون قد خرجوا من دين اهل الكتاب" (الجامع لاحکام القرآن ۱/۲۹۵)۔

(اور صابئین صابی کی جمع ہے اور بعضوں نے کہا ہے "صاب" کی جمع ہے اور اسی وجہ سے اس کے ہمزہ کے متعلق اختلاف ہے، امام نافع کے سوا جمہور علماء نے اس کلمہ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے، پس جن حضرات نے اس کلمہ کو ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے اس کلمہ کو "صبأت النجوم" اور "صبأت ثنية الغلام" سے قرار دیا ہے، جبکہ تارا اور بچہ کے اگلے دانت نکل آوے، اور جس نے اس کلمہ کو بغیر ہمزہ کے پڑھا ہے "صبا یصلو بمعنی مائل ہوا" سے قرار دیا ہے، پس لغت میں صابی اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک مذہب سے نکل کر دوسرے مذہب کی طرف مائل ہو چکا ہو، اور چونکہ صابئین بھی اہل کتاب کے مذہب سے نکل چکے تھے۔

اور اصطلاح "صابئین" امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نصاری کی ایک قوم ہے، جو زبور کی تلاوت کرتی ہیں اور مسلمانوں کے اپنے قبلہ کی تعظیم کرنے کی طرح بعض ستاروں کی تعظیم کرتی ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک صابئین وہ قوم ہے جو تمام مذاہب سے اعراض کر بیٹھے اور اللہ تعالی کے ساتھ شرک کریں اور ملائکہ وستاروں کی عبادت کریں۔

"فتاوی ہندیہ" میں ہے: "وأما الصابئات فتجوز للمسلم عند أبی حنیفةؒ وتکره، ولا تجوز عندهما وكذلک ذبائحهم، وهذا الاختلاف بناء على أنه وقع عند أبی حنیفةؒ أنهم قوم من النصارى يقرء ون الزبور ويعظمون بعض الكواكب كتعظيمنا القبلة وهما جعلا تعظمهم لبعض الكواكب عبادة منهم لها، فكانوا كعبدة الأوثان، كذا فی الكافی، وهكذا فی اكثر شروح الهداية" (فتاوی ہندیہ ۱/۲۸۱)۔

حضرت مفتی عمیم الاحسان المجد دی البرکتیؒ "صابئین" کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "الصابئون: هم الذين اعرضوا عن الأديان كلها واشركوا بالله تعالى واختاروا عبادة الملائكة والكواكب هذ عند ابی یوسفؒ ومحمدؒ، وعند ابی حنيفة قوم من النصارى" (التعریفات الفقہیہ مع قواعد الفقہ ص ۳۴۵)۔

سلف صالحین کے اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے آنے کے بعد بھی ایک ڈیڑھ سو سال تک یہ مذہب پایا جاتا تھا اور مختلف علاقوں میں اس کے ماننے والے آباد تھے اور ان میں خاصا اعتقادی اختلاف بھی پایا جاتا تھا؛

’’واختلف فی الصابئین:فقال السدی هو فرقة من أهل الكتاب وقاله اسحاق بن راهويه ، قال ابن المنذر وقال اسحاق: لا بأس بذبائح الصابئين، لأنهم طائفة من أهل الكتاب، وقال ابوحنيفة: لا بأس بذبائحهم ومناكحة نسائهم وقال الخليل: هو قوم يشبه دينهم دين النصارى إلا أن قبلتهم نحووهب الجنوب، يزعمون أنهم على دين نوح عليه السلام، وقال مجاهد والحسن وابن ابی نجيح: هو قوم تركب دينهم بين اليهودية والمجوسية، لا تؤكل ذبائحهم، ابن عباس: ولا ينكح نساء هم، وقال الحسن أيضا وقتادة: هو قوم يعبدون الملائكة ويصلون إلى القبلة ويقرء ون الزبور ويصلون الخمس، رآهو زياد ابن ابی سفيان، فإراد وضع الجزية عنهم حين عرف أنهم يعبدون الملائكة، والذی تحصل من مذهبهم فيما ذكره بعض علمائنا أنهم موحدون معتقدون تأثير النجوم وأنها فعالة، ولهذا افتی أبوسعيد الاصطخری القادر بالله بكفرهم حين سأله عنهم‘‘(الجامع لاحکام القرآن ۱/ ۲۹۵)۔

اور صابئین کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے، پس امام سدی اور اسحاق بن راہویہ نے فرمایا کہ وہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے، اور امام منذر اور اسحاق نے فرمایا کہ صابئین کے ذبائح کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ وہ اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے، اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ ان کے ذبائح کھانے اور ان کی عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور امام خلیلؒ نے فرمایا کہ ان کا مذہب عیسائیت سے قریب تھا یہ جنوب کو اپنا قبلہ بناتے تھے، اور اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر تصور کرتے تھے، اور امام مجاہد و حسن و ابن ابی نجیح نے فرمایا کہ ان کا مذہب یہودیت اور آتش پرستی کا مرکب تھا، لہٰذا ان کے ذبائح نہ کھائے جائیں، اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہ کیا جائے، اور امام حسن وقتادہؒ نے فرمایا کہ وہ فرشتوں کے پرستار تھے قبلہ رخ نماز پنجگانہ ادا کرتے تھے اور زبور کی تلاوت کرتے تھے، جبکہ بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ تھے تو موحدین، لیکن ستاروں کو کائنات میں مؤثر و متصرف باور کرتے تھے، اسی وجہ سے جب ابوسعید الاصطخریؒ سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے ان کے متعلق کفر کا فتوی دیا۔

صابئین کے بارے میں متضاد و مختلف روایات کی بنا پر فقہاء کے یہاں اختلاف رائے پیدا ہوا ہے کہ یہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں یا عام مشرکین کے حکم میں؟ اکثر علماء نے ان کے حکم کو ان کے حالات و معتقدات پر موقوف رکھا ہے، امام ابوحنیفہ و حنابلہؒ سے منقول ہے کہ صابئین اہل کتاب میں ہیں اور امام ابو یوسفؒ و محمدؒ نے صابئین کو بت پرستوں میں سے شمار کیا ہے، اور ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے، امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد عیسائیوں اور یہودیوں کے مطابق ہوں تو ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہوگا ورنہ نہیں۔

لیکن اصل میں یہ اختلاف رائے اس بات پر مبنی ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ کیا تھا؟ امام کرخیؒ نے ذکر کیا کہ ان کا ایک فرقہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا، اور زبور کی تلاوت کرتا تھا، امام ابوحنیفہؒ نے اپنی رائے میں اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو اہل کتاب کہا ہے، اور ایک فرقہ نبوت و وحی کا منکر اور سورج کا پرستار تھا، امام ابو یوسفؒ و محمدؒ نے اسی کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کو اہل کتاب سے خارج قرار دیا ہے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۶۶۵۵، ۶۶۵۶)۔

’’فتاوی خانیہ‘‘ میں ہے:’’وتكره ذبيحة الصابی إلا أنه يحل فی قول ابی حنيفةؒ وقال ابويوسف و محمد رحمهما الله تعالی لا يحل، وذكر الكرخی رحمه الله تعالی: أنه لا خلاف بينهم فی الحقيقة، وإنما اختلفوا؛ لأنهم صنفان، صنف يقرون بنبوة عيسی عليه السلام ويقرء ون الزبور فهم صنف من نصاری، وإنما أجاب ابوحنيفةؒ بحل ذبيحة

الصابی إذا کان من هذا الصنف، وصنف منهم ینکرون النبوة والکتب اصلا ویعبدون الشمس فهم کعبدة الأوثان لا یؤکل صیدهم ولا تحل ذبیحتهم، وإنما أجاب ابو یوسف متعمد بحرمة الصید والذبائح فی حق هؤلاء" (الخانیۃ علی ہامش الہندیہ ۳/۳۶۸)۔

ہر چند کہ اس دور میں اس نام سے کوئی قوم معروف ومتعارف نہیں ہے، لیکن صابئین کے بارے میں فقہاء کی احتیاط سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ کوئی بھی گروہ جس کا اہل کتاب ہونا مشکوک ہو تو جب تک اس کا اہل کتاب میں سے ہونا تحقیق (قرآن وسنت) سے ثابت نہ ہو جائے ذبیحہ اور عورتوں کی حلت کے باب میں ان کو اہل کتاب کا درجہ نہیں دیا جا سکتا ہے (قاموس الفقہ ۴/۲۱۵)۔

۳- علامہ شامیؒ اہل کتاب کی تعریف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: "وأعلم أن من اعتقد دینا سماویا وله کتاب منزل کصحف ابراهیم وشیث وزبور داؤد فهو من أهل الکتاب فتجوز مناکحتهم واکل ذبائحهم" (ردالمحتار ۴/۱۰۱) (جو شخص کسی آسمانی مذہب پر ایمان رکھتا ہو اور اس کے لئے کوئی (آسمان) نازل شدہ کتاب ہو جیسے حضرت ابراہیم وشیث علیہما السلام کے صحیفے اور حضرت داؤد کی زبور پس وہ اہل کتاب میں سے ہے، لہذا ان کی (عورتوں سے) نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ کسی یہودی وعیسائی کے اہل کتاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی آسمانی مذہب پر ایمان پر ایمان رکھتا ہو، اور اس کے پاس کوئی آسمانی کتاب بھی ہو، لہذا حضور ﷺ کے زمانے میں جو یہود ونصاری موجود تھے اگر چہ بہت سی گمراہیوں، عقائد فاسدہ واعمال سیئہ میں مبتلا تھے، لیکن وہ ایک خدا کے قائل تھے اگر چہ عیسائی تین کے مجموعہ کو مانتے تھے، اسی طرح وحی، نبوت، ملائکہ اور آخرت میں جزا وسزا کو بھی تسلیم کرتے تھے، البتہ رسول اللہ ﷺ کو نبی نہیں مانتے تھے، پھر بھی قرآن نے ان کو اہل کتاب فرمایا ہے، لہذا وہ یہود ونصاری تو اہل کتاب ہی تھے، البتہ ہمارے زمانے میں موجود یہود ونصاری کے متعلق مفتی شفیع صاحبؒ معارف القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں، نہ توراۃ وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں، اور نہ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کو اللہ نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہو سکتے ہیں (معارف القرآن ۳/۴۸)۔

نیز ایک اور جگہ مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: وہ لوگ جو اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی یا نصرانی لکھواتے ہیں ان میں بہت سے وہ لوگ ہیں جو اپنے عقیدہ کی رو سے یہودیت ونصرانیت کو ایک لعنت سمجھتے ہیں، نہ ان کا توراۃ وانجیل پر عقیدہ ہے نہ حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام پر، وہ عقیدہ کے اعتبار سے بالکل لا مذہب اور دہریئے ہیں، محض قومی یا رسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی اور نصرانی کہتے ہیں (معارف القرآن ۳/۶۴)۔

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تحریر فرماتے ہیں: مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانے کے نصاری عموما برائے نام نصاری ہیں، ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا، لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا (تفسیر عثمانی ۱/۳۲۹)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کے متعلق ایک استفتا کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: لیکن اس زمانہ میں جو نصاری کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاری ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری وسائنس پرست ہیں ایسوں کے لئے یہ حکم جواز نکاح کا

نہیں ہے(امداد الفتاوی ۲/ ۲۱۳)۔

مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ تحریر فرماتے ہیں: مگر ہمارے اس دور میں نہ صحیح کتابیت ہے نہ مذہبیت، بلکہ دہریت اور سراسر سائنس پرستی ہے(فتاوی رحیمیہ ۴/ ۲۹۲)۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: موجودہ زمانے کے یہود و نصاری جو حضرت موسی علیہ السلام یا حضرت عیسی علیہ السلام کو پیغمبر اور توراۃ وانجیل کو آسمانی کتاب مانتے ہوں تو وہ اہل کتاب ہیں اگر چہ تثلیث کے قائل ہوں، ہاجود ہر یہ عقیدہ رکھتے ہوں، یعنی نبوت ورسالت ہی کے قائل نہ ہوں اور نہ آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں وہ اہل کتاب نہیں (کفایت المفتی ا/ ۵۸)۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ ہمارے زمانہ میں عیسائیوں اور یہودیوں کا ایک بہت بڑا طبقہ وہ ہے جو محض نام کا عیسائی اور یہودی ہے ورنہ درحقیقت وہ خدا کے وجود، نبوت، وحی والہام، حشر ونشر وغیرہ کا منکر ہے، ایسے لوگ درحقیقت اہل کتاب نہیں ہیں اور اس نوعیت کے دہریوں اور کمیونسٹوں کے احکام عام کافروں کے ہیں، اہل کتاب کے نہیں۔

ہاں البتہ کوئی یہودی یا عیسائی صحیح معنی میں اپنے مذہب کا پابند ہو وہ شخص اہل کتاب ہوسکتا ہے، لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کے معاملہ میں متعدد خرابیوں کے پیش نظر کلی پرہیز کرنا ہی مناسب ہے (مستفاد از معارف القرآن ۳/ ۶۴)۔

۴- بعض ایسے باطل ادیان جو شریعت محمدی کے نازل ہونے کے بعد ایجاد کئے گئے جیسے بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی وغیرہ تو کیا ان کا شمار اہل کتاب میں ہوگا یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

اس زمانے میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں ان میں صرف یہود و نصاری ہی دو قومیں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں، باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں، آتش پرست یا بت پرست، ہندو یا سکھ، آریہ، بدھ سب اسی عموم میں داخل ہیں کیونکہ یہ بات بیان ہوچکی ہے کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی ایسی کتاب کے ماننے والے اور اس کے اتباع کے دعویدار ہوں جس کا آسمانی کتاب اور وحی الہی ہونا قرآن وسنت کی نصوص سے ثابت ہو اور ظاہر ہے کہ وہ توراۃ وانجیل ہی ہے جن کو ماننے والی کچھ قومیں اس وقت دنیا میں موجود ہیں، باقی زبور اور صحف ابراہیم نہ کہیں محفوظ وموجود ہیں نہ کوئی قوم ان کی اتباع کی دعویدار ہے، اور ''وید'' اور ''گرنتھ'' یا ''زردشت'' وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے، اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو ''بدھ مت'' کی کتاب یا ''وید'' یا ''گرنتھ'' وغیرہ کے نامو ں سے موسوم کیا جاتا ہے یہ امکان محض اور احتمال محض ہے جو ثبوت کے لئے کافی نہیں، اس لئے باجماع امت ثابت ہوگیا کہ موجودہ زمانے کے مختلف مذاہب میں سے صرف یہود ونصاری کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح حلال ہے، اور کسی قوم کی عورت سے جب تک وہ مسلمان نہ ہوجائے نکاح حرام ہے (معارف القرآن ۳/ ۶۱)۔

بہائی فرقہ کے متعلق مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: بہائی ایک گمراہ فرقہ ہے جو مرزا حسین علی بہائی کی طرف منسوب ہے، یہ ایران کے علاقہ مازندان کے ایک گاؤں میں پیدا ہوا، روس اور روسی حکمرانوں سے اس خاندان کے گہرے مراسم تھے، ۱۲۶۰ھ میں جب کہ اس کی عمر ۲۷ سال تھی ایک اور مدعی نبوت ''باب'' کے دین میں داخل ہوگیا تاہم اپنی بزدلی کی وجہ سے کبھی ان معرکہ آرائیوں میں شرکت کی جرأت نہ کرسکا (قاموس الفقہ ۲/ ۳۳۸)۔

علامہ یوسف القرضاوی اپنی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں: اسی طرح (مرتدہ کی طرح) بہائی عورتوں سے شادی کرنا جائز نہیں کیونکہ

ان کا شمار یا تو مشرک عورتوں میں ہوگا یا مرتد عورتوں میں (فتاوی یوسف القرضاوی ۱/ ۲۳۸)۔

فرقہ قادیانی مرتد اور کافر ہونے کے متعلق فتاوی دار العلوم میں متعدد جگہ وضاحت موجود ہے، ایک جگہ پر ہے: جس شخص کے اعتقاد قادیانی کے سے ہیں وہ شخص جماعت اہل سنت بلکہ اہل اسلام سے خارج ہے، قادیانی کے عقائد کفریہ ہونے میں اہل حق کو خلاف نہیں پس اس شخص سے میل جول کرنا اور رشتہ تعلق رکھنا درست نہیں (فتاوی دار العلوم ۱۶/ ۳۸۳)۔

ایک اور جگہ پر ہے: فرقہ مرزائیہ کے کفر و ارتداد میں کچھ شبہ نہیں، لہذا ان کو مسلمان نہ سمجھنا چاہئے ان سے بالکل علاحدگی کر لینی چاہئے (فتاوی دار العلوم ۱۶/ ۳۸۴)۔

اور ایک جگہ پر ہے: مرزائی ہر دو فریق لاہوری و قادیانی مرتد و کافر ہیں اور قطعیات وضروریات دین کے منکر ہیں ان کے ساتھ شرکت کو کھانے پینے میں اور ان کی غم و شادی میں شریک ہونا اور طعام ولیمہ کھانا سب حرام اور ناجائز ہے (فتاوی دار العلوم ۱۶/ ۳۸۹)۔

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ فرقہ قادیانی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: قادیانی فرقہ جمہور علماء اسلام کے فتوی کے بموجب دائرہ اسلام سے باہر ہے، اس لئے اس فرقہ کے ساتھ میل جول اور تعلقات رکھنا سخت مضر اور دین کے لئے تباہ کن ہے، اس حکم میں قادیانی اور لاہوری دونوں برابر ہیں، اگر ناداندستگی سے ان لوگوں کے ساتھ رشتہ گم ہو گیا ہو تو معلوم ہونے پر اسے منقطع کر دینا لازم ہے تاکہ خدا اور رسول کی ناخوشی اور آخرت کے وبال سے نجات ہو (کفایت المفتی ۱/ ۳۲۲)۔

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ اس زمانے میں جتنے فرقے اور جماعتیں موجود ہیں ان میں سے صرف یہود و نصاری ہی (جو صحیح معنی میں اپنے مذہب کی پابند ہوں) اہل کتاب میں داخل ہیں باقی تمام ادیان باطلہ جو شریعت محمدی کے نازل ہونے کے بعد ایجاد کئے گئے مثلاً بہائی، بابی، سکھ، قادیانی وغیرہ وغیرہ کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں ہے۔

۵- قادیانی کا وہ گروہ جو خود مرتد نہیں ہوا ہے، بلکہ اس کے اباء واجداد مرتد ہوئے ہیں اور وہ نسلی طور پر قادیانی ہیں ان کے متعلق کتب فقہ میں دو رائیں ملتی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:

مفتی کفایت اللہ صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: اگر یہ شخص خود مرزائی عقیدہ اختیار کرنے والا ہے، یعنی اس کے ماں باپ مرزائی نہ تھے تو یہ مرتد ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست نہیں، لیکن اگر اس کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے (کفایت المفتی ۱/ ۳۲۰)۔

ایک اور جواب میں تحریر فرماتے ہیں: نسلی مرزائی اسی طرح اہل کتاب کے حکم میں ہیں جس طرح یہود و نصاری، شامی میں اس مسئلہ کی بحث ہے اور یہی راجح ہے (کفایت المفتی ۱/ ۳۲۴)۔

دوسری رائے مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کی ہے، وہ لکھتے ہیں: اہل کتاب اور اہل کفر جو اپنے کفر کے برملا معترف ہوں، کا معاملہ بالکل واضح ہے، لیکن مسئلہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں اور اپنے معتقدات کے لحاظ سے اصلاً وہ کافر ہیں ان کو کس زمرہ میں رکھا جائے گا، مسلمانوں میں یا اہل کتاب میں، یا وہ عام کفار کے حکم میں ہوں گے؟

یہ تو ظاہر ہے کہ ان کے عقائد کفریہ کی وجہ سے مسلمانوں میں ان کا شمار نہ ہوگا، اور فقہی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا شمار اہل کتاب میں بھی نہ ہوگا، بلکہ وہ عام کفار کے حکم میں ہوں گے، نہ ان سے رشتہ نکاح درست ہوگا اور نہ ان کا ذبیحہ حلال ہوگا، فقہاء نے ایسے لوگوں کو ''زندیق'' سے تعبیر کیا ہے، اور زندیق کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:''**هو الذى يظهر الاسلام ويسر بالكفر وهو المنافق وكان**

یسمی فی عصر النبی ﷺ منافقا ویسمی الیوم زندیقا"۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی شرح مؤطا کی عبارت جس میں ختم نبوت کی بالواسطہ انکار کرنے والوں کو زندیق قرار دیا گیا ہے، نے تو اس بات کو بالکل واضح اور بے غبار کر دیا ہے کہ قادیانی بھی زندیق ہی کے حکم میں ہیں اور ان کا حکم نکاح اور ذبیح کے معاملہ میں اہل کتاب کا نہیں، بلکہ عام کافروں کا ہے اور یہ نہ صرف فقہاء کی تصریحات کے مطابق ہے، بلکہ شریعت کی اس روح کے بھی موافق ہے کہ ایسے تمام مسائل میں ایمان کا تحفظ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے، اسی لئے جہاں اہل کتاب سے فتنہ کا اندیشہ ہو وہاں فقہاء نے کتابیہ سے بھی نکاح کی اجازت نہیں دی ہے (قاموس الفقہ ۲/۲۵۷)۔

مذکورہ بالا دونوں رایوں میں سے یہی دوسری رائے راجح سمجھ میں آ رہی ہے کہ نسلی قادیانی زندیق ہے نہ کہ اہل کتاب، بایں وجہ کہ جب ان کے آباء واجداد جو خود مرتد ہو کر قادیانی بنے ہیں باجود ان کے قرآن پر ایمان ہونے کے چند قطعیات دین کا انکار کرنے کی وجہ سے اہل کتاب میں سے نہیں ہیں تو ان کی ذریات جو نسلی قادیانی ہیں وہ بھی اہل کتاب میں داخل نہ ہوں گے۔

☆☆☆

موجودہ عہد میں کتابیہ سے نکاح اور احکام

مولانا محمد جلال الدین چودھری ☆

غیر مسلموں سے نکاح اور ذبیحہ کے سلسلہ میں شریعت مطہرہ نے صاف حکم دیا ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح اور مرد کا نکاح کسی غیر مسلم یا تو کسی غیر مسلمہ سے بالکل جائز نہیں، خواہ وہ مشرک سے ہو یا عام کفار سے ہو، لیکن اہل کتاب کے سلسلے میں حکم ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے، لیکن اہل کتاب مردوں سے مسلم عورتوں کی نکاح جائز نہیں ہے دوسری بات اہل کتاب کی ذبیحہ مسلمانوں کے لئے حلال ہے کتب فقہ کی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب سے نکاح کی گنجائش اور غیر مسلموں سے گنجائش نہ ہونے کے سلسلہ میں دینی اثر انداز پر ایک خاص نظر ڈالا گیا۔

آپ نے اہل کتاب اور بعض ایسے ادیان کے بارے میں سوال کیا ہے کہ وہ اہل کتاب کی وسعت کتنے حد تک ہے اور کن کن مذہب کو اس کے ماتحت لایا جا سکتا ہے، بظاہر لفظ سے سمجھا جاتا ہے کہ اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے پاس من جانب اللہ کتاب پہنچی اور وہ لوگ کتاب ماننے والے کی دعویدار ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کتاب من جانب اللہ ہونے پر قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے تصدیق یافتہ ہو اگر دعویدار ہیں لیکن تصدیق قطعی موجود نہ ہو یا تو تصدیق ہے، لیکن دعویدار نہیں تو ایسی صورت میں کسی افراد کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جائے اسی لئے عام کتب تفاسیر میں اہل کتاب سے مراد یہود و نصاری لیتے ہیں جیسا کہ تفسیر ابن جریر طبری میں ہے: "(وقوله وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم)وذبائح أهل الكتاب من اليهود والنصارى وهم الذين أوتوا التورات والانجيل وأنزل عليهم، فدانوابهما أو بأحدهما"۔

تفسیر بیضاوی میں ہے: "ويعم الذين أوتوا الكتاب اليهود والنصآرى واستثنى علىؓ......ومن دخل فى دينهم من سائر الأمم قبل مبعث النبي ﷺ حلال لكم، فأمان من دخل فى دينهم بعد مبعث محمد ﷺ، فلا تحل ذبيحته "، "الدر المنثور فی التفسیر بالماثور" میں ہے: "عن ابن عباسؓ قال: إنما أحلت ذبائح اليهود والنصارى من أجل أنهم آمنوا بالتورات والإنجيل"۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے: "ثم ذكر حكم ذبائح أهل كتابيين من اليهود والنصارى"، تفسیر قرطبی میں ہے: "وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم يعنى ذبيحة اليهود والنصارى"۔

اوپر کے چند سطروں اور دلائل سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اہل کتاب کے پہلا مصداق یہود اور نصاری ہیں گرچہ لفظ دوسری آسمانی کتاب والوں پر مشتمل ہو اتفاقا علماء امت سے یقین اور دلچش عنایت نہیں ملتی ہے کہ وہ اہل کتاب میں سے ہو، کیونکہ نہ ان کے پاس

☆ دارالحدیث جامیرا، آسام۔

دوسری کوئی کتاب ملتی اور نہ وہ لوگ اور کوئی کتاب کو اتباع کرنے والے تھے اور نہ کسی کتاب کے دعویدار تھے، ہم نے دیکھا اسلاف سے صابئین کے متعلق اختلاف چلا آ رہا ہے حتی کہ نصاری بنی تغلب پر اختلاف کا اثر پڑا اور مجوسوں کو بھی اہل کتاب میں شمار نہیں کیا گیا، نیز تفسیر بحر محیط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے اہل کتاب کو یہود اور نصاری پر خاص کر دیا ہے، جیسا کہ ''**وقوله أوتوا الكتاب أنه مختص بنى اسرائيل والنصارى الذين نزل عليهم التوارة والإنجيل**''۔

گلوبلائیزیشن کے زمانہ میں سارے دنیا ایک فیملی ہوگئی، اس لئے ایک دوسرے پر فکر انداز اور اثر انداز ہونے کا وسیع موقع سامنے آ گیا عصر حاضر میں امت مسلمہ جن خدمات انجام دے رہی ہے اس سے بڑھ کر ایڈوکیشن کے مختلف فیلڈ میں غیر مسلموں کی خدمات مشاہدہ ہوتی ہے اس وجہ سے مختلف شعبے میں ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ ہم بہت پیچھے ہیں ہندوستان کے North East میں مسلمان بچوں عیسائیوں کے اختلاط سے ایسے مؤثر ہوئے کہ اپنے دین کی تہذیب وتمدن تک بھول گئے یہاں تک کہ اپنے شعار بھی چھوڑنے لگے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے دینی تہذیب اور تمدن کی حفاظت اور یہود ونصاری کی مخالفت کا حکم فرمایا، چنانچہ فرمایا: ''**خالفوا اليهود والنصارى**''، یہود اور نصاری کے علاوہ کوئی دوسرے گروہ اہل کتاب نہ تھے، نیز نبی کریم ﷺ نے مجوسیوں سے سماجی تعلقات کے بارے میں حکم فرمایا ہے، لیکن یہ حکم نہیں دیا کہ ان کے ذبیحہ حلال ہیں یا تو ان کی عورتوں کو مسلمانوں کے لئے نکاح کرنا حلال ہے۔

اہل کتاب کے ذبیحہ حلال ہونے پر جو حکمت ہے اس کو ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں نقل کیا ہے کہ ''**لأنهم يعتقدون تحريم الذبح لغير الله ولا يذكرون على ذبائحهم إلا اسم الله، وإن اعتقدوا فيه تعلى ماهو منزه عنه تعالى وتقدس**'' اور عورتوں سے نکاح حلال ہونے کی حکت یہ ہے کہ کتابیہ کے نکاح سے وہ اسلام پر آنے کا توقع ہے فرماتے ہیں: ''**إلا أنه يجوز نكاح الكتابية لرجاء إسلامها، لأنها أمنت بكتب الأنبياء والرسل فى الجملة**''۔

مراد صابئین کی تحقیق:

صابئین سے مراد کن لوگ ہیں اس بارے میں علماء احناف کے درمیان کچھ اختلاف نظر آتا ہے اور اسی کو حضرت ابوبکر جصاص نے بالتفصیل نقل فرمایا ہے کہ ''**وقد اختلف فى الصابئين هم من أهل الكتاب أمرلا فروری عن أبى حنيفة أنهم أهل كتاب وقال أبويوسفؒ و محمدؒ: ليسوا أهل كتاب و كان أبو الحسن كرخى يقول الصابئون هم عنده من أهل الكتاب قوم ينتحلون دين المسيح ويقرؤن الإنجيل، فأما الصابئون الذين يعبدون الكواكب وهم الذين بناحية حران بأنهم ليسوا بأهل كتاب عندهم جميعا**''۔

جصاص کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حلت مشتبہ ہے اس لئے جن حضرات کو یقین ہوان کی حالت پر تو اہل کتاب سے شمار کیا ہے اور جن کو یقین نہیں ہوا اہل کتاب سے شمار نہیں کئے کتب فقہ اور تفاسیر کی مطالعہ سے صاف ہوتا ہے کہ یہود اور نصاری کے بارے میں جو جو شرائط لگائی گئیں اگر وہ شرائط پائی جائے تو ان کو اہل کتاب میں شمار کیا جائے گا، نیز بدائع میں ہے: ''**وأما الصابئات: فقد قال أبوحنيفة: إنه يجوز للمسلم نكاحهن، وقال أبويوسف ومحمدؒ: لايجوز، وقيل : هذا باختلاف فى الحقيقة، وإنما الاختلاف لا شتباه مذهبهم فعند أبى حنيفة هم قوم يؤمنون بكتاب، فإنهم يقرؤن الزبور ولا يعبدون الكواكب يخالفون غيرهم من أهل الكتاب فى بعض دياناتهم وذالا يمنع المناكحة كاليهود مع النصارى وعند أبى يوسف و محمدؒ أنهم معبدون الكواكب كعابد الوثن، فلايجوز للمسلمين مناكحتهم**''۔

دوسری بات رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو یہود ونصاری تھے وہ بے حد گمراہیوں کے باوجود وحی رسالت نبوت ملائکہ کو مانتے تھے اور آخرت پر ایمان رکھتے تھے فقہاء کرام نے ایمان کے Fundamental Element کی وجہ سے تجویز نکاح کی بات نقل کی ہے، جیسا کہ بدائع میں ہے: "إلا أنه جوز النكاح الكتابية لرجاء إسلامها؛ لأنها أمة بكتب الأنبياء والرسل والجملة" دوسری طرف ان اختلاط کی وجہ سے فقہاء کرام نے فتنہ کا خوف کیا ہے اس وجہ سے حضرت عمر فاروق کی زمانہ میں حضرت حذیفہ، طلحہ اور کعب بن مالکؓ نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ ان پر خفا ہوئے، جیسا کہ "فتح القدیر" میں ہے: "وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صغره ألزم لأمه" اسی طرح اہل کتاب مسلمانوں کے نکاح میں آکر اکثر غدر اور نقصان کیا ہے، لہذا فقہاء کرام بلاضرورت کتابیات سے مناکحت کی اجازت نہیں دیتے ہیں، مجبوری کے بغیر ان سے نکاح نہ کیا جائے اور اکثر فقہاء کرام نے اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے، جیسے "البحر الرائق" میں ہے:

"والأولى أن لا يجوز كتابية ولا يأكل ذبائحهم إلا لضرورة، وفي المحيط: يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن أن يكون بينهما ولد فينشأ على طبائع أهل الحرب ويتخلق بأخلاقهم فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة" اور عبدالرحمن جزیری فرماتے ہیں: "الحنفية قالوا: يحرم تزوج الكتابية إذا كانت في دار الحرب غير فاضعة لأحكام المسلمين؛ لأن ذلك فتح لباب الفتنة......فالعقد وإن كان يصح، إلا أن الأقدام عليه مكروه تحريما لما يرتقب عليه من المفاسد، أما إذاكانت ذمية ويمكن إفضاعها للقوانين الإسلاميه، فإنه يكره نكاحها تنزيها"، بعض علماء اہل کتاب ذمہ سے نکاح مکروہ تنزیہی اور حربیہ سے تحریمی قرار دیتے ہیں اور بعض حضرات شرط لگاتے ہیں کہ حضرت عیسی اور حضرت عزیرؑ سے مشرکی اعتقاد والی نہ ہو......حضرت ابن عمر سے ممانعت کی رائے صاف ملتی ہے، جیسا کہ آج کل یورپ کے بہت سے یہودیوں اور نصرانیوں میں ایک بڑے گورہ جو محض census کے حیثیت سے یہود اور نصاری ہیں اسی حیثیت سے ہندوستان کے North East میں بہت بڑے تعداد میں لوگ ہیں جو نام کے واسطے عیسائی ہیں، لیکن اصلا ہندو مذہب کے تمام مشرکانہ اور کفریہ اعتقاد رائج ہیں، اور بعض ایسے ہیں کہ صرف نام کے واسطے نصاری ہیں کسی مذہب کے قائل نہیں، اس لئے گذشتہ صدی کے علماء کرام کے ان کے ذبیحہ حلال ہونے اور ان کے عورتوں سے نکاح کرنے کو صاف منع فرمایا ہے کیونکہ ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوتا ہے، جیسا کہ ابوبکر جصاص نے نقل کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے نصاری بن تغلب کے بارے میں فرمایا: "لاتأكلوا من ذبائح نصارى بني تغلب، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية بشئ إلا لشربهم الخمر"۔

بعض ایسے باطل ادیان جو شریعت محمدی کے نازل ہونے کے بعد ایجاد کئے گئے جیسے بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی ہیں ان کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جائے گا، کیونکہ دعوی نبوت دین کے لئے دوسری اور دین کا نکالنا ہے دین کے قطعی حکم کے منکر کافر ہے جیسا کہ ملا علی قاریؒ نے شرح الفقہ الاکبر میں فرمایا: "دعوى النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالإجماع"۔ نیز علماء اسلام نے قادیانیوں کو مرتد ہونے کا فتوی دیا ہے، اس لئے ان کو اہل کتاب سے شمار نہیں کیا جائے گا اور نسلی قادیانیوں کو بھی اہل کتاب نہ مانا جائے گا، جب تک کہ وہ لوگ اپنے باپ دادا کے راستے سے تائب ہوکر نہ آوے، مرقاۃ کی وہ عبارت ان پر صادق آئے گی، "إذا راى منكرا معلوما من الدين بالضرورة فلم ينكره ولم يكرهه ورضى به واستحسنه كان كافرا"۔

جہاں قرآن وسنت ہمارا رول ماڈل ہے، پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شرعی قطعی شہادت قرآن اور سنت سے نہ ہونے تک ہمیں کسی کو یا کسی کتاب کو من جانب اللہ کتاب یا نبی یا پیغمبر قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، ہوسکتا ہے ہزاروں تحریفات کے بعد ایسے قانون غیر تحریف رہ گیا ہے،

ذہن انسانی اس طرف مائل ہوتا ہے، لیکن تصدیق شرعی ہونا ضروری ہے، پس دلیل شرعی نہ ہونے کی حالت میں کسی کو پیغمبر تسلیم کرنا یا تو کسی کتاب کو من جانب اللہ ہونے کا یقین کرنا درست نہیں ہے، لہذا اسکوت اختیار کرنا اولی ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب سے وابستہ احکام ومسائل

مولانا محمد ممتاز خان ندوی☆

جولوگ کسی نبی یا الہامی کتاب کے آنے کے قائل ہیں یہ لوگ کافر ہیں:

ہمارے نبی محمد ﷺ آخری نبی ہیں، اور جو کتاب، یعنی قرآن مجید آپ ﷺ پر اتاری گئی ہے، یہ بھی آخری کتاب ہے، اب اگر کوئی شخص آخری نبی کے بعد کسی اور نبی کے آنے یا قران مجید کے بعد کسی اور الہامی کتاب کا دعویدار ہے، راقم کے نزدیک ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوگا، بلکہ یہ لوگ کافر ہیں، اور آپ کے کسی نبی یا رسول اور کسی الہامی کتاب کا نہ ہونا یہ ایسا مسئلہ ہے، جس پر صحابہ کرام سے لے کر آج تک ہر دور کے مسلمانوں کا اجماع رہا ہے، خود قرآن کریم میں آپ کے آخری نبی ہونے کا اعلان ہے، سورۂ احزاب میں ہے: "**ماکان محمدا أبا أحدمن رجالکم، ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین، وکان اللہ بکل شئ علیما**" (سورۂ احزاب: ۴۰) (مسلمانو! (محمد ﷺ) تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں، اور اللہ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے)۔

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے: "**لم یسبق من النبوۃ إلا المبشرات**" (رواہ بخاری کتاب التعبیر ات المبشر ات (۶۹۹۰) (نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، بجز مبشرات کے)۔

مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**لا یبقی بعدی من النبوۃ شئ إلا المبشرات قالوا یا رسول اللہ وما المبشرات قالوا الرؤیا الصالحۃ یراھا المسلم أو یری لہ**" (مسند احمد ۱۲۹/۳ (۲۵۴۹۰) (میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں رہا، بجز مبشرات کے، صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول مبشرات کیا چیز ہے؟ فرمایا: سچے خواب جو مسلمان خود دیکھے یا اس سے متعلق کوئی دوسرا دیکھے)۔

مسند احمد اور ترمذی میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "**إن الرسالۃ والنبوۃ قد انقطع فلا رسول بعدی ولانبی**" (بے شک رسالت اور نبوت میرے بعد ختم ہو چکی ہے، میرے بعد کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی)۔

مشہور مفسر قرآن علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں اس آیت: "**ما کان محمدا أبا أحد من رجالکم**" کے ذیل میں لکھتے ہیں: "**فھذۃ الآیۃ في أمۃ بعدہ، وإذا کان لا نبی بعدہ، فلا رسول بالطریق الأولی؛ لأن مقام الرسالۃ أخص من مقام النبوۃ، فإن کل رسول نبی ولا ینعکس بذلک وردت الأحادیث المتواترۃ عن رسول اللہ ﷺ من حدیث جماعۃ من الصحابۃ**" (تفسیر ابن کثیر ۶۵۰/۳) (یہ آیت نص صریح ہے، اس عقیدہ کے لئے آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اور جب نبی نہیں تو بدرجہ اولی

☆ مدرسہ ضیاء العلوم، میدان پور تکیہ کلاں، رائے بریلی۔

رسول بھی نہیں، کیونکہ لفظ نبی عام اور لفظ رسول خاص ہے، اور یہ وہ عقیدہ ہے جس پر احادیث متواترہ شاہد ہیں جو صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کی روایت سے ہم تک پہنچی ہے)۔

قادیانی اہل کتاب میں سے نہیں:

مسلمان ہونے کے بعد جو لوگ قادیانی ہوگئے، یہ لوگ مرتد تو ہیں ہی، اور جو لوگ نسلی اعتبار سے قادیانی ہیں، یہ لوگ بھی راقم کے نزدیک مرتد ہی ہیں، اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہوں گے۔

علامہ شامیؒ غالی روافض کو کافر مانتے تھے، اور ان کو اہل کتاب نہیں سمجھتے تھے، تو جو نسلی اعتبار سے قادیانی ہیں، وہ اہل کتاب میں سے کیسے ہوسکتے ہیں۔

''والظاهر أن الغلاة من الروافض المحكوم بكفرهم لا ينفكون عن اعتقادهم الباطل فى حال اتيانهم بالشهادتين وغيرهما من أحكام الشرع كالصوم والصلوة فهم كفار لامرتدون ولا أهل كتاب'' (رسائل ابن عابدین ر ص ۳۷۰) (اور ظاہر ہے کہ روافض میں سے جو غلو کرنے والے ہیں، یہ اپنے باطل عقائد سے الگ نہیں ہوتے ہیں، دونوں شہادتوں کے لانے کی حالت میں اور ان کے علاوہ شریعت کے دیگر احکام میں، جیسے روزہ، نماز، تو یہ لوگ کافر ہیں، مرتد نہیں ہیں اور نہ اہل کتاب میں سے ہیں)۔

ہماری اس رائے کی تائید ''فتاوی رحیمیہ'' کے اس فتوی سے بھی ہوتی ہے، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں:

سوال: اگر کوئی شخص پہلے سے مسلمان تھا، بعد میں قادیانی ہوا، تو وہ مرتد ہے، اور اس پر مرتد کے احکام جاری ہوں گے، لیکن جو شخص شروع ہی سے قادیانی، یعنی پیدائشی قادیانی ہے، جو آج کل کے اکثر قادیانیوں کا حال ہے تو وہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے، اگر یہ بات صحیح ہو تو ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہوگا؟

جواب: قادیانیوں کی اولاد (نسلی مرزائی قادیانی) غلام احمد قادیانی کو نبی کا کم از کم مسلمان مانتی ہو تو وہ بھی کافر ہیں، ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہئے، ان کو اہل کتاب کے حکم میں قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا (فتاوی رحیمیہ)۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ جو اس موضوع پر کافی بصیرت رکھتے ہیں، رد قادیانیت پر کئی رسائل تصنیف فرمائے ہیں، وہ تحریر فرماتے ہیں: ان تمام مباحث کا خلاصل یہ ہے:

۱- جو شخص خود قادیانیت کی طرف مرتد ہو، وہ مرتد بھی ہے اور زندیق بھی۔

۲- اس کی صلبی اولاد بھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے حکماً مرتد ہیں اور زندیق بھی۔

۳- اس کی اولاد کی اولاد مرتد نہیں، بلکہ خالص زندیق ہے۔

۴- مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہیں، دونوں سے مناکحت باطل اور دونوں کا ذبیحہ مردار ہے، اس لئے کسی قادیانی کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں (رسالہ قدیانی ذبیحہ ر ص ۲۴-۲۵)۔

مسلم ممالک میں کتابی عورت سے نکاح:

فقہاء کرام نے مسلم ممالک میں کتابی عورت سے نکاح کرنے کو جو مباح قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلامی ماحول میں رہ کر کتابی عورت اسلام سے متاثر ہوسکتی ہے، اور اس کے نتیجہ میں وہ دامن اسلام میں آسکتی ہے، لیکن جب صورتحال اس کے برعکس ہے، جیسے کہ

سوال نامہ میں ذکر ہے، تو راقم کے نزدیک ایسی صورت میں اسلامی ممالک میں بھی کتابی عورت سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا، اس کی تائید حضرت عمرؓ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے۔

"لا أعزم أنها حرام ولكن أخاف أن تعاطوا المومسات" (جامع البیان فی تاویل القرآن ۳۶۷/۱۴) (میں نہیں کہتا کہ وہ حرام ہے، لیکن مجھے ڈر ہے کہ تم ان کی بدکار عورتوں سے نکاح کرنے لگو)۔

مغربی ممالک میں کتابی عورت سے نکاح:

اگر ایک مسلمان مغربی ممالک میں مزاج کی ہم آہنگی یا ویزہ کی سہولت کے لئے نکاح کرتا ہے تو راقم کے نزدیک ایسی کتابی عورت سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ شوہر کتابی عورت کے ساتھ رہ کر مغربی افکار کا دلدادہ ہوسکتا ہے، اور ایمان جیسے دولت جو کہ ایک مسلمان کی اصل پونجی ہے، وہ خطرہ میں پڑسکتی ہے، لیکن اگر کوئی اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ کتابی عورت سے نکاح کرنے سے وہ دامن اسلام میں آسکی ہے، اور اس کے نتیجہ میں وہ اسلام کی روشنی اپنے خاندان اور سماج تک بھی پہنچائے گی، تو اس نیت سے مغربی ممالک میں کتابی عورت سے نکاح کرنا: "إنما الأعمال بالنيات" (رواہ بخاری، کتاب الایمان حدیث نمبر:۱) کے تحت راقم کے نزدیک جائز ہوگا۔

اس کی تائید سورہ نحل کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے: "**أدع إلى سبيل ربک بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتي هي أحسن إن ربک هو أعلم بمن ضل عن سبيله وهو أعلم بالمهتدين**" (سورۂ نحل:۱۲۶) (اپنے راستہ کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ اور خوش اسلوبی سے نصیحت کر کے دعوت دو، اور اگر بحث کی نوبت آئے تو ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو، یقیناً تمہارا پروردگار ان لوگوں کو بھی کوب جانتا ہے، جو اس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں، اور ان سے خوب واقف ہیں، جو راہ راست پر قائم ہیں)۔

کسی مصلح کو پیغمبر اور ویدوں کو الہامی کتاب قرار دینا:

راقم کے نزدیک نبی اور رسول اور الہامی کتاب صرف انہیں کو قرار دیا جائے گا جس کی تصدیق قرآن مجید نے کی ہو، اور جن مصلح جیسے کہ گوتم بدھ وغیرہ اور جن کتابوں، جیسے کہ وید وغیرہ کی تصدیق کلام اللہ میں نہیں ہے، ان کو پیغمبر اور الہامی کتاب قرار دیا جائے گا، لیکن ان کی توہین اور ان کے سلسلہ میں بدگوئی کسی حال میں بھی درست نہیں ہوگی، قرآن کریم میں ہے: "**ولا تسبوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله بغير علم**" (سورۂ انعام:۱۰۸) (یہ کفار اللہ کو چھوڑ کر جن معبود کو پوجتے ہیں، تم لوگ انہیں برا نہ کہو کہ وہ بھی اللہ کی ضد میں بے جانے بوجھے برا نہ کہیں)۔

راقم کی اس رائے کی تائید مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے اس فتوی سے بھی ہوتی ہے، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں:

سوال (۸۴): گوتم بدھ کا اسلام سے کیا تعلق ہے؟

جواب: گوتم بدھ کی تعلیمات میں توحید کا عنصر بہت زیادہ ہے، اور اللہ کی وحدانیت اور عمل صالح کی طرف بار بار دعوت دی گئی ہے، نیز پیغمبر اسلام ﷺ کی تشریف آوری کی بابت پیشن گوئی بھی آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے، اس لئے بعض اہل علم کا خیال ہے کہ بدھ جی ممکن ہے کہ اپنے زمانہ میں اللہ کے پیغمبر رہے ہوں، ایسا سوچنا بعید از قیاس نہیں، لیکن چونکہ قرآن وحدیث میں صراحتاً کہیں آپ کے پیغمبر ہونے کا ذکر نہیں ہے، اسلئے صحیح نقطہ نظر یہی ہے کہ نہ ہم آپ کو نبی قرار دے سکتے ہیں، اور نہ آپ کے ماننے والوں کو اہل کتاب، اور آپ کی شان میں

بدگوئی بھی جائز نہیں، کیونکہ آپ کے نبی ہونے کا امکان تو ہے ہی، اس لئے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا ہے، تو کسی قوم میں گوتم بدھ کا بہ حیثیت نبی آنا کوئی ناممکن نہیں، جبکہ ان کی تعلیمات میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں، جو آسمانی کتابوں میں آئی ہیں، پس حاصل یہ ہے کہ نہ گوتم بدھ کی نبوت کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور نہ ہتک کرنا جائز ہے (کتاب الفتاوی ۱/۳۶۱-۳۶۲)۔

فتاوی محمودیہ کا بھی ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

سوال: (۳۷) خدا تعالی نے تمام روئے زمین کے لئے مختلف اوقات اور مختلف زمانہ میں ہدایت کے لئے پیغمبر بھیجے ہیں، جو ''لکل قوم ہاد'' سے ثابت ہے، اور حدیث میں بھی آیا ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے آئے ہیں، جو سب مسلمان اور اسلام کی تعلیم سے آراستہ تھے، اور سبھوں نے خدا کی وحدانیت کی تعلیم دی ہے، قرآن میں صرف عرب کی زمین ہی کے چند پیغمبروں کے نام ہیں، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد یا عبرانی نسل سے تعلق رکھتے تھے، باقی ان عظیم ہستیوں کے نام نہیں ہیں، مہاتما گوتم بدھ کو ہندوستان، چین اور جاپان کے کروڑوں لوگ پیغمبر تسلیم کرتے ہیں، اسی طرح کرشن جی اور رام چندر جی کو بھی کروڑوں لوگ اپنی زندگی کے ہیرو یا پیغمبر مانتے ہیں، کیا ایک مسلمان ''لکل قوم ہاد'' کے فصیح وبلیغ اور معنی خیز جملہ کے تحت شک کی بنا پر کرشن جی یا مہاتما گوتم بدھ کو پیغمبر کہا جاسکتا ہے؟ اور ان کی تعظیم وتکریم کے لئے حضرت مہاتما بدھ یا حضرت کرشن جی کہتے ہیں، ایک مسلمان کے لئے کوئی قباحت تو نہیں ہے، جبکہ ایک دوسرے عالم نے ان دونوں ہستیوں کے ساتھ حضرت کا لفظ لگانا مکروہ اور خلاف شریعت قرار دیا ہے، ہم آپ سے ملتجی ہیں کہ اس کی وضاحت فرمائیں۔

جواب: حامداومصلیا: جن انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے نام نصوص میں آگئے ہیں، ان پر علی الیقین ایمان لانا لازم ہے، اور کسی ایسے شخص کے متعلق نبوت کا اعتراف کرنا جس کا نام نصوص میں نہیں ہے، نہ لازم ہے نہ درست، البتہ کسی کو برا کہنا بھی بغیر دلیل کے ثابت نہیں، ''لکل قوم ہاد'' سے استدلال تام نہیں، کیونکہ اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ خبر ثانی ہے، پوری آیت ہے: ''إنما أنت منذر ولكل قوم هاد'' حضرت محمد ﷺ کو خطاب ہے کہ آپ ڈرانے والے ہیں، اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں، علاوہ ازیں ہادی کا لفظ نبی کے ساتھ مخصوص نہیں، غیر نبی پر بھی اس کا اطلاق آیا ہے، اور نبی سے، بلکہ سید الانبیاء ﷺ سے نفی بھی کی گئی ہے، ''إنک لاتهدی من أحببت'' انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات وغیرہ کے صحیح حالات ہمارے علم میں نہیں، تاریخ میں رطب ویابس سب کچھ ہے، جو کہ مفید یقین نہیں، اس لئے کف اللسان چاہئے (فتاوی محمودیہ ۱۸/۵۹)۔

عیسائی اسکول یا کالج میں تعلیم:

اگر عیسائی اسکول میں اسلام کے خلاف تعلیم نہیں دی جاتی ہے، بس ان کے قیام کا مقصد طلباء اور طالبات کو عصری علوم سے آراستہ کرنا ہے، راقم کے نزدیک ایسے عیسائی ادارہ میں مسلمان لڑکوں اور مسلمان لڑکیوں کا تعلیم حاصل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تعلیم مخلوط نہ ہو، بلکہ لڑکوں اور لڑکیوں کا علاحدہ نظام ہو، سورۂ زمر میں ہے: ''قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون'' (کہو کہ: کیا وہ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے سب برابر ہیں)، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''أطلبوا العلم ولو بالصين'' (شعب الإیمان للبیہقی ۲/۲۵۳) (تم لوگ علم حاصل کرو، اگر چہ کہ چین جاکر)۔

''خذ ماصفاودع ماكدر'' (تم اچھی اور صاف ستھری چیز کو لے لو اور خراب چیز کو چھوڑ دو)۔

لیکن اگر عیسائی اداروں میں عصری علوم کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف تعلیم دی جاتی ہو، اور جس کے نتیجہ میں مسلمان لڑکوں اور مسلمان لڑکیوں کے دل ودماغ میں اسلام کے خلاف شکوک وشبہات کے کانٹے پیدا ہوتے ہوں، تو پھر ایسے اداروں میں راقم کے نزدیک تعلیم

حاصل کرنا جائز نہیں ہوگا، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے:"من رتع حول الحمی یوشک أن یقع فیه"(بدائع الصنائع ۳/۳۲۳)(جو شخص چراہ گاہ کے اردگرد رہے گا قریب ہے کہ وہ اس میں واقع ہو جائے)۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا ایک فتوی بھی ملاحظہ فرمائیں، جس سے ہماری رائے کی تائید ہوتی ہے، استفادہ کی غرض سے استفتاء وفتوی دونوں نقل کئے جاتے ہیں:

سوال: میرا فرزند لکھنؤ کے بہترین اسکول CMS میں پڑھتا ہے، جو کہ بہائیوں کے زیر انتظام ہے، یہاں نبی کریم ﷺ کے بعد کسی اور نبی کے آنے کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس انکشاف نے مجھے بے چین کررکھا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنے بچہ کو اس اسکول سے نکال لوں، جبکہ میری بیوی اس کے خلاف ہے، براہ کرم اس مسئلہ سے متعلق شرعی رہنمائی کے ذریعہ ہماری مشکلات آسان فرمائیں:

جواب: اگر اسکول بہائیوں کے زیر اثر ہو اور غلط عقائد کی تعلیم دی جاتی ہو، تو ایسے اسکول سے نام خراج کرالینا ضروری ہے (فتاوی ندوۃ العلماء ۱/ ۵۷-۵۸)۔

فتاوی محمودیہ کا بھی ایک فتوی ملاحظہ فرمائیں:

سوال (۵۲۷): شبلی کالج جس میں انگریزی اور ہندی ہی کی تعلیم ہوتی ہے، اسی طرح نسواں ہائی اسکول میں انگریزی اور ہندی کی تعلیم دی جاتی ہے، اس کا ممبر بننا فتوی اور تقوی کی رو سے کیسا ہے؟

جواب: جس کالج یا اسکول میں خلاف اسلام تعلیم دی جاتی ہے، عقائد واعمال اخلاق سب غلط ذہن نشین کرائے جاتے ہیں، اس کا ممبر بننا اور تقویت پہنچانا ہرگز جائز نہیں (فتاوی محمودیہ ۱۲/ ۴۲۰)۔

مولانا عتیق احمد قاسمی لکھتے ہیں:"ہمارے جو بچے زیور تعلیم سے آراستہ ہو رہے ہیں، ان میں سے نوے فیصد سے زیادہ ایسے اسکول کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جن میں دین اسلام سکھانے کا بندوبست تو کیا ہوتا، وہاں تو اسلام مخالف عقائد واحکام کی تعلیم دی جاتی ہے، دیومالائی اور وثنی عقیدے پڑھائے جاتے ہیں، اور اگر عیسائی مشنری اسکول ہیں، تو ان میں عیسائی عقائد سکھائے جاتے ہیں، یسوع مسیح کو انسانوں کا نجات دہندہ بتایا جاتا ہے، تاریخ اور آسمانی علوم کے نام پر کفر والحاد کا زہر پلایا جاتا ہے، اس طرح کی تعلیم کے نتیجہ میں مسلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے محروم اور بدنصیب پیدا ہوتے ہیں (عیسائی مشنریز کی سرگرمیاں اور مسلمان رص ۲۱)۔

اپنے علاقوں میں ایسے اسکولوں اور کالجوں کی حوصلہ افزائی:

ایسے عیسائی اسکول اور کالج جن میں عصری علوم کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف تعلیم دی جاتی ہو اپنے علاقوں میں ایسے اداروں کی حوصلہ افزائی کرنا راقم کے نزدیک اعانت علی الاثم کے تحت جائز نہیں ہے، قرآن کریم میں اعانت علی الإثم سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، سورہ مائدہ کی آیت ہے:"ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان" (سورۂ مائدہ:۲)(اور تم لوگ برائی اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)۔

دبستان فقہ شافعی کے شارح و ترجمان امام نوویؒ ایک حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:"فیه إعانة التحریم علی الباطل" (شرح مسلم للنووی ۳/ ۶۵۰)(اس حدیث میں باطل کے کاموں پر مدد وتعاون کا حرام ہونا مذکور ہے)۔

متبادل معیاری تعلیمی ادارہ کا قیام:

لیکن وہ عیسائی ادارے جن میں عصری علوم کے ساتھ ساتھ اسلام کے خلاف تعلیم بھی دی جاتی ہے، ظاہر ہے کہ ان اداروں میں تعلیم

حاصل کرنے میں فوائد اور مصالح بھی ہیں اور دینی نقصانات بھی، واضح رہے کہ جس چیز میں مصالح اور فوائد ہوں، اس کو بالکل حرام قرار دینا کافی نہیں ہے، کیونکہ یہ چیز تو کبھی لوگوں کو تنگی وحرج میں مبتلا کر دے گی اور کبھی تو ارتداد کی طرف لے جائے گی۔

اس لئے مسلمانوں میں اہل خیر حضرات کو متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام کی طرف توجہ دینی چاہئے۔

کتابی بیوی کے حقوق:

ایک مسلمان جب کسی کتابی عورت سے نکاح کر لیتا ہے، تو شرعی لحاظ سے وہ اس کی بیوی ہو جاتی ہے، لہذا راقم کے نزدیک اس کے شوہر کے ذمہ وہی حقوق ہوں گے، جو مسلمان بیوی کے لئے ہیں، نکاح کر لینے کے بعد جبکہ شوہر کیلئے کوئی مجبوری نہ ہو، جیسے کہ شوہر کو پریشان نہ کیا جائے، یا شوہر کو اہل کتاب کے عقیدے کے اختیار کرنے پر مجبور نہ کیا جائے، شوہر کے لئے کتابی بیوی کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا راقم کے نزدیک جائز نہیں۔ کیونکہ شوہر پر بیوی کے جو حقوق قرآن وحدیث میں بتا دیئے گئے ہیں، وہ مطلق ہیں، ان میں مسلمان اور کتابی بیوی کے درمیان کوئی تفریق ملحوظ نہیں رکھی گئی ہے۔

سورۂ بقرہ کی آیت ہے: "**ولهن مثل الذى عليهن بالمعروف للرجال عليهن درجة والله عزيز حكيم**" (سورۂ بقرہ: ۲۲۸) (اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں، جیسے مردوں کو ان پر حاصل ہیں، ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت حاصل ہے اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے)۔

"**عن ابى هريرةؓ قال، قال رسول الله ﷺ إن اكمل المؤمنين إيمانا أحسنهم خلقاوخياركم خياركم نساء هم**" (رواہ ترمذی، باب ماجاء فی حق المرأة علی زوجہا/ ۱۱۶۲) (حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ مومنین میں کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں، اور تم میں سے بہتر وہ ہیں جو اپنی بیویاں کے ساتھ زیادہ بہتر ہوں)۔

مسلم شریف کی روایت ہے: "**عن أبى هريرةؓ عن النبى ﷺ استوصوا بالنساء خيرا فإن المرأة خلقت من ضلع وإن أعوج شئ فى الضلع أعلاه إن ذهبت تقيمه كسرته وإن تركته لم يزل أعوج استوصوا بالنساء خيرا**" (رواہ مسلم، کتاب الطلاق باب الوصیۃ بالنساء/ ۱۴۶۸) (حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: عورتوں کے ساتھ بھلا سلوک کرو، بے شک عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور پسلی میں سب سے ٹیڑھی چیز اس کے بالائی حصہ میں ہے، اگر تم اس کو سیدھا کرو گے، تو اس کو توڑ بیٹھو گے، اور اگر تم اس کو چھوڑے رہے تو وہ ٹیڑھی رہے گی، عورتوں کے ساتھ نیک بہتر سلوک کرو)۔

کتابی بیوی کو طلاق دینا:

جیسے کہ تحریر کیا گیا ہے کہ ایک جب کسی کتابی عورت سے نکاح کر لیتا ہے، تو وہ شرعی لحاظ سے اس کی بیوی ہو جاتی ہے، تو جس طرح بغیر کسی سبب کے مسلمان بیوی کو طلاق دینا شریعت کی نظر میں اچھا نہیں ہے، اسی طرح کتابی بیوی کو بھی بغیر سبب کے طلاق دینا راقم کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے، اس کی تائید درج ذیل احادیث سے ہوتی ہے۔

۱-طبرانی کی روایت ہے: "**تزوجوا ولا تطلقوا فإن الله يحب الذواقين ولا الذواقات**" (رواہ طبرانی فی المعجم الکبیر کتاب الطلاق باب أول کتاب الطلاق/ ۲۱۷۸) (شادی کرو، طلاق نہ دو، بلاشبہ اللہ تعالی پسند نہیں فرماتا ہے، ذائقہ چکھنے والوں اور ذائقہ چکھنے والیوں کو)۔

۲-فیض القدیر کی روایت ہے: "**تزوجوا ولا تطلقوا فإن الطلاق يهتز العرش**" (فیض القدیر حدیث نمبر ۳۲۸۹) D36

(شادی کرو اور طلاق نہ دو، پس بے شک طلاق سے (رحمٰن کا) عرش دہل جاتا (تھرتھراتا) ہے۔

۳-سنن ابی داؤد کی روایت ہے:"عن أبی هریرةؓ عن النبی ﷺ **البغض الحلال إلی الله الطلاق**"(رواہ مسلم کتاب الطلاق باب الوصیۃ بالنساء ۱۴۶۸) (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالی کے نزدیک ناپسند حلال چیز طلاق ہے)۔

البتہ اگر شوہر اپنی بیوی کے عقائد سے متاثر ہونے کا خدشہ محسوس کررہا ہے یا اس کو خدشہ ہے کہ اس کے بچے اس کے عقائد کو اختیار کریں گے یا کتابی بیوی کا کیریکٹر صحیح نہیں ہے، تو ایسی صورت میں شوہر کتابی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔

سورہ طلاق میں ہے:"**لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلک أمرا**" (سورۂ طلاق:۱) (تم نہیں جانتے، شاید اللہ تعالی اس کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردے)۔

سورۂ نساء میں ہے:"**وإن یتفرقا یغن الله کلامن سعته**" (سورۂ نساء:۱۳۰) (اور اگر دونوں جدا ہوجائیں تو اللہ اپنی (قدرت اور رحمت کی) وسعت سے (دونوں کو ایک دوسرے کی حاجت سے) بے نیاز کردے گا)۔

حدیث پاک ہے:"**لا تطلقوا النساء إلا من ریبة، فإن الله لا یحب الذواقین ولا الزواقات**" (عورتوں کو طلاق نہ دو، مگر تہمت سے (وہ کسی برائی کا ارتکاب کریں) بس بے شک اللہ تعالی شانہ جوڑیاں بدل کر ذائقہ چکھتے رہنے والوں اور ذائقہ چکھنے والیوں کو پسند نہیں کرتا ہے)۔

کتابی بیوی کا اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دینا:

اسلام مشرک اور کفر کے معاملہ میں بہت حساس واقع ہوا ہے، اسلام میں مشرک کے شائبہ کی بھی گنجائش نہیں ہے، لہذا کتابی عورت کا اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دینا راقم کے نزدیک جائز نہیں ہے، اگر بیوی مذہبی مراسم انجام دیتی ہے، تو شوہر اس کو حکمت کے ساتھ روک دے گا، قرآن مجید میں ہے:"**تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر**" (سورۂ آل عمران:۱۱۰) (تم لوگ نیکی کا حکم دیتے ہو، اور برائیوں سے روکتے ہو)۔

"سنن ترمذی" کی روایت ہے:"**من رأی منکم منکرا فلیغره بیده، فمن لم یستطع فبلسانه، ومن لم یستطع فبقلبه وذلک أضعف الإیمان**" (رواہ ترمذی، کتاب الفتن باب ماجاء فی تغییر المنکر بالید الخ ر ۲۱۷۲) (جو شخص تم میں سے کوئی برائی دیکھے تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے، اور جس کے اندر اس کی استطاعت نہ ہو تو اس کو زبان سے روک دے، اور جس کے اندر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اسکو زبان سے روک دے، اور جس کے اندر اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اس کو اپنے دل میں برا سمجھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور حصہ ہے)۔

عیسائی اداروں میں خدمت اور ان کی خدمات سے استفادہ کرنا:

عیسائی مشنریز جو ہاسپیٹل اور قرض مہیا کرنے والے جو ادارے قائم کرتی ہے، تاکہ ان کے ذریعہ سے اپنے مذہب کی تبلیغ اور کم سے کم دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کردیں، ایسے اداروں میں خدمت کرنے اور ان کی خدمات سے استفادہ کرنا اعانت علی الاثم اور مزید ان کے مشن کو تقویت پہنچانے کی وجہ سے راقم کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

سورۂ مائدہ میں ہے:"**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**" (سورۂ مائدہ:۲) (اور تم لوگ برائی اور زیادتی کے کاموں میں ایک

دوسرے کی مدد نہ کرو)۔

امام نووی ایک حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: ''**وفیه إعانة التحریم علی الباطل**'' (شرح مسلم للنووی ۲/ ۲۸)، اس حدیث میں باطل کے کاموں پر مدد و تعاون کا حرام ہونا مذکور ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب کی شرعی حیثیت

مفتی محمد ارشد فاروقی ☆

۱- اہل کتاب کی تعریف:

اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہوں جیسے یہود جو توریت کو اور عیسائی انجیل کو مانتے ہیں۔ بعض اقوام کے بارے میں کچھ فقہاء احناف اہل کتاب کا معاملہ کرتے ہیں اور دوسرے انہیں اہل شرک مانتے ہیں اور وجہ اختلاف یہی ہے کہ ان کا اہل کتاب ہونا بعض کے نزدیک محقق تھا اور بعض کے نزدیک نہیں۔

جمہور فقہاء یہود و نصاریٰ کے تمام فرقوں کو اہل کتاب کا مصداق مانتے ہیں۔ ابن عباس، مجاہد، قتادہ اور دیگر مفسرین مندرجہ ذیل آیت کریمہ میں وارد ''طائفتین'' کا مصداق یہود و نصاریٰ کو قرار دیتے ہیں۔ ''اَن تَقُوْلُوْا اِنَّمَا اُنْزِلَ الْکِتٰبُ عَلٰی طَائِفَتَیْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَ اِنْ کُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِیْنَ'' (انعام: ۱۵۶/ الموسوعہ الفقہیہ ۷/ ۱۴۰)۔

قرآن کریم نے اہل کتاب کو چار انداز سے ۳۱/ مقامات پر مخاطب کیا ہے: ''اُوْتُوا الْکِتٰبَ، أولُوْا الْکِتٰبِ، أورثوا الکِتٰبَ، وَ آتَیْنٰهُمُ الْکِتٰبَ'' اور مفسرین نے یہاں یہود و نصاریٰ مراد لیا ہے (احکام القرآن جصاص ۳/ ۱۱۸)۔

احادیث کے ذخیرے میں اہل کتاب کا ذکر موجود ہے، بطور مثال ابو ہریرہؓ کی روایت پیش ہے: أتریدون أن تقولوا کما قال أهل الکتابین من قبلکم سمعنا و عصینا، بل قولوا سمعنا و أطعنا غفرانک ربنا و إلیک المصیر'' (صحیح مسلم/ ۱/ ۱۱۵)۔

احناف کے یہاں ہر وہ شخص جو کسی نبی پر ایمان رکھے اور کسی کتاب الٰہی کو مانے وہ اہلِ کتاب کا مصداق ہے اور اس تعریف میں یہودی و عیسائی اور زبور و داؤد علیہ السلام وعلیٰ نبینا پر ایمان رکھنے والا اور شیث و ابراہیم علیہما السلام وعلیٰ نبینا کے صحیفوں پر ایمان رکھنے والے داخل ہیں۔

''الموسوعة الفقهية'' میں ہے: ''و توسع الحنفیة: فقالوا: إن أهل الکتاب هم کل من یؤمن بنبی و یقر بکتاب و یشمل الیهود والنصاری ومن آمن بزبور داؤد و صحف ابراهیم وشیث؛ لأنهم یعتقدون دیناً سماویاً منزلا بکتاب'' (الموسوعۃ الفقہیۃ مادہ اہل الکتاب ۷/ ۱۴۰)۔

جمہور اور احناف کی دو تعریفوں میں سے احناف کے یہاں راجح تعریف احناف ہی کی قرار دی گئی ہے۔

مفتی محمود حسن سابق صدر مفتی دار العلوم دیوبند ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: جو قوم کسی نبی کی نبوت پر ایمان رکھے اور کسی کتاب سماوی کے تسلیم کرنے کی مقر و مدعی ہو تو اس کے ذبیحہ کو استعمال کرنے کی گنجائش ہے (فتاویٰ محمودیہ ۷/ ۲۳۴)۔

☆ چیرمین، فتویٰ آن موبائل سروس، دیوبند۔

سوال : صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟

جواب : علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صابئین کے تعارف میں رقم طراز ہیں: ''صابئین ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کرلیا ہے اور حضرت ابراہیم کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں'' (حاشیہ ترجمہ شیخ الہند مع فوائد علامہ شبیر عثمانیؒ، ص ۱۲، آیت ۶۲، سورہ بقرہ)۔

صابئین کی تعریف وتعیین میں مفسرین وفقہاء کے اس قدر اقوال ہیں کہ ان کو متعین کرنا اور حکم لگانا دشوارترین امر ہے، اس لئے جب یقین کے ساتھ ان کا تعین نہیں ہوسکتا تو یہ طے ہے کہ محض خیال اور شک کی بنیاد پر انہیں کتابی قرار دے کر ان کا ذبیحہ یا ان کی عورتوں سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

دعوتی نقطۂ نظر:

یہ تأثر بھی سامنے آیا کہ بعض داعیوں نے صابئین کا مصداق ہندو اقوام کو قرار دیا ہے اور صابئین کے سلسلے میں فقہاء کے مختلف اقوال کی روشنی میں انہوں نے یہ رائے قائم کی ہے تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ اس طرح کی کاوشوں کی ستائش دعوتی نقطۂ نظر سے کی جائے گی، لیکن ان تخمینی بنیادوں پر حلت وحرمت کے مسائل کی تخریج نہیں کی جاسکتی۔

صابئین مختلف اقوال کی روشنی میں:

خلیل کا خیال ہے کہ ان کا مذہب عیسائیت سے قریب تھا، یہ جنوب کو قبلہ بناتے تھے اور اپنے آپ کو نوح علیہ السلام وعلیٰ نبینا کے دین پر تصور کرتے تھے۔

مجاہد وحسن بصری کہتے ہیں کہ ان کا مذہب یہودیت اور آتش پرستی کا مرکب تھا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ وہ فرشتوں کے پرستار تھے، قبلہ رخ نماز ادا کرتے، زبور کی تلاوت کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن زید کہتے ہیں کہ یہ کچھ لوگ تھے جو جزیرہ موصل میں قیام پذیر تھے لیکن کتاب ونبوت کے قائل نہ تھے اور نہ عملِ صالح کا تصور رکھتے تھے (ابن کثیر ۱/ ۱۰۴)۔

ابن عباس کا قول نقل کیا گیا ہے کہ ''**ولا تنكح نسائهم**'' (ابن کثیر ۱/ ۲۵۶)۔

''**والصابيئن طائفة من اليهود والنصارى**'' (روح القرآن ۱/ ۷۷)۔

قرطبی نے مجاہد وحسن کی بات نقل کی ہے: ''**انهم قوم تركب دينهم بين اليهود والمجوس ولا تؤكل ذبائحهم**'' (ابن کثیر ۱/ ۲۵۶)۔

امام کرخی نے فرمایا کہ ان کی حقیقت میں اختلاف نہیں ہے، ان کی دو قسم ہونے کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ ایک قسم عیسیٰ علیہ السلام وعلیٰ نبینا کو مانتی ہے، زبور کی تلاوت بھی کرتی ہے، دوسری قسم نہ نبوت کی قائل ہے اور نہ کتاب پر ایمان رکھتی ہے بلکہ سورج کی پوجا کرتی ہے، اس لئے دونوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ پہلی قسم کا شمار اہل کتاب میں ہوگا اور دوسری قسم کا بت پرستوں میں ہوگا، ان کا کیا ہوا شکار اور ذبیحہ حلال نہ ہوگا۔ ابو یوسف ومحمد اسی کے قائل ہیں: ''**لا خلاف بينهم في الحقيقة، و إنما اختفلوا، لأنهم صنفان، صنف منهم يقرو ن بنوة عيسى عليه السلام و يقرء ون الزبور، الصابى إذا كان من هذا الصنف، منهم ينكرون النبوة والكتاب أصلا و يعبدون الشمس فهم كعبدة الأوثان لا يؤكل صيدهم ولا تحل ذبيحتهم، وإنما أجاب يوسف و محمد**

رحمهما الله بحرمة الصيد والذبح فی حق هولاء" (فتاویٰ قاضی خاں ۲۶۱/۳، ۲۶۲)۔
ہدایہ کی شرحوں اور الکافی میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کے مسلک کی ترجمانی صائبین کے بارے میں اسی طرح کی گئی ہے: "وأ ما الصابئات فتجوز للمسلم عند أبی حنيفة و تكره، ولا تجوز عندهما و كذلک ذبائحهم و هذا الاختلاف بناء على أنه وقع عند ابی حنيفة أنهم قوم من النصارى يقرؤن الزبور و يعظمون بعض الكواكب كتعظيمنا القبلة، وهما جعلا تعظيمهم لبعض الكواكب عبادة منهم لها فكانوا كعبدة الأوثان" (فتاویٰ ہندیہ ۲۸۱/۱ و بدائع الصنائع ۵۵۴/۴)۔
محمد یسری ابراہیم "فقه النوازل للأقليات المسلمة" میں لکھتے ہیں: "و أما الصابئون فالخلاف فی شانهم بين، و تضاربت النقول والأقوال حولهم" (۲۳۹/۲)۔
شوافع سے یہ تفصیل نقل کی گئی ہے کہ اگر صابئین عیسائیوں کے دین کے پیرو ہیں تو ان کا حکم اہل کتاب جیسا ہوگا ورنہ نہیں۔ "و هذا هو الحق و يتفق مع راى الشافعية القائلين ان خالف السامرة۔ اليهود والصابئون فی أصل دينهم حرمن وإلا فلا، أی وإن واقفت السامرة اليهود والصائبة النصارى فی أصل دينهم حلت" (الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۶۶۵۶/۹)۔
حنابلہ میں صابئین کو اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں: "والحنابلة : انهم أهل الكتاب فيجوز للمسلم الزواج بالصائبات" (الفقہ الاسلام وأدلتہ زحیلی ۶۶۵۵/۹)۔
امام ابوحنیفہ صابئہ سے نکاح مسلم مرد کا جائز سمجھتے ہیں "فتجوز للمسلم عند أبی حنيفة و تكره" (فتاویٰ ہندیہ ۲۸۱/۱)۔
امام ابو یوسف و امام محمد صابئہ سے مسلمان مرد کا نکاح ناجائز قرار دیتے ہیں: "ولا تجوز عندهما" (فتاویٰ ہندیہ ۲۸۱/۱) مکمل عبارت امام ابوحنیفہ و صاحبین کے مسالک کی اس سے پہلے نقل کی جاچکی ہے۔
سید قطب شہید نے "فی ظلال القرآن" میں یہ رجحان ظاہر کیا ہے کہ صابئین شریعت مصطفوی سے پہلے کچھ لوگ تھے جو وثنیت سے متنفر ہوئے اور عقیدہ حقہ کے جویا ہوئے انہیں توحید کے عقیدے کو جوہر نایاب کی طرح پالیا اور وہ اس کے قائل ہوئے کہ ہم فطرت کے تقاضے کے مطابق اللہ کی پرستش کرتے ہیں، لیکن یہ خیر ان ہی تک محدود رہا وہ دعوت کے فریضے کی ادائیگی نہ کر سکے (۲۰۲/۱)۔

صابی فرقہ کا وجود:

صابی فرقہ کا وجود کتاب کتابی دنیا میں اس درجہ یقین کے ساتھ پایا جاتا ہے کہ اس کے وجود پر ایمان ضروری ہے، لیکن خارجی وجود کے بارے میں دورائے ہے، پہلی یہ کہ دنیا میں وجود نہیں ہے، دوسری یہ کہ تقریباً میں ستر ہزار کی تعداد ایران، موصل، عراق، روم اور شام اور کناڈا میں پائی جاتی ہے، اس سلسلہ میں مزید تفصیلات تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملی، البتہ "جواہر الفقہ" میں یہ عبارت نقل کی گئی ہے: "وانقرضوا فلا عين ولا أثر" (۲۰۳/۶-۲۰۴) (صابئین مٹ مٹا گئے ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا)۔

صابئین اور دیو مالائی نظام:

ہندوستان کی اکثریت ہندو ہے اور اصنام پرست ہے، مشرک اور کافر ہے، ان کی مذہبی کتابیں اور شخصیات کے متعلق معتقدات ہیں اور دیو مالائی نظام سے وابستہ ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن نے صراحت کی ہے کہ "لكلّ قوم هاد" اس ضابطے کے مطابق ہندو اقوام کے لئے بھی سامانِ ہدایت، رسولِ مصطفی ﷺ سے پہلے کیا گیا ہوگا، لیکن کسی شخصیت کی یا کسی کتاب کی یقینی طور پر تعیین نہیں کی جاسکتی کہ فلاں کتاب آسمانی ہے یا فلاں شخص نبی گذرا ہے، اس لئے کہ ضابطہ متفق علیہ کہ جن کتابوں کے نام اور جن نبیوں و رسولوں کے نام شریعت نے صراحت کے

ساتھ بتایا ان پر ایمان رکھنا جزوِایمان ہے اور جس قدر انبیاء ورسل اور کتب وصحف کا نزول ہوا ان پر اجمالی ایمان لانا ضروری ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں گذری ہوئی کسی شخصیت کے متعلق جو ہندو مذہبی رہنما میں ہیں یقینی طور پر نبی کہنا درست نہیں ہے اور نہ ان کی کسی کتاب کو آسمانی کتاب کہنا درست ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں گذری ہوئی کسی شخصیت کے متعلق جو ہندو مذہبی رہنما ہیں یقینی طور پر نبی کہنا درست نہیں ہے اور نہ ان کی کسی کتاب کو آسمانی کتاب کہنا درست ہے۔

البتہ بعض داعیوں نے ویدوں میں موجود رسول اللہ ﷺ کے متعلق پیش گوئیوں سے یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ اس کا تعلق کسی نہ کسی آسمانی کتاب سے معلوم ہوتا ہے۔

اسی طرح ہندو مذہبی پیشواؤں کے ناموں کی اس انداز میں تشریح کی گئی کہ قرآن کریم میں ذکر کردہ ناموں سے مطابقت پیدا ہو رہی ہے۔ اس سلسلے میں عندیہ واضح ہے کہ اس طرح کی تقریبی کاوشیں دعوتی نقطۂ نظر سے جاری رکھی جائیں جو قابل ستائش ہیں۔

لیکن ان تشنہ تحقیقات کی بنیاد پر ہندو اقوام کا اہل کتاب میں شمار کرنا قطعی غلط ہے۔

وضاحت:

اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ راقم سطور نے سیاسی پارٹی سے وابستہ ایک مسلمان کو کئی درجن لوگوں کے درمیان کہتے سنا کہ اکبر بادشاہ نے جو شادی جودھا بائی سے کی اس سلسلے میں ’’لکل قوم ھاد‘‘ سے پتہ چلتا ہے کہ ہدایت جو اس کافرہ کے پاس پہنچی اس سلسلے میں اس پر غور کرنا چاہئے۔ یہ تعبیر بہت محتاط انداز میں نقل کی گئی ہے۔ راقم نے اسی مجلس میں ان پر نکیر کی۔ اس لئے علماء کو ایسے لوگوں پر نظر رکھنی چاہئے جو ’’خسر الدنیا والآخرہ‘‘ کے مصداق بن رہے ہیں۔

سوال : قرآن میں سورۂ مائدہ کی آیت: ’’اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ وَطَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حِلٌّ لَّکُمْ وَطَعَامُکُمْ حِلٌّ لَّھُمْ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ اِذَا اٰتَیْتُمُوْھُنَّ اُجُوْرَھُنَّ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسٰفِحِیْنَ وَلَا مُتَّخِذِیْٓ اَخْدَانٍ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِالْاِیْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ‘‘(سورہ مائدہ:۵)۔

اس آیت پر علامہ شبیر عثمانی نے ایک جامع نوٹ تحریر فرمایا ہے ’’اہل کتاب کے ایک مخصوص حکم کے ساتھ دوسرا مخصوص حکم بھی بیان فرمادیا، یعنی یہ کہ کتابی عورت سے نکاح کرنا شریعت میں جائز ہے، مشرکہ سے اجازت نہیں ’’ولا تنکحو المشرکات حتیٰ یؤمن‘‘ (بقرہ، رکوع ۲۷)۔

مگر یاد رہے کی ہمارے زمانے میں نصاریٰ عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں، ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہیں نہ مذہب کے، نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا۔ نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں، لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلالی سے متنفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے، بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ موجودہ زمانہ میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ کھانا، پینا بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں، وہ مخفی نہیں، لہٰذا بدی اور بددینی کے اسباب وذرائع سے اجتناب ہی کرنا چاہئے (ترجمہ شیخ الہند مع فوائد مولانا شبیر عثمانی ۱۴۲، فرید بک ڈپو، دہلی)۔

قرآن کریم نے واضح اور دوٹوک انداز میں اہل کتاب کے ذبیحہ اوران کی عورتوں سے نکاح کے جواز کی بات کہی ہے، اس لئے اصل حکم قیامت تک یہی رہے گا کہ کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔

قرآن نے اہل کتاب کے کفر کونقل کرتے ہوئے بھی دیگر کافروں کے مقابلے میں ان کو دو امتیازی حکم میں خاص رکھا۔ اس لئے اس دور کے یہود ونصاریٰ کے بارے میں بھی وہی حکم رہے گا جو قرآن نے بیان کیا ہے، البتہ ہر دور کے علماء نے احوال کے پیش نظر کتابیہ سے نکاح پر پابندی اسباب وذرائع کی بنیاد پر لگانے کا مشورہ دیا ہے، جسے سدالذرائع کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اور عام اصول یہی رہے گا کہ جو کتابی عیسائی ہو کہ یہودی جب تک خود کو عیسائی یا یہودی کہتے ہیں اور آسمانی کتاب کے قائل ہیں وہ اہل کتاب شمار ہوں گے اور ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ رہی بات آج کے دور کے عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں یہ تبصرہ کرنا کہ وہ صرف نام کے اہل کتاب ہیں وہ خدا و دین اور نبی وکتاب کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ تو ابھی تک شاید کوئی سروے رپورٹ اس سلسلے میں نہیں آئی ہے، اس کے برخلاف مشاہدہ بتاتا ہے کہ جو عیسائی یا یہودی دکھائی دیتا ہے سفر میں ملتا ہے، یا جہاں ان کی آبادیاں اور کالونیاں ہیں وہاں مذہبی رسوم کی ادائیگی اور صلیب کی علامت جیسی چیزیں پائی جاتی ہیں اس لئے کوئی عام حکم لگانا اوران سب کو اہل کتاب سے خارج کردینا واقعہ کے خلاف ہوگا۔

سوال : شریعت محمدی کے بعد جو باطل مذاہب ایجاد کئے گئے جیسے بہائی، بابی اور قادیانی ان میں سے بعض گروہ قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں یا محمد ﷺ کو اللہ کا رسول مانتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ قرآن مجید کے بعد کسی اور الہامی کتاب اور خاتم النبیین کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعویدار ہیں کیا ان کا شمار بھی اہل کتاب میں ہوگا؟

جواب : ایسے باطل مذاہب کے لوگ کفریہ عقائد کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوسکتے اور فقہاء کی تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا شمار اہل کتاب میں بھی نہ ہوگا، بلکہ عام کافروں کے حکم میں ہوں گے، ان کا ذبیحہ حرام، ان کی عورتوں سے مسلمان کے لئے نکاح بھی حرام ہوگا اور ایسے لوگ زندیق کے حکم میں ہوں گے۔ زندیق کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے: ”**هو الذی يظهر الإسلام و يسر بالكفر وهو المنافق و كان يسمى فی عصر النبی صلى الله عليه وسلم منافقا و يسمى اليوم زنديقا**“ (مجمع الفقہ الحنبلی ۱/۱۴۴)۔

جس کی زبان پہ اللہ اللہ اور دل کفر سے بھرا ایسا شخص دور نبوی میں منافق اور موجودہ دور میں زندیق ہے اور زندیق کی سزا بہت سخت تجویز کی گئی ہے، اس کا وجود زمین پہ بوجھ ہے، اس لئے قتل ضروری ہے۔ یہ فقہاء نے تجویز بتائی ہے۔

قادیانی کے کفر پر عالم اسلام کے علماء کا اتفاق:

مفتی محمود حسن، صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کا ایک فتویٰ بطور مثال پیش ہے: مرزا غلام احمد قادیانی نے عقائد کفریہ اختیار کئے جس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوگیا، جو شخص بھی اس کے کفریہ عقائد کی تصدیق کرے گا اس کا حکم یہی ہوگا۔ اگر کوئی شخص مرتد ہوجائے تو اس کا نکاح فسخ ہوجاتا ہے، بیوی نکاح سے خارج ہوجاتی ہے، ایسے شخص سے سلام وکلام، بیع وشراء سب ختم کردینا لازم ہے، اس کو مسجد میں آنے سے روک دیا جائے، اس سے وہ شخص بات کرے جو اس کے غلط عقائد کی تردید کرسکتا ہو، اگر وہ توبہ کرکے اسلام میں دوبارہ داخل ہو چکا ہے تو نکاح دوبارہ کیا جائے۔

اس فتویٰ کی تصویب مفتی نظام الدین صاحبؒ نے کی ہے (فتاویٰ محمودیہ ۴/۸۸ زکریا بک ڈپو، دیوبند)۔

بہائی کافر ہیں:

اس کافر گروہ کے عقائد! ختم نبوت کے منکر، وہ کہتے ہیں کہ خدا ہر ایک ہزار سال کے بعد مصلح پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہے گا۔ جہاد و

جزیہ ناجائز وحرام ہے، وہ وحی کے نزول کے رہتی دنیا تک کے قائل ہیں۔قرآن سے منحرف اور بہاء اللہ کی تصنیف ''کتاب اقدس'' سے لگے ہوئے ہیں، کعبہ کی جگہ اسرائیل بہاء اللہ کی آخری قیام گاہ ہے، پردہ ناجائز ہے، سود جائز ہے۔اس طرح کے عقیدے کے حامل کافر ہیں (آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/ ۱۸۴)۔

بہائی کافر ہیں، ان کا شمار عام کافروں میں ہوگا، اہل کتاب میں یہ شامل نہیں ہوں گے۔

''مجمع الانہر'' کی عبارت ہے: ''من لم یقر ببعض الأنبیاء أو لم یرضی بسنة من سنن سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فقد کفر'' (۱/ ۶۹)۔

اور کتب فقہ کی مشہور عبارت: ''لا خلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام و ان کان من أهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات'' (مرقاة المفاتیح ۸/ ۸۶۱)۔

اسلام کے مبادیات واساسیات کا منکر باتفاق علماء کافر قرار پائے گا، چاہے زندگی بھر قبلہ رو ہوکر تسبیح ہلاتا رہے۔

سوال : دوطرح کے قادیانی مرتد اور اس کی نسل : جس نے قادیانیت کی ضلالت قبول کی وہ مرتد و کافر ہے، اسی طرح ایسے قادیانیوں کی وہ نسلیں جو آباء واجداد کی گمراہی پر قائم ہیں وہ بھی کافر ہیں، اہل کتاب میں شمار نہ اولین کا ہوگا نہ آخرین کا، البتہ ان کا شمار اسفلین میں ہوگا۔

سکھ کافر ہیں:

سکھوں کا شمار ہندوستانی ہندوؤں میں کرتے ہیں، گو وہ خود کو ہندو نہیں کہتے، وہ گرونانک کو رہنما اور ان کی کتاب پر عمل کرتے ہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں نہ گرونانک کو نبی کہا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کتاب کو آسمانی کتاب قرار دیا جاسکتا ہے، اس لئے عام کافروں کے زمرے میں انہیں رکھا جائے گا۔لیکن بابا فریدالدین گنج شکر کے ملفوظات ان کے یہاں رائج ہیں، اس لئے دعوتی کاز کے لئے انہیں ذریعہ تقریب بنانا چاہئے۔

۶-**الف:** فقہ اکیڈمی انڈیا کی فکرمندی اور عالم اسلام کے حکمرانوں کے تئیں غیرت مندانہ جذبہ کا اظہار چھٹے سوال سے ہوتا ہے، البتہ یہ سوال ضرور اٹھتا ہے کہ اکیڈمی متفقہ طور پر اس سلسلے میں تجویز لائے اور اس کی اشاعت بھی کرے تو اس کے اثرات عالم اسلام پر کیا مرتب ہوں گے، اس لئے کہ یہ موضوع فقہی کی بجائے دعوتی مساعی سے تعلق رکھتا ہے۔

عالم اسلام کے علماء، فقہاء، دین دار عوام سب جانتے ہیں کہ ان کے مسلم حکمرانوں سے انہیں کیا نقصانات پہنچ رہے ہیں لیکن وہاں کلمہ حق کہنے کی بھی بالعموم اجازت نہیں ہے۔

یقیناً جو صورت حال سوال میں بیان کی گئی ہے وہ باعث تشویش ہے، ہمیں ختم خواجگان کا اہتمام کرکے دعا خوانی کرنی چاہئے یا عزیمت پر عمل کرکے علماء کا ایک وفد تشکیل دیا جائے جو عالم اسلام کا دورہ کرے اور اصلاحات کا بیڑا اٹھائے یا کم از کم عالم عرب میں کثیر الاشاعت اخبارات میں علماء دعوتی واصلاحی کالم لکھنا شروع کریں، لب ولہجہ داعیانہ، مصلحانہ، خیرخواہانہ اور جرأت مندانہ ہو۔ جہاں تک فقہی حکم کی بات ہے وہ عیاں راچہ بیاں اور تذکیر کے طور پر بار بار اعادہ بے مفید ہے۔

یہ تو اصولی طور پر طے ہے کہ کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔البتہ فقہ حنفی میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ دارالحرب میں جہاں عورت احکام و اسلام کی پابند نہ ہو وہاں اس اندیشہ سے کہ شاید مرد معصیت میں مبتلا ہوجائے نکاح جائز نہ ہوگا، اگر نکاح کرلے تو مکروہ تحریمی ہوگا اور دارالاسلام

کی کتابیہ میں بھی اندیشے ہوں تو نکاح مکروہ تنزیہی ہوگا۔ یہ رائے جہاں احناف کی ہے وہیں مالکیہ اور شوافع کی بھی ہے، البتہ حنابلہ کے یہاں جواز ہے (الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۲/ ۷۷)۔

اس سلسلے میں واضح حکم یہ ہے کہ یہ مسئلہ فقہاء کی اصطلاح میں معلل بالفتنہ ہے، اگر کتابیہ سے نکاح نفع بخش ہے تو خوب، ورنہ دور رہنا چاہئے۔ اور واقعات ومشاہدات کی روشنی میں کتابیات کی طرف اس دور میں میلان ایسے ہی مسلمانوں کا ہوتا ہے جن کی دینی حالت بہتر نہیں ہوتی ہے، اس لئے کتابیہ کی رفاقت ان کی حالت بد کو دو آتشہ کردیتی ہے، بلکہ پورا کنبہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہو جاتا ہے، اس لئے ''ایفا'' مسلم ممالک کے ارباب حل وعقد کے سامنے تجویز رکھے کہ وہ اپنے ملک کے مردوں کو پابند کریں کہ کتابیہ سے نکاح نہ کریں اور اسے قانونی شکل دی جائے۔ کتابیہ کی بات تو بہت دور کی ہے، رسول ہدایت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتخاب کے سلسلے میں فاظفر بذات الدین فرمایا جس میں یہ ہدایت ہے کہ دین دار لڑکی کی نکاح کے لئے منتخب کی جائے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر دین دار لڑکے کو ایسی لڑکی مل رہی ہو جس کی دین داری مشتبہ ہے اور اس سے دین دار لڑکے کی دین داری متاثر ہوگی تو فقہ کی روح کا تقاضہ ہوگا کہ اس سے شادی نہ کرنے کا مشورہ دیا جائے۔

۶-ب: ''انما لکل امرئ ما نوی'' (بخاری ومسلم)۔

اگر کوئی عالم وفقیہ داعی ونبیہ یا دین دار تاجر و پیشہ ور کو غلبۂ ظن حاصل ہے کہ وہ کتابیہ سے نکاح کے ذریعہ خود کتابیہ اور اس کے گھر، خاندان اور علاقے میں تبدیلی لاسکتا ہے، ان کے گھروں میں ہدایت کے چراغ روشن کرسکتا ہے تو بسم اللہ، مبارک ہو اسے یہ جذبۂ فراواں، لیکن اگر گھر ہی کے چراغ بجھنے کا اندیشہ ہو تو توبہ واستغفار!

دورِ اول ہی میں کتابیات سے نکاح کی مضرات کا احساس خلیفۂ دوم سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہو گیا تھا، اسی لئے زمانۂ خلافت میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ان کی یہودی بیوی کو طلاق دینے کا حکم فرمایا تھا، اسی لئے فقہاء کی رائے ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے (المغنی ۶/ ۵۶)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: ''إن عمر رضی اللّٰہ عنہ منع حذیفۃ من الزواج بالکتابیۃ لما فیہ من الضرر'' (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹/ ۶۶۵۴)۔

ڈاکٹر وہبہ زحیلیؒ لکھتے ہیں: ''یکرہ تزوج نساء أھل الحرب من الکتابیات الفقہ الاسلامی وأدلتہ'' (۷/ ۱۵۹)۔

''الفقہ علی المذاھب الأربعۃ'' میں طویل عبارت درج ہے جس میں ائمہ کے مسالک کی ترجمانی کی گئی ہے۔ احناف کی رائے ہے کہ حربی کتابیہ جو مسلم ملک کے قوانین کی پابند نہ ہو اس سے مسلم کی شادی حرام ہو کیوں کہ اس سے فتنے کے دروازے کھلیں گے۔

مالکیہ کی دو رائے ہے، ایک تو یہ کہ ہر طرح کی کتابیہ سے نکاح مکروہ ہے، خواہ حربیہ ہو کہ ذمیہ، البتہ حربیہ سے نکاح میں کراہت زیادہ ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ آیت کے ظاہر کو دیکھتے ہوئے کراہت بھی نہیں ہے، اس لئے آیت سے مطلق اباحت ثابت ہوئی ہے۔

شوافع کہتے ہیں کہ کتابیہ دار الاسلام میں ہو تو نکاح مکروہ ہے اور دار الحرب میں ہو تو کراہت، کریلا نیم چڑھا کے مانند ہو جاتی ہے جیسا کہ یہی ایک رائے مالکیہ کی ہے۔

حنابلہ کہتے ہیں: ''یحل نکاح الکتابیۃ بلا کراھۃ لعموم قولہ تعالی والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم۔

الحنفیۃ قالوا: یحرم تزوج الکتابیۃ إذا کانت فی دار الحرب غیر خاضعۃ لأحکام المسلمین، لأن ذلک

فتح لباب الفتنة، والمالكية لهم رايان فى ذلک أحدهما: أن نكاح الكتابية مكروه مطلقا سواء كانت ذمية أو حربية، ولكن الكراهة فى دار الحرب أشد ثانيهما أنه لا يكره مطلقا عملا بظهار الآية، لأنها قد أباحته مطلقا۔

والشافعية قالوا :" يكره التزوج ان كانت فى دارالإسلام و تشتد كراهة إذا كانت فى دار الحرب كما هو راى بعض المالكية۔

والحنابلة قالوا : يحل نكاح الكتابية بلا كراهة لعموم قوله تعالىٰ والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم" (۴/۴۵)۔

۷- قرآن وحدیث نے جن انبیاء کا نام اور جن کتابوں کا تذکرہ کیا ہے ان کے علاوہ کسی شخصیت کو نبی یا کسی کتاب کو آسمانی کتاب قرار دینا منافی ایمان ہے۔ البتہ مختلف باطل مذاہب کی کتابوں میں جو باتیں مطابق فطرت وشریعت مذکور ہیں تو وہ فطرت کی اور وحی الٰہی سے ماخوذ و مستفاد ہے، اس یہ کہا جائے کہ یہ حقیقی وفطری تعلیم سے لی گئی ہیں، نہ یہ کہ ان کتابوں میں ہونے کی وجہ سے درست ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئیاں جو ہندو مذہبی کتابوں سے نقل کی جاتی ہیں اس کی حقیقت بھی یہی ہے، البتہ دعوتی حیثیت سے ویدوں اور ہندو مذہبی کتابوں میں موجود کچھ حقائق کی ایسی تشریحات جن سے ہندو دعوت اسلامی سے قریب ہوں دعوتی نقطۂ نظر سے مفید ہے۔ لیکن یقینی طور سے کوئی بات متعین کرنا یقینی طور پر غلط ہے اور ان کو اہل کتاب ثابت کرنا تو گمراہی وضلالت اور زندیقیت ہے، جس کی وضاحت اس پہلے جواب میں کی جا چکی ہے۔

المسامرہ کی یہ عبارت بہت واضح ہیں:"و أما المبعوثون فالإيمان لهم واجب ومن ثبت شرعا تعينه منهم وجب الإيمان بعينه ومن لم يثبت تعينه كفى الإيمان به إجمالا " (المسامرۃ شرح المسایرۃ ۲۲۵)۔

دوسری عبارت ہے:"وأما الأنبياء والمرسلون فعلينا الإيمان بمن سمى الله تعالى فى كتابه من رسله والإيمان بالله تعالى أرسل رسلا سواهم و انبياء لا يعلم أسماء هم و عددهم الا الله تعالى الذى أرسلهم فعلينا الإيمان بهم جملة، لأنه لم يأت فى عددهم نص وقد قال الله تعالى "و رسلا قد قصصنٰهم عليک من قبل و رسلا لم نقصصهم عليک" (شرح عقیدۃ الطحاویۃ ۲۲۷)۔

۸-(الف) عیسائی مشنریز کے ماحول میں تعلیم:

اسلام کا مکمل تعلیمی نظام کا خاکہ موجود ہے جو عملی دنیا میں منتشر ومفقود ہے، اس کے احیاء وترویج کی ضرورت ہے، مدارس اسلامیہ دینی تعلیم کے اجزاء کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں جن کے مفید ودیرپا نتائج مرتب ہو رہے ہیں۔

علماء مدارس میں ملتِ اسلامیہ ہند کے نونہالوں کی دینی وتعلیمی جال بچھایا گیا اور ان میں مختلف دینی، عصری ضروریات کی تکمیل کرنے والا نصاب رائج ہے جیسے یوپی میں عدیل عباسی اور ان کے رفقاء کی کاوشوں سے دینی تعلیمی کونسل کا قیام اور اس کا نصاب اسی طرح جمعیۃ علماء ہند اور جماعت اسلامی ہند کے تیار کردہ نصاب اور حیدرآباد ودیگر صوبوں کے رائج نصاب جن اسکولوں میں پڑھائے جاتے ہیں ان سے نئی نسل کو فائدہ پہنچ رہا ہے۔

اصولی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد:"كل مولود يولد على الفطرة و أبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه" (مشکوٰۃ المصابیح)، میں اس اس بات کا اشارہ ہے کہ بچوں کو غیر دینی ماحول سے بچایا جائے، اس اعتبار سے ملک میں چلنے والے

عیسائی مشنریز کے تحت چلنے والے انگلش میڈیم اسکولوں یا خود مسلمانوں کی زیر نگرانی چلنے والے انگلش میڈیم اسکولوں یا ہندو مندروں کے تحت چلنے والے اسکولوں یا سرکاری، نرسری اسکول کا تجزیہ کیا جائے تو ان کا ماحول غیر دینی ہوتا ہے۔

اب تین چار سال کے ننھے بچے کو ان اسکولوں میں پڑھانا، نصرانہ کے مرادف ہے، اس لئے حوصلہ افزائی نہیں بالکل روکنا ضروری ہے۔ اور ملت اسلامیہ ہند کی ذمہ داری ہے کہ وہ تعلیم کے باب میں خود کفیل ہونے کے اقدامات کرے اور یہ خوش آئند بات ہے کہ اب بہت سے علماء معیاری اسکول قائم کررہے ہیں، ملت کو ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہئے۔

اس سلسلے کی ضروری بات یہ ہے کہ فرض عین کی تعلیم کا بندوبست والدین کی ذمہ داری ہے، اگر مکتب کی معیاری تعلیم دینی ماحول میں ہوجائے اور عقیدہ وایمان کے تحفظ کا سامان ہوجائے تو اس کے آگے کی تعلیم کے لئے اداروں کا رخ کیا جاسکتا ہے۔

اگر عیسائی طرز کے اسکول کے علاوہ کوئی اسکول نہ ہو تو گھریلو تربیت کا مکمل انتظام کیا جائے اور دینی تعلیم فرض عین کی حد تک ٹیوشن کے ذریعہ دلائی جائے اور اسکول میں انجام پانے والی دین مضر کارروائی سے بچوں کو برابر آگاہ کیا جائے۔

ب- کتابیہ کے حقوق:

کتابیہ کا بیوی کی حیثیت سے وہی حق ہے جو مسلمہ بیوی کا ہے، البتہ کتابیہ مسلم شوہر کی وارث نہ ہوگی۔ عام حالات میں طلاق بھی بغیر معقول وجہ کے نہ دے، ہاں اگر شادی کے بعد شوہر کو یہ اندازہ ہو کہ وہ اس کے دینی امور میں مخل اور مفید ثابت ہورہی ہے تو اسے طلاق تحفظ کی خاطر دینے کا حق ہوگا۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں: "**الکتابیة کالمسلمة فی النفقة والقسم والطلاق و عامة حقوق النکاح، لکن لا توارث بینها و بین المسلم**" (روضۃ الطالبین ۵/۴۷۳)۔

فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ: "**المسلم إذا تزوج میة فله أن یمنعها عن الخروج إلی الکنائس والبیع وبیت النار، ولیس علیه اجبارها علی الغسل من دم الحیض والناس والجنابة**" (۴/۷۲)۔

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ کتابیہ مسلم شوہر کے گھر میں رہ کر ایسی عبادتیں انجام دے سکتی ہے جس سے گھر کے ماحول میں تبدیلی نہ ہو، اسی لئے گھر سے باہر جاکر گرجا گھر وغیرہ میں عبادت کرنے سے شوہر روکے گا۔ اور مذہبی آزادی کا تقاضا یہ ہے کہ کتابیہ اپنے طور پر عبادتی رسوم ادا کرلے، اس کی اجازت شوہر کی طرف سے ہوگی۔

اسی طرح شوہر کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنے اسلامی اخلاق سے کتابیہ کو متاثر کرے اور اسلام کی ترغیب دیتا رہے، دعوتی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوتا رہے۔

ج- عیسائی مشنریز کے اداروں میں معاوضہ لے کر کام کرنا مباح ہے، اگر دین میں فساد آنے کا خطرہ ہو تو فتنہ سے بچنے کی کوشش کرے۔ عیسائی کے ہسپتال سے علاج معالجہ کرانا بھی درست ہے، بہ وقت ضرورت قرض بھی لیا جاسکتا ہے، لیکن علاج یا قرض کے ذریعہ لبھانا مقصد ہو اور کو دفتنہ کا شکار ہوسکتا ہو تو ایمان ودین کا بچانا ضروری ہے، اضطراری احوال جداگانہ ہیں۔ "**آلمشقة تجلب التیسیر، الضرورات تبیح المحظورات**" جیسے ضابطے دلیل کے طور پر فقہاء پیش کرتے ہیں۔

البتہ یہ منصب مسلمانوں کا تھا کہ خدمت خلق کے ادارے کھولیں اس لئے اس جانب توجہ ہونی چاہئے۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق احکام ومسائل

مفتی سعید الرحمٰن فاروقی قاسمی☆

۱- قرآن کریم جس سے زیادہ مستند، معتبر اور محفوظ کوئی کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے اس کتاب میں جن دیگر آسمانی کتابوں کا نام آگیا ہے وہ بھی قرآن کی بدولت آسمانی کتابیں ہیں، اگر چہ ان کا وجود نہیں بلکہ معدوم و منسوخ ہیں نا قابل عمل واتباع ہیں جیسا خود قرآن میں ہے: "ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً ....الخ"، لیکن اس استغناء کی وجہ سے اس کے ماننے والوں کو اہل کتاب نہیں کہا جائے گا۔

پس اہل کتاب اسلامی قانون کے مطابق وہ لوگ ہیں جو کسی آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور اسے مانتے بھی ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم میں ہے چاہے وہ کتاب معدوم و ناپید ہو چکی ہو اور کتابوں مثلاً صحف شیثؑ و ابراہیمؑ وزبور کا نہ تو وجود ہے نہ اس کے ماننے والوں کا اور نہ ہی ان لوگوں کی کوئی خبر ہے لیکن توریت و انجیل کے ماننے والے موجود ہیں جن ذکر خود قرآن میں ہے: "أن تقولوا انما انزل الکتاب علیٰ طائفتین ......الخ"، جن کی تائید فقہ درج ذیل تصریحات سے بھی ہوتی ہے۔

"ذهب جمهور الفقهاء إلی أن (أهل الكتاب)هم اليهود والنصاریٰ بفرقهم المختلفه" (ابن عابدین ج/ ۳ص/ ۲۶۸، فتح القدیر ج ۳/ ۳۷۳، تفسیر قرطبی ج ۲۰/ ۱۴۰) "وتوسع الحنفيه فقالوا إن أهل الكتاب هم كل من يؤمن بنبی ويقر الكتاب ويشمل يهود والنصاریٰ ومن اٰمن بزبور دائود وصحف إبراهيم وشيث وذٰلک بأنهم يعتقدون ديناًسماوياًمنزلاً بكتاب ،والستدل الجمهور بقوله تعالیٰ أن تقولوإنما أنزل الكتاب علیٰ طائفتين ......الخ" (سورة الانعام ۱۵۶ (الموسوعة الفقهیہ، اہل الکتاب۔۱۔۲۔ ج۷، ص ۱۴۰)۔

۲- صابئین ؟

صاحب "معارف القرآن" لکھتے ہیں کہ صائبین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات اور طرز عمل کے بارے میں چونکہ کسی کو پورا پتہ نہ چلا اس لئے اقوال مختلف ہے۔ لفظی طور پر صابئین، صابی یا صاب کی جمع ہے صابی کا لفظی ترجمہ یہ ہے 'اپنا دین چھوڑ کر دوسرے کا دین قبول کر لینا'، لیکن بعض کی تحقیق کے مطابق صابی عرب کا ایک فرقہ تھا جو سیدنا ابراہیمؑ کو مانتا تھا یا نوحؑ کے دین پر تھا فرشتوں کی پرستش کیا کرتا عبادت کے وقت اپنا رخ کعبہ کی طرف کرتا تھا (جامع قرطبی ج ۱/ ۳۹۵) پر تفصیلی بحث موجود ہے:

"الرابعة قوله تعالیٰ (الصابئين)جمع صابی وقيل صاب ولذلک اختلفوافی همزه ،وهمزه الجمهور إلا نافعاً فمن همزهٔ جعله من صبأت النجوم اذاطلعت وصبأت ثنيية الغلام إذاخرجت ومن لم يهمز جعله من صبا يصبوإذامال،فاالصابی فی اللغة،من خرج ومال من دين إلیٰ دين ولهٰذاكانت العرب تقولولمن اسلم قد صبا فاالصابؤن

☆ مفتی دارالافتاء دارالعلوم امدادیہ، ممبئی۔

قد خرجو امن دین اهل الکتاب" (الجامع الاحکام للقرطبی ۷/۲۹۵)۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صابئین اہل کتاب میں سے نہیں ہے مگر امام اعظم ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ وہ اہل کتاب میں سے ہیں، اس لئے نکاح وذبیحہ کے حلت کا قول ان کے طرف منسوب ہے:

"قال ابو حنیفةؒ والحنابلةؒ إنهم أهل الکتاب فیجوز للمسلم الزواج للصابیبات،لأن صابیئة قوم یؤمنون بکتاب فانهم یقرون الزبور ولا یعبدون الکواکب لکن یعظمونها کتعظیم مسلم الکعبة فی الاستقبال الیهالکنهم یخالفون غیر هم من أهل الکتاب فی بعض دیاناتهم وذالا یمنع الزواج کالیهود مع النصاریٰ" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۵۶)۔

مگر حضرت قتادہؒ حضرت حسن بصریؒ حضرت مجاہدؒ وغیرھم کے اقوال وآراء ان حقیقت (تحقیق) کرنے کے بجائے حکیم الامتؒ کی رائے گرامی درست معلوم ہوتی ہے کہ ان حقیقت غیر واضح ہے (واللہ تعالیٰ اعلم) اوراب کتابوں کی دنیا میں ان کا ذکر ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے لیکن واقع وہ روئے زمیں کب موجود تھے اوراب ان کی نسل ہے یا نہیں ان کی تحقیق نہیں ہوسکتی۔

۴-موجودہ دور کے اہل کتاب:

موجودہ دور کے مغربیی ملک کے رہنے والے یہودی وعیسائی جو قولی یہودی وعیسائی ہیں مذہب سے ان دوری کوئی تعلق نہیں ہے وہ دین، مذہب، رسول، پیغمبر حتی کہ وجود باری تعالی کے بھی قائل نہیں ہیں نہ وہ اہل کتاب میں شامل ہیں نہ ان کے احکام اہل کتاب کے احکام ہیں سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں" قرآن کریم کے بعد کسی سماوی کتابوں کے دعوے داروں اور خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی نبی کے قائلین کا شمار اہل کتاب نہیں کیا جاسکتا ہے اولاً تو اس لئے کہ اہل کتاب کے لئے قرآن کریم کی نصوص شرعیہ کی اصطلاح ہیں، اس لئے اس کی مراد متعین ومعروف ہیں۔

"موسوعہ فقہیہ" میں اہل کفر کی تین قسمین بیان کی گئی ہیں "من لا کتابه لهم" (جن کے پاس کوئی کتاب نہیں)، "من لهم کتاب" (جن کے پاس کوئی مذہبی کتاب ہے) اور "عبدة الاوثان" (بتوں کے پجاری)، یہ" من لهم کتاب منزل وان کان محرفاً" میں شامل نہیں ہیں اس لئے یہ مرتد اور خارج اسلام یا بنیادی اصول اسلام کے انکاری ہونے کی وجہ سے کافر ہیں،" فتاویٰ محمودیہ" میں ہے:

جو فرقے کتابی ہیں کسی نبی رسول پر ایمان رکھتے ہیں، کسی آسمانی کتاب کے مقر اور معتقد ہیں ایسے فرقوں کی عورتوں سے نکاح کرنا صحیح ہے، مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ پھر بعض علماء کے نزدیک یہ مکروہ تنزیہی ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ کتابیہ ذمیہ سے تو مکروہ تنزیہی ہے اور حربیہ سے مکروہ تحریمی ہے۔ ذمیہ وہ ہے جو اسلامی حکومت میں بادشاہ کی رعیت بن کر رہے اور حربیہ وہ جو ایسی نہ ہو۔ اور بعض علماء یہ فرماتے ہیں کہ کتابیہ اس وقت نکاح جائز ہے، جبکہ وہ حضرت عیسیٰؑ یا حضرت عزیرؑ کے متعلق یہ اعتقاد نہ رکھتی ہو کہ وہ معبود ہیں یعنی اس کا عقیدہ مشرکانہ ہو ورنہ جائز نہیں اور ایک جماعت نے اسی پر فتویٰ دیا ہے (فتاویٰ محمودیہ ج ۲/ ۴۷، مکتبہ محمودیہ میرٹھ)۔

۵- قادیانیوں کی کوئی قسم اہل کتاب میں نہیں ہے خواہ نسلی ہو یا مرتد۔ کیونکہ اصول اسلام کے منکر ہیں اور اس انکار کے بغیر وہ قادیانی نہیں بن سکتے ہیں، پھر یہ قرآن کریم کی اصطلاح کے مطابق اہل کتاب نہیں ہے،" فتاویٰ رحیمیہ" میں لکھا ہے کہ:

قادیانیوں کی اولاد نسلی مرزائی قادیانی غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مسلمان مانتی ہو تو وہ بھی کافر ہیں ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہیے ان کو اہل کتاب کے حکم میں قرار دینا سمجھ میں نہیں آتا، علامہ شامیؒ غالی روافض کو کافر مانتے، ہیں اور ان کو اہل کتاب نہیں سمجھتے تو قادیانی کا

شمار اہل کتاب میں کیسے ہوسکتا ہے۔حضرت مولانا یوسف صاحبؒ لدھیانوی اس موضوع پر کافی بصیرت رکھتے ہیں اور رد قادیانیت پر کئی رسائل تصنیف فرمائے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے کہ:

☆جو شخص قادیانیت کی طرف مرتد ہوا وہ مرتد بھی ہے اور زندیق بھی۔

☆اس کی صلبی اولاد بھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ حکماً مرتد ہے اور زندیق بھی۔

☆اس کی اولاد کی اولاد مرتد نہیں بلکہ خالص زندیق ہے۔

☆ مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہیں دونوں سے مناکحت باطل اور دونوں کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے،اس لئے کسی قادیانی کا ذبیحہ کسی حال میں حلال نہیں (فتاویٰ رحیمیہ ج ۷ رص ۶۸ ر ۶۹ ،مکتبہ رحیمیہ راندیر سورت (گجرات)۔

۶-اہل کتاب عورت سے نکاح:

اہل کتاب خواتین سے مسلمانوں کا دارالاسلام میں نکاح جائز نہیں تو دارالکفر میں بدرجہ اولیٰ درست نہیں،کیونکہ اہل کتاب خواتین اسلام سے مانوس ہونے اور سچائی قبول کرنے کے بجائے مسلمان مردوں کو اسلام سے دور اور باطل راستوں پر ڈال دیتی ہے،اور اسلام سے دوری کا راستہ اور سبب بہت بڑا فتنہ ہے اور فتنہ سے اجتناب اور احتیاط اور اس کا سد باب ضروری ہے۔

اکابر صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر علماء دیوبند نے اسی موقف کو ترجیح دی ہیں،فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ'' آج کل کے عیسائی مذہب کے منکر ہیں کسی کتاب اور دین کے قائل نہیں نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے،لہٰذا ان کا حکم اہل کتاب کا نہیں (فتاویٰ محمودیہ ج ۲ رص ۴۷)۔

۷-قرآن کریم کے علاوہ کسی کتاب کو محفوظ الہامی کتاب ماننا ممکن نہیں:

برادران وطن کی کتابوں کو آسمانی کتاب نہ ہی ان کے رہنماؤں کو نبی اور رسول قرار دیا جاسکتا ہے دونوں باتوں کو ماننے کے لئے دلیل قطعی لازم ہے اور وہ معدوم ہے،اس لئے ان کتابوں اور رہنماؤں کے بارے میں یقین اور اعتقاد کی کوئی بنیاد نہیں ہے،دعوتی نقطہ نظر سے بدرجہ ظن تقرب اذہان کے لئے کوئی بات ظاہر کی جائے تو کوئی حرج بھی نہیں بلکہ ''أدع إلیٰ سبیل ربک بالحکمة ... الخ''کا حصہ ہے۔

مشنریز کے اداروں سے استفادہ:

(الف) عروس البلاد شہر کے غیور مسلمانوں عیسائی مشنریز اور اس قسم کے دیگر مخرب اخلاق وعقائد اداروں کے مضر اثرات ونتائج کو دیکھتے ہوئے متبادل عصری،دینی،تربیتی تعلیم گاہوں کا نظم ابتدائی درجے میں کیا جو بہت مفید اور کارآمد ہے۔اور امت مسلمہ کے نقش قدم کا دے سکتے ہیں جس میں قابل ذکر صفا اسلامک اسکول،ملت اسکول وغیرہ ہیں۔

(ب) اہل کتاب اور اہل اسلام دونوں کے حقوق ہر معاملہ میں یکساں نہیں ہیں تاہم کچھ معاملات میں یکساں ہیں ان ہی میں سے بلاوجہ شرعی'' طلاق دیدینا اور چھوڑ دینا بھی ہے خاص طور پر اگر مقصد نکاح تکمیل شہوت ہو اور طلاق دے جائے تو متعہ کی مشابہت ہے یہ صورت اور زیادہ قبیح اور ممنوع ہونی چاہیے۔

وہ مذہبی مراسم جس میں عقیدہ کا فساد نہ ہو اور گھر کے ماحول میں بگاڑ نہ پیدا ہوتا ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے تو وہ خلوت خانہ میں ادا کرلیا کریں بصورت دیگر فتنے کا سد باب ضروری ہے۔

(ج) عموماً ان اداروں سے استفادہ کرنے اور کام کرنے میں دین وایمان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے اور ان اداروں کا مقصد بھی یہی ہے اس لئے ہر شخص کو اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے،البتہ وہ جو اہل علم اور اہل دیانت سے مربوط ہیں اور ان کی نگرانی میں زندگی گزارنے پر

یقین رکھتے ہیں ان کو اپنے ان اہل علم وفضل کی اجازت ومشورے سے مالی استفادہ کرنے اور کام کرنے بوقت مجبوری وضرورت اجازت ہونی چاہیے۔

☆☆☆

قرآن مجید میں اہل کتاب کا تذکرہ اوران سے متعلق احکام

مفتی اشرف عباس قاسمی☆

قرآن مقدس نے جہاں ایک مکمل دستور اور نظام کا تصور پیش کیا ہے وہیں اس نے امم ماضیہ کے احوال اور شرائع سابقہ کی بھی بعض تفصیلات کو ذکر کیا ہے تا کہ آنے والی انسانیت کے لیے سامان عبرت ثابت ہو۔ارشاد ربانی ہے: ''**لقد کان فی قصصهم عبرة لأولی الا لباب**''(یوسف:۱۱۱)(ان (انبیاء وامم سابقین) کے قصہ میں سمجھ دار لوگوں کے لیے (بڑی) عبرت ہے)۔

قرآن میں چار گروہوں کا تذکرہ:

یوں تو قرآن مقدس نے مختلف اقوام کا تذکرہ کیا ہے،لیکن خصوصیت کے ساتھ چار مذاہب ایسے ہیں جن کے احوال ومعتقدات کو ذکر کرنے کے ساتھ ان پر زبردست چوٹ کی گئی ہے اور انہیں واضح دلائل وبراہین قائم کر کے ہوش کے ناخن لینے کی دعوت دی گئی ہے، مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ان گروہوں کا تذکرہ اس طرح کیا ہے ''**قد وقعت المخاصمة فی القرآن العظیم مع الفرق الاربع الضالة : المشرکین والیهود والنصاری والمنافقین، وهذه المخاصمة علی طریقین الأول ان یذکرسبحانه و تعالی العقیده الباطله مع التنصیص علی شناعتها و یذکر استنکار ها فحسب ،والثانی ان یبین شبهاتهم الواهیه و یذکر حلّهابا لأدله البرهانیة او الخطابیة**''(الفوز الکبیر ص۱۹،دیوبند)۔

'' قرآن کریم میں چار فرق ضالہ کے ساتھ مخاصمت ہوئی ہے،مشرکین ، یہود،نصاری،اور منافقین،اور یہ مخاصمت دو طریقوں پر ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالی عقیدہ باطلہ کا تذکرہ اس کی قباحت کی وضاحت کے ساتھ کرتے ہیں اور فقط اس پر نکیر کردیتے ہیں دوسرے یہ کہ ان کے شبہات واہیہ کو واضح کر کے ادلہ برہانیہ یا خطابیہ کے ذریعہ اس کا جواب دیتے ہیں ''

ان چاروں گروہوں میں سے یہود ونصاری کو سیاسی ، اقتصادی اور معاشرتی اعتبار سے خاص امتیاز حاصل تھا، یہ شرائع سابقہ سے وابستگی،علم ودانش،اور دولت واقتدار کی وجہ سے اقوام عالم پر فوقیت رکھتے تھے اس لیے قرآن مقدس نے بھی ان کی حیثیت عرفی کا خیال رکھا اور دیگر اقوام وملل کے برعکس انہیں ''اہل کتاب' سے موسوم کیا۔

اہل کتاب کے تذکرے:

قرآن مقدس نے خصوصیت کے ساتھ اہل کتاب کا تذکرہ کیا ہے مختلف پیرائے سے اہل کتاب کو مخاطب بنانے کے علاوہ جا بجا بنی اسرائیل پر انعامات الہیہ کا ذکر کیا ہے،قرآن مقدس میں اہل کتاب کے خصوصی تذکرے کی بہ ظاہر تین وجوہ ہیں:۔

☆ استاذ دار العلوم دیوبند۔

۱- یہود ونصاریٰ بھی امت دعوت میں شامل اور کتاب ہدایت کے آفاقی اور عالمگیر پیغام کے مخاطب ہیں " یأ یھالناس إنی رسول اللہ إلیکم جمیعاً "(اعراف:۱۵۸)،اس سے واضح ہے محسن انسانیت، رحمۃ للعالمین ﷺ کی رسالت تمام طبقات انسانی کے لیے ہے ورنہ انبیاء سابقین مخصوص خطے اور مخصوص قوم کے لیے مبعوث ہوتے تھے، یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے عالم گیریت کا دعویٰ نہیں کیا یہ دعویٰ صرف اور صرف پیغمبر آخر الزماں ﷺ کا ہے؛ اس لیے یہاں کسی انتخاب اور مباحثے کی چنداں ضرورت نہیں، اس کی ضرورت تو وہاں پیش آتی جہاں ایک سے زائد دعویدار ہوتے لہذا عالم گیریت کا سہرا صرف خاتم النبین کے سر ہے، دیگر مذاہب کے متبعین جو اپنے مذہب کو سارے عالم کے لیے نجات دہندہ بنا کر پیش کرتے ہیں وہ خود اپنے مقتدا اور صاحب مذہب پیغمبر کی مخالفت کر رہے ہیں۔

۲- یہود نصاریٰ اس وقت کی دیگر اقوام وملل کے مقابلے میں کسی نہ کسی درجے میں زیادہ علم رکھتے تھے، تورات کا ذخیرہ ان کے پاس تھا، انجیل کی تلاوت وہ کیا کرتے تھے، ان کے پاس اپنا ایک آئین تھا، شرعی نظام تھا، ان میں لکھنے پڑھنے والوں کی بھی خاصی تعداد تھی ان کے پاس معابد کے علاوہ مدارس بھی تھے۔

۳- ان کا دعویٰ تھا کہ وہ انبیاء سابقین کی شرائع مانتے اور صحیح معنوں میں ان انبیاء کرام کے پیروکار ہیں وہ اولاد انبیاء سے ہیں اور انبیاء کی وراثت نسلاً بعد نسل ان میں منتقل ہوتی رہی ہے، قرآن مقدس نے بھی ایک ایسی شریعت پیش کی تھی جو انھی انبیاء کے شرائع کا تسلسل تھی اس لیے خصوصیت کے ساتھ جابجا اہل کتاب کو متوجہ کیا۔

قرآن مقدس کا انداز تخاطب:

قرآن مقدس کتاب ہدایت ہے، توحید کا وہ پیغام جسے انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنے اپنے زمانے میں اپنی قوموں کے سامنے پیش کرتے رہے، قرآن مقدس اس کا سب سے بڑا داعی اور نقیب ہے، مرور زمانہ کے ساتھ اہل کتاب کے عقیدہ توحید میں دراڑیں پڑ گئی تھیں۔ اور یہود عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ نے عیسیٰ مسیح کو ابن اللہ قرار دے رکھا تھا، "إن اللہ ثالث ثلاثہ" کا عقیدہ گڑھ رکھا تھا، اس پر طرہ یہ کہ ان سب کے باوجود بھی وہ اپنے آپ کو اہل توحید ہی شمار کرتے تھے، قرآن مقدس نے بہت بلیغ انداز میں ان کے سامنے توحید کا صحیح تصور پیش کیا۔ "قل ھو اللہ احد، اللہ الصمد ،لم یلد ولم یولد، ولم یکن لہ کفوا احد"۔ اور واضح طور پر انہیں صحیح عقیدہ توحید کی طرف عود کرنے کی دعوت دی ۔

"قل یأھل الکتاب تعالو الی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم أن لا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون اللہ فان تولو فقولوا اشھدوا بأنامسلمون" (آل عمران:۶۴) (آپ فرمادیجئے کہ اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب نہ قرار دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر، پھر اگر وہ لوگ اعراض کریں تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں)۔

یہود نصاریٰ میں جو اخلاقی اور معاشرتی برائیاں در آئی تھیں جس کی وجہ سے انہیں نہ صرف سیادت وقیادت سے محروم ہونا پڑا بلکہ ذلت ورسوائی کو ان کا مقدر بنا دیا گیا؛ قرآن مقدس نے ان کے اسباب وعلل پر تفصیل سے روشنی ڈالی، نہایت عبرت انگیز انداز میں بنی اسرائیل کے عروج وزوال کی کہانی سنا کر قرآن کریم نے واضح کر دیا کہ بنی اسرائیل اگر آئندہ بھی اپنی حرکتوں سے باز نہیں آئے تو قدرت کے نادیدہ ہاتھوں انہیں سبق سکھایا جاتا رہے گا (دیکھیے سورۃ بنی اسرائیل: ۴ سے ۹ تک)۔

قرآن مقدس نے مختلف مقامات پر اہل کتاب بالخصوص یہود کی کارستانیوں کی قلعی کھولی ہے۔ یہود کا مختلف زمانے میں حق جل مجدہ کے پاکیزہ پیغمبروں کے ساتھ گھناؤنا طرز عمل رہا ہے؛ ایذا رسانی، الزام تراشی حتی کہ انبیاء کے خون ناحق سے بھی ان کے دامن داغدار رہے ہیں، قرآن مجید نے ان کی ان غلط کاریوں پر زبردست تنقید کر کے انہیں صحیح راہ عمل دکھائی ہے "**وضربت عليهم الذلةوالمسكنة وباء وا بغضب من الله،ذلک بانهم كانو ا يكفرون بايات الله ويقتلون النبين بغير حق، ذلک بماعصوا وكانو يعتدون**" (البقرہ:۶۱) (اور جم گئی ان پر ذلت اور پستی، اور مستحق ہو گئے غضب الٰہی کے، یہ اس وجہ سے کہ وہ لوگ منکر ہو جاتے تھے احکام الٰہیہ کے اور قتل کر دیا کرتے تھے پیغمبروں کو ناحق، اور یہ اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے اطاعت نہ کی اور دائرہ سے نکل جاتے تھے)۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن میں موجود یہود کی درج ذیل گمراہیوں اور ناہنجاریوں کو ذکر کیا ہے۔

(۱) توراۃ کے احکام میں لفظی یا معنوی تحریف (۲) آیات توراۃ کا کتمان (۳) تورات میں اپنی طرف سے اضافے (۴) احکام توراۃ کی تنفیذ میں کوتاہی (۵) اپنے مذہب کے تعلق سے آخری درجے کی عصبیت (۶) رسول اکرم ﷺ کی رسالت کا انکار، رسول اکرم ﷺ کی گستاخی اور آپ پر بلکہ ذات باری تعالی پر طعن وتشنیع (۷) بخل، طمع اور اس طرح کی دیگر صفات ذمیمہ میں ابتلاء (دیکھیے: الفوز الکبیر ص۲۶، ۳۰)۔

جب کہ نصاریٰ میں بنیادی طور پر یہ گمراہی درآئی تھی کہ انہوں نے ذات باری تعالی کے لیے تین اجزا کا عقیدہ گڑھ لیا تھا، اسی طرح وہ عیسی علیہ السلام کی مصلوبیت کے بھی قائل تھے، فارقلیط کے لفظ میں بھی تحریف کر ڈالی تھی۔

قرآن مقدس ہر حال میں عدل وانصاف کی تاکید کرتا ہے وہ اپنے ماننے والے کو تلقین کرتا ہے کہ وہ کسی بھی حال میں حق اور انصاف کا دامن اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑیں اگر چہ سامنے دشمن قوم ہی کیوں نہ ہو، "**ولا يجرمنكم شنانٰ قوم على ان لا تعدلو ا، اعدلو هو اقرب للتقوى**" (المائدہ: ۳) (اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو اس پر باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقوی سے زیادہ قریب ہے)۔

چنانچہ قرآن کریم نے اپنے اسی عادلانہ اور فراخ دلانہ ضابطے کے تحت اہل کتاب کی ان شخصیات کو سراہا ہے جنھوں نے سازشوں اور دسیسہ کاریوں سے باز رہ کر تلاوت کتاب، ایمان اور عمل صالح کی باد بہاری سے اپنے قلب ونظر کی انجمن کو سجا رکھا تھا۔

"**ليسو سواء اً ،من أهل الكتاب أمة قائمة يتلون آيات الله آناء الليل وآناء النهار وهم يسجدون ،يومنون با الله واليوم الآخر و يسارعون فى الخيرات ، و اولئک من الصالحين، وما يفعلوا من خير فلن يكفر وه، والله عليم بالمتقين** " (آل عمران: ۱۱۴) (یہ سب برابر نہیں، ان اہل کتاب میں سے ایک جماعت وہ بھی ہے جو قائم ہیں، اللہ کی آیتیں اوقات شب میں پڑھتے ہیں اور وہ نماز بھی پڑھتے ہیں، اللہ پر اور قیامت والے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام بتلاتے ہیں اور بری باتوں سے رکتے ہیں نیک کاموں میں دوڑتے ہیں اور یہ لوگ شائستہ لوگوں میں ہیں اور یہ لوگ جو نیک کام کرتے ہیں اس سے محروم نہ کیے جائیں گے اور اللہ تعالی اہل تقوی کو خوب جانتے ہیں) سورۃ مائدہ کی آیت نمبر 84، اور 85 میں قرآن کریم ان اہل کتاب کی صفات حمیدہ کو ذکر کر کے انہیں جنت کی بشارت سنا رہا ہے جبکہ سورہ اسرا میں انہیں نہ صرف اہل کتاب بلکہ اہل علم کہہ کر زبردست اعزاز عطا کیا ہے۔

اہل کتاب کے متعلق دو خصوصی احکام:

قرآن مقدس نے دیگر تمام اقوام وملل کے مقابلے میں اہل کتاب کے تعلق سے دو امتیازی احکام ذکر کیے ہیں جو دیگر ملل کے مقابلے

میں اہل کتاب کے تئیں اسلام کے خاص طرز عمل کو واضح کرتے ہیں یہ دو احکام یہ ہیں:۔

(۱) اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے:۔قرآن مقدس نے جانوروں کے ذبح کے سلسلے میں خاص احکام دیئے ہیں فرمایا:"**ولا تأ کلوا ممالم یذکر اسم الله علیه وانه لفسق**" (انعام:۱۲۱)(اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ،جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اور بلا شبہ یہ گناہ کی بات ہے)،اس لیے اگر کوئی غیر مسلم کسی جانور کو ذبح کرتا ہے تو وہ حلال نہیں ہے بلکہ از روئے شرع وہ میتہ ہے۔لیکن قرآن نے ذبح کے سلسلے میں اہل کتاب کو بھی اہل ایمان کے درجہ میں رکھا ہے اور کہا ہے "**وطعام الذین أو توا لکتاب حل لکم و طعامکم حل لهم**"(المائدہ :۵)(اور جو لوگ کتاب دئے گئے ہیں ان کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کو حلال ہے)۔

۲-اہل کتاب خواتین سے نکاح جائز ہے:

دوسرا ایک اور امتیازی مسئلہ جس کا تعلق بین مذاہب شادی سے ہے قرآن نے اس سلسلے میں واضح ہدایات دیتے ہوئے مشرکین سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے لیکن اہل کتاب کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے،اگر چہ یہاں بھی اسلام نے اپنی برتری کو باقی رکھتے ہوئے جانبین سے نکاح کو جائز قرار دینے کے بجائے صرف اس حد تک گنجائش دی ہے کہ مسلم مرد،کتابیہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے مسلم خاتون کا کتابی مرد سے نکاح تو بہر حال کسی بھی طرح جائز نہیں ہے" **والمحصنات من الذین اوتوا لکتاب من قبلکم**" (المائدہ:۵)(اور پارسا عورتیں ان لوگوں میں سے بھی جو تم میں سے پہلے کتاب دئے گئے ہیں(حلال ہیں)۔

قرآن کریم نے امتیازی طور پر کتابیہ سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور مشرکات کے نکاح سے منع کر دیا ہے،اس کی متعدد حکمتوں میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ کتابیہ بعض بنیادی اصول مثلاً اللہ پاک کا اعتراف،رسولوں،یوم آخرت اور حساب وعقاب پر ایمان میں مسلمان کے ساتھ شریک ہے؛گویا ان بنیادوں پر اتصال کی راہیں موجود ہیں جن سے ایک خوش گوار ازدواجی زندگی کی امید کی جاسکتی ہے اور اس کے اسلام کی بھی توقع ہے اس لیے کہ بہر حال وہ ابنیاء ورسل کی کتابوں پر ایمان رکھتی ہے۔اب رہی بات کہ مسلمان تو کتابیہ سے نکاح کر سکتا ہے لیکن کتابی کا مسلم خاتون سے نکاح کیوں صحیح نہیں ہے تو اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمان تمام انبیاء اور ادیان پر(اس کے صحیح ابتدائی اصول کی روشنی میں)ایمان رکھتا ہے لہذا اس کی طرف سے زوجہ کے عقیدے یا جذبات مجروح ہونے کا خطرہ نہیں ہے جب کہ غیر مسلم مرد،اسلام کا منکر ہے اس لیے اس بات کا خطرہ موجود رہے گا کہ وہ اپنی بیوی کو اپنے دین ومذہب سے شاید متاثر کر دے ویسے بھی عورت بہت منفعل المزاج اور اثرات کو نہایت تیزی سے قبول کرتی ہے نیز وقتاً فوقتاً اس مرد کی طرف سے عورت کی جذبات ومعتقدات کے مجروح ہونے کا بھی اندیشہ ہے(دیکھئے:الفقہ الاسلامی ۷/۱۵۹)۔

موضوع سے متعلق ان تفصیلات کے بعد ذیل میں اختصار کے ساتھ اکیڈمی کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کے جوابات تحریر کیے جارہے ہیں:

۱-اہل کتاب کا مفہوم:

یہودیت میں اہل کتاب کا اطلاق فقط یہودیوں پر ہوتا ہے،اور کتاب سے توراۃ یا تلمود کو مراد لیا جاتا ہے اس طرح یہودیت، عیسائیت کو اہل کتاب کا مصداق نہیں مانتی ہے(دیکھئے،ویکیپیڈ یا الموسوعۃ الحرۃ،نیٹ ایڈیشن)۔

جب کہ قرآن مقدس کی اصطلاح میں اہل کتاب وہ یہود ہیں جن کے پیغمبر موسی علیہ السلام پر تورات نازل ہوئی،اور وہ نصاری ہیں جن کے پیغمبر حضرت عیسی علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی۔

اہل کتاب کے بجائے ان کو اہل کتابین بھی کہا جاتا ہے، یہ گویا قرآن مقدس کی طرف سے ان کا اعزازی لقب ہے، بعض حضرات کی رائے میں انہیں ''اہل کتاب'' سے موسوم کیا جانا درحقیقت زجر وتوبیخ کے لیے ہے گویا انہیں عار دلایا جا رہا ہے کہ تم تو اصحاب علم وفراست ہو آسمانی کتاب تمہارے پاس ہے اس کے باوجود اپنی ناہنجاریوں سے باز آ کر راہ راست نہیں اختیار کر رہے ہو۔

۲-صائبین اہل کتاب میں ہیں؟

بعض حضرات نے صائبین کو بھی اہل کتاب میں شمار کیا ہے، ان کے مطابق یہ وہ اہل توحید ہیں جو حضرت یحیی علیہ السلام کے متبعین تھے اور ان پر نازل شدہ آسمانی کتاب کے پیروکار تھے جس کا تذکرہ آیت ذیل میں ہے ''يحيى خذا لكتاب بقوة" (مریم: ۱۲) (اے یحیی کتاب کو مظبوط ہو کر لو)، لیکن صائبین کے سلسلے میں کوئی حتمی بات کہنا مشکل ہے، علامہ آلوسی نے صائبین کی تفسیر میں مختلف اقوال نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

''**قيل:هم قوم موحدون يعتقدون تأثير النجوم ويقرون ببعض الأنبياء كيحيى عليه السلام ، وقيل: إنهم يُقرون با الله تعالى ويقرأون الزبور ويعبدون الملائكة ويصلون إلى الكعبة، وفى جواز مناكحتم و أكل ذبائحم كلام للفقهاء يطلب فى محله** '' (روح المعانی ۱/ ۳۹۱) (ایک قول یہ ہے کہ موحد ہیں جو کواکب کے مؤثر ہونے کا عقیدہ رکھتے اور بعض انبیاء مثلاً یحی علیہ السلام کو مانتے ہیں، دوسرا قول یہ ہے یہ اللہ تعالی کو مانتے اور زبور کی تلاوت کرتے ہیں ملائکہ کی پرستش کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں ان سے نکاح کے جواز اور ذبیحہ حلال ہونے میں فقہاء نے کلام کیا ہے جسے اپنی جگہ پر دیکھا جا سکتا ہے)۔

اس سلسلے میں امام اعظم ابوحنیفہؒ اور صاحبینؒ کے درمیان اختلاف معروف ہے لیکن درحقیقت وہ بھی اپنی اپنی معلومات پر مبنی ہے۔

''**وقيل: ليس هذا باختلاف فى الحقيقه و إنماالاختلاف لا شتباه مذاهبهم ،لذامن اعتبر الصائبة من عبد ة الأوثان وهم الدين يعبدون الكواكب ، حرم مناكحتهم ومن فهم أن مناكحتهم حلال،فهم أن لهم كتابا يؤمون به** '' (الفقہ الاسلامی ۷/ ۱۶۲) (اور کہا گیا ہے کہ یہ حقیقی اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ اختلاف صائبین کے مذاہب کے واضح نہ ہونے کے سبب ہے، چنانچہ جنہوں نے صائبین کو بتوں کا پجاری اور کواکب پرست قرار دیا انہوں نے نکاح حرام قرار دیا اور جنہوں نے نکاح جائز قرار دیا ان خیال میں ان کے پاس ایک (آسمانی) کتاب ہے جس پر وہ ایمان رکھتے ہیں)۔

تاریخ ایران پر ایک مستند مستشرق کی کتاب کا اردو ترجمہ ابھی حال ہی میں نکلا ہے (انجمن ترقی اردو، دہلی) اس کے صفحہ ۷۴ پر فاضل مترجم، ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اورنٹیل کالج لاہور، لفظ مینڈین پر حاشیہ دیتے ہیں: مینڈین بہ زبان آرامی بمعنی اولوالعلم، اس فرقے کے لوگ عراق میں اب بھی موجود ہیں، اور صابیون کہلاتے ہیں، وہ لوگ اگرچہ عیسائی نہیں ہیں؛ تاہم جان دی بپٹسٹ کو مانتے ہیں، عراق میں عوام الناس ان کو حضرت یحیی کی امت کہتے ہیں۔

۳-موجودہ اہل کتاب:

قرآن مقدس میں اہل کتاب کے حوالے سے مختلف آیات ربانیہ میں جو تفصیلات وہدایات ذکر کی گئی ہیں اس کا سرسری جائزہ پیش کر دیا گیا۔ اب رہی بات کہ موجودہ اہل کتاب کون ہیں جن سے خاص احکام وابستہ ہیں تو یہ مسئلہ نازک بھی ہے اور طویل الذیل بھی، قرآن مقدس نے اہل کتاب کے تعلق سے دو خاص احکام ذکر کیے ہیں یعنی ذبیحہ کی حلت اور کتابیہ سے نکاح کا جواز تو اگر ثابت ہو جائے کہ موجودہ یہود و نصاری وہی ہیں جنہیں قرآن نے اہل کتاب کہا ہے تو یقینی طور سے موجودہ یہود ونصاری کے تعلق سے بھی یہ دونوں امتیازی احکام ثابت ہو جائیں

گے اور اگر ان کا اہل کتاب ہونا ثابت نہ ہوسکا تو یہ احکام بھی ان سے متعلق نہ ہوسکیں گے۔ اہل کتاب مومن ہیں؟ یہاں سب سے پہلے اس غلط فہمی کا ازالہ ضروی ہے کہ بعض حضرات متجد دین نے اہل کتاب کے ساتھ چند اشتثنائی احکام کو دیکھ کر انہیں بھی ناجی مومنین میں شمار کر رکھا ہے جو سراسر ناواقفیت اور کتاب مقدس میں تحریف ہے، سورۂ بینہ میں یہود و نصاری دو جگہ کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔ دوسری آیت میں واضح طور پر کہا گیا ہے: ''إن الذين كفرو من أهل كتاب و المشركين في نا رجهنم خالدين فيها اولئک هم شر البريه'' (البینہ:٦) (بے شک جو اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ لوگ بدترین ہیں)۔

اس لیے'' آیت قرآنیہ'' نیز دیگر بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت محمد بن عبداللہ ﷺ کی بعثت کے بعد مومنین وہی لوگ ہیں جو آخری نبی محمد ﷺ کی شریعت کو دل سے مانتے ہیں، لہذا یہود و نصاری کو مومنین کی فہرست میں شامل کرنا خطرناک تلبیس اور مداہنت فی الدین ہے، اگر واقعتہً اس کا اعتقاد بھی ہو تو اندیشۂ کفر ہے'' (چند اہم عصری مسائل ص ٦٢)۔

اکثر اہل کتاب ملحد ہیں:

یوں تو نزول قرآن کے وقت بھی یہود نصاری عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے بگڑے ہوئے تھے لیکن بعد کے ادوار میں یوروپ میں لادینیت کی فضا کے طوفان اور مذہب بیزاری کے رجحان نے اس میں مزید اضافہ کر دیا اس لیے موجودہ یہود و نصاری پر اہل کتاب کا اطلاق کر کے ان کے لیے استثنائی احکام ثابت کرنا غور طلب بن گیا ہے۔

مفتی شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں: وہ لوگ جو آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی یا نصرانی لکھواتے ہیں ان میں بہت سے وہ لوگ ہیں جو اپنے عقیدے کی رو سے یہودیت یا نصرانیت کو لعنت سمجھتے ہیں ان کا توارۃ انجیل پر عقیدہ ہے اور نہ حضرت موسی علیہ السلام پر، وہ عقیدے کے اعتبار سے باکل لا مذہب ہیں اور دہریے ہیں، محض قومی یا رسمی طور سے اپنے آپ کو یہودی اور نصرانی کہتے ہیں'' (معارف القرآن ۳؍ ٦۴)۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ فرماتے ہیں:'' قلت الظاهر ان المراد با هل الكتاب فى الاية موحدوهم بدليل قوله تعالى '' ولا تنكحو ا المشركات حتى يومن '' وقال ابن همام: و يهو د ديارنا مصرحون بالتنريه عن ذلک وا لتو حيد واما النصارى فلم ار الا من يصرح بالابنية لعنهم الله '' (تفسیر المظہری ۳؍ ۲۷)'' میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ آیت میں اہل کتاب سے مراد موحد ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے:''ولا تنكحو االمشركات حتى يومن'' یعنی مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو، ابن ہمام فرماتے ہیں ہمارے دیار کے یہود ذات خداوندی اور اس کے توحید سے واضح طور پر الگ ہیں جہاں تک عیسائیون کا معاملہ ہے تو میں نے جتنے بھی عیسائی افراد کو دیکھا ہے سبھی حضرت عیسی کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو'' مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:'' جو لوگ نام کے عیسائی اور یہود ہوں لیکن عقیدہ کے اعتبار سے خدا کے وجود، نبوت و وحی اور ملائکہ وغیرہ کے قائل نہ ہوں وہ ملحد ہیں ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں'' (کتاب الفتاوی ج ۴ ص ۳۵۴)۔

ان اقتباسات سے صاف واضح ہے کہ موجودہ یہود و نصاری کو علی الاطلاق اہل کتاب کا مصداق قرار دینا درست نہیں ہے بلکہ ان میں سے اکثر لادین اور ملحد ہیں جو وحی یا آسمانی کتاب کو نہیں مانتے ہیں کمیونزم کی آندھی نے صورت حال کو مزید پیچیدہ بنا دیا ہے لیکن بہر حال آج بھی یہودیت اور عیسائیت کا ایک طبقہ انہی معتقدات پر قائم ہے جن پر وہ نزول قرآن کے وقت تھے۔ بالخصوص یہودیوں میں صہاینہ اور عیسائیوں میں کیتھولک عیسائیوں کی بڑی تعداد پرانے نظریات پر قائم ہے اس لیے یہ بات اس طرح کہی جاسکتی ہے کہ جس طرح مسلمانوں میں

جو برائے نام مسلمان ہوں، ان کے نظریات ملحدانہ اور افکار دہریت پسند ہوں وہ مسلمان نہیں اسی طرح جو یہود نصاری آزاد خیال ہوکر مذہبی معتقدات سے منہ موڑ چکے ہیں وہ اہل کتاب کا مصداق نہیں ہیں۔ موجودہ اہل کتا سے مناکحت اب اسی تناظر میں موجودہ اہل کتاب سے مناکحت اور ذبیحے کے مسئلے کو بھی دیکھنا چاہیے۔

۴- جن باطل ادیان سکھ اور قادیانی وغیرہ کا تذکرہ سوال نامے میں کیا گیا ہے؛ ان میں سے کسی کو اہل کتاب میں سے شمار نہیں کیا جا سکتا، اس لیے کہ اہل کتاب ایک اعزازی لقب ہے جو خصوصیت سے یہود و نصاری کو عطا کیا گیا ہے، لیکن ان کو یہ لقب دیا جانا اور بعض احکام میں استثنا توقیفی ہے، اور اگر محض کسی کتاب کے مان لینے سے اہل کتاب ہونا ثابت ہوجاتا تو مجوس بھی اس میں شامل ہوجاتے؛ اس لیے کہ ان کا بھی دعوی ہے کہ ان کے پاس موجود کتاب الہامی اور آسمانی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قادیانی وغیرہ کے بارے میں یہ تصور کہ یہ قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہیں؛ محض خام خیالی ہے، کیونکہ اگر یہ قرآن کو تسلیم کر لیتے تو اہل اسلام سے ان کا اختلاف ہی ختم ہوجاتا، اور ختم نبوت جیسے مسائل کھڑے ہی نہ ہوتے؛ اس لیے کہ خود قرآن میں اس کی صراحت ہے۔ پاکستان کی عدالت نے بھی اپنے ایک فیصلے میں صاف کر دیا ہے کہ قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے، عدالت نے کہا: مدعیہ کی طرف سے اعلان کیا گیا تھا کہ قادیانی قرآن پر ایمان رکھتے ہیں، اس لیے وہ اہل کتاب ہیں، لیکن یہ مان لینے کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم کہنے کا سرے سے کوئی جواز ہی باقی نہیں رہتا، کیوں کہ اگر یہ مان لیا جائے کہ قرآن کریم پر قادیانیوں کا ایمان ہے تو انہیں غیر مسلم کہنے کی کوئی وجہ باقی نہیں رہے گی۔ قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھنے کی وجہ ہی یہ ہے کہ قرآن شریف کے وہ مطلب تسلیم نہیں کرتے جس پر سارے مسلمانوں کا ایمان ہے، بلکہ اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے انھوں نے قرآن کریم کی آیات توڑ مروڑ کر انھیں نئے معنی پہنا دیئے ہیں (دیکھیے: ختم نبوت فورم، ویب سائٹ پر)۔

۵- اوپر کی تفصیل سے واضح ہے کہ قادیانی خواہ خود مرتد ہوئے ہوں یا نسلی قادیانی ہوں، دونوں ہی کافر، خارج از اسلام اور خارج از اہل کتاب ہیں۔

۶- اہل کتاب سے نکاح:

اتنی بات تو یقینی ہے کہ قرآنی آیات کے پیش نظر اصولی اعتبار سے یہود و نصاری کی عورتوں سے مسلمانوں کے لیے شادی کے جائز ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے'' تاہم بعض سلف اور اہل علم نے چند خارجی امور کی بناء پر اس نکاح سے منع کیا ہے جن میں حضرت عمرؓ، ابن عمرؓ اور حضرت عطاء وغیرہ شامل ہیں، ''**وکان ابن عباس یقول: لایجوز نکاح الحربیة، وکان ابن عمر یمنع نکاح الکتابیة مطلقا حرة کانت او امة ذمیة کانت او حربیة لاندراجها فی المشرکات** '' (تفسیر المظہری ۳/ ۷۲) بعض نے جواز کو چند شرائط کے ساتھ مقید کیا ہے جیسا کہ اس کی تفصیلات کتب تفسیر و فقہ میں مذکور ہیں، اور ایک قول وہ بھی ہے جو سوال نامہ میں مذکور ہے یعنی دارالاسلام اور دارالکفر میں فرق ہے؛ تاہم جواز والا قول ہی راجح معلوم ہوتا ہے کیوں کہ جمہور اسی کے قائل نظر آتے ہیں، ابوبکر جصاص رازیؒ فرماتے ہیں: ''**ولا نعلم عن أحد من الصحابة والتابعین تحریم نکا حهن** '' (احکام القرآن ۱/ ۴۰۳) یعنی ہمارے علم میں یہ بات نہیں کہ حضرات صحابہ و تابعین میں سے کسی نے بھی کتابیات سے نکاح کو حرام قرار دیا ہو'' اور اس سلسلے میں جو شدت یا ممانعت حضرت عمر اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے اس کو رازی نے خلاف اولی پر محمول کیا ہے، البتہ یہاں بنیادی طور پر یہ سوال ضرور اٹھے گا کہ موجودہ دور کے عیسائی بالعموم حضرت عیسی علیہ السلام کے ابن اللہ ہونے کے قائل ہیں، لہذا ان کی عورتیں مشرکات ہوئی اور مشرکات سے نکاح قطعاً حرام ہے؟ اس سلسلے میں پہلے

عرض کیا جاچکا ہے نزول قرآن کے وقت بھی یہود ونصاریٰ فکر وعمل کی کئی گمراہیوں میں مبتلا تھے بہت سے یہودی عزیر کوابن اللہ اور نصاریٰ عموماً تثلیث کا عقیدہ رکھتے تھے جیسا کہ آیات قرآنی سے واضح ہے، ان سب کے باوجود قرآن مقدس نے ان کی خواتین سے نکاح کی اجازت دی ہے اس لیے اسے شارع پر ہی چھوڑ دینا چاہیے اور آیت کے الفاظ کو دیکھ کر جواز کا ہی قول کرنا چاہیے۔

(الف) لہذا کتاب اللہ سے مناکحت کے نفس جواز کا انکار تو مناسب نہیں ہے تاہم مخصوص حالات کے پیش نظر اس کی حوصلہ افزائی قطعاً نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس جواز کے دروازے کو بند رکھنا ہی اولی ہوگا چنانچہ مشہور فقیہ دکتور وہبہ زحیلی نے اس پر لمبی بحث کرنے کے بعد جہاں یہ کہا ہے: "**والراجح لدیّ هو قول الجمهور لا طلاق الا دلة القاضيه بجوزالزواج بالكتابيات دون تقييد بشئی**" (الفقہ الاسلامی ۷/۱۶۱)۔

''میرے نزدیک جمہور کا قول ہی راجح ہے کیوں کہ کتابیات سے نکاح کے جواز کو ثابت کرنے والے دلائل مطلق ہیں ان میں کوئی قید نہیں'' وہیں انہوں نے یہ بات بھی فرمائی ہے: "**والواقع فی الزواج بالكتابيات و با لاول الحربيات مضار اجتماعية ووطنية و دينية فقد ينقلن لبلا دهن اخبار المسلمين وقد ير غبن الا ولاد فی عقائد و عادات غير المسلمين ، وقد يودی الزواج بهن الی الحاق ضرر لمسلمات بالا عراض عنهن**" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۶۰)۔

''حقیقت ہے کہ کتابیات بالخصوص حربیات سے نکاح میں بہت سے سماجی، قومی اور مذہبی نقصانات ہیں، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے ملکوں کے لیے مسلمان کی جاسوسی کریں اور اپنی اولاد کو غیر اسلامی عقائد ورواج کی تلقین کریں اور بہت ممکن ہے کہ ان سے نکاح کی بناء پر مسلم خواتین کو ضرر پہنچے''۔

(ب) مذکورہ بالا تفصیلات کی وجہ سے عام حالات میں کتابیہ سے نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی ہے؛ لیکن بعض صالح محرکات اور مقاصد کی صورت میں جس کا تذکرہ سوالنامے میں ہے، کتابیہ سے نکاح کی قباحت ''الامور بمقاصدہا'' کے تحت کم ہوجائے گی، البتہ علی الاطلاق اس صورت میں بھی جواز کا قول مناسب نہیں ہے۔

۷- "**ولكل قوم هاد**" (الرعد:۷) کی روشنی میں اتنی بات تو یقینی ہے کہ اللہ پاک نے ہندو مذہب کے ماننے والوں کے لیے بھی ہادی اور رہبر بھیجے ہیں: لیکن کیا وہ پیغمبر تھے؟ اس کا فیصلہ محض ظن سے نہیں کیا جاسکتا، اور نہ کسی کتاب کو اپنی رائے یا برادران وطن کے ادعا کی وجہ سے الہامی قرار دیا جاسکتا ہے۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق بعض فقہی احکام

مفتی محمد سلطان القاسمی☆

۱-اہل کتاب کی تعریف:

جمہور فقہاء کے نزدیک یہود ونصاری اپنے تمام فرقوں کے ساتھ اہل کتاب کہلاتے ہیں (موسوعہ فقہیہ ۱۷/ ۱۴۰)۔

حنفیہ کے ہاں توسع ہے؛ چنانچہ صاحب ردالمحتار نے ''نہر'' کے حوالہ سے علامہ زیلعی کے الفاظ نقل کئے ہیں کہ اہل کتاب ہر وہ شخص ہے جو کسی آسمانی دین کو مانے اور جس کے پاس کوئی نازل شدہ کتاب ہو جیسے ابراہیم اور شیث کے صحائف اور زبور داؤد، تو وہ اہلِ کتاب میں سے ہے (ردالمحتار ۳/ ۴۵)۔

صاحب قاموس الفقہ رقم طراز ہیں: ''اہل کتاب سے نزول قرآن سے پہلے کے وہ لوگ مراد ہیں جن کا کسی آسمانی کتاب کا حامل ہونا محقق ہو مثلاً یہود جو توریت پر ایمان رکھتے ہیں اور نصاری جو انجیل پر ایمان رکھتے ہیں'' (قاموس الفقہ ۲/ ۲۵۵)۔

مولانا رحمانی صاحب کی یہ تعریف جہاں جمہور کی تعریف کے مطابق ہے وہیں اس کو بنیاد بنانے سے اہل کتاب سے متعلق دوسرے مسائل میں بھی فرق واقع ہوگا۔

۲-صابئین سے کون لوگ مراد ہیں؟

صابی اصل میں ایک دین سے نکل کر دوسرا دین قبول کرنے والوں کو کہتے ہیں (لسان العرب: صبأ) صابئین کا ذکر قرآنِ کریم میں تین جگہ آیا ہے (سورۃ البقرۃ: ۶۲، سورۃ الحج: ۱۷، سورۃ المائدۃ: ۶۹)۔

صابئین کی تعریف کے سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں؛ لیث رحمہ اللہ کے حوالہ سے منقول ہے کہ ان کا دین نصاری کے دین کے مشابہ ہے، البتہ ان کا قبلہ جنوب کے رُخ پر ہے اور یہ دعوی کرتے ہیں کہ یہ نوح علیہ السلام کے دین پر ہیں حالانکہ یہ اپنے دعوی میں جھوٹے ہیں (لسان العرب: صبایصبو) ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ نصاری کی ایک قسم ہے اور ان سے نرم گفتار ہیں؛ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی بھی ایک روایت یہی ہے (المغنی ۶/ ۵۹۱) سدّی اور اسحاق بن راہویہ کا قول ہے کہ یہ ایک گروہ اہلِ کتاب ہے کیونکہ یہ زبور پڑھتے ہیں؛ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے (تفسیر القرطبی: ۱/ ۴۳۴، البقرۃ: ۶۲) مجاہد، حسن اور ابن ابی نجیح فرماتے ہیں کہ یہ ایسی جماعت ہے جن کا دین یہودیت اور مجوسیت سے مرکب ہے (حوالہ سابق) حسنؒ کا دوسرا قول اور قتادہؒ کا قول یہ ہے کہ یہ فرشتوں کو پوجتے ہیں، قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں، زبور پڑھتے ہیں اور پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں (حوالہ سابق) امام ابو یوسف اور محمد کا قول ہے کہ یہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں کیوں کہ یہ ستاروں کی پوجا کرتے ہیں (بدائع الصنائع ۹/ ۴۳۳۰) امام احمد کی دوسری روایت ہے کہ یہ یہود کی ایک جماعت ہے اس

☆ صدر مفتی، سراج العلوم، دلال محلّہ، نواب بازار، سرینگر، کشمیر۔

لئے کہ یہ سبت کے قائل ہیں (المُبدع ۳/ ۴۰۴)

مذاہبِ فقہاء کو دیکھیں تو صابئین کے تعلق سے چار اقوال ہیں:

۱) یہ اہل کتاب میں سے ہیں جیسے کہ امام ابوحنیفہ اور احمد رحمہا اللہ کا قول ہے (فتح القدیر ۵ /۱۹۱، رد المحتار ۳ /۲۶۸، المغنی ۸ /۴۹۶، کشاف القناع ۳ /۱۱۸)۔

۲) یہ اہل کتاب میں سے نہیں ہے کیونکہ یہ ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں اور انکی پوجا کرتے ہیں لہذا ان کا حکم بت پرستوں کا ہوگا، یہی قول صاحبین کا ہے (القرطبی ۱/ ۴۳۴)۔

۳) شوافع اس سلسلہ میں متردد ہیں، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ نصاریٰ کے اصل دین کی مخالفت کرتے ہیں تو ان میں سے نہیں ہیں ورنہ انہی میں سے ہیں اور اصل دین سے مراد انجیل اور عیسیٰ علیہ السلام ہیں (شرح المنہاج ۳ /۲۵۲، الأم ۴ /۱۹۳)۔

۴) صابئین دو جماعتیں ہیں ایک جماعت حرّانی ہے جو نصاریٰ سے بھی پرانے دور ابراہیمی کے ہیں، سات ستاروں کی پوجا کرتے ہیں، لہذا یہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں (موسوعہ فقہیہ ۲۶ /۲۹۸) دوسری جماعت اہل کتاب میں سے ہے اور نصاریٰ سے ملتے جلتے ہیں؛ جصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ عراق کے علاقہ کسکر اور بطائح میں پائے جاتے ہیں، یہ اپنی نسبت یحییٰ علیہ السلام اور شیث علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی جماعت کو اہل کتاب میں سے کہا ہے (موسوعہ فقہیہ ۲۶ /۲۹۶) علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو صابئینِ حنفاء اور صابئینِ مشرکین میں تقسیم کیا ہے، یہی بات ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے (الرد علی المنطقیین ۲۸۷، ۲۹۰، ۴۵۸-۴۵۴) (احکام اھل الذمۃ ۱ /۹۲)۔

البتہ کچھ مفسرین نے ان کو سب سے الگ رکھا ہے اور ان سے متعلق سے کہا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو اپنی فطرت پر باقی ہیں اور ان کا کوئی مقررہ دین نہیں ہے؛ چنانچہ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وأظهرالأقوال والله أعلم،قول مجاهد ومتابعيه ووهب بن منبه،أنهم قوم ليسواعلى دين اليهود ولا النصارى ولاالمجوس ولا المشركين۔ وإنماهم باقون على فطرتهم،ولا دين مقررلهم يتبعونه ويقتفونه" (۱/ ۱۴۰، البقرۃ: ۶۲)۔

ابن العثیمین نے بھی اپنی تفسیر میں اسی رائے کو اقرب قرار دیا ہے (تفسیر العثیمین، البقرۃ: ۶۲)۔

موجودہ دور میں صابئین:

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں اس کے ایک فرقہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ نصاریٰ میں سے ہیں، انکو مندائیین کہتے ہیں، انکے کچھ لوگ جنوبی عراق میں پائے جاتے ہیں (موسوعہ فقہیہ ۲۶ /۲۹۷) اس وقت ان کا مرکز بغداد ہے، اسکے علاوہ یہ عراق کے دوسرے علاقوں جیسے عمارہ، بصرہ، ناصریہ، کوت، دیالی اور دیوانیہ میں رہتے ہیں، اور ایران کے شہر اہواز اور محمرہ میں بھی پائے جاتے ہیں۔ موجودہ دور کی سیاسی اور اقتصادی بے چینی اور جرائم کی وجہ سے یہ بھی یورپ کے مختلف شہروں، امریکہ اور کینیڈا منتقل ہونے پر مجبور ہوئے۔ اس وقت انکی کئی جمعیات ہیں جو انکے احوال کی فکر کرتے ہیں، انکے حقوق کیلئے سرگرم ہیں، **"اتحادالجمعيات المندائية فى المهجر"** کے بیان کے مطابق انکے بہت سارے خاندان اردن، شام اور کردستان میں بھی رہتے ہیں اور انکی تعداد پوری دنیا میں تقریباً ۷۰ ہزار ہے (تفصیل کیلئے دیکھئے www.wikipaedia.com, www.mandaeanunion.com)

۳-موجود دور کے اہل کتاب:

یہ بات مشاہدہ کی حد تک صحیح ہے کہ موجودہ دور کے یہود ونصاری میں بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں اور اگر خدا کو مانتے ہیں تو وحی ورسالت اور آخرت کو نہیں مانتے ،لیکن اس کے باوجود ان میں سے جو طبقہ اپنے دین کا پابند ہوا سکے لئے اہلِ کتاب کا ہی حکم ہوگا؛ چنانچہ قرآنِ کریم نے ایک طرف ان کے ساتھ نکاح کی اجازت اور ان کے ذبیحہ کھانے کی رعایت بیان کی ہے تو دوسری طرف ان کے اس عقیدہ کو بھی بیان کیا ہے کہ وہ تین کے تیسرے کو اللہ مانتے ہیں (المائدۃ: ۷۳)اسی طرح عزیر اور مسیح علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں (التوبہ:۳۰)۔

البتہ جو محض نام کا عیسائی اور یہودی ہے خدا کے وجود، نبوت ووحی، حشر ونشر وغیرہ کا منکر ہے تو ایسے لوگوں کے احکام کافروں کے جیسے ہوں گے جیسے کہ صاحبِ قاموس الفقہ نے بیان کیا ہے (قاموس الفقہ ۲/۲۵۱) حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں اکثر نصاری برائے نام ہیں ،ایسوں کا حکم نصاری کا سانہیں ہے اور یہی سب تقریر نکاح میں بھی سمجھو (بیان القرآن ،المائدۃ:۵)۔

احناف کے ہاں تو کتابیہ سے اُس وقت نکاح حرام ہے، جبکہ وہ دار الحرب میں ہو، کیونکہ وہ اس کو اپنے ایسے اخلاق سے رنگنے پر مجبور کرے گی جن سے اسلام روکتا ہے اور اسکی اولاد کو اسکے دین کے علاوہ کسی دوسرے دین پر ڈال دے گی۔نکاح کرنے پر اگر چہ نکاح صحیح ہوگا لیکن مفاسد کی بنا پر مکروہ تحریمی ہوگا ،البتہ اگر ذمیہ ہو اور اسکو اسلامی احکام کے تحت لا یا جاسکتا ہو تو پھر نکاح مکروہِ تنزیہی ہوگا (الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ۴/۷۳)۔

موجودہ دور میں مسلم ممالک میں رہنے والی اہلِ کتاب عورتوں سے بھی نکاح کراہت سے خالی نہیں ،انکے ساتھ نکاح کی وجہ سے جہاں مسلمانوں کے اخلاق متاثر ہوتے ہیں وہیں ان کی حکومتوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے؛ شاید یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر الفاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اپنے گورنران کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے سے باز رہنے کی خصوصی ہدایات دیں؛ چنانچہ حضرت حذیفہؓ سے اُن کی مراسلت ہم کو دعوتِ عبرت وژرف نگاہی دیتی ہے ،جس میں اخیر میں حضرت عمرؓ نے حذیفہؓ سے فرمایا کہ میں (ان سے نکاح کو) حرام نہیں کہتا لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت وپاکدامنی نہیں ہے، مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحش وبدکاری داخل نہ ہوجائے (احکام القرآن للجصاص ۳/۳۲۳ بیروت) امام محمد نے کتاب الآثار میں یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ فقہاء احناف اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ سمجھتے ہیں (کتاب الآثار ،محمد؛ص ۱۵۲) علامہ ابن الہمام نے حضرت طلحہؓ اور کعب بن مالکؓ کے تعلق سے نقل کیا ہے کہ انہیں بھی حضرت عمرؓ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے پر تنبیہ فرمائی اور طلاق دینے کو کہا (فتح القدیر ۳/۲۲۰)۔

حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی صاحبؒ نے کتابیہ سے نکاح کے دو شرائط بیان کئے ہیں؛ ایک یہ کہ وہ عام اقوام یورپ کی طرح نام کی عیسائی نہ ہو بلکہ کم سے کم اپنے مذہبی اصول کو مانتی ہو اگر چہ عمل میں خلاف کرتی ہو، دوسری یہ کہ وہ اصل ہی سے یہودیہ یا نصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہوکر یہودیہ یا نصرانیہ نہ بنی ہو لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ اور مفاسد کثیرہ پر مشتمل ہے (جواہر الفقہ ۴/۲۸۷،کراچی)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے اہل کتاب سے نکاح کرنے کے فتنہ کے نتائج سے آگاہ فرمانے کے بعد لکھا ہے کہ ان حالات میں تو کسی بھی طرح اجازت نہیں دی جاسکتی (قاموس الفقہ ۲/۲۵۶)۔

اس کے علاوہ ہمیں سورہ المائدہ کی اس آیت کریمہ کے اختتام پر بھی غور کرنا چاہئے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ اور انکی عورتوں سے نکاح

کی اجازت کے بعد کہا گیا’’وَمَنْ يَكْفُرْ بِالإِيمانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ‘‘اور ایمان کی حفاظت کی طرف دھیان دلایا گیا؛لہذا اگر ایمان کوخطرہ ہوتوکسی بھی صورت میں جائزنہیں ہوسکتا۔

۴-شریعتِ اسلامی کے بعد کے باطل ادیان:

ایسے باطل ادیان جوشریعتِ اسلامی کے نازل ہونے کے بعد ایجاد کئے گئے، چاہے وہ اسلام سے جدا ہوکر اسکے بعض اجزاء کو مانتے ہوں یا قرآن کریم کواللہ کی کتاب تسلیم کرتے ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کواللہ کا رسول مانتے ہوں ،لیکن اسکے ساتھ قرآن کریم کے بعد کسی اور الہامی کتاب ،اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور شخص کے نبی ہونے کے دعوے دار ہوں ،ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوسکتا، کیونکہ اہل کتاب ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ قرآن سے پہلے نازل شدہ کسی کتابِ آسمانی کو مانتے ہوں اور اسکا آسمانی ہونا مصدق ومحقق ہوجیسے کہ یہود ونصاری کا معاملہ ہے کہ ان کی کتاب کا آسمانی اور ماقبل نزولِ قرآن ہونا محقق ہے اوران دونوں کے اہل کتاب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں(التفسیر المنیر ۱/۱۹۵-البقرۃ: ۶۲)اورقرآن کریم نے بھی ان کواہل کتاب کے لقب سے پکارا(آل عمران: ۶۴) بلکہ اگرکسی کے تعلق سے اس بات کا شبہہ ہے کہ ان کے پاس نزول قرآن سے پہلے کی کوئی آسمانی کتاب ہے جس پروہ ایمان رکھتے ہیں توبھی وہ اہل کتاب میں شامل نہیں ہوسکتے جیسے کہ مجوس کا معاملہ ہے(الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴/۷۲،ملخص)۔

قرآن کریم نے دین کی تکمیل کا اعلان کردیا(المائدۃ: ۳)اورنبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:’’أنا خاتم النبيين لا نبي بعدىٰ‘‘ (ا،د: ۴/ ۴۵۲،ت: ۴/ ۴۹۹) بلکہ خودقرآن نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے خاتم النبیین کا لقب استعمال فرمایا(الأحزاب: ۴۰) کیا اسکے بعدبھی کسی نبی اور کتاب کی گنجائش ہے چہ جائیکہ پھراُس نبی اور کتاب کو ماننے والوں کوصرف اس بناپراہل کتاب کہا جائے کہ وہ قرآن کواللہ کی کتاب مانتے ہیں اور/ یامحمد صلی اللہ علیہ وسلم کواللہ کا رسول مانتے ہیں،لیکن کچھ بدیہی باتوں اورضروریاتِ دین کا انکار کرتے ہیں؛ایسےلوگ متنبّی اور جھوٹے نبی کے ماننے والے توہوسکتے ہیں،لیکن اہل کتاب نہیں ہوسکتے۔

۵-نسلی قادیانیوں کاحکم:

خود سے مرتد ہونے والے قادیانیوں کا مرتد ہونا واضح ہے البتہ جونسلی قادیانی ہیں کیا وہ اہل کتاب میں سے شمار ہوں گے؟اس کا جواب بھی واضح ہے کہ اہل کتاب میں شمارنہیں ہوسکتے کیوں کہ بالغ ہونے کے بعدوہ اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ حقیقت کی تلاش کریں اورمتنبی قادیانی کی کتب اورحقیقی اسلام کا موازنہ کرکے دیکھیں کہ آخروہ کہاں کہاں حقیقی اسلام سے مختلف ہیں۔صرف قرآن پرایمان رکھنا اُن کواہل کتاب نہیں بناسکتا،خاص طور پرجبکہ وہ ختم نبوت کا انکار کرتے ہیں جس کی خودقرآن نے صراحت کردی(الأحزاب: ۴۰) کیااس کے بعدبھی قرآن پران کا ایمان معتبر ہوگا اوروہ اہل کتاب کہلائیں گے؟ہاں یہ گنجائش ہے کہ نسلی قادیانیوں کوعام کفارومشرکین کے حکم میں رکھا جائے جیسے کہ موجودہ دور کے اہل کتاب کے تعلق سے علماء وفقہاء کی آراء ہیں۔مولانا خالدسیف اللہ رحمانی صاحب نے بھی(قاموس الفقہ ۲/ ۲۵۷) میں’’قادیانیوں کاحکم‘‘عنوان کے تحت حاشیہ میں نسلی قادیانیوں کوانکی زندیقیت کے بسبب عام کفارومشرکین کے حکم میں ہی رکھنے کی بات بیان فرمائی ہے۔

۶)(الف) دارالاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کاحکم:

سوال میں بیان شدہ کوائف واحوال اس وقت مشاہدہ کی حدتک صحیح ہیں؛لہذا اس طرح کی عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا،

چاہے وہ دار الاسلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مراسلہ چشم کشا ہے؛ چنانچہ ابوبکر جصاصؒ نقل فرماتے ہیں:

''عن شقيق بن سلمة قال: تزوج حذيفة يهودية فكتب اِليه عمر أن خلِّ سبيلها، فكتب اليه حذيفة أحرام هى،فكتب إليه عمرلا،ولكن أخاف أن تواقعواالمومسات منهن. قال أبوعبيد: يعنى العواهر'' (أحكام القرآن ۳/۳۲۳)۔

اس کے بعد ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی کئی سندوں سے نقل فرمایا ہے کہ وہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے: ''ان الله حرم المشركات على المسلمين،ولا أعلم من الشرك شيئاً أعظم من أن تقول ربُّها عيسى بن مريم أو عبد من عبيد الله ''(أحكام القرآن ۳/ ۳۲۳)۔

اس سب سے بڑھ کر جو بات ہمیں موجودہ اہلِ کتاب سے نکاح کی اجازت نہ دینے کے بارے میں زیرِ غور رکھنی چاہئے وہ یہ کہ مقاصد شریعت میں سے ''حفظ دین'' مقدم ہے اور ''حفظ نفس'' و ''حفظ نسل'' مؤخر ہیں۔ لہذا اس بنا پر اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(ب) دعوتی نقطۂ نظر سے:

جہاں تک دعوتی نقطۂ نظر کا معاملہ ہے تو اس سلسلہ میں بھی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ وہ نکاح سے پہلے مسلمان ہوجائیں یا پھر نکاح کے بعد مسلمان ہوجانے کی شرط رکھی جائے۔

یہاں ایک اور بات کو اگر مباحثہ میں شامل کیا جائے تو بہتر ہوگا کہ کیا دعوتی نقطۂ نظر سے اس کی اجازت دینا مکمل طور پر منع کرنے کے مقابلہ میں کم نقصان دہ ہوگا یا دعوتی نقطۂ نظر سے بھی سد ذرائع کے طور پر اس سے روکا جائے کیونکہ امت کیلئے عمومی خطرہ کو دیکھتے ہوئے بعض افراد کے ذاتی فائدہ (اگر چہ اس کے ساتھ دعوتی پہلو بھی کام کر رہا ہے) کو ترجیح نہیں دی جاسکتی؛ البتہ کوئی عورت مسلمان ہوجائے اور اس کا شوہر عیسائی یا یہودی ہو تو دعوتی نقطۂ نظر سے اس کو کچھ عرصہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کی اجازت دی جاسکتی ہے تاکہ اس کے شوہر کو بھی غور وفکر کا موقع مل جائے۔

۷۔ کسی کتاب کو اس کے مضامین کی بنا پر الہامی کتاب کہنا:

جن افراد کا نبی ہونا مصدقہ اخبار سے معلوم نہ ہوا گر چہ ان کی تعلیمات اور ان کی طرف منسوب کتابوں میں اسلام کی اخلاقی تعلیمات اور اعتقادی امور سے موافق تعلیمات موجود ہوں، تب بھی ہم ان کو صراحتاً نبی نہیں کہہ سکتے اگر چہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ نبی رہے ہوں۔ اسی طرح ہم ان کی طرف منسوب کتابوں کی بنا پر ان کے ماننے والوں کو اہل کتاب نہیں کہہ سکتے کیوں کہ اہل کتاب وہ ہیں جن کی کتاب کا الہامی ہونا مصدقہ ہو، صرف شبہہ کی بنا پر کسی کو اہل کتاب میں شامل نہیں مانا جاسکتا، اسی شبہہ کی بنا پر صابئین کے تعلق سے علماء کے اقوال مختلف ہیں حالانکہ ان کا تذکرہ قرآن کریم نے ایمان والوں، اور اہلِ کتاب یہود ونصاریٰ کے ساتھ کیا ہے (سورۃ البقرۃ: ۶۲) جس سے یہی احتمال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے پاس بھی کوئی آسمانی کتاب موجود رہی ہو۔

اب اگر ہندوؤں کی کتب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری، آپ کے آسماء کا تذکرہ یا آپ کی دوسری صفات کا بیان ہوتو ان باتوں سے ہم دعوت کے میدان میں مستفید ہوسکتے ہیں اور انہیں اسلام سے قریب کرنے کیلئے اس کا استعمال کر سکتے ہیں لیکن صرف اس بنا پر ان کی کتاب کو الہامی نہیں کہا جاسکتا البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کا احتمال ہے۔ اس سلسلہ میں ان کی کتابوں کے ساتھ ان اسرائیلی روایات کا سا

معاملہ کیا جاسکتا ہے جن کی کوئی نظیر شریعت میں نہ ہو، چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے:"حدثوا عن بني اسرائيل ولا حرج" (البخاری: ۳۴۶۱)،عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ،ایک دوسری روایت میں ہے:"اِذا حدثكم أهل الكتاب فلا تصدقوهم ولا تكذبوهم" (رواہ أحمد ۱۷۲۲۵،الطبرانی الکبیر ۲۲(۸۷۹)،عبدالرزاق ۱۰۱۶۰،موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان ۱۱۰)۔

علامہ ابن تیمیہؒ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:"فإنه رخص في الحديث عنهم ومع هذا نهى عن تصديقهم وتكذيبهم،فلولم يكن في التحديث المطلق عنهم فائدة لما رخص فيه وأمربه، ولو جاز تصديقهم بمجرد الاخبار لما نهى عن تصديقهم "(مجموع الفتاوی ۶۸/۱۸)۔

۸- اہل کتاب سے سماجی تعلقات:

مسلمانوں کے موجودہ سماجی احوال کے تعلق سے اوران کے مستقبل کے آفاق کو طے کرنے میں تعلیم بنیادی عنصر ہے۔اس میں اگر ہم اب بھی مشنری اسکولوں کی حوصلہ افزائی کریں گے اوراعلی معیاری تعلیم کی فراہمی کی بنا پر اپنے بچوں کا داخلہ وہاں کریں گے تو یہ "اشتراء الضلالة بالهدى" کے مترادف ہوگا اوراس سے بڑھ کر ہمارے لئے کوئی خسارہ نہیں ہوگا۔

ایسے عصری تعلیمی اداروں کا قیام جو معیاری تعلیم فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ بچوں کے ایمان کی حفاظت کا سامان بھی کریں،وقت کی ایک اہم ضرورت ہے۔کچھ علماء وصلحاء نے اس طرف توجہ دینے کی ابتداء کی ہے اورعصری تعلیمی ادارے قائم کئے ہیں لیکن وہ مسلمانوں کی مجموعی آبادی اورمشنری اسکولوں کو دیکھتے ہوئے دال میں نمک برابر ہے۔ایسے حالات میں ہمیں قرآنِ کریم کی سب سے پہلی تعلیم "اِقرأ باسم ربک" (پڑھو رب کے نام سے) پروگرام کو اپنا مشن بنانا چاہئے اور رب کائنات سے قریب کرنے والی تعلیم فراہم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

"كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته اور كل مولود يولد على الفطرة فأبواه يهودانه أوينصرانه أويمجسانه" جیسے ارشاداتِ نبوی کو دیکھتے ہوئے متبادل معیاری تعلیمی ادارے قائم کرنے کے بعد ان والدین کو بھی اپنے اداروں کی طرف راغب کرنا چاہئے جو نادانی میں یا اعلی معیاری تعلیمی ادارہ کی تلاش کے چکر میں اپنے بچوں کو مشنری اسکولوں میں داخل کرچکے ہوں۔اسکے ساتھ یہ پیغام بھی دینا چاہئے کہ عصری تعلیم اوردینی تعلیم یہ غیر اسلامی تقسیم ہے اسلام کی نظر میں تعلیم صرف دوطرح کی ہے،علم نافع اورعلم غیر نافع؛لہذا اگر کوئی عصری تعلیم نیک مقاصد کیلئے حاصل کرتا ہے اوراپنے دین کا پابند رہتا ہے تو یہ اسکے حق میں علم نافع ہے۔اس کے برعکس اگر کوئی دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد گمراہی کے راستہ پر جاتا ہے یا دوسروں کو گمراہی کے راستہ پر لے جاتا ہے تو اس کے حق میں یہ غیر نافع تعلیم ہے۔باقی یہ مغرب کی کلاکاری ہے کہ اس نے تعلیم کو عصری اوردینی میں تقسیم کردیا کیونکہ ان کو جس نے علم کے حصول سے روکا تھا وہ ان کے گرجا گر اور معابد ہی تھے لیکن اسلام میں ایسا نہیں۔

ب- اہل کتاب خاتون سے نکاح کرہی لیا تو:

اہل کتاب خاتون سے نکاح کو بصورتِ شدید احتیاج کے اگر کسی نے کرہی لیا تو پہلے اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ وہ مسلمان ہوجائے لیکن اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتی تو وہ بھی حقوق میں ایک مسلمان بیوی کی طرح ہوگی؛لہذا ان کے ساتھ کسی طرح کی ناانصافی کی اجازت نہیں ہوگی؛چنانچہ ان کے درمیان باری،نفقہ اور رہائش سب میں مساوات واجب ہے(موسوعہ فقہیہ ۳۵۸/۱۱)۔

اس لئے دعوت کی اہمیت کے پیش نظر عقدِ نکاح کے بعد شوہر پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ پوری تفصیل کے ساتھ وہ اسکے سامنے

شریعتِ محمد یہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کو واضح کرے،اس کے بعد اگر بیوی اپنے مذہب پر قائم رہنے پر ہی مصر رہے تو شوہر پر وہ تمام حقوق عائد ہوں گے جو عام حالات میں ایک شوہر پر عائد ہوتے ہیں۔ یہ حکم شریعت کے اس قاعدہ کے تحت راقم نقل کرتا ہے جو فقہاء نے اختیار کیا ہے، چنانچہ انہوں نے عورت کے نکاح میں آنے کے بعد ذمیہ اور مسلمان عورت میں کوئی فرق نہیں کیا ہے؛ بلکہ اس کو مطلق رکھا ہے؛ ''**المطلق یجری علی اطلاقه**''۔

لہذا اگر وہ اپنے مذہبی اصولوں کے مطابق عبادت بھی کرنا چاہتی ہے تو شرعاً اسکی بھی اجازت ہوگی۔ راقم کے نزدیک اسکی نظیر وہ مسئلہ ہے جو فقہاء نے نقل کیا ہے اور احادیث میں بھی موجود ہے کہ ایک ذمی اگر دارالاسلام میں ہے تو اسے اپنے طرز پر عبادت انجام دینے سے حکومت اسلامیہ مانع نہیں ہوگی۔

اسکے باوجود بہتر تو یہی ہے کہ آدمی ایسے اقدام سے بچے کیونکہ اولاد باپ کے مقابلہ میں ماں کا اثر زیادہ قبول کرتے ہیں، غالب گمان یہی ہے کہ وہ بچوں کو شریعتِ محمدی سے محروم رکھے گی۔

ج- خدمتِ خلق کے مشنری ادارے اور ان سے استفادہ:

عیسائی مشنری کے اداروں سے استفادہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کو محتاط رہنا چاہئے بلکہ اس سلسلہ میں بھی متبادل فراہم کرنے کی فکر کرنی چاہئے، خاص طور پر جبکہ ایسے خیراتی ادارے اپنے مذہب کی تبلیغ کرتے ہوں اور مستفید ہونے والوں کو ان کے مذہب سے دور کرنے کا کام کرتے ہوں، یہ اپنے آپ کو خود ہی ہلاکت میں ڈالنے کی طرح ہوگا جس سے روکا گیا ہے۔

البتہ ایسے اداروں میں خدمت کرنے کی گنجائش ہوسکتی ہے جبکہ ملازم کی نیت متعلقہ ادارے کے افراد تک حق کی تعلیم پہنچانا اور ادارے میں رہ کر آنے والے مسلمانوں کو ان کی سازشوں سے آگاہ کرنا ہو، پھر اس کے لئے وہاں ملازمت نہ صرف جائز بلکہ ایک مطلوب کام ہوگا۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو پھر وہاں خدمت انجام دینے سے بھی بچنا چاہئے کیونکہ جہاں خود اسکے دین کو خطرہ لاحق ہوسکتا ہے وہیں یہ تعاون علی الاثم والعدوان ہوگا۔

☆☆☆

کتابیہ خواتین سے نکاح اور اہل کتاب کے ذبائح

مولانا محمد صادق مبارکپوری☆

اسلامی شریعت کافر ومشرک سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دیتی ہے، بلکہ اس کو حرام وناجائز قرار دیتی ہے، مگر دینی آسمانی کتابوں کے ماننے والوں کے لئے چند خصوصی احکام دیئے ہیں، مثلاً ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے، ان کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے، قرآن کریم میں ہے: "والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم" (سورۂ مائدہ:۵)۔

مگر اس سلسلہ میں چند باتیں پیش نظر رہنی چاہئے۔

۱- ایسی کتابیں خواتین سے نکاح کیا جائے، جو پاک دامن ہوں۔

۲- وہ کتابی خواتین وحی ورسالت اور آخرت پر ایمان رکھتی ہوں۔

۳- وہ خواتین غیر مسلم ملک میں بسنے والی نہ ہوں، کیونکہ غیر مسلم ملک میں بسنے والی ایسی خواتین سے نکاح کرنا بعض فقہاء کرامؒ کے نزدیک حرام اور احناف کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے۔

ردالمحتار شرح الدر المختار میں ہے: "ويجوز تزوج الكتابيات والأولى أن لا يفعل......وتكره الكتابية الحربية إجماعا لانفتاح باب الفتنة" (۳۰۹/۹) کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، بہتر ہے کہ نکاح نہ کرے،......اور حربی کتابیہ عورت سے بالاجماع نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلے گا۔

مشہور درسی کتاب ہدایہ کی شرح فتح القدیر میں ہے: "وتكره الكتابية الحربية إجماعا" (۳۹۱/۶ المحرمات)۔

فقہ حنفی کی مشہور ومتعارف کتاب البحر الرائق میں ہے: "وحل تزوج الكتابية لقوله تعالى والمحصنات من الذين اوتوا الكتاب" (۵۶/۸ فصل فی المحرمات) کتابیہ سے نکاح کرنا حلال ہے، دلیل اللہ تعالی کا قول: اہل کتاب کی پاکدامن عورتیں ہیں۔

المبسوط میں ہے: "ويجوز للمسلم أن يتزوج كتابية في دارالحرب ولكنه يكره" (۱۶۱/۶ باب نكاح أهل الحرب)۔ مسلمان کے لئے دارالحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے، لیکن مکروہ (تحریمی) ہے۔

حاشیہ محیط برہانی میں ہے: "ونكاح الكتابية يجوز للمسلم سواء كانت حربية أو غير حربية" (۱۵۳/۶) (کتابیہ عورت سے مسلمان کے لئے نکاح کرنا برابر ہے خواہ حربی ہو یا غیر حربی ہو)۔

اسی طرح حنفیہ کی مشہور ترین کتاب ہدایہ میں ہے: "ويجوز تزوج الكتابيات لقوله تعالى: المحصنات من الذين أوتوا الكتاب" (۱۸۶/۱ فصل فی بیان المحرمات)۔

☆ ناظم تعلیمات، جامعہ عربیہ احیاء العلوم، مبارکپور، اعظم گڑھ۔

اور حنفیہ کی مشہور کتاب ’’بدائع الصنائع‘‘ میں ہے:’’ويجوز أن ينكح الكتابيات‘‘(۵/۴۵۲)اور کتابی خواتین سے نکاح کرنا جائز ہے۔

دررالحکام شرح غرر الاحکام میں ہے:’’صح نكاح الكتابية قال الكمال والأولى أن لا يفعل‘‘(۴/۶۴ نکاح الکتابیہ)(کتابیہ عورت سے نکاح کرنا جائز ہے،کمال نے کہا کہ بہتر ہے کہ نہ کرے)۔

قدوری کی شرح ’’الجوہرۃ النیرۃ‘‘ میں ہے:’’ويجوز تزوج الكتابيات‘‘(۳/۴۹۴)(کتابیہ خواتین سے نکاح کرنا جائز ہے)۔

مشہور درسی کتاب ’’شرح وقایہ‘‘ میں ہے:’’صح نكاح الكتابية ولو كانت أمة‘‘(۳/۲۲۱)(کتابیہ عورت سے نکاح کرنا صحیح ہے اگرچہ باندی ہو)۔

’’الاختیار لتعلیل المختار‘‘ میں ہے:’’ويجوز تزوج الكتابيات‘‘(۲/۱۲۹)(کتابیہ خواتین سے نکاح کرنا حلال ہے)۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کا دور خلافت غلبہ اسلام کا دور تھا،مسلمانوں کے جذبات نہایت پاکیزہ تھے،اس کے باوجود حضرت عمرؓ کتابیہ خواتین سے مناکحت کو منع فرماتے تھے۔آپ نے فرمایا: میں حلال کو حرام نہیں قرار دیتا، بے شک اللہ تعالی نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے،مگر مسلمانوں کی عمومی مصلحت کا تقاضا یہی ہے کہ اس پر عمل نہ کیا جائے۔

حضرت حذیفہ بن یمانؓ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کرلیا،حضرت عمر فاروقؓ کو اس کا علم ہوا تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دے دو،حضرت حذیفہؓ نے جواب میں لکھا کہ کیا میرے لئے حرام ہے؟ امیر المومنین نے جواب دیا کہ میں اس کو حرام نہیں کہتا مگر ان لوگوں کی عورتوں میں عفت و پاکدامنی نہیں ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحاشی و بدکاری داخل نہ ہوجائے (احکام القرآن ۳/ ۳۲۲)۔

چنانچہ امام محمدؒ نے اپنی کتاب میں سیدنا حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کر کے تحریر فرمایا ہے کہ فقہاء حنفیہ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے،اسی طرح علامہ ابن ہمامؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت طلحہؓ اور کعب بن مالکؓ کو بھی حضرت عمر فاروقؓ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح پر سخت تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ طلاق دے دیں (فتح القدیر ۳/ ۲۳)۔

یہ یاد رہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اس زمانہ کی عیسائی خواتین کے متعلق ممانعت فرمائی تھی، جبکہ وہ مذہب پرست اور کتابی تھیں، آج کل کی طرح سراسر دہریہ اور سائنس پرست نہ تھیں۔

موجودہ دور کی اہل کتاب خواتین کے اندر زنا، فحاشی اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے،جس کو سن کر انسانیت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے،اور جس نے گویا حیوانوں کو بھی پیچھے ڈال دیا،دوسرے ان کی اکثریت الحاد، مذہب بیزاری، انکار آخرت وغیرہ کی شکار ہے،لہذا ایسی خواتین سے قطعاً نکاح کرنا حلال نہ ہوگا،نہ انہیں اہل کتاب میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

اب چند مفتیان کرام کے فتاوی نقل کئے جاتے ہیں:

مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں:لیکن اس زمانہ میں جو نصاری کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاری ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں،ایسوں کے لئے یہ حکم جواز نکاح نہیں ہے(امداد الفتاوی ۲/ ۲۱۴)۔

’’فتاوی دارالعلوم دیوبند‘‘ میں ہے: آج کل جو لوگ نصاری کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں، کسی D38

مذہب ہی کو نہیں مانتے بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں، یہ لوگ اگر چہ باعتبار مردم شماری نصاری کہلاتے ہیں، مگر حکم شرع میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے (فتاوی دار العلوم قدیم ۱، ۲/ ۱۶۰)۔

''فتاوی رحمیہ'' میں ہے: لیکن فی زمانا شرعی مصلحت کی بنا پر ہودی ونصرانی عورت کے ساتھ شادی کرنے اور خلط ملط رکھنے کی اجازت نہیں، بالخصوص دار الحرب اور کفرستان میں کہ اس میل جول اور خراب ماحول کے اثر سے اولا خود اس کے پھر اولاد کے عقائد اور اخلاق بگڑنے کا پورا پورا اندیشہ ہے (۲/ ۱۰۱، ۱۰۲)۔

''احسن الفتاوی'' میں ہے: آج کل اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا، اگر کسی عیسائی یا یہودی عورت کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ یہ دہریہ نہیں، تو اس سے نکاح ہوجائے گا، مگر دوسرے خطرات کی بنا پر اس سے پرہیز واجب ہے، مثلاً اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے، بلکہ خود شوہر کا دین بھی خود خطرہ سے خالی نہیں، علاوہ ازیں ایسی عورتیں جاسوسی کا کام کرتی ہیں، لہذا یہ ملک کی سالمیت کے لئے بہت خطرناک ہیں (۵/ ۹۰)۔

''فتاوی محمودیہ'' میں ہے: بالخصوص موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات از دواج تو بالکل ہی ان کے دین ودنیا کو تباہ وبرباد کردینے والے ہیں، جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے، اور پھر یہ کہ اولاد عموما کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور اس کے اثرات سے متاثر ہونے کا مظنہ غالب ہے، نیز تجربہ سے ثابت ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے نکاح میں آکر اکثر غدر اور نقصان کیا ہے، لہذا اسلامتی اسی میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے (۱۱/ ۴۵۱)۔

حضرت شبیر احمد عثمانی صاحبؒ کی تحقیق درج ذیل ہے: مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے نصاری عموما برائے نام نصاری ہیں، ان میں بہ کثرت وہ ہیں جو نہ کسی آسمانی کتاب کے قائل ہیں نہ مذہب کے، نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا ہے، لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا، نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہ کوئی وجہ تحریم کی نہیں، لیکن اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں انتقاع کی اجازت نہیں دی جائے گی (فوائد عثمانی سور مائدہ)۔

جو لوگ خدا کے وجود کے قائل نہیں یا وحی ورسالت وآخرت کے منکر ہیں، ان کا شمار یہود ونصاری میں نہیں ہوگا، اور نکاح وذبیحہ کے معاملہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ نہیں کیا جائے گا، کیونکہ جو خدا کے وجود کے قائل نہیں، وہ دہریہ ہیں، ان کا اہل کتاب میں شمار کیوں کر ہوسکتا ہے، اہل کتاب تو اللہ تعالی کے وجود کے قائل ہیں، اسی طرح جو وحی ورسالت کے منکر ہیں وہ بھی اہل کتاب نہیں ہو سکتے، کیونکہ اہل کتاب تو نبی پر ایمان رکھتے ہیں ''الكتابي من يومن بنبي ويقر بكتاب'' (فتح القدیر ۶/ ۳۹۱)۔

بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی کو اہل کتاب میں شمار کرنا جائز نہیں ہے، فرقہ بہائیہ کے پیروکار کے متعلق علماء ازہر میں سے ایک عالم شیخ عصام الدین شعار فرماتے ہیں: ''بأن الذى يعتنق البهائية كافر بالإجماع، فلا يجوز زواج المسلم من البهائية؛ لأنها مشركة من غير أهل الكتاب'' (اثر اختلاف الدین فی احکام الزواج/ ۸۱) (جو شخص بہائی مذہب کو اختیار کرے، بالاجماع وہ کافر ہے، مسلمان کا بہائیہ عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ وہ مشرک ہے، اہل کتاب میں سے نہیں ہے۔

مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں: بہائی مذہب کے بارے میں جو عقائد سوال میں درج کئے گئے ہیں، ان کے الحاد وباطل ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، اس لئے کسی مسلمان کو ان کا مذہب اختیار کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ بہائی مذہب اختیار کرنے کے بعد کوئی شخص مسلمان نہیں رہ سکتا (آپ کے مسائل ان کا حل ۱/ ۵۵۲)۔

مفتی محمود حسن گنگوہی تحریر فرماتے ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی نے عقائد کفریہ اختیار کئے، جس کی وجہ سے وہ اسلام سے خارج اور مرتد ہوگیا، جو شخص اس کے عقائد کفریہ کی تصدیق کرے گا، اس کا بھی وہی حکم ہوگا (فتاوی محمودیہ ۲/۱۱۶)۔

قادیانیوں میں سے دوسرا گروہ یعنی نسلی قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار کرنا جائز نہیں ہے، وہ زندیق اور بددین ہیں، اس لئے ان سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: جو لوگ نسلی طور پر قادیانی ہیں وہ زندیق ہیں اور بددین ہیں، ان سے بھی نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں (جدید فقہی مسائل ۳/۱۹۱)۔

۶-الف: ان حالات میں دارالاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کرنا کراہت سے خالی نہیں، کیونکہ مسلم حکمرانوں کے تحت اہل کتاب خواتین کے ہونے کی وجہ سے اسلامی حکومتوں کو نقصان پہنچتا ہے، اور اس کے رواج سے مسلمانوں کی اخلاقی حالات کو بھی نقصان پہنچا ہے (جدید فقہی مسائل ۱/۱۹۰)۔

ب- ہاں ان لوگوں کے قول پر اہل کتاب سے نکاح کرنے کی کراہت برقرار رہے گی، جو دارالکفر میں اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیتے ہیں، کیونکہ جہاں فائدے نظر آ رہے ہیں، وہاں نقصانات بھی اس سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں، مثلاً عیسائی عورت سے پیدا ہونے والی اولاد اپنی ماں کا مذہب اختیار کر لیتی ہے، بلکہ بسا اوقات یہ طے ہوجاتا ہے کہ آدھی اولاد شوہر کی ہوگی، اور آدھی بیوی کے مذہب پر ہوگی۔

☆☆☆

اہل کتاب کے ساتھ نکاح

مفتی رحمت اللہ قاسمی☆

اہل کتاب:

اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کے نازل ہونے سے پہلے دیگر آسمانی کتابوں پر ایمان واعتقاد رکھتے تھے، اور ان کی باتوں پر عمل کرتے تھے، جیسے یہودی تورات پر اور نصاری انجیل پر۔

البتہ ہمارے زمانے میں عیسائیوں اور یہودیوں کا ایک بہت بڑا گروہ وہ ہیں جو محض نام نہاد عیسائی و یہودی ہے، ورنہ فی زمانناان دونوں طبقات کے اکثر لوگ خدا کے وجود، نبوت، وحی، حشر ونشر پر ایمان نہیں رکھتے، اور ان تمام کے منکر ہیں، لہذا موجودہ زمانے میں عیسائی اور یہودی عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہوگا، امام ابن جریرؒ نے حضرت حسن بصریؒ سے روایت نقل کی ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا مسلمان اہل کتاب کی عورت سے نکاح کرسکتا ہے تو فرمایا مسلمان کو اہل کتاب کی عورتوں سے کیا غرض جبکہ اللہ تعالی نے مسلمان عورتوں کو بہت زیادہ کردیا ہے (تفسیر طبری، نیز آیت: "والمحصنات من الذین" ۶/۱۲۶، بحوالہ تفسیر درمنثور ۲/۱۸۷)۔

"فتاوی محمودیہ" میں لکھا ہے کہ "الحیلۃ الناجزۃ" (ص ۱۶۵) میں لکھا ہے کہ اگر عورت کتابیہ، یعنی یہودیہ ونصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے، اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب (دہریہ) نہ ہو، بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو، اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو، اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ اصل سے یہودیہ ونصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو، جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہوجاتا ہے، لیکن بلا ضرورت شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے، اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اس لئے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عہد خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے سے منع فرمایا تھا اور جب عہد فاروقی میں ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد کم ہیں (الحیلۃ الناجزہ ص ۱۷۰، خلاصہ حکم الازواج مع اختلاف دین الازواج بحوالہ فتاوی محمودیہ ۱۷/۸۲، ۸۳)۔

"فتاویہ محمودیہ" میں آگے لکھا ہے کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ انہوں (یہودی وعیسائی عورتوں) نے مسلمانوں کے نکاح میں آکر اکثر نقصان کیا ہے، لہذا اسلامتی اس میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے۔

"نیز فتاوی دار العلوم" میں ہے کہ آج کل جو لوگ نصاری کہلاتے ہیں ان میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہریہ ہیں کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں، اگرچہ باعتبار مردم شماری نصاری کہلاتے ہیں، مگر حکم شرعی میں ایسے لوگ اہل شرع نہیں ہیں (فتاوی دار العلوم قدیم ۱/۱۶۰)۔

☆ دار العلوم شیخ علی متقی، برہان پور، مدھیہ پردیش۔

عمدۃ التفسیر حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کی تحقیق:

مگر یاد رہے کہ ہمارے زمانے کے نصاری برائے نام نصاری ہیں، ان میں بہ کثرت وہ ہیں جو کسی آسمانی کتاب کے قائل نہیں نہ مذہب کے، نہ خدا کے، ان پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم ایک سا نہیں ہوگا (فتاوی رحیمیہ ۸/ ۱۹۳)، ان تمام مفاسد کی بناء پر اکثر فقہاء نے کتابیہ عورتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے:"قال ابن النجیم: وحل تزوج لکتابیة لقوله تعالی والمحصنات من الذین او توالکتاب، والاولی ان لا یتزوج کتابیة" (البحر الرائق ۳/ ۱۰۳)، "وقال العلامه الحصکفی: وصح نکاح کتابیة وإن کره"۔

قادیانی چونکہ باجماع امت مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس لئے ان سے کسی قسم کا رشتہ ناطہ شرعا جائز نہیں، جس طرح کسی قادیانی سے مسلمان عورت کا نکاح نہیں ہوسکتا، ایسے ہی کوئی مسلمان شخص کسی قادیانی عورت سے نکاح نہیں کرسکتا، اس لئے کہ قادیانی اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں، بلکہ مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں، "قال شیخ الإسلام برهان المرغینانیؒ إن تصرفات المرتد علی أقسام نافذ بالاتفاق کالستیلاء، والطلاق، وباطل بالاتفاق کالنکاح والذبیحة، لأنه یعتمد الملة" (الھدایہ ۲/ ۶۰۳ باب المرتد) "وفی تاتارخانیه والمرتدة لا یجوز نکاحها مع احد" (فتاوی تاتارخانیہ ۳/ ۸)۔

قادیانی فرقہ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا ہے اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو آخری رسول اور نبی بھی تسلیم کرتا ہے ایسے لوگ منافقین سے زیادہ ضرر رساں اور دین کو نقصان پہنچانے والے ہیں، لہذا انہیں زندیق سے تعبیر کیا جاتا ہے: "هو الذین یظهر الإسلام ویسر بالکفر والمنافق وکان یسم فی عصر النبی ﷺ منافقا یوسمی الیوم زندیقا" (مجموع الفقہ الحنبلی ۱/ ۱۴۴، بحوالہ المغنی)۔

چنانچہ فقہاء کرام نے زندیق کو عام بت پرستوں اور کافروں کے حکم میں رکھا ہے، علامہ ابن نجیم مصری نے "فتح القدیر" کے حوالہ سے لکھا ہے کہ "یدخل فی عبدة الأثان الصور التی استحسنوها والمعطلة والزنادقة" (البحر الرائق ۳/ ۱۱۰)، اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے شرح موطا کی عبارت جس میں ختم نبوت کا بالواسطہ انکار کرنیوالوں کو زندیق قرار دیا گیا ہے آپؒ نے اس بات کو بالکل واضح کردیا کہ قادیانی بھی زندیق ہی کے حکم میں ہیں اور ان کا حکم نکاح اور ذبیحہ کے باب میں اہل کتاب کا نہیں بلکہ عام کافروں کا ہے اور یہ نہ صرف فقہاء کی تصریحات کے مطابق، بلکہ شریعت کی اس روح کے بھی موافق ہے کہ ایسے تمام مسائل میں ایمان کی حفاظت سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس لئے اہل کتاب سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا، تاکہ افراد امت مسلمہ فتنہ وفساد اور عقائد کی بے راہ روی سے محفوظ ہوسکیں، یہود ونصاری کا تو فسق وفجور کھلا ہوا ہے، لیکن ان قادیانیوں کا فتنہ چھپا ہوا ہے یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن درحقیقت یہ مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

لہذا موجودہ دور میں ہندو پاک میں عیسائیوں اور یہودیوں سے زیادہ اس فتنہ سے اجتناب کرنا ازحد ضروری ہے، اسی لئے قادیانیوں سے نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہوگا، اور اسی میں امت مسلمہ کی دین ودنیا کی فلاح وبہبودی مضمر ہیں۔

صابئین:

صابی: "صبوأ" کے اصل معنی خروج (نکلنا) ہیں، اور "صبأفلان" اس لفظ کا استعمال عرب اس وقت کیا کرتے تھے جب کوئی ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوتا تھا "صبأناب البعیر" اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹ کا دانت نکل آتا ہے اور فرقہ صابئین اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کسی دین میں بھی داخل نہیں ہر دین سے نکلے ہوئے ہیں (تفسیر مظہری ۱/ ۱۱۰)۔

صابی کے لفظی معنی ہے جو کوئی بھی اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں آجائے یا اس کی طرف مائل ہوجائے "قال واسحاق

الصابئون الخارجون من دين إلى دين، قيل لكل خارج من الدين إلى دين ......صابی ''(راغب)،خود رسول اللہ ﷺ کو شروع میں صابی اس لئے کہا جانے لگا تھا کہ آپ ﷺ نے دین قریش چھوڑ کر دین اسلام اختیار کرلیا تھا'' **وكانت العرب تسمى بالنبي ﷺ الصابي؛لأنه خرج من دين قريش ......دين الإسلام**''(نہایہ)۔

اصطلاح میں صابیوں سے مراد ایک ایسا مذہبی فرقہ ہے جو عرب کے شمال ومشرق میں شام وعراق کی سرحد پر آباد تھا یہ لوگ دین وتوحید اور عقیدہ رسالت کے قائل تھے،اور اس لئے اصلا اہل کتاب تھے،اسی لئے انہیں ''نصارائے یحیی'' کہا جاتا تھا،گویا نسبت ایک پیغمبر حضرت یحیی کی جانب رکھتے تھے،حضرت عمرؓ جیسے مبصر ونکتہ رس خلیفہ راشد اور حضرت عبداللہ بن عباس جیسے محقق صحابی رسول نے صابیوں کا شمار اہل کتاب میں کیا ہے،اور حضرت عمرؓ نے ان کا ذبیحہ بھی حلال مانا ہے'' **وقال عمر بن الخطابؓ وابن عباسؓ هم قوم من أهل الكتاب وقال عمر تحل ذبائحهم مثل ذبح اهل لكتاب**''اور اہل لغت بھی اسی طرف گئے ہیں:'' **هم جنس من أهل الكتاب**(صحاح جوهری)''،تابعین میں متعدد اکابران کے اہل کتاب یا موحد ہونے کے قائل ہیں'' **هم طائفة من اهل الكتاب**''(ابن جریر......عن السدی)'' **فرقة من أهل الكتاب**''(ابن کثیر عن ابی العالیۃ وربیع بن انس الضحاک والسدی واسحاق بن راہویہ)۔

ابن زیدانؒ ان کے موحد ہونے کے قائل تھے،اور قتادہؒ اور حسن بصریؒ سے تو یہاں تک منقول ہے کہ اہل قبلہ تھے،اور نماز پانچ وقت کی پڑھتے تھے(ابن جریر)،اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ جو خود بھی عراقی تھے،اور اس لئے صابیوں سے براہ راست واقفیت کا موقع رکھتے تھے،ان کا فتوی ہے کہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی حلال ہے اور ان کے ہاں کی عورتوں سے نکاح بھی جائز ہے اور یہی قول بعض اور قدیم فقہاء امت کا ہے۔

'' **ولهذا قال أبوحنيفة واسحاق لا بأس بذبائحهم ومناكحتهم** ''(ابن کثیر)'' **قال أبوحنيفة لا بأس بذبائهم ونكاح نسائهم**''(قرطبی)۔

تاریخ ایران پر ایک مستند مستشرق کی کتاب کا فرنچ سے اردو ترجمہ شائع ہوا(انجمن اردو دہلی)اس کے (صفحہ نمبر ۴۶)پر فاضل مترجم شیخ محمد اقبال پرنسپل اورینٹل کالج لاہور لفظ مینڈین(mandaean) پر حاشیہ دیتے ہیں ، مینڈین بہ زبان آرامی '' **بمعنی أولو العلم**'' لکھا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اس فرقہ کے لوگ اب بھی عراق میں موجود ہیں،اور صابی کہلاتے ہیں،وہ لوگ اگرچہ عیسائی نہیں ہیں، تاہم جان دی بپٹسٹ کو مانتے ہیں،عراق میں عوام ان کو حضرت یحیی کی امت کہتے ہیں(ایران بعہد ساسانیاں)اور یہاں خود قرآن مجید ان کے نام کا عطف دو اہل کتاب قوموں پر کر رہا ہے،یہ خود ایک قرینہ ان کے اہل کتاب اور اہل توحید ہونے کا ہے،جیوش انسائیکلو پیڈیا میں یہ تصریحات موجود ہے کہ'' میڈینہ'' مشرقی مذہبی فرقہ ہے،جس کے عقائد واعمال مسیحیوں، یہودیوں اور مشرقوں کے دین کو مخلوط ہیں، یہ لوگ جنوبی بابل یعنی واسط وبصرہ کے علاقے میں خوزستان کے قریب آباد ہیں،اور زبانیں یعنی عربی وفارسی بولتے ہیں،ان کے مذہبی نوشتے آرامی زبان میں ہیں جو بابل کے تالمود سے قوی مشابہت رکھتی ہیں، اور اپنے کو دوسرے فرقوں کے سامنے صابی ہی کہتے ہیں(جیوش انسائیکلو پیڈیا ۲۸۸/۸)،اسی میں آگے لکھا ہے کہ یہ لوگ گرچہ اور انبیاء برحق حضرت نوحؑ،حضرت ابراہیمؑ اور حضرموسیؑ کے منکر ہیں،لیکن حضرت یحییؑ کی نبوت کے قائل ہے''انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ اتھکس'' میں اس فرقہ کی تاریخ عائد وغیرہ پر مقالہ بڑی ہی شرح و بسط کے ساتھ ہے(۳۸۰/۸تا۳۹۲)۔

ان کا دوسرا لقب مغتسلہ بھی لکھا ہے، یہ غسل اور پانی میں غوطہ دینے کے بہت قائل ہیں،ان کی تعداد قریب چار ہزار بیان کی جاتی ہے،نماز ان کے ہاں پانچ وقت کی فرض ہے،تین بار دن میں اور دو بار رات میں اور ان کا قبلہ قطب تارہ یا سمت شمال ہے۔

چمبرسز انسائیکلوپیڈیا (نیوایڈیشن) میں ان کی آبادی عراق میں چھ ہزار بیان کی گئی ہے (۷/۵۰۷، بحوالہ تفسیر......۱/۱۷۰)۔

صابئین کے بارے میں حقائق وواقعات سے متعلق ان متضاد ومختلف روایات کی بنا پر فقہاء کے یہاں اختلاف پیدا ہوا ہے کہ یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے یا عام مشرقین کے حکم میں ہیں؟ اور اکثر علماء نے ان کے حالات ومعتقدات پر موقوف رکھا ہے۔

امام احمد کا ایک قول ہے کہ وہ عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے پھر جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ یوم سبت کا احترام کرتے ہیں تو پھر انہیں یہودیوں میں شمار کیا (المغنی ۹/ ۲۶۳)۔

امام شافعیؒ کا بیان ہے کہ اگر ان کے عقائد عیسائیوں اور یہودیوں کے مطابق ہوں تو ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال ورنہ نہیں (شرح المہذب ۹/۷۹)۔

مالکیہ کا خیال ہے کہ چونکہ عام عیسائیوں سے ان کے عقائد بہت کچھ مختلف ہے اور ان کا مذہب آتش پرستوں سے قریب تر ہے اس لئے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا (الشرح الصغیر ۱/ ۱۵۴)۔

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی ان کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا ہے (ہندیہ ۳/ ۳۶۸)۔

امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ؟ آپ ان کو اہل کتاب میں شمار کیا کرتے تھے (الجامع الاحکام القرآن ۱/ ۴۳۴)۔ لیکن اصل میں یہ اختلاف رائے اس بات پر مبنی ہے کہ ان لوگوں کا عقیدہ کیا تھا؟ امام کرخیؒ کا خیال ہے کہ ان کا ایک فرقہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا، اور زبور کی تلاوت کرتا تھا، امام ابوحنیفہؒ نے اپنی رائے میں اسی کو پیش نظر رکھا ہے، اور ایک فرقہ نبوت ووحی کا منکر اور سورج کا پرستار تھا، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اسی کے پیش نظر اپنی رائے دی ہے (الخانیہ علی ہامش الہندیہ ۳/ ۳۶۸)۔

ہر چند کہ اس دور میں اس نام سے کوئی قوم معروف ومتعارف نہیں ہے، لیکن صابئین کے بارے میں فقہاء کی احتیاط سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ کوئی بھی گروہ جس کا اہل کتاب ہونا مشکوک ہو تو جب تک اس کا اہل کتاب میں سے ہونا متحقق نہ ہو جائے، ذبیحہ اور عورتوں کی حلت کے باب میں ان واہل کتاب کا درجہ نہیں دیا جا سکتا (قاموس الفقہ ۴/ ۱۱۵ تا ۱۱۶)۔

لہذا ان تمام باتوں پر غور وخوض کرنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ شاید اس دور میں یہ فرقہ موجود ہی نہ ہو، اور اگر موجود بھی ہو تو دیگر اہل کتاب کی طرح ان کی تعلیمات، عقائد، توحید ورسالت، حشر ونشر میں تبدیل وخرد برد کر دی گئی ہو، لہذا احتیاط کا پہلو یہ ہے کہ نہ تو ان کا ذبیحہ حلال ہونا چاہئے اور نہ ان کی عورتوں سے نکاح کرنا درست قرار دیا جانا چاہئے۔

"وقال ابن عابدين ففي الفتح :ويجوز تزوج الكتابيات والأولى ولي أن لا يفعل" (ردالمحتار ۳/ ۴۵)، ان تمام مباحث کی روشنی اور موجودہ دور کے اصحاب حل وعقد کے نظریہ اور موجودہ زمانہ کے حالات وواقعات کے پیش نظر کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے ہی میں عافیت محسوس ہوتی ہے۔

☆☆☆

ہندو مذہبی کتابیں اور شخصیات اسلامی تناظر میں

مولانا محمد مصطفیٰ قاسمی آواپوری☆

مادروطن ہندوستان بھی روم وفارس اورامریکہ وروس کی طرح قدیم زمانے میں سپر پاور ملک اورتہذیب وتمدن کا گہوارہ رہ چکا ہے، علم وادب اور طب کا مرکز تھا، یہاں کی یونیورسٹی میں باہر ممالک کے لوگ آکر تعلیم حاصل کرتے تھے، یہاں کی تین یونیورسٹیاں پوری دنیا میں معروف ومشہور تھیں: نالندہ یونیورسٹی، وکرم شلا یونیورسٹی، ٹکشلا یونیورسٹی، یہاں کے سپوت علوم وفنون کے حاذق وماہر تھے، ان کو اپنے مذہبی علوم کے اندر بھی اعلی درجہ کا کمال حاصل تھا، پیغمبروں وریفارمروں اوررشیوں ومنیوں کی یہ سرزمین کہلاتی تھی: مہارشی گوتم، بالمیکی، رام، کرشن وغیرہ یہیں کے باشندے تھے، اپنے دور کے صالحین ومصلحین کے زمرے میں شمار کئے جاتے تھے، ان لوگوں کے بعد گوتم بدھ، مہاویر گذرے ہیں، بدھ مت کے بانی گوتم بدھ (۵۶۳ ق م) نیز جین مت کے بانی مہاویر (۵۹۹ ق م) (دیکھئے: سوعظیم آدمی ر ص ۴۱ تا ۴۴ مائکل ہارٹ)، ہندومذہب کی کتابوں خاص کر ویدوں مین توحید ورسالت کی واضح تعلیمات موجود ہیں، آخرت کا تصور بھی ہے، یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری بھی ہے اور آپ کے خاندان اور جائے ولادت کی تفصیلات صراحت ووضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہیں اور مزید فیہ اس کے اندر آپ ﷺ کے اسماء مبارکہ احمد، اور محمد کا لفظ صراحت کے ساتھ استعمال ہوا ہے، ان شواہد کی روشنی میں اگر ان کی کتابوں کو قرآن مجید کی بیشتر اعتقادی اوراخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر برادران وطن کے رشیوں ومنیوں کے سلسلے میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ اپنے عہد ودور میں ممکن ہے کہ اللہ تعالی کے پیغمبر رہے ہوں اور جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے سلسلہ میں مبالغہ سے کام لیا، اسی طرح مادروطن ہندوستان میں ان کے ماننے والوں نے ان کے بارے میں مبالغہ سے کام لیا ہوگا، ان کی کتابوں کے بارے میں بھی ان شواہد کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے سابقہ کتابوں کی طرح یہ بھی الہامی کتاب ہو (سورۂ بنی اسرائیل: ۳۶)۔

مولانا قاسم نانوتویؒ نے لکھا ہے کہ ہندومذہب کے سادھوسنت اوررشیوں ومنیوں مثلاً مہارشی گوتم، بالمیکی، رام چندر، کرشن وغیرہ کو برا بھلا نہیں کہنا چاہئے، وہ اپنے زمانے کے مصلحین میں سے تھے ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالی کے پیغمبروں میں ہوں اس لئے مسلمانوں کو اس سلسلے میں سکوت اختیار کرنا چاہئے، مزید فیہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ حضرات ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ سے بہت پہلے گذرے ہیں اور ہم کو ہماری شریعت نے کسی کو بھی برا بھلا کہنے سے ممانعت کردی ہے (سورۂ انعام: ۱۰۸)۔

زبدۃ الخلاصہ:

اور ویداور گرنتھ یا زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الہی اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے، اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحت ابراہیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا وید یا گرنتھ وغیرہ

☆ مدرسہ اسلامیہ، شکرپور بھرواره، دربھنگہ، بہار۔

کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، امکان محض احتمال محض ہے، جو ثبوت کے لئے کافی نہیں (معارف القرآن ۶۱/۳)۔

برادران وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں ان کو یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اپنے عہد کے اللہ کے پیغمبر رہے ہوں گے، اوران کی کتابوں کو قرآن مجید کی بیشتر اعتقادی اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بنیاد پر یقین کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ الہامی کتاب ہے۔

اہل کتاب سے سماجی تعلقات قائم کرنے کا حکم شرعی نقطہ نظر سے:

الف: عیسائی مشنریز تعلیم پر خصوصی توجہ دیتی رہی ہیں اور پورے ملک میں ان کے اسکولوں کا جال بچھا ہوا ہے، یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ان اسکولوں سے پڑھ کر نکلنے والے طلبہ وطالبات کی ایک اچھی خاصی تعداد الحاد و دہریت کا شکار ہو جاتی ہے اور ان کے ذہن میں شکوک و شبہات کے کانٹے جڑ پکڑ لیتے ہیں، ان حالات میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا، کیونکہ یہ اقدام اپنے آپ کو جہنم میں دھکیل دینے کے مترادف ہے، شریعت اسلامیہ میں خودکشی حرام ہے، اسی طرح شتر بے مہار اداروں میں اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کا داخلہ کرنا گویا اپنے آپ کو خودکشی کرنے کے مترادف ہے، اسلام ہمارا محتاج نہیں ہے، بلکہ ہم لوگ اسلام کے محتاج ہیں، ہمیں مرتے دم تک اسلام کا قلادہ گردن میں ڈال کر رکھنے کی اشد ضرورت ہے، مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنی نہیں چاہئے، بلکہ ان کی حوصلہ شکنی کی جائے ایسے عصری تعلیم سے آراستہ ہونا اور ان کے ذریعہ روزگار کے مواقع حاصل کرنا مسلمان کے لئے زیبا نہیں دیتا ہے، جب ہمارے اندر اسلام کی کوئی چنگاری ہی باقی نہ رہے گی تو تعلیم یافتہ ہونے اور روزگار کے مواقع مل جانے سے کیا فائدہ، ایسے خرافات سے صد فی صد احتراز و اجتناب کرنا چاہئے اور مسلمان قوم کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے، اور اسی کا متبادل معیاری تعلیمی درس گاہوں کے قائم کرنے کے لئے اپنی پوری توجہ دینے کی ضرورت ہے، تاکہ ہمارے بچے بچیاں عصری تعلیم سے آراستہ ہو سکیں اور ان کو روزگار کے مواقع حاصل ہو سکیں، عصر حاضر میں مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینا شرعاً قطعاً حرام ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے: "**یایھا الذین آمنوا قوا أنفسکم وأھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارة علیھا ملائکة غلاظ شداد لا یعصون اللہ ماامرھم ویفعلون مایؤمرون**" (سورۂ تحریم:٦) (اے ایمان والو بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے جن کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر مقرر ہیں فرشتے تندخو زبردست نافرمانی نہیں کرتے اللہ کی جو بات فرمائے ان کو اور وہی کام کرتے ہیں جو ان کو حکم ہو)۔

ب- اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مردوں کو شادی کرنا حرام ہے:

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق کی ادائیگی سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بناء پر طلاق دے دینے کی اجازت ہرگز نہ ہوگی، اس کے ساتھ اسلامی رواداری اور حسن سلوک کا اعلی نمونہ پیش کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کا دل مذہب اسلام کی طرف مائل ہو جائے اور خود بہ خود اسلام قبول کرلے، نیز اگر نباہ مشکل ہو جائے تو معروف طریقے سے طلاق دے دے، تاکہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی کسی دوسرے کے ساتھ بسر کر سکے، اس کو بے سہارا چھوڑ کر بھاگنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس کا متبادل نظم و نسق کر کے ہی اپنے ملک کو لوٹنا چاہئے، مذہب اسلام کی یہی تعلیم ہے، اس کی خلاف ورزی مذہب اسلام کی جگ ہنسائی کے مترادف ہوگی (موسوعہ فقہیہ ۵٦/۲۴ تا ٦٠، وزارت الاوقاف کویت)۔

جو اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے نکاح میں ہوں، وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام نہیں دے سکتی ہیں، اگر وہ واقعہ

اپنے مذہبی مراسم کی ادائیگی کی بڑی پابند ہوں تو وہ گرجا، چرچ میں جا کر انجام دینے کی کوشش کریں۔

زبدۃ الخلاصہ: قرآن وسنت اور اسوہ صحابہ کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی طور پر پرہیز کریں، اہل کتاب کی عورتوں کو اگر رکھنا ہی ہے تو باقاعدہ نکاح کر کے بیوی کی حیثیت سے رکھیں ان کے حقوق مہر وغیرہ ادا کریں، ان کو داشتہ کے طور پر رکھنا اور کھلے طور پر بدکاری کرنا یہ سب چیزیں حرام ہیں، عصر حاضر میں بلا چوں وچرا اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنے کے سلسلے میں حرمت کا فتوی صادر کر دیا جائے۔ میری رائے میں اہل کتاب کی عورتوں سے چاہے وہ دارالاسلام میں رہتی ہوں یا دارالکفر میں ہر حال میں نکاح کرنا حرام ہے۔

ج- عیسائی مشنریز ہاسپٹل، قرض مہیا کرنے والے ادارے قائم کرتی ہیں، یہ ادارے خدمت خلق کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ اور کم سے کم دوسروں کو اپنے مذہب سے دور کرنے کا اہم کردار ادا کر رہے ہیں، ایسے اداروں میں مسلمانوں کو خدمت کرنے کی شرعا اجازت نہیں دی جائے اور نہ ان کی خدمات سے استفادہ کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے، کیونکہ اس صورت میں کفر وارتداد کا بہت ہی زیادہ خطرہ ہے۔

عیسائی مشنریز کے ماتحت کسب معاش کرنا اپنے آپ کو خودکشی کرنے کے مترادف ہے، جب سب کو معلوم ہے کہ وہاں مذہب اسلام پر برقرار رہنا مشکل ترین مرحلہ ہے، شرعا ایسی ملازمت کرنا حلال وجائز نہیں، ایسی ملازمت کا ترک کر دینا فرض وواجب ہے۔

اسلام نے انسان کو جو اعزاز واکرام بخشا ہے اس کا لحاظ وخیال کرنا ہر انسان کے لئے لازم ہے، بلاضرورت کسی بھی شخص کے سامنے گداگری کے لئے ہاتھ پھیلانا عزت وآبرو کے خلاف ہے، ایسی روزی کی تلاش شرعی نقطہ نظر سے ممنوع ہے، ہر آدمی اپنی لیاقت وقابلیت کے اعتبار سے روزی کی تلاش میں کوشاں رہے، ایسی روزی کی تلاش میں نہیں رہنا چاہئے جس سے اسلام ہی خطرے میں پڑ جائے۔

زبدۃ الخلاصۃ:

یہودی اور عیسائی کی شرارت کی روداد سے قرآن مجید اور کتب حدیث بھری ہوئی ہے پھر بھی ہم لوگ اسی سے عبرت حاصل نہ کریں تو اس میں کسی کا قصور نہیں ہے خود ہمارا قصور ہے، ہم دشمن کس دشمن سمجھ رہے ہیں، بلکہ اس کے برعکس اس کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر اس کے ساتھ دوستی کا کردار ادا کر رہے ہیں، عیسائی اداروں میں خدمت کرنے اور ان کی خدمات سے استفادہ کرنے میں مسلمانوں کا رویہ منفی عمل کا ہونا چاہئے مزید فیہ ایسے اداروں کی بیخ کنی عصر حاضر میں مسلمانوں پر ضروری لازم ہے، تاکہ وہ اسلام کی شبیہ نہ بگاڑ سکے، اس قسم کا ادارہ صاحب ثروت کو قائم کرنا چاہئے، تاکہ مسلم قوم اس سے فائدہ اٹھائے اور عیسائی ادارے کی طرف للچائی نگاہ سے نہ دیکھے۔

☆☆☆

اہل کتاب عورتوں سے نکاح اور اس سے متعلق احکام

مولانا اشتیاق احمد قاسمی☆

نسل انسانی کی بقا، عفت وعصمت کے تحفظ اور تمدنی زندگی بسر کرنے کے لئے اللہ تعالی نے نکاح کو مشروع فرمایا ہے، یہ زوجین کے لئے قلبی سکون کا ذریعہ ہے، نکاح سے پہلے زوجین کو ہزار بار سوچنا چاہئے، اور نکاح کے بعد جدائی کے سلسلہ میں کبھی نہیں سوچنا چاہئے، سکون و عافت کی زندگی گزارنے کے لئے زوجین کے درمیان ہم آہنگ کے لئے مذہبی، فکری، معاشی اور تہذیبی ہم آہنگی ضروری ہے، اسی مقصد کے پیش نظر مسلمان کا نکاح کافرہ سے جائز نہیں ہوگا اور کافر کا مسلمان عورت سے جائز نہیں ہے، قرآن پاک میں مشرکین کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

۱- جس کا مذہب آسمانی نہیں ہے، ۲- جس کا مذہبی آسمانی ہے۔

پہلی قسم سے رشتہ نکاح قطعا جائز نہیں ہے، اس کو قرآن مجید میں "ولا تنکحوا المشرکات" (بقرہ:۲۲۱) سے بیان کیا گیا ہے، اور دوسری قسم سے نکاح جائز ہے، قرآن پاک میں "والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم" (مائدہ:۵) سے بیان کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے جواز کو بیان کیا گیا ہے، اس لئے پوری امت اس کے جواز کو مانتی ہے، صحابہ کرام تابعین عظام اور ائمہ اربعہ سب کے سب جواز پر متفق ہیں، صحابہ کرامؓ میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے ایک یہودیہ سے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ نے ایک عیسائی سے اور حضرت عثمان بن عفانؓ نے کسی یہودیہ یا نصرانیہ سے نکاح کیا (جامع البیان ۲/۶۷۳)۔

وہ خیر القرون تھا اس زمانے میں یہود ونصاری گمراہیوں کے باوجود خدا کے قائل تھے، وحی، نبوت اور ملائکہ کو تسلیم کرتے تھے ان کا آخرت کے جزا وسزا پر بھی ایمان تھا، لیکن ہمارے زمانے کے یہود ونصاری کی حالت مختلف ہے، یہ قول علامہ شبیر احمد عثمانی: "ہمارے زمانے کے نصاری برائے نام نصاری ہیں، ان میں اکثر نہ تو آسمانی کتاب کو مانتے ہیں اور نہ اللہ تعالی کو" (تلخیص از فوائد عثمانی، سورۂ مائدہ:۵)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں: اس زمانے میں جو نصاری کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاری ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری اور سائنس پرست ہیں (امداد الفتاوی ۲/ ۲۱۴)۔

آج کے یہود ونصاری کی ایک بڑی تعداد بنیادی عقیدے کی منکر ہے، نہ تو ان کا ایمان خدائے واحد پر ہے اور نہ وہ رسالت اور آخرت ہی کو مانتے ہیں۔

جب صورتحال یہ ہے تو حکم لگانے میں تفصیل ہوگی جبکہ اہل کتاب عورت اپنے معروف عقیدہ پر ہوگی بس اسی سے نکاح جائز ہوگا کہ کوئی اور اس میں نہ ہو، نیز مضبوطی سے اسلام پر رہنے کی ہمت ہو اور بیوی سے کسی قسم کا خطرہ نہ کرتا ہو اور جو دہریت کی قائل ہو اس سے مسلمان کا نکاح جائز نہیں ہوگا (امداد الفتاوی ۲/ ۲۱۴ فوائد عثمانی)۔

☆ مدرس دار العلوم دیوبند، سہارنپور۔

جواز کا قول بھی حضرت عمر ابن عمر اور ابن عباسؓ کے آثار کی روشنی میں خلاف اولی اور کراہت تنزیہی کے ساتھ مقید ہے اور وہ بھی دار الاسلام میں رہنے کی حالت میں دار الحرب میں فقہاء کرام کراہت تحریمی کے قائل ہیں۔

اہل کتاب سے نکاح میں دار الاسلام اور دار الحرب کا فرق:

پہلے زمانے میں دار الاسلام اور دار الحرب میں بنیادی فرق تھا، دار الاسلام کا ماحول بالکل اسلامی تھا، ہر چیز پر اسلام اور احکام اسلام کو ترجیح حاصل تھی، دار الحرب میں مسلمانوں کے لئے رہنا جائز نہ تھا، ہجرت ضروری تھی، اور ہجرت میں آج کی طرح دشواری بھی نہیں تھی، اس لئے فقہاء کرام نے بہت سے احکام میں دونوں ملکوں کے لحاظ سے فرق بیان فرمائے تھے، دار الحرب میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی صورت میں کئی خطرات تھے۔

الف- بیوی کے اثر انداز ہونے کی صورت میں شوہر کے دین کا خطرہ تھا۔

ب- کفر والحاد کے غلبہ کے ماحول میں اولاد کے دین پر باقی رکھنے کا مسئلہ بھی اہم تھا کہ کہیں بچپن سے ماں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے غیر مسلم نہ ہو جائے۔

ج- بیوی اور بچے کی وجہ سے دار الحرب کو مستقل طور پر وطن بنا لینے کا بھی خطرہ تھا۔

ان خطرات کے پیش نظر فقہاء کرام نے دار الحرب میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو مکروہ بتایا (بدائع ۵/۵۰)، اور علامہ شامیؒ نے کراہت کو تحریمی کے ساتھ مقید فرمایا ہے (رد المحتار ۳/۴۵)، دار الاسلام میں نکاح کو مکروہ تنزیہی کہا گیا تھا، اس لئے وہاں اس قسم کے خطرات بھی نہیں تھے۔

لیکن اب حالات بدل گئے حقیقی دار الاسلام نہیں رہے، اسلام کے غلطبہ کے بجائے اب وہاں مسلمانوں کا غلبہ ہے، اس لئے وہ مسلمانی ممالک ہیں اسلامی نہیں اور ماحول میں مغربیت کا غلبہ ہو رہا ہے، جو خطرات دار الحرب میں تھے، آج وہی خطرات دار الاسلام میں نہیں، اس لئے اب دونوں کا حکم برابر ہونا چاہئے، یعنی اصل کے لحاظ سے حقیقی کتابیہ سے نکاح جائز ہے، مگر خارجی حالات کے لحاظ سے مکروہ تحریمی ہوگا، اس لئے احتیاط ضروری ہے، یہ بات حضرت عمرؓ کے اثر سے بھی سمجھی جاسکتی ہے کہ جب ان کو حضرت حذیفہؓ کے بارے میں نصرانیہ سے نکاح کے بارے میں معلوم ہوا تو ناراض ہوئے طلاق دینے کا مشورہ دیا، تو حضرت حذیفہؓ نے خط لکھا کہ کیا یہ حرام ہے؟ اگر حرام ہے تو میں چھوڑتا ہوں تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: نہیں حرام نہیں ہے، مگر میں بہتر نہیں سمجھتا (احکام القرآن جصاص ۱/۳۳۳)، گویا حضرت عمرؓ کا منع فرمانا مصلحت پر مبنی تھا، اس موقع سے حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا اقتباس نقل کرنا بہتر سمجھتا ہوں، فرماتے ہیں:

اگر خارجی اثرات وحالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو، بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی، موجودہ زمانہ میں یہود ونصاری کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا، یہ چیزیں خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں، وہ مخفی نہیں، لہذا ابدی اور بددینی کے اسباب وذرائع سے اجتناب ہی کرنا چاہئے (مائدہ آیت:۵)۔

آج کل مسلم ممالک میں اہل کتاب سے نکاح کا انجام:

آج پوری مسلم دنیا میں یہود ونصاری کا اثر ورزوخ حاوی ہے، اور عالم اسلام کے مسلمان اپنی داخلی اور خارجی زندگی میں انہیں کے نقش قدم پر نہیں، اہل کتاب عورتوں سے نوجوان نکاح کر لیتے ہیں، پھر بیوی کا اثر ونفوذ شروع ہونے لگتا ہے، بچے بے دین ہو جاتے ہیں، خاص

کر عرب ملکوں میں مسلمان حکمرانوں، فوجی کمانڈروں اور اعلی سرکاری عہدہ داروں کی یہودی اور عیسائی بیویاں کیا کچھ گل کھلا رہی ہیں، سب کو معلوم ہے، اس سے عرب کو غیر معمولی نقصان ہو رہا ہے، سیاسی بھی، فوجی بھی اور معاشی بھی، اس لئے ان حالات کے پیش نظر حقیقی اہل کتاب عورتوں سے نکاح نہ کرنا ہی قرین مصلحت ہے، اور فقہی تعبیر میں ان سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے، رہی وہ اہل کتاب عورتیں جو دہریت زدہ ہیں خدا، رسول، اور آخرت کی منکر ہیں تو ان سے نکاح کسی حال میں جائز نہیں، اس لئے کہ وہ اہل کتاب نہیں ہیں۔

مغربی ممالک میں اہل کتاب سے نکاح:

مغربی ممالک میں جو عورتیں دہریہ ہیں ان سے تو نکاح جائز نہیں اور جو اہل کتاب میں خدا رسول اور آخرت پر ان کا ایمان ہے، آسمانی کتاب کو مانتی ہیں ان سے نکاح کرنا جائز ہے، مگر مصلحت دینی و دنیوی کے خلاف ہے، غیر مسلمین کے غلبہ والے ماحول اور ملک میں رہنے کی وجہ سے بھی مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا۔

دعوتی نقطہ نظر سے اہل کتاب سے نکاح:

اسلام آفاقی اور ابدی مذہب ہے، ہر مسلمان اس کی دعوت کا ذمہ دار ہے، اسلام غالب ہونے کے لئے آیا ہے، مغلوب ہونے کے لئے نہیں، کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ بیوی سے مغلوب ہو کر اپنے دین کو خیرآباد کہہ بیٹھے، بیوی پر مرد کو قوام اور نگراں بنایا گیا ہے، مسلمان شوہر کی ہر لمحہ یہ کوشش ہونی چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کو اسلام اور احکام اسلام کی تلقین کرتا ہے، اگر بیوی خدانخواستہ اہل کتاب میں سے ہو تو اسلام سے قریب کرنے کی دہری ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے، یہ تو ہر شوہر کی شرعی ذمہ داری ہے۔

یہاں سوال یہ ہے کہ کیا دعوتی نقطہ نظر سے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے؟ اس لئے کہ بسا اوقات اہل کتاب عورتیں مسلمان شوہروں کی محنت سے ایمان لے آتی ہیں، پھر ان کے ذریعہ ایمان کی دعوت ان کے اہل خاندان تک پہنچتی ہے۔

اس سلسلے میں علامہ کاسانیؒ کی رہنمائی بڑی واضح ہے، انہوں نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، فرماتے ہیں: "**يجوز نكاح الكتابيات لرجاء اسلامها**" (بدائع الصنائع ۳/ ۱۴۱۴) (اہل کتاب عورتوں سے ان کے اسلام لانے کی امید کی وجہ سے نکاح جائز ہے)، پھر تھوڑی تفصیل کے بعد آگے لکھتے ہیں:

"**فيجوز نكاحها لهذه العاقبة المحمودة بخلاف المشركة**" (ایضا) (اسی نیک انجامی کی وجہ سے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، برخلاف مشرکہ کے (کہ ان سے نکاح جائز نہیں ہے)۔

صحابہ کرامؓ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کیا تھا تو وہ ان کی محنت سے مسلمان ہوگئی تھیں، حضرت عثمان بن عفانؓ کے بارے میں "حاشیۃ المنہاج نووی" میں پوری صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ ان کی کتابیہ بیوی مسلمان ہوگئی تھیں (۳/ ۱۸۷)۔

غرض یہ کہ اگر کوئی داعی نفسانی خواہش سے الگ ہو کر محض دعوتی نقطہ نظر سے کسی حقیقی کتابیہ سے نکاح کرے اور مؤثر بننے کا عزم رکھے، بیوی کے اثر و نفوذ کا اس کو خطرہ نہ ہو تو آج بھی انفرادی طور پر ایسے شخص کو نکاح کی اجازت کراہت تنزیہی کے ساتھ دی جاسکتی ہے، مگر عمومی طور پر اس کا فتوی دینا مناسب نہیں، اس لئے کہ اس کو آڑ بنا کر بہت سے لوگ پھنس سکتے ہیں، کیونکہ یہ بڑی حیلہ باز قوم ہے، اس سے دور رہنے ہی میں عافیت ہے، ادنی کراہت کے باقی رہنے کی وجہ یہی ہے۔

اہل کتاب بیوی کے حقوق:

اہل کتاب بیوی کے لئے آزاد ہونا ضروری ہے، اگر وہ باندی ہے تو اس سے نکاح جائز نہیں ہے، آزاد عورتوں کے حقوق فقہی کتابوں

میں بیان ہوئے ہیں، وہی حقوق اہل کتاب بیوی کے ہوں گے، بلا وجہ ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا جائز نہیں اور نہ ہی غیر مسلم ہونے کی وجہ سے طلاق دینے کی کھلی چھوٹ ہوگی، جب نکاح کرلیا تو نبھانا ضروری ہوگا، ہاں یہ بات ضرور ہے کہ یہ نکاح کراہت کے ساتھ ہی چونکہ جائز ہے اس لئے مسلمان آزاد عورت کے نکاح کی طرح بہت زیادہ مستحکم بھی نہیں ہوگا، حضرت عمرؓ کے اثر کو سامنے رکھ کر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے۔

اہل کتاب بیوی کے اس کے مذہب پر باقی رہنے کے ساتھ ہی نکاح کا عمل سامنے آیا ہے، اس لئے جب تک وہ اپنی رضا ورغبت سے ایمان قبول نہیں کرلیتی اس کو اپنے مذہب کی کتاب پڑھنے اور اس کے مراسم ادا کرنے کی اجازت ہوگی، شوہر زبردستی اس کو روک نہیں سکتا، اخلاق اور اسلامی دلائل سے مطمئن کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔

اہل کتاب کا ذبیحہ:

جو نکاح کا حکم ہے وہی ذبیحہ کا حکم ہے، یعنی جو اہل کتاب واقعتاً اہل کتاب ہیں، آسمانی مذہب اور آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، رسالت وآخرت کے قائل ہیں، مذہبی رسومات بھی انجام دیتے ہیں ان کا ذبیحہ چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

۱- وہ اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے ہوں، ۲- جانور حلال ہو، ۳- وہ رگیں جن کا کٹنا ضروری ہے، ذبح کے وقت کٹ جائیں اور خون بھی اچھی طرح نکل جائے۔

معلوم ہوا کہ آج بھی یہود جانور کو اللہ کا نام لے کر ہی ذبح کرتے ہیں، ان کا طریقہ ذبح اسلامی قانون کے مطابق ہے، مذہبی رسومات کے پابند ہیں، محرم کا روزہ آج بھی رکھتے ہیں، اس لئے قرآن مجید میں ان کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی صراحت کی گئی ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم ''(مائدہ:۵) (اہل کتاب کا کھانا (یعنی ذبیحہ) تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے)، متعدد مفسرین نے طعام کی تفسیر ذبیحہ سے کی ہے (جلالین ر ۹۵ تھانوی دیوبند)۔

اگر جان بوجھ کر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو یا غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو تو اہل کتاب کا ایسا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا (تفسیر مظہری ۳ر۳۹)۔

اگر اسلامی طریقہ ذبح کی مخالفت ہو، متعین رگیں نہ کٹیں تو بھی ذبیحہ حلال نہیں ہوگا، رہے وہ لوگ جو حقیقتاً دہریہ ہیں، ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں، چاہے وہ ظاہری طور پر یہود ونصاری کہلاتے ہوں، معارف القرآن (۴۸ تا ۶۴) میں اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔

عیسائی اسکولوں میں تعلیم:

آج عیسائیت تعلیم اور تہذیب کے راستے سے پھیل رہی ہے، پورے ملک میں اا ن کے اسکولوں کا جال بچھا ہوا ہے، ان کے یہاں تعلیم کا معیار بلند ہے، انہوں نے اپنے مذہب کو پھیلانے کے لئے '' مشن اسکول'' قائم کررکھے ہیں، وہ اس راستے سے ہندوستان کی کایا پلٹ دینا چاہ رہے ہیں، ان کی حکومت تو ختم ہوگئی، مگر مشن ختم نہیں ہوا، دوسرے برادران وطن کو تو وہ اپنے مذہب میں شامل بھی کررہے ہیں، مسلمانوں کے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے، آج مسلمان بچے بھی ان کے اسکولوں میں بھیجے جارہے ہیں، وہ نہایت ہی آسانی سے ان سادہ لوح بچوں کو اسلام سے دور اور عیسائیت سے قریب کررہے ہیں، اس کی بہت سی مثالیں اور شواہد موجود ہیں۔

ایسی صورت حال میں مسلمانوں کو ہوش کے ناخن لینے کی ضرورت ہے، اور ان کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ علم معاش پر دین مقدم ہے، دین کے حفاظت پہلے کرنے کی ضرورت ہے، اس کے بعد ہی علم کا نمبر آتا ہے، ایسی صورت حال میں اپنے بچوں کو مسلمانوں کے اسکولوں میں بھیجنا چاہئے اور جس علاقے میں مسلمانوں کے اسکول نہ ہوں وہاں نئے اسکول قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور اگر قائم نہ کرسکتے ہوں تو

اپنے بچوں کو اپنے علاقے سے دور کہیں اچھے ماحول کے اسکول میں داخل کرنا چاہئے، اگر آدمی ایمان اور اعمال کی حفاظت کو اچھی طرح محسوس کرلے تو عقیدہ وعمل کو بچانے کے ساتھ ساتھ بھی اپنے بچوں کو تعلیم دے سکتا ہے۔

عیسائی مشنریز کے اسکولوں کی تائید اور حوصلہ افزائی بالکل نہیں ہونی چاہئے، یہ عمل ہرگز جائز نہیں ہے۔

عیسائی ہاسپیٹل اور رفاہی ادارے:

عیسائیت کے فروغ کے لئے انہوں نے ہاسپیٹل بھی قائم کئے ہیں، اور دیگر رفاہی ادارے بھی جو قرض فراہم کرتے ہیں اور حادثات میں مدد کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، ایسے ادارے ظاہری طور پر اپنا معروف کام انجام دیتے ہیں، مگر جو بھی ان سے قریب ہوتا ہے، ان کی خدمات سے متاثر ہوتا ہے، اس کو وہ اپنے مذہب میں داخل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ایسے ادارے سے مسلمانوں کو چوکنا رہنا چاہئے، معاوضہ دے کر ہاسپیٹل میں علاج کرانے میں کوئی مضائقہ نہیں، ہاں اگر دوسرے ہاسپیٹل اس طرح کا علاج مہیا کرتے ہوں تو ان کو ترجیح دینی چاہئے، رفاہی اداروں سے دور رہنا ہی بہتر ہے، ان سے استفادہ مناسب نہیں خلاف اولی یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔

رہا ان اداروں میں ملازمت کرنا تو مسلمان ملازم اگر اپنی متعینہ جائز ڈیوٹی کرکے اجرت حاصل کرلیتا ہے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، ”تعاون علی الاثم“ میں داخل نہیں ہے، ہاں اگر عیسائیت کی تبلیغ کا کوئی کام کرتا ہے تو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا: ”تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“ (مائدہ: ۲) (نیکی اور پرہیزگاری کی باتوں میں ایک دوسرے کو مدد اور گناہ اور دشمنی کی بات میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)۔

جن ادیان کا ذکر نصوص میں نہیں ان کے ماننے والے ہرگز اہل کتاب نہیں:

یہود ونصاری بالاتفاق اہل کتاب ہیں، صابئین بھی امام اعظمؒ کے قول کے مطابق اہل کتاب ہیں یہی قول راجح ہے، آگ پرست مجوس (پارسی) اہل کتاب نہیں یہی راجح ہے، ان کے علاوہ بعض ادیان و مذاہب ایسے ہیں جن کی مذہبی کتابوں میں توحید کی تعلیم، آخرت کا تصور اور رسالت کی باتیں ملتی ہیں، لیکن چونکہ ان کے سلسلہ میں واضح دلائل موجود نہیں ہیں، اس لئے ان کو اہل کتاب نہیں کہا جاسکتا۔

مثال کے طور پر ”وید“ ہے، اس میں توحید، آخرت اور رسالت کا ذکر موجود ہے، حضور ﷺ کی بشارت بھی موجود ہے، بلکہ دعوی کرنے والوں نے ”محمد اور احمد“ کے معانی بھی ان سے تخریج کئے ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان باتوں کی سے ان کو آسمانی کتاب مان لیا جائے گا۔

پس اس کا جواب یہ ہے کہ ہرگز نہیں مانا جاسکتا، اس کے ایک واضح دلیل یہ ہے کہ ویدوں کے ماننے والے غیر مسلمین بھی اس کو آسمانی کتاب نہیں مانتے اور نہ ہی اس کے دلائل ان کے پاس ہیں، تو مسلمان اگر اس آسمانی کتاب ہونے کی سند دیں تو زیادہ سے زیادہ یہ کہنا ممکن ہے کہ یہ کسی اچھے آدمی کی لکھی ہوئی کتاب ہے جس کی تعلیمات برحق تھیں، بعد میں آنے والوں نے خود کو خدا مان لیا اور ان کے بارے میں یہ خیال کرلیا کہ خدا نے خود آکر مخلوق کی صورت اختیار لی اور اوتار بن گیا، اسلامی عقیدے کے مطابق ان کو ہرگز ہرگز پیغمبر کا درجہ نہیں دیا جاسکتا، اس کے لئے واضح دلائل کی ضرورت ہے، یہودی اور عیسائی نے اپنے مذہب کو بدل لیا، کتاب اللہ میں تحریف کرڈالی مگر اس کے لئے نصوص میں دلائل موجود ہیں، اس لئے وہ اہل کتاب ہیں بے شک ہر قوم میں اللہ تعالی نے رسول بھیجے ہیں، ”ولکل أمة رسول“ (یونس: ۴۷) میں اس کی صراحت ہے، اور ہر نبی کو اپنی قوم کی زبان میں تبلیغ کا حکم ملا تاکہ وہ اچھی طرح احکام الہی کو واضح کرسکیں، قرآن پاک میں ہے: ”وما أرسلنا

من رسول إلا بلسان ......" (ابراہیم: ۴) (اور ہم نے پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ہی مبعوث کیا، تاکہ وہ اپنی قوم کے سامنے (دلائل توحید ورسالت کو) واضح کریں۔

جب کسی کی رسالت واضح دلائل سے ثابت نہ ہو اس وقت رسول اور نبی ہونا کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے، یہ تو بے دلیل بات ہو جائے گی، اس لئے بس انہیں پیغمبر کو رسول اور نبی کہہ سکتے ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالی نے صراحت فرمادی ہے، جن کی صراحت اللہ تعالی نے نہیں فرمائی ان کو پیغمبر کہنا اللہ تعالی کے خلاف جھوٹ باندھنے کے مرادف ہوگا۔

جن لوگوں نے بھی جناب رام، کرشن اور گوتم بدھ کے سلسلے ایسی باتیں کہی ہیں وہ غلطی پر ہیں ان کا یہ کہنا شرعا جائز نہیں، اس کے لئے ایک روایت ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پہلے ایک نیک آدمی گزرے ہیں، ان کا نام "تبع" تھا، حضور ﷺ کو چونکہ وحی کے ذریعہ واضح طور پر ان کے بارے میں نہیں بتایا گیا تھا، اس لئے آپ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: "ما اشري أتبع أكان نبيا أوغير نبي" (معالم التنزیل رص ۸۰۶) (میں نہیں جانتا کہ تبع نبی تھے، یا نبی نہیں تھے)۔

غرض یہ کہ صالح اور نیک کہنے کے لئے تو کسی بھی آدمی کی تعلیمات کے شواہد کافی ہیں، نبی اور رسول کہنے کے لئے قطعی دلیل کی ضرورت ہے، یہی حال کتاب کا ہے، آسمانی کہنا آسان بات نہیں، پھر یہ کہ جب قرآن مجید نے پچھلی ساری کتابوں کو منسوخ کر دیا تو اس بحث کا حاصل کیا نکلے گا؟ کچھ بھی نہیں، اس لئے یہ بحث فضول ہے (فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۸/ ۲۷۶، ۲۷۷ میں بھی اس کی قدرے تفصیل موجود ہے)۔

اسلام کے بعد پیدا ہونے والے باطل ادیان:

بعض ادیان و مذاہب ایسے ہیں جو اسلام کے بعد وجود میں آئے، مثلاً بہائی، بابی، سکھ اور قادیانیت وغیرہ یہ باطل ہیں، اگر چہ ان میں سے بعض قرآن مجید اور آخری نبی ﷺ کی رسالت کو مانتے ہیں، مگر اسی کے ساتھ وہ حضور ﷺ کے بعد بھی نبوت کے اجراء کو تسلیم کرتے ہیں، یہ سب ہرگز اہل کتاب نہیں، ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں اور نہ ہی ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے، چاہے ذبح کرتے وقت یہ اللہ کا نام لیں؟ اس لئے کہ یہ مرتد ہیں، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں: "یہ بحکم مرتد ہیں، اور مرتد کا نکاح مسلمان عورت سے اور اسی طرح مرتدہ کا نکاح مسلمان مرد سے صحیح نہیں اور نکاح ہو جانے کے بعد اگر عقائد کفریہ اختیار کریں تو نکاح فسخ ہو جائے گا (امداد الفتاوی ۲/ ۲۲۴)۔

حضرت تھانویؒ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: مرتد بحکم کتابی نہیں ہو سکتا (امداد الفتاوی ۲/ ۲۲۴)۔

غرض یہ کہ بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی اور اس طرح کے مذاہب وادیان والے ہرگز اہل کتاب نہیں ہیں، نہ تو ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے اور نہ ہی ان کا ذبیحہ جائز ہے۔

نسلی قادیانی:

وہ لوگ جنہوں نے قادیانیت اختیار کی وہ مرتد ہیں، اور ان کی نسل بھی مرتد کہلائے گی، اہل کتاب ہرگز نہیں کہے جا سکتے کیونکہ وہ اپنے آباء واجداد پر راضی ہیں، رضا بالکفر بھی کفر کے حکم میں ہے (مستفاد امداد الفتاوی ۲/ ۲۲۴) اگر ان کی نسل اپنے آباواجداد کے کفریہ عقائد سے توبہ کرلے اور بالکل براءت کا اظہار کرے تو ان کو مسلمان مانا جائے گا (ایضا فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۸/ ۴۵۸)۔

☆☆☆

اہل کتاب اور کتابیہ خواتین سے نکاح

مولانا ابو محمد محمد سعد نور قاسمی☆

۱-اہل کتاب کی تعریف قرآن وسنت کی اصطلاح میں:

اس میں یہ تو ظاہر ہے کہ کتاب کے لغوی معنیٰ ،یعنی ہر لکھا ہوا ورق تو مراد ہونہیں ہوسکتا وہ ہی کتاب مراد ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہو، اس لئے اتفاق امت کتاب سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے جس کا کتاب اللہ ہونا یقینی ہو جیسے تورات ، انجیل، زبور، صحف موسیٰ وابراہیم وغیرہ۔ چنانچہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں۔ وأن اعنی من اعتقد دینا سماویاً وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم" (شامی کتاب النکاح ۴/ ۱۳۴،زکریا دیوبند)۔

علامہ عینیؒ شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:"(تحت قوله: ويجوز تزوج الكتابيات) جمع كتابية والذكر كتابی وهو الذی يؤمن بنی ولقی كلهاب، ولاخلاف الأئمة الأربعة فی جواز نكاح الكتابية الحرة وهی النصرانية واليهودية وممن آمن بزبور داؤد و صحف ابراهيم وشيث عليهم السلام "(البنایۃ ۴/ ۵۴۰ کتاب النکاح،دارالفکر بیروت)۔

لہذا اب اہل کتاب کی تعریف شریعت کی اصطلاح میں یہ ہوئی کہ وہ قوم جو یقینی طور پر سابقہ کسی دین سماوی کو مانتی اور نازل شدہ کسی آسمانی کتاب اور نبی پر رکھتی ہو۔

۲-اہل کتاب کے مصداق:

اب یہاں ایک مسئلہ یہ ہے کہ کیا اہل کتاب میں تمام آسمانی کتابوں کے حاملین شامل ہوں گے یا صرف اس کا اطلاق یہود ونصاریٰ اور جماعتوں پر ہوگا تو اس سلسلے میں متقدمین کے یہاں دونوں قول ملتے ہیں۔جیسا کہ (شامی ۴/ ۱۳۴ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للزیلعی ۲/ ۱۱۰، عالمگیری ۱/ ۲۸۱) وغیرہ کتابوں کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔البتہ راجح قول دوسرا ہے،اس لئے کہ قرآن کریم نے جہاں جہاں اہل کتاب کا اطلاق کیا ہے وہاں یہود ونصاریٰ ہی مراد ہیں اور یہ لقب انہیں کے ساتھ خاص ہے جیسے کہ "أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا" (سورۃ الانعام الایۃ ۱۵۶)،اس بارے میں صریح ہے۔کہ اہل کتاب قرآن کریم کے عرف میں یہود ونصاری پر ہی بولا جاتا ہے۔اسی قول کی الامام جصاص حنفی نے بھی صراحت کی ہے (دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۲/ ۴۱۱۔۴۱۲ زکریا)۔

نیز تفسیر بحر محیط میں ہے:" وظاهر قوله أوتواالكتاب أنه مختص بنی اسرائيل و النصارى الذين أنزل عليهم التوراة والإنجيل "(ج ۲/ ۴۳۱)،اسی طرح تفسیر قرطبی میں حضرت ابن عباس سے روایت منقول ہے:" وطعام الذين أوتوا الكتاب

☆ مدرس ومفتی، مدرسہ مظہر العلوم، بیکن گنج، کانپور۔

حل لكم يعني ذبيحة اليهود والنصاریٰ ''(ج۲/ ۲۵)۔

سابقہ بیان سے یہ بات واضح ہوگئی کہ اس زمانے میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں ان میں صرف یہودو نصاریٰ ہی دوقو میں ہیں جو اہل کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں۔ باقی موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہل کتاب میں داخل نہیں۔

۲-صابی:

غیر مسلموں کا دوسرا ایک گروہ جس کو صابی کہا جاتا ہے اس کے بارے میں بہت اختلاف ہیں قرآن کریم نے مسلمانوں، یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ صابیوں کا ذکر کچھ اس طرح کیا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک خاص مذہب کے حاملین ومعتقدین تھے (سورۃ البقرۃ پ۱ آیت ۶۲)۔

۱-صابئین کے لغوی تحقیق:

لغت کے اعتبار سے ''صباء'' کے اصل معنیٰ نکلنے کے ہیں اسی لئے تارانکل آئے تو عرب کہتے ہیں ''صبأت النجوم'' اسی سے صابی کا لفظ ماخود ہے (دیکھئے القاموس الوحید ص: ۹۰۶)، چنانچہ اگر کوئی شخص ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرتا تو اُسے صابی کہا جاتا ہے ابتدائے اسلام میں اگر کوئی شخص مسلمان ہوتا تو اہل مکہ اس کا اسی نام سے ذکر کیا کرتے (الجامع لأحکام القرآن ۱/ ۴۳۴)۔

۲-صابئین کے بارے میں سلف کے اقوال:

صابئین کے بارے میں سلف کے اقوال مختلف ہیں چنانچہ خلیلؒ کا خیال ہے کہ انکا مذہب عیسائیت سے قریب ہے یہ جنوب کو اپنا قبلہ بناتے تھے اور اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر تصور کرتے تھے۔ مجاہدؒ سے روایت ہے کہ وہ یہودیت اور مجوسیت سے مرکب ایک بے دین قوم تھی ابوالعالیہ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرشتوں کے پرستار تھے، قبلہ۔ رخ پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے اور زبور کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن زیدؒ سے مروی ہے کہ یہ کچھ لوگ تھے جو جزیرہ موصل میں قیام پذیر تھے جو لا الہ الا اللہ کہتے تھے، لیکن نہ کتاب ونبوت کے قائل تھے اور نہ عمل صالح کا تصور رکھتے تھے۔

سفیان نے سدی سے نقل کیا ہے کہ وہ اہل کتاب کی ایک جماعت ہے کلبیؒ فرماتے ہیں کہ وہ نصاریٰ کی ایک قوم ہے جو سروں کے بیچ کا حلق کراتے ہیں اور اپنے اعضائے تناسل کو کاٹ دیتے ہیں غرضیکہ اسی طرح کے بہت سے متضاد اقوال اُن کے بارے میں منقول ہیں۔ (دیکھئے الجامع لأحکام القرآن ۱/ ۴۳۵-۴۳۴) تفسیر ابن کثیر ۱/ ۱۰۴ احکام أہل الذمہ ص: ۲۳۱) البنایہ شرح ہدایہ ۴/ ۵۴۵)۔

۳-صابئین کے بارے میں فقہائے عظام کے مسالک:

صابئین کے بارے میں حقائق وواقعات کے مختلف ومتضاد ہونے کی وجہ سے فقہاء کے یہاں اختلاف رائے ہوا کہ یہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں یا عام مشرکین کے حکم میں؟ اکثر علماء نے اُن کے حکم کو اُن کے معتقدات پر موقوف رکھا ہے۔ امام احمدؒ کا ایک قول ہے کہ وہ عیسائیوں کا ایک فرقہ ہے پھر جب اُن کو معلوم ہوا کہ وہ یوم السبت کی تعظیم واحترام کرتے ہیں تو انہیں یہودیوں کے حکم میں قرار دیا دیکھئے (المغنی ۹/ ۲۶۳)، حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد عیسائیوں اور یہودیوں کے مطابق ہوں تو ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال ہوگا ورنہ نہیں (دیکھئے: شرح المہذب ۹/ ۷۹)، حضرت امام مالکؒ کا بیان ہے کہ چونکہ عام عیسائیوں سے اُن کے عقیدے بہت کچھ مختلف ہیں اور اُن کا مذہب آتش پرستوں سے قریب تر ہے اس لئے ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا (الشرح الصغیر ۱/ ۱۵۴)۔

فقہائے حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے بھی اُن کے ذبیحے کو حرام قرار دیا ہے (ھندیہ ۳/ ۳۶۸)، جبکہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منقول ہے کہ آپ اُن کو اہل کتاب میں شمار کرتے تھے۔ یہی رائے مشہور مفسر سدیؒ اور اسحاق بن راہویہ کی بھی ہے (الجامع لأحکام القرآن ۱/ ۴۳۴، المغنی ۹/ ۲۶۳)۔

۴- اختلاف کا مبنیٰ:

لیکن اصل میں یہ اختلاف رائے اس بات پر مبنی ہیکہ ان لوگوں کا عقیدہ کیا تھا؟ امام کرخیؒ کا خیال ہے کہ ان کا ایک فرقہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا اور زبور کی تلاوت کرتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی رائے میں اس کو پیش نظر رکھا ہے اور ایک فرقہ نبوت و وحی کا منکر اور سورج کا پرستار تھا۔ امام ابو یوسف اور محمدؒ نے اسی کے پیش نظر اپنی رائے دی ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے الخانیہ علی ہامش الھدایۃ ۳/ ۲۸ ۳، ہدایہ ۲/ ۳۱۰ کتاب النکاح۔ بنایہ شرح ہدایہ للعینی ۴/ ۵۴۴ بیروت، شامی ۴/ ۱۳۵ زکریا، بدائع الصنائع ۲/ ۵۵۴ زکریا، فتح القدیر ۳/ ۲۲۱، بیروت احکام اہل الذمہ: لابن قیمؒ، احکام الذمیین والمستأمنین فی دارالاسلام الدکتور عبدالکریم زیدان استاذ جامعہ بغداد، قاموس الفقہ ۴/ ۲۱۵، ۲۱۶ تحت کلمۃ ''صابی'')۔

اور اگر دیکھا جائے تو یہ اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں، بلکہ اُن کے معتقدات اگروہ ہیں جو امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں، تو پھر حضرات صاحبینؒ کے نزدیک بھی اُن کا حکم اہل کتاب کا ہوگا اور نکاح وغیرہ جائز ہوگا اور اگر اُن کے عقائد ونظریات صاحبینؒ کے مطابق ہیں تو پھر حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی اُن کا حکم اہل کتاب کا نہیں ہوگا اور اُن کے ساتھ نکاح و دیگر معاملات جائز نہیں ہونگے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں۔

''**فاذًاالخلاف بينهم فى الحقيقة؛ لأنهم إن كانوا كما قال أبوحنيفةؒ :جاز مناكحتهم عندهما أيضاً، و إن كانوا كما قالا، فلايجوز مناكحتهم عنده أيضاً**'' (بنایہ شرح ھدایہ ۴/ ۵۴۵، کتاب النکاح بیروت لبنان)۔

۵- کیا اب یہ فرقہ موجود ہے؟

اب رہا یہ مسئلہ کہ اس زمانے میں اُن کا وجود ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں مشہور حنفی عالم علامہ ابومحمود بن احمد العینیؒ عبدالعزیز بن یحیٰؒ کی قول نقل فرماتے ہیں'' کہ وہ سب ختم ہوگئے اور اُن کا نام ونشان مٹ گیا۔''

''**وقال عبدالعزيز بن يحيىٰ : قد درجوا وانقرضوا فلاعين ولاأثر**'' (بنایہ ۴/ ۵۴۵)۔

مولانا خالد سیف اللہ صاحب کی بھی یہی رائے ہے، وہ فرماتے ہیں:'' ہر چند کہ اُس دور میں اس نام سے کوئی قوم معروف ومتعارف نہیں لیکن صائبین کے بارے میں فقہاء کی احتیاط سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کوئی بھی گروہ جس کا اہل کتاب ہونا مشکوک ہو تو جب تک اس کا اہل کتاب میں سے ہونا تحقیق نہ ہوجائے، ذبیحہ اور عورتوں کی حلت کے باب میں اُن کو اہل کتاب کا درجہ نہیں دیا جاسکتا (دیکھئے قاموس الفقہ ۴/ ۲۱۶، تحت کلمۃ (صابی)۔

اہل کتاب سے نکاح:

شریعت میں غیر مسلموں اور عام کافروں کے مقابلے میں اہل کتاب کو مسلمانوں سے تعلقات اور روابط کے لحاظ سے ایک گونہ فوقیت دی گئی ہے، چنانچہ ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا گیا اور ان کی عورتوں سے مسلمان مردوں کے لئے نکاح کی اجازت دی گئی ہے خود قرآن مجید (مائدہ:۵) میں اس کا ذکر موجود ہے، مگر اس سلسلے میں یہ باتیں پیش نظر رہیں:

(۱) کسی مسلمان عورت سے کوئی عیسائی یا۔ یہودی مرد نکاح نہیں کرسکتا۔

(۲) ایسی کتابی عورتوں سے نکاح کیا جائے گا جو پاک دامن اور عزت مآب ہوں اسی کے اظہار کے لئے قرآن نے محصنت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

(۳) واقعتہً عیسائی یا یہودی ہوں یعنی وحی، رسالت وآخرت وغیرہ پر ایمان رکھتی ہوں۔ دہریئے اور خدا کے منکرین جو صرف نام کے عیسائی اور یہودی کہلاتے ہیں ان کا یہ حکم نہ ہوگا۔

پھر فقہ حنفی میں اس کی تفصیل یوں ہے کہ دارالحرب میں جہاں عورت احکام اسلامی کی پابند نہ ہو اس اندیشہ سے کہ شاید وہ معصیت میں مبتلا ہوجائے نکاح جائز نہ ہوگا اور اگر نکاح کر ہی گزرے تو یہ نکاح تو ہوجائے گا، مگر مکروہ تحریمی ہوگا۔ چنانچہ امام ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں: ''واتفق جماعة من الصحابة رضى الله عنهم على إباحة أهل الكتاب الذميات سوى ابن عمرؓ'' (۴۰۹/۲ أحکام القرآن)۔

''وأصحابنا يكرهون مناكحات أهل الحرب من أهل الكتاب'' (۴۱۱/۲، أحکام القرآن)۔

علامہ شامیؒ فتح القدیر کی عبارت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: ''**فقوله: والأولى ان لايفعل يفيد كراهة التنزيه فى غير الحربية ومابعده يفيد كراهة التحريم فى الحربية**'' (شامی ۱۳۴/۴، زکریا)۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ دارالحرب میں بھی کوئی عورت ایسی ہو کہ جس کے اندر اسلام سے دشمنی اور عداوت نہ ہو، بلکہ وہ قدرے اسلام کی طرف مائل ہو اور اسکے ساتھ نکاح کرنے میں اس بات کا قوی اندیشہ اور ظن غالب ہو کہ وہ کلمہ پڑھ کر صدق دل سے مسلمان ہوجائے گی تو یہ ایک استثنائی صورت ہوگی ظاہر ہے کہ اس کا حکم دارالحرب کی عام کتابیہ خواتین کی طرح نہ ہوگا، بلکہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ کراہت میں تخفیف ہوجائے بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کراہت مبدل بہ استحباب ہوجائے یہ اس عاجز کی ناقص رائے ہے۔

دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح:

اور اگر وہ خاتون اسلامی ریاست کی باشندہ کتابیہ لڑکی ہو تو بھی اس سے نکاح مکروہ ہی ہوگا، مگر یہ مکروہ تنزیہی ہوگا، یعنی اس کی کراہت کم درجہ کی ہوگی۔ بڑی حد تک یہی رائے امام مالکؒ اور امام شافعی کی بھی ہے۔ البتہ امام احمدؒ کے نزدیک بلاکراہت جائز ہے (دیکھئے الفقہ علی المذاہب الأربعہ ۲/ ۶۷۔۷۷)، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ اُن سے یہ خطرہ نہ ہو کہ شوہر اور بچوں پر اثر ڈال کر اسلام سے دور کردے گی۔ اور اگر اس بات کا خطرہ ہو کہ وہ اپنے شوہر اور بچوں پر اثر ڈال کر انہیں اسلام سے دور کردے گی تو ایسی عورت سے نکاح کرنا گناہ ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ اگر اس نے نکاح کرلیا تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔ اور اولاد کو حرام نہیں کہا جائے گا (دیکھئے: آسان ترجمہ قرآن مفتی تقی عثمانی ۳۲۷/۱)۔

موجودہ زمانہ میں معاشی اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے جس کو سن کر انسانیت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور جس نے گویا حیوانوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے۔

دوسرے ان کی اکثریت الحاد، مذہب بیزاری، انکار آخرت وغیرہ کا شکار ہے ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعاً حلال نہ ہوگا اور وہ قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب شمار نہ ہوں گے۔

لیکن اگر یہ سب نہ بھی پائی جائیں تو بھی ہمارے عہد میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کراہت سے خالی نہ ہوگا۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا

کہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہوگا (کتاب الفتاویٰ ۴/ ۳۵۵)، اس لئے کہ مسلم حکمرانوں کے تحت اہل کتاب عورتوں کے ہونے کی وجہ سے اسلامی حکومتوں کو شدید نقصان پہنچا ہے اور اس کی وجہ سے ایسے ممالک میں جہاں اس کا رواج ہے مسلمانوں کے اخلاقی حالات کو بھی بے پناہ نقصان پہنچا ہے۔ یہ تو ہمارا دور ہے۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے خود اپنے زمانے میں اس نقصان کو محسوس کیا اور مسلم گورنروں کو اس سے باز رہنے کی خصوصی ہدایات فرمائیں۔ جیسا کہ حضرت حذیفہؓ کو اس یہودی خاتون کو طلاق دینے کا حکم فرمایا تھا جس سے انہوں نے نکاح کیا تھا (احکام القرآن ۲/ ۴۰۸)، نیز علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح پر سخت تنبیہ فرمائی اور طلاق دینے کا حکم دیا (فتح القدیر۔ ۳/ ۲۳۰)، اسی لئے فقہا کی رائے ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل کتاب سے نکاح کو مکروہ سمجھتے تھے (المغنی ۶/ ۵۶)۔

نیز حضرت امام محمدؒ اپنی کتاب میں سیدنا عمرؓ یہ قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ فقہاء احناف اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے ہیں (کتاب الآثار ص: ۱۵۶)۔

الغرض قرآن وسنت اور اسوۂ صحابہ کی رُو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی طور پر پرہیز کریں (تفصیل کے لئے دیکھئے: معارف القرآن ۳/ ۶۲۔ ۶۴، جدید فقہی مسائل ۲۸۳۔ ۲۸۵، قاموس الفقہ ۲/ ۲۵۵۔ ۲۵۶ تحت کلمۃ ''اہل کتاب'' وغیرہ)۔

کتابی زوجہ کے حقوق:

قرآن مجید میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ''ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف'' (البقرۃ ۲۲۸)، عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے، جیسا دستور کے موافق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ لہذا جس طرح شوہر کے حقوق بیوی پر ہیں اسی طرح اور اسی قدر بیوی کے حقوق بھی شوہر کے ذمے ہیں۔

بیوی کے حقوق:

جو شوہر کے ذمے ہیں وہ اس طرح ہیں:

(۱) مہر یعنی وہ مال جو عقد نکاح یا جنسی ارتباط کی وجہ سے کسی عورت کا مرد پر واجب ہوتا ہے (الأحوال الشخصیۃ فی الشریعۃ الإسلامیہ ۱۲۵) اگر عقد نکاح صحیح ہو تو محض عقد ہی مہر واجب ہونے کے لئے کافی ہے اور اگر نکاح فاسد ہو تو عورت سے جنسی ارتباط کے بعد ہی مہر واجب ہوتا ہے۔ اور یہ جیسے مسلمان عورت کا حق ہے ایسے ہی کتابیہ عورت کا حق ہے۔ چنانچہ مفتی شفیع صاحب معارف القرآن میں فرماتے ہیں'' آخر آیت میں یہ ہدایت بھی کردی گئی ہے کہ اہل کتاب کی عورتوں کو اگر رکھنا ہی ہے تو باقاعدہ نکاح کر کے بیوی کی حیثیت سے رکھیں اُن کے حقوق مہر وغیرہ ادا کریں (معارف القرآن ۳/ ۶۴)۔

(۲) نفقہ اصطلاح میں خوراک، پوشاک اور رہائش کے انتظام کو کہتے ہیں (درمختار علی ہامش الرد ۲/ ۶۴۴)۔

اور بیوی کا نفقہ واجب ہونے پر امت کا اجماع واتفاق ہے (المغنی ۸/ ۱۵۶)۔

اور یہ حکم مسلمان اور کتابیہ سب کو شامل ہے:'' نفقۃ المراء ۃ واجبۃ علی زوجھا سواء حراً کان اور عبداً والمراء ۃ مسلمۃ کانت أو کتابیۃ الخ ''(مختارات النوازل ۱۹۱/ ۲)۔

نیز یہی رائے مولانا خالد سیف اللہ صاحب کی ہے فرماتے ہیں:'' بیوی کا نفقہ نکاح صحیح کی وجہ سے واجب ہوتا ہے نکاح فاسد یا باطل کی وجہ سے واجب نہیں ہوتا مسلمان ہو یا کتابیہ'' (قاموس الفقہ ۵ / ۲۰۴)۔

۳- عدل یعنی اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہو تو سب کے درمیان عدل وانصاف اور مساوات و برابری کا برتاؤ کرنا بھی ضروری ہے۔ اور یہ حکم بھی مسلمان عورت کی طرح کتابیہ کو شامل ہوگا۔ لعموم قولہ **"فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة أ او ماملكت أيمانكم"** (۴ سورۃ النساء)۔

۴- حضانت: یعنی زوجین کی علاحدگی کی صورت میں عورت کو بچوں کے حق پرورش میں کچھ خصوصی مراعات حاصل ہوتی ہیں چنانچہ فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حق پرورش میں ماں سب سے پہلے اور مقدم ہے۔ پھر اسکے بعد دوسرے رشتہ ہوں گے۔ روایت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو حق پرورش دیتے ہوئے فرمایا تھا **"أنت أحق به مالم تنكحی"** (شرح المہذب ۱۸ / ۳۲۵ بدائع ۴ / ۴۲) ، یہی وجہ ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب تک بچوں میں دین کو سمجھنے کی صلاحیت نہ پیدا ہوجائے کافرہ ماں کو بھی بچہ پر حق پرورش حاصل ہے (ہدایہ ربع دوم ۴۳۷)، یہی رائے فقہائے مالکیہ میں ابن قاسم مالکیؒ کی ہے (شرح المہذب ۱۸ / ۳۲۴)، لہذا جب کافرہ ماں کو حق پرورش حاصل ہے تو کتابیہ جو اس سے بدر جہا بہتر ہے اس کو بدرجۂ اولیٰ یہ حق حاصل ہوگا۔ چنانچہ صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں :**"وحق الحضانة للأم وقومها من النساء سواء كان مسلمة أ و كتابية اؤ مجوسية"** (مختارات النوازل ۳ /۱۸۸ ایفا)۔

۵- حسن معاشرت یعنی زندگی کے تمام گوشوں میں ایک دوسرے کے جذبات، ضروریات اور مزاج و مذاق کی رعایت اور باہم عفوودرگذر اور مسامحت۔ یہی اصل میں ازدواجی زندگی کی خوشگواری کا اصل راز ہے اور یہ جانبین سے مطلوب لیکن عورت اپنی فطری نزاکت، ذکاوت حسن، جذباتیت کی وجہ سے اس کی زیادہ حقدار ہے اس لئے قرآن مجید نے مردوں کو تلقین کی کہ: **"عاشروهن بالمعروف"** (النساء ۱۹) عورتوں کے ساتھ خوش معاملگی سے رہو۔ اور ظاہر ہے حسن معاشرت جسے مسلمہ بیوی کے ساتھ مطلوب ہے اسی طرح بحیثیت بیوی کے کتابیہ کے ساتھ بھی مطلوب ہوگا۔

۶- حق میراث: بیوی کو شوہر کے ترکہ میں لازماً حق میراث حاصل ہوتا ہے وہ میراث کی اصطلاح میں اصحاب الفروض میں سے ہے جس کے حقوق خود قرآن مجید نے بیان کر دیئے ہیں ان کے حصہ موروثی میں دوسرے ورثہ کی وجہ سے کمی تو واقع ہو سکتی ہے، مگر ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی وارث ان کو میراث سے مکمل طور پر محروم کردے۔ اگر شوہر متوفی نے بیوہ کے علاوہ اولاد بھی چھوڑی ہو تو بیوہ کا حصہ اس کے متروکہ میں آٹھواں (۱/ ۸) ہوگا اگر اس کی اولاد نہ تھی تو بیوہ ایک چوتھائی (۱/ ۴) کی حقدار ہوگی۔ **"ولهن الربع مما تركتم إن لم يكن لكم ولد فإن كان لكم ولد فلهن الثمن مما تركتم من بعد وصية توصون بها أو دين"** (النساء:۱۲) (مستفاد: قاموس الفقہ ۴ / ۱۱۲۔ ۱۱۴ مع حذف واضافہ)۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ کتابیہ سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے اس کو چھوڑ بھاگنے یا غیر مسلم ہونے کی بناء پر اس کو طلاق دینے کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟ تو ظاہر ہے کہ شریعت اسلامیہ میں نکاح اس لئے شروع نہیں ہوا کہ اس کو نکاح کے بعد چھوڑ کر بھاگا جائے یا اس کے حقوق سے راہ فرار اختیار کیا جائے اس کی تو عقل سلیم بھی اجازت نہیں دیتی۔ نیز یہ عاشروہن کے بالمعروف تقاضائے حسن معاشرت کے بھی خلاف ہے۔ یہ تو سراسر ظلم ہے۔ اس سے اس کتابیہ کے دل میں اسلام کی محبت کے بجائے نفرت اور دشمنی جنم لے گی جو یقیناً اس کے کفر پر ڈٹ جانے کا سبب بنے گی۔ اور جس کے گناہ کی زد سے یہ شخص بھی نہ بچ پائے گا۔

چنانچہ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:" الأصل فيه (في الطلاق) الحظر عندنا والإطلاق يعارض الحاجة إلى الخلاص لقوله عليه السلام تزوجوا ولاتطلقوا، و قوله عليه السلام : ماخلق الله تعالى مباحاً أحب إليه من العتاق ولاخلق مباحاً أبغض إليه من الطلاق، ولأن في الطلاق قطع الوصلة التي تعلقت به المصالح الدينية والدنيوية" (مختارات النوازل ٢/٩٨)۔

مذکورہ بالاعبارت سے ظاہر ہے کہ اصل طلاق میں ممانعت ہے۔اگر اباحت ہے تو خلاصی کی ضرورت کی وجہ سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک طلاق سے زیادہ کوئی مباح مبغوض نہیں۔اورضرورت کی بقدرضرورت ہی گنجائش ہوتی ہے۔اورصورت مذکورہ میں چونکہ طلاق دینے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اگر یہ طلاق دے گا تو بلاوجہ طلاق دینے کی وجہ سے گناہ گار ہوگا۔اورعنداللہ اس سے مؤاخذہ ہوگا۔اس لئے صورت منقولہ میں طلاق دینے کی ہرگز اجازت نہ ہوگی۔

یہاں پر یہ بھی زیرغور ہے کہ کتابیہ عورت اگر شوہر کے گھر میں اپنے مذہبی مراسم ادا کرتی ہے توشوہر کا اس پر کیا ردعمل ہونا چاہئے؟ تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ شوہر بیوی کے مذہبی شعائر میں نہ تو حصہ لیگا اور نہ کسی طرح شریک ہوگا لیکن وہ اس کو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے سے روکے گا بھی نہیں بلکہ وہ جیسے چاہے جب چاہے اپنے مذہبی مراسم کوادا کرنے میں خودمختار ہوگی۔

چنانچہ علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں : "فصل (أداء الزوجة الكتابية شعائرها التعبدية، وقال أحمد في رواية: منها وقد سأله: هل يمنعها أن تدخل منزله الصليب، قال: يأمرها، فأما أن يمنعها فلا،وقال في رواية محمد بن يحى الكحال: في الرجل تكون له امراء ة أو أمة نصرانية تقول اشترلى زناراً فلايشترى لها تخرج هي تشترى " (أحكام الذمة ٨٢٢)۔

ہاں اگر وہ گھر سے نکل کر کلیسا اور گرجا وغیرہ جا کر عبادت کرنا چاہے یا نصاری کی عید وغیرہ میں شرکت کرنا چاہے توشوہر اس کو روک دے گا اوراس طرح نکلنے کی اس کی اجازت نہیں دیگا۔جیسا کہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:" وأماالخروج إلى الكنيسة والبيعة فله منعها منه، نص عليه أحمد في رواية يعقوب بن بختان في الرجل تكون له المراء ة النصرانية لايأذن لها في الخروج إلى عيد النصارى أوالبيعة "(أحكام الذمة ص:٨١٩ فصل ١٦)۔

☆☆☆

موجودہ دور کے یہود ونصاری اور ذبیحہ ونکاح کے احکام

مولانا عبدالرحیم سعادتی ☆

۱- آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے تو یہودی ونصرانی کہلاتے ہیں، مگر وہ درحقیقت خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں، نہ تورات وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں، اور نہ موسیٰ عیسیٰ کو اللہ تعالی کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں، ظاہر ہے کہ محض مردم شماری کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے، ان کے احکام عام کافروں کے ہیں، چنانچہ نصاری بنی تغلب کے بارے میں حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں، اس کی وجہ یہی بتلائی ہے کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے بجز شراب نوشی کے اور کسی چیز کے قائل نہیں، حضرت علی کا ارشاد ہے: "**روی ابن الجوزی بسنده عن علیؓ قال: لا تأکلوا من ذبائح نصاری بنی تغلب، فإنهم لم یتمسکوا من النصرانیة بشیٔ إلا شربهم الخمر**" (تفسیر مظہری ۳/۳۵) یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ نصاری بنی تغلب کے ذبائح کو نہ کھاؤ اس لئے کہ انہوں نے مذہب نصرانیت میں سے شراب نوشی کے سوا کچھ نہیں لیا، دیکھئے: حضرت علیؓ کو یہ معلوم تھا بنی تغلب کے بارے میں کہ وہ بے دین ہیں، نصرانی نہیں ہیں، اگرچہ نصرانی کہلاتے ہیں، خلاصہ یہ کہ جن نصرانیوں کے متعلق یہ بات بالیقین معلوم ہوجائے کہ وہ خدا کے وجود کو نہیں مانتے، نبوت، الہام، حشر ونشر وغیرہ کے منکر ہیں وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں (جواہر الفقہ ۲/۲۰۳)۔

۲- مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ فرماتے ہیں کہ بے شک قرآن مجید میں ہے: "**وطعام الذین أوتوا الکتاب حل لکم**" (سورۂ مائدہ:۶)، مگر اس آیت کا تعلق ایسے یہود ونصاری سے تھا جو اپنے مذہب کے اصول اور رسول اور کتب سماویہ کو مانتے تھے، سائنس پرست اور نجوم پرست نہیں تھے، ذبیحہ پر غیر اللہ کا نام نہ لیتے تھے، اللہ کا نام لے کر ذبح کرتے تھے، تو ایسے یہود ونصاری کا ذبیحہ حلال تھا، اگر آج بھی اس قسم کے یہود ونصاری ہوں اور بوقت ذبح غیر اللہ کا نام نہ لیتے ہوں تو ان کا ذبیحہ اس آیت کی رو سے درست ہونے میں کوئی کلام نہیں، لیکن آج کل جو یہود ونصاری ہیں ان میں سے اکثر ملحد، بددین، دہریہ، سائنس پرست، اور نجوم پرست ہیں، صرف برائے نام اہل کتاب ہیں، ان کو مذہب سے بالکل لگاؤ نہیں ہے، بلکہ ان کے اقوال وافعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب بیزار ہیں، جب ان کی یہ حالت ہے تو وہ اہل کتاب کیسے ہوسکتے ہیں؟ اور ان کے ذبیحہ کو کس طرح حلال کہا جاسکتا ہے؟ اس لئے ضروری ہے کہ ان سے نکاح وذبیحہ سے بالکل احتراز کرنا چاہئے (فتاوی رحیمیہ ۵/۳۶۹)۔

۳- مفتی محمود حسن گنگوہی فرماتے ہیں کہ موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی ان کے دین ودنیا کو تباہ وبرباد کردینے والے ہیں، جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور اس کے اثرات

☆ جامعہ مظہر سعادت، ہانسوٹ، گجرات۔

سے متاثر ہونے کا مظنہ غالب ہے، چنانچہ حضرت عمر کے زمانہ میں حضرت حذیفہ، طلحہ، کعب بن مالک نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ خفا ہوگئے، خفگی کی وجہ سے ابن ہمام بیان فرماتے ہیں: "**وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صغره ألزم لأمه**" (تفسیر مظہری ۳/ ۳۹)۔

۴- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب تحریر فرماتے ہیں: موجودہ زمانے میں جو عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں اور اہل کتاب کہلاتی ہیں ان کے اندر زنا فحاشی اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے جن کو سن کر انسانیت کی پیشانی پر پسینہ آجاتا ہے اور جس نے گویا حیوانوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے، دوسرے ان کی اکثریت الحاد، مذہب بیزاری، انکار آخرت وغیرہ کی شکار ہے، ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعاً حلال نہیں ہوگا اور وہ قرآن کی اصطلاح میں اہل کتاب شمار نہ ہوں گے (جدید فقہی مسائل ۲/ ۲۸۳- ۲۸۴)، نیز ذبیحہ کے سلسلے میں فرماتے ہیں: موجودہ زمانے کے ایسے یہود و نصاریٰ جو برائے نام اپنے مذہب کی طرف منسوب ہوں اور فی الواقع خدا کے وجود، وحی، اور مابعد الطبیعی امور کے قائل نہ ہوں، دہریہ و خدا کے منکر ہوں، مذہب کا مذاق اڑاتے ہو، دوسری مشرک اقوام کی طرح مورتیوں اور دیوتاؤں کے پرستار ہوں وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں، جیسا کہ ماقبل میں حضرت علیؓ کا قول گزرا، لہذا ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہوگا (جدید فقہی مسائل/ ۲۱۸، تفسیر مظہری ۳/ ۳۹)۔

۴- مفتی تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ آج ہمارے دور میں خاص طور پر مغربی ممالک میں ایسے لوگوں کی بہت بڑی تعداد نظر آتی ہے، جن کے نام تو نصاریٰ کے نام کی طرح ہوتے ہیں اور بعض اوقات مردم شماری کے وقت ان کا نام نصاریٰ کی فہرست میں درج کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ دہریہ ہیں، اور مادہ پرست ہوتے ہیں، اور اس کائنات کے پیدا کرنے والے پر بھی ایمان نہیں رکھتے، اس قسم کے لوگ نصاریٰ میں سے نہیں ہیں، لہذا ان کو اہل کتاب میں سے خیال کرنا جائز نہیں اور ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں، اور دلیل میں حضرت علیؓ کا قول ہی نقل کیا ہے: "**فقال لاتحل ذبائحهم، فإنهم لم يتعلقوا من دينهم بشيئ إلا بشرب الخمر**" (احکام القرآن للجصاص ۳/ ۳۲۱، تفسیر مظہری ۳/ ۳۹) آگے یہ بھی فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ نہ اللہ کے وجود پر ایمان ہے اور نہ رسولوں پر اس کا ایمان ہے، اور نہ ہی آسمانی کتابوں پر اس کا ایمان ہے، ان کو اہل کتاب میں شمار کرنا ممکن نہیں۔

۵- مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں: کہ اس زمانہ میں جو نصاریٰ کہلاتے ہیں وہ اکثر قومی حیثیت سے نصاریٰ ہیں، مذہبی حیثیت سے محض دہری و سائنس پرست ہیں، ایسوں کے لئے حکم جواز نکاح کا نہیں ہے، اس سے ذبیحہ کا حکم بھی سمجھا جاسکتا ہے۔

۶- "فتاوی دار العلوم" میں ہے: آج کل جو لوگ نصاریٰ کہلاتے ہیں ان میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو دہری ہیں، کسی مذہب ہی کو نہیں مانتے، بلکہ خدا کے وجود ہی کے قائل نہیں ہیں، یہ لوگ گرچہ باعتبار مردم شماری نصاریٰ کہلاتے ہیں، مگر حکم شرعی میں ایسے لوگ اہل کتاب نہیں ہو سکتے۔

خلاصہ یہ کہ ہمارے اسلاف کے اقوال ہیں، ماحصل یہی ہے (کہ) جو یہود و نصاریٰ موجودہ زمانہ میں ہیں اور دہریہ ہیں، مادہ پرست ہیں، وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں، بالاتفاق تمام اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں، ان کے ساتھ اہل کتاب کی طرح معاملہ نہیں کیا جائے گا، بلکہ عام کفار کی طرح ہوں گے، اور تمام حضرات ہی نے دو چیز کو بنیاد بنایا ہے، ایک کا تعلق ذبیحہ سے ہے اور ایک کا تعلق نکاح سے ہے۔

۱- چنانچہ نکاح کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا عمل پیش کیا ہے کہ انہوں نے حضرت حذیفہؓ، کعب بن مالکؓ، اور طلحہؓ کو کتابیہ سے نکاح کرنے سے منع کیا تھا، اس لئے کہ اولاد کے برباد ہونے کا خوف فتنہ تھا، تو اب موجودہ زمانے میں یہ خوف فتنہ اور اولاد کے بگاڑ کا اندیشہ بھی ہے،

نیز بے حیائی وعریانیت سے حال بد سے بدتر ہوجائے گا، نیز اگر یہ مسلمان کے نکاح میں آئی تو ہوسکتا ہے دین وملت کو بھی نقصان پہنچا سکتی ہے، لہٰذا مناسب وراجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی کتابیہ سے نکاح درست نہ ہونا چاہئے۔

۲- دوسری بات یہ کہ ذبیحہ کے سلسلہ میں اکثر نے حضرت علیؓ کے قول "**لا تأكلوا من ذبائح نصارى بني تغلب، فإنهم لم يتمسكوا من النصرانية بشي لا شربهم الخمر**" (تفسیر مظہری ۳/۳۹) سے استدلال کیا ہے، حضرت علیؓ نے فرمایا بنی تغلب کے ذبائح نہ کھاؤ اور وجہ یہ کہ وہ حقیقۃً نصرانی نہیں ہیں، اور اس زمانہ میں صرف نام کے اہل کتاب ہیں، لہٰذا ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا، یہی راجح معلوم ہوتا ہے، نیز شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک اصول سد الذرائع ہے، یعنی ایک عمل فی نفسہ جائز ہے، لیکن اس کے اختیار کرنے کی وجہ سے کسی حرام شئی کا ارتکاب لازم آتا ہے یا اس کا یقین یا ظن غالب ہے تو وہ جائز شئی بھی حرام ہوجاتی ہے، اس کے نظائر بے شمار ہیں، موجودہ زمانے کے یہود ونصاریٰ کے ساتھ کھانے پینے میں اختلاط رکھنے میں جو خطرناک نتائج سامنے آسکتے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں، لہٰذا بطور سد ذریعہ بھی احتراز ہی کیا جانا چاہئے، لیکن ہاں! یہ حکم اس نصرانی ویہودی کے بارے میں ہے جس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہوجائے کہ یہ دہریہ ہے، مادہ پرست منکر آخرت ہے، ورنہ جن کے بارے میں یقین نہ ہو تو ان کو تو اہل کتاب ہی کہا جائے گا، اس لئے کہ نزول قرآن کے وقت جو حضرات بنیادی عقائد اسلام کے خلاف تھے، لیکن پھر بھی ان کو اہل کتاب کہا گیا ہے، لہٰذا جن کے بارے میں علم ہو وہ اہل کتاب نہیں اور جن کے بارے میں یقینی علم نہ ہو وہ اہل کتاب ہی ہوں گے اور احکامات بھی جاری ہوں گے۔

موجودہ دور میں دار الاسلام میں کتابیہ سے نکاح کا حکم:

الف- موجودہ حالات میں دار الاسلام میں یہودی وعیسائی عورتوں سے نکاح کرنے نے اسلامی حکومتوں کو شدید نقصانات پہنچائے ہیں، اور جہاں کتابیہ کے ساتھ نکاح کا رواج ہے خصوصاً عرب ملکوں میں وہاں مسلمانوں کو اخلاقی اعتبار سے بے پناہ نقصان پہنچا ہے، لہٰذا اس دور میں دار الاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح مکروہ تحریمی ہونا چاہئے۔

یہ تو ہمارا دور ہے، حضرت عمرؓ نے خود اپنے زمانے میں اس نقصان کو محسوس کیا اور مسلم گورنروں کو اس سے باز رہنے کی خصوصی ہدایت فرمائی، جیسا کہ "**عن شقيق بن سلمة قال: تزوج حذيفةؓ يهودية، فكتب إليه عمرؓ أن خل سبيلها، فكتب إليه حذيفةؓ أحرام هي؟ فكتب إليه عمرؓ: لا، ولكنى أخاف أن تواقعوا الموسات منهن**" (کتاب الآثار/۱۸۹) (یہ مدائن کا واقعہ ہے) یعنی حضرت عمر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اہل کتاب کی عورتوں میں عام طور پر عفت وعصمت نہیں ہے، اس لئے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحاشی وبدکاری داخل نہ ہوجائے، دیکھئے: مسلم گھرانے کی بربادی وہلاکت کیا اندیشہ سے حضرت عمرؓ کتابیہ کے ساتھ نکاح کو منع فرماتے ہیں، نیز امام محمدؒ اپنی کتاب "کتاب الآثار" میں حضرت عمرؓ کا قول نقل کرکے فرماتے ہیں کہ فقہاء احناف اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے ہیں، حرام نہیں کہتے، "**قال محمد وبه نأخذ لانراه حراما**" (حوالہ سابق)، اسی طرح صاحب فتح القدیر ابن ہمام نے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ، طلحہؓ اور کعب بن مالک کو حضرت عمرؓ نے کتابیہ سے نکاح پر سخت تنبیہ فرمائی اور طلاق کا حکم دیا، "**فمن المتزوجين حذيفة وطلحة وكعب بن مالك وغضب عمرؓ**" (فتح القدیر ۳/۱۳۶)۔

۲- مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نقل کرتے ہیں کہ جو لوگ مذہبی اعتبار سے یہودی وعیسائی ہوں خواہ عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے ہوں، لیکن عفت وعصمت کا ان کے یہاں لحاظ نہ ہو تو ایسی عورت سے مسلمان کا نکاح کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ قرآن پاک میں پاک دامن کتابیہ سے نکاح کی اجازت دی ہے، "**والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم**" (سورۂ مائدہ:۶)، یہاں محصنات سے

پاک دامن عورتیں مراد ہیں، چنانچہ احکام القرآن میں سدی کے حوالے سے نقل کیا ہے "إنهم العفائف" (احکام القرآن للجصاص ۳/ ۳۲۳)۔

ب- نیز اگر کتابیہ کے پاک دامن ہونے کا گمان ہو، لیکن دارالاسلام نہ ہو دارالحرب میں ہوتو کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ تحریمی ہے، "يكره تزوج نساء أهل الحرب من الكتابيات" (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/ ۱۵۹)۔

۵- موجودہ حالات میں دارالاسلام میں بھی کتابیہ سے نکاح کرنا کراہیت سے خالی نہیں، علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ان سے نکاح مکروہ تنزیہی ہے، "يفيد كراهة التنزيه هي في غير الحربية" (حوالہ سابق)۔

اس کے بعد مولانا نقل فرماتے ہیں کہ موجودہ دور میں عرب حکمرانوں کی زوجیت میں یہودی اور عیسائی خواتین کے رہنے نے ایسے فتنے پیدا کئے ہیں اور عالم اسلام کو ایسا ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے کہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ اس دور میں دارالاسلام میں کتابیہ عورت سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے (کتاب الفتاوی ۴/ ۳۵۵)۔

۳- مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

خلاصہ: اہل کتاب سے نکاح کے مسئلہ میں دارالاسلام میں مباح اور دارالکفر میں مکروہ تھا، لیکن موجودہ حالات میں دارالاسلام مسلم مملکتوں میں بھی نکاح مکروہ تحریمی ہوگا، یہی راجح معلوم ہوتا ہے، ایک تو اس لئے کہ جب حضرت عمرؓ کو خیر القرون میں کتابیہ سے نکاح پر اندیشہ ہلاکت و بربادی اور فحاشی وبدکاری کا تھا تو اب تو حالات ہمارے سامنے ہیں، لہذا مناسب ہے کہ مکروہ تحریمی ہو، دوسرے علامہ شامی نے بھی دارالاسلام میں کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تنزیہی لکھا ہے، لیکن اب یہ ازدیاد فتن کا باعث ہوسکتا ہے، لہذا ایک قدم آگے بڑھ کر مکروہ تحریمی کہا جائے گا، تیسرے اب اس زمانے میں دارالاسلام میں کتابیہ کے ساتھ نکاح کرنا نقصان متعدی کا باعث بن سکتا ہے، پورا معاشرہ وسماج بلکہ پورا ملک خطرہ میں پڑسکتا ہے، اس لئے نقصان متعدی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی راجح معلوم ہوتا ہے، چوتھے دارالکفر میں کراہت کی علت یہی اندیشہ ہلاکت وخوف فتنہ ہے اور اولاد کا ماں سے متاثر ہونا ظن غالب ہے اور یہی علت موجودہ زمانہ میں دارالاسلام میں نکاح کے سلسلہ میں متحقق ہوتی جارہی ہے، لہذا علت مشترکہ جامعہ کی بنیاد پر بھی مکروہ تحریم ہونا چاہئے۔

انبیاء وآسمانی کتب کے سلسلہ میں تفصیل:

الف: اللہ تعالی نے قرآن میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ ہر قوم میں پیغمبر بھیجے گئے ہیں اور کم وبیش لاکھ چوبیس ہزار أنبیاء مبعوث ہوئے اور ہر زبان میں اپنی کتاب نازل فرمائی ہے قرآن وحدیث میں ان میں سے صرف بعض انبیاء کا تذکرہ ہے اور جن أنبیاء وآسمانی کتاب کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے یہ تو تمام کے تمام نبی برحق وکتاب منزل ہے الا یہ کہ توریت وانجیل میں بعد میں تحریف کی گئی، لیکن جن شخصیتوں اور کتابوں کا قرآن وحدیث میں ذکر نہیں ان کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ جن شخصیات اور کتب کا قرآن میں تذکرہ نہیں ان میں سے کسی کو اللہ کا نبی وپیغمبر کہہ دینا اور کسی کتاب کو آسمانی کتاب قرار دے دینا یہ بہت بڑی ذمہ داری کی بات ہے، لہذا کسی متعین شخص کو نبی اور پیغمبر تسلیم کرلینا اور ان کی تعلیمات کو کتاب منزل مان لینا اس وقت تک درست نہیں جب تک قرآن وحدیث سے ان کی نبوت وپیغمبر ثابت نہ ہوجائے، اس لئے کہ جب حلال وحرام اور دین کے دوسرے عقائد بغیر صحیح دلیل کے قابل قبول نہیں ہوتے تو نبوت جیسے اہم عقیدہ کو بغیر ثبوت وقوی دلیل کے کیسے تعلیم کرلیا جائے، لہذا اجملا ایمان لانا کافی ہے کہ ہم اللہ کے تمام پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں، تاکہ کسی نبی کی نبوت کا انکار بھی نہ ہو اور کسی غیر نبی کو نبی ماننا بھی لازم نہ آئے، پس اجمالا ایمان لانا کافی ہے اور قرآن میں جن کا نام ہے ان پر تفصیلی ایمان لانا واجب ہے۔

ب-رہی بات ہندو مذہب کی کتابوں کی خاص کر ویدوں کی کہ جن میں توحید کی تعلیمات ہے آخرت کا تصور ہے اور حضور ﷺ کے اسماء ہیں تو ان کے حکم کے سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ کسی کتاب کی چند باتیں قرآن کے موافق ہوجائے تو اس سے اس کے حق وصحیح ہونے پر استدلال نہیں کیا جاسکتا اور چند امور میں موافقت ومماثلت کی بنیاد پر ان کو قطعی طور پر الہامی کتاب نہیں کہا جاسکتا، لہذا ویدوغیرہ میں جو اچھی باتیں ہیں وہ تو ٹھیک ہے اس لئے کہ ہوسکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرکے تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ ذکر کردیا ہے، لہذا اس سے یہ سمجھ لینا کہ وید آسمانی صحیفہ ہے صحیح نہیں ہے، اس لئے اس کو آسمانی صحیفہ قرار دینا مناسب نہیں ہے ان امور کی صراحت مذکورہ عبارت سے ہوتی ہے۔

۱-"قال: قلت یا رسول الله ﷺ! کم وفی عدة الأنبیاء؟قال مئة الف وأربعة وشرون ألفا الرسل من ذلک ثلاث مئة وخمسة عشر جما غبیرا"(مسند احمد رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر)۔

۲-"إن النبوة لا تثبت بالعقول ولا بالخبر الواحد الذی لا یحصل به العلم ولا تثبت أیضا بقرینة الحال وأیضا بنص علی نبوته نبی آخر نصا متواترا لا یحتمل التاویل کما نص الله تعالی فی محکم کتابه علی الستة والعشرین الذین أولهم آدم وآخرهم محمد......هم الأنبیاء حقا، ومن أثبت نبوة غیرهم علی التعیین فعلیه الدلیل"(ماخوذ از فتاوی فلاحیہ/۶۱، بحوالہ تنزیہ الأولیاء ومانسب الیہم خثالتہ الاغنیا ۱۴۱۴ء)۔

اسی طرح" مرقاۃ المفاتیح" میں ہے کہ "ورسله بأن تعرف أنهم بلغوا ما أنزل الله إلیهم وأنهم معصومون وتؤمن بوجودهم فیمن علم بنص أو تواتر تفصیلا وفی غیرهم إجمالا"(مرقاۃ المفاتیح ۱/۱۲۰)۔

اسی طرح شرح العقیدۃ الطحاویۃ میں مذکور ہے:"وأما الأنبیاء والمرسلون فعلینا الإیمان بمن سمی الله تعالی فی کتابه من رسله والإیمان بأن الله تعالی أرسل رسلا سواهم وأنبیاء لا یعلم أسماء هم وعددهم إلا الله تعالی الذی أرسلهم فعلینا الاإیمان بهم جملة؛ لأنه لم یأت فی عددهم نص"(شرح العقیدۃ الطحاویہ ۴/۴۷۴)۔

خلاصہ یہ کہ جن انبیاء اور آسمانی کتب کا قرآن نے تذکرہ کیا ہے وہ تمام کے تمام نبی برحق وکتاب منزل ہے، لہذا ان پر تفصیلا ایمان لانا ضروری ہے، اور جن کا تذکرہ قرآن واحادیث میں نہیں ہے، ان پر اجمالا ایمان لانا کافی ہے، اور رہی بات ان کتابوں کی جن میں توحید ورسالت کا اسی طرح آپ ﷺ کا تذکرہ ہے، ان کو محض مماثلت وموافقت مضامین کی بنیاد پر آسمانی صحیفہ کہنا مناسب نہیں ہے۔

مشنری تعلیم گاہیں:

عیسائی مشنریاں جو تعلیم گاہیں اسلامی ملکوں میں قائم کرتی ہیں وہ بہت ہی خطرناک ہوتی ہیں ان کا بنیادی مقصود یہ چیزیں ہیں:

۱-مسلمانوں کو دین اسلام سے خارج کرنا اور اپنے مذہب وافکار کا تابع اور اپنا ماتحت بنانا۔

۲-مسلمان اسلام سے اس طرح خارج ہوجائیں کہ وہ ایک ایسی مخلوق بن جائیں جس کا اللہ سے کوئی تعلق نہ ہو اور ایسے اخلاق سے ان کا رابطہ منقطع ہوجائے جن پر قومیں اپنی زندگی میں اعتماد کرتی ہیں۔

۳-مسلمان بچوں کو مشنری تعلیم گاہوں میں تربیت دینا اور بچپن ہی سے ان کے عقیدے خراب کرنے کے شکوک وشبہات کے بیج اس طرح ان میں بونا کہ انہیں پتہ ہی نہ چلے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مقاصد ہوسکتے ہیں اس میں شک نہیں کہ انسان ایک عرصہ تک جس ماحول اور معاشرے میں رہتا ہے اس کے اثرات بھی اس میں بہت گہرے ہوتے ہیں اور اس کے لئے اپنے ایمان واسلام کی حفاظت کرنا دشوار ہوجاتا ہے۔

خلاصہ ایسی تعلیم گاہوں سے بالکل اجتناب کیا جائے، اولا تو اس لئے کہ عصری تعلیم کوئی اتنی ضروری نہیں ہیں جتنا اپنے عقائد کو محفوظ رکھنا ضروری ہے اور اسلام وایمان کو بچانا لازم ہے، ثانیا عصری تعلیم ہی روزی روٹی کے مسئلہ کو حل کر سکے یہ بھی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، ثالثا اگر عصری تعلیم دینی ہی ہے تو یہ ضروری نہیں ہے کہ ان کی اسکولوں میں دی جائے بلکہ اس کا کوئی متبادل تلاش کرلیا جائے، جیسا کہ بہت سے مقامات پر بعض اداروں اور جامعات نے اس طرف پیش قدمی کی ہے اور اسلامک اسکولوں کا قیام عمل میں آیا ہے۔

کتابیہ کے حقوق:

اگر کتابیہ سے نکاح کرے تو حقوق زوجیت کی ادائیگی میں یہ بھی مسلمان عورت کی طرح ہوگی، البتہ اس کو کنیسہ جانے سے روک سکتا ہے اور گھر میں رہتے ہوئے اس کے معتقدات کے خلاف کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا، اور اپنے معتقدات کو زبردستی اس پر ٹھوس بھی نہیں سکتا، مثلاً حیض ونفاس کے غسل پر مجبور نہیں کرسکتا، ”ثم اذا تزوج المسلم الكتابية، فله منعها من الخروج إلى البيعة والكنيسة ومن اتخاذ الخمر في منزله ولا يجبرها على الغسل من دم الحيض والنفاس والجنابة“ (فتاوی عالمگیری ۱/۲۸۱)، صاحب بحر فرماتے ہیں کہ کنیسہ اور گرجا جانے سے روک سکتا ہے، اپنے گھر میں شراب بنانے سے بھی روک سکتا ہے۔

”أن للمسلم منع الذمة اذا تزوجها من الخروج إلى الكنائس والبيع وليس له إجبارها على الغسل من الحيض والجناية“ (البحر الرائق لابن نجیم المصری ۳/۱۸۳)۔

خلاصہ: کتابیہ عورت کو اس کے مذہبی رسومات سے نہیں روک سکتا، بلکہ جو چیزیں اس کے مذہب کے مطابق عبادات کے قبیل سے ہے اس کو ادا کرنے کی اجازت دینی ہوگی، ہاں محض غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر طلاق دے دینے کی اجازت ہے، اس لئے کہ اوپر حضرت عمرؓ نے صرف اسی بنیاد پر بعض صحابہ کو طلاق دینے کے لئے کہا یہ عورتیں اہل کتاب میں سے ہے۔

عیسائی ہاسپٹل اور قرض مہیا کرنے والے ادارے:

ظاہر ہے کہ عیسائی مشنری جو ہاسپٹل یا قرض مہیا کرنے والے ادارے قائم کرتی ہیں ان کے مقاصد بھی وہی ہیں جو کہ عصری اسکول قائم کرنے کے ہیں، ظاہر ہے کہ ان مقاصد کے ہوتے ہوئے ان میں خدمت کرنا اور استفادہ کرنا مناسب نہیں ہے (دیکھئے: مسلمان بچے اور فرنگی تعلیم گاہیں، مطبع کراچی)۔

☆☆☆

اہل کتاب اور ان سے متعلق احکام

مولانا تبریز عالم☆

۱- اہل کتاب کا سادہ سا مطلب ’کتاب والا‘ ہے، تاہم یہ اتنا بھی عام نہیں کہ کوئی بھی کتاب ہو اور اسے اپنانے والا کوئی بھی ہو اسے ’اہل کتاب‘ سے خطاب کیا جائیگا؛ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ نزول قرآن سے قبل جو شریعت اس روئے زمین پہ نافذ رہی، خواہ وہ یہودیت ہو یا عیسائیت، یا کوئی اور؛ بہرصورت اس کے پاس اس شریعت کے نفاذ کے لئے ان کے پیغمبروں کے واسطے سے آسمانی کتاب رہی ہو، خواہ زمانہ مابعد میں وہ محرّف ہی کیوں نہ ثابت ہوئی ہو، بہرحال اس شریعت کے پیروکاروں کو اس ’آسمانی کتاب‘ کی بنیاد پہ ’اہل کتاب‘ کہا جاتا ہے۔ چناچہ قرآن کریم میں کم وبیش ان اوصاف والے کو اس لفظ سے اکتس (۳۱) مرتبہ یاد کیا گیا ہے، ان تمام آیتوں میں باتفاق مفسرین وہ حضرات ’اہل کتاب‘ ہیں جن کو آسمانی کتابوں سے سرفراز کیا گیا تھا، مثلا یہود کو تورات تو عیسائیوں کو انجیل دی گئی۔

علامہ ابن جریر طبریؒ ’’تفسیر طبری‘‘ میں رقم کرتے ہیں: ’’قل یااهل الكتاب تعالوا:-......وهم اهل التوراة والانجيل‘‘ (دیکھئے: تفسیر طبری: ج ۳: ص ۲۱۳)۔

علامہ قرطبیؒ رقم کرتے ہیں: ’’قل يأهل الكتاب تعالوا:-قيل: هو لليهود النصارى جميعا‘‘ (دیکھئے: قرطبی: ۴/۶۸)۔

علامہ فخرالدین رازی رقم کرتے ہیں: ’’وقال آخرون: بل المراد جميع اهل الكتاب من اليهود و النصارى، و احتجوا عليه بان قوله تعالىٰ (الذين اوتوا الكتاب) صيغة عموم، فيتناول الكل‘‘ (تفسیر رازی جلد ۴: صفحہ: ۵۰۸) جبکہ ’الذین اوتوالکتاب‘ کی تعیین کرتے ہوئے علامہ آلوسیؒ رقم کرتے ہیں: ’’وما اختلف الذين اوتوا الكتاب‘‘:-قيل المراد بالموصول ’اليهود والنصارىٰ‘ وبالكتاب الجنس، والظاهر ان المراد من الموصول مايعم الفريقين‘‘ (تفسیر روح المعانی: ج: ۳: ص: ۱۷۲، ۱۷۳)۔

مفتی شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر ’’معارف القرآن‘‘ میں مذکورہ آیت کی تفسیر ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں: ’’کتاب کے لغوی معنی ہر لکھا ہوا ورق تو مراد نہیں ہوسکتا، وہی کتاب مراد ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہو، اس لئے باتفاق امت کتاب سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے، جس کا کتاب اللہ ہونا بتصدیق قرآن یقینی ہو، جیسے تورات انجیل زبور صحف موسیٰ وابراہیم وغیرہ، اس لئے وہ قومیں جو کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھی اور اس کو وحی الٰہی قرار دیتی ہو، جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کے یقینی ذرائع سے ثابت نہیں، وہ قومیں اہل کتاب میں داخل نہیں ہوں گی، جیسے مشرکین مکہ، مجوس بت پرست، ہندو، بدھ، آریہ سکھ وغیرہ، اس سے معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ جو تورات وانجیل پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ باصطلاح قرآن اہل کتاب میں داخل ہیں‘‘ (معارف القرآن: ج ۳: ص ۷۴)۔

☆ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ دہلی۔

ان تمام تحقیق سے یہ بات بالکل بے غبار ہوجاتی ہے کہ 'اہل کتاب' انہیں کہا جاتا ہے؛ جنہیں باضابطہ ان کے پیغمبروں کے واسطے سے آسمانی کتابوں سے نوازا گیا تھا۔ جس کی مثال میں سبھی مفسرین یہود ونصاریٰ کو ہی پیش کرتے ہیں اور ان کو اہل کتاب ماننے میں کسی کو کوئی تردد نہیں۔

اب ان میں صرف یہود ونصاریٰ ہی آتے ہیں یا دیگر مذاہب کے پیروکار بھی، اس سلسلے میں تفصیل یہ ہے کہ احناف کے یہاں اس میں وسعت ہے، جبکہ دیگر مسالک میں یہ صرف یہود ونصاریٰ تک ہی محدود ہے۔ اس کی تفصیل اگلے سوال کے جواب میں پیش کی جارہی ہے۔

۲- لفظ صابئی کا مادہ 'ص ب ؤ' ہے اس کے معنیٰ 'نکل آنا' ہیں، چنانچہ عرب 'صبأ ناب البعیر' اس وقت بولتے ہیں جب اونٹ کو کچلی نکل آئے اور 'صبأت النجوم من مطالعها' اس وقت کہتے ہیں جب سورج اپنے مطالع سے نکل آئے، چنانچہ علامہ راغب اصفہانی، صاحب معالم التنزیل علامہ بغوی اور متکلم اسلام فخرالدین رازیؒ نے اس کی لغوی معنیٰ کے پیش نظر 'صابئی' کو اس شخص کو قرار دیتے ہیں جو ایک دین چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کرلے (دیکھئے: معالم التنزیل: ۱/۱۰۲، مفردات القرآن للاصفہانی مادہ ص ب و) تفسیر رازی: ۴/۷ ۱۴-۱۴۸)۔

صحابہؓ کا نقطہ نظر: امام بغویؒ نے صحابہ میں سے حضرت عمرؓ اور ابن عباسؓ کا موقف یہ بیان کیا ہے 'صابئین' بھی من جملہ اہل کتاب میں سے ہیں؛ البتہ حضرت عمرؓ نے انکے ذبیحہ کو جائز ٹھہرایا ہے، جبکہ ابن عباسؓ نے اس سے روکا ہے۔ ان کی تفسیر معالم میں مرقوم ہے:

"قال عمر وابن عباس :هم قوم من أهل الكتاب،قال عمر رضى الله عنه ذبائحهم ذبائح أهل الكتاب،وقال بن عباسؓ : لاتحل ذبائحهم ولا مناكحتهم " (معالم التنزیل: ۱/۱۰۲)۔

امام ابوحنیفہؒ واسحٰق بن راہویہ وغیرھم کا نقطہ نظر: تفسیر واحکام آیات کی کتابوں کے مطالعہ سے محسوس ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے یہاں باضابطہ 'صابئین' بھی اہل کتاب میں ہی شامل ہیں، البتہ صاحبین کا ان سے اختلاف ہے وہ ان کو اہل کتاب میں شمار نہیں کرتے، صاحب تفسیر ابن کثیر اور امام قرطبی اپنی تفسیر میں امام ابوحنیفہ، اسحٰق بن راہوایہ، ضحاک، سدی، ابوالعالیہ، ربیع بن انس، ابوالشعثاء، جابر بن زید سبھی کا مسلک یہی ان کے اہل کتاب ہونے کا نقل کرتے ہیں، تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"وقال ابو العاليه والربيع والسدى وابوالشعثاء جابر بن زيد وضحاک واسحق بن راهويه: الصابئيون فرقة من أهل الكتاب يقرئون الزبور ،ولهذا قال : أبوحنيفةؒ واسحق لابأس بذبائحهم ومناكحتهم "(تفسیر ابن کثیر ۱/۹۹)۔

قرطبی میں رقم کرتے ہیں: **"وقال اسحق :لا بأس بذبائح الصابئين لأنّهم طائفة من أهل الكتاب، وقال ابو حنيفة:لابأس بذبائحهم ومناكحة نسائهم "**(قرطبی: ۱/۲۹۵)۔

تاہم احناف کی احکام القرآن پہ لکھی گئی ''احکام القرآن للجصاص رازی'' میں یہ بات منقول ہے، کہ احناف میں اس بابت اختلاف ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ انہیں اہل کتاب تصور کرتے ہیں جبکہ صاحبین نے اس کی نفی ہے، وہ رقم کرتے ہیں:

"وقداختلف فى الصابئين هم من أهل الكتاب أم لا؟فروى عن أبى حنيفة أنّهم أهل الكتاب وقال أبويوسف ومحمد :ليسوا من أهل الكتاب "(احکام القرآن للجصاص: ۲/۴۱۳)۔

دراصل اس کی حقیقت یہ کہ اگر یہ حضرات خود کو عیسائیت سے منسوب کرتے ہیں اور انجیل پڑھا کرتے ہیں تو یہ امام صاحب کے نزدیک اہل کتاب ہی گردانے جائیں گے، اور اگر یہ کواکب پرستی میں مبتلا ہوتے ہیں جیسا کہ حرانی لوگ، تو پھر یہ مطلق احناف کے نزدیک اہل کتاب سے خارج مانے جائیں، بالفاظ دیگر یہ امام ابوحنیفہ امام ابو یوسف امام محمد رحمھم اللہ سبھی حضرات کی نگاہ میں اہل کتاب کی جماعت سے

خارج ہونگے۔جصاص رازی رقم کرتے ہیں:

"قال أبوالحسن الكرخيؒ: يقول:الصابئون الذين هم عنده من أهل الكتاب قوم ينتحلون دين المسيح ويقرئون الإنجيل ،فأمّا الصابئون الذين يعبدون الكواكب –وهم الذين بناحيةحرّان –فانّهم ليسوأباهل الكتاب عندهم جميعا"(احکام القرآن للجصاص:۲/ ۴۱۳)۔

اسی کے ساتھ ساتھ اگر صاحب ہدایہ کی بات بھی ذہن میں رکھی جائے تو بات واضح ہوجاتی ہے چنانچہ انہوں نے بھی یہی لکھا ہے کہ ان بزرگوں کے بیچ اختلاف خیال وعلم کا اختلاف ہے صابی مذہب کو سمجھنے میں امام صاحب اور صاحبین میں اختلاف ہوا ہے ورنہ واقع میں کوئی اختلاف نہیں "والخلاف منقول فيه محمول على اشتباه مذهبهم ،فكلٌ أجاب على ماوقع عنده وعلىٰ هذا حال ذبيحتهم "(دیکھئے:ہدایہ جلددوم ص:۲۹۰)۔

پھر بھی مذکورہ عبارت سے امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ومشرب صاف معلوم ہورہا ہے،البتہ ان کے صاحبین کا اس سلسلے میں ان سے اختلاف ہے؛لیکن امام ابوالحسن کرخیؒ وامام مرغینانیؒ نے جو تطبیقی بات یہاں کہی ہیں،اس سے مسئلہ بالکل بے غبار ہوجاتا ہے،جصاص رازی مذکورہ تمام تفاصیل دیگر حضرات سے بھی نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بہرصورت اگر یہ لوگ واقعی قرأت انجیل وانتحال عیسائیت رکھتے ہیں تو ان پر احکام 'اہل کتاب' والے ہی نافذ ہونگے ورنہ نہیں:

"ومن كان اعتقاده من الصابئين ماوصفنا فلاخلاف بين الفقهاء أنّهم ليسو اأهل كتاب ،وانّه لاتوكل ذبائحهم ولاتنكح نسائهم "(احکام القرآن للجصاص:۲/ ۴۱۳)ان کے برعکس ائمہ ثلاثہ رحمھم اللہ صرف یہودونصاریٰ کو ہی اہل کتاب مانتے ہیں یہ حضرات صحف ابراہیم کا ماننے والا ہو یا شیث کا،زبورداود کا پیروکار ہو یا عیسائیت سے منسوب انجیل پڑھنے والا صابئ ان میں سے کسی کو اہل کتاب نہیں مانتے ہیں،البتہ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک سامری یہود میں،ارمنی نصاریٰ میں اور ایک قول کے مطابق 'صابئ' بھی شامل ہیں،بشرطیکہ وہ یہودونصاریٰ کے موافق ہوں۔ورنہ ان کا شمار بھی ان کے نزدیک اہل کتاب میں نہیں ہوسکتا!

راقم امام ابوحنیفہؒ وامام احمد بن حنبلؒ کی رائے کو مشروط طور پر راجح سمجھتا ہے کیونکہ ان کا نظریہ تمام آیات قرآنی کو جامع ہے،کیونکہ قرآن میں صحف ابراہیم،زبورداوداورصابئین کا تذکرہ اہل ایمان کے ساتھ بطورعطف بیان اس طرح آیا ہے کہ دیگر آیات کے پیش نظر ان آیات سے صرف نظر کرنا مشکل ہے۔

۳- قرآن کریم میں یہودونصاریٰ کا کئی ایک جگہ پہ تذکرہ آیا ہے کہ وہ اپنے عقاید مزعومہ کی بنیاد پر کافر ہیں،چنانچہ عیسائیوں کے بارے میں "لقد كفر الذين قالوا ان ّ الله هوالمسيح ابن مريم"(مائدۃ:۷۲)اوراسی طرح "لقد كفرا لذين قالوا ان الله ثالث ثلاثة"(مائدۃ:۷۳)تو یہودیوں کی بابت ان کی شرارت کہیں "قالت اليهود يدالله مغلولة "(مائدۃ:۶۴)توکہیں "وقالت اليهود عزير ابن الله "اورمشترکہ طور پہ ان کا زعم باطل "وقالت اليهود والنصارٰ ى نحن ابنا ء الله واحبائه" (توبہ ۳۰)واضح طور سے موجود ہے۔

ان تمام تر شرارتوں کے باوجود قرآن میں ربّ ذوالجلال نے اہل کتاب کی عورتوں سے اہل اسلام کوشادی کرنے اوران کے ذبیحہ کو کھانے کی اجازت دی ہے:"اليوم أحلّ لكم الطيبٰت وطعام الذين أوتوالكتاب حلّ لكم وطعامكم حلّ لهم والمحصنٰت من المومنات والمحصنٰت من الذين أوتوالكتاب من قبلكم"(دیکھئے:سورہ مائدہ آیت نمبر ۵)،جبکہ ان کا کفر واضح ہوچکا ہے،ان کا شرک

بھی معلوم ہورہا ہے؛لہذا"ولاتنکحوا المشرکات حتیٰ یومن "(سورہ البقرۃ:۲۲۱) کی روشنی میں اس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے تھی ،جیسا ابن عمرؓ اور حضرت علیؓ کا ذوق بھی یہی کہتا تھا(دیکھئے:احکام القرآن: ۲/ ۴۰۹ اور تفسیر مظہری: جلد ۳:ص: ۴۲)۔

مگر ان کے علاوہ دیگر صحابہ وتابعین کا نظریہ' اہل کتاب' کے حوالے سے اور ہی تھا،چنانچہ احکام القرآن للجصاص رازی میں باضابطہ بہ صراحت عموم کے ساتھ موجود ہے:

"وقوله تعالیٰ (وطعام الذین أوتوا الکتاب حلّ لکم)روی عن ابن عبّاس وأبی الدرداء والحسن ومجاهد وابراهیم وقتادة والسدّی :أنّه ذبائحهم ،وظاهره یقتضی ذلک؛ لأنّ ذبائحهم من طعامهم ،ولواستعلمنا اللفظ علی عمومه لانتظم جمیع طعامهم من الذبائح وغیرها "(دیکھئے:احکام القرآن:۲/ ۴۰۵)۔

اور آگے علامہ جصاص رازی نکاح کتابیہ کی بحث پہ رقم کرتے ہیں:

"واتفق جماعة من الصحابة علیٰ اباحة اهل الکتاب الذمیّات سوی ابن عمر وجعلو اقوله:(ولاتنکحوا المشرکات)"[البقرۃ:۲۲۱]"خاصّاً فی غیر اهل الکتاب ،،......عن حماد قال:سألت سعید بن جبیر عن نکاح الیهودیة والنصرانیةقال لابأس ؛قال :قلت ،فانّ الله تعالیٰ قال: (ولاتنکحوا المشرکات حتّی یومنّ)قال :أهل الاوثان والمجوس ......وتروی اباحة ذلک عن عامة التابعین ،منهم الحسن وابراهیم والشعبی فی آخرین منهم "(احکام القرآن:۲/ ۴۰۹)۔

مذکورہ بحثوں سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ اس وقت بھلے ہی ان کے عقائد شرک وکفر پہ مبنی تھے؛ پھر بھی غنیمت یہ تھا کہ یہود ونصاریٰ اللہ پہ ایمان رکھتے تھے،چنانچہ اکثر صحابہؓ وتابعینؒ نکاح کی بحث میں انہیں ان کے مزعومہ عقائد کے باوجود مجوس یا کافر کی صف میں شامل نہیں کر رہے ہیں؛ بلکہ اھل کتاب کو کافر ومجوس کا اور کافر ومجوس کو اہل کتاب کا مغایر قرار دے رہے ہیں۔

بیان القرآن میں حضرت تھانویؒ ان کے بارے میں جو کچھ فرماتے ہیں وہ دور حاضر کے نام نہاد اہل کتاب کے حوالے سے بہت واضح پیغام اور ہدایت ہے:

"مسئلہ: کتابی کا ذبیحہ حلال ہے دو شرط سے ایک یہ کہ اصلی کتابی ہو یعنی مرتد نہ ہو اور کوئی غیر مسلم نصرانی ہوجائے تو اس کا حکم نصرانی کا سا ہوگا اور دوسری شرط یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کے سوا اور کا نام نہ لے ورنہ حرام ہوگا۔[درمختار]اور یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے زمانہ میں اکثر نصاریٰ برائے نام ہیں ایسوں کا حکم نصاریٰ کا سا نہیں ہے اور یہی سب تقریر نکاح میں بھی سمجھو"(دیکھئے:بیان القرآن:۱/ ۴۴۸)۔

ماضی قریب کے مفتی أعظم حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب ؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں دور حاضر کے ملحد ودہرے یوروپی یہودیوں اور عیسائیوں کی بابت تفصیل سے ان کے احکام بیان کئے ہیں۔مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی رقم کردیا جائے:

"آج کل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں؛مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں نہ تورات وانجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں اور نہ موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام کو اللہ کا نبی وپیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔یہ ظاہر ہے کہ وہ شخص مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے،نصاریٰ کے بارے میں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا تھا کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں اس کی وجہ یہ بتلائی کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے بجز شراب نوشی کے اور کسی چیز کے قایل نہیں"(معارف القرآن: جلد ۳:صفحہ ۴۸-۴۹)۔ D40

خلاصہ کلام: مذکورہ تمام عبارتوں اور فقہائے اسلام کی باتوں سے نصاریٰ بنی تغلب کے عادات وحرکات اور ان پہ لاگو ہونے والے احکام کو دھیان میں رکھتے ہوئے ہم اسی نتیجہ پہ پہونچتے ہیں کہ آج کے نام نہاد عیسائی و یہودی اگر خدا کے وجود کے قائل نہیں ہیں، آسمانی وحی، کتاب، حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور آخرت پہ یقین نہیں رکھتے ہیں تو' نصاریٰ بنی تغلب' کے پیش نظر قرآن کی اصطلاح میں معروف کے مطابق انہیں اہل کتاب نہیں قرار دیا جاسکتا؛ لہذا اب مذکورہ صورت میں ان کی عورتوں سے نکاح درست ہوگا نہ ہی ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا جائیگا۔ راقم کی نظر میں یہی بات زیادہ احوط ہے۔

۴ — ''اہل کتاب'' قرآن وسنت نیز ان سے مستنبط شدہ احکام میں ایک خاص مفہوم کا حامل لفظ ہے۔ اس کا اطلاق دراصل اس قوم پہ ہی ہوسکتا ہے جسے آسمانی کتاب سے نوازا گیا ہے، جس کی تائید قرآن وسنت سے بالتصریح و بالیقین ہو؛ جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ قوم اور اس کی کتاب قرآن وسنت سے قبل رہی ہو نہ کہ اس کے بعد، بھلے یہ عقلاً ممکن ہے کہ جس کی تائید کی جائے وہ بعد میں آئے اور جو تائید کرے وہ پہلے؛ تاہم شرعاً ایسا واقع نہیں ہوا ہے۔ اس کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

چنانچہ ایک فقیہ جب قرآن کریم کی آیتوں کا جائزہ لیتا ہے تو اسے قرآن کی پہلی سورۃ کے پہلے رکوع میں اس امر کی وضاحت ملتی ہے کہ قرآن کریم اپنے سے ماقبل کتابوں کا موید ہے اور اس کے پیروکار ان پر بھی ایمان رکھتے ہیں تبھی ہدایت یافتہ مومن کہلاتے ہیں۔ حالانکہ بعض حضرات نے اہل کتاب میں سے جو مومن ہیں ان کو ہی یہاں مراد لیا ہے۔ بہر حال سورہ بقرہ کی پہلے رکوع میں دیکھئے:

''**والذين يومنون بماأنزل اليک وماأنزل من قبلک وبالآخرة هم يوقنون**'' (رقم الآیۃ: ۴)۔

علامہ بغویؒ اس کی تفسیر میں رقم کرتے ہیں: ''**(وماأنزل من قبلک) من التوراة والإنجيل وسائر الكتب المنزّلة على الأنبياء عليهم الصلوة والسلام**'' (دیکھئے تفسیر بغوی: ۱/ ص: ۶۳)۔

ان کی باتوں سے صاف صاف یہ محسوس ہو رہا ہے کہ اب آخری نبی اکرم ﷺ کے بعد کسی کو کوئی نبی مانتا ہے تو ایک جھوٹی شی کو مانتا ہے، اسی طرح درجن بھر مقامات پہ عمومی لحاظ سے ''**مصدقالما بين يديه**'' (بقرہ: ۹۷) اور اہل کتاب سے مخاطب ہوتے ہوئے ''**مصدقا لمامعكم**'' (بقرہ: ۴۱) سے قرآن کریم کی اہم حقیقت بیان کی گئی ہے، جن میں کہیں بھی 'بعد والی' کسی کتاب کا اشارۃ کنایۃ بھی تذکرہ موجود نہیں ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ سوال میں مذکور گروہ کا حکم ان سے ملتے جلتے ان گروہوں پر ہی قیاس کر کے نکالا جاسکتا ہے جن کا تذکرہ قرآن یا احادیث یا پھر فقہی کتابوں میں موجود ہے۔

قرآن کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ایک فرقہ مجوس ہوا کرتا تھا جن کے بارے میں دو رائیں سامنے آئیں ایک یہ کہ وہ بھی اہل کتاب ہیں اس رائے ماننے والے بہت ہی کم لوگ تھے، دوسری یہ کہ یہ اہل کتاب نہیں ہیں۔

بہر کیف علامہ جصاص رازیؒ ان گروہوں سے ملتے جلتے اسی گروہ مجوس کو اہل کتاب سے خارج کرنے کے لئے سورہ انعام کی آیت ''**وهذا كتاب انزلناه مبارک فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون أن تقولوا إنما أنزل الكتاب علىٰ طائفتين من قبلنا**'' (نمبر ۱۵۵) کی تفسیر سے مستنبط شدہ حکم مزید احادیث کی روشنی میں انہیں اہل کتاب قرار نہیں دیتے،

۵ — قادیانی خواہ نسلی ہوں یا غیر نسلی، وہ اہل کتاب میں شامل نہیں ہوسکتے کیونکہ اللہ نے ''**مصدقالما بين يديه**'' (بقرہ: ۹۷) اور ''**والذين يومنون بماأنزل اليک وماأنزل من قبلک وبالآخرة هم يوقنون**'' (بقرہ: ۴) جیسی آیتوں میں اہل کتاب کی تعریف بیان کی ہے، اور یہ واضح کر دیا ہے کہ اہل کتاب صرف وہی گروہ ہوگا جو شریعت محمدی سے پہلے نازل کردہ کتابوں پر ایمان رکھتا ہو، شریعت محمدی کے بعد کی کسی

بھی الہامی کتاب پر ایمان لانے والا صرف کافر ہے اہل کتاب نہیں۔

۶- قرآن میں کتابی عورت سے شادی کرنے کی مطلق اجازت دی گئی ہے اور اس کو مباح قرار دیا گیا ہے، البتہ فقہاء کرام نے اہل کتاب عورت سے شادی کرنے میں دارالاسلام اور دارالکفر کا فرق کیا ہے، اس فرق کی بنیادی وجہ ماحول اور مزاج کی وجہ سے مسلم مرد پر پڑنے والا اثر تھا، کیونکہ دارالکفر میں زیادہ امکان ہے کہ کتابی عورت اپنے مزاج سے شوہر کو متاثر کردے جبکہ اسکے امکانات دارالسلام میں بہت کم ہیں، اس لئے اگر مقصد کی طرف نظر کرتے ہوئے دیکھا جائے تو آج کے زمانہ میں بجائے دارالاسلام اور دارالکفر کی تفریق کے یہ تفریق شخصی بناد پر ہوگی دارالاسلام میں اگر مسلم مرد کے ایمان کے متاثر ہونے کا اندیشہ ہو یا اس سے مسلمانوں کا کافی نقصان ہونے کا خطرہ ہو جس کا ذکر سوال نامہ میں کیا گیا، تو ایسی صورت میں کتابی عورت سے نکاح مکروہ ہوگا، اور اگر دارالکفر میں کسی کتابی لڑکی سے شادی کرنے پر اس کے اہل خانہ کے متاثر ہونے کے امکانات ہوں تو دارالکفر میں بھی یہ مباح ہوگا۔

۷- اہل کتاب کی تعریف میں یہ بات واضح طور پر آگئی ہے کہ اہل کتاب صرف انہیں لوگوں کو کہا جاسکتا ہے جن کے بارے میں قرآن و حدیث میں صراحت کے ساتھ اہل کتاب ہونے کا ذکر آیا ہو۔ باتفاق مفسرین وہ حضرات 'اہل کتاب' ہیں جن کو آسمانی کتابوں سے سرفراز کیا گیا تھا، مثلاً یہود کو تورات تو عیسائیوں کو انجیل دی گئی۔

اپنے وقت کے مشہور مفسر قرآن ابن جریر طبریؒ اپنی تفسیر طبری میں رقم کرتے ہیں: "قل يأهل الكتاب تعالوا": -......**وهم أهل التوراة والإنجيل** "(دیکھئے: تفسیر طبری: ج ۳: ص ۲۱۳)۔

علامہ قرطبیؒ رقم کرتے ہیں : "**قل يا اهل الكتاب تعالوا: -قيل: هو لليهود النصارى جميعا** " (دیکھئے: قرطبی: ۴/ ۶۸)۔

"الذين اوتوا الكتاب" کی تعیین کرتے ہوئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ رقم کرتے ہیں: "**وما اختلف الذين اوتوا الكتاب** ": - **قيل المراد بالموصول 'اليهود والنصارىٰ 'وبالكتاب الجنس ، والظاهر ان المراد من الموصول مايعم الفريقين** " (تفسیر روح المعانی: ج: ۳: ص: ۱۷۲، ۱۷۳)۔

اسی طرح مفتی شفیع صاحبؒ اپنی تفسیر معارف القرآن میں مذکورہ آیت کی تفسیر ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں:

"کتاب کے لغوی معنی 'ہر لکھا ہوا ورق تو مراد نہیں ہوسکتا، وہی کتاب مراد ہوسکتی ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہو، اس لئے باتفاق امت کتاب سے مراد وہ آسمانی کتاب ہے، جس کا کتاب اللہ ہونا بتصدیق قرآن یقینی ہو، جیسے تورات انجیل زبور، صحف موسیٰ و ابراہیم وغیرہ، اس لئے وہ قومیں جو کسی ایسی کتاب پر ایمان رکھی اور اس کو وحی الٰہی قرار دیتی ہو، جس کا کتاب اللہ ہونا قرآن وسنت کے یقینی ذرائع سے ثابت نہیں، وہ قومیں اہل کتاب میں داخل نہیں ہوں گی، جیسے مشرکین مکہ، مجوس بت پرست، ہندو، بدھ، آریہ سکھ وغیرہ، اس سے معلوم ہوا کہ یہود و نصاریٰ جو تورات و انجیل پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ باصطلاح قرآن اہل کتاب میں داخل ہیں" (معارف القرآن: ج ۳: ص ۴۷)۔

لہٰذا یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہمارے ہندو برادران وطن کے بارے بتصدیق قرآن ان کا اہل کتاب ہونا یقینی نہیں ہے، اس لئے ان کا شمار اہل کتاب میں نہیں ہوسکتا۔

۸-الف: مسلمان کے لئے سب سے زیادہ فکر اپنے ایمان کی حفاظت کی ہونی چاہئے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اسلام نے تعلیم پر زور دیا ہے مگر جس تعلیم سے ایمان خطرہ میں پڑ جائے ایسی تعلیم اور ایسے ادارے کی نہ تو حوصلہ افزائی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی ایسے اسکولوں میں اپنے بچوں کو تعلیم

دلائی جاسکتی ہے، ورنہ اس حدیث کے مطابق (**کل مولود یو لد علی فطرۃ الاسلام و ابواہ یھودانہ او یمجسانہ**) والدین گنہگار ہونگے اس لئے مسلمانوں کو اپنا ادارہ قائم کرنے پر زیادہ توجہ دینی چاہئے۔

ب: اہل کتاب عورت سے نکاح کرنے کے بعد اس کے وہ تمام حقوق ہونگے جو ایک مسلم عورت کے ہوتے ہیں اور مسلم اور اہل کتاب کا فرق صرف نکاح کرنے میں ہے نہ کہ نکاح کو باقی رکھنے کے لئے اور صرف اس بنیاد پر طلاق دینے کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

د: ہر وہ ادارہ جس کے بارے میں یہ یقین ہے کہ وہ دہریت کو فروغ دے رہا ہے یا جو اسلام سے مسلمانوں کو دور کر رہا ہے اس ادارے میں نوکری کرنا ان کا تعاون کرنا درست نہیں ہوسکتا کیونکہ اللہ تعالی نے صاف طور پر کہا ہے کہ ''**ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان**''۔

☆☆☆

کتابیہ خاتون سے نکاح کا شرعی حکم

مولانا ثابت شمیم رشادی ☆

شریعت اسلامیہ میں نکاح کی حیثیت محض معاشرتی معاہدہ ہی کی نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک عبادت کی ہے، اس کے ذریعہ متعدد دینی وروحانی فوائد کا حصول اور اخلاق کی اصلاح مقصود ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نے نہ صرف بے نکاحی زندگی کو ناپسند فرمایا بلکہ نکاح کو اپنی سنت قرار دیا (بخاری ۲/۷۵۷، باب الترغیب فی النکاح)۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "أربع من اعطیھن فقد أعطی خیر الدنیا والآخرة ، قلبا شاکرا، ولسانا ذاکرا، وبدنا علی البلاء صابرا ، وزوجة لا تبغیه حوبا فی نفسها و ماله" (رواہ الطبرانی فی کبیر والاوسط ۹/۳۴۰) (چار چیزیں ہیں جس کو دی گئیں اس کو دنیا وآخرت کی ساری بھلائی ے دی گئی، ایک وہ دل کہ خدا جو کچھ دے اس پر وہ شکر ادا کرے، دوسرے وہ زبان جو خدا کا ذکر کرنے والی ہو تیسرے وہ بدن جو مصیبتوں کے مقابلہ میں ٹھرنے کی قوت رکھتا ہو، چوتھے وہ بیوی جو شوہر کا مال اور اپنی عصمت میں کسی خیانت کی طرف مائل نہ ہو)۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا: " من أراد ان یلقی اللّٰہ طاھرًا مطھرًا فلیتزوج الحرائر" (ابن ماجہ/ص ۱۳۴) (جو کوئی اللہ سے پاک وصاف ملنا چاہتا ہو اسے شریف عورتوں سے شادی کرنی چاہئے)۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ نکاح کے موقع پر دیکھنے کی جو چیز ہے وہ دینداری ہے، فرمایا کہ ایک کالی کلوٹی کم عقل لونڈی بھی اگر دین دار ہوتو وہ دوسری عورتوں سے افضل ہے۔

"لا تزوجوا النساء لحسنھن فعسٰی حسنھن أن یردیھن، ولا تزوجوھن لأموالھن فعسٰی أموالھن أن تطغیھن، ولکن تزوجوھن علی الدین، ولامة خرقاء سوداء ذات دین أفضل" (ابن ماجہ: ص ۱۳۷) (عورتوں سے ان کے حسن کی خاطر شادیاں نہ کرو ممکن ہے کہ ان کا حسن ان کو بگاڑ دے، اور تم ان کے مال کی خاطر بھی شادیاں نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ ان کے اموال ان کو سرکش بنادیں، تم کو ان میں جو چیز دیکھنی چاہئے وہ دین ہے، ایک کالی کلوٹی کم عقل لونڈی بھی اگر دین دار ہوتو وہ دوسری عورتوں سے افضل ہے)۔

اس قسم کی بہت احادیث ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نکاح کی حیثیت ایک تمدنی ضرورت کو پورا کرنے ہی کے لئے نہیں ہے، بلکہ سب سے بڑا مقصد تحسین نفس، طہارت اخلاق، تہذیب اسلامی کا فروغ اور خالص مسلمان نسلیں پیدا کرنا ہے، اور ان اغراض کے لئے صرف یہی کافی نہیں ہے کہ مسلمان نکاح کریں، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کے نکاح ایسی عورتوں سے ہوں جو مسلمان ہوں، دیندار ہوں، شریف اور باعصمت ہوں، کیونکہ ایک صالح اسلامی سوسائٹی ایسی ہی اور عورتوں کی ازدواج سے وجود میں آسکتی ہے، اور ایک صالح مسلمان نسل

☆ مدرسہ اشرف العلوم، میسور، کرناٹک۔

ایسی ہی ماں کے بطن سے پیدا ہوسکتی ہے۔

مخلوط شادیوں کی مضرت:

نیز اس حقیقت سے بھی انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ مخلوط شادیوں سے بڑھ کر کوئی چیز نظام معاشرت اور خاندانی زندگی کو تباہ و تاراج کرنے والی ہوسکتی ہے۔

دو ایسے میاں بیوی جن کے خیالات میں بعد المشرقین اور جنہوں نے دو مختلف ماحول میں مختلف روایات اور مختلف معاشرتوں کے زیر اثر پرورش پائی ہوا پنے باہمی اختلاط سے نہ تو خود اپنی زندگی میں سکون وراحت حاصل کر سکتے ہیں، اور نہ ہی گھر کو کسی نظام معاشرت کا صالح رکن بنا سکتے ہیں، ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ ایک ہی سوسائٹی سے تعلق رکھنے کے باوجود شہری و دیہاتی تک کا فرق بار ہا ناموافقت کا موجب بن جاتا ہے، نکاح کے لئے ضروری ہے زوجین اور ان کے خاندانوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ امور میں اتحاد ہو، اور صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ان کا دین ایک ہو، بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ ان کا طرز معاشرت ایک ہو، ان کے خیالات اور اصول حیات میں یکسانی ہو، ان کے معاشی و معاشرتی مرتبے میں ہمواری ہو، یہی چیز ہے جو شریعت کی اصطلاح میں کفاءت کہلاتی ہے، اور شارع نے اس کو بڑی اہمیت دی ہے۔

موجودہ عیسائی اور یہودی عورت سے نکاح کی صورت میں سب سے بڑا خطرہ یہ ہے کہ ایک غیر مسلم ماں کی آغوش میں جو اولاد تربیت پا کر اٹھے گی وہ دین واخلاق کے اعتبار سے اسلامی سوسائٹی کے کسی کام کی نہ ہوگی، اس کے علاوہ یہ خطرہ بھی ہے کہ ایک مسلمان کے گھر میں غیر اسلامی طریقے رائج کرے گی، پھر خود شوہر بھی اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہے گا، یہ بھی ممکن ہے کہ اپنے دین ایمان کو بھی ہاتھ سے کھو بیٹھے، کم از کم یہ اثر تو ضرور ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں اپنی آنکھوں سے اسلامی اخلاق، اور اسلامی تہذیب کے بہت سے ارکان کی بربادی ہوتے دیکھے گا اور اس کو گوارہ کرے گا۔

سیاسی حیثیت سے بھی اس قسم کی شادیاں خالی از مضرت نہیں، سازش اور جاسوسی اور اسلامی حکومت کے بیخ کنی کے لئے مسلمان گھر کی غیر مسلم بہو بہت آسانی کے ساتھ استعمال کی جاسکتی ہے، بلکہ اگر وہ ہوشیار ہوتو اپنے شوہر کو بھی ان اغراض کے لئے آلہ کار بنا سکتی ہے، اہل عرب کے لئے تو اس قسم کی شادیاں سم قاتل کا درجہ رکھتی ہیں۔

قرآن نے جہاں کتابیہ عورت سے نکاح کی اجازت دی ہے وہیں اس طرف بھی اشارہ کر دیا کہ یہ کام خطرے سے خالی نہیں، تاہم یہ رخصت اس لئے عطا کی گئی ہے تاکہ تم بدکاری میں مبتلا نہ ہو۔

"**والمحصنت من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم اذا اتيموهن أجورهن محصنين غير مسافحين ولا متخذى أخدان ومن يكفر بالإيمان فقد حبط عمله وهو فى الأخرة من الخاسرين**" (سورۂ مائدہ:۵) (اور حلال کی گئی ہیں تمہارے لئے ان لوگوں کی عورتیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے انہیں قید نکاح میں لاؤ، علانیہ یا چوری چھپے زنا کاری نہ کرو، (اور یادرکھو کہ) جو شخص اپنے ایمان سے پھرا اس کا سب کیا کرایا غارت ہو جائے گا، اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا)۔

آخری فقرہ قابل غور ہے، اس میں صاف طور پر متنبہ کر دیا گیا ہے کہ غیر مسلم عورت سے شادی کرنے میں ایمان کا خطرہ ہے، اس کے بعد ظاہر ہے کہ ایسے خطرناک کام کی اجازت دی گئی ہے تو وہ غیر معمولی حالات وضروریات ہی کے لئے ہے۔

صحابہ کا احتیاط:

یہی وجہ ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس کی بالکل اجازت نہیں دیتے تھے کہ کوئی مسلمان مرد کتابیہ عورت سے شادی کرے۔

''عن ابن عمر انه كان سئل عن نكاح اليهودية و النصرانية قال: إن الله حرم المشركات على المسلمين'' (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۳۲، نیز ۲/ ۳۳۵، باب تزوج الکتابیات)۔

اسی طرح میمون بن مہران کے سوال پر حضرت ابن عمرؓ کا آیت تحریم وتحلیل کا سنا دینا اور صراحتا کوئی جواب نہ دینا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جانتے تھے کہ آیت محکم ہے، اور تحریم کا فتوی نہیں دیا جا سکتا، مگر حالات کے پیش نظر وہ کتابیہ سے نکاح کو پسند نہیں فرماتے تھے (تفصیل کے لئے دیکھئے: احکام القرآن للجصاص ۱/ ۲۳۲، نیز ۲/ ۳۲۵)۔

حضرت عمر فاروقؓ جیسے صاحب بصیرت اور راز دار شریعت نے بھی کبھی اس کو پسند نہیں کیا کہ مسلمانوں میں کتابیات سے شادی کرنے کا رواج عام ہو، انہوں نے حضرت حذیفہ کو جو کچھ لکھا وہ مقصد شریعت پر خوب روشنی ڈالتا ہے، وہ زمانہ اسلام کے غلبہ کا تھا، معاملہ ایک جلیل القدر صحابیٔ رسول کا تھا، اسلامی اخلاق، اور اسلامی تہذیب میں ان سے بڑھ کر اور کون پختہ ہو سکتا تھا، مگر اس کے باوجود جب حضرت عمر کے علم میں یہ بات آئی کہ حضرت حذیفہؓ نے ایک کتابیہ سے نکاح کیا ہے تو فرمایا اس کو طلاق دیدو، حضرت حذیفہؓ نے استفسار فرمایا کہ کیا کتابیہ سے نکاح حرام ہے؟

حضرت عمرؓ نے جواب دیا، میں حرام نہیں کہتا، لیکن مجھے خطرہ ہے کہ کہیں اس کی وجہ سے مسلمان گھروں میں اہل کتاب کی بد اخلاق عورتیں نہ گھس آئیں، لہذا اس اجازت سے فائدہ نہ اٹھانا ہی بہتر ہے۔

''وروی عن حذيفة ايضا أنه تزوج يهودية وكتب إليه عمر ان خل سبيلها، فكتب إليه حذيفة أحرام هی، فكتب إليه عمر لا، ولكن أخاف أن تواقعوا المومسات منهن'' (احکام القرآن للجصاص ۱/ ۳۳۳)۔

امام محمد بن حسنؒ نے کتاب الآثار میں اس واقعہ کو بروایت امام ابوحنیفہؒ اس طرح نقل کیا کہ دوسری مرتبہ فاروق اعظمؓ نے جب حضرت حذیفہؓ کو خط لکھا تو اس کے الفاظ یہ تھے:

''أعزم عليک ان لا تضع كتابی حتى تخلی سبيلها فإنی أخاف أن يقتديک المسلمون فيختار واالنساء أهل الذمة لجمالهن و كفى بذلک فتنة لنساء المسلمين'' (کتاب الآثار ص ۱۵۶) (میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرا یہ خط رکھنے سے پہلے ہی اس کو طلاق دیدینا، کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں دوسرے مسلمان بھی تمہاری اقتداء نہ کرنے لگیں، اور ذمیوں کی عورتوں کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے مسلمان عورتوں پر ترجیح دینے لگیں، پھر مسلمان عورتوں کے لئے اس بڑی مصیبت کیا ہوگی)۔

کتابیہ عورت سے نکاح عصر حاضر میں:

حضرت مولانا عاشق الٰہی برنیؒ لکھتے ہیں: ''وقد شاع فی عصرنا أن الشباب من المسلمين يقيمون فی أوربا و أمريكا و كنادا و استريليا و يرغبون فی النساء النصرانيات زاهدين فی المسلمات الطاهرات العفيفات، ولا يجدأولياء المسلمات رجالا لتزويج بناتهم وهذه فتنة عظيمة، كما قال سيدنا عمر رضی الله عنه'' (التسہیل الضروری فی مسائل القدوری ۲/ ۱۰) (ہمارے زمانے میں یہ بات عام ہے کہ بہت سے وہ مسلم نوجوان جو یورپ، امریکہ، کناڈا، آسٹریلیا وغیرہ میں مقیم ہیں بجائے نیک پارسا مسلم خواتین کے عیسائی عورتوں سے نکاح کررہے ہیں، اس صورت حال میں مسلم خواتین کے اولیاء اپنی بچیوں کی شادی کے لئے مناسب رشتہ نہیں پاتے، واقعی جیسا سیدنا عمرؓ نے فرمایا تھا، یہ بہت بڑا فتنہ ہے)۔

حضرت عمرؓ کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ تھا، اسلام کے غلبہ کا دور تھا، اس وقت مسلمان بجائے اس کے کہ دوسروں سے متأثر ہوں وہ

دوسروں پر اپنا اثر ڈالا کرتے تھے، آج جب کہ مسلمان مغلوب ہیں ان کی ایک بڑی تعداد مغرب سے مرعوب ہے، اباحیت پسندی کا دور دورا ہے، مغربی خواتین کی ایک بڑی تعداد ساری اخلاقی بندشوں سے آزاد ہیں، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مغربی سوسائٹی میں انہیں بنسبت مردوں کے ایک گونہ تفوق حاصل ہے، ان حالات میں کراہت پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرات فقہاء نے عموماً کتابیہ سے نکاح کو مکروہ اور دارالکفر میں نہایت مکروہ قرار دیا ہے۔

علامہ ابن ہمامؒ فرماتے ہیں: ''ويجوز تزويج الكتابيات والأولىٰ أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا للضرورة وتكره نكاح الكتابية الحربية إجماعًا لانفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دار الحرب وتعريض الولد على التخلق بأخلاق اهل الكفر'' (فتح القدیر ۳/ ۱۳۵) (کتابیات سے نکاح کرنا تو جائز ہے، مگر بہتر یہی ہے کہ نہ کیا جائے اور نہ ان کا ذبیحہ کھا جائے، الا یہ کہ کوئی ضرورت آپڑے، اور حربی کتابیہ سے نکاح کرنا تو بالاجماع مکروہ ہے، کیونکہ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے، مثلاً عورت سے ایسا گہرا تعلق ہوجائے کہ مسلمان شوہر اسی کے ساتھ کافروں کے ملک میں رہ پڑے اور یہ کہ اس کی اولاد اہل کفر کے اخلاق سے متخلق ہوکر اٹھے (کیونکہ ہر بچہ اپنی ماں سے مانوس ہوتا ہے اور اس کا طور طریقہ سیکھتا ہے)

مفتی شفیع صاحبؒ آیت ''والمحصنت من الذين اوتوا الكتاب'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' اول تو وہ لوگ جو آج اپنے نام کے ساتھ مردم شماری کے رجسٹر میں یہودی یا نصرانی لکھواتے ہیں۔۔ان میں بہت سے وہ لوگ ہیں جو اپنے عقیدہ کی رو سے یہودیت ونصرانیت کو ایک لعنت سمجھتے ہیں، نہ تو ان کا توریت وانجیل پر عقیدہ ہے، نہ حضرت موسیٰؑ وعیسیٰؑ پر۔ وہ عقیدہ کے اعتبار سے بالکل لا مذہب اور دہریئے ہیں۔ محض قومی یا رسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی یا نصرانی کہتے ہیں، ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی عورتیں مسلمانوں کے لئے کسی طرح حلال نہیں۔ اور بالفرض اگر وہ اپنے مذہب کے پابند بھی ہوں تو ان کو کسی مسلمان گھرانہ میں جگہ دینا اپنے پورے خاندان کے لئے دینی اور دنیوی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں اس راہ سے اس آخری دور میں ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں، جن کے عبرتناک روز آنکھوں کے سامنے آتے ہیں کہ ایک لڑکی نے پوری مسلم قوم اور سلطنت ____ کو تباہ کر دیا یہ ایسی چیزیں ہیں کہ حلال وحرام سے قطع نظر بھی کوئی ذی ہوش انسان اس کے قریب جانے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا ____

الغرض قرآن و سنت اور اسوہ ٔ صحابہ کی رو سے مسلمانوں پر لازم ہے کہ آج کل کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی پرہیز کریں'' (معارف القرآن ۳/ ۶۴)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں: '' ہمارے زمانے میں اہل کتاب سے نکاح ایک فتنہ بن کے رہ گیا ہے، نہ صرف عام مسلمانوں بلکہ عالم اسلام کے وہ قائدین جن کے ہاتھوں میں پوری قوم کی زمام اور پوری اسلامی دنیا کی کلید ہے، کے قصور عیش اور محلات عشرت کی زینت عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں، جن سے مسلمان شدید نقصان اور سیاسی مضرت واستحصال سے دوچار ہیں، ان حالات میں تو کسی بھی طرح اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی''

پھر آگے لکھتے ہیں: '' فقہائے اسلام کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کو غلبہ حاصل تھا، دنیا کا ایک بڑا حصہ اسلام کے زیر نگین تھا، اور جہاں مسلمانوں کو سیاسی غلبہ حاصل نہ تھا وہاں بھی مسلمانوں کی بین الاقوامی پوزیشن، ان کی علمی اور ایجادی ترقی اور علم واکتشافات کی امامت کی وجہ سے ان کی حیثیت فاتح کی تھی، ان کو اس طرح تہذیبی بالاتری حاصل تھی کہ مسلمان دوسروں سے متأثر نہ ہوتے تھے، بلکہ دوسرے اسلام کی تقلید کو ایک فیشن اور عصریت سمجھتے تھے، اب حالات بدل چکے، مسلمان مفتوح، علم وفن کے اعتبار سے پسماندہ اور تہذیب وتمدن کے لحاظ سے مسحور

اورمرعوب وقوم بن کر رہ گئے، ان حالات میں اثر ڈالنے کا امکان کم ہے اور اثر قبول کرنے کا زیادہ، اس لئے اس کی کراہت میں شک نہیں‘‘ (قاموس الفقہ ۲/۲۵۶)۔

خلاصۂ کلام:

ایسی عورتوں سے نکاح جائز ہوگا جو

۱۔ اللہ کے وجود کی قائل ہوں، نبوت ورسالت کو تسلیم کرتی ہوں، آخرت پر ایمان رکھتی ہوں، دہریہ اور مذہب کی منکر نہ ہوں۔

۲۔ لیکن یہ نکاح کراہت سے خالی نہیں، اگر مسلم ممالک میں ہوں تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر غیر مسلم ممالک میں ہو تو قریب بہ حرام ہے۔

۳۔ وہ عورتیں جو صرف نام کی عیسائی یا یہودی ہیں لیکن درحقیقت دہریہ اور لا مذہب ہوں، ان سے نکاح جائز نہیں۔

۴۔ وہ عورتیں جو اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی یا یہودی بن گئی ہوں ان سے بھی نکاح جائز نہیں۔

مخصوص حالات میں کتابیہ سے نکاح:

اگر واقعی یہ نکاح دعوتی نقطۂ نظر سے ہو، ایسی عورت سے ہو جو اپنے دین کے بنیادی اصول وعقائد کو دل سے تسلیم کرتی ہو، نکاح کی صورت میں اس کے اسلام قبول کر لینے کی امید قوی ہو، وہ مسلمان شخص اپنے ایمان وعقیدہ پر پختہ ہو، احکام شریعت پر عمل کرنے والا ہو، اس کے اخلاق وکردار اور دینی معاملات سے متأثر ہو کر ہی وہ خاتون اس سے نکاح کی خواہش مند ہو، تو اس صورت میں راقم سطور کا خیال ہے کہ کراہت باقی نہ رہے گی۔

جیسا کہ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں: ’’ویجوز ان ینکح الکتابیة لقوله عز و جل " والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم " والفرق ان الأصل أن لا یجوز للمسلم ان ینکح الکافرة، لأن الازدواج الکافرة والمخالطة معها مع قیام العداوة الدینیة لا یحصل السکن والمؤدة الذی هو قوام مقاصد النکاح، إلا أنه جوز نکاح الکتابیة لرجاء اسلامها، لأنها اٰمنت بکتب الأنبیاء والرسل فی الجملة‘‘ (بدائع الصنائع ۲/۵۵۲) (ارشاد باری تعالیٰ ’’والمحصنت من الذین اوتوا الکتاب ---کی وجہ سے کتابیہ سے نکاح جائز ہے۔ اصل یہ ہے کہ کافرہ عورت سے نکاح جائز نہ ہونا چاہئے، کیونکہ وہ اطمینان قلبی اور محبت جو کہ نکاح کے بنیادی مقاصد میں داخل ہیں، اختلاف دین کی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتے، لیکن اس کے باوجود کتابیہ سے نکاح کی اجازت اسی لئے دی گئی ہے کہ یہ امید ہے کہ وہ ایمان قبول کر لیں گی، کیونکہ مجملہ وہ دیگر آسمانی کتابوں اور رسولوں پر ایمان رکھتی ہیں)۔

کتابیہ کے حقوق:

اگر اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے تو اور وہ نکاح صحیح ہو تو پھر اس کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں جو نصوص ہیں مثلاً ’’عاشروهن بالمعروف ‘‘(النساء:۱۹) اور ’’لهن مثل الذین علیهن‘‘(بقرہ:۲۸) وغیرہ یہ تمام بیویوں کو شامل ہیں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا کتابیہ۔

’’ویجوز نکاح الکتابیة علی المسلمة والمسلمة علی الکتابیة وهما فی القسم سواء لاستوائهما فی محلیة النکاح ‘‘(فتاویٰ ہندیہ ۱/۲۸۲)۔

لہٰذا نکاح کے بعد ادائیگی حقوق سے راہِ فرار اختیار کرنا، ان کو چھوڑ کر بھاگ آنا یا محض غیر مسلم ہونے کی وجہ سے طلاق دینے کی

بالکل اجازت نہ ہوگی۔

نیز"إذا اتیتموهن أجورهن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی أخدان" کا جملہ بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرتے ہیں تو ان کے مہر ادا کریں، دیگر حقوق واجبہ کو ادا کریں محض چند دنوں کی شہوت رانی مقصود نہ ہو۔

علامہ ابن عابدینؒ " البکر والثیب والجدیدة والقدیمة والمسلمة والکتابیة سواء " کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ادائیگی حقوق کے ضمن میں خاص طور پر کتابیہ کا ذکر اسی لئے کیا گیا تاکہ ان کے غیر مسلم ہونے کی وجہ سے کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ مسلم و غیر مسلم خاتون کے درمیان مساوات لازم نہیں ہے۔

"نص علی الأولیین؛ لأن فیهما خلاف الائمة الثلاثة و علی الأخیرة لدفع ما یتوهم من عدم مساواة الکتابیة للمسلمة بسبب ارتفاعها علیها بالإسلام" (ردالمحتار علی درالمختار ۲/ ۴۳۴)۔

اسی طرح الموسوعۃ الفقہیۃ میں یہ ذکر کیا گیا کہ "العدل بین الزوجات : ولو مختلفات فی الدین واجب، قال ابن المنذر : أجمع کل من نحفظ من أهل العلم علی ان القسم بین المسلمة والذمیة سواء وذلک لان القسم من حقوق الزوجیةفاستوت فیه المسلمة والکتابیة کالنفقة والسکنیٰ ، وهذا عند جمیع الفقهاء" (الموسوعۃ الفقہیہ ۷/ ۱۴۶) (بیویوں کے درمیان اگرچہ ان کے دین الگ الگ ہوں عدل واجب ہے۔ ابن منذر نے کہا: ہمارے علم کے مطابق تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ مسلمان اور ذمی بیوی کے درمیان مساوات ہے، اس لئے کہ باری حقوق زوجیت میں سے)۔

لہذا جس طرح نفقہ اور رہائش میں مساوات ہے اسی طرح باری میں بھی برابری لازم ہوگی، اور یہ حکم تمام فقہاء کے نزدیک ہے۔

مذہبی مراسم کی ادائیگی:

جب شریعت نے نکاح کی اجازت دی ہے اور عبادت انسان کا بنیادی حق ہے تو اہل کتاب خواتین کے لئے بھی اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم کے ادائیگی کی اجازت ہوگی، جیسا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے وفد نجران کو مسجد نبوی میں ان کے اپنے مذہب کے مطابق عبادت کی اجازت عطا فرمائی۔ راوی فرماتے ہیں:

"وحانت صلاتهم فقاموا فصلوا فی مسجد النبی ﷺ الی المشرق فقال النبیؐ "دعوهم" (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۴/ ۴، تفسیر ابن کثیر ۱/ ۴۵۲، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: احکام اہل الذمۃ ۲/ ۸۲۲، مکتبہ شاملہ)۔

لیکن شوہر کے لئے ان مذہبی مراسم میں شرکت، یا کسی قسم کا عملی تعاون جائز نہ ہوگا۔ نیز اس خاتون کو اس کی اجازت نہ ہوگی کہ وہ اپنے بچوں یا دیگر اہل خانہ کو اس میں شریک کرے۔

☆☆☆

اہل کتاب کی شرعی حیثیت اور ان سے متعلق احکام

مولانا محمد صابر حسین ندوی☆

مشنریز کے تعلیمی ادارے:

حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا میں گھٹا ٹوپ اندھیرا اور شب دیجور کا پہرا تھا، یہودی اور یہودیت نوازوں، عیسائی اور عیسائیت نوازوں نے انسانیت کو پامال ورسوا کر دیا تھا، کیتھولک کی من مانی، زرتشت کی زرتشتی، اور نصرانیوں کی صلیبیت پرستی نے انسانیت کو بے تعلیمی وبد دینی اور بے راہ روی کا عادی بنا دیا تھا، حتی کہ نبی رحمت ﷺ کی بعثت کے بعد نور الہی سے دوری اور فیض نبوی سے بعد کو ہی طرۂ امتیاز سمجھتے رہے، یہی نہیں جب انکی ظلمت پر نورانیت نے ضیاء بکھیری تو ہدایت کے پیکر اور اسلام ومسلمین کو دیرینہ وکہنہ دشمن مانتے ہوئے میدان کارزار میں برسر پیکار ہوگئے جس کے نتیجہ میں نہ صرف غزوۂ بنونظیر وقریظہ اور خیبر کی گھماسان ہوئی، بلکہ سدا کیلئے سر بکف، خم ٹھونکتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف معرکہ آرائی اور صف بندی کو لازم کرلیا، چنانچہ تاریخ اسلامی میں سب سے طویل سالہا سال چلنے والی جنگوں میں انہیں ظلمت ونور، حق وباطل کے درمیان ہونے والی جنگ کا تذکرہ ملتا ہے؛ جسے جنگ صلیبی (cruceed war) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، جس کا فاتح وہیرو، سپہ سالار صلاح الدین ایوبیؒ (جنگی حکمت عملی نے انکی اینٹ سے اینٹ بجادی) کو مانا جاتا ہے (Cruceedwar.com)۔

واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ جنگ ہے جس نے یہود ونصاری کو میدان کارزار میں اسلام سے مقابلہ آرانہ ہونے پر مجبور کر دیا، اور اس تدبر وفکر میں شب وروز گزارنے لگے کہ کیونکر مسلمانوں کو شکست فاش دی جائے اور انکی بڑھتی وپھلتی پھولتی بیلوں کی کس طرح حاشیہ برداری کی جائے؟ لہذا ۱۶۰۰ء (یہی وہ سال ہے جس سے پہلے کی صدیوں کو وہ ''dark ages''یعنی گمراہیوں کا زمانہ مانتے ہیں) (Darkages.com اور اس پر موجود مختلف مضامین) میں ان کے سپہ سالاروں اور قائدوں نے یہ عزم وارادہ کیا کہ کیتھولک کی پابندی تعلیم وپاپاؤں کی بالادستی کے طوق اپنے گلے سے اتار پھینکیں اور علم وفن، تہذیب وتمدن، صنعت وحرفت کے میدان سر کئے جائیں، چونکہ ان سالوں میں مسلمان جنگ کے میدانوں میں پے درپے جنگ وقتال کی وجہ سے خستہ حال اور پراگندہ بال ہوگئے تھے، ایسے میں عیسائی مشنریز نے پوری منصوبہ بندی اور لائحہ عمل کے ساتھ اپنے قدم بڑھائے اور جستہ جستہ کامیابی وکامرانی ان کے قدم بوس ہونے لگی اور بالآخر پوری دنیا میں اپنی تہذیب وثقافت اور تعلیم وفکر کا جال بچھا دیا، بنی آدم کو ابتدأیہ سبز باغات خوب بھائے مگر جب اس نے اپنے بال وپر نکالے تو پھولوں میں پوشیدہ خار نے زخم دینا شروع کر دیا، اور آج یہ حال ہے کہ پوری دنیا بالخصوص امت مسلمہ شکوک وشبہات، الحاد ودہریت میں جکڑ لی گئی، تعلیم گاہیں نہ صرف تعلیم، بلکہ فحاشی وعیاری، لادینیت ولامذہبیت کا مرکز بن گئیں، اور اس طرح مسلمانوں کی شکستگی کا ساماں ہونے لگا۔ اللھم ارحم...

بالآخر اب امت مسلمہ تعلیم وتربیت اور تمدن کے اعتبار سے اپنی بالادستی سے تقریباً محروم ہو چکی ہے، ایسے میں یہ سوال درپیش ہے کہ

☆ استاذ: جامعہ ضیاء العلوم، کنڈلور، کرناٹک۔

ان حالات میں مسلمان لڑکے اور لڑکیوں کا ایسے اداروں میں داخلہ لینے کا کیا حکم ہے اس سوال کی سنگینی تب اور دو بالا ہو جاتی جبکہ عموماً معیاری ملازمتوں اور روزگار کے مواقع کا انحصار انہیں اسانید پر ہو،لیکن کیا بحیثیت مسلمان ایسے اداروں کی اس طرح حوصلہ افزائی مناسب ہے یا بہتر یہ ہے کہ متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر توجہ دی جائے؟

بہر کیف: حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے تعلیم وتعلم کیلئے کسی مخصوص ادارے، جماعت، کالج، یونیورسٹیز، ملک وشہر کی قید وبند نہیں لگائی ،یہی وجہ ہے کہ اسیران بدر جو کفار تھے ان کا فدیہ مسلمان بچوں کو تعلیم دینا متعین کیا گیا،(سیرۃ النبی ۱/ ۳۲۳ بحوالہ مسند احمد) اور بہ ضرورت زید بن حارثہ کو عبرانی زبان سیکھنے کیلئے بھی کہا گیا''عن زيد بن ثابت قال قال رسول الله ﷺ:إنها تأتيني كتب لأحب أن يقرئها كل أحد، فهل تستطيع أن تتعلم كتا ب العبرانية...فقلت نعم"(کنز العمال ۲۹۰۵۹/ ۳۷) لیکن ان اداروں میں تعلیم کیلئے قرآن و حدیث کی روشنی میں لڑکے اور لڑکیوں کیلئے چند شرطیں لازم معلوم ہوتی ہیں؛ اول یہ کہ: جو بھی پڑھا اور سیکھا جائے وہ اللہ کے نام(نیت ومقصود کی درستگی) کے ساتھ ہو''اقراء با سم ربک اللذی خلق"(علق: ۲) دوم یہ کہ: مخلوط تعلیم سے پرہیز کیا جائے، اگر اعلی تعلیم کیلئے ممکن نہ ہو تو اسلامی دائرے ولبادہ کی پابندی کو فرض عین سمجھتے ہوئے، درجات کا الگ الگ ہونا، علم کا فی نفسہ جائز ہونا اور عورتوں کی فطری صلاحیتوں کے مغائر نہ ہونا اپنے سرپرستوں اور شوہروں سے اجازت حاصل کرنا بھی ضروری ہے(دیکھئے: اسلام میں بچوں کے حقوق، ۲۴ ویں IFA سمینار کا ملخص مقالہ)۔

لیکن اس سکہ کا ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ ایسے اداروں میں تعلیم اپنے ایمان واسلام کا سودا، بلکہ شیطانیت ومردودیت کے نقش پا کی اتباع کے مانند ہے، اور یہ مسلم بات ہے کہ اسلام نے مقاصد شریعہ میں حفظ دین کو بڑا عظیم مقام دیا ہے، چنانچہ دین وایمان کی حفاظت اور اس فقہی (در ء المفا سد أولى من جلب المنافع) اصول کی بنا پر عصر حاضر میں ایسے اداروں کی تعلیم میں کراہت محسوس ہوتی ہے۔اسکی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عموماً ان اداروں کی تعلیم زر پرستی، شکم پیری اور حب جاہ ومال میں کی جاتی ہے اور یہ گمان کیا جاتا ہے کہ اسی کے ذریعہ معاشرے میں الوہیت وللّٰہیت سے پرے دینار وفلوس کی فہرست میں برسر اعلی مقام پالینگے، حالانکہ محنت کشی وجفاکشی سے روزگاری کے لاتعداد اور معیاری مواقع فراہم کئے جاسکتے ہیں اور ثروت عظمی (ایمان) کو بھی بچایا جاسکتا ہے۔

نیز شریعت اسلامی نے کسی بھی برائی وفضیحت کی حوصلہ افزائی پر سخت تنقید کی ہے، اسی لئے نہی ومنکر کو دیکھ کر اسے روکنے کو لازم قرار دیتے ہوئے ایمان کی علامتوں میں سے بتلایا، اور برائی کو نہ روکنے والے کو ضعف ایمان کا شکار بتلایا ہے''من رأى منكم منكراً فليغير ه بيده، فإ ن لم يستطع فبلسا نه، فإن لم يستطع فبقلبه ذلک أضعف الا يما ن'' (صحیح مسلم(بیان کون النہی عن المنکر من الایمان......)،سنن ابن ماجہ/ ۴۰۱۳) ظاہر ہے ایسے میں مؤمنین کیلئے کس رو سے یہ روا ہوگا کہ وہ ان ہوس پرستی وجاہ پرستی کے مراکز کو اپنی اولادوں سے آباد کریں؟

لمحہ فکریہ:

واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے دنیا کی زمام واقتدار چھن جانے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی رہی کہ: ملت تعلیم وتعلم کے میدان میں پچھلی صفوں کی زینت بنی رہی، اور عموماً اس میدان میں پیش قدمی ومبارزت آزمائی نہیں کی،! جبکہ قرآن وحدیث میں اس ملت کی سب سے زیادہ حوصلہ افزائی حصول علم کیلئے ہی کی گئی ہے، یہاں تک کہ اسے جہاد سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے''الغدو والرواح في تعليم العلم أفضل عندالله من الجهاد في سبيل الله " (کنز العمال ۲۰۲۴۰) بلکہ مقدمۂ اسلام کی سرخی ہی یہ قائم کی گئی تھی اور ہے''اقرأ با سم ربک

الذی خلق''(علق:۲)اور حقیقتاً جب تک امت مسلمہ نے اس مقدمہ کو مقدم رکھا وہ دنیا میں سرخ رو رہی، اغیار علوم وفنوں کیلئے ان کے سامنے کاسۂ گدائی دراز کرتے رہے، لیکن آج مقدمہ کو مؤخر کرنے کی بنا'' خاکم بدہن' اسی کاسۂ گدائی کے عطیات کی رہین منت بنے ہوئے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ؛ اولین کے 'علم' کو بلند کرتے ہوئے سرخیٔ اسلام کی پاسداری کی جائے، اور ایسی متبادل تعلیمی درسگاہیں قائم کی جائیں جہاں سے قال اللہ وقال الرسول کے ساتھ ساتھ جدید ٹکنالاجی وایجادات میں مہارت پیدا کی جائے، تاکہ اسلامی روح ومعیشت، اور وقت کی ضرورت پوری کرتے ہوئے دین وایمان کی حفاظت کی جاسکے۔

مشنریز کے ادارے سے استفادہ میں احتیاطی پہلو:

حضور اکرم ﷺ نے اسلام کی شفافیت اور دینی sprit کو باقی رکھنے اور روز افزوں ترقی دینے کیلئے یہ لازم قرار دیا ہے کہ؛ ادیان باطلہ کے کسی بھی فعل کی مشابہت (copy) نہ کی جائے، بلکہ ایسوں کو بسا اوقات اسلام سے خارج بھی تسلیم کیا گیا ہے'' **من تشبه بقوم فهو منهم**''(سنن ابن داؤد ۴۰۳۱)اور بالخصوص یہود ونصاری کے کسی بھی طرز پر پروانہ وار نہ گرا جائے، چنانچہ جابجا امت مسلمہ کو یہود ونصاری کی مخالفت کی تاکید کی گئی ہے، ساتھ ہی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ بتاتے ہوئے قرآن مجید نے یوں نقشہ کھینچا ہے''**ولن ترضى عنك اليهود ولاالنصارى حتى تتبع ملتهم**''(بقرۃ:۱۲۰)یعنی ان کے نقش پا کی تقلید واتباع اپنے ایمان سے دست برداری کی ابتداء ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ عصر حاضر میں مسلمانوں کے ایمان کو وہ خطرات درپیش ہیں جو غالباً اس سے قبل کی صدیوں میں نہیں تھے، آج اگر ایک طرف گلہ میں سونے، چاندی، ہیرے جواہرات کے ہار پہنائے جارہے ہیں تو دوسری طرف طوق وسلاسل اور بیڑیوں کے ذریعہ پیروں کو جکڑا جارہا ہے، اب جبکہ مسلمان عموماً سلطنتی وذہنی اعتبار سے محکوم اور یہود ونصاری حاکم ہوگئے ہیں، اور اللہ نے بھی ان کے لئے فتوحات کے دروازے اور اپنے خزانوں کی بارش کردی ہے، ایسے میں عہد ماضی کے ہر واقعے کو لوٹانے اور مسلمانوں کو ایڑیوں کے بل پھیرنے لئے ہر ممکن حربہ آزما رہے ہیں؛ اسی سلسلہ کی یہ کڑیاں بھی ہیں جن میں رفاہی کام کی کثرت، ہاسپٹل کی تعمیر، قرض دہی وغیرہ شامل ہیں۔ ان ہی حقیقتوں کی بنا پر یہ سوال اٹھتا ہے کہ کیا ان کے خدمات خلق کے نام پر اپنے دین کی تبلیغ اور اسلام سے متنفر کرنے والے اداروں میں ایک مومن کیلئے ملازمت کرنا اور ان سے مستفید ہونا مناسب ہے؟

شریعت اسلامی کے نقطۂ نظر سے اس سوال کے جواب میں مومنین کو از راہ حیثیت دو طبقوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔ اولاً: وہ مسلمان جس کا دامن بے روزگاری تھامے ہوئے ہو اور قوت لایموت کا محتاج ہو یا اس نوکری کے بنا زندگی اجیرن ہونے کا خدشہ ہو، ایسے میں ان اداروں میں ملازمت کرنے کا موقع ملے (بشرطیکہ اس کا دل اس پر مطمئن نہ ہو اور نعم البدل کی تلاش جاری رکھے) تو اسے قبول کرلینا درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا''**كاد الفقر أن يكون كفراً**.........''(شعب الایمان ۶۶۱۲)یہی وجہ ہے کہ عصر حاضر میں سودی بینکوں کے متعلق فقہاء نے یہ فتوی دیا ہے کہ'' ان میں وقتی طور پر ملازمت جائز ہے تاکہ فقر وفاقہ میں اس کے ایمان کی حفاظت ہوسکے''(محمود الفتاوی ۵/۷۴۴، باب الربا)مشنری خدمات یا استفادہ اگرچہ فی نفسہ ناجائز نہیں تب بھی ان میں ملازمت اور ان سے مستفید مسلمانوں کیلئے لازم ہوگا کہ اگر کوئی دوسرا حلال متبادل ذریعہ معاش ومستفاد مل جائے تو اسے چھوڑ دیں تاکہ ایمان واسلام اور غیرت ایمانی کی حفاظت ہوسکے۔

دوم: اس مسئلہ میں مسلمانوں کا وہ طبقہ بھی ہوسکتا ہے جنہیں معیشت وذریعہ معاش کی کوئی قلت نہ ہو، ایسے صاحب خیر کیلئے'' **خالفوا اليهود والنصارى**'' کے تحت مناسب ہے کہ: انکی ملازمت کا بدنما تاج اپنے سر پر نہ رکھیں، بلکہ ہر ممکن یہ کوشش کریں کہ کچھ ایسا دائرۂ عمل تیار

کیا جائے جہاں خود اپنی اور دوسرے مخلوق خدا بالخصوص مسلمانوں کی بھرپور مدد ہو سکے۔

اسی طرح آج عیسائی مشنریز کی ترقی وایجادات کا دوردورہ ہے، زندگی کا کوئی شعبہ نہیں جس میں انکی صنعت وحرفت نے دخل اندازی نہ کی ہو، ایسے میں مسلمان ان کی خدمات سے مستفید نہ ہوں اور ضروریات کی تکمیل نہ کریں تو زندگی کی دشواریاں دوچند ہوسکتی ہیں، جبکہ قرن اول میں بھی مسلمانوں نے اہل کتاب سے معاملات کئے اور اپنی ضروریات پوری کی ہیں، خود حضور اکرم ﷺ نے اہل کتاب سے قرض لیا ’انه ؐاشترى من يهو دي سلعة الى الميسرة “(اخرجہ احمد، دیکھئے: الفتح الربانی: ۱۵/ ۱۹۸)’’ انہؐ اشترى من يهودي طعاماً الى أجل ورهنه درعه “(اخرجہ البخاری فی الرھن، الفتح: ۵/ ۱۴۲۹، مسلم فی المساقات ۲/ ۱۲۲۶۔۔۔۔۔)، ان کے برتنوں کا استعمال کیا، اور کھانا بھی تناول فرمایا’ و ثبت عنه أنه أكل من طعا مهم“ (اخرجہ البخاری، الفتح: ۵/ ۲۲۲۸) یہاں تک کہ ان سے مزارعت ومساقات بھی فرمائی’’ و ثبت عنه أنه زارعهم وساقاهم (دیکھئے: احکام اہل الذمہ ۱/ ۲۲۱، المکتبۃ الشاملۃ)۔

حیات طیبہؐ کے پیش نظر ان کی خدمات سے استفادہ کرنے میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی، لیکن حالات حاضرہ کا تقاضہ اور مصلحت کے مدنظر ’’خذ ماصفا ودع ماكدر “ کی فکر، اور ہر ممکن انکی خدمات سے پرہیز کرنے اور اور متبادل ذرائع وانتظام کیلئے کوشش کرنی چاہئے۔

☆☆☆

اہل کتاب خاتون سے نکاح کے احکام

مفتی اعجاز الحسن بانڈے القاسمی☆

مرد وعورت کے درمیان رشتۂ ازدواج کے قیام کو نکاح کا نام دیا جاتا ہے۔ قرآن مقدس میں نکاح کو ''احصان'' سے تعبیر کیا گیا ہے احصان قلعہ بندی کو کہتے ہیں مرد یعنی ناکح کو مُحْصِن یعنی قلعہ تعمیر کرنے والا اور عورت، یعنی منکوحہ کو مُحصنہ یعنی اس قلعہ کی حفاظت میں آنے والی بتلایا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِکُمْ مُّحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ'' (ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام عورتوں کے بارے میں یہ حلال کردیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کرکے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو (تو لاسکتے ہو) (النساء: ۲۴)۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَانْکِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْ هُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنَاتٍ غَیْرَ مُسَافِحَاتٍ وَّلَامُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ'' (النساء: ۲۵) (لہٰذا ان کنیزوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو، اور ان کو قاعدے کے مطابق ان کے مہر ادا کرو)۔

نکاح کا یہ قانون مرد وعورت کے اس بندھن کو مضبوط ومستحکم کرتا ہے۔

نکاح کی حیثیت:

اسلام میں نکاح کی ایک حیثیت تو معاملہ اور معاہدہ کی ہے معاملہ کی اس حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے فقہاء کرام نے آیات قرآن و احادیث پاک کی روشنی میں نکاح میں دو گواہوں کا ہونا۔ ''**عن عائشه ؓ عن النبی ﷺ أنه قال: لابد فی النکاح من أربعة، الولی ، والزوج، والشاهدان**'' (دار قطنی: ۳/ ۲۲۴، بحوالہ المغنی: ۲/ ۱۵۸۴)۔

اور مہر ادا کرنا'' قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَیْهِمْ فِیْ اَزْوَاجِهِمْ'' (الاحزاب: ۵۰) لازم قرار دیا ہے،

نوٹ: (مہر کی حیثیت معاوضہ یا بدل کی نہیں ہے بلکہ یہ مرد کی طرف سے ہدیہ، انعام، منکوحہ کے ساتھ اظہارِ الفت ومودّت اور آنے والی زندگی میں خرچہ جات وذمہ داریوں کے ادراک وشعور کا احساس واعلان ہے)۔

نکاح کی اسی کیفیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض حضرات اسے **کالبیع** تجارت کے مثل قرار دیکر عقد ومعاملہ کہتے ہیں۔

اسی لئے عقد نکاح کے منعقد ہونے کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ایجاب وقبول ایک ہی مجلس میں ہو، ایجاب قبول کرنے والے عاقل و بالغ ہوں، اور یہ سب وہ شرائط ہیں جو بیع کیلئے بھی لازم قرار دی گئی ہو۔

☆ صدر مفتی، جامعہ سبیل الھدیٰ، بمنہ، سرینگر، کشمیر۔

نکاح کی ایک دوسری حیثیت امرِ الٰہی کی اطاعت اور عبادتِ رب کی ہے جس میں ایک رسمی بندھن یا کاروبار و لین دین کی کوئی حیثیت نہیں، بلکہ نکاح ایک عظیم سنت، عبادت اور تکمیل ایمان کا باعث ہے ایسی عظیم عبادت جو ابتداءِ کائنات حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر قیامت تک اور پھر جنت میں بھی مشروع قرار پائی ہے(مشکوٰۃ:۲/۲۶۸) نکاح کے عبادتی پہلو کو اجاگر کرنے کیلئے ہی رسول محترم ﷺ نے یہ تاکید فرمادی کہ نکاح کا اعلان کیا کرو اور نکاح خوانی مسجد میں کیا کرو،''أعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد"(ترمذی:۱۰۸۹)اور ہم سب جانتے ہیں کہ کائنات میں سب سے بابرکت جگہ مسجد ہی ہے اور عبادت کیلئے مسجد سے بہتر اور متبرک کوئی اور جگہ نہیں ہوسکتی۔اسلام سے پہلے تو نکاح دو جسموں کا ملاپ اور لذت پرستی کا عنوان تھا۔اسلام نے نکاح کو مودّت ومحبت کیلئے لباس(البقرہ:۱۸۷)۔

توالد وتناسل اور نسل انسانی کی بقاء کیلئے سنگ میل(النساء:۱،البقرہ:۲۲۳)نگاہ کی حفاظت،عفت و پاکدامنی کا حصول اور نتیجہ کے اعتبار سے مُحْصِن ومحصنہ کا خطاب وہ انعامات رب ہیں کہ اگر نکاح کی فضیلت سے سرشار بندے کا رُواں رُواں شکر الٰہی میں مگن رہے پھر بھی شکر کا حق ادا نہیں ہوگا ''سُبحٰنَکَ مَا شَکَرنَاکَ حَقَّ شُکرِکَ''۔

نکاح کی عمر:

نبی ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: کہ تین کاموں میں جلدی کرو،نماز میں جب وقت ہوجائے،جنازہ میں جب تیار ہوجائے،بچوں کی شادی میں جب شادی کی عمر کو پہونچ جائیں(ترمذی:۱۰۷۵)۔

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تورات میں لکھا ہوا ہے کہ جس کی بیٹی بارہ سال کی ہوگئی اور اسکی شادی نہ کی اور پھر اسکی بیٹی کسی گناہ میں مبتلا ہوگئی تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا(مشکوٰۃ شریف:۲/۲۷۱)۔

خیال رہے جسمانی نشو ونما موسمی اعتبار سے مختلف ہوا کرتا ہے گرم علاقوں میں سرد علاقوں کی بنسبت بلوغیت جلدی آتی ہے۔

اُمّ المؤمنین صدیقۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے ساتھ نکاح کرتے وقت میری عمر چھ(۶)سال اور نو(۹) سال کی عمر میں میری رخصتی ہوئی(مسلم شریف:۳۴۸۲)۔

نکاح کیلئے معیار:

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: کسی عورت کے ساتھ شادی چار وجوہات کی بناء پر کی جاتی ہے،عورت کے حسن اور خوبصورتی کی وجہ سے،خاندانی شرافت اور وجاہت کی وجہ سے،عورت کی مالداری کی وجہ سے اور عورت کی دینداری کی وجہ سے،پس تم عورت کی دینداری دیکھ کر اس کے ساتھ شادی کر کے کامیاب ہوجاؤ۔

''عن أبی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: تنکح المرأۃ لأربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھاولدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک''(بخاری شریف:۵۰۹۰)۔

دیکھا جائے تو مال،خاندانی خصوصیات اور جمال سب ہی دنیوی اور فانی چیزیں ہیں ایک حق پرست اور صاحب خرد کیلئے وجہ ترجیح و افتخار فانی چیزیں نہیں لافانی اور آخرت پسندی قرار پائی ہے۔اسی حقیقت کی طرف خدا کے آخری پیغمبر جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ حدیث میں صراحتاً فرمادیا ہے کہ آخرت کی فلاح وکامیابی چاہتے ہو تو دین پسندی کو وجہ ترجیح بناؤ۔

طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی عورت کے ساتھ اسکے عزت دار ہونے کی لالچ میں شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اس مرد کی ذلت میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت کے ساتھ مالدار ہونے کی لالچ میں شادی کرے تو

اللہ تعالیٰ اس مرد کے فقر میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت کے ساتھ اسکے حسب (خاندانی وجاہت) کی لالچ میں شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اسکی رذالت میں اضافہ کرے گا اور جو کسی عورت کے ساتھ نظر کی حفاظت اور پاکدامنی کے حصول کی نیت سے شادی کرے تو اللہ تعالیٰ اُس شادی کے بدلے میں لڑکے کیلئے لڑکی میں اور لڑکی کیلئے لڑکے میں برکت عطا فرمائے گا {ردالمحتار ۲:۲۸۴} اسی کے قریب قریب ابن ماجہ میں بھی روایت موجود ہے {حدیث نمبر:۱۸۵۹}۔

''روی الطبرانی عن انس ﷺ عن النبی ﷺ من تزوج امرأة لعزّھا لم یزده اللّٰہ الا ذلاً ومن تزوجھا لمالھا لم یزده اللّٰہ الا فقراً ومن تزوّجھا لحسبھا لم یزد ه اللّٰہ الا دناءةً ومن تزوّج امرأة لم یرد بہ الا ان یغض بصره و یحصن فرجه أو یصل رحمه بارک اللّٰہ له فیھا و بارک لھا فیه''۔

آپ ﷺ نے دنیاوی مفادات کو وجہ ترجیح بنانے پر اسکے نقصانات سے مطلع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی امت کو یہ درس بھی دیدیا کہ انسان کی طبیعت میں کیسے کیسے خیالات آسکتے ہیں، مگر تمہارا نفع اس طرح کے انتخاب میں ہے۔

اس سلسلے میں ڈاکٹر وہبہ الزحیلیؒ کی بیان کردہ تفصیل وترتیب نفع سے خالی نہیں آپ نے مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ معیارات و اوصاف کو بیان فرمایا ہے:

۱۔لڑکی دین دار ہو کہ حدیث میں ''فعلیک بذات الدین'' آیا ہے۔

۲۔بچے جننے کی صلاحیت رکھتی ہو کہ حدیث میں ''تَزَوَّجُوا الْوَدُوْدَ فإنّی مُکاثرٌ بکم الْأُمم''{ابوداؤد عن معقل بن یسار ﷺ : ۲۰۵۰}'' آیا ہے۔

(تم زیادہ بچے جننے والی عورت کے ساتھ نکاح کرو کہ کل قیامت میں اپنی امت کی کثرت پر فخر کرسکوں)۔

۳۔باکرہ یعنی غیر شادی شدہ ہو، کہ حضور ﷺ نے حضرت جابر ﷺ کو یہ مشورہ مرحمت فرمایا۔{بخاری ومسلم، الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹:۶۴۹۶}۔

۴۔ایسے گھرانے سے تعلق رکھتی ہو جو دینداری اور قناعت (کم پر گذارہ) میں معروف ہو۔

۵۔شریف گھرانے کی ہو، کہ جب خاندانی شرافت ووجاہت ہوگی تو آنے والی نسل میں بھی اسکے اثرات ہونگے۔

۶۔خوبصورت اور مناسب شکل وشباہت والی ہو کہ یہ باعث سکون اور محبت میں اضافہ کا باعث ہے۔

۷۔اجنبی لڑکے سے نکاح کرے زیادہ قریبی رشتہ دار نہ ہو، کئی اور وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ خدانخواستہ اگر کسی وجہ سے طلاق کی نوبت آجائے تو اس کی بنیاد پر پُرانا رشتہ متاثر ہوجائیگا جس سے صلہ رحمی کے حقوق پامال ہونگے۔

۸۔اگر ایک بیوی کے ذریعہ اسکی ضرورت پوری ہوجاتی ہے عفت وعصمت محفوظ ہوجاتی ہے تو پھر دوسری بیوی کی حاجت نہیں ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے'' إذا کان عند الرجل امرأتان فَلَمْ یَعْدِلْ بینَھما، جاء یوم القیامة، و شقه ساقِطٌ''، جس شخص کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں عدل وانصاف اور مساوات سے کام نہ لے تو وہ قیامت میں خدا کے حضور اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ گرا ہوا ہوگا {ترمذی:۱۱۴۱}۔اسلئے کہ بیک وقت چار نکاح جائز ہونے کے باوجود نکاح میں اصل ایک بیوی کا ہونا ہے متعدد نہیں (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۹:۶۴۹۶)۔

D41

حرمتِ نکاح کے اسباب:

نکاح منعقد ہونے کیلئے یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا سبب و مانع نہ پایا جائے جس کی بناء پر نکاح حرام ہوتا ہو۔اسکی دو حیثیتیں ہیں، (۱) حرمت مؤبدہ: یعنی جن کی وجہ سے نکاح ہمیشہ کیلئے حرام ہو۔(۲) حرمت مُوقتہ: یعنی جن مرد و عورتوں کے ساتھ عارضی اور وقتی اسباب کی بناء پر نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

پہلی قسم حرمت مؤبدہ کے تحت تین اسباب آتے ہیں (۱) نسبی قرابت جیسے مائیں، نانیاں، باپ، دادا، بیٹے، بیٹیاں، بھائی، بہن، بھانجیاں، نواسے، چچا، پھوپی، ماموں، خالہ۔

(۲) دوسرا سبب سسرالی قرابت یعنی سسرالی رشتہ سے ہونے والی حرمت جیسے ساس، ساس کی ماں، دادی، اپنی مدخولہ بیوی کی اولاد، بیٹے، پوتے وغیرہ کی بیویاں۔وہ عورت جس کے ساتھ شبہہ کی بناء پر وطی کی ہو، مزنیہ عورت کی اولاد (صرف عندالاحناف وحنابلہ)۔

(۳) حرمت مؤبدہ کا تیسرا سبب رضاعت یعنی دودھ کی بناء پر پیدا ہونے والی حرمت ہے وہ تمام رشتے جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہوجاتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب ومثلہ'' (بخاری:۵۰۹۹، کتاب النکاح)۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق دو صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱) رضاعی بہن کی ماں سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ نسبی بہن کی ماں سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ یا تو حقیقی ماں ہوگی یا سوتیلی ماں۔

(۲) رضاعی بیٹے کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے جبکہ نسبی بیٹے کی بہن کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ یا تو صلبی بیٹی ہوگی یا سوتیلی بیٹی ہوگی (ہدایہ مع الفتح: ۳/۴۴۸۔۴۴۷) متذکرہ بالا اسباب حرمت نکاح کیلئے ابدی دائرے میں آتے ہیں۔

حرمت نکاح کے چند عارضی اسباب:

دو ایسی محرم عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا کہ اگر ان دو میں سے کسی ایک کو بھی مرد تسلیم کرلیا جائے تو ان دونوں کا نکاح آپس میں حرام قرار پائے جیسے پھوپھی اور بھتیجی، خالہ اور بھانجی کہ حضور ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے (ابوداؤد شریف، باب ما یکرہ ان یجمع بینھن من النساء:۲۰۶۶)۔

ایسے ہی دو بہنوں کو ایک ہی شخص کے نکاح میں ایک وقت میں جمع کرنا ''وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ'' (النساء:۲۳)۔

اسی طرح رضاعی رشتہ سے پھوپھی، بھتیجی، خالہ، بھانجی اور دو رضاعی بہنوں کو بھی نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب'' (بخاری، کتاب النکاح)۔

حرمت نکاح کا ایک اہم سبب شرک ہے، ایک مسلمان مرد کا نکاح کسی کافر عورت کے ساتھ نہیں ہوسکتا، اسی طرح ایک مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ'' (اور مشرک عورتیں جب تک مسلمان نہ ہوجائیں ان سے نکاح نہ کرو) (البقرہ:۲۲۱)۔

اسی آیت میں آگے فرمایا: ''وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا'' (اور (مسلمان عورتوں) کا مشرک مردوں سے جب تک

وہ مسلمان نہ ہو جائیں نکاح نہ کرو)۔

گرچہ شان نزول کے اسباب میں مختلف واقعات کو بیان کیا گیا ہے لیکن اس امر پر امت کا اتفاق واجماع ہے کہ تمام مشرک اقوام (چاہے جس نام سے بھی ہو) کے ساتھ مرد ہوں یا عورتیں مشرک رہتے ہوئے نکاح کرنا جائز نہیں ہے البتہ ایمان لانے کے بعد ان کے ساتھ عام مؤمنوں کی طرح بلا کسی کراہت کے نکاح کرنا جائز ہے۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح:

قرآن کریم کی تصریح ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ ''(نیز ان لوگوں میں سے بھی پاک دامن عورتیں حلال ہیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی یعنی اہل کتاب کی عورتیں) (المائدہ:۵) کے مطابق مسلمانوں کیلئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی کتابی یعنی یہودیہ یا عیسائی عورت کے ساتھ نکاح کرلے، اسلام کی طرف سے دی گئی یہ رعایت اہل کتاب کے ساتھ خاص ہے ورنہ دیگر مشرکین کی عورتوں کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

''وَلَا تَنْکِحُوا الْمُشْرِکٰتِ حَتّٰی یُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکَةٍ وَّلَوْاَعْجَبَتْکُمْ وَلَا تُنْکِحُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یُؤْمِنُوْا وَ لَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ وَّلَوْاَعْجَبَکُمْ''(اور مشرک عورتیں جب تک مسلمان نہ ہو جائیں ان سے نکاح نہ کرو اور ایک مسلمان باندی بھی (آزاد) مشرک خاتون سے بہتر ہے چاہے وہ مشرک عورت تم کو پسند ہی کیوں نہ ہو، اور (مسلمان عورتوں کا) مشرک و کافر مردوں سے جب تک وہ مسلمان نہ ہو جائیں نکاح نہ کرو، اور ایک مسلمان غلام بھی (آزاد) کافر مرد سے بہتر ہے چاہے وہ کافر مرد تم کو کتنا ہی پسند کیوں نہ ہو) (البقرۃ:۲۲۱)۔

اسلام نے اہل کتاب کے ساتھ کئی معاملات میں رعایتیں برتی ہیں وہ ذبیحے کا معاملہ ہو، عیسائی رہتے ہوئے کلمۂ توحید پر اتحاد کی دعوت ہو،'' تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَیْنَنَاوَبَیْنَکُمْ ''، اہل کتاب کے برتنوں کے استعمال کا معاملہ ہو، اہل کتاب کے ساتھ لین دین اور خرید فروخت کا معاملہ ہو وغیرہ وغیرہ ان سب رعایتوں میں سب سے اہم رعایت یہ ہے کہ اسلام نے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت دی ہے،'' وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتَابَ مِنْ قَبْلِکُمْ'' (نیز ان لوگوں میں سے بھی پاک دامن عورتیں حلال ہیں جنکو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی یعنی اہل کتاب کی عورتیں) (المائدہ:۵) ارشاد خداوندی میں اس اجازت کی صراحت کی گئی ہے زمانۂ نبوت میں صحابہ اس پر عمل بھی کرتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے نائلہ بنت الفرافصۃ الکلبیۃ سے نکاح کیا یہ نصرانیہ تھی اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ہی بعد میں اسلام قبول کیا، اسی طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدائن کی ایک یہودیہ سے نکاح کیا تھا، اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنے کی بابت دریافت کیا گیا آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے اہل کتاب کی عورتوں کے ساتھ کوفہ کو فتح کرنے کے زمانے میں بھی نکاح کیا دراں حالیکہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے (الفقہ الاسلامی وادلتہ ۷/۱۵۹)۔

اگر دیکھا جائے تو اہل کتاب حقیقت میں اہل اسلام کے قریب ہیں کفار کی بنسبت، بلکہ بعض مبادیات اور اساسی عقائد میں تو تقریباً اشتراک ہی ہے جب انکے ساتھ نکاح کیا جائے گا تو ان نصرانی عورتوں کیلئے باقی بعض عقائد کو تسلیم کرنا اور اسلام کے اعمال پر کھڑا ہونا نسبۃً آسان اور ممکن ہے۔

ان تفصیلات اور حقائق کی روشنی میں فقہاءِ عظام نے اہل کتاب خواتین کے ساتھ نکاح کے معاملے میں مندرجہ ذیل تفصیل بیان کی ہے۔

جمہور علماء کرام کے نزدیک کتابیہ کے ساتھ بلاکسی شرط وقید کے نکاح کرنا جائز ہے۔سیدنا امام شافعیؒ کے نزدیک یہ جواز مطلق نہیں مقید ہے فرماتے ہیں کتابیہ کے ساتھ تو نکاح کرنا جائز ہے،لیکن اگر کتابیہ حربیہ ہو یا کتابیہ ذمیہ ہوتو نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔اہل کتاب سے مراد نصرانیہ یا یہودیہ ہے زبور یا دوسرے آسمانی صحائف کو ماننے والی کے ساتھ نکاح کرنا مطلقاً ممنوع ہے کہ وہ بحکم مشرکہ ہے (المُہذّب ۲/۴۴)۔

سیدنا امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی ایک رائے میں بھی ذمیہ کتابیہ کے ساتھ نکاح کرنا مکروہ ہے،لیکن اگر کرلیا تو مع الکراہت نکاح جائز ہوگا اور اگر یہ کتابیہ عورت دارالحرب میں رہنے والی ہو جہاں صالحانہ ماحول مشکل سے ہی میسر ہوتا ہے اگر معصیت میں مبتلا ہونے کے خوف سے مسلمان مرد کتابیہ خاتون سے نکاح کرلے کراہیت پھر بھی برقرار رہے گی اور یہ کراہیت کراہت تحریمی ہوگی اور اگر معصیت میں مبتلا ہونے کا کوئی خوف نہیں بس نکاح کی خواہش تھی اور کرلیا تو یہ نکاح عندالاحناف ممنوع اور حرام ہوگا کہ یہ نکاح فتنوں کے دروازے کھولدے گا اور شوافع کے نزدیک صرف مکروہ تحریمی ہوگا،جبکہ علماء حنابلہ کے نزدیک کتابیہ خاتون کے ساتھ نکاح کرنا حرام نہیں،مکروہ نہیں صرف خلاف اولیٰ ہے اس لئے کہ جن صحابہ کرام نے نصاریٰ خواتین کے ساتھ نکاح کیا تھا انکو حضرت سیدنا عمر بن الخطابؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حکماً یہ فرمایا کہ تم اپنی ان بیویوں کو طلاق دیدو سب ہی صحابہ نے ایسی خواتین کو طلاق دیدی سوائے ایک صحابیؓ سیدنا حضرت حذیفہؓ جنہوں نے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دی جب حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ سے فرمایا کہ اسکو طلاق دیدو تو حضرت حذیفہؓ نے کہا کیا آپ اس نکاح کو حرام مانتے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا بس یہ ایک نشہ ہے(دوبار یہی سوال وجواب ہوا) تیسری بار حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ یہ ایک نشہ ہے،لیکن ہمارے لئے تو حلال ہے(یعنی ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے) جب کچھ دن گذر گئے تو حضرت حذیفہؓ نے اس نصاریٰ منکوحہ کو طلاق دیدی،کسی نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ جب حضرت عمرؓ نے کہا تھا اس وقت کیوں نہیں طلاق دی تو حضرت حذیفہؓ نے جواباً کہا کہ اگر میں ایسا کرتا تو لوگ سمجھتے کہ شاید میں نے کوئی غلط کام کیا تھا(اس خدشہ کو دور کرنے کیلئے میں نے اس وقت طلاق نہیں دی)۔

موجودہ دور کے اہل کتاب:

زمانۂ نبوت میں موجود اہل کتاب کی طرح اس زمانے میں بھی انہی عقائد کے حاملین اہل کتاب پائے جاتے ہیں نص صریح کے مطابق ان کے ساتھ نکاح کرنا بلاکراہت جائز ہونا چاہیے،موجودہ زمانے کے اہل کتاب دو طرح کے ہیں ایک طبقہ تو وہ ہے جو قطعاً عیسائی یا یہودی ہوتے ہوئے اپنے مذہب کو سختی سے تھامے ہوئے ہیں اور یہ سختی اس درجہ کی ہے کہ وہ مسلمانوں کو کسی بھی حال میں اپنا نہیں سمجھتے بلکہ وہ اپنا دشمن مسلمانوں کو ہی سمجھتے ہیں کہ نبوت کو تو یہودی اپنے گھر کا ورثہ سمجھتے تھے۔لیکن جب یہ بنوہاشم کی طرف منتقل ہوئی تو انہیں یہ کسی بھی حال میں قبول نہیں تھا لہذا یہ دشمنی زمانۂ نبوت سے چلی آرہی ہے اور تا حال برقرار ہے، بلکہ قرآن نے تو انکی دشمنی کو اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً سے تعبیر فرمایا ہے اور رب سے زیادہ کوئی ذات نبض شناس اور باطن سے واقف نہیں ہوسکتی ،رہا نصاریٰ کا معاملہ تو وہ اُس زمانے میں بھی تین کو ایک اور ایک کو تین کہہ کر الوہیت میں ہی شریک کھڑا کرتے تھے نبوت محمدی ﷺ کا تو انکار کیا ہی تھا یہ سلسلہ اب بھی باقی ہے اس حقیقت کے باوصف قرآن مقدس نے انکی عورتوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیا ہے،لیکن تاریخ اسلام اس عقدہ کی نقاب کشائی کیلئے چند اسباب کو بطور معیار گردانتا ہے وہ یہ کہ اہل ایمان کے ہاں انکی خواتین کے ساتھ نکاح ایک رعایت ہے نیز توسیع اسلام کا ایک ذریعہ ہے مگر ابتدائی ایام سے لیکر آج تک یہ ایک مشاہدہ اور حقیقت ہے کہ انکے نزدیک مسلمانوں کے ساتھ نکاح اہل ایمان کیلئے ایک آزمائش اور فتنہ ہے۔مسلمانوں کو اس راستے سے تباہ کرنا ایک آزمودہ نسخہ ہے، بلکہ یہ حضرات اپنی لڑکیوں کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ اپنے مذہب کیلئے اپنی عصمت کی قربانی ایک مقبول عبادت ہے۔

خلفاء راشدین پر سلام ہو، اللہ تعالیٰ ان کی قبروں کو منور فرمائے خاص کر امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پر کہ انھوں نے فراست ایمانی سے اس خطرے کو بھانپ لیا تھا اسی لئے اپنے دور خلافت میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے اس فتنے کے خدو خال رکھے اور اسکو مدہوش کرنے والا نشہ قرار دیکر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے باز رہنے کیلئے فرمایا ہمارے بعض اہل علم نے نصاریٰ کے ایک سوال پر جو جواب عنایت فرمایا وہ زبردست لائق توجہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ اسلام کیسا مذہب ہے جو اسلام پر قائم رہنے کیلئے زکوٰۃ کا مال خرچ کرنے کی اجازت دیدیتا ہے۔ درحقیقت قرآن کریم نے زکوٰۃ کی آٹھ مدات بیان کیں ہیں ان میں سے والمؤلفۃ القلوب ہے یعنی میلان قلب اور استقامت علی الحق کیلئے اگر نومسلموں پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے تو اسکی اجازت ہے، عیسائی مؤرخوں نے اس مد کو لیکر اسلام کی حقانیت پر ہی اعتراض کر ڈالا جو مسلمان مؤرخین نصاریٰ اور یہود کی اس بے ہودہ و فحش سازش سے واقف تھے انہوں نے بے دھڑک یہ جواب تحریر فرمایا کہ ارے عیسائیو ارے یہودیو تم کس منہ سے اسلام پر اعتراض کرتے ہو، اسلام میں ایمان قبول کروانے کیلئے زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنے کا حکم نہیں ہے بلکہ ایمان قبول کرنے کے بعد عسرت کی صورت میں اس رقم سے مدد کرنے کی صرف اجازت ہے۔

اگر تمہاری بات کو بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے تو پھر بھی تم اعتراض کرنے کا حق نہیں رکھتے کہ ہمارے مذہب میں تو ایمان پر استقامت کیلئے مالی تعاون کی اجازت ہے تم نے تو آج تک ہمیشہ مذہب عیسائیت اور یہودیت کیلئے اپنی عصمتوں کو بھی داو پر لگا دیا ہے اور اسے سب سے عظیم قربانی وعبادت قرار دیتے ہو۔

سچ یہی ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے ہمیشہ دین اسلام کو کمزور کرنے کیلئے اپنی نوجوان خاتون نسل کا سہارا لیا ہے ان کے ساتھ نکاح کی اجازت میں مضرّت منفعت سے بہت بڑی ہے، یہ ایک واضح سچ ہے کہ مسلمان ملکوں کے بہت سارے وہ قائدین جن کے ہاتھوں میں زمام اقتدار ایک لونڈی بن کر رہ گئی ہے کہ وہ خود اپنی یہودی یا نصرانی بیوی کے ہاتھوں لونڈی کا کردار ادا کر رہے ہیں، ایسی صورت حال میں امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صحابہ کو اس سے منع کرنا جنہوں نے کیا تھا انکو طلاق کیلئے فرمانا اور پھر فقہاء کرام کا بھی انکے ساتھ نکاح کو کبھی حرام کبھی مکروہ تحریمی اور کم سے کم مکروہ قرار دینا یہ بات سمجھاتا ہے کہ عیسائی یا یہودی خاتون کے ساتھ نکاح کرنا پسندیدہ اور مرغوب کبھی بھی نہیں رہا، اسلئے موجودہ عیسائی یا یہودی خواتین کے ساتھ نکاح جب کہ مسلمانوں کی حالت زار ہم سب کے سامنے ہے اور اس حالت تک پہونچانے میں ان عیسائی و یہودی خواتین کا کردار کسی سے مخفی بھی نہیں ہے، لہذا اس بات کی اجازت قطعاً نہیں دی جاسکتی کہ ان کے ساتھ رغبت کے ساتھ نکاح کیا جائے، نیز اہل ایمان خواتین کے مقابلے میں ان مخدوش العقیدہ اور ضار و مضر کتابیہ خواتین کو نکاح کیلئے چننا کسی بھی حال میں درست نہیں قرار دیا جاسکتا۔ کہ قرآن کریم نے بھی ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ'' پہلے فرمایا اور اسکے بعد الگ سے ''وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ'' کی اجازت مرحمت فرمائی۔

دوسرے طبقہ کے اہل کتاب اس زمانے میں وہ ہیں جو نسلاً تو عیسائی یا یہودی کہلاتے ہیں مگر وہ عملاً، اعتقاداً ہر لحاظ سے اہل کفر کے مثل ہیں اور خدا کا بھی انکار کرتے ہیں نبوت و رسالت کے بھی منکر ہیں وحی والہام کا بھی سرے سے انکار کرتے ہیں، حشر و نشر کو بھی نہیں مانتے بلکہ دہریہ اور مطلقاً منکر مذہب ہیں ایسے لوگ نام کے تو عیسائی یا یہودی ہو سکتے ہیں حقیقت میں حکماً عیسائی یا یہودی نہیں ہیں لہذا انکا حکم عیسائیوں یا یہودی جیسا نہیں کافر و مشرک جیسا ہے اس لئے جو حکم کفار کی خواتین کے ساتھ نکاح کے معالے میں ہے وہی حکم ان کی عورتوں یا بذات خود ایسی عورتوں کا ہوگا۔ یعنی مسلمانوں کیلئے ان عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔

بعض باطل فرقے مثلاً بہائی، بابی، سکھ، قادیانی:

جہاں تک سکھ فرقے کا تعلق ہے ممکن ہے کہ گرونانک جی کسی درجے میں اسلام کی حقانیت کے قائل رہے ہوں مگر انکے معتقدین یعنی پورا سکھ فرقہ اپنے عقائد، طریقۂ عبادت، شادی بیاہ، موت اور بعد الموت غرض تقریباً تمام ہی معاملات میں ہندوازم کے قریب قریب ہے وہ ایک دوسرے کے ساتھ شادی بیاہ بھی کرتے ہیں۔

ایک دوسرے کی عبادت گاہوں میں ماتھا ٹیکنے بھی جاتے ہیں محرمات کا بھی کھلم کھلا ارتکاب ہے مرنے کے بعد جلاتے بھی ہیں، لہٰذا وہ عقائد سے معاملات سے عبادات سے ہندو ہیں لہٰذا ان کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے اور وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں۔

”وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْاَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْ مِنُوْا“(البقرة:۲۲۱)۔

جہاں تک بہائی اور بابی فرقہ وغیرہ کا تعلق ہے گرچہ قبلہ کے اعتبار سے مسلمانوں جیسے ہیں مگر غلط افکار اور گمراہ عقائد کی بناء پر جادۂ حق سے بہت دور جا پڑے ہیں فرقۂ بہائیہ تو اپنے پیر و مرشد کے اندر اللہ کے حلول کرنے کا بھی عقیدہ رکھتے ہیں یعنی وہ اسی کو معبود کا درجہ دیتے ہیں قرآن مقدس کو تحریف شدہ مانتے ہیں صحابہ کرام کو غیر معتبر بلکہ بہت ساروں کو کافر قرار دیتے ہیں۔

مصر یونیورسٹی الازہر کے وائس چانسلر شیخ محمد ابوزہرہ کی بیان کردہ تفصیل کے مطابق فرقۂ بہائی کو اپنے بانی و موجد مرزا علی محمد باب کی طرف منسوب کرتے ہوئے بابی فرقہ بھی کہتے ہیں۔ مرزا علی محمد باب کا اصل تعلق فرقہ اثنا عشریہ سے ہے یہ ایرانی النسل ہے اس کا عقیدہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ نے مجھ میں اپنی تمام صفات کے ساتھ حلول کیا ہے اور یہ حلول مجھ تک ہی محدود نہیں میرے بعد بھی جاری رہے گا (جیسا کہ آج کل بھی موجود پیر و مرشد کے متعلق انکا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں حلول کیے ہوئے ہے) مرزا علی محمد باب روز آخرت، بعد از حساب، دخول جنت یا دخول جہنم پر ایمان نہیں رکھتا، روز آخرت کو وہ جدید روحانی زندگی کی طرف اشارہ قرار دیتا ہے اسکا عقیدہ ہے کہ رسالت محمدی ﷺ آخری رسالت نہیں ہے۔

اپنے بارے میں اسکا عقیدہ ہے کہ میں تمام انبیاء سابقین کی نمائندگی کرتا ہوں اور یہ کہ میں مجموعۂ رسالات و مجموعۂ ادیان ہوں (تاریخ المذاہب اسلامیہ، شیخ ابوزہرہ ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ۲۹۳ خلاصہ)۔

خلاصہ یہ کہ فرقۂ بہائی یا بابی یہودیت، نصرانیت، منافقت، زندیقیت اور کچھ اسلامی چیزوں کا معجون مرکب ہے۔

جب بعض فقہاء حضرات نے معتزلہ حضرات (جو کہ اہل قبلہ بھی ہیں کتاب اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں) کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کیا کہ اہل سنت والجماعت کا نکاح معتزلہ کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

”المناكحة بين أهل السنة وأهل الاعتزال لا يجوز كذا اجاب الشيخ الا مام الرستغفنى“(خلاصة الفتاویٰ ۶/۲)

تو فرقہ بہائیہ اور فرقہ بابی جو قطعاً گمراہ عقائد رکھتے ہیں کیونکر مسلمانوں جیسے قرار دیے جا سکتے ہیں، لہٰذا انکے ساتھ نکاح کرنا کفریہ عقائد کی بناء پر قطعاً جائز نہیں ہوگا۔

اہل کتاب خاتون کے ساتھ نکاح کے بعد والے حقوق:

اہل کتاب خاتون کے ساتھ نکاح کے بعد وہ اُن تمام حقوق کی حق دار ہوگی جو حقوق ایک مسلمان خاتون کو حاصل ہیں یہاں تک کہ باری میں بھی مساوات لازمی ہے جب مسلمان خاتون اور ذمیہ کے درمیان مساوات ہے تو اہل کتاب خاتون بدرجۂ اولیٰ ان حقوق کی حقدار ہوگی

اور یہ مساوات باری کے علاوہ نفقہ، رہائش اور باقی تمام حقوق زوجیت میں لازم ہوگی، جیسا کہ ابن المنذرؒ نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے، خیال رہے مذہب، عقائد اور دین کے اندر اختلاف کی صورت میں سکون واطمنان والی زندگی میسر ہونا ممکن نہیں ہے اور شادی کا ایک اہم مقصد حصولِ سکون بھی ہے جس کا ایمان نہیں اسکی کوئی تہذیب نہیں لہذا نکاح بھی ان کے درمیان جائز نہیں ہوگا کہ شادی کرنا دین اور عبادت ہے۔

خلاصۂ بحث

(۱) نکاح کی ایک حیثیت معاہدہ اور معاملہ کی ہے جب کہ دوسری حیثیت امر الٰہی کی اطاعت، سنت اور عبادت کی ہے۔

(۲) نکاح میں وجہ ترجیح صرف اور صرف حسنِ سیرت اور دین واخلاق کو بنایا جائے۔

(۳) حرمت نکاح کے دو بڑے اسباب ہیں ایک حرمت مؤبدہ اور دوسرا حرمت موقتہ۔

(۴) صائبین بت پرست قوم ہے جو مشرک و کافر ہیں ان کے ساتھ رشتۂ ازدواج قائم کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) اگر حقیقی عیسائی یا یہودی ہیں تو بھی اسلامی مفادات کو ترجیح دیتے ہوئے ان کی خواتین کے ساتھ نکاح کرنا ہر حال میں مکروہ ہوگا اگر صرف شوقیہ نکاح کیا تو یہ کراہت تحریمی ہوگی اور اگر مجبوراً وضرورتاً یہ نکاح کیا تو بھی کراہت تنزیہی سے خالی نہیں۔اور اگر صرف نام کا اہل کتاب ہو حقیقت میں ملحد یا زندیق ہو تو پھر انکے ساتھ نکاح کرنا ناجائز اور حرام ہوگا۔

(۶) بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی یہ چاروں فرقے مشرکین کے حکم میں ہیں لہذا ان کے ساتھ رشتۂ ازدواج قائم کرنا قطعاً حرام ہے۔

(۷) اگر ضرورتاً کسی اہل کتاب خاتون کے ساتھ نکاح کرلیا تو اس کے حقوق زوجیت وغیرہ ایک مسلمان بیوی کے برابر ہونگے۔

☆☆☆

اہل کتاب سے نکاح

مولانا نعیم اختر قاسمی☆

اسلام وکفر، توحید وشرک دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، دونوں کی راہیں اور منزلیں الگ الگ ہیں، ایک تباہی و بربادی کا راستہ ہے جو جہنم پر جاکر ختم ہوتا ہے، دوسرا فلاح وکامرانی کا راستہ ہے جو جنت تک پہنچاتا ہے، ''اولائک یدعون الی النار واللہ یدعو الی الجنة والمغفرة باذنه'' (بقرہ:۲۲۱)، جو لوگ ان متضاد نظریات کے حاملہوں ان کے درمیان دلی وابستگی نہیں ہوسکتی، اسی لئے مومن ومشرک کے درمیان ازدواجی تعلقات سے منع کیا گیا ہے کہ نکاح کا مقصد باہمی الفت ومحبت اور سکون واطمینان کا حصول ہے اور میاں بیوی میں سے ایک کی زندگی مشرکانہ تصورات پر مبنی ہو اور دوسرا توحید کی راہ چلنا چاہے تو قدم قدم پر تصادم ہوگا اور گھر کا نظم اور سکون باقی نہیں رہ سکے گا۔

البتہ شریعت نے مسلمانوں کو اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے کی یکرخی اجازت دے رکھی ہے، شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ چونکہ اہل کتاب عقائد کے اعتبار سے مسلمانوں سے قریب ہوتے ہیں ان کا ایمان بھی اصلاً خدا کے وجود رسالت آخرت اور کتاب وشریعت پر مبنی ہوتا ہے ایسی صورت میں اگر کوئی مسلمان کسی نیک دل کتابیہ کو اپنے نکاح میں لاتا ہے تو مرد کی قوامیت اور عورت کی طبعاً مردوں کے تابع فرمان ہونے کی وجہ سے قوی امید ہے کہ جب شوہر اس کے سامنے اسلام اور قرآن کی حقانیت واضح کرے تو وہ بھی اسلام کے سائے میں آجائے (کذا فی البدائع ۲/ ۵۵۲)۔

ظاہر ہے ایسا اسی صورت میں ہوسکتا ہے، جبکہ عورت صحیح معنوں میں کتابیہ ہو نیک خصلت ہو اور اسلامی ماحول اسے میسر ہو، اسی لئے فقہاء نے دار الحرب میں مقیم کتابیہ سے نکاح کو مکروہ تحریمی قرار دیا ہے (ردالمحتار ۴/ ۱۳۴)، کیونکہ غیر اسلامی ماحول ہونے کی وجہ سے ایسی عورت پر اسلامی معاشرتی اثرات مرتب نہیں ہوسکیں گے اور شوہر کے موثر ہونے کے بجائے اس کے متاثر ہونے کا زیادہ اندیشہ ہے، علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں کہ: اس میں امکان ہے کہ آدمی بیوی کی محبت میں دار الحرب میں رہ پڑے اس سے فتنہ کا دروازہ کھل جائے گا پھر ماں کی تقلید میں اولاد بھی غیر اسلامی آداب واطوار اختیار کرسکتی ہے (فتح القدیر ۳/ ۲۱۹)۔

کتابیہ سے نکاح کا جواز چونکہ منصوص ہے اور تقریباً ایک اجماعی مسئلہ ہے (المغنی ۹/ ۵۴۵)، اس لئے شرائط پائی جانے کی صورت میں نکاح بہرحال منعقد ہوجائے گا، تاہم عام حالات میں اس سے منع کیا جائے گا، جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بعض ان صحابہ پر برہمی کا اظہار فرمایا تھا جنہوں نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کیا تھا، چنانچہ انہیں اپنی بیویوں کو طلاق دینے کا حکم دیا اور وجہ بیان کی کہ اس طریقہ سے ان کی غلط کار عورتیں مسلمانوں کے گھروں میں پہنچنے لگیں گی (جامع البیان للطبری ۴/ ۳۶۶)۔

حضرت عمر کی منشا یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس کی وجہ سے ایک غلط روش چل پڑے اور لوگ مسلمان عورتوں کی دینداری سے زیادہ کتابیہ

☆ جامعہ عربیہ مصباح العلوم، کوپاگنج، مئو۔

عورتوں کی ظاہری خوبصورتی اور حسن و جمال کو ترجیح دینے لگیں، ظاہر ہے کہ اس کے جو برے اثرات مسلم معاشرہ پر پڑیں گے وہ محتاج بیان نہیں۔

یہ بات غور طلب ہے کہ حضرت عمر کا زمانہ خیر القرون اور مسلمانوں کی تہذیبی شناخت اور غلبہ کا زمانہ شادی کرنے والے کبار صحابہ اور ان کی یہودی یا نصرانی بیویوں کا تعلق ایک مفتوح قوم سے، پھر بھی حضرت عمر کی دینی وسیاسی بصیرت نے ایک بڑا خطرہ محسوس کرتے ہوئے اس پر روک لگائی اور جواز کے باوجود لوگوں کو ایسا کرنے سے منع کیا، آج جبکہ صورتحال کچھ اور ہے پوری دنیا میں مغربی تہذیب وتمدن کی گہری چھاپ ہے اور اس کی اثر انگیزی سے ہر کوئی متاثر اور مرعوب نظر آرہا ہے، مسلمان احساس کمتری کا شکار ہیں ان کے لئے اپنے تہذیبی ورثہ کی حفاظت دشوار ہورہی ہے، ایسی صورت میں کتابیہ سے نکاح کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے، اولاً تو صحیح معنوں میں کسی کتابیہ کا ملنا ہی دشوار ہے، کیونکہ مغربی ممالک میں جو لوگ اپنے کو یہودی یا عیسائی کہتے ہیں، خدا، رسول، وحی، آخرت وغیرہ پر ان کا ایمان بہت موہوم سا لگتا ہے، ان کی بے حیائی، فحاشی، عریانیت اور دین بےزاری کو دیکھ کر نہیں لگتا وہ کسی آسمانی مذہب کے پیروکار ہیں اللہ کے کسی نبی کی امت اور کسی شریعت پر عمل پیرا ہیں اور جزاء وسزا اور آخرت کا کوئی تصور ان کے دل میں ہے حتی کہ ان میں بہت سے خدا کے وجود کے ہی منکر ہیں اور الحاد ولا دینی نظریہ رکھتے ہیں، ظاہر ہے کہ جو خدا وحی اور رسالت وغیرہ ہی کا منکر ہو یا اس کا ایک موہوم سا تصور رکھتا ہو وہ کتابی کیونکر کہلائے گا اور ایسی کسی عورت سے رشتہ مناکحت کیسے درست ہوگا۔

کتابی کی تعریف:

کتابی کی تعریف تو یہ کی گئی ہے کہ: **"واعلم أن من اعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف ابراهيم وشيث وزبور دائود فهو من اهل الكتاب فيجوز مناكحتهم واكل ذبائحهم"** (ردالمحتار ۴/۱۳۴) (جو کسی آسمانی مذہب پر عقیدہ رکھے اور کوئی نازل کردہ کتاب اس کے پاس ہو، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام اور شیث علیہ السلام کے صحیفے یا حضرت داؤد کی زبور تو وہ اہل کتاب ہے ان کی عورتوں سے نکاح بھی درست ہے اور ان کا ذبیحہ بھی حلال ہے)۔

دین سماوی اور کتاب کے ضمن میں خدا، رسول، وحی، آخرت وغیرہ سب داخل ہیں، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں جو اہل کتاب یہود ونصاریٰ موجود تھے وہ عقیدہ تثلیث اور بعض باطل نظریات کے باوجود مذکورہ عقائد کے قائل تھے۔

لہٰذا ایک پرسکون اور اسلامی ماحول میں ازدواجی زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ عورت کے انتخاب کے وقت قرآن و حدیث کی ان ہدایتوں کو پیش نظر رکھا جائے جن میں عورت کی امانت و دیانت عفت و پاکبازی اور فطرت کی سلامتی کو معیار انتخاب بنایا گیا ہے اور اسے ازدواجی زندگی کی کامیابی کی کلید بتایا گیا ہے۔

تاہم اگر کوئی عورت واقعی کتابیہ ہو تو اس سے نکاح کرنا فی نفسہ درست ہونے کے باوجود نتائج کے اعتبار سے انتہائی سنگین مسئلہ ہے اس لئے ایک مسلمان کو اس اجازت سے فائدہ اٹھانے سے پہلے بہت احتیاط سے اپنے ذاتی حالات اور ملی مفادات کا جائزہ لینا ہوگا، وہ کوئی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا جو دینی پہلو سے اس کے لئے یا ملت کے لئے ضرر رساں ثابت ہو جہاں اس پہلو سے اسے اطمینان ہو وہاں اس جواز سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ہے۔

کتابیہ بیوی کے حقوق:

بیوی ہونے کی حیثیت سے جو حقوق شوہر سے متعلق ہوتے ہیں وہ حقوق کتابیہ بیوی کو بھی حاصل ہوں گے، مثلاً نفقہ، سکنی، تبییت اور

عدل ومساوات اور مؤانست وغیرہ عالمگیری میں ہے:

"ومما يجب على الأزواج للنساء العدل والتسوية بينهن فيما يملكه والبيتوتة عندها الصحبة والمؤانسه، لا فيما لا يملكه وهو الحب والجماع، فيسوى بين الجديدة والقديمة، وكذا بين المسلمة والكتابية" (مرد پر واجب ہے کہ وہ اختیاری چیزوں میں عورتوں کے درمیان عدل کرے اور شب باشی اور ہمدردی وغمخواری میں انصاف سے کام لے البتہ غیر اختیاری چیزوں مثلاً محبت اور ہمبستری میں یہ ضروری نہیں، چنانچہ پرانی بیوی اور نئی بیوی میں اسی طرح مسلمہ اور کتابیہ میں انصاف اور برابری کرے)۔

مذہبی آزادی:

کتابیہ اپنے مسلمان شوہر کے گھر اپنے مذہبی مراسم کسی مذہبی علامت مثلاً صلیب وغیرہ نصب کئے بغیر انجام دے سکتی ہے اور نماز گھر کے اندر جہاں چاہے پڑھ سکتی ہے:"وقال القدورى فى النصرانية تحت مسلم لا تنصب فى بيته صليبا وتصلى فى بيته حيث شاء ت"(ہندیہ ۵/۳۴۶)۔

البتہ ایک مسلمان شوہر کی دینی واخلاقی ذمہ داری ہے کہ اپنی کتابیہ بیوی کو اسلام کے سائے میں لانے کی پوری کوشش کرے گا اگر کامیابی نہ ملے تو جب تک گھر کے دینی ماحول پر اس کے منفی اثرات پڑنے کا اندیشہ نہ ہو محض اس کے غیر مسلم ہونے کی بنا پر اسے طلاق دینا یا اس کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا غیر مناسب اور ایک غلط پیغام کا سبب ہے، شامی میں ہے:"لايجب على الزوج تطليق الفاجرة (در) إلا اذا خافا ان لا يقيما حدود الله فلا بأس أن يتفرقا" (ردالمحتار ۹/۶۱۱)(فاسقہ عورت کو طلاق دینا شوہر پر واجب نہیں، البتہ اگر اندیشہ ہو کہ حدود اللہ کو قائم نہیں رکھ پائیں گے تو جدا ہونے میں کوئی حرج نہیں)۔

حضرت عمرؓ کا حضرت حذیفہؓ کو ان کی کتابیہ بیوی کو طلاق دینے کا حکم ایک خاص مصلحت کے پیش نظر تھا۔

صابئین اور دوسرے مذہبی گروہ:

قرآن نے اصلا یہود ونصاری کو اہل کتاب کا نام دیا ہے، البتہ بعض مواقع پر یہود ونصاری کے ساتھ صابئین کا بھی نام لیا گیا ہے، لیکن ایسی کوئی وضاحت نہیں ہے کہ صابی بھی اہل کتاب ہی کا کوئی فرقہ ہے یا اس سے علاحدہ کوئی اور مذہبی گروہ ہے، ان کے عقائد کے بارے میں متضاد باتیں منقول ہونے کی وجہ سے ان کے اہل کتاب میں شامل ہونے نہ ہونے میں اہل علم کا اختلاف رہا ہے، تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"والصابئون طائفة من النصارى والمجوس قاله مجاهد وعنه من اليهود والمجوس، وقال قتاده: هم قوم يعبدون الملائكة ويصلون إلى غير القبلة ويقرأون الزبور، وقيل غير ذلک"(مختصر تفسیر ابن کثیر ۱/۵۳۵)(مجاہد نے فرمایا کہ صابئین نصاری اور مجوس کا ایک گروہ ہے اور انہیں سے منقول ہے کہ یہود ونصاری کا گروہ ہے، قتادہ کا کہنا ہے کہ یہ لوگ ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں اور غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں، اور اسکے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

صاحب ہدایہ نے اپنی طرف سے کوئی تحقیقی بات نہ کہہ کر کے ایک اصولی بات بیان کی ہے کہ "صابئہ عورت سے نکاح جائز ہے اگر وہ کسی دین کو مانتے ہوں اور کسی کتاب کا اقرار کرتے ہوں کیونکہ بایں صورت وہ اہل کتاب میں سے ہیں، اور اگر وہ ستاروں کو پوجتے ہوں اور ان کے پاس کوئی کتاب نہ ہو تو ان کے مشرک ہونے کی وجہ سے ان سے مناکحت درست نہیں"(ہدایہ ۲/۳۳۲)۔

"الموسوعۃ المیسرۃ" کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گروہ آج بھی عراق وایران کے بعض علاقوں میں موجود ہے اور ان میں بھی کئی فرقے ہیں تاہم مجموعی طور پر ان کے عقائد ونظریات انہیں اہل کتاب کی حد سے خارج کرتے ہیں (الموسوعۃ المیسرۃ فی الادیان والمذاہب

والاحزاب المعاصرہ ۲/ ۷۲۲)۔

اور جن کا کتابی ہونا مشکوک ہو خواہ وہ صابی ہو یا کوئی اور مذہبی گروہ ان سے رشتہ مناکحت درست نہیں ہوگا کیونکہ کتابیات سے نکاح کا جواز خلاف قیاس ثابت ہے اور قاعدہ ہے کہ جو حکم خلاف قیاس ثابت ہوتا ہے وہ اپنے دائرہ تک محدود ہوتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس گروہ کا اہل کتاب سے ہونا منصوص یا دلیل قطعی سے ثابت ہو، "فإذا كان جواز نكاح الكتابيات على خلاف القياس بآية المائدة لابد أن يقتصر على الكتابيات التي علم كونهن من أهل الكلتاب بالنص أو بدليل قطعي غيره" (اعلاء السنن ۱۱/ ۴۲)، لہذا وہ مذہبی گروہ جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور شرک و بت پرستی میں مبتلا ہے اس کے مذہبی پیشوا کا اپنے عہد کا پیغمبر ہونا یا ان کی مذہبی کتابوں کا خدا کی کتاب ہونا دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہے، اس لئے اسے اہل کتاب میں شامل نہیں مانا جا سکتا۔

البتہ وہ گروہ جو اپنے کو مسلمان کہتا ہے، مگر اسلام کے کسی اجماعی عقیدہ کا منکر ہے تو قرآن اور نبی پر ایمان رکھنے کی وجہ سے بظاہر تو وہ اہل کتاب میں شامل لگتا ہے بلکہ ان سے اعلی اور ارفع معلوم ہوتا ہے، مگر ایسے شخص کو فقہاء نے اہل کتاب نہ مان کر اسے مرتد ملحد اور زندیق جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے اور ان کا ذبیحہ کھانے اور ان سے رشتہ مناکحت کو حرام قرار دیا ہے، علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

"فإن الزنديق يموه كفره يروج عقيدته الفاسدة في الصورة الصحيحة" (ردالمحتار ۳/ ۲۹۶، قدیم) (زندیق اپنے کفر کو ملمع کرتا ہے اور اپنے باطل عقیدہ کو صحیح صورت میں پیش کرتا ہے)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں: "والملحد هو من مال عن الشرع القويم إلى جهة من جهات الكفر" (ردالمحتار ۳/ ۲۹۶ قدیم) (ملحد وہ ہے جو شرع متین سے کسی کفریہ عقیدہ کی طرف مائل ہو جائے)۔

اور علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں: "وكل مذهب يكفربه معتقده فهو يحرم نكاحها" (البحر الرائق ۳/ ۱۱۰) (ایسا مذہب جس کے معتقد کی تکفیر کی جاتی ہو اس سے نکاح حرام ہے)۔

اور یہ بات قرین قیاس بھی ہے کیونکہ اسلام کا نام لے کر اسی کے قلعہ میں سیندھ لگانے والوں کی دنیا میں کم سے کم سزا یہ ہونی چاہئے کہ ان کا مکمل سماجی بائکاٹ کیا جائے اور ان سے کسی بھی طرح کا رشتہ ناتا اور تعلق نہ رکھا جائے کیونکہ اس میں تھوڑی سی بھی مداہنت اور تساہل سے اسلام اپنی اصلی صورت باقی نہیں رکھ سکتا اور صحیح العقیدہ مسلمان کا ایمان بھی شکوک و شبہات اور باطل نظریات و خیالات کا شکار ہو سکتا ہے خواہ کوئی ابتداء ایسا عقیدہ اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہوا ہو یا وہ مرتد کی اولاد ہو۔

☆☆☆

ہندو مذہبی کتابیں اور ان کے مذہبی شخصیات کی شرعی حیثیت

مولانا محمد قمر الزماں ندوی ☆

مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی کتاب ''تعلیم الاسلام'' (حصہ چہارم) میں دو سوالات اور ان کے جوابات موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں:

سوال ۱- قرآن مجید میں ہے: ''وإن من أمة إلا خلا فيها نذير'' (فاطر: ۲۴) یعنی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں خدا کی طرف سے کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو، اور دوسری جگہ فرمایا ہے: ''ولكل قوم هاد'' (رعد: ۷) (یعنی ہر قوم کے لئے ہدایت کرنے والا (بھیجا گیا) ہے، ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کی طرف سے کوئی پیغمبر بھیجا گیا ہے، تو کیا ہندوستان میں بھی کوئی پیغمبر آئے تھے؟

جواب: ہاں ان آیتوں سے بے شک یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر قوم کے لئے خدا نے کوئی ہادی اور ڈرانے والا بھیجا ہے اور اس لئے ممکن ہے کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی آئے ہوں۔

سوال ۲- کیا یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہندوؤں کے لئے پیشوا جیسے کرشن جی اور رام چندر جی وغیرہ خدا کے پیغمبر تھے؟

جواب: نہیں کہہ سکتے کیونکہ پیغمبری ایک خاص عہدہ تھا جو خدا کی طرف سے اس کے برگزیدہ اور خاص بندوں کو عطا فرمایا جاتا تھا تو جب تک شریعت سے یہ بات معلوم نہ ہو کہ یہ خاص عہدہ خدا تعالیٰ نے فلاں شخص کو عطا فرمایا تھا اس وقت تک ہم بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ خدا کا نبی تھا، اگر ہم نے بلا دلیل شرعی صرف اپنی رائے سے کسی شخص کو پیغمبر سمجھ لیا اور فی الواقع وہ پیغمبر نہیں رہا ہوگا تو خدا تعالیٰ کے حضور میں ہم سے اس غلط عقیدے کا مواخذہ ہوگا۔

یوں سمجھو کہ اگر صرف اپنے خیال سے کسی شخص کو سمجھ لو کہ وہ بادشاہ کا نائب، یعنی گورنر جنرل ہے اور فی الواقع گورنر جنرل نہ ہو تو تم حکومت کے نزدیک مجرم ہوگے کہ ایک شخص کو جسے بادشاہ نے گورنر جنرل نہیں بنایا ہے تم نے گورنر جنرل مان کر بادشاہ کی طرف ایک غلط بات کی نسبت کی ہے۔

پس گذشتہ لوگوں میں سے ہم خاص طور پر انہیں بزرگوں کو پیغمبر کہہ سکتے ہیں جن کا پیغمبر ہونا شریعت سے ثابت ہو اور قرآن مجید یا حدیث شریف میں ان کو پیغمبر بنایا گیا ہو۔

ہندوؤں یا اور قوموں کے پیشواؤں کے متعلق ہم زیادہ سے زیادہ اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو اور انہوں نے خلق خدا کی ہدایت اور رہنمائی کا کام بھی کیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہوں، مگر یہ کہنا کہ وہ یقیناً نبی تھے بے دلیل بات اور اٹکل کا تیر ہے (تعلیم الاسلام ۴/ ۱۲، ۱۳)۔

☆ مدرسہ نور الاسلام، کنڈہ پرتاپ گڑھ، یوپی۔

کیا ہر قوم اور ہر ملک میں نبی کا آنا ضروری ہے:

''**ولکل قوم ھاد**''(رعد:۷) آیت کریمہ کے اس حصہ کی تفسیر وتوضیح کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (تفسیر ماجدی جلد دوم صفحہ ۶۶۶ مطبوعہ مجلس تحقیقات لکھنؤ) لکھتے ہیں:''ہادٍ' بلفظ ہادی عام ووسیع ہے، پیغمبر کا مرادف نہیں، اس کے تحت میں نبی اور نائبان سب ہی آجاتے ہیں، ان آیت سے جن لوگوں نے ہندوستان میں کسی نبی کا آنا لازمی قرار دیا ہے، ان کا استدلال قوی نہیں، البتہ درجہ احتمال میں اس کا مان لینا ضروری ہے، اور اسی لئے مفسر تھانویؒ نے فرمایا کہ اس میں زیادہ بحث مباحثہ غیر ضروری ہے۔

مفتی شفیع صاحبؒ''معارف القرآن''میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

''اس آیت میں جو یہ ارشاد ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے، اس سے ثابت ہوا کہ کوئی قوم اور کوئی خطہ ملک اللہ تعالی کی طرف سے دعوت دینے اور ہدایت کرنے والوں سے خالی نہیں ہوسکتا، خواہ وہ کوئی نبی ہو یا اس کے قائم مقام نبی کی دعوت پھیلانے والا ہو جیسا کہ سورۂ یٰس میں نبی کی طرف سے کسی قوم کی طرف پہلے دوشخصوں کو دعوت وہدایت کے لئے بھیجنے کا ذکر ہے، جو خود نبی نہیں تھے، اور پھر تیسرے آدمی کو ان کی تائید ونصرت کے لئے بھیجنا مذکور ہے، اس لئے اس آیت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہندوستان میں بھی کوئی نبی ورسول پیدا ہوا ہو، البتہ دعوت رسول کے پہنچانے اور پھیلانے والے علماء کا کثرت سے یہاں آنا ثابت ہے، اور پھر یہاں بے شمار ایسے ہادیوں کا پیدا ہونا بھی ہر شخص کو معلوم ہے(معارف القرآن ۵/۱۷۶، سورۂ رعد)۔

گوتم بدھ کے بارے میں اسلامی تصور:

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب اسی طرح کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں، جس سے سوال کے نمبر ۷ کو سمجھنا بالکل آسان ہوجاتا ہے، مولانا لکھتے ہیں:

''گوتم بدھ کی تعلیمات میں توحید کا عنصر بہت زیادہ ہے اور اللہ کی وحدانیت اور عمل صالح کی طرف بار بار دعوت دی گئی ہے، نیز پیغمبر اسلام ﷺ کی تشریف آوری کی بابت پیشن گئی بھی آپ کے کلام میں پائی جاتی ہے، اس لئے بعض اہل علم کا خیال ہے کہ بدھ جی ممکن ہے کہ اپنے زمانے میں اللہ کے پیغمبر رہے ہوں، ایسا سوچنا یقیناً بعید از قیاس نہیں، لیکن چونکہ قرآن وحدیث میں صراحۃً کہیں آپ کے پیغمبر ہونے کا ذکر نہیں، اس لئے صحیح نقطہ نظر یہی ہے کہ نہ ہم آپ کو نبی قرار دے سکتے ہیں اور نہ آپ کے ماننے والوں کو اہل کتاب، اور آپ کی شان میں بدگوئی بھی جائز نہیں، کیونکہ آپ کے نبی ہونے کا امکان تو ہے ہی، اس لئے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم میں اپنے پیغمبروں کو بھیجا ہے، تو کسی قوم میں گوتم بدھ کا بہ حیثیت نبی آنا کوئی ناممکن نہیں، جب کہ ان کی تعلیمات میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو آسمانی کتابوں میں آئی ہیں، پس حاصل یہ ہے کہ نہ گوتم بدھ کی نبوت کی تصدیق کی جاسکتی ہے اور نہ آپ کی تہک شان کرنا جائز ہے(بحوالہ کتاب الفتاوی ۱/ ۳۶۲)۔

خلاصہ کلام یہ کہ ہندوؤں کی وہ مذہبی کتابیں (وید رامائن وغیرہ) جن کو وہ (اپنے گمان کے مطابق) خدائی تعلیمات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں ان کو آسمانی کتاب سمجھنا اور یہ تصور کرنا کہ تورات اور انجیل کی طرح ان کے ماننے والوں نے آمیزش کردی ہیں؟ سراسر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اور یہ غیر اسلامی سوچ اور نظریہ ہے، اگرچہ ہندو مذہب کی کتابوں میں خاص کر ویدوں میں توحید کی واضح تعلیمات موجود ہوں، آخرت کا تصور حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری اور آپ ﷺ کے اسمائے مبارکہ احمد اور محمد کا اس میں ذکر ہی کیوں نہ ہو۔

لہذا ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کو الہامی کتاب یقینی تسلیم کرنا اور وہ لوگ جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں ان کو اپنے عہد کا پیغمبر اور رسول خیال کرنا اور یہ کہ ان کے ماننے والوں نے عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ان کے معاملے میں مبالغہ سے کام لیا ہوگا، اور ان کی کتابوں کو

قرآن مجید کی بیشتر عقائد اور اخلاقی تعلیمات میں موافقت کی بناء پر الہامی کتاب تسلیم کرنا کسی طرح درست نہیں ہوگا، بلکہ اس موضوع کو حد سے زیادہ کریدنا اور اس کے لئے بے سر وپا تاویل کرنا باعث گناہ ہوگا، جیسا کہ بیان القرآن میں مفسر تھانویؒ نے لکھا ہے۔

بعض حضرات کا یہ خیال کہ اگر ہندوؤں کو صابئین (یعنی نوح علیہ السلام کی قوم قرار دے دیا جائے ان لوگوں کے گمان کے مطابق) قرار دے دیا جائے، اور ان کی مذہبی کتابوں خصوصا وید کو الہامی کتاب تسلیم کرلیا جائے تو اس طرح ہندوؤں کو ان کے اصل یاد دلا کر اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دے کر اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنا آسان ہوگا محض خام خیالی ہے اور اس میں بہت کچھ محمل نظر بھی ہے، اور یہ سوچ اور فکر ان حضرات کی خوش فہمی پر مبنی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ یہود ونصاری کو قرآن وسنت نے صاف طور پر اہل کتاب کہا اور ان کی کتابوں کے نام لے کر تصدیق کی اور انہیں ان کی اصل یاد دلائی، مگر اس کے باوجود وہ قریب نہ ہوئے خاص طور پر یہودیوں میں اور دوری آ گئی اور نہ ان کی تیش زنی میں کمی آئی اس لئے یہ دلیل دینا کہ اس طرح برادرن وطن کو ان کی اصل یاد دلا کر اسلام سے قریب کیا جاسکے گا محض اسے ایک خیال یا خوش فہمی کے سوا اور کیا قرار دیا جاسکتا ہے؟ جس کا فائدہ تو کچھ نہیں ہوگا البتہ نقصان کا سو فیصد امکان ہی نہیں یقین ہے۔

ہنود کو (اصحاب) اہل کتاب قرار دینے کے لئے بے جا کوشش:

بعض اہل علم نے محض اس خیال کی بنیاد پر کہ اگر ہندوستان کے ہندوؤں کو "لکل قوم ھاد" کو دلیل بنا کر اہل کتاب قرار دے جائے تو اس طرح ان کو ان کا ماضی یاد دلا کر اسلام کی طرف لوٹنے کی دعوت دینا اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنا بہت کچھ آسان ہوگا، آج کے بہت مسلمان مقرر اور خطیب بھی اپنی تقریروں میں اس طرح کی بے جا تاویلات اور کھینچ تان کرتے ہیں اور اپنے کو اچاریہ قرار دیتے ہیں، "رام جی" کو ابراہیم علیہ السلام اور "مہامنو" کو نوح علیہ السلام قرار دیتے ہیں، نیز ایودھیا کو جودی پہاڑ کہتے ہیں اور یہ کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی یہاں لنگر انداز ہوئی تھی، یہ تمام تحقیقات محل نظر ہیں، بلکہ ان مصنفین اور مقررین کی خوش فہمی معلوم ہوتی ہے۔

مولانا شمس نوید عثمانیؒ کی کتاب "اگر اب بھی نہ جائے تو......" جب منظر عام پر آئی تو عوام وخواص میں یہ کتاب کافی مقبول ہوئی، لیکن جب اصحاب علم وتحقیق کی نظروں سے یہ کتاب گزری تو اس میں بہت سی ایسی خامیاں نکلیں کہ خطرہ پیدا ہوگیا کہ ان پر تدارک ومحاکمہ نہیں کیا گیا تو مستقبل میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوجائیں گی، اور بہت سے مسلمات کا انکار لازم آئے گا اور کتنے مسلم عقیدوں پر زد پڑے گی۔

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی صاحب نے اس کتاب کا ناقدانہ مطالعہ فرمایا اور قابل گرفت چیزوں پر مثبت انداز میں تبصرہ فرمایا اگر چہ کہ عدیم الفرصتی کی بنا پر پوری کتاب پر تبصرہ اور نقد نہیں فرما سکے، صرف چند قابل نقد اجزاء پر گفتگو کی، مگر مولانا کے اس مختصر نقد سے اس کتاب کی حیثیت کا اندازہ کرلینا آسان ہوجاتا ہے۔ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

"کتاب کا معتد بہ حصہ اس دعوت کے اثبات میں ہے کہ "مہامنو" ہی حضرت نوح علیہ السلام ہیں اور ہندو قوم نوح ہے، لیکن جو کچھ بھی اس بارے میں پیش کیا گیا ہے وہ تمام غیر مصدق کتابوں سے ماخوذ اور قیاس پر مبنی ہے، اس لئے ان تفصیلات سے اگر وہ سب درست مان لی جائیں تو زیادہ سے زیادہ اس کا امکان واحتمال ثابت ہوتا ہے کہ مہامنو، نوح تھے اور ہندو قوم نوح ہے (یقین واعتقاد نہیں) حالانکہ متعین طور پر کسی شخص کو نبی ماننے کے لئے یقینی دلائل کی ضرورت ہوتی ہے، کیونکہ کسی شخص کا متعین طور پر نبی ہونا "مومن بہ" میں شامل ہے اور اعانیات کا اثبات دلائل قطعیہ سے ہوتا ہے، مجرد احادیث صحیحہ سے بھی نہیں ہوتا (یعنی جو درجہ تواتر یا شہرت کی نہ ہوں) ظاہر ہے کہ مصنف کے استدلالات کتب غیر مصدقہ پر مبنی قیاسات واحتمالات ہیں جو صحیح اخبار وآحاد کے درجہ کے تو کیا ہوتے، اضعاف (بلکہ منکر وموضوع) روایات کے درجہ کے بھی شکل قرار دیئے جاسکتے ہیں، پھر ان سے یہ عقیدہ کیوں کر ثابت ہوسکتا ہے کہ "مہامنو" نوح تھے، اگر کتاب کا ناواقف قاری، مصنف کے زور

بیان سے مرعوب ہوکر ایسا اعتقاد کرلے تو وہ کلامی وفقہی اعتبار سے ضلال ہی کے زمرہ میں آنے کے لائق ہوگا، کتاب کا یہ پہلو وہ ہے جس پر بہت سنجیدگی سے توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کیے اثرات بڑے خطرناک اور گمراہ کن ہوسکتے ہیں، ایسا ہی کچھ معاملہ ''وید'' کو آسمانی کتاب اور ہندوؤں کو (سابق زمانہ اور اپنی اصل کے لحاظ سے) اہل کتاب ماننے کا ہے، اس سے بھی زیادہ خطرناک نتائج کتاب میں مندرجہ ان تحقیقات سے نکل سکتے ہیں جن کی رو سے ایودھیا کا حرم، حقیقتاً احمد یا محمد کا رام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہندوستان آمد، ہندو مذہب سناتن دھرم کا اسلام، مکہ معظّمہ مکتیشور، شیولنگ کا حجر اسود ہونا ثابت کیا گیا ہے، اگرچہ مصنف کا مقصد تو ہندونوں کو اسلام اور شعائر اسلام نیز نبی سے عقیدہ قریب ثابت کرنا ہے، مگر تصویر کا دوسرا رخ بھی اگر سامنے ہو کہ اس سے ہندوؤں کے اس دعوی کو تقویت پہنچے گی کہ '' یہ تمام مقامات کعبہ، مکہ مکرمہ'' مجھ جودو، اصلا ہندوؤں کے ہیں، لہذا انہیں واپس ملنے چاہئیں'' (متاع علم وفکر ص ۳۸۰-۳۸۱)۔

اہل کتاب سے سماجی تعلقات کی شرعی حیثیت:

الف-عیسائی مشنریز کے اسکولوں میں مسلم بچوں کی تعلیم کا شرعی حکم: وہ (عیسائی مشنریز) کے اسکول جہاں اس بات کا قوی اور یقینی امکان ہو کہ وہاں تعلیم حاصل کرنے کے بعد مسلم طلباء اور طالبات الحاد ودہریت کا شکار ہوجائیں گے اور ان کے ذہنوں میں اسلام کے تئیں شکوک وشبہات کے کانٹے جڑ پکڑ لیں گے اور وہ مسلمان صرف نام کے رہ جائیں گے، میری رائے میں ایسے اسکولوں اور اداروں میں مسلمان سرپرستوں کا اپنی اولاد کو تعلیم دلانا شرعا درست نہیں ہوگا، اور مسلمانوں کا اپنے علاقہ میں جہاں خاص طور پر ان کی اکثریت ہے ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنا اس کے لئے زمین فراہم کرنا خواہ قیمۃ ہو یا ہدیۃ ناجائز ہے، محض اس لئے کہ ان کے بچے عصری تعلیم سے آراستہ ہوجائیں اور ان کو روزگار کے مواقع حاصل ہوجائیں، مسلمانوں کو اس سے ہر حال میں اجتناب کرنا چاہئے، حضرت مولانا علی میاں ندویؒ فرمایا کرتے تھے اور اس راقم نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ '' وہ تعلیم جس سے خدا بیزاری آئے الحاد اور دہریت آئے اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا ہوں اس سے ہزار گنا بلکہ لاکھ گنا بہتر وہ جہالت ہے جس جہالت کے باوجود انسان توحید پرست رہے ان کے اندر خوف خدا رہے اور وہ اللہ کا مطیع وفرمانبردار رہے''۔

لہذا ایسے علاقوں میں مسلمانوں پر خاص طور پر اہل ثروت اور متمول حضرات پر ضروری ہے کہ وہ متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کو قائم کریں اگر ایسا نہیں کریں گے تو وہ عنداللہ ماٴخوذ ہوں گے۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ ان حالات میں ایسے اداروں کے قیام پر زور دیا کرتے تھے، مولاناؒ نے تقریبا ۳۵ سال قبل مدھیہ پردیش میں ایک جلسہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا:

'' مانٹیسری اسکول، نرسری اسکول، منڈرگارڈن وغیرہ قسم کے مدارس نہایت ضروری ہوگئے ہیں، ہم مسلمانوں کو توجہ دلائیں گے کہ اب صرف کنویں بنانا اور صرف مسجد کے مقابلے میں مسجد بنانا صرف یہی ایک نیکی کا کام نہیں ہے، بلکہ بڑی نیکی کا کام یہ ہے کہ آپ اس نئی نسل کو بچائیں اور ایسے معیاری اسکول قائم کریں جن کا انتظام، جن کے اساتذہ کی سطح یعنی کوالیفیکیشن، ان کا تجربہ کسی طرح سے دوسرے اسکولوں سے کم نہ ہو، جس کو دوسرے فرقوں نے قائم کیا ہوا ہے، بلکہ بہتر ہونا چاہئے، مسلمانوں کر ہر میدان میں سبقت لے جانے کی کوشش کرنی چاہئے، اور پھر اس کا ڈسپلین، رکھ رکھاؤ، اس کی صفائی اور اس کا نظم ونسق وہ ہر طرح سے ایسا ہو کہ کھاتے پیتے لوگ اور جن کا معیار زندگی بلند ہے وہ اپنے بچوں کو وہاں بھیجنے میں ذرا بھی تامل نہ کریں، آپ سب جانتے ہیں کہ میں مدرسہ کا آدمی ہوں، اب بھی مدرسہ کا خادم ہوں اور عربی مدارس کی دعوت دیتا ہوں، لیکن اس کے ساتھ میں ہی آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اب آپ زمانہ کو سمجھئے زمانہ کے تیور کو سمجھئے اور آپ ہر جگہ ایسے اسکول قائم کیجئے جہاں

اچھے خوشحال اور تعلیم یافتہ لوگ اپنے بچوں کو بے تکلف بھیجیں، آپ یہ امید نہ رکھیں کہ سب عربی مدارس میں آ جائیں گے، ہو جاتا تو بڑا اچھا ہوتا، لیکن ہر تمنا پوری نہیں ہوتی ہے، اس کا ہمیں لحاظ رکھنا چاہئے کہ ایسا نہیں ہو سکے گا، ان کے لئے ایسے اسکولوں کو قائم کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے کہ جہاں بقدر ضرورت دینیات سے واقفیت ہو جائے، نماز اور روزے کے پابند ہو جائیں، اردو پڑھ لکھ سکیں، اور اسلام کی خوبی کا نقش ان پر قائم ہو جائے، وہ اپنے مسلمان ہونے پر فخر کریں اور اس کی کوشش کریں کہ مسلمان رہیں اور پھر دوسرے یہ بھی ایک نظام ہی ہے کہ ان میں وہ نہ صرف یہ کہ ان کے برابر تیار ہوں جو غیر مسلم اسکولوں میں پڑھتے ہیں، بلکہ آپ کا تعلیمی نتیجہ ان سے بہتر ہونا چاہئے، آپ کے بچے جب وہاں جائیں چھٹی میں یا او پری ہائی اسکول وغیرہ میں داخل ہوں تو وہ ان کے مقابلہ میں بہتر ہوں، اگر آپ اس میں کامیاب ہوئے تو بڑی خدمت انجام دیں گے، اور کبھی یہ نہ سمجھئے گا کہ آپ کوئی غلط کام کر رہے ہیں، کوئی صاحب اگر آپ کو اس میں وسوسہ پیدا کر دیں کہ میاں! کہاں کسی جھنجھٹ میں پڑے ہو، سیدھے سیدھے ایک سرائے بناؤ، جہاں مسافر ٹھہریں، یا کسی لنگر کا انتظام کرو، یا مسجد میں ایک اور منارہ بنا دو، تو آپ کبھی ایسے آدمیوں کی بات میں نہ آیئے گا، ہم بھی دین کا تھوڑا بہت علم رکھتے ہیں، خدا کے فضل سے دینی مدارس ہی کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، اور بس چلے تو آپ سب بھی اس کے لئے مدد کریں اور اپیل کریں، لیکن آج جو کام کر رہے ہیں اس کو ہم سراہتے ہیں، ہم اس کی قدر کرتے ہیں اور ہم خود اس کی ضرورت سمجھتے ہیں'' (بحوالہ تحفہ انسانیت یا حدیث مالوہ)۔

ب- کتابیہ عورت اگر مسلمان کی زوجیت میں ہو تو اس کے حقوق کیا ہونگے ؟

کتابیہ عورت اگر کسی مسلمان کی زوجیت میں ہو تو اس کے بھی (نان ونفقہ اور سکنی) وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں اس میں مسلمان بیوی اور کتابیہ میں کوئی فرق نہیں، مجموعہ قوانین دفعہ (۱۶۳) میں لکھا ہے:

'' بیوی کا نفقہ نکاح کے نتیجے میں واجب ہو جاتا ہے، اس لئے بیوی مسلمان ہو یا کتابیہ، امیر ہو یا غریب، تندرست ہو یا بیمار، اس کا نفقہ شوہر پر واجب ہے،''تجب النفقة للزوجة (كنز) اطلق فى الزوجة فشمل المسلمة والكافره الغنية والفقيرة''(البحر الرائق: باب النفقۃ، مجموعہ قوانین اسلامی رص ۱۲۷-۱۲۸)۔

کتابیہ عورت سے نکاح کرنے کے بعد محض ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے اور ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر طلاق دے دینے کی اجازت میری نظر میں شریعت کے مزاج کو دیکھتے ہوئے مناسب نہیں معلوم ہوتا اس لئے اسلام اور مسلمانوں کی بدنامی ہوسکتی ہے اور غیروں تک غلط پیغام جا سکتا ہے، ممکن ہے لڑکی والے عادلتی چارہ جوئی کریں اور اس بہانے اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کریں، اور یہ ایک طرح سے وعدہ خلافی بھی ہے اور اسلام وفائے عہد کی بھرپور تلقین کرتا ہے، بلکہ ایسے شوہروں کو تو اپنے اخلاق وکردار کو اتنا اعلی بنانا چاہئے کہ وہ بیوی ان سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو جائے اور ہمہ وقت ان کے قبول اسلام کے لئے دعا بھی کرتا رہے۔

ہاں اگر اس کتابیہ بیوی سے ان کو اور ان کی اولاد کو ایمان اور عقیدے کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو اور یہ خطرہ یقینی ہو، نیز یہ اندیشہ ہو کہ یہ عورت ان کی اولاد کو عیسائی بنا دے گی تو پھر اس صورت میں ''الإسلام يعلو ولا يعلى عليه'' کو سامنے رکھتے ہوئے ایسی عورت سے راہ نجات حاصل کرنا اور ان کو چھوڑ کر اور طلاق دے کر اپنی اولاد کو ساتھ لے کر اپنے سابقہ ملک آ جانا یہ عین اسلامی طریقہ اور راستہ ہوگا اس میں کسی طرح کی کوئی کراہت نہیں ہونی چاہئے، اسی بنا اور خدشہ پر تو حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ کو حکم دیا کہ وہ اپنی کتابیہ بیوی کو طلاق دے دیں، اور اس کی متعدد مثالیں بھی کتب تاریخ میں موجود ہیں جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

کیا کتابیہ عورت اپنے شوہر کے گھر مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہے؟

وہ اہل کتاب خواتین جو مسلمان مردوں کے نکاح میں ہیں وہ اپنے شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہیں، مذہبی مراسم کی ادائیگی کے لئے وہ کنیسہ نہیں جا سکتی ہے، اگر شوہر سے اس کے لئے اجازت لے اور شوہر اجازت دے دے تو جانے کی گنجائش ہے، کتابیہ عورت اپنے مذہبی مراسم کو صرف اس حد تک انجام دے سکتی ہے جس سے کہ ان کی اولاد پر عیسائیت اور یہودیت کا رنگ نہ چڑھنے پائے اور وہ اپنے شوہر کے گھر میں صلیب اور مجسمہ نہیں لگا سکتی ہے اور نہ ہی ناقوس بجا سکتی ہے اور نہ ہی کرسمس ڈے، عیسی علیہ السلام کا یوم ولادت وغیرہ منا سکتی ہے، اگر کتابیہ عورت اپنے مسلمان شوہر کے گھر میں ان مذکورہ چیزوں سے ہٹ کر اپنے مذہبی مراسم ادا کرتی ہیں تو اس کے شوہر کو حق نہیں ہے کہ وہ ان کو اس سے منع کرے اور اسی طرح شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس کو اسلام لانے پر مجبور کرے کیونکہ قرآن صاف کہتا ہے کہ ”لا إکراہ فی الدین“ (آل عمران: ۲۵۶)، البتہ حکمت اور ترغیب کے ذریعہ وہ اس کو اسلام سے قریب تر کرتا رہے تو اس میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے، بلکہ یہ کار خیر و الاعمل ہوگا۔

اب اخیر میں اس مسئلہ پر ایک عرب عالم دین و مفتی کا فتوی نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی استفتا بھی تاکہ اس مسئلہ کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے اور مسئلہ کا مالہ وما علیہ بالکل سامنے آجائے:

سوال: ”لما ذا لا یسمح للفتاة الکاتولیکیة المتزوجة من مسلم الإحتفال بأعیادها الدینیة؟مع أنها متزوجة من مسلم وهی باقیة علی عقیدتها هل یمکنها أن تتعبد حسب إعتقادها؟“۔

جواب: ”اذا رضیت الفتاة النصرانیة بالزواج من مسلک، فانه ینبغی أن یتعلم أمورا:

١-أن الزوجة مأمورة بطاعة زوجها، فی غیر المعصیة، لافرق فی ذلک بین الزوجة المسلمة وغیرها، فاذا امرها زوجها بغیر معصیة لزمها طاعتها، وقد جعل الله هذا الحق للرجل، لأنه قوام فی الأسرة ومسئول عنها، ولا یستقیم الحیاة الأسریة إلا بأن تکون هناک کلمة مسموعة مطاعة من فرد من أفرادها، لکن هذا لا یعنی أن یتسلط الرجل ویستغل هذا الحق للإساء ة إلی زوجته وأولاده، بل یجتهد فی الصلاح والإصلاح والنصح والتشاور، لکن لا تخلو الحیاة من مواقف تحتاج إلی خسم وکلمة فاصلة، لابدمنها، ومن الإستجابة لها، فینبغی للفتاة النصرانیة أن تقفهم هذا المبدأ قبل اقدامها علی الزواج من مسلم

٢-إن إباحة الإسلام الزواج من نصرانیة أو یهودیة یعنی الزواج بها مع بقاء ها علی دینها فلیس للزوج أن یکرهها علی الإسلام وأن لا یمنع من عبادتها الخاصة بها، لکن له الحق فی منعها من الخروج من المنزل، ولو کان خروجها للکنیسة، لأنها مأمورة بطاعة، وله الحق فی منعها من اعلان المنکر فی المنزل، کنصب التماثیل، وضرب الناقوس، ومن ذلک: الإحتفال بالأعیاد المبتدعة، کعید قیامة المسیح، لأن ذلک منکر فی الإسلام، من جهتین: من جهة کونه بدعة لا أصل لها، مثله الإحتفال بمولد الرسول ﷺ أو بعید الأم، ومن جهة ما یتضمنه من الإعتقاد الفاسد من أن المسیح قتل وصلب وأدخل القبر ثم قام منه، والحق أن عیسی علیه السلام لم یقتل ولم یصلب وانما رفع إلی السماء حیاً“ (انظر ی السوال ۱۰۲۷۷-۴۳۱۴۸)۔ D42

ج-عیسائی رفاہی اداروں میں مسلمانوں کی ملازمت:

عیسائی مشنریز کے وہ ادارے (مثلاً اسپتال، ہاسٹل، بینک وغیرہ) جو خدمت خلق کے ساتھ عیسائیت کی منصوبہ بند تبلیغ کرتے ہیں یا کم از کم مسلمانوں کو ان کے مذہب سے دور کر دینے میں اہل کردار ادا کرتے ہیں ایسے اداروں میں مسلمانوں کا بحیثیت ملازم اور کارکن خدمت کرنا اور تنخواہ لینا از روئے شرع جائز نہ ہوگا، اور نہ ہی بلا شدید مجبوری اور ضرورت کے ان اداروں سے استفادہ کرنا جائز ہوگا، کیونکہ یہ عمل دراصل عیسائیت کے فروغ کا ذریعہ ہوگا، اور یہ ''تعاونوا علی البر والتقوی'' کے برعکس ''تعاونوا علی الاثم والعدوان'' کے مترادف ہوگا۔

البتہ الضرورات تبیح المحظورات کے قاعدہ کو سامنے رکھتے ہوئے، نیز المشقۃ تجلب التیسیر کے ضابطے کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ایسے شخص کے لئے جو معاشی اعتبار سے بالکل مفلوج ہو کوئی دوسری ملازمت اور ذریعہ معاش حاصل نہ ہو اور ایسے اداروں میں ملازمت ترک کردے تو فاقہ کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں وہ اس میں ملازمت کرے، لیکن اس ملازمت سے دل میں کراہت محسوس کرے اور جب تک متبادل نہ ہو جائے ایک مجبوری کے بطور اسے کرتا رہے، اس لئے کہ اگر وہ اس ادارہ کی ملازمت ترک کرے گا اور کوئی دوسری صورت سامنے نہ ہوگی تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ فقر وفاقہ اور افلاس ان کو کسی اور گناہ میں مبتلا کردے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ ''والفقر أن یکون کفرا''لیکن یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ رعایت صرف ان لوگوں کے لئے ہوگی جو اقتصادی اعتبار سے بالکل مجبور و بے بس ہوں نہ یہ کہ تعیش اور راحت طلبی اس ملازمت سے مقصود ہو۔

جہاں تک مسلمانوں کا ان اداروں سے استفادہ کرنے کا سوال ہے تو بلا شدید مجبوری اور ضرورت کے عیسائی مشنریز کے ہاسپٹل اور بینکوں سے فائدہ اٹھانا مسلمان کے لئے جائز نہ ہوگا، کیونکہ یہ خطرہ بہرحال ہے کہ کہیں مادیت کا لالچ دلاکر وہ عیسائیت کی طرف راغب نہ کرے، اور مسلمانوں کو اسلام سے دور کر کے برائے نام کا مسلمان نہ چھوڑے۔

ایسے علاقوں میں وہاں صاحب ثروت مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے لئے رفاہی طبی اور مالیاتی ادارے قائم کریں اور اس کے لئے وہاں کے مسلمان سر جوڑ کر بیٹھیں، یا ایسے علاقوں کے مسلمان ان کی مدد کریں تاکہ وہ اپنا علاج ومعالجہ کرا سکیں، اور کوئی ذریعہ معاش تجارت کی شکل میں نکالی جاسکے۔

☆☆☆

موجودہ دور کے اہل کتاب کے احکام

مفتی صادق محمد پٹیل دیلوی☆

اس وقت دنیا میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، ان لوگوں میں بعض قومیں اپنے ''کتاب والا'' کہتی ہیں، آسمانی کتاب والوں میں کون لوگ ہیں اور کون نہیں ہیں، اس کا امتیاز قرآن کریم میں ان الفاظ میں ہے: اہل کتاب سے مراد لغت میں کتاب والے ہیں، نیز قرآن مجید کی اصطلاح میں یہود و نصاری ہیں:

''هذا كتاب أنزلناه مبارك فاتبعوه ......إنما انزل الكتاب على طائفتين من قبلنا، وان كنا عن دراستهم للغافلين'' (سورۂ انعام: ۱۵۶، ۱۵۷) (یہ کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے، برکت والی ہے، بس اس کی پیروی کرو، اور پرہیزگاری کا شیوا اختیار کرو عجب نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے، ہم نے اس کتاب...... تم یہ کہو کہ صرف دو جماعتوں، یعنی یہود و نصاری پر کتاب نازل کیا)۔

قرآن کریم میں اہل کتاب کی حیثیت سے یہود اور نصاری اور صابئین کا ذکر ہے، یہود حضرت موسی علیہ السلام کو ماننے والے اور نصاری حضرت عیسی علیہ السلام کو ماننے والوں کو کہتے ہیں یہ معروف ہیں صابئین عربی لفظ ہے، یہ صابئ اسم فاعل کی جمع ہے، حالت نصبی میں ...... ہے، اکثر مفسرین کے نزدیک مہموز الام ہے، باب فتح سے ہے صبأ یصب، اور مصدر صبا ہے، جس کا معنی خروج کے ہے، عرب لوگ اس وقت بولتے ہیں جس وقت ایک دین سے نکل کر دوسرے دین کی طرف مائل ہو جائے۔

علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ ''أصله الخروج يقال صبأ فلان أي خرج من دين إلى دين أخر وصبأناب اليعير اذا خرج'' (معالم التنزیل)۔

اکثر مفسرین کی تحقیق یہ ہے کہ صابئین قدیم ترین فرقہ ہے جو ملت ابراہیم کے متبعین ہے، صاحب جلیلینؒ نے یہود اور نصاری کا ایک فرقہ ہے طائفۃ من الیہود والنصاری مقصد یہ ہے کہ یہود و نصاری سے نکل کر ستارہ پرست ہو گئے اس لئے اصل فرقہ بے دین ہے، علامہ بغویؒ تحریر کرتے ہیں کہ ''فهؤلاء سموبه لخروجهم من دين إلى دين''، ان لوگوں کو صابئین اس لئے کہا جاتا ہے کہ ایک دین سے نکل کر دوسرے دین کی طرف مائل ہوئے، ان کی صحیح کیفیت اور ابتداء کسی کو معلوم نہیں ہے، مفسرین کے اقوال میں اضطراب ہے، تاہم ان کے عقیدہ میں اللہ...... ہے، اور انسان خاص مادی اس لئے انسان کو اللہ تعالی تک پہنچنے کی کوئی راہ نہیں، بجز اس کے مظاہر قدرت چنانچہ بعض نے سورج، چاند، ستاروں کو پرستش کا شعار بنالیا اور بعض نے بتوں کو قدرت مظہر سمجھ لیا ان کی پرستش شروع کر دی یونان زہرہ سورج کے نام کے مندر بنے ہوئے ہیں، آگے چل کر ایران کے آتش پرست اور ہندوستان کے بت پرست بھی انہی کی شاخیں ہو گئیں گو کسی نے ان کو یہودی کسی نصرانی کسی نے مجوسی سمجھا ہے اس طرح یہ گروہ دنیا کے مختلف ملکوں میں پایا جاتا ہے۔

☆ دارالعلوم حسنیہ، مانگرول، گجرات۔

آج کل مغربی ملکوں میں یہودی اور نصاری کی جڑیں تعداد جو خدا کے وجود ہی کے منکر ہے اور دہریہ قسم میں ان کا شمار ہے، ان کا ذبیحہ اور ان سے نکاح درست نہیں ہے، اسی طرح خدا تعالی کو مانتے ہیں ان کا معاملہ اہل کتاب کی طرح نہیں کیا جائے گا، احتیاطا مگر آج کل اسلامی ملکوں میں رات دن کفر یہ کلمہ بکنے والوں کے ذبیحہ باوجود مسلم ملکوں میں باررواں کے گوشتوں کو حلال قرار دیا جاتا ہے صرف اس بنا پر کہ مسلمانوں کا ملک ہے جب تک ذابح کا غیر مسلم ہونے کی قطعی دلیل نہ ہو یہی سمجھا جائے گا یہ کسی صحیح العقیدہ مسلمان کا ذبیحہ ہے اسی طرح اہل کتاب کہ بارے میں تسلیم کرلیا جائے اس میں بہت سے لوگ دہریہ ہوگئے تو سب کا حال ایسا نہیں ہے، جیسا اسلامی ملک میں ذبیحہ ناجائز قرار نہیں دیا جاتا ہے ایسے اہل کتاب کے ملکوں کا ذبیحہ ناجائز نہیں قرار دیا جائے گا، فقہ کی کتابوں میں موجود ہے اہل کتاب ذبیحہ لے کر آئے تو اس کا ذبیحہ کھانا حلال ہے اسی طرح مسلمان کے سامنے ذبح کرے اور بسم اللہ اللہ اکبر نہ سنا گیا تو اس کا ذبیحہ حلال ہے، البتہ یہودی یا نصرانی (اہل کتاب) نے غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا تو اس کا کھانا حرام ہے۔

"قال في التنوير-وشرط كون الذابح مسلما حلالا خارج الحرم ان كان عبيدا أو كتابيا ذميا أو حربيا، وقال الإمام الحصكفي إلا إذا سمع عند الذبح ذكر المسبح" (......۵/۲۰۵)۔

"وفي الشرح الطحاوي: وذبيحة أهل الكتاب إذا أتى بها مذبوحة وإن ذبح يبين يديك، فإن سمى الله تعالى لا بأس باكلها، وكذا لم يسمع منه شئ، وإن سمى بإسم المبيح وسمع عنه فلا يؤكل" (تکملہ البحر ۸/۱۶۱)۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب ملکوں میں سے آئے ہوئے گوشت کھانے کی گنجائش ہے اگر چہ احتیاط نہ کھانے میں ہے۔

اس زمانے میں اکثر یہود و نصاری مذہبی حیثیت سے دہریہ ہیں ایسے کے نکاح کا جواز کا حکم نہیں ہے، وقت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ امت میں ایسے گروہ اور جماعتیں مذہب کے نام سے شروع ہوئی جیسے سکھ، بابی، قادیانی، بہائی وہ لوگ نبی اکریم ﷺ کو نبی اور قرآن کو اللہ کی کتاب کے ساتھ ساتھ دوسری الہامی کتاب کے دعویدار ہیں تو ان کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ یہ کافر ہے۔ ان کو اہل کتاب میں شمار کرنے والوں کے لئے قرآن آخری آسمانی کتاب اور حضرت محمد ﷺ آخری نبی ہونے میں شک لگ رہا ہے، ایسے لوگوں کو توبہ واجب ہے، یہ قرآن آخری کتاب ہے اس کے ذریعہ ساری کتابیں منسوخ ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ یہاں سکھ، بابی اور قادیانی کافر ہیں اور قادیانی کی نسل اگر منصوص علیہ عقیدہ کے خلاف عقیدہ رکھتی ہے تو وہ بھی کافر ہے۔

آج کل مسلم ممالک میں یہود اور نصاری لڑکی سے نکاح کرنے والے مسلمان حکمرانوں کمانڈروں اور اعلی سرکاری عہدیداروں کی وجہ عالم اسلام میں غیر معمولی فوجی سیاسی اور معاشی نقصان پہنچا ہے، ان حالات میں اہل کتاب سے نکاح کرنا مکروہ ہے، اگر عیسائی یا یہودی مذہب کے منکر ہو کسی کتاب اور دین کے قائل نہ ہو نہ ان کے پاس آسمانی کتاب ہے ان کا حکم اول کتاب کا نہیں ہے، اس سے نکاح جائز نہیں ہے، اور اس طرح اس کا ذبیحہ بھی جائز نہیں ہے، عیسائی اور یہودی حضرت عیسیٰؑ اور عزیزؑ کو معبود نہ مانتے ہوں ورنہ مشرک ہے اس سے نکاح جائز نہیں ہے۔

"(وصح نكاح كتابية) وإن كره تنزيها مأمتن بنبي مرسل مقرة بكتاب منزل وإن اعتقدوا المبيح إلها، وكذا ذبيحتهم على المذاهب "(درمختار)۔

"ففي الفتح :ويجوز تزوج الكتابيات والأولى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا بلاضرورة" ()۔

مغربی ممالک میں مجاز ہم آہنگی اور ویزہ کی سہولت کی بنیاد پر لوگ یہود و نصاری عورتوں سے نکاح کرتے ہیں اور ان عورتوں کو دینی

ماحول ملنے کی وجہ سے ایمان میں پختگی آتی ہے ان کے سماج کو دینی دعوت دینے کا موقع فراہم ہوتا ہے ان سے فتنہ کے دروازہ بند ہونے کی وجہ سے کراہت باقی نہیں رہتی ہے کیونکہ یہ دعوت الی اللہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

"ویجوز تزوج الکتابیة والأولی أن لا یفعل ولا یأکل ذبیحتهم إلا للضرورة وتکره الکتابیة الحربیة إجماعا لانفتاح باب الفتنة من إمکان التعلیق المستوقی للمم......معها فی دار الحرب"۔

مذکورہ عبادت سے معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے نکاح کے ممنوع ہونے کی علت فتنوں کے دروازہ ہے اگر وہ دروازہ صحیح دینی ماحول ملنے کی وجہ سے بند ہوجاتے ہیں تو وہ کراہت رہتی نہیں ہے دارالکفر میں دین اسلام کے فروغ میں رکاوٹ نہ ہوتو یہ مکروہات نہیں رہتا ہے۔

دنیا میں ہر ملک میں بڑے لوگوں کے احوال اچھے ملتے ہیں، ان کی تعلیمات فطرت کے مطابق ہوتی ہے، بعد میں لوگوں نے اس میں تحریف کردی جیسے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات لوگوں نے تبدیل کردی ایسے ہندوستان اور دنیا کے بہت سے ملکوں میں اوتاری لوگ مانتے ہیں اوران کی تعلیم کولوگوں نے تبدیل کردیا، قرآن کریم اوراحادیث نبویہ میں ان کا نبی ہونا ثابت نہیں ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء انسانوں کی ہدایت کے لئے آئے "عن أبی أمامة باهلیؓ قال: قلت: یا رسول الله ﷺ کم وفی عدة الأنبیاء قال مئة الف وأربعة وعشرون ألفا الرسول من ذلک ثلث مئة وخمسة عشر جما غیر" (مسند احمد ۳۶/ ۶۱۹)۔

قرآن کریم میں ہے کہ ہرقوم میں نبی ان کی زبان میں بھیجا گیا "وماأرسلنا من رسول إلا بلسان قومه" (ابراہیم: ۴)۔

اب قرآن کریم اوراحادیث نبویہ کی روشنی میں غورکرنے سے ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہندوستان میں انبیاء کی بعثت ہوئی یا نہیں، اس سلسلہ میں اصولی بات یہ ہے کہ ان کی تعلیم میں ہمدردی اوراخلاق کی تعلیم ہے، سابقہ امم کی طرح ان کی تعلیم بھی لوگوں نے بدل دیا ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ بھی نبی ہوں، لیکن یقینی طور پران کی نبوت کا ثبوت نہیں ہے۔

۸- اہل کتاب سے متعلق خاص دو باتیں ہیں: اس ملک میں اور دنیا کے دوسرے ملکوں میں بھی عیسائی مشنری تعلیمی خصوصی توجہ دیتی رہی اورملک میں اسکولوں کی جال بچھائی جاتی ہے ان تعلیمات کے ذریعہ طلبہ میں دہریت پھیلائی جارہی ہے مسلمان بچوں کوشکوک میں ڈالا جاتا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان عیسائی اسکولوں میں تعلیم لینے والوں کی حوصلہ افزائی کرنا متبادل معیاری درسگاہوں کی قیام پر توجہ دے، اس مسئلہ میں حقیقی بات یہ ہے کہ یہ کفریہ اورشرکیہ تعلیم ہے اوربچوں کے ایمان جانے کا خطرہ ہے، اس لئے عیسائی اسکولوں اپنے بچوں کوبھیجنا یہ درحقیقت اسلام کے مقابلہ میں عیسائیت کوتقویت اور ترجیح دینا لازم آتا ہے، اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے مدارس میں اپنے بچوں کو برائے تعلیم نہ بھیجا کریں تاکہ آیت "ولا تقعد بعد الذکر مع القوم الظالمین" (انعام: ۶۸) اورآیت "ولا ترکنوا إلی الذین ظلموا فتمسکم النار" (ہود: ۱۱۳) اورآیت "ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" (سورۂ مائدہ: ۲) کی خلاف ورزی کا بار مسلمان بچوں کے والدین یا سرپرست پر عائد ہوگا، اس لئے معیاری تعلیم اسلامی ماحول میں دینے کی صورتیں پیدا کرے اورعیسائی اسکولوں میں بچوں کوبھیجنے سے احتراز کریں۔

اہل کتاب خاتون سے نکاح کیا جائے تو اب دو حال سے خالی نہیں ہے اگر وہ عورت دہریت اور مشرکانہ عقائد کی حامل ہے تو اس سے نکاح ہوا ہی نہیں اور وہ صحیح العقائد عورت ہے تو اس سے حقیقی مسلمان عورت کے جوحقوق ہیں وہی حقوق کتابیہ خواتین کے بھی ہیں، "إن أموالهم کاموالنا" منصوص علیہ ہے جزء بول کرکل مرادلیا ہے "صلوا کما رأیتمونی" اصلی کی طرح پوری شریعت کا حکم دیا گیا ہے، اس طرح اہل کتاب کے ساتھ نکاح کرنے سے ان کا حقوق ادا کریں اگران کے حقوق کی پامالی سے آخرت میں مواخذہ ہوگا، نکاح والی اہل کتاب میں سے عورت ہوتو بھی ان کوطلاق دے کرفرار ہونے کی اجازت نہیں ہے، اللہ تعالی کے نزدیک حلال کاموں میں ناپسندیدہ کام طلاق ہے، وہ

مطلق ہے، اس میں مسلمان عورت اور اہل کتاب عورت دونوں داخل ہے۔

جوخواتین اہل کتاب میں سے مسلمان سے نکاح کرلے وہ مذہبی مراسم ادا کرنے کے بارے میں دو چیزیں ہیں: ایک اگر وہ مذہب کے نام پر دہریت کے عقائد کی نشر واشاعت کا ذریعہ بنے وہ جائز نہیں ہے دوسرے اگر ان سے دہریت اور مشرکانہ عقائد نہیں، بلکہ عمدہ اخلاق اور عمدہ تعلیم حاصل کرنے سے متعلق ہو تو وہ جائز ہے، لیکن مسلمان مردوں کو ان کے مذہب کے مراسم کے بجائے گھروں میں دینی تعلیم دے دے اور گھروں میں ایمانی ماحول بنانے کی کوشش کرے۔

ان کے اداروں کے ذریعہ عیسائیت کی تعلیم کی فروغ ہوتی ہے تو ان اداروں میں خدمت انجام دینا اسلام کے مٹانے کے مراد ہے، احتراز ضروری ہے۔

☆☆☆

ادیان باطلہ مثلاً بہائی، سکھ اور قادیانی کے احکام

مولانا محمد سمیر قاسمی☆

علامہ تفتازانی نے ''شرح المقاصد'' میں اہل کتاب کی جو تعریف کی ہے وہ ان حضرات پر صادق نہیں آتی، چنانچہ اہل کتاب کی تعریف یہ ہے: ''وإن كان متدينا ببعض الأديان والكتب المنسوخة خص باسم الكتابی''، البتہ کفر کی اقسام مختلفہ میں سے کفر زندقہ کی تعریف ان حضرات پر صادق آتی ہے۔

کفر وزندقہ کی تعریف یہ ہے: ''وإن كان مع اعترافه بنبوة النبي ﷺ واظهاره شعائر الإسلام ببطن عقائد هی كفر بالاتفاق خص باسم الزندقة''، اور اگر وہ حضور ﷺ کی نبوت کا قائل ہونے اور اسلامی شعائر کا اظہار کرنے کے باوجود ایسے عقائد کو چھپاتا ہے جو بالاتفاق کفر ہیں تو ایسے شخص کا نام زندیق ہے (شرح المقاصد ٢/٢٦٩)۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں: ''قلت: والزنديق من يحرف فی معانی االلفاظ، مع إلقاء االلفاظ الاسلام كهذا اللعين فی القاديان، يدعی أنه يؤمن بختم النبوة، ثم يخترع له معنی من عنده يصلح له بعد الختم دليلا فتح باب النبوة، فهذا هو الزندقة حقا أی التغيير فی المصاديق، وتبديل المعانی علی خلاف ما عرفت عند أهل الشرع، وصرفها إلی أهوائه مع إلقاء اللفظ علی ظاهره والعياذ بالله'' (فیض الباری ٤/٤٧٢)۔

نسلی قادیانیوں کا شمار اہل کتاب میں ہوگا؟

مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ اپنے رسالہ ''قادیانی ذبیحہ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ مرتد والدین کی صلبی اولاد بھی والدین کے تابع ہونے کے بعد ان کو بھی اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا، لیکن اگر وہ اسلام قبول نہ کرے تو اس کو قتل نہیں کیا جائے گا، بلکہ حبس وضرب کی سزا دی جائے گی، البتہ تیسری پشت میں مرتد کی اولاد پر مرتد کے احکام جاری نہیں ہوتے ہیں، بلکہ کافر اصلی کے احکام جاری ہوتے ہیں، چنانچہ درمختار میں ہے:

''زوجان ارتداوالحقا بدار الحرب فولدت المرتدة والداوولد له أی لذلک المولود ولد فظهر عليهم جميعا فالولدان فئ كاصلهما والولد الأول يجبر بالضرب الحبس نهر) علی الإسلام، وإن حبلت منه ثمة لتبيعية لأبويه لا الثانی لعدم تبعيته الجد علی الظاهر، فحكمه حكم الحربی'' (شامی مع درمختار ص ٤٥٦)۔

میاں بیوی مرتد ہو کر دار الحرب چلے گئے وہاں بیوی نے بچے جنا اور آگے اس لڑکے کے لڑکا ہوا پھر یہ سب جہاد میں مسلمانوں کے قابو میں آ گئے تو مرتد جوڑے کی طرح ان کا بیٹا اور پوتا بھی مال غنیمت ہیں، ان کے بیٹے کو تو ضرب وحبس کے ذریعہ اسلام لانے پر مجبور کیا جائے گا

☆ مدرسہ انعام العلوم، سردار نگر، مالیگاؤں، ناسک، مہاراشٹرا۔

خواہ وہ دارالحرب میں حاملہ ہوئی تھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے، مگر پوتے کو مجبور نہیں کیا جائے گا، کیونکہ ظاہر روایت کے مطابق پوتا کے تابع نہیں ہوتا اس کا حکم عام حربی کافر کا حکم ہے۔

اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ تیسری پشت میں جا کر مرتد کی اولاد کا حکم عام کافروں کا ہو جاتا ہے تو دیکھنا یہ ہوگا کہ اس نے کون سا دین اختیار کیا ہے، پس اگر مرتد نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا تھا تو تیسری پشت میں جا کر اس کی اولاد کا حکم اہل کتاب کا ہوگا اور اگر اس نے ہندوؤں، سکھوں اور مجوسیوں کا مذہب اختیار کر لیا تھا تو تیسری پشت میں جا کر اس کی اولاد بھی ہندو، یا سکھ یا مجوسی شمار ہوگی، اور اگر اس نے مذاہب معروفہ میں سے کوئی مذہب اختیار نہیں کیا، بلکہ یا تو لا مذہب اور دہریہ بن گیا یا اس نے کوئی نیا مذہب ایجاد کر لیا تو بھی نہ ان کا ذبیحہ حلال ہوگا اور نہ ان سے نکاح درست ہوگا (مستفاد از قادیانی ذبیحہ)۔

الف- دارالاسلام میں اہل کتاب خواتین سے نکاح کا حکم؟

اہل کتاب عورتوں سے نکاح اگرچہ جائز ومباح ہے، لیکن ان سے نکاح کرنے میں انفرادی اور اجتماعی اور دینی وسیاسی مفاسد و خرابیاں پیدا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اس بناء پر ان سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے، نیز یہ قابل لحاظ ہے کہ کسی چیز کے جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں فی نفسہ حرام ہونے کی کوئی وجہ نہیں، لیکن خارجی حالات اور اثرات ایسے ہوں کہ اس ایک حلال اور جائز طریقے سے فائدہ اٹھانے میں بہت سے مفاسد اور محرمات کا ارتکاب کرنا پڑتا ہو، بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا قوی احتمال ہو تو ایسے حلال اور جائز سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی (مستفاد از فوائد عثمانی رص ۱۴۲)۔

نیز بلاد اسلامیہ میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے میں ایک بڑا مفسدہ یہ ہے کہ اہل کتاب عورتوں کے حسن و جمال کی وجہ سے مسلمانوں میں ان سے نکاح کا سلسلہ چل پڑے گا، اور مسلمان عورتیں بلا نکاح کے رہ جائیں گے۔

حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہؓ کو اسی مفسدہ کی وجہ سے طلاق دینے کا حکم فرمایا تھا، اس واقعہ کو امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں اس طرح نقل کیا ہے: ''**عن حذيفة بن اليمان أنه تزوج يهودية بالمدائن فكتب إليه عمر بن الخطاب: أن خل سبيلها فكتب اليه: أحرام هي يا امير المؤمنين؟ فكتب إليه أعزم اليک أن لا تضع كتابی حتى تخلی سبيلها، فإنی أخاف أن يقتديک المسلمون فيكتاروانساء أهل الذمة لجمالهن، وكفى بذلک فتنة نساء المسلمين**'' (کتاب الآثار ۱/۴۳۵)۔

مذکورہ بالا اثر کو نقل کر کے امام محمدؒ فرماتے ہیں: ''**وبه نأخذ: لانراه حراما، ولكن نرى أن يختار عليهن نساء المسلمين وهو قول ابى حنيفة**'' (ایضا)۔

ڈاکٹر محمد فوزی فیض اللہ مذکورہ بالا اثر کو نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں: ''**ويبد من كلام سيدنا عمرأن زواج الكتابيات مكروه خشية الفتنة على الفتيات المسلمات، كلما هرع الرجال الى الزواج من الكتابيات الجميلات، فتنعقد حياتهن أو يصبن بالنعنس، فييتئسن فى الحياة أو تبتئس الحياة بهن، وكفى بذلک أذى وضررابهن**'' (الزواج وموجباتہ فی الشریعۃ والقانون رص ۸۶)۔

علامہ ابن تیمیہ نے بھی امام احمد اور اکثر علماء سے مسلم عورت کے ہوتے ہوئے کتابیہ سے نکاح کے مکروہ ہونے کو نقل کیا ہے: ''**قال الشيخ الاسلام ابن تيميه: ويكره نكاح الحرائر الكتابيات مع وجود الحرائر المسلمات قال له القاضى......القاضى ابو يعلى الحنبلى –وأكثر العلماء كما يكره أن يجعل أهل الكتاب ذبا حين مع كثرة ذباحين مسلمين ولكن**

لایحرم"(الجامع فی فقہ الاسلامی بحوالہ الاختیارات الفقہیہ من فتاوی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۷/ ۲۰)۔

نیز فقہ السنہ کی عبارت تو اس بارے میں بالکل صریح ہے کہ فتنہ کے خوف کے وقت دارالاسلام میں بھی کتابیہ سے نکاح مکروہ ہے،"والزواج بهن......وإن كان جائزا......الا أنه مكروه؛ لأنه لا يؤمن أن يميل إليها فتفتنه عن الدين أو يتولى أهل دينها فإن كانت حربية فالكراهية أشد، لأنه يكثر سواد أهل الحرب"(فقہ السنہ ۲/ ۱۰۱)۔

ب-دعوتی نقطہ نظر سے جب کہ اہل کتاب کے اسلام میں داخل ہونے کی امید ہو تو تب بھی دارالحرب میں نکاح کی کراہت باقی رہے گی؟ بدائع الصنائع کی عبارت سے تو یہی مترشح ہوتا ہے کہ کتابیہ سے نکاح کی حلت ومشروعیت کی حکمت ہی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان حضرات کے اسلام میں آنے کی راہیں آسان ہو۔

"أنه جوز الكتابية لرجاء اسلامها، لأنه آمنت بكتب الأنبياء ورسله فى الجملة......والزواج يدعوها إلى الإسلام وينبهها إلى حقيقة الأمر فكان فى نكاح المسلم إياهارجاء إسلامها، فجاز نكاحها، لهذه العاقبة الحميدة"(بدائع الصنائع ۳/ ۳۵۹،دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

مگر کتابی عورتوں سے نکاح کے سلسلہ میں اب صورتحال بدل گئی ہے خاص طور پر غیر مسلم ممالک (یورپ،امریکہ) وغیرہ میں عورتیں مردوں کے زیر اثر نہیں رہیں اور کتابی عورتوں سے جو مسلمان نکاح کرتے ہیں وہ بھی عام طور پر دین آشنا نہیں ہوتے،اس لئے ان عورتوں کے اسلام قبول کرنے کے واقعات بہت کم ہیں، عام طور پر مرد ہی عورت کا اثر قبول کرلیتا ہے اور بچے تو ماں کے زیر اثر ہی پروان چڑھتے ہیں،اس لئے اب یہ نکاح باعث فتنہ ہے اس سے احتراز ضروری ہے(رحمۃ اللہ الواسعہ ۵/ ۱۰۲)۔

غیر مسلموں کی مذہبی کتابوں کو کتب سماویہ کہہ سکتے ہیں، نیز ان میں جن اوتار کا تذکرہ ہے انکو پیغمبر کہہ سکتے ہیں؟

باتفاق امت آسمانی کتاب وہی سمجھی جائے گی جس کی تصدیق قرآن وحدیث سے یقینی ہو جیسے تورات،انجیل،زبور،صحف ابراہیم و موسی وغیرہ اسلئے مشرکین، مجوس، بت پرست، ہندو، بدھ، آریہ، سکھ وغیرہ قومیں جو اگرچہ اپنی مذہبی کتابیں رکھتی ہیں مگر وہ اہل کتاب نہیں سمجھی جائے گی، کیونکہ قرآن وحدیث نے ان کی تصدیق نہیں کی (مستفاد انوار القرآن ۳/ ۳۳)۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی رائے بھی معارف القرآن میں یہی ہے کہ کسی بھی کتاب کے کتب سماویہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ثبوت کسی شرعی دلیل سے ہو،امکان محض اور احتمال محض ثبوت کے لئے کافی نہیں ہے(مستفاد از معارف القرآن ۳/ ۶۱)۔

غیر مسلموں کی مذہبی کتابیں میں جن اوتار کا تذکرہ آتا ہے ان کے رسول ہونے نہ ہونے کے سلسلے میں مفتی کفایت اللہ صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ہم ان اوتاروں میں سے کسی خاص شخص کو نہ مبعوث جانتے ہیں اور نہ کہہ سکتے ہیں اور نہ اعتقاد رکھ سکتے ہیں، جب تک کہ اس کی نبوت کا ثبوت ہمیں نہ مل جائے اور اس کے حالات اور تعلیم کی نوعیت قطعی دلائل سے معلوم نہ ہوجائے (کفایت المفتی ۱/ ۲۷۶)۔

اہل کتاب سے نکاح کی صورت میں ان کے کیا حقوق رہیں گے؟ اور کیا انہیں صرف غیر مسلم ہونے کی وجہ سے طلاق دینے کا اختیار ہوگا؟

فقہ حنفی کی امتیازی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تعدد ازدواج کی صورت میں عدل و یکسانیت برتنے کے معاملے میں زیادہ پابندیاں ہیں، اسی وجہ سے بیویوں کے اندر ایسے اوصاف کا نمایاں فرق جو طبعی طور پر ترجیح کا باعث ہوا کرتا ہے اسے بھی وجہ ترجیح اور فرق کرنے کے لئے وجہ جواز نہیں قرار دیا گیا۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:"يجب عليه أن يعدل بينهما فى المأكول والمشروب والملبوس والسكنى

والبیتوتة......یستوی فی القسم البکر والثیب والشابة والعجوز والقدیمة والحدیثة والمسلمة والکتابیة......لأنهما یستویان فی سبب وجوب القسم وهو النکاح، فیستویان فی وجوب النکاح"(بدائع الصنائع ۳/۶۱۰)۔

ڈاکٹر محمد فوزی فیض اللہ اپنی کتاب "الزواج وموجبات فی الشریعۃ والقانون" میں فرماتے ہیں: "ولا یفرق فی المبیتین البکر والثیب والجدیدة والقدیمة والمسلمة والکتابیة؛ لأن سبب المبیت عندهن واحدوهو الزوجیة فیشترکن فی الحکم المرتب علیها، وهو البیتوتة کما یشترکن فی الأحکام الأخری المرتبة علی الزواجیة من المأکل والملبس والمسکن"(الزواج وموجباتہ فی الشریعۃ والقانون ص۱۸۹)۔

عیسائی مشنریز کے زیر انصرام جاری اداروں میں داخلہ کا حکم؟

مغربی تعلیمی نظام اپنی ایک روح اور اپنا ایک منفرد ضمیر رکھتا ہے، جو اپنے مصنفین و مرتبین کے عقیدہ و ذہنیت کا عکس، ہزروں سال کے طبعی ارتقاء کا نتیجہ اہل مغرب کے مسلمہ افکار و اقدار کا مجموعہ اور ان کی تعبیر ہے، یہ نظام تعلیم جب کسی اسلامی ملک یا مسلمان سوسائٹی میں نافذ کیا جائے گا تو اس سے ابتدائی ذہنی کشمکش، پھر اعتقادی تزلزل پھر ذہنی اور بعد میں (الا ماشاء اللہ) دینی ارتداد ضروری ہے، ایک مسلم الطبع مغربی مبصر جس کو مغرب کے نظام تعلیم اور مشرق میں اس کے نتائج کا وسیع تجربہ ہے، صحیح لکھتا ہے:

اسلام اور مغربی تمدن جو زندگی کے دو متضاد نظریوں پر قائم ہیں، ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکتے، جب واقعہ یہ ہے تو ہم کیسے اس بات کی توقع کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل کی مغربی بنیادوں پر ایسی تعلیم و تربیت (جو مجموعی طور پر یورپ کے علمی و ثقافتی تجربوں اور ان کے تقاضوں پر مبنی ہے) مخالف اسلام اثرات سے پاک ہو سکتی ہے۔

اہل کتاب بیوی اپنے شوہر کے یہاں مذہبی مراسم انجام دے سکتی ہے؟

علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ مسلمان شوہر کی بیوی، یہودی، عیسائی بیوی کو اس کا شوہر بھی عبادت اور اس کے مذہبی فرائض سے نہیں روک سکتا اور نہ اس کو ایسی چیزوں کے کھانے پر مجبور کر سکتا ہے جو اس کے مذہب میں حرام ہو (بحوالہ احکام الذمہ، سہ ماہی بحث ونظر اپریل، ستمبر ۲۰۱۳ء)۔

☆☆☆

اہل کتاب کا مصداق اور احکام

مفتی شبیر احمد دیولوی☆

۱- اہل کتاب کی تعریف میں احناف نے وسعت رکھی ہے، چنانچہ احناف فرماتے ہیں: اہل کتاب وہ لوگ ہیں جو کسی نبی پر ایمان رکھتے ہوں اور آسمانی کتاب پر بھی رکھتے ہوں، اس تعریف سے ہر وہ گروہ اس میں داخل ہوگا جو حضرت داؤد و حضرت ابراہیم و حضرت شیثؑ پر ایمان رکھتے ہوں اس لئے کہ وہ بھی دین سماوی کا اعتقاد رکھتے ہیں، یہود و نصاریٰ کی طرح لیکن جمہور فقہاء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے مختلف فرقوں کے ساتھ اہل کتاب ہیں اور جمہور کا استدلال باری تعالیٰ کے فرمان: ''ان تقولوا إنما انزل الكتاب على طائفتين من قبلنا'' (انعام: ۱۵۷) ہے، وہ صحیفے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل شدہ ہیں اس میں مواعظ اور امثال ہیں، احکام نہیں ہیں، لہذا یہود و نصاریٰ اہل کتاب کہلانے کے مستحق ہیں (الموسوعۃ الفقہیہ ۷/۱۴۰)۔

۲- اس فرقہ کی تعین میں فقہاء امت محدثین، مفسرین کا کلام بڑی شرح و بسط کے ساتھ کتب فقہ و حدیث و تفسیر میں موجود ہے لیکن طرز کلام اللہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ یہ فرقہ اپنے زمانہ کا موحد اور توحید پرست تھا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس فرقہ صابئیہ کو اہل کتاب میں شمار کرتے ہیں، اور حضرت عمرؓ نے ایک قدم آگے بڑھ کر ان کے ذبیحہ کو حلال اور ان کی لڑکیوں سے نکاح کا جواز فراہم کیا ہے، اور متعدد کبار تابعین انہیں موحد یا اہل کتاب قرار دیتے ہیں، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں یہ ایک مذہب ہے جس کے ماننے والے جزیرہ موصل میں آباد تھے اور ''لا إله إلا الله'' پڑھتے تھے لیکن وہ کسی کتاب یا نبی کو نہیں مانتے تھے، یہی وجہ ہے کہ مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کو اور آپ کے اصحاب کو صابی کہتے تھے، ان کا دین نصرانیوں سے ملتا جلتا تھا اور ان کا قبلہ سمت جنوب تھا اور یہ لوگ اپنے تئیں اس بات کے قائل تھے کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر ہیں (تفسیر ابن کثیر)۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اس فرقہ کو اہل کتاب میں شمار فرمایا ہے اس لئے کہ یہ لوگ زبور کی تلاوت کرتے تھے اور وہ ستارہ پرست بھی نہیں تھے، البتہ مخصوص ستاروں کی تعظیم کرتے تھے جس طرح مسلمان کعبۃ اللہ کی تعظیم کرتے ہیں۔

مفسر قرآن امام قرطبی مالکی فرماتے ہیں کہ یہ فرقہ موحد تھا، لیکن یہ فرقہ تاروں کی تاثیر و نجوم کا معتقد تھا یہی مسلک صاحبینؒ کا بھی ہے، حقیقت حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بظاہر یہ قول اچھا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ نہ یہود تھے اور نصرانی اور نہ ہی مشرک بلکہ یہ لوگ کسی خاص مذہب و ملت کے پابند تھے۔

البتہ فی زماننا اس فرقہ کا وجود ہے یا نہیں اس سلسلہ میں تاریخ ایران پر ایک مستند مستشرق کی کتاب کا فرنچ سے اردو ترجمہ کچھ سال پہلے ہوا ہے اس کے صفحہ ۷۴ پر مترجم شیخ محمد اقبال لفظ ''میڈین'' پر حاشیہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس فرقہ کے لوگ عراق میں اب بھی موجود

☆ خادم التدریس دار الافتاء جامعہ قاسمیہ، کھروڈ، گجرات۔

ہیں، اورصابئون کہلاتے ہیں، تاہم وہ (جان دی بپٹسٹ) کو مانتے ہیں عراق میں عوام الناس ان کوامت یحیی کے نام سے جانتے ہیں۔

۳- صحیح اور راجح ونصوص ظاہر سے مؤید بات یہ ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لئے اس وقت حلال ہے جب وہ ذبح کی ان تمام شروط کی رعایت کریں جو قرآن وحدیث میں بیان کی گئی ہیں، پھر اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کا حکم اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ذبح کرنے والا یہودی اور نصاری کے دین پر قائم ہو اور اس دین کے بنیادی عقائد رکھنے والا ہو اگر چہ وہ بنیادی عقائد اسلام کے خلاف ہیں، وجہ اس کی یہ ہے کہ نزول قرآن وقت و مذکورہ بالا عقائد رکھتے تھے، لیکن اس کے باوجود اللہ نے ان کو اہل کتاب کا لقب دیا اور قران کریم میں ان کے ان باطل عقائد کی صراحت فرمائی، لیکن کسی شخص کے اہل کتاب میں سے ہونے کے لئے صرف یہ کافی نہیں ہے کہ اس کا نام نصاری کی طرح ہو اور مردم شماری کے وقت اس کا نام نصاری کی فہرست میں لکھا جاتا ہو، بلکہ یہ ضروری ہے کہ اس کے عقائد بھی اہل کتاب جیسے عقائد ہوں اس کی دلیل بالکل واضح ہے وہ یہ ہے کہ اہل کتاب اپنے خاص عقائد کی وجہ سے دوسرے کفار سے ممتاز ہیں، مثلاً وہ اللہ کے وجود کے قائل ہوتے ہیں، رسولوں کے حق ہونے اور آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں، لہذا جو شخص سرے سے ان چیزوں کا قائل ہی نہ ہو اس کو اہل کتاب میں شمار کرنا جائز نہیں، چنانچہ نصاری بنی تغلب کے بارے میں حضرت علیؓ سے ایسا ہی حکم مروی ہے۔

امام جصاصؒ فرماتے ہیں: "**روى محمد بن سيرين عن عبيدة قال سألت عليا رضى الله عنه عن ذبائح نصارى العرب فقال لا تحل ذبائحهم، فانهم لم يتعلقوا من دينهم بشئ إلا بشرب الخمر**" (احکام القرآن للجصاص) آج ہمارے دور میں خاص طور پر مغربی ممالک میں ایسے لوگوں کی تعداد نظر آتی ہے جو اسما نصاری ہیں اور حقیقت میں دہریئے اور مادہ پرست ہوتے ہیں، لہذا ان کو اہل کتاب میں سے خیال کرنا جائز نہیں اور ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے، لیکن یہ حکم اس شخص کے بارے میں ہے جس کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ اللہ کے وجود کا منکر اور رسولوں پر اس کا ایمان نہیں ہے۔

۴، ۵- اہل کتاب سے نزول قرآن سے پہلے کہ وہ لوگ مراد ہیں جن کا کسی آسمانی کتاب کا حامل ہونا محقق مثلاً یہود ونصاری نیز جواب نمبر(۱) میں ذکر کردہ تعریف کے پیش نظر، بہائی اور بابی اور سکھ کو اہل کتاب میں سے شمار نہیں کیا جائے گا، اس لئے یہ کہ اسلام سے الگ مستقل فرقہ ہیں اس طرح فقہ اکیڈمی بالاتفاق طے کر چکی ہے کہ ان کے متبعین کھلم کھلا کافر ہیں جس میں ذرا بھی تاویل کی گنجائش نہیں۔

رہی بات قادیانیوں کی تو قادیانی کے سلسلہ میں امت مسلمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ یہ زندیقوں کا گروہ ہے ان کو اہل کتاب میں سے شمار نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ یہ زندیق ہیں اور اپن آپ کو غیر مسلم اقلیت نہیں سمجھتے، بلکہ عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، امام ابن قدامہ لکھتے ہیں: "**والزنديق كالمرتد وحكم سائر الكفار**"۔

اور جو نسلا قادیانی ہیں ان کے سلسلہ میں شامی کی عبارت ملاحظہ ہو: "**(زوجان ارتدا ولحقا فولدت)المرتدة(ولدا أو ولدله) أى لذلک المولود(ولدفظهم عليهم) جميعا (فلولدات فئ) كأصلحما(والولد الأول بجبر) بالضرب أى وبالحبس نهر(على الاسلام) وإن حبلت به أئمة لتبعيته لأبويه (لا الثانى)لعدم تبعيته الجد على الظاهر فحكمه كحربى**" (الدر المختار)۔

اس سے معلوم ہوا کہ تیسری پشت میں جاکر مرتد کی اولاد کا حکم عام کافروں کا ہو جاتا ہے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس نے مذاہب معروفہ میں سے کوئی مذہب اختیار کیا یا لا مذہب بن گیا نیا مذہب ایجاد کر دیا پس اگر مرتد نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کیا تھا تو تیسری پشت میں جاکر اس کی اولاد کا حکم اہل کتاب کا ہوگا، اور ظاہر ہے کہ قادیانیوں نے اہل کتاب کا مذہب اختیار نہیں کیا، بلکہ نیا مذہب اختیار کیا اس لئے قادیانی کی

اولاد کو اہل کتاب کے زمرے میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

٦- فرمان خداوندی ہے:"ولاتر کنوا إلى الذين ظلموا فتمسكم النار"(ہود:١١٣)(اے مسلمانوں ان ظالموں کی طرف مت جھکو کہ تم کو دوزخ کی آگ چمٹ جائے گی)۔

شامی میں(٢/٣٥٧) پر ہے:"ويجوز تزوج الكتابية والأولى أن لا يفعل......وتكره الكتابية العربية إجماعا لانفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دارالحرب وتعرض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر"۔

ہمارے زمانہ میں اہل کتاب سے نکاح ایک فتنہ بن کر رہ گیا ہے اور نہ صرف عام مسلمانوں، بلکہ عالم اسلام کے وہ قائدین جن کے ہاتھوں میں پوری قوم کی زمام ہے ان کے قصور عیش ومحلات عشرت کی زینت عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں جن سے مسلمان شدید اور سیاسی مضرت واستحصال سے دوچار ہیں ان حالات میں تو کسی طرح بھی اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کا دور غلبہ اسلام کا دور تھا اور ہر ایک پر اسلامی ذوق غالب تھا، اس کے باوجود آپ نے کتابی عورتوں سے نکاح کی ممانعت فرمادی مزید حضرت عمرؓ اس زمانہ کی اہل کتاب عورتوں کے متعلق یہ ممانعت فرمائی تھی جبکہ وہ یقینی کتابیہ تھی، مگر اس دور میں دہریت اور سائنسی پرستی ہے تو اور زیادہ پورے شدومد کے ساتھ حضرت عمرؓ کے فتوی پر عمل کرنے کی ضرورت ہے، رہی بات دارالحرب میں اہل کتاب سے نکاح کرنے سے متعلق، اس بارے میں عندالاحناف......میں بسنے والی عورت سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے اور دیگر مسلک کے فقہاء کے نزدیک تو حرام ہے اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے جس کو سن کر حیرانی ہوتی ہے دوسرے ان کی اکثریت الحاد کی شکار ہے، ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعا حلال نہ ہوگا، اگر یہ سب باتیں نہ بھی مانی جائیں تو بھی ہمارے عہد میں ان سے نکاح کراہت سے خالی نہیں، لہذا ان تمام مفاسد کو بالائے طاق رکھ کر صرف ایک جزء کو مدنظر رکھتے ہوئے (دعوت اسلام) اتنا بڑا اقدم اٹھانا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے اس لئے کہ یہ بات یقینی نہیں کہ وہ شادی کے نتیجہ میں اسلام کو قبول کرلے، یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی اس کے جال میں پھنس جائے اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، ایک کافر کا اپنے کفر پر مرجانے سے زیادہ سخت ایک مسلمان کا مرتد ہوکر مرنا ہے، اور شادی کے بعد بھی بہت سارے مفاسد مثلاً اولاد کی تربیت وغیرہ وغیرہ لہذا ان تمام مفاسد کے مدنظر دارالکفر میں اہل کتاب سے نکاح کرنے کو ناجائز ہی قرار دیا جائے، ورنہ جائز کہہ کر عوام الناس کو جری بنانا لازم آئے گا، لہذا سد باب کے لئے یہ حکم مناسب ہے۔

٧- بہت سے صوفیا کرام اور علماء عظام سے اس بارے میں بڑی تحقیق کے ساتھ یہ بات پائی جاتی ہے کہ ہوسکتا ہے ہندو قوم جن اوتار کو اپنا مذہبی پیشوا خیال کرتی وہ درحقیقت خداشناس لوگ ہوں اس سلسلہ میں مرزا مظہر جان جاںؒ کے ایک مکتوب میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ "وإن من أمة إلا خلافيها نذير" (فاطر:٢٤)، "ولكل امة رسول"(یونس:٤٧) ان آیات کے پیش نظر ہندوستان میں بھی انبیاء ورسل ہوئے ہیں، ان کا حال ان کی کتابوں میں مرقوم ہے اور ان کی نشانیوں میں سے جو کچھ باقی رہ گئی ہیں ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مبعوث انبیاء ورسل بڑے درجہ وکمالات کے حامل تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے ایک مقدس بزرگ حضرت شیخ احمد سرہندیؒ اپنے ایک مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں:"اے فرزند سرزمین ہند میں نبوت ورسالت کی خوشبو پائی گئی ہے"۔

حضرت نانوتویؒ کا موقف ہے کہ ہندو اقوام کے بڑوں کو مثلاً: رام چندر جی، کرشن جی وغیرہ کو برا بھلا نہ کہو ممکن ہے کہ اپنے وقت میں

یہی مردان حق ہوں جو بہ طور ہادی ونذیر (نبی ورسل) بھیجے گئے ہوں، مذکورہ بالا باتوں سے بھی پتہ چلتا ہے کہ یقینی طور پر کسی مخصوص اوتار کا نام لے کر ان کی نبوت ورسالت کو ثابت نہیں کیا، جیسا کہ فتاوی دارالعلوم میں ہے: ’’متعین طور پر کسی کے لئے نبوت ورسالت کو ثابت نہیں کرسکتے کیونکہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: ’’منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك ‘‘(غافر:۷۸) تو ہماری کیا بساط کہ نام لے کر ثابت ومتعین کردے۔

حدیث میں ہے: ’’وفي معالم التنزيل بسند عن أبي هريرةؓ قال: قال رسول الله ﷺ :ما أدرى تبع كان نبيا أو غير نبي‘‘، الغرض یہ امر مخفی ہے جو بذریعہ وحی ہی اللہ تعالی اپنے نبی کو بتا سکتے ہیں، لہٰذا تشدد روا نہیں ہے اس مسئلہ میں۔

جہاں تک سوال ہے ان کی مذہبی کتابوں کے بارے میں چاہے وہ وید ہو یا گیتا، ان میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے کہ انسانوں کو پیغام خداوندی پہنچانے کے حوالہ سے جو فریضہ رسول و نبی کو سپرد کیا گیا وہی فریضہ ان مقدس ہستیوں کو سونپا گیا تھا، جن کو ہندو سماج نے اصل حیثیت و مقام سے کچھ نامعلوم وجوہ سے ہٹا دیا ہے اور وقت کی رفتار کے ساتھ بہت زیادہ تحریف وترمیم ہوئی ہے، لیکن محفوظ رہ گئے کچھ کلمات جن سے نبی ﷺ اور اگلے انبیاء کے نام اور ان کی نبوت ورسالت کا بھی اشلوک اور منتروں میں ذکر ملتا ہے لیکن چونکہ یہ بھی محرف ہو چکی ہیں اس لئے ہم یقینی طور پر اس پر بھی حکم نہیں لگا سکتے۔

۸-الف: اللہ تعالی نے ظالم لوگوں کی صحبت سے بچنے کا حکم فرمایا: ’’ولا تقعد بعد الذر مع القوم الظالمين‘‘ (انعام:۶۸)، اس سے امام جصاصؒ نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ ظالم بے دین اور دربدہ دین لوگوں کی مجلس میں شرکت کرنا مطلقاً گناہ ہے خواہ وہ فی الوقت کسی ناجائز گفتگو میں مشغول ہو یا نہ ہو، حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں میلان سے مراد ظالموں کی صحبت میں نہ بیٹھنا ہے، ان آیات کے پیش نظر فی زمانہ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو ایسے اسکولوں میں بھیجنا اسلام کے مقابلہ عیسائیت کو تقویت وترجیح دینا لازم آتا ہے اور مسلمانوں کو اپنے علاقہ میں ایسے اسکولوں کی حوصلہ افزائی کرنا ’’ولا تعاونوا على الإثم والعدوان‘‘ (مائدہ:۲) کی خلاف ورزی ہے اس لئے اس سے بچنا چاہئے، اور ان حالات میں صحیح العقیدہ مسلمانوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بھی ایسے ادارے قائم کریں جہاں صحیح اسلامی تعلیمات اور ملی شناخت کے تحفظ کے ساتھ جدید علوم وفنون بھی سکھلائے جائیں، تاکہ ’’وتعاونوا على البر والتقوى‘‘(مائدہ:۲) کے گروہ میں شامل ہوجائے۔

ب-فتاوی عالمگیری میں ہے: ’’تجب على الرجل نفقة امراته المسلمة والذمية ‘‘اور فتاوی تاتارخانیہ میں ہے: ’’تجب على الرجل نفقة امراته المسلمة والذمية والفقيرة والغنية دخل بها أو لم يدخل بها‘‘، مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتابیہ بیوی کے حقوق مسلمان بیوی کے حقوق کے مانند ہیں لہٰذا ان سے نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنا اور ان کو بے سہارا چھوڑ کر بھاگ جانا درست نہیں اور اہل کتاب خواتین مسلمان مردوں کے گھروں میں ایسے مراسم انجام دے سکتی ہے جو اسلامی بنیادی عقائد کے متصادم نہ ہو اور گھر کا موحول متاثر اور اس کی طرف شوہر کا میلان نہ ہو۔

ج-قرآن کریم میں ہر ایسی مجلس سے بچنے کی تلقین کی گئی جس میں شرکت کرنے سے دین کا نقصان لازم آتا ہو، چنانچہ ارشاد فرمایا: ’’واذا رأيت الذين يخوضون في آياتنا فاعرض عنهم حتى يخوضوا في حديث غيره واما ينسك الشيطان فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين‘‘، اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر وہ مجلس یا یاد خدا سے غفلت کا ذریعہ یا کسی گناہ اور منکر پر مشتمل ہو اس میں شرکت کرنا اور بدعقیدہ لوگوں سے لگاؤ رکھنا جائز نہیں، لہٰذا ایسے اداروں اور تنظیموں سے جو اپنے مذہب کی تبلیغ اور دوسروں کو ان کے مذہب سے دور کررہی ہو مسلمانوں کو خدمت کرنے اور استفادہ کرنے سے گریز کرنا چاہئے۔

ہندوستانی مذاہب کی مذہبی کتابیں اور احکام

مولانا مظاہر حسین عماد عاقب القاسمی☆

کیا وید الہامی کتاب ہے:

ویدوں کو اکثر ہندو خدائی کلام مانتے ہیں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ ان کو الہامی کتاب ماننے میں بہت سے اشکالات اور دشواریاں سامنے آتی ہیں، جن کو دور کرنا آسان کام نہیں ہے، ویدوں میں ایسے منتر بکثرت موجود ہیں جن سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان میں انسانی کلام کا بڑا حصہ شامل و داخل ہے۔

وید یا تو محض انسانی کلام ہیں یا پھر کلام الٰہی میں تحریف اور حذف و اضافہ پوری بے دردی کے ساتھ کیا گیا ہے۔

وید کو کلام الٰہی نہ ماننے والے ہندو پنڈت اور شاستری:

یہ خیال بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ وید ان ۴۱۴ رشیوں کے کلام کا مجموعہ ہے جن کے نام ویدوں میں پائے جاتے ہیں، یورپی علماء کے علاوہ سوامی وویکا نند، انباش چندردت، پنڈت منمتھ ناتھ دت، ستیہ ورتھ شاستری، سائن اچاریہ، سوامی ہری پرساد، بھائی پرمانند، یاسک آچاریہ (مؤلف ترکت) لالہ لاجپت رائے، پنڈت جواہر لال نہرو (ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم اور مجاہد آزادی) اور آزاد ہندوستان کے پہلے نائب صدر اور دوسرے صدر جمہوریہ ڈاکٹر رادھا کرشن وغیرہ (ماخوذ از ہندو دھرم ایک مطالعہ رص ۲۲-۲۱ محمد فاروق خاں، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی، اور ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ رص ۳۳ پروفیسر محسن عثمانی، یونیورسل پیس فاؤنڈیشن، ۲۰۰۲ء)۔

جماعت اسلامی ہند کے مشہور عالم مولانا محمد فاروق خاں ویدوں کے الہامی کتابیں نہ ہونے سے متعلق متعدد شہادتیں اور ہندو محققین کے اقوال و آراء نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

یہ ساری تفصیلات یہ اندازہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ ویدوں کی حالت نہایت مشتبہ ہے، وہ ذہنی وفکری پریشانیوں اور عملی دشواریوں سے نجات دلانے کے بجائے آدمی کو مختلف قسم کی مشکلات اور پریشانیوں میں ڈال دیتے ہیں جن سے نجات ممکن نظر نہیں آتی (ہندو دھرم ایک مطالعہ رص ۳۰ مولانا محمد فاروق خاں، مرکزی مکتبہ اسلامی دہلی ۱۹۸۱ء)۔

وحی اور وید:

وحی خصوصاً قرآن حکیم میں وحی کا جو تصور پیش کیا گیا ہے، اور خدا کے فرستادہ جس طرح وحی کی صورت میں خدا کے احکام وصول کرتے تھے، یہ سب باتیں اور اسلامی عقائد جزا، سزا، قیامت وغیرہ اور اعمال نماز روزہ، حج، زکوۃ اور جہاد اسلام ہی کا خلاصہ ہیں اور اپنی اصلی صورت میں دین اسلام میں موجود ہیں، ہندومت میں ان امور کا کوئی واضح تصور نہیں ہے اور نہ ہی ہندو مذہبی رہنما ان کو مانتے ہیں، اس لئے وہ لوگ جو ہندو

☆ استاذ حدیث وفقہ، الجامعۃ الاسلامیہ شانتا پورم، پوسٹ پٹیکاڈ، ضلع مالا پورم، کیرالا۔

مت میں توحید خدا اور رسول اور وحی وغیرہ کے نظریات تلاش کرتے ہیں یا بعض تاویلات کے ذریعہ ہندو کتب میں ان باتوں کے وجود کو ثابت کرتے ہیں وہ غلطی خوردہ ہیں یا تو وہ ہندومت کا صحیح ادراک نہیں رکھتے یا انہیں اسلامی عقائد ونظریات کی درست تفہیم نہیں ہے (ہندو مذہب قبل از اسلام، مقالہ ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ، ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ ص ۲۷)۔

چاروں وید ہندو برہمنوں، رشیوں کا کلام ہے جو سنسکرت میں ہے، ہندو ان معنوں میں انہیں الہامی نہیں مانتے جیسے مسلمان قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ہی ایسا انڈو آریائی مذہب میں ممکن ہے۔

بعض مغربی مفکرین ''وحی'' کی دو قسمیں بتاتے ہیں: ایک وحی نبوت، دوسری کائناتی وحی۔

وحی نبوت سامی مذاہب میں پائی جاتی ہے، اس میں خدا اپنے بندے کو نبی ورسول مقرر کرتا ہے اور اسے اپنا پیغام وحی کر کے ایک قوم کی طرف ہدایت پھیلانے کے لئے مبعوث فرماتا ہے۔

کائناتی وحی میں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ اس میں خدا بغیر وحی کے بندوں پر اپنی معرفت کا دروازہ کھول دیتا ہے، ہندومت اور بدھ مت میں اس کائناتی انکشاف کا ذکر ہے، اس کے مجموعے کو مقدس کتاب کہا گیا ہے۔

گذشتہ صدی کے مشہور ہندو رہنما سوامی ہری پرشاد لالہ لاجپت رائے، بھائی پرمانند ایم اے وغیرہ ویدوں کو الہامی نہیں مانتے، صرف اپنے رشیوں کی یادگار سمجھ کر اس کی حفاظت کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

پنڈت جواہر لال نہرو فرماتے ہیں: بہت سے ہندو ویدوں کو الہامی کتاب سمجھتے ہیں، میرے نزدیک یہ ہماری بدقسمتی ہے، کیونکہ اس طرح ان کی حقیقت ہم سے اوجھل ہو جاتی ہے، وید صرف از مانہ کی معلومات کا مجموعہ ہیں وہ بہت سی چیزوں کا غیر مرتب شدہ ذخیرہ ہیں، دعائیں، قربانی کی رسومات، جادو، نیچرل شاعری وغیرہ (Pandit J. L. Nehru, Discovery of India Page 78, دیکھئے مقالہ: از ڈاکٹر رادھا کرشن جو The Legacy of India میں شامل ہے)۔

وید کی حقیقت:

وید 414 رشیوں کا کلام ہے، جن کے نام ویدوں میں درج ہیں: ہر ایک سوکت (ایک رشی کے مکمل کلام) پر اس رشی کا نام موجود ہے، ہندو ویدوں کو مقدس کلام مانتے ہیں، کیونکہ رشیوں کے ذریعہ انہیں زبانی ملا، اس کے برعکس خدا کی وحی جو کسی نبی پر اترتی ہے وہ اس کی کتاب ہوتی ہے، ہندومت کے مطابق رشی نیک اور صاحب عرفان لوگ تھے، اس لئے وہ پردہ غیب میں جس چیز کا ادراک کرتے اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرتے، اس لئے ویدوں کے الفاظ الہامی نہیں، جبکہ قرآن وحی معجزہ ہے، ان رشیوں کو ایک تو منتروں کا جاپ کرنے والے اور بعض اوقات منتروں کا تخلیق کار کہا جاتا ہے، وید کتاب کی صورت میں رشیوں کو نہیں ملے، بلکہ مختلف زبانون میں مختلف رشیوں نے انہیں مرتب کیا۔

وید پر توجہ کا سبب:

اسلام کی سچی سادہ اور فطرت کے مطابق تعلیم کے نتیجے میں ہندومت کے عقائد میں تدریجی تبدیلی آتی رہی، ہندوؤں نے جب دیکھا کہ مسلمان اپنے نبیوں اور رسولوں پر ایمان لانے پر زور دیتے ہیں اور ان کو غیر معمولی انسان قرار دیتے ہیں تو ہندوؤں نے اپنے رشیوں کو مہا پرش (بہت بڑے آدمی گیان دھیان کے حامل اور روحانیت اور معرفت میں ڈوبے ہوئے افراد بتایا) انہوں نے سخت ریاضت کر کے عرفان حاصل کیا، یہ تمام رشی موجودہ گمراہی کے دور، یعنی کل یگ سے پہلے ہوئے، ان کی اتھارٹی کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔ ہندوؤں کا یہ بھی کہنا ہے کہ رشی تو

نہیں رہے، لیکن اوتاروں کے ذریعہ اعلیٰ استعداد رکھنے والے لوگ اب بھی معرفت حاصل کرتے ہیں اور لوگوں کی مذہبی رہنمائی کرتے ہیں، اس لحاظ سے کائناتی وحی کا دروازہ کھلا ہے، اسلام نے وحی کا دروازہ بند کر دیا ہے، قرآن حکیم میں خدا کا انسان کے ساتھ تین طرح سے کلام کرنے کا ذکر ہے، وحی کے ذریعہ، یا پردے کے پیچھے سے کلام، یا فرشتہ کے ذریعہ سے وحی، رشی یا ان کے بعد کے ہندو ایسے کسی تجربے سے نہیں گذرے، اس لئے وید کو الہامی کتاب، رشیوں یا اوتاروں کو رسول و نبی ان کی کائناتی معرفت کو وحی و الہام کہنا سراسر غلطی ہے (ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ رص ۳۵-۳۳ (مرتب محسن عثمانی) کے مقالہ ہندو مذہب قبل از اسلام سے ماخوذ، مقالہ نگار ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ)۔

ہندو مذہب میں وحدانیت کا تصور اسلامی تعلیمات کا نتیجہ:

محمد بن قاسم کے سندھ پر حملے (۷۱۲ء) کے وقت ہندوستان مختلف علاقائی راجاؤں کے زیر تسلط تھا، ہندوؤں کے مذہبی معتقدات کو اسلام کی خالص توحید اور سادہ تعلیمات نے بہت متاثر کیا، عربوں نے سندھ پر حکومت کے دوران لوگوں کے رسوم ورواج اور عادات پر گہرے نقوش چھوڑے، ہندو مسلم تہذیبی اختلاط کا پہلا نتیجہ یہ تھا کہ مسلمانوں نے ہندوؤں کو خدا کی وحدانیت کا تصور دیا، کیونکہ یہ اسلام ہی ہے جو خدائے واحد پر کامل یقین پیدا کرتا ہے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ہندو بتوں کی پوجا کے باوجود خدائے واحد کو مانتے ہیں، بعض ہندو فرقے خدائے واحد کی ذات کا پرچار کرتے رہے اور اس کو ویدوں کی تعلیم کا خلاصہ بتاتے تھے، آریہ لیڈر سوامی دیانند نے بتوں کی پوجا اور ذات پات کی سخت مخالفت کی، بھگتی تحریک (کبیر اور نانک وغیرہ کی تحریکات) اسی اثر کا نتیجہ ہے، رامانج جو مدراس کا شیوجی کا ایک پجاری تھا اس نے ۱۰۱۶ء میں خدا کا تصور اجاگر کیا جو یکتا اور قادر مطلق ہے، وہ روح اور مادہ کا پیدا کرنے والا ہے۔

مشہور مورخ ڈاکٹر تاراچند اپنے مشہور مقالے ''ہندو تمدن پر اسلام کے اثرات'' میں لکھتے ہیں کہ وشنوسوامی نمبارک اور مادھو جو دونوں رامانج کے خاص چیلے تھے انہوں نے خدائی اور انسان کی نوعیت پر جو مابعد الطبعی بحثیں کی ہیں ان کو پڑھ کر نظام، اشعری اور غزالی کے مذاکرات ومباحث یاد آتے ہیں (حوالہ سابق رص ۵۳)۔

ویدوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ:

ہندو دھرم کی کتابوں کے اندر بہت سی ادھر ادھر کی باتوں کے جھرمٹ میں کچھ باتیں ایسی بھی پائی جاتی ہیں جن کو دیکھ کر کسی قدر وثوق سے کہا جاسکتا ہے کہ یا تو بذات خود وحی الٰہی ہیں یا پیغمبرانہ تعلیمات سے ماخوذ اور انہیں پر مبنی ہیں، ہمارے نبی محمد ﷺ سے متعلق ان کتابوں میں بہت سی واضح پیشن گوئیاں بھی ہیں جو کہیں سے نقل کر لی گئیں ہیں، سب سے تفصیلی ذکر اتھروید میں ہے یہ کل چودہ منتر ہیں جو اتھروید کانڈ ۲۰، سوکت ۱۲۷ منتر ۱ تا ۱۴ پر مشتمل ہیں (حوالہ سابق رص ۱۸۹، مقالہ ویدوں میں نراشنس کی تحقیق از ابن اکبر اعظمی)۔

ہندو مذہب کو آسمانی مذہب سمجھنے والے مسلم علماء وصوفیا:

۱-امیر خسرو برادران وطن کی دلجوئی کی خاطر ہندو مذہب کی بہت سی چیزوں کی تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان کے بہت سے عقائد اسلام کے عقائد سے مشابہ ہیں، ان کے یہاں وحدانیت کا تصور بھی پایا جاتا ہے، وہ خداوند تعالیٰ کی وحدت، قیامت اور اس کی قدرت ایجاد اور اس کے رازق اور خالق اور فاعل مختار ہونے کے قائل ہیں، ان کا کہنا تھا کہ یونان کی حکمت مشہور ہے، لیکن ہندوستان بھی اس سے تہی مایہ نہیں ہے، یہاں بھی منطق، فلسفہ، علم نجوم، علم کلام علم ریاضی اور علم ہیئت موجود ہے (ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ، مرتب محسن عثمانی ندوی، دیباچہ طبع سوم ر۶)۔

۲-مرزا مظہر جان جاناں ایک صوفی بزرگ تھے (اور بڑے پایہ درجے کے شاعر اور ادیب بھی تھے) لیکن ہندو مذہب کے بارے میں ان کا مطالعہ وسیع تھا، وید کو الہامی کتاب مانتے تھے، اور ہندوؤں کو شبیہ اہل کتاب قرار دیتے تھے، انہوں نے عربوں کی بت پرستی اور ہندوؤں کی بت پرستی میں فرق ثابت کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ عرب بت پرست اور بتوں کو ذات الٰہی کی طرح متصرف اور مؤثر حقیقی سمجھتے تھے، اور ہندو بتوں کے تصرف کو ان کا تصرف نہیں، بلکہ تصرف الٰہی سمجھتے ہیں، ان کا سجدہ عبودیت کا سجدہ نہیں ہے، بلکہ سجدہ تحیت ہے جو اسلام سے پہلے کے مذاہب میں جائز تھا، ان کا کہنا ہے کہ قرآن میں "من قرية الا خلافيها نذير" اس سے ظاہر ہے کہ ہندوؤں میں بشیر و نذیر ضرور آیا ہوگا، اور ممکن ہے رام چندر جی اور کرشن ان میں نبی رہے ہوں۔

۳-خواجہ حسن نظامی: ہندوستان کے دو پیغمبر رام اور کرشنا سلام اللہ علیہم ماخوذ مجتبی فتح اللہ ہندو مسلم کلچرل ریلیشنز نئی دہلی۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر خسروؒ ہندوؤں کو اہل کتاب نہیں کہتے تھے وہ صرف ان چیزوں کے ہندو مذہب میں ہونے کا اقرار کرتے ہیں جو آسمانی مذاہب کا خاصہ ہیں، مرزا مظہر جان جاناں نے بھی ہندوؤں کو شبیہ اہل کتاب سمجھا یا نہیں، یہ بھی شک کے دائرے میں ہے، اس لئے پروفیسر محسن عثمانی نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے، جبکہ اتنی بڑی بات کا حوالہ دینا از حد ضروری تھا۔

خواجہ حسن نظامی کے بارے میں بھی ہمیں صرف یہ معلوم ہوسا کہ وہ رام اور کرشن کو پیغمبر سمجھتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ تینوں حضرات صوفی اور ادیب و شاعر ہیں، ان کی پہچان اک محقق مفسر، محدث اور فقیہ کی نہیں ہے، اس لئے ان کے اقوال تصوف اور ادب میں تو قابل قبول ہوسکتے ہیں، تفسیر حدیث اور فقہ میں نہیں۔

مرزا مظہر جان جاناں اور خواجہ حسن نظامی کے علاوہ کسی بھی قابل ذکر عالم سے یہ ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے رام اور کرشن کو پیغمبر سمجھا ہو، یا ہندوؤں کو اہل کتاب یا شبہ اہل کتاب سمجھا ہو۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ "معارف القرآن" میں لکھتے ہیں: وید اور گرنتھ یا زردشت وغیرہ کتابیں جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں ان کے وحی الٰہی ہونے اور آسمانی کتاب ہونے کا کوئی ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں ہے، اور صرف یہ امکان کہ شاید زبور اور صحف ابراہیم ہی کی مسخ شدہ وہ صورت ہو جس کو بدھ مت کی کتاب یا وید یا گرنتھ وغیرہ کے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے، امکان محض اور احتمال محض ہے، جو ثبوت کے لئے کافی نہیں ہے، اس لئے باجماع امت ثابت ہوگیا کہ موجودہ زمانے کے مختلف مذاہب میں سے صرف یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمانوں کا نکاح حلال ہے (یعنی صرف یہود و نصاریٰ ہی اہل کتاب ہیں) اور کسی قوم کی عورت سے جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائے نکاح حرام ہے۔

میری رائے:

۱-ویدوں کا کلام الٰہی ہونا نہ شرعی دلائل سے ثابت ہے اور نہ تاریخی حقائق سے۔

۲-اکثر ہندو محققین بھی ویدوں کو کلام الٰہی نہیں مانتے۔

۳-ویدوں کو ۱۴ رشیوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے جن کے زمانے مختلف ہیں۔

۴-ویدوں میں جو اسلامی عقائد و اعمال سے ملتی جلتی باتیں ہیں ان کو ان نیک لوگوں نے لکھا ہوگا جو اپنے زمانے کے آسمانی دین کے تابعدار رہے ہوں گے، وہ نیک حضرات اپنی زندگی میں ہی ہندو عوام و خواص میں مقبول ہوگئے ہوں گے، یا ان کی وفات کے بعد ان کو رشی کا درجہ دے دیا گیا ہوگا، ویدوں کا دور ۶۰۰-۲۰۰۰ قبل مسیح ہے (ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ/ص ۳۶)، اور اسی درمیان میں مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور ہے، یہ ممکن ہے کہ کچھ یہودی رہبان اور عالم ہندوستان آئے ہوں، ان کی نیکی، تقویٰ اور کرامتوں سے ہندوستانی عوام و

خواص متاثر ہوئے ہوں، اور انہیں بزرگوں نے توحید وآخرت اور حضرت محمد ﷺ سے متعلق کچھ باتیں لکھ دی ہوں، حضرت محمد ﷺ سے متعلق جو چودہ منتر ہیں وہ سب سے آخری اور بعض لوگوں کے نزدیک کم حیثیت کے ویداتھروید میں ہیں (حوالہ سابق)۔

اس امکان کو پیش کرنے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آج بھی بہت سارے ہندو، مسلم بزرگان دین، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ وغیرہم سے عقیدت رکھتے ہیں، بہت سارے مزاروں پر مسلمانوں سے زیادہ ہندوؤوں کی بھیڑ رہتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستانی عوام، علم وفن، کرامت اور چمتکار سے بہت جلد متاثر ہوتی ہے، خاص طور سے صاحب کرامت اور چمتکاری لوگوں کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں کرتی، اور ہندوستانیوں کی اس خصوصیت سے بہت سارے ڈھونگی لوگ بھی خوب خوب استفادہ کرتے ہیں، آج کل یہ خبر بھی بڑے زور وشور سے ذرائع ابلاغ میں چل رہی ہے کہ مشہور مجاہد آزادی شبھاش چندر بوس نے کئی سالوں تک ''بابا'' کے بھیس میں آزاد ہندوستان میں زندگی گزاری، جبکہ ان کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ آزادی سے قبل ہی ایک طیارے حادثے میں ان کی وفات ہوگئی تھی۔

جب بیسویں اور اکیسویں صدی کی یہ حالت ہے کہ کسی ''بابا'' کے بارے میں کوئی تحقیق نہیں کی جاتی تو کیا چھ سو قبل مسیح یا پہلی اور دوسری صدی عیسوی میں باہر سے آنے والے کسی یہودی یا عیسائی (میں عیسائی راہب اس لئے کہہ رہا ہوں کہ پہلی صدی عیسوی سے ہی مسیحی علماء کا ہندوستان آنا ثابت ہے اور وید کے دور کی صحیح تعین بھی مشکوک ہے، لوئیس رینو نے ویدوں کا دور ۵۰۰-۲۰۰۰ بتایا ہے، جبکہ بعض ہندو دھرم پرچارک ویدوں کو پانچ، آٹھ دس ہزار سالہ پرانی کتب بتاتے ہیں، دیکھئے: ہندو مذہب مطالعہ اور جائزہ/ص ۳۶، چونکہ ویدوں کا عہد مضبوط دلائل سے متعین نہیں ہے اس لئے ہم اسے قبل اسلام تک کھینچ سکتے ہیں)، راہب کے متعلق تحقیق کی گئی ہوگی، وہ یہودی یا مسیحی راہب جنہوں نے توحید وآخرت اور رسول اکرم ﷺ سے متعلق باتیں لکھی ہوں گی، انہوں نے مصلحۃ اپنا لباس وضع وقطع ہندو عالموں اور باباؤں جیسا کر لیا ہوگا، اور ان کے علم وگیان اور تقوی کی اتنی دھوم مچی ہوگی کہ ہندوستانیوں نے انہیں بھی رشیوں کا درجہ دے دیا ہوگا۔

۵- کچھ لوگ ہندوؤں کو نوح علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام کی قوم بتا کر یا ان کے متبعین بتا کر انہیں صابئین بتاتے ہیں، اور پھر انہیں اہل کتاب کہنے کی جرات کرتے ہیں، مگر میرا خیال یہ ہے کہ ہندوؤں کا نوح علیہ السلام یا ابراہیم علیہ السلام کا پیروکار ہونا واضح اور مضبوط دلائل سے ثابت نہیں ہے۔

۶- محققین کے نزدیک بدھ مت اور جین مت دونوں ہندو مت کی اصلاحی تحریکیں ہیں۔

۷- رام، کرشن، گوتم بدھ اور مہاویر وغیرہ کا نبی یا رسول ہونا شرعی دلائل سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی تاریخی حقائق سے یہ ثابت ہو سکا ہے۔

۸- اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے کہ ہندو، بدھ یا جین اہل کتاب ہیں تب بھی انہیں ہندو، بدھ یا جین کو اہل کتاب سمجھا جائے گا جو شرک نہیں کرتے ہوں اور اللہ آخرت ملائکہ کتاب اور نبیوں پر ایمان رکھتے ہوں۔

☆☆☆

چند فرق معروفہ اور ان کا حکم

مولانا محمد فاروق☆

۱-فرقہ بابی یا بہائی:

یہ دونوں نام ایک ہی فرقہ کے دو تدریجی نام ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایران میں شیعہ کے ''شیخیہ فرقہ'' سے تعلق رکھنے والے علی محمد نامی شخص (۱۸۱۹-۱۸۵۰ء) نے ۱۸۷۷ء میں یہ دعوی کیا کہ وہ حضرت مہدی تک پہنچانے کا باب، یعنی دروازہ، ایرانی حکومت نے اس کو اسلام مخالف عقائد ونظریات کی وجہ سے پھانسی کی سزا دے کر ۱۸۵۰ء میں قتل کر دیا، وہ ختم تو ہو گیا، لیکن اس کے عقائد وخیالات اور فاسد نظریات یونہی باقی رہے، بعد میں یہی خیالات ونظریات ''بابیت'' سے موسوم ہوئے، اور ان کے حاملین ومعتقدین کو ''بابی'' کہا جانے لگا۔

اس کے بعد حسین علی نوری ولادت ۱۸۱۷ء نامی شخص جو فرقہ شیعہ سے تعلق رکھتا تھا اس کے جانشین ہونے کا اعلان کرتے ہوئے اپنے لئے بہاء اللہ ہونے کا دعوی کیا، اور اپنے ماننے والے کا نام ''بہائی'' تجویز کیا، اور یہ اعلان کیا کہ: ''**لیس لأحد ین متمسک الیوم إلابماظهر فی هذاالظهور**'' (اقدس/۸۰) (یعنی بہاء اللہ نے جو کچھ کہا ہے، اب وہی حجت ہے اس سے ماقبل جو کچھ کہا گیا ہے وہ سب منسوخ ہے)، نیز انہوں نے واضح طور سے یہ بھی کہا کہ: بہائیت اسلام کے مقابل نہیں، بلکہ مذہب اسلام کی جگہ ایک نئی تحریک ہے، خدا کی تعلیمات وہدایات کا قدیم ایڈیشن اسلام تھا اور جدید ایڈیشن بہائیت ہے نعوذ باللہ خدا نے اسلام کو منسوخ کیا، تو بہائیت کو رائج کیا، ان کے نزدیک ''اقدس'' نامی بہاء اللہ کی تصنیف کو قرآن مجید کی جگہ مانا گیا (مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے: کتاب النوازل/ص ٦٧ تا ٩٤ مفتی سلمان منصور پوری)۔

مذکورہ خیالات فاسدہ اور نظریات باطلہ سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ لوگ کس قدر اپنی ریشہ دوانیوں کے ذریعہ امت مسلمہ کو دام تزویر میں پھانسنے اور اسیر بنانے کی تدبیریں کرتے ہیں، لہذا ان کا حکم مفتی سلمان منصور پوری کی زبانی سن سکتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

حکم: یہ اسلام سے الگ ایک مستقل فرقہ ہے، اس کا دین محمدی اور شریعت مصطفوی سے کوئی تعلق نہیں، اس فرقہ کی مذہبی کتابوں سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ:

الف-ان کے نزدیک پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام کے بعد بھی نبوت اور رسالت اور وحی کا سلسلہ جاری ہے (الواح/۳۷)۔

ب-خود بہاء اللہ نے اپنے مبعوث اور رسول ہونے کا دعوی کیا ہے (کتاب معین/٦٧)۔

ج-انہوں نے مسیح موعود ہونے کا بھی دعوی کیا ہے (کوکب ہند ۱۹۲۴ء)۔

د-اس فرقہ کا یہ عقیدہ ہے کہ دین محمدی ۱۲٦۰ھ میں منسوخ ہو چکا ہے، اب دین بہائی ہی معمول بہ ہے (معیار الصحیح/٦٣)۔

☆ خادم التدریس جامعہ دار الاحسان، بارڈولی، سورت، گجرات۔

ھ-اس فرقہ کی مقدس کتاب کا نام ''کتاب اقدس'' ہے، اور اس کی تلاوت کرنا ان کے نزدیک سب سے زیادہ باعث اجر وثواب ہے، بلکہ دیگر کتب سماویہ سے بھی بہتر ہے (اقدس/۸۱) (کتاب النوازل ۲/ ۹۳)۔

ان کے علاوہ اور بھی ایسے عقائد واعمال ان کے یہاں مقرر ہیں، جن سے ان کے خارج اسلام ہونے کی تاکید ہوتی ہے، اس لئے یہ فرقہ بلاشبہ کافر وزندیق ہے، نہ تو انہیں مسلمانوں کی فہرست میں شمار کیا جاسکتا ہے اور نہ اہل کتاب سے، کیونکہ یہ لوگ نہ تو کسی دین سماوی کا اعتقاد رکھتے ہیں اور نہ کسی کتاب منزل کی پیروی کرتے ہیں، بلکہ بہاء اللہ کے گندہ خیالات ونظریات اور ذہنی مفتر بات سے بھرپور کتاب'' کتاب اقدس'' کے پیروکار ہیں، اس لئے ان کے ساتھ رشتہ مناکحت وغیرہ کرنا یا ان کے ذبیحہ وغیرہ کا استعمال کرنا ممنوع وحرام ہے، فقہ البر میں ہے:

''**دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع**'' (شرح فقہ اکبر/ ۲۰۲، بحوالہ کتاب النوازل ۲/ ۹۴)۔

فرقہ سکھ:

سکھ ہندوستان کا تقریباً پانچ سو سال قدیم ایک فرقہ ہے، جس کے بانی اور روح رواں جناب گرونانک جی ہیں، جو لاہور سے تقریباً پچاس میل دور جنوب ومغرب میں'' تل ونڈی'' نامی گاؤں کے ایک ہندو خاندان میں ۱۵/ اپریل ۱۴۶۹ء میں پیدا ہوئے، آج اس گاؤں کو'' ننکانہ صاحب'' کہتے ہیں، ابتدائی عمر میں سنسکرت اور ہندو مذہب کی مقدس کتابوں کا علم حاصل کیا، اور اس وقت کے عام دستور کے مطابق گاؤں کی مسجد کے مکتب میں عربی اور فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی (ہندوستانی مذاہب/ ۸)۔

ان کی عمر کی تیز رفتاری کے ساتھ ساتھ دین اسلام اور ان کے کلچروں میں بھی تیز گامی آتی گئی، اور دیکھتے دیکھتے قرآن مجید کے عاشق، صوم وصلاۃ کے پابند، ذکر واذکار کے متوالے، اور آخری نبی رسول اللہ ﷺ کے معتقد اور علوم دینیہ سے خبردار ہوگئے، ان کے اوصاحمید اور اخلاق حمیدہ کا لب لباب اور خلاصہ مفتی محمد فاروق میرٹھیؒ حسب ذیل انداز سے بیان کرتے ہیں:

۱-حافظ قرآن تھے، اور روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتے تھے۔

۲-اذان دیتے تھے اور روزانہ پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے۔

۳-زکوۃ اور روزے کی تائید کرتے تھے، حج بھی کیا تھا۔ ایک سال مکہ مکرمہ میں امامت بھی کی تھی، نیز تمام اسلامی ممالک کا سفر بھی کیا تھا۔

۴-بغداد میں بھی ایک عرصہ تک شاہ مراد کی خدمت میں رہے، اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا تھا، حضرت محمد ﷺ کو آخری رسول مانتے تھے، اور آپ ﷺ سے سچا عشق رکھتے تھے، کثرت سے درود شریف پڑھتے تھے۔

۵-قرآن مجید کو آخری کتاب مانتے تھے اور مابقیہ سب آسمانی کتابوں کو منسوخ مانتے تھے، قیامت کے دن اور حساب وکتاب کے قائل تھے، جنت وجہنم کے قائل تھے، فرشتوں کے قائل تھے۔

۶-صحابہ کرام کو مانتے تھے اور ان سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے، ان کے عقائد مسلمانوں کے عقائد کے مطابق تھے، ان کی عبادت مسلمانوں کی عبادت کے مطابق تھے، ان ہی چیزوں میں اخروی نجات کو منحصر مانتے تھے، ان سب چیزوں سے معلوم ہوتا ہے کہ گرونانک صاحب نہ یہ کہ پکے سچے مسلمان تھے، بلکہ مسلمانوں کے مذہبی پیشوا وبزرگ تھے، بلکہ اسلام کے داعی اور مبلغ تھے (جناب گرونانک جی اور اسلام/ ۸، ۹)۔

یہ مذکورہ تمام عقائد خیالات ان کی معتبر کتابوں کے حوالے سے ثابت شدہ ہیں، جیسا کہ تفصیل مولانا حبیب اللہ قاسمی کی کتاب (گرونانک جی اور انکی دعوت وتبلیغ) میں دیکھی جاسکتی ہے، اسی لئے مفتی محمد فاروق میرٹھیؒ نے اپنے ایک رسالہ'' جناب گرونانک جی اور اسلام

’’میں موجودہ سکھوں کو سچے رسول کے معتقدین اور آسمانی کتابوں کے قائلین میں سے شمار کیا ہے، اور یہ ثابت کیا ہے کہ سکھ صاحبان میں بہت سی اسلامی صفات موجود ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:

ا-سکھ صاحبان توحید کے قائل ہیں، کہ خالق و مالک صرف ایک ہے، وہی عبادت کے لائق ہے، موت وزندگی، عزت وذلت، نفع و نقصان سب اسی کے قبضہ میں ہے، بتوں اور مورتیوں کے قائل نہیں ہیں، رسول کے قائل ہیں کہ بندوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالی نے بہت سے انبیاء اور پیغمبر بھیجے ہیں، آسمانی کتابوں کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی نے بندوں کی ہدایت کے لئے بہت سی کتابیں نازل کی ہیں، نشہ کو حرام سمجھتے ہیں، اپنی آمدنی کا دسواں حصہ نکالتے ہیں، اور اس کے علاوہ لوگوں کو کھانا کھلانے پانی پلانے کا اہتمام کرتے ہیں، اور اس کو کار خیر سمجھتے ہیں، وغیرہ وغیرہ (جناب گرونانک جی اور اسلام)۔

لمحہ فکر:

حضرت مولانا کی مذکورہ تحریر سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ سکھ مت کے بانی گرونانک جی ایک توحید پرست اور اسلامی عقیدہ کے حامل تھے، اگر اسی عقیدہ وملت پر آج کے سکھ ہوتے تو یقیناً کہا جاسکتا تھا کہ ایک اہل کتاب کے لئے جو شرطیں ذکر کی گئی ہیں کہ وہ کسی نبی مرسل کا معتقد اور کتاب منزل کا مقر ہو، یہ دونوں شرطیں سکھ میں موجود ہیں، اور وہ اہل کتاب میں سے ہیں، لیکن آج کے سکھ کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنے اصل مذہب وملت پر باقی ہیں، جیسا کہ پروفیسر محمد یوسف خاں صاحب نے اپنی کتاب ’’تقابل ادیان‘‘ میں فرمایا:

سکھ مت کے بارے میں آج کل دو نظریئے پائے جاتے ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ سکھ مت ایک جدید اور خود مختار مذہب ہے اور مذاہب عالم میں سے اسے بھی ایک مستقل مذہب کی حیثیت حاصل ہے، جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ کوئی باقاعدہ مذہب نہیں، بلکہ ’’ہندومت‘‘ کی ایک ’’اصلاحی تحریک‘‘ کا نام ہے، جس نے ہندوانہ عقائد اور نظریات کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا، اور ان کا نصب العین ہندویوں کے مذہبی عقائد کی تطہیر ہے (تقابل ادیان / ۱۰۵)۔

خلاصہ: یہ کہ آج کے سکھ پر علی الاطلاق اہل کتاب کا حکم جاری نہیں ہوگا، لیکن مفتی محمد فاروق صاحبؒ کی تحریر کے مطابق اگر کوئی سکھ اپنی اصل مذہب گرونانک جی کے عقائد وعلت پر موجود ہو تو اسے اہل کتاب کہنا برمحل ہوگا۔

فرقہ قادیانی:

رہی بات فرقہ قادیانی کی تو یہ لوگ کافروں سے بدتر، زندیق اور واجب القتل فرقہ ہیں (کذا فی احسن الفتاوی سے) اور ان کے عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ میں سے یہ ہے کہ آخری آسمانی کتاب قرآن مجید نہیں، بلکہ مرزا غلام احمد کی وحی کا مجموعہ ’’تذکرہ‘‘ ہے (فتاوی بینات ۱/ ۱۹۸)، نیز ان کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کلمہ طیبہ ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ میں ’’محمد رسول اللہ‘‘ سے مراد غلام احمد قادیانی ہے، چنانچہ مرزائی اخبار الفضل مورخہ ستمبر ۱۹۱۰ء کی اشاعت میں لکھا ہے:

یہ مسلمان کیا منہ لے کر دوسرے مذاہب کے بالمقابل اپنا دین پیش کرسکتے ہیں، تاوقتیکہ وہ مسیح موعود (غلام احمد قادیانی) کی صداقت پر ایمان نہ لائیں، جو فی الحقیقت وہی ختم المرسلین تھا کہ خدائی وعدہ کے مطابق دوبارہ آخر میں مبعوث ہوا، وہ (مرزا) وہی فخر اولین وآخرین ہے جو آج سے تیرہ سو سال پہلے رحمۃ العالمین بن کر آیا تھا (قادیانی مذاہب / ۲۶۴)۔

اس سے واضح ہوگیا کہ قادیانی ایک ایسا فرقہ ہے جس کا مدار کسی کتاب منزل پر نہیں ہے، بلکہ پراگندہ خیالات اور عقائد فاسدہ کے مجموعہ ’’تذکرہ‘‘ پر ہے، اسی طرح اس کے مذہب کا مدار کسی نبی مرسل پر نہیں ہے بلکہ اشرف المخلوقات، زندیق ومرتدہ غیر محقون الدم غلام احمد

قادیانی کی رسالت پر ہے، اور ظاہری بات ہے کہ یہی عقیدہ تمام مرزائیوں کا ہے، خواہ وہ نسلی مرزائی ہوں یا خود اسلام سے مرتد ہوکر مرزائیت اختیار کئے ہوں، لہذا شریعت کی روشنی میں دونوں ہی زندیق اور عام کفار سے بدتر ہیں، اس لئے کسی بھی طرح اس فرقہ کو اہل کتاب میں سے شمار نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ بہت اختصار اور جامعیت کے ساتھ علامہ کشمیریؒ نے کتابی کی تحدید فرمائی ہے، فرماتے ہیں:

"**وإن كان متدينا ببعض الأديان والكتب المنسوخة خص باسم الكتابى كاليهودى والنصرانى**" (الکفار الملحدین ۳۳/۱۱۳) (معلوم ہوا کہ کتابی ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کسی بھی دین سماوی کا اعتقاد اور کتاب منزل کا اقرار ہو، اور قادیانی میں مذکورہ دونوں شرطوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہے۔

خلاصہ فرق:

مذکورہ تفصیلات سے یہ واضح ہوا کہ بہائی، بابی اور قادیانی یہ سب زندیق ہیں، اگرچہ دین وایمان کا اظہار، نماز وروزہ کی پابندیاں، خوش بیانی اور اپنی شیریں کلامی سے مومن ہونے کا ثبوت پیش کرتے ہوں، کیونکہ ان کے دل عقائد فاسدہ سے معمور اور احکام ضروریہ قطعیہ سے دور ہیں، علامہ تفتازانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"**وإن كان مع اعترافه نبوة النبى ﷺ وإظهاره شعائر الإسلام يبطن عقائد هى كفر بالاتفاق خص باسم الزنديق**" (شرح المواقف ۲/۲۶۹)، اسی طرح آج کل کے سکھ پر بھی اہل کتاب کا حکم جاری نہیں ہوگا، جیسا کہ تفصیل مذکور ہوئی۔

ویدوں کو آسمانی کتاب کہنا اور اوتاروں کو نبی:

انبیا ورسل اور ان کی کتابوں سے متعلق تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ ان پر کسی تعیین وحصر کے بغیر اجمالا ایمان لانا واجب ہے، تاکہ تحدید وتعیین کی وجہ سے ان میں سے کسی کا خارج ہونا یا ان کے علاوہ میں سے کسی کا داخل ہونا نہ لازم آئے، جیسا کہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکاۃ میں تحریر کرتے ہیں:

"**فيجب الإيمان بالأنبياء والرسل مجملا من غير حصر فى عدد، لئلا يخرج احدمنهم، ولا يدخل أحد من غيرهم فيهم**" (مرقاۃ ۱۰/۴۱۷)۔

اور اس اجمالا ایمان لانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نصوص قطعیہ میں بہت سے انبیاء ورسل کے ارسال وبعثت کا تذکرہ ہے، مگر ان تمام کی تفصیل موجود نہیں ہے، بلکہ گنے چنے معدود چند کی تفصیل ہی بیان کی گئی ہے، اور ظاہری بات ہے کہ جس کی تفصیل بیان سے نصوص ساکت ہیں ان کی تفصیل ظن وگمان سے کس طرح کی جاسکتی ہیں، اس لئے اجمالا ہی ایمان لانا ضروری ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليكم المومن**"۔

اور حدیث پاک میں اگرچہ معین تعداد میں انبیا ورسل کی آمد کا تذکرہ ہے، لیکن ان اعداد میں سے کوئی قطعی عدد مراد نہیں، چنانچہ حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے فرمایا: میں نے کہا: یارسول اللہ! کل انبیاء کی تعداد کتنی ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار، ان میں سے تین سو پندرہ ایک بڑی جماعت رسولوں کی ہوئی۔

"**عن أبى امامة قال أبوذر: قلت: يا رسول الله! كم وفاء عدة الأنبياء؟ قال: ماة الف وأربعة وعشرون ألفا، الرسل من ذلك ثلثماة وخمسة عشر جما غفيرا**" (مشکوۃ/۵۱۱)۔

حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں:"العدد فی هذ الحدیث، وإن کان مجزووابه لکنه لیس بمقطوع" (مرقاۃ۹/۷/۴۱۷)۔

نیز انبیاء ورسل کے بارے میں یہ بھی منصوص ہے کہ خدائے عز وجل نے تمام قوموں کی طرف ان ہی میں سے کسی نہ کسی رسول و نبی کی بعثت فرمائی ہے، جو اس قوم کو توحید کی دعوت پیش کی اور خداوند قدوس کی جانب سے اتمام حجت کیا، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

''وإن من أمة إلا خلافیها نذیر'' (سورۂ فاطر/ ۲۴)۔

''وکذالک ما أرسلنا من قبلک فی قریة من نذیر إلاقال مترفوها''(سورۂ زخرف/ ۲۳)۔

مذکورہ امور سے معلوم ہوا کہ انبیا ورسل کے سلسلے میں عادت خداوندی یہی رہی ہے کہ مختلف زمان ومکان میں ان کا ایک غیر معمولی سلسلہ جاری فرمایا ہے جن کی حتمی اور قطعی تعداد وتحدید موجود نہیں ہے، الا یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں جو صاحب شریعت اور حامل کتاب وصحت ہیں، لہذا وہ تمام ویدوں اور اوتاروں جن کے پیغامات شریعت سے ہم اہنگ، مبنی بر توحید ہوں اور ان میں انسانی اخلاق حمیدہ کا تذکرہ اور آخرت کی فکر یں ہوں، ان کے بارے میں رسول و نبی ہونے اور ان کی کتاب کے کتاب الٰہی ہونے کا امکان ہوسکتا ہے، اور چونکہ قرآن وحدیث میں صراحۃ تذکرہ نہیں ہے، اس لئے حتما اور یقیناً انہیں نہ تو نبی کہا جاسکتا ہے اور نہ ان کی کتابوں کو وحی منزل سے موسوم کیا جاسکتا ہے، تاہم یہ بھی کسی کے لئے روا نہیں ہے کہ ان کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے، یا طعن وتشنیع کے ذریعہ ہتک احترام کرے، بلکہ ان کا معاملہ خداوند قدوس کے سپرد کردینا چاہئے اور ان پر زبان درازی سے مکمل احتیاط برتنا چاہئے۔

☆☆☆

اہل کتاب کا ذبیحہ اوران کی عورتوں سے نکاح

مفتی محمد ارشاد پالنپوری☆

۱-اہل کتاب کی تعریف کیا ہے؟

اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کم سے کم نزول قرآن کے زمانہ میں یہود ونصاری جو عقیدے رکھتے تھے ان کے قائل ہوں، یعنی تورات پر ایمان رکھتے ہوں (خواہ تحریف شدہ ہی کیوں نہ ہو)، حضرت موسیٰ کی نبوت کے قائل ہوں، فی الجملہ خدا کے وجود نبوت وحی فرشتوں وغیرہ پر ایمان رکھتے ہوں، گو اسلام کے منکر ہوں اور حضرت مسیح اور حضرت عزیرؑ کو ابن اللہ اور الوہیت میں شریک مانتے ہوں، کیونکہ قرآن نے جس دور میں اہل کتاب کے ذبیحے اور عورتوں کو حلال قرار دیا ہے اس دور میں بھی اہل کتاب توحید خالص اور عقائد حقہ صادقہ پر قائم نہیں تھے۔

”واعلم أن من اعتقد دينا سماويا وله كتاب منزل كصحف ابراهيم و شيث وزبور داؤد، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم قوله (على المذهب) اى خلافا لما فى المستصفى من تقييد الحل بأن لا يعتقدوا ذلک ويوافقه ما فى مبسوط شيخ الإسلام يجب أن لا يأكلوا ذبائح أهل الكتاب إذا اعتقدوا أن المسيح إله وإن عزيرا إله ولا يتزوجوا نسائهم،ولكن بالنظر إلى الدليل ينبغى أنه يجوز الأكل والتزوج، قال فى البحر؛ وحاصله أن المذهب الإطلاق لما ذكر شمس الأئمة فى المبسوط من أن ذبيحة النصرانى حلال مطلقا سواء قال بثالث ثلاثة أولا، لإطلاق الكتاب والدليل“ (شامی ۴/ ۱۳۴، مکتبہ زکریا، جدید فقہی مسائل ۲/ ۲۱۷-۲۱۸)۔

۲- قرآن مجید نے مسلمان یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ صابیوں کا ذکر کچھ اس طرح سے کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ خاص مذہب کے حاملین اور معتقدین تھے اور سلف صالحین کے اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام کے آنے کے بعد بھی ایک ڈیڑھ سو سال تک یہ مذہب پایا جاتا تھا، خلیل کا خیال ہے کہ ان کا مذہب عیسائیت سے قریب تھا اور یہ جنوب کو اپنا قبلہ بنائے تھے اور اپنے آپ کو حضرت نوحؑ کے دین پر تصور کرتے تھے۔

”وقال الخليل: هم قوم يشبه دينهم دين النصارى، إلا أن قبلتهم نحومهب الجنوب يزعمون أنهم على دين نوح عليه السلام“ (تفسیر ابن کثیر ۱/ ۲۵۶)۔

امام مجاہد اور حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ ان کا مذہب یہودیت اور آتش پرستی کا مرکب ہے، اور ان کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا، اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کیا جائے گا۔

☆ مدرسہ جامعہ دار العلوم دساڑا، ضلع سریندر نگر، گجرات۔

”وحكى القرطبى عن مجاهد والحسن أنهم قوم تركب دينهم بين اليهود والمجوس ولا تؤكل ذبائحهم، وقال ابن عباس ولا تنكح نسائهم“ (تفسیر ابن کثیر ۱/۲۵۶)۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا ہے، اور امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ آپ ان کو اہل کتاب میں شمار کرتے تھے، امام کرخی کا خیال ہے کہ ان کا ایک فرقہ حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت پر ایمان رکھتا تھا اور زبور کی تلاوت کرتا تھا، امام ابوحنیفہ نے اپنی رائے میں اسی کو پیش نظر رکھا ہے، اور ایک فرقہ وحی اور نبوت کا منکر اور سورج کا پرستار تھا، امام ابو یوسف اور امام محمد نے اسی کے پیش نظر اپنی رائے دی ہے۔

”وذكر الكرخى رحمه الله تعالى أنه لا خلاف بينهم فى الحقيقة، وإنما اختلفوا؛ لأنهم صنفان، صنفا منهم يقرون نبوة عيسى عليه السلام ويقرون الزبور فهم صنف من النصارى، وإنما أجاب أبوحنيفة بحل ذبيحة الصابى إذا كان من هذا الصنف وصنف منهم ينكرون النبوة والكتاب أصلا ويعبدون الشمس فهم كعبدة الأوثان لا يؤكل صيدهم ولا تحل ذبيحتهم، وإنما أجاب أبويوسف و محمد رحمهما الله بحرمة الصيد والذبح فى حق هؤلاء“ (قاضی خاں ۳/۲۶۱-۲۶۲، مکتبہ زکریا دیوبند)۔

ہر چند کہ اس دور میں اس نام سے کوئی قوم معروف اور متعارف نہیں ہے، لیکن صابئین کے بارے میں فقہاء کی احتیاط سے یہ اصول مستنبط ہوتا ہے کہ کوئی بھی فرقہ جس کا اہل کتاب میں سے ہونا مشکوک ہو تو جب تک اس کا اہل کتاب میں سے ہونا تحقیق نہ ہو جائے، ذبیحہ اور عورتوں کی حلت کے باب میں ان کو اہل کتاب کا درجہ نہیں دیا جا سکتا (قاموس الفقہ ۴/۲۱۶ کتب خانہ نعیمیہ)۔

۳- موجودہ زمانہ میں اہل کتاب کہلانے والوں میں خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ضرور ہے جو برائے نام یہودیت اور عیسائیت کی طرف منسوب ہیں اور فی الحقیقت وہ خدا کے وجود، وحی، نبوت اور فرشتوں وغیرہ کے قائل نہیں ہیں، بلکہ وہ ملحد اور دہریہ اور خدا کے منکر ہیں، مذہب کا مذاق اڑاتے ہیں تو ایسے لوگ ہرگز اہل کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہیں اور ان کا ذبیحہ اور عورتیں حلال نہیں ہوگی، چنانچہ حضرت علیؓ نے بعض نام نہاد عیسائیوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، کیونکہ شراب نوشی کے علاوہ ان کا مذہب سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

”روى محمد ابن سيرين عن عبيدة قال: سألت عليا عن ذبائح نصارى العرب، فقال: لا تحل ذبائحهم، فإنهم لم يتعلقوا من دينهم بشي إلا بشرب الخمر“ (احکام القرآن للجصاص ر ص ۴۰۶، ۴۰۷، مکتبہ شیخ الہند دیوبند) (محمد ابن سیرین نے روایت کیا عبیدہ سے انہوں نے فرمایا میں نے حضرت علیؓ سے عرب کے نصاری کے ذبیحوں کے بارے میں پوچھا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اس لئے کہ ان کو شراب پینے کے علاوہ ان کے دین سے کوئی واسطہ نہیں ہے)۔

ایسا ہی حال موجودہ زمانہ میں اہل کتاب کہلانے والوں کا ہے، لہذا ان کے بارے میں اصل حکم یہی ہونا چاہئے کہ وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہیں، ہاں کسی خاص فرد کے بارے میں قطعی دلیل سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے مذہب کا سچا متبع ہے تو استثنائی طور پر وہ اہل کتاب میں داخل ہو کر نکاح اور ذبیحہ کے معاملہ میں ان کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کیا جا سکتا ہے پھر بھی ان سے نکاح نہ کرنا اور ان کے ذبیحہ سے احتیاط کرنا بہتر ہوا۔

”والاولى ان لايتزوج كتابية ولا يأكل ذبائحهم الا لضرورة“ (بحر الرائق ۳/۱۸۳، مکتبہ زکریا)۔

۴- جاننا چاہئے کہ عقیدہ ختم نبوت جزو ایمان ہے اور قیامت کے عقیدہ کی طرح ختم نبوت کا عقیدہ بھی حضرت آدم سے لے کر ہر رسول کی

دعوت کا جزو اہم رہا ہے، آپ ﷺ کی ختم نبوت کی بہت سی دلیلیں قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں آئی ہیں، مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالی فرماتے ہیں: ”ماکان محمد أبا أحد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین فکان الله بکل شئ علیماہ“ (احزاب: ۴۰)۔

محمد ﷺ تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں، بلکہ اللہ تعالی کے رسول اور آخری نبی ہیں، اور اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جانتا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا: ”أنا خاتم النبیین لانبی لعدی“ (میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں)، نیز اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ”الیوم أکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا“ (مائدہ: ۳) (آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر......کردی اور اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کیا) اس سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالی دین کی تکمیل کردی اور اسلام ہر طرح کامل اور مکمل دین ہوگیا، اس لئے حضور ﷺ کے بعد کسی پیغمبر کے آنے کی ضرورت نہیں رہی، فتاوی بزازیہ میں ہے: ”وأما الإیمان بسیدنا علیه الصلاة والسلام، فیجب بأنه رسولنا فی الحال وخاتم الأنبیاء والرسل فإذا امن بأنه رسول ولم یؤمن بأنه خاتم الرسل لا ینسخ دینه إلی یوم القیامة لا یکون مؤمنا“ (فتاوی بزازیہ ۳/ ۱۸۲)، بہرحال ہمارے سردار پر ایمان لانا واجب ہے یہ کہ وہ ہمارے رسول ہیں فی الحال اور خاتم الانبیاء اور رسول ہیں، لہذا کوئی آدمی آپ کے رسول ہونے پر تو ایمان رکھتا ہے لیکن آپ کے خاتم الرسول ہونے پر ایمان نہیں رکھتا ہے، بلکہ آپ کے بعد کسی نبوت کا قائل ہے، تو ایسا آدمی مومن نہیں ہوسکتا۔

لہذا ان تمام دلائل کی روشنی میں یہی کہا جائے گا کہ وہ جماعت جو قرآن کو اللہ کی کتاب تسلیم کرتی ہے یا محمد ﷺ کو نبی مانتی ہے، لیکن آپ کا خاتم الرسل ہونا تسلیم نہیں کرتی، بلکہ آپ کے بعد کسی اور کو نبی مانتی ہے تو ختم نبوت جو ایمان کا ایک اہم جز ہے اس کا انکار کرنے کی وجہ سے یہ جماعت بلاشبہ کافر ہے، اس کو اہل کتاب میں سے ماننا کسی بھی طرح درست نہیں ہے۔

۵- قادیانیوں کی اولاد (نسلی مرزائی قادیانی) غلام احمد قادیانی کو نبی یا کم از کم مسلمان مانتی ہو تو وہ بھی کافر ہے ان کا ذبیحہ حرام اور مردار ہونا چاہئے وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں ہوسکتے ہیں، علامہ شامی غالی روافض کو کافر مانتے ہیں اور ان کو اہل کتاب نہیں سمجھتے تو قادیانیوں کی اولاد کا شمار اہل کتاب میں کیسے ہوگا۔

”والظآهر أن الغلاة من الروافض المحکوم بکفرهم لا ینفکون عن اعتقادهم الباطل فی حال اتیانهم بالشهادتین وغیرهما من أحکام الشرع کالصوم والصلاة فهم کفار لامرتدون ولا أهل کتاب“ (شامی)۔

مولانا محمد یوسف لدھیانوی تحریر فرماتے ہیں: ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہے: جو شخص خود قادیانیت کی طرف مرتد ہو وہ مرتد بھی ہے اور زندیق بھی، اس کی صلبی اولاد بھی اپنے والدین کے تابع ہونے کی وجہ سے مرتد ہے اور زندیق بھی، اس کی اولاد کی اولاد مرتد نہیں خالص زندیق ہے، مرتد اور زندیق دونوں واجب القتل ہوں دونوں سے مناکحت باطل اور دونوں کا ذبیحہ حرام اور مردار ہے۔

لہذا پوری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ نسلی قادیانی بھی کسی طرح اہل کتاب میں شمار نہیں ہوسکتے ہیں (ماخوذ از فتاوی رحیمیہ ۱/ ۱۵۴-۱۵۵، مکتبہ احسان)۔

الف-موجودہ حالات میں مسلم ملکوں میں اہل کتاب عورتوں سے شادی کرنا کراہت سے خالی نہیں علامہ شامی نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے، ”یفید کراهة التنزیه فی خمر الحربیة وما بعده یفید کراهة التحریم فی الحربیة“ (شامی ۴/ ۱۰۱، مکتبہ دارالکتاب دیوبند)۔

لیکن یادرکھنا چاہئے کہ یہ بات علامہ شامی نے اپنے زمانہ کے اعتبار سے کہی ہے موجودہ زمانہ میں مسلم حکمرانوں اعلی عہدیدار کی زوجیت میں یہودی اورعیسائی خواتین کے رہنے نے باطل کے مقابلہ میں ان کے اندر جو جرات ہونی چاہئے وہ جرات ختم کردی ہے اوران سے پیدا ہونیوالی نسل پوری طرح مغربی تہذیب وثقافت سے متاثر ہیں اور عالم اسلام کو بڑا نا قابل برداشت نقصان پہنچا ہے اوردارالحرب میں اہل کتاب عورتوں سے رشتۂ زوجیت قائم کرنا فقہاء نے مکروہ تحریمی لکھا ہے اوراس کی علت یہ بیان کی ہے کہ ان اہل کتاب خواتین سے پیدا ہونیوالی اولاد حربیوں کے رنگ میں رنگ جائیگی اوران کے اخلاق سے متاثر ہوگی۔

”وتكره الحربية اجماعا لانفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دار الحرب وتعريض الولد على التخلق باخلاق اهل الكفر“(شامی ۱۰۱/۴،مکتبہ دارالکتاب)۔

مغربی تہذیب کے غلبہ کی بنا پر ٹھیک یہی علت مسلم ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے،لہذا موجودہ زمانہ میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے شادی کرنا مکروہ تحریمی ہونا چاہئے(ماخوذ اس کتاب الفتاوی)۔

ب-دارالکفر میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کرنے کو فقہاء نے جو مکروہ کہا ہے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اگر دارالحرب میں شادی کرے گا تو وہاں کے کلچر اور تہذیب سے متاثر ہوگا اس کی پیدا ہونے والی اولاد میں کافروں کے اخلاق پیدا ہوں گے۔

”وتكره الكتابية الحربية إجماعا لا نفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعى للمقام معها فى دارالحرب وتعريض الولد على التخلق بإخلاق اهل الكفر“(شامی ۱۰۱/۴)۔

موجودہ حالات میں مغربی مما لک میں یہودی اور عیسائی عورتوں سے اگر نکاح کیا جاتا ہے تو سب سے پہلے تو ان کا اہل کتاب میں سے ہونا مشکوک ہے،اس لئے کہ مغربی مما لک میں اہل کتاب کہے جانے والوں میں اکثریت ان لوگوں کی ہے،جو ملحد،بے دین،اور دہریہ قسم کے ہیں،اوران مذہب سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے،اور اگر واقعی میں وہ عورت اہل کتاب میں سے ہے تو اس میں اگر چہ اس بات کا احتمال ہے کہ ناکح آدمی اس کتابیہ پر محنت کرے اور وہ دامن اسلام میں آجائے پھر اسلام کی روشنی اپنے خاندان اور معاشرہ میں پھیلا دے۔

☆☆☆

اہل کتاب عورتوں سے نکاح کے احکام

مفتی محبوب عالم قاسمی☆

اہل کتاب کے ساتھ ازدواجی اور سماجی تعلقات کے حوالے سے بحث کرتے وقت چند چیزیں ملحوظ رہنی چاہئے:

اولا: یہ کہ ہم جس دور میں جی رہے ہیں یہ فتنہ دجال ومغربی تہذیب کی دبدبائی کا دور ہے، اور چوبیس گھنٹے ایمان واسلام پر حملے کئے جارہے ہیں اور ہر وقت ایمان کو نشانہ بنایا جارہا ہے، مسلمانوں کے ایمان کو برباد کرنے کے لئے صلیبی وصہیونی طاقتیں اپنی آخری کوشش میں لگی ہوئی ہیں اور فرمان باری تعالی: "**ود كثير من أهل الكتاب لو يردونكم من بعد إيمانكم كفارا حسدا من عند أنفسهم من بعد ما تبين لهم الحق**" (سورۂ بقرہ:۱۰۹) بعینہ اس دور میں صادق آرہی ہے۔

ثانیا: یہ کہ ہم اس وقت دور مغلوبیت میں ہیں۔

ثالثا: یہ کہ اس وقت ہمارا سرمایہ ایمان اور عمل صالح ہیں اور زندگی کا اہم مقصد اس نعمت کی حفاظت ہے، جو دیگر سارے امور پر مقدم ہے۔

رابعا: یہ کہ ہمیں کوئی ایسا قدم ہرگز نہیں اٹھانا چاہئے جس کے نتیجے میں ہمارا ایمان خطرے میں آجائے۔

خامسا: یہ کہ اس وقت مسلمانوں کے اندر دینی شعور اور اپنے دین کی عظمت کا بہت فقدان ہے۔

چنانچہ ان چیزوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں ان مسائل پر بحث کرنا ہے، جہاں تک مسلمان مرد کے لئے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کا تعلق ہے تو اسلام نے اس کو جائز قرار دیا ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: "**وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم وطعامكم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم إذا آتيتموهن أجورهن محصنين غير مسافحين ولا متخذي أخدان**" (مائدہ:۵)، قرآن کی یہ حلت محض ایک رخصت ہے، ورنہ شریعت کا اصل منشاء ومطلوب پاک دامن مسلمان عورت سے نکاح ہے؛ کیونکہ نکاح کے پیچھے بہت اہم مقاصد ہیں، پھر فقہاء کرام نے اہل کتاب عورت سے نکاح کرنے کے نتائج اور اثرات کے پیش نظر دارالحرب اور دارالاسلام کا فرق کیا ہے، چونکہ وہ دور مسلمانوں کے اقتدار کا دور تھا، نیز اس وقت کے مسلمان دینی حمیت وغیرہ سے سرشار تھے، اس لئے فقہاء کرام نے دارالاسلام میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا، اگرچہ مکروہ تنزیہی کہا، ساتھ ہی ساتھ اس زمانے میں جو ملک دارالحرب تھا اور وہاں کفر کی بالادستی ہوتی تھی اور وہاں مسلمان کے ایمان اور اسلامی تہذیب کی حفاظت بھی ایک اہم ذمہ داری ہوتی تھی تو وہاں اگر کوئی مسلمان کسی اہل کتاب عورت سے نکاح کرے گا تو اپنے ایمان کو مصیبت میں ڈالنے کے مترادف ہوتا تھا، نیز اولاد کے اس رنگ میں رنگ جانے کا خطرہ رہتا تھا، اس لئے فقہاء نے اس کو مکروہ تحریمی لکھا ہے، علامہ ابن الہمامؒ لکھتے ہیں:

☆ کچھار، آسام۔

”(قوله ويجوز تزويج الكتابيات)والأولى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا للضرورة، وتكره الكتابية الحربية إجماعا لانفتاح باب الفتنة من إمكان التعلق المستدعي للمقام معها في دار الحرب، وتعريض الولد على التخلق بأخلاق أهل الكفر وعلى الرق بأن تسبى وهي حبلى فيولد رقيقا، وإن كان مسلما“(فتح القدیر ۳/۲۱۸، دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

تو دارالحرب میں کتابی عورت سے نکاح کرنے کو مکروہ تحریمی قرار دینے کی علت اس نکاح کی وجہ سے اپنے دین پر پڑنے والے منفی اثرات ہیں، اور دارالاسلام میں یہ بات نہیں، بلکہ اس زمانے میں مسلمان دینی اعتبار سے باشعور ہوتا تھا، لیکن پھر بھی ایسا نہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا تھا، لیکن آج کل تو اس کا مشاہدہ ہو رہا ہے کہ عرب ممالک میں عرب حکمرانوں، فوجی کمانڈروں اور اعلی عہدیداروں کے یہودی وعیسائی عورتوں کے نکاح کرنے نے عالم اسلام کو ناقابل تلافی فوجی، سیاسی، معاشی، فکری، دینی، اخلاقی وتہذیبی نقصان پہنچایا ہے، چنانچہ ایسی صورت حال میں اور خاص کر مغربی تہذیب کی دبدبائی کے اس دور میں مسلم ملکوں میں بھی اہل کتاب عورتوں سے نکاح مکروہ تحریمی ہوگا۔

ویزہ کی سہولت اور دعوتی نقطہ نظر سے کتابیہ عورت سے نکاح:

دارالحرب میں اہل کتاب عورت سے نکاح کرنے کے سلسلے میں چند چیزیں پیش نظر رہیں:

۱-فقہاء نے دارالحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح مکروہ تحریمی قرار دیا، مکروہ تحریمی حرام سے قریب ہے، اس لئے اگر نکاح صحیح ہوجائے گا لیکن نکاح کرنے والا گنہگار ہوگا۔

۲-اس نکاح کی وجہ سے جو اولاد پیدا ہوں گی، اگر چہ وہ شرعا خیر الابوین کے تابع ہوکر مسلمان ہوں گی، لیکن شدید اندیشہ ہے کہ وہ اہل کتاب کا دین اور ان کی تہذیب اختیار کرلیں۔

۳-مغربی ممالک میں طلاق کا حق عورتوں کو بھی ہے، اور یہ بہت دیکھا گیا ہے کہ وہ ایک عرصے بعد شوہر کو طلاق دے دیتی ہیں، اور شوہر کی ملکیت کے ایک مخصوص حصے کی مالک بن جاتی ہیں، ایسی صورت میں اگر اولاد رہیں تو ان کی بھی تقسیم ہوگی، تو جو اولاد ماں کے حق میں جائیں گی وہ کفر کی دنیا میں داخل ہوجائیں گی۔

علاوہ ازیں وہ عورت حقیقی اہل کتاب ہے یا نہیں اس کا پتہ لگانا بھی بہت مشکل ہے، کیونکہ آج کل اکثر برائے نام اہل کتاب ہیں، درحقیقت وہ دہریئے اور ملحد ہیں، نیز مسلمانوں کا خود اپنے ایمان پر اعتماد نہیں رہا، بلکہ وہ عجیب سی احساس کمتری میں مبتلا ہیں، چنانچہ موجودہ صورتحال کے تناظر میں مذکورہ امور کو عذر بنا کر دارالکفر میں اہل کتاب سے نکاح کرنے کی کراہت زائل نہیں ہوگی، بلکہ نکاح مکروہ تحریمی ہی رہے گی۔

جہاں تک دعوتی نقطہ نظر سے نکاح کی بات ہے تو مذکورہ چند شرائط کے ساتھ کراہت دور ہوسکتی ہے:

۱-یہ نکاح خالصۃ دعوتی مقاصد کے پیش نظر ہو۔

۲-مسلمان مرد داعیانہ مزاج رکھتا ہو اور دعوت کی لیاقت وصلاحیت اس کے اندر ہو۔

وہ مسلمان مرد مکمل باشعور، دینی حمیت وغیرت اور مضبوط قوت ارادی والا ہو، نیز دوسروں پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۳-اس عورت سے اسلام کی امید کی جاسکتی ہو۔

۴-اپنے ایمان واسلام کی سالمیت کا یقین ہو۔

لیکن پھر بھی مسلمانوں کی اس پستی کے دور میں کسی پاک دامن مسلمان عورت ہی سے نکاح کرنا بہتر ہے۔

اہل کتاب بیوی کے حقوق:

اہل کتاب عورتوں کے وہی حقوق ہوتے ہیں جو ایک مسلمان عورت کے ہوتے ہیں، مسلمان شوہر کے لئے ان حقوق کی ادائیگی ضروری ہے اوران سے راہ فرار اختیار کرنا جائز نہ ہوگا، ابن قدامہ لکھتے ہیں:

"والمسلمة والكتابية سواء في القسم......وذلك؛ لأن القسم من حقوق الزوجية، فاستوت فيه المسلمة والكتابية كالنفقة والسكنى" (المغنی ۱۰/ ۲۸۴، دارعالم الکتب، ریاض)۔

اور جہاں تک غیر مسلم ہونے کی بنیاد پر طلاق دینے کی بات ہے تو اس عاجز کی رائے ہے کہ اولا ان کو اسلام کی دعوت دی جائے، نیز اپنی حسن معاشرت سے ان کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے، لیکن اگر وہ اپنے کفر پر جمی رہے یا فی الوقت یا مستقبل میں اپنے ایمان واسلام اور اولاد کی تربیت کے سلسلے میں کسی خطرے کا اندیشہ وہ تو طلاق دی جاسکتی ہے، کتاب الآ ثار میں امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے کسی یہودی عورت سے نکاح کرلیا تھا، تو حضرت عمرؓ کو جب اطلاع ملی تو حکم دیا کہ طلاق دے دو، حضرت حذیفہ نے جواب میں لکھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے، تو حضرت عمرؓ نے ان الفاظ میں جواب لکھا:

"أعزم عليك أن لا تضع كتابي حتى تخلي سبيلها، فإني أخاف أن يقتدي بك المسلمون فيختار نساء أهل الذمة لجمالهن وكفى بذلك فتنة لنساء المسلمين"۔

"قال محمد: وبه نأخذ، لانراه حراما، ولكن نرى أن تختار عليهن نساء المسلمين، وهو قول أبي حنيفة" (کتاب الآ ثار ۱/ ۴۲۵، دارالسلام مصر)۔

رہی بات مسلمان شوہر کے گھر اہل کتاب عورت کے اپنے مذہبی مراسم انجام دینے کی تو ان میں سے وہ عبادات جو اسلام سے متصادم نہیں مثلاً نماز، روزہ تو ان کو ادا کرسکتی ہیں، اس کے علاوہ ہر وہ مذہبی مراسم جو اسلامی عقیدے سے متصادم ہوں، مسلمان کے لئے اپنے گھر میں ان کو انجام دینے کی اجازت دینا جائز نہیں، کیونکہ اس سے گھر کا ماحول متاثر ہوگا، اولاد پر بھی اس کا برا اثر پڑے گا، علاوہ ازیں اہل کتاب کے کفریہ مراسم پر اگر رضامندی سے بیوی کو اجازت دے تو رضا بالکفر کی رو سے ایمان سے خارج ہونے کا خطرہ بھی ہے، چنانچہ بیوی اگر گھر میں حضرت عیسی کی تصویر یا صلیب لانا چاہے یا کرسمس منانا چاہے تو شوہر کے لئے روکنا ضروری ہے، ہاں، اگر بیوی نہ مانے تو اس پر جبر نہیں کرسکتا۔

اہل کتاب سے سماجی تعلقات:

اہل کتاب کے ساتھ عام سماجی تعلقات اور معاملات درست ہے، آپ ﷺ نے یہودیوں سے عقد مزارعت ومساقات، یہودیوں کی دعوت قبول کی، ان سے کھانا خریدا اوران کے پاس رہن بھی رکھا، البتہ عیسائی مشنریز کے مختلف تعلیمی، سماجی، معاشی پروگرام جن کا اصل مقصد دین مسیحیت کی تبلیغ اور عام لوگوں کے ذہنوں کو اپنی مختلف الجہات خدمات کے ذریعے دین مسیحیت سے قریب کرنا ہے ان امور میں مسلمانوں کا شریک ہونا اوران کا کسی بھی صورت میں تعاون یا حوصلہ افزائی کرنا ہرگز جائز نہیں، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان"** (سورۂ مائدہ: ۲)، اسی طرح اللہ تعالی کا ارشاد ہے: **"لاتجد قوما يؤمنون بالله واليوم الآخر يؤادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباء هم أو ابناء هم أو إخوانهم أو عشيرتهم أولئك كتب في قلوبهم الإيمان"** (مجادلہ: ۲۲)۔

انہی مشنری اسکول جو قائم کئے گئے ہیں ان کا واحد مقصد اپنے مذہب کی تبلیغ ہے، نیز انہوں نے اپنے نظام کو اس طرح تیار کیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے دل میں حضرت عیسی اور ان کے دین کی عظمت بیٹھ جائے اور اس کے نتیجے میں وہ ان کے دین سے رفتہ رفتہ قریب ہوتا جائے اور اس کے ذہن، دل و دماغ اور سوچ وفکر میں ان کا عقیدہ، طرز فکر اور تہذیب راسخ ہوجائے، اسی لئے جو بچے دس بارہ سال تک ان اسکولوں میں پڑھ کر نکلتے ہیں وہ اسلامی تہذیب، اسلامی سوچ وفکر، دینی حمیت اور اپنے دین کی عظمت سے خالی ہو چکے ہوتے ہیں، چنانچہ مسلمانوں کو ان کے تعلیمی اداروں میں اپنے بچوں کو داخلہ کرانے سے مکمل گریز کرنا چاہئے، نیز اپنے علاقے میں ایسے اسکول قائم کرنے کی بالکل اجازت نہیں دینی چاہئے، بلکہ مسلمانوں کو اپنے ایمان واسلام اور اپنی تہذیب کی حفاظت کی خاطر الگ معیاری تعلیمی ادارے کے قیام پر خصوصی توجہ دینی چاہئے، بلکہ اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے وحدت نظام تعلیم کو نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

جہاں تک مشنری ہاسپیٹل یا قرض مہیا کرنے والے ادارے کی بات ہے تو عام حالات میں غیر مسلموں سے طبی خدمات یا مالی تعاون حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں، حضور اقدس ﷺ نے بھی ایک یہودی سے قرض لیا تھا، لیکن عیسائی مشنریز جو یہ طبی مراکز یا قرض مہیا کرنے والے ادارے قائم کرتے ہیں ان سے عیسائیوں کا اصل مقصد اپنے دین کی تبلیغ واشاعت ہے، اس لئے مسلمانوں کا ان کے اداروں میں خدمت یا ملازمت کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بھی اعانت علی المعاصی ہے، نیز ان خدمات سے استفادہ کرنے سے بھی گریز کرنا چاہئے، کیونکہ ان کی خدمات حاصل کرنے میں بھی ان کی ایک طرح کی حوصلہ افزائی ہے، فقہاء کرام نے تو گرجا کا راستہ دریافت کرنے والے کی رہنمائی کو بھی اعانت علی المعاصی شمار کیا ہے، فتاوی ہندیہ میں ہے: ’’**ذمي سأل مسلما على طريق البيعة، لا ينبغي للمسلم أن يدله على ذلك؛ لأنه إعانة على المعصية**‘‘ (الفتاوی الہندیہ ۲/ ۲۶۴، مکتبہ اتحاد دیوبند)۔

بہرحال مسلمانوں کو کوئی ایسا کام ہرگز نہیں کرنا چاہئے جس سے دیگر مذاہب وادیان کی تبلیغ واشاعت میں مدد ملے، بلکہ حتی الامکان یہود ونصاری سے دوری اختیار کر کے رہنا بہت ضروری ہے، قرآن پاک میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دینے کے باوجود یہود ونصاری سے الفت ومحبت اور مودت کی حوصلہ افزائی نہیں کی، حضور پاک ﷺ نے یہاں تک فرمایا: ’’**أخرجوا اليهود والنصارى من جزيرة العرب**‘‘، حضرت عمرؓ جیسی دوررس نگاہ والی شخصیت نے بھی اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو ناپسند کیا، یہاں تک کہ تمام فقہاء نے جواز کے باوجود مکروہ قرار دیا، اس لئے مسلمان کو ہر اس معاملے سے دور رہنا ضروری ہے، جس سے اپنا بنیادی عقیدہ، اپنی اسلامی تہذیب اور دینی تشخص کو ٹھیس پہنچے۔

☆☆☆

اہل کتاب سے متعلق دینی احکام

مفتی لطیف الرحمٰن ولایت علی، ممبئی

۱-اہل کتاب کی تعریف:

یہ وہ لوگ ہیں جو دین سماوی کا اعتقاد رکھتے ہو نیز کسی آسمانی کتاب کے بھی حامل ہو، عقد یہود جو تورات کو آسمانی کتاب اور عیسائی جو انجیل کو آسمانی کتاب تسلیم کرتے ہیں، علامہ شامیؒ نے صاحب نہر کے حوالہ سے اہل کتاب کی تعریف یوں نقل فرمائی ہے: ''**في النهر عن الزيلعي:واعلم أن من اعتقد دنيا وسماويا وله كتاب منزل كصحف إبراهيم وشيث وزبور داؤد، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم**'' (ردالمحتار علی الدر المختار ۴/۱۰۱)۔

۲-صابئین سے کون لوگ مراد ہیں:

قرآن مجید نے مسلمانوں یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ صابیوں کا ذکر کچھ اس طرح کیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ ایک خاص مذہب کے حاملین ومعتقدین تھے۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں مختلف اقوال نقل فرما کر اس قول کو اقرب الی الصواب تحریر فرمایا ہے کہ صابئین یہ وہ گروہ ہے جو ستاروں کی عبادت کرتے ہیں اور اس فرقہ کے دو بنیادی عقیدے ہیں: ایک تو یہ کہ خالق عالم تو اللہ تعالی ہی ہے، لیکن اس نے حکم دیا ہے کہ ان ستاروں کی تعظیم کی جائے اور ان کو نماز اور دعا کا قبلہ ٹھہرایا جائے، دوسرا یہ کہ اللہ پاک نے افلاک اور کواکب کو پیدا کیا، پھر تمام عالم کے خیر وشر صحت ومرض کے مدبر......کواکب ہیں اور یہی ان سب چیزوں کے خالق ہیں اس نے بستر پر ان کی تعظیم اور عبادت مرض ہے (بحوالہ تفسیر ادریسی ۱/۱۹۵)۔

علامہ شبیر عثمانی لکھتے ہیں: صابئین ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین سے کچھ اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کرلیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں (تفسیر عثمانی ر ۱۳)۔

اس دور اور اس زمانہ میں تو اب اس طرح کی کوئی قوم معروف اور متعارف نہیں ہے، البتہ تفسیر حقانی کے مصنف اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد میں اس فرقہ کا بڑا زور تھا، شہر بابل اور نینوی کے لوگ یہی مذہب رکھتے تھے، اور بعض حضرات آج بھی ایران کے آتش پرست اور ہندوستان کے قدما وید ماننے والوں کو اسی فرقہ میں شامل فرمایا ہے (تلخیص تفسیر اور عیسی کاندھلوی ۱/۱۹۶)۔

۳- (سورہ مائدہ:۵) میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''**والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم**'' خلاصہ یہ کہ اہل کتاب کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا گیا ہے، لیکن اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو مذہبا اہل کتاب ہوں نہ کہ وہ صرف قومیت کے لحاظ سے یہودی یا نصرانی ہوں، خواہ عقیدۃ وہ دہریہ ہوں، اس زمانہ کے نصاری عموما برائے نام نصاری ہیں، ان میں بکثرت ایسے ہیں جو نہ خدا کے قائل

D44

ہیں اور نہ مذہب کے قائل اور نہ آسمانی کتاب کے قائل، ایسے لوگوں پر اہل کتاب کا اطلاق نہیں ہوسکتا، لہذا ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کا حکم اہل کتاب کا سا نہ ہوگا، نیز اس مذکور آیت میں ذبیحہ کی حلت اور نکاح کی اباحت سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ چیزیں فی حد ذاتہ جائز ہیں، معاذ اللہ ترغیب دینا مقصود نہیں کہ تم خواہ مخواہ مسلمان عورتوں کو اور اپنے خاندان کی لڑکیوں کو چھوڑ کر کتابیات سے نکاح کیا کرو، بلکہ تنگی دفع کرنے کے لئے یہ حکم دیا گیا کہ اگر کسی وقتی ضرورت اور خاص مصلحت داعی ہو تو اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے، بشرطیکہ خارجی اثرات اور حالات سے کسی مضرت اور مفسدہ کا اندیشہ نہ ہو، اور خدانخواستہ یہ اندیشہ ہو کہ ان کے جال میں پھنس کر اپنا دین اور دنیا کو تباہ کرے گا تو ان حالات میں کتابیات سے نکاح کی حلت مبدل بہ حرمت ہوجائے گی، اس لئے کہ جو چیز شرعاً حلال ہو، مگر اس کے حلال سے منتفع ہونے میں حرام کا ارتکاب کرنا پڑے تو وہ حلال بھی حرام ہوجاتا ہے، اب تو موجودہ زمانہ کے یہود و نصاری کے ساتھ بے ضرورت اختلاط اور ان کے ساتھ بیٹھ کر طیبات کا کھانا بھی خالی از فتنہ نہیں، مناکحت تو بہت بڑی چیز ہے (تفصیل ملاحظہ ہو: تفسیر ادریسی ۲/۴۴۶)۔

۴- ان مذکورہ فرقوں پر اہل کتاب کی تعریف صادق نہیں آتی، یہ باطل اور گمراہ فرقے درحقیقت زندیق اور کافر ہیں ان کا حکم عام کافروں کا ہوگا، اور یہ فرق باطلہ اہل کفر میں شمار ہوں گے، ''شرح فقہ الاکبر'' کی عبارت ہے: ''**ودعوی النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالاجماع**'' (ص ۱۶۴، بحوالہ فتاوی محمودیہ ۲/۱۱۷)۔

۵- قادیانی کے دونوں گروہ (جس کا تذکرہ اس سوال میں کیا گیا ہے) زندیق، مرتد اور خارج از اسلام ہے، دوسرا گروہ، یعنی جس کے باپ دادا قادیانی تھے اور یہ لوگ صرف نسلی طور پر قادیانی رہ گئے ہیں، یہ لوگ بھی زندیق اور مرتد ہیں، انہیں بھی اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا، نیز اہل اسلام میں بھی شمار نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ دوبارہ کلمہ پڑھ کر اور محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہوئے جھوٹے مدعی نبوت غلام احمد کو کافر اور زندیق نہ قرار دیں اور اپنے سابقہ عقائد باطلہ سے سچی توبہ نہ کرلیں، اس وقت تک ان کا شمار بھی زنادقہ میں ہوگا، نہ اہل کتاب میں ان کا شمار ہوسکتا اور نہ اہل اسلام میں۔

۶- **الف:** اس سوال میں جن خطرات وخدشات کا تذکرہ کیا گیا ہے آج عالم اسلام کے قائدین وزعماء انہیں خطرات سے دوچار ہیں، بلکہ اس میں پوری طرح مبتلا ہیں، اور اہل کتاب کے نام پر ان یہودی اور عیسائی عورتوں سے نکاح کی وجہ سے پورے عالم اسلام کو جو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے وہ تمام کے سامنے ظاہر وباہر ہے، لہذا اس صورتحال کی وجہ سے دار الاسلام میں بھی اہل کتاب خواتین سے نکاح کی اجازت نہیں دی جائیگی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: ہمارے زمانہ میں اہل کتاب سے نکاح ایک فتنہ بن گیا ہے اور نہ صرف عام مسلمانوں، بلکہ عالم اسلام کے وہ قائدین جن کے ہاتھوں میں پوری قوم کی زمام اور پوری اسلام دنیا کی کلید ہے، عیسائی اور یہودی عورتیں جن سے مسلمان شدید نقصان اور سیاسی مضرت اور استحصال سے دوچار ہیں ان حالات میں تو کسی طرح بھی اس کی اجازت نہیں دی جاسکتی (قاموس الفقہ ۲/۲۵۶)۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہے، حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودی خاتون سے نکاح کیا حضرت عمر بن الخطاب نے اسے سخت ناپسند فرمایا اور طلاق دینے کا حکم فرمایا۔

نیز حضرت طلحہؓ نے بھی ایک یہودی خاتون سے نکاح کیا تو حضرت عمر بہت سخت غصہ ہوئے اور طلاق کا حکم فرمایا، یہ روایت طبرانی میں موجود ہے (بحوالہ فتاوی دار العلوم زکریا ۳/۲۰۵)۔

ب- دار الکفر میں احناف کے یہاں اہل کتاب خواتین سے نکاح مکروہ تحریمی ہے، لہذا خاص دعوتی نقطہ نظر سے بھی اگر کوئی

اہل کتاب خاتون سے نکاح کرتا تب بھی یہ کراہت بدستور باقی رہے گی، علامہ وہبہ الزحیلی اپنی مقبول کتاب ''الفقہ الاسلامی وادلتہ'' میں دارالکفر میں حربی کتابی سے نکاح کے بے شمار نقصان کو ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:"والواقع فی الزواج بالكتابيات وبالأولى الحربيات: مضاراجتماعية ووطنية ودينية فقد ......لبلادهن أخبار المسلمين، وقديرغبن الأولاد في عقائد عبادات غير المسلمين، وقد يؤدى الزواج ......إلى الحاق ضرربالمسلمات بالأعراض منهن، وقد تكون الكتابية منحرفة السلوك......''(۹/ ۶۶۵۴)، ہاں البتہ اگر کوئی واقعی دعوتی نقطہ نظر سے کسی کتابی سے نکاح کرنے کا خواہاں تو بہتر ہے اولا اسے ایمان کی دعوت دے کر ایمان اور اسلام قبول کرنے والے نکاح کرلیں یہ اس کے اور آئندہ آنے والی اولاد اور نسلوں کے لئے زیادہ دینی اعتبار سے بہتر ہے۔

۸- بلاشبہ یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم میں اپنے پیغمبر بھیجے ہیں اور ہر زبان میں اپنی کتاب نازل فرمائی ہے، لیکن فقہاء کرام کے اس بارے میں یہ رائے اور فیصلہ سب سے زیادہ درست اور اقرب الی الصواب ہے کہ جس شخص کا پیغمبر ہونا اور جس کتاب کا آسمانی کتاب ہونا قرآن وحدیث سے ثابت نہ ہوا یسے شخص کو پیغمبر اور ایسی کتاب کو آسمانی کتاب ماننا درست نہیں، بلکہ شرعی دلیل سے جس کی پیغمبری ثابت نہ ہو اس کو پیغمبر ماننا بھی گناہ ہے، یہی حکم آسمانی کتاب کا بھی ہے۔

اب ہمارے غیر مسلم برادران جن اوتار (مثلاً گوتم بدھ اور رام لکشمن) کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی خدا کے پیغمبر تھے تو قرآن وحدیث میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں آیا ہے، اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتے، شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کرام علیہم السلام کے اسمائے گرامی قرآن کریم میں ذکر کئے گئے ہیں ان پر تو تفصیلات کے ساتھ قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے اور باقی حضرات پر اجمالا ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالی شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لئے جتنے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا خواہ ان کا تعلق کسی خطہ ارضی سے ہو اور خواہ وہ کسی زمانے میں ہوئے ہوں ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں (بحوالہ آپ کے مسائل اور ان کا حل ۱/ ۳۳)۔

اسی طرح ویدوں کے بارے میں ان ہندوؤں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ آسمانی کتاب ہے اور ربانی کلام ہے وید کل پانچ ہیں: ۱- رگ وید، ۲- آتھر ونوید، ۳- سام وید، ۴- یجر وید، ۵- پران، اور بعض محققین اصل وید صرف رگ وید، سام وید، یجر وید صرف تین ہی کو مانتے ہیں۔

لیکن حقیقت میں یہ تین کو وید مانیں یا پانچ کو یہ تمام وید آسمانی اور ربانی کلام نہیں ہیں، درحقیقت ان ویدوں کی مرتب'' ویاس جی'' سمجھے اور مانے جاتے ہیں، نیز حضرت امام قاسم نانوتویؒ نے اپنی تصنیف '' ......'' میں تحقیق کے ساتھ اس بات کو ثابت فرمایا ہے کہ وید خدا کا کلام نہیں ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ وید کلام خدا نہیں جعل سازوں کی شرارت سے اس میں تحریف ہوئی ہے، اس بنا پر وید کا کلام خدا ہونے کے لئے '' برہما'' کا دعوی پیغمبری کرنا پھر ان کا وید کو کلام خدا کہنا اس کے لئے روایت صحیحہ کی ضرورت ہے جو ان کے پاس نہیں ہے (مستفاد قبلہ غاص/ ۴)۔

۸- الف: اس وقت ہندوستان میں جتنے بھی نرسری اسکول اور تعلیمی ادارے ہیں ان میں زیادہ تر تعداد ایسے اسکولوں کی ہے جن کا تعلق عیسائی مشنریوں سے ہے، دوسرے نمبر پر ہندوؤں کے سناتن دھرمی اسکول (ایس ڈی اسکولز) اور تیسر نمبر پر آریہ سماج تنظیموں کی طرف سے چلائے جانے والے ڈی، اے وی اسکولوں کے درجہ میں، ظاہر ہے ان اسکولوں کا ماحول پورے طور پر اپنی انتظامیہ کے مذہبی نظریات کی عکاسی کرتا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کی ذہنیت کی تبدیلی اور برین واشنگ کا کام ان اسکولوں میں نہایت خوبصورت انداز میں کیا جارہا ہے اور غیر محسوس طریقے پر معصوم بچوں کے ذہنوں میں عیسائیت کا اور ارتداد کا زہر سراعت ہورہا ہے، ایسے ماحول میں پڑھنے والا بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو اس کے دل میں

اسلام سے متعلق سخت قسم کے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں، شریعت کی پابندی اس کے لئے نہایت مشکل ہورہی ہے، اور وہ بسا اوقات ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

ایسے نازک ترین وقت میں ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کو ذہنی اور فکری ارتداد سے بچانے کے لئے وقت کی اہم ترین ضرورت اسلامی فکر کے اسکول اور ٹیکنیکل اداروں کا قیام ہے اب علماء کی دہری ذمہ داری ہوگئی ہے، پہلی اور اصل ذمہ داری تو یہ ہے کہ جو عالم دین دین کے جس شعبہ سے منسلک ہے اپنی اس خدمت میں پوری طرح محنت کریں اور اپنی اس ذمہ داری کو پوری امانت داری کے ساتھ انجام دیں، اور ساتھ ہی ساتھ اپنی نگرانی میں ایسے سرمایہ داروں کی ایک پوری ٹیم تیار کریں جو اللہ پاک کی دی ہوئی دولت کو ایمان واحتساب کے ساتھ ان اسکولوں کے قیام میں صرف کریں، اور علماء کرام سے یہ بھی گذارش ہے کہ جو سرمایہ دار مسلمان بچوں کے اسکول قائم کر چکے ہیں اس میں اسلامیت کے عنصر کو داخل کرنے کی کوشش فرماتے رہیں اور ایسے اسکولوں کی تعلیمی نگرانی کرتے رہیں، اس لئے کہ ایسا نہیں ہے کہ مسلمانوں کے پاس ان کے تعلیمی ادارے نہیں ہیں بہت سارے تعلیمی اداروں کے منتظمین ضرورت سے زیادہ مرعوبیت کا شکار رہے ہیں اور ہر وقت اس ادھیڑ بن میں رہے ہیں کہ کیا ایسی شکل اختیار کی جائے جس سے ہمارے اسکولوں میں پڑھنے والے مسلم بچہ کا اسلامی نشان مٹ جائے، چنانچہ ان کے ڈریس (کپڑے) انگریزی ما، ٹائی، نیکر اور قمیص اور بچیوں کے لئے اسکرٹ لازمی ہوتے ہیں، صبح کو پڑھائی جانیوالی دعائیں ایسی چیزیں شامل کی جاتی ہے جس سے سراسر سیکولرزم کا ثبوت ہو وغیرہ وغیرہ۔

لہذا جن مسلمان اسکول کا قیام ہو چکا ہے یا ہو رہا ہے اس کے لئے دینی ذہن رکھنے والوں کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے اور بہتر ہے کہ دینی ذہن رکھنے والوں کی کڑی نگرانی کی ضرورت ہے اور بہتر ہے کہ دینی ذہن رکھنے والوں کے ساتھ ساتھ علماء کرام بھی ایسے اسکولوں کی سرپرستی فرماتے رہیں۔

ب- ظاہر ہے جب ایک کتابی بیوی بن گئی تو شرعا زوج پر زوجہ کے وہی حقوق عائد ہوں گے جو مسلمان زوجہ کے ہوتے ہیں اس کے حقوق سے کسی بارہ فرار اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ اگر نکاح کے بعد واقعی شوہر جس کے اندر دینی آزادی یا دینی بیزاری محسوس کریں اور وعظ ونصیحت بھی کارگر نہ ہو تو پھر اپنے اور اپنے بچوں کا دین بچانے کی خاطر ایسی کتابی عورت کو طلاق دینے کی گنجائش ہوگی۔

ج -مسلمان نوجوانوں کے اسپتال اور دوسرے خدمت کرنے والے ٹرسٹ میں ملازمت کر سکتے ہیں، بشرطیکہ ان کی خدمات سے مرعوب ہونے کا اور اپنے دین اسلام کو ہلکا سمجھنے کی مصیبت میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور سب سے بہتر شکل تو یہ ہے کہ سرمایہ دار حضرات جگہ جگہ رفاہی ٹرسٹ قائم کر کے ان کے تحت معیاری اسپتال قائم کرنا اور رفاہی ادارے قائم کریں اور اس میں مسلمان نوجوان ملازمت اختیار کریں، اور ایسے مسلمان اداروں کی خدمات استعمال کریں تا کہ مسلمان نوجوان کی دینی وعصمت بھی محفوظ رہے۔

☆☆☆

ادیان باطلہ سے متعلق بعض شرعی امور

مولانا اسرار احمد آبادی قاسمی☆

اہل کتاب کی تعریف میں دو چیزیں ذکر کی جاتی ہیں: وہ کسی مرسل نبی کے پیرو ہوں، آسمانی کتاب کے حامل ہوں، یہ بات طے شدہ ہے کہ بہائی، بابی، سکھ اور قادیانی وغیرہ باطل ادیان حقیقتاً کسی نہ کسی جعلی نبی کے پیرو ہیں گویا حقیقتاً کسی نبی کے پیروکار نہیں، بنابریں انہیں اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

علامہ رازیؒ نے مجوس کے اہل کتاب میں سے نہ ہونے پر دلیل قائم کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: ''وأيضا: فإن المجوس لاينتحلون شيئا من كتب الله المنزلة على أنبيائه، وإنما يقرؤن كتاب زاددشت، وكان متنبيا كذا بافليسوا إذا أهل كتاب'' (احکام القرآن للجصاص ۲/۳۲۷) (نیز مجوس اللہ تعالی نے جو کتابیں اپنے نبیوں پر نازل کی ہیں ان میں سے کسی کی پیروی نہیں کرتے وہ تو زرادشت کی کتاب پڑھتے ہیں، حالانکہ وہ تو ایک جھوٹا بناوٹی نبی تھا، لہذا وہ اہل کتاب شمار نہیں ہوں گے)۔

نیز جمہور فقہاء نے صرف یہود و نصاری ہی کو اہل کتاب میں شمار کیا ہے اور مذکورہ آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے: ''أن تقولوا إنما أنزل الكتاب على طائفتين من قبلنا وإن كنا عن دراستهم لغافلين'' (سورۂ انعام: ۶/۱۵۶)، اس آیت کریمہ میں اہل کتاب لئے ''طائفتان'' کے لفظ کی مخالفت لازم آئے گی، ''فاخبر تعالى أن أهل الكتاب طائفتان فلو كان المجوس أهل الكتاب لكانوا ثلاث طوائف'' (احکام القرآن ۳/۳۲۷)۔

مفتی شفیع صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: قرآن سنت کی تصریحات کے مطابق اہل کتاب سے مراد صرف یہود و نصاری ہیں، سورۂ مائدہ آیت نمبر ۵۱ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے: ''وطعام الذين أوتوا الكتاب حل لكم يعنى ذبيحة اليهود والنصرانى'' (جواہر الفقہ ۶/۱۸۰)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: اس موقع پر اس بات کی وضاحت کرنہ بھی مناسب ہے کہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت کا حکم استثنائی اور تعبدی نوعیت کا ہے، اور اس سے حلال وحرام کا حکم متعلق ہے، لہذا جن حضرات کا یقینی طور پر کتابی ہونا معلوم ہوا نہی پر اہل کتاب کے احکام جاری ہوں گے، اور یہ یہود و نصاری ہیں، دوسری قومیں جن کا اہل کتاب میں سے ہونا مشکوک ہے ان کا ذبیحہ حلال نہیں، اسی طرح اسلام کے بعد ظاہر ہونے والے جھوٹے مذاہب جو قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا اقرار کرتے ہوں وہ بھی اہل کتاب میں شمار نہیں ہوں گے جیسے قادیانی، یہ زندیق کے حکم میں ہیں (جدید فقہی مسائل ۲/۲۱۹)۔

مذکور بالا دلائل کی وجہ سے نسلی قادیانیوں کو بھی اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جائے گا، چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ''قاموس الفقہ''

☆ جامعہ دار القرآن، سرخیز، احمد آباد۔

کے حاشیہ میں نسلی قادیانیوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: اس مسئلہ پر فقہی جزئیات کے مطالعہ اور بعض اہل علم کے رایوں کے مطالعہ سے اب دل جس بات پر مطمئن ہے وہ یہی ہے کہ نسلی قادیانی کو بوجہ ان کے زندیقیت کے عام کفار اور مشرکین ہی کے حکم میں رکھا جائے گا نہ کہ اہل کتاب کے حکم میں، اور جو مسلمان قادیانیت میں گئے ہوں (العیاذ باللہ)، وہ تو سراسر مرتد ہی ہیں (حاشیہ قاموس الفقہ ۲/ ۲۵۷)۔

”وأن تزوجها فی دار الحرب یجوز نکاحهاویکره هکذا ذکر محمدؒ فی ”الأصل“ واختلف المشائخ فیه قال بعضهم: إنما یکره إذا کان من قصده أن یتوطن ثمة، وقال بعضهم، إنما یکره إذا کان من قصده أن یطاهاثمة“(محیط برہانی ۴/ ۱۱۰ مسئلہ نمبر ۳۷۶۴)۔

”ویکره الکتابیة الحربیة اجماعا لا نفتاح باب الفتنة من إمکان التعلق المستدعی للمقام معها فی دارالحرب وتعریض الولد علی التخلق بأخلاق أهل الکفر وعلی الرق بأن تسبی وهی حبلی، فیولد رقیقا، وإن کان مسلما فقوله، والأولی أن لا یفعل یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة ومابعده یفید کراهة التحریم فی الحربیة“(شامی ۴/ ۱۳۴ وکذا فی فتح القدیر ۳/ ۱۳۵)۔

”بأن نکاح الکتابیة المقیمة بدارالحرب مقضیة إلی أمور منها تکثیر سواد الکفار وفتح الطریق لإجراء أحکامهم علی المسلمین—......واحتمال تعریض ولد المسلم للرق وتنشته علی عادات الکفار وتخلقه باخلاقهم وتعلیمه طقوس دینهم وعبادتهم بسبب اختلاطه الشدید بهم مع تعذر تحوله بعد ذلک“(حاشیہ علی الشامی ۴/ ۱۳۰)۔

مذکورہ بالا اقتباسات سے مجموعی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دار الحرب میں کتابیہ سے نکاح کرنا شوہر یا اولاد کے لئے فتنہ اور دین کو نقصان پہنچانے کا سبب ہے، اس لئے یہ مکروہ ہے اور موجودہ دور میں چونکہ مسلم ممالک میں بھی کتابیہ سے نکاح کرنا فتنہ کا سبب بنا ہوا ہے کہ مغرب کی فکری یلغار کی وجہ سے وہ عموماً شوہر اور اولاد پر اثر انداز ہوتی ہے، اور اگر شوہر اگر اعلی عہدہ داروں میں سے ہے تو وہ پورے ملک کو نقصان پہنچانے کا سبب بنتی ہے (جیسا کہ عرب ملکوں کے حالات اس پر شاہد ہیں) بنابریں اس دور میں اسلامی ممالک میں بھی کتابیہ سے نکاح کرنا مکروہ ہوگا۔

چنانچہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں: موجودہ حالت میں مسلم ملکوں میں بھی ایسی عورتوں سے نکاح کرنا کراہت سے خالی نہیں، علامہ شامیؒ نے ان سے نکاح کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے، ”یفید کراهة التنزیه فی غیر الحربیة“ علامہ شامیؒ نے یہ بات اپنے عہد کے لحاظ سے فرمائی ہے، موجودہ دور میں عرب حکمرانوں اور اہل عہدہ داروں کی زوجیت میں یہودی اور عیسائی خواتین کے رہنے نے ایسے فتنے پیدا کئے ہیں اور عالم اسلام کو ایسا ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے کہ یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ مغربی تہذیب کے اس دور میں مسلم ملکوں میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے (کتاب الفتاوی ۴/ ۳۵۵)۔

چونکہ عمومی حالات کے اعتبار سے یہ عورتیں شوہر اور اولاد کے لئے فتنہ ہی کا سبب بنتی ہیں، لہذا مغربی ممالک میں بھی ان سے نکاح کرنا مکروہ ہی قرار دیا جائے گا اور دنیوی مفاد (ویزہ وغیرہ کی سہولت) کی وجہ سے دین کو نقصان پہنچا کر عدم کراہت کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور رہ گئی یہ بات کہ دعوتی نقطہ نظر سے ان سے نکاح کرنا تو یہ ایک موہوم فائدہ ہے جس کا اندازہ نکاح کے بعد ہی ممکن ہے کہ کون کس پر اثر انداز ہوتا ہے نیز دعوت کے دوسرے ذرائع بھی موجود ہیں ان کو اختیار کر کے بھی اس مقصد کو انجام دیا جا سکتا ہے، نیز بکثرت مسلمان عورتیں بھی ایسی پائی جاتی ہیں جنہیں دین کی طرف رغبت دلانے کی ضرورت ہے، لہذا اس صورت میں بھی کراہت باقی رہے گی۔

کسی کو یقینی طور پر نبی قرار دینے اور ان کی کتاب کو الہامی اور آسمانی کتاب قرار دینے کے لئے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے یہ ایک اعتقادی مسئلہ ہے، لہذا جب تک کوئی دلیل قطعی قائم نہ ہو جائے کسی کو نبی اور اس کی کتاب کو الہامی کتاب قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ ان کے ماننے والوں کو اہل کتاب میں شمار کیا جاسکتا ہے، لہذا یہود و نصاری کے علاوہ کسی قوم کو بھی اہل کتاب میں شمار نہیں کیا جاسکتا اور نہ ان کے پیشوا کو یقینی طور پر نبی اور ان کی کتاب کو یقینی طور پر الہامی کتاب تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

”فإذا كان جواز نكاح الكتابيات على خلاف القياس بآية المائدة لابد أن يقتصر على الكتابيات التي علم كونهن من أهل الكتاب بالنص أو بدليل قطعي غيره“ (اعلاء السنن ۱۱/ ۴۲)۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: کیا یہ قرائن استدلال کے لئے کافی ہو سکتے ہیں اور کیا بدون دلیل قطعی کے کسی کی پیغمبری کا اعتقاد جائز ہے، جیسا کہ فسق و کفر کا بھی بدون ایسی دلیل کے اعتقاد جائز نہیں، ایسا ہی استدلال مرزا نے بھی کیا ہے کہ حدیث ”فيقتله (اى يقتل عيسى عليه السلام الدجال) بباب لد“ میں لد سے مراد لدھیانہ ہے کیا ان دونوں میں کوئی معتد بہ فرق ہے (امداد الفتاوی ۶/ ۱۱۶)۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی فرماتے ہیں: موجودہ دور میں ہندوؤں اور بدھشتوں کے بارے میں بھی بعض حضرات کی تحقیق ہے کہ ان کے پاس الہامی کتاب ہے، یہ بہر حال ایک مشکوک دعوی ہے اس کو بنیاد بنا کر ان پر اہل کتاب ہونے کا حکم نہیں لگایا جاسکتا (جدید فقہی مسائل ۳/ ۲۱۹، مثلہ کتاب الفتاوی ۱/ ۳۶۱، قاموس الفقہ ۴/ ۲۱۶)۔

مولانا زید زوار حسین شاہ صاحب ”عمدۃ الفقہ“ میں تحریر فرماتے ہیں: جن پیغمبروں کے اسمائے گرامی قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مذکور ہیں ان کے علاوہ کسی مسمی کو نبی کہنا درست نہیں، پس ہندوؤں یا اور قوموں کے پیشواؤں کے متعلق ہم زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ اگر ان کے عقائد اور اعمال درست ہوں اور ان کی تعلیم آسمانی تعلیم کے خلاف نہ ہو، اور انہوں نے خلق خدا کی رہنمائی کا کام بھی کیا ہو تو ممکن ہے کہ وہ نبی ہو، لیکن ان کے نام سے ان کو یقینی طور پر نبی کہنا درست نہیں (عمدۃ الفقہ ۱/ ۲۵)۔

مسلمان کے لئے سب سے بڑی ذمہ داری اپنے دین کی حفاظت ہے، اور دین کے مقابلہ میں جو بھی چیز آئے گی اس کو ترک کر کے دین کی حفاظت کرنا ضروری ہے، جیسا کہ آیت کریمہ ”قل إن كان آباء كم و أبناء كم“ (سورۂ توبہ: ۲۴) اس بات کی جانب مشیر ہے، اور عصری تعلیم شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے فی نفسہ ممدوح اور فرض کفایہ ہے، لیکن جب اس کے حصول میں شریعت کی خلاف ورزی لازم آئے تو شریعت کو مقدم رکھا جائے گا، اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ عیسائی مشنریز کا ہدف ہی تعلیم کے ذریعہ دہریت اور الحاد کو فروغ دینا ہے، لہذا ایسی اسکولوں میں داخلہ لینا جائز نہیں ہوگا، بلکہ داخلہ نہ لے کر اسلام مخالف اسکولوں کو طبعی طور پر نقصان پہنچانا ضروری ہوگا، ورنہ تعاون علی الاثم کی وجہ سے گناہ لازم آئے گا۔

نیز مسجد ضرار والے واقعہ سے یہ بھی بات معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز کی بنیاد مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے رکھی گئی ہو مسلمان ہرگز ہرگز اس کو برداشت نہیں کرسکتا اور ایسی اسکولوں میں داخلہ لینا یا حوصلہ افزائی کرنا تو تو اس کے تعاون کے مترادف ہے، لہذا یہ جائز نہیں ہوگا۔

اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ مسلمانوں کی تعلیم کی جانب جیسی توجہ دینی چاہئے ایسی نہ دینے کی وجہ سے آج مسلمانوں کو بہت سی مشکلات درپیش ہیں، لہذا مسلمانوں کو متبادل اور معیاری درسگاہوں کے قیام پر توجہ دینی چاہئے، بلکہ جیسے انہوں نے پورے ملک میں ضلالت کا جال بچھا دیا ہے ہمیں بھی ملکی سطح پر ایسی اسکولوں کو قیام عمل میں لانا چاہئے جو معیاری تعلیم کے ساتھ ساتھ رشد و ہدایت کا گہوارہ بھی ہو۔

’’(نفقة الخير تجب على الغير بأسباب ثلاثة، زوجة قرابة وملك فتجب للزوجة على زوجها)، لأنها جزاء الاحتباس وكل محبوس لمنفعة غيره يلزمه نفقته......ولو كانت مسلمة أو كافرة‘‘(درمختار علی الشامی ۵/۲۷۸)۔

’’وفى الخانية: تجب على الرجل نفقة امرأتها المسلمة والذمية......وسبب وجوب النفق احتباسها عنزالزوج إذا كان تهيا للزوج الاستمتاع بها‘‘(الفتاوی تا تارخانیہ ۱۳/۳۵۸)۔

’’يجب أن يعدل فى القسم بالتسوية فى البيتوتة وفى الملبوس والمأكول والصحبة لا فى المجامعة كالمحب، بل يستجب والبكر والثيب والجديدة والقديمة والمسلمة والكتابية سواء لا طلاق الآية‘‘(الدرالمختار)’’وفى الشامى لان القسم من حقوق النكاح‘‘(شامی ۴/۳۷۸)۔

مذکور بالا جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق زوجیت کی بنیاد نکاح اور احتباس پر ہے اور یہ دونوں باتیں کتابیہ بیوی میں بھی پائی جاتی ہیں، لہذا جو حقوق ایک مسلمان بیوی کے ہوں گے وہ تمام کتابیہ بیوی کے بھی ہوں گے، اور نکاح کرنے کے بعد ان کے حقوق سے راہ فرار اختیار کرنے، ان کو چھوڑ کر بھاگ آنے یا محض غیر مسلم ہونے کی بنا پر طلاق دینے کی اجازت نہیں ہوگی۔

’’وفى شرح الطحاوى المسلم إذا تزوج ذمية فله أن يمنعها عن الخروج إلى الكنائس والبيع وبيت النار‘‘(الفتاوی التاتارخانیہ ۴/۷۲)۔

جزئیہ بالا سے معلوم ہوا کہ شوہر کے لئے اپنی کتابیہ بیوی کو گرجا وغیرہ میں جانے سے روکنے کا حق حاصل ہے، لہذا اپنے گھر میں تو بطریق اولی مذہبی مراسم انجام دینے سے روکے گا، اس لئے کہ ماں جب گھر میں مذہبی امور انجام دے گی تو یقینی طور پر اولاد پر اس کا اثر ظاہر ہوگا اور اولاد بھی ان شنیع افعال کی خوگر ہوجائے گی، جس کی بنا پر اولاد کے ماں کا دین اختیار کر لینے کا خطرہ لاحق ہوگا، لہذا کتابیہ بیوی کو مسلمان شوہر کے گھر میں مذہبی مراسم انجام دینے کی قطعا اجازت نہیں ہوگی۔

عیسائی مشنریز کے اداروں کا بھی وہی حکم ہوگا جو ان کی اسکولوں کا ہے، لہذا ایسے اداروں میں خدمت کرنے یا ان کی خدمات سے استفادہ کرکے دین کو داؤ پر لگانا جائز نہیں ہوگا۔

☆☆☆

عصر حاضر میں کتابیہ عورتوں سے نکاح

مفتی ارشاد اللہ قاسمی☆

دور حاضر میں یہود و نصاری خواتین سے نکاح مسلمانوں کے حق میں اس قدر اثر انداز اور تباہ کن ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی شبیہ کو بدل ڈالتا ہے، حالانکہ اہل کتاب سے نکاح میں کوئی کلام نہیں، نصوص قطعیہ اور اعلان خدا کی وجہ سے، لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ شرط قرآن اور قانون خداوندی کے موافق ہو اور وہ: ''والمحصنات من الذين أوتوا الكتاب من قبلكم'' (سورۂ مائدہ:۵) ہے۔

پس ظاہر ہے کہ مشروط پائے جانے کے لئے ضروری ہے شرط کا پایا جانا، جب کتابیہ خواتین پاکدامن ملیں گی تو نکاح کے جواز کا حکم لگایا جائے گا، موجودہ زمانہ میں جو عیسائی اور یہودی عورتیں ہیں اور اہل کتاب کہلاتی ہیں ان کے اندر زنا، فحاشی اور ناجائز تعلقات کی اتنی کثرت ہے جس کو سن کر انسانیت سکتے ہیں آجاتی ہے، بلکہ وہ حیوانوں سے بھی دو قدم سبقت لے گئیں، اسی طرح ان کا ایک خدا کا قائل نہ ہونا، الحاد و بے دینی، انکار نبوت، آخرت و کتب سماویہ وغیرہ باطل عقیدہ کے ساتھ مقید ہیں ظاہر ہے ایسے لوگوں سے نکاح قطعا حلال نہ ہوگا، نیز وہ اصطلاح قرآن میں مذکورہ بالا باطل عقائد کی بنیاد پر اہل کتاب میں شمار نہ ہوں گے، بہر صورت اہل کتاب عورتوں سے نکاح کراہت سے خالی نہ ہوگا، کیونکہ بہت سے مسلم حکمرانوں کی نکاح میں اہل کتاب عورتوں کے ہونے کی وجہ سے اسلامی حکومتوں کو شدید نقصانات پہنچے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ جہاں بھی اہل کتاب عورتوں سے مناکحت کا رواج ہے مسلمانوں کے اخلاقی حالات کو بھی بے پناہ نقصان پہنچا ہے، یہ تو ہمارا دور ہے، دور صحابہؓ میں حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی دور اندیشی اور باریک بینی سے اس مہلک اور خطرناک مرض کو محسوس کر لیا تھا اور مسلم گورنروں کو اس سے باز رہنے کی خصوصی ہدایت فرمائی تھی، چنانچہ حضرت شفیق بن مسلمہؒ سے مروی ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمانؓ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا، حضرت فاروق اعظمؓ کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دے دو حضرت حذیفہؓ نے خط لکھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے، امیر المؤمنین نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں حرام نہیں کہتا، لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت و پاکدامنی نہیں ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانے میں اس راہ سے فحاشی و بدکاری داخل نہ ہو جائے (احکام القرآن للجصاص ۳/ ۳۲۳ بحوالہ جدید فقہی مسائل)۔

مذکورہ بالا قول فاروق اعظمؓ کو بنیاد بنا کر امام محمدؒ نے ''کتاب الآثار'' میں لکھا ہے کہ فقہاء احناف کتابیہ عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے ہیں: ''اور علامہ ابن ہمامؒ نے نقل کیا ہے کہ حضرت طلبہؓ اور کعب بن مالکؓ کو بھی سیدنا عمر فاروقؓ نے کتابیہ عورتوں سے نکاح پر سخت تنبیہ فرمائی اور حکم دیا کہ انہیں طلاق دے دیں'' (جدید فقہی مسائل/ ۲۸۴)۔

کچھ اسی طرح کے الفاظ ''احسن الفتاوی'' میں مذکور ہیں: آج کل کے اکثر عیسائی اور یہودی دہریہ ہیں اور دہریہ عورت سے مسلمان

☆ وارڈ نمبر ۲، مدرسہ مدینۃ العلوم، شری رام پور، ضلع احمد نگر، مہاراشٹر۔

مرد کا نکاح نہیں ہوسکتا، اگر کسی عیسائی یا یہودی عورت کے بارے میں تحقیق سے معلوم ہوجائے کہ یہ دہریہ نہیں تو اس سے نکاح ہوجائے گا، مگر دوسرے خطرات کی بنا پر اس سے پرہیز واجب ہے، مثلاً اولاد کے کافر ہونے کا سخت خطرہ ہے، بلکہ خود شوہر کا دین بھی خطرے سے خالی نہیں، علاوہ ازیں ایسی عورتیں جاسوسی کا کام کرتی ہیں، لہذا یہ ملک کی سالمیت کے لئے بہت خطرناک ہیں (احسن الفتاوی ۵/۹۰)۔

حضرت تھانویؒ نے اپنے فتاوی میں لکھا ہے: آج کل جو اہل یورپ کے حالات مسموع ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں اکثر ایسے ہیں جو قوم کے اعتبار سے عیسائی سمجھے جاتے ہیں، لیکن مذہب کے اعتبار سے وہ عیسائی بالکل نہیں، بلکہ وہ خود وہ لوگ نفس مذہب ہی کو بیکار بتلاتے ہیں اور محض الحاد و دہریت کا خیال رکھتے ہیں جو کہ ان میں سائنس کے اشتغال وانہماک سے یا ایسے لوگوں کی صحبت سے پیدا ہوگئے ہیں، چنانچہ ان کی تقریرات وتحریرات اس پر شاہد ہیں، پس ان لوگوں کا قوم عیسائی میں شمار کیا جانا یا ان کا اپنے کو بہ مصلحت تمدنی عیسائی کہہ دینا کافی نہیں جب عیسائی نہیں تو ایسے شخص کے احکام بھی مثل اہل کتاب کے نہ ہوں گے، پس ذبیحہ بھی ان کے ہاتھ کا حلال نہ ہوگا اور جب اکثر ایسے ہی ہیں تو تاوقتیکہ بالیقین کسی خاص ذبیحہ کے ذابح کا اعتقاد کتابی ہونا بالیقین نہ ثابت ہوجائے ان ذبائح سے عموماً احتیاط واحتراز واجب ہے (کذا فی الدر المختار مسائل شتی، امداد الفتاوی ۳/۵۴۴)۔

ان تمام تر ظاہری فوائد کے باوجود دار الکفر میں عاجز کی تحقیق اور کتب بنی کے مطابق اہل کتاب سے نکاح کی کراہت باقی رہے گی، کیونکہ آثار صحابہ خصوصا حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علیؓ جو انتہائی دوراندیش اور عمیق النظر تھے ان کے ممنوع قرار دینے اور فقہاء متقدمین ومتاخرین کی عبادات سے بندہ اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ دار الکفر میں کتابیہ سے نکاح کی کراہت باقی رہنی چاہئے، کیونکہ ٹھیک ہے ایک کتابیہ سے کسی مسلمان نے نکاح کیا بعد میں کتابیہ نے مسلم خاوند سے متاثر ہوکر دامن اسلام میں جگہ بنالیا بعدہ خاندان کے لوگوں کو بھی اسلامی تعلیمات سے متاثر کرنے لگی ایسا عموما ہو یا اتفاقا، لیکن اس کی کیا گارنٹی ہے کہ دار الکفر کی کتابیہ سے نکاح کے بعد وہ اسلام اور مسلم خاوند سے متاثر ہوکر شریعت حقہ قبل کرلے گی جب کتابیہ کا قبول اسلام یقینی نہیں تو کراہت علی حالہ باقی رہے گی۔

صاحب ''البحر الرائق'' نے کراہت کی ایک اور وجہ تحریر فرمائی ہے کہ کتابی کا ذبیحہ اس لئے مکروہ ہے کہ وہ ذریعہ تقرب الی اللہ ہے اور کتابی اس کا اہل نہیں ہے۔''لأنه قربة وهو ليس من أهلها ولو أمره فذبح جاز، لأنه من أهل الذكاة''(البحر الرائق ۸/۳۲۸)۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:''**الأولى أن لا يتزوج كتابية ولا يأكل ذبائحهم الا لضرورة**''۔

وفی المحیط: **یکره الكتابية الحربية؛ لأن الانسان لا يأمن أن يكون بينهما ولد فينشا على طبائع أهل الحرب ويتخلف بأخلاقهم فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة**''(البحر الرائق ۳/۱۸۳)۔

مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ دار الکفر کی کتابیہ سے کراہت آج بھی باقی رہے گی، باوجودیکہ وہ مسلم خاوند سے نکاح کے بعد دامن اسلام میں آجاتی ہیں۔

دیگر مذاہب کی مذہبی شخصیات:

یہ بات تو بیج ہے کہ اللہ تعالی نے ہر قوم اور ہر خطے میں اپنا کوئی نہ کوئی نبی اور قاصد اور قوم کا رہنما بنا کر بھیجا جب کہ آیات قرآنی شاہد ہیں:''**لكل قوم هاد**''(الرعد:۷)، اور چار مشہور کتابیں اور کچھ صحیفے منجانب اللہ رسولوں اور پیغمبروں پر نازل ہوئے ان کا بھی ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے:''**إنا أنزلنا النورة فيها هدى و نور**''، دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے:''**إن هذا لفی الصحف الأولى وصحف**

إبراهيم و موسى"(اعلیٰ:۱۸-۱۹)، تیسری جگہ ارشاد ہے:"و آتيناه الإنجيل فيه هدى و نور"(مائدہ:۴۶)۔

اسی طرح جن نبیوں رسولوں کا علم ہمیں قرآن وحدیث سے ہوا ہے ان کو تو ہم جانتے ہیں کہ یہ اللہ کے مبعوث قاصد اور پیغمبر ہیں، لیکن وہ حضرات جن کے متعلق قرآن وحدیث میں کوئی ذکر موجود نہیں باوجود یکہ وہ اخلاق حسنہ اور دینی تعلیم کے مشابہ تعلیم کی طرف رہبری کرتے رہے اسی طرح وہ کتب معروفہ ومشہورہ جن کو وہ اور ان کے ماننے والے حضرات خدائی تعلیمات کا مجموعہ قرار دیتے ہیں ان کے اندر ان کے ماننے والے اور پیروکاروں نے تحریف کر کے دوسری باتوں کی آمیزش کر ڈالی۔

جبکہ یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ ان کتابوں کے اندر خدا اور رسول کے اسماء مبارکہ اور بعض اسلامی تعلیمات کا تذکرہ بھی ملتا ہے ان ساری صراحتوں کے باوجود ایک مسلمان اس بات کا یقین کیسے کر سکتا ہے کہ وہ خدائے وحدہ لاشریک کی طرف سے مبعوث ہیں باوجود یکہ اس پر کوئی حجت ودلیل نہیں نہ تو قرآن وحدیث میں اس کا تذکرہ ملتا ہے نہ تو متواترات سے پتہ چلتا ہے، البتہ مناسب بات یہ ہے کہ ان شخصیتوں اور کتابوں کے بارے میں نہ نفی کی جائے اور نہ اثبات کیا جائے جب تک دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو جائے یہی ہمارے اکابر واسلاف اور اہل سنۃ والجماعت کی تعلیم وتاکید ہے، یہاں ایک اقتباس قابل توجہ ہے:

"جب تک دلیل شرعی سے ثبوت نہ ہو کسی کی پیغمبری کا یقین کرنا درست نہیں بلا وجہ کسی کو برا کہنا بھی درست نہیں، لہذا سکوت ہی احوط ہے"(فتاوی محمودیہ ۵/۳۷۴)۔

مشنریز کے اسکول:

وہ اسکول اور ادارے جہاں کے پڑھنے والے طلباء وطالبات الحاد ودہریت کے شکار ہو جاتے ہوں یا کم از کم وہ مسلمان بچے جو مذہب اسلام ترک کر کے اس سے نفرت کرنے لگتے ہوں تو ایسے ادارے، اسکولس اور کالجوں میں مسلم طلبہ وطالبات کو داخل کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ تحفظ مذہب اسلام اور تحفظ ایمان فرض ہے بالمقابل عصری تعلیم کے۔

رہا مسئلہ اس بات کا کہ مسلم طلبہ وطالبات کہاں سے عصری علوم حاصل کریں اور اپنے روزگار کے مواقع کہاں سے فراہم کریں تو یہود ونصاری کے اداروں میں داخلہ سے احتراز کرتے ہوئے متبادل معیاری تعلیمی درسگاہوں کے قیام پر مسلمانوں کو توجہ دینی چاہئے، تاکہ ہمارے مسلمان بچے معیاری تعلیم اور اخلاق حسنہ سے آراستہ ہو سکیں، واضح رہے کہ عیسائی اسکولوں میں اگر مسلمان بچے داخل کئے گئے تو دین وسنت کا جنازہ نکل جائے گا اس کی عملی زندگی میں سنت تو کیا فرائض کا ایک شوشہ بھی باقی نہ رہے گا حتی کہ الحاد ودہریت کا شکار ہو کر ممکن ہے اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے اور اخروی زندگی کا اصل سرمایہ ناپید کی شکل اختیار کر لے، نیز عیسائی مشنریز کا مشن بھی مختلف ادارے اور شعبے قائم کر کے اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہے یا کم از کم ان کی مراد مذہب اسلام سے علاحدہ کر دینا ہے۔

چنانچہ اس مصلحت اور اسلامی تشخص کو برقرار رکھنے کے پیش نظر خدائے وحدہ لاشریک نے قرآن کی زبانی ۱۴۳۶ سال قبل یہ اعلان کر دیا اور امت مسلمہ کو آگاہ کیا"يأ يها الذين آمنوا لا تتخذوا اليهود والنصارى أولياء"(مائدہ:۵۱)، شرح مسلم میں اس کی تشریح مرقوم ہے:"لاتعتمدوا عليهم و لا تعاشروهم معاشرة الأحباب بعضهم أولياء بعض إيماء إلى علة النهى بعنى انهم منفقون على خلافكم و أضراركم"، عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ عیسائی کو ولی اور دوست بنانا جائز نہیں یعنی اس پر اعتماد کرنا اور اس کے ساتھ احباب جیسا معاملہ کرنا درست نہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عیسائی سے خط پڑھوانا بھی گوارہ نہیں کیا اور جب تک کسی شخص پر اعتماد نہ ہو یعنی شریعت مقدسہ کے نزدیک اس

کا دین قابل اعتماد نہ ہوتو اس سے علم حاصل نہ کرنا چاہئے۔اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمان بچوں کے لئے عیسائی مشنریز کے ادارے زہر قاتل ہیں، کیونکہ فطری بات ہے کہ استاذ کے جذبات وخیالات شاگردوں کے دلوں پر اثر انداز ہوا کرتے ہیں، پس اسی طرح عیسائی یہودی استاد کے اثرات بھی جو کچھ طلبا پر پڑتے ہیں وہ آج کسی سے مخفی نہیں حتی کہ اگر کوئی ہندو یا عیسائی خالص مذہب اسلام کی تعلیم دے اور اس کو آزاد چھوڑا جائے، بلکہ اس کے لئے حدود متعین کردی جائیں تب بھی اس کے قلبی اور دماغی اثرات ضرور پڑیں گے جن عیسائیوں نے قرآن پاک کی تفسیر یا حدیث شریف کی تشریح کی وہ ان کے اندرونی اثرات سے خالی نہیں، بلکہ جولغت اور ڈکشنری لکھی ان میں بھی وہ اثرات موجود ہیں بڑے اور سمجھدار آدمی کو بھی استاذ کے جذبات سے متاثر ہوئے بغیر بچنا دشوار ہوتا ہے اور یہ کوئی ایسی حقیقت نہیں جس کو ثابت کرنے کے لئے دلیل کی حاجت ہو، بلکہ اس کا مشاہدہ سب کو ہے اپنے دین کی حقیقت سے ناواقفیت یا تاثر سے بچے رہنے کے زعم باطل میں گرفتار ہونے کی وجہ سے کوئی انکار کرے تو اس سے وہ اصل حقیقت باطل نہیں ہوگی (اقتباس فتاوی محمودیہ ۵/ ۳۵۸)۔

ہمارے اکابرؒ اپنے مشاہدے کی روشنی میں لکھتے ہیں: کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ انگلش تعلیم اور کالج کے ماحول سے اسلامی عقائد واخلاق و عادات بگڑ جاتے ہیں آزادی، بےشرمی، بےحیائی بڑھ جاتی ہے۔

حضرت شیخ الہندؒ کا ارشاد گرامی ہے کہ جدید تعلیمی اداروں کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگ جائیں یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی تعلیم پانے سے ایک مسلمان کے لئے جاہل رہنا ہی اچھا ہے (خطبہ صدارت جلسہ افتتاحیہ مسلم نیشنل یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۲۰)۔

اور حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ آج کل تعلیم جدید کے متعلق علماء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ تعلیم جدید سے روکتے ہیں اور اس کو ناجائز بتلاتے ہیں حالانکہ میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر تعلیم جدید کے یہ آثار نہ ہوتے جو علی العموم اس وقت اس پر مرتب ہو رہے ہیں تو علماء اس سے ہرگز منع نہ کرتے، لیکن اب دیکھ لیجئے کیا حالت ہو رہی ہے جس قدر جدید تعلیم یافتہ ہیں باستثناء شاذ ونادر ان کو نہ نماز سے غرض ہے نہ روزے سے نہ شریعت کے کسی دوسرے حکم سے بلکہ ہر بات میں شریعت کے خلاف ہی چلتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ اس سے اسلام کی ترقی ہوتی ہے (فضل العلم والعمل رص ۸، بحوالہ فتاوی رحیمیہ ۱/ ۲۲)۔

خود ایک روشن خیال ڈاکٹر ہنٹر کا قول ہے کہ ہمارے انگریزی اسکولوں میں پڑھا ہوا کوئی نوجوان ہندو یا مسلمان ایسا نہیں جس نے اپنے بزرگوں کے مذہبی عقائد کو غلط سمجھنا نہ سیکھا ہو (مسلمانان ہند رص ۱۴۲ بحوالہ فتاوی رحیمیہ)۔

شرعی قانون ومصلحت ہے کہ فائدہ حاصل کرنے کے بجائے خرابی سے دور رہنا اور برائی سے بچنا ضروری ہے۔الاشباہ والنظائر میں ہے: قاعدہ خمسہ: "**وهى در أ المفاسد أولى من جلب المصالح؛ فإذا تعارضت مفسدة ومصلحة قدم دفع المفسدة غالبا؛ لأن إعتناء الشرع المنهيات أشد من اعتناء ه بالمامورات**" (رص ۱۱۴)۔

مطلب یہ ہے کہ ایسی تعلیم دلانا جس سے دین وایمان پر برا اثر پڑتا ہو جو غیر اسلامی کلچر غیر اسلامی اخلاق وعادات اختیار کرنے کا ذریعہ بنتی ہو ہر ایک کے لئے ناجائز ہے لڑکا ہو یا لڑکی۔

اول درجہ کی بات یہ ہے کہ اہل کتاب خواتین کو مسلم شوہر کے گھر میں اپنی مذہبی مراسم انجام دینے کی اجازت نہ دی جائے، کیونکہ شوہر اپنے مکان کا مکمل مالک ہوتا ہے، وہ چاہے تو اجازت دے اور چاہے تو اجازت نہ دے بایں وجہ کہ وہ اس کی مکمل ملکیت ہے۔

دوسری وجہ اور اصل وجہ یہ کہی جاسکتی ہے کہ مذہبی مراسم انجام دینے کے لئے اجازت دینے سے اولادیں متاثر ہوکر اپنا اصلی مذہب

چھوڑ سکتی ہیں چونکہ ماں کی طرف اولادوں کو انسیت ہوتی ہے، اس لئے اس انسیت اور ممتا کی وجہ سے بچے ماں کے مذہبی مراسم قبول کر کے اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

البتہ دوسرے درجہ کی بات یہ ہے کہ مخصوص شکل اور مخصوص شرائط کے ساتھ کتابیہ بیوی کو اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے، مثلاً کتابیہ بیوی کو اس بات کا پابند بنایا جائے کہ اسے جو کچھ اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے ہیں وہ مخصوص کمرے میں مخصوص وقت میں مراسم ادا کرے اس کے علاوہ گھر کے کسی حصہ میں مراسم کی انجام پذیری نہ کرے، البتہ مسلم خاوند چاق و چوبند رہتے ہوئے بار بار کتابیہ بیوی کو اسلام کی ترغیب دیتا رہے۔

کتابیہ بیوی کے حقوق:

رہا یہ مسئلہ کہ غیر اسلامی رسوم کے ادائیگی کی اجازت کتابیہ کو مسلم خاوند کے گھر میں کیوں دی جائے، تو جب خدائے وحدہ لاشریک نے خود آیت قرآنی ’’والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب من قبلکم إذا آتیتموھن أجورھن‘‘ (مائدہ:۵) کے ذریعہ قید نکاح سے مقید کرنے کی اجازت دی ہے تو یہ بات ظاہر و باہر ہے کہ جب اس کو اس کے مذہب کے ساتھ نکاح میں لانے کی اجازت ہے تو وہ اپنے مذہب کے ساتھ مسلم خاوند کے تحت رہے گی اور مذہب کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اپنے مذہبی مراسم ادا کرے گی جس طرح خاوند کو اپنے مذہبی احکام پر عمل کرنے کا مکمل اختیار ہے اسی طرح کتابیہ کو بھی اپنے مذہبی مراسم ادا کرنے کا مکمل اختیار ہے، اس لئے مذکورہ بالا امور کی روشنی میں مخصوص شرائط کے ساتھ اجازت دی جاسکتی ہے جبکہ مجبوری حائل ہو۔

نیز اس کتابیہ کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیوی کے ہوتے ہیں، کیونکہ اسلام نے مساوات کا پیغام دیا ہے جس کا پاس و لحاظ ضروری ہے، نیز نبی کریم ﷺ نے دو بیویوں کے درمیان جو بطور حکم شرع ہوں برابری اور انصاف کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

مشنریز اداروں سے استفادہ:

عیسائی مشنریز یا کسی اور فرقے اور مذہب کے وہ ادارے خواہ کسی بھی شعبے سے متعلق ہوں خواہ وہ ان کی دینی مذہبی ہو یا دنیوی، پھر ہاسپٹل ہو یا قرض مہیا کرنے والے ادارے، جہاں اور جس شعبے سے تعلق رکھنے کے بعد مسلمانوں کے ایمان اور مذہب اسلام پر آنچ آتا ہو یا اس ادارے کی کوشش کم از کم مذہب اسلام سے الگ کر دینا ہو تو عاجز کے خیال میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خصوصاً عیسائی مشنریز کے کسی شعبے اور ادارے سے کسی طرح کا رشتہ جوڑا جائے حتی کہ اگر مسلمان مریض کو دواخانے میں لے جانے کی نوبت آجائے تو حتی الامکان عیسائی ہاسپٹل میں لے جانے سے بچنا چاہئے ورنہ بعض دفعہ اس کا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اس کو صرف ایک واقعہ سے سمجھا جاسکتا ہے کہ ’’۱۹۴۷ء‘‘ سے پہلے کی بات ہے کہ لدھیانہ میڈیکل کالج سے ایک ہزر سے زائد لڑکیاں عیسائی بنا کر فرار کرادی گئیں کہ ان کے ورثاء، باپ، شوہر وغیرہ ملنے کے لئے گئے تو کہہ دیا کہ وہ تو یہاں سے صحتیاب ہو کر چلی گئیں (اقتباس فتاوی محمودیہ ۵/۳۶۰)۔

مذکورہ بالا تشریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ بلا اضطرار ان کے اداروں سے متعلق ہی نہ ہونا چاہئے، لیکن اگر نوبت آ ہی جائے تو مبتلی بہ کو بچنے کی اور عقائد باطلہ سے احتراز کی خود بخود شکلیں پیدا کر لینی چاہئے، ’’ھھنا أحتاج أقوال الأکابر والعلماء الحق‘‘، خود ہمارے شہر کا عجیب مشاہدہ ہے کہ ’’کنوسا لیڈیز ہاسٹل‘‘ جو عیسائی ادارہ کے تحت چلنے والے تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی رہائش گاہ ہے سات لڑکیوں نے ان کا مذہب (عیسائیت) قبول کر لیا۔

☆☆☆

اہل کتاب اوران سے متعلق احکام

مفتی عبدالمنان☆

۱- اہل کتاب ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو کسی آسمانی کتاب کو مانتے ہیں اور جس نبی یا رسول پر وہ کتاب نازل ہوئی اس پر ایمان رکھتے ہیں۔

۲- صابئین: ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کرلیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں (شیخ الہند/ ۱۳)۔

جلالین شریف میں ہے: "عن قتادة هم قوم يعبدون الملائكة فيقرؤن الزبور ويصلون إلى الكعبة، وقيل عبدة" (الکوکب/۱۱)۔

تفسیر نسفی میں ہے کہ "الصائبين-الخارجين من دين مشهور إلى غيره من صبأ إذا خرج من الدين وهم قوم عدلوا عن دين اليهودية والنصرانية وعبدوا الملائكة و قيل هم يقرؤن الزبور" (تفسیر النسفی ۱/۴۱)۔

تفسیر مظہری میں ہے: "الذين كانوا على دين موسى و عيسى قبل النسخ" (۱/۷۷)۔

"الصابئين: قرأ اهل المدينة بغير الهمزة والباقون بالهمزة أصله الخروج، يقال: صبأ فلان إذا خرج من دين إلى أخر......وهم خرجوا من دين، قال عمرو ابن عباس: هم قوم من أهل الكتاب، فقال عمر: يحل ذبائحهم، وقال ابن عباس: لايحل ذبائحهم ولا مناكحتهم، وقال مجاهد: هم قوم نحو الشام بين اليهود والمجوس من أهل الكتاب، وقال الكلبي: هم بين اليهود والنصارى، وقال قتادة: هم قوم يقرء ون الزبور و يعبدون الملائكة ويصلون إلى الكعبة اخذوا من كل دين شيئا" (تفسیر المظہری ۱/۷۷)۔

صابی وہ ہے جو ایک دین کو چھوڑ کر دوسرے دین میں داخل ہوجائے، لہذا صابی وہ لوگ تھے جو اہل کتاب کے دین سے نکل گئے تھے، قتادہ کہتے ہیں کہ صابی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ادیان سماویہ میں سے ہر ایک سے کچھ لے لیا، چنانچہ وہ زبور پڑھتے تھے، ملائکہ کی عبادت کرتے تھے اور نماز کعبہ کی طرف منہ کرکے پڑھا کرتے تھے (آپ کے مسائل ۱/۱۹۱)۔

۳- موجودہ زمانے کے یہود ونصاری کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ نہیں کیا جاسکتا ہے، چونکہ سابقہ آسمانی کتابوں کی تحریف ہوچکی ہے، مفتی محمود صاحب نے لکھا ہے کہ موجودہ یہود ونصاری کا وہ حال نہیں ہے، اس لئے وہ مسلم نہیں ہے (فتاوی محمودیہ ۱۱/۳۱)، لہذا موجودہ یہود ونصاری سے نکاح درست نہیں ہے اور ان کا ذبیحہ بھی کھانا درست نہیں ہے۔

☆ دارالحدیث پرمائی، نوگاؤں، آسام۔

۴- یہ سب شریعت محمدی کے نازل ہونے کے بعد ایجاد کئے گئے ادیان باطلہ ہیں، اگر چہ بعض ان میں سے کتاب اللہ کو مانتے تھے، یا محمد ﷺ کو رسول مانتے ہیں، لیکن قرآن کے بعد کسی الہامی کتاب یا خاتم النبیین کے بعد کسی اور شخص کو نبی ہونے کا دعوی کرتے، یہ عقیدہ قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے، حدیث میں ہے: "لانبی بعدی" نیز" لو کان بعدی نبی لکان عمر "وغیرہ بہت سے دلائل سے ان کی گمراہی ثابت ہوچکی ہے، لہذا ان کو اہل کتاب میں شمار کرنا جائز نہیں ہے۔

۵- نسلی قادیانی بھی کافر ہیں، اہل کتاب میں شمار نہیں ہوسکتے۔

۶: الف- فی زماننا دار الکفر میں عیسائی یا یہودی لڑکی سے نکاح کرنا تو یقینی کفر کی طرف قدم رکھنا ہے اور دار الاسلام میں ان سے نکاح بھی خطرے سے خالی نہیں، نیز اہل کتاب کا وجود ہی مشکوک ہے، لہذا ایسی خواتین سے نکاح کرنا درست نہیں ہوگا۔

ب- دعوتی نقطہ نظر سے جو اہل کتاب لڑکی سے نکاح کرتے ہیں وہ خود اپنے ایمان سے اکثر ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، الا ماشاء اللہ بلکہ بہت جگہ دیکھا گیا کہ کافر و مشرکہ غیر مسلم عورت جو مسلمان کے نکاح میں آتی ہے وہ مسلمان ہوکر اکثر اچھے دین داری کا ثبوت بھی دیتی ہے۔

۷- جس طرح کسی نبی ثابت النبوۃ کی نبوت کا انکار جائز نہیں ہے، اس طرح کسی غیر ثابت النبوۃ کی نبوت کا اقرار جائز نہیں ہے، بعض انبیاء علیہم السلام کا نام قرآن مجید میں اور حدیث شریف میں آئے ہیں ان کے علاوہ کسی معین شخص کی نبوت پر ایمان لانے کی تعلیم اسلام نے نہیں دی ہے، بلکہ اجمالی طور پر ایمان کا حکم ہے، اس طرح کہ جس قدر انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے ہیں ان تمام پر ہمارا ایمان ہے (فتاوی محمودیہ ۱/ ۴۶-۴۷)۔

بلا کسی یقینی دلیل کے وید کو الہامی کتاب اور ان کے ماننے والوں کو اہل کتاب قرار دینا صحیح نہیں ہے،" لکل قوم هاد "جو آیت ہے اس میں مجموعی طور پر یہ بات ہے کہ ہر وہ قوم جس میں ہادی نبی یا رسول ہو ان پر اجمالی ایمان کا حکم ہے۔

۸: الف- عیسائی مشنریز کے سلسلہ میں جواب لکھنے سے پہلے آسام کے حالات کو بطور مقدمہ لکھا جارہا ہے: مشرق ہند کے صوبہ آسام اس وقت قبائلی آبادی کے اعتبار سے سات حصوں میں منقسم ہوکر سات بہن (Seven Sisters) کے نام سے موسوم ہے، ان ساتوں کے نام یہ ہیں: میگھالیہ، اروناچل پردیش، ناگالینڈ، میزورم، منی پور، تری پورہ، اور آسام۔

اول کے چار صوبوں کے لوگ عیسائی بن چکے ہیں، مابقیہ تین صوبہ کے تقریباً آدھے لوگ عیسائیت کی طرف منتقل ہوچکے ہیں، یہ اس مشرق ہند کی بدنصیبی ہے کہ مکمل چار صوبے عیسائی صوبوں میں تبدیل ہوچکے ہیں۔

عیسائی مشنریز کی یہ پالیسی رہی ہے کہ ہر جگہ اسکول، کالج، ہاسپیٹل کا جال بچھا کر عوام الناس کو عیسائیت کی دعوت، پرزور تبلیغ ان کا خاص مشغلہ رہا ہے، نیز غریبوں کو اور مصیبت زدوں کو امدادی سہارا دے کر عیسائیت کی تبلیغ کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے، اسی طرح NGO کے نام سے لوگوں کو ریلیف دے کر بے حساب دولت تقسیم کرکے یہ کام انجام دے رہی ہیں، حتی کہ مسلم آبادی کے اندر بھی اسکول، کالج، ہاسپیٹل کے ذریعہ بچوں کو تعلیم و بیمار کو علاج کے نام سے عیسائیت کا جال بچھالیا ہے، مفت علاج معالجہ کرکے اپنی دینی مذہبی کتابیں مفت تقسیم کرکے لوگوں کو عیسائیت کی طرف بے دریغ منتقل کیا جارہا ہے۔

لہذا آئندہ نسل کو اس دہریت وعیسائیت سے محفوظ رکھنا اہل فکر ونظر علماء وصلحاء اور صاحب ثروت دیندار افراد پر ضروری ہے کہ اس کے مشنریز کے متبادل عصری معیاری تعلیمی اداروں کا جال بچھا کر مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کا انتظام کیا جائے، عیسائی مشنریز سے اجتناب کرنے کی طرف توجہ دلائی جائے۔

یہ بات خوش آئند ہے کہ مرکز المعارف ہوجائی کی طرف سے (جس کے سرپرست مولانا بدر الدین اجمل صاحب ہیں) مرکز اکیڈمی کے نام سے انگلش میڈیم اسکول، کالج آسام کے مختلف علاقوں میں قائم کر چکے ہیں، ایسے مزید کی شدید ضرورت ہے۔

عیسائی مشنریز کے اسکول، کالجز میں بچوں کے داخلہ کی حوصلہ افزائی کلیۃ حرام وناجائز ہے، ایسے اداروں سے اجتناب ہر حالت میں ضروری ہے۔

ب- اگر اہل کتاب خاتون سے خدانخواستہ نکاح ہوجائے تو اس کے وہی حقوق ہوں گے جو مسلمان بیویوں کے ہیں نکاح کرنے کے بعد ان حقوق کے راہ فرار اختیار کرنا یا چھوڑ کر بھاگنا یا بغیر شرعی وجوہات کے طلاق دینا جائز نہیں ہوگا۔

ج- عیسائی مشنریز سے مسلمانوں کو استفادہ تو دور کی بات، بلکہ اسے بائکاٹ کرنا ضروری ہے۔

☆☆☆

اسلام کی آمد کے بعد ظاہر ہونے والے نئے مذاہب

مولانا اکرام الحق ربانی ندوی☆

عہد نبوت سے لے کر اب تک بہت سارے لوگوں نے نبوت ورسالت کا دعوی کیا اور اب بھی بزعم خود نبی ہو رہے ہیں، جن کو ماشاء اللہ اندھے متبعین اور مقلدین بھی مل جاتے ہیں، جو آنکھ بند کر کے ان کی نبوت کو تسلیم کر لیتے ہیں، جیسے عہد نبوی میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ نے نبوت کا دعوی کیا، اسی طرح انیسوی صدی عیسوی میں دنیا کے مختلف خطوں میں لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے، مثلاً بابی فرقہ کے بانی سید محمد علی باب (م:۱۸۵۰ء) نے جو ایک ایرانی شیعہ تھے ۱۸۴۴ء میں ایک عظیم خدائی پیغمبر ہونے کا اعلان کیا، یہ فرقہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا: ۱-ایک کی قیادت مرزا یحیی نے کی، ۲-اور دوسرے کی قیادت مرزا حسین علی (م:۱۸۶۲ء) نے کی، (بعد میں یہ بہاء اللہ کے نام سے مشہور ہوئے، اور آج شاید بہت سے بہائی ان کے اصل نام سے بھی واقف نہیں) مرزا حسین علی نے ۱۹۶۲ء میں اپنے ''من یظہر ہ اللہ'' ہونے کا دعوی کیا، اسی نسبت سے بابی تحریک کا وہ فرقہ جو ان کے زیر اثر تھا ''بہائی'' کہلایا، انہوں نے ۲۱/اپریل ۱۸۶۲ء میں اپنے بعض چیدہ اور چنیدہ احباب کی موجودگی میں یہ خبر سنائی کہ وہی دراصل ''من یظہر اللہ'' ہے، اس کے بعد اس کے بڑے بیٹے عبد اللہ البہاء نے اس خود ساختہ نبوت کی زمام سنبھالی اور شب وروز کی محنت سے بہائی مذہب کو دنیا کے پردہ پر پیش کرنے میں اہم کردار ادا کیا اور اس کے لئے اس نے یورپین ممالک کے اسفار بھی کئے، واضح رہے کہ اس کو فروغ مغربی دنیا ہی میں ملا۔

بہائیت کے عقائد:

☆ خدا کی وحدانیت کے قائل، مگر اس تک پہنچنے میں وسیلہ کے قائل اور اسے لازمی قرار دیتے ہیں۔
☆ بہاء اللہ خدا کے پیغمبر ہیں اور اس کے اندر خدا حلول کئے ہوئے ہے۔
☆ دین وشریعت ارتقاء پذیر ہے اور انقلاب زمانہ کے ساتھ تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔
☆ تمام ادیان برحق ہیں، کیونکہ سب ایک ہی حقیقت کی طرف بلاتے ہیں، چنانچہ سب کو سچا اور صحیح سمجھو۔
☆ دوسری زندگی کے تو قائل جو آزادانہ ہوگی، لیکن ابدی ہوگی یا عبوری معلوم نہیں۔
☆ جنت اور جہنم محض خیالی اور تمثیلی ہے۔
☆ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا عدم یقین۔
☆ اللہ تعالی انبیاء اور عام انسانوں میں حلول کرتا ہے۔

☆ جامعہ ام المؤمنین ام سلمہ، فردوس نگر، پوسٹ مدے ڈیہہ، دھنباد، جھارکھنڈ۔

تعلیمات بہائیت:

☆ بہائی شریعت، شریعت اسلامیہ کے لئے ناسخ ہے۔

☆ روزے نو دن کے (طلوع شمس سے غروب شمس تک) اور نوروز کا دین ''فطر کا دن'' ہے۔

☆ دن رات میں نو رکعت نمازیں اور تکبیر ''یا بہاء اللہ'' ہے اور قبلہ ''عکا'' (فلسطین کا ایک شہر جہاں بہاء اللہ کی قبر ہے) (مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو: بہاء اللہ وعصر جدید/ ۱۴۶-۱۴۸، بہائی اصول ۴/ ۱۴، التوحید والفرق المعاصرة/ ۲۱)۔

سکھ مذہب:

سکھ مذہب کی بنیاد عظیم مصلح اور سنت شاعر گرونانک (م: ۱۵۳۰ء) نے رکھی، اس وقت پنجاب کی سرحدیں ہمالیہ سے لے کر افغانستان کے کہساروں تک پھیلی ہوئی تھیں اور پنجاب کی صورتحال ناگفتہ بہ تھی، خود گرونانک کے الفاظ میں:

بادشاہ قصاب بن گئے تھے، ظلم ان کی چھری تھی، احساس ذمہ داری نے پر تول لئے تھے اور سچائی کا چاند کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

سکھ مت دراصل بھگتی تحریک (۱۳۱۸-۱۴۴۲ء) کی دین ہے اور نرگن بھگتوں نے اپنے نیک اعمال کے ذریعہ کو ہی جنت بنانے کا منصوبہ بنایا تھا اور ان پر وحدانیت کی چھاپ بھی تھی، کیونکہ سرزمین پنجاب میں ایک طویل عرصہ سے مسلمان آباد تھے، جن کی بدولت وہاں کے لوگوں میں عقیدہ توحید سے قربت بڑھتی گئی اور اللہ رب العزت کی عبادت کو اہمیت دی جانے لگی، چنانچہ گرونانک بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، لہذا انہوں نے سکھ مت میں بہت سے اسلامی عناصر کو داخل کرلیا، علامہ اقبالؒ نے اسی طرح اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے:

پھر اٹھی آخر صدا توحید کی پنجاب سے ہند کو ایک مرد کامل نے جگایا خواب سے

سکھ مت کی بنیاد ان باتوں پر ہے جن کا اظہار گرونانک نے تین دن کی گمشدگی کے بعد کیا: نہ کوئی ہندو ہے اور نہ کوئی مسلمان، پھر میں کس کا راستہ اختیار کروں، میں خدا کے راستہ پر چلوں گا، خدا نہ تو ہندو ہے اور نہ مسلمان اور جو راستہ میں اپناتا ہوں وہی راستہ خدا کا ہے، وہ قادر مطلق، سب کا رب، ہر جگہ موجود، وقت کی قید سے آزاد، حق، ہمیشہ رہنے والا اور تنہا ہے اور گرو کرپا (گروہ کی مہربانی) سے اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ابتداء میں سکھ، سنت سادھو، بھگت، گرو اور سیوک وغیرہ الفاظ ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے تھے، لیکن اب گرو کی اصطلاح صرف ابتدائی دس گروں: ۱-گرونانک (۱۴۶۹-۱۵۳۹ء)، ۲-گروانگد یوجی (۱۵۳۹-۱۵۵۲ء)، ۳-(گرو امرداس (۱۵۵۲- ۱۵۷۴ء)، ۴-گرورام داس (۱۵۷۴- ۱۵۸۱ء)، ۵-گروارجن دیو (۱۵۸۱ء-۱۶۰۶ء)، ۶-گروہرگوبند (۱۶۰۶-۱۶۴۴ء)، ۷-گروہر رائے (۱۶۴۴-۱۶۶۱ء)، ۸-گروہرکشن (۱۶۶۶۱-۱۶۶۴ء)، ۹-گروتیغ بہادر (۱۶۶۴-۱۶۷۵ء)، ۱۰-گروگوبند سنگھ (۱۶۷۵-۱۷۰۸ء) اور آدی گرنتھ صاحب کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

عقائد وتعلیمات:

☆ سیکڑوں خداؤں کی بجائے ایک خدا کی تعلیم۔

☆ سکھ مت میں کرم (عمل) اسمرن (ذکر) گیان (علم) اور مکتی (نجات) کو بہت اہمیت حاصل ہے۔

☆ گرو کے وسیلہ سے نجات؛ اسی وجہ سے گروؤں کے عہد ناموں کو فرائض میں داخل کیا گیا ہے۔

☆ عقیدہ کے دفاع کے لئے سماجی ناانصافیوں اور چھوت چھات کے خلاف جنگ کی تلقین۔

☆ کوئی پیغمبر پہلا یا آخری یا خصوصی نہیں ہوسکتا۔

☆ گرو گرنتھ کا احترام ایمانیات میں داخل ہے۔

مذکورہ تعلیمات میں کئی چیزیں ایسی ہیں جو اسلامی تعلیمات کے معارض ہیں، مثلاً گرو کے وسیلہ سے نجات، کوئی پیغمبر پہلا یا آخری نہیں، احترام گرنتھ جزء ایمان میں شامل وغیرہ۔

قادیانی:

انیسویں صدی میں رونما ہونے والے باطل (ملعون) نبیوں میں ایک ہندوستانی بھی تھا، جس کا نام مرزا غلام احمد قادیانی (۱۸۴۰-۱۹۰۸ء) تھا، اس کا خاندان پنجاب کے قادیان نامی گاؤں میں آباد تھا، مگر اس کا نسبی تعلق وسط ایشیاء کی مغل قوم کی شاخ برلاس سے تھا، مرزا صاحب نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنی نبوت کا اعلان کیا، علامہ اقبالؒ نے بہت خوب فرمایا ہے:

غدار وطن اس کو بتاتے ہیں برہمن — انگریز سمجھتا ہے مسلماں کو گداگر
پنجاب کے ارباب نبوت کی شریعت — کہتی ہے کہ یہ مؤمن پارینہ ہے کافر

مرزا صاحب نے اپنی جماعت کا نام ''جماعت احمدیہ'' رکھا، ان کے انتقال کے بعد ان پر بیعت کرنے والوں کو ''صحابہ''، ان کی بیویاں ''ازواج مطہرات'' اور ان کے جانشین ''خلیفہ'' کہلائے، ان کے مشہور خلفاء میں حکیم نور الدین (جس کے زمانہ میں قرآن کا انگریزی ترجمہ ہوا)، مرزا بشیر الدین محمود (اس کے زمانہ میں قادیانیت کو سب سے زیادہ فروغ ملا)، مرزا ناصر احمد ہیں، موجودہ خلیفہ مرزا طاہر ۱۹۸۲ء سے اب تک ہیں۔

یہ فرقہ اس وقت اتنا متحرک ہے کہ دنیا کے ۱۴۷ ممالک میں اس کے مراکز قائم ہیں، جن کے تحت ۴۶۳ مشن کام کر رہے ہیں، ان کی تعداد تقریباً ایک کروڑ پچاس لاکھ ہے، ان کے مختلف زبانوں میں نکلنے والے جرائد و رسائل کی تعداد ۸۰ ہے، ان کے زیر انتظام چلنے والے اداروں کی تعداد ۳۰۶ ہے، جن میں نرسری سے ہائر سکنڈری تک کے اسکول شامل ہیں، افریقہ کے مختلف ممالک میں تقریباً ۱۲۵ اسپتال قائم ہیں، قرآن وحدیث کو تقریباً ۱۲۷ زبانوں میں ترجمہ کر کے شائع کیا، ۵۶ رزبانوں میں قرآن کا ترجمہ کروایا اور کئی زبانوں میں ترجمہ کا کام جاری ہے، اس وقت ''قادیان'' کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، اس کی زیارت حج بیت اللہ کے برابر ہے، ربوہ (پاکستان) اور لندن کو بھی مرکزی حیثیت حاصل ہے، علاوہ ازیں ان کی سب سے بڑی یافت مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ ہے، جو روزانہ بارہ گھنٹے اپنے پروگرام نشر کرتا ہے (بدقسمتی سے اسے مسلم ٹیلی ویژن اور اس کی تعلیمات کو اسلامی تعلیمات خیال کیا جاتا ہے) (ملاحظہ ہو: سیرت الہدی ۱۵۶/۶۶-۱۵۵، مکتوبات احمدیہ ۱۰۳/۳، سیرت المہدی ۱۵۰/۲، براہین احمدیہ ۳/ ۴۴-۲۳۱، کتاب البرید ۶/۳، اربعین ص ۳۹)۔

عقائد وتعلیمات:

☆ اللہ کی وحدانیت کے قائل، مگر ختم نبوت اور رسالت کے منکر۔

☆ حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد کا انکار۔

☆ جو مرزا صاحب کو مسیح موعود اور نبی نہیں مانتا وہ کافر اور جہنمی ہے۔

☆ وحی کے اختتام کا انکار اور روح القدس کی آمد کا اقرار۔

جب ان فرقوں کے ایسے عقائد ونظریات، احکام وہدایات اور علاحدہ طرق عبادات ہیں اس پر طرفہ یہ ہے کہ آپ ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتے، پھر ان کا شمار اہل کتاب میں کیا؟ قرآن کریم میں واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے:

"ماکان محمد أبا احد من رجالکم ولکن رسول الله وخاتم النبیین" (احزاب:۴۰) (محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں)۔

اور حدیث پاک میں ہے: "عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: مثلي ومثل النبيين كمثل رجل بنى دارا فأتمها إلا لبنة واحدة فجئت أنا، فأتممت تلك اللبنة" (ابن کثیر ۶۲۶/۳) (حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اور دیگر انبیاء کی مثال ایک ایسے انسان کی ہے جس نے گھر بنایا، مگر ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی، چنانچہ میں نے آکر اس خلا کو پر کر دیا)۔

اور دوسری روایت میں ہے: "عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: فضلت على الأنبياء بست: أعطيت جوامع الكلم، ونصرت بالرعب، وأحلت لي الغنائم وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً وأرسلت إلى الخلق كافة وختم بي النبييون" (ابن کثیر ۶۲۷/۳) (حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے تمام انبیاء پر چھ چیزوں کے ذریعہ فضیلت حاصل ہے، مجھے جوامع الکلم سے سرفراز کیا گیا اور رعب عطا کیا گیا اور میرے لئے مال غنیمت حلال کیا گیا اور دنیا کی پوری زمین کو پاک اور مسجد بنایا گیا اور میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا اور مجھ پر نبوت کا سلسلہ ختم ہوا)۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں: "ودعوى النبوة بعد نبينا ﷺ كفر بالإجماع" (شرح الفقہ الاکبر ص ۱۶۴) (آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعوی کرنا بالاجماع کفر ہے)۔

علامہ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: "وقد أخبر الله تبارک و تعالى في كتابه ورسوله ﷺ في السنة المتواترة عنه أنه لا نبي بعده ليعلموا أن كل من ادعى هذا المقام بعده، فهو كذاب وأفاک دجال ضال مضل" (ابن کثیر ۶۲۷/۳) (اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں اور آپ ﷺ نے احادیث میں بتادیا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، معلوم رہے کہ جو شخص آپ کے بعد اس مقام کا دعوی کرے وہ جھوٹا، افتراء پرداز، دجال، گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہے)۔

مزید یہ کہ قرآن کریم کو آخری کتاب تسلیم نہیں کرتے، جب کہ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ جب آپ آخری تو آپ کی شریعت، آپ کی کتاب آخری: "ومن جحد بالقرآن، أي: كله أوسورة منه أو آية، قلت: وكذا كلمة أو قراء ة متواترة أو زعم أنها ليست من كلام الله تعالى كفر" (شرح الفقہ الاکبر/۱۶۷) (جو شخص مکمل قرآن کرم یا اس کی کسی سورت یا آیت کا، اسی طرح کسی کلمہ یا قرأت متواترہ کا انکار کر دے یا یہ خیال کرے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں وہ کافر ہے)۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص قرآن کی ایک آیت کا انکار کرے یا اس کا مذاق اڑائے وہ کافر ہے: "ويكفر إذا أنكر آية من القرآن أوسخر بأية منه" (البحر الرائق، کتاب السیر ۲۰۵/۵) ہے، اور "فتاوی عالمگیری" میں ہے: "إذا أنكر الرجل آية من القرآن أو تسخر بأية...... كفر" (فتاوی ہندیہ، کتاب السیر ۲۲۶/۲)۔

سوال: قادیانی دو طرح کے ہیں: ایک وہ جو خود مرتد ہوئے ہیں، دوسرے: وہ جن کے آباء واجداد مرتد ہوئے اور وہ نسلی طور پر قادیانی ہیں، اگر قادیانی اہل کتاب نہیں ہیں تو کیا قادیانیوں میں سے دوسرا گروہ یعنی نسلی قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار کیا جا سکتا ہے؟

فقہی نظائر سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن گروہوں کے عقائد کفریہ ہیں، ان کا شمار نہ تو اہل اسلام میں ہوگا نہ اہل کتاب میں، بلکہ وہ عام کفار ومشرکین کی طرح ہوں گے، علامہ داماد آفندی فرماتے ہیں:

"یجب الإیمان بالأنبیاء بعد معرفة معنی النبي وهو المخبر عن الله تعالی بأوامره ونواهیه وتصدیقه بکل ما أخبر عن الله تعالی وأما الإیمان بسیدنا محمد ﷺ فیجب بأنه رسولنا في الحال وخاتم الأنبیاء والرسل، فإذا آمن بأنه رسول ولم یؤمن بأنه خاتم الأنبیاء لا یکون مؤمناً، وفي فصول العمادي: من لم یقر ببعض الأنبیاء بشيء أو لم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام فقد کفر" (مجمع الأنہر، باب المرتد ثم إن الفاظ الکفر أنواع ۱/۶۹۱)۔

اور "مغنی" کے حوالہ سے ہے: "هو الذي یظهر الإسلام ولیس بالکفر وهو المنافق وکان یسمی في عصر النبي ﷺ منافقا ویسمی الیوم زندیقا" (مجمد الفقہ الحنبلی ۱/۴۴) (جو اسلام کا اظہار کرے اور کفر کو چھپائے وہ منافق ہے جسے عہد نبوی میں منافق ہی کہا جاتا تھا اور آج کی زبان میں اسے زندیق کہا جاتا ہے۔

اور اسلامی حکومت میں اہل کتاب (ذمی وحربی) تو قابل قبول ہیں، لیکن منافقین ناقابل برداشت ہیں، چنانچہ فقہاء نے انہیں موجب قتل قرار دیا ہے: "وقتل الزندیق بعد الاطلاع علیه بلا استتابة وهو من أسر بالکفر وأظهر الإسلام وکان یسمی في زمن النبي ﷺ وأصحابه منافقا بلا قبول توبة من حیث قتله ولا بدمن توبته، لکن إن تاب قتل بدا والإکفرا" (الشرح الصغیر ۴/۴۳۸)۔

درمختار میں ہے: "(من ارتد عرض) الحاکم (علیه الإسلام استحباباً) علی المذهب، لبلوغه الدعوة (وتکشف شبهته) بیان لثمرة العرض (ویحبس ثلاثة أیام، فإن أسلم والإقتل) لحدیث: من بدل دینه فاقتلوه" (الدر المختار، کتاب الجہاد ۴/۲۲۵) (جو مرتد ہوجائے اس پر حاکم وقت استحباباً اسلام پیش کرے تاکہ دعوت پہنچ جائے اور شبہ کا ازالہ ہوجائے اور تین دن اسے قید کردے، چنانچہ اگر وہ اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ہے، ورنہ حدیث: "من بدل دینه فاقتلوه" (جو دین بدل دے اسے قتل کر ڈالو) کی وجہ سے قتل کردے)۔

۶- الف: کتابیہ عورت سے نکاح:

فقہاء کرام نے کتابیہ سے نکاح کو درست تو قرار دیا ہے؛ البتہ دار الاسلام اور دار الحرب کے درمیان تھوڑا سا فرق کیا ہے وہ یہ ہے کہ اگر دار الاسلام ہو تو مکروہ تنزیہی ہوگا اور دار الحرب ہو تو نکاح مکروہ تحریمی ہوگا، جیسا کہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"(وصح نکاح کتابیة)وإن کره تنزیها(مؤمنة بنبي) مرسل(مقرة بکتاب) منزل ......(والأولی أن لا یفعل) یفید کراهة التنزیه في غیر الحربیة ومابعده یفید کراهة التحریم في الحربیة" (الدر مع الرد، کتاب النکاح ۳/۴۵)۔

علماء نے کتابیہ سے نکاح کی اجازت تو دی ہے؛ مگر اس کو بہتر خیال نہیں کیا ہے، کیونکہ فتنہ کا دروازہ کھلنے اور معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے اور اولاد کے اخلاق کفر سے متاثر اور غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہونے کا امکان ہے، علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں: "والأولی أن لا یتزوج کتابیة ولا یأکل ذبائحهم إلا لضرورة......وفي المحیط: یکره تزوج الکتابیة الحربیة؛ لأن الإنسان لا یأمن أن یکون بینهما ولد فینشأ علی طبائع أهل الحرب ویتخلق بأخلاقهم فل یستطیع المسلم قلعه عن تلک العادة" (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/۱۸۳)۔

اسی وجہ سے حضرت حذیفہؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت عمر فاروقؓ کی ناراضگی کا شکار ہوئے تھے اور ان کی ناراضگی کفر وایمان کے اختلاط اور اولاد پر فتنہ کے اندیشہ کی بناء پر تھی: ''فمن المتزوجين حذيفة وطلحة وكعب بن مالك وغضب عمر فقالوا: نطلق يا أمير المؤمنين وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف، الفتنة على الولد؛ لأنه في صغره ألنم لأمه'' (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات ۳/ ۲۳۰) جہاں تک مزاجی ہم آہنگی، ویزہ کی سہولت وحصولیابی اور نقطہ دعوتی کی بات ہے تو اس میں چونکہ نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہے، لہذا حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر کسی معاملہ میں نفع کی امید اور نقصان کا اندیشہ بھی ہو تو منفعت سے چشم پوشی کرتے ہوئے مضرت سے بچنے کا جتن کرنا چاہئے۔

اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی بات موہوم ہے، ضروری نہیں کہ وہ اسلام قبول ہی کرلے اور اللہ تبارک وتعالی نے ایمان کی شرط پہلے لگائی ہے: ''ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن'' (بقرہ: ۲۲۱) (تم مشرک عورتوں سے ہرگز نکاح نہ کرنا، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں)، دوسری جگہ فرمایا: ''لاهن حل لهم ولاهم يحلون لهن'' (ممتحنہ: ۱۰) (نہ وہ کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ کفار ان کے لئے حلال)۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: ''ومنها: ألا تكونا لمرأة مشركة إذا كان الرجل مسلما، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة'' (بدائع، فصل في عدم نكاح الكافرة المسلم ۳/ ۴۶۵) (شرائط نکاح میں سے یہ ہے کہ اگر مرد مسلمان ہو تو عورت مشرکہ نہ ہو، چنانچہ اگر مرد مسلمان ہو تو مشرکہ سے نکاح درست نہیں)۔

علامہ شامیؒ مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''وحرم نكاح الوثنية بالإجماع......ويدخل في عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم......وفي شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقدة'' (رد المحتار، فصل في المحرمات، مطلب مہم في وطی السراری ۳/ ۴۵) (بت پرست سے نکاح بالاجماع حرام ہے......اور اس میں آفتاب پرست اور ستارہ پرست سب داخل ہیں......اور شرح وجیز میں ہے: ہر وہ مذہب جس پر اعتقاد کی وجہ سے کفر کا فتوی لگ چکا ہو)۔

ب- دیگر مذاہب کی مذہبی شخصیات:

اللہ تعالی نے لوگوں کی ہدایت ورہنمائی کے لئے لاتعداد نبیوں اور رسولوں کو بھیجا، ان میں سے تمام پیغمبروں کے نام نہ تو قرآن کریم میں موجود ہیں نہ ہی احادیث مبارکہ میں، قرآن میں صرف پچیس انبیاء کا تذکرہ ہے، جن کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت آدمؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابرہیمؑ، حضرت لوطؑ، حضرت اسماعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت ایوبؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ہارونؑ، حضرت یونسؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت یسعؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور اکثر مفسرین کے نزدیک حضرت ذوالکفلؑ (واللہ اعلم)، اللہ تبارک وتعالی کا ارشاد ہے:

''ولقد أرسلنا رسلنا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك'' (مؤمن: ۷۸) (اے نبی! تم سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں، جن میں سے بعض کے حالات ہم نے تم کو بتادیئے ہیں اور بعض کے نہیں بتائے)۔

اور دوسری جگہ فرمایا: ''ورسلا قد قصصناهم عليك من قبل ورسلا لم نقصصهم عليك'' (نساء: ۱۶۴) (ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کرچکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا)۔

لیکن تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے؛ کیونکہ مشرقی ممالک میں چین وجاپان وہند اور مغربی ممالک میں یورپ وامریکہ کی طرف بھی پیغمبر بھیجے گئے، زردشت اور مہاتما بدھ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ پیغمبر تھے (واللہ اعلم)، دوسری آیت سے علماء متکلمین نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ہر نبی پر تفصیلا ایمان لانا ضروری نہیں، البتہ اجمالا ایمان لانا لازمی ہے:

''والآية تدل على أن معرفة الرسل بأعيانهم ليست بشرط لصحة الإيمان، بل من شرطه أن يؤمن بهم جميعا إذ لو كان معرفة كل واحد منهم شرطا لقص علينا كل ذلک'' (ملاحظہ ہو اسی آیت کے تحت تفسیر مدارک)۔

باقی اللہ کی رحمت سے کوئی بھی ملک اور کوئی بھی قوم محروم نہیں، ہر امت کی طرف اللہ نے نبی بھیجا: ''ولقد بعثنا في كل أمة رسولا أن اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت'' (نحل:۳۶) (ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبردار کردیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو)۔

اور دوسری جگہ فرمایا: ''وما أرسلنا من رسول إلا بلسان قومي ليبين لهم'' (ابراہیم:۴) (ہم نے اپنا پیغام دینے کے لئے جب کبھی کوئی رسول بھیجا ہے اس نے اپنی قوم ہی کی زبان میں پیغام دیا تاکہ وہ انہیں اچھی طرح کھول کر بات سمجھائے)۔

اور اللہ تعالی نے ان پیغمبروں پر جو کتابیں نازل کیں یا انہیں جو صحیفے عطا کئے ان کے بارے میں بھی قرآن وحدیث خاموش ہے، صرف چار آسمانی کتابوں کا تذکرہ صراحت کے ساتھ موجود ہے، لہذا اس سلسلہ میں توقف کرنا اور سکوت اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ''مايقال لک إلا ما قد للرسل من قبلک'' (فصلت:۴۳) (اے نبی! تم سے جو کچھ کہا جارہا ہے اس میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہے جو تم سے پہلے گزرے ہوئے رسولوں سے نہ کہی جاچکی ہو)۔

دوسری جگہ فرمایا: ''إن هذا لفي الصحف الأولى، صحف ابراهيم و موسى'' (اعلی:۱۸-۱۹) (یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی، حضرت ابراہیمؑ وموسیٰ کے صحیفوں میں)۔

ایک جگہ اور فرمایا: ''وإنه لفي زبر الأولين'' (شعراء:۱۹۶) (اور اگلے لوگوں کی کتابوں میں بھی یہ موجود ہے)۔

۸-الف: علم کا انسان سے چولی دامن کا ساتھ ہے اور یہ انسانی زندگی کا لازمہ بھی ہے، اس کے بغیر انسان ثقافت وحضارت اور تہذیب وتمدن سے آراستہ نہیں ہوسکتا، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ وہ اپنے خالق ومالک سے آشنا نہیں ہوسکتا؛ اسی لئے اللہ تعالی نے پہلی ہی وحی میں اس کی تلقین کی اور اس کی طرف انسانوں کی توجہ مبذول کرائی اور آپ ﷺ نے بھی حصول علم کو فرض قرار دیا؛ لہذا مسلمانوں؛ بلکہ تمام انسانوں کو اپنی اولاد کی صحیح اسلامی تعلیم وتربیت کی فکر کرنی چاہئے، آج اس کے لئے دینی اور غیر دینی دونوں طرح کے اداروں کی بھرمار ہے اور بدقسمتی سے غیر اسلامی ادارے شب وروز سرگرم عمل ہیں، جہاں پہنچ کر ہماری نئی نسل علوم وفنون سے آراستہ تو ہوجاتی ہے، مگر خطیر رقم دے کر اپنے ایمان کو بھی فروخت کرآتی ہے: ''وشروه بثمن بخس دراهم معدودة'' (یوسف:۲۰) (آخر کار انہوں نے اس کو تھوڑی سی قیمت پر چند درہموں کے عوض بیچ ڈالا)۔

نئی نسل جدید تعلیم سے آراستہ اور مال ودولت سے ترقی یافتہ تو ہوجاتے ہیں؛ مگر نہ والدین کے حقوق سے واقف، نہ رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق سے باخبر، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب ضعیف والدین اولاد کی شفقت ومحبت اور اعتناء وتوجہ کے ضرورت مند ہوجاتے ہیں تو یہی عقل پرست اولاد انہیں حکومت کے قائم کردہ (Old Age Home) میں چھوڑ آتے ہیں، کیونکہ ان کو نہ جنت کا شوق ہوتا ہے نہ جہنم کا خوف، ان کے خدا مغربی حکمراں، ان کے رسول بے حیاء وبے ہودہ ہیرو اور ان کا قبلہ امریکہ ہوتا ہے، یہ سب کچھ صرف اس وجہ سے ہوتا

ہے؛ کیونکہ انہوں نے بچپن میں اپنی اولاد کی فکر نہیں کی، انہیں کسی (Convent) یا (Children Care) میں ڈال آئے، جہاں کا نظام تعلیم اور نصاب تعلیم "Syllabus" ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ ان کے صاف شفاف لوح دماغ پر اسلامی عقائد اور اسلامی تعلیمات کے خلاف شکوک وشبہات کی مہر ثبت کردیتا ہے، نتیجۃً اولاد کی الطاف وعنایات سے محروم رہتے ہیں۔

ایسے حالات میں عیسائیوں کے اداروں میں عصری تعلیم سے آراستگی کو بنیاد بنا کر علاقہ میں ایسے اسکولوں کی تعمیر اور ان میں تعلیم حاصل کرنے کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاسکتی، جہاں خدا کے بجائے عیسی علیہ السلام کی ربوبیت کا کلمہ پڑھایا جاتا ہو اور جہاں عیسی علیہ السلام کی بجائے روح القدس، باپ اور بیٹا (عقیدہ تثلیث) کا جام پلایا جاتا ہو، اور اگر مطمح نظر روزگار اور معاش ہو تو ایسے مال ودولت سے کیا فائدہ جو ایمان کو رخصت کردے۔

ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو ایسے اداروں کی طرح اور بنیاد ڈالنی چاہئے جہاں اسلامیات کے ساتھ ساتھ عصریات پر بھی خصوصی توجہ دی جائے اور عہد حاضر کی نئی نسل کو تفسیری نکتوں اور حدیث کے دقیقہ سنجیوں اور فقہ کی فلسفیانہ موشگافیوں سے نہیں تو کم ازکم دین کی بنیادی باتوں (Basic) سے واقف وآشنا بنایا جائے، تاکہ وہ جب وہاں سے فارغ ہوکر نکلیں تو ان کی وضع قطع، ان کا رہن، سہن، ان کی چال ڈھال اور ان کی گفتار وکردار ان کے دینی مزاج کی شہادت وگواہی دینے لگیں۔

اس سلسلہ میں فقہاء کرام نے یہ اصول بتایا ہے کہ جب کسی معاملہ میں نفع ونقصان دونوں ہوں تو نفع کو پس پشت ڈال کر نقصان سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے "**درء المفاسد أولى من جلب المصالح**"۔

ب، ج: جب موجودہ دور کے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح ہی درست نہیں تو پھر ان کے حقوق کی تعیین، ان کی طلاق، ان کو چھوڑ کر راہ فرار اختیار کرنا اور شوہر کے گھر میں مذہبی رسومات کی ادائیگی کے سلسلہ میں کچھ رائے قائم کرنا بے سود ہے۔

د-عیسائی مشنریز کی تمام قسم کے اداروں سے حتی الامکان اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ وہ ضرورت ومحتاجگی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر لوگوں کو اسلام سے پھرنے اور حلقہ عیسائیت میں داخل ہونے کی تبلیغ کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے، کیونکہ اس کائنات میں اللہ کے نزدیک کوئی دین اگر پسندیدہ ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام ہے (آل عمران: ۱۹)، اس کے علاوہ کوئی دین ومذہب اللہ کو قبول نہیں (آل عمران: ۸۵)۔

اگر کوئی شخص دوسرا طریقہ اختیار کرتا ہے تو اس پر اللہ تعالی نے ناراضگی کا اظہار کیا ہے: "**افغير دين الله يبغون وله أسلم من في السموات والأرض طوعا و كرها وإليه يرجعون**" (آل عمران: ۸۳) (اب کیا یہ لوگ اللہ کی اطاعت کا طریقہ چھوڑ کر کوئی اور طریقہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ آسمان وزمین کی ساری چیزیں چار وناچار اللہ ہی کی تابع فرمان ہیں، اور اسی کی طرف سب کو پلٹنا ہے۔

جہاں ان ان اداروں سے استفادہ کی بات ہے تو: "**قل فيهما إثم كبير ومنافع للناس وإثمهما أكبر من نفعهما**" (بقرہ: ۲۱۹) (کہہ دو ان دونوں چیزوں میں بڑی خرابی ہے، اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی نہیں ہیں، مگر ان کا گناہ ان کے فائدہ سے بہت زیادہ ہے)، اس آیت کو مدنظر رکھتے ہوئے انتفاع کی گنجائش ہے، البتہ دین وایمان پر خطرہ کا اندیشہ نہ ہو ورنہ درست نہیں۔

☆☆☆

عصر حاضر میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کا مسئلہ

مولانا ابوالمکارم معروفی ☆

ایسی آزاد کتابیہ عورت جس میں ''اہل کتاب'' ہونے کی تمام شرطیں موجود ہوں اس سے نکاح کا جواز متفق علیہ ہے، جیسا کہ علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ فرماتے ہیں: ''ليس بين أهل العلم بحمد لله اختلاف في حل حرائر أهل الكتاب، ومن روى عنه ذلك عمر و عثمان وحذيفة وسلمان وجابر وغيرهم، وقال ابن المنذر: لا يصح عن أحد من الأوائل أنه حرم ذلك'' (المغنی مع شرح الکبیر ۷/۵۰۰ دارالکتب العلمیہ بیروت)۔

''وما روى عن ابن عمر فيه فلا دلالة فيه على أنه راه محرما، وإنما فيه عنه الكراهة، كما روى كراهة عمر لحذيفة تزويج الكتابية من غير تحريف'' (احکام القرآن ۱/۴۰۳ ادارہ قرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی)۔

البتہ بلاضرورت شدیدہ کتابیہ عورت سے نکاح کرنا بہت سے مفاسد پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حنابلہ کے نزدیک خلاف اولی اور دیگر ائمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔

دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ فرمان جاری کیا تھا کہ جن کے نکاح میں اہل کتاب خواتین ہیں وہ انہیں طلاق دے دیں، تو جن لوگوں کے نکاح میں اہل کتاب خواتین تھیں انہوں نے طلاق دے دیا، لیکن حضرت حذیفہؓ نے طلاق نہیں دیا، مگر بعد میں انہوں نے بھی طلاق دے دیا، جیسا کہ علامہ ابن قدامہؒ رقم طراز ہیں:

''فالأولى أن لا يتزوج ذلك؛ لأن عمر قال الذين تزوجوا من نساء أهل الكتاب طلقوهن فطلقوهن إلا حذيفة'' (المغنی ۷/۵۰۰)۔

علامہ شامیؒ راقم ہیں: ''ويجوز تزويج الكتابيات، والأولى أن لا يفعل ولا يأكل ذبيحتهم إلا لضرورة–فقوله: والأولى أن لا يفعل يفيد كراهة التنزيه في غير الحربية'' (ردالمحتار ۴/۱۰۱ دارالکتاب دیوبند)۔

صاحب نہایۃ المحتاج فرماتے ہیں: ''الكراهة فيها أخف منها في الحربية'' (نہایۃ المحتاج ۶/۲۹۰ داراحیاء التراث العربی)۔

دارالحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح:

دارالحرب میں کتابیہ عورت سے نکاح حسب تصریح علامہ شامی حنفیہ کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے، اسی طرح مالکیہ وشافعیہ کے نزدیک بھی شدید کراہت کے ساتھ جائز ہے، البتہ حنابلہ کے نزدیک خلاف اولی ہے، نیز حضرت علیؓ کے نزدیک دارالحرب میں ''کتابیہ عورت''

☆ مدرسہ عربیہ ریاض علوم گورینی، جونپور۔

سے نکاح مکروہ ہے۔علامہ ابن ہمام تحریر فرماتے ہیں:

''ویجوز تزویج الکتابیات والأولی أن لا یفعل......وتکرہ الکتابیة الحربیة إجماعا لإنفتاح باب الفتنة من إمکان التعلق المستدعي للمقام معها فی دار الحرب وتعریض الولد علی التخلق بأخلاق الکفر الخ''(فتح القدیر ۳/۱۳۵دارالکتب العلمیة)۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ''والأولی أن لا یفعل'' کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:''فقوله: أن لا یفعل یفید کراھة التنزیه فی غیر الحربیة وما بعده یفید کراھة التحریم فی الحربیة''(شامی ۴/۱۰۱دارالکتاب دیوبند)۔

علامہ دردیر مالکیؒ لکھتے ہیں:''إن تزوج الحرة الکتابیة بدارالحرب أشد کراھة من تزوجها بدار الإسلام''(الشرح الکبیر للدردیر ۲/۲۶۷داراحیاء)۔

علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:''لکن تکرہ الحربیة، وکذا الذمیة علی الصحیح ،لکن أخف من کراھة الحربیة '' (روضة الطالبین ۵/۴۷۲،کذافی نہایة المحتاج ۶/۲۹۰)۔

علامہ زحیلیؒ لکھتے ہیں:''والزواج بها (الحربیة)خلاف الأولی عندالحنابلة''(الفقہ الاسلامی وأدلتہ ۷/۱۵۴ دارالفکر)۔

حاصل بحث:

مذکورہ بالاتفصیل سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جمہورصحابہ وتابعین کے نزدیک ازروئے قرآن ''کتابیہ عورتوں'' سے نکاح اصل میں جائز ہے، دارالاسلام میں ہو یا دارالحرب میں، کراہت خارجی عوارض کی وجہ سے ہے، اگر خارجی عوارض نقصان دہ ہوں تو کتابیہ سے نکاح مکروہ ہوگا، اوراگر خارجی عوارض نقصان دہ اورضرررساں نہ ہوں تو کتابیہ عورتوں سے نکاح مکروہ نہیں ہوگا۔

لہذا اہل کتاب عورتوں سے دارالاسلام میں نکاح اخلاقی، مذہبی، سماجی، معاشی نقصان اورفتنہ کا باعث ہوجائے، جیسا کہ دور حاضر مین اہل کتاب خواتین سے نکاح فتنہ بن کررہ گیا ہے، توان حالات میں کسی بھی طرح اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت نہیں ہوسکتی۔

اوراگراس بات کا غالب گمان ہوکہ دارالحرب میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح خیر کا پیش خیمہ ثابت ہوگا توان حضرات کے قول پر جودارالحرب میں کتابیہ سے نکاح کی کراہت کے قائل ہیں دارالحرب میں بھی ان عورتوں سے نکاح بلا کراہت جائز ہونا چاہئے۔

صاحب ''نہایة المحتاج '' لکھتے ہیں:''والأوجه کما بحثه الزرکشی ندب نکاحها کما وقع لعثمانؓ أنه نکح نصرانیة کلبیة فأسلمت وحسن إسلامها (فی الحاشیة)(قوله: ندب نکاحها) أی الذمیة ویظهر أن مثلها الحربیة''(نہایة المحتاج ۶/۲۹۰داراحیاء التراث العربی)۔

۳- مغربی ملکوں میں جولوگ اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی کہتے ہیں، مگر درحقیقت وہ خدا کے وجود کے قائل ہی نہیں ہیں، یا اگر خدا کو مانتے ہیں مگر وحی، رسالت، آخرت اورکسی مذہب کے قائل نہیں ہیں یہ لوگ مادہ پرست اور دہریہ ہیں، اہل کتاب کے حکم میں بالکل داخل نہیں ہوسکتے، نکاح اورذبیحہ کے بارے میں ان کے ساتھ اہل کتاب کا معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ عرب کے نصاری بنی تغلب کا حال تھا کہ سوائے شراب نوشی کے اپنے دین سے ان کا کوئی تعلق نہیں تھا، حضرت علیؓ نے ان کے بارے میں فرمایا تھا:''لا تحل ذبائح نصاری العرب، فانهم لهم یتعلقوا من دینهم بشئ إلا بشرب الخمر '' (احکام القرآن للجصاص ۲/۳۲۳)۔

کتابیہ عورتوں سے نکاح اصل میں جائز ہے دار الاسلام میں ہو یا دار الحرب میں، کراہت خارجی عوارض کی وجہ سے ہے، اگر خارجی عوارض نقصان دہ ہوں تو کتابیہ سے نکاح مکروہ ہوگا، اور اگر خارجی عوارض نقصان دہ اور ضرر رساں ہوں تو ''کتابیہ عورتوں'' سے نکاح مکروہ نہیں ہوگا۔

الف-لہذا اہل کتاب خاتون سے نکاح جب دار الاسلام میں اخلاقی، معاشی، مذہبی اور سماجی نقصان اور فتنہ کا باعث ہوجائے، جیسا کہ دور حاضر میں اہل کتاب خاتون سے نکاح فتنہ بن کر رہ گیا ہے تو ان حالات میں دار الاسلام میں بھی اہل کتاب خاتون سے نکاح کی اجازت بالکل نہیں ہوسکتی (امداد الفتاوی ۲۱۴/۲)۔

دلیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں یہ فرمان جاری کیا تھا کہ جس کے نکاح میں اہل کتاب خاتون ہے وہ اسے طلاق دے دے، حضرت عمرؓ نے طلاق دینے کا یہ فرمان اپنے عہد کے لحاظ سے جاری کیا تھا، آج جبکہ اہل کتاب عورتوں سے نکاح فتنہ بن کر رہ گیا ہے، اگر اس کا نقشہ حضرت عمرؓ کے سامنے ہوتا یا ان فقہاء کے سامنے ہوتا جنہوں نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو مکروہ کہا ہے تو اندازہ فرمائیں اس سے متعلق کیا عملا ورکیا حکم ہوگا (ماخوذ از معارف القرآن)۔

ب-اگر قرائن سے اس بات کا ظن غالب ہو کہ دار الحرب میں ''کتابیہ عورتوں'' سے نکاح خیر کا پیش خیمہ ثابت ہوگا تو ان فقہاء کے قول پر جو دار الحرب میں کتابیہ عورتوں سے نکاح کی کراہت کے قائل ہیں بلا کراہت نکاح جائز ہونا چاہئے، صاحب ''نہایۃ المحتاج'' لکھتے ہیں:

''**والوجه كما بحثه الزركشي ندب نكاحها كما وقع لعثمانؓ أنه نكح نصرانية كلبية فأسلمت وحسن إسلامها(وفى حاشيته) قوله: ندب نكاحها أي الذمية، ويظهر أن مثلها الحربية**'' (نہایۃ المحتاج ۲۹۰/۶ دار احیاء بیروت)۔

کتابیہ بیوی کے حقوق:

حقوق نکاح کا سبب نکاح ہے، اور اس سبب میں کتابیہ اور مسلمہ دونوں یکساں ہیں، لہذا نکاح کے جو حقوق مسلمان خاتون کے ہیں وہی اہل کتاب خاتون کے ہوں گے، البتہ حق وراثت اہل کتاب خاتون کے لئے ثابت نہیں ہوگا، کیونکہ اختلاف دین وراثت سے مانع ہے۔

''**الكتابية إذا كانت تحت مسلم فعليها ما على المسلمة الحرة كالحرة والأمة كالأمة**'' (فتاوی ہندیہ ۵۳۳/۱)۔

سید امیر علیؒ اس عبارت کے ترجمہ کے بعد لکھتے ہیں: پس اگر یہ کتابیہ عورت آزاد ہو تو مثل مسلمہ آزادہ کے اور اگر باندی ہو تو مثل مسلمان باندی کے احکام کا برتاؤ لازم ہوگا (فتاوی عالمگیری اردو ۵۴۴/۲)۔

''**قال الكاساني: ويستوى فى القسم البكر والثيب......والمسلمة والكتابية لما ذكرنا من الدلائل من غير فصل ولأنهما يستويان فى سبب وجوب القسم وهو النكاح، فيستويان في وجوب القسم**'' (بدائع الصنائع ۶۱۰/۳، کذا فی العنایۃ بہامش الفتح ۳۰۱/۳ دار احیاء التراث العربی)۔

''**وقال ابن عابدين الشامي: القسم من حقوق النكاح ولا تفاوت وبينهما في ذلك**'' (شامی ۲۸۷/۴)۔

''**وقال النووى: الكتابية كالمسلمة فى النفقة والقسم والطلاق وعامة حقوق النكاح، لكن لاتوارث بينهما وبين المسلم**'' (روضۃ الطالبین ۴۷۳/۵)۔

آیت کریمہ ''**فتذروها كالمعلقة**'' (نساء:۱۲۹) کے بموجب اہل کتاب خاتون سے نکاح کرنے کے بعد حقوق سے راہ فرار

اختیار کرنے کی اسی طرح چھوڑ کر بھاگ آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔

"فتذروھا کالمعلقة التی لیست ذات بعل ولا مطلقة" (تفسیرات احمدیہ ص۲۱۱ وتفسیر مدارک)، ہاں البتہ طلاق دینے کی اجازت ہوگی جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں جو خیر القرون تھا، اہل کتاب عورتوں کو طلاق دینے کا فرمان جاری کیا تھا تو اب اس دور پرفتن میں بدرجہ اولی طلاق کی اجازت ہوگی۔

جن مذہبی رسومات میں شرکت اور اہل کتاب کے شعائر کا اظہار ہوتا ہو کتابیہ بیوی کے لئے مسلمان شوہر کے گھر میں ان کو انجام دینے کی اجازت نہیں ہوگی، البتہ ایسی مذہبی رسومات جن میں شرکت اور ان کے شعائر کا اظہار نہیں پایا جاتا مثلاً نماز پڑھنا تو کتابیہ بیوی کے لئے شوہر کے گھر میں ان کو انجام دینے کی اجازت ہوگی۔

"کما کانت نصرانية تحت مسلم لا یمکنها نصب الصلیب فی بیته؛ لأن نصب الصلیب کنصب الصنم، وتصلي في بیت حیث شاء ت" (بدائع الصنائع ۶/۸۵ مکتبہ زکریا دیوبند)۔

"لیس للنصراني أن یضرب بالناقوس فی مصر المسلمین ولا یخرج الصلیب أو غیر ذلک من کنائسهم–وبعد أسطر: ولو رفعوا أصواتهم بقراء ة الزبور والإنجیل إن کان فیه إظهار الشرک منعوا من ذلک، وإن لم یقع بذلک إظهار الشرک لا یمنع" (فتاوی قاضی خاں بہامش الہندیہ ۳/۶۴۷)۔

☆☆☆

ہنود کی مذہبی کتاب وشخصیات سے متعلق احکام

مولانا محمد احسن عبدالحق ندوی☆

۱-اخلاقی تعلیمات میں:

رامائن اور مہابھارت یہ دونوں ہندوؤں کی مذہبی کتابیں ہیں، ان کے علاوہ وید بھی مذہبی کتابوں میں شمار ہوتی ہے، مشہور وید چار ہیں: ۱-رگ وید، ۲-سام وید، ۳-یجر وید، ۴-اتھر وید، ویدوں کو ہندو مقدس کتاب مانتے ہیں، ہندوؤں کا خیال ہے کہ یہ خالق کا کلام ہے۔

خیال ہے کہ یہ تمام کتابیں حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش سے قبل تصنیف ہو چکی تھیں، مگر دو ایک کے علاوہ باقی تمام کتابوں میں مختلف ادوار میں کمی بیشی ہوتی رہی ہے، جس کتاب میں کمی بیشی کی جاسکتی ہو اس کتاب کو آسمانی کتاب کیسے کہا جاسکتا ہے؟ برادران وطن جن شخصیتوں کو خدا کا اوتار مانتے ہیں ہمارے خیال سے ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ یہ اپنے اپنے عہد میں خدا کے پیغمبر رہے ہوں گے، اس لئے کہ کسی پیغمبر کے بارے میں یہ نہیں آیا کہ اس کو نبوت اور کتاب یا صحیفے سے نوازہ گیا اور اس نے اس کے مطابق عمل نہ کیا ہو اور اپنی امت میں اس کی تبلیغ نہ کی ہو، اس لئے ہماری اپنی رائے ہے کہ یہ نہ پیغمبر ہو سکتے ہیں اور نہ ان کی کتابوں کو الہامی کتاب کہا جاسکتا ہے۔

۲-مسلم بچوں کو مشنریز کے اسکولوں میں تعلیم دلانا:

آج سے تقریبا ڈیڑھ ہزار سال قبل آپ ﷺ نے نہ صرف تعلیم کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلایا اور اس کی طرف لوگوں کو راغب کیا، بلکہ مختلف طریقوں سے اس کی اشاعت کا اہتمام بھی فرمایا اور باقاعدہ وسیع پیمانہ پر اس کا نظام قائم کیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک ایسا تعلیمی انقلابی آیا کہ جو قوم لکھنا پڑھنا نہیں جانتی تھی وہ علم وفن کی امام بن گئی اور جو لوگ تعلیم سے بے بہرہ تھے وہ معلم ومؤدب کے فرائض انجام دینے لگے، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے'' (ابن ماجہ)۔

موجودہ دور میں اسلامی عقائد اور تعلیمات کی تشریح وترجمانی، دینی علوم کا ارتقاء اور اسلام کی اشاعت کے لئے عربی، فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی، دوسری یوروپین اور برصغیر کی مختلف علاقائی زبانوں سے واقفیت کی افادیت کافی بڑھ گئی ہے، آپ ﷺ نے ایک خاص اجتماعی ضرورت کے تحت عبرانی زبان سیکھنے پر زور دیا تو آج کے ماحول میں مختلف ملی ضروریات کی تکمیل کے لئے جدید مروجہ زبانوں میں مہارت حاصل کرنے کے معاملہ میں اس اسوہ مبارکہ سے روشنی حاصل کرنی چاہئے۔

غیروں کے اداروں کا حال یہ ہے کہ فطری میلانات، طبعی رجحانات اور نشو ونما کے مختلف مراحل، نیز ہر مرحلے کی نفسیات کا بہت کم لحاظ رکھا گیا ہے، ان کے سامنے نہ تو اعلی مقصد ہے اور نہ ہی اسلام کے نظریہ حیات ہی سے واقف ہیں، بلکہ سرے سے وہ اسلام کی برادری کا دعوی ہی نہیں کرتے، لادینیت کے جراثیم، اور اسلام کے بنیادی اصولوں سے انحراف کی طرف اس طرح لایا جاتا ہے کہ ان کی ذہنیت آہستہ آہستہ مادہ

☆ کھنڈ پیڑا، شجاع گنج، فیض آباد۔

پرستانہ ہوتی جاتی ہے،ان تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کرنے والی ہماری نسل دین سے منحرف اور اخلاقی قوانین وضوابط سے آزاد ہوکر صلاح و فلاح کے بجائے فساد فی الارض کا موجب بنتی جارہی ہے۔

ایک تازہ مثال یہ ہے کہ متعدد بی جے پی ریاستوں میں سرکاری اسکولوں کے اندر سوریہ نمسکار کو لازم کردیا گیا ہے، یا حفظان صحت کے بہانے سے یوگا کا لازم کرتے ہوئے ''اوم'' کہنے اور سورج کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہونے اور پوجا کی شکل اختیار کرنے کو لازم کردیا گیا ہے، یہ باتیں اسلامی نقطہ نظر سے قطعاً ناقابل قبول ہیں، ملت اسلامیہ ہرگز اسے گوارا نہیں کرسکتی، ان حالات میں مسلمانوں کا لائحہ عمل کیا ہو، اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے، اس لائحہ عمل کو چند نکات پر تقسیم کیا جاسکتا ہے:

پہلا: اور سب سے ضروری کام یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنی نئی نسل میں شعور و بیداری پیدا کرنے کا کام کرنا چاہئے، ان کو توحید کی حقیقت، اور اس کی معقولیت سمجھائی جائے، ان پر شرک کے شدید گناہ ہونے اور عقل وفطرت کے اعتبار سے ناقابل قبول ہونے کو واضح کیا جائے، اور گھریلو تربیت میں والدین سورج پرستی کا شرک ہونا بچوں کو ذہن نشین کریں۔

دوسرا ضروری کام یہ ہے کہ اگر سرکاری اسکولوں میں یہ عمل کیا جائے تو مسلمان تنظیمیں، جماعتیں اور انجمنیں عدالتی چارہ جوئی کریں اور مؤثر قانونی کاروائی کی جائے، پرامن طریقہ پر طلبہ اور ان کے سرپرستان اسکول کے ذمہ داروں سے مل کر اپنا احتجاج درج کرائیں اور سوریہ نمسکار کی تقریب میں شریک نہ ہوں۔

تیسرا ضروری کام یہ ہے کہ اگر پرائیویٹ اداروں میں اس طرح کا عمل ہو تو وہاں کے ذمہ داران سے نہ صرف احتجاج کیا جائے، بلکہ مسلمان طلباء وہاں داخلہ لینے سے گریز کریں۔

چوتھا سب سے اہم کام یہ ہے کہ مسلمان خود اپنا اسکول قائم کریں، جو مختلف معیار کے ہوں، ایسے بھی ہوں جن میں غریب بچے بھی پڑھ سکیں، ایسے بھی ہوں جن میں درمیانی سطح کے مسلمان اپنے بچوں کا داخلہ کراسکیں، اور اسٹرکچر کے اعتبار سے اعلیٰ معیار کے اسکول بھی قائم کئے جائیں، جن میں اہل ثروت اور متمول مسلمان اپنے بچوں کو پڑھانا گوارا کریں، یہ اسکول عصری وسائل کے اعتبار سے مشنری اسکولوں کا مقابلہ کرتے ہوں، لیکن ان کا ماحول دینی ہو اور ان کے ذہن کو اسلام کے سانچے میں ڈھالا جائے، موجودہ حالات میں اگر ہم نے اس طرف توجہ نہیں کی تو ہم اپنی آئندہ نسلوں کو کھودیں گے اور ایسے نقصان سے دوچار ہوں گے جس کی تلافی کی صورت نہیں ہوگی۔

خلاصہ کلام یہ کہ ایسے مشنریز کے تعلیمی اداروں سے پرہیز کرنا چاہئے، اسی طرح ان کی حوصلہ افزائی بھی نہیں کرنی چاہئے، طلباء اور طالبات کو ایسے اداروں میں تعلیم نہیں دلوانی چاہئے جہاں کفریہ تعلیم دی جاتی ہو اور دین و ایمان پر ڈاکہ ڈالا جاتا ہو، مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے اداروں کا قیام کریں جہاں ہر طرح کی اعلیٰ تعلیم ہو، جس سے بچے دوسرے اداروں کا رخ نہ کریں۔

۳-مشنریز کے ادارے سے استفادہ:

عیسائیوں نے خفیف الحال مسلمانوں کی تیمارداری، علاج ومعالجہ کے لئے ہاسپٹل، قرض اسکیم، ریلیف مہم سے ان کی افزائش ہمت، کانونٹ اسکولوں میں ان کے بچوں کی مفت تعلیم کے عنوان سے مادر مہرباں سے بھی زیادہ پیار ومحبت کا پرچار کرکے ان کے ایمان پر ڈاکہ زنی شروع کی، آج ہندوانہ تہذیب کا حامل بت پرست طبقہ تو قومی دھارے کے نام پر کبھی دھرم پریورتن کا طوفان برپا کرکے، کبھی گھر واپسی جیسے باطل تاویلات کا تیشہ چلاکر، سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم مسلم طلبہ کو ''سرسوتی پوجا''، ''یوگا''، اور سوریہ نمسکار کرنے پر مجبور کرنے کے ساتھ ساتھ قوم مسلم کو اپنی تہذیب میں ضم کرنے کے لئے مسلم کش فسادات برپا کرنے اور ''من لدنا بأس شدید'' کی دھمکیاں دینے کے لئے بھی تیار

ہے، نتیجۃً فرقہ پرستوں کی شرانگیزی اور پیٹ کی فتنہ سامانی سے دوچار مسلمان دن بہ دن ارتداد کو گلے لگا رہا ہے۔

ایسی صورت حال میں مسلمانوں کے لئے یہ زیب نہیں دیتا ہے کہ وہ اس طرح کے اداروں میں خدمت انجام دیں اور ان کی خدمت سے استفادہ کریں، ایسی صورت حال میں جہاں علماء معاشرے کی دینی صورت حال کی اصلاح کی کوشش کریں وہیں یتیموں، بیواؤں اور نادار مسلمانوں کے خانگی مسائل کی بھی فکر کریں، اور اس کے لئے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کی پرخلوص خدمات کو زندہ کریں، جس کے لئے اہل ثروت حضرات امدادی وفلاحی اسکیموں کے قیام میں علماء کا تعاون کریں اور اپنے اندر فرمان نبوی (ﷺ): ''المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضا'' (بخاری ۶۰۲۶، مسلم ۲۵۸۵) (مسلمانوں کی مثال عمارتی جیسی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط بناتا ہے) کا معیار اخوت پیدا کریں۔

☆☆☆

مسلم، عیسائی اور یہودی کے علاوہ دنیا کی دوسری قومیں

مفتی ابوحماد غلام رسول منظور القاسمی پہراوی☆

اہل کتاب کی تعریف:

فقہ اکیڈمی کی جانب سے اس سے متعلق جو سوال نامہ ارسال کیا گیا ہے اس کا پہلا سوال یہ ہے کہ اہل کتاب کس کو کہتے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں اہل کتاب کی تعریف کیا ہے؟ اہل کتاب کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے؟ تو اس بارے میں حضرات فقہاء کرام اور ائمہ مجتہدین نے اہل کتاب کی جو تعریف کی ہے ان کا حاصل اور لب ولباب یہ ہے، کہ دنیا کی ہر وہ قوم جو کسی آسمانی کتاب کے برحق ہونے کا عقیدہ اور کسی نبی اور سماوی دین پر ایمان رکھتی ہو خواہ اس کا عمل اور کردار مشرکانہ ہی کیوں نہ ہو اور تثلیث کے قائل ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی وہ اہل کتاب کے زمرے میں داخل ہے۔ اور اسکو شرعی نقطۂ نظر سے اہل کتاب کہا جائے گا، جیسا کہ حضرات فقہاء کرام کی درج ذیل عبارات فقہیہ سے یہ بات واضح طور پر سمجھ میں آتی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

”**وکل من یعتقد دینا سماویا وله کتاب منزل کصحف ابراهیم علیه السلام وشیث وزبور وداؤد علیه السلام فهو من اهل الکتاب ،فتجوز مناکحتهم وأکل ذبائحهم کذا فی التبین**“(فتاوی عالم گیری ج ا ص ۲۸۱ وشامی زکریا ۴ / ۱۳۴، البحر الرائق ۳ / ۱۱۰ مجمع الانہرا / ۴۸۳، تبیین الحقائق ۲ / ۱۱۰)۔

ہر وہ شخص جو کسی بھی دین سماوی کا معتقد ہو اور اس کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہو جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت شیث علیہ السلام کا صحیفہ اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام کا صحیفہ، پس وہ اہل کتاب میں شامل ہے چنانچہ ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنا اور انکا ذبح کردہ جانور کھانا شرعی اعتبار سے جائز ہوگا (مگر اہل کتاب کی لڑکیوں سے نکاح کے جواز اور عدم جواز کے بارے میں قدرے تفصیل ہے جو انشاء اللہ آئندہ آرہی ہے)۔

صائبین سے کون لوگ مراد ہیں؟

مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ، صائبین ایک فرقہ تھا جس کے معتقدات اور طرز عمل کے بارے میں چوں کہ کسی کو پورا پتہ نہیں چلا اس لیے مختلف اقوال ہیں (معارف القرآن ج ا ص ۲۲۹)۔

قرآن مجید میں جن بڑی بڑی قوموں کا ذکر ایک ساتھ آیا ہے وہ مسلمان، عیسائی، یہودی اور صائبین ہیں اور جن صاحب شریعت رسولوں کا تذکرہ جگہ جگہ ایک ساتھ قرآن میں آیا ہے وہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام ہیں، ان

☆ خادم: الجامعة الاسلامیہ دار الفلاح للبنات پہرا، ضلع گریڈیہہ، جھارکھنڈ۔

میں سے ہم مسلمان حضرت محمد مصطفی ﷺ کو اپنا آخری پیغمبر اور آخری رسول اور نبی تسلیم کرتے ہیں۔ اور عیسائی حضرت عیسی اور یہودی حضرت موسی کی طرف اپنے آپ منسوب کرتے ہیں لیکن صائبین کون ہیں اور کون سے نبی کی طرف منسوب ہیں؟ ہم یقینی طور پر نہیں جانتے، لیکن غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی امتی مسلمان اور مؤمن ہیں حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والے عیسائی اور حضرت موسیٰؑ کو قوم یہودی ہیں تو سوال یہ ہے حضرت نوح کے ماننے والی قوم کیا ہیں کسی کو بھی معلوم نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ انھیں کی قوم کو قرآن نے صائبین کہا ہو؟

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ہی صائبین ہیں:

تفسیر ابن کثیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن زید کا یہ قول درج ہے کہ صائبین اپنے آپ کو حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر بتاتے تھے۔ صائبین کے بارے میں حضرت عمرؓ، امام ابو حنیفہؒ، امام اسحاقؒ، ابو الزنادؒ، امام قرطبیؒ، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ امام غزالیؒ، امام راغبؒ، معالمؒ، ابن جریرؒ، ابن کثیرؒ، امام سہیلیؒ، علامہ شوکانیؒ قاضی بیضاویؒ، حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ اور حضرت مولانا سید سلمان ندوی ؒ کے مختلف اقوال اپنی تشریحات کے ساتھ ہو ذیل میں اکٹھا کر رہے ہیں۔

(۱) عراق کے اس مقام کے رہنے والے لوگ تھے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

(۲) اہل کتاب تھے (یہ تو قرآن میں صائبین کے تذکرے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا ذکر جگہ جگہ آسمانی کتاب رکھنے والی قوموں کے ساتھ ہی آیا ہے۔ (۳) صائبین لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتے تھے لیکن مشرک تھے۔

(۴) صائبین یمن کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

(۵) صائبین عجمی نام ہے عربی نہیں۔

(۶) صائبین فرشتوں کی عبادت کرنے والی قوم تھی۔

(۷) یہ ستاروں اور نجوم وکواکب کے معتقد تھے۔

(۸) یہ لوگ ستاروں کے پوجا کرنے والے لوگ تھے۔

(۹) یہ لوگ آگ کی پجا کرنے والے تھے۔

(۱۰) مذ ہبا دن میں کئی مرتبہ غسل کرنے والی قوم ہیں۔

مذکورہ بالا اقوال کے علاوہ اور بھی اقوال اس بارے ملتے ہیں مثلاً ایک دین سے دوسرے دین میں داخل ہونے والے صائبین ہیں۔ مائل اور جھکنے کی بھی روایت ہے، غور کیجیے کہ ہمارے مفسرین علماء کے یہاں صائبین کہ بارے میں کس قدر متضاد اور مختلف تصورات ہیں، اور حیرت واستعجاب کی بات یہ ہے وہ سب کے سب اقوال مختلفہ ہندو قوم پر فٹ ہوتے ہیں چاہے مختلف ادوار واطوار میں حضرات مفسرین کرام الگ الگ قوموں صائبین سمجھتے رہے ہوں، لیکن موجودہ دور میں تقریباً یہ بات طے ہے کہ ہندو قوم میں یہ ساری کی ساری خصوصیات کسی نہ درجہ میں ضرور پائی جاتی ہیں، اس لیے ہم یہ نہیں سمجھتے ہیں کہ اب اس امر میں کوئی شک وشبہ باقی ہے کہ صائبین کون ہیں۔ یہ ممکن ہے زمانہ ماضی میں مختلف گروہوں پر صائبین کی تعریف فٹ آتی ہو، لیکن کم از کم فی زمانناً صائبین سے کون سی قوم مراد ہے یہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

مسند الہند امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی صائبین کو اُرین نسل مانتے ہیں۔ ثبوت کے طور پر ملاحظہ ہو مندرجہ ذیل حوالے۔

”مسیح ضرور ایسے بزرگ تھے جنھوں نے اس تعلیم کو غیر اسرائیلی لوگوں میں بالفاظ دیگر صائبین یا آرین قوموں میں پہنچانے کی D46

کوشش کی''(رسالہ الفرقان بریلی شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۰۴)۔

ایران اس زمانے میں آرین یعنی صابی قوموں کا مرکز بن چکا تھا اس سے پہلے ہندوستان کو یہ مرکزیت حاصل تھی (رسالہ الفرقان بریلی شاہ ولی اللہ نمبر ص ۳۱۰)۔

حضرت مولانا سید سلمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ،مغضوب اور ضال جس طرح اہل کتاب میں ہیں اپنی مزاجی کیفیت کی بنا پر وہی صورتیں متابعۃ اہل کتاب میں بھی ہیں جن دو جماعتوں سے ہم کو قرآن نے واقف کرایا ہے،اور وہ مجوسی اور صائبین ہیں جن میں ایران قدیم اور ہندقدیم کے باشندے بھی داخل ہیں (ماخوذ از خطبہ صدارت مولانا سید سلیمان ندویؒ،سالانہ اجلاس جمیعۃ علماء بمبئی فروری ۱۹۴۵ء بحوالہ حکومت الہیہ اور علماء مفکرین ص ۲۱۴،مرتبہ ابومحمد امام الدین رام نگری مطبوعہ مکتبہ نشأۃ ثانیہ حیدرآباد ۱۹۴۶ء)۔

یہاں یہ بات بھی اچھی طرح جان لینی چاہیے کہ ملک عراق اور شام میں ایک فرقہ بہت قلیل تعداد میں پایا جاتا ہے جو خود صبی کہتے ہیں یہ لوگ حضرت یحی کے بعد کسی نبی کو تسلیم نہیں کرتے ہیں،حضرت عیسی کو بھی نبی نہیں مانتے ہیں،حضرت یحی سے پہلے نبی کو مانتے ہیں تو اسکا بھی امکان ہے قران نے انہی کو صائبین کہا ہو۔لیکن سید سلیمان ندویؒ جیسے محقق اور حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ جیسے سیاح البلاد اہل نظر نے ہندوستانی نسل کے لوگوں کو ہی مانا ہے حالانکہ ان حضرات کے علم میں یہ فرقہ ضرور ہوگا،اس کے علاوہ اس صبی فرقے میں سوائے اہل کتاب ہونے کے کوئی اور خصوصیت نہیں پائی جاتی جن مفسرین علماء نے صائبین سے منسوب کیا ہے (مستفاد از اگر اب بھی نہ جاگو تو..................!ص ۳۹ تا ۴۴)۔

لاریب ماضی بعید کے فقہاء متقدمین نے کتابیہ عورت سے مسلمان مرد کے لیے نکاح کے بارے میں دارالاسلام اور دارالحرب کے مابین فرق کیا ہے،دارالکفر میں مکروہ اور دارالاسلام مباح قرار دیا ہے،لیکن آج کل جو صورت حال ہے اور اس کے منفی اثرات عالم اسلام کے حکم رانوں اور بادشاہوں کی زندگیوں میں پڑے ہیں اور اسکی وجہ سے عالم اسلام کا جو غیر معمولی نقصان ہوا ہے،وہ نا قابل بیان اور حیران کن اور چونکا دینے والا ہے۔بعض مرتبہ دعوتی نقطۂ نظر سے اہل کتابیہ کی عورتوں سے نکاح کیا جاتا ہے۔لیکن اس کا الٹا اثر ہوتا ہے اولاد بھی یہودی اور عیسائی بن جاتی ہیں اور عورت جاسوسی کا کام کرتی ہے اسلامی ملکوں کے راز اور خفیہ بھیدوں کو عیسائی اور یہودی ملکوں کو بھیجتی رہتی ہے اور خفیہ دستاویزات کو انھیں فراہم کرتی ہے جس سے ملک کو ناقابل تلافی نقصان سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔الغرض یہود و نصاری کی عورتوں سے نکاح دور حاضر میں ایمان و اسلام کیلئے خطرہ ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست ملکی نقصان بھی ہے۔اس لیے ان حالات کے پیش نظر فی زمانہ دارالاسلام میں بھی کتابیہ عورت سے کرنا کراہت سے خالی نہیں۔جن فقہاء نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو دارالاسلام میں مباح قرادیا ہے۔انھوں نے بھی اس شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے کہ یہودی اور نصرانی عورتوں سے نکاح اسی صورت میں مباح ہے جبکہ اس سے کوئی دینی و دنیاوی مفسدہ نہ ہو۔اور عام حالات میں بھی کتابیہ نکاح نہ کرنا ہی اولی اور افضل ہے جیسا کہ حضرات فقہاء کرام کی عبارات اس پر دال ہیں''**ویجوز تزوج الکتابیات ، والاولی ان لایفعل.............الی.............لافتتاح باب الفتنة**'' (شامی ج ۴ ص ۱۳۴)۔

ہندو مذہب کی کتاب ویدوں اور اوتاروں کے بارے میں اسلامی تصور:

اس روئے زمین پر انسان و جنات کی رشد و ہدایت اور گم گشتہ انسانیت کو فلاح و بہودی کی راہ دیکھانے کے لیے اللہ تبارک وتعالی نے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو مبعوث کیا،لیکن ہم نہ بالاستیعاب ان سب انبیاء کرام علیہم السلام کے نام جانتے ہیں اور نہ ان کے احوال زندگی سے واقف ہیں،ہم صرف انہی انبیاء کرام کے اسماء اور احوال سے واقف ہیں جن کے اسماء اور احوال کو قرآن وحدیث نے بیان کیا

ہے۔اور جن سے قرآن وحدیث رسول ساکت ہے ان کو ہم نہیں جانتے ہیں اور نہ ہی ہم ان کے جاننے کے مکلّف بنائے گئے ہیں۔قرآن مجید نے صاف اعلان کر دیا ہے کہ:"منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك "ہم نے ان میں سے بعض انبیاء کرام کو آپ سے بیان کر دیا اور بعض کو آپ سے بیان نہیں کیا،اور ظاہر کہ حصول علم اصل ذریعہ اور مصدر ومنبع اللہ کی ذات ہے اور اللہ ہی کہہ رہا ہے کہ ہم نے بعض ہی نبیوں کا قصہ آپ سے بیان کیا ہے اور بعض کا بیان نہیں کیا ہے،اہل ایمان پر اجمالی طور پر تمام انبیاء اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانا لازم ہے،بندہ کو اسی بات کا مکلّف بنایا گیا ہے اور بس۔

جہاں تک یہ سوال ہے کہ ہندو مذہب کی کتابوں بالخصوص ویدوں میں توحید باری تعالیٰ کے متعلق واضح تعلیمات وارشادات موجود ہیں اور اور آخرت کا تصور بھی موجود ہے، یہاں تک کہ رسول اکرم سرور دو عالم ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں بشارت بھی موجود ہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کا اسم مبارک،احمد اور محمد بھی موجود ہے،تو اس کی وجہ سے برادران وطن جن شخصیتوں کو اپنا اوتار مانتے ہیں۔ان کو یقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرات اپنے عہد کی پیغمبر تھے؟اور جس عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو سے کام لیا اور الہٰ بنا دیا،اسی طرح ان کے ماننے والوں نے بھی ان کے ساتھ مبالغہ سے کام لیا ہوگا،اور ان کی کتابوں کو توحید کی تعلیمات اور آخرت کے تصور کی بنیاد پر الہامی اور منزل کہا جاسکتا ہے؟تو اس بارے میں عرض یہ کہ چونکہ قرآن مجید میں نہ تو اس کا کوئی واضح حکم موجود ہے اور نہ ہی قرآن نے اس کی تصدیق کی ہے اور اس کی تکذیب،اس لیے اس بارے میں احوط یہ کہ کف لسان کیا جائے،اور خواہ مخواہ اس میں نہ پڑا جائے،کیونکہ اس کا تعلق کسی فقہی مسئلہ اور حلال وحرام سے نہیں ہے۔اور نہ عوام کو اس سے کوئی واسطہ ہے اس لیے سکوت ہی افضل ہے،تاہم اسلامی تعلیمات وہدایات اور شرعی ارشادات وتوضیحات،اور اخروی تصورات پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اگر اسکو ایک نفع بخش کتاب اور ملہم مان بھی لیا جائے تو اس میں کوئی شرعی حرج نہیں،البتہ اسکو منزل من اللہ نہیں مان سکتے ہیں۔تاہم احتیاط اسی میں کہ ہندو مذہب کی کتاب ویدوں کو ملہم بھی نہ قرار دیا جائے۔

☆☆☆

چوتھا باب

اختتامی امور

مناقشہ:

اہل کتاب سے متعلق مسائل واحکام

مفتی رحمت اللہ کشمیری:

حضرت مولانا نعمت اللہ اعظمی اور ہمارے اس کارواں کے میر محترم مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کی پرمغز کلیدی گفتگو کے بعد ہم لوگوں کو آپس میں گفتگو کرنے کے لئے راہ مل چکی ہے، مجھے اس گفتگو میں اور آپ کے درمیان حائل نہیں ہونا ہے، جن مسائل کا تذکرہ آیا ہے ان میں سے ایک حصہ ہے عیسائیت سے متعلق جس سے ہمارا واسطہ رہا ہے، اس سلسلہ میں ہماری اپنی برادری سے یہ گذارش ہے کہ جب خود فقہاء متقدمین کی عبارتوں کو ہم دیکھ لیتے ہیں تو جن حضرات کا فقہاء متاخرین میں اس سلسلہ میں معرکہ رہا ہو ان کی تصنیفات کو یا ان کے مناقشوں کو ہم زیر نظر رکھیں گے تو مسائل کو واضح کرنے میں سہولت ہوجائے گی جیسے عیسائیت کے میدان میں ماضی قریب میں حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ کا بہت بڑا کارنامہ رہا ہے ان چیزوں کو اگر ہم مدنظر رکھیں گے تو کچھ ایسی چیزیں سامنے آئیں گی، کیونکہ مفتی کو حالات حاضرہ کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی بات کرنی ہے، حضرت مفتی محمود الحسن گنگوہی علیہ الرحمہ فرماتے تھے کہ مفتی کے کمال کی بات یہ ہے کہ وہ مستفتی کے دل کے چور کو پکڑ سکے، ظاہری بات ہے کہ مفتی جو چیز بیان کرے گا وہ ہر ایک کے سامنے جائے گی، اس میں وہ شخص بھی ہوگا جو اس سے استفادہ کرنا چاہے گا جو دین کے جزئیات سے واقف نہیں ہوگا، ضروریات دین سے عدم واقفیت آج کل کس قدر زیادہ ہے، وہ ہمارے سامنے ہے، تو فیصلہ ان کے سامنے بھی جائے گا، اس زمانہ میں سماجی اور یہ جو تعلیمی لائن ہے یہ جو ادیان باطلہ ہیں، ان کا طریقہ ہے کہ وہ تبلیغ کا کام نہیں کرتے، بلکہ اس کو ہم ایک آسان لفظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ وہ دھوکہ سے کام کرتے ہیں، عنوان کچھ اور ہوتا ہے اور کام کچھ اور ہوتا ہے، پہلے زمانے میں لوگ اپنے مذہب کے دلائل دیا کرتے تھے، اب انہوں نے حکمت عملی بدلی ہے، ہم کو اس بات سے بھی صرف نظر نہیں کرنی چاہئے کہ برصغیر سے جب انگریز واپس گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ اتنی محنت کے بعد تم نے کیا کیا؟ تو ان کا ہی یہ جملہ نقل کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ''اس برصغیر کے مسلمانوں کو اگرچہ ہم عیسائی نہیں بنا سکے، لیکن ہم نے ان کو مسلمان بھی رہنے نہیں دیا'' تو جن لوگوں کی حکمت عملی ایسی ہو تو ان لوگوں کے مقابلہ میں یہاں سے بھی جب کسی مفتی کی، اہل علم کی تحریر جائے تو وہ بھی اس معیار کی ہو اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس سے کوئی غلط کام بھی لیا جاسکتا ہے اور سد اللباب ہمارے یہاں بہت سی چیزیں کی جاتی ہیں اس کو مدنظر رکھنا چاہئے۔

دوسری چیز ہمیں اس بات کو بھی سمجھنا ہے کہ ہم اہل کتاب کی بات کر رہے ہیں، امریکہ میں عیسائیوں کی طرف سے ایک مشن ہے جو اس ملک میں بھی آیا تھا اور ہمارے یہاں بھی خصوصی طور پر آیا تھا اس کا عنوان ہی تھا ''ابراہیمی ٹریڈیشن''، یعنی ابراہیم علیہ السلام کا نقطہ نظر۔ اس میں وہ مسلمانوں کو بٹھا کر یہ سمجھاتے تھے کہ دیکھو اختلاف تو نیچے ہے، ابراہیم علیہ السلام پر تو کوئی اختلاف نہیں ہے، نہ یہود موسی علیہ السلام اور توراۃ کی بات کریں، نہ عیسائی انجیل اور حضرت عیسی علیہ السلام کی بات کریں، نہ تم قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی بات کرو، پھر کیا کریں گے ہم سب اکٹھے ابراہیم علیہ السلام پر مجتمع ہوجائیں گے، اور آپ کو یہ معلوم ہو کر تعجب ہوگا کہ ان کی ان میٹنگوں میں ان چیزوں کو لے کر ہمارے بہت سے علماء بھی شامل ہوئے، اور جب آخری نشست ہوئی، اس میں ان کے بڑے پادری نے آخری میں لائٹیں بند کرا دیں،

سب کو کھڑا رکھا اور عیسائی اپنے یہاں جو مراقبہ کراتے ہیں وہ سب سے کرایا اور ہمارے کچھ علماء بھی اس میں شریک رہے، جب دھوکہ کا یہ انداز چل رہا ہو تو اس سلسلہ میں ادھر سے ایک مفتی سے یہ مسئلہ آئے گا، ہمارے یہاں یہ مسائل جو اس وقت آرہے ہیں جو غیر ایمان والے طبقہ کے ہیں وہ چاہے نکاح وغیرہ سماجیات سے متعلق ہوں یا تعلیمی اداروں کے معاملات ہوں جہاں اس انداز کا سنگین دھوکہ چل رہا ہو وہاں پر تو بڑی دانشمندی کے ساتھ ہی کوئی بات کہنی ہوگی، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم لوگ جب بھی فکر کریں تو زمانہ حاضر میں جو ترقی یافتہ تدبیریں وہ مسلمان کو اپنے ایمان سے ہٹانے کے لئے کر رہے ہیں یا جن راہوں سے وہ آنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ مفتی حضرات کے سامنے رہیں، اور امید ہے کہ انشاء اللہ یہاں سے فیصلہ بھی ان سب کو سامنے رکھ کر ہوگا، بہرحال حق کے ساتھ اللہ کی مدد ہے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

حضرات اس موضوع پر اس وقت آپ حضرات جو گفتگو کرنے جا رہے ہیں، یہ بڑا اہم اور نازک موضوع ہے اور اسی لئے جب اس کا سوالنامہ بن رہا تھا تو بار بار اس پر غور کیا گیا کہ ایسے حساس مسائل کو زیر بحث لانا مناسب ہے یا نہیں، لیکن یہ بات محسوس کی گئی کہ جو مسائل پیش آتے ہوں تو اگر ان سے منہ چھپانا بھی چاہیں تو منہ چھپا نہیں سکتے، اس لئے علماء کو اس موضوع کو بڑی گہرائی کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہئے، قرآن مجید کے نصوص کے دائرہ میں ہمیں غور کرنا چاہئے اور جو اس کے نقصانات ہو سکتے ہیں، مصلحتیں ہو سکتی ہیں اس کو بھی ہمیں سامنے رکھنا چاہئے، ہمارے فقہاء میں کفر کی تو تقسیم شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے کی ہے،''الفوز الکبیر'' میں کفر جحود، کفر نفاق، کفر شرک وغیرہ، لیکن فقہاء نے کافروں کی تقسیم دو پہلوؤں سے کی ہے، ایک پہلو تو حربی اور مستامن، اور اس ضمن میں تمام کتابیں شامل ہیں یا وہ ماخوذ کتابیں جو حضرت موسی حضرت عیسی الصلوۃ والسلام پر اتری اور بحیثیت اہل کتاب ان کا بار بار قرآن مجید ذکر کرتا ہے، یہود و نصاری وہی اس سے مراد ہیں یہ بھی غور کرنے کا موضوع ہے اور ضرورت ہے، اور ہمارے حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب نے پیش بندی کے طور پر بڑی اچھی بات فرمائی، دیکھئے جو حکم نص سے ثابت ہو وہ ہمارے اور آپ کے اختیار میں نہیں ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جن مسائل سے مسلمانوں کو جن معاملات سے نقصان پہنچتا ہو ان میں صرف فقہی جزئیات کو سامنے رکھنا کافی نہیں ہے، ان میں اس کے نتائج، اس کے مقاصد، اس کے پیچھے کار فرما منصوبے، ان پر بھی ہمیں غور کرنا چاہئے، زمینی استعمار تو ہمارے ملکوں سے چلا گیا ہے، لیکن فکری استعمار تو اب بھی باقی ہے، اور وہ مختلف ذرائع سے اسلام کو اور مسلمانوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے، ظاہر ہے کہ اہل کتاب سے نکاح حلال ہونے کی آیت تو حضرت عمرؓ نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، لیکن حضرت حذیفہؓ نے جب نکاح کیا، تو حضرت عمرؓ نے اس پر برہمی کا اظہار فرمایا تو بعض دفعہ جو نتائج و مقاصد ہوتے ہیں ان کی اہمیت فقہی جزئیات سے زیادہ ہو جاتی ہے ان کے مقابلہ میں بڑھ جاتی ہے تو ان تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے اور یہ بات بھی ہمارے ذہن میں ہو کہ ایک ہے کسی شئی کا امکان اور ایک ہے کسی شئی کا وقوع، جن لوگوں نے بھی ہندوستان کے مذاہب کے بارے میں ان کی کتابوں میں کتاب توحید اور آخرت وغیرہ کے تصور کو دیکھ کر ان کے بارے میں نرم گوشہ اختیار کیا ہے انہوں نے صرف امکان کو ظاہر کیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے نبی ہوں، ہوسکتا ہے کہ ان پر آسمانی کتاب نازل ہوئی ہو، اسی لئے یہ حتمی بات مت کہئے کہ ان پر آسمانی کتابیں نازل کی گئیں، یہ نبی تھے تو جو شریعت کے نازک مسائل ہیں تو غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا ہم اس میں صرف امکان پر کوئی رائے قائم کرلیں یا اس کا وقوع متفق ہو جائے تب ہم اس کے بارے میں کوئی رائے قائم کریں، تو انشاء اللہ آپ حضرات کا مناقشہ اب ہوگا، اور اس سے بہت سی اہم رائیں سامنے آئیں گی، مجھے بہت خوشی ہے کہ اس موضوع پر کئی ایسے علماء یہاں موجود ہیں جن کا موضوع مذاہب اور اعتقادیات ہے۔

مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، تلخیص مقالات میں اس کا بہت بڑا حصہ شامل ہے، اور مفتی احمد نادر القاسی صاحب نے بڑی جامعیت کے ساتھ آراء اور دلائل کا احاطہ کیا ہے، اس سلسلہ میں میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پچھلے ۳۵ برسوں سے میں مختلف مذاہب کا مطالعہ کررہا ہوں، اسی حوالہ سے میں نے اپنی بات رکھی ہے، اس سلسلے میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ صابئین کے مسئلہ پر ہم لوگوں نے جو کچھ پیش کیا ہے اس میں زیادہ تر قدیم تحقیقات کا حصہ مقالوں میں شامل ہے، جدید تحقیق سے متعلق کوئی خاص چیز جیسا کہ تلخیص اور عرض میں بتایا گیا سامنے نہیں آئی، میں سمجھتا ہے کہ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ موثر تحقیق حضرت مولانا عبدالماجد دریابادی نے اپنی تفسیر ماجدی میں پیش کی ہے، اس کے کچھ حصے تو بعض مقالوں میں آئے ہیں، لیکن پوری تحقیق مقالوں میں نہیں آسکیں۔ اور اس بات پر خاص طور پر ہماری نظر ہونی چاہئے کہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ خود عراقی تھے اور یہ فرقہ بھی اصلاً عراقی ہی تھا اور جب امام ابوحنیفہؒ نے اپنے فتاویٰ میں ان کو اہل کتاب تسلیم کیا اور ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا اور میرے علم کے مطابق ان کے معاصرین نے ان کے اس فتوی پر کوئی نکیر نہیں کی، اس لئے ان کے فتوی کی اہمیت اپنی جگہ بہرحال باقی ہے، اس کو پیش نظر رکھا جانا چاہئے، دوسری چیز یہ ہے کہ جیسا کہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب نے فرمایا کہ نزول کتاب یعنی قرآن کے نزول کے زمانے میں جو فرقے موجود تھے وہ خواہ مشرک ہوگئے ہوں اور اپنے عقیدے کے اعتبار سے کچھ بھی ہوگئے ہوں یہودی ہوں نصاری ہوں اور کچھ ہوں، لیکن جب نزول قرآن کے زمانے میں وہ موجود تھے اور اللہ نے ان کے بارے میں مشرک ہونے کے باوجود قرآن پاک میں ان کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کے حلال ہونے کا ذکر فرمایا تو اب نصوص کی روشنی میں ہمیں ان کے مشرکانہ ذہنیت پر زیادہ بحث کرکے اس کو طول دینا اور قرآن پاک کے اس نص صریح کے مقابلہ میں اپنی جزئی رائے پیش کرنا میرے خیال سے کچھ زیادہ اہم چیز نہیں ہے۔

جہاں تک اہل کتاب میں ہمارے برادران وطن کا سوال ہے، برادران وطن کے سلسلے میں بہت کم پڑھا گیا ہے طبقہ علماء میں، آج تک بہت سے ہمارے علماء اوتار کو نبی کے ہم معنی مانتے ہیں، جبکہ یہ بالکل ہی غلط ہے، اس سلسلہ میں رام چرت مانس میں اور تمام مذہبی علماء ہندو کی اپنی تحقیقی کتابوں میں جو کچھ آیا ہوا ہے اس کی روشنی میں نبی اور اوتار کے معنی میں تضاد ہے، اس لئے جب تک خود یہ مسئلہ ذہن میں صاف نہ ہو ہم محض اوتار قرار دے کر ان کو یا ان کے کسی بزرگ کو نبی نہیں مان سکتے، اس سلسلے میں خاص طور پر اس وقت شری کرشن اور رام چندر جی کو نبی ماننے کا مسئلہ ہے، مولانا نے ابھی وضاحت کی کہ امکانی طور پر ایسا کہا ہوا ہے، لیکن میرا خیال یہ ہے کہ صرف ایک بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنی رائے دی تھی اور وہ ہیں حضرت مولانا مرزا جان جاناں، لیکن پروفیسر خلیق نظامی میرٹھی صاحب نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ حضرت اخیر عمر میں اتنے وسیع المشرب ہوگئے تھے کہ انہوں نے ایک ہندو کے گھر میں قیام کرلیا تھا جس کا نام کرن تھا اور اسی زمانے میں حضرت نے یہ رائے ظاہر کی تھی کہ ان کی کتابیں آسمانی ہیں، ان پر یقین کیا جانا چاہئے، لیکن یہ خالص ان کی اپنی ذاتی رائے تھی اور اس کی بنیاد وسیع المشربی تھی، اس لئے وسیع المشربی کے نقطہ نظر کو بلاشبہ ہم وہ نقطہ نظر قرار دیتے ہیں جس کو بعد کے علماء نے امکانی قرار دیا ہے، لیکن تحقیق کے مطابق وہ کیا تھے ان کی حقیقت ان کی اپنی کتابوں میں کیا ہے میرا خیال یہ ہے کہ میں نے اس سلسلے میں جو کچھ عرض کیا ہے ان کی کتابوں میں اصل عبارت کے حوالوں سے جو آپ کی نظروں میں شاید نہ آسکی وہ بہرحال دیکھ لینا بہت ضروری ہے اور اس کی ضرورت اس لئے بھی ہے کہ دراصل ان کی کتابوں کے حوالوں کے بغیر یہ موضوع اپنی تحقیق کی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔

اس سلسلے میں ایک خاص بات یہ بھی عرض کرنی ہے کہ جیسا کہ سوال میں لکھا گیا تھا کہ ان کی بہت سی باتیں اسلامی تعلیمات سے

مطابقت رکھتی ہیں، آپ حضرات میں سے غالباً کچھ حضرات نے اس کو چھیڑا ہو،لیکن مطابقت کو ثابت کر کے پھر آپ کیا حکم دیں گے؟ میرے خیال سے کسی مقالے میں اس کا ذکر نہیں آیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کو اہل کتاب مانے بغیر ہمارا طریقہ اس سلسلے میں یہ ہونا چاہئے کہ جیسے صالحین، علماء صلحاء کی کچھ پیشن گوئیاں ہیں جیسے حضرت عثمان کی اور جیسے سکھ مذہب کے گرونانک جی کی یا جیسا کہ ایران کے زرتشت کی، حالانکہ ان کی اپنی کتابیں موجود ہیں اور ان کو بلاشبہ کوئی آسمانی کتاب قرار نہیں دے سکتا، ان کی کتابوں کو سامنے رکھنے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ صالحین کے کلام کی طرح اسلامی تعلیمات کی مطابقت اگر ان سے ہوتی ہے تو یہ قرآن سے مطابقت نہیں کہلائے گی، بلکہ کلام صالحین کے درجہ میں اس کی مطابقت تسلیم کی جائے گی اصل شریعت سے یا اصل کتاب سے، یا قرآن سے ان کی مطابقت نہیں قرار دی جاسکتی اور اس کی جو دلیلیں اور بنیادیں ہیں میں نے کوشش کی ہے کہ ان بنیادوں کو اپنے مقالے میں عرض کردوں وہ پیش کردی تھیں، سامنے نہیں آسکیں، بہر حال یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کو سامنے رکھا جانا چاہئے، مجھے امید ہے کہ میں نے جو کچھ عرض کیا اگر آپ حضرات کی نظر میں آجائے تو اللہ کا شکر ادا کروں گا اور آپ کا بھی کہ آپ حضرات نے بھی قابل توجہ سمجھا۔

مولانا شاہ عالم:

بہت بہترین وضاحت اس سلسلے میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحبؒ نے فرمائی ہے اور دارالعلوم دیوبند نے یہ کتابچہ چھاپا، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب نے بھی اپنے ادارہ سے قادیانی ذبیحہ نام کا کتابچہ شائع فرمایا ہے، مولانا یوسف لدھیانویؒ کی رائے اس موضوع پر متفق علیہ ہے اور انہوں نے اپنے تمام اکابر کی تحریروں کو سامنے رکھ کر ہی ایک فیصلہ لیا ہے، مفتی کفایت اللہ صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے یا جن دیگر اکابر کا نام لیا گیا ہے تلخیص میں میں سمجھتا ہوں کہ عارض مولانا محمد عثمان صاحب کی نظر ان تحریروں پر نہیں پڑی ان سب کا خلاصہ یہ قرار پائے گا کہ ہمارے کسی بھی بزرگ نے جنہوں نے بھی قادیانیوں کے بارے میں یہ فیصلہ لیا ہے کوئی دلیل ذکر نہیں کی، سب کے آخر میں مفتی کفایت اللہ صاحب کی تحریر آپ دیکھیں کہ حضرت نے فرما تو دیا، لیکن کسی بھی دلیل کا ذکر نہیں فرمایا اس کے مقابلہ میں ہمارے سامنے اتنے دلائل ہیں اس کو مختصر لفظوں میں آپ یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اس مسئلہ پر تین زمانہ گذر گیا ایک زمانہ ۱۸۸۰ سے لے کر ۱۹۰۰ تک کا کہ جس دور میں مرزا احمد قادیانی کے عقائد سے کماحقہ واقفیت بہت کم لوگوں کو تھی، پھر ۱۹۰۰ سے لے کر ۱۹۱۲ تک کے زمانہ میں کچھ عجیب گومگوں کی کیفیت رہی ہے، ہمارے اکابر کھل کر سامنے آئے ہیں، لیکن اکابر میں وہ اکابر ابھی منظر عام پر نہیں آئے کہ جن کی وجہ سے ایک انقلاب برپا ہو ۱۹۱۲ سے لے کر حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ جب منظر عام پر آتے ہیں تو حضرت کی محنتوں کے نتیجے میں جو علماء کی ایک کھیپ تیار ہوئی ہے حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ اور حضرت مولانا یوسفؒ، حضرت مولانا عبدالسمیعؒ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ وغیرہ یہ وہ اکابر ہیں، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے قادیانی کے مسئلہ اور اس کے تمام تر اجزاء کو اس طرح سے بدیہات میں لاکر رکھدیا کہ اب کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی ہے، چنانچہ اس دور میں جو محنت ہوئی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ فقہاء و علماء نے مابعد میں اس پر اعتماد کیا وہ تو اپنی جگہ ہے، ۱۹۳۲ میں جب انگریزی عدالت میں مقدمہ بہاولپور پیش ہوا اس دور میں آپ خود فیصلہ کرسکتے ہیں کہ تین جلدوں میں مقدمہ بہاولپور ہے، قادیانیوں کو یہ جرأت کسی بھی طرح سے نہیں ہوسکی کہ اپنے آپ کو وہ اس زمرے میں لاسکیں، جو خلاصۃ مولانا عثمان فرما گئے ہیں، اس کے بعد جب حیات مسیح کا مسئلہ اٹھا تو علماء مصر اور علماء عراق، علماء فلسطین تمام کے تمام علماء متفقہ طور پر حضرت علامہ کشمیریؒ نے جو مواد تیار کرایا تھا اسی پر ان سب کا اعتماد اور اتفاق تھا، پھر آخر میں ۱۹۷۴ میں پارلیمنٹ میں ہمارے پڑوسی ملک میں یہ قضیہ پیش ہوا صرف یہی مسئلہ وہاں درپیش تھا، قادیانیوں کے وکیل نے آخیر مرحلہ میں یہ دلیل پیش کی، کچھ نہ سہی ہم کو اہل کتاب ہی مان لیا جائے، کیونکہ انہوں نے دلائل پیش کئے تو اس

وقت جج نے جو انکار کیا وہ میں نے اپنے مقالہ میں درج کیا ہے، جج نے کہا کہ کمال کی بات یہ ہے کہ قادیانیوں کی تکفیر کا جو مسئلہ ہے وہ مسئلہ ہی اسی بنیاد پر ہے کہ کسی بھی طریقہ سے اہل کتاب میں لانے یا سمجھنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، اس کا خلاصہ مفتی شفیع صاحبؒ کی زبان اور قلم میں آپ اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں، کہ حضرت نے فرمایا ارتداد کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم تو ہے صرف دستبردار ہوجانا، قادیانیوں کا ارتداد اس سبیل سے نہیں ہے قادیانی اگر نسلا بعد نسل بھی تبدیل کر جائیں تو وہ مطلق مرتد نہیں کہے جائیں گے، قادیانی جب بھی رہیں گے تو کفر زندقہ کے ساتھ رہیں گے، جب بھی وہ مرتد ہوتے ہیں تو آئندہ آنیوالی چوتھی پشت نہیں، بلکہ سویں پشت میں بھی جا کر کے وہ اپنے مظعومہ مختارات کو اسلام قرار دیتے ہی رہتے ہیں، ظاہری بات ہے جن کی نسل میں یہ علت ہو تو ان کے دیگر متبعین پر کسی بھی طرح سے قیاس کرنے کی گنجائش نہیں رہ جاتی، اس مسئلہ کو دار العلوم دیوبند اور ہمارے اکابر نے اس طرح سے واضح اور بدیہی کر دیا ہے کہ ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اس کو زیر بحث لانا بھی ایک نظیر بنانے کے مترادف ہے، اور میں یہ کہتا ہوں کہ جن اجزاء کا حوالہ دیا ہے انہوں نے وہ دلائل عام ہیں، جیسے علامہ شامی کا حوالہ دیا یا اور بھی جن فقہاء کا حوالہ دیا ہے وہ دلائل عام ہیں، قادیانیوں کا ارتداد خاص نوعیت کا ہے، خاص نوعیت کے ارتداد کے لئے جب تک کوئی خاص جزئیہ پیش نہیں کیا جائے گا، تب تک عام دلیل سے بات نہیں بنے گی۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

جزاکم اللہ، مولانا نے بہت اچھا مناقشہ فرمایا، اصل میں اہل کتاب میں اس کا شمار نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ عام کفار ومشرکین سے بھی بدتر ہیں، اور ان کا ارتداد عام کفر سے بھی بڑھا ہوا ہے، لیکن اس کی اگلی نسلیں جو اسی کفر پر قائم ہیں ان کا کیا حکم ہوگا؟ اگر وہ کہیں کہ میں تورات وانجیل کو بھی مانتا ہوں قرآن کو بھی مانتا ہوں اور ہمیں اہل کتاب میں شمار کیا جائے تو کیا ان کی بات قبول کی جائے گی یا نہیں قبول نہیں کی جائے گی؟ یہ مسئلہ بڑا اہم ہے، ہماری ذاتی رائے وہی ہے جو مولانا نے فرمائی اور غالبا وہی رائے مولانا محمد عثمان بستوی صاحب کی بھی ہے کہ ان کا حکم زنادقہ کا ہوگا، کیونکہ اس میں بڑے فتنہ کا اندیشہ ہے، لیکن یہ مسئلہ بہر حال قابل غور اس لئے تھا کہ بعض علماء کے یہاں سے ہمارے بعض اکابر کی طرف سے اس طرح کے فتاوی بھی آچکے ہیں، اس لئے مناسب محسوس کیا گیا کہ اس پر بحث کر لی جائے اور مولانا عثمان صاحب نے جو بات پیش کی ہے وہ ایک تحقیق ہے جو انہوں نے پورے خلوص اور محنت کے ساتھ پیش فرمائی ہے، یہ کوئی فیصلہ نہیں ہے، فیصلہ تو آپ حضرات کریں گے وہ فیصلہ ہوگا اور انشاء اللہ اس کی جو تجویز کمیٹی ہوگی اس میں ہمارے مولانا شاہ عالم صاحب بھی شریک ہوں گے، اور آپ حضرات جو تجویز بنائیں گے اور جو فیصلہ کریں گے وہ اصل میں فیصلہ ہوگا، یہاں تو ہر طرح کی تحقیق آتی ہے، تاکہ ہم اور آپ لوگوں کو بحث کرنے کا اور غور کرنے کا موقع ملے اور اگر کہیں یہ مسئلہ چھڑ جائے تو اس کے تمام اطراف وجوانب سے واقف ہوں اور وہ جس فیصلے اور دلیلوں پر پہنچیں پوری بصیرت کے ساتھ اور قلب کے اطمینان کے ساتھ وہ اس کی ترجمانی بھی کرسکیں، میں بہت شکر گزار ہوں مولانا شاہ عالم صاحب کی اس گفتگو کے لئے۔

مفتی محمد نعمت اللہ قاسمی (کھگڑیا):

۱- کتابی کا مفہوم شرعی یہ ہے کہ جو کسی نبی مرسل اور کتاب منزل پر ایمان واقرار رکھے اور بعنوان اگر جو کسی دین سماوی پر اعتقاد رکھے۔

۲- بہت سے علماء نے اس میں یہ قید بھی لگائی ہے کہ غیر اللہ کی الوہیت کا معتقد نہ ہو، جیسے بعض عیسائیوں کی حالت ہے گو بعض نے نہیں لگائی۔

۳- اگر کسی وقت کسی قوم کے بزرگ کے پاس کوئی کتاب سماوی ہو، مگر اب اس کتاب سے کچھ تعلق نہ رہا ہو، بلکہ اس قوم کا طرز و معاشرت مشرکین کا ہو گیا ہو وہ اہل کتاب نہ رہیں گے، جیسے کہ مجوس کی حالت ہے۔

۴- اگر کتاب سے ایمان واقرار کا بھی تعلق ہو، مگر وہ شرک حقیقی کا ارتکاب کرنے لگے ہوں تب بھی بہت سے علماء کے نزدیک وہ اہل کتاب میں سے نہ رہیں گے، جیسے بعض تفسیر پر صابئین کی حالت ہے، اسی طرح جو قرآن کی طرف منتسب ہوتا ہو، مگر قطعیات وضروریات کا منکر ہو ان میں تاویل بھی بحکم انکار رہے وہ بھی مثل غیر کتابی کے ہو جاتا ہے جیسے آج کل فرقہ مرزائیہ جن میں وہ مرزائی بھی داخل ہیں جو مرزا کے صریح دعوۂ نبوت میں تاویل کرتے ہیں، کیونکہ وہ منکر ضروریات کو کافر نہیں مانتے، جیسے کوئی شخص مسیلمہ کے دعوۂ نبوت میں تاویل کر کے اس کو مؤمن سمجھنے لگے، کیا اس کو مؤمن کہا جائے گا؟۔

اگر تمام شرائط بھی اہل کتاب ہونے کے پائے جائیں، مگر وہ کتابیہ حربی ہو تو اس سے نکاح مکروہ تحریمی ہوگا۔

تفریع علی الاحکام المذکورۃ: ان احکام کو دیکھ کر سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ ہنود میں اہل کتاب ہونے کا ضعیف سے ضعیف احتمال بھی نہیں ہوسکتا، کیونکہ کسی شخص کا نبی مرسل ہونا اور کسی کتاب کا منزل من اللہ ہونا اور کسی دین کا سماوی ہونا جو مدار ہے کتابیت کا جیسا کہ نمبر (۱) میں مذکور ہوا، امور قطعیہ سے ہے، اس لئے دلیل قطعی کا محتاج ہوگا اور ظاہر ہے کہ اس قوم کے پیشوا کے نبی ہونے پر یا ان کے کسی مذہبی کتاب کے آسمانی ہونے پر دلیل قطعی تو کیا ظنی، بلکہ شکی تک بھی قائم نہیں، جیسا کہ بلا شک وشبہ ظاہر ہے، پس یہ ایک ہی حکم مسئلہ زیر بحث کے فیصلہ کے لئے کافی ہے، بقیہ احکام پر تفریع محض تبرع ہے۔

تفریع کی تقریر یہ ہے، یعنی اگر بفرض محال یہ لوگ اہل کتاب کسی زمانہ میں ہوتے بھی تب بھی اب مدت طویلہ سے جو ان کی حالت ہے اس سے کتابیت کو مس بھی نہیں، غیر اللہ کیا اغیار اللہ کے الوہیت کے قائل ہیں، شاید کسی کو آریوں کے دعوۂ توحید سے شبہ ہو تو درحقیقت ان کا شرک تو اس درجہ قبیح ہے جس کی نظیر آج تک کسی مشرک قوم میں نہیں پائی جاتی، چنانچہ ان کی تالیفات میں روح اور مادہ کے قدیم بالذات ہونے کی تصریح ہے، اور مشرکین بعض تو غیر اللہ کے حدوث زمانی کے قائل ہیں اور بعض جو مجردات کے قدوم زمانی کے قائل ہوتے ہیں وہ بھی ان کو قدیم بالذات نہیں کہتے۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

یہ کن کی عبارت ہے؟

مفتی محمد نعمت اللہ:

یہ حضرت تھانوی علیہ الرحمہ کی عبارت ہے، لمبی عبارت ہے تین صفحہ کی عبارت ہے، ایک فتوی بھی حضرت کا: ''امداد الفتاوی'' اس پر بھی غور کر لیا جائے۔

سوال: مناکحت باہم ایسے مرد وعورت کی کہ ایک ان میں سے سنی حنفی اور دوسرا مرزا غلام احمد قادیانی کا معتقد اور متبع ہو اور ان کے جملہ دعاوی اور الہامات کی تصدیق کرتا ہو، جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر یہ دونوں یا ایک ان میں سے نابالغ ہو تو بولایت والدین جو ایسے ہی مختلف العقیدہ ہوں کیا حکم ہے؟

جواب: مرزا کے بعض اقوال حد کفر تک پہنچے ہوئے ہیں، مگر یہ ممکن ہے کہ اس کا کوئی معتقد خاص اس قول کی خبر نہ رکھتا ہو، اس لئے مرزا کا معتقد ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ خاص اس کفر کا بھی معتقد ہے، پس اگر یہ مرزائی، خواہ مرد ہو یا عورت بالخصوص اس قول کفری کا بھی معتقد ہو تو اس کا نکاح مسلمان مرد یا عورت سے نہیں ہوسکتا، لیکن اگر یہ مرزائی بالغ ہے تو خود اس کا عقیدہ دیکھا جائے گا اور اگر نابالغ ہے تو اس کے ماں باپ کا عقیدہ دیکھا جائے گا، یعنی اگر ماں باپ دونوں مرزائی ہوں گے تو اس نابالغ کو مرزائی قرار دیں گے اور اگر ایک بھی غیر مرزائی ہے تو اس کو غیر

مرزائی قرار دے کر یہ حکم مذکور ثابت نہ کریں گے اور اگر یہ مرزائی خاص کر ایسے امر موجب کفر کا معتقد نہیں تو مبتدع ہے اور سنی حنفی کا دیانت میں کفو نہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

جزاکم اللہ، میں شکر گزار ہوں مولانا نعمت اللہ صاحب کہ بہت اچھی روشنی ڈالی، مولانا عبدالقادر عارفی صاحب نے توجہ دلائی ہے ایک عبارت کے بارے میں یہ کہ ایک دوست نے علامہ شلتوت کے بارے میں ایک مرتد مفتی شلتوت کا لفظ استعمال کیا ہے، اس طرح کا جملہ مناسب نہیں ہے، علامہ شلتوت جو ہیں وہ مصر کے مشہور علماء میں تھے، اور غالباً ہمارے یہاں بھی بعض ان کے اقوال سے استفادہ بھی کیا گیا ہے، لیکن بعض آراء بھی ان کی اس طرح کی تھیں جیسے سرسید احمد خاں وغیرہ کی تھیں، لیکن ہمیں محتاط زبان استعمال کرنی چاہئے۔

مولانا عبدالرشید کانپوری:

عیسائی مشنریز میں تعلیم سے متعلق جو ناجائز ہونے کی بات کہی گئی ہے تو وہ بات اپنی جگہ پر سہی ہے، لیکن یہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ باتیں مزید اس سلسلہ کی آپ کے سامنے رکھ دی جائیں، ایک تو ہے مشنریز اسکول اور اس کے مقابلہ میں سرکاری اسکول، تو مشنریز اسکولوں میں تو عیسائیت اور سرکاری اسکولوں میں ہندوازم کی تعلیم ہوتی ہے تو پھر مسلمان بچے دینی تعلیم کہاں حاصل کریں؟ یہ مسئلہ ہے، دوسرے یہ کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ ایک اہم مسئلہ گھر کے ماحول کا بھی ہے ہم یہ دیکھیں کہ ۵۰ سال سے پورے ہندوستان میں گائے ہماری ماتا ہے مسلمان بچوں کو پڑھایا جاتا ہے، لیکن الحمدللہ آج تک کوئی بھی مسلمان بچہ گائے کو ماتا ماننے کو تیار نہیں ہے چاہے وہ شہر کا ہو یا دیہات کا، معلوم یہ ہوا کہ اگر گھر کا ماحول ہمارا سہی ہے تو ان اسکولوں سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا ہے، ابھی غزوہ بدر کی بات آئی، غزوہ بدر میں مشرکین قیدیوں سے مسلم بچوں کو پڑھوایا گیا، ظاہر ہے کہ وہ مشرک قیدی جو پکڑے گئے تھے وہ ان بچوں میں شرک کا زہر گھول سکتے تھے، لیکن حضور ﷺ نے اتنی اجازت دے دی، کہ ماحول ایسا بنا ہوا تھا، تو ہم ایسی بات کریں کہ مسلمان اپنے گھر کے ماحول کو اچھا کریں تو پھر چاہے تعلیم کے جس رخ پہ چلے جائیں انشاء اللہ کوئی فرق نہیں پڑے گا تو مطلق اگر ناجائز کر دیا جائے گا تو ہندوستان کے بڑے شہروں جیسے دہلی ممبئی وغیرہ میں بڑے مسائل پیدا ہو جائیں گے گویا بہت سے مسلمان اس ناجائز اور حرام کام کا ارتکاب کرتے رہیں گے، یہ درخواست ہے ہماری۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

جزاکم اللہ۔

مفتی اعجاز الحسن بانڈے کشمیری:

اسلام کی عمارت درحقیقت ٹھوس عقائد پر کھڑی ہے ان میں تزلزل، شک یا شبہ کفر کی سرحد پر پہنچا دیتا ہے اور جہاں اس عمارت کو ہی زمین بوس کر دیا گیا ہو، تو وہاں صرف کفر ہی کفر ہے، اسی لئے علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا یہ جملہ مشہور ہے کہ جو قادیانی کے کفر میں شبہ کرے وہ بھی کافر ہے، لہذا جب امت ان کے کفر پر متفق علیہ ہے تو پھر کافروں والے احکام بھی نافذ ہوں گے، قرآن کریم کی صراحت کے مطابق کفار کے ساتھ مناکحت جائز نہیں ہے، اس لئے قادیانیوں کے ساتھ بھی رشتہ ازدواج قائم کرنا کسی بھی طرح قطعاً جائز نہیں ہوگا، چاہے وہ خود قادیانی بنا ہو یا نسلاً قادیانی ہو اگر عقائد وہی ہیں جو مرزا قادیانی کے ہیں تو وہ بھی کافر ہیں جیسے کافر کا بچہ کافر، یہودی کا بچہ یہودی اور مسلمان کا بچہ مسلمان، اس لئے نسلاً قادیانی شخص بھی اپنے آباء واجداد کی طرح کافر ہی ہے، ارتداد موت کے مثل ہے اور مرے ہوئے سے شادی کرنا جائز نہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی:

جزاکم اللہ، اس سلسلے میں مولانا اشرف عباس قاسمی صاحب نے ایک تحریر بھیجی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے ہونا یہ امر توقیفی ہے، یعنی جن لوگوں کو قرآن نے اہل کتاب میں شمار کیا ہے تو اب گویا اب کوئی نیا فرقہ کو اہل کتاب نہیں قرار دیا جاسکتا، اسی لئے میں نے اس وقت عرض کیا تھا کہ اس پر غور کرنا چاہئے کہ قرآن نے جو ''الکتاب'' کا لفظ استعمال کیا ہے اس میں الف لام استغراق کا ہے یا عہد کا ہے کیا کوئی معہود کتاب مراد ہے یا خاص یہود ونصاری مراد ہیں تو انشاء اللہ یہ تحریر جو تجویز کمیٹی بنے گی اس کمیٹی کے حوالہ کردی جائے گی، آپ نے ایک سوال یہ بھی اٹھایا کہ آخر وہ کس کتاب کے ماننے والے ہیں کہ اس کی وجہ سے ان کو اہل کتاب کہا جائے۔

مفتی ارشد فاروقی:

اہل کتاب سے تعلق اور اہل کتاب کے دائرے کو لکیر کھینچ کر متعین کرنا یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس مرتبہ اسلامک فقہ اکیڈمی نے اپنے اس موضوع کو عالمی بنایا ہے، چونکہ اہل کتاب میں جن لوگوں کو داخل مانا جارہا ہے وہ بھی عالمی ہیں اور جس فتنہ سے اکیڈمی لوگوں کو متنبہ کرنا چاہ رہی ہے وہ بھی عالمی ہے، خاص طور پر کرم فرمائی ہوئی ہے عالم اسلام اور عرب ممالک کے حکمرانوں اور ارباب اقتدار کی طرف، کہ ان کے یہاں گھروں میں جو یہودی اور عیسائی خواتین ہیں ان کے مضرات پوری دنیا محسوس کررہی ہے تو بڑی اچھی بات ہے کہ اس سوالنامہ میں مستقل ایک سوال رکھا گیا اور تمام گوشوں پر گفتگو ہوئی، البتہ جو تجاویز پاس ہوں گی وہ بھی دوٹوک ہوں گی، کیونکہ یہ موضوع بھی بہت قدیم ہے اور بالکل دوٹوک انداز کا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ ان تجاویز کی تنفیذ کیسے ہو؟ کہ ہم ان حکمرانوں کو ان ارباب اقتدار کو کیا ہم اکیڈمی کا کوئی اعلی سطحی وفد بناکر ان حکمرانوں کے پاس ان لوگوں کے پاس بھیجیں اور ان کو اس سے باز رکھنے کی داعیانہ کوشش کریں، تب ہی ان تجاویزوں کا کوئی فائدہ اور ہماری منفعت کی تکمیل ہوگی۔

دوسرا مسئلہ غذائی ہے تو الحمد للہ ہم صاحب ایمان ہیں گوشت کھاتے ہیں، ہم سب کو گوشت اچھا ملتا ہے مجبوری کے درجہ میں کتابی کا جو ذبیحہ ہے اس کے احکام اکیڈمی پہلے طے کرچکی ہے، ہاں البتہ ایک تیسرا نقطہ ہے، جو دعوتی نقطہ نظر ہے، جس ملک میں ہم موجود ہیں، بے شمار اقوام یہاں ہیں، بے شمار مذاہب یہاں ہیں ان کو اہل کتاب مانا جائے، یا نہ مانا جائے، ابھی ایک رائے آئی کہ اہل کتاب توقیفی ہے تو مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جو نوٹ لکھا ہے ترجمہ شیخ الہند پر اس کا حاصل یہی ہے کہ ہر وہ جو کسی آسمانی کتاب یا کسی نبی پر یقین رکھتا ہو وہ اہل کتاب میں ہے اگر توقیفی ہوتا تو مولانا تقی عثمانی اپنے اکابر سے یہ جملہ نقل نہ فرماتے، بہرحال اس ہندوستان کی جو اقوام ہیں ان کو اہل کتاب میں شمار کیا جائے یا نہ کیا جائے، جہاں تک حلت کا مسئلہ ذبیحہ کا یا ان کی عورتوں سے نکاح کا یہ تو بالکل طے شدہ ہے کہ اس معنی میں اہل کتاب ان کو کوئی فقیہ مان نہیں سکتا، لیکن دوسرا گوشہ ہے دعوتی کہ ہمارے ان اکابر چاہے مولانا مناظر حسن گیلانی ہوں یا ان جیسے اور اکابر، ان لوگوں کا جو دعوتی انداز ہے اہل کتاب کی حیثیت سے بعض چیزوں کو کہ یہ نبی ہوسکتے ہیں، یہ اوتار ہوسکتے ہیں یہ جو امکانی باتیں کہی گئی ہیں اس کو اگر ہم دعوتی مقاصد کے لئے استعمال کریں تو اس سے تقریب پیدا ہوگی، اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں حق کے فیصلے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا حیدر علی قاسمی:

جو آدمی زمانے کے حالات سے واقف نہ ہو وہ جاہل ہوتا ہے، اس لئے کسی بھی فیصلے کے لئے کسی بھی مفتی کے لئے زمانہ کے حالات اور زمانے کی چیزوں کا پورا جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے، جیسا کہ امام محمدؒ کا موقف سب کو معلوم ہوگا، آج کے موضوع میں کتابیہ خاتون سے نکاح

کے بارے میں جوسوال آیا ہےاس سلسلہ میں جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ اگر کتابیہ سے نکاح کو جائز قرار دیا جائے گا تو فتنے زیادہ لازم آئیں گے، مفاسد کثیرہ لازم آئیں گے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اثر ڈالنے کے بجائے اثر لینا زیادہ ہوجاتا ہے، آج کے دور میں اس کا خطرہ ہے ،اس لئے کتابیہ خاتون سے نکاح کو ناجائز قرار دینا ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے، نیز دوسری بات قادیانیوں سے متعلق ہے وہ یہ کہ جو قادیانی نیا بنتا ہے وہ تو مرتد ہوگا ہی، لیکن جونسلی قادیانی ہے اس کے سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ فقہاء کرام نے جو اہل کتاب کی تعریف کی ہے اس تعریف کے اعتبار سے جونسلی قادیانی ہے وہ بھی تو قرآن کو ماننے والا ہے، بلکہ میرا خیال تو یہ کہ یہ جو یہود و نصاری ہیں یہ لوگ تو تحریف شدہ کتابوں کو مانتے ہیں اس کے باوجود ہم ان کو اہل کتاب میں سے مانتے ہیں تو جو لوگ نسلی قادیانی ہیں یہ تو اصلی قرآن کو ماننے والے ہیں تو ان کو اہل کتاب کا درجہ قرار نہ بھی دیا جائے، لیکن کم سے کم کتابی کا فر قرار دیا جانا چاہئے۔

مولانا شاہ عالم:

ہمارے بعض احباب جو اہل علم ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ غلط فہمی میں مبتلا ہوجائیں کہ قادیانیوں کے دعوۂ ایمان اور دعوۂ ایمان فی الاسلام اور دعوی ایمان بالقرآن کو سرے سے تسلیم ہی نہیں کیا گیا ہے، چاہے وہ سونسلوں میں تبدیل ہوجائے۔ وہ ایمان کا دعوی نہیں کرتے وہ دھوکہ دیتے ہیں۔

مولانا سلطان کشمیری:

مرزائی کے سلسلہ میں جو پوری تفصیل سے بحث آئی ہے اور اس کا جو اجمالی تعارف مولانا شاہ عالم صاحب نے فرمایا اس بارے میں میری گذارش یہ ہے کہ ممکن ہے کہ امکانی طور پر اگر اس میں کہیں نرمی پیدا ہوجائے اور قادیانیوں کو اہل کتاب میں شمار کیا جانے لگے اس میں بہت زیادہ نقصان ہمارے سامنے آسکتا ہے، ہمارا نوجوان طبقہ اس طرف مائل ہوگا اس وقت صورتحال پنجاب کی یہ ہے کہ وہاں پر جو مدرسہ احمدیہ کے نام سے چل رہا ہے پہلے سے اس میں بے شمار مسلمان پڑھنے میں مشغول ہیں اور وہ خود کو مسلمان تصور کرتے ہیں اور بہت سارے وہاں ایسے ہیں جن کا تعلق ہماری وادی سے بھی ہے، اس سلسلہ میں فقہ اکیڈمی کے ذمہ داروں اور خصوصا مولانا سے گذارش ہے کہ پچھلے ہمارے اکابر نے مفصل طور پر فتوی جاری کئے ہیں تو اب مزید اب فقہ اکیڈمی کی طرف سے اس کو سہل انداز سے کوئی ایسی تحریر مرتب کی جائے کہ باضابطہ طور پر ہمارے نوجوانوں پر ان کا کفر مزید واضح ہوجائے، تاکہ ہماری امت ان کے فتنے اور سازشوں سے ہر اعتبار سے محفوظ رہے۔

مولانا عتیق احمد قاسمی:

یہود نصاری کے بارے میں جمہور فقہاء نے تو گویا ان دونوں کو طے کردیا کہ یہ اہل کتاب ہیں اور یہ نہیں ہیں، مگر حنفیہ کے یہاں گنجائش ہے کہ جو بھی دین سماوی کو اور کتاب سماوی کو مانتا ہے پھر آگے بڑھ کر جب مسئلہ صابی کا آتا ہے تو خود امام صاحب کی رائے الگ ہوجاتی ہے اور صاحبین کی رائے الگ ہوجاتی ہے اور اب تک حنفیہ نے بالکل واضح کہا کسی اور کو کہ گویا یہ بھی اہل کتاب میں سے ہیں، اب تک تو نہیں ہوا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ میں نے جو مطالعہ کیا ہے کہ اب کسی بھی گروہ کے بارے میں اہل کتاب ہونے کا فیصلہ کسی زمانے کے فقہاء نے کیا ہو ایسا نہیں ہوا ہے اور یہ جو گفتگو چلتی ہے بسا اوقات دعوتی نقطہ نظر کی بات بھی آتی ہے، اس میں ایک اصطلاح اور بھی استعمال ہوتی ہے، ''شبہ اہل کتاب''، یہ شبہ اہل کتاب کیا چیز ہے؟، اس کی کیا شرعی حیثیت ہے، یہ گویا ان کو مانوس کرنے کے لئے ایک اصطلاح ہے یا اس کی بنیاد پر اس کے احکام میں بھی کچھ فرق ہوگا یہ اہل کتاب کے حکم میں ہیں یا الگ کوئی قسم ہے یہ بھی ایک سوچنے اور غور کرنے کا موضوع ہے، تو میں سمجھتا

ہوں کہ سکھ، قادیانی، ہندو وغیرہ کو اہل کتاب ماننا واقعی بہت مشکل ہے تو سب سے سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ جمہور نے جب سرے سے یہ واضح کردیا ہے کہ اہل کتاب دو ہیں باقی اس کے بعد کچھ نہیں اگر اس کو آپ لیتے ہیں تو بحثیں خود بخود بند ہو جاتی ہیں، اور قادیانیوں سے تعلق سے جو گفتگو ہوئی اور ہمارے کئی احباب نے اپنی رائے ظاہر کی ہے، اس سلسلہ میں عرض کرنا ہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی میں علماء اپنی تحقیقات پیش کرتے ہیں اور بحث کرتے ہیں، اور یہ بات تنہا کافی نہیں ہے کہ فلاں بزرگ یا فلاں حضرت نے یہ لکھ دیا یا یہ چند حضرات کی رائے تھی، گفتگو یہاں دلائل کی بنیاد پر ہوتی ہے، انہوں نے مسئلہ کو اٹھایا ہے، ترجیح اس کو نہیں دی ہے کہ یہ سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ایک قادیانی ہے جو پہلے مسلمان تھا اب مرتد ہو گیا اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، اس کے اولاد کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، اس کے بعد جو نسل آتی ہے، تیسری، چوتھی، پانچویں اس کے بارے میں حکم کیا ہوگا، عام طور پر مرتد مانتے ہیں قادیانیوں کو اس کا بیٹا مرتد ہوا، وہ بھی آپ مانیں گے، آگے جب نسل بڑھے گی، اس پر ارتداد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں، ارتداد کے خاص احکام ہیں، اگر آپ مرتد کہیں گے تو واجب القتل ہے وہ، اگرچہ آپ اس پر قادر نہیں ہیں، تو انہوں نے فقہاء کی جو باتیں ذکر کی ہیں اور اپنے اکابر کی رائے پیش کی ہے ترجیح انہوں نے خود اس کو نہیں دی ہے اور یہی رجحان ظاہر کیا ہے کہ بھائی جیسی بھی احتیاط ہو جو مناسب ہو کہ اہل کتاب میں ان کو شامل نہ کیا جائے تو قادیانی ہوں یا جو بھی اس طرح کے ہوں، بہرحال میں سمجھتا ہوں اچھی خاصی گفتگو ہوئی، اور ہندوؤں کے تعلق سے ایک چیز اور بڑھے گی میں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو ملک میں حالات پیدا ہو رہے ہیں ان کی روشنی میں یہ کوششیں بڑھیں گی اور مسلمانوں کو قریب لانے کی سعی ہوگی، اور یہ تو ایک طبقہ ہے ایسا جوان کو کھل کر اہل کتاب کہتا ہے اور وہ تو اس سے آگے بڑھ کر ان کی عورتوں سے نکاح تک کی بات لانے لگا ہے، تو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری تجویز ایسی ہو جو صاف صاف طور پر مسائل کو واضح کرے اور ایسی کوئی گنجائش جس سے راستہ کھلتا ہو اس طرح کے خطرات کا تو وہ مناسب نہیں ہے۔

☆☆☆